

R. 757

512
R. 757

No. 9.

HISTORY OF INDIA :

Hindu and Mahomedan Periods

BY J. H.

HIS. HON. SEC. OF THE LEGATION

TRANSLATED AND PUBLISHED INTO URDU

BY

THE SCIENTIFIC SOCIETY.

ALLOUR.

تاریخ ہندوستان

ہندوؤں اور مسلمانوں کی عہد فی ہند سے

سہ ۱۷۹۱ء مطابق سنہ ۱۱۷۵ ہجری تک

میں

اندریال مؤلف احمد رضا اللہ خاں صاحب پیر

سابق گورنر بمبئی

اور

تعمیر اور حواشی اور سنہ ہندوستان کے

میں

سید رشید سوانی علی گڑھ نے ترجمہ کر کے

منظر کیا

ALLOUR :

PRINTED AT THE SCIENTIFIC PRESS

1867

No. 9.

THE
HISTORY OF INDIA.

THE
Hindu and Mahomedan Periods.

BY THE

HON. MOUNTBATE KENNEDY.

TRANSLATED AND PUBLISHED INTO URDU

BY

THE SCIENTIFIC SOCIETY.

—•—•—•—

تاریخ ہندوستان

ہندوؤں اور مسلمانوں کی عہد کی ابتدا سے

سنہ ۱۷۹۱ء مطابق سنہ ۱۱۷۵ ہجری تک

مولا

انریبل مونت اسٹورٹ الفنسٹن صاحب پراکٹر

سابق گورنر بمبئی

معد

تعموں اور حواشی اور نقشہ ہندوستان کے

چسکو

سید ٹیپک سوسائٹی علیحدہ نے ترجمہ کر کے

منتظر کیا

ALLYPURH:

PRINTED AT THE SECRETARY SUD AHMED'S PRIVATE PRESS,
1866.

42845

23 NOV 1976

DEDICATED

HIS GRACE THE DUKE OF ARGYLE

THE SCIENTIFIC SOCIETY.

اس کتاب کو

بذات نامی

جناب غز کریم دیوک آف آر گارل

نے

اس ٹینک سوسائٹی نے معزز کیا

M.A. LIBRARY, A.M.U.



U 64874

100

100

100

Y N A L N

CHECKED-2002

فہرست

مضامین بلند اول تاریخ ہندوستان جسمیں صرف

ہندوؤں کا بیان تھی

صفحہ	مضمون
	نہیدانچہ
۱ ...	ہندوستان کی صدیوں اور آسکی لہوائی عورتی
۱۲ ...	ہندوستان کی قدرتی تقسیم
۲ ...	شمالی ہندوستان کے حصے
۳ ...	دکن کی تقسیم
۱۳ ...	ہندوستان کی سطح اور آبادی کا بیان
۷ ...	ہندوستان کی آب و ہوا اور موسموں کا بیان
۹ ...	پہلوار کا بیان
۱۴ ...	دریائے ...
۱۱ ...	ممالکوں وغیرہ کا بیان
۱۲ ...	کاشتکاری کی پہلوار کا بیان
۱۳ ...	حیوانوں کا بیان
۱۶ ...	سعدیات کا بیان

پہلا حصہ

۱۸ ...	ہندوؤں کے اُس زمانہ کی حالات کا بیان جبکہ ان کے قوانین کا مجموعہ بنا
۱۲ ...	بیان تہذیبی

باب اول

۲۱ ...	انسانوں کی بہنوں یا نوکروں میں تقسیم اور اُن کے کار و بار
۲۲ ...	پرستشوں کا بیان
۲۷ ...	جوتہوں کا بیان
۲۸ ...	مستقبل نوکروں کا بیان

صفحہ

مضمون

۲۹	خدمتگار یعنی شوہر نرٹہ کا بیان
۳۱	مستقلہ ہرجانا نرٹوں کا

دوسرا باب

۳۳	گورنمنٹ یعنی حکومت کے بیان میں
۳۴	راجہ
۳۵	انتظام حکومت
۳۶	معامل کا بیان
۳۷	دربار کا بیان
۳۸	لڑائی کا بیان

تیسرا باب

۳۹	عدل و انصاف کے بیان میں
۴۰	عام قاعدے
۴۱	قانون سیاست
۴۲	قانون دیوانی یعنی قانون انفصال خصوصیات
۴۳	قاعدہ مقدمات کی سماعت کا
۴۴	گواہی کا قانون
۴۵	مقدمات کی سماعت کا دوبارہ بیان
۴۶	قرضہ کا بیان
۴۷	سود کا بیان
۴۸	معاهدوں کا بیان
۴۹	بیع بلا مالک ہونے کے
۵۰	بیان تنازع مالک اور ملازم کا
۵۱	تنازع سرحد کا بیان
۵۲	زن و شوہر کے تعلقوں کا بیان
۵۳	دراثت کا بیان

چوتھا باب

۵۴	مذہب کا بیان
۵۵	بیدوں کا بیان

صفحہ	مضمون
۶۵ ...	وحدانیہ کے مسئلہ کا بیان
۷۰ ...	منو کے مذہب کا بیان
ایضا ...	بیان پیدائش
۷۲ ...	کمتر درجہ کے دیوتاؤں کا بیان
۷۳ ...	ذکر اور راج
ایضا ...	آدھی کا بیان
۷۴ ...	رسموں کا بیان
۸۳ ...	اس اثر کا بیان جو مذہب سے اخلاق پر ہوتا ہے

پانچواں باب

۸۵ ...	طرز طریقہ اور تربیت اور شایستگی کے بیان میں
ایضا ...	مورتوں کی حالتوں کا بیان
۸۷ ...	چال چلیں کا بیان
۸۹ ...	ذکر کا ذکر
۹۱ ...	عام حالات
۹۲ ...	ہندوؤں کی اسلیب اور اُنکی معاشرت کا بیان
۹۸ ...	پرچھنوں کی صورت انگیز باتوں کا بیان

دوسرا حصہ

ہندوؤں کے پہلے زمانہ کی حالت اور اُن تبدیلیوں کے بیان میں جو منو کے بعد ہوئیں ۱۰۱

پہلا باب

۱۰۲ ...	ذات کی تبدیلیوں کا بیان
ایضا ...	چاروں فرتوں کی تبدیلیاں
۱۰۵ ...	اُن فرتوں کا بیان جو امیوزس سے پیدا ہوئے
۱۰۷ ...	تبیروں کے فرتوں کا بیان

دوسرا باب

۱۱۵ ...	حکومت کی تبدیلیوں کا بیان
ایضا ...	انتظام
۱۱۶ ...	معاہدے کے وصول کرنے کے آسانی کے لیے ملک کی تقسیم

صفحہ	موضوع
۱۱۶ ...	کانٹوں کے انتظام کا بیان
۱۱۷ ...	کانٹوں کے باشندوں کے حق حقوق
۱۲۰ ...	کانٹوں کے اُس سردار کے ذمہ جو کار و بار ضروری میں اُنکا بیان
۱۲۱ ...	کانٹوں کے عمارت یعنی چوکیدار اور مستاسب یعنی پٹواری وغیرہ کا بیان
۱۲۳ ...	کانٹوں والوں کی حکومت
۱۲۳ ...	کانٹوں کے رہنے والوں کے ذمہ
۱۲۴ ...	کانٹوں کے اصل زمینداروں کی حقیقت
۱۲۶ ...	موروثی کاشتکاروں کا بیان
۱۲۸ ...	غیر موروثی کاشتکار
۱۲۸ ...	مزدوروں کا بیان
۱۲۹ ...	دکان داروں کا بیان
۱۲۹ ...	کانٹوں کے ارگوں کی غالب اصلیت اور اُنکا تنزل
۱۳۱ ...	سرکاری عام اراضی کے متعاضل
۱۳۶ ...	ملکیت زمین کے استعمالات کا بیان
۱۳۶ ...	راجہ کے متعاضل کے اور ذریعوں کا بیان
۱۳۷ ...	انتقال حقیقت
۱۳۷ ...	جنگلی خدمتوں کے پیمانے کی شروعات و اختتام میں اراضی کے تقسیم
۱۳۷ ...	موتوں کا بیان
۱۳۷ ...	عطا ہونے والی زمینوں کا غیر جنگلی خدمتوں کی عرصہ میں
۱۳۷ ...	عطا ہونے والی زمینوں کا بلا عرصہ خدمت کے
۱۳۹ ...	شراج گزار اور متعلق شجرہوں کا بیان
۱۳۷ ...	اصل میں زمیندار کون ہیں
۱۳۸ ...	جنگ و جدال کا بیان
۱۴۰ ...	ذکر تدبیر مملکت

تیسرا باب

۱۴۱ ...	اُن تبدیلیوں کا بیان جو قانون میں ہوئی ہیں
۱۴۱ ...	تندروی قانون کی تبدیلیاں
۱۴۸ ...	قانون کے عمل در آمد کی تبدیلیاں
۱۴۸ ...	قانون نوعداری
۱۴۹ ...	ذکر قوانین خاصہ کا

چوتھا باب

۱۶۰	مذہب کی موجودہ حالت
۱۶۱	منو کی زمانہ پر اب تک جو تبدیلیاں ہوئی ہیں اُنکا بیان
۱۶۲	بیان یوران کا
۱۶۳	اسوقت کے معبودوں کا بیان
۱۶۴	شب یا مہاندو جی کا بیان
۱۶۵	ڈاکر دیوی یا بھوانی کا
۱۶۶	بشن اور اُنکے اوتاروں کا بیان
۱۶۷	رام کا بیان
۱۶۸	کرشن کا بیان
۱۶۹	باقی اور دیوتوں کا بیان
۱۷۰	اچھوتی ہری اور اُپس کا بیان
۱۷۱	بیان ہندوؤں کے مذہب کی علم خاصیت کا
۱۷۲	سعاد کا بیان
۱۷۳	اس وعدہ اور وعید کا اثر اہلک پر
۱۷۴	فوتوں کا بیان
۱۷۵	سادہ سنتوں کے فوتوں کی غفلت کا بیان
۱۷۶	بدہ اور جین مذہب والوں کا بیان
۱۷۷	بدہ مذہب والوں کا بیان
۱۷۸	جین مذہب والوں کا بیان
۱۷۹	بیان اسباب کا کہ برہمن اور بدہ اور جین مذہبوں میں کونسا مذہب
۱۸۰	بہ نسبت ایک دوسرے کے زیادہ تر قدیم ہے

پانچواں باب

۲۱۳	مذہب کی موجودہ حالت کا بیان
۲۱۴	حکیموں کے چھ بڑے فرقوں کا بیان
۲۱۵	بیان حکیموں کے فرقہ اور خداپرست فرقوں کا جو سنگی کے مشترک
۲۱۶	نظم سے مشہور ہیں
۲۱۷	علم کا مقصد
۲۱۸	اس علم کے تفصیل کے ذریعوں کا بیان

۲۱۷	اصول مذکورہ کا بیان
۲۱۸	اجسامِ فنی روح کی بناوٹ
۲۱۹	علمی پیدائش کا بیان
۲۲۰	عام رائے سنکیا حکیموں کے مسئلوں پر
				سنکیا فرقہ کی دونوں شاخوں دھرم اور خدا پرست کے مسائل متعلقہ
۲۲۱	کا بیان
۲۲۲	جڑیوں کا بیان
۲۲۳	پچھلے زمانے یا پیدائشی فرقہ کا بیان
۲۲۴	ہستی مطلق صرف خدا کی ذات ہی
۲۲۵	منطقی فرقوں کا بیان
۲۲۶	گوتاما اور کناڈکی ان باتوں کا بیان جو ارسطو کی رائے سے ملتے جلتے ہیں
۲۲۷	عام تہنیں گوتاما کے فرقہ کی رائے کے بموجب
۲۲۸	تقریب کے مراتب کی فصلوں کا بیان
۲۲۹	فصل اول یعنی دلیل
۲۳۰	فصل دوسری یعنی رہا اشیاء جو معلوم اور ثابت کیجاویں اور انکی تقسیم در تقسیم
۲۳۱	اول روح
۲۳۲	دوسرا جسم
۲۳۳	تیسرے آلات حس
۲۳۴	چوتھے متعسرات
۲۳۵	فصل تیسری یعنی شک کا بیان
۲۳۶	الہیات کے مسائل
۲۳۷	جزر یا فرقوں کا بیان
۲۳۸	ہندو حکیموں کے فرقوں کا چند یونانی حکیموں کے فرقوں خصوصاً
۲۳۹	فیساغورس کے فرقہ سے مشابہ ہونا

تیسرا حصہ

۲۴۰	ہندوؤں کے پچھلے زمانہ کا حال چلا جاتا ہی
				پہلا باب
۲۴۱	علم ہیئت اور ریاضی کا بیان

صفحہ	مضمون
۲۳۱ ...	ہندوؤں کو علم ہیئت سکندر حاصل تھا
۲۳۵ ...	ہندوؤں کے علم ہندسہ کا بیان
۲۳۶ ...	علم حساب کا بیان
ایضاً ...	جبر مغالہ کا بیان
۲۳۸ ...	ہندوؤں کے علم کی اصلیت

دوسرا باب

۲۵۲ ...	ہندوؤں کے علم جغرافیہ کا بیان
---------	-------------------------------

تیسرا باب

۲۵۱ ...	تاریخ رافعات کا بیان
ایضاً ...	خیالی یا مصنوعی زمانے
۲۵۸ ...	ہندوؤں کی قدیم تاریخوں یعنی زمانوں کا لایم کرنا غیر ممکن ہے
۲۵۸ ...	سورج ہنسی اور چندر ہنسی راجاؤں کے نسلوں کی تاریخ
۲۶۰ ...	مکادا کے راجاؤں کے زمانہ کا بیان
۲۶۱ ...	چندرا گپتا سلوکس کا ہمعصر تھا اور اسکا ایتھینز کا ہمعصر تھا
۲۶۷ ...	نندا کی سلطنت کا زمانہ
ایضاً ...	بدہ کی وفات کا زمانہ
ایضاً ...	مہابھارت کی لڑائی کا توین تیسرا زمانہ
۲۶۹ ...	چندرا گپتا کے بعد کے زمانے
...	چھوٹے کے مورخوں کے بیانوں سے بھی مکادا کے راجاؤں کے زمانہ کی تصدیق
ایضاً ...	ہوتی ہے
۲۷۲ ...	بکرماجیوت اور سلواہن کے سنہ

چوتھا باب

۲۷۲ ...	علم طب کا بیان
---------	----------------

پانچواں باب

۲۷۶ ...	ہندوؤں کی زبان کا بیان
۲۷۹ ...	ہندوستان کی اور زبانوں کا بیان

چھٹا باب

۲۸۰	ہندوؤں کا علم انشا وغیرہ
ایضاً	نظم کا بیان
۲۸۱	وہ نظم جسمیں تقابلیں اور سرائک ہوتے ہیں
۲۹۰	مذہبی نظم کا بیان
۲۹۱	رزمیہ نظم کا بیان
۲۹۲	مہابھارت کی نظم
۲۹۵	بزمیہ نظم کا بیان
۲۹۶	دھرتائی نظم
۲۹۷	ہجرو کی نظم
ایضاً	سرگزشتوں اور کہانیوں کا بیان

ساتواں باب

۲۹۸	مہدہ مہدہ ہنر اور فنون کا بیان
ایضاً	علم موسیقی
۲۹۹	مصوری کا بیان
۳۰۰	ہندوؤں کی سنگ تراشی کا بیان
۳۰۱	فن تعمیر کا بیان

آٹھواں باب

۳۰۲	ذکر اور فنون کا
ایضاً	کپڑا بننے کے فن کا بیان
۳۱۰	رنگ کا بیان
ایضاً	زرگری کا فن

نواں باب

۳۱۱	فن زراعت کا بیان
-----	-----	-----	------------------

دسواں باب

۳۱۲	تجارت کا بیان
۳۱۵	ساحل سے جو تجارت ہوتی تھی

صفحہ

مضمون

۲۱۷	مشرقی فکارہ کی تجارت
۲۱۸	جزیرہ جاوا اور اڑ جزیروں میں ہندوؤں کی بستیوں کے پستے کا بیان
۲۱۹	یونانیوں کے زمانہ کے بعد کے ہندوؤں کی تجارت
۲۲۰	اُن چیزوں کا بیان جو قدیم زمانہ میں ہندوستان سے باہر آ کر جاتی تھیں
۲۲۱	جو چیزیں ہندوستان میں باہر سے آیا کرتی تھیں
۲۲۱	اُن تجارتوں کا بیان جو ہندوستان کے اندر کرتی تھیں

گیارھواں باب

۲۲۱	ہندوؤں کے اطوار اور عادات کا بیان
۲۲۱	ہندوستان کی قوموں کے اختلاف کا بیان
۲۲۲	قانون کا بیان
۲۲۵	قانون والوں کی عادتیں
۲۲۷	شہروں کا بیان
۲۲۹	...	—	...	تمام قوموں کی غذا اور اُنکے کھانے کا طریق
۲۳۱	ایسے شغل جو دل بہانے کے لئے گھروں میں کھیلے جاتے ہیں
۲۳۱	مکانوں کی آرایش اور اعلیٰ درجہ کے لوگوں کی گفتگو
۲۳۲	امیروں کی مجلسیں اور تہذیب و شان
۲۳۸	پیشہوں کے بازار جو معین وقت پر کھلتے ہیں اور تجارت جاترا کے میلے
۲۳۹	باغ اور قدرتی نقاشا
۲۴۲	شہروں کے باشندوں کی پس اوقات کا طریقہ اور تمام قوموں کے تہواروں کا بیان
۲۴۳	ہندوؤں کی ورزشیں
۲۴۵	ہندوؤں کا لباس
۲۴۷	عورتوں کا بیان
۲۴۸	شادی کا بیان
۲۴۹	شادی کی رسمیں
۲۵۱	ارکھ کی تعلیم کا طریقہ
۲۵۲	ہندوؤں کے نسب اور نام
۲۵۳	کرہا کوم
۲۵۵	ستی کا بیان
۲۶۰	سورجی چور
۲۶۲	بھارتوں اور چرتوں کا بیان

صفحہ نمبر	مضمون
۳۱۳ ...	پہاڑیوں اور جنگلی قروں کا بیان
۳۱۷ ...	ہندوؤں کی خصلت کا بیان ✓
۳۸۲ ...	ہندوؤں کے زمانہ قدیم کی خصلت کا زمانہ حال کی خصلت سے مقابلہ

چوتھا حصہ

۳۸۶ ...	ہندوؤں کی تاریخ مسلمانوں کے حملہ تک
---------	-------------------------------------

پہلا باب

۳۸۷ ...	ہندوستان خاص کے ہندوؤں کی تاریخ
۳۸۸ ...	رام چندر جی کی مہم
۳۸۹ ...	مہابھارت کی لڑائی
۳۹۱ ...	مگدھا کے راج کا بیان
۳۹۳ ...	بنگالہ
۳۹۴ ...	مالوہ
۳۹۶ ...	راجہ بکرماجیت ✓
۳۹۷ ...	راجہ بھوج ✓
۳۹۸ ...	گجرات
۳۹۹ ...	قنوج
۴۰۰ ...	اور ریاستوں کا بیان

دوسرا باب

۴۰۶ ...	دکن کے ہندوؤں کی تاریخ
۴۰۷ ...	قدیم زمانہ میں ملک دکن کی کیا حالت تھی اور کن حصوں میں منقسم تھا
۴۰۸ ...	دراوڑا یعنی ملک تامل
۴۰۹ ...	ملک کرناٹا یا کنارا
۴۱۰ ...	ملک تلنگانہ یا تلنگر
۴۱۱ ...	ملک مہاراشٹرا یا مرہٹہ
۴۱۲ ...	ملک اڑیسہ یا اڑیا
۴۱۳ ...	دکن کی سلطنتیں اور ریاستیں
۴۱۴ ...	پانڈیا کی سلطنت

صفحہ	مضمون
۲۱۱ ...	چولا کی سلطنت
۲۱۲ ...	چیرہ کی سلطنت
۲۱۳ ...	کرا کی سلطنت
۲۱۴ ...	کانکن کی سلطنت
۲۱۵ ...	کونٹا اور کنگانہ
۲۱۶ ...	یاداد خاندان کے راجا
۲۱۷ ...	کونٹا والی قوم چلوکیا
۲۱۸ ...	کانگا والی قوم چلوکیا
۲۱۹ ...	اندرا کے راجا
۲۲۰ ...	ارزیہ
۲۲۱ ...	سلط مہاراشٹرا یا مرہٹہ

چاروں حصوں مرقوم الصادر کے تتمے ۲۲۳

پہلا تتمہ منو اور بیدوں کے زمانہ کے باب میں

۲۲۲ ...	بیدوں کا زمانہ
۲۲۳ ...	منو کے مجسمہ کا زمانہ

دوسرا تتمہ

۲۲۴ ...	تبدیلیوں کے بیان میں جو ذات میں واقع ہوئی ہیں
---------	---

تیسرا تتمہ

۲۲۵ ...	ہندوستان کے وہ حالات جو یونانیوں نے لکھے ہیں
۲۲۶ ...	ہندوستان کی مغربی حد دریاے انک کی
۲۲۷ ...	اُن ہندوستانیوں کا ذکر جو دریاے انک کے مغرب میں تھے
۲۲۸ ...	ہندوستان کا بیان
۲۲۹ ...	ذاتوں کی تقسیم کا بیان
۲۳۰ ...	فقہروں یعنی سادہ سنسکرت و شہرہ کا بیان

مضمون

۳۳۸	ذکر شود ذات کے لوگوں کا
۳۳۹	غلامی کا ٹھہرنا ✓
۳۴۰	مختلف سلطنتوں کی تعداد اور وسعت کا بیان
۳۴۱	سکندر کے زمانہ کے چال چلن سے زمانہ حال کے عروج و زوال کا مشابہہ ہونا ✓
۳۴۲	یونانیوں کا ہندوؤں کی خصلت کو اچھا سمجھنا ✓

چوتھا تتمہ

۳۴۳	ہیکٹوپا کی یونانی سلطنت کے بیان میں
۳۴۴	اکلے وقتوں کے اُن یونانیوں کے حالات جنکو ہندوستان سے تعلق تھا

پانچواں تتمہ

۳۴۵	ہندوؤں کے انتظام معاش کے بعض مقاموں کی شرح اس پانچویں تتمہ میں ہے
-----	-----	-----	-----	---



تاریخ ہندوستان

دیباچہ

ہندوستان کی حدیں اور اُسکی لنبائی چوڑائی
ہندوستان کا ملک کوہِ ہمالیہ اور دریائے نک (جسکو انڈس اور ایامیں
ہی کہتے ہیں) اور سمندر سے گھرا ہوا ہے اُسکی لنبائی کشمیر سے
وہاں تک ۱۹۰۰ میل ہے اور اُسکی چوڑائی دریائے انڈس کے
دھانہ سے اُن پہاڑوں تک جو برہمپور دریا کے مشرق میں ہیں ۱۵۰۰
میل سے زیادہ زیادہ ہے *

|| قدرتی تقسیم ہندوستان کی

بندھیاچل پہاڑ کا || سلسلہ تین سو میں اور پچیسویں درجہ کے خطا

+ یعنی اُسکی شمال اور مشرق میں کوہِ ہمالیہ اور مغرب میں دریائے انڈس
اور جنوب میں سمندر ہے
+ وہاں کماری کوناک کے ملک میں سمندر کے کنارے پر جو زمین کا سرا ۱۵
ہوا ہے اُسکا یہ نام ہے اور انگریزی میں اُسکو ٹیپ کامرون کہتے ہیں *
* انڈس کے دھانے کراچی بندر کے قریب سمندر میں گرتے ہیں پس ہندوستان
کی چوڑائی کراچی سے گنی چاہیئے اور برہم پور دریا کے مشرق میں جو پہاڑ ہیں
اُنکے کنارے پر سیدیا شہر ہے اسی لئے وہاں تک ہندوستان کے چوڑائی کی انتہا
سمجھنی چاہیئے اور یوں گھنا چاہیئے کہ ہندوستان کی چوڑائی کراچی سے سیدیا تک
۱۵۰۰ میل ہے

|| کسی ملک کی زمین کے حصے جو بسبب دریاؤں یا پہاڑوں کے از خود جدا
جدا ہو جاتے ہیں اُسکو قدرتی تقسیم کہتے ہیں

۵ بندھیاچل کا پہاڑ مغرب سے مشرق کو چلا گیا ہے اور اُسکی جو میں دریائے

نوبدا بہتا ہے

تاریخ ہندوستان

سی سی راتھ ہی اور اُسکے سبب ہندوستان کے دو حصے شرق و با
گجرات کے شمالی مغربی جنگل سے گنگا کے کنارہ تک از خود ہو گئی
ہیں انہیں بے جو حصہ شمال کو ہی اسی ہندوستان کہتے ہیں اور جو
حصہ جنوب کو ہی اسی دکھن ++ بولتے ہیں *

شمالی ہندوستان کے حصے

ہندوستان اُن ضلعوں سے جنہیں گنگا بہتی ہے اور جنہیں دریا
انڈس گزرتا ہے اور اُسکے قریب کے ریگستان سے اور اُس بلند حصہ سے
جسکو وسط ہند کہتے ہیں مرکب ہے دریاے انڈس کے قریب کا حصہ
جسکو پنجاب کہتے ہیں دریاے جہلم کے مشرق تک نہایت زر خیز اور
دلکشا ہے اور جہلم کے مغرب میں ناشوار ہے اور جہاں پانچوں دریا
پنجاب کے ملتے ہیں وہاں سے ریستہ ہے اور اِن پانچوں دریاؤں کی
ایک دھار ہو کر پہاڑوں میں اور پہاڑی کے بیچ کے میدان میں بہتی ہے
اور اُسکے پانی سے جسقدر زمیں سیراب ہوتی ہے اُسقدر حصہ اُس
میدان کا ہار اور ہے اور جب یہ دھار جو دریاے سندھ کہلاتی ہے ہونے
سمندر کے پاس پہنچتی ہے تو اُسکی کئی دھاریں ہوجاتی ہیں اور اُن
دھاروں سے ایک وسیع قطعہ زمین کا مثلث کی صورت میں جانا ہے

++ اس تقسیم کے بموجب دریاے نوبدا دونوں میں واقع ہوتا ہے مگر مغلیہ
خاندان کے بادشاہوں نے ان دونوں بڑے حصوں کی حد قائل نہ تھی ہندھیاچل کے
دریاے نوبدا کو ٹھہرایا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ ہندھیاچل پہاڑ سے قوموں کا تقارب
شروع ہوتا ہے سو جرنل صاحب اور میجر رینل صاحب نے بہت ٹھیک بات کہی ہے کہ
ایشیا کے دریاؤں کے دونوں کناروں پر ایک ہی قوم کے لوگ آباد ہوتے ہیں اور یہ
بھی ایسا ہی حال ہے چنانچہ دریاے رائیں اور دریاے یو کے دونوں کناروں پر ایک
ہی ایک قوم کے لوگ اسطرح آباد ہیں جسطرح گنگا اور دریاے نیل کے کناروں پر آباد
ہیں ملک کی مصنوعی تقسیم یعنی جسکو کوئی شخص قائم کرے تو اُس تقسیم کے
لیٹے تو دریاؤں کا حد فاصل ٹھہرانا بہت ٹھیک اور نہایت ارامدہ ہوتا ہے اور آمد و
رفت کا بھی ہارج نہیں ہوتا لیکن قوموں کی بودیشی فرق اور تفاوت کا باعث
پہاڑوں کا سلسلہ ہوتا ہے

جو نہایت زر خیز ہی مگر اُس پر جسے کہ چاہئے کاشت نہیں کیجاتی وہ تمام ضلعے جن میں گنتا بہتی ہی باوجود اس بات کے کہ جن ندیوں سے وہ ضلعے سیراب ہوتے ہیں اُن ندیوں کا مندرجہ پہلے ضلعوں میں ہی اور اُن کے درمیانی ضلعوں کی زمین ہوتی رہی ہی اس وسیع اور نہایت زر خیز اور بار آور ہیں یہی خطہ اُن لوگوں کی بودوباش کا مقام تھا جو ہندوستان کی تاریخ میں اول درجہ رکھتے ہیں اور ہندوستان کے اُن حصوں کے باشندوں سے اسی حصہ کے لوگ تربیت میں اب بھی سبقت رکھتے ہیں اور اُپری پربت نامی ایک سلسلہ پہاڑ کا جو ہندوستان کے مغربی سرے پر بذریعہ اپنی چھوٹی چھوٹی پہاڑیوں کے کنجرات کے حد پر ملتا ہے اور اجمیر سے آگے تک دھاتی کی طرف کو بڑھتا رہا ہے مغربی ہندوستان اور وسط ہند کے بیچ میں حد داخل ہے اور اس مغربی ہندوستان کو ایک نسب کی زمین کہنا زیادہ صحیح ہے کیونکہ اُس میں سے جنوب و مشرق کی طرف کو چودھویں زر خیز ملک ہے اور پھر اس ملک کے باقی تمام خطہ جو اُپری پربت اور دریائے سندھ کے بیچ میں ستلج سے جو اُسکی شمالی حد ہے سندھ تک جو جنوبی حد ہے ہندوستان ہی مگر کہیں کہیں کچھ چھوٹے بڑے قطعے اچھی زمین کے بھی ہیں جن میں سب سے بڑا قطعہ زمین کا جیسلمیر کا ملک ہے اور ایک چھوٹا سا ملک کچھ ہندوستان اور سندھ کے درمیان میں ہے جو ملک سندھ اور کنجرات کے لیے ایک قسم کا ہل یعنی رکھتا ہے *

وسط ہند ان چاروں قدرتی تقسیم کے حصوں میں سب سے چھوٹا ہے اور زمین اُسکی بلند اور ناگوار ہے جسکی بلندی کسی مقام پر سندھ کے سطح سے ۱۵۰۰ فٹ اور کسی جگہ سے ۲۵۰۰ فٹ ہے جس کے مغرب میں اُپری پربت اور جنوب میں ہندوستان اور مشرق میں ہندوستان کی پہاڑیوں کا سلسلہ ہے شمال و مشرق کی طرف اس حصہ کی زمین قلعوں پر مبنی ہے اُن ضلعوں کی زمین سے ملجاتی ہے جن میں گنتا بہتی

ہی اس حصہ کی زمین ہرچند مختلف قسموں کی ہی تھیں اور یہی

دکن کی تقسیم

بندھیا چل شمالی ہندوستان کی جنوبی حد ہے لیکن آگے سامنے دریاے نربدا کے نشیب کے بعد ایک سلسلہ پہاڑ کا جسکو انچادری یا ست پڑی کہتے ہیں واقع ہے دریاے تبتی کے میدان کی قدرتی نسبت میں اسی پہاڑ پر سے گذر کر پہنچتی ہیں یہی ایک چھوٹا حصہ نشیب میں ہے باقی تمام دکن کی زمین بلند اور مثلث کی صورت پر ہے بلندی اُسکی وسط ہند کی برابر ہے اور سب طرف سے پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے نہایت بڑے لئیے دو سلسلے پہاڑوں کے جو جنوب کی طرف کو جاتے ہیں جزیرہ نما کی صورت بناتے ہیں اور سمندر کے اور ان دونوں سلسلوں کے بیچ میں پٹنکے کی طرح ایک تنگ ضلع کنارہ واقع ہے ان دونوں سلسلوں کو گھاتی کہتے ہیں مغربی گھاتی نہایت بڑی اور بلند ہے اور اُسکے دامن میں سمندر کی طرف کو جو خطہ زمین کا ہے وہ نہایت تنگ اور از بس ناہموار ہے بلند زمین دکن کی ہمواری اور بار آری میں حد سے زیادہ مختلف ہے اس ملک کے دو حصے ہیں جنکی گھلی ہوئی اور مستحکم حد فاصل دریاے واریا کی اپنے مندرج سے لیکر جو سمندری میں ناگپور کے شمال و مغرب میں ہے اُس مقام تک جہاں وہ دریاے گوداوری میں گرتا ہے اور وہاں سے لیکر اُس مقام تک جہاں گوداوری سمندر میں گرتا ہے ان دریاؤں کے شمال و مشرق میں ایک بڑا وسیع جنگل ہے جس میں کہیں کہیں کچھ آبادی ہے اور بعض جگہ کسی کسی بڑے قطعہ زمین پر کاشت بھی ہوتی ہے اور ان دریاؤں کے جنوب و مغرب میں جو ملک ہے اُس میں اگرچہ مختلف قسموں کی زمینیں ہیں مگر کثرت سے آباد اور زرخیز اور دلکشا ہے *

اہل ہند گجرات اور بنگالہ کو نہ ہندوستان شمالی میں شمار کرتے ہیں نہ دکن میں داخل سمجھتے ہیں یہ دونوں ملک باہم بہت

مختلف ہیں مگر ہندوستان شمالی کے اُس حصہ سے ملتی جلتی ہے جو اُنکے قریب ہی *

اگرچہ مناسب طور سے اُس تمام ملک کو جو ہندوہیاچل کے جنوب میں واقع ہے دکھیں سمجھنا چاہیئے مگر زمانہ حال کے رواج کے بموجب صرف اسی قدر حصہ جو ہندوہیاچل سے دریاے کشنا تک ہے دکھیں سمجھا جاتا ہے *

ہندوستان کی سطح اور آبادی کا بیان

+ ہندوستان کے سطح پیمائش تقصیماً بارہ لاکھ ستالیس ہزار چار سو تراسی مربع میل ہے اور زمانہ حال میں تقصیماً چودہ کروڑ

+ ان تقصیمنوں کو بالکل صحیح نہیں کہہ سکتے ہمیش صاحب نے اپنی کتاب بیان ہندوستان کی جلد اول صفحہ ۲۷ میں سطح پیمائش کے ۱۲۸۰۰۰۰ مربع میل قایم کیئے ہیں اور آبادی تقصیماً ۱۲۲۰۰۰۰۰ لکھ ہے

مگر رابطہ کی رپورٹ کے بموجب جو امورات ہندوستان کے باب میں پارلیمنٹ کے ہوس آف کامنز میں پیش ہوئی اگر اُس رپورٹ کے خالی مقاموں کو پُر دیا جائے تو کل سطح ۱۲۸۷۳۸۲ مربع میل ہو جائے اور آبادی ۱۲۲۲۰۰۰۰۰۰ ہوتی ہے جسکی تفصیل یہ ہے

آبادی	میل مربع	
۲۷۵۰۰۰۰۰	۱۲۲۸۰۲	بنگالہ کے نیچے کے ضلع
۲۲۱۰۰۰۰۰	۶۹۵۱۰	بنگالہ کے اوپر کے ضلع
۲۲۰۰۰۰۰ (۱)	۸۵۷۰۰	پور کے ضلع جو اب بنگالہ میں شامل ہیں
۷۴۶۰۰۰۰	۳۰۶۰۱۲	میزان کل بنگالہ کی
۱۲۵۰۰۰۰۰	۱۳۱۹۲۳	مہندراس
۶۸۰۰۰۰۰ (۲)	۶۳۹۳۸	بمبئی
۶۳۲۰۰۰۰۰	۵۱۱۸۷۳	میزان کل ممالک مقبوضہ سرکار انگریزی
۳۳۰۱۱۷۰۰ (۳)	۶۱۳۶۱۰	ہندوستانی ریاستیں جو سرکار انگریزی کے تابع ہیں
۲۵۰۰۰۰۰	۶۰۰۰۰ (۴)	وٹھیت سنگھ کی عملداری پنجاب
۱۰۰۰۰۰۰	۱۰۰۰۰۰	سندھ
۱۳۰۷۲۲۷۰۰	۱۲۸۷۳۸۲	میزان کل ہندوستان کی

سرکار انگریزی کی ممالک متبوضہ کی سطح پیمائش سے اور تقصوتاتی راجہ سرکار
کی زمین کی سطح کچھہ از درے پیمائش اور کچھہ تقصوتاتی کچھہ ہی اور
انگریزی ممالک کی آبادی کی تعداد رپورٹ میں سے جو از درے حساب سے قاری مقصود
کے ہی بجز چند مصلحت ذیل مقاموں کے لی ہی جنکا میں نے خود تصدیق فرما ہوں
(۱) ہزار کے اضلاع جو جنگل میں داخل ہیں انکی سطح ۶۶۰۰۰ مربع
میل ہی انہیں سے ۳۰۰۰۰ دریائے فریدا کے قریب کے خوب آبہاں ہیں جنہوں میں
بجسب فی میل مربع ۶۰ آدمیوں کی آبادی تقصوتاتی ہے اور باقی ۵۶۰۰۰ میں
استقدر جنگل اور بیابان ہیں نہ انہیں میںے بجسب فی میل مربع ۱۵ آدمیوں کی
آبادی فرض کی ہے

(۳) ہندوستانی ریاستوں کی آبادی کا تخمینہ آس و پورٹ میں نہیں ہو سکتا ہے۔ یہاں آبادی کے اندازے ۲۰۰ سے ۲۰۰۰ آدمیوں تک ہوتے ہیں اور بعض حصے ایسے ہیں کہ بالغ و بچے سمیت ہوتے ہیں بعد میں و قائل کے مینے عموماً فی میل مربع ۷۰ آدمیوں کی آبادی ان ریاستوں میں قائم کی ہے جس سے ۲۲۷۰۰۰ تک تعداد آبادی کی ہوگی

سنہ ۱۸۲۹ ع کی جنتری میں جو باقی ناٹرو صاحب اور باقی صاحب نے پہاڑی
 ہی یورپ کی وسعت ۲۷۱۳۰۰ مربع میل اور آبائی ۲۱۷۷۰۰۰۰ ہی اب انھیں
 سے اگر روس اور سوئیڈن اور ناروی کی وسعت کے ۱۷۵۸۷۰۰ مربع میل منہا کر لیں
 اور پھر یورپ کا میپور رینل صاحب کے رائے کی بموجب ہندوستان سے مقابلہ کریں تو
 ہم کو معلوم ہوتا ہے کہ باقی یورپ میں ۱۰۲۵۲۰۰ مربع میل رہتے ہیں اور
 ہندوستان میں ۱۲۹۳۶۰۲ مربع میل ہیں اس حساب سے ہندوستان یورپ سے

ہندوستان کی آبادی غیر مساوی طور سے پھیلی ہوئی ہے چنانچہ
ہنگالہ کے ایک خاص بڑے غلہ برداران میں ہتھکڑی فی میل مربع ۱ چھ
سو آدمیوں کی آبادی اور بعض دیوان غلاموں میں اگر ہتھکڑی فی میل
مربع کے دس آدمی بھی حساب میں لگائیں تو مخالف ہوتا ہے *

اگرچہ ہندوستان اسباب میں بہت مشہور ہے کہ اُسے بڑے بڑے
نصبی اور شہر ہیں مگر انہوں سے کوئی خوب آباد نہیں ہے ان کے قریب
کی حالت کی آبادی جو اس وقت میں ہے یورپ کے دوم درجہ کے شہروں
سے زیادہ نہیں چنانچہ خاص کلس میں بغیر اُس آبادی کے جو اُسے اس
پاس ہے صرف ۲۱۵۰۰۰ لوگوں کی آبادی اور کوئی دویا تین اور بڑے
شہر اسے چونکہ چٹکی آبادی ۲۰۰۰۰۰ سے زیادہ ہے * §

ہندوستان کی آب و ہوا اور موسموں کا بیان

اس بات پر خود عمل گواہی دیتی ہے کہ ایسے بڑے خطہ زمیں
میں جسکی وسعت آٹھویں درجہ کے خط عرض شمالی سے پینتیسویں خط
عرض تک اور بلندی ایسی مختلف جیسے کہ سمندر کی سطح سے لیگو
ہمالیہ کی چوٹی تک ہے ثابت درجہ کی گرمی اور سردی ہو لیکن
قریب ایک ثلث کے برابر ہیں جبکہ یورپیوں سے اُسے شمالی دیوانوں کو علیحدہ
کر لیا جائے تو یورپ ہندوستان سے باعتبار آبادی کے بہت واقف ہے کیونکہ روس اور
سوئیٹن اور ناروے کے چھ سوڑے پانچ لاکھ آبادی ہمارے آدھے منہا ہونے کے بعد یورپ
میں سوا سوڑے لاکھ بیاسی ہمارے آدھے رہتے ہیں اور ہندوستان کی آبادی
صرف چودہ سوڑے ہے

۱۔ بیلی صاحب کی تصنیفات ایشیا کے بارخوس ہند کے صفحہ ۵۲۱ نو ملاحظہ کرو
۲۔ کلسہ کی نسبت بارخوس کے ہوس آف نامز کے رپورٹ مورخہ ۱۱ اکتوبر سنہ
۱۸۳۱ ع کو دیار اور بنارس کی نسبت تصنیفات ایشیا کی جلد ۱۲ صفحہ ۲۷۲ اور
۳۷۶ نو ملاحظہ کرنا چاہئے جنہیں یہ بیان ہے کہ بنارس اور اُسے اس پاس کی
آبادی یورپی دو لاکھ ہے اور کسی بڑے قریب کے حکماء میں ایک لاکھ آدھے اسیں
اور سمجھتے ہیں

ملک کے اُس ہموار حصہ کی آب و ہوا میں جو شمالیہ پہاڑ کے بڑے سلسلہ کے قریب قریب ہی اور حصوں کے آب و ہوا کی بہ نسبت بہت کم اختلاف ہی ہندوستان اور انگلستان کی آب و ہوا میں گہری سے سمجھ ہوتی ہے چنانچہ اس ملک کا ایک بڑا حصہ گرم آندیاں سے بہت پہلے تک خوب تپتا رہتا ہے ہوا بھی گرم ہوجاتی ہے اور زمین خشک ہو کر یورپی ہوجاتی ہے بکریاں اُتھتے ہیں شدت سے خاک اُڑتی ہے ندیاں خشک ہوجاتی ہیں چھوٹی دریاؤں کی دھاریں بھی بند ہوجاتی ہیں اور بڑے دریا اس قدر خشک ہوجاتے ہیں کہ اُنہی دھار سے نہریں بننے لگتی ہیں۔

موسم سرما میں سورج کے نکلنے سے پہلے کبھی کبھی اُن ملکوں میں جو بالکل شمال میں واقع یا سندھ کے سطح سے بہت بلند ہیں ایک در گھنٹہ کچھ کچھ پالا پڑتا ہے اور جنوبی سمت مقاموں میں معتدل گرمی بمثلہ یورپی سردی کے ہوتی ہے اور تمام ہندوستان کی سردی اگر بتصا ب اوسط دیکھی جاوے تو انگریزی تھرمامیٹر یعنی مائیکروسکوپ کے اعتدال کے درجہ سے بہت زیادہ نہیں ہوتی اور جابوں کے دنوں میں جو نہایت گرم دن ہوتا ہے وہ انگلستان کی گرمیوں کے نہایت گرم دن سے زیادہ گرم ہوتا ہے اور جسطح سردی کہ تھرمامیٹر یعنی مائیکروسکوپ سے دریافت ہوسکتی ہے طبیعت کو اُس سے بہت ہی زیادہ معلوم ہوتی ہے جن مہینوں میں نہ بہت گرمی ہوتی ہے نہ بہت سردی یعنی پہاڑ کے موسم میں اس قدر حرارت ہوتی ہے کہ اُنہی میں میں گرمی کے موسم میں اتنی نہیں ہوتی *

ہندوستان کی آب و ہوا کی دوسری خاص صفت اورات معین ہو بارش کا ہونا ہے جنوب و مغرب سے آنوالی ہوا جو جون سے اکتوبر تک چلتی

† گرمی کے عین شیب میں بعض دن کسی وقت میں مائیکروسکوپ کا پڑا ہو درجہ پر چڑھ جاتا ہے بلکہ ایک سو بیس درجہ تک پہنچ جاتا ہے *

ہی پھر ہند سے مرنہ لائی ہی سمندر کے قریب خاص کر ہست ملکوں میں بشرطیکہ پہاڑوں کے آڑ میں نہوں بارش شدت سے ہوتی ہی منڈا کارو منڈل کا کنارہ گھاٹوں اور بلند زمین کے سبب سے جنوب و مغرب کی ہوساتی ہوا سے محفوظ رہتا ہی اور جبکہ اکتوبر اور نومبر میں ہوا شمال و مشرق سے خلیج بنگال پر ہوتی ہوتی آئی ہی تب اس ملک میں مینہ برستا ہی جس شدت سے بارش ہوتی ہی وہ یورپ والوں کے خیال میں نہیں آسکتی اور چونکہ اس بات کے کہ ہندوستان میں صرف چار مہینے بارش ہوتی ہی اور ان میں ہر ایک مہینے کے بہت سے دن اور دن کے بہت سے گھنٹے خالی جاتے ہیں یورپ نے بارہ مہینے کی بارش کی نسبت دو چاند سے زیادہ ہوتی ہی ان اختلافوں کے سبب سے سال تین موسموں میں تقسیم ہوتا ہی گرمی ہوسات اور چارے یا معتدل موسم کہو بہ موسم گرمی اور ہوسات کی نسبت زیادہ طویل طویل ہوتا ہی *

پیداوار کا بیان

ہندوستان کی زرخیز زمین اور عمدہ پیداوار مدت سے

اظہار میں آئیں ہی

درخت

ہندوستان کے جنگلوں میں بڑے بڑے شہرہ آفاق درخت سے درخت ہوتے ہیں جن میں سے ٹیک یعنی ساگوں کی لکڑی چھار وغیرہ بنانے کے کاموں میں کم سے کم بلوط کی بڑا بڑی کڑی ہی اور سال ایک نہایت کارآمدنی شہتیر کا بلند درخت ہوتا ہی اور صندل اور آمبرس اور بہت سی کیاب اور خوبصورت لکڑیاں مختلف مقداروں میں قدرت سے ہوتی ہیں گولر سیمل شیشم آم املی اور اور خوشنما کار آمدنی درخت ایسی زمین پر اکثر ہوتے ہیں جس میں کھیتی ہوتی ہی ببول کا درخت جسے ببول اکثر ہوتے ہیں اور ان میں سے کھیتی میں بھی خوشدو آئی ہی اور دونوں قسم کے کینو

اور اور درخت جنگلوں اور میدانوں میں بہت سے ہوتے ہیں اور شہتوت کے درخت کثرت سے لگائے جاتے ہیں جنکے ذریعہ سے بہت ریشم پیدا ہوتا ہے ناریل کے درخت اور کھجور اور تاز وغیرہ چاہتا ہوتے ہیں ناریل کے درخت میں چو ناریل لگتے ہیں انکے اوپر ایک سخت کپڑہ ہوتا ہے جسکے اوپر چھوڑے ہوتے ہیں اس کپڑے کے ہڈالی وغیرہ ہوتے ہیں اور چھوڑوں کی رسیاں اور چھاروں کے لنگر وغیرہ بہت عمدہ بنے جاتے ہیں اس کپڑے کے اندر ایک گرمی نکلتی ہے جسکے اندر ہاتھ سے پہلے درد نکلتا ہے اس گرمی کو کھاتے ہیں اور اسکا تیل بھی کثرت سے نکالا جاتا ہے ناریل کی لکڑی بوٹھلی کے کام میں آنے کے قابل تو نہیں ہوتی مگر ہاسی پہنچانے کے نلوں کے لینے اور ہلکے اور چوڑے ہاروں پر ہانے کے واسطے اور اور ہو ایک ایسے کام میں جسمیں مضبوطی اور موٹائی کی نسبت لمبائی زیادہ درکار ہوتی ہے بہت مناسب ہوتی ہے ہانس ہلکا اور کھل اور مضبوط ہونے کی وجہ سے اکثر کاموں میں لگتا ہے اور جب وہ ثابت ہوتا ہے تو مختلف قدر قامت کا ہونیکے سبب سے سامی آسانی ہوجوہ اور ہوجہیاں اور اپنی راوی کی چوبیس بناتے ہیں اور فرجوں کے نشان بھی آسکے بنتے ہیں اور گنوار اپنی لانہیاں بناتے ہیں اور چھوڑے چھاتے ہیں ہندوستان میں مکانوں کی تعمیر میں لکڑی کے پیچوں سے باز بنانے کی بجائے ہانسوں کی باز ہیسوں سے باندھتے ہیں اور ہانسوں کو چبو کر آسکی لنبی لچکدار ریشہ کی ٹوکریاں ہتارے ہو یا وغیرہ بناتے ہیں اور آسکی ہوریاں لاکر قال بناتے ہیں جسکو تیل شراب درد وغیرہ رکھنے کے کام میں لاتے ہیں * تاز کی لکڑی بھی ویسے ہی کاموں میں آتی ہے جنہیں ناریل کی لکڑی کام آتی ہے اور آسکے ہتوں سے چھوڑ چھاتے ہیں اور چھوڑوں میں آنکی تیلیاں بھی لگاتے ہیں اور آسکا مد جسکو ناری کہتے ہیں نشہ کرنا ہے اور درخت کو گود کر آسے نکالتے ہیں اور شراب کی طرح پیتے ہیں اسطرح کا مد کھجور میں سے بھی نکلتا ہے اور مروے کا درخت تمام جنگلوں میں کثرت سے قدر قامت میں ہلوٹ کے درخت کی مانند ہوتا ہے آسوں گودیدار

پھول آنا ہی جسکی شراب بہت کھینچی جاتی ہی اور پہاڑی قوموں میں ایک عمدہ کھانا سمجھا جاتا ہی نا کی ہی قسم کا ایک اور درخت چھالیا کا ہوتا ہی آسٹین جو پہل آنا ہی آسٹو چھالیا کہتے ہیں اور آسٹو ایک خوشبودار سبز پتے کے ساتھ جسکا نام پان ہی کھد وغیرہ ملے کر تمام اقل ہند چاہتے ہیں اور ساگودانہ ایک اور قسم کے نار میں سے پیدا ہوتا ہی ہمالیہ پہاڑ کے سلسلہ میں بالکل مختلف درخت ہوتے ہیں چنانچہ صفویہ اور بلوط اور یورپ اور ایشیا کے جنگل کے درخت اور سدا گلاب اور خوشنما ہودے کوسوں تک ہوتے ہیں۔

مصالحوں وغیرہ کا بیان

سیاہ سرخ اور چھوٹی بڑی الیچی ہندوستان کے مغربی کنارہ پر اور دار چینی جزیرہ لنکا میں کثرت سے پیدا ہوتی ہی اور لال سرخ اور ادراک اور زیرہ دغیا اور تلدی اور اور بہت مصالحے شو چکھے کھینوں میں پیدا ہوتے ہیں بہت سے مشہور خوشبودار کے لئے اہل یورپ ہندوستان کے موروں منت ہیں اور اکثر پہاڑوں پر خوشبودار سدوہ کوسوں تک پہنچانا ہی اگلے وقتوں کے لوگ جو بالچھڑ کا تیل بناتے تھے آسٹو اسی کھانسی کا تیل سمجھتے ہیں اور بہت سے درختوں میں سے مثل گانور اور ہنسلاچن اور ایلوا اور تیج وغیرہ دوائیاں پیدا ہوتی ہیں اور بعض درختوں سے مال پروڑہ وغیرہ اور قسم قسم کے گوند اور طرح طرح کے روغن حاصل ہوتے ہیں اور رنگ ہرنکے خوشبودار پھولوں کے پیل بوتوں سے جنگل کے جنگل سے ہرے رھے ہیں اور سدرتی اور اور بہت سے خوبصورت خودبو پیل بوتوں سے صحرا کے صحرا معمور ہیں اور چھیلوں اور نالوں کے پانی کے سطح پر کنول اور نلوفر کے پھول تھرتے ہیں اور اور بہت سے عمدہ مسرخ خوشبودار پھول ہوتے ہیں جنکی خرشیر اگرچہ فی نفسہ نہایت نفیس ہوتی ہی مگر استدر تیز اور قوی ہوتی ہی کہ اہل یورپ کا دماغ اسی برداشت نہیں کرسکتا ۔

کاشتکاری کی پیداوار کا بیان

روٹی تھاکر اور خستخاش کے درختوں سے میدان کے موداں سرسبز ہوتے ہیں بلکہ گلاب کے بھی بعض مقاموں میں عطر اور عرق کھینچنے کے لیے کھیت کے کھیت بوئے جاتے ہیں بیشک اگرچہ اس سے بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے مگر اُسکے لیے نہایت عمدہ زرخیز مرطوب زمیں درکار ہوتی ہے اس سبب سے ہر جگہ نہیں ہوتا اور زمین کے بڑے بڑے قطعوں میں بول بویا جاتا ہے اور اکثر شوخ رنگ بھی کھیتوں کی پیداوار ہوتی ہے اور السی رائی اور تل اور ارند وغیرہ سے کھانے اور اور کاموں میں لانے کے واسطے بہت سا تیل حاصل ہوتا ہے *

شمالی ہندوستانی کے لوگوں کی مقدم خوراک گیہوں ہے اور دکن والے جوار باجڑہ کثرت سے کھاتے ہیں اور تمام بنکالہ میں اور بہار کے ایک حصہ سے لیکر شرتی غربی گہائوں کے دامن میں سندھ کے کنارہ کنارہ سب لوگ عموماً چانول کھاتے ہیں اور باقی تمام ہندوستان میں † چانول بطور عیاشی کی چیزوں کے کام میں آتا ہے *

دکن کے جنوبی حصے میں اکثر آدمی ایک سستے بے قدر اناج پر اوقات بسر کرتے ہیں جسکو رائی کہتے ہیں اگرچہ یہ اناج ملک کے خاص خاص حصوں میں پیدا ہوئے ہیں مگر انہیں مقاموں میں محدود نہیں رہتے چنانچہ باجڑہ اور جوار کا شمالی ہندوستان میں اسی قدر خرچ ہی جتنا کہ گیہوں کا خرچ ہے اور چانول کے ملکوں میں بھی جوار باجڑہ اگرچہ کثرت سے نہیں ہوتا مگر کچھ نہ کچھ پیدا ہوتا ہے اور دکن میں گیہوں کھانے کا اکثر رواج ہے اور چانول کے ملکوں میں بھی بویا جاتا ہے اور چانول تمام ہندوستان میں دامن کوہ اور ایسے ایسے مقاموں میں

† انگریزوں میں جو یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ تمام اعلیٰ ہند چانول ہی کھاتے ہیں اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ انگریز پہلے پہل جو ہندوستان میں آئے تو بنکالہ اور کارمنڈل کے کنارہ پر آئے تھے اور انہوں نے لوگوں کو چانول ہی کھاتے دیکھا

جہاں کہی کو ہائی کثرت سے ملتا ہے کم و بیش پیدا ہوتا ہے اکل
 ہند جو بہت کم کھاتے ہیں اور تھوڑے دن گذرے کہ چکی کا نام بھی نہ جانتے
 تھے اور نئے اناج کی بہت سی قسمیں لنگنی کودوں وغیرہ کے چٹکا انگریزی
 زبان میں نام نہیں ہی ہوتے ہیں اور سوٹھ انٹو سویشی کے واسطے ہونی
 جانی ہی اور جب تک اُسکے دانہ نرم رہتے ہیں لادوں والے ہوں ہوں کو
 ایک لطیف غذا کی مانند کھاتے ہیں یہ تحقیق نہیں کہ اُسکی دوتی بھی
 پکاتے ہیں یا نہیں *

نسم قسم کی پھل ہونی ہیں جو ہر ادنیٰ اعلیٰ نے نام آئی ہیں
 اور طرح طرح کی ترکاریاں مثل اردو آلو گاجر سونہ وغیرہ اور انواع انواع
 کے ساگ پالک وغیرہ ہوتے ہیں جنکو غریب لوگ بہت سے مصالح ملا کر
 پکاتے ہیں اور روٹی اُنکے مزہ کے ساتھ کھاتے ہیں اکثر پھل خصوصاً آم اور
 خربوزے اور تربوز غریبوں کو میسر آتے ہیں تربوز اور خربوزے گرمی نے
 موسم میں ہریاؤں کی ریت میں ہوتے ہیں کھیرے اور لسی اور گون گندو
 اور پتھے اس کثرت سے ہوتے ہیں کہ بیلوں اُنکی غریبوں کے چھوڑوں پر
 پھلی ہونے ہونی ہیں اور تمام گھو اُنکے ہرے ہرے ہنوں اور زرد زرد پھلوں
 سے چھپا ہوا رہتا ہے ہندوستان کے میوؤں میں سے نہایت عمدہ میوہ آم
 ہی اور وہ تمام ملک میں عام ہی آشنا درخت باغیچوں میں اور تنہا
 بھی ہر جگہ بویا جاتا ہے اُس میں ایک خوبی یہ ہے کہ ابتدا میں
 صرف پھل آنے تک اُسکی پرورش اور احتیاط کیجاتی ہی بعد کو بلا غور
 و پرداخت سالہا سال پھلتا پھلتا رہتا ہے کیلے امرد اور شریف اور الوجہ
 اور اور میوے † گرم ولایتوں کے کثرت سے پیدا ہوتے ہیں اور انکو صرف باغیچہ
 کے پھلوں کے درختوں میں اکثر لگایا جاتا ہے مگر شراب کی واسطے نہیں

† نہایت مشہور اور انٹو مقاموں میں نہایت عام میوہ ٹھل نہایت پر مغز وزن
 میں تیس پینتیس سیر تک ہوتا ہے جو درخت کے کاٹ یعنی ٹھلہ اور گردنوں میں
 سے پھرتا ہے

لکائے لیمو نارنگی اور چکوترے عموماً ہائے جاتے ہیں اور بعض قسم کی انکی عمدہ بوی ہوتی ہیں انجیر ہر جگہ تو نہیں ہوتے مگر بعض مقاموں میں بہت ہوتے ہیں چنانچہ پٹنہ اور دکن میں ایسے عمدہ انجیر ہوتے ہیں جو تمام دنیا کے انجیروں سے شاید بہتر ہوں انناس ہر جگہ ہوتے ہیں اور مقام \$ پیگو کے جنگلوں میں خرد رو بہت سے ہوتے ہیں *

اولٹ گھڑے اور اور مویشی ایک قسم کے پھلیوں یعنی جنوں سے ہرورش پاتے ہیں اکثر کا چارہ گیہوں کا بھوسہ ہوتا ہی اور جوار باجرا کا چارہ بہت طیارے لانا ہی گھڑوں کو تازہ گھاس دھوپ میں خشک کی ہوئی کھلائی جاتی ہی مگر گھاس کے کھلیاں کہیں کہیں شاد و نادر لکائے جاتے ہیں بعض مقاموں میں ہندوستان کے سہ فصلی اور اکثر میں دو فصلی پیداوار ہوتی ہی باجرا جوار اور چانول وغیرہ برسات کے شروع میں بوئے جاتے ہیں اور آخر برسات میں کاٹے جاتے ہیں اور گیہوں اور وغیرہ اور پھلیاں جازوں میں بکتے ہیں اور ہمارے موسم میں کٹے ہیں *

حیوانوں کا بیان

ھاٹی اور گیندے اور ریچھ اور جنگلی بھنسے ہندوستان کے جنگلوں میں رہتے ہیں شیر ببر اور بگھیرے اور چیتے وغیرہ چھوٹے چھوٹے جنگلوں میں تو ہوتی ہی ہیں مگر اونچے اونچے اناج کے کہتوں میں بھی رہتے ہیں اور سور اور چرغ اور بھڑیئے وغیرہ جنگا لوگ شمار کرتے ہیں چھوٹے جنگلوں اور بڑے کہتوں میں کثرت سے ہوتے ہیں اور شیر بدر خاص خاص مقاموں میں ہوتا ہی اور ہر ضلع میں بہت سے ہوں اور چکارے ہوتے ہیں اور جنگلوں اور آباد ضلعوں بلکہ بستروں میں بندر کثرت سے ہوتے ہیں سیٹھے اور ایکینومس گرگٹ اور اور قسم کی چھپکلیاں اکثر ہوتی ہیں

\$ چین اور یورپ کے اکثر میروں کو ہندوستان میں رواج دیا گیا انہیں سے آڑ اور ستائیوی ایسے ہوتے ہیں گویا خاص اسی زمین کی پیدائش ہیں لیکن سب بہت چھوٹے چھوٹے ہیں اور ناسپاتی اور ببر بالکل خواب ہوتے ہیں *

اور سانپ وغیرہ سوزی کیرے اور دوسرے ایسے کیرے جن سے کچھ نہیں پہنچتا ہر جگہ بہت سے ہائے جاتے ہیں گھوڑے باقوا تمام ہوتے ہیں مگر آنبر صوف سواری ہوتی ہی بار ہوداری وغیرہ ہل چوتلے اور سوداگری کا مال گاڈیوں میں لاد کر ادھر ادھر لے جاتے ہیں اور ایسے ہر قسم کے کاروں کا مدار بیل پر ہوتا ہے اور جو کہ اکثر ضلعوں میں راستے نامہوار ہیں اور ہوسات کے سب سے سرکیں ٹوٹ جاتی ہیں تو بوجھ کھینچنے والے چوپایوں کی بہ نسبت لدن والے چوپایوں سے بہت سالم نکلتے ہیں۔ رکن پر بہ لدے لدائے جانور اشد نعت سے ایک مقام سے دوسرے مقام کو جاتے ہیں کہ مسافر کو رستہ چلنا مشکل ہوتا ہے *

اور ہندوستان کے امیر ایسے اونٹ اکثر پالتے ہیں جو تیز رفتاری سے بہت برا سفر جلد طے کر لیتے ہیں بہت بوجھ لے جاتے ہیں اور فوجوں میں بارہوداری کے لیئے اونٹ کثرت سے ہوتے ہیں اور بڑے بڑے خیمہ دہرے اور فرش و فرودش وغیرہ غرضکہ ایسے اسباب کے لدنے کے لیئے جو ٹکرے ٹکرے نہیں ہو سکتا ہائی بھی کام میں آتے ہیں اور بھینسوں کثرت سے ہوتے ہیں اکثر دودھ کے لیئے پالتے ہیں دودھ کی بہت سی چیزیں بنتی ہیں جن میں سے کثرت سے گھی اور دھن ہوتا ہے پندر بہت کم پالتے ہیں اور مکھن نہیں کھاتے ہیں اور بھینسا بارہوداری کے چھکڑوں اور کھڑے اور تر زمینوں کی کاشت میں مل میں چوتا جاتا ہے سواری کی گاڑیوں میں بہت کم کام میں آتا ہے بھینس ایسے ہی کثرت سے ہوتی ہیں جس سے کہ یورپ میں اور بکریں یہاں سے بھی زیادہ اور سور نہایت ادنیٰ قومیں پالتی ہیں اور ہالڑ جانور اور مرغیاں وغیرہ خاص کر چھوٹے گاؤں میں بہت کم ہوتے ہیں وجہ اسکی یہ ہے کہ ہندوؤں کو اُسے نعت شرمی ہے لیکن چیزیاں بغیر پلے ہوئی کثرت سے گھروں میں رہتی ہیں اور بغیر پلے ہوئے مور بھی بہت ہوتے ہیں اور سارس اور بڑے نہایت کثرت سے ہمیشہ ہوتے ہیں اور قاص کلنگ اور چھو وغیرہ اور ملاوٹ سے اپنے اپنے موسم میں بہت

کثرت سے آتے ہیں اور عقاب بھی بعض مقاموں میں ہوتا ہے اور مختلف قسموں کے شکاری پرند باز جوئے وغیرہ کثرت سے ہوتے ہیں اور گد اور چیلین عموماً ہر جگہ بے نہایت ہوتے ہیں اور علاوہ طوطوں کے بہت سے خوش رنگ پروں والے پرند جنکے انگریزی میں نام نہیں اور اکثر یورپ کے بھی طایر سوا خوش آواز پرندوں کے ہوتے ہیں *

مچھلیاں کثرت سے ہوتے ہیں بنگالہ اور اور بعض ضلعوں میں کثرت سے کھاٹی جاتی ہیں اور کچھوہ اکثر بڑے نالابوں اور دباؤں میں ہوتی ہیں *

معدنیات کا بیان

ہندوستان کی کافی چیزوں میں سے بجز دیوے اور لوہے اور کوئی شی مشہور نہیں اگلے وقتوں کے لوگ ہندوستان کی فولاد کے از بس خواستار ہوتے تھے چنانچہ فارسی اشعاروں میں اُسکی بہت سی تعریف پائی گئی ہے اور اب بھی خراسان اور دمشق میں اُسکی تلواریں بنی ہیں کمتر قسم کے جواہرات مثل دودھیا پتھر اور یاقوت اور عقیق اور فیروزہ اور بے شب وغیرہ بہت سے ہوتے ہیں تمام دنیا میں جسطرح موتی ہیں انہیں اکثر اور سب کے سب قسم اول کے موتی لندا کے پاس کے سمندر کی تہ میں سے نکلے ہیں پنجاب کے پہاڑوں کے سلسلے میں نمک کی پہاڑیاں پائی جاتی ہیں اور بہت سا نمک سانہور کی چوہیل کے پانی سے جو اجسیر میں ہے اور سمندر کے پانی سے بنتا ہے اور شورہ اس کثرت سے ہوتا ہے کہ کئی اور ملکوں کو جانا ہے *

ہندوستانی ملکوں کی صورت اور آب و ہوا کی خصوصیات لوہائی کے کاروبار پر بڑا اثر رکھتی ہے جو پہاڑ کے سلسلے اکثر ملکوں کو جدا کرتے ہیں اُنکی گھاٹیوں سے سرکیں اور اکثر میدان جنگ قائم ہوتے ہیں برسات کے موسم میں لشکر کشی نہیں ہوتی اور اُس موسم کے آخر میں جب غلہ اور چارہ کثرت سے ہوتا ہے تب چرواہیاں ہوتی ہیں اور لشکر ایسے موقع

پہ پڑنا ہی جہاں بہت سا پانی ہو اور آسانی سے دستیاب ہوتا ہو جو تمام بار برداری کے مویشیوں کے کام آوے اور ہر ایک صاحب فوج اپنے دشمن کو لڑنے پر استلوج سے منجبور کر سکتا ہی کہ جس پانی کے سہارے پہ آسنا لشکر ہرا ہو اسی قبضہ کیلے برسات میں بارش نہونے سے قحط کی تمام آفتیں ظہور میں آتی ہیں *

ہندوؤں کی تاریخ

پہلا حصہ

ہندوؤں کے اُس زمانہ کی حالات کا بیان جدید ہندو نے

قوانین کا مجموعہ بنا

بیان تمہیدی

جب یہ خیال کیا جاتا ہے کہ کوئی کسی ہی جاہل اور اگور قوم کیوں نہ ہو اکثر اپنی آبا و اجداد کے حالات کی کوئی نکوئی کتاب رکھتی ہے تو کمال تعجب اس بات سے ہوتا ہے کہ ہندوؤں کے پاس ہرچودیکہ وہ نہایت عمدہ شایستگی اور تربیت کے درجہ پر پہنچ گئی تھی کوئی کتاب + تاریخ سے ملتی جلتی ہوئی بھی نہیں ہندوؤں کے حالات کی تحریروں میں سے جو کچھ اب باقی ہے وہ چھوٹی کہانیوں اور مبالغہ آمیز چھوٹی تاریخ واقعات سے ایسی خلط ملط ہیں کہ انہیں سے کوئی سچی مسلسل تاریخ نکلانے کی توقع نہیں ہوسکتی اور نہ کسی عام واقعہ کی تاریخ سکندر کے یورش کرنے سے پہلے قائم ہوسکتی ہے اور نکوئی مسلسل بیان ہندوؤں کے حالات کا ہندوستان پر مسلمانوں کے تسلط کرنے تک لکھا جاسکتا ہے اور اگرچہ قدیم ہندوؤں کی کوئی تاریخ نہیں ہے مگر اس پر بھی اُنکے قوانین اور اطوار اور مذہب سے بخوبی آگاہی حاصل ہونے میں کسی طرح

+ کشمیر کی تاریخ ہماری اس بات کو نہیں یقین دہانتی کہ وہ تاریخ مسلمانوں کے کشمیر پر مسلط ہونے سے سو برس بعد کی لکھی ہوئی ہے اگرچہ اُس میں بہت قدیم تاریخوں کا حوالہ ہے اگر وہ قدیم بھی ہوتی تو کسی شمار میں نہ آتی کیونکہ ایک چھوٹے سے خطہ کی تاریخ ہے جو ہندوستان کی ایک سرحد پر واقع ہے جس میں اُسی تاریخ کی بموجب معلوم ہوتا ہے کہ کبھی کبھی کچھ غیر ملک والوں کے طور طریقے بتاؤں میں آتے رہے جن کی بانی تمام ہندوؤں نے اپنی نظریہ نہیں ہے

کی کمی نہیں جتنا سکھانا اُنکے حالات کی تاریخ کا اگر وہ تھی تو نہایت مفید منشاء ہوتا پس جبکہ ہم اُنکی اُس حالت کو جو نہایت قدیم زمانہ میں تھی اور اُن تہذیبوں کو جو اب تک اُس میں ہونے درہمیت کوستے ہیں تو ہمارے ہاتھ سے اُنکی تاریخ کی ضروری حصہ میں سے بہت تھوڑا سا حصہ رہ جاویگا † چنانچہ اُنکے بعد شاسن سے جو قدیم ہندوؤں اور وہاں کا ایک مجموعہ ہی جسکو خیال کیا جاتا ہے کہ وہ اسی حصہ سے جسے کہ اب موجود ہے چودہ سو برس پیشتر حضرت مہر علیہ السلام کے مرتب کیا گیا تھا اُنکے مذہب کی کائنات اور دقیق علموں اور علم حکمت میں اُنکے دسترس کی کچھ روشنی نظر آتی ہے اور لوگوں کی حالت کا کامل نقشہ قوانین کے اُس مجموعہ سے ظاہر ہوتا ہے جو منو کے نام سے مشہور ہے غالباً یہ مجموعہ حضرت تیسری سے نو سو برس پیشتر لکھا گیا تھا اس اسی مجموعہ کو ہندوؤں کی تاریخ کا مندرجہ مندرجہ چاہئے *۔

مفروضہ منو کے ہم عصر ہندوؤں کے حالات کا اختتام خیال کر لیتے ہیں جسکو یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ کوئی مجموعہ ایک ہی زمانہ میں مرتب نہیں ہوتا بلکہ ہر ایک مجموعہ میں اندر کئی اُلے زمانہ کی بھودہ اور نامعقول باتیں نہایت درمیانی زمانہ کی عمدہ اور روشن باتوں کے ساتھ مخلوط ہوتی ہیں ایک مشہور مثال اسیات کی ہے کہ بلوکسٹون صاحب کی تشریحات میں بہت سے ایسے قوانین مندرج ہیں جسے قوم کی نہایت اعلیٰ درجہ کی شایستگی ظاہر ہوتی ہے مگر جو قانون اُسے جادو اور ٹولکے لڑائی کی شرطوں کے مندرج ہیں اُسے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ ان تشریحات کے لکھے جانے کے زمانہ تک چھالت باقی نہ تھی اگر فرض کیا جائے کہ منو کے مجموعہ سے ایک ہی زمانہ پایا جاتا ہے تب بھی لوگوں کے اطوار کا اصلی حال معلوم نہیں ہو سکتا کیونکہ اس مجموعہ میں جو اواخر ہیں اُنکی بنا لوگوں کی حالت کے اُس نہایت درجہ کی بھائی پر پہونچنے کی ہے جو مجموعہ کا مقصود ہے اور جو سنا ہے اُس

† دیکھو تہ اول نو جو منو کے زمانہ کی تہذیب میں ہے

مجموعہ میں وہ اُس پرلے درجہ کے گناہ اور برائیوں پر مبنی ہیں جو خیر و بر میں اُسکتی تھیں پس ہمکو مجموعہ کے مضمون کے عام منشاء سے اُس زمانہ کی طبیعت معلوم کر لینی چاہیئے اور اُس پر یہ جب تک کہ ہمکو لوگوں کی اصلی حالت معلوم ہو مجموعہ کے مضامین پر سختی سے ندیکھنا چاہیئے بلکہ رعایت سے نظر ڈالنی چاہیئے مگر اِس مجموعہ کے ذکر میں معمولی طرز بیان اختیار کیا ہی ہو چند کہ اُسکو ہندوؤں کے قانون کی ناقابل اعتراض سند شروع ہی سے تسلیم کیا گیا ہے مگر میری یہہ جرات نہیں ہوتی کہ میں اُسکو ایک ایسا مجموعہ قرار دوں جو کسی گورنمنٹ کی منظوری سے کسی خاص ملک کے انتظام کی واسطے بنا ہو بلکہ وہ ایک عالم کی کتاب معلوم ہوتی ہی جسکا یہہ ارادہ سمجھ میں آتا ہی کہ اُسکے ذہن میں یہہ بات تھی کہ جس طرح ہر ایک کامل جمہوری سلطنت ہندوؤں کے قوانین کی بموجب ہوسکتی تھی اُسکا نقشہ قائم کرے اِس قیاس پر اِس مجموعہ سے لوگوں کی حالت ایسی ہی دریافت ہوسکتی ہی جیسیکہ کسی گورنمنٹ کے منظور شدہ قانون سے معلوم ہوتی ہے کیونکہ یہہ ظاہر ہی کہ اِس مجموعہ میں وہ سب قانون شامل ہیں جو اُس زمانہ میں رائج تھے اور جو کچھ تبدیلیاں اِس خیال سے آئیں ہوئی ہونگی کہ مقنن نے پہلائی میں جس اعلیٰ درجہ پر لوگوں کو پہونچانا سوچا تھا اِن تبدیلیوں کے ذریعہ سے لوگ اُسپر پہنچیں تو وہ تبدیلیاں بھی اُنہیں خیالات سے ہوئی ہونگی جو مقنن کے زمانہ میں پہلی ہوئی تھیں اِن سب باتوں کو اِس مقام کے مناسب سمجھکر لکھا گیا اب میں اُن مضمونوں کو بطریق اختصار کے لکھتا ہوں جو منو کے مجموعہ میں ہیں اور اسکے بعد ہندوؤں کی یہہ حالت جیسے کہ اِس زمانہ میں ہی بیان کرونگا اور جو تبدیلیاں اُس زمانہ سے اِس زمانہ تک وقوع میں آئی ہیں اِن دونوں حالتوں کے مقابلہ کرنے سے ظاہر ہونگی اور ایک خاص زمانہ میں اُنکی حالت کے پلٹنے کی کیفیت اُن بیانوں سے معلوم ہوگی جو پورانوں سے ہمکو پہونچتی ہیں *

باب اول

انسانوں کے ہر نوع یا فرقوں میں تقسیم اور اُنکے کار و بار

ان لوگوں کے حال میں وہ حیرت انگیز پہاڑی بات جو منو نے لکھی ہے
لوگوں کا چار ہزار (فرقوں) میں تقسیم کرنا ہے اول مسرک درم سماہی
سوم مہنتی چہارم خدسہی حیرت کی وجہ یہ ہے کہ برہمنوں کو
جو اول فرقہ ہے غایت درجہ کی عظمت اور بزرگی اور ادنیٰ فرقہ کو
نہایت درجہ کی ذلت اور خوارگی سوچ سوچ کر دی ہے ہرچند کہ اوپر
کے تینوں فرقوں میں باہم برابری نہیں ہے پھر بھی ہر ایک کو عزت
حاصل ہے کیونکہ بعضی مذہبی رسموں میں تینوں فرقے شریک ہوتے ہیں
اور معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی تینوں فرقوں کے انتظام کے واسطے یہ قانون
بنایا گیا چرتے فرقہ اور اور نیچے ذات والوں سے یہ قانون صرف اُس قدر
متعلق ہے جس قدر کہ اُنکو تینوں برتر فرقوں کی خدمت سے عائد ہے *

برہمنوں کا بیان

برہمن تمام خلقت میں اعلیٰ اور برتر قرار دیا گیا ہے اور تمام دیرا
اور جو کچھ کہ اُس میں ہے سب اُس کا مال ہے اور اُس کا وجود اس
تمام کائنات کی ہستی کا باعث ہے † اور برہمن اپنے مقبروں کے زور سے
راجہ کو معہ اُسکی فوج ہاتھی گھوڑے اور گاڑیوں کے دیوانہ کر سکتا ہے ‡ اور
برہمن دنیا کی مثل بہت سے عالم اور نائب السلطنت اور فتنے دہوتا اور فتنے
ادھی اور اور فانی چیزیں پیدا کر سکتا ہے § راجہ کی یہ نسبت برہمن
زیادہ ادب کا مستحق ہے || اور اُسکے جسم و جان کے محفوظ رہنے کے لئے

† مجموعہ منو باب ۱ اشلوک ۶۶ و ۱۰۰ و ۱۰۱

‡ مجموعہ منو باب ۹ اشلوک ۲۱۳

§ باب ۹ اشلوک ۲۱۵

|| باب ۲ اشلوک ۱۳۹

اس عالم میں سخت قانون اور اس عالم کے نہایت مہیب اور خوفناک وعیدیں مقرر ہیں نہایت سخت جرموں میں بھی سخت سزا پانے سے برہمن آزاد ہی * اور فرقوں پر جو کچھ جبر و تعدی وغیرہ برہمن سے ظہور میں آئے اُسکے پاداش میں کچھ تھوڑی سی تنبیہ مقرر ہی ہے لیکن اور فرقوں کے لوگوں سے جو کچھ جرم اُسکی نسبت واقع ہو اُسکی دس گنی سزا سخت سزا معین کی گئی ہے *

باوجود ان سب باتوں کے بادی النظر میں یہ معلوم ہوتا ہے کہ برہمن اپنی روحانی عظمت پر قانع ہو کر کسی طرح دنیوی ثروت و دولت سے فائدہ اُٹھانے کی خواہش نہ رکھتے ہونگے چنانچہ جو طریق حیات کا برہمنوں کے لیے مقرر کیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ نہایت سخت معصیت سے علم کی تحصیل کریں اور ریاضت اور گوشہ نشینی میں عمر گزاریں *

حکم ہے کہ برہمن اپنی زندگی کا اول درجہ یعنی آغاز جوانی تک علم تحصیل کرے ++ اور اس زمانہ میں اُسکو پڑھنا لکھنا اور انیساری کے ساتھ زیست بسر کرنی پڑتی ہے لازم یہ ہے کہ وہ بالکل بد شاستر پر متوجہ رہے دنیوی حاصلات پر دل نہ لگائے اور اپنے گرو کا حد سے زیادہ لحاظ اور ادب کرے اور نہایت اطاعت و فرمانبرداری سے پیش آئے کسی طرح سے اُسکا دامن نہ چھوڑے اور یہی معاملات اپنے گرو کے سارے کنبہ کے ساتھ ہوتے حتیٰ کہ تمام کام خدمتگاری کے انجام دے اور اپنی ذات اور اپنے پوجا پات کے لیے پانی اور دھرم یا جگ کے سارے سامان لکڑیاں وغیرہ

۱ باب ۶ اشلوک ۲۰۵ سے لغایت ۲۰۸ اور باب ۳ اشلوک ۱۶۵ سے لغایت ۱۶۹

|| باب ۶ اشلوک ۲۳۲ اور باب ۸ اشلوک ۲۸۱ سے لغایت ۲۸۳

* باب ۸ اشلوک ۳۸۰

باب ۸ اشلوک ۲۷۶، ۲۷۸، ۲۷۹

+ باب ۸ اشلوک ۲۷۲، ۲۸۳، ۳۲۵، ۳۷۴ اور باب ۱۱ اشلوک ۲۰۵، ۲۰۶

++ باب ۲ اشلوک ۱۷۵ سے لغایت ۲۱۰

اپنی ہی ہانہ سے لڑے اور در بدر بھیگ مانگ کر اوقات بسر کرے † *

اور دوسرا درجہ اپنی زندگی کا یعنی عین شباب کا اپنی زوجہ وغیرہ
کنبہ قبیلہ کے ساتھ بسر کرے اور معمولی کام جو برہمن پر نہیں ہیں بچا
لانے جنکی تفصیل مختصر یہ ہے ہی پڑھنا اور پڑھانا پید شاستر کا اور خدوات
دینا اور نذر بھیت لینا ہوم یا جگ کرانا اور خورد کرنا ان کاموں میں سے بد
کا پڑھانا نہایت معزز کام ہی ‡ یہ عجیب بات ہی کہ اور سب مذہبوں
کے بموجب جو لوگ معابدوں کی خدمتیں کرتے ہیں یا لوگوں سے عبادت
کراتے ہیں وہی ہوجاری یا کائن یا متجاوز کہلاتے ہیں مگر برہمن بطور پیشہ
کے ہوجا کے کام کرنے اور ہوم یا جگ کراتے سے ذلیل سمجھا جاتا ہی † اور
برہمنوں کو بتائید تمام نیچ ذات اور بدچار لوگوں سے نذر بھیت لینے کی
ممانعت ہی || اور ایسے لوگوں سے بھی جنسے لینا درست ہی بہت سی
نذر بھیت لینا منع ہی اور اگر یہ خواہش جی میں ہو تو نہایت احتیاط
اور کوشش سے اُسکو دل سے دور کریں * اگر کوئی کسب طوح کی آمدنی نوٹھے
تو برہمن کو چاہیئے کہ صرف بقدر حاجت سلہ (یعنی کھیت مس گرا
اناچ) چنے یا بھیگ مانگے یا کھیتی کرے یہاں تک کہ تجارت بھی کرلے
لیکن کسی حالت میں خدمت نہ اختیار کرے اور بازاری لوگوں سے بات
چیت نہ کرے اور گانے بھانے راگ رنگ اور شکار وغیرہ سے جو دلور پریشان
کریں اور ہوش و حواس کو خراب کریں بالکل اجتناب کریں † *

† اب ان باتوں پر بہت کم عمل ہوتا ہی اگر کچھ کرتے ہیں تو صرف وہی
مطلب علم کرتے ہیں جو پید شاستر کے اچھی طرح پابند ہیں

‡ باب ۹ اشلوک ۷۵ و ۷۶ و ۸۵

† باب ۳ اشلوک ۱۸۰ و باب ۳ اشلوک ۲۰۵

|| باب ۳ اشلوک ۸۳ و باب ۱۰ اشلوک ۱۰۶ سے لغایت ۱۱۱ اور باب ۱۱ اشلوک

۱۹۲ سے لغایت ۱۹۷

* باب ۲ اشلوک ۱۸۶

‡ باب ۳ اشلوک ۶۳ و ۶۴

• اور تمام لذات نفسانی سے برہمن کو بچنا چاہیئے اور ہو طرح کی ایسی دولت سے جو بید کے پڑھنے میں متخل ہو پڑھیز کرے ‡ اور تمام دنیوی فخر و عزت سے اس طرح اجتناب کرے جیسے زہر سے کرتے ہیں § مگر برتی رھنے یا اور غیر ضروری سختی کا پابند ہونے کی برہمن کو حاجت نہیں || پورا نام جو اُسکو کرنا چاہیئے وہ یہہ ہی کہ تحصیل علوم اور رسوم کے بجائے اپنی اچھی طرح پابند رہے اور چال چلن شایستہ رکھے برہمن کی پوشاک بھی ذرا ذرا منور کر دی گئی ہی برہمن کو چاہیئے کہ ایسی صورت بنائے رکھے کہ کم گو شرمیل اور پاک و صاف سر کے بال اور ڈھاری مندی ہوئی ہو اور نفسانی خواہشوں کو دباے اور سفید جامہ پہنے رکھے جسم پر میل کنچیل نہ ہو ایک ہاتھ میں بید اور دوسرے ہاتھ میں چھڑی رکھے چنانچہ آج کل بھی جو برہمن مہذب پنڈت ہوتے ہیں انکی ایسی ہی صورت ہوتی ہے اور کانوں میں چمکتی ہوئی سونے کے بالی ڈالے رکھے * اور جب اُسکے بہہ نینوں پر ادا ہو جاویں یعنی بید بڑھ چکے اور اُسکے ارادے ہو جاوے اور مذہبی امور رسمیں ادا ہو چکیں تو وہ اپنی زندگی کے دوسرے ہی درجہ میں اپنا تمام گھور و باہر اور مال منافع اپنے پیسے کو حوالہ کر کے آپ بطور ایک پنچ یا بیٹ صاحب کار کے رہوے ‡

برہمن کا فرض یہہ ہی کہ اپنی زندگی کے دوسرے درجہ یعنی اندھیر عمر کو چنگلوں میں تارک الدنیا ہو کر بسر کرے اور لباس آسٹا دیختوں کی چھال ہو یا کالی ہرن کی کھال زمین پر سوئی کوئی بستر نہ بچھائے ناخن اور بال بڑھائے کسی طرح کا مسکن نہ بنائے پھل پھاری کھائے جب

‡ باب ۳ اشوک ۱۶ و ۱۷

§ باب ۲ اشوک ۱۶۲

|| باب ۳ اشوک ۲۳

* باب ۳ اشوک ۳۵ و ۳۶

‡ باب ۳ اشوک ۲۵۱

چاہ رہا کرے اور اور بہت سی سختیاں بھی اُٹھائے یعنی برسات میں کیساھی مینہ برسے ننکا ہوا رہے چھوٹی سی نچھائے اور چاروں میں لٹاک لباس پہنے رہے اور گرمیوں میں یہہ مصیبت سہی کہ نیز ڈھوپ میں اپنے چاروں طرف پانچ چکھہ اک جھڑکھڑا رہا کرے اور باخشیانہ تمام پرجاپات اور ہوم وغیرہ انجام دینا رہے اور تمام مذہبی رسموں کو ادا کرتے رہنا اپنا فرض سمجھے *

اور اپنی زندگی کے آخر درجہ یعنی روزگار میں بھی اسطرح تھا اور علیحدہ رہے جسطرح کہ تیسرے درجہ میں رہنا تھا مگر اب اُسے ظاہری رسموں کا بجالانا ضرور نہیں صرف دھپائی گئی سے لگا رہے اور پرشاک بھی اور برہمنوں کی مانند پہنا کرے اور پوچھنے لگے اگرچہ اب بھی بہت سی چاہئے مگر پہلے سی نہیں چاہئے اور جانی بوجھنا کر سختیاں نہ اُٹھائے مگر بالکل فیکہ اور صلاحیت کمارے اور اُسکے دلکو صرف خدا کی معرفت سے تسکین دے یہاں تک کہ اُسکی روح اس جسم سے اسطرح الگ ہو جائے جیسے کسی درخت کی شاخ پر سے کوئی پرند جب جی چاہے اور جائے *

پس صف ظاہر ہی کہ برہمن اپنی عمر کے تین حصوں میں بالکل دنیا سے خارج رکھا گیا ہی اور باقی چوتھے حصہ میں بھی غلو بجالائے رہنے رسموں اور بید کے پرچنے کے دنیا کی فخر و عزت اور عروج کی دولت کی خرافاتوں سے محروم کیا گیا ہی لیکن منو کے مجموعہ سے کچھ تھوڑا سا اور واقف ہونے سے معلوم ہو جاتا ہی کہ یہہ فوائد اُس سے بھی اگلے زمانہ کے برہمنوں کی حالت کی بنیاد پر بنائے گئے تھے اگرچہ اب بھی اُنہیں کے بموجب عمل کرنے کی ضرورت تھی مگر دولت و حشمت کی ترغیبوں نے اُنکی تعمیل میں دخل دیا *

راجہ کو لازم ہی کہ اپنا نہایت متعدد مشیر جس شخص کو چاہئے

+ باب ۴ اشوک ۱ سے لغایت ۲۹

۱ باب ۶ اشوک ۲۳ سے ۲۷ آخر باب

وہ برہمن † دو اور برہمن ہی راجہ کو تدبیر مہلت اور انصاف اور تمام علمی باتیں تعلیم کیا کریں ‡ بتجز اس خاص اختیار کے جو راجہ اپنی ذات پر موقوف رکھے تمام جھگڑہ چکانا برہمنوں کا کام ہی ہے اور اگرچہ مذہبی اور پاک کتابوں کے پڑھنے کی چھتھی اور برہمن دونوں فرقوں || کو اجازت ہی مگر انکی تشریح یعنی انفصال خصوصیات میں بدوستہ لکھا وغیرہ صرف برہمن ہی پر منحصر ہے †† *

قوانین کا مطالب بیان کرنا برہمنوں پر موقوف رکھا گیا تھا اور ہندو خود منو کے مجموعہ ہی سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قانون بنانے کے کام میں سے بہت کچھ برہمنوں کے اختیار میں تھا اور برہمن کے مال کی حفاظت بھی از روئے قانون کے ایسی ہی اچھی طرح سے کی گئی ہے جیسے کہ اُسکے اختیار کی گئی ہے چنانچہ ہر نیک آدمی * پر یہ بات واجب اور راجہ † پر فوس ہے کہ برہمنوں کے ساتھ بڑے سلوک سے پیش آوے یہی وجہ ہے کہ ہوم اور جگ اور پوجاہات اور اور تمام مذہبی رسوم کے ساتھ ہوم بھوج کرنا یعنی برہمنوں کو کھانا کھانا اور انکو دچھنا دینی یعنی نذر بھیت میں کچھ دینا لگا ہوا ہے †† اور جو کچھ برہمنوں کو دیا جاوے اُسکی مقدار ہمیشہ زیادہ ہونی چاہیئے اور اسے ہوم سے جسکے ساتھ بہت قلیل دچھنا ہو ہاتھ ہاتھ آنکھ ناک کان وغیرہ بلکہ تمام جسم و جان اور ارکان اور مویں اور اس عالم کی نیک نامی اور اس عالم کی خوشی برباد جانی ہے †† *

† باب ۷ اشلوک ۵۸

‡ باب ۷ اشلوک ۳۳

§ باب ۸ اشلوک ۱ و ۹ و ۱۰ و ۱۱ و ۲۰

|| باب ۱۰ اشلوک ۱

†† باب ۱۲ اشلوک ۱۰۸ سے لغایت ۱۱۳

* باب ۱۱ اشلوک ۱ لغایت ۶ و باب ۱۲ اشلوک ۲۱۹ سے لغایت ۲۳۵

† باب ۷ اشلوک ۸۳ سے لغایت ۹۶

‡ باب ۳ اشلوک ۱۲۳ سے لغایت ۱۳۹

†† باب ۱۱ اشلوک ۳۹ و ۳۰

ہر ایک سخت عداوت چاہتا اور فرقہ وندوں کا کامیاب ہوتے ساروہے اس بزرگ فرقہ کو دینے سے خود چاہتا ہے + اگر برہمن نہیں دیتے ہاتھ تو سب کا مالک ہو اور اگر کسی اور کو کچھ ملتا ہے تو وہ راجہ لکھوے ہاتھ والے کا کچھ حق نہیں البتہ برہمنوں کو ادا دے + اگر کوئی قزاق مر جائے تو اُسکا مال راجہ کے بہت سال میں جاتا ہے مگر قزاق برہمن کے مرے ہو اُسکا مال برہمنوں ہی میں تقسیم ہوتا ہے + ہر ایک دی نام برہمن ہر طرح کے منحصر سے بڑی ہوتا ہے بلکہ اگر وہ محتاج ہو تو اُسکی درورش راجہ پر لازم ہے || اور اگر کوئی شخص برہمن کا ہوتا چاہتا ہے تو راجہ اپنے ہاتھ سے اُسکو ایک نہایت سخت سزا دیتا ہے + اور برہمنوں کے مال کی حفاظت کے لئے بڑی بڑی سپاہیں مقرر ہیں اور ایک مویشی کے ستانے والے کا ٹخنہ سے نیچے ادا ہاروں تک ڈالا جاتا ہے +

چھتریوں کا بیان

اگرچہ منو کے متحضرے میں سبھیوں یعنی چھتریوں کو برہمنوں کے برابر تو نہیں سمجھا گیا مگر پھر بھی بہت بڑی عزت بخشی گئی ہے یہ بات مسلم سمجھی گئی ہے کہ متبرک فرقہ یعنی برہمن یعنی سادھی فرقہ یعنی چھتریوں اور چھتری بدوں برہمنوں کے اقبال میں ہیں جو سب سے اور یہ کامیابی اس جہان اور اُس جہان میں دونوں کے ذریعہ ملتی ہے + جیسا کہ تمام احکام سیاست میں برہمن اور سب دونوں پر برتری رکھتا ہے اسی طرح چھتری متحضرے فرقہ یعنی بدش اور فوق رکھتے

+ باب ۱۱ اشلوک ۱۱۷ و ۱۱۸ سے لغات ۱۳۹

+ باب ۸ اشلوک ۳۷ و ۳۸

ی باب ۹ اشلوک ۱۸۸ و ۱۸۹

|| باب ۷ اشلوک ۱۳۳ و ۱۳۴

* باب ۸ اشلوک ۳۱۳ سے لغات ۳۱۶ و باب ۱۱ اشلوک ۲۰۱

+ باب ۸ اشلوک ۳۲۵

++ باب ۹ اشلوک ۳۲۲

ہیں + راجہ اسی فرقہ میں سے ہوتا ہے اور غالباً اکثر معمولی دڑو بھی اسی فرقہ میں سے ہوتے ہیں + اور تمام جنگی کار و بار اور بالکل لکڑی عہدے اور سپہ سالاری وغیرہ القصد ساری حکومت کے کاموں کے اختیار اسی فرقہ کا ذاتی حق سمجھا گیا ہے یہ بات جاننے کے قابل ہے کہ برہمنوں نے باوجود اسی بات کے کہ مجموعہ قوانین کا بنایا بدجز آسامی تشریح بیان کرنے اور انصاف خصوصیات میں بیروستہ لکھنے کے انتظام حکومت اپنے اختیار میں نہیں رکھا چھتروں کے قرض یہہ بیان کیے گئے ہیں کہ لوگوں کو اپنی ہنہ میں رکھو ہر طرح کی حفاظت کرنا ہوم کرنا خبرات دینا یود پرعا اور نفسانی خواہشوں کو دہانے رکھنا *

محتنی فرقہ پیش کا بیان

پیش فرقہ کی کچھ بڑی عزت نہیں کیونکہ برہمن کو مہمانداری کرنے کے بیان میں ہدایت کی گئی ہے کہ پیش کے ساتھ بھی مروت سے پیش آئے آسکو بھی آسوقت کہانا دے جبکہ اپنی اور متوسلوں کو دینا ہو || علاوہ داد دھش کے اور ہوم کرنے اور بید پڑھنے کے پیش کا کام مریخی ہالنا تجارت کرنا روپیہ سود پر قرض دینا اور کھیتی کرنا ہیں * جو کار آمدنی علم پیش کو تحصیل کرنا لازم ہے وہ اور فرقوں کے علم سے بہت زیادہ ہے کیونکہ آسکو علاوہ مریخیوں سے بچنے لینے کے طریق اور اپنے ملک کی جنسوں اور اقسام اراضی سے بخوبی واقف ہونے کے غیر ملک کی حاجتوں اور جنسوں کا علم رکھنا اور اور ملکوں کی مختلف زبانوں کا سمجھنا اور ہر ایسی شے سے واقف ہونا جو خرید و فروخت سے متعلق ہو اور مزدوروں کی آجرتوں کا جاننا بھی ضروری ہے + *

+ باب ۸ اشلوک ۲۶۷ د ۲۶۸

+ باب ۷ اشلوک ۵۲

ی باب ۱ اشلوک ۸۹

|| باب ۳ اشلوک ۱۱۲

* باب ۱ اشلوک ۹۰

+ باب ۹ اشلوک ۳۴۶ سے لغایت ۳۳۲

خدمتگار یعنی شودر فرقہ کا بیان

شودر فرقہ کے آدمیوں کا فرض منحصراً یہ بیان کیا گیا ہے کہ اور کوئی اور
 کی وہ خدمت کیا کریں + لیکن اور مقاموں میں یہ بات مفصل بیان کی
 گئی ہے کہ اُسکا بڑا فرض برہمنوں کی خدمت کرنا ہے ۱ اور اُسکو اس بات
 کی خاص اجازت ہے کہ اگر وہ نان و نفقہ کا محتاج ہو اور برہمنوں کی
 خدمت حاصل نہ ہو سکے تو چھتریوں کی خدمت اختیار کرے اور اگر
 چھتری کی خدمت بھی نہ میسر آسکے تو کسی مالدار بیش کی خدمت
 کرے ۲ اور یہ عام قاعدہ ٹھہرایا گیا ہے کہ مصیبت کے زمانہ میں ہر فرقہ
 اپنے سے ادنیٰ فرقہ کے کام کرنے لگے مگر کسی حالت میں آپ سے اعلیٰ فرقہ
 کے کاموں میں ہاتھ نہ ڈالے شودر فرقہ سے نیچے اور کوئی فرقہ نہیں ہے اگر
 اس فرقہ کے لوگوں کو اُنکا معمولی کام نمل سیکے تو وہ دستیابی کے کام مثل
 معماري اور نجاري اور مصوري اور معنوي کے اختیار کر لے ۳ شودر کو
 بید شاستر اور مذہبی کتابیں پڑھنے کی اجازت نہیں البتہ ہوم کرنے کی
 اجازت ہے * لیکن برہمن کا اُس سے ہوم وغیرہ کروانا ایسا سخت گناہ ہے
 کہ کفارہ دینا پڑتا ہے ۴ اور برہمن کو شودر کے ربڑو بھی پید کا پڑھنا درست
 نہیں ۵ شودر کو دھرم شاستر کے مسئلہ سکھانا یا اُسکے گناہ کے کمارہ کا
 طریق بتانا برہمن کو اُس دوزخ میں ڈالتا ہے جسکو آدم ورتا کہتے ہیں

+ باب ۱ اشاریہ ۹۱

+ باب ۹ اشاریہ ۳۳۳

۱ باب ۱۰ اشاریہ ۱۲۱

۱۱ باب ۱۰ اشاریہ ۹ و ۱۰۰ منہ کے معجمہ میں شودر کو کاشتکاری کرنے کی
 اجازت میں کہیں نہیں دیکھتا جسکو لوگ کہتے ہیں کہ اس کتاب میں کسی موقع پر
 علانیہ ہی مگر اس زمانہ میں یہ لوگ استدر ثروت سے کاشتکاری کرتے ہیں کہ گویا
 یہ کام خاص انہیں کی ذات کا خیال کیا جاتا ہے

* باب ۱۰ اشاریہ ۱۲۷ و ۱۲۸

+ باب ۱۰ اشاریہ ۱۰۹ سے لغایت ۱۱۱ و باب ۱۱ اشاریہ ۲۲ و ۲۳

+ باب ۳ اشاریہ ۹۹

اُسکو دنیا کے کاموں میں بھی نصیحت کرنا۔ مانع ہی + بڑھوں کو اسی سخت اور سکر سکر تنبیہ اور تاکید کسی اور جرم پر نہیں کی گئی تھی جیسی شودر سے نذر بھیٹ لینے کے امتناع میں کی گئی تھی اور اس جرم کا کفارہ جب تک کہ وہ اُس دچھنا کو واپس نہ کر دے تب تو کفارہ سے بھی نہیں ہوسکتا + اگر کسی بڑھوں کی ذات سے جان لب پر آجائے تو شودر سے خشک اناج لیلیٹا روا ہی مگر اُسکے ہاتھ کا پٹا ہوا دکھائے شودر اپنے آقا کے پس خورده سے پالا چارے اور اترے ہوئے پورائے کپڑے پہنے گا اور شودر کو اگر کچھ مقتدر بھی ہو تو دولت جمع کرنے کی اجازت نہیں دیا جائے۔ اسکی یہ تھی کہ وہ دولتمند ہو کر شاید کسی بڑھوں کو رنج پہونچائے || اگر کوئی شودر کسی اعلیٰ فرقہ میں کے آدمی کو گالی دے تو اُسکی زبان کاٹ لی جائے * اگر کوئی شودر بڑھوں کے پاس ایک ہی فرش پر بیٹھ جائے تو اُسکے چونڑوں کا گوشت کاٹ ڈالا جائے + اگر شودر بڑھوں کو دھرم کی باتیں بتائے تو اُسکے منہ اور کانوں میں کھولتا ہوا تیل ڈالیں ++ *

اسی طرح کے اور بھی ایسے قانون ہیں جنہیں خواہ سفراء غرضی اور اور نہایت بیرحمی اُنسے ظاہر ہو جنہیں اور اعلیٰ فرقوں کی رعایت سے شودر فرقہ پر نہایت سختی مقدر کی گئی تھی شودر ذلیل کو کہنے میں ++ اور اُسکے قتل کا کفارہ بھی مذہب کی رسم دہی ہی جو ہلی کتے اور چھپکلی میڈک اور اور بہت سی قسم کے جانوروں کے مار ڈالنے کا کفارہ ہی §§ *

+ باب ۴ اشلوک ۸۰ و ۸۱

+ باب ۱۱ اشلوک ۱۹۳ سے لغات ۱۹۷ و باب ۱۰ اشلوک ۱۱۱

§ باب ۱۰ اشلوک ۱۲۵

|| باب ۱۰ اشلوک ۱۲۹

* باب ۸ اشلوک ۲۷۰

+ باب ۸ اشلوک ۲۸۱

+ باب ۸ اشلوک ۲۷۲

+ باب ۲ اشلوک ۳۱

§ باب ۸ اشلوک ۳۱۳

اگرچہ خود ہی ذات کیسے ہی کچھ لوگوں نے ظاہر ہو کر اسکی اصل وقعت معلوم نہیں ہوتی کیونکہ خود کو عموماً خدمت کرنیوالا بیان کیا گیا ہی مگر اکثر مقاموں میں یہ صاف لکھا ہی کہ اگر خود کو اسکا مالک آزاد بھی کہتے تب بھی وہ خادم کا خادم ہی رہتا ہی مخدم نہیں بنتا کیونکہ جو حالت اسکو خالق نے بخشی ہی اس میں سے کوئی ایسے نکل سکتا ہی + بلکہ چونکہ اسے یہ بھی ثابت نہیں ہوتا کہ وہ کسینا غلام ہوا ہی کیونکہ اسکو اختیار حاصل ہی کہ چاہی جی چاہے خدمت کرے اور اپنے اپنے تجارت کوینا بھی منتظر ہی اور نقل مکان کرنے کے امتناع میں جو قانون تھیں اُسے خود لوگوں کے آزاد ہونے سے + اسبات کے بھی یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ وہ لوگ ملک کے غلام ہیں حقوق مالکانہ جسے غلام مخدم تھے + بہت مقاموں میں انکی نسبت ثابت ہوتے ہیں || اور اکثر بار یہی ہے کہ قانوناً مملوٹ رکھا گیا ہی یہاں تک کہ انکے مالک بھی انکو قانون کے بموجب تنبیہ تادیب کرسکتے ہیں اور بھی حال انکے جورو بچوں وغیرہ کا ہی * پھر کیف خود فرقہ کے لوگوں کی حالت قدیم زمانہ کی جمہوری سلطنتوں کی علامتوں یا متوسط زمانہ کے بادلوں اور اور ہو خادم فرقوں کی حالت سے چنگو ہم چاہتے ہیں بہتر نہی *

مملوٹ ہو جانا فرقوں کا

اگرچہ ان مختلف فرقوں کا امتیاز نہایت مضبوطی سے قائم کیا گیا تھا مگر انکے مملوٹ ہونے کے لئے جو تدبیریں منظور کی گئی تھیں انہیں ایسی توجہ نہ ہوتی تھی جیسی کہ پچھلے دور میں ہوتی تھی اس امتیاز

+ باب ۸ اشوک ۳۱۲

+ باب ۲ اشوک ۲۳

+ باب ۵ اشوک ۳۱۱

|| باب ۶ اشوک ۱۲۷

* باب ۱ اشوک ۲۶۶، ۲۰۰

کی امتناع میں جو قانون بنے تھے انکی بلکہ زیادہ تر برتر فرقوں کی عورتوں کے فخر کے تعصب پر تھی کچھ نسل کی حفاظت کے لیئے نہ تھی لیکن اعلیٰ فرقوں کے مردوں کو آپ سے کم درجہ کی عورت سے شادی کرنیکی اجازت دی گئی تھی لیکن شرط یہ تھی کہ اپنے خاندان میں اُسکو برتر مرتبہ ندیوں † لیکن آپ سے برتر درجہ کی عورتوں سے شادی کرنے کی اجازت نہیں تھی چنانچہ برتر درجہ کی عورتوں کے پاس ناجائز آمد و رفت کرنے کی نسبت نہایت سخت سزائیں قانون میں مندرج ہیں § ایسی شادی کرنے والوں کی اولاد جو آپ سے کم درجہ کی عورت کے ساتھ شادی کریں اُنسے بہت کم مرتبہ رکھتی تھی || مثلاً ایک برہمن کی اولاد جسنے آپ سے ایک درجہ کم عورت سے شادی کی ہو ان دنوں میں متوسط مرتبہ والی ہوتی تھی * اور اگر ان متوسط مرتبہ والوں کی بیٹیوں کی سات پشت تک متواتر برہمنوں کے ساتھ شادی ہوئے تو وہ نسل بعد متبرک ہو جاتی تھی † لیکن شودر کی ایسی اولاد جو برہمنی سے ہو چنڈال ہوتی تھی †† اور یہ چنڈال اگر اعلیٰ فرقوں کی عورتوں سے صحبت کریں اور اُنسے اولاد پیدا ہو تو وہ مرتبہ اپنے چنانے والے سے زیادہ ناپاک ہوتی جاوینگی †† *

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ یہ سب فرقہ منو کے وقت میں بھی کھانا ایک دوسرے کے ساتھ باہم بیٹھ کر نہ کھاتے تھے اور برہمن جو اور برہمنوں کی اپنی رغبت سے دعوت کرے اُس میں کھانا کھاتے میں ایک

+ باب ۲ اشلوک ۲۴۸ سے لغایت ۲۳۰ و باب ۳ اشلوک ۱۳

† باب ۳ اشلوک ۱۳ سے لغایت ۱۶

§ باب ۸ اشلوک ۳۶۶ و ۳۶۷ لغایت ۳۷۷

|| باب ۱۰ اشلوک ۱۱ سے لغایت ۱۶

* باب ۱۰ اشلوک ۶

† باب ۱۰ اشلوک ۶۳

†† باب ۱۰ اشلوک ۱۲

†† باب ۱۰ اشلوک ۱۶ و ۳۰ اب نیچے کے فرقہ کی عورت سے شادی کرنا منع ہے

عجیب فرق ہی جو کسی مہمان چھوڑی کو قانون کی رو سے خود اپنے ہاتھ سے برہمن کو پدا کر پھلانا پڑتا ہے + لیکن منو کے مجموعہ میں سوائے شودر کے اور فرقوں کے آدمیوں کو آرمسن ساتھ کھانے یا ایک دوسرے کے ہاتھ کا پنا ہوا کھانے کی جس سے اس زمانہ میں ذات جاتی بھتی ہی کہیں ممانعت معلوم نہیں ہوتی اور شودر کے ساتھ یا اُسکے ہاتھ کا پنا ہوا بھی کھانے کے گناہ کا گناہ صرف سات روز اسی جو پڑے سے ہو جاتا ہے + معلوم ایسا ہوتا ہے کہ گناہ کرنے یا گناہ کرنے اُنکا گناہ نہ پدا کرے سے ذات جاتی بھتی تھی *

یہ بات غور کرنے کے قابل ہے کہ ان چاروں فرقوں میں کاریگری کی فرقہ میں شامل نہیں آتے۔ شودر کو یہ اجازت ہے کہ جب اُسکی معمولی خدمت نہ ملے تو وہ کاریگری کے کام کو مگر یہ نہیں بیان دیا گیا کہ صنعت کن لوگوں کا معمولی کام ہے دسویں باب کے چند مقاموں سے معلوم ہوتا ہے کہ ان معمولی فرقوں کی امیوزس سے جو گروہ پدا ہوئی کاریگری اُنکا پیشہ ٹھہرا جیسا کہ اب بھی ہوتا ہے اور یہ ایسی بات ہے جسکی بنیاد سے ہم یہ نتیجہ نکل سکتے ہیں کہ ذاتوں کی تقسیم ایسے زمانہ میں کی گئی جس میں کاریگری اور فن نہایت اختصار کے ساتھ پہلے ہی پہلے شروع ہونے لگی تھیں سب سے ہر فن کے لئے علاحدہ کاریگری کی ضرورت نہ ہوگی اور ہم یہ بھی سمجھ سکتے ہیں کہ قوموں کے تقسیم ہونے سے اس مجموعہ کے مرتب ہونے تک بہت سی نسلیں گزری ہوں گی اور اس زمانہ میں جو اکثر فرقے اصلی تقسیم کے بعد قائم ہوئے مدھیا پیشے اُنسے متعلق ہو گئے ہوں گے *

+ باب ۲ اشوٹ ۱۱۰ سے ۱۱۳

+ باب ۱۲ اشوٹ ۱۵۳

دوسرا باب

گورنمنٹ یعنی حکومت کے بیان میں

راجہ

اس طرح کی ترتیب دیا ہوا گورہ خلعت کا ایک خورد مختار راجہ کے اختیار میں رہتا تھا منو کے مجموعہ نے اس باب کے شروع ہی میں جو انتظام ملک کے بیان میں ہے راجہ کی عظمت اور اختیار ظاہر کرنے میں جسکو کوئی روک نہیں سکتا ایسا شاعرانہ مبالغہ کیا گیا ہے کہ راجہ کو خدا کی برابر ٹھہرا دیا ہے † راجہ کسی تابوئی بندش کا جو کسی انسان نے تجویز کی ہو تابع نہیں ہوتا تھا اگرچہ اسکو ایک موقع پر ‡ سزا کا خوف دلایا گیا ہے اور دوسرے موقع پر § جرمانہ سے ڈرایا گیا ہے مگر اس سزا یا جرمانہ کے عمل میں آنے کا کوئی طریقہ نہیں معلوم ہوتا اور راجہ کے اہلکاروں اور فوج کے افسروں وغیرہ کو بجز اس بات کے کہ جو کچھ راجہ کا حکم اور مرضی ہو وہ کریں کوئی باقاعدہ قانونی اختیار حاصل نہ ہوتا تھا مگر یہہ یقین ہے کہ راجہ اُن قاعدوں اور قانون کا ضرور پابند ہوتا ہوگا جو خدا کی طرف سے قرار پائے ہوئے سمجھے جاتے تھے اور جو دبدبہ کہ برہمنوں کو راجہ اور اُسکی رعایا پر حاصل تھا اُس سے منو کے مجموعہ کے احکام کو بڑی مدد پہونچتی تھی اور ضرور ہے کہ راجہ اور ظالم حاکموں کی طرح رعایا کی بغاوت کے در سے بھی حد سے باہر قدم نہ دھرتے ہوتے || *

† باب ۷ اشوک ۱ سے لغایت ۱۳

‡ باب ۷ اشوک ۲۱ سے لغایت ۲۶

§ باب ۸ اشوک ۳۲۶

|| ثانوی ذات میں جو ایک سالک سنہ عیسوی نے شروع کا لکھا ہوا ہے اُس میں راجہ کو ظلم کے سبب کانٹوں کے دیوڑ نے تشدد سے اوتارا ہے اور دوسرے سالک میں جسکا نام اوتارا رام اچرتا ہے بڑے راجہ رام نے لوگوں کی فوج سے اپنی محبوب رانی کو بمجبوری سے وطن کیا اسکو ولسن صاحب کی ہندوئی تہذیب کا نام کتاب میں دیکھو

راجہ کے سندانس پر پہنچانے جانے سے پہلے غرض یہاں کی ٹہنی ہی کہ وہ ظلم اور تعدی کی روک تھام کرے اور بد اعمالوں کو سزا دے " سزا جتنی دھتی ہی جب کہ پھر والے سر جاتے ہیں " اگر راجہ سیاست نکوے تو زیر دست کمزور کو اسطرح بھون کر کھا جائے جیسے مچھلی کو سیخ پر " اور کوئی شی کسیکی ملکیت نہ رہے اور ہر ادنیٰ ہر اعلیٰ کے تباہ و برباد کر دے " †

راجہ کے غرض عموماً یہ یہاں کیے گئے ہیں کہ وہ اپنی قوموں میں عدل و انصاف کرے اور غیر ملکی دشمنوں کے ساتھ سخت سزا اور سیاست سے پیش آوے اور دوستوں کے ساتھ تعلق نہ برتے اور بھمنوں پر شفقت رکھے ‡ اور برہمنوں کے ساتھ ادب سے پیش آوے اور خدا اور دلجمعی کی باتیں انہیں سے سیکھے اور انصاف اور تدبیر مسلمات اور عام معرفت اور علم الہیات بھی انہیں سے سیکھے اور رعایا سے فن کشناری اور تجارت اور اور عمدہ فنون یاد کرے § اور حظ نفس اور غطا و غضب اور نااہلی سے آپ کو بچائے رکھے *

انتظام حکومت

راجہ سات شخص وزیر یا مشیر رکھے (معلوم ہوتا ہے کہ یہ چھتریوں میں سے ہوتے ہونگے) اور ان سب پر ایک عالم برہمن کو ممتاز رکھے جسپر کامل اعتماد اور بھروسہ راجہ کا ہو اور افسروں کو بھی معزز کرے جنہیں سب سے معزز وہ ہوتا تھا جسکو ایلچی کہا کرتا تھا عوامی دانست میں اس شخص کو غیر ملکی معاملات کا وزیر سمجھا جاتھا یہ شخص اور افسروں کی طرح عالی خاندان اور دانا اور تیز فہم اور برا لفظ اور دیانتدار اور ہو دل عزیز اور چست و چالاک اور ملکوں اور زمانہ سے واقف اور

† باب ۷ اشلوک ۱۴ سے لغایت ۲۶

‡ باب ۷ اشلوک ۳۲

§ باب ۷ اشلوک ۳۴

مخصوصاً اور نصیح ہو اور فوج کا بندوبست وائل سپہ سالار کے اختیار میں ہو اور سیاحت اور سزا دہی حاکم عدالت کے اختیار میں ہو اور خزانہ اور ملک کا انتظام خود راجہ کی ذات پر منحصر رہے اور جنگ اور صلح غیر ملکی معاملات کے وزیر کے فیض میں رہے اس میں کچھ شک نہیں کہ ان سب محکموں کی نگرانی راجہ خود کرنا نہایت پسندیدہ نہ تھی بلکہ اکثر کام سے ٹھک جاتا تو کسی اپنے وزیر اعظم سے یہ کام لے کر اپنے اختیار رکھتا تھا اور اپنی قلمرو کا انتظام بہت سے افسروں کے ذریعہ سے اس طرح ہو کرے کہ ایک ایک قصبہ اور گاؤں پر حاکم مقرر کرے اور انہیں دس دس قصبوں کا حاکم اور انہیں سو سو گاؤں اور قصبوں کا حاکم اور انہیں ہزار ہزار گاؤں اور قصبوں پر حاکم مقرر کرے ان تمام حاکموں کو راجہ مقرر کرے اور وہ سب جرموں اور سزائی کی اطلاع اپنے حاکم بلا دست کو کیا کریں اور ہو گاؤں یا ایک قصبہ کے حاکم کو اس کی خدمت کی عہدہ میں وہ شاہ و خدوہ اور چیزیں ملے کریں جنکی پڑنا اس گاؤں یا قصبہ سے راجہ مستحق ہو اور دس گاؤں یا قصبوں کے حاکم کو دو سال کی زمین اور سو گاؤں یا قصبوں کے حاکم کو ایک چھوٹے گاؤں کی زمین اور ہزار گاؤں کے حاکم کو ایک بڑے گاؤں کی زمین ملے گی ۔

اور یہ سب حاکم بڑے دی رتبہ اور صاحب اختیار گورداروں کی نگرانی میں رہیں اور ہر بڑے قصبہ یا شہر میں ایک گوردار رہے اور وہ ان تمام خزانوں اور بد استعمالوں کا انسداد کیا کرے چوروں قلع کے حاکم بالطبع مائل ہوتے ہیں اور ملک کے موسم بلقاعا فوج کے ہوتے ہوئے رہے

۱ باب ۷ اشوک ۵۳ سے لے کر ۶۹

۲ باب ۷ اشوک ۱۳۱

۳ وہاں صورت یعنی ایک گائیں کی خدمت کا معارفہ رہے توہرا توہرا کا حصہ ہوتا تھا جو اب بھی پڑھانوں کو ملتا ہے اور پانی نہیں سرورنوں میں جو کانوں اٹکھتا تھا اُسے سے زمین کی پیدار کے اُس حصہ کے وہ مستحق ہوتے تھے جو راجہ کا یا تنہی ہوتا تھا

۴ باب ۷ اشوک ۱۱۹ سے لے کر ۱۲۳

ایک ایک گروہ بوج کا ایک ایک حصہ ملک میں رہے جیسا امور
نہایت عمدہ شخص ہو یہ ضرور نہیں کہ اس کے ضلع کی حدیں ملکی
ہائم کے ضلع کی حدوں کی مطابق ہوں *

مختاصل کا بیان

ہو قسم کی کاشتکاری کی پیداوار کا وہ حصہ جو راجہ کا حق ہو اور
تجارت کے محصول اور خوردہ فروشوں اور اور دکانداروں پر پورا پھوڑا
سالانہ محصول اور پیشہوروں سے ایک مہینے میں ایک دن کی پیکار ملک
کا مختاصل ہوتا ہے † سوداگروں کے مال پر اس کی اصل قیمت اور وہ
خرچ اور خالص منافع کے لحاظ سے محصول لگانا چاہئے محصول کی شرح
یہ ہے کہ موبیشوں اور چواغرات اور سونے چاندی پر جو سال بھر میں
سومایہ پر بڑھ اسکا پینچاسواں حصہ محصول ہو اور لڑائی کے وقت میں
بیسویں حصہ تک زیادہ کرنے کا مضائقہ نہیں اور غلہ میں بارشوں یا
آلوداں یا چھٹا حصہ (بموجب زمین اور اس کی کاشت کی محنت کے)
مقرر ہو ‡ اور ضرورت میں اس کی بھی چوتھائی تک بڑھالینے میں تیر
نویں تمام سوکاری مختاصل میں بھی ایک ایسی رقم معلوم ہوتی ہے جو
سب سے بڑھ کر ہو اور درختوں اور شہد اور خوشبوؤں اور گوشت اور اور
بہت سی قدرتی پیداواریں اور مصنوعی چیزیں جو سال بھر میں ترقی
پکڑیں ان کی خالص ترقی کا چھٹا حصہ محصول قرار دیا جائے §
اور ہر ایک بیع و شرا کے منافع پر بمطابق فیصدی دس روپیہ سوا
کا حق ہے || لوارٹ مال و منافع کا بھی راجہ ہی مالک ہوتا ہے اور تمام
وہ مال بھی جیسا مالک موجود نہ ہو تبیں بار اشتہار دینے کے بعد اگر کو

† باب ۷ اضلوی ۱۲۷ و ۱۲۸

‡ پرتھویس میں جو لفظ ہیں انکو کسی لاکہ منس نے اصل میں پر زائد
کر دیا ہے *

§ باب ۷ اضلوی ۱۲۷ لفاظ ۱۲۲

|| باب ۸ اضلوی ۳۹۸

ہوس کی اندر اندر وہ نہ آجائے راجہ کا ہو جانا ہی † اور راجہ علاؤ الدین
کانوں کے چوڑے خاص قبضہ میں ہوں اور تمام معدنیات کے نصف کا
حقدار ہوتا ہی ‡ اور معلوم ہوتا ہی کہ بعض قسم کے اسیابوں میں یہ
حق بھی راجہ کا ہوتا تھا کہ جب تک اُنکے خرید کرنے سے وہ انداز نکوے
کوئی خرید نہ کر سکے §

کہا گیا ہی کہ منو کے منجورہ میں علاؤ الدین علاؤ الدین کے چوڑے ہونے
راجہ کو کل ملک کی زمین کا مالک بھی نہ پایا گیا ہی اور اسات کا
نیوٹ باب ۸ اشلوک ۳۹ سے جس میں راجہ کو زمین کا اتنی درجہ
کا مالک قرار دیا ہی اور باب ۸ اشلوک ۲۳۳ سے بھی جس سے پایا جاتا
ہی کہ زمین کا مالک اگر کاشت کرنے تو راجہ اُس سے ہار ہوس کر پاتا
ہوتا ہی ایسا جواب یوں دیا گیا ہی کہ پہلے حوالہ کی تردید باب ۷
کے ساتویں اشلوک سے جس میں راجہ کو دریاؤں اور اسیابوں کا مالک
بیان کیا گیا ہی ہوتی ہی اور دوسرے حوالہ کو معصوم نہیں مانا جاتا
ہی اگر وہ معصوم بھی ہو تو اُس میں صرف یہ مصیبت ہوگی کہ
راجہ زمین کے مالک کی غفلت کے سبب سے اپنے حصہ سے معصوم ہو
علاؤ الدین کے ایک اور مقام پر باب ۹ اشلوک ۲۲ سے راجہ کا دوسری بار
کیا ہی یعنی اُس میں لکھا ہی کہ زمین کا مالک وہ ہی جسے جنگل لانا
اور منسور اسکی اسطرح تشریح کرنا ہی کہ جسے زمین کو صاف کیا اور
اُس پر کاشت کی لیکن نصفہ اسیات پر ہی کہ جب راجہ کا حصہ ایک
چوتھائی یا ایک چھٹا قرار پاچھا تو باقی نہیں چوتھائی یا پانچ چوتھ
حصوں کا مالک کوئی اور ہوگا جسکی زیادہ تر اُس زمین سے غرض متعلق
ہوگی † مگر یہ معصوم بات ہی کہ اس منجورہ میں دیا گیا ہے زمین

† باب ۸ اشلوک ۲۱۱

‡ باب ۸ اشلوک ۳۰

§ باب ۸ اشلوک ۲۱

† دیا گیا ہے زمین کے مالک ہونے پر جو دلائل ہیں وہ ولس صاحب کی تاریخ
میسور کے حصہ اول کے پانچویں باب میں مندرج ہیں اور تیس میں بھی ہیں اور
مذ صاحب کی تاریخ ہندوستان ص ۱۰۰ انگریزی کی جلد اول کے صفحہ ۱۰۰ میں دا
دلائل جو راجہ کے زمین کے مالک ہونے پر ہیں لکھے ہیں

کے مالک ہونے کی نسبت بہت کم اشارہ کیا گیا ہے حالانکہ بہت سے مورخین پر اس کا ذکر ضرور ہونا چاہیے تھا البتہ صاف صاف یہاں اس بات کا آٹھویں باب میں اشارہ کیا گیا ہے اور باب ۹ اشارہ ۴۹ و ۵۱ سے لغایت ۵۳ میں یہ بات سمجھنے والے سے ثابت کی گئی ہے کہ ایک شخص کا بیٹا دوسرے شخص کی زمین میں بونا گیا ہے اور باب ۳ اشارہ ۲۳۰ و ۲۳۳ میں زمین کے حق اور وقف کرنے کا ذکر اس طرح پر کیا گیا ہے کہ لوگوں کو زمین کے بخشنے کا حق تھا مگر ان دنوں آخر کے تقروں نے یہ بھی معنی سمجھنے جاسکتے ہیں کہ زمین کی ملکیت کا حق صرف راجہ یا کل گاؤں کو حاصل تھا اس مجموعہ میں ورثہ کے تقسیم اور زمین کے قواعد اور جلا وطنوں کی ملکیت کے احکام اور لوگوں کی دولت کے بدل میں جو قسم کی ملکیتوں کا ذکر ہے مگر زمین کا مطلق ذکر نہیں اگر باب ۸ کے اشارہ ۲۶۲ سے ۲۶۵ تک کی سند نہ ہوتی جس کا اوپر ذکر ہوا تو ہم ضرور یہ سمجھتے کہ زمین گاؤں والوں کے آپس میں تقسیم نہی جیسا کہ اب بھی ہندوستان کے بہت سے مقاموں میں ہے اور یہی قاعدہ شاید عام ہو گا اور لوگوں کو گاؤں میں کی وقف زمینوں میں سے یا راجہ کے حصہ ہندوؤں میں سے انعام و اکرام ملتا تھا * ۔

دربار کا بیان

راجہ کو ہدایت کی گئی ہے کہ اپنی راجدھانی اپنے ملک میں سے ایسے مقام پر قرار دے جو نہایت زرخیز اور سرد و سرداب ہو اور اس تک متعلقہ کی رسائی مشکل ہو اور حملہ کرنے والوں کو رسد نہ ملے اور اپنی گدھی کو سپاہیوں اور فوجیوں سے ہمیشہ معمور رکھے اور آسمان پر بچھا بیج میں اپنا محل نہایت شاندار اور ایسا مستحکم بنائے کہ آسمان بھی دشمنوں کے حملہ سے ہڈا نہ سکے اور درختوں اور چشموں

سے سر سبز و شاداب رکھے اور ایک ایسی رانی پسند کر لے جو مہلی
 خاندانی اور حسن میں شہرہ آفاق ہو اور گھر کا پرہیز منور کرے +
 راجہ رات کے پچھلے پہرے اوتھکر بلدان اور پوجا بات کر کے ایک عمدہ
 اور نفیس دیوان خانہ میں دربار کرے اور اپنی رعایا پر مہربانی اور شفقت
 کی نظر رکھے اور بعد اسکے کہیں جنگل میں درختوں کے چھومت میں
 یا پہاڑ وغیرہ کی کسی بلندی پر جہاں کسی نیو کا گذر ہو اپنے مستوروں
 کو جمع کرے اور بولندوالے جانوروں اور تورتوں کی بھی احتیاط رکھے اور
 ورزش اور اشنان کر کے اپنے خاص کمرہ میں لیٹا لیا جائے اب اس وقت اور
 ادھی رات کو اپنے گھر کے انتظام اور اپنے بیج کے نوکیروں کی سورتی و صفائی
 اور اپنے ذاتی کاموں کو انجام دے + اسکے بعد کچھ تدبیریں منع ہو کرے
 بعد ۲۵ بج کا ملاحظہ کرے اور دس چھپے منظمی فرم جسکو سندھیا کہتے
 ہیں ادا کر کے قاصدوں کے کافذات سنے اور اس کام سے فارغ ہو کر اپنے خاص
 خلوتخانہ میں رات کا کھانا کھا کر کچھ دیو رقص و ساج سے دل بہلا کر
 آرام کرے * +

مگر یہ معقول اور خوشنما سلسلہ ہر اوقات کا ان بہت سی احتیاطوں
 سے توڑا گیا ہی جنکے سبب سے ابتدا کے بادشاہوں کے تمام خطا و لغزشوں میں
 خلل پڑتا ہے چنانچہ بیہ ہدایتی کی گئی ہیں کہ: اچھ کی رسومی بہایت
 معتمد آدمی پرورسا کریں اور کھانے کے ساتھ ہی رگو کی دیم کو نوبالی دیا
 بھی موجود رکھا کرے اور جبکہ وہ اینچوروں کو دربار میں بلاے یا کسی اور
 موقع پر ملاقات کرے تو مسلح ہو خالی ہاتھ نہ لے کر اپنے محل کی
 خادسہ اور چھوکیروں کی اس اندیشہ سے نفس لیا کرے کہ آئندہ پاس
 کچھ ہتھیار پوشیدہ نہ رکھے ہوں غرض کہ اندر دایرہ اسکو ہمیشہ اپنے دشمنوں
 کی سازشوں سے ہوشیار رہنا چاہیئے اس منجمدہ کے اس باب حکومت میں

+ باب ۷ اشوری ۲۹ لغایت ۷۸

* باب ۷ اشوری ۱۳۵ لغایت ۱۵۱

* باب ۷ اشوری ۱۱۶ لغایت ۱۲۲

میں بہت سے قواعد اور ملکی معاملات کے ہیں کہ کس طرح غور ملکوں کے ساتھ پیش آنا اور کس طرح جنگ اور صلح کرنا چاہئے اور یہ سب باتیں اُن بہت سی دلیلوں کے ثبوت سے جنسے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان نہایت قدیم زمانہ میں بہت مختلف چھوٹی چھوٹی سلطنتوں میں منقسم تھا اور نیز اُن آثار کے سبب سے جنسے معلوم ہوتا ہے کہ لوگ نہایت راجہ اور بس دلچسپ ہیں مثلاً لکھا ہے کہ راجہ اپنی حضرات نہایت ہوشیار اور چوکنا رہنے اور ساز و سامان درست رکھنے سے گئے کہیں دغا اور فریب کلم میں نہ گئے کوئی کام نہ کرے کہ دیکھو کہ دشمن کے ٹالنے کی چار تدبیریں ہیں اول تو کچھ نذر و نیاز دینا دوسرے اُسکے رفیقوں میں ہوت ڈالنا دینا تیسرے خط کتابت سے صلح کر لینا چوتھے بدرجہ مجبور کرنا کہتے ہیں کہ عتلا پچھلے دونوں طریقوں کو ترجیح دیتے ہیں ا راجہ اپنے نہایت قریب ہمسایوں اور اُن راجاؤں کو جنسے صلح ہو دشمن سمجھے اور اُسے بعید کے رھنوالوں کو دوست اور اُسے بھی بعید کے راجاؤں کو نہ دوست نہ دشمن یہ بات قابلِ اطلاع کے ہے کہ مشکلوں کے دفعہ کی جو تدبیریں بنائی گئی ہیں انہیں اپنے آپ سے قوی سلطنت کی پناہ چاہنا عمدہ تدبیر ہے || مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس پناہ لینے میں اُس سلطنت کا بالکل مطیع اور فرمانبردار ہو جانا ہوتا تھا اور جس موقع پر آخر میں اس پناہ کا ذکر کیا گیا ہے وہاں راجہ کو یہ عداوت ہی گئی تھی کہ اگر وہ اس پناہ کو اپنی نسبت کوئی برائی سمجھے تو باوجود سخت مصیبت کے اور ضعیف ہونے کے دشمن کے مقابلہ پر بلا خوف و خطر سخت لڑائی میں مسلسل رہے * سلطنت کے غیر ملکی امور اور لڑائی کے

+ باب ۷ اشوک ۱۰۳ و ۱۰۴

+ باب ۷ اشوک ۱۰۱

۵ باب ۷ اشوک ۱۹۱

|| باب ۷ اشوک ۱۹۰

* باب ۸ اشوک ۱۶۵ و ۱۶۶

کار و بار میں جاسوسیوں کی اشد ضرورت ظاہر ہو گئی تھی جو لوگ اس کام پر طرح طرح کے ماسور ہوں انکے ذرا ذرا اوصاف لکھ گئے ہوں چنانچہ ان ہی میں سے بعضے قسم کے اب بھی ہندوستان میں ہوتے ہیں انہیں سے کچھ تو متغنی چالاک دھوکا دینے کے لئے بڑے بوجاریوں کی صورت بنائے دیتے ہیں اور کچھ مصیبت زدہ باشندے اپنی حالت میں رہتے ہیں اور کچھ خراب خستہ سوداگر کے لباس میں ہوتے ہیں *

لڑائی کا بیان

لڑائی کے قواعد بہت سیدھے سادے ہیں اور ہر قوم نے جو انکو لیا ہے اسلامیہ انہیں وہ خوبی نہیں پائی جاتی جو اصل ہندوستانیوں سے ظہور میں آتی ہے اور انکے سب سے ہندوستانی منہا اس لڑاکو کشی کا قاعدہ یونانی جمہوری سلطنتوں یا روم کے ابتدائی قاعدہ لڑاکو کشی سے مشابہ ہے اور یہ قاعدہ بہ نسبت ان بڑے بڑے ظلموں کے جو اصل ہندوستان میں موجود ہیں بہت چھوٹے چھوٹے ظلموں کے قافی اور مناسب معلوم ہوتا ہے *

لکھا ہے کہ جب فصل ربیع نکلتی ہے جب راجہ چڑھائی کر کے سدھا دشمن کی دارالضمانت پر جاوے اور ایک اور مقام پر لکھا ہے کہ ایک قلعہ کے اندر سر آدمی محافظ دس دس دشمنوں کے مقابلہ کے واسطے کافی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ معاصرہ کا تو ذکر کیا ہی حملہ کی تدبیر و فن میں بھی پناہ لینے کے فن سے نہایت کمی تھی اور اگر دشمن مقابلہ نکرے تو راجہ انکے ملک میں اس وقت تک ٹوٹ کھسکتا کرتا رہے اور انکے سرداروں سے سازش کرے کہ دشمن معذور ہو کر اس سے ایسی لڑائی لڑے جو انکے حق میں مفید ہو † اور بہتر یہ ہے کہ انکو ایسا لالچار کرے کہ اطاعت کے عہد و پیمان کر لے اور پھر اس سوار اور پیادے دونوں

* باب ۷ اشوک ۱۵۳

† باب ۱ اشارہ ۱۱۱ تا ۱۲۰

قسم کے سوا ہی ہوتے تھے اور سوار اور پیادے دونوں تیز و کھل اور ذکاوت و توانا
باندھتے تھے اور لڑائی میں ہاتھی بہت کام دیتے تھے اور صوبے وقت ملک
بھی ہاتھی اور رتھ فوج کا بڑا حصہ ہوتے تھے *۔

فوج کے کوچ کرنے اور لڑنے کے مختلف ناموں سے اس مجموعہ میں
کچھ کچھ بیان کیے گئے ہیں راجہ کو ہدایت کی گئی تھی کہ اپنی فوج
میں مغربی ہندوستان کے آدمیوں کو نوکریوں کے واسطے رکھے اور اب بھی جو انہوں
ہوتے ہیں اپنی فوج کو راجہ اپنی سرکاری دینا کو دلدار کرتے اور صف
آرائی کے وقت مستحضر اور بڑے کام کی گفتگو سے ایک دل بڑھانے غنیمت
کا مال جو لوگ بھی اُسکا مالک ہو اور اگر بہتیت مسجود ہی ہاتھ آئے تو
فوج پر تقسیم کر دیا جاوے + لڑائی کے قانونوں سے معجز اور استائیت پائی
جاتی ہی چنانچہ زہر کے بیجے ہوتے اور آتشوں کی دھواں لڑنے کی ممانعت
ہی اور بہت حالتوں میں دشمن کو برباد کرنا ہوگا چاہئے نہیں مگر
لوگ مسلح نہوں یا زخمی ہوں یا جنگے ہتھیار ہتھیار ہو گئے ہوں اور وہ اپنے
آپ کو حوالہ کر دیں اُن سب کو امر دینی چاہئے اور ممانعتوں میں اس
سے بھی زیادہ جو انہوں نے پائی جاتی ہی چنانچہ کہوے یا رتھ کے سوار
کو چاہئے نہیں کہ پیادہ پر حویہ کرے یا جو شخص نہاک کر ہتھیار گیا ہو
یا دوسرے سے لڑ رہا ہو یا بھاگتا ہو اُسکے بھی مارنا درست ہے +۔

ملک مفتوحہ کا بندوبست بھی ایسی ہی عمدہ دیکھی گئی اصولوں
پر مبنی ہی چنانچہ اشعار کے ذریعہ سے نو اُستادگی اور حفاظت کا
رعایا کو یقین دلانا چاہئے اور اُس ملک کے جو قوانین اور مذہب ہوں
انکی رعایت اور پاس و لحاظ لیا جاوے اور جس قدر یہ زمین ہو جاوے
کہ مفتوحہ قوم اعتماد کے قابل ہی اُسکے قدیم خاندان شاعری میں سے
ایک شخص کو راج گدی پر بٹھائے اپنی سفید حکومتوں میں شمار کر لیا

+ باب ۷ اشاری ۹۶، ۹۷

+ باب ۷ اشاری ۲۰۱، ۲۰۲

چاوت † یہ بات قابل اطلاع کے ہی کہ راجہ کے ذاتی نوکروں کی تنخواہ تو ذرا ذرا تفصیل وار بیان کی گئی ہی مگر فوج کی تنخواہ کی نسبت یا اسکی پرورش کے کسی ذریعہ کی نسبت ایک حرفہ بھی نہیں کہا گیا اس زمانہ کی ہندو قوم کے طریق کے دیکھنے سے یہ قیاس ہوسکتا ہی کہ فوج کی پرورش سرداروں کو جاگیروں میں اراضیات مقرر کرنے سے ہوتی ہوگی اگر یہ طریق اسوقت میں جب کہ منو کا مجموعہ بنا مروج ہوتا تو گو کوئی قاعدہ ان سرداروں کی حاضر باشی اور آسانی جاگیروں پر راجہ کے اختیار کی مقدار باقی رہنے نہ رہنے کے لئے مقرر ہوتا مگر یہ ممکن نہ تھا کہ ملک کے اندرونی بندوبست میں ان سرداروں کے ایک بڑے گروہ کا کچھ تذکرہ نہوتا یہ ہوسکتا ہی کہ ہر ایک - یعنی کو علیحدہ علیحدہ زمین دیدینے سے جیسے کہ جنوبی ہندوستانی میں (جہاں مسلمانوں کا بہت کم گنر ہوا) اب بھی رواج ہی تنخواہ دینجانی ہو اس رائے کی اس بات سے بھی کچھ استعانت ہوتی ہی کہ ملکی کاروبار کے اموروں کو بھی جاگیروں کے ذریعہ سے تنخواہ دینجانی نہی ‡ اور ایک مقام سے معلوم ہوتا ہی کہ سلطنت تقسیم نہیں ہوتی یہی مانہ راجہ کے ایک بیٹے کو غالباً بموجب ہندو قانون کے اُس بیٹے کو جسکو اُسکا باپ نہایت لائق سمجھتا تھا پرورنچتی تھی *

† باب ۷ اشٹک ۱۰ ندرت ۱۳

‡ دیکھو باب ۷ اشٹک ۱۱۴ نو جسنام حوالہ دیجئے ہیں

تیسرا باب

عدل و انصاف کے بیان میں

عام قاعدے

حکم ہے کہ راجہ خود بوجھنوں اور اور مستوروں کی استغاثت سے دادرسی کرے + یا اس کام کو ایک ایسے بوجھن کی سپرد کیا جاوے جسکے تین اور معلوم مندگار سرکاری پنج ہوویں + اور مقدمات سیاست یعنی فوجداری کے لئے کوئی خاص انتظام نہیں کیا گیا لیکن قوانین کے عام منشاء سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ نسبت معاملات دیوانی کے راجہ زیادہ فوجداری پر مروجہ رہا کرے *

منو کے مجموعہ میں اُن مقاموں کا جن میں دادرسی کی جاوے کچھ ذکر نہیں ہوا ہے اسلیئے یہ قیاس ہو سکتا ہے کہ اُن آبادیوں میں جو راجہ دعائی سے فاصلہ پر ہوتے ہونگی راجہ کی طرف سے نیابتاً کوئی حاکم عدالت کا کام کرتا ہوگا + راجہ ایسے قرضہ کی حالتوں میں جسکی

+ باب ۸ اشوک ۱ و ۲

+ باب ۸ اشوک ۱ و ۱۱

کی یہ بات جسکا ذکر ہوا مندروں کے قدیم طریقہ کی رو سے جو اور کتابوں میں مذکور ہے غیر محقق ہے کیونکہ اُن کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ راجہ ملک کے خاص خاص مقاموں میں منصف قائم مقرر کرتے تھے اور تین قسم کے پنچایتوں کا بھی قانون تھا جو اُن منصف حاکموں کی تجویز سے بنتے تھے اول برادری کے لوگوں کی پنچایت دوسرے ہمیشہ لوگوں کی تیسرے قوموں کی پنچایت ہوتی تھی اول پنچایت کا اپیل دوسری کے روبرو اور دوسری کا اپیل تیسری کے روبرو ہوتا تھا اور اُن سب کا اپیل ضلع کی عدالت میں ہوتا تھا اور ضلع کی عدالت کا راجدعائی کی اعلیٰ عدالت میں اور اعلیٰ عدالت کا اپیل خود راجہ کے دربار میں ہوتا تھا جیسے راجہ کے وزیر اور منصف اور راجہ کے گرو ہوتے تھے انچہ یہ سب مشیر راجہ کے راجہ کو صلاح دے سکتے تھے مگر تصفیہ صرف راجہ ہی کی رائے پر منحصر ہوتا تھا لیکن اس سرشتہ کے کمال کا زمانہ صحیح بیان نہیں کیا گیا۔ کولبروک صاحب کی تحقیقات ہندو راجاؤں کی عدالت کے باب میں جو رائے ایشیاٹک سوسائٹی کی جلد دو صفحہ ۱۶۶ میں مندرج ہے

تہتقیقات کے بعد خود مدعا علیہ قبول کر لے فیصدی پانچ روپیہ ہائیڈا مستحق ہوتا تھا اور اور سب ایسے مقدموں میں جنہیں مدعا علیہ انکار پر مستقل رہے اور عدالت میں دعویٰ مدعی کا مستحق ثابت ہو فیصدی دس روپیہ راجہ کا حق ہی + غالباً یہہ فیس حکام مجوز لیتے ہوئے جسے سب سے اُس قانون میں کچھ خلل نہیں آسکتا جیسا یہہ مفہوم ہی نہ ہو ہمیں کسی خدمت کی عوض میں کچھ اجرت یا تقاضا نہ دیوے حکام مجوز تہتقیقات کے وقت فریقین اور گواہوں کے چہرے اور اشارے اور غور ظہم کی طرف اچھی طرح دھیان لگائے رہوں اور ظہم کے رسم و رواج اور قوموں کے خاص قانون اور کنہوں کے خاص قاعدوں اور سوداگروں کے دستوروں کا پاس و لحاظ رکھیں اور جو اصول کہ پہلے حاکموں نے قائم کیے ہوں بشرطیکہ رسم و رواج وغیرہ کے خلاف نہ ہوں اُنکے ہی بموجب استعمال خصوصیات کریں راجہ اور اُسکے مانتھت حاکموں کو چاہیے کہ ایسی حرکات و سکنات نہ کریں جنسے لوگوں میں جھگڑے قصہ بڑھیں اور جو مقدمہ حسب ضابطہ دائر ہوا ہو اُسکے فیدل کرنے میں سستی نہ کریں + جو راجہ رعایا سے اُنکی نگہبانی اور حفاظت بخوبی نکرے مصلحت وصول کرنا ہی وہ ایک نہایت بڑے سخت مجرموں میں شمار کیا جاتا ہی + راجہ کو ہدایت کی گئی ہی کہ جو لوگ ایسے فالتی ہوں جو غصے سے بھرے ہوں اُنکی اور بیمار اور بوزھے آدمیوں کی سخت تلامی اور درشتی کی برداشت کرے || اور یہہ بھی اُسکو تاکید کی گئی ہی کہ کوئی مقدمہ بدوں مشورہ قانون دان لوگوں کے اہلی ہی رائے سے فیصلہ نہ کرے * اور اسباب کی بھی بہت ممانعت راجہ کو کی گئی ہی کہ جس

+ باب ۸ اضلوی ۱۳۹

+ باب ۸ اضلوی ۳۱ لغایت ۳۶

+ باب ۸ اضلوی ۳۰۷

|| باب ۸ اضلوی ۳۱۲

* باب ۸ اضلوی ۳۶۰

امور کا ایک مرتبہ قانون ہی ہو سے تصفیہ ہو چکا ہو اُس میں ہر دست اندازی نکرے + اور مقدموں کی تحقیقات میں ضابطہ کا پابند رہے * †

قانون سیاست

قانون سیاست سخت اور ایسا جاملانہ ہے کہ منور کے مجموعہ کے اُس حصہ کے دیکھنے سے جسمیں اسکا بیان ہی اور مذہبی کفارے معلوم ہونے سے طبیعت پر ایسی بری تاثر ہوتی ہے جو اور قواعد کے دریافت کرنے سے قدیم ہندوؤں کی لیاقت کی نسبت ہرگز نہ ہوتی مگر وہ قانون بھیجے اُن حالتوں کے جن میں خدایات باطل یا ذات کے تعصبوں کا دخل ہی غایت درجہ کا سخت نہیں اگر کسی موقع پر سزائیں نہایت سخت ہیں تو کسی دوسرے موقع پر نہایت نرم بھی ہیں جسم کے اعضا کا کٹنا مخصوص مادہ کا جیسا کہ تمام ایشیا کے قوانین میں داخل ہوتا ہے اس قانون میں مندرج ہے جو مجرم برہمنوں کی نسبت جرم کرتے ہیں اُنکی سزاؤں میں سے ایک سزا زندہ جلا دینا ہے لیکن اکثر اور تمام قدیم قوموں کے قوانین کی نسبت ہندوؤں کے قوانین کو اس بات کی عزت ہے کہ گواہوں اور اُن لوگوں سے جنہو جرم لگایا گیا ہو بھیجے اور جسمانی ایذا دیکر جرم کا اقرار نہیں لیا جاتا ہے اس قانون میں جو ایک بد نظمی اور بے ترتیبی پائی جاتی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ قانون قدیم زمانہ کے طریق سے اخذ کیا گیا ہے اس مجموعہ کی تالیف کے وقت اُس میں اس قانون کا داخل ہونا اسباب کا ثبوت ہے کہ لوگوں کی حالت بشری ترقی پر نہ پہنچی تھی اگرچہ یہ غالب ہے کہ اُسکے بعض حصوں کو ابتدا ہی میں بہت سے معقول قاعدوں سے بلا سم ترمیم کیا گیا ہے جیسا کہ اب بھی ہندوؤں کے ملکوں میں ہوتا ہے کہ قدیم قاعدوں کے بجائے بعض معقول قاعدے اختیار کر لئے جاتے ہیں اور اُس میں کچھ شبہ نہیں معلوم ہوتا کہ یہ خونریز سخت

قانون جو مذہب اور پوجاریوں کی طرفداری سے اُس برہمن مصنف نے اپنے خیال میں قانون کی تکمیل سمجھ کر داخل کیا ہے اُس کو کئی چھتری راجہ کاربند نہوتے ہوئے تھے * †

اُس قانون میں سزائیں اگرچہ فی نفسہ کچھ بہت سخت نہیں مگر ہمیشہ کے جرم کے مناسب نہیں معلوم ہوتی ہیں اور اکثر ایسا گول گول یا کبھی کبچہ اور کبھی کبچہ بیان کیا ہے کہ مجرم فی بد نعتی سے فتویٰ بالکل مستند رہنا چاہتا ہے اور یہ دواؤں بھاری مصنفہ دلیل مثالوں سے ثابت ہیں پوجاری کا قتل اور تپا پنا اور پوجاری کا سوا چورانا اور عورت کا اپنے حقیقی باپ یا دھرم کے باپ سے رنا تو اس سے سب جرم ایک قسم میں داخل ہیں اور ایک ہی سزا ان سب کے لئے مقرر ہے ‡ اور وہ سزا اول تو یہ بیان کی گئی ہے کہ پریشانی پر داغ دینا اور چلا وطن کرنا اور انسانوں کی مصیبت سے بالکل خارج کرنا بشرطہ کہ اُس جرم کا کفارہ دیا جائے جیسے پریشانی پر داغ دینے کی عوض میں ایک بہت بڑا جرمانہ دینا پڑتا ہے اور یہ سزا ہر فرد کے ساتھ متعلق ہے مگر اسکے بعد ہی یہ ہدایت کی گئی ہے کہ اگر پوجاری مجرم ہو اور کفارہ ادا ہونا قرار پائے تو وہ اوسط جرمانہ ادا کرے اور اپنے مال و منافع اور کنبد سے محروم نکلا جاوے گا چنانکہ حکم یہ ہے کہ اور فرد کا آدمی بالارادہ جرم کرنے کی صورت میں بعد دینے کفارہ کے بھی سزائے موت کا سزاوار ہوتا ہے || *

† کتاب ٹائیکارٹ میں جو ایک نہایت قدیم سانگ سے عیسوی کے شروع کا لکھا ہوا ہے یہ لغو عزت برہمنوں کی اُس سے بالکل ثابت نہیں ہوتی چنانچہ راجہ ایک برہمن کی نسبت جیسے قتل کا جرم ثابت ہوا سوتی دینے کا حکم دیتا ہے اور اگرچہ بعد اُس کے رعایا نے بغاوت میں کامیاب ہوا اور راجہ کو تختہ پو سے اُتار دیا اور برہمن کی بے گناہی ثابت ہوئی مگر راجہ کے ذمہ کوئی الزام اسباب کا نہیں لکھا گیا کہ اُس نے منور کے قانون کے خلاف عمل کیا

‡ باب ۹ اشلوک ۲۳۵

§ باب ۹ اشلوک ۲۳۷

|| باب ۹ اشلوک ۲۳۸

اس سے بھی زیادہ بڑا اور مقدمات زنا کی سزاؤں میں اختلاف ہے کسی تہت کے مقام پر یا جنگل میں یا ایسے مقام پر جہاں دو دریا ملتے ہوں کسی غیر عورت سے یا اس کو رونا یا پھول وغیرہ تحفہ میں بھیجنا اسکے اداس اور زبور کو چھوڑا رک ہانک پر بٹھانا مقدمات زنا میں داخل ہیں + مگر سزا ان سب جرموں کی جسم میں ایسی کچھ علامتیں قائم کر کے چلا وطن کو دینا ہی جسے ہنسی اور خجارت ہو + مگر یہ ایک مقام پر یہ صاف صاف بیان کیا ہے کہ زنا کی سزا میں عورت کو کنوں سے ٹوڑا یا جاوے اور مرد کو گوم موے سے چٹایا جاوے § اور ایک اور مقام سے معلوم ہوتا ہے کہ زنا کی بلا پر رعایت ہانسو سے ہزار ہنوں تک جرمانہ کی سزا ہے || البتہ سزا اس شخص کی حیثیت اور قدر و منزلت کے مناسبت سے کم و بیش ہوتی ہے جسکے ساتھ جرم کیا گیا ہو وہاں تک کہ اگر کوئی سیاہی بھی کسی بڑھنی کے ساتھ جو نہایت ہالداں مشہور ہو اور اُسکی نگرانی بھی اچھی طرح کی گئی ہو زنا کرے تو اُسکو خشک گھاس یا سرکنڈوں کی آگ میں زندہ جلانے کا حکم ہے * ان اختلافوں کا صرف یہہ عذر ہو سکتا ہے کہ مولف مجموعہ نے مختلف زمانہ کے قوانین کو لکھ دیا یا مختلف سندوں کے قوانین کو بلا لحاظ اس بات کے مندرج کر دیا ہے کہ انکے آپس میں کیا تعلق ظاہر ہوگا *

قتل کی کوئی علامت سزا نہیں پائی جاتی ایک مقام § سے یہہ معلوم ہوتا ہے کہ قتل اور آتش زنی اور خجارت گوی بہت بڑے جرم ہیں اور جو خفیہ سزائیں اور سزائیں ہر ان کے واسطے بیان کی گئی ہیں

+ باب ۸ اشاری ۲۵۶ و ۲۵۷

‡ باب ۸ اشاری ۲۵۲

§ باب ۸ اشاری ۲۷۱ و ۲۷۲

|| باب ۸ اشاری ۲۶۶ و ۲۸۲ تا ۲۸۵

* باب ۸ اشاری ۲۷۷

‡ باب ۸ اشاری ۲۵۲ تا ۲۵۷

وہ ایسی صورتوں سے متعلق ہیں جنہیں عمداً ان چرموں کا ارتکاب نہوا
 ہو لیکن اسکے بعد جو خاص خاص آدمیوں کا قتل نہایت سنگین + جرم
 قرار دیا ہی تو یہ بات مشتبہ ہی کہ عموماً ان چرموں کی کیا سزا ہی
 چوری کی سزا اگر شی مسروقہ نہایت تھوڑی ہو تو جرمانہ ہی اور جو
 بہت ہو تو ہانہ لانا چاہا ہی اور اگر چور مد مال مسروقہ گرفتار ہو تو
 وہ نہایت سنگین جرم کا مرتکب قرار پانا ہی ! جو لوگ چوری کا سال
 خریدیں یا چور کو پناہ دیں انکے لئے بھی چور کے برابر سزا معین ہی ؟
 یہ بات لحاظ کے قابل ہی کہ خفیف چوری میں اگر برہمن مجرم ہو تو
 شردر کی نسبت آٹھ گنا اسی زیادہ جرمانہ ہوتا ہی اور اسطرح جو فرقہ
 کی قدر و منزلت کی مناسبت سے سزا کم و بیش عونی نہی || اور اگر
 راجہ مرتکب کسی جرم کا ہو تو اسکو ہزار گنا جرمانہ زیادہ دینا پڑتا ہے *
 قزاقی میں اس ہانہ یا ہار کے لئے جانے کی سزا عونی نہی جس سے
 قزاق مرتکب اس جرم کا ہوا ہو اور اگر اس قزاق کا جسمانی ایذا پہنچانا
 بھی ثابت ہوتا تھا تو اور بھی زیادہ سخت سزا دیجاتی نہی اور جو
 لوگ قزاقوں کو پناہ دیتے یا کھانا کھاتے یا ہتھیاروں سے مدد کرتے تھے انکو
 پھانسی کی سزا ملتی تھی بادشاہی فرمانوں میں جعل سازی کرنا بڑے بڑے
 دہزہروں میں نزاع پیدا کرنا اور بادشاہ کے دشمنوں سے سازش کرنا اور عورتوں
 یا بچوں یا ہوجاریوں کو قتل کرنا یہ سب ایک ہی قسم کے جرم قرار
 پاتے ہیں + جو لوگ راجہ کی غلامیہ نانہ مانی کریں یا اسکے خزانہ کو
 لوٹیں یا گھوڑے رتھ وغیرہ سواروں کو چورازوں وہ سب سنگین سزا پاتے
 ہیں اور مندر میں نقب لگانے والے کو بھی وہی سزا دیجاتی ہی !!

+ باب ۹ اشلوک ۲۲۲

+ باب ۹ اشلوک ۲۷۰

§ باب ۸ اشلوک ۲۳۷ و ۲۳۸

|| باب ۹ اشلوک ۲۷۸

* باب ۸ اشلوک ۲۳۶

+ باب ۹ اشلوک ۲۳۲

++ باب ۹ اشلوک ۲۸۰

گتھ گتوں کی سزا اول تو انکی اونکلیوں کا لالٹا اور دوسرے ہاتھ لالٹا تیسرے اور بھی سخت سزا ہی *

چوڑی گواہی کی عام سزا جلا وطن کرنا معہ کسیقدر جرمانہ کے ہی مگر برہمن اس جرم کا مرتکب ہرے تو صرف جلا وطن ہی کیا جاتا ہی † اور جو لوگ کسی بستی ‡ کو لٹے دیکھیں اور غارتگوں سے اُسکو نہ بچائیں یا کوئی پستہ دیوار وغیرہ ہمارہ کی چیز کو توڑنے والوں کے ہاتھ سے بچانے میں مدد نہ کریں اور شاہ راہ عام کے قزاقوں کے دمع کرنے میں کوشش نہ کریں اُنکو بھی جلا وطنی کی سزا دیجائے جو سرکاری چوکیدار چوروں کو گرفتار یا اُنکا مقابلہ نہ کریں اُنکو بھی چوروں ہی کی طرح سزا ملے § ہمار باز اور جوٹے کا ہر رکھنوالے جسمانی سزا ہاتے ہیں || اکثر جرموں کی سزا جرمانہ ہی ہی اگرچہ بعض وقت اور قسم کی بھی سزا دیجاتی ہی اور کسی جرمانہ کی تعداد ہزار پنے سے زیادہ اور دھائی سو سے کم نہو * ہتک عزت کی سزا اور سب کے لئے اسی قسم کی ہی مگر شودر کے اس جرم میں کوزے مارے جاتے ہیں مگر یہ غور کرنیکے قابل ہی کہ شودر کی عزت بھی جرمانہ کی سزا دینے سے محفوظ رکھی گئی ہی گو برہمن ہی کیوں نہ اُسکا ہتک کرے اُسکو بھی جرمانہ کی سزا دیجائیگی † *

قروں کی سزاؤں میں سے بد زبانی یعنی دشنام وغیرہ کی سزا میں بہت سا اختلاف ظاہر ہوتا ہی مگر اس سے بھی قریب یافتہ طبیعت

† باب ۸ اشلوک ۱۲۰ لغایت ۱۲۳

‡ باب ۹ اشلوک ۲۳۷ اگر اس قانون سے غیر ملکی دشمن مراد نہیں ہی تو اس سے ثابت ہوتا ہی کہ قزاقی جو لالٹا مشہور ہی اُسوقت میں ہوئی ہوتی تھی جبکہ یہ مجبورہ تالیف ہوا تھا

§ باب ۹ اشلوک ۲۷۲

|| باب ۹ اشلوک ۲۲۴

* باب ۸ اشلوک ۱۳۸

† باب ۸ اشلوک ۲۶۷ لغایت ۲۷۷

کی علامتیں پائی جاتی ہیں اُن لوگوں کو بھی کچھ توڑے سے جرمانہ کی سزا معین ہے جو کسیکو بسبب کسی قدرتی عیب مثل لنگرے لولہ میں کے چھڑیں اور چواویں کو وہ سچ ہی کیوں نہ کہتے ہوں اُ مار پست میں اگر صرف خوں نکل آوے تو مارنے والے پر سو پنا کا جرمانہ ہے اور زخم آجائے تو اور زیادہ تعداد کا جرمانہ اور جو ہدی ٹوٹ جاوے تو چلا وطنی کی سزا ہے † فرقوں کی سزاؤں میں جو کچھ برا اختلاف ہے وہ اوپر بیان ہو چکا ہے *

جو لوگ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے اُن حالتوں میں کہ وہ اپنے کام سے جبراً روکے جاویں یا ناحق اُور کوئی حملہ کرے کسیکو ایذا پہنچاویں تو اُنکے لئے مناسب تانوں بنائے گئے ہیں || اندھا دھندلی سے تیزی کے ساتھ سواری دوزانے کی سزا بقدر نقصان اُسان کی جان جانے سے لیکن ایک ناچیز جانور کے مرنے تک جرمانہ ہے * جو لوگ شاہ راہ عام کو نجس اور خراب کریں اُنکے لئے سوائے اُس نجاست کے صاف کرنے کے کسیقدر جرمانہ کی بھی سزا ہے † جو دُور معاملات ذاتی میں رشوت لیں اُنکی سزا اُنکے مال و ستاع کا ضبط کرنا ہے † † ایسوں وغیرہ کے سینڈ باز اور مٹی کے پست توڑنے اور کھری جنسوں کو کھونا کرنے اور خورد فروخت میں دھوکا اور فریب دینے اور جواخروں یا سودیوں کی بے عزتی سے مریضوں کو ضرر پہنچنے کی سزا دُعا کی سو پنا سے لیکن پانسو پنا تک جرمانہ ہے † † لیکن خراب شے کو اچھے شے میں بیچنے کے لئے جسامتی

† باب ۸ اشلوک ۲۷۳

‡ باب ۸ اشلوک ۲۸۳

§ باب اول جو دریاب مقرر کرنے فرقوں اور اُنکے کار و بار میں میل عدا ہے

|| باب ۸ اشلوک ۳۳۸ وغیرہ

* باب ۸ اشلوک ۲۶۰ لغایت ۲۶۸

† باب ۹ اشلوک ۲۸۹ و ۲۸۳

†† باب ۹ اشلوک ۲۳۱

‡‡ باب ۹ اشلوک ۲۸۳ لغایت ۲۸۷

سخت سزا ہی † اور اس سے بھی زیادہ سخت اور نا انسانی کی سزا یہہ ہی کہ اگر سنار کا کوئی فریب سونے چاندی میں ثابت ہو تو اُستروں سے اُسکا جسم قید کر کے قتل کیا جاوے ‡ جن جرموں کی سزا قوانین کے اور مجموعوں میں نہیں لکھی گئی ہے اُنکی سزا بلا لحاظ مناسبت جرم کی اس مجموعہ میں مندرج ہی چنانچہ ما باب یا زوجہ کے چھوڑنے پر چھ سو پندرہ جرمانہ ہی اور اپنے ہمسائیوں کو کسی اپنے جلسہ اور تعویب میں نہ طلب کرنے پر ایک ماشہ چاندی جرمانہ ہی § *۔

پولیس کے قاعدے بے ڈھنگے اور نہایت سخت ہیں علاقہ گشت اور مستقل چوکیاں علاوہ متروک کرنے کے راجہ کو چاہئے کہ خفیہ جاسوس متروک کرے جو چوروں سے سازش رکھیں اور اُنکو ایسے موقع پر لہجائیں جہاں وہ بھنس جاویں جب ظاہری ماحذوفی کا کوئی موقع ملے تو راجہ بلا وجہ اُنکو گرفتار کر کے معہ کذبہ قتل کر ڈالے اس مجموعہ کے قدیم شارح کلونا نے اس مسئلہ پر اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ بشرطیکہ اُنہو جرم ثابت ہو اور اُنکے کذبہ کی شراکت اور سازش پائی جاوے اگر یہہ لفظ متن میں ہوتے تو بیشک وہ بہت سنور جاتا مگر اُنکے متن میں داخل ہونے کی کوئی وجہ اور دلیل نہیں || *

قانون دیوانی یعنی قانون انفصال خصوصیات

مجموعہ تعزیرات یعنی قوانین سیاست کی نسبت دیوانی یعنی انفصال خصوصیات کے قوانین بہت معمول اور عمدہ ہیں جیسی کچھ کہ اسقدر قدیم زمانہ سے توقع ہوسکتی ہے اُسکے اعتبار سے بہت شایستہ اور بہتر ہیں *

† باب ۹ اشاری ۲۹۱

‡ باب ۹ اشاری ۲۹۲

§ باب ۷ اشاری ۳۸۹ و ۳۹۲

|| باب ۹ اشاری ۲۵۲ تعایت ۲۶۹

قاعدہ مقدمات کی سماعت کا

اول ایسے مقدمہ میں ایسے مقدموں کا بیان ہے جن میں مدعی کا دعویٰ قابل سماعت کے نہ ہو یا مدعا علیہ پر وجہ عدم دعویٰ کے ذکر ہو * گواہوں کے اظہار اُنکو عین عدالت میں فریقین مقدمہ کے روبرو کھڑا کر کے لیٹے جاویں حاکم منجوز کو چاہیے کہ اظہار سے پہلے گواہ کو اچھی طرح سمجھا دے اور تفہیم اگاہ کرے کہ جھوٹی گواہی کیسا سخت گناہ ہے اور اُسے لیٹے عاقبت میں کیا کچھ عذاب ہے ! اگر گواہ یہوں تو حاکم فریقین کے حلف پر حصر کرے § *

گواہی کا قانون

یہ قانون بہت سی صورتوں میں انگلستان کے قانون گواہی سے مشابہ ہے اول تو اُن لوگوں کی جو اہل مقدمہ سے کچھ روپیہ پیسے کا لالچ رکھتے ہوں اور خدمتکاروں اور دوست آشنا اور بدنام آدمیوں اور اور بھی ایسے ہی شخصوں کی گواہی معتبر نہیں لیکن اگر اور کوئی معتبر گواہ نہ ہو تو ہر قسم کے آدمی کا اظہار لینا جائز ہے مگر حاکم منجوز نے دفعہ اسکا بغور و تامل مناسب لحاظ کرے || یہ سب قوانین جو ہر ایک طرح تعریف کے قابل ہیں اور اُنکا نتیجہ بہت بہتر ہے خاص دو باتوں کے سبب سے داغی اور عیب دار ہیں اور ان ہی دونوں باتوں نے یورپ کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے ایک تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے متحرم کی جان بچانے کے لیٹے جسے برا سنگین جرم کیا * ہو جھوٹی گواہی دے تو وہ بہشت میں سے اپنے جگہ نکھڑے گا

+ باب ۸ اشلوک ۵۲ لغایت ۵۷

‡ باب ۸ اشلوک ۷۱ لغایت ۱۰۱

§ باب ۸ اشلوک ۱۰۱

|| باب ۸ اشلوک ۶۱ لغایت ۷۲

* قدیم شارح کلرکانی جرم سنگین کے لفظ کے بعد لفظ بسبب غفلت یا غلطی کے زیادہ کٹی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کلرکا کے عہد میں یہ مسئلہ لوگوں کی جہلی اخلاق کے برخلاف تھا

ہرچند کہ اس جھوٹی گواہی کا کسبند کفارہ اُسکو ادا کرنا پڑیگا مگر بہر حال وہ کام اُسکا نیک اور اچھا ہی † *

دوسری بات یہی اسی قسم کی ہی گو وہ گواہی سے متعلق نہیں ایک تو بی بی کے خورش کرنے کے واسطے اور کسی کے پھل یا گھاس کو کانٹے کے کھالینے پر یا کسی برہمن کی جان بچانے کے واسطے وعدہ کرنے میں کوئی ہلکی سی قسم † کہا لینے کا مضائقہ نہیں *

ان متولوں سے یہہ سمجھا گیا ہی کہ ہندوؤں کا قانون حلف دروغی کی صریح اجازت دینا ہی اور ہندوستان میں جو تمام مذہب کے لوگوں میں حلف دروغی عام پائی جاتی ہی اُسکا سبب یہہ ہی قیاس کیا گیا ہی مگر باوجود اسکے اس مجموعہ میں حلف دروغی ہر بہ نسبت کسی اور جرم کی زیادہ تر گتہ کو کی گئی ہی اور جسے یورپ کی کسی مذہبی یا قانونی کتاب میں حلف دروغی کو تنبیہ اور سختی کے ساتھ ممنوع نہ دیا گیا ہی اسی طرح اس قانون میں بھی ہوا کہا گیا

† *

مقدمات کی سماعت کا دوبارہ بیان

جو شخص دانستہ جھوٹا عذر یا جوابدہی کرکے اُس پر ہوا بہاری جرمانہ ہوگا یہہ قاعدہ معقول ہی مگر آسبات کے قابل کرنے سے کہ اگر مدعی

† باب ۸ اشلوک ۱۰۳ و ۱۰۴

† باب ۸ اشلوک ۱۱۲

کی حلف دروغی کے جرم میں جو کچھ بڑے بڑے نقصان اور اذیتیں اوررن کو پہنچتی ہیں اُنکو خوب جانچکر تو ٹھیک ٹھیک سمجھ کہہ — باب ۸ اشلوک ۱۰۱ جو کچھ عذاب اور سزائیں کسی بہاری کے قتل کرنے والے کے واسطے مقرر ہیں جھوٹی گواہی دینے والے کے حق میں اُنہیں عذابوں کا حکم دیا جاتا ہی — باب ۸ اشلوک ۸۹ جھوٹی گواہی دینے والے کا یہہ حال ہوگا کہ بدن سے تنگا اور سر منڈا اور بھوک پیاس سے مرتا ہوا اور آنکھوں سے اندھا ہاتھ میں ٹھیکرالیکو اپنے دشمن کے دروازہ پر بھیک مانگنے جاویگا — عدالت میں وقت اظہار کے جو شخص ایک سوال کا جھوٹا جواب دیکر وہ ناخدا ترس بد بخت عین تاریکی میں سیدھا سر کے بل دروغ میں جاویگا — باب ۸ اشلوک ۹۳ و ۹۴

اپنے دعوے کی پیروی مدت تک ملتوی رکھتا تو وہ سوائے جسمانی کا مستحق ہوگا بیہودہ ہو گیا ہے + تنازعہ کے تصفیہ کے واسطے یا گم کی صداقت کے ثبوت کے واسطے بطریق امتحان کے آگ میں کسی عضو کا جھلانا یا ہانی میں کرد پڑنا وغیرہ اس مجموعہ میں جائز ہیں جنہیں بیہودہ خیال اور باطل مذہب رکھنے والے قوم سے توقع ہوتی ہے * جن بڑے بڑے قانونوں کے نام ذیل میں بیان کیے گئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ قوم بہت شایستگی اور تربیت کو ہوسکتی تھی اور اگر دیوانی اور فوجداری کے مقدمات کو منطوقاً ہو گیا ہوتا تو اس منصلہ ذیل بہت صاف اور سمجھنے کے لائق ہوتا *

اول قانون قرضہ بابت ایسی چیزوں کے جو واسطے استعمال کے مستعار لیجاریں دوسرے قانون بابت اُن امانتوں اور مستعار چیزوں کے جو واسطے استعمال کے ہوں تیسرے قانون بیع بے مالک ہونے کے چوتھے قانون بابت کار و بار شرکاء کے پانچویں قانون وصولی و قیامت کی صورتوں کا چھٹے قانون بابت نہ ادا ہونے آجرت یا نوادے کے ساتویں قانون بابت پورا نہ کرنے معاہدوں کے آٹھویں قانون منسوختی بیع و شرا نویں قانون بابت تنازع انا و ملزم دسواں قانون تنازع سرحد گیارہواں و بارہواں قانون بابت مارپیٹ اور ہنگوئی فیوضاں قانون بابت دزدی چودھواں بابت قضائی اور ظلم و جبر کے پندرہواں بابت زناکاری سولہواں بابت تنازع زن و شوہر کے اور نیز اُنکے موصوں کے سترہواں قانون وراثت اٹھارہواں قانون بابت قمار بازی بذریعہ ہاسد اور جھوٹوں کے * ان قانونوں میں سے بعض کو نہایت تفصیل اور خوبی سے بیان کیا ہے مگر بعض قانونوں میں بہت نچوڑے فوائد ملتے جاتے ہیں اور وہ ایسے قاعدے ہیں جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ جن معاملات سے وہ متعلق

+ باب ۸ اشوکی ۵۸، ۵۹

‡ باب ۸ اشوکی ۱۱۳ تا ۱۱۶

§ باب ۸ اشوکی ۳ تا ۱

ہوں وہ معاملات ابھی توئی ہو نہ پہونچتی تھی ہم ہر قانون کے چند مشہور مطالب بیان کرینگے *

بیان قرضہ کا

عدالت میں زالش کرنے سے پہلے قرضخواہ متجاہر ہی کہ جسطور سے اُس سے ہو سکے یہاں تک کہ ایک حد کے اندر جبر بھی روا رکھ کر قرضدار سے اپنا قرضہ وصول کرلے † *

یہ قانون بعض ہندو ریاستوں میں اب بھی ایسے زور و شور سے جاری ہے کہ قرضخواہ اپنے قرضدار کو اکثر اپنے گھر میں قید کرتا ہے بلکہ ایک عرصہ تک اُسی بھوکا مارنا بھی اور شرب میں کھرا کرتا ہے تا کہ وہ مستحضر ہو کر اُسکا روپیہ دیدے *

بیان سود کا

دو روپیہ ماعوارہ کے سود سے لیکر چوبیس کو بابت قرضہ کے دینا از روئے قانون کے ٹھہرا ہے سود کے واسطے پانچ روپیہ سیکڑہ تک کا سود مقرر ہے اور جب کوئی چیز گزر رکھی جاوے تو یہ شرح سود کی نصف ہو جاتی ہے اور اگر مرتہوں اُس مرعونہ شی کو اپنے استعمال میں لانا ہے اور اُس سے فائدہ اُٹھاتا ہے تو سود بالکل موقوف ہو جاتا ہے ‡ *

ایسے چھاروں کے رہن رکھنے پر جو سفر کرتے رہتے ہیں اور نیز ایسی زمینوں کے زر دھن پر جنہیں چوکھوں اور سود لینے کے لیئے قواعد مندرج ہیں اور ایسے قواعد بھی مندرج ہیں جو اسباب کے مانع ہیں کہ اصل سے سود بڑھتے بڑھتے زیادہ ہو جاوے § *

بیان معاندوں کا

اصلاً حاضر ہونے اور روپیہ پیسہ کے ادا کرنے اور معاندوں کے ہوا

† باب ۸ اشوک ۳۸ لغایت ۵۰

‡ باب ۸ اشوک ۱۳۰ لغایت ۱۳۳

§ باب ۸ اشوک ۱۵۱ و ۱۵۶ و ۱۵۷

کرنے کے باب میں بہت سے قاعدے معاہدوں کے قانون میں بیان کیئے گئے ہیں *

ایسے معاہدے جو قریب اور دغا بازی کے ساتھ کیئے جاویں اور نیز وہ معاہدے جو ناجائز مطالبوں کے واسطے ہوویں ممنوع اور ناجائز ہیں جو معاہدہ ایک غلام نے بھی اپنے غیر حاضر مالک کے کہیں کی ہورزش کے واسطے کیا ہو اسکا پورا کرنا مالک پر لازم ہونا ہی *

بیع بلا مالک لٹونے کے

جو شخص مالک نہ ہو اور وہ کسی شی کو بیع کر دے اگر علامہ ہزارہ میں وہ بیع نہ ہوئی ہو تو ناجائز ہی اور اُس صورت میں جائز ہی کہ خریدنے والا بیچنے والے کو حاضر کر سکے ورنہ جو اُس سے کا اصلی مالک ہی وہ اُسکو نصف قیمت دیکر واپس لی سکتا ہی † *
جو تاجر اپنے وعدہ کو توڑے وہ سزاوار جرمانہ کا ہی اور اگر وہ وعدہ قسم کے ساتھ کیا گیا ہو تو وہ چلا وطن کیا جاوے ‡ *
بایع اور مشتری دس روز کے اندر بیع کو منسوخ کر سکتے ہیں مگر بعد اس عرصہ کے نہیں § *

بیان تنازع مالک اور ملازم کا

مالک اور ملازم کے آپس میں جو تنازع بیان کیئے گئے ہیں وہ تنازع صرف وہ ہیں جو گلہ بانوں سے متعلق ہیں || *

بیان تنازع سرحد

کانوں کے حدود کے نشان ایسی ایسی قدیم چیزوں کے ذریعہ سے جیسے ندیاں یا درخت لگانا اور تالاب کھودنے اور اُنکے پاس مندر بنانے اور زمین کے اوپر اور علامہ نشان اور زمین کے اندر خفیہ نشانوں کے ذریعہ

+ باب ۸ اشلوک ۱۹۷ لغایت ۲۰۲

‡ باب ۸ اشلوک ۲۱۹ وغیرہ

§ باب ۸ اشلوک ۲۲۲

|| باب ۸ اشلوک ۲۲۹ لغایت ۲۳۳

سے قائم ہوتے ہیں اور سرحد کا تنازع ہونے پر گواہوں کا اظہار فرماتے ہیں۔ مقدمہ کے رد و رد آنکے سر پر مٹی ڈالکر اور گلے میں سوخ پھولوں کا ہار اور بدن میں سرخ کبڑا پھناکر لیا جارے اگر معاملہ گواہی کے ذریعہ سے تصدیق نہ ہو سکے تو راجہ کو چاہیئے کہ تحقیقات ختم کرے اور حکومت کے زور سے سرحد کو قائم کر دے *

جو کھیت سرکاری نہوں اور خاص خاص لوگوں کے ہوں انکے سرحد کے فیصلہ میں بھی یہی طریق اختیار کیا جائے + *

بیان زن و شوہر کے تعلقوں کا

قواعد متعلقہ تعلق زن و شوہر لغوات سے پورے ہوتے ہیں انہیں سے جو بڑے بڑے امور سے علائقہ رکھتے ہیں انکو شادی کے قوانین کے تذکرہ کے بعد بیان کیا جاویگا *

شادی کے چھ طریق جائز سمجھے جاتے ہیں منجملہ ان کے چار طریقہ برہمنوں کے واسطے جائز ہیں ان طریقوں میں کو ایک طرح کا تفاوت ہی مگر وہ سب اسباب میں متحد ہیں کہ باپ بیٹی کو بگ کسی عیوض لینے کے حوالہ کودے اور باقی دو طریق صرف کپتھوں کو واسطے ہیں اور گو شمار میں وہ دو ہیں مگر بہت اچھے ہیں ایک طریق وہ ہے جس میں کوئی سہاگ لڑائی کے نتیجہ ہونے پر کسی عورت کو لے بھاگے اور اُسکی مرضی کے خلاف اُس سے نکاح کر لے اور دوسرا وہ ہے جس میں نکاح باغی مرضی سے ہو اگرچہ اُس میں رسمیات کسی طرح کی نہ عمل میں لائی جاویں اور دو قسم کے نکاح ممنوع ہیں ایک وہ جس میں باپ نکاح کرنے کا نذرانہ لیوے + اور دوسرے جب کہ عورت نشہ کے باعث یا اور

+ باب ۸ اٹھارہ ۲۲۵ لغایت ۲۶۵

+ مگر اس مسئلہ میں بہت سا اختلاف اس مجموعہ کے اندر پایا جاتا ہے چنانچہ جب عموماً نذرانہ کا قبول کرنا بہت نفرت سے بیٹی کا بیچنا سمجھا گیا ہے تو بعض مقاموں میں یہ بھی مندرج ہے کہ جو نذرانہ نکاح کے بدلے حاصل ہو اُسکو کس طرح پر خرچ کیا جائے اور اس نذرانہ سے جو دعوی پیدا ہوتے ہیں اُس پر بطور قانونی مطالب کے بحث کی گئی ہے

کسی سبب سے اپنی اصل مرضی ظاہر کرنے کے لائق نہ ہو + *
ایک لڑکی کی شادی آٹھ برس کی عمر میں یا اس سے بھی پہلے
ہوسکتی ہے اور اگر اسکا باپ تین برس بعد بالغ ہونے کے اسکی شادی
نکرنے پر وہ اپنے واسطے ایک بخاوند تلاش کر دیتی معجزہ ہی ! *

مردوں کو اپنے سے کم ذات کی عورت کے ساتھ شادی کر دیتی اجازت
ہی مگر اپنے سے اعلیٰ ذات کی عورت کے ساتھ شادی کر دیتی ہو کر اجازت
نہیں ؟ ما باپ کی جانب کی چہہ معلوم پشتوں کے رشتنداروں سے اور نیز
ایسی عورت سے جسکے ایک گوت ہو اور جس سے ہو معلوم ہو کہ اسکی
اور اسکے معجزہ شوہر کی نسل ایک ہی ہے شادی کرنے کی مسامت
ہی || *

ایک ذات کے لوگوں کی شادی ہاتھ ملانے سے ہو جاتی ہے مگر جو
عورت فرقہ چھتری کی بڑھن سے شادی کرے تو اسکا نکاح تیر ہاتھ میں
لینے سے ہونا ہی اور پیش عورت کا کورا ہاتھ میں لینے سے اور شودر عورت
کا جامہ کا داس ہاتھ میں لینے سے * اور یہاں کیا گیا ہے کہ ہر ایک کی ذاتوں
میں نکاح کا ہونا خصوصاً پہلی شادی بہت مناسب ہے اور بڑھن اور
شودر میں شادی ہونی ممنوع ہے اور پہلی شادی تو بالکل ہی ممنوع
ہی 4 *

نکاح ہو جانے کے بعد کسب طراح ٹوٹ نہیں سکتا اور دیرینوں کو لازم ہے
کہ ہر ایک دوسرے سے بے وفائی نکریں * ††

† باب ۳ اشلوک ۲۰ لغایت ۳۴

‡ باب ۹ اشلوک ۸۸ لغایت ۹۳

§ باب ۳ اشلوک ۱۲ لغایت ۱۶

|| باب ۳ اشلوک ۵

* باب ۳ اشلوک ۳۳

‡ باب ۹ اشلوک ۲۶، ۲۷، ۱۰۱، ۱۰۲

†† ایضاً ایضاً

بہتر اُن چند صورتوں کے جنکا بیان آگے کیا جائیگا جنہیں ایک مرد دوسرا نکاح بھی کر سکتا ہے مرد کو ایک ہی زوجہ رکھنی چاہیئے ایک مرد بعد انتقال اپنی زوجہ کے دوسری شادی کر سکتا ہے مگر ہندو عورتوں کی شادی کرنے کو بہتر شودر کے اگر بالکل ممنوع نہیں تو بہت برا کہا گیا ہے *

جس شخص کی زوجہ کے آٹھ برس تک اراد نہ ہو یا جسے گیارہ برس کے اندر اندر لڑکا پیدا نہ ہو تو مرد دوسری شادی کر سکتا ہے † *
مگر باوجود اس اجازت کے اُس پہلی زوجہ کی خاندان میں سب سے زیادہ عزت ہوتی ہے ‡ *

کسی شخص کی زوجہ اگر شرابی اور بدچلن یا ایسی ہو جو اپنے خاوند سے عداوت اور کینہ رکھتی ہو یا حد سے زیادہ فضول خرچ ہو تو اُس شخص کا دوسرا نکاح ہو سکتا ہے § *

جو زوجہ اپنے خاوند کے گھر سے بلا سبب بارہ مہینے تک باہر رہے اور اُسکی جانب سے غافل رہے اُسکو بالکل طلاق دیدی جاتی ہے || *
جو مرد باہر جاوے اُسکو لازم ہے کہ اپنی زوجہ کے کھانے پینے کا سامان کر دے ‡ *

زوجہ کو لازم ہے کہ اگر اُسکا خاوند جائزہ کو گوا ہو تو آٹھ برس تک اُسکا انتظار کرے اور اگر علم یا نیکنامی کی تحصیل کے واسطے گیا ہو تو چھ برس تک اور اگر صرف سہر کی واسطے گیا ہو تو تین

† باب ۹ اشلوک ۸۱

‡ باب ۹ اشلوک ۱۲۲

§ باب ۹ اشلوک ۸۰

|| باب ۹ اشارک ۷۷ لغایت ۷۹

↓ باب ۹ اشلوک ۷۳

*†

ایسے بھائی کی زوجہ سے اولاد پیدا کرانے کا طوبہ جو اولاد سوا ہو یا زندہ بھی ہو مگر اولاد کی امید نہ ہو بچہ نہ شہر اور ایسی بیوہ کے صاحبزادے ہی جسکا خاوند پیشتر نکاح سے یعنی بعد مکنی کے مرگیا ہو ۔ *

بیان درانت

ایک شخص کا حقیقی وارث اس کا خاص بھائی اور اس کا بھائی ضرورت میں نواسہ ہوتا ہے جبکہ نسل قائم رہنے کے لئے کوئی وارث مددگار نہ رہا ہو۔ *

ایک شخص کی زوجہ کا ایسا بیٹا ہے جو بموجب طریقہ مذکورہ بالا کے || کسی قریب و شہدار کے نظم سے ایسے وقت میں پیدا ہوا ہو جبکہ اُس شخص کی زندگی کی تا امید سے اولاد کی امید نہ ہو ہو اُس شخص کا وارث بطور بیٹے کے ہوتا ہے * اگرچہ یہ طریقہ خلاف مذہب

+ باب ۹ اشاورک ۷۶ لوکا اپنی تصویر میں منور ہو کر اپنے شادی پر آئے تھے کہ ان میعادوں کے گزرنے پر زوجہ اپنے شوہر کی نگاہوں اور ان کے منور ہونے میں زیادہ تر اُس میعاد سے غرض تھی جس کے گزرنے پر زوجہ دوسری شادی کر سکتی تھی صحیحہ میں بلحاظ شادی بیوہ عورتوں کی اسی طرح سے اختلاف پائے جاتے ہیں جس طرح اور بعض مساروں میں پائے ہیں اُسے بہت توجہ دینی چاہیے کہ مسلمانوں کے مقاموں اور مختلف اوقات میں قانون جدا جدا تھا یا شاید لکھنے والے کی رائے اور اُس کے عمل میں اختلاف تھا اس زمانہ میں بھی لوگ بیوہ عورتوں کی شادی کے مخالف تھے اور پس ٹارکا کے زمانہ میں بھی یہی حال تھا

‡ باب ۹ اشاری ۵۹ لغایت ۶*

§ باب ۹ اصولی ۱۰۳ و ۱۳۳

|| باب ۹ مشارک ۵۹ وغیرہ

* باب ۶ اشعار ۱۲۵ شاعر بہ اجازت شاعر زوجہ کے ہوتے سے مفسر ہر گز گئی ہی کیونکہ شاعر کے ہی واسطے ایسا کام جائز ہوتا ہی نہیں مگر اس خصوصیت کا کچھ بیان نہیں پایا جاتا ہی اور منہ کے مضمونہ کی تکرار مہربان اس تمام مضمون کے کبھی کبھہ اور کبھی کبھہ پائی جاتی ہی مگر آج تک بہ طریقہ تمام نثر کے واسطے بالکل مہذب ہی

کے ہوا اور ناجائز سمجھا جانا ہی لیکن جب وہ حقیقت میں عمل میں آجاتا ہی تو جائز تصور کیا جاتا ہی *

جبکہ مذکورہ بالا قسم کی اراد نہیں ہوتی تو متبنی بیٹا وارث ہوتا ہی اس بیٹے کا تمام حق اپنے حقیقی باپ کی ملکیت سے جانا رہتا ہی اور اگر متبنی کرنے والے باپ کے بعد متبنی کرنے کے اراد حقیقی پیدا ہو تو بھی وہ اپنے اس باپ کی ملکیت کے چھٹے حصہ کا مالک رہتا ہی + جبکہ ورنہ مذکورہ بالا نہیں تو دس قسموں کے ایسے بیٹے وارث سمجھے جاتے ہیں جنکا خیال بجز ہندوؤں کے اور کسی قوم کو نہیں ہوسکتا کیونکہ ہندو کو یہاں کم کرنے کیواسطے اراد کا ہونا اثر ہائوں سے بہت زیادہ ضروری اور بہتر سمجھتے ہیں منجملہ ان بیٹوں کے ایک بیٹا ایسا ہوتا ہی جو شوہر کے مدت تک گھر سے باہر رہنے کی حالت میں کسی نانعتیق باپ کے نطفہ سے پیدا ہوا ہو اور دوسرے ایک شخص کا وہ بیٹا جو کسی بی بی کے بہت میں شادی کے زمانہ میں تھا اور اس شخص کو خور نہ تھی اور انہوں قسموں میں وہ بیٹا داخل ہوتا ہی جو کسی شخص کی بیٹی کا حرامی بیٹا ایسے شخص کے نطفہ سے ہو جس سے وہ آخر کار شادی کرلے یا ایسی منکرہ عورت کا بیٹا جس نے اپنے بخارند کو چھوڑ دیا ہو یا ایسا بیٹا جو کسی بیوہ سے پیدا ہوا ہو اور وہ بیٹا جو کسی شوہر قوم کی زوجہ سے پیدا ہوا ہو + ایسے ایسے بیٹے اور اور قسموں کے بیٹے کل دس ہیں جو قانونی اختراع سے جائز سمجھے جاتے ہیں کیونکہ خود مجموعہ کا سوائے ایسے بیٹوں کو کہہ میں ملا لینے کے طریق کو بہت برا بھلا کہتا ہی گو وہ اچھی کو یہاں کرنا ذریعہ کمزور نہیں ہے *

+ باب ۹ اشوک ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۶۸ و ۱۶۹

+ باب ۹ اشوک ۱۵۹ لغایت ۱۶۱ و ۱۶۷ لغایت ۱۸۰ آج کل جو قانون ہندوؤں کا ہے کسی رو سے بجز حقیقی اور متبنی بیٹوں کے اور ان سب اقسام کے بیٹے جائز نہیں سمجھے جاتے ہیں

کے باب ۹ اشوک ۱۶۱

• بیٹوں کے نہونے کی حالت میں بھتیجے وارث ہوتے ہیں جو بچاے
بیٹوں کے سمجھے جاتے ہیں اور اگر اُنکو منظور ہوتا ہی تو بہ ترجیح تمام
اور شخصوں کے انہیں کو متبنی کیا جاتا ہی † جب بیٹے یا پوتے یا
متبنی بیٹے اور بھتیجے نہوں تو وراثت کا حق ما باپ کو ہوتا ہی اور بعد
اُنکے بھائیوں اور دادا اور نانا اور دادی اور نانی کا ہوتا ہی ‡ اور بعد اُنکے
ایسے رشتہ داروں کا حق ہوتا ہی جو بالاستراک بزرگوں کے کرنا کرم کو دنیا
حق رکھتے ہیں اور جب یہ بھی نہیں تو عموماً گور اور ہم سب یا
شاگرد وارث ہوتا ہی اور یہ بھی نہیں تو بڑھن عموماً وارث ہوتا ہی
اور اگر شخص متوفی دوسری قوم یعنی ہندو نہوں تو راجہ مالک ہوتا
ہی § *

باب اپنے جیتے جی اپنا مال و متاع اولاد پر تقسیم کر سکتا ہی اور
یہ بیان نہیں کیا گیا کہ جس طرح چاہئے اسی طرح اُسکو تقسیم کرے یا
کسی مناسبت کے ساتھ اور اسکا بھی ذکر کہیں نہیں پایا جاتا کہ اُسکو
وصیت نامہ لکھنے کا اختیار ہی یا نہیں || *

† باب ۹ اشلوک ۱۸۲

‡ باب ۹ اشلوک ۱۸۵ د ۲۱۷

§ کرنا کرم پر وراثت کے موقوف ہونے سے چند قواعد اطلاع کے قابل ثابت ہوتے
ہیں اول قسم کی کرنا کرم صرف باپ دادا اور پردادا ذیواسطے کیجاتی ہی جو لوگ
ان تینوں کے کرنا کرم کرتے ہیں اُنکو وراثت میں ترجیح دیجاتی ہی اور بعد اُنکے
اُنکو جنہوں نے دو کی کرنا کرم کی اور بعد اُنکے اُنہوں کو جنہوں نے ایک کی کرنا کرم
کی ہو اور جو انہیں سے کسیکی کرنا کرم نکریں وہ خارج کر دیئے جاتے ہیں پس اس
قاعدہ کی رو سے پوتے کے پوتے کی اولاد خارج کیجاتی ہی اور وراثت کسی ایسے شخص
کی اولاد کو ملتی ہی جو پردادا کے تین پشتوں کی اندر ہو اُن لوگوں کے بعد جو اول
قسم کی کرنا کرم کرتے ہیں اُن بہت سے لوگوں کا حق ہوتا ہی جو دوسری قسم کی
کرتے ہیں — اردی اینٹل میگزین جلد سویم صفحہ ۱۷۹ د خلاصہ کالبروک صاحب
جلد ۳ صفحہ ۲۲۳

|| باب ۹ اشلوک ۱۰۳ بلکہ مال و متاع کے تقسیم کرنے کا اختیار بھی صرف
کلوکا مفسر کی سند پر دھنے بیان کیا ہی

جبکہ ایک شخص مرجانا ہی تو اُسکی بیٹیوں کو اختیار ہی کہ خواہ وہ ملکیت کو اکٹھا رکھے کہ باہم اوقات بسر کریں یا بموجب بعض قواعد کی تقسیم کر لیں اگر وہ شامل رہیں تو بڑا بڑا بڑا ملکیت پر قابض ہونا ہی اور بڑی جسطرح کہ باپ کی اطاعت میں رہتے تھے اسی طرح اُسکی اطاعت میں رہتے ہیں۔ اسصورت میں تمام ایسے بیٹوں کی کہانی سے جو قانوناً علیحدہ نہ ہوتے ہوں مشترک سرمایہ کو ترقی دیتی جانی ہی + *

اور اگر وہ جدے ہو جاتے ہیں تو بیسواں حصہ بڑے بیٹے کے لئے اور کل کے اسی حصے کر کے انہیں سے ایک حصہ سب سے چھوٹے بیٹے کے واسطے اور منجیلے اور سفیلے وغیرہ بیٹوں کی واسطے چالیسواں حصہ علیحدہ کر کے باقی ملکیت کو پھر آپس میں برابر تقسیم کر دیتے ہیں *

گوارہ بیٹوں کی پرورش اُنکے بیانیوں پر لازم ہوتی ہی اور اُنکو باپ کی ملکیت کا کوئی حصہ نہیں ملتا † لیکن اپنی ما کی جائداد میں اُنکو بیانیوں کے ساتھ برابر حصہ ملتا ہی § *

باپ کے ورثہ کا بیٹوں میں استطوح پر برابر تقسیم ہونا اُس صورت میں جائز ہی جب سب بیانی ایکساں اصل نسل کے ہوں ورثہ جو بیٹا پر ہمیشہ سے ہو اُسکو چار حصہ اور جو کھترانی سے ہو تو تین حصہ اور بیٹش سے ہو تو دو حصہ اور شودر سے ہو تو ایک حصہ ملتا ہی *

+ باب ۹ اشوک ۱۰۳ لغایت ۱۰۵ اس قاعدہ کے خلاف مسئلہ بھی نہیں لیکن اب بھی یہ قاعدہ ایسا مستحکم اور موثر ہی کہ زمانہ حال میں ایسے نقص کے قریب رشتہ داروں کو جسے آپ کو پیشوا کے وزیر اعظم کے رتبہ پر پہونچایا تھا اُسکی بڑی ملکیت کے حصہ کا جسکے سائل کرنے میں اُنہوں نے کچھ بھی کوشش نہ کی تو یہ مستحق گردانا گیا

† باب ۹ اشوک ۱۱۲ لغایت ۱۱۸

§ باب ۱ اشوک ۱۶۱

اگر اور بیٹے نہوں تو بھی شودر بیٹے کو ایک حصہ یا ایک دسواں حصہ ملکیت کا ملنا بہت بڑا سمجھا جاتا ہے + خوجوں یا خارج الذات یا جنم کے پورے یا گونکے یا اندھے یا ایاہم یا دیوانہ یا جنم کے سرورکھ کر جانشینی سے خارج کیا ہی لیکن جو لوگ وارث ہوں اور انکی پوجوش لازم ہے مگر خارج الذات شخصوں کے بیٹے ورنہ والے کے مستحق ہوتے ہیں + *

+ باب ۶ اشلوک ۱۵۱ لغایت ۱۵۵—مجموعہ کے انفراد قواعد میں اس سبب سے بہت ابتری پائی جاتی ہے کہ بڑے لکھی اور نیک چلن بیٹوں کو اور بیٹوں پر حق وراثت میں ترجیح دی گئی ہے لیکن کوئی ایسا شخص مقرر نہیں کیا گیا جو اس بات کے تصفیہ کا مجاز ہو کہ وہ اوصاف کون کون سے بیٹوں میں ہیں

‡ باب ۹ اشلوک ۲۰۱ لغایت ۲۰۳

باب چوتھا

مذہب کا بیان

مذہبی کتابوں میں جو اصول مذہب کے سکھانے جاتے ہیں وہ بدھ سے لے گئے ہیں چنانچہ ان کتابوں کے ہر ایک صفحہ میں بدھ کا حوالہ دیا جاتا ہے *۔

بیدوں کا ذکر

بدھ چار قسم کے ہیں لیکن بہت سے عالم داخل ہندو چونکہ بدھ کو نہیں مانتے پس حقیقت میں تین بدھ سمجھتے چاہئیں ہر ایک بدھ درحضور یا شاید تین حصوں میں منقسم ہی اول حصہ میں بھجن اور مناجات + اور دوسرے حصہ میں + مذہبی فرائض کی ہدایتیں اور علم الہیات کی تقریریں ہیں § بعض تقریروں کے علاوہ علاوہ رسالہ ہوتے ہیں اور یہ رسالہ کبھی تو دوسرے حصہ میں اور کبھی علاوہ ہونے سے تیسرا حصہ قائم ہوتا ہے || *۔

ہر بدھ کے ساتھ ایک جمنی بھی اس غرض سے شرتی ہے کہ جن نروں کی اُس میں ہدایت اور تاکید کی گئی ہے اُنکی بجا آوری کے واسطے وقت مناسب مقرر ہو سکے *۔

بدھ بھی کسی ایک شخص کی تصنیف نہیں ہیں بلکہ ہر ایک بدھ کئی شخصوں کی تصنیف ہے جنکی تصنیفات میں اُن کے نام اگر سب

+ اس حصہ کا نام میترائے

+ اس حصہ کا نام بوہوتا ہے

§ کالہوی صاحب کی تصدیقات جو نقاب تصدیقات حالات ایشیا جلد ۸ صفحہ

۲۷ پران کے دیباچہ ۳۱۷ میں مذکور ہے

|| اس حصہ کو اہلہ شاہ لہتی ہیں

میں نہیں تو بہتوں اور مناجات میں ضرور ہیں اور ہندو کہتے ہیں کہ انہیں لوگوں پر علیحدہ علیحدہ یہ سب مسئلہ اور مناجات خدا کی طرف سے ظاہر ہوئے تھے غالباً بید مختلف زمانوں میں لکھے گئے ہیں لیکن جو صورت انکی فی زمانہ موجود ہے اُس صورت میں وہ چودھویں صدی میں قبل حضرت مسیح سے جمع کیے گئے ہیں † *

بید پورانی شنسکرت میں لکھے ہوئے ہیں جو اس شنسکرت سے جسکا آجکل رواج ہے استدر مختلف ہے کہ بیجز بڑے بڑے قابل اور عالم برہمنوں کے اُسکو کوئی نہیں سمجھ سکتا ہے اُنکے صرف پورے سے حصہ کا ترجمہ یورپ کے زبانوں میں ہوا ہے اور اگرچہ ہمارے پاس بید کا خلاصہ انگریزی زبان میں موجود ہے جسکو ایسے شخص نے لکھا ہے کہ اُسکی رائے اور صداقت پر بالکل بھروسہ ہو سکتا ہے ‡ اور اُس خلاصہ سے ہم بیدوں کے مسئلوں کے عام منشاء کو بخوبی تمام دریافت کر سکتے ہیں مگر تو بھی ہم اُسکی تفصیلات پر باطمینان تمام گنتو نہیں کر سکتے ہیں یعنی یہ نہیں کہہ سکتے کہ کون کسوں یا مسئلوں کا ذکر جسے آج کل کے ہندوؤں کا مذہب مرکب ہے بید کے کسی حصہ میں ہے یا نہیں *

بیان مسئلہ وحدانیت کا

بیدوں کا مقدم مسئلہ یہ ہے کہ خدا واحد ہے چنانچہ انہی مقامات پر بید میں مندرج ہے کہ حقیقت میں صرف ایک خدا واحد ہے جو سب سے اعلیٰ اور بڑا روح تمام عالموں کا مالک ہے اور اُسی نے سب عالم پیدا کیے ہیں § *

† تمام اول کتاب دو ملاحظہ کرو

‡ یعنی کالہروک صاحب کی کتاب تحقیقات حالات اشیا جلد ۸ صفحہ ۲۶۶ کی پروفیسور اس صاحب نے جو لکچر مقام اشوروں میں دیا تھا اور اُسکو مستحق کیا تھا اُسکے صفحہ ۱۱ میں مندرج ہے کہ ایک عالم برہمن نے خدا کے اوصاف کا بیان چھپے کے بید سے ظاہر ہوتے ہیں مفصلہ ذیل طور سے کیا ہے جسکو سر راہم جون

اُس قادر مطلق نے اپنی مخلوقات میں سے بہتوں کو انسان سے برتر پیدا کیا ہے اُنکی پرستش کرنی چاہیئے اور اُن سے سلامتی بذریعہ مناجات کے حاصل ہوسکتی ہے منجملہ ان برتر مخلوقات کے جنکا اکثر بید ذکر پایا جاتا ہے ہوا پانی آگ اور خاک کے دیوتا اور ستارے اور سیارے ہیں لیکن اور قوتوں اور اوصاف کا ذکر بھی پایا جاتا ہے جنکو منجسم سمجھا گیا ہے خدا واحد کے تین بڑے ظہور ہیں یعنی برہما بشن اور شیو اور اور منجسم اوصاف اور قوی اور ہندوؤں کے منتر کہئے ہوئے دیوتاؤں میں سے اکثر کا البتہ بید میں اشارہ پایا جاتا ہے لیکن ایسے شخصوں کی پرستش جو اپنی دلآویزی اور شجاعت کے باعث سے دیوتا گردانے جاویں مذہب کا کوئی جزو نہیں قائم کی گئی ہے †

برہما بشن اور شیو کا بہت کم ذکر پایا جاتا ہے اور اکثر کچھہ فوقیت نہیں دی گئی ہے اور نہ وہ پرستش کے قابل سمجھے گئے ہیں † اور کالبروک صاحب کو بید میں کوئی ایسا مقام نہیں ملسکا جس سے اُنکا اوتار ہونا ثابت ہو *

صاحب نے اپنی کتاب میں قائل کیا ہے وہ بیان یہ ہے کہ خدا کیا ہے وہ کامل ہے اور کامل خدائی ہے اور اُسکی ذات لائانی ہے اور اُسکو فنا نہیں ہے اور وہ واحد مطلق ہے اُسکی ذات کو نہ تو زبان بیان کرسکتی ہے اور نہ عقل سمجھ سکتی ہے اور سب میں موجود ہے اور سب پر غالب ہے اور اپنے بیحد علم اور دانائی سے ہشاش ہے یعنی بے پورا ہے اور ہر جگہہ اور ہر وقت میں حاضر و ناظر ہے اور اُسکے پیرو نہیں ہے لیکن پور بھی بہت تیزی سے چلتا ہے اور اُسکے غایتہ نہیں ہیں مگر تمام دنیا کو پکڑے ہوئے ہے اور بے آنکھوں کے سب چیز کو دیکھتا ہے اور بغیر کانوں کے سب چیزوں کو سنتا ہے اور بغیر کسی سمجھانے والے کے ہر ایک چیز سمجھتا ہے اور بلا کسی سبب کے تمام سببوں کا سبب اول ہے اور سب پر حاکم ہے اور سب پر قوی ہے اور پیدا کنندہ اور بنانے والا اور تمام چیزوں کی صورت دیکھتا ہے

کتاب ولیم جونسن صاحب جلد ۶ صفحہ ۲۱۸

† کالبروک صاحب کا بیان بید کا نقاب تحقیقات مسائل اشیا جلد ۸

صفحہ ۲۹۳

‡ پرنسپل ولسن صاحب کے اُس لکچر کا جو مقام اسفورد دیا تھا صفحہ ۱۲

بید سے بتوں کا رواج اور پرستش کی چیزوں کا ظاہری نشان اور علامت
کا بنانا ثابت نہیں ہوتا ہے † *

منو کے مذہب کا بیان

مذہبی کتابوں میں چاہتا وحدت کا مسئلہ بڑا جاتا ہے اور آگے
آخر میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ سب برہمنوں میں سے یہ بڑا برہمن ہے
کہ اپانی شاد یعنی رسالہ عالم الہی سے خدا واحد اور قادر کی معرفت
حاصل کریں † *

لیکن اگرچہ منو نے خدا کی وحدت پر اپنی رائے کو اپنے تمام
کتاب میں قائم رکھا ہے مگر خدا تعالیٰ کی ذات و صفات پر اُسکی رائے
جیسی شروع میں عمدہ اور خالص تھی وہی ہو چکے ہیں پانی
جانی ہے *

بیان پیدائش

یہ بات خصوصاً پیدائش کے بیان سے جو منو نے لکھا ہے ثابت
ہوتی ہے چنانچہ بید میں انہر منامات میں لکھا ہے کہ خدا وہ مادہ
ہے جس سے دنیا پیدا ہوئی ہے اور جسے دنیا کو پیدا کیا ہے اور وہی
کہا ہے جسکی بتوں بنائے گئے اور وہی مٹی سے جس وہ بتوں بنا ہے
مگر جو لوگ بید کے ترجمہ کرنے کی بڑی لوات رکھے ہیں وہ یہ خیال
کرتے ہیں کہ ان باتوں کے لفظی معنی پر لحاظ نہیں کرنا چاہئے اور
بجز اس بات کے ظاہر کرنے کی اُسے اور کچھ مطلب میں ہے کہ ایک
ہی علت اولیٰ سے تمام چیزیں نکلی ہیں بیدوں کا عالم منشاء اسدات کا
نبوت کرنا ہے کہ تمام مخلوقات کا مادہ اور صورت ایک خود موجود

† برہمنوں کے اس لکچر کا جو ہم نام اشوہ دیا گیا صفحہ ۱۲

پیشہ ان کے دیباچہ کے صفحہ ۲ پر دیکھو

‡ باب ۱۲ اشارہ ۸۵

علمت کی مرضی سے پیدا ہوا ہے + *

برخلاف اسکے مذہبی قواعد کی کتابوں سے یہ بات پیدا ہوتی ہے
گو صاف صاف نہیں پائی جاتی ہے کہ دنیا خالق کے مادہ سے بنی
اور بطریق جزو مادہ الہی کے مادہ کا وجود ہمیشہ سے ہی اور یہ خیال
پیدا ہوا ہے اُن ہی کتابوں کے بموجب یہ بھی ثابت ہے کہ بسبب پانی
عناصر یعنی خاک باد آب آتش اور خلا اور اَصواروں کی خود موجود
قوت یعنی خدا نے جو آپ تو نظر نہیں آتا مگر دنیا کی چیزوں کو قابل
مستحسوس ہونے کی کرنا ہی بزرے جاوہ اور شان سے ظہور کیا اور تاریکی
کو دور کیا *

آسنے چاہا کہ اپنی مادہ الہیت سے مختلف موجودات کو پیدا
کرے پس اول ایک بات کی بات میں پانی پیدا کیا اور پانی کے اندر
ایک بار اور تنخم رکھا + *

اس تنخم سے اندا پیدا ہوا اور اس اندے میں قائد مطلق خود برہما
کی صورت میں ظاہر ہوئے *

اور اسی قسم کی ترکیبوں سے جو ہندوؤں کے بنائے ہوئے جھگڑے معلوم
ہوتے ہیں بھگوان نے برہما کی صورت میں آسمان اور زمین اور انسان کی
روح کو پیدا کیا اور تمام مخلوقات کے علاحدہ علیحدہ نام رکھے اور اُنکو
جدگاہ نام سپرد کیا *

اسی طرح سے پاک صاف روح والے دیوتاؤں کو جنہیں بہت سی بھگوان
کی صفیں ہیں اور اُنسے کمتر جنوں کو جو بہت نازک اور لطیف ہیں
پیدا کیا § *

یہ تمام پیداواری صورت تھوڑے عرصہ تک قائم رہتی تھی
اور بعد اُسکے معدوم ہو جاتی تھی اور وہ موجود قوت جسکے سبب سے

+ دس صاحب کے ایکچر کا صفحہ ۳۶ پر مقام السفورڈ دئی گئے تھے

§ کتاب اول اسات ۵ و ۶

§ باب ۱ اسات ۱ و ۲

تمام متخارق پیدا ہوئی واپس بلای جاتی ہی اور برہما ذات مطلق میں متجذب ہو جاتا ہی اور تمام کارخانہ کو زوال ہو جاتا ہی † *
اور پیدائش کا اس طرح معدوم ہو جاتا اور پھر پیدا ہونا ونا ہونا
بڑی بڑی مدتوں کے بعد واقع ہوتا رہتا ہی † *

کمزور درجہ کے دیوتاؤں کا بیان

کمزور دیوتا عنصروں کے قائم مقام ہیں یعنی عنصروں کو ان دیوتاؤں کی علامت سمجھا جاتا ہی مثلاً اندر یعنی ہوا اگنی یعنی آگ ورون یعنی پانی پرتوی یعنی زمیں اجرام فلکی کو ان دیوتاؤں کی علامت سمجھا جاتا ہی مثلاً سوریا یعنی سورج چندر یعنی چاند برہمنی اور اور سیارے یا مختلف صفتوں کو علامت ان دیوتاؤں کے سمجھتے ہیں مثلاً دھرم یعنی دیوتا انصاف کا اور دھنرترا یعنی دیوتا دوا کا † ان شجاع اور دلاور لوگوں میں سے جنکا بہہ میں تو ذکر نہیں مگر آج کل ہندوؤں کے دیوتاؤں میں بڑا رتبہ اور درجہ حاصل ہی سنگ رامہ اور کرشنا وغیرہ کسی کو مطلق دیوتا بیان نہیں کیا گیا *

بلکہ ان دیوتاؤں کا بھی جنکے بہہ اوتار میں کہیں ذکر نہیں پایا جاتا ہی برہما کا کئی مرتبہ نام آیا ہی لیکن ہشن اور شیو کا کہیں نہیں آیا خدا کی یہ تین صورتیں ان دیوتاؤں میں جنکا ذکر بہہ میں ہی بہت رتبہ نہیں رکھتی ہیں اور ان تینوں کے باہم ایک جسم میں شامل ہونے کے معنی پر منور کے قانون میں یا غالباً بہہ میں اشارہ تک نہیں کیا گیا چون تیسرے صورتوں یعنی جسموں میں سے بعض جسموں میں تمام اور دیوتاؤں کو داخل اور شامل سمجھا جاتا ہی وہ آگ اور ہوا اور سورج ہیں † *

† باب ۱ اشوک ۵۱ لغایت ۵۷

† باب ۱ اشوک ۳ لغایت ۷۳

‡ باب ۹ صفحہ ۳-۴ لغایت ۳۱۱ اور متامات

|| کاپڑی صاحب کی کتاب تعقیقات حالات ایشیا جلد ۸ صفحہ ۲۱۵ تا ۲۱۷

ذکر ارواح

دیوتاؤں سے بالکل علیحدہ نیک و بد جن بیان کیے گئے ہیں اور پیدائش کے بیان میں یہ نسبت دیوتاؤں کے انکو زیادہ تر حیوانات سمجھا گیا ہے چنانچہ یہ بیان کیا گیا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے جو انمرد جن اور غضبناک بھوت اور خرنمردار وحشی اور حرور بہشتی اور پریاں اور دیو اور بڑے بڑے اڑدے اور بڑے بڑے بازوں کے پرند اور مختلف قسمیں انسان کی پیدا کی ہیں † *

آدمی کا بیان

خدا تعالیٰ نے آدمی کو دو روہیں بخشی ہیں ایک تو روح حیوانی جسکے سبب سے بدن حرکت کرنا ہے اور دوسری روح انسانی جو جذبات اور اچھے اور برے دمنوں کا مخرج ہے اور اگرچہ یہ دونوں روہیں ایک دوسری سے تعلق نہیں رکھتی ہیں اور علیحدہ علیحدہ وجود رکھتی ہیں مگر اُس ذات باری کے ذریعہ سے شامل ہیں جو تمام موجودات میں پھیلی ہوئی ہے ‡ *

روح حیوانی کے یہی ذریعہ سے انسان کے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے یہ روح اپنے جرموں کی مناسبت سے عرصہ معین تک عذاب سہتی ہے اور بعد اُسکے اُسکو حکم ہوتا ہے کہ آدمیوں حیوانوں بلکہ درختوں میں جا کر نفوذ کرے جس قدر زیادہ اِس روح کا گناہ ہوتا ہے اُسقدر ذلیل وہ جسم ہوتا ہے جسمیں وہ پھر بھیجتی جاتی ہے تا وقتیکہ وہ اذیت اور ذلتیں اٹھا کر آخر کار صاف پاک ہو جاتی ہے اور پھر وہ اپنے زیادہ پاک صاف رفیقوں کے جسم میں جاتی ہے § اور پھر اُسکا وہ دور شروع ہوتا ہے جو اُسکو ابدی نعمتوں یعنی بہشت میں پہنچانا ہے *

† باب ۱ اسٹوک ۲۷

‡ باب ۱ اسٹوک ۱۳ و ۱۵ و باب ۱۲ اسٹوک ۱۲ تا ۱۳ و ۲۳

§ باب ۱۲ اسٹوک ۱۶ تا ۲۲

خدا نے آدمی کو پیدائش ہی سے برے پہلے کی تعویذ بخشی جسکو اندرونی ناصح کے † نام سے تعبیر کیا ہی اور جائز اور ناجائز اور آرام اور تکلیف اور مخالف باتوں میں بالکل فرق رکھا ہی یعنی اُنہیں غمراہی سے بچائی ہی ‡ *

بعد اسکے خدا تعالیٰ نے اُس قربانی کے اچھی طرح سے پورا کرنے کے واسطے جسکو اُس نے شروع ہی سے منور کیا تھا بدد پیدا کرنے مگر عموماً منور کی کتاب کے اُس حصہ کے زیادہ حالات بیان کرنے ضرور نہیں معلوم ہوئے ہیں جو علم الہیات سے متعلق ہی *

رسموں کا بیان

ہندوؤں کے مجموعہ کا بہت سا حصہ رسموں سے پورا ہوا ہی مگر اخلاق سے بھی غفلت نہیں کی گئی ہے عورت کے حاملہ رہنے کے زمانہ اور لڑکے کی پیدائش کے وقت اور بہت سے پچھلے موقعوں پر جنہیں سے مقدم موقع وہ ہی جب اول سال لڑکے کی عمر میں بنجر چڑھنے کے آستانہ پر موندنا جانا ہی ہے انتہا رسدیں عمل میں آتی ہیں لیکن سب سے مقدم رسم جنمو کی ہوتی ہی جسکے بنجانے میں برہمن کو سولہ برس اور پیش کو چوبیس برس سے زیادہ دیر نہیں کرنی چاہئے || اس بعد رسم کو دوسرا جنم بیان کیا گیا ہی اور تین فرٹوں (یعنی برہمن چھری اور پیش) کو چنگو اسکی اجازت ہی اُسکے بنجانے سے دوبارہ جنم کا خطاب ملتا ہی اور اسی خطاب سے کل مجموعہ میں آنا ذکر کیا گیا ہی اور اسی موقع پر جن شخصوں کو چنگو پہنایا جانا ہی اُم اور کاپتری کا منتر سکھایا جانا ہی اور بعد میں یہ عبارت نہایت سندس

† باب ۱ اشلوک ۱۳

‡ باب ۱ اشلوک ۲۶

§ باب ۲ اشلوک ۲۶ لغایت ۲۵

|| باب ۲ اشلوک ۳۶ لغایت ۳۰

ہی اور اس متجموعہ میں جا بجا تاکید کی گئی ہے کہ واسطے عبادت اور کفارہ کے اسکو چھینا چاہیئے اور اس منتر کا ورد کیا جاوے اور ہمیشہ عزالت رکھی جاوے تو آدمی بغیر کسی اور مذہبی عبادت کے بہشت کو پہنچ سکتا ہے † اگرچہ یہ مذہبی عبادت فی زمانہ صرف برہمنوں کو معلوم ہے اور سیکھنا آسان آسان نہیں رہا مگر یورپ والوں نے بھی اسکو خوب ہی تحقیق کیا ہے اور کالبروک صاحب نے آسان یہ ترجمہ کیا ہے ‡ ذات باری یعنی خدا کی قابل پرستش تجلی کا دھیان کرو اور یہ دعا مانگو کہ وہ ہماری مثل کو ہدایت کرتی رہے *

اُس پررے اشوک پر لفظ کرنے سے جیسا کہ ایک جملہ ہے ظاہر ہوتا ہے کہ تجلی سے وہی قادر مطلق مراد ہے اگرچہ آفتاب کی روشنی بھی مراد ہو سکتی ہے *

اسوقت تک اسباب کا دریافت کرنا آسان نہیں ہے کہ اس منتر کے مقدس ہونیکے کیا وجہ ہے جب تک یہ ثابت نہ ہو کہ ایک زمانہ میں باوجود اس منتر کے الفاظ کے ذو معنی ہونے کے تو آرمز آدمی ہو ایسے زمانہ میں جبکہ آفتاب کی پرستش رائج تھی خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا راز ظاہر ہو جانا تھا § *

ہر ایک برہمن بلکہ ہر دوبارہ جنہی یا جینو پھنی والے کو ہر روز اشنان کرنا چاہیئے اور ناریوں کی چھانوں میں کسی تہائی کے مقام میں

† باب ۲ اشوک ۷۳ لغت ۸۷

‡ کالبروک صاحب کی کتاب تحقیقات حالات ایشیا جلد ۸ صفحہ ۲۰۰

§ اس عبارت کی بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں اور لفظ اُسے معنی کے کیسے اختلاف رائے ہے پروفیسر رنس صاحب نے اُس کتاب کی جلد اول صفحہ ۱۸۳ میں جو ہندوؤں کے تماشہ کاہ کے بیان میں ہے ایک حاشیہ لکھا ہے جس میں وہ یہ ترجمہ کرتے ہیں کہ اُس آفتاب الہی کی تجلی اعلیٰ کا دھیان کرو جس سے ہماری فہم اور عقل کو روشنی پہنچ سکتی ہے اور بید کے انگریزی ترجمہ کے صفحہ ۱۹۳ میں رام مرہن رائے نے لفظی ترجمہ یہ کیا ہے کہ ہم اُس شان و شوکت والے آفتاب کی روح اعلیٰ کا دھیان کرتے ہیں جو ہماری عقل اور فہم کو ہدایت کرتا ہے

دو روز وقت صبح اور شام پانی کے چشہ کے نزدیک عبادت کرنی چاہیئے †
 اور ہر روز پانچ فرائض ادا کرنے چاہیں یعنی بید کا پڑھنا اور دیوناؤں
 کی عزت میں مردوں کی ارواح اور آگ کو بھوک لٹانا اور پانی دینا اور
 زندہ مخلوق کو چانول کھانا اور مہمانوں کی بائناز تمام خاطر داری کرنا ‡
 دیوتوں کی پرستش گہی کو آگ پر جلانے سے اور ایک قسم کا رس
 چڑھانے سے ہوتی ہے اور اُسے سانہ دیوتا کا نام لیکر دعا مانگی جاتی
 ہے اگرچہ بتوں کا بھی بیان کیا گیا ہے اور ایک مقام پر یہ بھی لکھا
 ہے کہ انکی عزت کرنی چاہیئے § مگر بارجود اُسے انکی پرستش کا کہو
 کہیں ذکر نہیں ہوا ہے اور اگر کچھ ذکر آتا ہے تو خطاب
 سے خالی نہیں ہے اور اُچکل جو طریقہ خوشبو اور پھولوں کے چڑھانے کا
 ہے اُسکا تو ذکر تک بھی نہیں ہوا اور ہرم وغیرہ کی نسبت یہ حکم ہے
 کہ لوگ انکو برہمنوں کے گھر خاص اُنہیں کے گھر کی آگ سے کرائیں || *
 اور فرضوں کے سانہ نہ اِسقدر زیادہ قیدیں لگائی گئی ہیں اور نہ
 انکی نسبت اِسقدر تاکید کی گئی ہے جسقدر کہ بید کے پڑھنے پر
 تاکید اور قیدیں ہیں چنانچہ بیدوں کو صاف صاف اور بار بار بلند پڑھنا
 چاہیئے اور اُنکے پڑھنے کے وقت اُنہیں سے دھیان لے رکھنا اور اُسے مار کر
 ادب سے بیٹھنا چاہیئے اور بہت سے شمن یعنی علاموں کے - باب سے
 پڑھنے میں خلل آجانا ہے اور اکثر ایسے امر افغانیہ کے واقع ہونے پر جو
 طبیعت کو پریشان کر دے اور اُس کام کے قابل نہ رہنے دے پڑھنے سے باز
 رہنا چاہیئے مثلاً ہوا اور گرج اور مینہ اور زلزلہ اور شہاب نواب اور گرہن
 اور گدڑ کا بولنا اور بہت سے اور واقعات اول درجہ کے خلل انداز ہیں اور

† باب ۲ اشارک ۱۰۱ لغایت ۱۰۳

‡ باب ۳ اشارک ۶۹ و ۷۰

§ باب ۴ اشارک ۱۳۰

|| باب ۳ اشارک ۱۲ وغیرہ

ایسے مقام میں بید کے بڑھنے کی ممانعت ہی جہاں بانسری بجتی ہو اور تیرو سنسناتے ہوں اور قضاوتوں نے کسی شہر کو گھیر لیا ہو یا جبکہ عجیب واقعات کے سبب سے تمام لوگوں پر حیرت طاری ہو بظاہر دوسرے درجہ کے خللوں سے تعلق رکھتی ہی †

اخیر مذہبی فحش یعنی مہمان نوازی کا بیان بڑی تفصیل سے کیا گیا ہی اور اُس میں بہت سی نصیحتیں خوش اخلاقی اور خاکساری کی مندرج ہیں اگر ان نصیحتوں میں یہ قید نہ ہوتی کہ بڑھن صرف اپنی قوم کے لوگوں کی خاطر تواضع اس طریق پر کریں تو وہ بہت اچھی ہوتیں ‡

علاقہ رور مرہ بھوگ لگانے اور بہت دینی سے ہر شخص کے بزرگوں کی ارواح کے واسطے مہواری نذر نیاز کرنی چاہیئے اور یہ نذر نیاز پاک صاف خالی میدانوں میں یا دریاؤں کے کنارہ یا تنہائی کے مقاموں میں کرنی چاہیئے بلداں کرنیوالے کو بعض چیزوں کو جلانا اور بہت سی رسمیں بجالانا اور چانول کے ہند بھرنا اور اگیاری کرنا اور ارواح کو انس لینے کے لیے بلانا چاہیئے *

بعدہ چند ایسے برہمنوں کو جو اُنکے معمولی دوست اشنا یا مہمان نہ ہوں بھوجن کرانا اور اُنکے ساتھ تعظیم و تکریم سے پیش آنا چاہیئے اور برہمنوں کو لازم ہے کہ چم چاب بھوجن کریں *

بیان کیا گیا ہی کہ اسمیں کچھ شک نہیں ہی کہ جو برہمن بدوتے جاتے ہیں اُنکے آس پاس متوفی بزرگوں کی روحیں پاک صاف روحوں کی طرح بھرتی دھتی ہیں اور جب وہ بیٹھتے ہیں تو وہ بھی اُنکے پاس بیٹھ جاتے ہیں §

† باب ۴ اشوک ۹۹ لغایت ۱۲۶

‡ باب ۳ اشوک ۹۹ لغایت ۱۱۸

§ باب ۳ اشوک ۱۸۹



مگر جو لوگ بدنام یا گنہگار مہرجاتے ہیں یا جو خلاف قانون اپنے آپ کو ہلاک کرتے ہیں † اُنکے واسطہ کوئی نذر نیاز نہیں کی جاتی ہے بلکہ برخلاف اسکے ایک عجیب رسم ہے جسے ایک بڑے گنہگار شخص کو اُسکا کتبا چھوڑ دیتا ہے اور اُسکی حینِ حیات ہی میں برسمات اُسکے مرنے کی نہایت درستی سے کہتے ہیں کہ اُنکو وہ شخص نبوت یا کفارہ کرے تو پھر اُسکو ایک اور رسم سے خاندان میں لیتے ہیں اور صحبت میں ملا لیتے ہیں ‡ *

چودھیزوں سے ایک دوبارہ جنمی یا زنا بردار شخص کو ہرمز کرنا چاہئے اُنکی کچھ انتہا نہیں ہے جنہیں سے بعض کا کھانا طاہری اسباب کے واسطہ منع ہے مثلاً گوشت خور ہوند اور پالتو سور اور جانور جنکی ضرورت یا رہنے کے طریقہ سے دل کو نفرت آتی ہے لیکن اور چیزوں کو اس طرح اپنی طبیعت سے مقرر کر لیا ہے کہ مرغ اور سانپ کی چھتری اور گندنا یا ہزار سے فوراً ذات جاتی رہتی ہے § اور خاندانِ حتمی چوہا اور خار ہشت اور چھٹلی اور کچھروں کو علاوہ واسطہ خوراک کے جانور قرار دیا گیا ہے سخت سزاؤں کی عورت سے برہمن کو شکاری یا بے ایمان آدمی اور سنا یا بید کے کام بنانے والے یا دھوبی یا رنگریز کے کھانا کھانسی مسامتہ کی گئی ہے شکاری کے کام کی برہمنی کے سبب سے برہمن کی نظروں میں شکاری بے ایمان کی برابر سمجھا جاسکتا ہے لیکن علاوہ اور بے اہل حکموں کے اس حکم کے دریافت کرنے سے ہر شخص کو برا تعجب آتا ہے کہ طیب || جسکا پیشہ بڑی دانش اور فطرتی کا ہے ہمیشہ نہایت ناپاک پیشہ والوں کے فرقہ میں شمار کیا گیا ہے •

† باب ۵ اشوک ۸۹

‡ باب ۱۱ اشوک ۱۸۲ لغات ۱۸۷

§ باب ۵ اشوک ۱۸ و ۱۹

|| باب ۴ اشوک ۲۱۲

علی الخصوص جس بات سے ہنکو تعجب ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ اکثر اقسام کے گوشت کھانہ کی بڑھنوں کو اجازت دینے کی ہے + اور خصوصاً بیل کے گوشت کی بڑے بڑے تیوہاروں میں تاکید کی گئی ہے + لیکن بڑھنوں کو بچتر جگ کے گوشت کھانا نہیں چاہیئے مگر جیسا کہ ہم بیان کرچکے ہیں قربانیاں روز مرہ کے ذرایع میں سے نہیں اور اندیشہ کی گولیاں اور اندیشہ اور بہت سی اور چیزیں اسی قسم کی ممانعت میں داخل ہیں * §

یہ سچ ہے کہ حیوانوں کے ساتھ انسانیت برتنے کی ہو چکے بہت ہدایت اور تاکید کی گئی ہے اور اس خیال سے کہ انکو زیادہ ایذا نہ ہو غذائے حیوانی سے پرہیز کرنا قابل تعریف بیان کیا گیا ہے اسی طرح کی اور بھی وجوہات سے اُسکے استعمال سے احتیاط کرنیکی فہمائش کی گئی ہے || مگر کسی مقام میں کبھی ممانعت نہیں کی گئی اور اُسکو ناپاک نہیں بیان کیا گیا بلکہ اکثر مقاموں میں بہت استحکام کے ساتھ چایز کہا گیا ہے * بیل کے گوشت کھانہ کی اجازت زیادہ تر قابل غور کے ہے کیونکہ گائے اُن دنوں میں ایسی ہی مقدس سمجھی جانی تھی جیسے اب سمجھی جانی ہے گائے کی جان کا بچانا بڑھمن کے قتل کا معاوضہ سمجھا جاتا تھا + اور بڑھمن کے سوا اور کسیکے قتل کا عوض تین مہینے تک بڑی بڑی سختیاں سہنی اور گائے کی تین مہینے تک خوب خدمت کرنے سے ہوتا تھا ++ *

+ باب ۵ اشوک ۱۲ لغایت ۳۶

+ باب ۵ اشوک ۲۱ و ۲۲

§ باب ۵ اشوک ۷

|| باب ۵ اشوک ۳۳ لغایت ۵۶

* جو شخص قانون کے بموجب کھادے وہ گناہ نہیں کرتا مگر وہ شرمی جانوروں کا گوشت کھادے کیونکہ اُن حیوانات کو جو کھائے جانیں اور اُنکے کھائیوالوں کو بڑھماہی نے پیدا کیا — باب ۵ اشوک ۳۰

+ باب ۱۱ اشوک ۸۰

++ باب ۱۱ اشوک ۱۰۶ لغایت ۱۱۷

کہانے پر یہ سب تبدیلیاں ہونیکے علاوہ برہمن پر بہت سے ایسے قواعد کی اطاعت لازم کی گئی ہیں جو زندگی کے معمولی کاموں سے متعلق ہیں اُن قواعد میں سے ہر ایک سے منحرف ہونا گناہ سمجھا گیا ہے * اس مجموعہ کا ایک حصہ نصف سے زیادہ ایسے قواعد سے بھرا ہوا ہے جو پاک صاف رہنے سے متعلق ہیں *

ناپاک ہو جانیکا نہایت عام سبب کسی رشتہ دار کا مرجانا ہے اور اگر وہ قریب کا رشتہ دار ہو تو برہمن کو دس روز اور شودرا کو ایک مہینہ سو تک رہنا ہے *

اور بہت قسم کے چھوٹے جانے اور سببوں سے بھی ایسی ناپاک ہو جاتا ہے اور صرف نہانے اور ایسی رسموں سے جتنا بیان کرنا دقت سے خالی نہیں پاک ہوتا ہے † *

بعض ایسے مسئلے قاعدوں سے جو اُنکے برخلاف ہیں اچھی دانشمندی ظاہر ہوتی ہے جسکی تو تم اس مقصد سے نہ تھی چنانچہ لکھا ہے کہ راجہ کبھی ناپاک نہیں ہو سکتا ہے اور نہ وہ لوگ ناپاک ہو سکتے ہیں جنکا ناپاک ہونا راجہ گار و بار کے سبب سے نہ چاہے اور گاریکو کا ہاتھ جو گار و بار میں مصروف رہتا ہے ہمیشہ پاک رہتا ہے اور سدا ہی وہ رشتہ دار جو لڑائی میں مارے جارہے جاریں اسدہ نہیں ہوتے اور جو سدا ہی بخود اپنے فرض کے ادا کرنے میں مارا جاوے وہ گویا نہایت برا چمک کرنا ہے اور ہر طرح کی ناپاکی سے فوراً پاک صاف ہو جاتا ہے ‡ اور تمام پاک صاف چیزوں میں سے کسی شی میں ایسی عمدہ صفائی اور پاکیزگی نہیں سمجھی گئی ہے جیسی کہ وہ صفائی دل کی ہوتی ہے جو دولت کے حاصل کرنے اور ضرورتوں کے معاف کرنے اور فیاضی کرنے اور عبادت کرنے میں ہوتی ہے § *

† حصہ پانچواں اعلویٰ ۵۷ تا آخر

‡ باب ۵ اشلوی ۹۳ لغایت ۹۶

§ باب ۵ اشوی ۱۰۶

ہندوؤں میں کفارہ ادا کرنے کی رسموں کا اور اخلاقی امور میں متوسط درجہ ہی گذاروں سے بچانے میں اُنسے مدد ہوتی ہی اور طریق مذہبی سے انحراف کرنے سے باز رکھنے میں کام آتے ہیں اور استعمال اُنکا ہمیشہ ایسا بے قاعدے اور بے اصل طور سے کیا جاتا ہی کہ اُسکے باعث سے وہ ایسے موثر نہیں ہوتے جیسا اُنکو لوگوں کی بھلائی کے قائم کرنے میں ہونا چاہیئے تھا *

شراب کا پینا اول درجہ کے گناہ میں شمار کیا گیا ہی اور بینکناہ آدمی کے تباہ کرنے کے واسطے بلدان کرنا دوسرے درجہ میں شامل ہی *
 برہمن کو تکلیف پہنچانی اور جو چیزیں قابل سونگھنے کے نہیں اُنکے سونگھنے اور اور ایسے ہی جرمنوں کا جو حقیقت میں منہر ہیں ایک ہی کفارہ ہی † *

اگر جبر سے اُنکی تعمیل کرائی جاوے تو بعض کفارے نہایت سخت بیرحمی کی سزا سمجھی جاوینگی اور جب اُن کفاروں کا استعمال اس دنیا میں صحبت سے خارج نہونے اور عاقبت میں انتقام سے بچ جائیکے واسطے کرایا جاوے تو وہ بہت ہی لغو اور بیجا ہیں *

حقیقی یا دھرمی ما یا بہن کے ساتھ زنا کرنے اور کسی نابالغ سے منجمعت کرنے اور نہایت ذلیل ذات کی عورت کے ساتھ زنا کرنا کفارہ لوہے کے گرم بستر پر جل کر مرنے ہی یا خوب تپتے ہوئے لوہے کی مررت سے بغل گیر ہونا ہی ‡ اور شراب پینے کا کفارہ گائے کا گرم گرم پیشاب پینا ہی § *
 اور اور کفارے اکثر بذریعہ جرمانہ یا راضت کے ادا کیئے جاتے ہیں اور اکثر جرمانہ میں مویشی لیئے جاتے ہیں جنکے دیئے جانیکا برہمن کو حکم ہی اور بعض جرمانہ ایسے بڑے ہیں کہ ایک بتیار اور ہزار گائے دینی پڑتی ہیں *

† باب ۱۱، ایشوک ۵۵، نہایت ۶۸

‡ باب ۱۱، ایشوک ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۷۱

§ باب ۱۱، ایشوک ۹۱

اور چرماتوں کی مناسبت بھی چرموں سے بہت بڑی طرح قائم کی گئی ہے پانپ مارنے کی عوض میں برہمن پر لازم ہے کہ ایک ہزارہ اور خوجہ کے مارنے کی عوض میں ہر سال کا ایک بوجھ دے *

اپنے آپ سے کسی برتر آدمی سے دور ہو یا ہشت کہنے اور برہمن اور قزیر میں غالب آنے کا کفارہ ہوتا ہے اور کزوں کے مارنے اور ہونے اور گھاس کو ناحق کاٹنے کا بھی کفارہ لازم آتا ہے اس لیے کہ درختوں کو بھی دکھ دینا معلوم کر لینے قابل سمجھتے ہیں † *

کفارہ بہت ہی مشہور اور قابل غور کے ہے یعنی جو بوجھاری تمام رگ ہید کو حفظ یاد کر لے وہ ہر طرح کے گناہ سے پاک ثابت ہو جاتا ہے اور معجزہ نہیں ہوتا یہاں تک کہ اگر وہ تینوں تولوک کے باشندوں کو بھی قتل کر ڈالے اور نہایت ناپاک ہاتھوں سے کھانا کھالے ‡ تو بھی پاک صاف رہتا ہے *

بعض کفارے اور بعض جزائیں ایسی ناپاک کاموں کے واسطہ قرار دی جاتی ہیں جن سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ لوگوں کے اطوار بہت خراب تھے یا مقنن کے دماغ میں تصور تھا لیکن غالب یہ ہے کہ جس طرح بعض یورپ کے کچ نہم مذہبی مسائل کو اپنے دل سے گھڑ کر بنا دیئے ہیں اسی طرح ان کفاروں کی بنیاد پڑی ہے * *

اور بعض کفارے بہت ہی اچھے ہیں جو ان بدہودہ خیالات اور مذہب باطل کے خیال کو جس قدر شدت سے برہمنوں میں رواج ہے کس قدر ہمارے دل سے کم کرتے ہیں چنانچہ یہاں کیا گیا ہے کہ جو آدمی سفارت اختیار کرے گو وہ سفارت اس کی روحانی فائدہ پہنچانے کے واسطہ کیوں نیکیجائے اگر وہ اپنے کندے کو محتاج چھوڑ جائے اس پر عاقبت میں عذاب اور سختی ضرور ہووے گی || *

† باب ۱۱ اشوک ۱۲۵ لغایت آخر

‡ باب ۱۱ اشوک ۱۶۲

§ باب ۱۱ اشوک ۱۶۱ لغایت ۱۶۹

|| باب ۱۱ اشوک ۶ و ۱۰

ہر شخص جو کفارہ ادا کر لیتا ہے وہ شرعی طور پر برادری میں رہنے لے لیا جاتا ہے لیکن سب کو ایسے لوگوں کی صحبت سے بچنا لازم ہے جنکے جرم حقیقت میں بہت سنگین ہوں اُن جرموں میں اپنے مسنون آدمی کو مارنا اور اپنے مری کو ضرر پہنچانا داخل ہے + *

اُس اثر کا بیان جو مذہب سے اخلاق پر ہوتا ہے

البتہ منو کے مذہب کا اثر اخلاق پر عموماً اچھا ہے جائز اور ناجائز کا ضروری فرق شروع میں بہت اچھی طرح بیان کیا گیا ہے جیسا کہ پہلے ذکر ہو چکا ہے اور وہ فرق عموماً چاہا خوب قائم رکھا گیا ہے اور جو تھوڑی سی باتیں اس رائے سے مستثنیٰ ہیں وہ مشہور مقام ہیں جو جھوٹی شہادت سے متعلق اور ایک دو وہ مقام ہیں جہاں یہ حکم ہے کہ ہلداں یا جگ ‡ کے لیئے دوسرے کے مال پر تصرف کر لیا جائے اور راجا چوروں کے گرفتار کرنے میں زیادتی کرے § *

برخلاف اسکے بہت سے احکام اور تاکیدیں عدل و انصاف اور راستی اور نیکی کی بابت پائی جاتی ہیں اور برے چال چلن کے بہت برے نتیجے اس دنیا اور عاقبت میں بیان کیئے گئے ہیں چنانچہ لکھا ہے کہ نیک آدمی کو بسبب تنگدست ہونے دل شکستہ اور پرمردہ نہونا چاہیئے اور ظالم اور بدکار کو اور اُس شخص کو خوشی کبھی حاصل نہیں ہوتی ہے جو جھوٹی شہادت کے ذریعہ سے دولت حاصل کرتا ہے || *

ایک مقام میں صاف یہہ کہا گیا ہے کہ رسموں کے فروغوں سے اخلاقی فوس بہتر ہیں * اور یہہ بھی کہا گیا ہے کہ ایسے گناہوں پر جو لوگوں

+ باب ۱۱ اشوک ۱۰ و ۱۱

‡ باب ۱۱ اشوک ۱۱ لغایت ۱۹

§ باب ۱۱ اشوک ۲۵۶ لغایت ۲۶۹

|| باب ۲ اشوک ۱۷۰ لغایت ۱۷۶

* باب ۲ اشوک ۲۰۴

کی آمایش میں خلل انداز ہوں عاقبت میں ایسی ہی سزا ملے گی
جیسے مذہبی معصیت پر ملیگی *

مگر اس معاملہ میں ایک مسئلہ کا اثر کم قابلِ تعریف کے ہی
کیونکہ اُس میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ جو لوگ اپنے جرموں کی سزا
گورنمنٹ کے ہاتھ سے پائینگے اُنکو عاقبت میں سزا نہ ملے گی وہ نیک
کرداروں کی برابر ہو جاتے ہیں پاک صاف ہو کر بہت میں جا رہے ہیں * †
اخیر میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ قانون کے ذریعہ سے جس اخلاق
کی تاکید کی گئی ہے اُسکو چھوٹے دیوتاؤں کے بڑے چال چلن کے بیان
سے یا اُس عیاشی کے شامل کرنے سے جسکی اجازت اب بعض فرسوں کی
وسومات میں دی گئی ہے ناکارہ اور بے اثر نہیں کیا گیا تھا جیسا کہ آج
کل مذہبی کتابوں میں بہت سے مسئلوں سے جنکو مختلف مقاموں میں
نقل کیا گیا ہے یہ ثابت ہوتا ہے کہ منو کے مجموعہ میں عمدہ مسئلوں
یا عالی خیالات کی کس طرح قلت نہیں ہے لیکن برہمنوں کے اُس اخلاق کا
عام میلان جو برہمنوں نے قائم کیا ہے ایسا تو ہے کہ گناہ سے بچنے اور پاک
صاف رہنے کے قابل کر سکتا ہے مگر ایسا نہیں کہ اُسکو بھلائی اور فیوضانی
پر آمادہ اور سرگرم کرے اور اُس اخلاق کا مقصد خاص یہ ہے کہ آدمی
اپنے امن و امان کا مزہ اُٹھاوے اور کسی جاندار کو تکلیف نہ پہنچاوے

پانچواں باب

طور طریقہ اور تربیت اور شایستگی کے بیان میں
عورتوں کی حالتوں کا بیان

جب ہم ایک قوم کے اطوار کی تحقیقات کرتے ہیں تو اول ہماری
توجہ عورتوں کے حالات سے اٹھنی کرنے پر مایل ہوتی ہے ہندوؤں کی
عورتوں کی حالت اُن قواعد سے جو شادی کے معاملہ میں بیان کیے گئے ہیں اور
ایسے اتفاقی قاعدوں یا بیانون سے جمع کیجا سکتی ہے جن سے از خود وہ
راے ظاہر ہوتی ہے جو اُس زمانہ میں لوگ عورتوں کی نسبت رکھتے تھے *
اگرچہ بعض بعض قوانین متعلقہ شادی میں شامل اور ناشایستہ زمانہ
کی بڑی نشانیاں پائی جاتی ہیں مگر بہر حال وہ شادی کے قوانین نانواں
فرقہ یعنی عورت کے حق میں بڑی نہیں ہیں اور باتوں میں عورتوں
کی حالت ایسی ہی ہے جسکی قانون سے توقع کیجاتی ہے *
ایک زوجہ کو اپنے شوہر کا بالکل فرمانبردار اور جاں نثار ہونا چاہیئے
اور شوہر کو لازم ہے کہ اُسکو پابند قانونی قیدوں کا رکھے اور بے قیاحت
اور جائز شغلوں کی اجازت دے کہ جس طرح اُسکا جی چاہے اسی طرح اُن
میں مشغول ہو † اور جس زمانہ میں اُسکا شوہر موجود نہ ہو تو جس طرح وہ
اُسکی مرضی کے تابع رہتی ہے اسی طرح اپنے رشتہ دار مردوں کی مرضی کے
تابع رہے ‡ لیکن برخلاف اسکے شوہر کے رشتہ دار مردوں کو عورت کی عزت
کرنیکی بہت تاکید کی گئی ہے چنانچہ لکھا ہے کہ جس جگہ عورت
کی بیعتدنی ہوتی ہے وہاں جو اچھے اچھے کام مذہبی کیئے جاتے ہیں
وہ سب انارت جاتے ہیں اور جس جگہ عورتوں کو ذلیل اور مصیبت

† باب ۵ اشوک ۲ وغیرہ

‡ باب ۵ اشوک ۱۲۷ وغیرہ

میں رکھا جاتا ہی اُس خاندان کے تمام لوگ نماہ ہو جاتے ہیں لیکن جس خاندان میں شوہر زوجہ سے اور زوجہ شوہر سے راضی اور خوش ہووے وہ گھر یقیناً ہمیشہ خوش اور آباد رہیگا ایسی باتوں میں چندر متجموعہ قوانین میں گفتگو کرنا عجیب معلوم ہوتا ہی زوجہ پر شوہر کی نوازش کے واسطے قانون مقرر کیا گیا ہی چنانچہ ناکید کی گئی ہی کہ تہواروں اور خوشی کے دنوں پر خاوند کو چاہئے کہ اپنی زوجہ کو واسطے عمدہ عمدہ زیور اور پوشاک اور کھانا مہیا کرے * †

بیوہ عورتیں بھی قانون کی خاص حفاظت میں ہیں چنانچہ انکے رشتہ دار مردوں کو سخت تاکید ہی کہ انکے مال و مناع سے مزاحمت نہ کریں (باب ۳ اشلوک ۵۲) راجہ کو بیوہ عورتوں اور نہیا عورتوں کے متعلق قرار دیا گیا ہی اور اُسکو ہدایت کی گئی ہی کہ وہ عورتوں کے ایسے رشتہ داروں کو چوروں کی مانند سزا دیوے جو انکے مال و دولت کے نقص کرینا ارادہ کریں (باب ۸ اشلوک ۲۸ و ۲۹) *

بجز اُن باتوں کے جو برہمنوں سے متعلق ہیں خاکی برتاؤ کا کم بیان پایا جاتا ہی اور حسب معمول برہمنوں کی چال چلن پر بہت سخت اور لغو قیدیں لگائی گئی ہیں چنانچہ برہمن کو اپنی جورو کے ساتھ کھانا نہیں کھانا چاہئے اور جب وہ نہانا کھاتی ہو یا انکڑائی لیتی ہو یا ننگی کھاتی بیٹھی ہو یا اپنی آنہوں میں سرمہ لٹا رہی ہو اور بلی ہذا اور مرقعوں پر اُسکی جانب دیکھنا نہیں چاہئے * †

ہر ایک فرقہ یا ذات میں عورتوں کا کام یہ ہے کہ وہ دولت کے جمع کرنے اور اُسکے صرف کرنے اور منائی اور اُن مصروف میں جو عورتوں کو کرنے چاہئیں یعنی روزمرہ کا کھانا پکانے میں اور گھر کے برتنوں کی حفاظت کرنے میں مصروف رہیں *

† باب ۳ اشلوک ۵۵ لغات ۶۱

‡ باب ۳ اشلوک ۳۳ وغیرہ

گھر میں خوددار اور شفیق محافظوں کی حفاظت میں عورتیں محفوظ نہیں رہ سکتی ہیں لیکن وہ ہی عورتیں پالکاسن رہ سکتی ہیں جنکا دل خود انکا محافظ ہی + *

سٹی ہونے کی رسم کا ذرا سا بھی بیان نہیں پایا جانا ہی برہمن کی بیوہ کو جس ریاضت اور نیک طریقہ میں زندگی بسر کرنے کی اجازت دی گئی ہے + اس سے بھی ظاہر ہے کہ شوہر کے ساتھ انکا چلنا کچھ بھی ضروری نہیں سمجھا گیا ہے *

صرف جس خود کشی کی اجازت دی گئی ہے وہ ایسے عابد برہمن کیواسطے ہے جو کسی لاعلاج بیماری میں مبتلا ہو چنانچہ اُسکو اجازت ہے کہ وہ نالوں طرف جاوے اور بچتر ہائی کے اور کچھ اپنے ہمراہ نہ لیجائے اور تارتیکہ بسبب بھوک بداس اور ماندگی کے نہ مر جاوے بڑا بچہ چلا جاوے § اور راجہ کو بھی خود کشی کی اجازت دی گئی ہے چنانچہ لکھا ہے کہ جب راجہ اہنی زندگی کو قریب خاتمہ کے پارے تو وہ اہنی اُس دولت کو برہمنوں کو دیدے جو اُسنے قند تاراں وغیرہ سے حاصل کی ہو اور سلطنت کو اپنے بیٹے کے حوالہ کرے اور لڑائی میں مر جاوے اگر بالفرض لڑائی نہ ہو تو خود فائدہ کشی کر کے مر جاوے *

چال چلن کا بیان

چال چلن کی نسبت چند باتیں اور انتخاب ہوسکتی ہیں مثلاً جوان برہمنوں کیواسطے جو سخت نظمائی میں رہنے کا حکم ہے اُس سے

+ باب ۹ اشوک ۱۱ و ۱۲

‡ باب ۵ اشوک ۱۵۶ لغایت ۱۵۸

§ باب ۶۶ اشوک ۳۱

|| باب ۹ اشوک ۳۲۳ — یہ عجیب بات ہے کہ رسم سٹی کا ذکر نہیں کیا گیا جسکی نسبت کالبروک صاحب نے بیان کیا ہے کہ از روے بید کے اُسکی اجازت ہے (کالبروک صاحب کی کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱ صفحہ ۲۵۸) اور متقدمین نے بیان کیا ہے کہ ٹائلس سٹی غریبی اُسکا ذکر اس مجموعہ کے کسی مقام میں نہیں پایا جاتا ہے

معلوم ہوتا ہے کہ انکی پرہیزگاری کا اعتبار نہ تھا چنانچہ جب طالب علم کو اپنے گرو کی ذاتی خدمتیں کرنی اور اُسکے اور اُسکے قریب رشتہ داروں کے قدم چومنے کی اجازت دی گئی ہے تو گرو کی جوں بیوں کے قدم چومنے کی ممانعت کی گئی ہے اور یہہ چاہا گیا ہے کہ جب وہ عورتوں کی صحبت میں ہو تو اپنے آپ کو قابو میں رکھے اور اس بات کی احتیاط رکھے کہ جو عورتیں اُسکی نظروں میں نہایت لبتا اور آداب کے قابل ہوں انکے ساتھ یہی نہا کرے + *

جو عیش و آرام اُس زمانہ کے لوگ کرتے تھے اُنکا حال کسقدر عموماً اُس عیش و آرام سے معلوم ہوسکتا ہے جسکی بادشاہ کو ممانعت کی گئی ہے (باب ۷ اشلوک ۳۷) جسے شکار کھیلنا اور لہو و لعب اور دنس سونا اور عورتوں سے زیادہ صحبت رکھنا اور نشہ پانی اور کانا اور ناچنا اور بلا ضرورت ستر کرنا ہے چال چلن کا کچھ حال اُن مقاموں کے بیان سے بھی واضح ہوتا ہے جہاں لوگ اکثر لڑا کرتے تھے اور جورو اور نیم طیب اور چوتھی یعنی پیشین گوئی کرنوالے اور اور فریبی لوگ آتے جاتے رہتے تھے وہ مقام خوش اور تنور اور فاحشہ عورتوں کے چنگلے اور شراب کی بھمی اور حلوائیوں کی درگاہیں اور چہرہ اور بڑے بڑے درخت اور مجلسیں اور عام قماشہ گاہیں ہیں *

تمام فرقوں اور ہر رشتہ کے لوگوں کے ساتھ آداب اور اخلاق پرانے کے طریق بہت تفصیل سے بیان کیئے گئے ہیں *

ما باپ اور بڑے بزرگوں اور عالموں اور خلیفوں اور دولتمند اور اہل مرتبہ سے نہایت تعظیم کے ساتھ پوش انداز صحبت آپ گئی ہے چنانچہ حکم ہے کہ ضرورت کے وقت گاہی میں ایسے آدمی کو جسکی

نوع دوس سے زیادہ ہو اور کسی بیساری میں مبتلا ہو اور بوجھ بھی مورتا اور عورت اور ہوجاری اور راج کنور اور نوشت کو جگہ دینی چاہئے † میں نہیں جانتا کہ قدیم رسوم کی تعظیم کا جستدر اس مجموعہ ں حکم ہی اُسکے بقربی ادا کرنے کیواسطے کس مقام پر ذکر کرنا چاہئے مگر بہت معزز قانون اور تمام خدا پرستی کی بنیاد بیان کیا گیا ہی ‡ یہی میں آجنگ ہندوؤں کے مذہب کی جان ہیں اور ہندوؤں کے قوانین ہمیشہ قائم رہنے کی یہی رسمی باعث ہیں اس مجموعہ میں کو نہایت ممتاز بیان کیا ہی اور ہدایت کی گئی ہی کہ تمام فرقے کو تحصیل کریں یہ سچ ہی کہ بید اور اُسکی تنسیروں اور صرف اور ند کتابوں کے پڑھنے کی طالب علم کو ہدایت کی گئی ہی لیکن انہیں یوں سے علم الہیات اور علم منطق اور علم طبعیات حاصل ہوتا ہی یہ بات ب کو معلوم ہی کہ اول رسالوں میں جو بید کے ساتھ شامل ہیں انہیں سمونوں پر بحث کی گئی ہی اور برہمن جو اُن سب علموں سے ابتداء اند میں اچھی واقفیت رکھتے تھے اسوجہ سے یقین ہی کہ انہوں نے علموں میں اُسی زمانہ میں جستدر مجموعہ بنایا گیا تھا بہت سی نداد حاصل کی ہوگی *

فنون کا ذکر

اگرچہ اُسوقت میں فن صاف اور سیدھے سادہ تھے مگر ایسے بے رونق تھے جیسکے جاہل اور اکھڑ قوموں میں ہوتے ہیں چنانچہ مورتی اور اہرات اور ویشمین کترے اور زیور کا موجود ہونا تمام خاندانوں میں کیا گیا ہی § ہاتھی اور گھوڑے اور رتھ کا بیان جابجا پایا جاتا ہی آدمی اُنپر سوار ہوتے تھے اور مویشی اور اونٹ اور گزیروں پر اسباب

† باب ۱۱ اشواک ۱۳۰ لغایت ۱۳۸

‡ باب ۱ اشواک ۱۰۸ لغایت ۱۱۰

§ باب ۵ اشواک ۱۱۱، ۱۱۲

لدا جانا تھا باغ اور گنج اور چیتوروں کا ذکر پایا جاتا ہے اور امرو لوگ
فلاح عام کی واسطے جو تالاب اور باغچہ اچھل بھی بناتے ہیں انکے
بنانے کی شاید اسی مجموعہ میں اول اول ہدایت کی گئی ہے ۱۱ شہروں
کا بہت کم ذکر پایا جاتا ہے اور علاوہ ان قاعدوں یا انیسویں کے جو گلوں
کے انتظام کی واسطے درکار ہوتے ہیں یا کسی ہستی اور اُسے انیسویں کا ذکر
نہیں معلوم ہوتا غالباً جو بڑے شہر تھے وہ صرف دارالضلالت کے شہر تھے ۱۲
جن پیشرونا بیان ہوا ہے اُسے ظاہر ہوتا ہے کہ جو چیزیں برص
پانیوالوں کی اوقات بصری کے واسطے ضرور تھیں وہ سب انہیں مگر جو
نہایت شایستہ اور لائق لوگوں کی حیات کی واسطے درکار ہوتی تھیں وہ سب
موجود نہ تھیں مثلاً اگرچہ جواہرات اور زیور طاقی عام تھا مگر زیور اور
اور اسی قسم کے کاریگر جو اُن مصالحوں سے نہایت لطیف کام بناتے تھے
شاید نہ تھے کیونکہ اُنکی طرف کہیں اشارہ نہیں پایا جاتا اور مصوری اور
تصویر کو وہ ترقی حاصل نہیں ہوئی تھی جو بعد کو اُس زمانہ میں
ہوئی جبکہ شہر لوگوں کو مصیبت کے وقت میں جن ہستوں کی اجازت
ملی انہیں میں انکے کرنیکی بھی اجازت ہوئی *

روپیہ کا ذکر اکثر پایا جاتا ہے لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ اُسکی
مالیت کو ہذیرہ وزن کے یا ہذیرہ سکہ کے قائم کیا تھا اسوقت داں سند
میں بجائے روپیہ کے پفونکا چلن تھا اسی نام سے بعض مقاموں میں کسی
تکر کوڑیوں کو پکارتے ہیں جو پیسہ کی عوض میں آتی تھیں *

اناج اور مصالحوں اور خوشبوؤں اور اور پیداوار نے اسلام کی دعوت
ایک بڑی تربیت یافتہ ملک کا دعوت ہے اور مجموعہ سے عموماً اسی
آبادیوں کے آثار معلوم ہوتے ہیں جو اس زمانہ میں ہوئی ہیں انہیں
بعضے ایسے حالات جنسے اُس زمانہ کی بدعملی ظاہر ہوتی ہے اب بھی

† باب ۲، اشاری ۲۲۶

‡ باب ۷، اشاری ۱۳۰

موجود ہیں لیکن لوگوں پر اُنکا اثر استبداد نہیں ہوتا جتنا کہ غیر ملک والے سمجھتے ہیں۔ برخلاف اسکے مصیبت کے وقتوں کا حال کثافت معلوم ہونے سے یہ شبہ ہوتا ہی کہ قدیم زمانوں میں بھی کثافت کی سختی اکثر ہوتی تھی جو اب بھی ہندوستان میں ہوا کرتی ہی *
 اس مجموعہ میں اُن قوموں کا کہیں کچھ بیان نہیں ہی جو صرف مریخی کا دودھ پیکو زندگی بسر کرتے تھے جیسا کہ اب بھی ایشیا کے اکثر ملکوں میں موجود ہیں *

عام حالات

تمام قدیم قوموں میں سے صرف مصر والے ہندوؤں سے نہایت مشابہ معلوم ہوتے ہیں لیکن اُس قوم کے حالات سے استبداد کم لگتی ہی کہ اُسکو دوسری قوم سے مطابق نہیں کر سکتے † *

ہندوؤں کی اُن یونانیوں سے مطابقت کرنا چکنا منصل حال ہرمر شاعر نے جو قریب اُسی زمانہ کے گذرا ہی جب کہ یہہ منو کا مجموعہ تالیف ہوا زیادہ تر آسان ہی اگرچہ اُس دلاور قوم یعنی یونانیوں سے ہندو ہمت اور دلاوری اور لطافت طبع میں کیسے ہی کمتر کیوں نہیں مگر جبکہ ان دونوں قوموں کے قوانین اور انتظام کے طریقے اور شعور فن کی کیفیت اور عام تہذیب اور شایستگی اور قانون کی پابندی کا مقابلہ کیا جاوے تو ظاہر ہوتا ہی کہ ہندو یونانیوں سے شایستگی اور قریبت میں بہت بڑھی ہوئے تھے ہندوؤں کے ملکی جلسے بہ نسبت یونانیوں کے بہت کم ناشایستہ تھے اور وہ دشمنوں سے بہت توجہ کے ساتھ سلوک کرتے تھے اور ہر قسم کے عار میں اُنکو بہت زیادہ دسترس تھے اور خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کی علم کی روشنی اُسی زمانہ میں ایسی اُنکو حاصل ہو گئی تھی جس میں سے ایتھنس کے اعلیٰ ترقی کے زمانہ میں وہاں کے نہایت

† ان دونوں قوموں میں جو خاص خاص باتیں مشابہت کی پائی جاتی ہیں اُنکو ہیروڈاٹس نے ایشیا کی قوموں کی تاریخ کی جلد ۳ صفحہ ۲۱۱ سے آخر تک لکھا ہی

بڑے عقیل اور دانا آدمیوں کے دلنہر بہت تھوڑی سی چمکی مگر یونانی غیر قوموں کے ساتھ بلا رکارت میل جول رکھنے سے اراستہ ہو گئی اور ہر ایک قوم سے جو عمدہ باتیں اُنکو ابتدا میں حاصل ہوئیں اُن سب کو اُنہوں نے قلمبند کیا ہی برخلاف اسکے ہندوؤں نے اپنی تربیت آپ ہی آپ بڑھائی اسیوجہ سے اُنکی تربیت کی ایک خاص خاصیت ہو گئی جسکے باعث سے اُس اعلیٰ درجہ کی شایستگی کی چھان میں گرنے میں ایک شوق پیدا ہوتا ہی جو آخر کار خود بخود اُس تربیت نے حاصل کی مگر یہ سوال ہو سکتا ہی کہ ہندوؤں کو ایسی جلد اور بلا ذریعہ کے ترقی تربیت حاصل ہونے سے کیا اُنکی ہدینہی نہیں سمجھی جاتی ہی کیونکہ اُنہوں نے اپنے آپکو اور قوموں سے جنکو وہ جانتے تھے برتر دیکھ کر اپنے جلسوں کی توقیر اور اور قوموں کے جلسوں سے نفرت کی جس کے سبب سے وہ غیر قوموں کی ترقی کی باتوں سے متنفر اور خود اپنے آپ بھی کسی نئی بات کے ایجاد کرنے کے قابل نہ تھے *

ہندوؤں کی اصلیت اور اُنکی معاشرت کا بیان

منو کے مجموعہ سے جو آکافی حاصل ہوتی ہیں اُسے دوڑ کرنے سے معلوم ہوتا ہی کہ دربارہ جہنم لانے والے یعنی جنہو بہتے والے تیس فوجی ازروے قانون کے ہندوؤں کا مجمع سمجھے جاتے ہیں اور شوہروں کا فرقہ ذلت و خوارگی کی حالت میں اُنکا خدمتکار باوجود اسکے یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ شوہر راجہ شہروں میں راج کرتے تھے اور اُن شہروں میں برہمنوں کو ریاست نکرانے کی ہدایت کی گئی ہی + اور ضلع کے ضلع ایسے بیان کیئے گئے ہیں جہاں شوہر ہی آباد تھے اور برہمن یعنی نارانی کے دشمنوں کا زور شور تھا اور برہمنوں کا وہاں پنا بھی نہیں تھا ‡ *

+ باب ۴ اشوکی ۶۱

‡ باب ۸ اشوکی ۲۲

زناردار قوموں کو مکرر سکر ہدایت کی گئی تھی کہ بہتر مشرقی سے بہتر مغربی تک ہمارے † اور بندھیا ‡ پہاڑوں کے درمیان میں جو حصہ ملک کا ہے اُس میں آباد ہوں صرف ان تین بڑی قوموں ہی کو اس بڑے خطہ میں مستحکم کیا گیا ہے شودر کو بشرطیکہ وہ سامان معیشت کا محتاج ہو ہر جگہ جانے اور بسنے کی اجازت ہے § ان سب زبانوں سے خواہ مخواہ یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ زناردار تینوں قومیں فتحیاب قومیں تھیں اور شودر مفتوحہ قوم اصلی باشندے اس ملک کے تھے اور جو خود مختار آبادیاں شودروں کی تھیں وہ انہیں چھوٹے خطوں میں جن میں ہندوستان منقسم تھا واقع تھیں جو ابھی تک مفتوح نہ تھیں اور ہندھیاجل سے آگے بڑھ کر وہ حملہ آور نہ تھے اور نہ ان کے مذہب کی وہاں تک رسائی ہوئی تھی *

مگر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ فتحیاب کوئی غیر ملکی قوم تھی یا یونان کے دور رس والوں کی طرح خاص ہندوستانی ہی تھی یا ہندوستان کے کسی خاص صوبہ کے لوگوں میں کا ایک حصہ تھی مثلاً کوئی مذہبی فرقہ جس نے تمام علم و فن میں سب سے فوقیت حاصل کر لی ہو اور اجماع کے تمام قائدوں کا اپنے ہی ذات میں انحصار کر لیا ہو *

ان پر فرقوں کی صورت شکل کا شودروں سے تفاوت جو اب تک پایا جاتا ہے اُس سے سمجھا جاتا ہے کہ غیر ملک کے لوگ تھے لیکن برہمن اور چھتریوں کی نسبت اس تقریر کو تسلیم کر کے ہم کو اُن زبانوں کی طرف توجہ کرنی چاہیئے جن سے اس گفتگو کی قوت گہنی ہے *

† ہمارے کردہ نمائندہ کو تھے تھے

‡ یہ اب بھی اسی نام سے مشہور ہے اور خاص ہندوستان کی ایسی ہی جنوبی حد ہے جیسے شمالی حد نمائندہ ہے معلوم ایسا عورتا ہے کہ اس مجبورہ کے مولف کو یہ اچھی طرح معلوم تھا کہ ہندھیاجل کا سلسلہ مشرق کی جانب کہاں ختم ہوا ہے

§ باب ۲ اشوا ۲۱ نذایت ۲۲

جو فرقہ برہمنوں سے نہایت غور اور بے میل ہی وہ چاندالوں کا فرقہ ہی باوجود اسکے کہ انکی پیدائش ایک برہمنی سے ہی پس اس خیال سے کہ انکو اپنے مربی سے کچھ مشابہت پائی رہی ذات میں لگے ہونیکے سبب سے انکو سوائے اپنے ہمتومروں کے اور سے رہنا ضبط کی اجازت نہیں دی گئی ہی اور عادتوں اور پیشوں کا اختلاف ہی اس بڑی قلمشابہت کے پیدا کونیکو کافی دانی ہی جو برہمنوں اور شودروں میں موجود ہی ہندوستان میں جو مختلف پستے سوزنی چلے آئے ہیں یہہ امر اس نامشابہت کے قائم رکھنے اور ترقی دینے میں مدد کرنا ہی ا اور یہہ بات بھی انکے غیر ملکی قوم ہونیکے مخالف ہی کہ نہ تو اس مجموعہ میں اور نہ بید میں اور نہ اور کتابوں میں جو اس مجموعہ سے پرانی ہیں کوئی اشارہ اسبات پر پایا جاتا ہی کہ اُنسے پہلے کوئی اور قوم ہندوستان میں بستی تھی یا کسی ملک سے جو ہندوستان سے باہر تھا انکو بجز اسکے نام کے اور کچھ واقفیت تھی دیہوں کا ذکر بھی شالہ کے سلسلہ سے لگے نہیں پایا جانا چنانچہ اس سلسلہ میں اُنکی بود و باش قائم کی گئی ہی *

زبان سنسکرت اور مغربی زبانوں کی اصلیت کے ایک ہی ہونے سے اس باب میں کوئی شبہ نہیں رہتا ہی کہ جو قومیں اُس میں اُن زبانوں کا استعمال کرتی ہیں انکے اُپس میں کسی زمانہ میں رشتہ ہوگا لیکن اُس سے وہ مقام ثابت نہیں ہوتا جس مقام میں یہہ تعلق قائم تھا اور نہ اس تعلق کا زمانہ معلوم ہوتا ہی وہ زمانہ اُن قوموں کے میل جول کے ایسے شروع درجہ کا زمانہ ہوگا جسکے سبب سے ہندو مختلف قوموں

+ اس اختلاف پر غور توہ جو صرف چند برس میں ایسے دو نظروں میں پیدا ہو سکتا ہی جو اپنا اپنا پیشہ ذریعے شروع میں یکساں ہوں مگر ایک ادبی قواعد دان پلٹن کے سپاہی اور کسی خاندان کے ایسے آدمی کے فرق تو دیکھو جو بہت کم پست چالاک اور تقدیرت ہو

کے دریافت کرنے میں کوئی روشنی حاصل نہیں ہوتی یہ صرف ایک فرضی بات ہی کہ اتنا تعلق ایک مرکز سے نکلتے چاروں طرف پھیلا کچھ واقعی امر نہیں ہی کیونکہ نقل مکان اور تربیت مرکز سے محیط کیطرف نہیں پھیلتی ہی بلکہ مشرق سے مغرب کی طرف پھیلتی ہی پھر وہ مرکز کوں اور کسطرف کو ہوسکتا ہی جہاں سے ایک زبان ہندوستان اور یونان اور اٹلی میں تو پھیل سکے اور کالڈیا اور شام اور عرب کو چھوٹی ہوئی نہ جائے *

اسلیئے یہ سوال ابھی تصدیق طلب ہی کہ کوئی وجہ اس بات کے خیال کرنے کی نہیں کہ ہندو بجز اپنے موجودہ ملک کے کسی اور ملک میں بھی بستے تھے اور اس بات کو تسلیم نہ کر سکتے ہی کوئی وجہ نہیں کہ جو کچھ نہایت قدیم تاریخیں اور روایتیں انکی اب موجود ہیں اُسے پہلے بھی کہہ سکتے ہونگے *

فرض کیا کہ وہ ایک فتح کرنیوالی قوم خواہ غیر ملک کی یا اُسی ملک کی تھی ذات کا قائم ہونا اور ہندوؤں کی اور مخصوص باتیں انکی حالت کا منتقلی ہوگا یعنی بغیر دور اندیشی یا ارادہ کے پیدا ہوگئی ہونگی اور ایک نئے خطہ پر قبضہ حاصل ہونے پر جو لوگ زیادہ درلندن اور جنگ اور ہونگے وہ سواہ گری کے پیشہ ہی میں مصروف رہے ہونگے اور انہیں جو لوگ معزز اور مشہور کم ہونگے انہوں نے کاشتکاری اور پیشہ اور تجارت اختیار کی ہوگی اور جیسے کہ باقی پرانی دنیا میں تمام جاہل قوموں کا طریق ہوتا ہی سو اس قوم میں بھی بوجہاری اور چوتشی ہونگے جو اپنے آپکو خدا تعالیٰ کے کراہوں اور اُن تدبیروں سے واقف بناتے ہونگے جنسے خدا تعالیٰ کی مہربانی پائی جارے لیکن یہ لوگ اول میں اپنے ہمسایوں سے زیادہ دانا ہونگے اور اگرچہ وہ اپنا فن اپنی اولاد کی ذات میں چھوڑ گئے ہوں لیکن اس سے پہلے کچھ عرصہ گذرا ہوگا جس میں انکی تعداد اور قوت استقدر زیادہ ہوگی کہ وہ تندرہس کو خاص خاص خاندانوں پر مخصوص

اور متحدہ کرسکے ہونگے اور سیاسی شیعہ اور نظری کے سبب سے معتقدین
 یعنی تاجروں میں شادی کرنے سے اس خیال سے باز رہے ہونگے کہ اس
 فعل سے انکی نسل بگڑ جاوے گی اور یہ ایک ایسا خیال ہی جو بہت سی
 یورپ کی قوموں کے دل میں ایسے جوش خروش سے سما رہا ہی جیسے
 کہ ذات کے قاعدہ کا اثر ہندوؤں کے جی میں بیٹھ رہا ہی اور پوجاریوں
 نے بھی نسل کے فتنوں میں اوروں سے گھٹ کر رہنا نپچاھا ہوگا اور ایسی
 نسل کا خالص قائم رہنا ضروری سمجھا ہوگا جو مذہبی خدمتوں سے
 مخصوص تھے متفرقہ قوم جیسا کہ ایسی حالتوں میں اکثر ہوا کرتا ہی ایک
 علیحدہ گروہ کی مانند رہی ہوگی اول تو وہ مذہبیوں ہی کے لئے کہنی
 کرتے ہونگے بعدہ انکے فتنہبازوں نے اپنی کسی غرض یا آرام یا فائدہ کے لئے
 انکو آزاد باج گزار کاشتکار کردیا ہوگا یہاں تک تو بجز پوجاریوں کے علیحدہ
 فرقہ ہونے کے اور سب ترقی ہندوؤں کی جمعیت کی ویسے ہی ہوئی جسے
 قدیم اور متوسط زمانوں میں اکثر قوموں کو پہل پہل ہوئی ہی اور قوموں
 سے ہندوؤں کی قوم کا مقدم فوق یہہ ہی کہ انکے قانون اور قاعدے جیسے ایک
 خاص حد پر قائم ہوئے ہمیشہ ویسے ہی رہے اور کسی زمانہ آہندہ میں انہیں
 کسی طرح کی ترقی یا تبدیلی جائز نہیں رکھی گئی اور اُسکے اس تمام کی
 وجہ پوجاریوں کا اتفاق اور اُس اتفاق سے جو فوت انکو حاصل ہوئی وہ
 اور انکے ظاہری حاکموں یعنی راجاؤں سے موافقت معلوم ہوئی عی راجہ
 کے احکام خدا کے حکموں کیسی قدر و منزلت رکھتے تھے اور جو کچھ
 راجہ کی زبان سے نکلتا تھا وہ سب الہام سے سمجھا جاتا تھا اسلئے اُس
 کوئی کچھ چرن و چرا نہیں کرسکتا تھا اُن احکاموں میں جو مذہبی اور
 اخلاقی اور ملکی معاملے ہوتے تھے اسلئے لوگوں کے چال چلن اور دلوں
 پر کامل بندش رکھتے تھے اور تمام رعایا کے طریقہ کو ایسے سانچہ میں
 ڈھالتے تھے کہ پھر انکی دوسری صورت پلٹنی ممکن نہوتی تھی پروہت
 ذاتوں کے نسب نامے اور اور ایسی کہانیاں جنسے مروجہ قوانین کو

استحکام حاصل ہو یا جو تبدیلیاں اُنکو کرنی منظور ہوں وہ اچھی طرح
 ہوسکیں بڑاتے تھے اور جبکہ وہ راجہ کو نہایت اعلیٰ درجہ کی قوت پر
 پہنچا لیتے تو وہ اپنے فوقہ کی ایسی شان و شوکت حاصل کرتے تھے جس
 سے کسیکو رشک و حسد نہ ہوتے یا زہد و تقویٰ سے جو عظمت اُنکو حاصل
 ہی اُس میں خلل نہ پڑے برہمنوں کے فوقہ کا یہ نہایت مضبوط اور قوی
 اتفاق اور اُسکے سبب اور ذریعے ہماری قوتِ ادراک کے قابو میں آنیکی
 چھوڑ نہیں ہیں لیکن اگر ہم اس بات پر غور کریں کہ جس زمانہ میں
 چارلی میں شہنشاہ فرانس کے سوا روم کے کیتھلک فوقہ کے حامیوں کا
 کوئی سردار یا حاکم نہ تھا اور اُنکو غلوہ اور بہت سی باتوں کے ایک اس
 بات کی ممانعت نہ تھی کہ شادیاں کر کے ارلاں حاصل کرس اور اپنی اولاد
 کو اپنا ہی کام سیکھادیں تو یہ حال باسانی خیال میں آتا ہی جو ہم
 ہندوؤں میں دیکھتے ہیں جو رسمیں اُچکل مروج ہیں اُنکے اور راجاؤں
 کے احکامات کے بطور قانون قلمبند ہونے سے پہلے کچھ عرصہ گزرا ہوگا اور
 بعد اُسکے مجموعہ کے اندر اس غرض سے اُنہیں چپ چبائی تبدیلیاں
 کی گئی ہونگی کہ جو شایستگی لوگوں کی حالت اور خاکسوں کی تدبیروں
 میں واقع ہوئی ہو یہ مجموعہ اُسکے مناسب ہو جائے اور پورانے
 قانونوں میں بھی نئے قانون ملا کر ایک ایسا قدیمی مجموعہ ٹھہرا لیا ہوگا
 جسپر کسیکو بہ شک نہ ہو کہ سارا مجموعہ خدا کا دیا ہوا قانون نہیں
 ہی لیکن آخر کار اب مجموعہ کا اصل متن قائم ہو گیا ہوگا اور اُسکے بعد
 پچھلائی تبدیلیوں کو بطور شرح کے اُس پر زیادہ کیا ہوگا یا بطور ایک علیحدہ
 قانون کے جو کسی ذی اختیار حاکم نے جاری کیا ہو داخل کی گئی
 ہوگی *

غرض کہ جو طرح سے طالع ہوتا ہی کہ یہ مجموعہ اُس زمانہ سے مدت
 کے بعد مرتب ہوا ہوگا جبکہ لوگ تربیت کے ابتدائی درجوں سے گذر کر
 کمال کو پہنچ گئے ہوتے *

برہمنوں کی حیرت انگیز باتوں کا بیان

اس مجموعہ پر بہت سی مجموعی نظر ڈالنے سے ہم کو برہمنوں کے متعلق دو عجیب باتیں دیکھنے سے جنہوں نے اس مجموعہ کو بنایا نہایت حیرت ہوتی ہے انہیں سے ایک تو حیرانی کی بات یہ ہے کہ انہوں نے ہر قسم کی عام پرستش اور مذہبی رسومات میں پیشوا ہونے کے کام کو کچھ بھی قدر و منزلت کا نام نہ سمجھا اس عزت اور توفیق پر اعتنا کرنے سے جو دین کے خادموں کو اہل دنیا اور خدا تعالیٰ کے مہمانوں میں وسیلہ ہونے سے حاصل ہوتی ہے اور اس قدرت اور اختیار پر خیال کرنے سے جو دیوتائوں کی آواز سننے اور اور قریب کی باتوں کے کرنے سے حاصل ہوتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں کو جو حکومت ظاہری ہو مدت سے قبضہ رکھنے کی وجہ سے اطمینان حاصل تھا اس کے سبب سے رعب داب کے ایسے بڑے ذریعوں سے غفلت ہو گئی ہو گئی مگر یہہ کسی طرح خیال میں نہیں آتا کہ قدیم معبودہ میں جسٹا اصلی مقصد برہمنوں کے اختیار و قوت کو مستحکم اور بامدار کرنا ہے اس پر خلاف حکم ہو *

اس غفلت کے اثر بھی غور کرنے کے قابل ہیں اس غفلت سے یہہ بات ظہور میں آتی لازم نہیں کہ پرستش کی مقصد سے جو یہ ہر ذاتی اب کثرت سے مروج ہے رواج پورے مگر یہہ اور بھی حیرت کی بات ہے کہ باوجود ایسی حالت کے قوموں میں وہ پرستش کچھ نتیجہ ہوا بہ جاری ہے اور بعض مروجوں میں مثل تیرتھ اور نہوار کے وہ ایسی ہے کہ اس سے ایک عام داولہ لوگوں کے دلوں میں نہایت جوش و خروش سے پیدا ہوتا ہے *

دوسری عجیب بات یہہ ہے کہ تمام اس سخت اور دشوار افعال کو چنکا پورا ادا کرنا کسی مذہب یا عبادت خانہ میں ممکن ہے زندگی بھر ایک ایسی بڑی قوم کے لوگ جیسی کہ برہمنوں کی ہے واداعہ کرتے ہیں جو بڑے وسیع ملک میں پھیلے ہوئے اور اپنے کنبوں سمیت اور باشندوں کی طرح

ہستے ہیں اور کسی مذہبی حکومت یا کونسل یا عام سودار کے مطیع اور
مانعیت نہیں ہیں اس پابندی کے قیام کی صورت جسکو ابتدا میں
حسن اتفاق پر چھوڑا گیا تھا مختلف سببوں سے ہوئی اول اُسکو خدا کا
قانون سمجھ کر ہکا بکا کر دینے والی مذہبی تعظیم کا ہونا ہی جو غالباً بعد
کو اُس فرقہ کے دل میں بھی بیٹھ ہی ہوگی جسکے بزرگوں نے اُسکو ایستاد
کیا تھا دوسرے ابتدائے تعلیم کی سختی اور وہ کفارے جو مذہبی حکم
سے ادا کرنے ضرور ہوں اور غالب یہ ہے کہ اُنکی تعمیل راجہ کے حکم سے
شاید کرائی جانی ہوگی تیسرے انعال کی پابندی کی قدامت نے بعد
لوگوں کا عادی ہو جانا اور عام رائے کا غلبہ چوتھے قطع نظر ان سب
سببوں کے اپنی قوم کے نگاہ رکھنے اور اپنے قوم کے فائدے کو ملحوظ رکھنے
کے لیئے جسکا خیال جیسا کہ برہمن کے دامن گہر کیئے ہوئے تھا کسی اور
کے نہو کا خرد برہمن کا اُن دشوار کاموں کی پابندی میں چوکس رہنا مگر
برخلاف ان قوی سببوں کے برہمنوں کے قواعد مذہبی کی پابندی بتدریج
زوال پذیر ہوتی چلی آئی ہے چنانچہ جن معاملوں میں توغیب بہت
ہزی ہی یا جہاں کہیں اُنکے رعب داب میں کچھ خلل آینا کوئی
اندیشہ نہیں اُن موقعوں میں برہمنوں نے اپنے مذہبی قواعد کی پابندی
سے غفلت کی ہی یہاں تک کہ اُنکی خصلیت کے تقدس میں کمی ہوتے
ہوتے اُنکا اختیار بھی کم ہو گیا اور اسی باعث سے اُنکے اختیار کا ہوا حصہ
بہت سے اور فرقوں کے ہاتھ میں جا پڑا جنہیں سے بہت بڑے بڑے فرقے
سادھوں اور سنتوں کے بنے ہوئے ہیں *

دوسرا حصہ

ہندوؤں کی پچھلے زمانوں کی حالت اور ان تبدیلیوں

کے بیان میں جو منو کے بعد ہوئیں

اگرچہ ہندوؤں نے بہ نسبت اور کسی قوم کے جسکے حال سے ہم واقف ہیں اور ایسی بڑی مدت تک جو کسی اور قوم کی تاریخ میں نہیں پائی جاتی ہی اپنی رسموں کو قائم اور ثابت رکھا ہی مگر باوجود اسکے یہہ نسبت چاہئے کہ دو ہزار پانسو برس کے عرصہ میں جو اسوقت سے اب تک گذرا ہی کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی ہی *

اگرچہ ان تبدیلیوں کا امتیاز کرنا جو مسلمانوں کے سبب سے ہوئی ہیں ہمیشہ ممکن نہیں ہی مگر میں حتی المقدور انہیں بانٹنا ذکر کرونگا جو اب بھی ہندوؤں میں پائی جاتی ہیں خواہ وہ مذہب سے متعلق ہوں یا حکومت سے یا چال چلی سے *

میں اسی ترتیب سے بیان کرونگا جو منو کے مجموعہ میں ہی چنانچہ قوموں کی تبدیلیوں سے شروع کرتا ہوں *

پہلا باب

ذات کی تبدیلیوں کا بیان

شاید فرقوں کی تقسیم اور گار و بار ہی میں بڑی بڑی تبدیلیاں منو کے وقت سے واقع ہوئی ہیں *

چاروں فرقوں کی تبدیلیاں

چھتری اور بیش بلکہ شودر بھی بغول برہمنوں کے معدوم ہو گئے یہ ایک ایسی بات ہے کہ جو لوگ اس سے بہت سی ترس رکھتے ہیں وہ کیسے قبول نہیں کرتے راجپوت اب بھی علامہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خالص چھتریوں کی نسل میں سے ہیں اور بعض منجھی بڑے بھی پیشوئیے کی طرح کے تعلق کا دعویٰ کرتے ہیں مگر برہمن عموماً استدلال کا مبادیہ ہوتے ہیں کہ انہوں نے اور فرقوں کو بعد تک رسائی حاصل کرنے سے محروم کیا ہے اور تمام علوم دینی اور دنیاوی کو اپنے ہی فرقہ پر منحصر کر لیا ہے *

اگرچہ برہمنوں نے اپنی نسل کو اپنے آپ کا اعتراف قائم رکھا ہے مگر وہ اپنے بزرگوں کے طریقہ سے بہت کچھ کٹا کر گئے ہیں بعض باتوں میں یہ نسبت سابق کے وہ بہت زیادہ سخت اور متعصب ہیں یعنی حیوانوں کے گوشت کی خوراک + کا استعمال انکو ممنوع اور کمزوروں سے شادیاں کرنیکی ممانعت ہے لیکن اکثر باتوں میں انکے طریق میں بہت سستی آگئی ہے اور زندگی کو چار حصوں میں تقسیم کرنے کا ذائدہ اور تمام قیدیوں جو طالب علموں اور تابدوں اور تارکالدنیا لوگوں پر نہیں اب

+ خاص ہندوستان میں بعضی ذات کے برہمن بعض قسم کا وہ گوشت جو رگ میں چڑھایا گیا ہو کھاتے ہیں اور بعض حالتوں میں گوشت جائز خوراک ہے لیکن اس قسم کی قربانی دکن میں ایسی نایاب ہے کہ غالباً بعض برہمنوں نے اسکو دینا بھی نہ سیکھا

برہمنوں میں سے جانی رہیں اگرچہ اب بھی بعض آدمی اپنی دلی رغبت سے اُن سب طریقوں میں سے جو سب کو ہرنے پڑتے تھے کسی طریقہ کو اختیار کرتے تھے *

برہمن اب نوکری کرتے ہیں اور تمام پیشوں اور تجارتوں میں بھی مصروف پائی جاتی ہیں جسقدر برہمنوں کی پرورش بموجب اصلی قاعدہ کے خیرات سے ہوتی ہے وہ نہایت کم ہیں یہ بات عام ہے کہ اُنکو پیشہ کاشتکاری اور اس سے بھی زیادہ سوانگری میں دیکھا جاتا ہے اور جن نہایت ذلیل پیشوں کی اُنکو سخت سزاؤں کے ساتھ ممانعت ہے اُنہیں سے گھٹ سے گھٹ کر پیشہ سے کچھ تھوڑا سا سروسہ سا کرتے ہیں اور بعض مقاموں میں اُنکو بھی کرتے ہیں + مگر ہندوستان کے جنوبی حصہ میں برہمنوں کی معیشت کے پیشے لہنا پوہنا اور سرکاری نوکریاں ہیں عہدہ وزارت سے لیڈر گانو کی پتوار گری تک بہت سے عہدے اُن ہی کے ہاتھ میں ہیں اور ہندوؤں کے قانون کے معنی بتانا اور اور پوجا پات کرانا اور اور بہت سے کام جنہیں لکھنے پڑھنے اور کار و بار کا علم درکار ہے اُن ہی کے حوالہ ہیں *

جن ضلعوں میں مغلوں کا انتظام بخوبی رواج پا گیا تھا اُن میں فارسی زبان کی رواج سے سرکاری کام مسلمانوں اور کایتوں کے ہاتھ پڑ گئی ہیں + حیدرآباد دکن کے نواب کی عملداری کے ضلعوں میں بھی اسی سبب سے برہمنوں کا روزگار کم رہ گیا ہے مگر باوجود اس کے یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ منو کے مجموعہ کے عمل در آمد کے وقت صرف ایک صلاح کار برہمن اور کئی جیچوں اور منصفوں کو حکومت میں دخل ہوتا تھا اور اب یہ نسبت اُس زمانہ کے دکن میں ہر جگہ برہمن بہت کچھ اختیار رکھتے ہیں *

+ دیپور وارڈ صاحب کی ہندوؤں کے حالات کی کتاب کی جلد اول صفحہ ۸۷ کو

‡ کایتھہ شریوں میں سے ایک فرقہ ہے جنکا ذکر آئے آتا ہے

یہ صاف ظاہر ہے کہ برہمنوں نے جو امور دنیوی کی پیروی کی تو ضرور ہی کہ اتنا مذہبی رعب داب کسب کر جانا بھی اس ایک بڑے مستند مورخ † نے بیان کیا ہے کہ کم سے کم گنگا کے قریب و جوار کے ضلعوں میں برہمنوں کے مذہبی اختیار جاتے رہے ہیں انہیں ہندت بھی کوئی کوئی شاکہ و ناقد ہی اور انکی عظمت و تواضع اور ہمت بہت کم رہ گئی ہے گندوں اور لوگوں کو ایمان دھرم کی باتیں سناتے ہیں گوشتائیں اور اور قسم کے تقیروں کے فرقہ آفرین نام مقام ہو گئے ہیں ‡

مگر ہنگالہ میں اب بھی دنیا داروں کے نزدیک وہ بڑے واجب العظیم اور خدمت اور رعایت کے مستحق ہیں § انہوں نے بدھوں کی خدمت اور پوجا پات کرانا اب بھی انہی کے اختیار میں ہے اور ہندوستان کے بعض حصوں میں انکی مذہبی عظمت اور حکومت میں کچھ بھی خلل نہیں معلوم ہوتا ہے، حال مرہٹوں کے ملک میں تو بیشک ہی اور مغربی ہندوستان میں بھی معلوم ہوتا ہے || انکی تعداد اور اسوگی اور مرتبہ کے سبب سے دنیوی دیدہ اندر تمام ضلعوں میں حاصل ہے لیکن جہاں کہیں برہمنوں کا دینی اختیار باقی ہے وہاں ہی لوگوں کی دلی رغبت انکی آبرویت کی طرف سے خصوصاً راجپوتوں میں بہت کم ہو گئی ہے اور اس سے بھی زیادہ مرہٹوں میں ہے یہ بات ہی جو ابھی تک یہ بات نہیں پہنچی ہے کہ ہماری بجائے ہماری حکومت میں وہ لوگ داخل ہو گئے ہیں جو قانون سپہ گری میں کچھ رعب نہیں دیکھتے اور اوصاف سپہ گری مرہٹوں کے نزدیک ایسی شے ہے کہ ان کی کے باعث انسان مستحق حکومت کا ہوتا ہے *

† کتاب تفصیلات حالات ابتدائی جلد ۱۷ صفحہ ۲۱۰ و ۲۱۱ میں پراساد واکس صاحب نے جو تقریر کیا ہے اسکو دیکھو

‡ ایضاً جلد ۱۷ صفحہ ۲۱۱

§ وارد صاحب کی ہندوؤں کے حالات کی کتاب میں جلد اول صفحہ ۶۸ وغیرہ ۷۹ کو دیکھو

|| یاد صاحب کی کتاب ہندوستان کی جلد اول صفحہ ۵۱۰ و ۵۱۱

اُن فرقوں کا بیان جو آمیزش سے پیدا ہو گئے

دو نہایت کمتر فرقہ جو منو کے زمانہ میں موجود تھے اب اُنکی جگہ پر بہت سی ایسی قومیں قائم ہو گئی ہیں کہ اُنکی گونسل نامعلوم ہی لیکن بارچود اسکے بہہ فرقے بہ نسبت قدیم فرقوں کے اپنے تفرقہ کو زیادہ اہتمام سے قائم رکھتے ہیں چنانچہ آپس میں نہ وہ کہاتے ہیں اور نہ شادی کرتے ہیں اور نہ عام رسموں میں شریک ہوتے ہیں ہونا کے قوب و جوار میں جہاں وہ بہت کثرت سے نہیں ہیں اُنکی ذاتیں مختلف قریب ایکسو پچاس کے ہیں + اکثر صورتوں میں ذاتیں ہندوئیں مطابق ہوتی ہیں مثلاً ایک ذات سنہاروں کی ہے دوسری لوہاروں کی و علیٰ ہذا التیاس یہہ قاعدہ منو کے طریقہ کے مطابق ہے کیونکہ اُسے ہر درغلہ فرقہ کے واسطے موروثی ہمیشہ منظور کیا ہے *

ذات کے قواعد کی تعمیل بہت ہی زیادہ سخت ہے مگر بنیاد اُنکی صرف دھم و خیال پر ہی مثلاً اگر کوئی کمتر ذات کا آدمی کسی بڑے ذات والے کے چوکے میں قدم بھی رکھ دے تو وہ رسوئی والا کہانے کو فی الفور بلا تامل پھینک دیتا ہے گو اُسکو مقتدر اور غذا حاصل کرنے کا نہو *

ذات کے جاتے رہنے کی کسبند تعبیر اسطرح ہر کی گئی ہے کہ گویا وہ جیتے جی کی موت ہے چنانچہ جب آدمی ذات سے خارج ہوتا ہے تو وہ صرف وراثت اور معاہدہ اور گواہی دینے کے حقوق سے ہی محروم نہیں ہو جاتا بلکہ لوگوں کی ہر طرح کی آسودہ رفت سے اور شہری ہونے کے حقوق سے بھی خارج ہو جاتا ہے وہ اپنے باپ کے گھر میں بھی نہیں جانے پاتا اور اُسکے قریب کے رشتہ دار اور کنبہ والے اُس سے ربط و ضبط نہیں رکھتے اور اس زندگی میں اور عاقبت میں بھی جو مذہب کے ذریعہ سے راحت و تسکین حاصل ہوتی ہے اُن سب کی توقع سے محروم

+ سیٹل صاحب کی کتاب کے درجہ ۱۱ ص ۱۱۱ پر مشمول ہے اور بیان

قوانین اور رسوم مختلف ہونے ہندوؤں کی ذاتوں کے

کیا جانا ہے مگر جب تک کہ ذات کسی بڑے جرم یا مدت تک مسائل مذہبی سے انحراف کرنے کے سبب سے نجات دے ہمیشہ گزارا ادا کرنے سے بہرہ حاصل ہو جایا کرتی ہے اور اُسکے دوبارہ حاصل ہونے کے طریقہ بہت آسان ہونگے کیونکہ ذات کے جاتے رہنے کے اثر اب لوگوں میں بہت کم ظاہر ہوتے ہیں بے شک ذات کا جانا رہنا وقوع میں آتا ہے اور انگریزی عدالتوں میں بطریق ناجائز ذات میں سے خارج کرنے کی نالشیں بھی پایز ہوتی ہیں مگر میں مدت تک ہندوستان میں رہا سمجھتا ہوں کہ یہیں انا کہ مینے کبھی ایسا واقعہ دیکھا یا سنا ہو جیسا کہ مینے ذات کے باب میں بیان کیا *

سب سے بڑی تبدیلی یہ ہوئی ہے کہ اب کوئی خاص فرقہ خاندانوں کا نہیں رہا مگر اب بھی ہندوستان کے جنوب اور اتر ضلعوں کے بعض پہاڑی حصوں اور جنگل کے ضلعوں میں ایک قسم کے غلام چنگو ہالی نمبرے کہتے ہیں جوتے ہیں یہ ممکن ہے کہ یہ لوگ قدیم شودروں کا بقیہ ہوں لیکن اور سب ضلعوں میں تمام فرقے آزاد ہیں انہیں سے لونڈی غلام مستثنیٰ نہیں کیونکہ وہ فرقہ کے ایسے لوگوں میں سے جو ہر سبب کسی خاص حالت کے غلامی کی حالت میں آجاتے ہیں ہوتے ہیں *

اگرچہ خیالی نسب نامہ بداندوالت یہ کہیں کہ خالص نسل کے شودر اب باقی نہیں رہے لیکن پھر بھی بہت سی قسم کے لوگ شودر مانے جاتے ہیں بلکہ برہمن بھی انکو شودر تسلیم کرتے ہیں مثلاً موہیے سب شودروں میں سمجھے جاتے ہیں شودر کا مناسب پیشہ جنگل کا شکاری خیال کیا جاتا ہے مگر شودر اسی پیشہ پر اتنا نہیں کرتے کیونکہ بہت سے سماجی بھی ہیں اور کاشتہ چنگو نوشت و خزانہ اور اور کار و بار میں برہمنوں کا مسو بیان کیا گیا ہے کم سے کم جنگل میں خالص شودر ہیں چندا پیشہ لہوے بڑھنے کا انہیں قدیم سے چلا آتا ہے + *

+ کتاب تصنیفات حالات ایشیائی براد ۵ صفحہ ۶۸ میں لاہوری صاحب کا قول ملاحظہ کرو

ذاتوں کا اثر قوم کی ترقی کے لئے اگرچہ بہت سا مضر ہی لیکن لوگوں کے کار و بار میں ایسا بڑا متخل نہیں ہی جیسا کہ یورپ کے مورخ خیال کیا کرتے ہیں دنیا کا کوئی حصہ ایسا نہیں جس میں حالات کی تبدیلیاں ایسی یکایک اور حیرت انگیز ہوں جیسے کہ ہندوستان میں ہوتی ہیں چنانچہ پہلے پدشاہ (یعنی مرہٹوں کے راجہ) کے مختلف زمانوں میں دو ایسے وزیر اعظم تھے جنہوں سے ایک تو مندر کے پوجاری کا خادم یا گویا تھا اور یہ دونوں ذلیل پیشہ ہیں اور دوسرا وزیر اصل میں ہوکارہ تھا اور جیدور کے راجہ کا وزیر نائی تھا اور ہلکر کے راجہ کوئیوالے خاندان کی سلطنت کا بانی گذریا تھا اور سندھیا کے راجہ کا بانی خدمتگار اور یہ سب شہر ہی تھے مرہٹوں کے ملک میں جو بڑا خاندان راستیا کا ہی آسنے اول تو وہ پیشہ اختیار کیا جس پر برہمن بالاطاع راغب ہوتے ہیں اور بعد اُسکے بڑے ساہوکار ہوئے آخر کار بڑے سپاہی اور سپہ سالار ہو گئے اور اور یہی بہت سی ایسی ہی مثالیں عزت اور استیاز حاصل ہونیکی دی جاسکتی ہیں خاص پیشہ وروں کی حالت میں بہت کم تبدیلی ظہور میں آتی ہی لیکن جس شخص نے نہایت وضاحت سے سارے خاندان و خال درست کر کے ہندو کی تصویر اہل یورپ کے طور پر بدائی وہ لوہار تھا *

فقیروں کے فرقوں کا بیان

ان فرقوں کے قائم ہونے سے پہلے کہا جاسکتا ہی کہ ایک نئی دانت نے

رواج پایا ہی *

منبر کے مجموعہ کے قاعدوں کے بموجب ایک برہمن ترک دنیا کی مصیبتوں سے گذر کر اپنی زندگی کے چوتھے درجہ میں رسومات کی پابندی سے آزاد ہو جاتا ہی اور اپنی باقی عمر دھیان گمان میں صرف کرینا متجاز ہوتا ہی غالباً ایسی حالتوں کے آدمی مذہبی مسائل پر بحث و گفتگو کرنیکی غرض سے جمع ہو گئے ہونگے اور انہیں سے جو بڑے فہم و فراست والے ہونگے انہوں نے ایسے معتقد اکٹھے کر لئے ہونگے جو بلا پابندی

کسی خاص طریقہ کے انکے پاس جمع رہتے ہوں چنانچہ قدیم عیسائیوں میں جو تنہا درویشوں کے بڑے بڑے ایسے فرقے بن گئے جو خانقاہوں میں رہتے ہیں انکی بنیاد ایسا طرح پر پڑی تھی *

ان مذہبی مباحثہ کرنے والوں کے گروہ کے رنڈ رنڈ چیلے ہونے لگے ہونکے اور وہ بڑھیں تو نہ ہونکے مگر ایسی قوموں کے لوگ ہونکے جنکا علوم دینیکی تحصیل کرنے کی اجازت ہوگئی اور ہر شخص جسکا پیرو ہونا اس کے طریق کا پابند رہنا ہوگا معلوم ایسا ہوتا ہی کہ ان جگہوں کی وہ بابت سکندر اعظم کے زمانہ تک پہنچ چکی تھی چنانچہ یونانی قدیم مورخوں کی تصدیقوں سے ثابت ہوتا ہی کہ انہیں سلسلہ تشریفی کے جسے کہ اب موجود ہیں بہت کچھ قائم ہوگئی تھی † اگر یونانی مورخوں کی شہادت کو ہم کافی سمجھیں تو اسباب کے دریافت کرنے کا کوئی اور طریقہ نہیں کہ کس زمانہ میں وہ مجمع ایسے مذہبی فرقہ ہو گئے کہ اپنے اپنے طریق جداگانہ پر قائم ہوئے کسی فرقہ کی بنیاد کی نہایت قدیم تاریخ جو ہندوؤں کی کہ ابوں میں ماسکتی ہی سنہ مسیحی کی آٹھویں صدی میں جو فرقہ اب موجود ہیں انہیں سے پہلے ہی سے فرقہ ایسے ہیں جو چودھویں صدی سے پہلے کے ہیں ‡ بعض فرقوں میں اب بھی صوف بڑھیں ہی ہیں اور ان فرقوں میں سے بعضوں کو اب بھی ان اصل پریموں کا نمونہ سمجھا جاسکتا ہی چنانچہ بیان ہم ابھی کیچکے ہیں مگر بہت سے فرقوں کی مقدم پہچان یہاں ہی کہ جب کوئی انہیں داخل ہوتا ہی تو کسی

† اس کتاب کے تیسرے تمام کا مشغلہ کرنا اسی موقع پر معلوم ہوتا ہی کہ ان مجسموں میں ایسے لوگ شامل تھے جو وہ قرارے ادا کیا کرتے تھے جنکا ادا کرنا بڑھنوں کی زندگی کے تیسرے درجہ میں بڑھنوں پر قائم تھا بڑھن تیسرے درجہ میں تہائی اور خاموشی کے پابند ہوتے ہیں

‡ منو کے مجموعہ کے باب ۵ اشوک ۸۹ میں جو یہ حکم مذکور ہی کہ ان پندیتوں کی کوہا کر نہ ہوگی جو یود کے خلاف ہوشاک پندیت کے اس سے یہ مراد لی جاسکتی ہی کہ منو کے زمانہ میں بھی ایسے فرقہ موجود تھے

طرح کا فرق اور امتیاز ذات کا باقی نہیں رہتا چنانچہ برہمن اپنی مقدس قدرے یعنی جٹیو کو توڑ ڈالتے ہیں اور چھتری اور بیش اور شودر بھی فقیروں کے کسی فرقہ میں داخل ہونے کے بعد ذات سے انکار کر دیتے ہیں اور اُس فقیری کے نئے فرقہ کے سب کے سب برابر اور یکساں رہ کر ہو جاتے ہیں ہرافسر ولس صاحب یہہ خیال کرتے ہیں کہ اس نئی انوکھی قسم کے بیہاک اجتماع کا ایجاد چودھویں صدی کے آخر میں ہوا ہی *

اس قسم کے گروہ جو یورپ میں ہیں اور وہ جن قاعدوں اور درستی سے اوقات بسر کرتے ہیں ہندوستان کے یہہ گروہ دسے نہیں رہتے اور انہیں صریح اور آسان علامتیں ایک دوسرے اور عام انسانوں سے امتیاز ہونے کی نہیں ہیں بلکہ ان کا کوئی عام نام بھی نہیں ہوتا اگرچہ سارے فرقے گشائیں کے نام سے پکارے جاتے ہیں لیکن یہہ ایک خاص فرقہ سے منسوب ہونا چاہیئے البتہ وہ اپنے لباس کے فرق سے پہچانے جاتے ہیں کیونکہ وہ کپڑوں میں سے کوئی کپڑا مثل پگڑی اور انگوچھے کے میلے رنگترے کے رنگ کا (یعنی گہرا) باستثناء چند کے جو بالکل برہمن ہوتے ہیں رکھتے ہیں سب کے سب بچنوں کے پابند ہوتے ہیں اور سب خیرات لیتے ہیں اگرچہ سب مانگتے نہیں *

جستہر حالات ان سب فرقوں کے بیان کیئے گئے شاید اس سے زیادہ اور نہروں لیکن اکثر انہیں سے ایسے بھی ہونگے جنکے اور بھی کچھ حالات ہونگے جو فرقہ اپنے گہر یعنی روحانی تعلیم کرنیوالے کی خو بہ حاصل کرنا ہی اور اُسکے مسائل کا پابند رہنا ہی ان ہی فرقوں کے بانیوں میں بڑے بڑے فرقوں کے بانی ہوتے ہیں اور چیلوں کی کثرت کی وجہ سے مسائل تمام گشائیوں کے اپنے اصلی حقیقت پر قائم نہیں رہے تعداد ان فرقوں کی بہت مختلف ہی چنانچہ بعضے فرقہ میں بہت تھوڑے ایسے آدمی

ہوتے ہیں اور ملک کے کسی گوشہ میں بڑے رشتے ہیں اور بعض فرقہ کے
استقرار آدمی ہوتے ہیں کہ کل ہندوستان میں پھیلے رہتے ہیں *

اکثر فرقوں کے پاس دھرم شالی وغیرہ سکونت کے واسطے موجود ہیں
اور بعض صورتوں میں دھرم شالوں کے خرچ کے واسطے جاگیریں بھی
مقرر ہوتی ہیں اور دیندار لوگوں کی امداد سے اور اُس روزیہ سے جو
بھیک مانگ کر جمع ہوتا ہے اور اکثر صورتوں میں تجارت سے جو کچھ
کچھی علاقہ اور اکثر ہوشیدہ کیجاتی ہی اُنکو اور زیادہ آمدنی کا ذریعہ
ہوتا ہے سب دھرم شالے ایک مہنت کے تحت میں ہوتے ہیں اُس مہنت
کو اُسکے گروہ کے لوگ یا اور مہنت مقرر کرتے ہیں اکثر یہ مہنت موروثی
ہوتا ہے اور اُسکو پہلا مہنت اپنا جانشین مقرر کر جاتا ہے جب تک
ایک دو برس تک امتحان نہیں لیا جاتا کسی کو کسی فرقہ میں داخل
نہیں کیا جاتا جو شخص چلا کرنا چاہتا ہے اُسکو کوئی خاص گرو اپنا
چلا کر لیتا ہے جسکے اکثر بہت سے ایسے ہی اور بھی چلا کرتے ہیں
اور سب چلا گرو سمیت مہنت کے مطلع ہوتے ہیں مثال کے ایک
فرقہ میں مرد عورت کو ایک دھرم شالہ میں ایک جگہ رہنے کی اجازت
ہی مگر بہت سے قول قسم ہاک دامنی کے لئے لیتے جاتے ہیں *

بہت سے گشائیں جو دھرم شالوں سے متعلق ہوتے ہیں وہ اپنی
بہت سی زندگی آوارہ گردی اور بھیک مانگنے میں بسر کرتے ہیں اور
بعضی گشائیں بالکل زندگی آوارہ گردی ہی میں بسر کرتے ہیں اور کہیں
تھوڑا ٹھکانا نہیں ہوتا بعضے اس حالت میں بھی مہنت کے تابع ہوتے
ہیں اور بعضے بجز ایسے قاعدوں کے جو خود اپنے ذمہ لگاتے ہیں بالکل
آزاد اور خود مختار ہوتے ہیں لیکن انہیں سے بعضے نہایت چغالاش
ہوتے ہیں خصوصاً وہ جو بیابان جنگلوں میں چلے جاتے اور بالکل انسانوں
سے جدا ہو کر بیٹھ رہتے ہیں اگر کوئی متحیر اُنکی خبر نہ لے تو قحط کا

خطروہ اپنے اوپر گوارا کرتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ بڑا اندیشہ جنگلی اور شکاری جانوروں کا اپنے اوپر گوارا کرتے ہیں + *

بہت کم فرقے سخت تول قسم کے پابند ہوتے ہیں اور عبادت خانوں اور عام رت جگہوں یا اور رسومات میں بھی شریک نہیں ہوتے بہت سی حالت تہجد میں اوقات بسر کرنے کے پابند ہوتے ہیں اور بہت سے فرقے اپنے چیلوں کو شادی کرنے اور دنیا داروں کی طرح رہنے سہنے کی اجازت دیتے ہیں اور ایک فرقہ جو کنہیاچی کے بالی ہن پر نثار ہوتا ہے وہ اپنا فرض سمجھتا ہے کہ عمدہ عمدہ کھانے پھارے اور اچھے اچھے لباس پہننے اور ہر ایک قسم کی ایسی کیفیت اور حفظان پھارے جو گناہ سے خالی ہو اس خصلت سے اسکا معتقدوں پر رعب داب کچھ کم نہیں ہو جاتا بلکہ اور زیادہ ہونا ہی اس فرقہ کے لوگوں کو استعاریق پر اوقات بسر کرنے کے واسطے سارے سامان افراط سے مہر آتے ہیں مگر بعضے فرقے مذکورہ بالا فرقوں سے بہت مختلف ہوتے ہیں اور وہ وہ فقیر ہوتے ہیں جو اپنا ایک ہاتھ یا دونو ہاتھوں کو جب تک خشک ہو کر قائم اور بیہوش و حرکت نہ ہو جاوے اور ناخن نہ بہز جاویں اوپر کو اونٹانے رکھتے ہیں اور ایک وہ فقیر ہوتے ہیں جو کانٹوں پر سوتے ہیں اور دوسرے وہ ہوتے ہیں جو ہمیشہ چپ چاپ رہتے ہیں اور ایسے بھی ہوتے ہیں جو خرا منخواہ اپنے اوپر طرح طرح کی تکلیفیں گوارا کرتے ہیں اور تہوڑے ایسے بھی ہوتے ہیں جو ہر طرح کی غلاظت اور پلیدی اختیار کرتے ہیں اور اپنی صورت کی وحشت اور حقارت سے یا اعضا میں چھریاں مارنے سے لوگوں کو خیرات دینے پر مجبور کرتے ہیں *

بعضے بالکل بڑھنے اور بعضے بہت کچھ بڑھنے پہرتے ہیں انکو نانگے

کہتے ہیں یہ گروہ کے گروہ ہزاروں ہوتے ہیں اور اپنے اپنے سردار رکھتے ہیں

+ رات صاحب اپنی کتاب کی تیسری جلد صفحہ ۳۲ میں جو ہندوؤں کے حالات میں لکھی ہے لکھتے ہیں کہ جزیرہ سائر کے ایک مقام میں ایک خبر ملی ہے کہ اسے چھ عابدوں کو تین مہینی کی مدت میں شیر اپنے

ان کی صفت خاص یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے مذہب کی ترقی کے واسطے ہتیار نہیں اٹھاتے بلکہ اُچوت پر ملک کے سرداروں کی خدمت کرتے ہیں اور عموماً ستکار اور عیاش مگر بڑے بہادر ہوتے ہیں ان کے ہاروں پر ہر ہوت ملا ہوتا ہے اور لنبی لنبی دازہیوں اور لنبی لنبی اور گندھی عوٹے بالوں سے چٹکر بڑی حکمت سے بڑھا اور موزکو سوزو بکری کی طرح لمبے شاہیں ان جنگ جو تقیروں کی عجیب صورت بن جاتی ہے جب اُنکو کوئی سرداری پر نہیں رکھنا تو اُنکی بڑے بڑے شول ملک کو لوٹ لے جاتے اور سامان معیشت مہیا کرتے پھرتے ہیں پہلے رتھوں میں اُنکو ہیزوں کے ملک پر ان فزاقوں نے کئی بار یورش کی اور خوب لوٹا لیں یہ مسلح ہتھیار بچائے اسے کہ تھوڑے تھوڑے جمع ہو کر یا کسی ملک کی لڑائی میں کام آئے کہ واسطے جمع ہو رہیں کہیں بہت کثرت سے جمع ہو جائے ہیں اور جب نہ اُن میں کے در مخالف فرقوں کا کہیں مقابلہ ہو جاتا ہے تو اکثر بڑی خرابی ہوتی ہے چنانچہ سنہ ۱۷۶۰ ع میں سردار کے بڑے مولہ میں ایک ہرا نفازعہ بلکہ ایک بڑی جنگ شب اور رات کے معتمدوں میں واقع ہوئی جس میں اُس مقام پر اٹھارہ ہزار آدمیوں کا کھیت ہوا + ہاشمہ بہد مداد بہتہ مبالغہ سے بیان کی گئی ہے لیکن ہر حال اس بیان سے اُس کثرت کا خیال دل میں بندہ جاتا ہے جس کثرت سے تھوڑوں کے نام کے اہل عورتے *

ایک جماعت کشائیں کی جو شب کے معتمد ہیں جوئی کہتے ہیں (ملاحظہ کرو باب پانچ کو) اور دشمن گھات اور حیس نفس اور اور پکھندونسی جوگی خدا کے ساتھ وصل ہو جانے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اُن میں جو نہایت ذلول ہوتے ہیں وہ خرق عادات دہانے کے حیلہ کرتے ہیں اور بعض اُن میں سے تندر پستہ میں ہندو بچائے اور دنگی بچائے اور اور تاشے دکھانے اور شہیدہ بازی اور غویہیوں سے لوگوں کے دل دھلاتے ہیں اور ایک اور قسم گسانوں کی ان سے بھی زیادہ مشہور ہے وہ اپ کو

+ پکتان زمین صاحب کا قول دیکھو جو در باب تصنیف ایسا لے رہی ہے چاند دوسری صفحہ ۲۵۵

نہایت مرناس اور عابد بنالائے ہیں اور کچھ کسی کے لالچ سے نہیں بلکہ صرف اپنی بزرگی کی شہرت دینے کی واسطے دشوکا دہی اور فربہ کام میں لاتے ہیں بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی حکمت سے جسکا حال ابھی تک معلوم نہیں ہوا کئی کئی منٹ تک زمین سے چار فٹ بلند مقامات پر رہتے ہیں اور ظاہر میں بیچر اسکے اور کوئی سہارا نہیں ہوتا کہ وہ ایک ترسول کی نوک پر ایک ہتھیلکا ہلکا سہارا لکائی رہتی ہیں اور اسی ہاتھ کی انگلیوں سے مالا پہراتے جاتے ہیں + *

گشائیوں میں بعض آدمی عالم بھی ہوتے ہیں اور ہوتے ہیں جنہیں سے اکثر نہایت شایستہ اور نیک مذہب کے پابند ہوتے ہیں اور بہت سے بڑے رتبہ والے سوداگر ہوتے ہیں اور بہت سے بیعتیا بے باک بہناری اور بہت سے نالائق اور آوارہ اور ہر قسم کے عیب دار ہوتے ہیں ان لوگوں کو اس لالچ سے اس پختہ کے اختیار کرنے پر رغبت ہوتی ہے کہ اس کھلی اور سستی سے زندگی بسر کرنے کا موقع حاصل ہو جو فقیری میں ہوتا ہے بشن کے ماننے والے فقیر نہایت عمدہ ادب اور لحاظ کرنے کے قابل اور شب کے ماننے والے بڑے عیب دار اور بد ہوتے ہیں ہندوؤں کی فہم و فراست اس معاملہ میں بہت اچھی ہے کہ جو فقیر جستہر بدبودہ اور لغو معجونانہ حرکتیں کرتے ہیں اُسے در اُنکی قدر و منزلت اُنکے دل سے جاتی رہتی ہے *

بشن کے ماننے والے فقیر اپنے گرد کی ایسی بڑی تعظیم کرتے ہیں کہ قبائس میں نہیں آسکتی چنانچہ ہنگالہ میں اُن میں سے بعضی اپنے گرد کو نہایت اعلیٰ درجہ والا بلکہ خدائے تعالیٰ سے بڑے کر تعظیم اور ادب کا

+ حالات ایشیا کی تحقیقات کی کتاب کی جلد ۱۷ صفحہ ۱۸۶ میں پرائسورلس صاحب نے اس قسم کے ایک فقیر کا نہایت صمیم حال لکھا ہے جسکو ایک معتبر شخص نے بیچشم خرد دیدہ ایشیا تک سوسٹیٹی کے مارچ سنہ ۱۸۲۹ ع کی جنرل میں مشہور کرایا ہے *

مستحق سمجھتی ہیں + *

ہندو فقیروں کے بہت سے فرقوں میں قاعدوں کی پابندی سے مستثنیٰ ہونے اور جوگیوں اور بیواگیوں میں بالکل کسی قاعدہ کے نہ ہونے کا سبب یہ ہے کہ ہندوؤں میں کوئی ایسا مذہبی سرگروہ نہیں ہے جسکی سب اطاعت کرتے ہوں اور یہی سبب ہے کہ بہت سے شہر اور خانہ جنگلوں سے نانگوں کے گروہ بن جاتے ہیں + *

اسی وجہ سے یہ فرقے فقیروں کے آزاد رہے ہوں اور یورپ کی طوط مذہبی حکومت کے تحت میں نہیں آئے ان فرقوں اور بھمنوں میں اتفاق

+ کتاب تحقیقات حالات ایشیا برٹ ۱۶ صفحہ ۱۱۱ اور مہوہہ بیان برائن راسن صاحب کے جواب مضمون میں ہے ۔۔۔ کتاب مذکور کی جلد ۱۶ اور ۱۷ میں مندرج ہیں اور کچھ ذرا کی کتاب اور کچھ اسٹیل صاحب کی کتاب کے تتمہ میں جو ہندوؤں کی ذاتوں کی تبدیلیوں کے بیان میں ہے لیا گیا ہے
+ اسی قسم کی مستثنیٰ قاعدہ کی پابندی میں کافی مختلف زمانوں میں عیسائی فرقوں میں بھی رہی تھی جس کے سبب سے یورپ اور مذہبی فونسلوں نے اس معاملہ میں دست اندازی کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی *

گرجوں کے انتظام کے شروع زمانہ میں سارا پیشہ فرقہ فقیروں کا کسی عبادتخانہ سے تعلق نہیں رکھتا تھا کہ کسی کی اطاعت میں تھا بلکہ ملک میں عیسائیوں کی بدعاشی کرتا ہوا خیرات سے بسر اوقات کرتا دھرتا تھا اور یہ آری اس کے نویں صدی کے اندر تک ساحل رومی کیونکہ آسودہ تمام تقویٰ کا دم پورے والوں کو خاص خاص عبادتخانوں کا رہنے پر مجبور کیا گیا بلکہ عبادت خانوں سے ملانے والے بھی جب تک نہ اُنکی روک ٹوک حکومت سے نہیں کی گئی ایسی بھی آواز کی میں زندگی بسر کرتے تھے عیسائیوں میں بھی یہ یہ تک جلد ۱۱۱۲ میں نوید انٹرمیڈیٹ کیسز نے پیش نہیں کی تھی ہندوؤں کی طوط اس معاملہ کا کوئی سدھوا ہوئے کے سبب سے بہت سے فرقہ فقیروں بن گئے تھے *

اور جیسریس فرقہ اب تک بہت سی تبدیلیاں گزرا تھا اس فرقہ کا تقویٰ کا دعوے مٹانے میں یہ تجاوت ایک بڑی بڑی محنت شہوانی گئی اور کسی ہوئی صدی کے آخر تک ان میں سے بعض فرقہ اسے لے کر وہ آئے لوگوں کو بھی اپنے گروہ میں شامل کر لیتی تھے جو عہد و اقوال تو فرقہ اور لوگوں تقویٰ کا پہلی تھے مگر دنیا داروں میں دھتے اور پیشہ بھی کرتے تھے یہاں تک کہ وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے تھے جو جرور بچہ دھتے تھے *

نہو نے کئی وجہ خرد کاہی اور نعل مستفاری لہرائی جاسکتی ہی ان
دونوں میں شمسوی اور رقابت شولی اسکے بہت بڑے اثر ظاہر ہوتے
لیکن جو رعب داب برہمنوں کو علم اور قانون پر انکی قوم کا قبضہ ہونے سے
حاصل ہی اُسکا اثر ان فقہروں پر بھی مثل اور ہندوؤں نے ہوا اور جبکہ
ان فقہروں نے منو کے مجموعہ کو اور اپنے ملکی رسومات کو تسلیم کیا
تو وہ برہمنوں کے رتبہ سے انکار نہیں کرسکے جس پر برہمنوں نے اپنے آپ کو
اپنی تہذیبوں کے حوالہ سے پہونچایا *

باب دوسرا

حکومت کی تبدیلیوں کا بیان

منو نے جو طریق حکومت کا بیان کیا ہی اُس سے زمانہ حال کے
ہندوؤں کی حکومت میں کچھ اس سبب سے کوئی فرق نہیں ہوا کہ
از راہ دانائی اور دور اندیشی کسی قسم کی معقول تبدیلیاں اُس میں
کی گئی ہوں بلکہ منو کے طرز حکومت کے قواعد کے پورا پورا بوقلمانی میں
غفلت اور چشم پوشی کیجاتی ہی اور یقین ہے کہ اُن فاعلوں پر کہی
پہلے بھی کوئی حاکم بالمل کاربند نہوا ہوگا *

انتظام

اِس زمانہ میں راجہ تعداد معینہ کے بموجب وزیر اور حسب قاعدہ
کونسل نہیں رکھتا صرف محکموں کے چند افسر رکھتا ہی اُنسے اور اپنے
وزیر سے ہو سردار کے معاملات میں استفسار اور مشورہ کیا کرتا ہی *

محاصل کے وصول کرنے کی آسانی کے لئے

ملک کی تقسیم

منو نے محاصل کے باسانی وصول کرنے کے لئے جو ملک کی تقسیم اس طرح پر کی تھی کہ دس دس گاؤں اور سو سو اور ہزار ہزار گاؤں کے حاکم ہوا کریں منو + کی ان قسموں کی تقسیمیں اب بھی خصوصاً ملک دکن میں پائی جاتی ہیں لیکن جو نسبت کہ ایک پوری بدستور پائی جاتی ہے اور جسکو ہم سو گاؤں کی حکومت خیال کریں وہ اچل پرگنہ ہے بلکہ پورانی سرشتہ کے حاکم بھی ایک موجود ہیں جو ارامی اور نذرانہ سے اپنا حق حاصل کرتے ہیں لیکن اب وہ گورنمنٹ کے ذی اختیار نوکر نہیں ہیں بلکہ صرف معاملات متعلقہ زمین کے نائب دست رکھنے پر متعین ہیں (۱) *

یہ بات بالعموم خیال کی جاتی ہے کہ یہ انیسو مسلمانوں کے تسلط کے بعد بالکل بیکار ہو گئے لیکن یہ انیسو جو ہندوؤں کی ہے اور بے کی طرح موروثی شہرگئی اور اُنکے عہدوں میں وراثت جاری ہو گئی تو ہندو راجہ اور مسلمان بادشاہ دونوں نے اُنکو اُس نام کے پورا کرنے کے لائق نہ سمجھ کر یہ بات مناسب دیکھی ہو گئی کہ اپنی نام کے اسطام کے لئے اور من انیسو اپنی پسند کے موافق متعین کریں *

بالفعل ہندو راجاؤں کے ملک بھی بڑے بڑے ضلعوں میں تقسیم کے دو کرنے کے لحاظ سے تقسیم ہیں اور آسانی کے لئے پورے تقسیم کی گئی ہے راجہ بڑے بڑے ضلعوں میں حاکم مقرر کرتا ہے اور وہ حاکم اپنے مانتحت چہوٹے حصوں میں اپنے نائب مقرر کرتے ہیں *

+ محاصل کے اس بیان پر اکثر ماول شریا شریا لکھتے ہیں کہ عموماً مطالب کے سمجھنے میں کچھ اونپر حصر نہیں ہے اسلئے ہم نے اکثر تفسیر میں ایک جگہ لکھ دیا ہے اور ہر ایک پر نشانی حروف ابجد کی لکھی ہے جس سے معلوم ہو کہ فلاں فقرہ فلاں مقام کی شرح ہے *

اُن حاکموں کی ذات پر جملہ کاروبار انتظام کے منحصراً ہوتی
 ہیں اور منو کے زمانہ کے موافق اب جنگی قسمتیں نہیں رہیں اور
 عدالتیں بھی اگر ہوتی ہیں تو دارالسلطنت میں ہوتی ہیں اور کہیں نہیں
 ہوتیں *

لیکن ان تمام تبدیلیوں میں گانوں کا انتظام اب بھی بدستور سابق
 موجود ہی صرف یہی ایک شے ہی جسمیں کچھہ، خال نہیں اور ان
 کے ہی اجتماع سے بڑی بڑی سلطنتیں ہندوستان کی بنی ہوئی ہیں *

گانوں کے انتظام کا بیان

گانوں ایک ہموار خطہ زمین کا ہوتا ہے اور اُسکی وسعت مختلف
 ہوتی ہے جس میں ایک متفق گروہ بسنا ہی حدیں اُسکی نہایت
 صحیح اور درست معین ہوتی ہیں اور اُنکی حفاظت اور نگہبانی نہایت
 تعصب اور احتیاط سے کیجاتی ہے اور اس میں زمین ہر قسم کی
 جیسی کہ آراضی مزروعہ اور غیر مزروعہ اور قابل زراعت اُفتادہ اور ایسی
 کہ اُس میں زراعت نہو سکی ہوتی ہے اور یہ سب آراضی بہت سے
 حصوں (کھیتوں) میں تقسیم ہوتی ہے جنگی حدیں اُسی درستی اور احتیاط
 سے قائم ہوتی ہیں جیسے کہ گانوں کی حدود ہوتی ہیں اور اُن حصوں کے
 نام اور اوصاف اور وسعت اُس گروہ کے حساب کتاب کی کتابوں میں
 بتفصیل مندرج ہوتی ہے اور وہ سب کا سب گروہ گانوں کی حدود کے
 اندر بسنا ہی اور وہ بستی ہندوستان کے اکثر حصوں میں خندق یا چار
 دیواری یا ایک مستحکم گڑھی سے گہری بنائی ہوتی ہے *

گانوں کے باشندوں کے حق حقوق

ہر ایک گانوں کے باشندے اپنے گانوں کے کاروبار کو آپ ہی انجام
 دیتے ہیں چنانچہ اپنے آپس میں لوگوں پر اُس منحصلاً کو پہلا کر جو
 سرکار اُنہو مقرر کرتی ہے جمع کرتے ہیں اور کل یکمشت رقم کے سرکار
 میں داخل کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں اور پولس کا انتظام بھی وہی

کرتے ہیں اور جو کسی کا سال و اسباب اُس گاؤں کے حدود میں لٹ جاوے اُسکے جوابدہ ہوتے ہیں اور وہ اپنے آپس میں ہی جرائم خفیفہ اور متدمات ابتدائی کا تصفیہ بھی کر لیتے ہیں اور اپنے حدود کے اندرونی اخراجات مثل مندروں اور احاطہ کی مرمت اور عام ہادانوں اور خیراتوں اور تیوہاروں اور جلسوں کے واسطے روپیہ جمع کرنے کے لئے آپس میں چندہ کرتے ہیں *

ان تمام کاموں کے انجام دینے کے واسطے جو امور درکار ہوتے ہیں اور مختلف امور لوگوں کی ضرورتوں کے موافق موجود ہوتے ہیں اگرچہ یہہ بستی حقیقت میں بالکل عام گورنمنٹ کی مناع ہوتی ہے لیکن بلکھلا بہت سی باتوں کے نہایت ترتیب یافتہ اور کامل انتظام پائی ہوئی جمہوری سلطنت کا نمونہ ہوتی ہی انکی اس خود مختاری اور حقوق کو اگرچہ بعض اوقات گورنمنٹ توڑ دیتی ہی لیکن کبھی اُسی انکار نہیں کرتی یہی خود مختاری اور حقوق ایک ظالم حاکم کے ظلم سے کسی قدر بچاتے ہیں اور اگر ایسی گورنمنٹ ہوت جاوے تو اُسکی وجہ سے گاؤں کے حدود میں بد انتظامی نہیں ہوتے پائی *

سرچارلس متھاف صاحب نے جو ایک مدت (بعد حسب ضابطہ رائے) اسی معاملہ میں لکھی ہی اُسکا خلاصہ بسبب انکی نصاحت اور معتبر سند ہونے کے ہم اس مقام پر لکھی ہیں

وہ فرماتے ہیں کہ گاؤں کے گروہ ہر ایک جمہوری سلطنت ہوتی ہیں چنانچہ انہیں ہر شے جسکی اُنکو حاجت ہوتی ہی موجود ہوتی ہی اور کسی قسم کا غیروں پر توکل اور بیروسہ نہیں رکھتے اور کسانکی کچھ انقلاب کیوں نہ ہووے ان گروہوں میں خلل نہیں پڑتا پس انکی بستیوں گذر جانی ہیں اور انقلاب پر انقلاب ہوتے ہیں چنانچہ غندو اور پٹھان اور مغل سرھتے سکھ اور انگریز باری باری سب ملک کے مالک ہوئی مگر گاؤں کے گروہ جیسے تھے ویسے ہی یعنی شورش اور فساد کے دنوں

میں گانوں والی مسلح ہو کر اپنی اپنی بستوں کی خندقیں اور احاطہ درست کر لیتے ہیں اور جب فوج متشائف ملک میں سے گذر رہی ہو تو گانوں والی اپنی مویشی کو احاطہ کے اندر جمع کر لیتے ہیں اور بلا تعرض گذر جانے دیتے ہیں اور اگر انکے لولٹے اور تباہ کرنے کا ارادہ کیا جارے تو وہ اپنے رفیقوں کے کسی دوسرے گانوں میں چلے جاتے ہیں مگر جب تفتہ و فساد دب جاتا ہے تو پھر اپنے گانوں میں اگر اپنے معمولی کاروبار میں مصروف ہوتے ہیں اگر ملک کے کسی حصہ میں غارتگری قتل اور فساد ایسا برسوں تک قائم رہی جس کے سبب سے گانوں آباد نہ ہو سکے تو وہ گانوں کے آدمی ملک میں ایدھر اودھر مشرق بہاڑے رہتے ہیں مگر جسم امن ہوتا ہے اسی وقت پھر اگر آباد ہو جاتے ہیں اگرچہ اُس پریشانی میں ایک پشت اُنکی گذر گئی ہو لیکن تفتہ اور فساد کے دور ہوتے ہی اُن پریشان شدہ گانوں والوں کی اولاد اُن اُسی موقع اور آبادی اور زمین میں بسنے لگتی ہے اور بیٹا اپنے باپ کی جگہ لیتا ہے اور اُن ہی زمینوں میں دوبارہ کھیتی کرتے ہیں جنہیں سے اُنکے باپ نکل جانے کو مجبور ہوئی تھے مگر اُنکو گانوں میں سے نکال دینا کچھ سہل اور آسان نہیں ہے کیونکہ تفتہ اور فساد کے دنوں میں وہ بھی قتل و غارت کرنے والوں کا مقابلہ کرنے کی اکثر کافی قوت بہم پہونچا لیتے ہیں اور اپنے مقام پر جمے رہتے ہیں گانوں والوں میں جو ایسا اتفاق ہے اور ہر گانوں بتجائے خود ایک جمہوری سلطنت ہے اسیکی وجہ سے جمہوری وائے میں ہندوستان کے لوگ اُن بڑے بڑے انقلابوں میں جو اُنکو سونی بڑے اپنے ملک میں قائم اور برقرار رہی ہیں اور اُنکو جو ذراغیالی اور آزادی حاصل ہے اُسکی بھی یہی بات معلوم رہی ہے ا *

ایک بستی نہایت سیدھی سادی حالت میں ایک سوداگر (مقدم یا پردھان) کی تحکیم میں (ب) عورتی ہے جسکو مندرجہ راجہ کا

† یہہ رپورٹ سلیکٹ کمیٹی ہوس آف کامنس سنہ ۱۸۴۲ ع کی جلد ۳ نمبر

۸۴ کے صفحہ ۳۳۱ میں سر سی ٹی متکاف صاحب کا مرقولہ ہے *

نائب قرار دیا ہی اور لیا ہی کہ اُسے جب چاہی راجہ اُسکے نام پر سے
برخاست کر سکتا ہی اب اُسکا عہدہ سرورنی ہو گیا ہی اور وہ اب بھی
حاکم وقت کا نائب سمجھا جاتا ہی مگر زیادہ تر وہ لوگوں کا سرپرست
اور رکیل ہوتا ہی اس عہدہ کے واسطے بعضے وقت کسی شخص کا
مناسب خاندان میں سے منتخب ہونا گاہی والوں کی رائے پر اور زیادہ
تر گورنمنٹ کی مرضی پر منحصر ہوتا ہی لیکن دونوں نے حق میں
منفید ہونیکے واسطے یہ ضرور ہی کہ اُسے دونوں کا اعتماد ہو وہ زمین کے
ایک خطہ پر قابض ہونا ہی اور سالانہ وظیفہ گورنمنٹ سے اُسکو ملنا ہے
لیکن اُسکی آمدنی کا بہت سا حصہ گاہی والوں کی نظر پرست ہوئی
ہی وہ گاہی سے ایسا یک رنگ ہو جاتا ہی کہ اُسکی ذات کو ہمہ نام
گاہی کے سمجھا جاتا ہی اور ہر معاملہ میں متعامل و شریک کے وصول
ہونے پر اُسی سے مواخذہ کیا جاتا ہی *

گاہی کے اُس سردار کے ذمہ جو کارو بار ضروری

تھیں اُنکا بیان

یہ سردار یعنی بدعان گورنمنٹ سے اُس رقم کی تیار داد کہلاتا ہی جو
سال بہر میں گورنمنٹ کو ملنی چاہئے اور بموجب رعیت اور زمین کے
پہلوں کے گاہی کے لوگوں پر اُس رقم کا ہونہ دالہ اُسے دیا جاتا ہی اور
جس زمین کا کوئی کشت کار معین نہیں ہوتا ہی اُسکو بھی جوئے والوں
کو دیتا ہی اور کہتوں میں پانی تقسیم کرتا ہی اور چکروں اور تھانوں
کا قبضہ کرتا ہی اور متحرموں کو گرفتار کر کے ضلع کی عدالت میں
بھیج دیتا ہی غرضہ میں سبیل گورنمنٹ کے تمام کاموں کو انجام دینا
ہی یہ سب کام ایک مقام میں (جسکو چورال کہتے ہیں) جو اسی
مطلب کے واسطے معین ہوتا ہی کہلے خزانہ کرتا ہی اور اُن تمام معاملوں
کو جو عام فائدوں سے متعلق ہوتے ہیں گاہی والوں کی صلاح اور مشورہ
سے کرتا ہی انصاف خصوصیات میں اُسکو ایسے پنچروں سے استعانت ملتی

ہی جنگو فریقین پسند کر لیتے ہیں یا اسپسروں سے جنگو وہ خود منتظمہ کرتا ہی اُس سردار کو اُسکی اُس عہدہ کے سبب سے اپنے گائوں میں تو رعب داب اور پاس ہزوس میں بہت سی عزت حاصل ہوتی ہی یہہ عہدہ فروخت بھی ہو جاتا ہی لیکن اُسکا مالک اُس سے بالکل دست بردار بہت کم ہوتا ہی یعنی جب کہ وہ اور سب اصلی فائذوں سے کنارہ کرنے پر مجبور ہوتا ہی تو بعضی خاص رسموں میں انسری کا حق اور اور معزز حقوق اپنے ہی ذات پر منحصر رکھتا ہی *

گائوں کے عملہ یعنی چوکیدار اور محتاسب (یعنی پٹواری)

وغیرہ کا بیان

اس سردار کے معارف مختلف عہدہ دار ہوتے ہیں جنہیں سے محتاسب اور چوکیدار بڑا درجہ رکھتے ہیں محتاسب (ج) گائوں کا سارا حساب کتاب رکھتا ہی جسمیں زمین کی قسمیں اور اگلے پچھلے قابضوں کے نام اور لگان کی شرح اور اور سب شرطیں قبضہ کی مندرج ہوتی ہیں سب گائو کا حساب کتاب گورنمنٹ سے اور گائوں والوں کا باہمی حساب بھی وہی رکھتا ہی اور اُنکی دستاویزوں اور ذاتی خط کتابت کے لکھنے پڑھنے کا کام بھی کرتا ہی تنخواہ اُسکی گائوں والوں پر فیس مقرر کرنے سے اور کبھی کبھی گورنمنٹ کی طرف سے قطعہ اراضی یا وظیفہ کے طور سے ملتی ہی *

چوکیدار (د) عام اور خاص حدوں کا محافظ ہوتا ہی اور وہ نصابوں کی نگہبانی اور قاصدی اور رہنمائی کا کام بھی کرتا ہی اور پولس کے کام میں اُس سردار کے بعد دوسرا درجہ رکھتا ہی اسوجہ سے وہ رات کو بھرہ دیتا ہی اور آئے گئے کی خبر لیتا ہی اور اپنے گائوں کے ہر شخص کی چال چلن سے آگاہی حاصل کرتا ہی اور اُسکا فرض یہہ ہی کہ اپنی بستی میں اگر کسی کا کچھ مال چوری جائے تو اُسکے چورانے والے کو گرفتار کرے یا اُس چوری کا اپنی سرحد تک کدج اٹائے اور اُسکی حد

سے باہر اُسکے ہمسایہ چوکیدار پر اُسکا کھوج لگانا واجب ہی ان سب کاموں کا انجام پانا ایک آدمی کی قوت سے غیر ممکن ہی لیکن حقیقت یہہ ہی کہ یہہ عہدہ ایک خاص خاندان کا موروثی ہوتا ہی اُس خاندان کے سب آدمی اس کام کے انجام دینے میں کوشش کرتے ہیں + اور ہمیشہ یہہ خاندان نیچ ذات میں سے ہوتا ہی *

پڑکھٹے کو بھی سردار کا ایک مددگار سمجھنا چاہیئے کیونکہ وہ تمام گائوں کا رویہ پڑکھتا ہی اور سارے گائوں کا سنار بھی وہی ہوتا ہی غلہ انکے گائوں میں اور بھی سردار ہوتے ہیں جنکی تعداد سب کے اتفاق سے بارہ قرار پائی ہی مگر یہہ تعداد سب گائوں میں ایسا نہیں ہوتی کسی میں کم کسی میں پوری ہوتی ہی اور ہمیشہ ایک ہی سے اسر بھی نہیں ہوتے *

گائوں میں پڑوہت اور جھوتسی جنہوں سے ایک پڑھانے والا معلم ہوتا ہی اور اکثر لوہار بڑھئی کمہار حجام اور چما ضرور ہوا کرتے ہیں اور دھڑی اور دھوبی اور بید اور مطرب اور بھات اور بعضے اور ہر ایک گائوں میں ہونے کچھ بہت ضروری نہیں اور جنوبی ہندوستان کے گائوں میں کچھ بھی ہوتی ہی بھات کا کام کیت بھانا اور لوگوں کو سنانا اور نسب نامہ + رکھنا ہی اور بعض مقاموں میں یہی خاص کام اُس بھات ضروری ہی ان سب گائوں کے انسروں اور گارخوروں کا حق بطور دس کے منور ہوتا ہی

+ یہہ عہدہ اُس فہمی کے حق میں جو وہ لوگ مال پرکاش کرتے ہیں مفید ہی یاہی اکثر کاموں کو سب شرفہ باری باری سے پورا کرتے ہیں البتہ حساب کتاب کا کام باری باری سے کرنے میں نقصان عظیم ہی کیونکہ کئی شخصوں نے عاتقہ بدلنے سے حساب اپنر ہوتا ہی اور کائنات کم ہو جاتے ہیں اور نوئی شریف اتنے روزوں تک لگاتار کام نہیں کرتا جو اُس نام میں ہشتہ در ہو جاتے *

+ ہندوستان میں ہر شرفہ ٹی ملائیوں کے معاملات کے پیچیدہ ہوتے اور شادیوں کے تعلقات میں بہت پیچیدگی ہونے کے سبب سے یہ نسبت انگلستان کے نسب نامہ رکھنے کا کام بہت ضروری اور بڑا ہی

چو بعض وقت نقد ملتا ہی اور اکثر اوقات پیداوار میں سے بطور چنگی کے ملتا ہی *

گانو والوں کی حکومت

جبکہ گانو راجہ کے تحت تصرف میں بلا واسطہ ہوتا ہی تو اُسکا انتظام بتاریق مذکورہ ہوتا ہی لیکن نصاب ہندوستان میں خصوصاً شمال اور جنوب میں ہر گانوں میں ایک ایسا فریق ہوتا ہی جو اُس گانوں کا ذمہ دار ہوتا ہی اور سب باشندے اُسکے کاشتکار ہوتے ہیں (*) اُن لوگوں کو گانوں کی کل زمین کا مالک سمجھا جاتا ہی اور زمین پر اُنکا حق موروثی اور قابل انتقال تسلیم کیا جاتا ہی لیکن اُنکا حق ملکیت جو مشتبہ ہی اِسیلئے اُنکو اُسے ذو معنی اور مشتبہ لقب سے پکارا مناسب ہی یعنی زمیندار کے لقب سے جسکے ساتھ وہ اب بھی مشہور ہیں (و) *

جہاں کہیں ایسا فرقہ ہوتا ہی وہاں بعضے وقت تو ایک ہی سردار حکومت کرتا ہی اور اگر وہ فرقہ بہت سے اسی قسم کے خاندانوں سے مرکب ہوتا ہی تو ہر ایک خاندان میں سے ایک شخص سردار تمام گانوں کا کاروبار کرنے والا ہوتا ہی جو اپنی ہی طرح کے اور سب سرداروں سے مل جل کر سب کام انجام دیتا ہی یہہ کونسل جو اسطرح کے سرداروں سے مرکب ہوتی ہی وہی عہدہ رکھتی ہی جو ایک سردار رکھتا ہی اور جو کچھ رعایا یا سرکار سے اُس کونسل کو اُس کارگزاری کا عوض حاصل ہوتا ہی وہ سب آپس میں تقسیم کر لیتی ہی اُس کونسل کے شریکوں کی تعداد اگرچہ خاندانوں کی تعداد پر منحصر ہی مگر آٹھ دس سے زیادہ بہت کم ہوتی ہی ہر ایک سردار خاندان کی نہایت پورانی شاخ میں سے انتخاب کیا جاتا ہی لیکن باقی اور زمینداروں کی نسبت نہ تو وہ زیادہ دولتمند ہوتا ہی اور نہ اور کوئی وجہ مختاری کی رکھتا ہی *

گانوں کے رہنے والوں کے فرقہ

جہاں کہیں زمیندار ہوتے ہیں وہ گانوں کے باشندوں سے اول درجہ کا فرقہ ہوتے ہیں لیکن ان سے کمتر درجہ کے چار فرقے ہیں ان میں سے ایک تو کاشتکار موروٹی اور دوسرے غیر موروٹی کاشتکار تیسرے ہالی کمیرے چوتھے دوکاندار جو بازار کے کاروبار کے واسطے سکونت رکھتے ہیں *

گانوں کے اصل زمینداروں کی حقیقت

اس بات میں سبکو اتفاق ہے کہ زمینداروں کی اصل اور بنیاد ان لوگوں سے قائم اور شروع ہوئی ہے جو اول ہی اول میں گانوں میں جائز آباد ہوئی اور ان کے علاوہ اور جو زمیندار بن گئے ہیں وہ ایک ہیں جنہوں نے اصلی خاندان کے زمینداروں سے انکا حق و ملکیت بذریعہ بیع یا اور کسی طریقہ کے حاصل کر لیا ہے یہ حقیقت اس بات سے زیادہ مستحکم ہوتی ہے کہ چھوٹی چھوٹی گانوں میں صرف ایک ہی خاندان زمینداروں کا پایا جاتا ہے اور بڑے بڑے گانوں میں بھی بہت سے نہیں ہیں (ز) لیکن ہر خاندان کے آدمی اس خاندان کی شاخیں بہت کر اس قدر کثرت سے ہو گئے ہیں کہ اکثر تمام کاشتکاری کا کام جلا استعانت کسی کاشتکار یا ہالی کمیرے کے آپ ہی کر لیتے ہیں *

زمینداروں کے حقوق ہمیشہ مستحکم رہے ہوتے ہیں اور اگرچہ وہ ان حقوق سے تہہ زہی بہت کامل اعتراف اختیار کر لیتے ہیں مگر ہر ایک کو جداگانہ ذیل گزارہ کر لینے کا اختیار نہیں ہوتا اگر کوئی زمیندار اپنا حق زمینداری بیع کرنا چاہی تو اس کو تمام اور شریعوں یا زمینداروں کی رضامندی حاصل کرنی لازم ہوتی ہے اور بعد بیع کے خریدار ان سب حق حقوق کا مالک ہو جاتا ہے جو بیع کو حاصل تھے اور اگر کوئی خاندان ان زمینداروں میں سے معدوم ہو جاتا ہے تو اس کا حصہ لوٹ کر بہرہ مندرجہ میں شامل ہو جاتا ہے *

اور بعض گانوں میں اصل زمینداروں کے حقوق مشترک ہوتے ہیں وہ سب ملکر کاروبار کرتے ہیں اور سرکاری لگان ادا کرنے کے بعد خالص پیداوار کو آپس میں تقسیم کر لیتے ہیں اور بعض گانوں میں وہ اراضی مرزوعہ کو باہم بانٹ لیتے ہیں مگر سرکاری لگان کے سب کے سب اکٹھی ذمہ دار ہوتے ہیں اور کبھی کبھی وہ اپنی زمینوں کا آپس میں تھوڑے تھوڑے عرصے کے واسطے مبادلہ بھی کر لیتے ہیں اور بعض گانوں میں وہ مرزوعہ زمین کو دو تقسیم کر لیتے ہیں اور اراضی افتادہ اور حقوق کو نہیں بانٹی اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ افتادہ اراضی کو بھی تقسیم کر لیتے ہیں اور زمین کی تقسیم میں وہ ہر حصہ دار کو ایک ہی قناعہ ہموار زمین کا اُس کے حصہ میں نہیں دیتے بلکہ باعتبار اقسام اراضی کے جو اُس گانوں میں ہوتی ہے کسی ایک مقام پر عمدہ زمین کا ٹکڑا اور کسی دوسرے مقام پر سخت کلر زمین کا ٹکڑا اور کسی اور مقام پر کھجور کی زمین کا ٹکڑا وغیرہ اُسکو دیتے ہیں (ج) *

انکے حقوق ملک کے مختلف حصوں میں مختلف ہوتے ہیں جہاں اُنکا قبضہ کامل ہوتا ہے وہاں زمین کی پیداوار میں سے ایک معین مقدار سرکار کو دیتے ہیں یا کچھ نہیں دیتی ہیں اور جہاں اُنکا قبضہ کامل نہیں ہوتا وہاں بھی یہ نسبت اور گانوں والوں کے انکے حق میں بہت سی رعایتیں ہوتی ہیں (ط) *

یہ زمیندار جو اراضی پر چر دیتے ہیں اسلیئے گورنمنٹ نے اراضی سے اُنکا تمسک دریافت کر کے اپنے فائدہ کے لیئے اکثر اُس مقدار سے بہت زیادہ لگان لگایا ہے جو کاشتکاروں سے وصول ہونا ممکن تھا مگر پھر بھی یقینی یا ایسا فائدہ جسکی آئندہ توقع ہو ضرور ہوتا ہے کیونکہ کوئی ایسا ضلع نہیں جس میں گانوں کے زمیندار اپنے حقوق کو بیع یا رهن نہ کرتے ہوں علاوہ اسکے ایک بڑا فائدہ جو ہمیشہ اُنکو حاصل رہتا ہے وہ منسل میں زمیندار کے خاندان کی عزت ہے چنانچہ ایک خاندان اپنے بیٹی کی

شادی کسی ایسے بڑے امیر خاندان میں کرنے کی یہ نسبت چو ذات میں تو ہیتا نہ ہو مگر لوگ اُسکی تعظیم اور عزت کرتے ہیں ایسے غریب زمیندار خاندان میں خوشی سے گردیتا ہی چو اپنے غائب سے محنت کرتا ہو *

گانوں کے اصل زمیندار کے چپ میں زمین کی ملکیت کا شوق ایسا گہر کھٹھ ہوئے ہوتا ہی کہ اگر کوئی زمینیں جسمیں مطالبہ سرکاری سے ہی کم پیدا ہونے کے سبب اُسکو راجدروہی چورلی بڑی سب ہی وہی مالک سمجھا جاتا ہی اور سرکاری دفتر میں اُسکا نام خانہ مالک میں مندرج رہتا ہی اور تین پشتوں یا سو برس تک اگر حالات کے بدلنے سے وہ ہر اُس اراضی کا خواہاں ہو تو اُسکو مل سکتی ہی *

ملک تامل اور خاص ہندوستان میں ایک ایسا کاشتکار ہی جسکو گورنمنٹ نے اپنی طرف سے زمین کاشت کرنے کو دی ہو اُس زمیندار کو جو بسبب نہ ادا کرنے مالکداری کے خارج ہو گیا ہو اپنی خوشی سے کسیندر ملکیت کا نذرانہ دیتا ہی + *

موروثی کاشتکاروں کا بیان

تمام گانوں میں دو قسم کے کاشتکار ہوتے ہیں چو اصل زمینداروں سے جہاں کہیں زمیندار ہوتے ہیں اراضی کاشت کرنے کے واسطے لیتے ہیں اور جہاں زمیندار نہیں ہوتے وہاں بلا واسطہ سرکار سے حاصل کرتے ہیں اُن کاشتکاروں کو عموماً رعیت (ی) کہتے ہیں جنکی دونوں قسموں میں سے ایک موروثی اور دوسرے غیر موروثی ہوتے ہیں *

موروثی وہ کہلاتے ہیں جو اُسی گانوں کی زمین چرتے ہیں جسمیں سکونت رکھتے ہیں اور بعد اُنکے اُنکی اولاد اُسی زمین پر گہنی کرتی ہی (ک) *

+ رپورٹ سلیکٹ کمیٹی سنہ ۱۸۳۲ ع کی جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ میں ایس صاحب کا بیان دیکھو اور ملاحظہ کی جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ میں فارلس کی صاحب کے قول کو ملاحظہ کرو *

اکثر ان کاشتکاروں کو اصل زمینداروں میں منسلک کر دیا گیا ہے لیکن پھر بھی جہاں کہیں زمینداروں کا نذرانہ موجود ہے وہاں امتیاز بیٹوں ہی اور اُس میں کاشتکار کو کبھی شریک نہیں کیا جاسکتا ہے + *

بہت سے آدمیوں کی یہ رائے ہے کہ یہی کاشتکار زمین کے اصل مالک ہیں اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ نہیں یہ زمیندار کی مرضی کے تابع ہیں لیکن سب کے سب بعض بعض باتوں میں متفق ہیں چنانچہ سب یہ کہتے ہیں کہ بسبب قبضہ قدیمی کے اُنکا اراضی میں کچھ حق ہے لیکن زمین کی بیع اور رہن کا حق نہیں ہے *

ہر چند کہ قبضہ کے حق پر سبکو اتفاق ہے مگر بعضے کہتے ہیں کہ زمیندار کو لگان بڑھانیکا اختیار حاصل ہونے سے وہ حق کسی کام کا نہ رہا اور بعضے یہ کہتے ہیں کہ لگان بخوبی بڑھا ہوا ہے وہ اُس شرح سے زیادہ نہونا چاہیئے جو گائوں کے قرب و جوار میں ہو *

غالباً سچ یہ ہے کہ کاشتکار کا حق ظاہر اور صاف جب ہی تک رہ سکتا ہے جب تک کہ سرکاری مطالبہ ایک قاعدہ پر رہے لیکن جب سرکاری جیسے مندی باقاعدہ نہ ہو بلکہ سرکار کی مرضی کے موافق کبھی کبچھ اور کبھی کبچھ ہو تو یہ حق کسی کام کا نہیں رہتا آجکل زمیندار کے فائدہ سے اس کاشتکار کا قبضہ قائم رہ سکتا ہے چنانچہ اُن زمینوں کے لئے جو مدت سے اُسکے کنہ کے قبضہ میں چلی آئی ہیں اور اُسی گائوں میں واقع ہیں جہاں وہ رہتا ہے جو کبچھ کوئی اور غیر شخص دینے پر آمادہ ہو وہ اُس سے زیادہ دیتا ہے اور جبکہ اُسکو نہایت تنگ اور منچور کر دیا جاتا ہے تو وہ اُس اراضی کو چھوڑ کر کسی دوسرے گائوں میں بہت سستی کھوت پر غیر استعماری زمین آسانی سے لے لیتا ہے (ل) *

بعضے یہ خیال کرتے ہیں کہ موروثی کاشتکار ایسے زمینداروں کا بقیہ ہیں جو جبر و تعدی کے سبب سے اس حالت کو پہنچ گئے ہیں اور بعضے

+ رپورٹ سلیکٹ کمیٹی سنہ ۱۸۳۲ ع کی جلد ۳ صفحہ ۲۸۵ میں ایلس صاحب کا مقلد دیکھو *

یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ایسے ہی عام کاشتکار ہیں صرف محدث گننے کے سبب سے موروثی ہو گئے ہیں غالباً یہ دونوں قیاس کچھ کچھ صحیح ہیں اور ایسے ہی یہ تیسرا بھی معلوم ہوتا ہے کہ اکثر صورتوں میں زمینداروں نے ان کاشتکاروں کو جو اول ہی کانوں میں آباد ہوئے زمینوں پر قبضہ عنایت کر دیا ہے *

غیر موروثی کاشتکار

(م) غیر موروثی کاشتکار ایسے کانوں کی اراضیات کو کاشت کرتا ہے جس سے وہ کسی طرح کا تعلق نہیں رکھتا اور سالانہ تقویری یا مشورہ ہتھ کے ذریعہ سے ان پر قابض ہوتا ہے اول قسم کی اراضی خاص ہر گارتنا رہنوالا کاشتکار قابض ہوتا ہے اور غیر موروثی کاشتکار کے حصہ میں کمتر قسم کی زمینیں آتی ہیں جسکی خواہش لوگوں کو بہت کم ہوتی ہے اسوجہ سے اور اور نقصانوں کے سبب سے وہ اپنی زمین پر نسبت موروثی کاشتکار کے کم لگان پر حاصل کرتا ہے *

(ن) ایک اور قسم کے کاشتکار ہوتے ہیں جنکا بیان ضرور ہی گو رہ کاشتکار دونو قسم مذکورہ بالا سے قدر و منزلت میں کمتر ہوتے ہیں یہ کاشتکار ایسے لوگ ہوتے ہیں جنکی ذات یا حالت اس بات کی مانع ہے کہ وہ محنت یا مشقت کریں یا کسی نام میں جسمیں تلافیہ مزدور کے روبرو آپکی ضرورت ہو انکی عورتیں شریک ہر سببیں اس ان نقصانوں کے لحاظ سے انکر اراضی کا قبضہ نوع مناسب پر دیا جاتا ہے تاکہ وہ بدد (س) مزدوروں کے اپنے نو یا سوامی سے ناکہ اٹھاسکیں *

بیان مزدوروں کا

أجرت پر کام کرنے والے لوگوں کی خدمتیں اور انکے معارفہ خورد بخورد مختلف ہوتے ہیں لیکن اور ملکوں کے معتمدیوں کی خدمت اور أجرت سے بہت توڑا اختلاف رکھتے ہیں اسامیہ انکا شرح بیان ضرور نہیں *

یہ بیان کرنا بھی کچھ ضرور نہیں کہ ہر گاؤں میں اس سب فرقوں کا ہونا لازم ہی کیونکہ ایک گاؤں کی تو اسم کی زمین کی کاشت اسی سے صرف کوئی ایک فرقہ یا سب کے سب باہمی مناسبت سے کر سکتے ہیں *

دکان داروں کا بیان

دکان داروں وغیرہ کو زمین کا کرایہ جس جگہ وہ رہتے ہیں اسی ملک کو اور کبھی کبھی اور بھی کچھ محصول دینا پڑتا ہی دکاندار گاؤں کے سردار کا جو بمنزلہ منجساریت گاؤں کے ہوتا ہی عموماً مستحکم رہتا ہی لیکن دکانداروں کو گاؤں کے لوگوں سے اور کسی طرح نا تعلق بہت دور ہوتا ہی *

گاؤں کے لوگوں کی غالب اصلیت اور اُن کا تفرق

غالباً ایسا معلوم ہوتا ہی کہ جو دیہات شہدوں نے اول اول آباد کی وہ سب گاؤں کے گروہوں کے قبضہ میں ہونگے کیونکہ جب اس ملک پر تسلط پایا ہوگا تو اُسکی شروع شروع میں بہت بات شدہ ممکن ہوگی کہ جداگانہ آدمی جنگل کاٹ کر کھیتوں کو صاف کریں اور اصلی باشندوں یا جنگلی حیوانوں کے حملوں سے اُنکو محفوظ رکھیں اور اورنگی خدمتیں حاصل کرنے کے واسطے اُنکے پاس کچھ سرمایہ ہوگا اور چونکہ سردار گار کے بہت سے رشتہ دار بھی ساتھ نہ ہونگے تو وہ ایسے رقبہوں کے بلائے ہوئے متہجور ہوا ہوگا جو گاؤں کی آبادی کے فائدہ میں شریک ہوں اور گاؤں کے ٹروٹوں کے قائم ہونے اور زمینوں کے گاؤں میں تقسیم ہونے باعث غالباً یہی امر ہوا *

نوابان و بران زمین بلا شہرہ سلطنت سے اس طرح سے متعلق رہی ہوگی جیسے تمام اُن صورتوں میں ہوتی ہی جب کہ لوگوں کی جماعت ایک صورت یا قاعدہ پر مبنی ہی لیکن راجہ نے بجائے اس بات کے کہ یہ

ملکیت متعززہ کاشتکاروں کو اُن سے ایک مشنت توہمت یا ایک معین سالانہ لگان جیسا اور ملکوں میں دستور ہی لیکن حوالہ کردے کسیقدر پیداوار اپنا حق رکھی ہوگی جو اُس زمین کے وسعت اور قسم کی مناسبت سے چھوٹا کاشت کی گئی ہوگئی گھٹتی ہوگی اور باقی پیداوار کانوں کے اباد کرنے والے لوگوں کی ہوتی ہوگی لیکن اگر وہ لوگ اُس سے زیادہ اچھی زمین اپنے پاس رکھے ہونگے جسقدر وہ چورت سکتے ہوں تو وہ اودوں کی مشنت کے ذریعہ سے اُس زمین سے فائدہ اُٹھانے پر کوشش کرتے ہونگے اور ایک شخص کو ایسا قرار دینے سے کہ علاقہ لوگوں کے حصوں کے پیداوار میں کے سوا کوئی حصہ کے ہونگے کا دسمہ کوئی اور طریق سہل تر نہیں معلوم ہوا لیکن جب زمین کثرت سے رہی اور بہت سے کانوں آباد ہونے کو تھے تو کسی آدمی نے کوئی قطعہ اراضی کا پاک صاف کرنا اُس وقت تک قبول نہ کیا ہوگا کہ اُس قطعہ کی کاشت کا اُسکو ہمیشہ کیواسطے اختیار نہلا ہو اور اسی سبب سے کاشتکار موروثی قائم ہونے ہونگے اور ارگوں کے کار و بار کے توئی پانے پر کاشتکار غیر موروثی اور اجرت پر مشنت کرنیوالے پیدا ہونے ہونگے بسبب وراثت کی ملکیت کی تقسیم در تقسیم ہونے سے یہہ انتظام معدوم ہوگیا ہونا اور سب لوگ مزدور ہوگئے ہوتے لیکن جب تک کہ وہاں زمین کثرت سے باقی رہی یہہ قاعدہ ہندوئی ظہور پذیر نہوا ہوگا اس صورت میں کانوں کے کردہ کی حالت اُس وقت تک غیر تبدیل رہی ہوگی جب تک کہ پیداوار میں راجہ کا حصہ غیر تبدیل رہا ہوگا یعنی جب راجہ اپنے مطالبہ کو زیادہ کرتا ہوگا تو زمینداروں یا موروثی کاشتکاروں کے منافع کم ہو جاتے ہونگے اور جب کہ وہ راجہ کا حصہ ایک مقدار موروثی سے زیادہ ہو جانا ہوگا تو کانوں کے درنوں فرق مذکورہ بالا اپنی اراضی کی کاشت نقصان سے کرتے ہونگے اور اگر یہہ صورت جاری رہی ہوگی تو وہ مجبور ہوکر اپنی اراضی کو چھوڑ بیٹھے ہونگے اور اور ذریعہ اوقات ہری کا تلاش کرتے ہونگے *

چو کہ بڑے سے ہوا حصہ راجہ کا پیداوار میں منور کے زمانہ میں کل کا چھٹا تھا اور اب وہ نصف ہی تو بہت سے گانوں کے گروہ جو نیست و نابود ہو گئے اور بہت سونگی حالت اب بھی تباہ ہی اُسکی وجہ سے اسی سے ظاہر ہی ہے جو اراضی زمیندار اسطرح پر چھوڑ بیٹھے ہونگے وہ سرکار کے قبضہ میں آجاتی ہوگی *

اگرچہ یہ صورت اکثر واقع ہوئی ہوگی مگر آئندہ عام ہونا ضرور نہ تھا اسلیئے کہ ایسی مقبوضہ زمینیں جو پہلے سے مزروعہ ہونگی راجہ کی ملکیت میں داخل ہوتی ہونگی اور ان زمینوں کے پورے مالکوں نے تباہ ہونے کے بعد مطیع کاشتکار ہو کر ان اراضیوں کی کاشت سرکار کی طرف سے کی ہوگی آج تک بھی سرکار برابر گانوں بسانے کے واسطے ان لوگوں کو جو اس کام پر آمادہ ہیں بغیر زمیندار تسلیم کرنے کے اراضی عطا کرتی ہی اور ان بخششوں کی شرطیں مختلف ہوتی ہیں مگر عام شرطیں یہ ہوتی ہیں کہ اتنے برسوں تک وہ گانوں کل یا جزو جمع سرکاری سے آزاد رہیں اور بعد اُس عرصہ کے وہی محتاصل سرکار اُس سے وصول کرنی چو پاس ہوسکے گانوں میں ملتا ہی *

سواہ اسکے اور صورتیں بھی پیش آتی ہونگی جیسا کہ ہم کو اُنکے فہمچوں سے معلوم ہوتا ہی گو ہم اُنکی ابتدا اور ترقی کا حال دریافت نہیں کرسکتے ضلع کنارہ اور مالابار اور ترائونکور میں اراضی کے خاص خاص شخص مطلق مالک پائے جاتے ہیں اس ملکیت پر صرف اتنی فید ہی کہ سرکار کو ایک معین محتصل ادا کرتے ہیں *

سرکاری

عام اراضی کا محتاصل

بادشاہ کا پورا حصہ اب نصف پیداوار سمجھی جاتی ہی اور چھار کمپن بادشاہ پیداوار کی تہائی لیتا ہی اُس مالک کی جمع بندی کو معادل سمجھتے ہیں *

یہ زیادتی متعادل سواروں کی اسوجہ سے نہیں ہوتی تھی کہ جسقدر حصہ پیداوار میں راجہ کا ہوتا تھا اُسکو علاوہ زیادہ کیا گیا بلکہ اُسکی وجہ زیادہ تر وہ مختلف محصولات ہیں جو ہر قسم زمین پر لگائے جاتے ہیں اور بعض محصولات ایسے ہیں کہ وہ پھر پھر کا کاشتکار کے ذمہ عاید ہوتے ہیں اول قسم کے محصولات وہ ہیں جو غاروں اور سرسبزوں اور اسی قسم کی اور چیزوں پر لگتی ہیں اور دوسری قسم کے محصولات وہ ہیں جو بعضی رسموں میں باجی کے استعمال پر اور ہرہ غریبوں کی شادیوں پر لگتے ہیں اور اور تھے تھے یہ محصولات جو اور اموال پر لگائے جاتے ہیں علاوہ انکے دوسری قسم کے ایسے محصولات بھی ہیں جو بیچنے لگتے جاتے ہیں اور علاوہ چند روزہ مطالبہ واسطے لگائے گئے ہر مگر برابر جاری رہی اور موثر نہ نہیں کیے گئے اس قسم کا محصول نصفی تمام کاشتکاروں پر بناسبت آئے پہلے محصول کے اور گاہوں اور ضلع کی کارباری آدمیوں کی منتخبات اور وظیفوں پر لگایا جاتا ہے *

جو کہ ان مطالبوں کی کوئی حد نہیں بلکہ حد اتنی آہ لگوں کی استعداد ہی چند یہ محصولات لگائے جاتے ہیں پس گاہوں والے اس سے بچنے کا جو کچھ علاج کرسکتے ہیں وہ صرف یہ ہوتا ہے کہ کوئی آمدنی کے چھانے میں کوشش کرتے ہیں اس شرف سے وہ اپنے پیداوار کی مقدار کم بیان کرتے ہیں اور کسقدر اُس سے بلا علم حکام اور منتخبات کے حکمت سے الگ کر لیتے ہیں مگر اکثر یہ کرتے ہیں کہ گاہوں کے کاغذات حساب کو استرخیر چھوٹا بنا کر کہ جب تک بہت سی وقت اور خرچ سے تعقیبات اور زمین کی پیمائش نہ ہو جائے جھلسائی آئی دیوانت ہوتی ممکن نہیں ہوتی موزوں زمین کی مقدار کو چھوٹے ہیں زمینداروں کو چنگی وسعت گروہانت بہت کم دیوانت کرسکتی ہے چھان گاہوں وہ کرتے ہیں فائدے حاصل کرتے ہیں چھانچہ کسقدر جسم پرشی حکام کو حساب سے بدریعہ رشوتوں کے حاصل کیجاتی ہے اور یہ رشوتیں گاہوں خرچہ کے ایک جزو بطرح گاہوں سے چھان کیجاتی ہیں اور حساب کتاب میں

مبغنی مہجرا لیجانی ہیں اور یہ ایک رقم ایسی ہی کہ اسکی تحقیق نہ کرنا کانوں والے اور وہ تحصیلدار جو زمانہ آئندہ میں مقرر ہوتے ہیں اور مناسب اپنی عزت سمجھتے ہیں *

انہیں خرابیوں کے باعث سے جو گورنمنٹ کی ہزاروں کے علاج و تدارک کیواسطے عمل میں لائی جاتی ہیں یہ حال بہش آتا ہی کہ زمین جسپر استدر جمع لگائی جاتی ہی جو اسکی پیداوار کے غایت درجہ کی برابر ہو تو وہ باوجود لگان ادا کرنیکی قابلیت کے بکنی ہوتی ہی + *
 ان ہی انتظامیوں نے ایسی ہریشانی طرفیں یعنی کاشتکار اور گورنمنٹ کی طبیعت میں پیدا ہوتی ہی کہ پیداوار کی مناسبت کے اصول سے بالکل غفلت کیجاتی ہی اور ہندوستان کے اکثر حصوں میں متعامل کا نصفیہ ہر سال اس متعامل کی سند پر ہوتا ہی جو پہلے برسوں میں ادا کیا گیا ہوتا ہی صرف استدر تفاوت اور تبدیلی البتہ ہوتی ہی جسقدر کہ موسم کی خصوصیت سے یا کسی چندروزہ فائدہ یا نقصان کے واقع ہونے کرنی مناسب معلوم ہو *

جبکہ طرفیں اس قسم کے تصفیہ سے اتفاق نہیں کرتے تو وہ سال متنازع کی بابت کانوں کی کل پیداوار کی خاص تحقیقات کرنے پر آمادہ ہوتے ہیں غرضکہ ہر آوری کی اور اُس آسایوں کی بموجب جو کاشت کیواسطے موجود ہوں زمین کی قسمیں اسیطور سے جیسا کہ پہلے بیان ہوا علیحدہ کرتے ہیں پھر پیداوار کا خرچ وضع کرنے تک جو فاضل یا باقی رہتا ہی اُسکو سنبھال لیا جاتا ہی اور اُس میں سے گائمندار کی پرورش کیواسطے مستدار

+ مثلاً جس کانوں کا بیان وائیل اشیانگ سرسیٹٹی کے معاملات کی جلد در صفحہ ۷۷ میں ہائرس صاحب نے کیا اُس میں زمیندار اپنی پیداوار میں سے فیصدی ساڑھے ستارے حصے گورنمنٹ کو دیتے ہیں اور جو انتخاب نہ ایست اندرا کہرنی نے مشتر کیا ہی اُن میں چھپان صاحب اور دکھن کے کلکٹروں اور دربار گجرات کی انفسترون صاحب کی رپورٹوں کو بھی ملاسلطہ کیا جائے اور ہلالن پکانن صاحب کی علیحدہ علیحدہ رپورٹوں کو درباب دیالچ رور اور اور شاعوں کے دیکھا جاوے

کافی علیحدہ کیجاتی ہی اور گاؤں خرچہ وضع ہونیکے بعد جو کچھ رہتا
ہی وہ سرکار لیلیٹی ہی اور جبکہ تمام اور ذریعے راضی خوشی سے تصفیہ
کرنیکے باقی نہیں رہتے تو خاص پیداراز کی تقسیم آپس میں کیجاتی ہی
لیکن اسطریق میں ایسے مکر و فریب بھرے ہوتے ہیں کہ دونوں فریق
عموماً اس سے باز رہتے ہیں البتہ وہ مقام مستثنیٰ ہیں جہاں سرکار کے کارندہ
اور لوگوں کے درمیان میں مدت سے تعلق رہنے کے باعث اعتماد باہمی
قائم ہو جاتا ہی چنانچہ اس صورت میں پیداراز کی تقسیم تمام اضلاع
میں سے نہایت عام پسند تصفیہ سمجھی جاتی ہی *

گورنمنٹ کے اہلکاروں سے جو تنازعہ ہوتا ہی اگر اُسکا نتیجہ یہ ہوتا
کہ لاشکاروں کے صبر و طاقت سے زیادہ کرنی محض حاصل لایا گیا تو تمام
لاشکار عام اتفاق کرکے اپنی اراضی اور اپنا گاؤں بھی چھوڑ دیتے ہیں اور
گورنمنٹ سے ہر قسم کا معاہدہ کرنے سے اتفاق کرتے ہیں تب سرکاری انس
انکی تسلی اور تسکین کرتے ہیں اور ذرائع دیتے ہیں اور بشرط ضرورت کے
رعایت کرتے ہیں جبکہ ہمیشہ ناگوار گذرا کرنا ہی اگر کسی پر کیا بھی
جاوے تو اُس سے کرنی بہتر نتیجہ حاصل نہیں ہوتا اُسکا بڑے سے بڑا
اثر یہ ہوتا ہی کہ گاؤں والے منتشر ہو کر اور علاقوں میں ہواگ کر چلے
جاویں *

یہ بات آسانی خیال میں آسکتی ہی کہ اس قسم کے تصفیے بدوں
اس بات کے نہیں ہوسکتے کہ گاؤں کے اصلی اور حقیقی حالات میں
دست اندازی کیجیجئے سرکاری انس ہر قسم کا مطالبہ بدعا کی معرفت
کرنا رہتا ہی اور اگر ضرورت ہوتی ہی تو اور خاص خاص گاؤں والوں کے
مقابلہ میں سرکاری انس بدعا کی حمایت کیا کرنا ہی لیکن بعضے وقت
وہ اُسکو معطل کرکے جمع ہندی اور تحصیل اپنے آپ سے کرنا ہی نالشیں
اور استغاثہ بھی اس غرض سے کرتے جاتے ہیں کہ عدل اور انصاف اور
پولس کے متعلق معاملات میں اُنکو معذور کرکے کچھ حاصل کرنا شروع

ہاتھ آئے پس بد عملی کے سبب سے گانوں والوں کے حقوق بالکل بے حقیقت ہو جاتے ہیں *

اکثر حصوں میں ہندوستان کے تمام ایسی برائیاں متحمل سرکاری تھیکہ دینے کے قاعدہ سے بہت بڑے جانی ہیں چنانچہ اس صورت میں غلوں کی حکومت اُس شخص کو عطا ہو جاتی ہے جو سرکار کو سب سے زیادہ سالانہ روپیہ دینیکا ذمہ اور ضمانت کرتا ہے اور یہ تھیکہ دار اُس ضلع کے حصوں کو سب سے زیادہ برائی بولنے والے کو اس طرح تھیکہ پر دے دیتا ہے اور پھر یہ لوگ گانوں کے سردار یعنی پدھان کو معین رقموں پر تھیکہ دیدیتے ہیں یہ سب کے سب تھیکہ دار اُس منافع کے حاصل کرنے کے معجز و مختار ہوتے ہیں جو اُن سے حاصل ہو سکے ان وجوہات سے وہی شخص یعنی گانوں کا پدھان جو کاشتکاروں کا اصلی محافظ اور حامی ہوتا ہے اُن کے حق میں بڑا جابر ہو جاتا ہے اور جو شرائط کہ پدھان سے تھیکہ دار تھوڑی چاہیں اگر وہ اُن کو منظور نہ کرے تو تھیکہ دار اُس کام کو کسی غیر شخص کو جو تھیکہ لینا قبول کرے حوالہ کرتے ہیں تب تو حال اور بھی بدتر ہو جاتا ہے *

ایسے ہی ایسے جہروں اور سخت مطالبوں کی وجہ سے اکثر گانوں کے زمیندار جو گانوں کے مالک تھے صرف کاشتکار سرکاری رہ گئے ہیں اور بعض زمیندار اس غرض سے اپنی اراضی کو چھوڑ کر بھاگ جاتے ہیں کہ ایسی شرطوں پر اُن کو کاشت کرنی نہ پڑے جن کو وہ گوارا نہیں کر سکتے *

اب تک گانوں میں ہر حصہ دار ایسا سمجھا گیا ہے کہ وہ اپنے حقوق کی بموجب عمل کرتا ہے راجہ اور زمیندار دونوں کو اس بات کا استحقاق ہے کہ اُن کا جو حصہ گانوں کی آمدنی میں ہوتا ہے جب چاہیں منتقل کر دیں اس طرح اگر گانوں کے اور گارندے نہیں تو سردار یعنی پدھان اور محتاسب یعنی پتواری بھی اپنے اُمیدوں اور اُن کی آمدنی کو درخت کر سکتے ہیں غرض کہ اس طریق سے نئے آدمی گانوں میں داخل ہو سکتے

ہیں لیکن اُنکو وہی درجہ اور منزلت حاصل ہوتا ہے جو اُنکے دیہاتوں کو
 تھا چنانچہ راجہ کے حصہ کا مالک راجہ کے حصہ پنداروں کے نتیجہ کار
 مستحق ہوتا ہے مگر پندار سے جو کار و بار متعلق ہوتا ہے اُس میں
 اُسکو کچھ دخل نہیں ہوتا بلکہ تمام کاشتکاروں کے کام میں بھی مزاحمت
 نہیں کر سکتا غرضکہ نیا زمیندار پورے زمیندار کے سب تعلقات کو اختیار
 کرتا ہے اور پنداروں اور پنداری وغیرہ اُن سے نئے خاندان میں سے لئے
 جاتے ہیں لیکن اُنکے کار و بار میں کوئی تبدیلی نہیں آتی *

راجہ جس طرح سے اپنے حصہ کو استعمال کرتا ہے اُس کا بیان کچھ
 اگے آ رہا *

ملکیت زمین کے استحقاق کا بیان

زمین کے مختلف کاشتکاروں یا استحقاق نہیں و دخل رکھنے والوں کا بیان
 کرنے سے خرد بقود طبیعت زمین کی ملکیت کے معاملہ پر چسپاں ہوتی ہے
 بدلت ہو چکی ہے مسائل درمیانی چنانچہ بعضی بہ دخل کرتے ہیں
 کہ زمین کی ملکیت کا استحقاق سوار کو حاصل ہوتا ہے اور بعضی کہتے
 ہیں کہ بڑے بڑے زمینداروں کو ہوتا ہے + بعضی کہتے ہیں کہ گاؤں کے
 اصلی زمینداروں کو ہوتا ہے اور بعضی کہتے ہیں کہ کاشتکاروں کو ہوتا ہے *
 بڑے زمینداروں کے دعوے کی نسبت مناسب موقع پر بہت بات ثابت
 کی جا رہی ہے کہ اُن کا حق باقی نہیں تو کون میں سے کسی حق سے نکلے
 پس اس امر میں گفتگو کرنے کا اہتمام کیا ہے توں غرض کہ کیا جانا
 ہے *

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ زمین کو شمس کے واسطے استعمال اپنے استعمال
 میں رکھنا اور اُسکے استعمال اور موجودات فراہم کرنا اہتمام ہوتا ہے اگر زمین ہر
 + بڑے زمینداروں کا حق تمام عام زمیندار بھی ہوتے ہیں ان کے اصلی
 زمینداروں سے (قانون کے زمینداروں کی حقیقت یا ان کے سوا اور اور چنانچہ اور وہ بیان
 دیکھتے ہیں کہ (اصل میں زمینداروں میں سے) جو اُنکے اُنکے معلوم ہو رہا

تو خود زمین کو تبدیل یا غارت کر دینا غرضکہ یہ سب حقوق پوشیدہ مجموعی حق ملکیت کہلاتے ہیں اور ان سب باتوں میں سے کسی ایک بات کو حق ملکیت نہیں کہہ سکتے جہاں کہیں یہ سب باتیں مجتمع ہوں وہیں حق ملکیت ہوگا اور کہیں نہ ہوگا راجہ پیدوار کے صرف ایک حصہ کا حق مطلق داریسی کہتا ہی اور جب چاہے اُسکو فروخت کر سکتا ہی لیکن علاوہ اپنے حصہ کے گائوں کی باقی زمین میں یا پیدوار میں مزاحمت نہیں کر سکتا اور اگر اُسکو زمین واسطے عمارت یا سڑکیں یا اور تمام فلاح کے کام بنانے کی واسطے دیکار ہو تو ہمارے محاکم نے زمین کو لینا ہی مگر اُسپر اور حصہ داروں کو اُسکا معارضہ دینا لازم ہوتا ہی یہ زمین اسی طرح راجہ لینا ہی جستار پر وہ ضرورت کے وقت گریاں اور کشتیاں وغیرہ بکڑ سکتا ہی اور محصور شہروں میں مکانات گروا سکتا ہی اور ان ضرورتوں میں اُسکا کوئی حق ملکیت نہیں ہوتا »

بعد ادا ہو جانے راجہ کے حصہ کے جو کچھ پیدوار باقی رہتی ہی زمیندار کے ہاتھ لگتی ہی اور اُس پیدوار کے حق کے بڑبڑ کا اُسکو آئندہ ہمیشہ کی واسطہ اختیار رہتا ہی اور کوئی مزاحمت نہیں ہوتا اور راجہ کا حصہ اور زمیندار کا لکنا ادا ہو جانے کے بعد جو کچھ باقی رہتا ہی وہ کاشتکار کو ملتا ہی اور وہ اس پیدوار کو ہمیشہ اپنے کام میں لایا مختار ہی لیکن اُس پیدوار کا حق اُسپر اور اُسکے وارثوں پر منحصر ہوتا ہی اور کسی اور طرح خرچ کرنیکا متجاوز نہیں ہی زمین کی بارآوری کی قوت کو نہ زمیندار کام میں آنے سے خارج کر سکتا ہی نہ کاشتکار باک انہیں سے کوئی اُسکو معطل بھی نہیں رکھ سکتا چنانچہ جب کاشتکار فصل طیار کرنے سے قاصر رہتا ہی جس سے باقی حصہ داروں کو یعنی زمیندار اور راجہ کو اُنکے حصے ملائیں تو یہ دخل کر دیا جاتا ہی اور جو زمیندار ایسے قصور کا ملزم ہوتا ہی تو چند روز گائوں کی بستی کا کوئی کاشتکار

یا راجہ کا کاشتکار اُسکی جگہ پر قائم کیا جاتا ہی اور بعد ایک مدت کے وہ اپنے حق سے بالکل محروم ہوتا ہی *

اُن تمام ہندوؤں سے ظاہر ہی کہ جہاں کہیں گائوں کے گروہ اور موروثی کاشتکار موجود ہیں وہاں کسی بھصندار کو زمین میں حق ملکیت حاصل نہیں حاصل ہوتا اور جہاں کہیں نہ گائوں کے گروہ اور نہ موروثی کاشتکار ہوتے ہیں وہاں بلاشبہ راجہ مالک مطلق ہوتا ہی اور تمام حقوق جو بعد اُسکے قائم ہوں وہ راجہ کی فرمان یا پٹہ دیئے سے حاصل ہوتے ہیں اور وسعت ان فرمانوں کی حالات کے بموجب مختلف ہوتی ہی لیکن جبکہ بلا کسی شرط اور ہمیشہ کدواسیئے وہ فرمان عطا کرتی جاتی ہیں تو اُنسے کامل حقیت لوگوں کو البتہ حاصل ہوتی ہی *

زمین کی حقیت کے بابت جو تنازع واقع ہوتے ہیں اُنہیں سے اکثر کا سبب یہ ہی کہ ایسے واقعات کو جو صرف خاص خاص طبقوں پر صادق آتے ہیں تمام ملک کے حصوں سے منسوب کیا جاتا ہی اور ایسے نتیجوں میں جو ایک قسم خاص کے اجارہ یا پٹہ سے حاصل ہوں اور اجاروں کے ساتھ جو اُس قسم سے بالکل مختلف اور غیر مشابہ ہوتے ہیں شامل کر دیا جاتا ہی اور اکثر تنازع کا سبب یہ ہی کہ یہ مان لیا جاتا ہی کہ جہاں کہیں گورنمنٹ حقوق پر ترجیح نہیں کرتی وہاں اب کوئی حق باقی نہیں یعنی کوئی حق دار نہیں مگر باوجود اُسکے جو لوگ محروم ہوتے ہیں وہ اپنے حقوق کا دعویٰ کئے جاتے ہیں اور اُنکے محروم کردار کے بھی اُن حقوق سے منکر نہیں ہوتے اور اکثر حالات موافق یعنی منہد مطالب کے پیش آتے ہو محروم لوگ اُن حقوق کو مثل سابق کے ہو ہتھوڑی حاصل کرنے میں اصل میں گمنام اسباب پر نہیں ہوتی چاہیئے کہ حق ملکیت اس شخص کو حاصل ہوتا ہی بلکہ اسباب پر ہو کہ پیداوار کا کس کس قدر حصہ ہو فریق کو واجب ہوتا ہی اور اس بات کا تصدیق صرف ایسی مقدمہ میں ہے جو خاص اُس مقام پر کیجائیں

جہاں تنازعہ حقیقت کا واقع ہو اور کسی ایسے عام قاعدہ سے جسکی بنیاد کسی قیاسی حقیقت پر نہ ہو ہرستغناشی اُن قوانین قدیم کی رو سے نہیں ہرستگنا جو مدت سے فراموش ہو گئے ہیں *

راجہ کے محصولات کے اور ذریعوں کا بیان

راجہ کا جو حصہ تمام زمینوں کی پیداواروں میں ہوتا ہی وہ اور اور تمام سرکاری زمینوں کا اٹکان سرکاری محصولات کا بڑا جز ہوتا ہی اور باقی محصولات مختلف ذریعوں سے حاصل ہوتا ہی منجملہ اُنکے چند ذریعہ زمین سے متعلق ہیں مثلاً وہ فیصدی محصول اور دیگر محصولات جنگا بیان اوپر ہو چکا ہی اور علاوہ اُنکے وہ محصول جو کاشتکاری سے متعلق ہیں اور دوکانوں اور پیشوں اور شہر کے منائات یا اشیاء مصارف کا محصول اور بازار کا محصول اور ہڑی ہڑی سڑکوں پر راستوں کا محصول اور سمندر کا محصول اور چند اور انہیں سے اکثر راستوں کا محصول خاص کو ظالم اور ایذا رسانی کا بڑا ذریعہ ہی اور باوجود بہت سی برائی کے اُس محصول سے بہت تہوڑی خالص آمدنی حاصل ہوتی ہی اِن سب محصولات کو گانوں اور خاص خاص مقاموں کے حاکم تحصیل کیا کرتے ہیں لیکن اُن میں سے چند خاص محصول مثل راستہ کے محصول اور ہرمت کے محصول کا ٹھیکہ داروں کو ٹھیکہ دیدیا جاتا ہی *

انتقال حقیقت

یہہ بیان کیا گیا ہی کہ راجہ اپنے حصہ کو جو گانوں میں ہوتا ہی منتقل کرسکتا ہی اور اسی طرح سے راجہ اکثر بڑے بڑے حصہ ضلعوں کے چندیں بہت سے گانوں اور بہت سی دیوان زمین غیر مقبوضہ شامل ہوتی ہی منتقل کرتا ہی لیکن اِن تمام صورتوں میں صرف اپنے ہی حقوق کا انتقال کرتا ہی اور گانوں کے زمینداروں اور موروثی کاشتکاروں اور ضلع اور گانوں کے افسروں اور ایسے شخصوں کے حقوق چندوں نے پہلے راجاؤں سے اُنکو حاصل کیا راجہ کے انتقال حقیقت سے غیر متبدل اور محفوظا رہتے

ہیں | یہ انتقال حقیقت راجہ کے عارف سے فوج اور ملکی اہلکاروں کی منتظرہ اور وظیفوں کے ادا کرنے یا معیدوں کے قائم رکھنے اور فوجوں کی پرورش کرنے یا سرکاری خدمت کے صلہ میں انعام و اکرام دینے کے واسطے کیا جاتا ہے جو زمینوں کے پہلے درجہ کے واسطے دیجاتی ہیں وہ جاگیریں کہلاتی ہیں | سپہسالار پھر بعض افسروں کی خدمتوں کا معاوضہ دینے اور بزرگ آدمیوں کی پرورش کے سرائے کو دینا یہ قاعدہ استعمل ہوتا ہے کہ سار کے وقت میں بھی تھا یہ بات تحقیق نہیں ہوئی کہ کب یہ قاعدہ فوج کے ساتھ ہوتا تھا | چنانچہ مسلمانوں نے بھجنگ اور چلوں ہندوستانی راجہوں کو تھوڑا سا اُس زمانہ میں اُن اہلکاروں میں فوج کی نسبت اسی قاعدہ پر عمل ہوتا تھا لیکن جس کامل صورت میں یہ قاعدہ اجال میں نہیں پایا جاتا ہے غالباً وہ تھوڑے ہی دنوں سے جاری ہوا ہے | اس طرح پر زمینوں کے منتقل یا مرحمت کرنیکی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ خزانہ عام پر ختم دینے کی جگہ اُس مقام کے پاس جہاں فوج مقیم ہے کسی ضلع میں کوئی زمین اُسکی پرورش کے واسطے متوز کرنے میں آسائش ہے اور انتقال کا یہ طریق خدمت ایسے ملک سے بہت مناسب ہوتا ہے جہاں متبادل سرکاری بجائے نقد کے جنس کے ذریعہ سے ادا کیا جاتا ہے *

فوج کی پرورش کے لئے پہلے پہلے تو زمینوں کا متوز ہونا خاص اُن وقتوں کے لئے جو فوج کی منتظرہ راجہ کی پیادہ ہوتی تھیں عمل میں آیا لیکن چنانچہ وہ مدت تک جاری رہا اور استعمل ہوا گیا کہ کل ضلع کا متبادل اُس میں صرف ہونے لگا تو کل متبادل کو فوج کے سردار کے نام پر منتقل کرنے سے انتظام کا سہل کرنا مناسب سمجھا گیا اور

+ اسی بات سے ثابت کرنے کے سبب زمین کی قیمت کی نسبت غلطیاں واقع ہوتی ہیں ہندوستانی زبان میں راجہ کے انتقال حقیقت کو کائنات یا شمع کا سنا کرنا ہوتا ہے پس اس سے لوگ یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اُس پیشکش سے تمام کائنات یا شمع منہم ہوتا ہے اور اور ملک و جاگیروں کا حق خارج ہوتا ہے

ایسی شوشیاری اور احتیاط برتی گئی جس سے سراء تلخوہ فوج کے اور کچھ زیادہ فوج کا سردار اپنے تصرف میں نہ لاسکے اور اور تحصیلداروں کے معمولی اختیارات سے زیادہ کوئی اختیار بھی نہ ہوتے جو قاعدہ کہ مرہٹوں نے رائج کیا اُس سے وہ ذریعے جو اس مطالب سے اختیار کیئے گئے بشکریہ دریافت ہوتے ہیں *

مرہٹوں کے قائمہ کی بموجب فوج کی تعداد اور قسم جسکی پرورش ہر سردار کرنا تھا مقرر کیجاتی تھی اور فوج کی تلخوہ کے حصے نہایت درستگی سے کرلیئے جاتے تھے اور انسروں کو بہت کچھ اختیار دیئے جاتے تھے یہاں تک کہ بعض اوقات لوگوں کے مقرر کرنے کا بھی اختیار رکھتے تھے اور خود سردار کے ذاتی خرچوں کے واسطے ایک رقم مقرر کیجاتی تھی اور میعاد خدمت اور طریق جمع ہونے وغیرہ کے قاعدہ مقرر کیئے جاتے تھے بعد اُسکے ضلع کا کوئی ایسا حصہ منتخب کیا جانا تھا جسکی سرکاری آمدنی بعد وضع خرچ تحصیل اور دیگر اخراجات کے اُس قدر روپیہ بہم پہنچا لیکے واسطے جو فوج کو واجب ہوتا تھا کافی ہوتی تھی اور وہ کل ضلع جس سے اس قدر آمدنی حاصل ہو سردار کے حوالہ کردیا جاتا تھا بعد انتقال ضلع کے سردار ایسی ضلع کا حاکم تہرتا تھا جس سے مستحاصل سرکار حاصل ہو اور اور تمام کام جو ایسے عہدہ دار کے ذمہ ہوتے ہیں وہ انجام دیتا تھا *

مگر اس سردار کے ماتحت لوگوں کے حقوق کی حفاظت کے واسطے مداخلت کرنے کا اختیار اور اُس مستحاصل کا دعوے بھی جو ضلع مقررہ کی اُس قدر آمدنی سے زیادہ حاصل ہو جس قدر کے واسطے وہ ضلع عطا ہوتا تھا گورنمنٹ اپنے ہاتھ میں رکھتی تھی اور اُن شرطوں کی تعمیل دوبارہ وہ ملکی انسروں کے ذریعہ سے کیجاتی تھی جنکو گورنمنٹ اُس سردار کے تمام کارروائی متعلقہ انتظام فوج و اراضی کی نگرانی کرنے کے واسطے مقرر کیا کرتے تھے *

باوجود ان تمام دور اندیشیوں کے ان بخششوں کے معمولی نتیجہ ظاہر ہونے سے باز نہیں رہتے چنانچہ اراضیات شروع ہی سے سرکاری ملکیت کی صورت پر گرتی جاتی تھیں اور بنیاداً اُس عرصہ کے جو اول تصور یا انتقال اراضی کے وقت سے گذرتا جاتا تھا گورنمنٹ کی بندش روز بروز کم روز بڑھتی جاتی تھی مگر بخشش کی اصلی مقصد کبھی فراموش نہ ہوتے تھے اور اُسکے شرائط پر توجہ رکھتے تھے کبھی ایسا نہ ہوتا تھا۔

ان بخششوں میں سرکاری ضلعوں کا بھی ایک ٹوڑا سا حصہ شامل ہوتا تھا اور باقی حصہ کا انتظام خاص خاص مقاموں کے افسر خاص راجہ کی ہدایت سے اُس قاعدہ کی بموجب جو سر نے قرار دیا ہی کیا کرتے تھے اراضیات کو فوج میں تقسیم کر دینا فوج کی تنخواہ ادا کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا گیا تھا کچھ ملک کی حکومت کرنا قاعدہ نہ تھا اس سے ظاہر ہی کہ اگرچہ ایسے زمیندار موجود تھے جو بھروسہ لگان کے سرکار کی جنگی خدمتوں میں کام آتے تھے مگر جنگی خدمتوں کے لینے کا کوئی عام قاعدہ یا بندوبست نہ تھا *

اگرچہ ان ضلعوں میں جنہر سرکار کو فوج و تصرف حاصل تھا اراضی کی تقسیم فوج میں اسطرح جو کی گئی تھی مگر سر ملکان میں جو قبضہ ہوتا تھا وہاں اور طریق اختیار کیا جاتا تھا چنانچہ حملہ کرنہوالی فوج کبھی کبھی ایک سردار کو اس کام پر مقرر کرتی تھی کہ ملک کے نان دور و دراز حصہ کو اپنے قبضہ و تصرف میں لائے اور اپنی فوج کی پرورش اُس ملک کی آمدنی سے کرے اور اُس سردار کو یہ خیال دیا جاتا ہو کہ اُس وقت تک اجازت دیجانی تھی (یعنی اُس سے کچھ مطالبہ یا امداد نہیں چاہی جاتی تھی) کہ اُس کا خاندان و عمارت جو دیکر جائے یعنی وہ اپنا قسطنطنیہ بخیر کرے اور فوج میں سے کچھ لوگ صرف بجائے ایسے عہددار سرکاری ہونے کے جو خاص کام پر مقرر کیئے گئے ہوں سرکاری خدمتوں کے کرتے رہنے کی شرط پر کلکتہ سرکاری مقرر ہو جائیں اس قسم

نئی مثالیں ہندوستان کے جنوب میں جو ہندوستانی راج تھے انہیں ہائی چاسنگٹی نہیں اور آخر زمانوں میں مرہٹوں میں یہ قاعدہ نہایت تکمیل کے ساتھ رائج تھا *

مگر متبوضہ غیر ملکوں میں بھی سوائے سرکار کے غیر شخص کے وسیلہ سے اراضی کا کاشتکاروں کے پاس ہونا ایک خاص امر تھا کوئی عام قاعدہ نہ تھا کیونکہ ضلع کا بہت بڑا حصہ خاص راجہ کے انتظام میں رہتا تھا * لیکن کار روائی کا ایک طریقہ اور بھی ہائی ہی جو سرکار کی جانب سے عمل میں آتا تھا جس میں انتقال اراضی کے قاعدہ کا بہت زیادہ برتاؤ دیا جاتا ہی اور اُس سے ایسا انتظام پیدا ہوتا ہی جسکو بجز ایسے انتظام کے کسی اور نام سے بیان کرنا ممکن نہیں کہ اراضی سرکاری چند سرداروں کو اس شرط پر مرحمت کیجاوے کہ وہ ضرورت کے وقت جنگی خدمت کا کام انجام دیں *

جنگی خدمتیں بجالانے کی شرط پر راجپوتوں میں اراضی کی تقسیم ہونے کا بیان

طریق مذکورہ بالا راجپوتوں میں رائج تھا چنانچہ اُن میں جو شخص کسی سلطنت کی بنیاد ڈالتا تھا وہ اپنی سیر کے واسطے زمین رکھ لیتے کے بعد باقی ملک کو اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کے اُن قاعدوں کے بموجب جو ہندوؤں میں مروج تھے تقسیم کر دیتا تھا اور ہر سردار جسکو زمین دیجاتی تھی راجہ کی جنگی خدمت اور عام اطاعت کرنے کا پابند ہوتا تھا لیکن اپنی اراضی میں بیحد اختیار رکھتا تھا اور یہہ سردار بھی اپنی اراضی کو اپنے متعلقین میں اُن ہی شرطوں پر تقسیم کرتا تھا غرض کہ اس طرح سے مطیع اور فرمان بردار سرداروں کا ایک سلسلہ قائم ہو جاتا تھا اور ملک کی حکومت کا انتظام اور فوج کا پہرا کرنا اُن پر منحصر ہوتا تھا (ع) *

جنگی خدمتوں کے حاصل کرنے کا طریقہ اس طریقہ سے جو یورپ میں رائج تھا مختلف ہی اسلئے کہ بنیاد اسکی اس اصول پر ہے کہ اراضی ملک کو ایک خاندان آپس میں تقسیم کر لیا ہی اس اصول پر نہیں ہے کہ بڑے بڑے جنگی سرداروں کی خدمت جو سوائے بادشاہی خاندان کے غیر خاندانوں میں سے ہوں حاصل کی جاوے لہذا اس طریقہ کی بنیاد نئے ملکوتی نظم پر ہمیشہ موقوف ہوئی ہوگی اور جبکہ وہی ہوگی تو نسلی تعلق جو راجپوتوں کی قوم کے لوگوں میں موجود ہے اس سے یہ بات غالب معلوم ہوتی ہے کہ تقسیم کرنے والوں میں ملک کی حکومت کا حصہ نسل ہی پر رہنا ہوتا اور جو راجپوت کہ سردار اعظم یا راجہ کی فروعیت میں شریک ہوتے ہوں وہ اس قسم سے ہوتے ہیں کہ وہی قوم کے سردار ہی ہونگے *

راجپوتوں کی ریاستیں جو اب بھی موجود ہیں انکی قسمت راجپوت سردار یہہ جیسے جانتے ہیں کہ اصل میں ان ریاستوں پر قبضہ ہونے میں تمام خاندان شریک ہی چنانچہ یہہ سردار راجہ کو ایک راہ سے تو اپنا شریک جانتے ہیں اور دوسرے راہ سے راجہ سمجھتے ہیں راجپوتوں کا یہہ تعلق باہمی عبارت منسلک ذیل سے بخوبی دریافت ہوتا ہے جو اس شہادت میں مندرج ہے کہ بعض ماہروازی سرداروں نے اپنے راجہ کی کی ہی چنانچہ وہ اُس میں لکھتے ہیں کہ جب ہماری خدمتیں مندرج ہوئی ہیں تو وہ ہمارا راجہ ہی اور جب نہیں ہوتیں تو اُسے ہوتی ہر ایک اور ملک کے دعویدار ہیں + *

ملک کی تقسیم کا قاعدہ بعد تقسیم کرنے ملک کے یہی عمل میں آتا تھا ہر ایک راجہ پر چھوٹا وہ بجائے اپنے باپ کے راج کرنا شروع کرتا تھا اپنے باپ کے کنبہ کے صغر سنوں کو کوئی چاکر دینی لازم نہیں اور جب کیوں ان دعویداروں میں سے کسی کو کافی سال و مقام دیا نہ پہنچتا تھا تو

وہ راجہ جنگی مہموں کی طہاری کر کے روانہ کرنے اور اور ملکر نہیں تھی
سلطنتوں کی بنا ڈالنے میں انکی مدد کرنا تھا (ف) *

راجہ کے خاندان میں جو جاگیریں تقسیم ہونیکا طریق رائج ہوا اس
طریقہ کی وسعت رفتہ رفتہ غیر لوگوں تک سرگئی یعنی غیروں کو بھی
جاگیریں ملنے لگیں چنانچہ بہت سی جاگیریں اب بالکل مختلف
قوموں کی راجپوتوں کے قبضہ میں ہیں + اور معلوم ہوتا ہے کہ پہلے
زمانوں میں اول درجہ کی جاگیر ایک مسلمان + کو بھی ملی *

سنہ ۷۱۱ ع میں جبکہ مسلمانوں نے ملک سندھ پر پہلی بار
دورس کی اور وہاں کے حالات قلمبند کیئے اُنسے غالب یہ معلوم ہوتا
ہے کہ اُس زمانہ میں عمائد کو بشرط جان نثاری جاگیریں دینے کا طریقہ
جو زمانہ حال کے راجپوتوں میں باقی ہے کثرت سے مروج تھا *

عطا ہونا جاگیروں کا غیر جنگی خدمتوں کی

عوض میں

غیر جنگی خدمتوں کے عوض میں علاوہ خاص خاص مقاموں کے
افسروں کے جنکا بیان ہو چکا جاگیریں وزیروں اور ملکی انتظام کے بڑے
بڑے افسروں اور متعمرات کے بندوبست کرنے والوں اور قدیم مصاحروں
کو عطا کی جاتی ہیں *

عطا ہونا زمینوں کا بلا عوض خدمتوں کے

علاوہ مذکورہ بالا جاگیریں عطا کرنے کے معبدوں اور درویشوں اور کامل
ہنر و ذن رکھنے والی نوکروں اور معشوقوں کو بھی معافی کی زمینیں
مرحمت ہوتی تھیں اگرچہ یہ معافیاں کثرت سے دیجانی تھیں مگر
عموماً نہایت خفیف ہوتی تھیں چنانچہ کہی صرف ایک گائوں اور

+ کرنل ٹاڈ صاحب نے کتاب جلد پہلی صفحہ ۱۰۵

۱ سنہ ۱۷۷۰ ع میں بہد جاگیر مای ٹرنل ذات صاحب نے کتاب راجستان
جلد ایک صفحہ ۲۰۰

۲ اسکی تفصیل اسی تاریخ کے پانچویں حصہ کے پہلے باب میں بیان ہوئی *

کبھی چھوٹی چھوٹی گہیت ہوتے تھے لیکن بعض مرتبہ ہر شخصوں مذہبی معاملہ میں یہ زمین بہت بڑے خطہ بھی ہوتے ہیں ہمیشہ مذہبی رقبہ ہمیشہ کے واسطے دیئے جاتے ہیں اور بہت کم پہر انہیں دست اندازی کیجاتی ہی اور لوگوں کو بھی جو معافی دیجاتی ہی اُس میں سے اکثر معافی علی الدوام ہوتی ہی اور اُن کی اور تمام جائیدادوں میں وہ نہایت محفوظ اور عمدہ سمجھی جاتی ہی لیکن اس قباضی کی کثرت اور معافی کے اکثر جعلی فرمانوں کے بننے سے بعض وقت راجہ اپنے بزرگوں کے عطا کی ہوئی معافی کے چھوٹ لینے پر راضی ہوتا ہی اور اکثر اُن پر ایک سخت نذرانہ تو ضرور ہی مقرر کر دیتا ہی بلکہ اُس حالت میں جبکہ وہ معافی کسی شخص کے پاس بذریعہ بیع اور ہبہ کے یا بطور ورنہ کے پہونچتی ہو تو اُس پر نذرانہ نا واجب نہیں سمجھا جاتا لیکن بالکل ضبط کر لیتا یا ہمیشہ کے واسطے اُس پر ایک معین جمع باندھنا ظلم سمجھا جاتا ہی معلوم ایسا ہوتا ہی کہ یہ نذرانہ لگاتے یا ضبط کرنے کا طریقہ مدنوں سے چلا آتا ہی کیونکہ ہم اکثر قدیم کنوں میں دیکھتے ہیں کہ معافی دینے والے کی اولاد کو اُس کے چھوٹ لینے سے بددعاؤں سے ڈرایا ہوتا ہی *

خراج گزار اور متعلق ضلعوں کا بیان

یہ بات غالب ہی کہ تمام وقتوں میں پہاڑی اور جنگلی قوموں کے بعض سردار ایسے ہوتے ہیں جو ہندوؤں کے فرماں بردار نہیں ہوتے کیونکہ مغلوں اور انگریزوں کی زیادہ قوی حکومتیں بھی اُنکو ہمیشہ مطیع نہ رکھ سکیں بیشک ایسے سردار بھی تھے جو راجہ کو مانتے تھے اور تسلیم برائے نام خراج بھی دیتے تھے اور کبھی کبھی راجہ سے مدد بھی کرتے یا عام اعانت کرنے تھے مگر اپنے ملک کا بالکل انتظام اپنے ہی اختیار میں رکھتے تھے غرض کہ حسب اقتضائے وقت اور موقع کے بادشاہ کی اطاعت کرتے تھے *

ان ادھر سے متابع سرداروں کی تعداد اس صورت میں بڑھتی چلی گئی کہ ہندوؤں کی مختلف سلطنتوں کے مفتوح ہونے پر انکے بعض ضلعوں کے حاکم یا سردار فتحیادوں کا مقابلہ کر سکے اور مختلف درجوں کی خود مختاری قائم رکھے سکے اسی قسم کے اور لوگ اور ایسے بھی زیادہ ان لوگوں نے جو اپنے حسن خدمت سے ازراہ فطرت و چالاکی ہمیشہ حاکم رقت کو رضامند رکھتے تھے اپنے مقاموں کو اپنے قبضہ میں رکھا ان لوگوں کو جب تک کہ وہ اپنے ضلعوں کا انتظام حسب دلخواہ کرتے رہتے اور مستحاصل سرکاری ادا کرتے تھے بلا کسی طرح کی خود مختاری کا شہہ بھی کرنے کے مرروٹی ذیہق سمجھا جانا تھا *

اصل میں زمیندار کون ہیں

ان ہی تین قسم کے لوگوں سے معہ انکے چنہوں نے مسلمانوں کے عہد میں رونق اور ترقی پکڑی ہے وہ بڑا گروہ بنا ہی جسکو انگریز زمینداروں کی تحقیقات میں زمیندار کے نام سے پکارتے ہیں اور انکے حقوق پر بڑی سرگرمی اور پریشانی کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے چندا پھر مناسب موقعوں پر ذکر ہوگا *

+ زمیندار لفظ فارسی کا ہے جسکے معنی زمین رکھنے والے کے ہیں لیکن اس لفظ سے خواہ متذراہ ملکیت زمین کی نہیں پائی جاتی ہے لفظ دار امر داشتن کا ہے جو ہر ایک اسم کے ساتھ ملکر اسم فاعل سماعی بن جاتا ہے جس سے اعلیٰ سے اعلیٰ قسم کے اسم سے لیکر ادنیٰ سے ادنیٰ قسم کے اسم کے ساتھ ملانے سے ایک ہی طرح کے معنی حاصل ہوتے ہیں جیسے نامہ دار اور چوہ دار ایدار نوچ دار سٹرنک صاحب اشیانک سوسٹیٹی کی تحقیقاتوں کے جلد ۱۵ صفحہ ۲۳۹ میں لکھتے ہیں کہ اورنگ زیب عالمگیر کے عہد تک یہ لفظ زمیندار کا ایسے سرداروں سے منسوب ہوتا تھا جو کسی قدر ذی اختیار ہوتے تھے اور اب زمانہ حال میں انہیں محدود نہیں رہا کیونکہ انہوں میں ضام کے انصروں کو عموماً زمیندار کہتے ہیں اور خاص ہندوستان میں انہوں کی زمینوں پر دخل رکھنے والوں کو زمیندار کہتے ہیں

جنگ و جدال کا بیان

لڑائی کا فن بہت بدل گیا ہے پہلے جبکہ شہزادوں سے مسلمانوں نے حملے کیے تھے اسوقت میں ہندو لشکر کشی کے برسوں کے سامانوں کی مسلسل تدبیریں سرچنے کے قابل تھے کچھ عرصہ دو شہنشاہ کی لڑائی کی تدبیریں نہیں کرتے تھے بعد وہاب کے راج سے ایک اور بڑی ہندو لڑائی ہو گئی اور باقاعدہ پلٹنوں کے قائم ہونے سے میدان جنگ کی صورت بالکل ہی بدل گئی یورپ کی اس ترقی سے قطع نظر کر کے دیکھو تو آگے کوچ و مقام اور لڑائی کا انتظام اُس سے بہت بدتر ہے جو ہندو نے بیان کیا ہے لیکن لڑائی کا موقع پسند کرنے اور سبک فوج کے ارانے اور اپنی رسد کے سامان کو بچانے اور دشمن کی رسد بند کرنے میں ایسا متحرک ہونا کرتے ہیں جسکا متحرک کی طول طویل ہدایتوں میں نشان بھی نہیں ہے *

لڑائی کے پہلے قانونوں میں جو رحم اور جوانمردی کے ہرناز کا ذکر ہے بچا پایا جاتا ہے اسکا استعمال لڑائی میں آج کل نہیں ہوتا لیکن یہ نسبت اور ایشیا کے ملکوں کے ہندوستان میں اب بھی لڑائی میں زیادہ انسانیت پر مبنی جاتی ہے اور یہ نسبت مسلمانوں کے ہندو زیادہ نرمی پر مبنی ہیں *

یہ نسبت زمانہ سابق کے اب جو وہ مدت تک اشعار کشی میں رہتے ہیں اس سبب سے اُنکی زندگی کے جنگی کاروبار یہ نسبت سابق کے زیادہ ممتاز ہیں خصوصاً بعض مرہٹے سردار میدان میں زندگی بسر کرتے رہی بجز کنبہ کے کوئی دبا اساطات اُنکو نصیب نہوتی اس سبب سے لوگوں کا گروہ جو اُنکے ساتھ جمع ہو جاتا ہے سبھیوں سے کچھ مناسبت نہیں رکھتا جبکہ یہ سب مجتمع آنا چلتا ہے تو ایک ہوا ہرستان انہو معلوم ہوتا ہے جو طول میں بارہ بارہ میل اور عرض میں دو دو میل پھیل جاتا ہے اور وہ لوگ اپنے لشکر ہوتے ہیں جو ایک مار کے ارادہ سے اپنے ساتھ لے آتے ہیں *

دیوچ کا گروہ بعض مقاموں میں گھنا اور بعض مقاموں میں چھدرا ہوتا
 ہی اُس میں ہاتھی گھوزے بالکیاں اور تیس بچے اونٹ پیادے گاڑیاں چھکڑے
 لدے ہوئے بیل مزدور اور مویشی اور گدھی اور بکریاں بھیڑوں کے زیور پہن
 سب بھیڑ ہنگام نہایت پریشانی اور بد انتظامی سے گڈ مٹ ہوتے ہیں اور
 سب پر ایک بڑا بلند آسمان گون و غبار کا چھایا ہوتا ہی چوکوں سے
 معلوم ہوتا ہی *

جس لشکر میں باقاعدہ پیادوں کی پلٹیں ہوتی ہیں وہ سب ملکر
 کوچ کرتی ہیں یا ایک ایک پلٹ کوچ کرتی ہی اور توہوں کی ایک لہی
 قطار بن جاتی ہی جس سے سڑکوں کی خرابی یا گاڑیوں کے ٹوٹ جانے
 سے ہرج ہوتا ہی اور باقی فوج اسباب کے ساتھ تتر بتر چلتی ہی وار
 جن اونچی اونچی ہادیوں پر بڑے بڑے نشان اور نشانہ ہوتے ہیں انکے
 پیچھے بنجائے چار پانچ ہزار سواروں اور سپاہیوں کے چلنے کے صرف پانچ
 سے لیکر پچاس تک رہتے ہیں باقی سوار متفرق اور چھوٹی چھوٹی
 ٹکڑیوں میں ایدھر اودھر چلتے ہیں اور ہر ایک سوار اپنا نیزہ اپنے کندھے پر
 اس طرح رکھے ہوئے ہوتا ہی جس سے اُسکے پیچھے آنے والے کو بڑا خطرہ رہتا
 ہی خصوصاً جبکہ وہ نیزہ بردار اوروں سے ہنسی چوہل کرتا ہوا چلتا ہی *
 پہلے سب اندوہ ایسا تین تیرہ ہو کر چلتا ہی کہ اگر کوئی سوار اُسکے
 اول سرے سے انتہا تک بجز چند ایسے تنگ مقاموں کے جہاں سب
 کے سب کشمکش کا صدمہ سہتے ہیں گھوڑا دوڑا کر جائے تو برابر راستہ
 ملنا چلا جائے *

اس لشکر کا اگلا سرا کبھی کبھی کچھ دیر تک کسی مقام پر اُس
 صورت میں قیام کرتا ہی جبکہ لشکر کا سردار اُس مقام کے مالک سے اس
 باب میں خط و کتابت کرتا ہی کہ اگر تمہاری زمین پر کھوڑا ڈالا جاوے
 تو کس قدر روپیہ نذر کر دے اور اس طرح سے لشکر کا ہتھیلا سرا بھی جبکہ ارگ
 حقہ پانی پینے کو رکھتے ہیں تو ہوتا جانا ہی *

کبھی کبھی اگر کوئی ہون یا جنگلی سور، لنگر کی کسی صف کے
رد برد آتا ہی یا جانا ہی تو ایک عجیب غل اور شور مچ جاتا ہی کوئی
لاٹھی مارنا ہی کوئی گولی لگانا ہی سوار گھوڑے چھیناتے ہیں اور ہرجا
لگاتے ہیں اپنے یا کسی دوسرے کے ہاتھ پاؤں توڑنے یا جان جوکھوں کا کچھ
اندیشہ نہیں کرتے *

باوجود اس تمام پریشانی اور بے تربیتی کے ہندوستانی فوج بسبب
اپنی ہوشیاری اور مستعدی اور بہت سی سبک ہونے فوج کے کبھی ستر
میں دشمن کا چھاپہ نہیں کھاتی *

انگریزوں نے جسٹندر لڑائیاں لڑی ہیں انہیں ایک مثال یہی ایسی
نہیں ملے گی کہ کسی ہندوستانی فوج کا اسباب اسکی غفلت کے سبب
سے بے نتیجہ متواتر سخت کوچ کرنا کی مانندگی سے مغلوب ہرجانے کے چھین
یا کات لیا ہو ان بڑے بڑے ہوجھل گروہوں نے اپنی چالاک اور اپنی جنبش
و حرکت کے پوشیدہ رکھنے سے بہت بڑے فائدے حاصل کیے ہیں چنانچہ
سلطان حیدر اور سلطان تپو اور مرہٹوں نے انگریزی فوج کے چھوٹے چھوٹے
گروہوں پر ایسی حالت میں کہ انے بہت دور ہونے کا اطمینان رہا ہی
حملہ کر کے اکثر مغلوب کیا ہی اور اکثر ایسی حالتوں میں جبکہ انگریزی
جنرل اس خیال میں ہوا ہی کہ میں انکو اپنے ملک کی طرف بھا
رہا ہوں نہایت سخت گھائیروں اور دشوار گذار راستوں سے نکل کر انہوں نے
اس جنرل کی پشت پر ملک کو لوٹ لیا ہی *

نوردگاہ پر پہونچنے کے بعد اس منتشر ایبہ کا ایسا اچھا انتظام اور
ہندوستان ہوجانا ہی جسکی اس پریشانی اور اندر سے کسی طرح ترقی
نہیں ہوتی ہی چنانچہ بڑے بڑے نشان گر دیئے جاتے ہیں جسے ہر
سودا اور انسر کا مقام قیام معلوم ہوتا ہی اور ہر شخص اپنے اپنے گروہ اور
صف کو پہنچان لیتا ہی *

جب کمرو دیوتا ہی تو آسمان کچھ انتظام اور کچھ بے انتظامی
دونوں ہوتی ہیں اگر اللہ اس اور ہندو گروہوں کے ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر ہر

اور قواعد دان لوگ تو صفت باندہ کر بھرتے ہیں اور جو قواعد نہیں جانتے وہ تتر بتر بھر جاتے ہیں خیمے اکثر سفید ہوتے ہیں مگر ان میں سرخ اور نیلی دھاریاں ہوتی ہیں اور بعضے بالکل سرخ یا سیاہ بھی ہوتے ہیں * غریبوں کے پاس صرف کالی پہلی راوتیاں ہوتی ہیں اور بعض وقت کمبل ہی تین نیزوں پر تان لیتے ہیں اگرچہ صاحب نیزہ سپاہی بہت کم ایسے رہتے ہیں سرداروں کے خیمے ایسے ہوتے ہیں جنہیں کئی کئی درجہ روشن دار ثات کے پردے ہڑے ہوتے سے بن جاتے ہیں بعضے خیمے کچھ پوری کے اونچے اور وسیع ہوتے ہیں اور بعضے نیچے اور متوسطا بعضوں میں انکھری اور بعض میں دوہری تھری قناطر ہوتی ہیں جنسے از پردہ ہوتا ہی اور خاک دھول سے حفاظت ہوتی ہی *

ان سب خیموں کے آپس میں ایک سے دوسرے تک سانددار راستہ قناطر سے گھرا ہوا ہوتا ہی اور ان خیموں میں ہر قسم کے ساز و سامان جو امیروں کے محتاجوں میں ہونے چاہیئیں مہیا ہوتے ہیں البتہ مرہٹوں کا دربار بہ نسبت شہروں کے کنبوؤں میں بڑی خوبی کے ساتھ ہوتا ہی مگر باوجود اس شان و شوکت کے وہ اپنی عادت کے موافق کسی شی کی تکمیل پر توجہ اور التفات نہیں کرتے چنانچہ یہہ ثات کے محفل ایسے بری طرح سے ایستادہ کیئے جاتے ہیں کہ بعض مرسموں کی آندھی اور مینہ کی برداشت کرنیکے قابل نہیں ہوتے دریافت ہوا ہی کہ ایک مرتبہ سیندھیا کے تمام خاص خیمے آدھی رات کے وقت آندھی اور مینہ کی شدت سے گر گئے اور انکی رانیوں وغیرہ نے کسی سپاہی کی راوتی میں جو اُس مصیبت میں قائم رہی نہی رات بھر مصیبت بھگتی آجکے بڑاؤ پر دوسرے دن کے کوچ و مقام کا حال فقیر یا گشائیں تمام کنبو میں بکارتے پھرتے ہیں اور ان سب باتوں سے سب کو مطلع کرتے ہیں کہ فلاں وقت اور فلاں سمت اور فلاں مقام کو کوچ ہوگا اور کوچ ہو جانے پر یہہ فقیر سب سے پہلے اُس مقام پر پہونچ کر بیک مانگنے کو کہڑے ہو جاتے ہیں جہاں

سیاہی مبارک نشانوں کو دیکھ کر منزل مای کوچکنے سے خوش ہوتا اور
بہشش کرتے ہیں *

لشکروں کی پرورش دینے اُن کے کھانے خوراک کا سامان بڑے بڑے
بہتجاری کرتے ہیں جو ایک ایسی قوم ہی کہ تانہ وغیرہ دور دور سے بخود
کر کے بیٹوں پر لا کر لاتی ہی اور تھوک کا تھوک ہزاروں کے ساتھ ہیم
دالتی ہی *

ہوری ہرنجی والے ہوری اُس مقام کے پاس ہروس کے دیہات
میں سے جہاں گنہور ہوتا ہی خرید لاتے ہیں اور لٹار میں بیچتے ہیں
اس قسم کے کاروبار میں حاکم بہت کم دست اندازی کرتے ہیں اور
ہندوستانی فوج کی رسد رسانی کا انتظام بخوبی ہوتا رہا ہی *

کپور کے اُس پاس کے دیہات کے گردا گرد اگر معائنہ ہورے تاں نکلے
جاریں تو وہ لٹ جاتے ہیں اور اُنکے باشندے جو کچھ اُنکے جل سکا
ہی اپنا مال مٹا لیکر بھاگتے ہیں یا تو لوٹ لیا جاتا ہی اور اُنکے گھروں
کے کیوار اور چوکھٹیں اور کونیاں اوتار کر ایندھن کی جگہ جلائی جاتی
ہیں اگر کچھ بڑی بستی ہوتی ہی تو خزانہ کی مجلس میں نہدنی
بھی کیتجانی ہی اور چھوٹے گاؤں میں بھی لوگ زمین کو ہرک پٹ
کر دیکھتے ہیں کہ کہیں تانہ کا کوئی کہنہ غائبہ لگ جائے یا اسے لہے
کی نوکدار چھڑ میں جیسے آجکل ہندوستان کے سرور گام میں لاتے ہیں زمین
میں گرتے اور اُسکو نکال کر سونگھتے ہیں کہ آیا تانہ میں گھڑی ہی یا نہیں
ایسی ہی باتوں سے ملک بہت جلد ویران ہوتا ہی اور جن ضلعوں میں
فوج گزرتی ہی اُنہیں کے دیہات مالٹا ہوتا اور مسوار اور خاک سدا ہو
جاتے ہیں اور مختلف زمانوں کے چھاروں سے جو سداوں میں منتشر پائی
جاتی ہیں ظاہر ہوتا ہی کہ بہت سے اسے کہتے بعض کسی زمانہ
میں کہتی ہوتی ہی جھٹل ہوتے جاتے ہیں بڑے بڑے شہروں میں ضلع
کے بھاگے ہوئے لوگ آکر پھر جاتے ہیں اور اُن شہروں کے گرد سراج کی کوشی

بہت سر سبز اور شاداب اسوجھہ سے بھرتی تھی کہ اہل شہر اندر سے والی
توب کے افسروں سے عہد و پیمان کر لیتے تھے *

ہندوؤں کی لڑائی کا نہایت بڑا جز جو میدان کرنے کے قابل تھی وہ
توب کی لڑائی ہی اس فن میں ہندو انگریزوں سے بہت زیادہ سبقت
رکھتے تھے اُن تمام لڑائیوں میں جو انگریزوں اور ہندوؤں میں ہوئیں بہت
بہا نقصان انگریزوں کو اُنہوں نے پہونچایا تھی علاوہ فوج چھوڑ کر
لڑائی کے جو اُنکو زیادہ تر پسند تھی نہایت مشہور طریقہ اُنکی لڑائی کا
سواروں کا عام حملہ کرنا تھی جس سے لڑائی کا بہت جلد خاتمہ ہو
جاتا تھی *

۱۰ توب کے ایجاد میں بہت اختلاف ہی اسکا حال کسی فارسی ہندی کی قدیم
تاریخ میں پایا نہیں جاتا بادشاہان غریبی اور غزنین نے جب ہندوستان فتح کیا تھی
اُنکی لڑائیوں میں بھی توب کا پتا نہ تھا یہاں تک کہ مغلوں کے ابتدائے عہد سلطنت
میں بھی اسکا رواج نہیں تھا اہل یورپ بھی اسکے ایجاد میں اختلاف رکھتے تھے
لیکن صاحب کا قول ہے کہ یہ جی اُن کی ایجاد تھی انگلستان کے ملک میں اسکا رواج
سنہ ۱۵۳۵ء میں ہوا اور پھر صاحب موصوف اپنے اس قول کو ضعیف ٹھہرا کر لکھتے ہیں
کہ شہر کرسی کے متعارفہ میں چار پانچ توپیں انگریزی لشکر میں تھیں اہل فرانس
نے اُسی لڑائی میں پہلے پہل توب کی آواز سنی تھی اور مسٹر مزیرے صاحب نے
لکھا ہے کہ بادشاہ اقدرد نے پانچ چار ضرب توب سے فرانس کی فوج میں تھلکے ڈال دیا
تھا کیونکہ اہل فرانس اس سے ناراض تھے متفقوں کی رائے یہ ہے کہ اُس زمانہ
میں اہل فرانس بھی واقف تھے لیکن بسبب بھاری ہونے کے ہمراہ نہیں لائے تھے اور
اہل جرمن کی رائے یہ ہے کہ توب کی ایجاد بہت مدتوں پہلے اس سے بھرتی تھی
جسکا ذکر ہوا ایلبرٹس اعظم نے سنہ ۱۲۵۰ء میں توب ایجاد کی مسٹر قرشس
صاحب سب سے علیحدہ ہو کر یہ بیان کرتے ہیں کہ سترہ سو برس پہلے کے چین
میں توب ایجاد ہوئی تھی شاہ کیٹی نے سنہ ۵۵۰ء میں اسکو ایجاد کیا تھی العاصل
توب کی ایجاد کبھی ہوئی ہو مگر بھاری ہونے کے سبب سے فوج کے ہمراہ نہ لیتی تھی
اور لوگ اُس سے لڑنا نہیں جانتے تھے اگرچہ ہمایوں اور اکبر کے وقت میں رواج اسکا
ہوا لیکن اُس قدر نہیں ہوا جس قدر کہ دہلی میں یورپ نے اُسکو درجہ غایت پر پہونچایا
ہی کہ سوائے توب کے کسی اور ہتھیار کی لڑائی نہیں رہی پس ہم یقین کرتے ہیں کہ جب
مسلمان مغلیہ نے ہندوستان میں توب کا رواج دیا جب بھی سے انگریزوں کے ہاں بھی
توب کا استعمال شروع ہوا مترجم

کڑی سی اس حملہ سے زیادہ شان دار نہیں ہو سکتی سواروں کے سہلاب کے آہستہ آہستہ بھی امانت کر آئے گا ایک ایسا اثر دلونہر ہوتا ہی جو اور کسی طرح اس قدر نہیں ہو سکتا اور جبکہ وہ تیزی سے دوڑ کر آتے ہیں تو زمین کی دھمک اور ہتھیاروں کی چمک دھمک اور یہاں کی گردش اور ہوا میں اُنکے ہتھیاروں کا اوزن اور ایک چم غنیمت کا سرعت کے ساتھ قریب آنا ایسی شان و شوکت اور دیدہ کا اثر پیدا کرنا ہی جس سے زیادہ خیال میں نہیں آ سکتا *

حملہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ بیکارگی مخالف کی فوج کے قلب اور بازوؤں پر ثروت کر گرتے ہیں اور جس طرح سے وہ اس کام کو انجام دیتے ہیں اُس سے اُنکے مخالف اہل یورپ بھی بعض اوقات حیران و ششدر رہے ہیں فی الحقیقت ایک قواعد نچان نے والی فوج میں اس کمال کا ہونا حیرت کی بات ہی تمام فوج بگسٹ گھوڑے درازے ہوئے دشمن کے لشکر پر سامنے سے آتی ہی اور حملہ کرتے وقت کچھ لوگ منتخب ہو جاتے ہیں کہ وہ آتے آتے جب قریب آجاتے ہیں تو بیچ میں سے مرکز بیکارگ سپاہ دشمن کے بازو پر اُس سے پہلے کہ اُسکے دامن آتے آجائے گا خیال اُردے پر چھا لاتے آجاتے ہیں اگرچہ یہ حملہ بڑے شاندار ہوتے ہیں مگر باقاعدہ فوج پر جب تک کہ وہ منتشر اور بھڑکی ہوئی نہ ہو یا توپ کی آتش باری سے چھوڑی اور تودڑی نہ گئی ہو اُنکا کچھ اثر نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہم پہلے بیان کرچکے ہیں سواروں کی ہورزش لکان کا سرکاری حصہ ملک کے خاص حصوں میں مقرر کر دینے سے ہوتی ہی اور اکثر سواروں کی ہورزش سرکاری خزانہ میں سے نقد روپے ملتے سے ہوتی ہی کبھی فوج کے اعلیٰ افسر کو علاوہ اُسکی ذاتی تنخواہ اور اُسکے ماتحت سواروں کے تمام سواروں کی تنخواہ خزانہ سے ملتی ہی اور وہ تنسیم کرنا ہی یا ہر ایک سوار کو فرداً فرداً خزانہ سے بلا واسطے ملتی ہی یہ سوار جنکو خزانہ سے بلا واسطہ تنخواہ

ملتی ہی بہت اچھی شایستہ اور چست و چالاک ہوتے ہیں اور انکو معمول سے زیادہ ترقی و تنخواہ کی توقع ہوتی ہی بعض گروہ ان سواروں کے ایسے ہوتے ہیں جنکی سواری میں سرکاری گھوڑے ہوتے ہیں اگرچہ یہ لوگ درجہ کم رکھتے ہیں مگر سرکار کے بڑے فرمانبردار اور کارگذار ہوتے ہیں *

آج کل پہادوں کی بہت اچھی فوج وہ ہوتی ہی جسمیں ایسے غریب آدمی لنگا اور جمنائے ضلعوں میں کے ہوتے ہیں جو صرف زر کے ہی طالب ہیں اور اسطرح سے وہ فوج جسمیں سندھ اور عرب کے لوگ ہوتے ہیں جنہیں سے خاص کر عرب اکثر ایشیا کی اور قوموں میں دلاری و قواعد اور وفاداری میں بہتر ہوتے ہیں *

جس خاص طریق سے ہندوستانی محاصرہ کرتے ہیں اُس میں منہ کے وقت سے اب تک کسی قسم کی ترقی نہیں ہوئی لوگ چھانی کے بل زمین سے چمٹ کر سستے سستے قلعہ کی فصیل تک جاتے ہیں اور زمین کھود کر اس ارادہ سے لیٹ رہتے ہیں کہ قلعہ داروں میں سے جو ہاتھ اُنی گرفتار کر لائیں اور دوسرے ہاتھ کو توپخانہ کو بندریج اونچا کرتے ہیں اور وقتاً فوقتاً اُس سے ایسا گولہ لگاتے ہیں جس سے قلعہ کی فصیل کو کچھ ضرر نہیں پہونچتا بالکل چاروں طرف سے گہر نے یا شبخوں مارنے یا منصوبوں کے ناکام حملہ کرنے سے بہ نسبت باقاعدہ حملہ کرنے کے محاصرہ کا نتیجہ حاصل ہوتا ہی *

ذکر تدبیر مملکت

زمانہ حال میں جو طریقہ حکومت اور تدبیر سلطنت کا ہی اُسکا بیان بہت سی مختلف صورتوں میں آئندہ کیا جائیگا اس مقام پر اُسکے لکھنی کی کچھ ضرورت نہیں *

تیسرا باب

ان تبدیلیوں کا بیان جو قانونوں میں شرعی کتابیں

تجزیری قانون کی تبدیلیاں

ہندوؤں کے قوانین کی بنیاد اب بھی منہ کا مجموعہ ہے اس کی
مقدم باتیں آج تک غیر متبدل چلی آئی ہیں *

باوجود ان مقدم باتوں کے ہر متبدل رہنے کے الہامی لکھنے والوں
کی مختلف کتابوں اور کم سند والے لوگوں کی بہت سی تصدیقوں اور ان
زیادتوں کے سبب سے جو ایک عرصہ دراز کے گزرنے پر شرعی لازم شرعی
ہیں قانون تجزیری میں بہت سی تبدیلیاں واقع ہوئی ہیں اور بہت سے
فرقہ قانونی قائم ہو گئے ہیں اور انکی مختلف راہوں کی پیروی ہندوستان
کے مختلف حصوں میں جا بجا ہوئی ہے یعنی ہر فرقہ کی رائے ہر جگہ
تسلیم نہیں کی جاتی بلکہ کہیں تسلیم کی جاتی ہے اور کہیں نہیں *

ان تمام فرقوں میں منہ کی کتاب بنیادی منہ کے رہی لیکن عمدہ
عمدہ منسروں نے جیسی کچھ اس کتاب کی تفسیر اور تفسیر و تبدیلی
کی ہے اُسکی ہر جگہ تسلیم کی جاتی ہے یہی سبب ہے کہ بہت سی
کتابیں قانونی مرتب ہو گئی ہیں اور ان کتابوں کے خلاصہ بھی کئی گئی
ہیں اور ہر خلاصہ اس وجہ سے مستند سمجھا جاتا ہے کہ اسکا مولف
کسی نہ کسی فرقہ قانونی سے متعلق ہوتا ہے *

بنگال میں بنگال کا قانونی فرقہ علاحدہ ہے اور اگرچہ ہندوستان کے
اور حصوں کے فرقہ اس فرقہ کی عام راہوں سے اتفاق کرتے ہیں لیکن ہر
بھی وہ چار علاحدہ فرقہ ہیں ایک فرقہ مغربا یعنی شمال و ہمار کا فرقہ
دوسرا بنارس تیسرا مہاراشٹر یعنی مرہٹوں کے ملک کا فرقہ چوتھا دارودا
یعنی دکن کا فرقہ *

اعلیٰ اور ان کے ذات کے لوگوں میں شادیوں کے ناجائز کرنے میں یہ سب فرقہ اتفاق رکھتے ہیں اور متوفی بھائیوں کے واسطے اولاد پیدا کرنے کے تاریختے اور ان تمام قسموں کی بیٹوں کے پیدا کرنے کی رواج کو جسکا تذکرہ منو کے مجموعہ میں ہی یہ سب فرقے جایز نہیں رکھتے صرف حقیقی اور متبنی بیٹے کو روا رکھتے ہیں لیکن اکثر فرقے ایسی قسم کا متبنی بیٹا بھی روا رکھتی ہیں جسکا کچھ ذکر منو کے مجموعہ میں نہیں ہے اور یہ وہ بیٹا ہی جسکو بیوہ عورت اپنے متوفی خاوند کی طرف سے بوجہ اصلی یا فرضی ہدایتوں کے جو اسکا خاوند ایام حیات میں کرگیا ہو متبنی کرتی ہے اور بعضی فریق بیوہ عورت کو متبنی کرنے کا اختیار بلا لحاظ اُسکے متوفی خاوند کے ہدایتوں کے دیتی ہیں *

بخلاف منو کے تمام فرقے یہ بات بھی قرار دیتے ہیں کہ تمام بیٹوں پر ورثہ بحصہ مساوی تقسیم ہو اور اکثر فرقے کسی کو بلا رضامندی اپنے بیٹوں اور بغیر اسبات کے کہ وہ ہر ایک بیٹی کی پرورش کا سامان درست کردے اپنی جائداد موروثی کے منتقل کرنے کی اجازت نہیں دیتی بلکہ سب فرقے جائز نہیں رکھتے کہ جائداد موروثی کی تقسیم کلندہ کی مرضی یا اختیار مطلق سے ہو حتیٰ کہ اپنی پیدا کی ہوئی جائداد کی تقسیم کرنے کی بھی ممانعت کرتے ہیں درودا فرقہ بیٹوں کو اپنے باپ کی تمام جائداد کی نسبت بیع و رہن وغیرہ کے بھی اختیار دیتا ہے جو باپ کو حاصل ہیں صرف استدر اختیار باپ کا اُسکے حین حیات بیٹوں سے زیادہ رکھا ہے کہ وہ اُس سے حظ زندگی کا جس طرح چاہی حاصل کرے + یعنی انتظام آمدنی و خرچ اُسکے اختیار سے ہوئے *

سوائے ہنگالہ کے اور تمام فرقے اب بھی بعض صورتوں میں مورث کو وصیت نامہ لکھنے کا اختیار نہیں دیتے *

+ ایلس صاحب کا قول مدراس کی لٹریچر سوسائٹی کے حالات کی کتاب

بہ نسبت منو کے زمانہ کے آجکل جو قانون رائج ہی وہ تمام معاملوں میں بہت متصل ہی چنانچہ زمین کی اکثر کئی قسمیں بیان کی گئی ہیں اور زمیندار اور کاشتکار کے درمیان میں جو تعلقات ہیں انہیں سے بعضے تعلق قرار دیئے گئے ہیں *

مختار یا رکیل کرنے کی اجازت دی گئی ہی اور عذر داری کے قواعد قائم کیئے گئے ہیں جنکی سر ولیم جونز صاحب نے بہت تعریف کی ہے + پنچایات کے مختلف طریقے تھرائے گئے ہیں ہرچند پرانے قوانین کی بہت سی بیدہنگی جاعلانہ بانیں اب بھی موجود ہیں لیکن قانون رائج الوقت میں زمانہ حال کی صائب علامتیں پائی جاتی ہیں کیونکہ منو کے مجموعہ کے قدیم زمانہ کی نسبت مندسرن کے دائر اور تجورز کرنے کے طریقوں میں زیادہ تر تجزیہ اور لوگوں کے باطنی کاروبار اور معاشرت کی زیادہ پیچیدہ حالت پائی جاتی ہے *

لیکن اور ترقیاں جو قانون تحریری میں واقع ہوئی ہیں وہ اہلی من کی خوبی اور عمدگی سے کچھ مناسبت نہیں رکھتیں اس لئے ہندوؤں کا رائج الوقت قانونی مجموعہ ایشیا کے اور قانونوں پر وہ فوق اور بزرگی اب نہیں رکھتا جو قدیم زمانہ میں وہ اپنے ہم عصر منجمد پھر رکھنا تھا *

قانون کے عمل درآمد کی تبدیلیاں

قانون کی عبارت میں بغیر کوئی تبدیلی کیئے بہت سی بڑی تبدیلیاں کی گئی ہیں مثلاً شادی کے آئینوں طریق اب بھی جائز ہیں لیکن صرف ایک طریق ہمیشہ عمل میں آنا ہی اور یہ وہ طریق ہی جسکو عقل پسند کرتی ہی اور اور فرقوں کے طریقہ کے مطابق ہے *

قانون فوجداری

قانون فوجداری بھی اپنی اصلی حالت پر رہنے کے سبب سے جو نہایت بڑی ہی استعمال سے خارج ہو گیا ہی اور غالباً اس کے استعمال اوتھ جانے

کی وجہ سے وہی معامہ ہوتی ہی جس سے اکثر بائیس قانون دیوانی کی خارج ہو گئی ہیں اور بجائے اُسکے ایک طرح کا رسمی قانون قائم ہو گیا ہی بلکہ حاکم اپنی مرضی کے موافق عمل درآمد کرتا ہی *

ہندوؤں کی کوئی گورنمنٹ مستقل عدالتوں کے ذریعہ سے ایک معین قاعدہ پر داد رسانی کرنے کی طرف جسکی ہدایت منو کے مجموعہ میں کی گئی ہی اور جن عدالتوں کا ذکر معہ اُنکے اختیارات مختلفہ کے منو سے پہچلے + مورخوں نے لکھا ہی متوجہ نہیں ہوتی اُن عدالتوں کی کچھ کچھ تو وہ کمیشن یعنی کمیٹیاں قائم ہو گئی ہیں جنکو راجہ سرسری طور سے مقرر کرتا ہی اور اکثر ایسا ہوتا ہی کہ اہل دربار میں سے کسی کی خاطر سے راجہ کمیٹی مقرر کرنیکی اجازت دیدیتا ہی ان کمیٹیوں میں ایسے ارگ ہوتے ہیں جو دربار کے موافق مطلب کے ہوتے ہیں اور کسبتدر اُن عدالتوں کی جگہ پنچایتیں قائم کیجاتی ہیں یہ پنچایتیں کبھی تو راجہ کی اجازت سے اور کبھی صرف فریقین کی مرضی سے مفد مونکا فیصلہ کرتی ہیں باوجود گورنمنٹ کی غفلت کے ان پنچایتوں کا اثر اُس اختیار کے سبب سے جو منو نے قرضخواہ کو قرضدار پر دیا ہی کسبتدر اب بھی ہوتا ہی جو اختیار قرضخواہ کو اب بھی حاصل ہی اُسکے سبب سے قرضدار جو قرض ادا کرنے سے انکار کرتا ہی اس بات کے قبول کرنے پر مائل ہونا ہی کہ قرضخواہ کے دعویٰ کی تحقیق و ثبوت بذریعہ پنچچوں کے کرارے *

بہر حال اسبات میں کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ ہندوؤں کی سلطنتوں میں اس زمانہ میں بہ نسبت قدیم زمانہ کے جتنا ہمکو کچھ علم ہی وہ داد رسانی بہت بڑی طرح ہوتی ہی جو عدالت دیوانی کے ذریعہ سے ہونی چاہیئے *

+ ملاحظہ کرو کالبروک صاحب کی تحریر جو درباب عدالت عالیہ ہندو کے انہوں نے شاہی ایشیاٹک سرسٹیٹی کے سالانہ کی جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ میں مشہور کی ہی

ذکر قوانین خاص کا

علامہ منو کے اُن قواعد کے جو پہلے زمانہ میں تبدیل ہو گئے بہت سی خاص خاص رسمیں اب دیکھنے میں آتی ہیں جنکا منو کی قواعد میں کوئی نشان نہیں پایا جاتا ان رسموں میں سے اکثر رسمیں بے حقیقت سمجھی جاتی ہیں لیکن بعضی رسمیں اڑے بڑے معاملوں سے علاوہ رکھتی ہیں غالباً وہ اُن قانونوں کا بقیہ ہیں جو منو کے متجموعہ یا پرشمنوں کے اختیار سے پہلے انہی قوموں میں جاری تھے جنہیں وہ رسمیں اب موجود ہیں بڑا ثبوت اسبات کا ملک ملیمار کے نیر قوم کے لوگوں میں پایا جاتا ہی آئیں ہر ایک بیابھی ہوئی عورت کو بلا کسی قسم کی پندش اور رکاوٹ کے اپنی ذات کے آدمیوں کے ساتھ یا آپ سے برتر درجہ کے لوگوں کے ساتھ ہم صحبت ہونے کا اختیار ہی اور اس گھل چودس میں اولاد پیدا ہونے کے سبب سے یہ قاعدہ معین ہی کہ کسی شخص کی اولاد اُسکی وارث نہیں ہوتی بلکہ اُس شخص کی بیوی کی اولاد کو ورثہ پہنچنا ہی *۔

چوتھا باب

مذہب کی موجودہ حالت

منو کے زمانہ سے اب تک جو تبدیلیاں ہوئی ہیں

اُنکا بیان

جو بڑی بڑی تبدیلیاں منو کے زمانہ سے مذہب میں ہوئی ہیں

وہ یہ ہیں

توحید کی اصل سے غافل ہو جانا *۔

بعض دیوتوں سے شعلت کر کے نئے دھرم پھرا لیا *۔

ایسے اشیائے ذاتی کی پرستش کا رواج جنہیں شعلت باری فرما

کرتیں ہیں *۔

فرقوں کی کثرت اور ترقی ہو جانا اور بعض دیوتوں سے انحصار کا فرقہ
بعض کی بہت سی تعظیم و تکریم کرنا *

پجندوں کے بجائے نئے نئے مسئلوں کے مجموعہ کا رواج دینا اور دیوتوں
کے فرقوں کو ایک مذہبی عظمت حاصل ہونا *

ہندوؤں کے مذہب کی تبدیلیوں کی خاصیت ان کے مذہب کی
موجودہ حالت سے جتنا بیان کرنا لوگوں کے معمولی کار و بار اور معاملات
کے سمجھنے کے لئے ضرور ہی معلوم ہو چاہیگی *

ہندوستان کے کوئی ملک ایسا نہیں معلوم ہوتا ہے جس میں
مذہب ہر دم لوگوں کے پیش نظر رہتا ہو چنانچہ ہر شہر میں ہر قسم
کے معبد گردوارہ سے لیکر جسمیں بت ہوتے ہیں بڑی عالیشان برج اور
ستون اور صحن والے مندروں تک ہوتے ہیں ان مندروں میں ہر سنت
کرنے والے بلا ناغہ آتے جاتے اور پھل پھول اور ہار بتوں پر چڑھاتے رہتے ہیں
دریا اور مصنوعی تالابوں کے کناروں پر (کیونکہ کوئی شہر ایسا نہیں ہے
جس میں دریا یا تالاب نہ ہو) پختہ سڑکیاں پانی میں اُترتی ہوئی ہوتی
ہیں اُن پر صبح سے کچھ دن چڑھے تک لوگ کلی دتوں اور اشنان اور
پوجا پات کرتے رہتے ہیں دن میں مندروں کے اندر گنا بجانا اور حسین و
جمیل لعبتیں ہند کا چہرہ مست جو اچھے اچھے لباس فاخرہ پہنے بناؤ سنگار
کیئے ہوئے دندوت کرتی پھرتی ہیں دل لہانا ہی اسی قسم کے موقعوں پر
برہمن اور اور لوگ گذرتے ہیں اور اکثر سواریاں کسی خاص رسم کی
تقریب میں باجے گاجے اور دھوم دھام کے ساتھ نکلتی ہیں ان سواریوں
میں سنگھاسنوں پر مندر اور رتھ وغیرہ کے نہایت خوبصورت اور خوشنما
شکار کے اندر جو نہایت ارزاں اور کمزور چمک دمک رکھنے والے مصالحتوں
کی بنی ہوئی ہوتی ہیں مرتبیں رکھی ہوتی ہیں *

شہروں سے کچھ فاصلہ پر بھی آباد مقاموں میں ہمیشہ مندر بنے
ہوئے ہوتے ہیں اور اکثر دروازوں کے کناروں پر اور گنجائیں درختوں کے بیچ

میں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر بھی مندر شرف میں اور نہایت وحشت ناک جنگلوں میں بھی ایک درخت کے نیچے پنہاں کی ہندی آسور سندور لٹا ہوا اور درخت میں ہار لٹکنا یا ایک چھوٹی سی چھوٹی درخت کی چوٹی پر کھڑی ہوئی مسافر کو آگاہ کرتی تھی کہ یہاں پر سنسکرت کا پاکیزہ مقام ہے *

سڑکوں پر چاتریوں اور کانوتھیوں اور فنیروں کے گروہ کے گروہ ملتے ہیں فنیروں اور چاتریوں میں فرق اور تعارف فنیروں کے لباس اور چاتریوں کے آس دیوتا کی کچھ نشانی پاس رکھنے سے جمعے تیرتھ کو وہ جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو دیکھ کر آس دیوتا کے نام کی جی بولنے سے عورتاں سال بھر کے اندر جو بہت سے دیوہار آتے ہیں انکو رئیس اور امیر ہندوستان کے بڑی دھرم دھام سے رچاتے ہیں اور طرح طرح کی اپنی نمود اور شان دیکھاتے ہیں اور غریبوں میں بھی کچھ نمائش اور دعوتیں وغیرہ ہوتی ہیں *

ہر نیم کے دن اور اور بڑے بڑے میلے خاص کر غریبوں کے واسطے منع کیے گئے ہیں کیونکہ ایسے موقعوں پر وہ کوسروں سے آکر جمع ہوتے ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں *

جو جو کچھ ہوتا ہوا ہم دیکھتے ہیں وہ سب اگرچہ مذہب کی رو سے قائم ہوتا ہے لیکن اُس میں مذہب کی پابندی بہت کم ہوتی ہے اس حالت میں بھی اگر حقیقت پر نظر دالی جاوے تو شروع زمانہ سے اب تک مذہب کے اثر میں بہت کم نقصان آیا ہے *

لیکن ہندوؤں کے معبود اب بھی نہیں رہے ہیں جو پہلے تھے بچاے توحید کے جسکو ہند نے بطور ایسے سچے مذہب کی تعلیم کیا ہے کہ جن میں تمام اوتار شامل ہیں بہت بڑے بڑے دیوتوں کی پرستش اور بت پرستی کا طریقہ قائم ہو گیا ہے اگرچہ توحید کو لوگ بڑے جگہ بالکل نہیں بھول گئے لیکن بچہ حکما اور علمائے الہیات کے کوئی شخص توحید کی بطور خرد مستقل پروری نہیں کرتا *

اگرچہ بید کے پیروں نے عناصر کی پرستش اور قدرت کی قوتوں کی عبادت پر جو شروع شروع میں رائج تھی در گذر کی اور خدائے تعالیٰ کی اصالی حقیقت کے علم سے آگاہ ہوئے اور ہر چند کہ انکو اپنے مسائل کے شایع کرنے کی خواہش ہوئی لیکن وہ عام عقیدوں میں خلل انداز نہ ہوئے بلکہ انہوں نے قدیم رسموں کی تعلیم و تکریم سے یا ہوجاریوں کے فائدوں کے لحاظ سے جن سے نہایت روشنی و برہمن بھی کہی بیغرض اور آزاد نہیں معلوم ہوتا اسلئے ہو کر انہیں دیوتوں کی پرستش کو جو رائج تھ جاری رکھا اور ان دیوتوں کو خدائے حقیقی کے ظہور اور اوتار سمجھ لیا لیکن انہوں نے کوئی مندر نہیں بنایا اور خدائے حقیقی کی پرستش کا کوئی خاص طریقہ نہیں تھرایا پس نتیجہ اس بات کا وہ ہوا جو انسان کی ناقص خلقت سے متصور ہی یعنی بید کے پیروں کے مذہب کے جو اجزاء ظاہری تھے وہ ان اجزاء باطنی پر غالب آئے جو زیادہ دقیق اور سنجیدہ تھے حاصل یہ ہے کہ جو طریق دیوتوں کی پرستش کا زمانہ سابق میں مروج تھا وہ جو پکڑ گیا اور دلاوروں کی پرستش کی رواج سے جن میں دیوتوں کی سی صفات تھیں اور بھی زیادہ خراب ہو گیا اور جب ان دلاور دیوتوں کی نوبت آئی تو یہ ان اصل دیوتوں سے جنکی ذات سے انکو صفت دیوتائی کی حاصل ہوئی تھی سبب سے لیکھے *

ہریان پوران کا

اس نئے مذہب کی مقدس کتابیں اٹھارہ پوران ہیں جنکے پیرو کہتے ہیں کہ یہ کتابیں بیاس جی کی تالیف ہیں جو بید کے مصنف تھے لیکن حقیقت میں انکو آٹھویں اور سولہویں صدی کے درمیان میں مشرق مقاموں میں مختلف مصنفوں نے تصنیف کیا گو بعض بعض مقاموں میں زیادہ پرانی باتیں اور قدیمی کہانیاں پائی جاتی ہیں ان کتابوں میں دیوتوں کے نسب نامہ اور دنیا کی پیدائش کے حالات اور حکمت کی باتیں اور مذہبی مسائل اور عام نسب نامہ اور تاریخوں کے نکرے اور پیشمار

افسانے چور دیوتاؤں اور داناؤں اور بہادروں کے کاموں سے متعلق ہیں مندرجہ اور مذکور ہیں منجملہ ان کتابوں کے اکثر کتابیں خاص خاص فرقوں کے مسائل کے اثبات اور استدلال کے لیے لکھی گئی ہیں اور تمام کتابوں میں چور ہر ایک فرقہ کے افسانے پورے ہوئے ہیں اس سبب سے وہ سب کے سب ایک ایسا مجموعہ نہیں ہیں کہ اُس میں ایک کتاب کو دوسری کتاب سے کچھ تعلق اور مماثلت ہو وہ ہرگز اس ارادہ سے تالیف نہیں کی گئیں ہیں کہ اُن سے کوئی عام طریقہ مذہب کا قائم ہو سکے لیکن بارچرٹ اس کے وہ سب بہت بڑی سند مذہبی سمجھی جاتی ہیں اور چور کہ انہیں کتابوں سے ہندوؤں کا حال کا مذہب قائم ہوا ہے اس لیے کچھ جگہ معتجب نہیں ہے کہ ہم اُس میں ایسی ایسی باتیں پاتے ہیں چور یا ہم مخالف ہیں *

اس وقت کے معبودوں کا بیان

جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اب بھی ہندو ایک وجود مطلق کے قائل ہیں جس سے تمام مخلوق پیدا ہوئی یا جس کے ساتھ سے ساری کائنات وجود میں آئی کیونکہ اُن کے حال کے عقیدہ کے موافق دنیا اور خدا ایک ہی ہے لیکن مختلف دیوتاؤں اور دیوتاؤں کی پرستش کرتے ہیں جن کی تعداد معین کرنی غیر ممکن ہے مگر بعض حسابوں کے بموجب جن سے ہندوؤں کا معمولی مبالغہ ظاہر ہے اُن کی تعداد تینتیس کرور ہے اُن میں سے اکثر مختلف آسمانوں کے نقشے اور ارواحیں ہیں جن کی شمار لاکھوں سے ہوتی ہے اور وہ کوئی خاص نام یا خصلت نہیں رکھتے *

منصلہ ذیل سترہ بڑے بڑے دیوتے ہیں شاید ہم وہ دیوتے ہیں جن کو لوگ عموماً ایسا تسلیم کرتے ہیں کہ اُن کے نام متعدد متعدد ہیں اور وہ صفات الہیہ رکھتے ہیں اسی سبب سے پرستش کے مستحق ہیں *

اول برہم یعنی خالق

دوسرے بشن یعنی حافظ *

† گیندی صاحب کی کتاب تعذیبات ہندوؤں کے دیوتاؤں کی صفحہ ۲۵۷

تیسرے شب یعنی نیست و نابود کرنے والا *

اور اُنکی علیحدہ علیحدہ دیبیاں بھی ہیں اُنکو دیوتوں کے حالات کے بیان کے بموجب اُنکی بی بیائیں مانتے ہیں اور ہندوؤں کے علم الہیات کے مسائل کے موافق اُنکو ایسے قوالے فاعلیہ سمجھتے ہیں جیسے نرود یعنی دیوتوں کے اعمال صادر ہوتے ہیں اور یہہ اُنکے نام ہیں *

چوتھے سرستی پانچویں لچھمی چھٹے پارہمی جسکو دیوی بہوانی درگا بھی کہتے ہیں *

ساتویں اندر یعنی بلند اور نہایت شلکی ہوا اور آسمانوں کا دیوتا
آٹھویں ورن یعنی پانیوں کا دیوتا *
نویں پون یعنی نیچے کی ہوا کا دیوتا *
دسویں اگنی یعنی آگ کا دیوتا *
گیارہویں یاما یعنی دوزخ کے طبقتوں کا دیوتا اور مردوں کے حساب کتاب عذاب و ثواب کا نیاو کرنے والا *
بارہویں کوبرا یعنی دولت کا دیوتا *
تیرہویں کارتی یعنی لڑائی کا دیوتا *
چودھویں کام دیو یعنی عشق کا دیوتا *
پندرہویں سورج دیوتا *
سولہویں سدم یعنی چاند دیوتا *

سترہویں گنیش یعنی مشکلوں کا رفع کرنے والا دیوتا اس دیوتا کے اس صفت کے سبب سے تمام مکانوں کے دروازوں پر اُنکی تصویر بنائی جاتی ہے اور سب کاموں کے شروع میں تبرکاً اُنکا نام لیا جاتا ہے *

اول کے تین دیوتوں یعنی ہوشما بشن شب سے نرود یعنی تثلیث قائم ہوتی ہے جسکے ہر رکن کی خصالت جداگانہ تو ہتھری ظاہر ہے مگر اُنکے مفروضہ یکتائی کا منشا یکے اعتقاد والے ہندوؤں کے اس عام مسئلہ

ہے سمجھا جاسکتا ہے کہ تمام دیوتے ایک وجود مطلق کے مختلف ارتقا ہیں * †

اگرچہ ایک زمانہ میں برہما کو کسیتندر، وقعت اور فوقیت کا حاصل ہونا معلوم ہوتا ہے تو یوں نہیں ہے جیسا کہ دیوتا ہی جسکا منہ نے ‡ بیان کیا ہے لیکن اُسکی کہہی بہت پرستش نہیں ہوتی اب ہندوستان میں اُسکا صرف ایک ہی مندر ہے اگرچہ روزانہ عبادت میں اُسکا نام چبا جاتا ہے مگر اُسکی جداگانہ پرچا بالکل معدوم ہو گئی ہے || *

برہما کی زوجہ سرتی سے جو کہ علم و فصاحت کی دیوی ہے اور کاسندر غافل نہیں ہیں کسیتندر برہما کو بولے ہوئے ہیں *

بشن اور شب کی پرستش کا حال اس سے بہت مختلف ہے چنانچہ ان دونوں دیوتوں اور اوتاروں کی پرستش اور مذہبی تعظیم آج کل ہندوستان میں بہت کیجانی ہے اور ان دونوں کے ان گنت معتقد ہیں اور ہر ایک کی قدر و منزلت نہایت گرمجوشی سے کرتے ہیں اور بہت بڑے بڑے فرقے ہیں جن میں سے بعضے ہر شب کی مطلق الہیت قائم کرتے ہیں اور بعضے برہما کی *

شب یا مہادیو جی کا بیان

ہورائوں میں شرو کا حال استرخچہ لکھا ہے کہ وہ منوال بالکل برہمنہ سر مقدس ہوا لکڑی کی داکھ کی بہت بڑی بدن پر ملے ہوئے انسانوں کی کہوہروں اور عذیروں کا زور پڑنے ہوئے ہوت پرست ساڑھے ساڑھے لیٹے چنگاروں بنوں میں آوارہ اور سرگرداں کہیں پڑتے کہیں ٹھنڈے پڑتے ہیں اور جو تصویریں † کینیڈی صاحب کی کتاب تحقیقات مذہب ہنود کے صفحہ ۲۱۱ اور نابوک

صاحب کی کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۷ صفحہ ۱۶۱

‡ کینیڈی صاحب کی کتاب تحقیقات صفحہ ۲۷۰

§ ڈاک صاحب کی کتاب راجستان جلد ۱ صفحہ ۲۲۳

|| وارڈ صاحب کی کتاب در باب سالت ہنود جلد ۲ صفحہ ۲۱

اُنکی بنائی جاتی ہیں وہ بھی انہیں خراب حالتوں کے مطابق ہوتی ہیں بلکہ یہہ اور زیادتی کرتے ہیں کہ اُنکی تین آنکھیں ملاتے ہیں اور ایک ہاتھ میں ترسول دیتے ہیں اور اُنکی لہجہ سادھوؤں کی طرح پندچیدہ رکھتے ہیں اور ایسی شکل بنا کر بٹھاتے ہیں جیسے کوئی نہایت اعلیٰ درجہ کے دھیان گیان میں مستغرق بیٹھا ہوتا ہی یہہ شبیہ اُنکی اُن کہانیوں کے مطابق ہی جو اُنسے منسوب ہیں کیونکہ اُنمیں بیان کیا گیا ہی کہ مہادیوجی ہر وقت دھیان گیان میں ڈوبے رہتے ہیں اور جو کوئی شخص اُنکی اس کیفیت میں خلل انداز ہونے کی مہارت کرتا ہی اُسکو اپنی آنکھ کی جوت سے بہسم کر دیتے ہیں اگرچہ یہہ حالات شب کے غارت اور معدوم کرنے کی خاص صفت سے مطابق ہیں لیکن جس نشان کے ذریعہ سے اُنکی پوجا ہوتی ہی اُس سے ظاہر ہوتا ہی کہ معدوم کرنے کی صفت کو نیا جنم دینے کی علامت سے تعبیر کیا ہی *

اس زمانہ میں اُس نشان کی جو صورت ہی اُس سے دھی نشان پیدائش کی اصل کا مراد ہی جسکا رواج اگلے وقتوں کے ہندوؤں میں تھا اب وہ ایک چھوٹا سا پتھر کا استوانہ ہوتا ہی جو شب کے مندروں میں بجائے بت کے ہوتا ہی اُس سے جو اصلی مراد ہی اُس میں کچھ شبہ نہیں آنا شب کے نام کی بڑی بیدرحمی کی بلدان ہوتے ہیں اگرچہ شب کے ماننے والے پنڈت لوگوں کو دبا دھمکا کر اُنسے باز رکھنے میں کوشش کرتے رہتے ہیں شب اور اُنکی زوجہ پاربتی کی عظامت میں لوگ ہر سال کے بعض بعض دنوں میں اپنی دلی رغبت سے سخت ایذا اور تکلیفیں گوارا کرتے ہیں یعنی بعض اپنے اعضا کو معجروح کرتے اور بعض اپنی زبان میں چاقو چھوڑ دیتے ہیں اور بعض شب کی سراری میں اپنے جسم کو زخمی کر کے اُن زخموں میں تیل اور تلواریں گھسیڑ کر اور زندہ سانپ چھینا کر چلتے ہیں اور بعض ایک چکر کھانے والی دندہ میں ایک ایسی رسی باندھ کر جس میں لوہے کا کاٹنا ہوتا ہی اور اُس کا تہ کو بشت کی کھال

میں چھید کر استدر بلند معلق لٹکتے ہیں کہ اگر انکی کھال بہت چارے تو بیشک گر کر مر جاویں اور تسیو لوگ اُس تندی کے ذریعہ سے اُنکو چکر دیتے ہیں + *

شب جو اپنے ہی مشغلوں میں مصروف رہتے ہیں اُس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ انسان کے کار و بار کی طرف بہت توجہ نہیں کرتے ہیں اس زمانہ کے ہندوؤں کے دیوتاؤں کے حالات سے پایا جاتا ہے کہ دنیا کی حکومت کسی خاص دیوتا کے سپرد نہیں ہے اُس وجود مطلق کو بھی جسکے مادہ سے دنیا پیدا ہوتی ہے اُس سے کچھ غرض نہیں ہے لیکن عوام کی رائے یہ نسبت اُنکی تعلیم کرنے والوں کے زیادہ معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ وہ اُس وجود مطلق اور اپنے معبود میں کوئی فرق نہیں رکھتے اور سمجھتے ہیں کہ وہ انسان کے افعال کی نگرانی کرتا ہے اور اس جہاں اور اُس جہاں میں نیک کو ثواب اور بد کو عذاب دیتا ہے شب کا پرکتنہ ہمالیہ کے نہایت بلند چوٹیوں میں سے کیلاں پریت پر جہاں ہمیشہ برف کا انبار جما رہتا ہے اور نہایت بلند اور گنجان درختوں کا چہرستہ ہے سمجھا جاتا ہے *

ذکر دیوی یا بھوانی کا

شب کی زوجہ دیوی یا بھوانی کی پوجا اگرچہ کچھ زیادہ نہیں تو اُسقدر تو ضرور ہوتی ہے جسقدر شب کی پرستش ہوتی ہے اور اُسکی شکل شب سے بھی زیادہ مہذب صورتوں میں ظاہر کیجاتی ہے اُسکی نہایت نرم اور نازک صورت سے بھی جو اکثر جنوبی ہندوستان میں دیکھی جاتی ہے ایک خوف اور ہیبت پیدا ہوتی ہے یعنی وہ ایک خربصورت صورت تو معلوم ہوتی ہے مگر شہر پر سوار ایسی ناک بہوں چڑھائے ترائی صورت پنائے معلوم ہوتی ہے کہ گویا وہ کسی دیو یا راجہس کے قتل کرنے

+ دارق صاحب نے ہندوؤں کی حالات سے کہی جاوے تیسری صفحہ ۱۵ اور پچھ

۷۷ صفحہ ۷۷

کو جانی ہی جسٹس ادا کرتے کرتے لپٹے اٹھنے اور مار لیا گی لیکن دوسری صورت جو اپنے اپنے موقع پر بنائی جانی ہی جسکو بنکالی زیادہ مانتے ہیں ایسی ہوتی ہی کہ ایک مہیب شکل سیاہ رنگ کی خون سے مہلک لہڑا کچھ لہو ادھر کچھ اودھر بڑا انسان کی کھوپڑیوں اور سرور کی سلا کے میں ڈالے دانت نکالے سانپ بدن کو لپٹے ہوئے غرض کہ ہر قسم کا شہیت فاک ایسا سنگار کیٹے ہوئے جو یہ نسبت کسی دیونا یا دیوی کے زیادہ تر غیظ و غضب سے نسبت رکھتا ہی بنائی جانی ہی جن متناہوں میں ایسی صورت بنائی جانی ہی وہاں اُسکی پوجا کی رسمیں بھی اُس صورت کے مناسب ادا کیجانی ہیں سابق میں اُسپر انسان کی قربانی چڑھائی جانی تھی اور اب سمجھا جاتا ہی کہ جانوروں کی قربانیاں جو اُسکے قربانی گاہ میں ہوتی ہیں اُن سے اب بھی وہ خوش ہوتی ہی اُسکے اُس مندر میں جو کلکتہ کے قریب ہی ایک مہینے میں ایک ہزار بکریاں علاوہ اور جانوروں کے گردن ماری جانی ہیں † مقام بنڈا ہاشی کے مندر کے پوجاری جو اُس موقع پر واقع ہی جہاں بندھیا چل کا سلسلہ دریائے گنگ کے کنارہ پر پہنچا ہی فخریہ کہا کرتے تھے کہ دیوی پر اس قدرت سے جاندار چڑھائے جاتے ہیں کہ کبھی خون خشک نہیں ہونے پاتا ہی *

اور سب پرستش کی باتوں میں دیوی کی پوجا دیوتوں کی پوجا سے مختلف نہیں ہوتی مگر بعض اوقات ایسے انداز سے کیجانی ہی جس سے ہندوؤں کے مذہب پر ایک بڑا احتمال بلکہ اُسکی نہایت حقارت ظاہر ہوتی ہی اِس قسم کی پرستش سے وہ سختی دعوتیں ہمارا مقصود ہیں جنہاں پادریوں نے اپنی تہذیب میں اکثر حوالہ دیا ہی اور کسی نے آج تک اُسے انکار نہیں کیا یعنی اِن دعوتوں میں دیوی نے پوجنیوالوں کا ایک فرقہ مخصوص برہمن (مگر برہمنوں ہی پر کچھ حصہ نہیں ہی کیونکہ پوجنیوالوں کے اُس فرقے میں ہر ایک ذات کے آدمی

† بایکریٹر صاحب کی تحقیقات ایشیا کے جلد ۵ صفحہ ۲۷۱

‡ رارڈ صاحب کی ہندوؤں کے حالات کی کتاب جلد تیسری صفحہ ۲۱۶

شامل ہوتے ہیں) عزتوں اور مرد جمع ہو کر شراب و کباب کی مجلس کرتے ہیں اور بدکاری کا حظ اٹھاتے ہیں انکی یہ حرکت زیادہ تو نفرت اور نفرت کے قابل اس سبب سے اور بھی ہوتی ہے کہ وہ اسکو مذہب کی آڑ میں کرتے ہیں لیکن یہ جلسہ نہایت کم شان و نادر وقوع میں آتا ہے اور جہاں کہیں بھی ہوتا ہے تو نہایت ہوشیاری اور پردہ میں ہوتا ہے مگر اچھے بکے ہندو بھی اس بڑے رسم سے آگاہ ہو کر اس فرقہ سے کچھ نفرت نہیں کرتے دیہی کے ان معتقدوں کے سوا دیہی کی پرستش و تکریم والے بعض قسم کے سادھوؤں میں سے ایسے سادہ بھی ہوتے ہیں جو اپنے آپ کو مذہبی امور سے غیر مکلف سمجھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم جو جی چاہے سو کریں ہم سے کسی طرح کا مواخذہ نہ ہوگا ان ہی لوگوں سے ہندوؤں کے مذہب کو پتہ لگتا ہے اور اس سے بھی انکار نہیں ہو سکتا کہ انکے دیوتوں کے حالات میں کہیں کہیں عیاشی اور نفسانیت کا رنگ ڈھنگ پایا جاتا ہے جو خاص خاص میلوں اور دعوتوں اور مندروں اور کتابوں سے خصوصیت رکھتا ہے ہر شخص کو تلی العموم معلوم نہیں ہوتا چنانچہ ایک غیر شخص ہوسوں تک ہندوؤں میں رہ کر انکے جلسوں اور مذہبی رسوم میں امد و شد رکھنے پر بھی کسی طرح کی کسانیت اور نجاست انہیں ہرگز نہ دیکھ کا مردوں اور عورتوں کے ملنے جلنے بیٹھنے اور بٹنے میں جو کچھ ادب اور قاعدے کی پابندی ہندوؤں میں ہے وہ عقل میں نہیں آ سکتی اور اہل یورپ کے قیاس سے باہر ہے *

بشن اور انکے اوتاروں کا بیان

بشن کی شہیدہ ایک خوبصورت سلیم اور حلیم طبع جوان آدمی کی سی جسکے تمام جسم کا رنگ نیلا اور اگلے زمانہ کے راجاؤں کا سا لباس ہوتا ہے بناتے ہیں علاوہ اسکے بشن کی تصویر انکے دس اوتاروں کی صورتوں میں بھی بناتے ہیں چنانچہ بیان ہم اس نثار سے کرتے ہیں کہ ہندوؤں کے قصہ بنانے کی ذہانت معارف ہر جارے *

پہلا اوتار مچھاپی کا ہے جس سے بیدوں کا دوبارہ لوگوں تک پہنچانا مقصود تھا کیونکہ اُنکو ایک دیو پانی کے طوفان میں بہا کر لینگیا تھا اور دوسرا سُر کا اوتار جس نے تمام دنیا کو جبکہ وہ سمندر کی تہ میں بیٹھ گئی تھی اپنے دانتوں پر اوبھار لیا تیسرا کچھوڑ کا اوتار جس نے ایک بڑے پہاڑ کو سہارا دیا جسکی کہانی نہایت مشہور ہے چوتھا اوتار زیادہ تر انسان کی بھلائی سے تعلق رکھتا ہے چنانچہ ایک ظالم کافر (ہوناکش) اپنے بیٹے (پہلائی) کو ہشن کا معتقد ہونے کے سبب سے قتل کرنا چاہتا تھا آخری قسمت پر اُس ظالم نے اپنے بیٹے سے اُسکے اُس عزیز معبود کی تعظیم کر کے جو ہر جگہ ہر دم موجود رہتا ہے مکان کے ایک ستون کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ آیا وہ اس ستون میں بھی ہے جسکے جواب میں اُس نے کہا کہ ہاں اس میں بھی ہے یہ سن کر ہوناکش پریشان ہو کر کہا کہ اُسکے قتل کا حکم دینے ہی کو تھا کہ ایک بیک وہ ستون شق ہو گیا اور ہشن ایک ایسی مہیب صورت بنائے باہر آئی کہ سارا جسم تو آدمی کا سا اور سر اور پنجے شیر کے سے تھے نکلنے ہی اُس ظالم کو چھوڑ کر پارچہ پارچہ کر ڈالا پانچواں اوتار یہ ہے ہی کہ ایک راجہ نے بہت سے جگہ اور بلدان اور ریاضتیں کرنے سے تمام دیوتوں کو مجبور کر کے زمین اور سمندر پر قبضہ کر لیا تھا اور تمام دیوتوں کو فکر و اندیشہ تھا کہ ابکی بار آخر جگہ یا بلدان ادا کرنے کے بعد آسمان بھی اُسکے قبضہ میں آجائیگا آخر کار ہشن نے ایک برہمن کے لڑکے کی صورت میں اوتار لیا اور اُس راجہ سے اپنے تین قدم بھر زمین مانگی راجہ نے اُسکے چہرے قد کو دیکھ کر اور اس سوال پر مسکرا کر اجازت دیدی ہشن نے پہلے قدم میں تو تمام زمین اور دوسرے قدم میں سارا سمندر گہر لیا اب تیسرا قدم بھونا باقی رہا اور راجہ بچپن ہار چکا تھا اسیلئے اُسکو نرگ میں رہنے پر راضی کر کے تیسرے قدم کا بچپن معاف کیا چوتھا دوسرا اوتار ہی جو ایک نہایت چری اور بہادر برہمن کا روپ تھا اُس نے تمام چھتریوں کی نسل کو نیست

و نابود کر دیا۔ ساتواں رام اوتار بھی اوتاروں بالارام اوتار پہلے ہی ایک ایسی صاحبِ جوات اور شجاع اور بہادر تھا اسنے راجہ سوں سے دھوٹی کو چھایا ہی نواں بدھ اوتار پہلے ایک چھوٹے مذہب کا تعلیم کرنے والا تھا جسکے روپ میں بشر نے دیوتوں کے دشمنوں کو فریب دینے کے لیے اوتار لیا تھا پہلے جو کہا گیا ہی کہ پہلے اوتار چھوٹی مذہب کی تعلیم کرنے والا اور دیوتوں کے دشمنوں کو بہانے والا تھا اس چھوٹے مذہب سے بدھ کا مذہب سمجھا جاتا ہی کیونکہ بدھ مذہب والے بوھمنوں کے دشمن اور صریح مخالف تھے۔ دسواں اوتار ابھی نہیں ہوا پہلے آئندہ ہونے والا ہی بشر کے اوتاروں میں رام اور کرشن اوتار (پہلے کرشن اوتار اور سب اوتاروں میں شامل نہیں ہیں) نے ایسی عظمت اور شہرت حاصل کی ہی کہ باقی اور سب اوتاروں کی گرم بازاری جانی دے کم سے کم شمالی ہندوستان میں ان دونوں اوتاروں نے کچھ صرف اپنی اصل یعنی بشر پر ہی پردہ نہیں ڈالا بلکہ سوائے شب اور سورج اور گنیش کے تمام ان اور دیوتوں کی پرستش پر جو اصول دین میں داخل ہیں انکی پرچا دے گئی ہی * †

رام کا بیان

رام چترا انکی مدح کرنے والوں نے اپنی خام خیالی سے یوں بشر تصور کیا اودھ کے راجہ تھے صرف یہی ایک ایسے شخص ہیں جنکے اعمال ہندوؤں کی روایتوں میں کچھ کچھ تاریفانہ پائی جاتی ہیں مشہور ہی کہ انہوں نے اول اپنے باپ (راجہ جسرٹ) کی سلطنت میں سے خارج ہو کر کئی برس تک ایک جنگل میں بنو باس کیا اور انکی رانی سیتا کو راون راجہ سے اودھا لیکر رام نے انکی رانی کے لئے دوج فراہم کر دکھیں کی راہ لی اور جزیرہ لنکا میں گھس گئے جسکا راجہ بھی راون راجہ سوں تھا

† ڈاکٹروں صاحب کی کتاب تحقیقات حقائق انڈیا کی جلد ۲ صفحہ ۲۸۰ اور

اسی کتاب کی جلد ۱ صفحہ ۲۰۲ میں رامی صاحب کا قول ملاحظہ ہو *

اور اُس سینا کے ستانے والے پر کامل فتم حاصل کرنے کے بعد سینا کو دوبارہ پایا اُس مہم میں رام کے معاون ہندوؤں کی فوج ہنومان جی کے زیر حکومت تھی جنکی صورت اکثر ہندوؤں میں بنی ہوئی ہوتی ہی اور دکھن میں اُسکی پوجا اسیقدر کثرت سے ہوتی ہی جسطور رام یا کسی اور نامی دیوتے کی ہوئی چاہئے مگر رام کا انجام اچھا نہوا کیونکہ اُنکی غفلت سے اُنکے بھائی لچھمن کی جنہوں نے ہر ایک خطرہ میں رام کے ساتھ جان لڑائی تھی جان گئی اور رام نے اپنی غفلت کی حرکت پر مطلع ہو کر دیہاتی کے فراق کے رنج میں آکر دریا میں غرق کیا اور بقول ہندوؤں کے ذات باری میں یہو شامل ہو گئے لیکن اُنکی علحدہ پرستش ہونے سے ثابت ہوتا ہی کہ اب بھی اُنکا وجود علیحدہ قائم ہے رام کی اُمالی صورت کی شبیہ بناتے ہیں جسکی علی العموم پرستش ہوتی ہی *

کرشن کا بیان

رام کی پرستش سے بہت زیادہ اُن دوسرے فانی شخص کی جنہیں دیوتاؤں کی صفیں مانی ہیں پوجا ہوتی ہی جو نہ بشن کے دس اوتاروں میں شامل ہیں نہ اُنکا راجہ یا فتھیاب ہونے کا کوئی دعوے قائم ہو سکتا ہے شہر منہوا کے راج ہنس میں کرشن پیدا ہوئے لیکن ایک گوالیئے نے جو اُسی شہر کے نواح میں رہتا تھا ایک ظالم (راجہ کنس) کے پنجہ ظلم سے بچا کر اُنکی پرورش کی + کرشن کے اُس زمانہ یعنی بچپن کے وقت کا ہندوؤں کی طبیعتوں پر غایت درجہ کا اثر ہوا ہی وہ کرشن کے بالے ہوں کی حرکات و سکنات مثل دودھ چو رانے اور سانپوں کے مار نے کی تہوار رچانے سے کبھی سیر نہیں ہوتے اور ہندوؤں میں ایک بہت بڑا فرقہ کرشن کو خالق مطلق سمجھ کر بالی ہوں کی صورت میں اُنکی پرستش کرنا ہی اسطرح کرشن کی جزائی کا عالم جو اُنہوں نے گویوں کے ساتھ ناچ رنگ کھیل کود ہانسی بجانے میں بسر کیا اُنکی پرستش کرنے والی عورتوں میں ایک جوش خروش پیدا کرنا ہی کرشن پر کیچہ گوالیوں

+ ناٹک سامپ کی نقاب راجستان کی جلد ایک صفحہ ۵۲۳

ہی فریفتہ نہ تھیں بلکہ تمام ہندوستان کی امیر زادیاں اور رانیاں جو اُنکا
 حسن و جمال دیکھتی تھیں مایل اور شپٹہ ہرجانی تھیں † *
 جوں جوں کرشن کی عمر زیادہ ہوتی گئی ویسے ہی کار نمایاں اُنسے
 ظہور میں آتے گئے علاوہ اور کاموں کے کرشن نے ایک ظالم مذکور یعنی
 کنس کو مغلوب کیا اور اُسکی سلطنت پر قبضہ کر لیا لیکن غیر ملک کے
 دشمنوں سے تلک ہو کر اپنی دارالسلطنت گجرات ‡ میں مقرب کی اور
 بعد اُسکے اُنہوں نے ہانڈوں کے خاندان کی اُس لڑائی میں جو ہانڈوں
 اور کوروروں میں ہستناپور کی سلطنت پر ہوئی تھی اعانت کی † لوگ
 خیال کرتے ہیں کہ ہستناپور دہلی کے شمال و مشرق میں اُس مقام سے
 چالیس میل کے فاصلہ پر واقع تھا جہاں گنگا ہندوستان خاص میں داخل
 ہوئی ہے *

اس لڑائی کا بیان مہابھارت نام ہندروں کی ایک نہایت عمدہ نظم
 کتاب میں جو بطور جنگ نامہ کے ہی لکھا ہے اور اُس میں سب سے زیادہ
 بڑھ کر شجاعت اور دلوری کرشن جی کی بیان کی ہے اس لڑائی میں
 ہانڈوں کی فتح ہوئی اور کرشن جی اپنی راجدھانی کو گجرات میں
 واپس آئی اُنکا انجام بھی اچھا نہوا کیوں کہ تھوڑے ہی دنوں بعد وہ
 اپنے ملکی جہازوں میں پھنس گئے اور اتفاق سے ایک شکاری کے تیر سے
 جو ایک جہازی پر نشانہ لگاتا تھا مارے گئے || *

† دیکھو سرچرٹس صاحب کی تحریر کو جو ایشیا کے حالات کی کتاب کی
 جلد ایک صفحہ ۲۵۹ اور جی دیوا کے راک کے ترجمہ کو کہ وہ ہندوؤں کی دیہاتی
 نظم کا ایک عمدہ نمونہ ہے جلد ۳ صفحہ ۱۸۵ کتاب مذکور بھی ملاحظہ کرو
 ‡ دیکھو خلاصہ مہابھارت وارث صاحب کی ہندوؤں کی کتاب جلد ۳ صفحہ ۱۲۸
 اور پروفسر ولسن صاحب کی تحریر کتاب حالات ایشیا کی جلد ۱۵ صفحہ ۱۰۱ میں
 اور کرنل رافورڈ صاحب کی تحریر کتاب مذکور بالا کی جلد ۶ صفحہ ۵۰۸ میں
 † دیکھو وارث صاحب کی کتاب جلد ۳ صفحہ ۱۲۸ *
 || ڈاک صاحب نے اپنی کتاب راجستان کے جلد ایک صفحہ ۵۰ میں بتوالہ
 کسی ہندوستانی تاریخ کے لکھا ہے *

ہندو اپنے تمام دیوتوں میں سے کرشن جی کی نہایت تعظیم و تکریم قدر منزلت کرتے ہیں اُن فرقوں میں سے جو اور سب دیوتوں کو چھوڑ کر ہشن کو ہی مانتے ہیں ایک فرقہ صرف رام کی ہی پوجا کرتا ہی اگرچہ اس فرقہ میں بڑی قدر و منزلت کے لوگ جنہیں سے اکثر مذہبی معتقد اور تپشیا کرنے والے ہیں مگر اُنکی تعداد اور شہرت ہشن کے اُس فرقہ کی بہ نسبت بہت ہی تھوڑی ہی جو صرف کرشن جی کی ہی پرستش کرتا ہی اس فرقہ میں تمام دولت مند اور عیاش اور قریب سب کے سب عزتوں کے اور ہر درجہ کے بہت سے آدمی شامل ہیں + کرشن جی کے بہت سے معتقد اس بات کی پیچ کرتے ہیں کہ کرشن جی ہشن کا اوتار ہی نہیں بلکہ خود ہشن ہیں اور وہی تمام مخلوق کے ایسے خالق ہیں جو ابد سے ہے اور ازل تک رہیگا ‡ ہشن کے بڑے مشہور اور نامی اوتار تو صرف دس ہی ہیں مگر اُنکے علاوہ اور بہت سے اوتار بھی جنکا کتابوں میں بھی ذکر ہی ہوئے ہیں اور اور اوتاروں کے سبب سے جو خاص خاص مقاموں کے سدھ سنتھ اور سورما ہوئے ہیں اور اُنکے معتقدوں نے اُنکو دیوتا مانا ہی ہشن کے اوتاروں کی تعداد اور بھی بڑھ جاتی ہی *

اس قسم کی بیتی دی اور دیوتوں کے ساتھ بھی بڑی کٹی ہی یعنی ہندوؤں نے اور دیوتوں کی تعداد کی بھی کوئی حد نہیں رھنے دی چنانچہ کن دوبا جو مرہٹوں کا بہت بڑا دیوتا ہی جسکی صورت ایک مسلح سوار کی سی بناتے ہیں شب جی کا اوتار ہی § مقام چینچرر جو قریب شہر پونہ کے ایک بستی ہی اسمیں برہمنوں کے خاندان کو گنیش جی کے ایک اوتار سے لقب حاصل ہوا ہی جنہیں سے ایک شخص کی ذات میں الوہیت موزوئی سمجھی جاتی ہی || *

+ پروفیسر ولسن صاحب کی تحریر تحقیقات ایشیا کے جلد ۱۶ صفحہ ۸۵ و ۸۶
‡ پروفیسر ولسن صاحب کی تحریر تحقیقات ایشیا کے جلد ۱۶ صفحہ ۸۶ وغیرہ
§ کورت صاحب کی کتاب حالات بمبئی کے جلد ۳ صفحہ ۱۹۸
|| کالہروک صاحب کی تحریر کتاب حالات ایشیا کی جلد ۷ صفحہ ۲۸۲ اور
کپتان مور صاحب کی تحریر اسی کتاب کی جلد ۷ صفحہ ۳۸۱

گائوں میں بھی خاص خاص دیوتے مانے جاتے ہیں جو اکثر اونار
بشن یا شب جی یا انکی دیویوں کے ہوتے ہیں لیکن یہ سب اونار
بشن کے بڑے بڑے اوناروں خصوصاً رام اور کرشن جی کے مقابلہ میں معتمد
ہے حقیقت سمجھ جاتے ہیں *

بشن کی زوجہ لچھمی ہیں لچھمی کے مندر نہیں ہوتے مگر انکی
بہت سی تعظیم و تکریم دھن دولت مال و متاع کے ہونے کے سبب سے
کیجاتی ہی غالب یہ ہی کہ ہندو اُنسے کہہ ہی غافل نہ رہیں گے *

باقی اور دیوتوں کا بیان

اور دیوتوں میں سے سورج اور گنیش جی کی نہایت عام پر جا ہوتی
ہی انکے معتقد اور تمام دیوتوں پر انکو فرق دیتے ہیں اور انکی پر جا
باقاعدہ ہوتی ہی غالباً گنیش جی کے مندر سوائے شب جی کے اور دیوتوں
کی بہ نسبت دھن میں بہت زیادہ ہیں سورج کی تصویر وہ میں بناتے
ہیں وہ ایک ایسا چہرہ ہوتا ہی جسکے گرد خطرات شاعی کہتے ہوتے
ہیں اور گنیش جی یا گنپتی جی کی صورت ایسی ہوتی ہی کہ سارا
جسم تو ایک موٹے انسان کا اور سر شانی کا سا ہوتا ہی *

منجملہ سترہ دیوتوں کے چنگو شعلے پہلی شمار کیا ہی اور اب اُن
میں سے آٹھ کا بیان کر چکی تو دیوتا جو باقی رہی اُنکا مندر نہیں ہوتا
البتہ اگلی وقتوں میں انہیں سے بھی اکثر کے مندر ہوتے تھے + انہیں سے
بعضوں کے نام کے سالانہ تہوار ہوتے ہیں جنہیں انکی صورت بنا کر پوجتے ہیں
اور پوجا کرنے کے بعد دوسرے روز اُس صورت کو دریا میں بہا دی ہی
اور بعضوں کا صرف نام ہی چہا جانتا ہی + معلوم ایسا ہوتا ہی کہ اگلی
وقتوں میں اب کی بہ نسبت اندر دیوتا کو بہت سائگی ہی چنگو بیکنٹہ
کا حاکم اور دیوتوں کا راجہ سمجھا جاتا ہی اور حالات ایشیا کے ایک

+ رور فو ولسن صاحب کی تصدیق کتاب حالات ایشیا کی جلد ۱ ص ۱۰

+ رور صاحب کی تصدیق کتاب حالات کی کتاب کی جلد ۳ ص ۲۸ و نیز

مشہور تحقیق کرنے والی بعض چوں صاحب نے راجہ اندر کو ہندوؤں کا جو پتر قرار دیا ہے مگر اس زمانہ میں انکی بہت کم ہرشن ہوتی ہے *

کام دیو کا بھی ایسا ہی حال ہے کچھ اُسکی بھی گرم بازاری نہیں ہے ہندوؤں کے تمام دیوتوں میں سے یہ دیوتا نہایت مرغوب اور پسندیدہ ہے اس دیوتے کی اصلیت جیسیکہ اہل یورپ تجویز کر سکتے تھے بالکل ویسی ہے یہ دیوتا اپنی دائمی جوانی اور بیڑوال کامل درجہ کے حسن و جمال کے سبب انسانوں اور دیوتوں پر غرض کہ دونوں پر تسلط رکھتا ہے برہما بشن بلکہ نکر مند دیوتا شب جی بھی کام دیو کی پھولوں دار کمان کے اُن تیروں کے گھائل ہیں جنکی پوریار کلیوں کی ہیں اُسکے مندروں اور کنچوں کا تذکرہ قدیم زمانہ کی کہانیوں اور نسلوں اور سانگوں میں بڑی شان و شوکت سے ہوا ہے † اس سے بھی لوگ ویسی ہی غافل ہو گئی ہیں جیسیکہ باقی نو دیوتوں میں سے یاما دیوتا کی سوا اور ونسی غفلت کرتے ہیں یاما دیوتا کو سمجھتے ہیں کہ آدمی کا مرنے کے بعد حساب کتاب اور نیاز یہی دیوتا کرتا ہے اور اسی سبب سے اُس سے بہت سا خوف کھاتے ہیں *

اِن سب دیوتوں کے علاحدہ علاحدہ بیکنتھہ جمیع نعمتوں سے معمور سونے چاندی اور جواہرات سے جگمگاتی ہوئی اور ہر ایک دیوتا کے خدام اور کارپرداز جدا جدا موجود ہیں *

اندر دیوتا کی بیکنتھہ کا حال بہ نسبت اور دیوتوں کے بیکنتھہ کے متصل بیان ہے یعنی علامہ سونے چاندی کے متعلقات کے جنہیں بہت قیمتی جواہرات جڑی ہوئے ہیں بہت سی نہریں اور طارج طارج کے درخت اور چمن اور انواع انواع کے پھول کہلی ہوئے ہیں اور اُس بیکنتھہ کے بیچا بیچ میں ایک ایسا خوشبو دار درخت ہے جسکی خوشبو تمام بیکنتھہ

میں پھیل رہی تھی اور آفتاب سے بھی زیادہ چمکدار روشنی سے منور تھی اور حور غلمان اُس میں انبوہ کے انبوہ تھیں اور کئی قسم کے فرشتے اُن پیکنتھہ ناشیروں کی خدمت میں حاضر رہتے تھے جو ہر وقت رقص و سرور نائے و نریش عیش و عشرت میں سوشا رہتے تھے *

اچھی بری ارواحوں کا بیان

علامہ فرشتوں اور نیک خدو جنوں کے جو مختلف بیانات ہیں وہ رہتے ہیں بہت سی اور قسم کی روحیں بھی جن میں اختلافات ہیں پہیلی ہوئیں ہیں *

(سور بیر) اُن دیوتوں کی قسم تھی جو اپنی ورثہ یعنی پیکنتھہ سے معزوم کئی گئی تھیں اور تاریکی میں اُنکو ڈال دیا گیا تھی مگر مخالفوں سے مدت سے ورثہ کی بابت لڑ جھگڑ رہی تھیں اور برنادیوں کے دیوتوں ٹائیٹنز سے + بہت مشابہت رکھتے ہیں *

(دیت) دیوتوں کی قسم تھیں اور تعداد اُنکی اُس قدر تھی کہ اُنہوں نے دیوتوں سے لڑنے کے لئے لشکر فراہم کئے اور لڑے *

(راجرس) بھی بڑے بڑے قد والی اور بڑے موڈی ہوتے تھے اور (پسیج) بھی اسی قسم میں سے تھے اگرچہ قوت میں شاید اُن سے کمتر تھے اور (پروت) سب سے ذلیل اور بری ارواح ہوتے تھے اور بہوت وہ روحیں تھیں جن سے انگریز بچوں کو ڈراتے تھے لیکن ہندوستان میں ہر فرقہ کے لوگ ہر زمانہ میں اُنکو ایک قسم کی مشغلق سمجھتے رہے ہیں *

بیشمار دیوتوں کا بیان اب بھی باقی ہے اگرچہ وہ دیوتے عام طور پر نہیں مانے جاتے مگر جداگانہ خاص خاص ضلعوں میں مانے جاتے ہیں اور اُن کی پرستش کے جواز سے کبھی کبھی برہمن انکار کرتے ہیں یہ دیوتے + یرنائی بہشت اور زمین کی اولاد خیال میں قائم کرے اُنکو ٹائیٹنز دیوتے

کہتی تھے اور پیل کے یورانی اینٹن ترجمہ میں ٹائیٹنز سے مراد ہیں *

گائروں کے دیوتے ہیں اور رنگارنگوں کو یا تین دیوتوں کو بطور + اپنے خاص محافظ کے پوجنا ہی لیکن بعض اوقات ان دیوتاؤں سے ایسے قدرے ہیں کہ گویا وہ دیوتا گائروں کے دشمن اور اُسکے مٹانے والی ہوتے ہیں اور یہ دیوتا رومیوں کے گھریلو دیوتوں سے مشابہت رکھتے ہیں اور مثل رومیوں کے دیوتوں کے تمام قوم اُنکو خواہ ایسا دیوتا ہونے کے سبب سے جو عموماً تسلیم کیا جاتا ہی یا کسی خاص مقام کے اوتار ہونے کے سبب سے دیوتا مانتی ہے لیکن اکثر یہ دیوتے ایسے مردوں کی روحیں ہوتی ہیں جو پاس پورس کے رہنے والوں کے خیال میں بس جانی ہیں ان دیوتوں کے مندر یا مورتیں بہت کم ہوتی ہیں بلکہ مٹی کا ایک ٹودہ بنا کر اُنکی پوجا کی جاتی ہی + *

یہ بات ممکن ہی کہ ادنیٰ دیوتوں میں بعضے شوروں کے قدیم دیوتوں میں سے ہوں جو برہمنوں کے مذہب قائم ہونے پر بھی باقی رہی ہوں § *

+ یہ آئندہ ہندوستان کے مسلمانوں میں بھی پھیلی ہی اکثر پورائے قصوں میں کسی قلیز کو جسکی قبر اُس قصبہ کے نواح میں ہوتی ہی صاحب ولایت تھراکر اسکی قبر کی در حقیقت پرستش کرتے ہیں صاحب ولایت سے یہ مطلب لیتے ہیں کہ یہ صاحب گریا اس قصبہ کے آباد رکھنے والی اور اُسکے اور دھان کے باشندوں کے محافظ ہیں (مترجم) *

+ دیہات کے مسلمان بھی اسطرح کرتے ہیں اور کبھی کبھی ایک طاق بنا کر اُسکو نذر نیاز چڑھاتے ہیں (مترجم) *

ی کانگر ہوائن پکاٹن صاحب نے جبکہ بنگال اور بہار کے بعضے ضلعوں کی پیمائش کی تو اس مضمون پر یہ سبھی توجہ خرچ کی چنانچہ اُنکو دریافت ہوا کہ گائروں کے دیوتے عموماً دھان کے ایسے آدمیوں کی روحیں ہیں جو مظالم مرے اکثر برہمنوں کی روحیں ہیں جنہوں نے کسی ظلم کو باز رکھنے یا اُسکا انتقام لینے کے واسطے آپکو ہلاک کیا یہ عبارت ایک قلعی نسخہ میں ہے جو لندن میں دائر ہندوستان میں موجود ہی اور جس میں سے کسیندر حصہ مائیکرو مارٹن صاحب نے مشہور کیا تھا کیا گیا ہی (گائروں کے مسلمان بھی اکثر اُس تھراے ہوئی صاحب ولایت کو شہید مرد کے نام سے پکارتے ہیں) مترجم *

بیان لٹریچر کے مذہب کی عام خاصیت کا

ہندوؤں کے مذہب کا یہ احوال بطور ایک نمونہ اور خاکے کے بیان ہوا ہے اور جو مفصل حالات اُس مذہب کے ہیں پڑھنے والے کے دل میں اُنکا ایک خیال پیدا کرنے کے لیے اُنکے بے شمار دیوتوں کے انسانوں میں سے بعض روایتوں کا بیان کرنا ضرور ہے مثلاً دیوتوں اور دیویوں کا سمندر کو امرت نکالنے کے واسطے باونا اور پھر دیوتوں کا اپنے شریکوں سے اُس ہاتھ اٹے ہوئے امرت کے چھوٹ لینے میں فطرت کرنا اور ایک سدہ یعنی خدا رسیدہ کی دعا سے گنگا کا بہشت سے نازل ہونا اور شب جی کے سر پر زور سے گزنا اور اُنکے پیچیدہ لٹوں میں ہوسوں تک اُسکا چکر کھانا اور پھر آخر کار ایک بڑی ندی بنکر معہ تمام مچھلیوں اور سانپوں اور کچھوروں اور مگر مچھروں کے جو اُس میں موجود ہیں زمین پر گر کر پھنا اور گنیش جی کا بغیر ہاتھ کے دیوی پاربتی کی خراش سے پیدا ہونا اور گنیش جی کا شب جی کے ہاتھ سے تھوڑی دیر کو استارح پر قتل ہونا کہ پہلے تو انہوں نے اُنکا سر کاٹ ڈالا اور پھر تھیراغت اور جلدی میں چر پھاپی تھی دفعہ ہاتھی کا سر ملا وہ اصلی سر کی جگہ لگا دیا ایسے ایسے قصہ اور دیوتوں کے جھگڑے اور عشق و محبت اور رشک و حسد اور آدمیوں اور دیوتوں سے اُنکا لڑنا اور شکست کھانا اور بھاگنا اور قید ہونا اور اپنی خواہشوں کے پورا ہونے کے لیے کناروں اور ریاضتوں کا کرنا اور اُنکے ہتھیاروں کا بولنا اور اُنکا بہت سے رنگ روپ میں ہوجانا اور ایسے فریب اور دعوے دینا جن سے انہوں نے اُن لوگوں کی عقل کو کھو دیا جنکو وہ دیوتا ضرور پہنچانا چاہتے تھے غرض کہ ان سب باتوں کا بیان اُن راہروں کے بخوبی ظاہر کرنے کے لیے جو مذہب کی نسبت ہندو رکھتے ہیں ضرور ہے لیکن وہ باتیں ایسی معتد ہیں کہ وہ اُس کاغذ کی قیمت بھی نہیں رکھتیں جو

میں بیان میں صرف ہو *

اس بات کا بیان کرنا کافی ہے کہ ان دیوتاؤں کے گروہ کی عام صفت یہ ہے کہ انہیں نہایت بعید از قیاس اور ایسی باتیں بھری ہوئی ہیں جن کے آپس میں کچھ تعلق اور ربط نہیں ہے یونانیوں کے دیوتے انسانوں کی ضرورت پر بنائے گئے تھے اور انکو بڑی بڑی قوت اور اختیار اور سائرتہ یعنی ہر کام کی طاقت رکھنا والا سمجھا گیا تھا اور ان کے کام ایسے ہوتے تھے جیسے کہ انسانوں کے کام اُس صورت میں ہوتے اگر ان کے بھی ایسی ہی حالت ہوتی مگر وہ دیوتا ایک ایسی قدرت و مرتبہ کے ساتھ کرتے تھے جیسے کہ کمالیت کے درجہ کے قریب پہنچنے کے قابل ہی ہر خلاف اسکے ہندوؤں کے دیوتوں میں بھی کو جذبات انسانی ہائے جاتے ہیں مگر ان کی صورت میں ہمیشہ کچھ نکتہ ہیبیت ناک اور خلاف قدرت کی بات ہوتی ہے اور ان کے چال چلن میں وحشت اور تلون مزاحیہ ظاہر ہوتی ہے اور رنگ ان کے مختلف ہیں کوئی سرخ ہوتا ہے اور کوئی زرد اور کوئی نیلا اور بعض کے بارہ سر اور اکثر کے چار ہاتھ ہیں اور وہ اکثر بلا سبب ناراض ہو جاتے ہیں اور بلا سبب راضی ہو جاتے ہیں بعض اوقات تو ایک دیوتا کو اس قدر قوت ہوتی ہے کہ وہ صرف نگاہ ہی پھیر کر اپنے دشمنوں کو تباہ کر دیتے ہیں اور جب چاہتے ہیں انکو مغلوب کرتے ہیں اور کبھی کبھی وہ بھی دیوتا اپنی مراد پر لانے کو بڑی بڑی فوجیں جمع کرنے پر مجبور ہوتے ہیں اور اُس پر بھی کامیاب نہیں ہوتے † *

تینوں بڑے دیوتوں یعنی برہما بشن اور شب کی قوتیں اگرچہ برابر اور غیر متحدہ ہیں لیکن اُن قوتوں کا ایسی نا ائتافی سے عمل درآمد ہوا ہے کہ ایک تنازعہ میں شب نے برہما کا ایک سر کاٹ ڈالا ‡ اور نہ اور دیوتا اُن تینوں دیوتوں کے اور نہ وہ تینوں دیوتا آپس میں ایک دوسرے کسی

† شب اور جلندرا کا حال کیٹینی صاحب کی تصنیفات کی کتاب کے صفحہ

۲۵۶ میں دیکھو

‡ کیٹینی صاحب کی تصنیفات کی کتاب صفحہ ۲۹۵ اور واسن صاحب کی

تہذیبی کتاب تصنیفات ایشیا جلد ۱۶ صفحہ ۲ کی شرح دیکھو

ترتیب کی بموجب تابع ہیں چنانچہ اندر جسکر راجہ بیکتھہ کا کہتے ہیں اور یونانیوں کے دیوتا جوہتر + کا ہمسر بتلاتے ہیں کسی اور دیوتے پر کچھ اختیار نہیں رکھتا ایسی ایسی باتوں کا اور اور بیکتھگی باتوں کا سبب کسیقدر یہ معلوم ہوتا ہے کہ مختلف فرقے علیحدہ علیحدہ دیوتوں کی تعریف و ثنا اور عظمت کرنی چاہتے ہیں جو انکو جداگانہ عزیز ہیں لیکن جو کہ سب ہر ان مستند ہیں تو ان روایتوں کو جنکی بنیاد ہر ان پر ہی ہر فرقے کے عام اعتقاد سے علیحدہ کرنا ممکن نہیں با اینہم ہندوؤں کے دیوتوں کی بڑی قداری اور ہیبت ناک اور عالیشان اور ان دیوتوں کے خدایات اور اعمال کی اصلی خاصیت اور انکے لباس کے خاص طریقوں اور اس آب و تاب اور زینت و زینت میں جو ان دیوتوں کے ہر چار طرف پائی جاتی ہے کچھ ایسی شے موجود ہے جسکا اثر طبیعت پر ضرور ہوتا ہے *

ہندوؤں کے مذہب میں نہایت عجیب بیکتھگی بات وہ قوت ہے جو بلدان اور مذہبی ریاضتوں میں سمجھتی گئی چنانچہ بذریعہ ریاضت مذکور کے ایک تپیشوی یعنی عابد چاہی جسور بلکہ دیوتے پر بھی بد دعا سے نہایت سخت عذاب پہونچا سکتا ہے اور نہایت بد ذات اور ناخدا شناس آدمی انور ایسا غلبہ حاصل کرسکتا ہے کہ جو جی میں اوسے ان سے کام لے بلکہ ان کے بیکتھوں اور خود ان کو اپنا مطیع کرلی چنانچہ اندر ایک برہمن کی بد دعا سے اپنے بیکتھہ سے نکال دیا گیا اور ایک بلی

+ جوہتر کے لفظی معنی ہشتی باب کے ہیں اور جو کہ جوہتر کو ہشت کا مالک سمجھا جاتا تھا اس لئے تمام آسمانی راتعات جیسے بارش اور آندھی اور بھائی اور گرج اسیکے اختیار میں سمجھی جاتی تھیں رومیوں کے اعتقاد کے بموجب جوہتر کل منقارات کا منتظم اور راتعات آئندہ کا غیب دان تھا اسی سبب سے ہر کام کے شروع میں اُسکی استعانت چاہی جاتی تھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ جوہتر اصل میں رومیوں کا دیوتا تھا اور ان کی اوصاف کے ساتھ یونانیوں کے ہاں بھی اس دیوتا مانا جاتا تھا انہماں کو یہ دونوں ایک سمجھے گئے

کے جسم میں حائل کرنے پر مجبور ہوا † بلکہ یاما دیوتا کی نسبت بھی جو مردوں کا سخت حساب کتاب اور نیاز کوئی والا ہی ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اُسکو ایک فعل کی وجہ سے جو اُس نے بھینٹ اپنے عہدہ کے کیا برہمن کی بد دعا سے غلام کی جوں میں آنا پڑا ‡ :

ظاہر ہے کہ ایک راجہ کے جنگ اور بلدانوں سے تمام دیوتوں کو جو خطرہ اور ضرر پہنچنے کو تھا اُسکے دفعہ کرنے کے واسطے بشن جی نے پانچواں اوتار لیا اور ایک اور راجہ نے تینوں عالم کو حقیقت میں فتح کر لیا اور تمام دیوتوں کو بجز تین اعلیٰ دیوتوں کے بھاگنے اور مختلف جانوروں کی صورت میں اپنے آپ کو چھپانے پر مجبور کیا § اور ایک پیرا راجہ ان سے بھی بڑھ کر رہا کہ اُس نے ان دیوتوں کو اپنی پرستش کرانے پر مجبور کیا || اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں انہیں سے ہم نے صرف چند بیان کیں بلاشبہ یہ سب باتیں اس غرض سے ایجاد ہوئیں کہ رسومات کی بجائوری کی خدوہیاں ظاہر ہوں اور اُس سے برہمنوں کی قدر اور اُنکو فائدہ زیادہ ہو لیکن یہ سب پہلے زمانہ کی روایتیں تھیں اور جن خیالات سے کہ لوگ آج کل خدا تعالیٰ کی پرستش پر رجوع کرتے ہیں وہ خیالات نہیں ہیں اگلے زمانہ میں بلدانوں اور ریاستوں سے جو مقصد حاصل کیئے جاتے تھے وہ اب اعتقاد سے حاصل کیئے جاتے ہیں اس نئے قاعدہ کے پیرو بید پر اور تمام عبادت کے طریقوں پر چٹکی اُس میں ہدایت اور تاکید ہی کچھ مخفی طور پر حثارت سے نظر نہیں کرتے جو کہ کوئی مذہب اخلاق سے بالکل خالی نہیں ہوتا سلیئے اس نئے قاعدے کی پیروی کرنے والے پاک صاف طور سے زندگی بسر کرنے

† رارہ صاحب کی کتاب جاد ۳ صفحہ ۲۱

‡ رارہ صاحب کی کتاب جاد ۳ صفحہ ۵۸

§ کینیٹی صاحب کی تحقیقات کی کتاب صفحہ ۳۶۸

|| رارہ صاحب کی کتاب جاد ۳ صفحہ ۷۵

یعنی گناہ نہ کرنے کی تعلیم کرتے ہیں اگرچہ نیک کاموں کی ہدایت نہیں کرتے لیکن جزو اعظم اس نئے مذہب کا یہ ہے کہ فرقہ کے گرد کے خاص دیوتا پر تمام توکل اور بھروسہ رکھا جائے اُس دیوتا پر بڑا اعتقاد اور بھروسہ رکھنے سے اور تمام نقص اور قصور دور ہو جاتے ہیں اور بغیر اس توکل اور اعتقاد کے جسپر تمام باتوں کا حصہ سمجھا گیا ہے کسی رسوم مذہبی یا قواعد اخلاق پر توجہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا یہ مذہب بھاگرت گیتا میں بیان اور تعلیم ہوا ہے اور اس کتاب کو گالبروک صاحب اس مذہب کے فرقہ کی اصول کی کتاب سمجھتے ہیں *

ہندوؤں کے مذہب میں یہ ایک غیر مترقب بات ہے کہ اسی مذہب پر بالکل موقوف نہیں کہ دیوتوں کا زمانہ حیات معین ہے چنانچہ مدت دراز کے جگ کے اختتام پر دنیا معدوم ہو جاتی ہے اور تریوت یعنی برما بشن مہیش اور تمام اور دیوتے عدم کی راہ لیتے ہیں اور صرف تمام سببوں کا سبب اول یعنی خدا تعالیٰ نے انتہا خلا میں باقی رہتا ہے اور بعد مدتوں کے گذر جانے کے خدا تعالیٰ کی قوت پر حرکت میں آتی اور تمام متخارق انسان اور دیوتے سب پر پیدا ہو جاتے *

کرنی شخص اس بات کو بمشکل یقین کر لیا کہ استدلال جاملانہ اور طغلانہ کہانیاں جنہیں سے اکثر کا اور بیان ہوا نہایت قدیم اور نہایت نصف وحشی زمانوں کی باتیں نہیں ہیں لیکن باوجود اس کے کہ مذہب عیسائی کی اصلیت بہت مقدس اور عمدہ تھی مگر علم کے زوال پکڑنے پر اس مذہب میں بھی ایسے ہی ذلیل اور معیوب باطل خیالات کا داغ لگنے سے باز نہیں رہا اور اسلئے ہم بھی یمن کرائیں جیسا کہ نہایت آگاہ دل مشرق کے لوگ یقین رکھتے ہیں کہ مذہب ہنوی کسی زمانہ میں بہت زیادہ خالص تھا اور تمام اور علموں کے زوال پکڑنے سے یہ بھی اپنی موجودہ حالت میں نزل کر گیا *

اوپر کے بیانوں میں ہم نے اور ملکوں کے مذہب کا حوالہ دینے سے اجتناب کیا ہے یہ بات ممکن ہے کہ قدیم حالات کی تحقیق کرنے والے لوگ اب بھی ہندوؤں اور یونانیوں یا مصریوں کے دیوتوں کے درمیان میں کوئی تعلق اصول یا اصلیت کا دریافت کرنے میں کامیاب ہوویں لیکن بیرونی حالات ان قوموں کے دیوتوں کے اس قدر مختلف ہیں کہ اگر یونانیوں یا مصریوں کے دیوتوں پر حوالہ کرنے سے کسی طرح انہیں اور انہیں تعلق ثابت کرنا مقصد کیا جاوے تو طبیعت بالکل گمراہ ہو جاوے گی *

معاد کا بیان

اب ہمکو ہندوؤں کے اُس عقیدہ کا کچھ تھوڑا سا بیان کرنا باقی رہا جو وہ معاد کی نسبت رکھتے ہیں اُنکا خاص اور مشہور مسئلہ اوگن ہے لیکن وہ یہ اعتقاد بھی رکھتے ہیں کہ حیات کے مختلف درجوں میں سے ایک درجہ یہ بھی ہے کہ ہر شخص اپنے اپنے اعمال کے موافق بیگنہوں میں (جنکا بیان ہو چکا) ہزارہا برس تک عیش و عشرت میں رہے گا یا نرکوں یعنی درختوں میں (جو ہندوؤں کے نزدیک بہشتوں سے بہت زیادہ ہیں) ہزارہا برس تک تکلیف اور عذاب سہیگا مگر کوئی شخص گو کیسا ہی بد اعمال کیوں نہ ہو انجام بخیر ہو نیسے مایوس نہیں ہوتا چنانچہ بد سے بد کردار آدمی اوگن کے سبب سے لوت پہرے اور عذاب اور تکلیفیں بھگت کر آخر کار ایک بہتر زندگی اور بیگنہ میں وہ اعلیٰ درجہ پاسکتا ہے جس سے بڑھ کر ممکن نہیں یعنی بھگوان کی ذات میں وصل ہو جانا ہے *

ہندوؤں کے ہاں معاد کے عیش و آرام اور نعمتوں یا رنج و عذاب کا بیان نہایت مبالغہ سے شاعرانہ کیا گیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب نیک اور صالح آدمی کی روح جسم سے جدا ہوتی ہے تو وہ نہایت خوشنما راستوں میں خوشبودار اور سایہ دار درختوں کے سایہ میں ایسی فہرروں پر گزرتی ہوئی جنہیں کثرت سے کنول کے پھول کہلے ہوتے ہیں اس شان و شوکت سے یاما

دیوتا کے حضور میں جانی ہی کہ راہ میں چاروں طرف سے بھولوں کی
 بکھیر ہوتی ہی ہوا نیکوں کے گن گانے سے گونج جانی ہی اور فوشتوں کی
 سربیلی آواز کیفیت دیکھائی ہوتی ہی اور بد کرداروں کی روح کا گذر
 نہایت تنگ و تاریک اور خوفناک راستوں سے ہوتا ہی اور کدھی چلتے ہوئے
 ریت اور سخت خاردار پتھروں پر جنسے ہر قدم پر ہاؤں زخمی اور لہولہاں
 ہوتے جاتے ہوں ہوتا ہی غرضکہ وہ بڑھنے خاک و خوں میں آردہ ہوگا
 پیاسا خشکی سے زبان پر کالتے بڑے ہوئے گریہ و زاری چیخ بکار کرتا ہوا
 ایسی حالت میں کہ چاروں طرف سے بھویل اور انکارے ہوسے بھرت
 ہریت دراتے دھمکاتے ہیں چلتا بھٹتا جاتا ہی + جن نرکوں میں ان
 بد کرداروں کو جانے کا آخرکار حکم ہوتا ہی انکی نسبت وہی ایسے ہی
 کچھ خیالات ہیں اور انکا حال اس سنجیدگی اور شان و شوکت کے
 ساتھ بیان کیا ہی کہ اُسکے سنے سے دوزخ نظر میں پور جاتی ہی *

اس وعدہ اور وعید کا اثر اخلاق پر

یہ وعدہ وعید ہمیشہ شخص متوفی کے اچھے بڑے اعمال سے متعلق
 ہی مگر زندوں پر اُسکا بہت کچھ اثر ہوتا ہی اس اعتقاد کا بہت اچھا
 اثر جو اخلاق کی استعانت کرنے کی قابل ہی اُسکو عبادت کے طریقوں پر
 ترجیح کرنا اور اعتقاد کو موثر جاننا اور گزارہ ادا کرنے سے گناہوں سے
 پاک صاف ہو جانے کا یقین کر لینا نہایت ضعیف اور کم زور کرتا ہی *

اور اس مذہب کا اندرونی اثر اُسکے معتقدوں کے حق میں بہ نسبت
 مذکورہ بالا عیبوں کے اور بھی زیادہ مضر ہی کیونکہ نہایت بڑے اور باطل
 ترہمات جو اس مذہب میں ہیں اُنکے باعث سے طبیعت عمدہ اور
 نہایت عالی خیالات کے قابل نہیں رہتی اس مذہب کا قطعی مقصد
 اس عالم کا عیش و آرام اور انجام کو بھگوان کی ذات میں جذبہ ہو
 جانا ہی جس سے بڑے بڑے کاموں کے کرنے اور اُنکے باعث اس عالم سے

+ وارث صاحب کی کتاب ہندوؤں کے حالات کی جلد ۳ صفحہ ۲۷۲ *

گذر جانے کے بعد اپنی شہرت چھوڑ جانے کا شوق بالکل جانا رہتا ہی اور علم اور قوانین کے بجائے بھی مذہب سے کام لیٹے جانے کے سبب سے علم اُسی درجہ تک ترقی پا کر رہ گیا جس درجہ پر اُس زمانہ میں پہونچا تھا جس زمانہ میں ہندو الہام اور متاشفہ ہونے کا ادعا کرتے ہیں اور لوگوں کے چال چلن طور و طریقہ میں اس مذہب کی مزاحمت سے یہہ خرابی پیش آئی کہ آزاد منش لوگوں کے عالی حوصلگی اور وسیع خیالات نیست و نابود ہو گئے اور انسان بمنزلہ ایک ایسی کل کے ہو گئی جو برابر معمولی کام کیٹے جاتی ہی عام قاعدہ ہی کہ جب کسی قوم کے آدمیوں کو آزاد طبع چھوڑ رکھا جاتا ہی تو جن ترقیوں کی ضرورت پیش آتی جاتی ہی وہ خود بخود ہوتی چلی جاتی ہیں اور تہذیبی ہی پشتیں گذرنے کے بعد بغیر معلوم ہونے کسی ایک شخص کی کوشش کے سب کی سب قوم کے حالات اور عادتیں بدل جاتی ہیں لیکن جبکہ مذہب کی پابندی ہوتی ہی تو ایک ذرا سی نئی بات کرنے کے لیٹے ایسی جرات اور محنت درکار ہوتی ہے جیسے کہ ایک صدی کی نئی ایجادوں کے تہذیبی سی دیر میں کر لینے کے لیٹے چاہیٹے ہندوؤں میں یہہ آفت ہی کہ اگر کوئی شخص اپنی غذا میں بھی ذرا سی تبدیلی کرے یا ایسے مذہبی یا ملکی انتظام کے مسئلوں میں سے کسی مسئلہ کو مان لے جو اُن مسئلوں کے برخلاف ہو جسکو اُسکے ہمجنسوں نے قائم اور مستور کیا ہی تو اُسکو اپنے مذہب اور دوست آشناؤں سے ٹھانہ دھونا پڑے *

جس موقع ہر مذہب نو ایجاد باتوں کے مزاحمت میں بہت کم کامیاب ہوا ہی وہ صرف اُسکی اپنی ہی ذات ہی اس میں کیچھ شک نہیں کہ علی العموم مذہب کی اصل کو دھبی سے مانا جاتا ہی مگر اُسکی ہر ایک شعبہ کی قدر و منزلت متعارف ہوتی ہی اور یکساں مقاموں کے جداگانہ معنی سمجھے جاتے ہیں ان متنازعہ مسئلوں کے تصفیہ کے لیٹے اور مذہبی طریقہ کے یکساں برتاؤ کرانے کے لیٹے جو حکاموں کی

کوئی مذہبی کونسل یا کوئی اکیلا بڑا سردار نہیں ہی اسلیئے بہت سے ایسے فرقے ہو گئے ہیں جنکے طریق اور مسائل میں اختلاف ہی *

فرقوں کا بیان

ان فرقوں میں سے تین بڑے فرقے ہیں ایک شیوائے یعنی شمس کا معتقد فرقہ دوسرا وشنوئی یعنی بشن کا معتقد فرقہ تیسرا سکثائی یعنی وہ فرقہ جو برہما بشن مہیش کے ترید میں سے کسی ایک کی سکثی یعنی قوت فاعلیہ یا زوجہ کا معتقد ہوتا ہی *

ان فرقوں میں سے بہت شاخیں پہونک کر بہت سے لڑکی ہو گئی ہیں جو اصل فرقہ کے دیوتا کی مختلف صورتوں کے جدا جدا معتقد ہوتے ہیں اور انہوں نے اصل فرقہ کے عقاید کے اصول پر اپنے عقیدے اور مسائل قائم کر لیئے ہیں مگر سکثائی فرقہ کے صرف تین شعبہ ہوئی ہیں جو باہم کچھ زیادہ اختلاف نہیں رکھتے اور وہ دیویوں ہی کے معتقد ہوتے ہیں دیوی پاربتی کا معتقد فرقہ استدر کثرت سے ہی کہ باقی درنوں بڑے دیوتوں کے سکثیوں یا دیویوں کے معتقد درنوں سکثائی فرقوں کے جمع کرنے سے بھی زیادہ رہتا ہی *

ان بڑے تین اصل فرقوں کے علاوہ اور چھوٹے چھوٹے فرقے بھی ہیں جو سورج اور گلپش کی پرستش کرتے ہیں اور اور بھی چھوٹے فرقے ایسے ہیں جو بظاہر ہندو معارف ہوتے ہیں مگر حقیقت میں سوائے ایک خدا کی ذات کے ماننے کے کسی دیوی دیوتا وحی و الہام کو قبول نہیں کرتے سکھونکا جنکا بیان آگے آویگا ایک ایسا فرقہ قائم ہوا ہی جس میں ایسی عجیبیا نئی نئی باتیں ہیں کہ انکے سبب سے اُس فرقہ کے طریقہ کو ایک نیا مذہب کہنا چاہیئے *

یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ ہر ایک ہندو کسی نہ کسی مذکورہ بالا فرقہ سے تعلق رکھتا ہی بلکہ وہ لوگ جو ایک وسیع طریقہ مذہب کی پیروی کرتے ہیں اور خاص خاص لذتوں کی پرستش کرنے کے مختلف

ہیں اور بید اور ہوران وغیرہ ہی سے اپنے مسائل کا استنباط کرتے ہیں اُن
 رسوں کے بابت نہیں ہوتے جو بید اور ہوران کے علاوہ اور کسی طرح سے
 قائم ہو جاتی ہیں اور بڑے بڑے ہندی ہوتے ہیں ظاہر ہی کہ بہت بڑا فرق
 برہمنوں کا جو آج کل موجود ہے وہ اس طریقہ کا بابت ہی + لیکن
 غالباً ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے بھی سوائے حکیمانہ مذہب
 رکھنے والوں کے سب لوگ خاص خاص دیوتوں کے طرفدار ہوتے ہیں اور
 برہمنوں سے کم درجہ کی ذاتوں کے اُن لوگوں کی نسبت بھی زیادہ
 تحقیق اور یقین کے ساتھ یہی بات کہی جاسکتی جو صرف ضروری
 فرضوں ہی کو دریافت کرنے پر بس نکر کے اور تحقیقاتیں کرتے ہیں اعلیٰ
 تحقیق کی راے یہ ہے کہ ہندوؤں کے معبودوں میں سے ایسے معبود چنگی
 ہو جا پر عام توجہ ہندوؤں کی ہوتی ہے وہ بشن کے اوتار ہیں اور تمام
 بنکالہ اور ہندوستان خاص میں بھی اوتار لوگوں کے خیال میں سماے
 رہتے ہیں ہر چند کہ شب کے مندر اور نشان جابجا علی العموم پائے جاتے
 ہیں مگر شب کے ہو جانے والی بہت ہی کم ہیں اور اُن کے دلوں میں
 شب کی عظمت کچھ تہوڑی سی ہوتی ہے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
 شب جی ہمیشہ برہمنوں کے فرقہ کے مربی دیوتا رہی ہیں عموماً لوگوں
 کے دلوں میں اُنکی ہو جا پتری کا جوش خروش کبھی نہیں ہوا + اور اگر
 کہیں ایش کی پرستش کرنے والا فرقہ کچھ سر برار رہا ہے تب بھی وہاں
 کے بہت سے لوگ رام اور کرشن جی کی انسانیت کی باتوں اور دلچسپ
 کاموں کی طرف زیادہ تر راغب ہوتے ہیں رام کی ہو جا جمنہ کے دنوں
 کناروں پر اور گنگا کے شمال و مغرب کی طرف بڑے زور و شور سے ہوتی ہے
 لیکن کرشن جی کی پرستش کی گنگا کے مشرقی کنارہ § اور وسط ہند اور

+ پروفیسر رٹن صاحب کی تحریر کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۱۶ صفحہ ۲

‡ پروفیسر رٹن صاحب کی تحریر کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۱۷ صفحہ ۱۶۶

§ ایضاً صفحہ ۵۲

اور مغرب † میں بڑی دھرم دھام ہی لیکن رام کی تعظیم و تکریم ہر جگہ علیہ العموم ہوتی ہی یہاں تک کہ عام ملاقات کے وقت تمام ہندو بچے سلام کے رام کا دو بار نام لیتے ہیں سب جگہ اصلی تین فرقوں میں سے شیوائے فرقہ کے لوگ یعنی شب کے ماننے والی بہت زیادہ ہوتے ہیں اور ہر قسم کے لوگوں میں شب کے ماننے والے میسور اور سرہٹوں کے ملک میں کثرت سے ہوتے ہیں اور بائی جنوب میں بشن کے ماننے پہلے ہوتے ہیں لیکن وہاں بشن کی پوجا کچھ انسانی صورت میں بتحیثیت رام اور کرشن کے اوتار کے نہیں ہوتی بلکہ خاص بشن کی پرستش باعتبار حافظ اور حاکم ہونے کل عالموں کے ہوتی ہی ‡ اور سکٹائی یعنی دیویوں کے معتقد اوروں میں ملے جلے ہوتے ہیں البتہ کہیں کہیں خاص خاص مقامات میں کثرت سے بھی ہوتے ہیں بنگالے کے تین چوتھائی آدمی دیویوں کے ماننے والے ہیں جن میں سے بہت سے درگا یعنی پاربتی کی پرستش کرتے ہیں § *

ان مختلف فرقوں میں اگرچہ کسیقدر باہم تعصب ہی مگر ایسا قوی اور سخت نہیں ہی جو بظاہر کچھ معلوم ہو چنانچہ اہل یورپ انکے باہمی اختلاف سے جب تک کہ پروفیسر رلسن صاحب اور کالبروک صاحب اور بکائن صاحب کی تالیفیں ملاحظہ نہ کریں بہت کم واقف ہوتے ہیں ہندوؤں میں ہر فرقے کے آدمی اگرچہ پیشانی پر طرح طرح کے ٹیکے لگاتے ہیں کہ اُنسے ہر فرقہ کا تفاوت ظاہر ہو لیکن اب اُن ٹیکوں سے یہ مراد حاصل نہیں ہوتی کیونکہ وہ ٹیکے جو خاص

† ناز صاحب کی کتاب راجستان

‡ بکائن صاحب کا قلمی نسخہ جو لندن کے ڈاکٹر ہندوستان میں ہی یہ بشن کے معتقد لوگ یا تو بکے ہندو ہونگے یا رام نوچ کے پیرو ہونگے

§ پروفیسر رلسن صاحب کی تھریڈر کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۱۷ صفحہ

وہم ہندوؤں کی ہیں قوم کی علامت سمجھے جاتے ہیں کسی خاص فرقہ کی نشانی نہیں معلوم ہوتے *

جو لوگ کسی فرقہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں تو انکو اُس فرقہ کا گرو کچھہ منتر کان میں پھونک کر اپنے فرقہ میں ملا لیتا ہی جسکے لفظ اکثر گائتری سے ملتے جلتے ہوتے ہیں جو برہمن ابتدا میں اپنے شاگردوں کو سکھایا کرتے ہیں *

فوتوں کی قدامت میں فرق اور اختلاف ہی کوئی بہت زیادہ قدیم ہی کوئی اُس سے کم اور کوئی اُس سے بھی کم تین دیوتوں اور انکی دیویوں کی پرستش غالباً قدیم سے ہوتی چلی آئی ہی + لیکن یہ بات بخوبی تحقیق نہیں ہی کہ ان دیوتوں میں سے ایک پر ایک کو فوق اور بزرگی دینے کی ابتدا لوگوں میں کب سے شروع ہوئی ہی جس سے آجکل کے فرقے ممتاز ہیں غالب یہ ہی کہ یہ بات بہ نسبت انکی علیحدہ علیحدہ پرستش ہونے کے بہت بعد کو ظہور میں آئی ہی *

یہ قریب تحقیق کے ہی کہ ان مختلف فرقوں کی بنیادیں رام کرشن مختلف اوتاروں کی پرستش کے سبب سنہ ۸۰۰ ع کے بعد قائم ہوئے ہیں + ہند کا رواج اوتھہ جانے سے جس سے ہندوؤں کا خالص مذہب نکلا ہی بیشک بہت سے فرقے ہو گئے ہند کی بموجب عمل کرنا صرف تین

+ پرنسپل راس صاحب نے اپنی تحریر کتاب تحقیقات ایشیا کے جلد ۱۷ صفحہ ۲۱۸ میں ایک کامل یقین دلائروالی دلیل اسبات کی لکھی ہی کہ پارہتی کی پوجا قدیم سے ہوتی چلی آئی ہی چنانچہ ایک مندر اس دیوی کا کماری دیوی کے نام سے مشہور ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ ہندوستان کے جنوبی راس کا نام راس کماری اس مندر کی وجہ سے مشہور ہوا جسکا بیان کتاب پرنسپل میں جو ایرینن نامی یونانی کی تصنیفات سے سمجھی جاتی ہی مندرج ہی اور یہ کتاب سنہ ۲۰۰ ع میں تصنیف ہوئی تھی

+ ایک کتاب میں جسمیں شنکراچار جی کے وقت کے مختلف فرقوں کے مسائل مندرج ہیں ان فوتوں کا کچھ ذکر نہیں ہی اور شنکراچار جی گیارہویں صدی میں ڈرا ہی

فردوں پر منحصر کیا گیا تھا جنہیں سے در بالکل معذور سمجھے جاتے ہیں اور ایک نکتہ جو باقی ہی وہ اپنے اصلی فرائض کے ادا کرنے میں مدد سے زیادہ قاصر ہو گیا ہی ان ہی سببوں سے اس اصلی مسائل کی کتاب کا رواج بالکل جانا رہا ہی اور مذہبی خیالوں میں جو تبدیلیاں ہوئیں انکے مناسبت سے ایک نیا مجموعہ مروج ہو گیا ہی *

اس حال کے رواج ہائے ہوئے مجموعہ میں پہچن اور منتز اور ہوجا کے طریقے اور کہیں کہیں بید کے فقرے ہرے ہرے شہن جیسو آجکل ہرجا ہات وغیرہ کا دار مدار ہی + اور اس مجموعہ کی کیفیت کا لہروک صاحب نے اپنے تین جواہر مضمونوں میں جو ہانچوریں اور ساتویں جلد کتاب تحقیقات حالات ایشیا میں چھپی ہیں بخوبی بیان کی ہی اس مجموعہ میں جسکے کچھ کچھ فقرے منور کے مجموعہ میں ہم پاتے ہیں یعنی بید میں اور اس حال کے رواج ہائے ہوئے مجموعہ میں بہ نسبت اُسے بہت کم اختلاف ہی جو شمارے قیاس کی بموجب ہونا چاہیئے تھا طہارت اور کائنات کے دھیان گیان کے طول طویل طریقہ جو اس حال کے مجموعہ میں مندرج ہیں وہ اصل بید کے مطابق ہیں اور اگرچہ منور کو انکے بیان کرنے کا کوئی موقع نہیں ملا منور منور کے زمانہ میں بھی اُنکا ہونا ممکن ہی اس حال کے مجموعہ میں دیوتا اور ہندوؤں کے معبود وہی ہیں جو پہلے سے چلے آتے ہیں یعنی ہائی ہرا اک وغیرہ اور اور قدرتی قوتیں! البتہ کرشن کا چرچا ایک نئی بات ہی سر اُنکا تذکرہ کہیں کہیں ہی *

علامہ اور نئے طریقوں کے اس حال کے مجموعہ میں ہرما ہشن اور شپ کا دھیان گیان انسانی صورت تصور کر کے کرنے کی ہدایت ہوئی ہی اور اکثر مقاموں میں جہاں ہشن کا ذکر کیا ہی وہاں یہ جملہ نقل کیا ہی کہ ہشن نے تین قدم ہرے اور بہ ایک فقرہ بید کا ہی جس سے ہانچوریں

+ رارہ صاحب کی ہندوؤں کے حالات کی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۱۲

اوتار کی طرف اشارہ کرتا ہی اسکے بار بار اس مجموعہ میں لکھنے سے پہلے غرض معلوم ہوتی ہی کہ یہاں میں ہشن کے اوتاروں کی سندیں بہت ہی کم ہیں کالہروک صاحب نے اپنے جواب مضمونوں میں صرف انہیں پالچہ رسوں پر جو بطور مذہبی فرض ہندوؤں کے منو کے زمانہ میں پائی جاتی تھیں بحث کی ہی لیکن ایک نئی قسم کی پرستش جسکا منو کے قواعد میں کچھ مذکور نہیں ہی آچکل ہندوؤں کا ایک بڑا مقدم فرض ٹھہری ہی یعنی یہ بتوں کی پوجا ہی جنکے روبرو ہر روز بلا ناغہ سجدہ ہوتا ہی پھول پھل چڑھائے جاتے ہیں اور اوز پوجا پتری کی باقیں ہوتی ہیں اور خوشبوئیں سالگائی جاتی ہیں اچھے اچھے پکے ہوئے کھانوں کا ہوگا لکایا جاتا ہی بہت سے بتوں کو انکے معتقد نقیص نہیں پوشاک پہناتے ہیں عمدہ عمدہ جواہرات زر و زیور سے آراستہ کرتے ہیں غرضکہ تمام آراشیں جو انسان کیا کرتے ہیں بتوں کی کرتے ہیں *

ہندوؤں کی رسمیں بہت سی ہیں مگر ایسی نہیں ہیں جو دلیہں جگہ کر سکیں اور انکی عبادت اور دعا کے قاعدے جنکا نمونہ کالہروک صاحب کے بیان میں ہی باوجودیکہ عمدہ مضمون بھی دعا کے ہیں بہت ہی بیمزہ اور پھیکے اور دقت طلب ہیں ہر شخص ہر روز اکیلا اپنے گھر میں خواہ کسی مندر میں یا کسی دریا یا تالاب کے کنارہ پر جہاں اُسکا جی لگے پوجا کرتا ہی جسکی تنہائی کے سبب سے اُسکی پوجا پانت کا اثر اگر دیکھنے والوں کے دلوں پر کچھ نہ ہو تو اُسکا کسی طرح وہ تدارک نہیں ہو سکتا جو اوروں کے شریک ہو کر پوجا کرنے سے ممکن ہی اگرچہ پرستش کا طریقہ بدل گیا ہی مگر اوقات اور موقعے اُسکے وہی ہیں جنکا منو کے مجموعہ میں ہمنے بیان کیا ہی حمل رہنے کے زمانہ سے انسان کے مرنے کے بعد تک وہی رسمیں ہوتی ہیں جو ہوتی چلی آئی ہیں اور ہمیشہ ہر روز ایک ہی طرح کی دعائیں اور بلدان اور چڑھارے ہوا کرتے ہیں لیکن انکے مختصر کرنے میں بہ نسبت منو کے مجموعہ کے گو اُسپر اُسکے زمانہ میں

کچھ ہی کہیں نہ عمل کرتا ہو بہت زیادہ آزادی اختیار کی گئی تھی *
 ہوا پتا برہمن اس زمانہ میں بھی ایک دن میں چار گھنٹے سے کم
 ہو جاتا تھا۔ پات میں مصروف نہیں رہتا لیکن اگر دنیا دار برہمن ہو تو سارے
 مذہبی فرائض کو آدھ گھنٹہ میں بھی ادا کر سکتا تھی اور اس سے کم درجہ
 کے ذات کا آدمی صرف اشنان کرتے وقت اپنے مری دیوتا کا نام جپتے ہو
 قناعت کرتا تھی + *

سادہ سنتوں کے فرقوں کی عظمت کا بیان

سادہ سنتوں کے گروہوں کو فرقوں کے زیادہ ہونے سے زیادہ عظمت
 حاصل ہوئی اور اس عظمت کے باعث سے فرقے زیادہ شرفی غرض کہ یہ
 دونوں باتیں باہم ایک دوسرے کے معاروں میں ہر گروہ سادہوں کا کسی
 شخص دیوتا کی عبادت کرتا تھی اور اس فرقہ کی فخر و عزت اسی دیوتا
 کی تعظیم و تکریم پر موقوف ہوتی تھی اس لیے اس فرقہ کے سادہ لوگوں کو اس بات
 کی تعلیم کرتے تھے کہ ہمارے دیوتا پر اعتماد لانا تمہاری خواہشوں کے
 پورا ہونے اور تمہارے گناہوں کے بخشے جانے کا ذریعہ ہوگا اور علاوہ اسکے
 سادہ لوگ اپنے چیلوں سے زندگی بھر ایسی بے عذر اطاعت کے خواہشمند
 ہوتے ہیں جیسے کہ ہر جب منو کے منجموعہ کے برہمن گرو اپنے چیلے سے
 صرف امتحان ریاضت کے زمانہ میں چاہتا تھا غرض کہ یہ سب دست
 اندازیاں سادہ سنتوں نے برہمنوں کے اختیارات مذہبی پر کی تھیں اور
 انہی کے باعث سے رقابت اور دشمنی دونوں گروہوں یعنی برہمنوں اور
 سادہ سنتوں میں ہو گئی تھی لیکن جو طریقہ گوشائوں نے اختیار کیا ہے
 اس سے اپنا مطلب نکالنے میں برہمن بھی اپنی طرف سے نہیں چرکے
 چنانچہ جس طرح سے گمشائوں نے لوگوں کی ہدایت اور تربیت کا طریقہ
 اختیار کیا ہے اسی طرح انہوں نے بھی اختیار کیا ہے چنانچہ فرقہ رام

نوج کے چوراسی گرو یعنی پیشواؤں میں سے اونسوی گرو دنیا دار
برہمن ہیں * †

لوگوں کے ان گرو یعنی پیشواؤں کی قوت ہندوؤں کے مذہب کی نہایت
عجیب اور طرفہ ایجاد ہی چنانچہ ان گرو یعنی پیشواؤں میں سے بہت
سے دکن میں بڑے بڑے گارخانے رکھتے ہیں جنکی آمداد انکے معتقدوں
کی طرف سے بذریعہ وقف جاگیروں اور روپیہ پیسہ کے ہوتی ہی یہ سادہ
لوگ اپنی آمدنی خاص کر خیرات کے کاموں میں صرف کرتے ہیں لیکن
بہت سی شان اور بھڑک اپنے دورہ کے زمانہ میں رکھتے ہیں چنانچہ اُس
زمانہ میں انکے ہمراہ ہاتھی گھوڑے اور نشان وغیرہ مثل دیوی سرداروں
کے ہوتے ہیں اور غول کے غول انکے چیلوں کے انکے ساتھ ہوتے ہیں اور
جن ملکوں میں وہ گذرتے ہیں رشاں کے تمام راجہ باٹی انکی عزت کرتے
ہیں اور ان سادہوں کا کام بہت بڑا ہی یعنی لوگوں کے اخلاق اور ذات
کی حالت کی نگرانی کرنے کو دورہ کرتے ہیں اور یہ ایک مختص
کا کام اور اختیار انکو حاصل ہی ‡ *

بدھ اور چین مذہب والوں کا بیان

ہندوستان میں دو مذہب اور بھی ہیں جو ہندوؤں کے مذہب سے غیر
اور جدا تو معلوم ہوتے ہیں مگر انکا تعلق بھی اُسی مندرج سے معلوم ہوتا
ہی جس سے ہندوؤں کا مذہب نکلا ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ قبل رواج
ایک بالکل غیر مذہب کے جو مسلمانوں نے جاری کیا ہندوستان کے لوگ
ان دونوں مذہبوں کا بھی لکھا پاس کرتے تھے یہ مذہب بدھ اور چین
فرقوں کے مذہب ہیں *

یہ دونوں مذہب برہمنوں کے مسائل سے سلیم اور حلیم ہونے اور
جان پر رحم کہانے اور آواگوں اور بدھانوں کی روحوں کے پاک صاف

† پکائن صاحب کا سیاحت نامہ جلد ۱ صفحہ ۱۲۲ و جلد ۲ صفحہ ۷۱ و ۷۵

‡ پکائن صاحب کا سیاحت نامہ جلد ۱ صفحہ ۲۱ و دیگر مقامات

ہونے کے لیے مختلف درجوں اور نیک آدمی کی روحوں کی اسایش اور آرام کے بینکوں پر اعتماد رکھتے ہیں۔ مشابہت میں اور ہندو مذہبوں کا بڑا مقصد روح کو ایک کامل سکون اور قرار کی حالت کا اخراج حاصل ہونا ہی اور ہمارے نزدیک روح کی اس حالت میں اور معدوم ہو جانے میں بہت کم فرق ہی ہے اور اس کے حاصل کرنے کے لیے جو ذریعے عمل میں لائے گئے ہیں وہ ان سب مذہبوں میں رائج ہیں اور سبھیوں کا آنہانا اور دنیا کے فکروں اور حاجتوں سے اور انسانیت کی باتوں سے جدا ہو جانا ہی مذہبوں کے مذہب اور ان دونوں میں ہندو مذہب کی خصوصیت انگیز مشابہت یا انسانی جاتی میں آئندہ اپنے اختلاف ہی علی القصرص بدھ مذہب میں بحیرت انرا ہے۔

بدھ مذہب والوں کا بیان

بدھ مذہب کے فرقوں میں نہایت قدیم فرقہ خدا تعالیٰ کے وجود کا منکر ہی اور جو خونی اس مذہب کے خدا تعالیٰ کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں وہ اسکو عالموں کا خالق یا حاکم نہیں کہتے۔ اُس قدیم فرقہ کے اعتقاد کے بموجب جو خدا کے وجود سے منکر ہے بجز مادہ کے جو اول سے ارد تک رہتا اور کوئی شی وجود نہیں رکھتی اور مادہ میں ترقیب اور انتظام کی قوت ذاتی ہی ہے اور اگرچہ دنیا وقتاً فوقتاً معدوم ہو جاتی ہے مگر مادہ کی یہ قوت اسکو نہرونی مدت میں بحال کر لیتی ہے اور یہ عداوت کسی درجے فاعل کے زوال اور پیدائش مکرر کی طرف ہمیشہ جاری اور سبیل رکھتی ہے اور موجودات میں سب سے اعلیٰ درجہ چند موجودات کو جو بدھ کہلاتے ہیں اور انہوں نے اپنے آپ کو اپنے کاموں اور ریاضتوں سے جو حال کی دنیا اور پہلی دنیاؤں میں مدنیوں تک اراگون میں رہکر بالکل نمر منسحر کیا اور قرار پذیر رہنے کی حالت کو پہونچایا ہے جو بڑی خرافات اور آرزو کی بات سمجھی جاتی ہے حاصل ہے۔

بدھ مذہب کا وہ فرقہ جو خدا کے وجود سے منکر ہے ان معتقدوں میں جو سادہ کے ہر جزو میں موجود ہیں عقل اور آگاہی اور ارادہ کو بھی شامل کرتا ہے اور دوسرا فرقہ اُن معتقدوں کی تشریح جو زیادہ فہم میں آنے کی قابل + ہے اس طرح جو کرتا ہے کہ اُن سب معتقدوں کو مجتمع کر کے ایک خاص مجموعہ شاید اُسکو علم یا قوت مددک سمجھا جاوے اس طرح جو قائم کرتا ہے جس سے وہ سب معتقدیں ایک تن واحد بن جاویں لیکن یہ مجموعہ ہمیشہ حالت سکون و قرار میں رہتا ہے یعنی اُسکی بلا تحریک اور مرضی کے اُسکی معتقدیں یا قوتیں مادہ کے باقی حصوں پر عمل کرتی ہیں *

قریب قریب اُس اعتقاد کے جسمیں خدا کا وجود مانا گیا ہے بعض بدھ مذہب والی فرقوں کی یہ رائے ہے کہ ایک ایسا وجود + مطلق ہے جو ازل سے ابد تک رہیگا اور وہ غیر مادی اور علیم اور مختار ہے اور اور صفات حمیدہ بھی رکھتا ہے لیکن جیسا کہ مذکورہ بالا فرقہ کے اعتقاد میں بیان ہوا ہمیشہ قرار اور سکون کی حالت میں رہتا ہے اُن لوگوں میں سے جو ایسے خدا کے معتقد ہیں ایک گروہ تو اس بات کا قائل ہے کہ وہ ازل سے ابد تک رہیگا اور وہ بذات خود موجود ہے لیکن دوسرا گروہ مادہ کو دوسرا خدا سمجھ کر اُسکا رفیق ٹھہراتا ہے اور دنیا کا اصلی خالق ایسے وجود کو سمجھتا ہے جو درو کے اتفاق اور اجتماع سے قائم ہے *

لیکن کسی فرقہ کے قیاس یا اعتقاد کی رو سے خدا تعالیٰ بیچر اس بات کے اور کوئی فعل نہیں کرتا کہ اپنی مرضی سے وہ اپنی ذات خاص میں سے پانچ بدھ اور بتوں بدھوں کے ساتھ بدھ پیدا کرتا ہے اور اس طرح جو اُن بدھوں میں سے پانچ یا سات اور وجود کہ وہ بدھس سناوا کہلاتے ہیں

+ اس فرقہ کا نام پراج نیکا ہے *

+ اسکا نام ادھی بدھ ہے جس کے معنی کمال عقل یا علم کے ہیں *

پیدا ہوتے ہیں اور ہر بدھس سائرا کو باری باری سے ایک ایک دنیا پیدا کرنے کا کام سپرد کیا جاتا ہے *

لیکن ہرچھب بدھوں کی رائے کے آرام اور خوشی اور کمال حاصل ہونے کے واسطے سکون و قرار استقامت ضروری ہے کہ چہانتک ممکن ہوتا ہے بدھس سائرا کو بھی اپنی متخالف کی پرورش اور قیام کے کام سے بے تعلق رکھا گیا ہے۔ بعض خیال باندھنے والی یہہ خیال کرتے ہیں کہ ہر بدھس سائرا دنیا کو ایسی قوانین کے بموجب بنانا ہے کہ انکی سبب سے اُسکے کام بخود بخود جاری رہتے ہیں اور بعضوں کا یہہ فہم ہے کہ اُسکو قائم رکھنے کے واسطے کمر درجہ کے نائب مقرر کئے جائیں اور ہرچھب ایک مسئلہ کے موجودہ دنیا کے بدھس سائرا نے مسطور ہندوزوں کے ترویج کو پیدا کیا اور ان پر پیدا کرنے اور قائم رکھنے اور عزت کرنے کے کاموں کو چھوڑ رکھا ہے *

بدھوں کی نسبت جو بدیعہ بہت سے لوگوں کے ہرے کے درجہ کو پہنچتے ہیں مختلف رائے ہیں بعضوں کی مثل دعویٰ کرتے ہیں کہ خدا کا منکر ہے یہہ رائے ہے کہ بدھ مثل اور انسانوں کے جداگانہ تدریج متخالف ہیں اور اُس حالت قرار اور سکون میں اگر جسمانی آثار بہت اُڑو ہوتی ہیں اُنکا وجود یہہ تعلق عوچانا ہے یعنی اُنکے خالق کو ان پر کچھ قابو باقی نہیں رہتا اور بعضے فرقے یہہ کہتے ہیں کہ بدھ جسمانی متخالف کی ذات میں سے کسی دوسرے بدھ یا بدھس سائرا کے ذریعہ سے پیدا ہوئی ہے اور آخر کار اُنکو یہہ جزا نصیب ہوئی ہے کہ وہ ذات الہی میں جذب ہو جاتے ہیں *

اس دنیا میں اور اس سے پہلے دنیاؤں میں بہت سے انسانی بدھ اس قسم کے + ہوئی ہیں لیکن سائرا اخیر بدھوں کا خاص حال بیان

+ تھاکسن صاحب نے کتاب تشیقات ایشیا کی صفحہ ۱۶۶ میں درجہ ایل کے ایس۔ ایس بدھوتکی تھوسٹ بیان کی ہے *

کیا گیا ہی اور قطع نیاز سب سے بچنے کا خیال بہت مشہور معروف ہی اسکا نام گوتاما یا سکیا تھا اُسینے مذہب موجودہ کو لوگوں پر ظاہر کیا اور پرستش اور اخلاق کے قاعدہ قائم کیئے اور اگرچہ مدت ہوئی کہ اُسکو برتر رچود حاصل ہو گیا مگر اب بھی اُسکو اس دنیا کا مذہبی سردار سمجھتے ہیں اور جب تک کہ وہ اپنا پانچہزار برس کا دورہ پورا نہ کر لیا جو اُسکے لیئے مقرر ہی اُسکو رہنا ہے مذہب سماجی رہنے لگے *

اس قسم کے بدھوں سے کمتر بہت مختلف درجوں کے بدھ ہیں ظاہراً ان میں ایسے آدمی داخل تھے جنہوں نے اپنی زندگی کو نیم دھرم سے بسر کر کے کمال کے برتر درجوں تک رسائی حاصل کی ہی *

علاوہ بدھوں کے سلسلہ کے اور پیشدار آسمانی اور زمینی موجودات ہیں انہیں سے بعض تو اصل ہیں اور بعض ہندوؤں کے دیوتوں میں سے بلا کسی تبدیلی کے لپٹی گئی ہیں + اور مختلف ملکوں کے بدھ مذہب کے لوگ بہت سی باتوں کا آپس میں اختلاف رکھتے ہیں مثلاً نیپال کے بدھ ہندوؤں کے خیالات باطل میں نہایت میلہ ہیں گو ملک چین میں مذہب کی عام خاصیت صاف صاف ہندوؤں کے مذہب کی سی ہی

+ ہاکسن صاحب نے کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۱۶ صفحہ ۴۳۵ لغایت ۴۴۵ میں جو کامل اور بہت صاف بیان بدھ مذہب کا کیا ہے اُسی بیان میں سے ہم نے مسائل مذکورہ بالا نقل کیئے ہیں لیکن صاحب موصوف کے دلائل اور اور کاغذ جو لندن کی شاہی ایشیا تک سرسیتی کے حالات کی کتاب اور ایشیا تک سوسیتی کلکتہ کے روز نامہ میں مندرج ہیں اور نیز اپیل ریسرچ صاحب کے کاغذات مشمولہ روز نامہ سرائے سنہ ۱۸۳۱ ع اور روز نامہ ایشیا تک سنہ مذکور اور کاغذات کاسمادی کورس صاحب مندرجہ روز نامہ ایشیا تک سوسیتی کلکتہ اور کاغذات جائیں وک اور میجر ہرنی صاحب مطبوعہ تحقیقات ایشیا کی کتاب جلد ۷ اور پروفیسر ولسن صاحب کی رائیونکر جو اُنکی تاریخ کشمیر مشمولہ کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۱۶ میں ہیں اور صاحب موصوف نے جو حالات فرقہ چین کے کتاب مذکور کی جلد ۱۷ میں اور نیز بدھوں کے رجاءوں کے جرابوں کو جو مقام یونان کی مقدس اور تار شاذ کتاب لٹکا کے جلد ۳ میں مذکور ہیں مشاہدہ کیا ہے

بدھوں کا خدا اور وحی کو ماننے والا فرقہ نیپال میں پیدا ہوا ہے اور
 دھرم فرقہ لٹا میں کمال پکڑے ہوئے ہے ۴ *
 ایپل ریموسٹ صاحب خیال کرتے ہیں کہ ملک چین میں خدا
 اور وحی کو نہ ماننے والے لوگ عوام الناس میں اور خدا اور وحی کو ماننے
 والے خاص خاص لوگ ہیں ۵ *

بدھ لوگ درختوں سے بہت سی اور باتوں میں بھی اختلاف رکھتے
 ہیں چنانچہ باد اور پوراں کی سند سے وہ انکار کرتے ہیں اور کوئی ذات
 نہیں رکھتی ہوجاری لوگ ہر دین کے لوگوں میں سے ہوتے ہیں
 اور ہندوؤں کے ہوجاریوں کی نسبت عرب کے درویشوں سے زیادہ تر
 مشابہت رکھتے ہیں چنانچہ وہ دھرم شالوں میں رہتے ہیں اور ہمیشہ
 زرد پوشاک پہنتے اور برقعہ یا اور سر اور ڈاڑھی سونداے رکھتی ہیں اور
 اپنی مندر میں جمع ہو کر باقاعدہ پرستش کرتے ہیں اور سواراں نکالنے
 اور پہنچانے اور خدشہوں سے بچانے اور شمع روشن کرنے میں سروس
 کم ملک کے گرجوں کے درویشوں سے بہت مناسبت رکھتے ہیں ۱۱ *

چوبی کچھ کہ خرد مندر اور بھیدی ہندوؤں کے سادہ سبوں
 کو ہوتی ہے ویسی ان لوگوں کو حاصل نہیں ہوتی وہ سچے رہتے کر
 از بس پسند کرتے اور نفسانی لذتوں سے اجتناب کرتے ہیں ۱۲ اور وہ
 سب ایک مکان میں ایک ساتھ بالاعتاق کھانا کھاتے ہیں اور ایک خاص

۴ بقول تھامسن صاحب

۵ جو حالات مقام پرنام کے قتب خانہ کی جلد ۳ میں مذکور ہیں انکی
 جواہروں کو شامندہ کر کر اس کتاب میں قلوب خانہ نظریوں کی حالت کچھ ہے
 انوں قہر میں رہے میں وہ جواب معجز ہیں

۶ روز نامہ ۵۳ سالکس ہایت نومبر سنہ ۱۸۴۱ ع

۱۱ تقریر قاری صاحب کی کتاب حالات ایسٹا شاہی ایشیاٹک سوسائٹی کی

جلد ۲ صفحہ ۳۵۱ اور نثر صاحب کی تاریخ تبت

۱۲ روز نامہ جلد راول ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۳ صفحہ ۲۷۳

وضع ہو سوتے ہیں اور انہیں سے کسیکو سوائے اٹھویں دن کے جسمیں وہ اشنان کو جاتے ہیں † دھرم شالہ سے باہر نکلنے کی اجازت نہیں ہوتی مگر کچھ تھوڑی دیر کے واسطے بعض بعض اُنہیں سے سب کے واسطے شہر اک بہم پہنچانے کے لئے ہر روز دھرم شالہ سے باہر بھیک مانگنے کو نہیں بلکہ خیرات لینے کو جاتے ہیں کیونکہ اُنکو خود سوال کرنے کی اجازت نہیں ہے ‡ اور یہ بد مذہب والوں کے پوجاری بجز اُن مندروں کے جو اُنکے دھرم شالوں سے متعلق ہوتے ہیں اور کہیں پوجا ہاتھ نہیں کرتے اور نہ اُنہیں دنیا داروں کو آنے کی اجازت ہوتی ہی دنیا داروں کے مندر اُنکے دھرم شالوں کی حد سے باہر ہوتے ہیں *

معلوم ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں عورتوں کے دھرم شالی بھی علی العموم ہوتے تھے *

بد مذہب والے ہر ایک ذی روح کی جان کی برہمنوں سے بھی زیادہ تر احتیاط کرتے ہیں چنانچہ اُنکے پوجاری اس خیال سے کہ کوئی چھوٹا سا کیزہ نکل نہ جاوے دو پہر کے بعد سے کوئی چیز نہیں کھاتے اور آفتاب کے غروب ہو جانے سے پانی تک نہیں پیتے اور ہمیشہ ایک جہاز پر اس رکھتے ہیں جس سے جہاں کہیں بیٹھنے کا ارادہ کریں اول زمین کو جہاز برہار کر صاف کر لیں تاکہ کوئی جاندار لاعلمی کی حالت میں اُنکے نیچے کچل نہ جاوے بعضے یہاں تک محتاط ہوتے ہیں کہ اپنے منہ پر باریک کپڑا اس خیال سے باندھ رکھتے ہیں کہ کہیں چھوٹے چھوٹے کیرے اُنکے سانس سے کھینچ کر مر نہ جاویں § اور برہمنوں سے ایک ظاہری

† دیوس صاحب کی تقریر مندرجہ روز نامہ رایل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ اور نوکس صاحب کی تقریر اسی روز نامہ کے جلد ۳ صفحہ ۲۷۷
‡ کپتان موہنی صاحب کی تقریر آفتاب تحقیقات ایشیا جلد ۷ صفحہ ۲۲
اور نوکس صاحب کی تقریر روز نامہ رایل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۳ صفحہ ۲۷۷
§ اس مذہب والی دنیا دار لوگ تو حیوان کا گوشہ پیدھڑک کھاتے ہیں اور پوجاری اُس صورت میں کھاتے ہیں کہ کوئی حیوان کو کھائے کہ کوئی حیوان کو کھائے اُنکے واسطے قتل کیا ہو *

اختلاف اتنا پہہ ہی کہ وہ اک کی تعظیم متعلق نہیں کرتے اور اپنے بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم و تکریم کرتے ہیں یہ ایک ایسی بات ہے جس کا ہندوؤں کے دلیوں گذر نہیں ان تبرکات پر جو چند بال یا کوئی ہڈی یا دانت ہوتا ہے بدھ مذہب والی بڑے بڑے شہوس گنبد گول اور گلس دار بناتے ہیں یہ عمارت ایک مذہب کی خاص علامت ہے *

بدھوں کی مورت سیدھی کھڑی ہوتی اور اکثر چار زانو ہوتی ہوتی ایسی بناتے ہیں جس سے دیوان گمان میں مستغرق ہوتا اور نہایت استلال چہرہ پر نابتا ہو اور بالوں کی لہریں بل کھائی ہوتی ہوتی ہیں علامہ بہت سے ان ملکوں کے مندروں اور یادگاروں کے چٹان بدھ مذہب والی اب بھی موجود ہیں ہندوستان میں بھی اکثر بڑی بڑی عالیشان باقیات انکی مندروں اور یادگاروں کی باقی چابی ہیں *

چنانچہ ان میں سے نہایت عجیب مندر دہوں میں غار والی مندر ہیں جو مقام ابارا میں پھڑکات کر بنائے گئے ہیں لیکن نہایت بدھ مندر مقام گارا میں جو شہر پوت اور بدائی کے درمیان میں واقع ہے موجود ہے یہ مندر ایسا بلند اور اتنا چھوٹا ہے اور اتنی چوڑی ایسی مندر ہے اور اُسکے ہر پہلو میں بہت سے ستون ایسے جس کا آسیر دیوار سے نرم گامہ + کے گرجا یاد آتے ہیں + بدھ مذہب والے بڑے بڑے کتب خانہ رکھتے ہیں جنہیں کتابیں برہمنوں کے دھرم پر ہیں اور انکے اصول ہندوستان سے ہی قائم کیے گئے ہیں + اور یہ کتابیں مختلف ملکوں کی زبانوں

+ درم گامہ ایک قدیم نصف وحشی قوم ہے جس نے قدیم سلطنت روم کو تباہ کیا ہے اور گامہ کے گرجا کا ایک بار عمارت بھی مشہور ہے جس میں نہایت ٹھیکہ سہارا ہیں اور ٹھیکہ پہاڑوں کے سترے ہوئے ہیں (متروم)
+ ہندوؤں اور بدھ مذہب والوں کے فرق اور امتیاز کے حالات اُس جواب مضمون میں سے لیتے گئے ہیں جو اوس کتاب صاحب کے کتاب حالات ہندو کی جلد ۲ صفحہ ۵۰۳ میں لکھا ہے *

کی ہاکس صاحب کی تحریر کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۱۶ صفحہ ۲۲۲ اور ڈاکٹر بگٹن صاحب کی تحریر کتاب مذکور کی جلد ۲ صفحہ ۱۹۲ و ۲۱۵ اور ان مقامات میں ملاحظہ فرمائیے

میں موجود اور ان میں سے اکثر زبانوں میں چھاپہ کے فن کے سبب جو ان میں مدت سے رائج تھا بہت سی مشترک ہو گئی ہیں *
 ہرچند ادعا یہہ کیا گیا ہی کہ شنسکرت اور وہ زبانیں جو شنسکرت سے نکلی ہیں انکی مقدس زبانیں نہیں مگر معارف ایسا ہونا ہی کہ معادھا کی پالی زبان میں چھاپا سکیا یا کوتاہی نمود ہوا بدھ مذہب والوں کی مذہبی کتابیں اعلیٰ العموم لکھی پڑھی جاتی تھیں اور معادھا ایک قدیم سلطنت گنگا کے کنارہ پر تھی مگر ادعا یہہ کیا گیا ہی کہ شنسکرت اور اُس سے جو زبانیں نکلیں ہیں وہ انکی مقدس زبان تھی *

جین مذہب والوں کا بیان

جین مذہب والے بدھ اور برہمنوں کے مذہب کے پیچ پیچ میں متوسط درجہ رکھتے ہیں | بدھ مذہب والوں سے جینوں کو وجود سے انکار اور کم سے کم اُسکے بے حس و حرکت اور بے قدرت ہونے کا اقرار اور مادہ کو قدیم ماننے اور ایسے شخصوں کے پوجنے میں جنہیں خدا کی سی صفیں ٹھہرائی ہوں اور ہر ذہنیات کی جان کا بہت سا لحاظ کرنے اور انکی حفاظت کے لیئے بہت احتیاطیں کرنے اور مردوشی خاص ہو جاری نہ کرنے اور بدوں کو کتاب آسمانی نہ سمجھنے اور بلدان اور آگ کی تعظیم نہ کرنے میں اتفاق ہی *

اور تمام تعلقات سے علیحدہ ہو کر سکون و قرار کی حالت کو نہایت اعلیٰ درجہ کی راحت سمجھتی اور ان تمام مسئلوں میں جنہیں بدھ مذہب والے ہندوؤں سے متفق ہیں اتفاق رکھتے ہیں *

اور وہ ہندوؤں سے اور باتوں میں بھی اتفاق رکھتے ہیں مثلاً ذاتوں کا علیحدہ علیحدہ ہونا دیکھوں اور مغربی ہندوستان کے جینوں میں بڑے زور د

† جینوں کا امتیاز بدھ اور برہمنوں سے معلوم کرنے کے لیئے جو علامتیں لیٹھی ہیں وہ اُس جواب مشہور میں سے لیٹھی ہیں جو ارس تائن صاحب نے کتاب حالات ہندی کی جلد ۳ صفحہ ۵۰۶ میں لکھا ہے

شور سے رایج ہی اور شمال و مغرب میں چینوں کی کوئی ذات نہیں تھی البتہ جب کوئی چین مذہب والا آدمی ہندو ہو جاتا ہے تو وہ ہندوؤں کے چاروں ذاتوں میں سے کسی ایک میں شامل ہو جاتا ہے اور اسی سے اُسکے خاندان کا سلسلہ اُس ذات میں قائم ہوتا ہے اور چینوں ہی میں بہت سے فرقے ہوتے ہیں وہ غیر ذات والوں میں شادی کرتے اور میل جول نہ کرنے کی ایسے ہی سخت پابند ہوتے ہیں جیسے کہ ہندوؤں کے چاروں ذاتوں کے لوگ ہوتے ہیں *

اگرچہ چین مذہب والے ہندوؤں کو تمام آسمانی مہیں ماننے لگے ان سب باتوں میں جو انکے مذہب کے مخالف نہیں ہیں اکثر بہت برا مستند سمجھتے ہیں چین مذہب والے ہندوؤں پر بہت برا اعتراض یہ کرتے ہیں کہ ہندوؤں میں بلدانوں کی تاکید ہے اور خوشیوں وغیرہ جلانے کی ہدایت ہے جسکے سبب سے اکثر کپڑے پھٹکوں کی جانیں اس طرح سے جانی ہرنکی کہ جلانے والوں کو خبر بھی نہ ہوتی ہوگی + ہندوؤں کے تمام دیوتوں کو ماننے اور انہیں سے برکت کی پوجا بھی کرتے ہیں لیکن اپنے بزرگان دین سے چنگو وہ اپنا مناسب معبود چانتے ہیں ان دیوتوں کو کرتیہ سمجھتے ہیں *

علاوہ ان تمام باتوں کے جو چین مذہب والوں میں بد مذہب والوں یا برہمنوں کی سی ہیں انکی خاصی رائیں اور خیالات سب سے علیحدہ بھی ہیں انکے نزدیک انکے خاص معبود کسمندر آئے ایسے سدھ ہیں جنہوں نے اپنی ریاضتوں کے باعث سے دیوتوں پر سخت حاصل کی ہے اور وہ بد مذہب والوں کے سدھوں سے صورت اور خصائص میں بہت + گیلامین صاحب کی تقریر مندرجہ روز نامہ ریل ایکٹانک سریشی جلد ایک صفحہ ۲۱۲ اور ٹائیپوگ صاحب کی تقریر اسی روز نامہ کے اسی جلد کے صفحہ ۲۲۹ میں اور بکائن صاحب کی تقریر روز نامہ مذکور کے اسی جلد کا صفحہ ۵۳۱ و ۵۳۲ اور ولسن صاحب کی تقریر کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۱۷ صفحہ ۱۲۶ ولسن صاحب کی تقریر کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۱۷ صفحہ ۱۲۸

کچھ مشابہہ ہیں لیکن حالات اور ناموں میں اُنسے علیحدہ ہیں ان سدھوں کو ترتنکر کہتے ہیں جو تینوں زمانوں یعنی ماضی اور حال اور مستقبل کے چوبیس چوبیس مقرر ہیں *

ان ترتنکروں میں سے چنگی بعض مقاموں میں نہایت پرستش ہوتی ہے ایک رشوبا ہے † جو زمانہ حال کے ترتنکروں میں سے اول درجہ رکھتا ہے لیکن ہر ایک مقام میں علی العموم پارس نانہ اور مہاپور کی پوجا ہوتی ہے اور یہ زمانہ حال کے ترتنکروں میں سے تیسویں اور چوبیسویں ہیں ‡ بجز تمام اور باقی ترتنکروں کے صرف پارس نانہ اور مہاپور کے قد و قامت اور زمانہ حیات کو جو استدر مبالغہ سے بیان کیا ہے کہ اُسور جھونٹ کا اطلاق ہونا ہے اس لئے یہ خیال بہت درست ہے کہ پارس نانہ اور مہاپور ہی اس مذہب کے اصلی بانی ہیں یہ سب ترتنکر قرار و سکون کی معمولی حالت کی خوشی میں برابر سرشار ہیں اور دنیا کی حکومت سے کچھ سروکار نہیں رکھتے § *

چین مذہب والوں نے ہندوؤں کے دیوتوں کے مرتبوں اور حالات کو کسبتدر تبدیل کر لیا ہے چنانچہ وہ ہندوؤں کے بڑے دیوتوں کو چھوٹے دیوتوں پر ترجیح نہیں دیتے سوا اسکے دیوتوں کی تعداد کو بڑھا بھی دیا ہے جس سے مذہب میں اور بھی لغویات داخل کر دیئے ہیں مثلاً اُنکے نزدیک چونستہ اندر اور بائیس دیویاں ہیں || *

چین مذہب والے بزرگوں کے تبرکات کی تعظیم نہیں کرتے اور اُنکے یہاں سادہ سنتوں کے دھرم شالے بھی نہیں ہوتے اُنکے پوجاری چاتی کہلاتے

† میجر ڈی لامین صاحب کی تحریر روز نامہ پچہ رایل ایشیا ٹک سرسٹیٹی کی جلد ایک صفحہ ۲۲۲

‡ پرنسرس رلسن صاحب کی تحریر نقاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۷ صفحہ ۴۲۸
§ پرنسرس رلسن صاحب کی تحریر نقاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۷ صفحہ ۲۷۰
|| میجر ڈی لامین صاحب کی تحریر روز نامہ پچہ رایل ایشیا ٹک سرسٹیٹی کی جلد ۱ صفحہ ۲۲۲

ہیں اور سب ذاتوں میں سے ہوتے ہیں جنکے لباس میں برہمنوں کے لباس سے کچھ فرق ہوتا ہے چنانچہ وہ بہت بڑے بڑے ڈھیلے سفید جامے پہنتے ہیں اور سر نککا سر کے بال اور دھڑھی سلجھی ہوئی اور صاف رکھتے ہیں اور ایک کالی چھری اور ایک جھارن زمین پر سے کپڑے منگڑے جھارنے پوہارنے کو اپنے پاس رکھتے ہیں اور خدات پر اوقات بسر کرتے ہیں اور کبھی نہیں نہاتے شاید یہ عمل برہمنوں کی حد پر جو بلا ناغہ نہاتے دھرتے رہتے ہیں کرتے ہیں *

جین مذہب والوں کے مندر عموماً بہت بڑے اور خوبصورت ہوتے ہیں انکی چھت اکثر پھلے کے مناروں کی سی ہوتی ہے انہیں ستر اور صحن بھی ہوتا ہے کبھی کبھی ہندوؤں کے مندروں سے بھی مشابہ ہوتے ہیں اور کبھی گول ہوتے ہیں اور چاروں طرف انکے ترنگروں کی بڑی بڑی سورتیں بنی ہوئی ہوتی ہیں + اور انکی دیواروں پر نارج طرح کی تصویریں کھینچی ہوتی ہیں جنسے جین مذہب کی روایتیں ظاہر ہوتی ہیں اور انہیں ہندوؤں کے مذہب کی روایتیں بھی مخلوط ہوتی ہیں علاوہ سورتوں کے ان مندروں میں سنگ سرمہ کے چکر خدوہندوؤں کے چنگے کراسٹلے اور ان چکروں پر سداہ لوگوں کی اوہری ہوئی سورتیں تراشی ہوئی ہوتی ہیں سداہ ستروں کے مندروں کے نشان اپنے عورتے ہوتے ہیں اور یہ ایسی یادگاری ہے کہ بدھ مذہب والوں میں بھی ہوتی ہے *

ہندوؤں کے مندروں کی مانند جو نمونہ جین مذہب والوں کے مندروں کے موجود ہیں وہ سداہ سنگ سرمہ کے مندر ہیں جنہیں سے باقی رہے ہوئے نہایت عالیبتاں ابو ہریر پر کنجرات کے شمال میں پائے جاتے ہیں *

+ اس قسم کا ایک عالیبتاں مندر احمد آباد کے پاس زمین کے نیچے بنا ہوا ہے اور کہتے ہیں کہ جس زمانہ میں مندر دروں ایسا رسائی جینوں یعنی سرائیکیوں کے ہوئے تھے یہ مندر واسطے سفید برساتوں کے سرائیکیوں کے بنایا

جزیرہ ایلورا اور تاسک اور اور مقاموں میں جین مذہب والوں کے بھی بڑے بڑے مندر غاروں میں واقع ہیں اور مقام چنتراپاٹن کے قریب جو میسور میں واقع ہے ایک ترقنکر کی صورت ہے جسکو پہاڑ میں سے تراشا ہے لوگ اُسکو چوں فٹ سے لیکر ستر فٹ تک بلند خیال کرتے ہیں *

جین مذہب کے لوگ بھی بہت سا علم رکھتے ہیں اور وہ برہمنوں کے علم سے مشابہت ہے لیکن علم واقعات کی تاریخ اور جغرافیہ کا برہمنوں کے علم سے بھی زیادہ تر لغو ہے چنانچہ اُن تاریخوں کو کوزوں سے بڑھا دیا ہے جو لاکھوں ہی میں لغو اور بیہودہ تھیں اور جس زبان میں اُنکی مذہبی کتابیں لکھی ہوئی ہیں وہ سکادی یا پالی ہے *

بیان اسی بات کا کہ برہمن اور بدھ اور جین مذہبوں میں کونسا مذہب بہ نسبت ایک دوسرے کے

زیادہ تر قدیم تھی

اس بات پر بحث ہے کہ ان تینوں مذہبوں میں سے ہندوستان میں کونسا مذہب اول قائم ہوا *

تصنیف اس امر کا بدھ اور برہمنوں کے مذہب کے اُن حالات کی بحث سے متعلق ہے جنہیں اُن مذہبوں کی قدامت جداگانہ ثابت ہوتی ہے + *

اگر یہ بات تسلیم کی جائے کہ ان دونوں مذہبوں کی عام بنیاد اُنکے مسائل اصولی کی تطبیق سے دریافت ہوسکتی ہے تو غالب دلیلیں اس جانب پر معلوم ہوتی ہیں کہ برہمنوں کا مذہب قدیم ہے اور ایک اور ثبوت زائد یہ بھی ہے کہ بدھ مذہب کا قدیم اور اصلی ہونا خلاف قیاس ہے *

+ مارٹن کے دلائل کو اُس صاحب نے حالات ہمینی کی جلد ۳ صفحہ ۲۹۵ لغایت ۵۰۳ میں بہت صفائی سے اور بہ مہارت جمع کیا ہے اس مقام میں اگر اُنکا خلاصہ بھی داخل کیا جائے تو تقریر بہت طول ماریں ہو جائے

ایک شخص ایسا فرض کرو کہ وہ خیالات مذہب سے متعلق ترقی یافتہ ہو اب اگر وہ شخص خدا کو پہچانے گا تو اُن قوتوں کو دیکھ کر جانے گا جو اُسکی قوت سے اعلیٰ اور بڑھتی ہیں اور اگر اُسکے دلیلیں ایک سکون و قرار رکھنے والے یعنی بیسوس حرکت دیوتا کا خیال بھی گذریں گی تو وہ پہچانے اُسکی پوجا کرے گا سورج کو جس سے اُسکو گرمی حاصل ہوتی ہے یا آسمان کو جسکے نادل کی گرج وغیرہ سے ڈرتا ہوگا اور جسکا اور سدھوں کی پرستش تو اور بھی نہیں کرے گا کیونکہ سدھ ہیں صرف پہلے سے مشورہ کئے ہوئے مسائل مذہبی کی پابندی کو سمجھنا چاہتے ہیں ایک قوم کی طبیعت پر پہلے اس سے کہ وہ ایسے لوگوں کو جو نہایت پابند مذہب کے ہوں خاص کر ایسی حالت میں کہ وہ اُن لوگوں کو دنیا کا حاکم یا دنیا کے مالک تک رسائی کرانے کا ذریعہ بھی نہجانتے ہو سدھ اور سنت مانے مذہب کا غایت درجہ کا اثر ہو جانا ضرور ہے *

برخلاف اسے ہندوؤں کا مذہب انسان کی خفایت اور طبیعت کے متضاد ہے موافق ہے کوئی نہ پہلے پہلے وہ تدریجی قوتوں (یعنی اک ہانی ہوا وغیرہ) کو مانے تھے اور یہاں تک ترقی کی کہ اُنکے ذریعہ سے بہکوان کو پہچان گئے اور اب آخر میں اس قدر زوال ہوا کہ ذی علم آدمی خدا کی ذات اور وحی میں شک کرنے لگے اور عوام انسانوں کو پوچھنے لگے * سنگھیا نامی حکمرانوں کے مسائل کے اصول پر بد مذہب والوں میں سے خدا کی تعریف والے فرقہ کے مسئلہ بنے ہوئے معامد ہوتے ہیں اور عام ہندوؤں کا پرانہ آدمیوں کو پوچھنا اور پہچانا نظام و نظام تیشا کرنے والوں وغیرہ کی کرنا بد مذہب والوں کے سدھوں کی پوجا کرنے کے مطابق سمجھا جاتا ہے اب ہماری رائے میں برہمنوں کا مذہب قدیم ہے اور بد مذہب آدمیوں سے اُسوقت نکالا گیا ہے جبکہ برہمنوں کے مذہب کے اعلیٰ مسائل غایت درجہ کی ترقی پر پروانچ چکے تھے *

اوپر تاریخ کے جو ان مذہبوں کے نام ہیں پہچان کرنا سکتا ہے وہ یہ ہیں جو شعلے بجائے آگ نکالے ہیں وہ بد مذہب سے اب موجود

ہیں ایسے ہی حضرات عیسیٰ علیہ السلام سے چودہ سو برس پیشتر مرتب ہوئے ہونگے اور جس مذہب کی انیسے تعلیم ہوتی ہی اُسے اُس وقت بہت بڑی ترقی پزیر ہوگئی لیکن بد مذہب والوں میں سے کوئی برا راسخ الاعتقاد بھی بد مذہب کے ابتدا کا دعویٰ حضرات عیسیٰ علیہ السلام سے ایندھزار یا گیارہ سو برس پہلے سے زیادہ نہیں کرتا اور نہایت صحیح اور سچے حالات کی رو سے وہ چھ سو برس پیشتر حضرات عیسیٰ علیہ السلام کے قائم ہوا معلوم ہوتا ہے *۔

تمام قومیں جو بد مذہب رکھتی ہیں اُس مذہب کا مفسر ہندوستان کو بتانے میں متفق ہیں † اور اس بیان میں بھی متفق ہیں کہ اُس مذہب کا بانی سکيامتی یا گوتاما ہی جو کھلا واقعہ شمال گورکھپور کا باشندہ تھا از روے ایک روایت کے وہ چھتری تھا اور بتول بعض کے ایک راجہ کا بیٹا ہندو بھی اس بیان کی تصدیق کرتے ہیں کہ وہ چھتری تھا اور سورج بنسی نسل کے ایک راجہ کا بیٹا تھا مگر یہ مختلف قومیں اُس مٹی کے ظہور کی تاریخ کے باب میں متفق نہیں چنانچہ ہندو اور ادا اور سیام اور لنکا کے لوگ اُس تاریخ کو قریب سارے پانسو برس قبل مسیح کے قرار دیتے ہیں ‡ اور اس تاریخ پر مکادا کے راجاؤں

† بلحاظ چینبیوں کے قی گنگس صاحب کی کتاب حالات قنبوں کی جلد ۴۰ صفحہ ۱۸۷ وغیرہ اور ایمل رموست صاحب کی تحریر جو روزنامہ ساران بابت نرانتیر سند ۱۸۳۱ء میں مندرج ہے اور خلاصہ اخبار مندرجہ روزنامہ ایشیاٹک کی جلد ۷ و صفحہ ۲۳۶ و ۲۴۰ اور جواب مضمون مندرجہ روزنامہ مذکور بابت ماہ آئندہ کے صفحہ ۲۴۱ کو ملاحظہ کرو اور بابت قوم منگول کے لاپررت صاحب کی تحریر مندرجہ روزنامہ ایشیاٹک کی جلد ۷ کے صفحہ ۱۸۲ اور اگلے صفحوں کا ملاحظہ کرو اور بابت لنکا کے بد مذہب والوں کے تراور صاحب کے ترجمہ مہارانسو کو دیکھو

‡ تراور صاحب کے ترجمہ کتاب مہارانسو اور نقشہ تاریخات حالات نوشتہ کرافورڈ صاحب ایچ بی دربار ادا جنکو پرنسپ صاحب نے اپنے مفید نقشہ جات کے صفحہ ۱۲۲ میں داخا کیا ہے اور پرنسپ صاحب کے نقشوں کے صفحہ ۷۷ و ۷۸ کو بھی ملاحظہ کرو

کی فہرست کے مختلف حالات سے گواہی ہوئی ہے *

برخلاف اسکے کشمیری لوگ سکيا کے ظہور کے زمانہ کو تیرہ سو بتیس برس قبل مسیح علیہ السلام اور چینی اور منگول اور جاپان والے قریب ایک ہزار برس قبل مسیح کے قرار دیتے ہیں اور تبت کے اُن تیرہ مورخوں میں سے چھٹا مشرقی حالات کے میگزین یعنی خزانہ میں حوالہ دیا گیا ہے چار مورخ دو ہزار نو سو اسیلہ اور نو سو چھ اٹھ سو پینتیس برس بطریق اوسط قبل مسیح علیہ السلام کے بیان کرتے ہیں † اور تبت کی بڑی مذہبی کتاب میں اس کلام کے مندرجہ ہونے سے کہ وہ سچا عام جو اسکا نے منعقد کی ایک سو دس برس بعد وفات بدہ ‡ کی جمع ہوئی تھی § تاریخ مذکور بالا چار سو برس قبل مسیح علیہ السلام کے ہی قائم ہوئی ہے کیونکہ ایسے ثبوت سے جسمیں کوئی حجت نہ ہو یہاں بات ظاہر ہوئی کہ اسکا کا زمانہ حیات تین سو برس قبل مسیح علیہ السلام سے کم تھا || * ایک چینی مورخ اور مورخوں سے اختلاف کر کے گونا گوا کے زمانہ کو چھ سو اٹھاسی برس قبل مسیح علیہ السلام قرار دیتا ہے * اور چینی اور جاپان والوں کی تاریخ واقعات کے نقشوں سے جانے ہو چکا سکيا کی شہرت کا زمانہ نو سو نیا نوے برس قبل مسیح علیہ السلام قرار پانا ہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ واقعہ یعنی سکيا کا دنیا میں آنا اچانا ستر کی سلطنت میں جس کا زمانہ سکادا کے راجاؤں کی فہرست میں چھ سو برس قبل مسیح علیہ السلام مندرج ہے ظاہر ہو رہا ہے *

† مختلف تاریخوں مورخوں کی قرار دی ہوئی مشرقی حالات کے میگزین کی جلد ۲ صفحہ ۱۰۶ و ۱۰۷ اور راس صاحب کی تصدیق مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۵ صفحہ ۹۲ میں ملاحظہ کرو
‡ بدہ سے مراد سکيا یا گونا گوا ہے † اور اسکا کا حال آئندہ معارف ہرگا مترجم

§ روز نامہ ایشیاٹک سوسائٹی کاتھ جلد ۱ صفحہ ۶

|| حصہ ۳ باب ۳ تاریخ ہذا کا ملاحظہ کرو

* ڈی کلینز صاحب کی حالات کتبوں کے مدرسہ کے جلد ۴۰ صفحہ ۱۶۵

یہ اختلاف اس کثرت سے ہیں کہ اس قیاس سے انکا رفع کرنا ممکن نہیں کہ وہ ایک پہلے اور دوسرے پہچلے ہدہ کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور جن شخصوں سے یہ مختلف تاریخیں منسوب کی گئی ہیں انکے نام اور انکی زندگی کے حالات کے یکساں ہونے کی وجہ سے بھی یہ قیاس درست نہیں ٹھہرتا اسلیئے ہم کو خواہ تو ہندوستان کے ہدہ مذہب والوں کو ایسے مذہب کی تاریخ سے جو انہیں قائم ہوا ناواقف اور ہندوؤں کی تواریخ واقعات کا وہ حصہ جو نہایت مستحکم اور صحیح ہی غلط ٹھہرانا چاہیئے یا یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ کشمیر یا تبت میں جہاں ہدہ کا مذہب آسکے بانی کی وفات سے گئی سو برس بعد رایج ہوا کوئی غلط واقع ہوئی ہوگی اور ان ملکوں میں سے وہ غلطی مشرقی ملکوں میں پھیل گئی ہوگی پس جو کہ پہچلا بیان نہایت غالب معلوم ہوتا ہی اسلیئے ہم ہدہ یعنی سکیا کی وفات کا زمانہ قریب پانسو پچاس برس قبل مسیح علیہ السلام بصحت تمام قرار دیکھتے ہیں *

علاوہ صریح دلیلوں کے ہدہ مذہب والوں کی اصلیت کا ہندوستان میں ہونا ان باتوں سے بھی ثابت ہوتا ہی کہ ہدہ مذہب والوں کا علم الہیات اور دیوتاؤں کا علم اور حکمت اور جغرافیہ اور علم تواریخ واقعات وغیرہ بالکل ہندوؤں کے علموں سے مطابق ہیں اور ان علموں میں جو اصطلاحیں انہوں نے برتے ہیں وہ سب شلشکرت کی اصطلاحیں ہیں یہاں تک کہ ہدہ جسکے معنی علم و فہم کے ہیں اور آدہدہ بمعنی علم مطلق مشہور الفاظ شلشکرت کے ہیں *

اس مذہب کی ابتداء ترقی کی نسبت ہم کوئی ٹھیک اطلاع نہیں رکھتے ہیں ہندوستان میں اس مذہب کی دھوم دھام اسوکا کی سلطنت میں قریب ڈھائی سو برس قبل مسیح علیہ السلام کے ہوئی + اور

+ تھور صاحب کے ترجمہ کتاب مہارائسر اور دیگر ہم مصر تہیوں کے ترجموں کو جو روز نامہ اشیاک سرسیتی باپت فیوری سنہ ۱۸۳۸ ع میں مندرج ہیں ملاحظہ کر

اسوٹا کے واعظوں نے اس مذہب کو اسی صدی کے اخیر میں لٹکا میں رائج کیا *

غالباً ناٹار اور دہت میں وہ اس زمانہ سے پیشتر مروج ہوا لیکن چین میں سنہ ۶۵ ع تک جبکہ وہ ہندوستان سے وہاں سیدھا گیا رائج نہیں ہوا اور سنہ ۳۱۰ ع تک ہندوئی دائم نہیں ہوا *

اور اس مذہب کے زوال کا حال اُسکی اصلیت کے مقام یعنی ہندوستان میں ایک چینی سیاح نے لکھا ہے جو بعد مسیح کے پانچویں صدی کی ابتداء میں تیرتھ کرنے آیا تھا کہ اس سیاح نے بدھ کے مذہب کو اُس ملک میں جو چین اور ہندوستان کے درمیان میں ہی ترقی کر پایا لیکن پنجاب میں کچھ زوال ہو اور گنگا جمن کے کنارے کے ملکوں میں نہایت زوال کی حالت میں دیکھا چنانچہ کبلا جو بدھ کا مولد تھا وہاں اور بہار اور ایسا بیان ہو گیا تھا کہ آج کل کوئی شخص کاشت بھی نہ کرتا تھا اور مذہب بدھ کا لٹکا میں عین شباب ہو تھا لیکن ہزار جزیرہ چار میں مروج نہیں ہوا تھا جس میں سے بہہ چاندی گذر کر براہ تری چین کو واپس گیا *

بعد اُسکے بدھ کے مذہب نے ہندوستان کے بعض حصوں میں بہر عظمت حاصل کی آخر اُس مذہب کے معتقدوں کو شک دینے اور خارج کرنے میں کمربلا تو کامیاب نہوا مگر انہوں نے انہوں میں بعد مسیح کے شکر اچا رجا نے آنکر نایل کیا اور ایذا دی اور غالباً دکن میں سے مار کر نکال دیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اُسکے معتقد سنہ ۸۰۰ ع میں

† ۳۰۷ برس قبل مسیح علیہ السلام سے — تہذیب صاحب کے ترجمہ تہذیب سوالر کے دیباچہ کے صفحہ ۲۹ و مباحثہ دیگر نو دیباچہ

‡ ڈی گلنر صاحب کے حالات تہذیب کے مدرسہ کی جلد ۳۰ صفحہ ۱۵۱ و ۱۵۲ اور تاریخات قوم ہند کی جلد ۱ صفحہ ۱ و ۲۲۵ و ۲۲۶

§ در نامہ راجا ایراتک سریشی امیر ۱ صفحہ ۱۰۶ و میر شہرنا صفحہ ۱۲۶

ہندوستان خاص کی سلطنت پر قابض تھے اور سنہ ۱۱۰۰ ع + تک ہمارے
میں انکا فرقہ بڑا غالب اور ممتاز تھا اور گجرات کے شمال میں سنہ ۱۲۰۰ ع
تک رائج رہا * †

معتقد اس مذہب کے اب ہندوستان میں جا بجا موجود نہیں
لیکن لنکا میں انکا مذہب قائم اور برقرار ہے اور گنگا کے کنارے کے صوبجات
کے شمال و مشرق کے بعض پہاڑی اضلاع میں اب بھی رائج ہے بدھ مذہب
برہما اور نسبت اور سیام اور ان تمام ملکوں میں بھی جو مابین ہندوستان
اور چین کے واقع ہیں رائج ہے ۴۰۰ ملک چین میں بہت غلبہ رکھتا
ہے اور چینی اور روسی ناٹار کے بڑے حصہ میں پھیلا ہوا ہے پس یہ
کلام صحیح اور بجا ہے کہ یہ نسبت کسی اور مذہب کے معتقدوں کے
اس مذہب کے معتقد بہت زیادہ ہیں *

چین مذہب کی ابتدا سنہ ۶۰۰ یا سنہ ۷۰۰ ع میں معلوم ہوتی
ہے اور سنہ ۸۰۰ یا سنہ ۹۰۰ ع میں اسکو شہرت حاصل ہوئی اور سنہ
۱۱۰۰ ع میں نہایت اعلیٰ درجہ پر پہنچ گیا اور سنہ ۱۲۰۰ ع کے
بعد اسکو زوال ہوا ‡ اس مذہب کے معتقد جن مقاموں میں کثرت سے
تھے وہ مقام دکھن کے جنوبی حصہ اور گجرات اور ہندوستان خاص کے
مغرب میں معلوم ہوتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ گنگا کے صوبوں میں
انکو کبھی بہت سی کامیابی حاصل نہیں ہوئی *

معلوم ہوتا ہے کہ برہمنوں نے انکو ہر ایک مقام پر خصوصاً دکھن
میں کئی مرتبہ ستایا اور مغلوب کیا || چین مذہب والے اب بھی بہت
† پروفیسر ولسن صاحب کی تقریر مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۷

صفحہ ۲۸۲

‡ آر سٹائین صاحب کی تقریر مندرجہ کتاب حالات ہندی جلد ۲ صفحہ ۵۴۳
معہ کینیڈی صاحب کی شرح کے
§ پروفیسر ولسن صاحب کی تقریر مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۷
صفحہ ۲۸۳

|| پلانٹن صاحب کی کتاب کے جلد ۱ صفحہ ۸۱

کثرت سے خاص کر راجپوتانہ اور کجرات اور کنارہ میں ہیں اور وہ لوگ عموماً دولت مند اور تاجر ہیں اور اکثر انہیں سے سافرکار ہیں اور ہندوستان کی تجارت کی دولت یعنی سرمایہ کا ہر حصہ ان کے قبضہ میں ہی ہے + *

پانچواں باب

حکومت کے موجودہ حالات کا بیان

حکومت پر منو نے کچھ لکھنے کا ارادہ نہیں کیا البتہ کہیں کہیں اس کے مجموعہ کے پہلے باب میں اتفاقاً بیان اس مضمون کا آیا ہے لیکن منو سے پہلے زمانہ کے ہندوؤں نے اس مضمون پر بڑی توجہ کی ہے اس لیے ہندوؤں کی ذہانت اور خصلت کے بیان میں ان کے حکمت کے ذکر کرنے سے ہم باز نہیں رہ سکتے *

یہ بات ظاہر ہے کہ منو کے مجموعہ قوانین کے پہلے باب سے منو کا اعتقاد مذہبی ظاہر ہوتا ہے اور اس کے مجموعہ کے قوانین کے برخلاف جو مختلف زمانوں کے بنے ہوئے معلوم ہوتے ہیں اس باب سے غالباً لوگوں کی وہ ہی رائیں ظاہر ہوتی ہیں جو اسی کے زمانہ میں موجود تھیں *

اس پہلے باب میں خدا تعالیٰ اور روح کی خاصیت اور پیدائش اور علم طبیعات اور الہیات کے سوا اور باتوں کا تذکرہ استدر کم ہے کہ اس سے یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آیا حکیموں کے ذہن اُس زمانہ میں ایسے ہی تھے جیسے کہ اب ہیں لیکن دقیق مضمونوں پر اس طرح سے اشارہ کرنے سے کہ گویا لوگ اُن سے پہلے ہی سے واقف تھے اور ایسی اصطلاحوں کو جنکو حکما اب بھی استعمال کرتے ہیں اس طرح پر کام میں لائے سے کہ گویا لوگ اُنکو بخوبی سمجھتے تھے ثابت ہوتا ہے کہ مباحثوں کے اُن اصولوں سے جنہر ہندوؤں

+ ڈاک صاحب کی کتاب راجستان جلد ۱ صفحہ ۵۱۸ اور پرنسپل صاحب کی تیسری مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۷ صفحہ ۲۹۲ اور بکائن صاحب کا سیاست نامہ جلد ۲ صفحہ ۱۹ و ۷۶ لغات ۱۳ و ۱۲۱ و ۲۱۰

کی مختلف قسموں کی حکمت قائم ہوئے ہندو پہلے سے بخوبی واقف تھے *

حکیموں کے چھ بڑے فرقوں کا بیان

ان فرقوں کے مسائل کی تحقیق کرنے سے حکمت کی حالت موجودہ بخوبی معلوم ہو جاوے گی *

ہندوؤں میں حکیموں کے چھ قدیم فرقے ہیں جنکے مسئلوں کو لوگ تسلیم کرتے ہیں انہیں سے بعض فرقے برہمنوں کے مذہبی مسائل سے اختلاف کرتے ہیں اور بعض فرقے اگرچہ مذہب مقدولہ کے عام پابند ہیں مگر انکی ایسی ایسی رائیں ہیں کہ وہ بید میں نہیں پائی جاتی ہیں *

کالبروک صاحب نے ان فرقوں کی ترتیب منسلہ ذیل طریق پر قرار دی ہے *

اول پہلا فرقہ میمان سا جسکی بنیاد جیمینی نے ڈالی *

دوسرا پچھلا فرقہ میمان سا یا بیدانتا جسکا بانی بیاس کو بتاتے ہیں تیسرا نیانی یعنی گوتاما کا منطقی فرقہ *

چوتھا کناد کا وہ فرقہ جو یہہ اعتقاد رکھتا ہے کہ دنیا کی چیزیں ایسے ذروں سے بنی ہوئی ہیں جنہیں از خود حرکت کرنے اور جمع ہو جانے کی قوت موجود ہے *

پانچواں کبلا کا دھرمہ فرقہ *

چھٹا پٹنجالی کا خدا پرست فرقہ *

پچھلے دو فرقے بہت سی باتوں میں متفق ہیں اور سنگیا کے عام نام سے مشہور ہیں *

اس تقسیم سے حکمت کا موجودہ حال بخوبی نہیں معلوم ہوتا ہے چنانچہ پہلا فرقہ میمان سا کا تذکرہ کرنے کے دن کی تعلیم علانیہ اس نظر سے کرتا ہے کہ بیدوں کے مطلب سمجھنے اور شرح کرنے میں اس سے مدد

ملے اور اس لحاظ سے یہ فرقہ فقط نکتہ چندانوں کا ہی اور اس فرقہ کا جو یہ مقصد ہی کہ جو فرایض بیدوں میں مقرر ہیں اُنکی تحقیقات کرے اس واسطے اُسکا کام خالص مذہبی کام ہی اور حکمت کے فرقوں میں شمار ہونے کا مستحق نہیں برخلاف اسکے باقیماندہ فرقوں کی مختلف شاخیں ہو گئی ہیں کہ ہر ایک انہیں سے علیحدہ فرقہ سمجھ جائے اور تعداد اصلی ہر زیادہ کیئے جانے کی مستحق ہی ان انواع انواع کے فرقوں کی حکمتوں کے تمام اختلافوں کا بیان کرنا ہمارے مطالب کی برخلاف ہی اسلیئے چھ بڑے فرقے مذکورالصدر میں سے دو نہایت متفق فرقوں کا مختصر حال اور باقی فرقوں کی منجمل کیفیت لکھنا ناظرین کے دل پر اُس ترقی کا خیال نقش پذیر کرنے کے واسطے کافی ہوگا جو ہندوؤں نے حکمت میں کی تھی *

یہ دو فرقے جنکا ہم مختصر حال دریافت کرنا چاہتے ہیں سنکیا اور بیدانتا ہیں پہلا فرقہ کہتا ہے کہ مادہ ہمیشہ سے ہی اور ہمیشہ رہتا اور اس فرقہ کی اعلیٰ شاخ خدا کے وجود سے منکر ہی اور دوسرا فرقہ تمام چیزوں کا مندرج یا پیدا کرنے والا خدا کو مانتا ہے اور اس فرقہ کی ایک شاخ مادہ کے وجود سے منکر ہے *

تمام ہندوستان کے دھرم اور خدا پرست حکیموں کے فرقوں کا منشا ایک ہی ہی یعنی اعلیٰ درجہ کی خدائی یا اراکوں اور تمام جسمانی بار اور تکلیفوں سے آزادی حاصل کرنے کے طریقوں کا سکھانا ہے *

بیان حکیموں کے دھرم اور خدا پرست فرقوں کا جو

سنکیا کے مشترک نام سے مشہور ہیں

علم کا مقصد

یہ فرقہ جیسا کہ ہم سابق میں بیان کرچکے ہیں دو شاخوں میں منقسم ہے ایک دو پہلا والے شاخ جو خدا سے منکر ہے اور دوسرا

تیسرے معرفت جسٹا سید علم و ادراک ہی اور آسنا نام اپنا جان
لہنا یعنی یقین کرنا ہی کہ میں ہوں *

چار سے آٹھ تک معرفت پانچ اصلوں یا چیزوں یعنی حواس کا مخرج
ہی پھر پانچوں عناصر کے خالق ہیں + *

نو سے اونیس تک معرفت گیارہ آلات حواس و حرکت کا بھی مخرج
ہی + جنہیں سے دس مخصوص ہیں پانچ تو آٹھ حواس خاصہ کے یعنی
ناک کان آنکھیں وغیرہ اور پانچ آٹھ حرکت کے یعنی ہاتھ پاؤں زبان وغیرہ
ہیں اور گیارہواں آٹھ غیر مخصوص یعنی ارادہ ہی جو حواس و حرکت
دونوں کا ذریعہ ہی * *

بیس سے چوبیس تک ان پانچ اصلوں سے چار چار سے آٹھ تک
بیس ہرٹیں پانچ عنصر نکلتے ہیں (یعنی معلوم ہونے ہیں) خلا ہوا اک
پانی مٹی * *

پچیسواں اصل روح ہی جو نہ خود متخارق ہی اور نہ خالق اور
وہ ایسی ہی ہے جس پر قدرت اور وحدت دونوں کا اطلاق ہوتا ہی را
صاحب ادراک اور غرض ادراک ہی حالت پر اور غیر مادی ہی * *

اجسام ذی روح کی بناوت

قدرت کا دشیاں اور تصور کو کہ اور پھر قدرت کے نصبت سے آزادی
حاصل کرنے کے لئے روح اور قدرت کا اجتماع ہونا ہی اس اجتماع سے
پیدائش جو حقیقت میں ظم و ادراک اور اور اشیاں کا طور ہی رزم
میں آتی ہی روح کی خواہش لطافت و لذت اور ہوا یا آزاد ہوجانا ہی

+ لہذا خالق سے عناصر کا پیدا شدہ نہ سمجھنا چاہئے بلکہ انکے ایسی اصلیں
جانتا چاہئے جیسے ہم پانچوں عناصر اور ذرات پرستے ہیں سنگ آواز اصل ہے نہایت
لطیف اور نازک ہوا کی (یعنی آواز باعث برائت ہونے آس ہوا کی ہی) اور پھر اٹا
شاک کی (یعنی ہر سبب معاروم ہونے خاک کی ہی) پوروس دکن صاحب کی تلبہ
سلکھا کریتا پر

+ معرفت آلات حواس و حرکت کا مخرج کسی شرح نہیں ہرکستی شاید مخرج
ہونے سے مراد ہی نہ معرفت ہے ہی یہ آلات بھی ذرات ہوتے ہیں مگر

اس ہر ایک مطلب کے پورا ہونے کے لیے اُسکو ایک لطیف جسم جو علم و ادراک اور معرفت اور ارادہ اور آلات حس و حرکت اور اصول عناصر یعنی جو اس شخص سے مرکب ہی عطا ہوا ہی یہہ لطیف جسم غیر محدود اور غیر متبدل اور خیالات سے اثر پذیر ہوتا ہی لیکن لطیف اوتھانے کی قابلیت اسوقت تک اُس میں نہیں ہوتی ہی کہ ایک کثیف جسم جو عناصر سے ترکیب پایا ہوا ہو اُسکے ساتھ متعلق نہوجاوے اور وہ بھی انسان کا بدن ہی جو قابل فنا ہی *

یہہ لطیف جسم بہ نسبت اس کثیف جسم کے زیادہ دیر پا ہی اور اوگرن کے وقت پھر میں روح کے ساتھ رہتا ہی + *

ایسی جسمانی پیدائش کی جسمیں روحیں کثیف جسموں سے تعلق رکھتی ہیں چودہ درجہ ہیں جن میں سے آٹھ تو انسان سے اعلیٰ اور برتر ہیں اور پانچ ادنیٰ اور کمتر ہیں *

برتر درجہ میں دیوتا اور اور روحیں جنکو ہندو مانتے ہیں شامل ہیں اور کمتر درجہ میں حیوانات مطلق اور نباتات اور جمادات داخل ہیں + *

علمی پیدائش کا بیان

علاوہ کثیف اور لطیف جسمانی پیدائش کے جو مادی کائنات سے متعلق ہی سنکیا ایک علمی متعلق بھی قائم کرتا ہی جو علم کے عشق اور خیالات اور قوا سے مرکب ہی *

اس متعلق کی چار قسمیں ہیں ایک تو ادراک کی روکھیرالی دوسری اُسکی ناتھ کرنیوالی تیسری رضامند کرنیوالی چوتھی قسم کامل

+ کالبروک صاحب کی تفسیر مندرجہ حالت رایل ایڈوائس سوسائٹی جلد ۴

صفحہ ۳۲

+ ایضاً

ایضاً

صفحہ ۳۳

کونیوالی ادراک کی ہے + *
 سلکیا فرقہ کے حکیم مثل اور ہندوستانی حکیموں کے تصور کی ہیں
 صفتوں یا صورتوں پر زیادہ ترجیح دیتے ہیں اور وہ نور اور جذبہ اور طلسم
 ہیں وہ کہتے ہیں کہ تمام موجودات ذی روح اور غیر ذی روح پر افکار معلوم
 ہوتا ہے مثلاً نور کی وجہ سے آگ کا شعلہ بلند ہوتا ہے اور انسان کے جسم میں
 نیکی اور خشوع پیدا ہوتی ہے اور جذبہ سے ہوا میں زور شور اور آدمیوں
 میں بدی ظہور میں آتی ہے اور طلسم سے ہاتھ اور مٹی پستی کی طرف
 مائل ہوتی ہے اور انسان کے دل میں رنج و انسودگی پیدا ہوتی ہے
 قدرت کی ان صفتوں سے ایسی آتھ ہائیں نکالی ہیں جو ادراک سے متعلق
 ہیں اور انہیں ایک دوسرے کی ضد میں یعنی ایک جانب میں تو
 نیکی علم اعتدال اختیار اور انکی مقابلہ میں بدی جہل ہے اعتدالی معجزہ
 ہیں انہیں سے ہر ایک کی تفصیل کی گئی ہے چنانچہ اختیار کی آتھ
 قسمیں ہیں ستیا حکیموں کے فرقہ کی رائےں جو انکی مسائل کے طور پر
 ہونے اور بیان کیں ہیں وہ انکی کتابوں میں نہایت مدلل اور مشروح

+ ان چار قسموں کی تہہ بہہ وسیع ہے کیونکہ بڑی بڑی پیمائش نعلیں
 ایسی ہی ہیں جنکی اور تہہ بہہ سے تقسیم ہو تقسیم کی گئی ہے ہم اسے تہہ
 میں متعلق ذیل ایک نمونہ نقل کرکے صاحب کی تصدیق میں سے نقل کرتے ہیں جو
 نہایت اجمال کے ساتھ انہوں نے لکھا ہے

اول موانع ادراک کے قطعی وہم جذبہ خفاہت خوف ان سب کا بیان جداگانہ
 یا شہدہ نعلوں میں کیا گیا ہے

دوسری قسم نائن کرتے والی ادراک کی انوائس قسمیں قائم کی ہیں جنکا نامہ
 حواس کے آلات میں کسی قسم کا غلط اچانا ہوتا ہے

تیسری وہاں کوفے والی قسم کے نوعے ہیں اور یہ سب کار و بار سے انسان
 کے بالکل معدل مروجانے یا کچھ ٹھوڑا سا مشغول رہنے سے متعلق ہیں جس سے
 نجات یا کامل درجہ کی آمایش حاصل ہوتی ہے

چوتھی وکرات کی کامل کونیوالی قسم کی آتھ قسمیں ہیں جنہیں سے تین پرانی
 کی روکنے والی اور پانی پانی یہ ہیں یعنی تقریر اور زبانی نصیحت اور تفصیل اور
 تعلق انہیں اور سہیت سے اور صفائی شاعر و باطن کی

مندرج ہیں کالبروک صاحب نے چند دلیلیں اور تقریریں اُن حکیموں کی بطور نمونہ کے لکھی ہیں اُنہیں نقص جیسا کہ ایسی حالتوں میں ہوا کرتا ہی یہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ حکیم نہایت نازک خیالی اور تدقیق کے درپے تھے + *

عام رائے سنکیا حکیموں کے مسئلوں پر

سنکیا حکیموں کے تاعدوں کا منشاء معلوم کرنے سے چند اُنکے موجودوں نے ایسی عجیب صنعت اور بناوت سے ایجاد کیا ہی جسکے سبب سے کسی قدر تاریک ہو گئے ہیں ارل ہسکو یہ خیال آتا ہی کہ اگرچہ یہ فرقہ خدا کا منکر اور مادہ کو ماننے والا ہی لیکن اُس فرقہ کے عقائد سے بہت ملتا جلتا ہی جو کل اشیا کا استخراج روح کو قرار دیتا ہی مثلاً سنکیا فرقہ کے عقاید یہ ہیں کہ قدرت سے علم اور علم سے معرفت اور معرفت سے حواس اور لطیف احوال عنصروں کے ہوئے اور ان عنصروں سے خود کثیف عنصر نکلے ہیں پس اس سلسلہ سے یہ ظاہر ہی کہ اگرچہ مادہ کو قدیم مانا گیا ہو سکتا ہی صورتیں روح سے مشتق ہوئیں اور کوئی وجود اُنکا احاطہ ادراک سے خارج نہیں ہی *

لیکن اس فرقہ کا اصل عقیدہ جو ان مذکورہ لفظوں سے ہادی النظر میں سمجھ میں آتا ہی نہیں ہی حقیقت میں اُنکا اعتقاد یہ ہی کہ قدرت کی صفت ذاتی یہ ہی کہ وہ جملہ اصولوں کو بتدریج ظہور میں لاوے اور روح کا ذاتی وصف یہ ہی کہ وہ اُن کو قدرت کا علم حاصل کرنے کے ذریعوں کے طور پر کام میں لے لے اگرچہ ان دونوں باتوں کا منشاء واحد ہی مگر اصلیت میں جداگانہ ہیں قدرت اور روحیں قدیم ہیں اگرچہ ہر ایک روح ادراک اور تمام اُن چیزوں کے ساتھ تعلق رکھتی ہی جو قدرت سے پیدا ہوئیں ہیں لیکن اُنکے ظہور میں کچھ دخل نہیں رکھتی روح اصل ادراک سے جو خاص قدرت کی پیدائش ہی کچھ علاقہ نہیں

+ کالبروک صاحب کی تصنیف کتاب حالات راجا ایشیا تک سرسبھتی جلد ۱ صفحہ ۳۳ لغایت ۳۷

رکھتی بلکہ وہ اس ادراک کے ساتھ واسطہ رکھتی ہے جو اصل ادراک سے پیدا ہوا ہے *

پیداہی کے وقت روح کو ایک لطیف جسم + ملتا ہے اور اس کے اوپر ایک کثیف جسم اور زیادہ کیا جاتا ہے جبکہ روح اور مادہ کے آپس میں اس طرح رشتہ مستحکم ہو جاتا ہے تو بدرونی محسوسات کو آلات جسمانی روح تک پہنچاتی ہیں قوت مدركہ محسوسات کی اطلاع کو جمع کر کے معرفت تک پہنچاتی ہے اور معرفت اونسے انسان کو آگاہ کرتی ہے اور ادراک اس سے نتیجے نکال کر ایسا علم حاصل کرتا ہے جس تک ہواس کو رسائی نہیں ہوتی + غرضکہ روح بازیگر کی مانند نہیں بلکہ ایک تہ شالی کی طرح سب کچھ دیکھتی ہے *

روح کی مثال آئینہ کی سی ہے کہ اس میں ہر قسم کی شے کا عکس پڑتا ہے مگر کوئی تہ والی نہیں آتی اس طرح روح سب کچھ معلوم کرتی ہے مگر اس میں اثر کسی شے کا نہیں ہوتا + جبکہ روح قدرت کو بالکل دیکھ اور سمجھ چکتی ہے تو کام آگیا پورا ہو جاتا ہے اور اسکو نجات حاصل ہو جاتی ہے اور قدرت اور اس مفرد روح کے آپس میں جو تعلق ہوتا ہے وہ بالکل فنا ہو جاتا ہے بقول ان حکماء کے قدرت ایک بازیگر کی طرح اپنے آپ کو بخوشی ظاہر کرتی ہے اور جب اسکو اچھی طرح دیکھ لیا جاتا ہے تب منہ چھوڑتی ہے اور روح کو نجات کا درجہ حاصل ہو جاتا ہے *

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ قدرت کے کار و بار میں روح کو کچھ مداخلت نہیں اور اس کے کسی کام میں روح کے ہونے کی کچھ ضرورت نہیں ہے چنانچہ محسوس ہونا اور معرفت اور مباحثہ اور تجویز روح کے ہونے

+ کابیری صاحب کی تقریر مندرجہ حالات وایاں ایشیا تک سوسٹیتی جلد ۱

صفحہ ۳۰

صفحہ ۳۱ و ۳۲
صفحہ ۳۲

ایشا
ایشا

+ ایشا
ایشا

کی حالت میں بھی بدستور جاری رہینگے علاوہ اس کے یہ سب کام روح کی نجات کے واسطے انجام پاتے ہیں حالانکہ روح ابتدا میں بھی ایسی ہی آزاد تھی جیسے کہ بعد نجات کے ہوگی غرض کہ ہو حالت میں روح ایک مد فصول میں داخل رہتی ہی اس سے یہ خیال آتا ہی کہ کیلا نے بھی روح کے رجوع اور نجات کا اقرار ان ہی لفظوں میں کیا ہی جنہیں اہلبیورس حکیم اس خیال سے اپنے ہمعصوروں کے دیوتوں کو تسلیم کرنا تھا کہ صریح انکار سے لوگوں کے مذہبی تعصبوں کو اشتعالک نہ ہو۔ *

سنکیا فرقہ کی دونوں شاخوں دھریہ اور خدا پرست

کے مسائل مختلفہ کا بیان

ابتدائے جو مسئلے بیان ہوئے وہ دونوں فرقوں کے مشترک مسائل تھے لیکن جیسا کہ بیان ہو چکا ہی کیلا روحوں کو جداگانہ تسلیم کرنے اور ادراک کر باعث ظہور مادہ یعنی پیدائش کا سبب قبول کرنے کے علاوہ کسی ایسے مادے یا روحانی وجود مطلق کا اقرار نہیں کرتا جسکی موصی سے تمام کائنات عدم سے وجود میں آئی ہی † *

برخلاف اسکے پتہنچالی کا عقیدہ ہی کہ اور سب روحوں سے علیحدہ ایک روح ہی جسپر ان برائیوں کا کچھ اثر نہیں ہوتا جنکی تاثیر سے اور روحیں میرا نہیں ہیں اور وہ روح بری ہلے کاموں اور انکی نتیجوں اور دھم و خیال سے پاک ہی اور وہ ایسی روح عالم الغیب ہی جسپر محدودیت معنای اور زمانی کا کسی طرح اختلاق نہیں آتا ہی یہی روح ذات بارہتہالے ہی جو احکم الناکہین ہی ‡ *

ان دونوں گروہوں کا طریق ان کے ان خاص عقیدوں سے قائم ہوتا ہی دونوں کے نزدیک تمام علم کا مقصد روح کا تعلقات مادہ سے نجات پانا ہی جو دھیان کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہی *

† حالات راجا ایشیاک سرسٹیتی جلد ۱ صفحہ ۳۷

‡ حالات راجا ایشیاک سرسٹیتی جلد ۱ صفحہ ۳۷

علاوہ اسکے خدا پرست عبادت بھی قائم کرتے ہیں اور اس عبادت سے انکے دھیان کے مضمون تجویز ہوتے ہیں دھرم فرقہ ارادہ اور مادہ کے دقیق اور مشکل مضمون پر بحث و مباحثہ کرتا ہی اور خدا پرست فرقہ اپلا تمام وقت ریاضت میں صرف کرتا ہی یا وہ بالکل منحہ اور مستغرق ہو کر تعلقات دنیا سے متنفر ہو جاتا ہی اس سے اسکی طبیعت میں صاحب اسرار ہونے کا خبط اور جنون پیدا ہو جاتا ہی جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتا ہی سنکیا کے اس فرقہ پر اس خصالت نے ایسا غلبہ کیا ہی کہ وہ اسکے سبب سے سب کی نظروں سے گر گیا ہی *

ہائنچالی کی کتاب میں جو اس خدا پرست فرقہ کے مذہبی عقاید کی اصل متن ہی جسمانی اور روحانی ریاضتوں کی کامل ہدایتیں مندرج ہیں چنانچہ اُس میں لکھا ہی کہ نال نال صورتوں کے دھیان میں بالکل قلوب جاؤ اور جس نفس کو اور حواسوں کو معطل کر کے معینہ طریقوں پر باستقلال تمام قائم رہو ایسی ریاضتوں سے سرتاسر کو زمانہ گذشتہ اور استقبال اور منحنی یا دور دراز کی شی کا علم ہو جاتا ہی چنانچہ اوروں کے خیال اُسکو معلوم ہو جاتے ہیں اور طاقت کی سی طاقت اور شی کی سی جرأت اور ہوا کی سی سرعت حاصل ہو جاتی ہی ہوا پر اُرتا اور پانی پر چلتا اور ہاتھ میں اُرتو جاتا ہی اور ہلک مارنے میں تمام کائنات کا حال جان لیتا ہی ان خرق عادات کے حاصل کرنے کے واسطے بعض شخص وہ ریاضتیں کرتے ہیں جو نہایت اعلیٰ درجہ کی خورشی یعنی حصول بہشت کے لئے کرنی چاہئیں اور بعضے بجائے اصل خرق عادات کے فریب اس نیت سے کرتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو ایسی عجائبات دیکھا کر مستحیر کریں جنکے دیکھنے کا اُنکے پاس بجز فریب کے اور کوئی ذریعہ نہیں ہوتا ہی *

جوگیونکا کا بیان

انسان کے قبضہ قدرت سے جو باتیں باہر ہیں اُن تک رسائی حاصل کرنے کے ارادہ کرنے والوں کی اعلیٰ قسم اچھے سادہ سنتوں میں اور فریم

درجہ کی قسم نہایت ذلیل فقیروں میں اب بھی موجود ہی ان دنوں
قسموں کے لوگ جو گئی کہلاتے ہیں اور جو گئی ایک اصل فرقہ کا نام تھا یہ
نام ایسے لفظ سے لیا گیا ہے جس کے معنی ترک دنیا کر کے دھیان میں
لگے رہنا ہیں † *

پچھلے ممانسا یا بیدانتی فرقہ کا بیان

اس فرقہ کی بنیاد بیاس جی سے جو ہند کے مشہور مولف قریب
چودہ سو برس قبل مسیح کے تھے میں منسوب کرتے ہیں غالباً اس
معلوم ہوتا ہے کہ اُس مولف نے گو وہ کوئی کیوں نہ ہو اُن تالیفوں کے
منشاء اور ضروری مسئلوں پر ایک رسالہ لکھا ہے لیکن کالبروک صاحب
کی یہ رائے ہے کہ باقی پانچ فرقے اس سے پہلے کے ہیں بلکہ چین اور
بدھ مذہب کے فرقوں سے بھی یہ فرقہ لیا گیا ہے اس لیے جس کتاب میں
اس فرقہ کے مسائل اور عقائد کا بیان مندرج ہے چھ سو برس پیشتر
حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے نہ لکھی گئی ہوگی † *

اگرچہ اس فرقہ کے عقیدوں اور مسئلوں کی امداد عقلی دلیلوں
سے کی گئی ہے لیکن یہ فرقہ دعویٰ کرتا ہے کہ ہمارے مسئلوں کی
بنیاد بیدوں پر ہے اور اُن کے تدوین میں بیدوں کا حوالہ دینا ہی اس فرقہ کی
وجہ سے بہت سے رسالہ آج کی تفسیروں اور تفسیروں کی تفسیروں کے

† سنکیا فرقہ کا مذکورہ بالا بیان زیادہ تر کالبروک صاحب کی تحریر مندرجہ
حالات رائل ایشیائیک سرسٹیٹی جلد ۱ صفحہ ۱۹ لغایت ۴۳ میں سے لیا گیا ہے
دہریہ فرقہ کیلئے اصلی متن کا ترجمہ جسکو کالبروک صاحب نے اول مرتب کیا وہ
اب چھپا ہے اور اُس کے ساتھ ایک اُس متن کی تفسیر کا ترجمہ جو شکرت میں
تھی اور پروفیسر ولسن صاحب کی ایک بہت عمدہ تفسیر اُس متن کی چھپی ہے اور
اکسفورڈ کی یونیورسٹی کے لکچروں میں سے سب سے آخر مصنف کے لکچروں کے صفحہ
۱۲۹ و ۵۲ میں بھی سنکیا کے مسائل پر مشرح رائے چھپی ہے ان کتابوں سے میں نے
اپنے اُس بیان کے درست اور صحیح کرنے میں کوشش کی ہے جو سنکیا فرقہ کا کیا ہے
† کالبروک صاحب کی تحریر مندرجہ حالات رائل ایشیائیک سرسٹیٹی جلد ۲

گزشتہ نو سو برس میں تصنیف ہوئی ہیں ان مفسروں کے انتساب سے کالہروک صاحب نے اس فرقہ کے حالات لیکر لکھے ہیں لیکن اس باعث سے کہ اُس میں قابل بحث اور ایسے مضمون بھی لکھے ہیں جنکا عقلی ثبوت دینے کے بجائے اصل متن پر حوالہ کیا گیا ہی یہ نسبت اور فرقوں کے حالات کے زیادہ تر تاریک ہیں *

ہستی مطلق صرف خدا کی ذات ہی

اس فرقہ کے اول درجہ کے مسئلہ یہ ہیں کہ خدا عالم الغیب اور قادر مطلق ثالثات کی فنا اور بقا اور ہستی کا باعث ہی اور خلقت اُسکی مرضی کا ایک نام ہی اور دنیا کا خالق اور مادی باعث اُسکی ذات ہی بقول شاعر * بخود کورہ و بخود کورہ گر و بخود کل کورہ * اور بعد تکمیل کے ہر شی اُسکی ذات میں فنا ہو جاتی ہی اور وہی وجود مطلق موجود اور کل عالموں کی روح ہی † *
مہر و روحیں اُسکی ذات کے اجزا ہیں جو اسطرح اُس سے علیحدہ ہو کر پھر اُس میں شامل ہو جاتی ہیں جسطرح آگ کے شعلہ میں سے شوارہ نکل کر پھر اُس میں ملتجاریں *

روح خدا کی ذات کا ایک جز ہونے کے سبب غیر فانی اور غیر مستعد اور مادی اور عالم اور صاحب اختیار ہی *

اگرچہ سارن و توار اُسکی قدرتی حالت ہی مگر سرعت اور حرکت کی قابلیت بھی اُس میں ہی اعلیٰ ہستی نے جیسا کہ پہلے سے ارادہ کر رکھا تھا اُسکو قابل حرکت بنایا اور اپنے ارادوں کو ایسے بے انتہا سینوں کے سلسلہ کے ساتھ جسکی ابتداء نہیں ظاہر کر رہا ہی † روح جسم میں اسطرح بند ہی جیسے کوئی شی ایک غلاب یا ڈبی غلابوں میں ہوئی ہی اول غلاب اُسنا علم و ادراک معہ حواس خمسہ کے ہی اور دوسرے

† حالات رائل ایشیائیک سوسائٹی سنہ ۲ صفحہ ۲۳

ایضاً

ایضاً

ایضاً

غلاف ارادہ نیرا جس د حرکت کے آلات ہیں ان تینوں کا ایک لطیف جسم بنتا ہی جو روح کے ساتھ اراکوں میں رہتا ہی *

چوتھا غلاف یہہ کثیف جسم ہی + باعتبار جسم کے روح کی حالتیں یہہ ہیں کہ جب انسان بیدار ہوتا ہی تو وہ متحرک اور ایک اصلی اور حقیقی خلقت سے تعلق رکھتی ہی اور خراب خیال کے حالت میں ایک وہمی اور متجازی خلقت سے سروکار رکھتی ہی اور خوب غافل سونے کی حالت میں خدا کی ذات سے لپٹی ہوتی ہی مگر اُسے وصل نہیں ہو جاتی ہی بعد وفات کے وہ اس جسمانی ڈھانچے سے کنارہ کر لیتی ہی + بعد اُسکے وہ جرم قدر میں جانی ہی اور وہاں اُسکو ایک ایسی رقیق جسم ملتا ہی اور مینہہ کی صورت میں ہوتی ہی جسکو کوئی نباتات جذب کر لیتی ہی پس بذریعہ غذا کے کسی حیران کے بچہ کے قالب میں پڑ جانی ہی گ اور اپنے اراکوں کے پورا کرنے کے بعد جسکی مدت روح کے افعال پر منحصر ہوتی ہی نجات حاصل کرتی ہی *

نجات کی تین قسمیں ہیں ایک تو کامل یعنی تعلقات جسمانی سے میرا ہو کر روح کو تجرد حاصل ہو جاوے جسکے بعد وہ برہما کی ذات میں جذب ہو جاتی ہی دوسرے نجات ناقص جسمیں روح صرف برہما کے مسکن تک پہنچ سکتی ہی تیسرے اس سے بھی کم یعنی یہہ کہ روح انسان کی حالت زندگی ہی میں بعض صفتیں برہما کی حاصل کر لیتی ہی اور روح میں استعداد حظ اٹھانے پر مائل اور راغب ہونیکی ہی افعال اور حرکات کرنے پر اسادہ ہونیکی نہیں پہنچائی تو قسم کی نجات بلدان اور معینہ تاریفوں پر نہایت استغراق کے ساتھ دھیان کرنے سے حاصل ہو جاتی ہی *

+ حالات ایشیا ایک سوسائٹی جاد ۲ صفحہ ۳۵

‡ ایضاً ایضاً صفحہ ۳۶

§ ایضاً ایضاً صفحہ ۲۵

یہ فرقہ برہما کی قدرت کے غیر محدود ہونے اور اُسکے غور ہونے اور دھرم کرم کی تاثیر (یعنی کامل اور ناقص دھرم اور اچھے برے کرم کے موافق جزا و سزا ہونی لازمی ہی یا نہیں) اور اور بہت سی منتخب باتوں پر بحث و مباحثہ کیا کرتا ہی دھرم کرم کی تاثیر کا ذکر اس فرقہ کی قدیم کتابوں میں نہیں ہی البتہ ہندوؤں کے اس طریق کا مسئلہ ہی جو دھارمک گناہ کی پیروی کرنے میں ہو ہندوؤں کے فرقہ میں سے جو نہایت پابند قاعدہ کے ہیں وہ مذہب کا غور برہما کی کرپا سے مانتے ہیں اور برہما کی قدرت کو ایسے مسلسل ایجادات کے ذریعہ سے پیدا اُپنی ذکر ہو چکا ہی کہ انکی ایجاد نہیں معلوم مستند جانتے ہیں *

یہ بات ظاہر ہی کہ یہ فرقہ مذکورہ بالا فرقہ سے مادہ کے قدیم ہونے اور کائنات کو خدا تعالیٰ کی مرضی اور قدرت سے منسوب کرنے میں بالکل اختلاف رکھتا ہی ہندوؤں کی اصل تعلیم کرنے والے ماننے اہل برہم میں سے وہ لوگ ہی جنہوں نے انکی تصانیف کا ترجمہ کیا ہی مادہ کے وجود میں آنے کے طریق پر اتفاق نہیں کرتے چنانچہ انہیں سے ایک فرقہ کا اعتماد ہی کہ ذات باری تعالیٰ نے اپنے وجود میں سے مادہ کو نکالا ہی اور وہ اُسکے ابدوں کی تکمیل کے بعد پھر اُسکی ذات میں شامل ہو چارکا اس مادہ سے جو اسطرح سے پیدا ہوا تمام کائنات کو ظاہر میں لایا اور اُس انسان کی روح پر طرح طرح کی تاثیر پیدا کرنے کے لئے چھڑا ہی اور دوسرے فرقہ کا عقیدہ یہ ہی کہ خدا تعالیٰ نے مادہ کو پیدا نہیں کیا اور نہ وہ موجود ہی بلکہ وہ راستے انسان کی روح پر سلسلہ دار تاثیریں پہنچاتا ہی چندا پیدا ہونا پہلا فرقہ مادی دنیا کے ذریعہ سے سمجھتا ہی پہلا فرقہ تھا ہی کہ ہر شی خدا نے وجود سے موجود ہی اور دوسرا کہتا ہی کہ ہر شی خدا کے کوئی شی موجود نہیں معلوم ایسا ہونا ہی کہ اکثر مسئلہ اجتناب کے ہندوؤں میں پیدا ہوا ہی اگرچہ غالباً اس فرقہ کے بالوں یا معتمدین کی ایجاد نہیں ہی *

دونوں فرقے اس بات پر متفق ہیں کہ جو اثر طبیعت پر پیدا ہوتا ہے وہ باقاعدہ اور یقیناً ہونا ہی پس دنیا کر ہے اصل سمجھنے والا فرقہ سبب اور اثر پر ٹھیک اُس طرح بحث کرتا ہے جس طرح دنیا کو اصل ماننے والا فرقہ گنتگر کرتا ہے *

دونوں ارادہ الہی کے قائل ہیں اور یہہ نہیں خیال کرتے کہ مادہ کی خاصیت میں یا خدا تعالیٰ کی صفات میں کوئی بات ایسی ہی جسکے سبب سے اسکا ارادہ مسترد ہو جاوے *

دونوں اس مسئلہ میں متفق نہیں کہ روح خدا کی ذات کا ایک جز ہے اور پھر اُسکی ذات میں شامل ہو جاوے گی مگر کوئی انہیں سے یہہ نہیں کہتا کہ وہ خدا کی ذات میں سے کس طرح سے جدا ہوئی خاص کر دنیا کے لیے اصل سمجھنے والے یہہ بیان کرنے میں قاصر ہیں کہ جب روح خدا تعالیٰ کے وجود کا ایک ذاتی جزو یعنی عین ہی تو پھر اُسکو خدا تعالیٰ نے اس بات کا یقین کرانینا کیوں دھوکا دیا ہے کہ وہ ایک علیحدہ اور غیر شی ہی جسور عالم کون و فساد کی تاثیریں ہوتی ہیں + *

منطقی فرقوں کا بیان

عام منطق کو برہمن دل سے عزیز رکھتے ہیں اور پیند و حساب تصنیفیں اس علم میں کی ہیں بعض انہیں سے بڑے بڑے مشہور مصنفوں نے بھی لکھی ہیں اسی سبب سے مختلف فرقے قائم ہو گئے ہیں مگر تمام اور فرقوں کا ماخذ گوتاما اور کناک کے فرقے ہیں انہیں سے پہلے نے منطقی الہیات پر اور دوسرے نے طبیعیات یعنی متسوسات پر توجہ کی ہے اگرچہ

+ مٹرا کالبروک صاحب کی تحریر مندرجہ حالات رائل ایشیا ٹک سوسائٹی جلد ۲ صفحہ ۳۸ و ۳۹ کے کزنل کیلینی صاحب کی تحریر مندرجہ کتاب مذکور کی جلد ۳ صفحہ ۲۱۲ اور سر گریوز ہائن صاحب کی رائے کہ جو دنیا کے لیے اصل ہونے یا مادی وجود رہنے کے استفسار میں نہیں ملاحظہ کرو

یہ دونوں فرقے بعضی باتوں میں اختلاف رکھتے ہیں مگر ایسی باتوں میں جنہو دونوں نے بحث کی ہے عموماً اتفاق پایا جاتا ہے اسلئے انکو ایک ہی مجموعہ کے ایسے دو جز سمجھنے چاہئیں جو ایک دوسرے کے نقصانوں کی تکمیل کرتے ہیں *

گوٹاما اور کنگا کی اُن باتوں کا بیان جو ارسطو

کی راہوں سے ملتی جلتی ہیں

اب جو فرقہ ان دونوں کے اجتماع سے قائم ہوا اسکا مقابلہ ارسطو کے گروہ سے کیا گیا ہے + یہ فرقہ تعجیب اور تعجب اور ترتیب پر ترجیح کرنے اور ایک ہی اسلوب قضیہ پانچ مراتب کا جنہوں سے در مراتب متعصب فصول ہیں قائم کرنے میں ارسطو سے موافقت رکھتا ہے + *
اور کنگا کے فرقہ کی منطق میں حالات کی شمار بھی کی گئی ہے اور وہ چھ ہیں یعنی شی اور صفت اور حرکت اور اجتماع اور خصوصیت اور انعقاد بعضے سائروں اور زیادہ کرتے ہیں یعنی مصیبت ارسطو کے نزدیک ان میں سے اول کی نہیں ہے باقی نہیں ہیں اور ارسطو نے جو اور سات حالات تجویز کی ہیں ان میں سے کوئی نہیں لی گئی ہے ؟ *
عندروں کے دونوں گروہوں نے جن مضمونوں پر بحث کی ہے ان میں آئیں سے وہی مضامین ہیں جنہو ارسطو نے گفتگو کی ہے یعنی حواس

+ کالبروک صاحب کی تفسیر متفرجہ حالات و اہل ایشیا تک سرسیتی جلد ۱

صفحہ ۱۹ اور رابرڈز باغ جرنل صفحہ ۱۸۲۲ ع ۲۱۲

۱۔ مثلاً اول یہ پہاڑ آتشیں ہیں دوسرے پہرنگہ آسمیں سے دھواں نکلتا ہے تیسرے جس شی میں سے دھواں نکلتا ہے وہ آتشیں ہوتی ہیں جیسے کہ مسیحی کا تلوں چرتھوں پس پہاڑ دھواں نکلتا ہے پانچویں اس ایٹم پہ پہاڑ آتشیں ہی اندروں کے ہاں یا نامور قضیہ بھی مستعمل تھا جیسا قائم ہوا مذکورہ بالا قضیہ کے بعد ایک امر لازمی ہے ایک جو کہ ہم با نامور قضیہ مذکورہ قضیہ کے بعد ظہور میں آیا اس ایٹم معلوم ہوتا ہے کہ عندروں نے ترقی کے زمانہ میں روزانہوں سے لے لیا ہوتا ہے
۲۔ یعنی جذبہ اور تعلقی اور مقدار اور زمان اور مکان اور حالات اور مادہ

اور عنصر اور روح اور اُسکی مختلف قوتوں اور زمانہ اور خطا وغیرہ لیکن بہت سے مضمون جو ارسطو کے نزدیک اول درجہ رکھتے ہیں ہندوؤں سے فروگذاشت ہوئے اور اس طرح ارسطو کا حال ہی مضمونوں کی تعریف اکثر مختلف ہی اور عام ترتیب اُنکی بالکل مشابہ نہیں ہی *

نہایت مشہور مطابقت ہندوؤں اور یونانیوں میں یہ ہی کہ تمام ہندو فرقے جو اس خدمت پر چھتا ارادہ زیادہ کرتے ہیں جو باقی پانچوں کے کاموں پر قبضہ رکھتا ہی یہ ارسطو کی تسلیم کی ہوئی اُس حس سے جسکو وہ عام حس یا اندرونی حس کہتا ہی بالکل مطابق ہی *

عام تکنیس گوتاما کے فرقہ کی رائے کے بموجب

گوتاما کے فرقہ کی تکنیس بہ نسبت کڈا کے فرقہ کے زیادہ کامل اور وسیع ہی اور اُسکا بطور تہوڑے سے نمونوں کے بیان کرنے سے وہ تفصیل اچھی طرح سمجھ میں آسکتی ہی جو وہ فرقہ اپنی تکنیس کی کرنا چاہتا ہی *

تقریر کے مراتب کی فصلوں کا بیان

تقریر کے مراتبوں کی اول تقسیم سولہ فصلوں میں کی گئی ہی اور جس اصل پر یہ تقسیم ہوئی ہی اُسکو بجز سیات کے کہ مباحثہ کے طریقے اور ذریعہ اور چند درجے اُس میں پائے جاتے ہیں اور کچھ میں نہیں سمجھتا اور وہ فصلیں یہ ہیں *

- (۱) دلیل (۲) وہ شی جو معلوم اور ثابت کیجائے (۳) شک (۴) علت (۵) مثال (۶) ثابت شدہ حقیقت (۷) ایک باقاعدہ تقریر یا تفسیر کا جملہ (۸) وہ تقریر جس سے یہودگی ثابت کی جائے (۹) تعین یا تحقیق (۱۰) مقدمہ (۱۱) مناظرہ (۱۲) اعتراض (۱۳) دلیل فاسد (۱۴) انحراف (۱۵) تذلیل (۱۶) تردید *

اس تقسیم کی چار اور بھی تقسیم کی گئی ہیں وہ زیادہ تر معمول اور توہمناز ہیں *

فصل اول یعنی دلیل

دلیل کی چار قسمیں ہیں بدیہ، نتیجہ، تباہل، مقولہ یا شہادت
دلیل کی چاروں قسموں میں سے نتیجہ تین قسم کا ہوتا ہے ایک
مقولہ جس میں علت سے معلول معلوم ہوتا ہے دوسرا کدوئی جس میں
معلول سے علت دریافت ہوتی ہے تیسرا مماثل *

فصل دوسری یعنی وہ اشیا جو معلوم اور ثابت کی چیزیں

اور انکی تقسیم در تقسیم

ثابت ہونے والی چیزیں بارہ ہیں روح جسم آلات حس
مستحسرات قوت مدرکہ ارادہ سرعت خطا ارگون گرمی تباہل
تکلیف محنت یعنی نجات *

اول روح

(۱) ثابت ہونے والی ہر شے روح ہے اور اسکی خاصیت اور
قوتوں اور اسکی وجود کی دلیلوں کا حامل بیان کیا گیا ہے روح کی چودہ
صفتیں ہیں یعنی تعداد اور مقدار اور کثرت اور دھل اور فصل اور علم و
ادراک اور رنج اور راحت اور خراش اور تہمت اور ارادہ اور لیانت اور
نالیانتی اور قوت متخیلہ *

دوسرا جسم

(۲) ثابت ہونے والی شے جسم ہے اور اسکی بعثت اور تشریح
اور بھی زیادہ متصل کی گئی ہے مگر بعضی باتیں جو از روئے مناسبت کے
عام طبیعات میں شامل ہیں اس میں مضافاً کر دی گئی ہیں *

تیسرے آلات حس

(۳) اسکی بعد آلات حس کا بیان ہے جنکا مندرجہ معرفت کو سکھایا
قوت کے مانند نہیں ہوتا ہے بلکہ اسی قوت کی تاجہ انکو چیز اندر لیتی

جس کے ساتھ شامل کر دیا گیا ہے مگر پانچ آلات حرکت کا امتیاز
علحدہ نہیں کیا گیا ہے چنانچہ شمار سے سلکھا فرقہ نے گیارہ آلات جس
کے نام کیے ہیں *

چوتھے محسوسات

(۴) دوسری فصل کی دوسری تقسیم میں محسوسات داخل
ہیں اور انکو اُن لفظوں میں کہا گیا ہے جنہیں کلا فرقہ نے حالتوں کو
کہا ہے *

انہیں سے اول شی ہی اور شی کی نو قسمیں ہیں مٹی اور پانی
اور روشنی اور ہوا اور آگ کی نہایت لطیف ہوا زمان و مکان و روح
اور ارادہ انہیں سے ہر ایک کی صورتوں کو بخوبی تحقیق کیا گیا ہے بعد
اسکے مصنف دوسری حالت یعنی صفت کا بیان کرتا ہے اور صفتیں
چوبیس ہیں سورہ + جسمانی یعنی رنگ و مزہ و احساس تعداد
مقدار تغیر واصل فصل تقدم تاخر ثقل رقت چپکارت
آواز اور آئہ صفتیں روحانی ہیں یعنی تکلیف راحت خواہش
اور قدرت ارادہ ہر ایک و بدی اور استعداد انہیں سے ہر ایک کی
تحقیق بہت تفصیل سے کی گئی ہے اور بعد مورتوں پر ایسی خوبی
سے جیسے کہ یونانیوں نے کی ہے تحقیقات کی ہے + *

بعد اسکے باقی پانچ حالتوں کی تشریح کی گئی ہے جس میں
محسوسات کی بحث پوری ہو چکی ہے اور اسکے بعد باقی چھہ § ثابت

+ سورہ کے بجائے مصنف نے صرف پندرہ کو شمار کیا ہے معلوم نہیں کہ یہ
غلطی چھارہ کی ہے یا کیا وجہ ہے (مترجم)

§ مثلاً ہندوؤں کی صرف یہ تعریف کی گئی ہے کہ وہ ثقل کا نہرنا ہے حالانکہ
ارسطو نے اسکو ایک علحدہ اصل قائم کر کے کہا ہے کہ جوں جوں ثقل کہتی جاتی
ہے وہ بڑھتی جاتی ہے اور آواز کو بیان کیا گیا ہے کہ وہ لہرانے سے بڑھتی ہے
چنانچہ ایک مرکز سے موج پر موج نکلتی ہے

§ بجائے ان چھہ کے آئہ ہونی چاہیے کیونکہ ثابت ہرنیرالی جنہوں کی
تعداد پہلے بارہ لکھی ہے اور انہیں سے صرف چار کا بیان کیا ہے معلوم ایسا ہوتا
ہے کہ چھٹے میں غلطی ہو گئی ہے (مترجم)

ہونی والی اشیاء میں سے ہر ایک کی تحقیق وہی اسبطوح سے کرے
دوسری فصل ختم کر دی گئی ہے *

فصل تیسری یعنی شک کا بیان

تیسری فصل یا مضمون یعنی شک کا بیان اور اسبطوح سے سولہویں
فصل تک بقدری متصل بیان ہوا ہے لیکن مباحثہ کا طریق ظاہر کرنے
کے لیے ہم بہت کچھ بیان کر چکے اس سے زیادہ متصل اور مشروح لکھنے
میں بہت سا ناول ہوتا *

الہیات کے مسائل

مذکورہ بالا مضمونوں کی بحث میں الہیات اور طبیعات کے بہت سے
مسائل شامل تھے مثلاً روح کا غیر مادی ہونا اور قدیم ہونا اور علحدہ
وجود رکھنا بیان کیا گیا ہے اور خدا تعالیٰ کو اعلیٰ روح اور علم ابدی کا
مرکز اور کل اشیاء کا خالق کہا گیا ہے *

جزوں یا ذروں کا بیان

کد کا فرق جسٹر جزو لا یتجزا کا ساتھ والا گورہ کہتے ہیں خیال کرنا
ہے کہ یہہ چاند روزہ دنیا ابدی اجزا یعنی ایسے ذروں کے مجموعہ ہیں
جزو ہمیشہ سے ہیں بنی ہوئی ہے لیکن یہہ اول فصل نہیں معلوم ہوتا
ہے کہ اونکی یہہ ترتیب عارضی اتنا ذاتی و صلب ہے یا خدا تعالیٰ کی
قدرت پر منحصر ہے ؟ *

+ فالبروک صاحب کی تیسرے مندرجہ حالات رائٹ ایشیا ٹک سوسائٹی جلد ۱
صفحہ ۱۰۵ اور منطقی فرقہ کی فصل کیفیت دریافت کرنے کے واسطے حالات رائٹ
ایشیا ٹک سوسائٹی جلد ۱ صفحہ ۱۲ اور ٹیٹن صاحب کی آئین انگری کی جلد ۱
صفحہ ۲۸۵ اور نیز وارڈ صاحب کی نقاب مشرور کے حالات کی جلد ۲ صفحہ ۲۲۲
کو ملاحظہ کرو

ہندو حکیموں کے فرقوں کا چند یونانی حکیموں کے
فرقوں خصوصاً فیساغورس کے فرقہ سے مشابہ ہونا

جن مضمونوں پر ہندو حکیموں نے بحث کی ہے اور قدیم یونانی
حکیموں نے جن مضمونوں پر توجہ کی ہے اُن دونوں کے یکساں ہونے اور
ایسے فرقوں کے مسئلوں میں جو دنیا کے بہت دور دراز ملکوں میں آباد
تھے مشابہت پانے جانے سے متعجب نہ ہونا غیر ممکن ہے چنانچہ
مسبب الاسباب اور ارادہ کا مادہ سے تعلق اور پیدائش اور تندر اور اسی
قسم کے بہت سے مضمونوں میں ہندوؤں نے ایسے سوال شامل کیئے ہیں
جو زمانہ حال کے علم الہیات میں پیش آئے ہیں اور اُن سے متقدمین
(اقل یورپ) آگاہ نہ تھے مادہ کا قدیم ہونا یا اسکا خدا تعالیٰ کی ذات
میں سے نکالنا اور خدا تعالیٰ کا وجود جداگانہ یا اُس وجود کا قدرت کے
انتظام میں سے ظاہر کرنا اور تمام روحوں کا مندرج خدا کی ذات کو ٹھوانا
اور پھر اُسکی ذات میں سمانا اور اجزا یعنی ذروں کا مسئلہ اور دنیا کے
مسلسل انقلابوں کے مسئلے غرضکہ یہ سب باتیں یونانی حکیموں میں
استرح سے کہ کوئی کسی فرقہ میں اور کوئی کسی فرقہ میں پائی جاتی
ہیں † لیکن میری رائے میں یہ مسئلے غرور و خوض کرنیوالے لوگوں کے دھیان
میں خرد بخرد علیحدہ علیحدہ ماعونہیں گذرے ہونگے اور حسن اتفاق سے
انہیں سے کسی ایک مسئلہ کی مطابقت دوسرے کے ساتھ ہوگئی ہو
لیکن جبکہ ہم کسی کل ترتیب کو ہندو حکیموں کے قاعدوں کی ترتیب سے
ایسا مطابق ہاویں جیسا کہ فیساغورس کے قاعدوں کی ترتیب ہے اور ان
دونوں کے مسئلے ایسے خلاف قیاس ہوں کہ عقل انسانی کا مقتضی نہ
معلوم ہوں تو فیساغورس کی مشرقی سطر کی روایتیں جو مشہور ہیں اُن سے
اسبات کا یقین اچانا بعید نہیں ہے کہ ان دونوں کی حکمت کا ماخذ

† رازد مشابہہ فی کتاب حالات ہندوؤں کی جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ کو دیکھو

ایک ہی عوگا بتول دیتا غورس کے تمام حکمت کا منشاء طبیعت کو ایسے
 کراں ہاروں سے آزاد کرتا ہے جو اُس کو کمال حاصل کرنے کے مانع ہوتے ہیں
 + اور اُس کو جذبات اور نفسانی خواہشوں کے غلبہ سے بچا کر اس طرح (علی
 درجہ پر پہنچا دیتے کہ صفات باہمی حاصل ہو جائیں اور دھڑکن میں شمار
 کیے جانے کے قابل ہو جائے + روح خدا کی حالت کا جزو ہے اور بہت
 سے اداگوں اور سرور ہوں کے درجہ میں [[مخلوق جانے اور پاک مانا
 ہو جانے کے بعد روح اپنے اسی مشعر میں سما جاتی ہے جس میں سے
 نکالی ہوئی طبیعت روح سے علیحدہ ایک شے ہے + خدا اسی نام روح
 ہے کہ ہر شے میں پھیلی ہوئی ہے اور تمام کائنات کی اصل اصول اور
 منتظمی ہے اور انتظام اور زوال کے قابل نہیں ہے اُس کو صرف طبیعت ہی
 سمجھا جاسکتی ہے + خدا اور انسانوں کے درمیان میں عوالتی موجودات
 (یعنی ایسے مخلوق جو عوا میں رہتی ہیں) بہت سے درجہ میں
 منقسم ہے جو دنیا کے کار و بار پر مختلف تسلط رکھتے ہیں + +

یہ سب کے سب بہت کم ہیں۔ ان کی تعداد انسان کے علم الہیات کے مسئلہ
 میں جب ہم اس پر غور کریں گی اس وقت تو جو حیوانات کے
 کوائے سے اُس کو بھی اور اُن وقت تک بھی حیوان کے کوائے کی اجازت
 نہیں کہ جب تک کہ وہ عوالتی نہ ہو جائے + اور اپنی شاگردوں

۴. القیاد صاحب کی تاریخ سلطنت شاہ ۱ صفحہ ۲۸۲

۱. ایضاً ایضاً
 ۲. ایضاً ایضاً

[[اس مقام پر فراموش نہ کرنا کہ عالم اوراج کھانا سب سے سکر مختلف ہے
 یہی انسانوں میں پھیلی ہوا ہے۔ سو کوائے کے مقوم

۵. القیاد صاحب کی تاریخ سلطنت شاہ ۱ صفحہ ۲۹۲

۱. ایضاً ایضاً

۲. ایضاً ۳۹۵ اور عوالتی صاحب کی تاریخ سلطنت کو ایضاً

[[انھیں انھیں کی تاریخ سلطنت شاہ ۱ صفحہ ۳۹۲ اور عوالتی صاحب

تاریخ سلطنت شاہ ۱ صفحہ ۳۹۰

کو درختوں کی شاخ و برگ توڑنے سے امتناع کرنے کو + اور شاگردوں کو مدت تک معروض امتحان میں رکھنے اور منتہی تعلیم کرنے کو زیادہ کریں تو خیال میں نہیں آتا کہ اس قدر مطابقت اور موافقت بغیر اس بات کے کہ صریح نقل ہندوؤں کی کیجاوے ہو سکے *

اور یہی مشابہتیں بیان ہوسکتی ہیں گو اسے چنکا بیان ہو چکا کم رتبہ ہیں مگر مندرجہ اور متعجب کرنے میں کچھ کم نہیں ہیں مثلاً خدائے الٰہی اور روشنی کی مشابہت اور چاند کو خواہ مخواہ اس خیال سے رتبہ بخشنا کہ وہ زمیں کی تبدیلیوں کی حد ہی اور ان سب مسئلوں کو زیادہ فخر اور امتیاز اس سبب سے حاصل ہوا ہے کہ وہ فیساغورس کے اور تمام مہمصر یونانی حکیموں کے مسائل سے مختلف ہیں ‡ *

مشہور ہے کہ دونوں فرقوں کے بعض مسائل قدیم مصریوں میں موجود تھے اور خیال کیا جاتا ہے کہ فیساغورس اور برہمنوں نے انہیں سے حاصل کیئے لیکن مصر میں ان مسئلوں کے رائج ہونے کے حالات صرف ایسی کتابوں میں پائی جاتی ہیں جو ان کے یونان میں پہونچنے پر مدت کے

+ سٹیٹلی صاحب کی تاریخ حکمت صفحہ ۵۲۰

‡ ہندوؤں کے چر خیال اور قیاس روشنی کی نسبت ہیں ان کے معنوم ہونے کے لیے کاپری کے مختلف ترجموں اور تفسیروں کو خصوصاً سر جرنس صاحب کی کتاب کی جلد ۶ صفحہ ۲۱۷ ر ۲۲۱ اور کالبروک صاحب کی تحقیقات ایشیا کی جلد ۸ صفحہ ۴۰۰ اور شاہیہ اور رام مودن رائے کے ترجمہ بیڈ کے صفحہ ۱۱۲ اور کالبروک کی تھریز مندرجہ حالات رایل ایشیاٹک سوسٹیٹی کی جلد ۲ صفحہ ۲۶ رفیرہ کر دیکھو — اور فیساغورس کی رائے دریافت کرنے کے واسطے انفلٹ صاحب کی کتاب کے جلد ۱ صفحہ ۳۹۲ اور سٹیٹلی صاحب کی کتاب کے صفحہ ۵۴۷ کو دیکھو انہوں نے لکھا ہے کہ فیساغورس نے روشنی کا مسئلہ مشرقی حکیموں سے سیکھا ہے اور چاند اور ہوائی ملکوں کے باب میں ہندوؤں اور فیساغورس کی رائوں کو کالبروک صاحب نے حالات رایل ایشیاٹک سوسٹیٹی جلد ۱ صفحہ ۵۷۸ میں بیان کیا ہے اور صرف فیساغورس کی رائوں کے معنوم کرنے کے واسطے سٹیٹلی صاحب کی کتاب کے صفحہ ۵۵۱ کو ملاحظہ کرو

بعد لکھی گئی ہیں چنانچہ سب سے اول سند اس بات کی ہرودوتس مورخ
 ہی جو فیساغورس کی حکمت کے علی العموم شایع ہونے سے مدت کے بعد
 ہوا ہی اور بالفرض اگر یہ مسئلے متعویروں میں موجود نہی تھے تو وہ
 ایک علیحدہ ترتیب حکمت میں بطور متفرق راہوں اور خیالوں کے ہونیکے
 اور یونان میں ان مسئلوں کو سواد فیساغورس کے اور یونانی حکیم مد
 فاضل سمجھتے تھے اور جزو کل کو صحیح اور درست نہیں جانتے تھے
 برخلاف اسکے ہندوستان میں اُنکو ایسے امور سمجھا گیا ہی کہ اُنہی
 لوگوں کے مذہب کی بنیاد ہی اور تمام حکیموں کے فرقے اُنکو اپنی سند
 گردانتے ہیں اور انہیں پر طبیعات کا ہر ایک مسئلہ اور اخلاقی کا ہر ایک
 متولہ منحصر ہی *

کالبروک صاحب نے کیا اچھا کہا ہی کہ ہندوؤں کی حکمت پہلے
 یونانیوں سے بہ نسبت پچھلے یونانیوں کے زیادہ تو مشابہت رکھتی ہی اور
 اگر ہندو کسی غیر قوم سے ابتدا میں حکمت کے امور سیکھے سیکے تو کیا
 وجہ ہی کہ وہ پچھلے فردوں کا علم حاصل کر سکے اور اس سے بہ
 نتیجہ نکالتے ہیں کہ ہندوؤں نے حکمت کسی سے سیکھی نہیں ہی بلکہ
 اوروں کو سیکھائی ہی + *

+ حالات رایل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۱ صفحہ ۵۶۹ یہ کہا جاسکتا ہی کہ
 فیساغورس کے مسائل منہ کے زمانہ کے بعد ہی ہیں اُسکی تفسیروں میں ایسے
 لوگوں کا ذکر پایا جاتے ہیں جو باہم رہکر اوقات بسر کرتے تھیں اور ایک ہی سی
 تعلیم پاتے تھیں اور مردوں کو چھٹنے کے بجائے دیناتے تھیں سادہ سنتوں کے گرو
 سمجھے جاتے تھیں اور سیواؤں کا گوشت کھاتے تھے جو اُسے سنت ممانعت کی ہی
 اُس سے بھی پچھلے ہی زمانہ پایا جاتا ہی

تیسرا حصہ

ہندوؤں کے پچھلے زمانہ کا حال چلا جاتا ہے

جو مضمون اب بیان کیئے جا رہے ہیں انہوں سے بہت تہوڑے منو لے بیان کیئے ہیں اس لئے ہم ان تبدیلیوں کی تحقیق کا اُسکے ذریعہ سے زیادہ ارادہ نہیں کر سکتے جو منو کے زمانہ کے بعد ہوئیں بلکہ ہندوؤں میں ہر علم و فن کی ترقی کی غایت درجہ کی تحقیقات اور اُسکی اُس حالت کا بیان جو اب موجود ہے ہمکو اور ذریعوں سے کرنا چاہیئے *

پہلا باب

علم ہیئت اور ریاضی کا بیان

ہندوؤں کے علم ہیئت کی قدامت

ہندوستان کے علم ہیئت کی قدامت اور اصلیت نہایت دلچسپ مضمون ہیں + انہیں سے قدامت پر یورپ کے نہایت بڑے درجہ والے ہیئت دانوں نے گفتگو کی ہے اس پر بھی اب تک اُسکا کچھ تصدیق نہیں ہوا *

کاسینی صاحب اور بیلی صاحب اور ہلینڈر صاحب کا قول ہے کہ ہندوؤں کی کتابوں میں ایسی ایسی تحقیقات ہیں جو حضرات مسیح علیہ السلام سے تین ہزار برس پہلے ہوئی تھیں اب بھی موجود ہیں اور اُنسے بہت بڑی ترقی جو اُس زمانہ سے پہلے ہو چکی تھی ثابت ہوتی ہے *

+ ہنری صاحب کی ہندوستان کی انگریزوں کے وقت کی تاریخ میں جو بڑی عمدہ اور مشہور کتاب ہے لوگوں نے جو ثبوت مضمون کے داخل کیئے ہیں اُنسے یہ مضمون بہت اچھی طرح معلوم ہوتے ہیں مگر اُنہیں ایسی رائیں ہیں جو ہندوؤں کے حق میں مفید نہیں

ہمت سے اسی طرح علوم دقیق میں مشغور اور نامی ہیں جیسے کہ لاپیس صاحب اور ذراچو صاحب ان تحقیقوں کے مستند اور مستقیم ہونے سے انکار کر کے انکے نتیجوں کو ناجائز ٹہراتے ہیں *

اسباب میں گفتگو بالکل اصول ہیئت پر مبنی ہے اور اسکا تصدیق صرف علم ہیئت کے عالم کو سنبھلے ہیں چنانچہ کہ اسکو ایسا شخص جو علم ریاضی سے بالکل ناواقف ہو سمجھ سکتا ہی اس سے ہندوؤں کو استفادہ نامرہ حاصل نہیں ہوسکتی جتنی کہ انکو دینی ہے *

مگر تمام ہیئت دان ہندوؤں کی تحقیقوں کے نہایت قدیم ہونے کو تسلیم کرتے ہیں اور اس باب میں کچھ حجت نہیں معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے جو نہایت ٹھیک اور مستقیم حراکت و स्थिति سورج اور چاند کی قرار دی ہے وہ انکو قدیم زمانہ کی تحقیقوں سے ان تحقیقوں کے مقابلہ کرنے سے حاصل ہوئی ہوگی جو اس زمانہ کے لوگوں نے کی ہیں اہل ہند کی صاحب جو ہندوؤں کے دعویٰ کے بالکل برخلاف ہیں وہ بھی اپنی اخیر چھاپی ہوئی کتاب میں لکھتے ہیں کہ ہندوؤں نے جو طریق الشمس کو ستائیس منازل قدر (یعنی پچھتر) میں تقسیم کیا ہے جس سے وہ اس زمانہ میں بہت بڑے عالم اس علم کے معلوم ہوئی ہیں وہ تقسیم حضرات مسیح علیہ السلام سے چودہ سو سالوں پہلے ہوئی تھی اور اس باب میں ہندی صاحب کی سند بھی پورے تکرار کے شکر یقین کرنا چاہیئے کہ ہندوؤں کی تحقیقیں حضرات مسیح علیہ السلام سے پندرہ سو برس پہلے سے شروع ہوئی ہوگی اور یہ زمانہ مہم اور گوناگون ہے اور

+ چونکہ صاحب کی لاپیس صاحب والی کتاب انتظام دنیا

۱۔ یونانیوں میں روایت ہے کہ یونانی دلاوروں نے مقام کالس واقع ساحل ہند اسود پر مہم سرخروئی اور ساحل کرنے کے واسطے کی تھی اسکا نام آرگوناک ہے وجہ تسمیہ اس مہم کی یہ ہے کہ ان لوگوں نے جس جہاز پر اس مہم پر سفر کیا تھا اسکا نام آرگوناک اس سبب سے تھا کہ آگنا اور کس نے ان سب دلاوروں کو سردار جیسوں کے حکم سے بٹایا تھا اس مہم کو مشہور لوانی لوانی سے قریب ایک پشت یعنی سو برس پہلے قائم کرتے ہیں (مترجم)

یونان میں پہلے پہل ہیئت کا چرچا شروع ہوئے سے سو دو سو برس پہلے
 قائم ہوگا *

اور جس قاعدہ پر پترا بنا ہی جسکا ذکر ہید میں موجود ہی اُسکے
 لکھے جانیکا زمانہ حضرت مسیح علیہ السلام سے چودہ سو برس پہلے قرار دیا
 گیا ہی + اور پارس رائے کو جو قدیم زمانہ کا اول ہیئت داں ہی اور اُسکی
 تصنیفوں میں سے اب بھی کچھ کچھ باقی ہی اُسی زمانہ میں فروغ ہوا + *

ہندوؤں کو علم ہیئت کسقدر حاصل تھا

ہندوؤں کے ہیئت کی جو تحقیقاتیں ہمارے زمانہ میں ہوئیں انہیں
 ہمکو اُنکے قدیم مصنفوں سے کوئی مدد نہیں ملتی پوجاریوں کے فریب و
 + پہلے تہہ اور تحقیقات حالات ایشیا کی جلد ۸ صفحہ ۳۸۹ اور جلد ۷ صفحہ
 ۲۸۸ کو ملاحظہ کرو

+ اس مصنف کا زمانہ اُسکی تحقیق سے جو اُسے رنگوں کے مقام کی کی
 ہی جسکا ذکر ڈیرز صاحب نے کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۲ صفحہ ۲۶۸ میں
 کیا ہی قائم ہوتا ہی سر جونس صاحب ایک اور اطلاع کی رو سے جو اُنکو ڈیرز
 صاحب سے حاصل ہوئی پارس رائے کے زمانہ کو سنہ ۱۲۸۱ قبل مسیح علیہ السلام
 قرار دیا ہی لیکن خود ڈیرز صاحب نے بعدہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۵
 صفحہ ۲۸۸ میں بیان کیا ہی کہ اس معاملہ میں کامل فرقہ کرنے سے یہہ دریافت
 ہوتا ہی کہ یہہ تحقیق سنہ ۱۳۹۱ قبل مسیح علیہ السلام میں ہوئی ہوگی ایک
 اور مقام سے جو پارس رائے کی کتاب سے نکل گیا ہی ثابت ہوتا ہی کہ
 اُسکے زمانہ میں زحل کا آنتاب کے طالع کے بعد تک چمکتا رہنا ایسے زمانہ
 میں واقع ہوا جو اُس زمانہ سے مطابق ہی جسکو اُس مصنف کی نسبت اور
 رجحانات سے قرار دیا گیا ہی ۔ کالبروک صاحب کی تحریر کتاب حالات ایشیا
 کی جلد ۹ صفحہ ۳۵۶ اور اسی کتاب کی جلد ۵ صفحہ ۲۸۸ میں ڈیرز صاحب کی
 رائے بھی دیکھو مگر پٹلی صاحب کو ایک زمانہ میں پارس رائے کی تصانیف پر یہہ
 شبہ تھا کہ یہہ کسی کی زمانہ حال کی کارسازی ہی (کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۶
 صفحہ ۵۸۱) اور جبکہ اُنہوں نے اپنی دوسری چھاپی ہوئی کتاب میں اُنکو تسلیم
 کیا تو زحل کے بیان کے معنی اور پترائے اور اس وجہ اور رجحانات سے اُس
 مصنف کے زمانہ کو سنہ ۵۷۶ قبل مسیح علیہ السلام قرار دیا (خلاصہ تاریخ ہندی
 صاحب مندرجہ اریٹینٹل میگزین جلد ۵ صفحہ ۲۳۵) جو ارادہ کہ سر جونس صاحب
 نے دیوتاؤں کی تاریخ کے ذریعہ سے جنہیں پارس رائے کا نام آیا ہی اُسکی تاریخ
 قائم کرنیکا کیا رہ پترا (کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۲ صفحہ ۳۶۹)

فطرت کے اُسی دستور سے جسکا ہندوؤں کی اور باتوں پر بہت ہوا اثر
 ہوا ہی اُنکے علم پر بھی پردہ پڑ گیا (یعنی علم کا حال بھی بخیر ہی ظاہر
 نہیں ہوتا) چنانچہ لغو زمانے واقعات کے جو ان ہوجاریوں نے قرار دیئے
 ہیں انہیں علم ہیئت سے کام لیا ہی اسلئے جو سند اور زمانہ علم ہیئت
 کے ذریعہ سے مقرر ہونے چاہئیں وہ ابتر اور پریشان ہو گئے اور کہیں کسی
 کتاب میں علی العموم کوئی بیان ہندوؤں کے علم ہیئت کے سلسلہ کا معلوم
 نہیں ہوتا اور علم کی صرف اسقدر باتیں جو روز مرہ کے کاروبار سے متعلق
 ہیں لوگوں پر ظاہر کی گئی ہیں لیکن اُنکی بھی اصل ماحذ متغنی
 رکھ کر صرف نتیجہ اس ادعا سے ظاہر کیئے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے
 یہ دھڑی اُٹی ہی تھی * ۱

* شنگھ سورج سداھانتا جو پانچویں یا چھٹی صدی کے ایک بڑے ہیئت دان کی
 کتاب ہے اُسکو ہندو اسی دھڑی کی کتاب سمجھتے ہیں جسکر ناول ہوئے اکیس
 لاکھ چونتیس ہزار نو سو برس ہوئے جو اولیٰ ہوا اور خراب طریقہ علم کے ظاہر کرنے
 کا علم ہیئت میں اُنکا تھا دیسائی اور ملہوں میں بھی تھا چنانچہ پرورس
 پالیٹیو صاحب اُنکے علم متلف کی نسبت فرماتے ہیں کہ اور بہت سی باتیں کی طرح
 جو مشرقی علوم سے متعلق ہیں اس کتاب کی صورت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُسکے
 مصنف نے اپنے علم کے مرقاق اُسہیں بیان کرنا مناسب نہیں سمجھا یعنی اُسکا
 مصنف مقدموں سے یہ نسبت اُسکے بہت زیادہ رائف تھا جتنا کہ اُس نے بیان کیا ہے
 غالباً یہ ایک مختصر رسالہ ہے جسکر کسی علم عندہ کے کامل اُنے سمجھنے کے
 سیکھنے کے واسطے لکھا ہے اور اُنکے علم حساب کی نسبت آئن پرارویو کی جلد ۲۶
 صفحہ ۱۲۷ میں یہ بیان ہے کہ اس علم کو ہندوؤں نے نظم میں لکھا ہے ہمیشہ
 سوالوں کو نہایت درستگی کے ساتھ منجمل بیان کیا ہے اور حل کر لیکر قاعدہ لکھتے
 اجمال کے ساتھ بیان کیا ہے لیکن مثال پر پہنچنے سے جو تیسرے درجہ پر ہوتی
 ہے سوال بالکل سمجھ میں آجاتا ہے اور کوئی ثبوت یا دلیل مفصل یا منجمل اُسکے
 ساتھ بیان نہیں کی گئی ہے مگر امتحان کرنے پر قاعدے اُسکے صرف صحیح اور درست
 ہی ثابت نہیں ہوتے بلکہ ایسے سیدھے اور سادہ معلوم ہوتے ہیں جو اس زمانہ حال
 میں قائم ہونے ممکن ہیں جسمیں تحقیق اور تشریح کو کمال حاصل ہے اور اُنکے
 جوہر مقابلہ پر بھی آئن پرارویو کی صفحہ ۱۵۱ میں بھی رائے دی گئی ہے

اس وجہ سے جن قاعدوں پر ہندوؤں نے اپنے زائچہ کہینچے ہیں انکو کبھی بیان نہیں کیا اور انکی کوئی ایسی کتاب جسمیں انکی تحقیقوں کا سلسلہ باقاعدہ مندرج ہو پائی نہیں جاتی ہے *

اگر یہ طریقہ انکا انکے حالات کی تحقیقاتوں کا جو ہم کر لی چاہتے ہیں ممانع ہو تو اس میں کچھ شبہ نہیں کہ انکے عام کا بہت بڑا ممانع ہوا ہوگا غالباً تحقیقات علمی کرنے کا فن بہت تھوڑے اور خاص آدمیوں کو سکھایا جاتا ہوگا اور اس سے بھی کم لوگ ایسے ذریعہ سے کام لینے پر مائل ہونگے جس سے اس مذہب کو جسکی بنیاد احکام الہی پر تھوڑا رکھی تھی استحکام حاصل ہونا ممکن نہ تھا بلکہ نقصان ہو سکتا تھا انکے متقدمین جو کچھ سمی و کوشش کر کے تحقیقیں چھوڑ گئے تھے اس سے جو فن وہ سیکھتے تھے وہ انہوں نے حاصل کیا تھا اور نہ علمی فخر حاصل کرنے کا شوق اور غبطہ انہیں تھا جو ان تحقیقوں کو دیکھ کر ہونا چاہیئے تھا جب کہ اس زایچوں میں جنکو وحی تھوڑا رکھا تھا روز بروز غلطیاں زیادہ ہونیں اور نئی تحقیقوں سے انکے تصحیح کرنے پر مجبور ہونے تو جو ترتیاں انہوں نے انہیں کیں انسے بجائے شہرت اور ناموری حاصل کرنے کے انکو اس امر میں کوشش کرنی پڑی کہ سب کو یہ یقین دہے کہ ان زایچوں میں کسی طرح کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے + *

+ سر رجا سدھانتا کا مفسر (کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۲ صفحہ ۲۳۹) اس پریشانی کو اچھی طرح ثابت کرتا ہے جو ان لوگوں کی طبیعتوں کو حاصل ہوئی تھی جنہوں نے ان فلسفیوں کی تصحیح کا ارادہ کیا تھا جو مذہبی سند سے تسلیم ہوتی چلی آتی تھیں (سی جلد ۱ صفحہ ۲۵۷) سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ علم معقول انکے ہاں مدتہاے دراز سے جسکا زمانہ معلوم نہیں قائم تھا تسبیروں پر وہ اس بات کو یقینی سمجھتے تھے کہ انکے علم معقول اور معقول میں اختلاف ظاہر ہونے البتہ صرف ایک ہی مصنف کا قول ہے کہ زمین غیر محدود خلا میں محدود بطور تلی ہوئی ہے چند حیوان نیچے اور جمع ہو کر اُسکو اُڑتا نہیں سکتے لیکن اور مصنف ایسے مباحثہ کی رائے ظاہر نہیں کرتے بلکہ انکی طبیعت اس طرف

بارجود ان نقصانوں کے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے علم ہیئت میں بہت سی ترقیاں کی ہیں ہندوؤں نے جو کوئی کامل سلسلہ اپنی تحقیقوں کا نہیں چھوڑا ہے جسکو ایک عام پسند تاریخہ کی طرح پیش اور اور قوموں کی تحقیقوں سے مقابل کیا جاوے اس لیے ریاضی دان لوگوں کو انکی علمیت پر اس قدر کے ذریعہ سے رائے دینی چاہیے جو ان سے ان باتوں کی بحث میں ظاہر ہوا ہے چنانچہ انہوں نے گنتی کی ہے اور اس معاملہ میں جو رائے دی گئی ہیں وہ متفق نہیں ہیں مگر اس بات کو بالائیناق تسلیم کیا گیا ہے کہ انکے علم ہیئت کی تصنیفات میں بڑے درجہ کے نقص کے ساتھ اعلیٰ مرتبہ کا کمال بھی پایا جاتا ہے * علم ریاضی کی اور شاخوں میں جو ترقی ہندوؤں نے کی ہے وہ علم ہیئت کی بہ نسبت اور بھی زیادہ بیان کرنے کے قابل ہے چنانچہ سر جی سدھانتا میں جو بموجب قول ہنٹلی صاحب کے سنہ ۱۰۹۱ء میں لکھی گئی ہے اور عموماً پانچویں چھٹی صدی + کی تصنیف کے ہوئی تسلیم کی جاتی ہے علم مثلث کا بیان ایسا پایا جاتا ہے کہ اس سے انکا یہ علم بہ نسبت یونانیوں کے بہت زیادہ ہی ثابت نہیں ہوتا بلکہ اسیں ایسے ایسے سوالات پائے جاتے ہیں کہ انکا علم اہل یورپ کو سولہویں

مائل معلوم ہوتی ہے کہ جو کہانیاں قدیم سے چلی آتی ہیں اُنکے اختلاف نہرے پارے اور راتن ہزاروں میں (جلد ۱۰ صفحہ ۲۵۱) مذہبی نظریات اور لوہے کے طریقہ کے اس اثر کا بڑا کامل ثبوت ہے جو علم کی ترقی کا مانع ہوا اور اس سے ایک بہت عمدہ دلیل اس بات کی نکالی گئی ہے کہ زمانہ قدیم ہی میں پہل پہل عمدہ عمدہ تحقیقیں ہو چکی ہونگی

+ اس زمانہ کے اعتدال ریاضی کا موقع دریافت کرنے کے واسطے جس میں سر جی سدھانتا لکھی گئی کالیہری صاحب کی تصنیف مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۱ صفحہ ۳۲۹ کا حاشیہ اور اس زمانہ کے درانہ کرنے کے واسطے جبکہ وہ اعتدال ریاضی واقع ہوا سر جونس صاحب کی تصنیف اسی کتاب کی جلد ۲ صفحہ ۹۲ کو دیکھو اور کالیہری صاحب اسکا واقع ہونا پر ہمانیتا کے زمانہ میں خیال کرتے ہیں اور پرہمانیتا کی تاریخ چھٹی صدی کے آخر میں ہزار دہتے میں

صدی تک نہیں ہوا تھا † *

ہندوؤں کے علم ہندسہ کا بیان

علاوہ اور باتوں کے اُنکا علم ہندسہ کا ہنر مثلثوں کے مختلف ٹیوٹوں سے خصوصاً اُس ٹیوٹ سے جسمیں مثلث کے تینوں ضلعوں سے سطح دریافت ہوتی ہی جس سے یورپ کے لوگ اُس وقت تک واقف نہ تھے کہ کالویس صاحب نے سولہویں صدی میں اُسکو مشہور کیا ‡ اور اُس علم سے جو اُنکو نصف قطر کی مناسبت کا معیضہ دایرہ سے تھا جسکو وہ ایک ایسے طریق سے جو اُنہیں ہر مخصوص ہی ظاہر کرتے ہیں یعنی ایک مقدار مفروضہ اور ایک اگائی دونوں کے واسطے مقرر کر رکھی ہی ثابت ہوتا ہی اس مناسبت کا حال جسکو یورپ کے بڑے بڑے عالموں نے کوشش کر کے استحکام بخشا ہی ہندوستان کے سوا زمانہ حال تک کسی اور ملک کے لوگوں کو معلوم نہ تھا § *

† اس قسم کا سوال دیتا کا ہی جسکا ذکر پروفیسر پلیفیئر صاحب نے اُس سوال کے ذیل میں کیا ہی جسکو اُنہوں نے ایشیاٹک سوسٹیٹی کے پاس بھیجا تھا [کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۲ صفحہ ۱۵۲] پروفیسر پلیفیئر صاحب نے رایل سوسٹیٹی اڈنبرا کے حالات جلد ۲ میں ہندوؤں کے علم مثلث پر ایک گفتگو چھاپی ہی اور اُسپر پروفیسر رائسن صاحب نے نہایت عمدہ مفصلہ ذیل اپنی رائے دی ہی کہ کیسی ہی تدبیر کوئی کتاب کیوں نہو جسمیں بیان ہم علم مثلث کا پادریں ہمکو یقین دے کہ وہ کتاب اس علم کی آغاز میں نہیں لکھی گئی اسلیئے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ سورج سداھانتا کے لکھے جانے کے ایک مدت پہلے سے علم ہندسہ سے لوگ ماہر ہو گئے اُسہیں وژروں کی مقدار معلوم کرنے کا ایسا عمدہ قاعدہ موجود ہی جسکا استعمال پہلے پہل ہرگز صاحب نے سترہویں صدی میں کیا [برٹش انڈیا جلد ۳ صفحہ ۲۰۳] جو اڈنبرا کیونیورسٹی لائبریری میں موجود ہی [

‡ اڈن براؤن جلد ۲۹ صفحہ ۱۵۸

§ معینہ اور قطر کی مناسبت کا بیان سورج سداھانتا میں ہی جو غالباً پانچویں صدی میں [کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۲ صفحہ ۲۵۹] اور ہنٹائی صاحب کے بیان کے بموجب بھی گیارہویں صدی میں لکھی گئی ہی اور متاثر کئے ٹیوٹ عموماً برہماکپتا نے چھٹی صدی میں لکھی ہیں

علم حساب کا بیان

علم حساب میں ہندو کسور عشاریہ کی ایجاد کے سبب سے جسکا موجد سمجھا نہیں کر تسلیم کرتے ہیں معزز اور ممتاز ہوں اور معلوم ہوتا ہے کہ اسی تحقیق کے موجد ہونے کے سبب سے علم حساب میں ہندو یونانیوں پر بہت برا نفیر اور فوق رکھتے تھے + *

جبر متبادلہ کا بیان

برہمن جبر و متبادلہ میں بھی اپنے ہمعصرین سے نہایت سادہ لکھے ہیں انکے اس علم کی تحقیقوں کے حالات ہمارے ہندوؤں کی کتابوں سے جو چھٹی صدی میں ہوا اور بھاسکر اچاریا کی کتاب سے جو بارہویں صدی میں ہوا دریافت ہوتے ہیں لیکن ان دونوں نے جو کچھ اپنے مضمون لکھے ہیں ارجا بھاتا کی تصنیف سے لئے ہیں جسکے زمانہ میں معلوم ہوتا ہے کہ علم کمال کے درجہ کو پہنچتا ہوا تھا اگرچہ اس مصنف کی تاریخ کا مستحکم پتا پانچویں صدی سے پہلے نہیں ملتا مگر گالبروک صاحب

+ اتن براریو کی جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۱ میں ایک مصنف کی رائے ہے جو اس باب میں ہندوؤں کی نسبت متبادلانہ گفتگو کرتا ہے نہایت ترجمہ کے قابل ہے اسکا قول ہے کہ کسور عشاریہ بہت پرانی ایجاد نہیں ہے کیونکہ اگر نپسائورس کے زمانہ میں ہندوستان میں اس ااعداد کا رواج ہوتا تو اُسپر اُسکا اطلاع نہ ہوتی ہو سکتا تھا۔

+ ہتھلی صاحب اپنی اس کتاب میں اپنے معمولی حساب کے طریقہ سے بہت ٹاپا کرنا چاہتے ہیں کہ بھاسکر نے اکبر کی سلطنت میں سنہ ۱۵۵۶ء میں لکھا ہے لیکن اس مصنف کی ایک کتاب کی اصلی متن کے لکھے جانے کی تاریخ ایک مشہور شخص لکھی ہے ان فارسی ترجمہ میں جو اُسے مرتب کر کے اکبر کے حضور میں پیش کیا تھا بیان کردہ ہے اور یہ سب کہ معلوم ہے کہ ہندوؤں کے دقیق علموں کی جو کچھ لکھی ہے تصنیفاتوں کی ہیں اُس زمانہ میں نہایت مشہور تھیں [اسی تاریخ کے نویں حصہ کے گیسرے باب کو دیکھو] اسفار سے اور بہت سے معنفوں نے جو اکبر سے پہلے گذرے ہیں بھاسکر کا حوالہ اپنی تصنیفوں میں دیا ہے جنکی صداقت کا ہتھلی صاحب کو انکار کرنا پڑا ہے۔

کی راے میں وہ اسی زمانہ میں ہوا ہی جبکہ ڈائی فائٹس نامی پہلا مصنف جبر و مقالہ کا یونان میں ہوا تھا یعنی سنہ ۳۶۰ ع میں * لیکن ان دونوں میں گو کوئی زیادہ قدیم ہو اس بات میں کسی طرح کی حجت نہیں کہ ہندو علم کو غایت درجہ پر پہنچانے کے کمال کے باعث سے برتری رکھتے ہیں چنانچہ آرجا بھاتا ڈائی فائٹس سے صرف اُس کمال کے باعث سے فوقیت نہیں رکھتا جو جبر و متبادلہ کی ایسی مساواتوں کے حل کرنے میں جنہیں کئی کئی مشہور مستداروں شامل ہوں یا کم سے کم اول درجہ کے عام سوالوں کے حل کرنے میں + اُسکو حاصل تھا بلکہ وہ اُن تحقیقوں کے سبب سے بھی جو اُسکے اور اُسکے متاخرین نے جبر و متبادلہ میں ایسی کیں جنکے کاوش کرنے اور ہم پہنچانے کا ہمارے قریب کے زمانہ کے محقق فنکار کرتے ہیں ممتاز ہی ہندوؤں میں آرجا بھاتا جبر و متبادلہ کا موجد نہیں ہی کیونکہ پہلے ہر طرح یقین ہو سکتا ہی کہ اُسکے زمانہ میں علم ایسی حالت پر مدنتوں کی محنتوں اور ایجادوں کے بعد پہنچا ہوگا + معلوم ہوتا ہی کہ اسی کے زمانہ میں یا کم سے کم پانچویں صدی میں ہندوؤں کا علم بیشک کمال درجہ پر پہنچا ہوگا *

+ آئن برارڈر جلد ۲۹ صفحہ ۱۲۲

+ ایضاً ایضاً صفحہ ۱۲۳

§ آئن برارڈر جلد ۲۱ صفحہ ۳۷۲ میں اِس سوال کا کہ (ک) کی وہ مقدار معلوم کر کہ (۱) اور (ک) کا مربع مثبت (ب) برابر ایک مربع کے ہرورے عجیب حال لکھا ہی چنانچہ اِس سوال کے حل کرنے کا ارادہ اول ڈائی فائٹس نے کیا اور ثمرات صاحب نے ڈائی فائٹس سے کچھ زیادہ مسارات میں رکھ کر انگریزی جبر و متبادلہ جاننے والوں کے پاس مستعانا حل کرنے کو بھیجا لیکن صرف برابر صاحب نے اُسکی مساراتیں پروری کر کے ٹھیک وہی نتیجہ حاصل کیا جو بھاسکرا سنہ ۱۱۵۰ ع میں حاصل کرچکا تھا اُسی روز کی جلد ۲۹ صفحہ ۱۵۳ میں ایک اور سوال لکھا ہی اور کالبروک صاحب کے قول کے بموجب اُسکی نسبت لکھا ہی کہ سنہ ۱۱۵۰ ع میں بھاسکرا نے جو اُسکا حل کیا تھا بالکل وہی ہی جسکے قریب قریب لارڈ برورن کر صاحب سنہ ۱۶۵۷ ع میں پہنچے اور اُسی سوال کے کامل حل کرنے میں

ہندوؤں کے علم کی اصلیت

ہندوؤں کے علم کی اصلیت کے باب میں مذکورہ بالا بیانوں کے ذریعہ سے واضح ہو سکیگی ہندوؤں کے علم ہیئت میں کسی کلیہ قاعدہ کا نہ ہونا اور جو مختلف حصے علم کے ہمارے معلوم ہوئے ہیں انکی شاپسنی کا مسابہ نہ ہونا اور ثبوتوں اور لکھی ہوئی تحقیقوں کا نہ ہونا جانا اور ان آلات کا پیڑھنگاؤں جنکو برہمن کام میں لاتے تھے اور انکی تحقیقوں کا کامل نہ ہونا اور ایک درجہ خاص پر پہنچکر ترقی کا ہم نہ جانا اس بات کی مستحکم دلیلیں ہیں کہ انہوں نے اپنا علم کسی غیر ماسخذ سے لیا ہوگا لیکن برخلاف اسکے انکی ترقی کے زمانہ کی ابتدا میں تمام اور قومیں ایسے ہی زیادہ جاہل تھیں اور زیادہ ترقی کا زمانہ میں جب کہ غالباً یہ بات ممکن تھی کہ وہ کسی غیر قوم سے کچھ حاصل کرتے تو اسکا حال یہ ہوتا کہ اس زمانہ میں جو طریق علمی تحقیقاتوں وغیرہ میں

یولو صاحب ناکام رہے صرف ڈی لاگرانج صاحب نے سنہ ۱۷۶۷ ع میں پورا حل کر دیا اگرچہ برہما گپتا نے چھٹی صدی میں ایسے ہی کمال کے ساتھ حل کر دیا تھا لیکن یونانی جبر مقابلہ دائروں پر ہندوؤں کی تفصیلات انکی تحقیقوں کے سبب ایسی مشہور نہیں تھیں جیسے کہ وہ اپنے قاعدہ کی مددگی سے جو ذاتی فائز کے قاعدہ سے کچھ مشابہت نہیں رکھتا (اسٹریسی صاحب کی پیچا گٹ جسکا حوالہ آئن ہرارویر نے جلد ۲۱ صفحہ ۳۷۴ ر ۳۷۵ میں دی) اور اپنے اعمال ستہ یعنی تصنیف و تصنیف جمع و تفریق اور ضرب و تقسیم کے کمال کے باعث سے حاصل تھی (کاپرورک صاحب کا جبر و مقابلہ ہندوستانی جسکا حوالہ آئن ہرارویر جلد ۲۹ صفحہ ۱۶۲ میں دی) ہندوؤں کا ایک نہایت عمدہ عمل جسکو گٹا کا کہتے ہیں ہرارویر میں جسوقت تک کہ باک ڈی میزیریٹک صاحب نے سنہ ۱۶۶۲ ع میں چھاپا کسیکو معارف نہ تھا اور وہ حقیقت میں وہی ہے جسکو یولو صاحب نے بیان کیا تھی (آئن ہرارویر جلد ۲۹ صفحہ ۱۵۱) عیسائی کی تحقیقوں اور علم ہندو کے ثبوتوں میں جبر و مقابلہ کا استعمال جو انہوں نے کیا تھی وہ بھی انکی ہی ایجاد تھی اور جس طریق سے نہ وہ یہ کام کرتے تھے اب بھی تعریف کے قابل تھی (کاپرورک صاحب کی تحریر جسکا حوالہ ہرارویر وائس صاحب نے دی ہے) ہرارویر کے صفحہ ۱۴۸ اور آئن ہرارویر جلد ۲۹ صفحہ ۱۵۸ میں دیا ہے (۳۰۹)

ہندوؤں کا تھا وہ صرف انکی ذات پر منحصر نہ ہی تھی بلکہ وہ ایسے اصولوں پر مبنی ہی جنسے کوئی اور قدیم قوم محقق واقف نہ تھی اور اُس سے ایسی تحقیقوں کا علم ظاہر ہوتا ہی جنسے اب سے دو سو برس پہلے تک اہل یورپ بھی واقف نہ تھے الغرض انکی ہیئت کے نتیجے جسقدر مذکورہ تحقیقوں پر حصر رکھتے ہیں اُسقدر انکی نسبت صافاً عیاں ہی کہ انکا کسی غیر قوم سے حاصل کرنا ممکن نہ تھا اور اُن نتیجوں کی نسبت بھی جو ایسی تحقیقوں پر منحصر نہیں ہیں انصاف سے یہہ نہیں کہا جاسکتا کہ جن لوگوں میں ایسا کچھ ذخیرہ استمداد اور ذہم فراست کا ہو انکو اور غیر قوموں سے سہارا تگنے کی حاجت ہوتی ہو *

غالباً ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اگر ہندوؤں نے غیروں سے کچھ لیا بھی ہوگا تو ایسے زمانہ میں لیا ہوگا کہ انکا علم ہیئت بڑی ترقی پر پہنچ چکا ہوگا انکے اور غیر قوموں کے علم ہیئت کے قاعدوں کے جن حصوں میں نہایت قربت ہی انہیں بالکل مشابہت نہونے سے یہہ معلوم ہوتا ہی کہ گویا انہوں نے اپنے تعلیم کرنیوالوں کے مسئلوں کی صریح نقل کرنے کے بجائے کچھ کچھ خلاصہ لے لیا *

یہہ بات خلاف قیاس نہیں ہی کہ انہوں نے بطور مذکورہ سکندریہ کے یونانیوں سے کچھ کچھ لیا ہو اسکا ثبوت گالبروک صاحب کے کلام سے بہتر نہیں معلوم ہوتا جنہوں نے اپنے معرولہ علم اور ذہانت سے بلا طرفداري اس معاملہ میں گفتگو کی ہی چنانچہ گالبروک صاحب یہہ بات ثابت کر کے کہ پانچویں صدی کے ہندو مصنف یاونا لوگوں کی ہیئت کا ذکر تعظیم سے کرتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ یاونا سے اس موقع پر انکے نزدیک یونانی مراد ہیں اور ایک ہندو مصنف کے ایک رسالہ کا نام روماکا سیدھا تھا ہی جس سے غالباً مغربی یعنی رومیوں کے علم ہیئت پر اشارہ پایا جاتا ہی یہہ فرماتے ہیں کہ اگر ان وجوہات اور ہندوؤں اور

یونانیوں کے ہریت اور اُنکے ایکسٹرمک + اور ایسٹرنل + کے آلات کی مشابہت سے جسکر مشکل سے انتہائی خیال کیا جاسکتا ہے یہ یقین کرنا بیجا نہوئے کہ ہندوؤں نے یونانوں سے وہ علم حاصل کیا جس سے وہ اپنے ناقص عام ہیئت کی اصلاح اور ترقی کر سکے تو میں یہی اس رائے کو ناپسند نہیں کرتی کہ اور قیاس ازانہ کی یہ نسبت اور وہی زیادہ وجہ اس بات کے مستحکم ہے کہ جس زمانہ میں اہل عرب نے علم ہیئت کی تحصیل شروع کی ہندو اس سے پہلے یونانوں کی ہیئت سے واقف ہو چکے تھے معلوم ہوتی ہے *

ایک اور مقام میں § کالبروک صاحب یہ رائے دیتے ہیں کہ غالباً ہندوؤں نے منطقہ البروج کا پتا یونانیوں سے پایا ہوگا اور طریق الشمس کی تقسیم جو قدیم سے ستائیس حصوں میں اُنکے ہاں تھی اُس سے مناسب کر لیا ہوگا اور وہ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ ہندوؤں نے علم نجوم بالفل مغرب سے حاصل کیا ہوگا || *

+ در ایسے مشرقی دائروں میں سے ایک کو کہتے ہیں چنگا مرکز متحد نہر (مترجم)

§ ایک ایسے چھوٹے دائرہ کو کہتے ہیں جس کا مرکز کسی دوسرے بڑے دائرہ کے محیط کے ساتھ گردش کرتا ہو (مترجم)

ی کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۹ صفحہ ۲۲۷

|| اشارہ اُن باتوں کے جو اہل یونان ہونے اور انہوں نے ہندو اور قدیم دوروں سے سبقت لیکن کالبروک صاحب دو باتیں عام ہیئت کی اور لکھتے ہیں ایک تو مقامات اعتدال کا مشرق سے مغرب فیضان کو قیامت آہستہ بڑھنا جس میں ہندوؤں کی رائے ہلایمرس کی نسبت اُس قدر زیادہ صحیح ہے جیسی کہ اہل عرب کی رائے ہے چنانچہ ہندوؤں کے بعد کمال ترقی حاصل ہوئی تھی اور دوسری بات زمین کی روزانہ گردش اپنے محور پر ہے جس پر وائپرین صدی میں بعض و مباحثہ کیا ہے اسی کی طرف اس سے پہلے اریٹکلس نے اشارہ کیا مگر یونانیوں نے مدت تک اُس پر توجہ نہیں کی اور یورپ میں کوپرنیکس کے زمانہ تک اس مسئلہ کو رونق اور سرسازی حاصل نہ ہوئی تھی

جو کچھ کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس سے غالباً یہہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ ہندوؤں نے عام ہندسہ اور حساب یونانیوں سے لیا ہوا اور اور کوئی قوم ایسی نہیں ہی جو ان علموں میں ہندوؤں پر تقدم کا دعویٰ کر سکے اور جبر و مقابلہ میں جس طور و طریقہ سے انہوں نے تحقیقوں کی ہیں وہ ایسا اُنکے ساتھ مخصوص ہی جس سے ثابت ہوتا ہی کہ وہ تحقیقیں وہی اُنہوں کی ذاتی ہیں *

جبر و مقابلہ میں اہل عرب کے دعویٰ ہندوؤں کے مقابلہ میں پیش کیئے گئے ہیں لیکن کالبروک صاحب نے بتکربی اس بات کو ثابت کیا ہی کہ اہل عرب کو جبر و مقابلہ کا علم حاصل ہونے اور انہیں دقیق علموں کی ابتدا سے پہلے ہندوستان میں کمال کر پہنچ چکا تھا + *

جو کچھ اہل عرب اور ہندو مشترک علم رکھتے تھے اُنکے یہہ سمجھنا معتول ہی کہ عربوں کو ہندوؤں سے حاصل ہوا ہوگا اور گو اُنکی پہچانی تفصیلات اور تحقیقوں کیسی ہی کچھ کیوں نہ ہوتی ہوں یہہ یاد رکھنا چاہیئے کہ انہوں نے آٹھویں صدی تک جسمیں اول ہی اول یونانیوں کے علمی مخزانوں تک دسترس پائی اپنی تفصیل شروع نہیں کی تھی * مگر ان معاملوں میں اُس طرح جس طرح اور تمام ان معاملوں میں جو برہمنوں کے علم و ہنر سے متعلق ہیں تمام بڑے عالموں کی تصنیفوں کو صرف ایسی رائیں سمجھنا چاہیئے جو موجود حالتوں پر دی گئی ہیں اور اُنکو اُس وقت تک کہ ہم شنسکرت سے بتکربی آگاہ ہوکر قطعی رائے دے سکیں ایسا سمجھنا چاہیئے کہ اُنہو اعتراض اور حجت عاری ہو سکتی ہی *

بہر حال علم کی تاریخ خاص کر اس وجہ سے زیادہ دلچسپ ہوتی ہی کہ ہم کو اُس قوم کی خصیلت پر جسکو وہ علم حاصل ہو رائے دینے کا ذریعہ حاصل ہوتا ہی اسی اعتبار سے ہم برہمنوں کو محنت اور ذہانت

+ کالبروک صاحب کا جبر و مقابلہ و حساب وغیرہ

میں ایسا ہی مشہور اور نامور ہاتے ہیں۔ جیسے کہ وہ ہمیشہ سے چلے آئے ہیں لیکن ہا اینہم انہیں بڑ دلی اور اپنی بات پر نہ چمنا اور ہر بات کو کہانی اور قصہ کی ملاوٹ سے خراب کر دینا اور پوجا بات کرانے والوں کے مفروضہ فائدوں کی طمع سے صدق اور راستی کو ضائع کرنا موجود ہے *

دوسرا باب

ہندوؤں کے علم جغرافیہ کا بیان

ہندوؤں نے یہ نسبت کسی اور عام کے جغرافیہ میں

بہت کم لڑی کی ہے

انکے جغرافیہ کے بموجب سرور پہاڑ + دنیا کا مرکز ہے یہہ ایک بلند پہاڑ گارم شکل کا ہے اور اُسکے پہاڑ چواعت کے اور اُسکی چوٹی پر زمین کی بیگناہ ہے اس پہاڑ کا خیال اُنکو ہندوستان کے شمالی بلند پہاڑوں سے ہوا ہوگا مگر یہہ پہاڑ اُس سلسلہ کا یا کسی اور ایسے سلسلہ کا جو دیوتوں کی کہانیاں لکھنے والوں کے عالم خیال میں موجود ہے کوئی چیز نہیں معلوم ہوتا *

اور اُس پہاڑ کے گرد ساتھ دایرہ زمین کے اور ساتھ دایرہ سمندر کے ایک دوسرے کے بعد واقع ہیں *

ان دایروں میں سے سب سے پہلا دایرہ زمین کا چھو درپ چر اُس پہاڑ کے قریب ہی نکلیں سمندر کے دایرہ سے گہرا ہوا ہے اور اسی دایرہ میں ہندوستان واقع ہے + *

ہائی چہہ دایرے دایرہ اور شراب اور گنے کے ریس وغیرہ کے سمندروں

سے ایک دوسرے سے علیحدہ ہیں یہہ بات بالکل لغو معلوم ہوتی ہے *

+ دیکھئے سرور پہاڑ سے قطب شمالی سمجھتے ہیں یہہ کچھ ہی ہر مگر ہندوؤں

کے جغرافیہ میں یہہ ایک ایسا نقطہ ہے جسکی جانب ہر ہی مایل ہے

+ ڈرل وائورڈ صاحب کی تہذیب ہندوستان نقاب تصانیف ایشیا جلد ۸ صفحہ

جمہودیپ کا نام کہی تو ہندوستان کے ساتھ منسوب کیا گیا ہی اور بعض اوقات اُسکو بھارتا کہا ہی *
معلوم ہوتا ہی کہ وہ ملک اور اُسکے آس پاس ہی کے ملک کل زمین کے وہ حصے تھے جو ہندوؤں کو معلوم تھے *

ہندوؤں کی قدیم کتابوں سے ہندوستان کی قسمیں جو از رو سے جغرافیہ کے کی گئی تھیں معلوم ہوتی ہیں اور ہر قسمت کے شہروں اور پہاڑوں اور دریاؤں کی فہرستیں موجود ہیں گو وہ بہت کچھ تاریک اور بے ترتیب ہیں مگر باوجود اُسکے انہیں سے زمانہ حال کی قسمیں اور شہر اور پہاڑ وغیرہ پہچانے جا سکتے ہیں *

لیکن ہندوستان کے سوا اور جو کچھ اُنکے جغرافیہ میں ہی وہ ایسا اندھیر کہاتہ ہی کہ زمانہ حال کے جغرافیہ دانوں نے جستدر کوششیں اُسکے صاف اور اُچلا کرنے میں کیں وہ سب رایگان گئیں + *

یہ بات بیان کرنے کے قابل ہی کہ دریاے اِنک سے اُنکے کسی مقام کا شاستری نام اُن ناموں سے جو سکندر کے ہمراہی مورخوں نے لکھے ہیں بہت کم مطابق ہوتا ہی حالانکہ جستدر نام ہندوستان کے اندر کے ہیں وہ سب مطابق ہیں اسلئے یہ معلوم ہوتا ہی کہ قدیم زمانہ کے ہندو بھی سیاحت سے ایسے ہی متاثر تھے جیسے کہ زمانہ حال کے نفرت کرتے ہیں اور اگر اور تمام انسانوں کو ہندوؤں کی طرح تفتیش اور تلاش کا شوق

+ اس بات کے قایم کرنے میں جو نا کامیابی ہوئی اُسکا حال کرنل رافورڈ صاحب کے پہلے حصہ کو دیکھئے سے جسمیں ہندوستان کے مغربی مقدس جزیروں پر گفتگو ہی معلوم ہوتی ہی (کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۸ صفحہ ۲۶۷) اُسی قسم کی تحقیقات ہندوستان میں کرنے کے واسطے بہتر سامانوں کا موجود ہونا اُسی مصنف کے جواب مضمون متعلق اُس حصہ ہندوستان سے جسمیں گنگا بہتی ہی (کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۲ صفحہ ۳۷۳) اور ارنیٹل میگزین جلد ۲ کے ایک جواب مضمون سے ثابت ہوتا ہی وشنویران کی دوسری کتاب کے پہلے بابوں کو بھی دیکھو
صفحہ ۱۶۱

نہوتا اور خانہ نشینی سرخورد ہوئی تو وہ باقی تمام دنیا سے علیحدہ اور بے تعلق رہتے *

ذریعے انڈس سے آگے دو مقاموں میں ہندوؤں کا مرجع ہونا ہماری اس رائے کو جو اوپر مذکور ہوئی ضرور نہیں پہنچاتا جو ہندو سمندر کے ساحل پر آباد ہیں غالباً وہ ملکی جہازوں کے سبب سے اپنے ملک سے نکل کر ایسے مقاموں میں جو نہایت قریب ان کو ملے آباد ہو گئی ہونگی (تیسرے قلم کو دیکھو) ان میں سے جو ہندو شمالی پہاڑوں میں جا کر آباد ہوئے ان کا حال ہمکو کسی طرح معلوم نہیں ہو سکتا مگر یہہ معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کے زمانہ میں ان دونوں کو (یعنی پہاڑوں کے رہنے والے اور ساحل دریای شور کے رہنے والی ہندوؤں کو) ہندوستان سے کچھ تعلق نہیں رہا تھا اور اکثر باتوں میں اہل ہند سے وہ مختلف ہو گئی تھے مگر یہہ بھی کسی غیر قوم کے حال سے وہ آگاہ نہیں ہوئے اور اگر کچھ ہوئی بھی تو اپنے ہی وطن میں اور غیر قوموں کے لوگوں کے آنے جانے سے ہوئی *

آج کل علاوہ سادہ سنت قدیموں کے جو بحر کاسپیئن پر باکو اک کو مقدس سمجھتے کر اور استرخان اور ماسکو قدیم دارالسلطنت روس تک چلتی پھرتے چلے جایا کرتے ہیں شکار پر کے رہنے والی ہندو جو دریای اٹک پر ایک شہر ہی بطور ساہوکار اور سوداگر کے ایران اور ترکستان اور روس کے شہروں میں رہتی ہیں مگر اپنے اصل ہموطنوں کو کسی قسم کی عام واقفیت اور آگاہی کا فائدہ پہونچانے میں کوشش نہیں کرتے *

ہندوؤں کے پاس پروس کی قوموں میں سے بھی چند ہی قوموں کا حال ہندوؤں کی قدیم کتابوں میں پایا جاتا ہے وہ یونانیوں سے واقف تھے اور انکو یونا کہتی تھے بعدہ ان سب قوموں کو جو شمال و مغرب سے فتح کرنے والی آئیں وہ یونا کہنی لگی اور یہہ خیال کرنے کی معتزل وجہ ہی کہ ستھیا والوں کو ساکا کہتے تھے + لیکن ہندو ان دونوں قوموں

+ حسب قول یونانیوں کے قدیم ایرانی ان کو سائی کہتی تھے

سے ہندوستان ہی میں واقف ہوئی اُن ملکوں کے حال سے بالکل ناواقف رہے جہاں سے وہ اُن کے ملنے والی آئی تھے نہایت صاف اور روشن سراغ جو ہم نے رومیوں کے ساتھ اُن کی واقفیت کا لکا یا ہی وہ یہہ ہی کہ کالبروک صاحب فرماتے ہیں † کہ ساتویں آٹھویں صدی کا ایک ہندو مورخ اپنی کتاب میں بیان کرتا ہے کہ وحشیوں کی زبانوں کا نام فارسیکا اور یادنا اور روماکا اور بار بار ہیں ان میں سے اول کی تین زبانوں سے فارسی اور یونانی اور رومی معلوم ہوتی ہیں *

وہ مغربی ملک جس کو روماکا کہا ہے اور اُس کی نسبت بیان کیا ہی کہ جب لٹکا میں صبح ہوتی ہی تو اُس ملک میں آدھی رات ہوتی ہی شاید روم ہی ہو چنانچہ اس ملک کا ذکر سپدھانتا سوریمنی ‡ کے ترجمہ میں مندرج ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ برہمن مسلمانوں کے ہندوستان میں آنے سے بہت پہلے اُس ملک سے واقف ہو گئی ہوں گی ملک چین کا حال بیشک وہ جانتی تھے ہمارے پاس ایک چینی سیاح کا جو ہندوستان میں آیا سیاحت نامہ موجود ہے اور چینی مصنفوں کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہی کہ مکادا کے راجاؤں نے دوسری اور پچھلی صدیوں میں چین کو ایچھی بھیجی متو کے بیان میں ایک قوم کا ذکر چین کے نام سے موجود ہی مگر اُس کو شمال

† حالات ایشیا تک سرسینٹی جلد ۸ صفحہ ۳۶۷

‡ وارث صاحب کی ہندوؤں کے حالات کی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۵۷ اور روماکا کا بیان روم کو روماکا سمجھ کر کرنل راورٹ صاحب نے بھی کیا ہی (کتاب تنقیقات حالات ایشیا جلد ۸ صفحہ ۳۶۷ اور اور مقام بھی) لیکن اس بات پر غور کرئی چاہیئے کہ روم اور اٹلی کے حال سے اہل مشرق ایک ناواقف ہیں ایران میں بھی روم سے مراد ایشیا مائنور یعنی ایشیا کوچک ہوتی ہی اور قیصر روم کا خطاب اس سے پہلے بھی کہ وہ مسلمان شاہنشاہوں قسطنطنیہ پر اُن کے نزدیک منتقل ہو گیا ہی قسطنطنیہ ہی کے شاہنشاہوں کا جانتی ہیں اصل روم کے شاہنشاہوں کا جو اٹلی میں واقع ہی نہیں جانتی

و مغربی قوموں میں اُسکی قرار دیا ہی علاوہ اسکی ملک چین کا نام ملو
کے زمانہ سے مدتوں کے بعد چین مشہور ہوا *

اگر کرنل ولفرڈ صاحب کے نہایت عالمانہ اور تیز فہمی کے نتیجہ جتنا
اعتبار نکلیا جاوے تو جو جواب مضمون جغرافیہ کے اُن مضمونوں پر لکھ
گئے جتنا ماسخد شنسکرت ہی اُنسے اسبات کا دریافت کرنا نہایت دشوار
ہی کہ ہندو مصر سے کس طرح کی وراثت رکھتے تھے حالانکہ اُن یونانی اور
رومی جہاز رانوں کی آمد و شد سے جو مصر سے آکر ہندوستان کے ساتھ
سیکڑوں ہوس تک تجارت کرتے رہے یہ تو قریح ہو سکتی ہی کہ ہندو مصر
کے حال سے واقف ہو گئے ہونگے *

تیسرا باب

تاریخ واقعات کا بیان

خیالی یا مصنوعی زمانے

زمانہ کے حساب میں جو ہندوؤں نے اور قوموں کی نسبت حد سے
زیادہ مدتیں قائم کی ہیں اُن پر کچھ گفتگو کرنی فضول معلوم ہوتی ہی
اگرچہ وہ مدتیں ہیئت کے اصول پر قائم کی ہوئی ہیں مگر علامتہ لغو اور
خیالی ہیں اور اُس توجہ کے قابل نہیں ہیں جو یورپ کے عالموں نے
اُن پر کی ہی *

نورڈ [†] اور ایپسائیڈز [‡] کی فاصل گردش جو اُنکے خیال میں چار
ارب بیس کروڑ برسوں میں پوری ہوتی ہی اُسکو وہ ایک کلیا یا برہما کا

[†] نورڈ ملوین الشمس کے دائرہ کے اُن نقطوں یا مقاموں کو کہتے ہیں جہاں کسی
سیارہ کی گردش کا متعین تقاطع کرتا ہی یعنی راس و ذنب (مترجم)

[‡] ایپسائیڈز سیارہ کے اُن دونوں مقاموں کو کہتے ہیں جو قدیم زمانہ میں
زمین سے نہایت قریب اور نہایت بعید سمجھی جاتے تھے اور اب اکتاب سے نہایت قریب
اور نہایت بعید سمجھی جاتے ہیں یعنی اوج و حضیض (مترجم)

ایک دن ٹھہراتے ہیں اس دن میں چودہ ماں وٹترا یا زمانے شامل ہیں جنہیں سے ہر ایک میں دنیا ایک منو کے تحت و تصرف میں ہوتی ہی اور ہر ماں وٹترا ایک ہزار چک یعنی بڑے طویل و طویل زمانوں سے بنا ہوا ہی اور ہر ماں وٹترا میں چار چک غیر مساوی مدت کے ہوتے ہیں یہ چاروں چک یونانیوں کے سولے چاندی پیتل اور لڑھی کے چاروں زمانوں سے کچھ مشابہت رکھتے ہیں *

صرف یہ ہجڑا ہی تقسیم انسانوں کے کار و بار سے متعلق ہو سکتی ہی + اول چک یعنی ست چک سترہ لاکھ اٹھائیس ہزار برس کا ہی اور دوسرا یعنی تریستا چک بارہ لاکھ چھیانوہ ہزار برس کا ہی اور تیسرا چک یعنی دراپر آٹھ لاکھ چونسٹھ ہزار برس کا اور اخیر یعنی کلچک چار لاکھ تیس ہزار برس کا ہی اس موجودہ ماں وٹترا کی اخیر یعنی کلچک میں سے چار ہزار نو سو اکتالیس برس گذر چکے ہیں جنہیں بہت سے تاریخانہ واقعات گذرے ہیں مگر انہیں سے بعضی اس سے پہلے کے زمانوں میں قرار دیئے گئے ہیں اور اگر انکو زیادہ قابل یقین زمانہ میں سمجھا جاوے تو وہ تاریخ واقعات میں کسب طرح شمار نہیں ہو سکتی + *

+ دیوتا صاحب کی تحریر کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۲ صفحہ ۲۲۸ لغایت ۲۳۱

+ منو کے قوانین کی تاریخ کو جز اصل میں نوسو برس قبل مسیح علیہ السلام سے کچھ کم میں لکھی گئی ہی تاریخ واقعات کے لکھنے والے ہندو ان چاروں جگہوں سے گذرنا کیسا قریب ساں وٹترا کے پہلے قرار دیتے ہیں جو ایک ایسی مدت ہی کہ تینتالیس لاکھ بیس ہزار کو اکثر چھ گنی سے ضرب دینے سے حاصل ہوتی ہی (کتاب حالات تحقیقات ایشیا جلد ۲ صفحہ ۱۱۶) اور سورجا سیدھانتا جو سنہ ۵۰۰ ع میں لکھی گئی ہی وہ منو کے قوانین سے کم قدیم مانی گئی ہی اور اُسکو ست چک کی وحی قرار دیکر صرف بیس لاکھ سے تیس لاکھ برس کی مدت قائم کی ہی اور رام چندر جی کی تاریخ کو جو حقیقت میں ایک ایسے شخص ہیں جو اصلی تاریخ سے متعلق ہوتی چاہیئے، درودے چک میں قرار دیتی ہیں جسکو اُنکے حساب سے دس لاکھ برس عرت

ہندوؤں کی قدیم تاریخوں یعنی زمانوں کا قایم کرنا غیر ممکن ہی

پس حالات مذکورہ کے لحاظ سے ہم کو جن کوں اور کلیوں اور زمانوں سے درگزر کر کے ہندوؤں کے واقعات کی تاریخ ایسی اور ساختوں سے جو خود ہندوؤں سے ہم کو حاصل ہوئی ہیں دریافت کرنی چاہیئے * یہ بات ہم بیان کر چکے ہیں کہ ہندوؤں نے چودہ سو برس پہلے حضرت مسیح علیہ السلام سے لکھی گئی ہیں لیکن اس تاریخ کے ساتھ کوئی تاریخانہ واقعہ حسب اطمینان خاطر متعلق نہیں ہو سکتا شاید ہیئت داتا پارسواے چودھویں صدی قبل مسیح علیہ السلام میں ہوئے اُن سے اور اُن کے بیٹے بیاس سے جو ہند کے مولف ہیں بہت سے ایسے شخص جنکا بیان تاریخانہ واقعات یا دیوتوں کے حالات میں شامل ہی متعلق ہیں لیکن دونوں صورتوں میں بہت سے ایسے شخص جو اُن کے ہم عصر ٹھہرائے گئے ہیں ایسے زمانوں میں گذرے معلوم ہوتے ہیں جن میں بہت بڑا تنازع پایا جاتا ہی اور تمام بزرگ آدمیوں کے ایام حیات کو جو لغو زمانوں سے منسوب کر دیا گیا ہی اسوجہ سے اُن کے حالات سے کسی معاملہ کے تصدیق کرنے میں کچھ مدد نہیں مل سکتی *

سورج ہنسی اور چندر ہنسی راجاؤں کی نسلونکی تاریخ

جس درسی وجہ سے ہم کو ہندوؤں کے واقعات کی تاریخ قایم کرنیکی توقع کرنی چاہیئی تھی وہ اُن فہرستوں سے ممکن تھی جو ہورائوں میں راجاؤں کے در ہمسر خاندانوں یعنی سورج ہنسی اور چندر ہنسی کی لکھی ہیں جنہوں نے گنگا جمن کے دریا اور اجودھیا کی سلطنتوں کی بنا قایم کی اُن میں سے کسی نہ کسی سے قدیم ہندوستان کے تمام راجاؤں کے خاندان ہوا، ہوئے ہیں سورجونس صاحب کے حساب کے مطابق ہم تین ہزار پانسو

دوس قبل مسیح علیہ السلام تک زمانہ کا حال معلوم کر سکتے تھے لیکن خود ان فہرستوں کے بیان میں ایسا نفاذ ہی کہ اُسکے سبب سے کسی پر اعتبار نہیں ہو سکتا دونوں فہرستوں کے شروع ہی پر جو نام ہیں وہ دونوں ہمو زمانہ اور یہی بھائی ہیں مگر پھر بھی چندر بنسی خاندان میں اُسی زمانہ میں صرف اُرتالیس نام ہیں جس میں سورج بنسی خاندان میں پچانوہ نام ہیں اور سری کرشن جی جنکو خود پوران میں رام چندر جی کے بعد کے زمانہ میں مانا گیا چندر بنسی میں پچاسویں درجہ پر ہیں حالانکہ رام چندر جی سورج بنسی میں تریستھویں درجہ پر ہیں + ان فہرستوں کے مطابق کرنے میں جو لوگوں نے قصد کیئے ہیں اُنسے اُنسوں اختلاف اور زیادہ تو ہو گیا مگر کم نہوا بقول شاعر رشک زلف یار ہیں عقدے میرے دلکے سرور اور اولتجہ اوتھتے ہیں بیتھے جبکہ سلجھانے کو ہم اُنکے ساتھ جو قصہ پوران میں مندرج ہی وہ اُنکو طنانہ اور لغو باتوں کے سبب سے اور بھی زیادہ بے اعتبار تھوانا ہی اگرچہ بہت سے ایسے راجاؤں نے حکومت کی ہوگی جنکے نام اُس فہرست میں داخل ہیں اور اُس قصہ میں بھی اصلی واقعات کچھ کچھ شامل ہونگے مگر کرشن جی اور مہابھارت کے معرکہ تک اُن سے کوئی بنا ہمکو ایسی نہیں نظر آئی جسپر سلسلہوار ہندوؤں کے واقعات کی تاریخ قائم کیجاسکے *

مہابھارت کے زمانہ سے ہندوستان کے مختلف حصوں کے راجاؤں کی بہت سے فہرستیں ہمکو ملتی ہیں اور وہ علیحدہ علیحدہ کیپندر

+ ان فہرستوں کے نمایف عمدہ نسخوں کے واسطے تو پرنسپ صاحب کے نقشوں کے صفحہ ۹۴ وغیرہ کو دیکھو اور اُس سے پہلے مباحثوں کے واسطے جرنس صاحب کی تصدیق مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۲ صفحہ ۱۲۸ اور کرنل رنورڈ صاحب کی تصدیق اُسی کتاب کی جلد ۵ صفحہ ۲۴۱ و ۱۸۷ اور وارڈ صاحب کی کتاب کی جلد ۱ صفحہ ۱۲ اور ڈاکٹر ہملٹن بکائن صاحب کے نسخہ ہندوؤں کو دیکھو اور پرنسپ رنس صاحب کے دیباچہ میں پوران کے صفحہ ۶۴ وغیرہ اور خود پوران کے صفحہ ۴ پر اب ۱ صفحہ ۳۴۷ کو بھی ملاحظہ کرو

اعتبار کے قابل معلوم ہوتی ہیں اور اکثر باتیں انکی خارجی دلیلوں سے ثابت ہوتی ہیں *

ان فہرستوں کی تصدیق اکثر مذہبی کتبوں اور وقتی جاگیروں سے ہوتی ہے یہ وقف کی سندیں اکثر پتھروں اور تانبے کے پتروں پر جو بالکل صحیح و سالم ہم پہونچتی ہیں پائی جاتی ہیں انہیں صرف وقف کی تاریخ وغیرہ ہی کندہ نہیں ہوتی بلکہ اُس راجہ کے ابا واجداد کے نام بھی ہمیشہ ہوتے ہیں جس نے وہ وقف کیا ہوتا ہے اگر یہ پترے بقدر کافی ہم پہونچ جاویں تو تمام راجاؤں کی تاریخ سلسلہ وار قائم ہوسکتی ہے لیکن بالفعل جو ملے ہیں وہ مسلسل نہیں خاص خاص مقاموں کی تاریخوں کے کام کے ہیں لیکن عام واقعات کی تاریخ میں کچھ مدد اُسے نہیں حاصل ہوتی *

ممکدا کے راجاؤں کے زمانہ کا بیان

صرف ممکدا کے راجاؤں کے خاندان کا سلسلہ مختلف قسم کے استحکام اور ثبوت کے ساتھ مہابھارت کی لڑائی سے سنہ ۵۰۰ ع تک ہم کو حاصل ہوتا ہے یعنی وہ اُس زمانہ کے قریب کے کل متقدم واقعوں تک بخوبی پہونچتا ہے *

سہادیوا مہابھارت کی لڑائی کے آخر میں ممکدا کا راجہ تھا اور اُس سے پینتیسواں راجہ اجیتا سترو جس کے عہد میں سکیا یا گوتاما بدھ مذہب کا بانی ظہور میں آیا اور اُس بات میں کچھ شک نہیں کہ سکیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے قریب پانسو پچاس برس کے پہلے ہوا ہے اس کے ثبوت کے لیے ہمارے پاس برہما اور لنکا اور سیام اور اور ہندوستان کے باہر کے بدھ مذہب والی مورخوں کی شہادتیں موجود ہیں جن سے اجیتا سترو کا زمانہ قائم کرسکتے ہیں *

اور اجیتا سترو سے چھٹا ننڈا راجہ تھا جس کی تاریخ پر اور واقعات کی بہت سی تاریخیں ملے ہوئے ہیں ننڈا سے نواں چندراگپتا اور چندراگپتا

سے تیسرا اسوکا تھا جو تمام ملکوں کے بدھ مذہب والوں میں اس وجہ سے مشہور ہی کہ وہ اس مذہب کا نہایت ترقی دینے والا اور نہایت سرگرم و مستعد پیر تھا *

ان دونوں پہلے راجاؤں کے ذریعہ سے ہندوستان اور یورپ کے واقعات کی تاریخوں کے ملانے کا سلسلہ ہمارے ہاتھ لگتا ہی اور ہندوؤں کے تاریخی حالات کے زمانہ کی حدیں گو وہ کامل یقین کے قابل نہیں قائم کر سکتے ہیں *

ہندو مصنفوں نے کسی غرض سے جو غالباً کرشن جی کی شان و شوکت اور عظمت بڑھانا معلوم ہوتی ہی مہابھارت کی لڑائی کے اخیر اور کرشن جی کے وفات سے کلچنگ کی ابتدا قائم کی ہی اگرچہ زمانہ مذکور سے کلچنگ کے شروع ہونے کی نسبت خود ایک ہندو مصنف نے اعتراض کیا ہی اور اور مورخوں کے بیان سے بھی اُسکی غیو معتبری معلوم ہوتی ہی مگر اب بھی اُسکو بلا عذر و حجت مانا جاتا ہی *

چندر اگپتا سلیوکس کا ہم عصر تھا

اور اسوکا اینٹیوکس کا ہم عصر ہوا

راجاؤں کی اُس فہرست سے جو یوران میں سے لی گئی ہی چندر اگپتا اور + سلیوکس کے ہم عصر ہونے کی تحقیق کرنے میں سرچونس صاحب چندر اگپتا اور سندرکتس یا سندرا کپتس کے نام کے مشابہہ ہونے سے جسکی نسبت یونانی مورخوں نے لکھا ہی کہ اُسے سلیوکس کے ساتھ عہدنامہ کیا بہت حیران ہوئے *

+ سلیوکس ایک بڑا سردار سکندر اعظم کے سواروں کی فوج کا انسر ہندوستان کے مہم میں سکندر کے ہمراہ تھا اور اُسوقت عہد اُسکی چوپیس برس کی تھی اور بڑا قوی ہیکل جوان تھا اسکا باپ اینٹیوکس فلپ ثانی یعنی دوسرے نیپٹرس سکندر اعظم کے باپ کے ہاں بڑے پایہ پر تھا اور مقدونیہ کا رہنے والا تھا بعد وفات سکندر کے ملک شام وغیرہ کا سلیوکس بادشاہ ہو گیا تھا (مترجم)

اور اچھی طرح جانچنے میں انکی حالات مشاہدہ دیکھ کر اور بھی زیادہ متحیر ہوئی اور چندراگپتا اور سلوکس کا ایک زمانہ تسلیم کر کے باقی اور اُنسے پہلے واقعات کے تاریخ کو زیادہ تر قرین قیاس قائم کر سکے + جس دلیلوں سے اس قیاس کے استعانت کی جاسکتی ہی انکو پروفیسر ولسن صاحب نے نہایت تکمیل اور صفائی کے ساتھ بیان کیا ہی + وہ دلائل یہہ ہیں مشابہت اُن ناموں کی جو ابھی بیان ہوئے اور مشابہت زندرامس کی جسکو ڈائیوٹورس سندراکتس کہتا ہی چندرا مس کے ساتھ (یعنی چندراگپتا کے ساتھ) جسکو بعض اوقات ہندو مصنفوں نے بھی چندرامس نام سے یاد کیا ہی اور اُسکا کم اصل ہونا اور سلطنت کا غصب کرنا جسکا بیان یونانیوں اور ہندوؤں غرضکہ دونوں کی کتابوں میں پایا جاتا ہی اور یہہ بات کہ اُسکی سلطنت کہاں واقع تھی مہگاستھینز نے جو یونانیوں کیطرف سے اُسکے دربار میں بطور سفیر کے حاضر رہتا تھا لکھی ہی اور اُسکی رعایا کو یونانی ہراسی کہتے تھے اور ہراسی پراچی کے مطابق ہی اور پراچی وہ اصطلاح ہی جس سے ہندو جغرافیہ دانوں نے اُس ملک کو جہاں مکادا واقع ہی لکھا ہی اور نام اُسکی راج دھانی کا یونانی ہالی ہتھرا کہتی ہیں اور ہندو ہتھالی ہتھرا کہتی ہیں اُسکی بعد جو تختیبتیں برہمنوں کی تختیبروں وغیرہ کے ذریعہ سے کی گئیں اُن سے چندراگپتا کی تاریخ کسبتد زیادہ درست کے ساتھ قائم ہوگئی چنانچہ رلفورڈ صاحب کی رائے کے موافق وہ تین سو پچاس برس اور پروفیسر ولسن صاحب کی رائے کے بموجب تین سو ہندسہ برس قبل مسیح علیہ السلام کے ہوا اور اِن دونوں رائوں کو ایسا استحکام جس کا کچھہ سان گمان بھی نہ تھا بدست مذہب والوں کے واقعات کی ایسی اناریتوں کے نقشوں سے جو دور دور کے ملکوں مثل آرا اور لنکا سے بہم پہونچے اچھی

۱: کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۲ کے دیباچہ کا صفحہ ۲۷

۲: کتاب تماشہ گاہ ہندوان جلد ۳ صفحہ ۳

خارج ہو گیا ان میں سے اول نقشہ کی رو سے جو کراپورتہ صاحب کے رسالہ
 ارا + میں شامل ہی چندرا گپتا کی سلطنت کا زمانہ تین سو بارہ اور تین
 سو چھتر برس قبل مسیح کے اندر قائم ہوتا ہی اور دوسرے نقشہ کے
 بموجب جوئرور صاحب کے ترجمہ مہارنسر + میں داخل ہی تین سو
 اکیاسی اور تیرے سو سینتالیس برس قبل مسیح کے بیچ میں ثابت
 ہوتا ہی اور یونانیوں کے بیان سے اُس کا زمانہ سلوکس کی تخت نشینی
 کے وقت سے جو تین سو بارہ برس قبل مسیح کے ہوئی اُس کی وفات تک
 جو دوسو اسی برس قبل مسیح میں ہوئی ثابت ہوتا ہے + بدھ مذہب
 والوں اور یونانیوں کی قائم کی ہوئی تاریخوں میں جو اختلاف تیس
 چالیس برس || کا ہی اُسکو ژرنور صاحب بدھ مذہب والوں کے ہوجاریوں
 کے بالا رادہ فریب و فطرت سے منسوب کرتے ہیں یہہ ہوجاری اگرچہ برہمنوں
 کے اُن لغویات سے جو وہ واقعات کی تاریخ میں بہرتے ہیں بالکل پاک و
 صاف ہیں مگر اُنہوں نے تاریخی واقعات کو اپنی مذہبی روایتوں سے جو
 تسلیم ہوتی چلی آئی تھیں مطابق کرنے کے واسطے یہہ کارستانی کی ہے اگر
 کوئی اور دلیل بھی ہاتھ نہ لگتی تب بھی ہمارے اس مضبوط یقین کے
 متانے کے لیئے کہ چندرا گپتا اور سندرا اکتس ایک ہی ہی یہہ اختلاف
 کچھ اثر نہ کرتا مگر اور سب رہا سہا شک و شبہ ایک ایسی تحقیق کے
 ذریعہ سے جاتا رہتا ہے جس سے یہہ توقع ہوتی ہی کہ ہندوستان کی تاریخ

+ پرنسپ صاحب کے مفید نثروں کے صفحہ ۱۳۲ کو دیکھو

+ مہارنسر کے دیباچہ کا صفحہ ۲۷

ی کلنگن صاحب کی کتاب

|| سلوکس کی ہندوستان کی مہم بعد فتح ہونے بابل کے (جو تین سو بارہ برس
 قبل مسیح میں ہوئی) ہماری رائے میں تین سو دس برس قبل مسیح کے ہوئی
 ہوگی اور چندرا گپتا نے بموجب مہارنسر کے تین سو سینتالیس برس قبل مسیح
 میں وفات پائی تو سینتالیس برس کا اختلاف اُس حالت میں بھی رہتا ہی کہ
 چندرا گپتا کا عہد نامہ پر دستخط کرنا دم واپسی میں سمجھا جاوے

کے باقی اور حصے بھی روشن ہو جا رہے تھے بہت سے غاروں اور پہاڑوں اور ستونوں پر ہندوستان کے مختلف حصوں میں ایسے حروف میں کتبہ ہائے جاتے ہیں جنکا مضمر نہ کوئی اہل یورپ سمجھ سکتا تھا اور نہ کسی ہندوستانی کی سمجھ میں آتا تھا

غرض کہ لوگ اُس وقت تک اسی طرح متعجب و ششدر تھے جیسے کہ مصر کے کتبوں کی تصویروں کو دیکھ کر حیران رہتے تھے کہ ہرنسپ صاحب نے جو اُن قدیم حروف کے علم کی تحصیل کے درپے تھے اُنکی سمجھ میں آنے کی راہ نپاکر یہ بات تھرائی کہ وہ تمام کتبوں جو ایک خاص مندر سے اُنکے پاس بھیجے گئے تھے بالاجمال ہیں اور ان میں کٹائے اشارے کندہ ہیں الحاصل یہی بات قائم کر کے اور بد مذہب والوں کے زمانہ حال کے ایک طریقہ سے ملاکر یہ نتیجہ نکالا کہ غالباً ان میں سے ہر ایک میں کسی وقت کا حال مندرج ہی اور ذہانت کے ساتھ یہ قیاس لڑا کہ ہر وہ اسبات سے حیران ہوئی کہ ہر ایک کتبہ کا کندہ دو ہم شکل حروف ہر ختم ہوتا ہی اور اپنے اُسی قیاس پر جمی رہ کر انہوں نے یہ سمجھا کہ آخر کے یہ دو نوں حرف وہ اصل بفتح شاستر کے ہیں جو اُس لفظ کے شروع میں ہوتے ہیں جسکے معنی انگریزی میں توویشن ہیں اِسلامیہ یہ دو نوں حرف بجائے تی اور اِن توویشن کے قائم ہوئی اور ایک اور حرف کے مکرر سے کرر آئی سے اُسکو اس سمجھا جسکے بجائے شنسکرت میں جو حرف آتا ہی وہ مالک کی علامت سمجھا جاتا ہی پس انہوں نے اسطور پر کہوچ لکا کر ایک الف بے قائم کر لی اور معلوم کیا کہ یہ کتب شنسکرت میں تحریر نہیں ہوئے ہیں بلکہ یہ ہالی زبان میں ہیں جس میں متدس تحریریں بد مذہب والوں کی لکھی گئی ہیں وہ ان تھتہتوں کے ذریعہ سے اُن کتبوں کو جو اب تک سمجھ میں نہیں آتے تھے پڑھنے اور بہت سے ہندوستانی راجاؤں کے سلسلہ وار سکون کو بھی دریافت کرنے لگے اور اُنکا قیاس اُس حقیقت سے اور بھی

زیادہ پسندیدہ طرز سے مستحکم ہوا جو انہوں نے اور پرنسپل صاحب
 یوں والے نے ایک ہی وقت میں دریافت کی کہ اگاہو کلیز اور ہائیڈرو
 نام جو ایک طغمہ کے ایک جانب یونانی زبان میں تھی وہ دوسری
 جانب اُس طغمہ کی تھیک اُسی الف بے کے حروف میں لکھے تھے جو
 انہوں نے قائم کی تھی یہی قوی کل جو پرنسپ صاحب کے ہاتھ لگ
 گئے اُسکا اُنہوں نے فیروز شاہ کی لات کے کتبہ پر استعمال کیا جسکی
 دریافت کرنے پر مشرقی حالات کے تحقیق کرنے والوں کی بڑی توجہ
 مائل تھی اور ہندوستان کے اُس حصہ میں کے تین مناروں کے کتبوں پر
 بھی اُسکا استعمال کیا جنہیں گنگا بھتی ہی اور ان سب کا مضمون بلا
 شک معلوم ہو گیا چنانچہ اُن سب میں اسوگا کے چند فرمان مندرجہ
 معلوم ہوئے اور اور کتبوں کے دیکھنے پر دو کتابوں میں اُسی مضمون کے
 دو فرمان اُسی راجہ کے اُنہوں نے پائی ان میں سے ایک کتبہ تو پادری
 ستیوں صاحب پریسیڈنٹ لٹریچر سوسائٹی نے پایا جو بدھوں کے مقدس
 پہاڑ گرنار کے ایک پتھر پر جو گجرات کے جزیرہ نما میں واقع ہے کندہ تھا اور
 دوسرا کتبہ لائننگ کتو صاحب نے مقام دھالی واقع کنک کے پہاڑ کے
 ایک ٹکڑے پر کندہ پایا تھا ان میں سے ایک کتبہ میں گیارہ فرمان اور
 دوسرے میں چودہ فرمان تھے اور ان کتبوں میں وہ سب کتبے شامل تھے
 جو ایدھر اودھر ستونوں پر کندہ تھے اور ان دونوں پہاڑوں کے کتبوں میں
 ہر طرح پر دس فرمان مطابق تھے پہاڑ کے کتبوں میں سے ایک فرمان
 شفاخانوں اور اور خیرات خانوں کے بنانے سے متعلق تھا جنکی نسبت لکھا
 تھا کہ وہ اسوگا کے قلمرو اور اُن صوبوں میں جنہیں بدھ مذہب والی
 ہستے ہیں بنائے جاویں اُن صوبوں میں سے چار کا نام بھی مذکور ہے
 بلکہ تنہا پانی یا تاپور ہیں یعنی لنکا اور اس سے بھی بڑا کر اینڈیمونا
 یعنی اینڈوکس یونانی کی سلطنت کے صوبوں میں جہاں اُسکے سردار
 حکومت کرتے ہیں بنائی جاویں *

اسکے بعد جو ایک کتبہ ایک پہاڑ پر ملا وہ ٹوٹا پھوٹا خراب خستہ
 ہی بھڑکی نہیں پڑھا گیا اور اسکا مطلب اچھی طرح سمجھہ میں نہیں
 آیا لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اسوکا کے مذہبی مسائل خصوصاً جانوروں
 کے ذبح سے پرہیز کرنے کے مسائل کا غیر ملکوں میں بھی رواج ہو جانے
 سے اسوکا اپنی خوشنودی ظاہر کرتا ہے اس فرمان میں سے مفصلہ ذیل
 حصہ باقی رہا ہے یعنی علامہ اسکے اور یونانی بادشاہ جسٹس چیتا (چیتا
 تحقیق نہیں ہوا) بادشاہ تو رامایو اور گونگ کا کینہ اور ماکا † *
 ان ناموں میں سے دو ناموں کو میسٹر پرنسپ صاحب تولیمی اس
 اور ماگس خیال کرتے ہیں اور انکو اسبات کی دلیل گردانتے ہیں کہ اسوکا
 مصر سے لاواقف نہ تھا اور خط کتابت رکھتا تھا یہہ ایک ایسا نتیجہ ہے
 جسکو بلا حذر و احتیاط قبول کر سکتے ہیں کیونکہ مصر کے اول تولیمی
 ناموں کے بادشاہوں کے عہد میں ہندوستان کے ساتھ تجارت کا ہونا ایک
 مشہور واقعہ تاریخ کا ہے پرنسپ صاحب کی یہہ رائے ہے کہ جس تولیمی
 کی طرف اشارہ ہے وہ تولیمی فلوقلس تھا جسکا ایک بھائی ماگس نامی
 تھا اور اسکی شادی اینٹیوکس اول کی بیٹی سے ہوئی تھی نہایت غالب
 معلوم ہوتی ہے اور اس سے یہہ بات قرار پاتی ہے کہ جس اینٹیوکس
 کا دوسرے فرمان میں ذکر ہے وہ اینٹیوکس اول ہی خواہ ثانی ہی
 یعنی سلوکس کا بیٹا یا پوتا ہے *
 چلندرا گپتا کے پوتے اور سلوکس کے پہلے جانشینوں میں سے کسی
 ایک کے ہم زمانہ ہونے سے انکے بزرگوں کے ہم عصر ہونے میں کوئی شک
 باقی نہیں رہتا اور اس سے ہندوؤں کے واقعات کی تاریخ کا ایسا سنہ قائم
 ہوتا ہے جسپر پہلے واقعات کی تاریخوں کو باطمینان تمام حوالہ کر سکتے
 ہیں *

† ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کا جرنل جلد ۷ صفحہ ۲۶۱

‡ ایضاً صفحہ ۲۲۳

ہندو کی سلطنت کا زمانہ

سب سے اول جس راجہ کا زمانہ ہم کو قرار دینا چاہیئے وہ ہندو ہی اگرچہ ہندو اور چندراگپتا کے درمیان میں آٹھ راجا گذرے مگر یہہ معلوم نہیں کہ وہ سب ہندو کے بیٹے ہوتے تھے یا اور عزیز و اقارب تھے ایک بیان ہے کہ سب آپس میں چھوٹے بڑے بھائی معلوم ہوتے ہیں لیکن چار پورانوں سے ان نو راجاؤں کے سلطنت کا چندین ہندو بھی شامل ہی سو برس کا زمانہ قرار پاتا ہے اس لیے ہم خیال کر سکتے ہیں کہ ہندو سندراگپتا سے سو برس پہلے یا چار سو برس قبل مسیح علیہ السلام کے تخت نشین ہوا *۔

ہندو کی وفات کا زمانہ

ہندو کے بعد چھٹا راجہ اجیتا ستروہی جس کے عہد میں سکیا نے وفات پائی ایسی سندوں سے جو ہندوؤں سے کچھ تعلق نہیں رکھتیں سکیا کی وفات پان سو پچاس برس قبل مسیح علیہ السلام قرار پاتی ہے اور جو پانچ سلطنتیں سنہ ۵۵۰ قبل مسیح اور سنہ ۴۰۰ قبل مسیح کے درمیان میں ہوئی ہیں ان میں سے ہر ایک کا زمانہ تیس تیس برس کا تھوے گا پس ان کے زمانوں میں کوئی ایسا اختلاف نہیں رہ سکتا جس کا کچھ علاج نہ ہو سکے *۔

مہابھارت کی لڑائی کا ترین قیاس زمانہ

ہندو اور مہابھارت کی لڑائی کے بیچ میں تین خاندان شاہی ہوئی اور ہر ایک خاندان کی سلطنت کا جس جس قدر زمانہ گذرا وہ چار پورانوں میں مذکور ہی جس کے کل برسوں کی میزان پندرہ سو برس ہی لیکن اس عرصہ میں جو راجہ ہوئے وہ بڑی سے بڑی فہرست میں صرف سینتالیس ہیں اور ان میں پورانوں میں ایک اور مقام پر اسی اعتماد کے ساتھ ان برسوں سے بالکل مختلف مدت کی تعداد لکھی ہے

ایک پوران میں تو مہابھارت کی لڑائی سے نندا کے وقت تک ایک ہزار پندرہ برس کا عرصہ لکھا ہے اور دو پورانوں میں ایک ہزار پچاس چوتھے میں ایک ہزار ایک سو پندرہ برس لکھی ہیں ان میں سے جو سب سے کم مدت ہے اُس کو اگر سینتالیس راجاؤں پر تقسیم کیا جائے تو ہر ایک کی سلطنت کا زمانہ اکیس برس سے کچھ زیادہ نکلی گا اور اگر ان ہی سینتالیس پر پندرہ سو برس کا زمانہ تقسیم کریں تو ہر ایک سلطنت کا زمانہ اکیس برس سے کچھ زیادہ ہوگا سلسلہ وار سینتالیس سلطنتوں کے واسطے اسقدر عرصہ جو پورانوں میں لکھا ہے خلاف قیاس ہی مگر ہم بمنجہدہری تینوں عرصوں میں کے اوسط عرصہ کو بلا تامل قبول کر کے یہہ قرار دیسکتے ہیں کہ از روے پورانوں کی سند کے مہابھارت کی لڑائی نندا سے ایک ہزار پچاس برس پہلے یا حضرت مسیح علیہ السلام سے چودہ سو پچاس برس پہلے ختم ہوئی تھی اگر ہم ہندوؤں کے اس یقین کو تسلیم کر لیں کہ ہند مہابھارت کی لڑائی کے زمانہ میں تالیف ہوئی تو ہم کو اُس لڑائی کا زمانہ چودہ سو برس قبل مسیح یعنی پانسر برس سے کچھ کم اُس مدت سے جو پورانوں میں (زیادہ سے زیادہ) ہی قرار دینا چاہیئے اسکی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ سینتالیس سلطنتوں کا زمانہ جو نہایت طویل طریق ہی مختصر ہو جاتا ہے اس صورت میں مہابھارت کی لڑائی قرآن کے متنازعہ سے قریب دو سو برس کے پیشتر قرار پائیگی لیکن پندرہ سو برس کا طویل عرصہ جو مہابھارت سے نندا کے عہد تک بیان کیا گیا ہے تسلیم کر لیا جائے تب بھی کلچنگ کے شروع یا طوفان نوح سے اُن چند واقعات کے لیئے جو ہندوؤں کی تاریخ میں مہابھارت سے پہلے ہوئی ہیں مہابھارت تک بہت سا عرصہ باقی رہتا ہے یعنی اگر طوفان اور کلچنگ کا شروع ایک ہی زمانہ میں سمجھا جائے جیسا کہ بہت سے لوگ خیال کرتے ہیں تو اُس سے چودہ سو برس کی مدت مہابھارت تک رہتی ہے *

چندرا گپتا کے بعد کے زمانے

دوہرائوں میں نندا کے بعد کا زمانہ اُس سے پانچویں شاہی نسل تک یا ہندراکتس سے چوتھی شاہی نسل تک آٹھ سو چھتیس یا آٹھ سو چوں برس کا ہے یعنی پانچویں شاہی نسل سنہ ۳۵۳ ع میں ہوئی ہی ان پانچویں خاندانوں میں اخیر اندرا لقب والی خاندان نے قریب شروع ہونے سنہ مسیح کے رونق اور قوت حاصل کی تھی یہہ خاندان اُسی نام کے بڑے خاندان کے مطابق ہی جسکو پلینی صاحب (یہہ ایک یونانی مورخ ہیں) سنہ ۲۰۰ ع میں ہندوستان میں ہوا بتاتے ہیں اور اگرچہ یہہ بیان اُنکا اُس دوسرے اندرا خاندان کی نسبت سمجھا جاوے جو دکھن میں ہوا تو اندرانندی نام ایک خاندان کا جو اُس ملک میں ہوا جسمیں گنگا بہتی ہی پیتھوئن جیریئن نقشوں میں آنے سے یہہ بات بھی ایسی ہی غالب معلوم ہوتی ہی کہ یہہ وہی خاندان ہی جسپر ہم گفتگو کر رہی ہیں *

چین کے مورخوں کے بیانوں سے بھی مگادا کے

راجاؤں کے زمانہ کی تصدیق ہوتی ہی

ڈیمکنیز صاحب نے چین کی جن تاریخوں کا ترجمہ کیا ہی اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ سنہ ۲۰۸ ع میں مقام کیاہلی کے ہندوستانی راجہ یوگنی کی طرف سے چین میں ایلچی آئی کیاہلی بجز کیاہی کے جو بدہ کا مقام ولادت اور مگادا کی دارالسلطنت تھا جسکے نام سے چینوں نے مگادا کی کل سلطنت کا ذکر کیا ہی اور کوئی مقام نہیں ہو سکتا اور یوگنی یجنسری یا یجنسا سے جو زمانہ مذکور میں اندرا خاندان کے تخت پر بیٹھا کسیندر مشابہت رکھتا ہی اور خاندان اندرا کا خاتمہ مقام پولیمات یا پولو مارکش میں سنہ ۳۳۶ ع کے اندر ہوا ہی اور اس سے آگے مگادا کے راجاؤں کا حال ایسا ہی پریشان اور اولعھا ہوا ہی جیسا کہ مہابھارت کی لڑائی سے پہلی کا ہی *

الینہ چین کے مصنفوں کی کتابوں میں ایک ایلچی کا یہہ ذکر پایا جاتا ہے کہ وہ سنہ ۶۳۱ ع میں ہندوستان کے ایک بڑے راجہ ہوتومیں کی طرف سے جو خاندان کالیلی تائی میں سے تھا چین میں آیا ایم ڈی گلیز صاحب اس راجہ کی سلطنت کو مگادا کا ملک خیال کرتے ہیں مگر پوراں کے کسی نام سے اس راجہ یا اُسکے خاندان کا نام ذرا بھی مشابہت نہیں رکھتا + *

سنہ ۱۳۳۵ ع کے بعد تاریخ کا کچھ حال نہیں کھلتا
بشن پوراں میں جو دیاس جی کی کتاب تسلیم کیجاتی ہی دیاس جی کے وفات کے بعد کے واقعات بطور پیشین گوئی لکھے ہیں کہ نلل نلل راجہ ہونگے یعنی اندرا خاندان کے بعد سلطنت کرینگے *

۷	آبھیر
۱۰	گردھوب
۱۶	ساگا
۸	یاونا
۱۳	توشارا
۱۳	منگئی
۱۱	مانا

+ جس حاشیہ میں ڈی گلیز صاحب اپنی رائے لکھتے ہیں وہ عجیب ہی یعنی اُس میں وہ چین کی ایک کتاب سے ثابت کرتے ہیں کہ اہل چین مگادا کو مرکواتو کہتے تھے اور اُسکی دارالسلطنت کے درنوں ناموں سے واقف تھے چنانچہ کسوما پورا کے پھارے کیا سومو پوکو کہتے ہیں اور پٹالی پترا سے پٹالی ٹس اسطرح سے پٹایا کہ پھارے لفظ پترا کے جسکے معنی شاستر میں بیٹے کے ہیں اپنی زبان کا اُنہیں معنوں کا لفظ ٹس لگادیا لیکن سنہ ۶۴۱ ع پٹالی پترا سے ایلچی چین کو نہیں گئے ہونگے کیونکہ اس سے مدت پہلے دارالسلطنت راج گریہی یعنی پھار میں منتقل ہوگئی تھی کیونکہ جب چینی سیاح ہانچوویں صدی کے آغاز میں ہندوستان میں آیا تو اُسنے دارالسلطنت پھار میں ہی دیکھی تھی (روز نامہ رائل ایشیائیک سوسٹیٹی جلد ۵ صفحہ ۱۳۲) اور ایک اور چینی جسنے سنہ ۶۴۰ ع میں لکھا ہے بیان کرتا ہے کہ جس وقت میں ہندوستان میں سیر کی اُس میں پٹالی پترا بالکل برباد اور مسہر پایا

شرط کے یہ سب تمام پرتھی کے راجہ قیرہ سو نوہ برس کے واسطے
ہونگے اور گیارہ پارے اُنکے بعد تین سو برس تک سلطنت کریں گے اور اُنکے بعد
کیلاک یاونا ایک سو چھ برس ملک پر مسلط رہیں گے ان سب کے جمع
کرنے سے اس حال کے زمانہ سنہ ۱۸۴۰ ع سے قریب پانسو برس کے زیادہ
ہو جائیں گے اور اگر یہ مانا جائے کہ پہلے خاندانوں کے زمانہ کی میزان
غلط ہی یہ سب حقیقت میں (کوئی کہیں کوئی کہیں) ایک ہی
زمانہ میں ہوئے تو جو نتیجہ اس سے حاصل ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ
اندرا خاندان کے بعد ایسا ہریشانی کا زمانہ ہوا جس میں ہندوستان کے
مختلف حصے مختلف خاندانوں کے قبضہ میں رہے جنکا کچھ حال
معلوم نہیں اگر یاونا سے یونانی مراد ہیں تو یہ معلوم ہوتا کہ سنہ
۴۳۶ ع کے بعد انہیں سے آٹھ بادشاہ ہندوستان میں ہوئے بڑی حیرت
کی بات ہے اور کیلاک یاونا کا حال اور بھی زیادہ متعجب کر دینا ہے غالباً
انہی مسلمان مراد ہو سکتے ہیں + *

اور اس ہریشانی کے بعد بھی ہندوستان کے مختلف حصوں پر
سلطنت کرنے والے شامی خاندانوں کی فہرست مندرجہ ہے اور ان میں
کچھ تھوڑا سا بیان مگادا کے گپتا خاندان کا ہے جو گنگا کے کناروں پر
پریاک (یعنی الہ آباد) تک مسلط تھا اب سکوں اور کتبوں کے سبب سے
اس بات میں کچھ شبہ اور حجت نہیں رہی کہ انہیں جو بعض
ناموں کے سلسلہ کا خاتمہ گپتا کے نام پر ہوتا تھا انہوں نے گنگا کے کناروں
پر حضرت عیسیٰ کی چوتھی پانچویں صدی سے ساتویں آٹھویں صدی
تک سلطنت کی *

+ پروفیسر راسن صاحب کے بشن پوران کا صفحہ ۴۸۱ اور ڈاکٹر مل صاحب کا ترجمہ
الہ آباد کے منارہ مندرجہ روز نامہ ایشیا ٹک سوسائٹی کلکتہ جلد ۳ صفحہ ۴۵۷
اور اور کافذات مندرجہ روز نامہ مذکور جنکو پروفیسر راسن صاحب نے نقل کیا ہے

پس معلوم ہوتا ہے کہ ان پریشان حالات میں کچھ کچھ سیج بھی ملا ہوا ہے مگر وہ ہندوں کسی قسم کی خارجی مدد کی اُس میں سے نکل نہیں سکتا اور جو کہ ایسی قسم کا بیان اور پورائوں میں بھی کیا گیا ہے اس لیے بجز اس بات کے کہ ہم مکاں کے راجاؤں کے حالات کی تحقیقات سے دست بردار ہوں اور کوئی چارہ نہیں دیکھتے *

ہکرماجپیت اور سلیواہن کے سنہ

مالوہ کے راجہ ہکرماجپیت کا سنہ جسکا آغاز ستاون برس پہلے حضرت مسیح سے ہوا ہے اور تمام خاص ہندوستان میں اُسکا رواج آج تک برابر رہا ہے اور اسی طرح راجہ سلیواہن کا سنہ جو سنہ ۷۸ ع سے شروع ہوا ہے تمام دکن میں مروج ہے دونوں ایسے سنہ ہیں کہ انکے شروع ہونے پر تمام واقعات کے زمانہ کا حوالہ اُنہر دیا جاسکتا ہے اور اُن جاگیروں کے وقفوں کی تاریخیں قائم کرنے میں اُن سے بہت بڑا کام نکلتا ہے جس سے تاریخ کے حالات بہم پہونچتی ہیں اور پورائوں کے سنہ صحیح نہونے سے اُن کتابوں میں اس سنہ کا استعمال نہیں ہو سکتا لیکن بجز اُن واقعات کے جو اُن کتابوں میں مذکور ہیں اور کوئی واقعہ کسی اور کتاب میں ملتا ہے نہیں جیسے اُن سنوں سے کام لیا جائے پھر حال ہمکو اس بات کا اقرار کرنا چاہیئے کہ ہندوؤں کے واقعات کا زمانہ کسی طرح پورا اور کافی نہیں اور باسٹھناں چند واقعوں کے اُس وقت تک کہ مسلمان ہندوستان میں آئے اور اُن سے مسلسل تاریخ ہاتھ لگتی ہے باقی کل واقعات پر ہمکو کسی قدر قیاس لگانا پوتا ہے *

چوتھا باب

علم طب کا بیان

علم طب کے نہایت قدیم مصنف جنکی تصنیفیں اب تک موجود ہیں چرا کا اور سسروتا ہیں انہیں سے کسی کے زمانہ حیات کی تاریخ ہمکو

معلوم نہیں لیکن سسروتا کی تصنیف پر جو پہچلا مصنف ہی ایک شرح موجود ہے جو کشمیر میں بارہویں یا تیرھویں صدی عیسوی میں لکھی گئی یہ شرح اول ہی شرح نہیں معلوم ہوئی + *

ان مصنفوں کی کتابوں کا ترجمہ عربی زبان میں ہوا اور غالباً انکا ترجمہ ہوتے ہی اہل عرب علم کی تحصیل پر متوجہ ہوئے عربی زبان کے مصنف علیہ اقرار کرتے ہیں کہ ہم نے ہندوستان کے طبیبوں سے فائدہ حاصل کیا ہے اور ہندو طبیبوں کو یونانی طبیبوں کے مساوی المرتبہ سمجھتے ہیں یہ بات معلوم کرنے سے کہ دو ہندو مسمیٰ منکا اور سالی حضرت عیسیٰ کی آٹھویں صدی میں ہارون رشید کے دربار میں طبیب تھے ہمکو اُس زمانہ کی تاریخ قائم کرنے میں مدد ملتی ہے جس میں اہل عرب ہندوؤں سے واقف ہوئے + *

دواؤں کا علم ہندوؤں کا نہایت وسیع معلوم ہوتا ہے انکے مفردات دواؤں کے علم سے جسکی ابتداء میں اہل یورپ نے اُنسے تعلیم پائی اور حال میں بھی دسمہ کے مرض میں دھتورے کو حقہ میں پینے کا فائدہ اور اور گہڑوں کا علاج کینچ کی پہلی سے کونا اُنسے سیکھا کچھ تہمتیں نہیں ہوتا بلکہ اُنکے علم کیمیا سے کمال حیرت ہوتی ہے کیونکہ جسقدر وہ اُن میں پایا جاتا ہے اُسقدر کا ہونا قیاس نہیں چاہتا تھا *

اُنکو شورہ اور گندک اور نمک کا تیز آب بنانا آتا تھا اور وہ تانڈی اور ٹوہ اور سیسے اور تیل اور جست کا گشتہ خصوصاً سیسے کا دونوں طرح

+ اس چوتھے باب کا بھی سا مضمون ایک جواب مضمون میں ہے جو ہندوستان کے علم طب کی قدامت پر ڈاکٹر رائل صاحب پروفیسر کنگ کالج لندن نے لکھا ہے لیا گیا ہے اور علامہ اُنکے وارث صاحب کے حالات ہندوؤں کے جلد ۲ صفحہ ۳۳۷ وغیرہ اور کرائس صاحب کی تحریر مندرجہ حالات انگریزی سوسائٹی بمبئی کی جلد ۳ صفحہ ۲۳۲ میں سے بھی لیا گیا ہے

+ پروفیسر تیز صاحب چنگا حوالہ ڈاکٹر رائل صاحب نے اپنے جواب مضمون کے صفحہ ۶۴ میں دیا ہے

کا کشتہ یعنی کھیل اور پیسک کرنا جانتے تھے اور تانبے اور لوہے اور پارے اور سرمے اور سنگھیا میں سے ہر ایک کے ساتھ گندک ملا کر ایک مرکب دوا بنالیتے تھے اور تانبے اور لوہے اور جست کا گندک کے تیز آب کے ساتھ کھار بناتے تھے اور لوہے اور سیسے کا کھار کاربوں † کے تیز آب کے ساتھ بھاتے تھے اگر بالکل نہیں تو بعض صورتوں میں ان دواؤں کے طیار کرنے کا اُنکا طریق ایسا ہی کہ انہیں کے ساتھ خصوصیت رکھتا ہی ہے *۔

ان دواؤں کے استعمال میں بھی وہ برے دلیور معلوم ہوتے ہیں چنانچہ ہندوؤں ہی نے سب سے پہلے معدنیات کا دوا کھانے میں استعمال کرایا وہ صرف پارے ہی نہیں کھلاتے تھے بلکہ زہر کا تیزاب بھی باری کی تپ میں دیتے تھے اور مدت سے شنجرف کا بھپارہ اُنکے استعمال میں ہی جس سے بہت جلد منہ آجاتا ہی اور صحت حاصل ہوتی ہی *۔

اُنکا فن جراحی بھی خاصہ ایسی حالت میں کہ وہ علم تشریح سے بالکل ناواقف تھے ایسا ہی قابل تعریف کے ہی جیسا کہ اُنکا علم

† حیوانات کے سانس لینے اور پھینکے اور لکڑیوں کے جلنے سے ایک لطیف لچکدار جسم یعنی گاس پیدا ہوتی ہی اور جب وہ ایک حصہ اور اسیٹھن جو ایک اور گاس ہی دو حصہ ملتا ہے تو کاربوں کا تیز آب بنتا ہے کیسے کچھ انسرس و حسرت کا مقام ہی کہ ہندوستانیوں کے علم کو استفادہ زوال ہوا ہی کہ آجکل ہندی نام تک ہم کو نہیں ملتا حالانکہ ہندوستان کے متقدمین نے ہی اُنکو دریافت کیا تھا جو اس زمانہ کی تحقیقیں سمجھی جاتی ہیں معلوم ایسا ہوتا ہی کہ یہہ اور اور یہہ سی اصطلاحوں اور مفردات اور مرکبات عام کیمیا کے متقدمین ہندوؤں کو معلوم تھے جو بسبب ہندوستانیوں کی غفلت کے بالکل ایسی نسبتاً اور منسباً ہو گئی کہ اہل یورپ کو از سر نو اُنکی تحقیقیں کر کے اُنکے نام رکھنے پڑے ہیں جنکو ہم سنگر حیران و ششدر رہ جاتے ہیں (مترجم)

‡ ڈاکٹر رایل صاحب کے جراب مضمون کے صفحہ ۴۴ کو دیکھو جسمیں خاصہ ان ترکیبوں کا بیان ہی جسے ہندو پید پارے کے دو مرکب طیار کرتے تھے جنہیں سے ایک میں دو جز پارے اور ایک جز نادرین (یہہ ایک گاس نمک کا مقدم جز ہی) ہوتا تھا اور دوسرا ایسا مرکب جو زہر ہلاہل کا کام دیتا تھا

کیمیا ہی چنانچہ سنگ مٹانہ نکالتے تھے اور آنکھوں کے امراض چالے بھولے وغیرہ میں وہ آنکھیں بناتے تھے اور رحم میں سے بچہ نکالتے تھے انکی قدیم کتابوں میں انکے فن جراحی کے آلات ایکسوسٹائیس سے کم نہیں معلوم ہوتے + لیکن آلات انکے ہمیشہ بڑھتے رہے اب بھی موجود ہیں انہیں سے آنکھ بنانے کے آلات سے تو اچھا کام نکل آتا ہی مگر سنگ مٹانہ کے نکالنے کے آلہ سے اکثر جان کا ضرر ہوتا ہی *

وہ چیچک کے علاج میں مدد سے ٹیکہ لگاتے ہیں + لیکن تسوہ بھی اس گوتھن سپتلا کے علاج جاری ہونے تک بہت سی جانیں چیچک کے مرض سے تلف ہوتی تھیں *

ہندو حکیم نبض و قارورہ دیکھنے اور جلد اور زبان اور آنکھوں کی حالت معلوم کرنے سے مرض کی تشخیص کرتے ہیں یعنی ان علامتوں کے ذریعہ سے وہ صحیح صحیح مرض کو دریافت کر لیتے ہیں مگر ہندو ہیدوں کے علم کی بنیاد بالکل تجربہ کاری پر ہی اور قیاس انکا آنکھ صرف گمراہ کرنے پر مایل ہی *

اور علاج کرنے میں کچھ ہوشیاری نہیں کرتے کیونکہ بیمار کو تپ کی حالت میں ایک ایسی کوڑھی میں جسکو آگ وغیرہ چلا کر گرم کرتے ہیں بند کرتے اور کھانے پینے سے بالکل محروم کر دیتے ہیں (اسکولنگی کرانا کہتے ہیں) *

علم نجوم اور ستارے اپنے علاج میں مدد لیتے ہیں چنانچہ سیاروں کے خاص خاص مقاموں پر ہونے کی حالت میں بیمار کو درا دیتے ہیں اور درا دینی کے وقت کچھ جہاز پھونک جتنر منتڑ بھی کرتے جاتے ہیں *

+ ڈاکٹر رائل صاحب کا صفحہ ۲۹

+ ہندو جو ٹیکہ لگاتے تھے اُس میں اور انگریزوں کے ٹیکہ لگاتے میں فرق یہہ ہی کہ جلد پر خراش کر کے وہ اصل چیچک کے دانہ کا چھلکا لگاتے تھے جس سے تمام جسم پر چیچک نکل آتی تھی اور انگریز گائے کے تھن پر کے دانہ کا چھلکا لگاتے ہیں جس سے صرف ایک اہلہ نکلتا ہی (مترجم)

غالباً ان کے اس علم کی عمدہ ترقی کے زمانہ میں بھی عیبوں مذکور میں سے کچھ نہ کچھ ضرور ہوئے لیکن اب بہ نسبت پہلے کے انکے اس علم میں بہت زوال آگیا ہے چنانچہ آج کل کے ادویات کو ترکیب دینے والے یا بنانے والے بنا تو لیتے ہیں مگر اُسکے اصول سے بالکل واقف نہیں ہوتے اور طبیب اپنے اُستادوں کی راہ پر بلا تحقیق اور بے دیکھ بھالے چلے جاتے ہیں اور فن جراحی سے اسقدر لغت ہو گئی ہے کہ فصد حجام پر اور ہڈی جوڑنے کا علاج گندڑی پر منحصر کیا گیا ہے اور پھوڑے پھلسی کا علاج عموماً ہر شخص کرتے کو آمادہ ہو جاتا ہے وہ یا تو فریبوں لگانا ہی یا لوہے کی سیخ آگ میں سوخ کر کے جلانا یعنی داغ دینا ہی *

پانچواں باب

ہندوؤں کی زبان کا بیان

ہندوؤں کی شنسکرت زبان کو ایک ایسے صاحب چنگی رائے اس سبب سے کہ بہت سے قدیم زمانہ کی قوموں اور حال کے زمانہ کی قوموں کی زبانوں سے اچھی پوری واقفیت رکھتے تھے قدر و منزلت کرنے کے قابل تھی فرماتے ہیں کہ شنسکرت زبان یونانی زبان سے زیادہ کامل اور رومی سے زیادہ وسیع اور دونوں سے زیادہ فصیح اور بلیغ ہے † *

جس زبان کی اسقدر تعریف کی گئی ہے معلوم ہوتا ہے کہ اُسپر لوگوں کی کافی توجہ ہمیشہ رہی ہے چنانچہ صرف ہندو کے اُن قدیم مصنفوں میں سے چنگی تصنیفیں اب موجود ہیں ہانینی استندر قدیم مصنف ہے کہ اُسکے زمانہ کو لغو زمانوں میں شامل کر دیا گیا ہے اُسکے اور اُسکے بعد کے مصنفوں کی تصنیفوں کے باعث سے اس زبان کی صرف

† سر ولیم جونز صاحب کی تحریر مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱

و لکتو ایسی کامل ہو گئی ہی کہ انسان کے کلام کے اصول تمام دنیا میں اگر قائم بھی ہوئے ہیں تو اُن سے زیادہ نہیں ہوئے *
 منجھکو اس مقام میں گو میں اُسپر کچھ کہہ بھی سکوں گفتگو کرنے نہیں چاہیئے اُسکا کسبندر حال کالہروک صاحب کے جراب مضمون میں موجود ہی † *

علاوہ بے شمار کتابوں صرف لکتو اور کتب لغت کی زبان شنسکرت میں علم فصاحت بلاغت اور علم انشا پر دازی کی کتابیں بھی ہندو اُس عام و استعداد کے جو ہندو اُن علوم میں رکبتے تھے موجود ہیں ‡ زبان شنسکرت کی اب بھی لوگ تحصیل کرتے ہیں اگرچہ مدت سے اُسکا رواج بالکل معدوم ہو گیا مگر عالم لوگ اب بھی اُس میں ایسے ہی آسانی کے ساتھ گفتگو کر سکتے ہیں جیسے کہ یورپ کے عالم حال کی زبانوں کے علم کے شایع ہونے سے پہلے کر سکتے تھے اس بات کی تحقیق کہ لوگوں میں سے زبان شنسکرت کا رواج کب سے جاتا رہا ہی اور جس وقت میں کہ وہ کمال رونق پر تھی تو اُسکا رواج لوگوں میں کس درجہ پر تھا ایک عجیب غریب ہو گئی *

تھوڑی مدت سے جب کہ یہ بات تحقیق ہوئی کہ زبان شنسکرت اور یونانی اور رومی میں بہت سی موافقت ہی بلکہ اکثر صورتوں میں وہ سب یکساں ہیں ہمکو اُسکی تحقیق تدقیق کا زیادہ تر شوق پیدا ہوا ہی اگرچہ اسی موافقت کا حال یورپ کے شنسکرت کے عالموں کو جنہوں نے مفرد لفظوں میں وہ موافقت بتائی مدت سے معلوم تھا لیکن اُنکی

† کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۷ صفحہ ۱۹۹ اس زبان کی بڑی شایستگی کی بہت سی علامتوں میں سے ایک اور علامت ہی جس سے علم عروض کی بعضوں میں بڑی فصاحت اور ترقی ہوئی ہو گئی کالہروک صاحب کے قول کے موافق وہ تظہیر کرنے کا قاعدہ ہی جس سے اجزاء صرف اس طرح مرزوں نہیں کرتے کہ خاص خاص لفظوں میں سے نکالت جاتی رہے بلکہ بڑے بڑے رکڑوں کے اجزاء کو اس طرح سے مرزوں کرتے ہیں کہ اُن سے تمام ارکان کی مرزویت کو مدد ملتی ہی فرض کہ اور زبانوں میں جو تصرف خاص خاص لفظوں میں کیا جاتا ہی وہ اس زبان میں بعض کی مناسبت سے رکڑوں میں ہوتا ہی ‡ کالہروک صاحب کی تحقیق مندرجہ کتاب ایشیا جلد ۷ صفحہ ۲۰۵ وغیرہ

تصنیف کا مقابلہ ہونے سے جسکو جرمانی کے مورخوں اور مخصوص باپ صاحب نے کیا اسکا توافق اُن زبانوں کے ساتھ تحقیق ہو گیا † *
 کالبروک صاحب فرماتے ہیں کہ ہند کے ایک خاص بھجن کی زبان اور وزن اور طریق تصنیف سے اسبات کی دلیل ہاتھ لگتی ہی کہ ہند کے نظاموں کی وہ تالیف جو اب موجود ہی اُس زمانہ کے بعد ہوئی ہوگی چھٹے شنسکرت زبان اُس دھقانی اور پیتانداہ دہلی سے جسمیں ہند کے بہت سے بھجن اور مناجاتیں تصنیف ہوئیں ترقی پا کر اُس شایستہ اور فصیح زبان کو پھونچھی جسمیں دیوتوں وغیرہ کے حالات کے بھجن لکھے گئے *

سرچونس صاحب خیال کرتے ہیں کہ ہند کے ہندو کے زمانہ تک اور ہندو کے ہندو کے زمانہ تک تبدیلی اور ترقی زبان شنسکرت کی ٹھیک اُسی موافقت سے ہوئی ہوگی کہ جس مناسبت سے قدیم زبان رومی میں بادشاہ نیوما کے زمانہ کے ہرچوں سے † بارہ تختیوں تک اور بارہ تختیوں سے سسرو فصیح کی تصنیفات تک ترقی ہوئی *

سکندر کے ہمراہیوں نے جو ہندوستانی نام ہندوستان کے حالات میں بیان کئی ہیں اکثر اُن میں سے مروجہ حال کی شنسکرت کے نام پائے جاتے ہیں اُن مورخوں نے کسی مقدس زبان کے موجود ہونے پر جو لوگوں کی عام زبان سے علاحدہ تھی کوئی اشارہ نہیں کیا لیکن اُن سوانگوں میں جو ہندوؤں کے قدیم تصنیف ہیں عورتوں اور ناتعلیم یافتہ لوگوں کی دہلی میں ایک کم شایستہ زبان بیان کی ہی اور بڑے لوگوں کے استعمال کے واسطے شنسکرت قرار دی ہی *

† باپ صاحب نے جو مقابلہ کیا اسکا بہت مسائل بیان اذن ہزارویو جلد ۳۳ صفحہ ۲۳۱ اور اُسی جہی زیادہ وسیع بیان عام ایشیا کی تاریخ کے نامی اخبار میں ملاحظہ کرو

† ان بارہ تختیوں سے رومیوں کے قانون مواد ہیں اور وجہ تسمیہ اُسکی یہ ہے کہ شاید بارہ تختیوں پر یہ قانون تحریر ہوئی تھی (مترجم)

ہندوستان کی اور زبانوں کا بیان

جسقدر کہ زبان شنسکرت ہندوستان کی حال کی زبانوں میں مخلوط
ہی اُس سے زبان شنسکرت کی تاریخ کا حال کسقدر ذہن نشین ہو سکتا
ہی *

ہانچ شمالی زبانیں یعنی پنجاب اور قندھار اور مہاراشٹر یعنی شمالی
حصہ بہار اور بنگال اور گجرات کی زبانیں کالہروک صاحب کی تحقیق
کے بموجب زبان شنسکرت کی ایسی شاخیں ہیں جنکو خاص خاص
مقاموں اور غیر ملکوں کے الفاظ اور مٹی تصریفوں کی آمیزش سے اُسیطرح
پر بدل کر قائم کر لیا ہی جسطرح کہ زبان رومی سے اٹلی کی زبان قائم
ہوئی + لیکن دکھن کی ہانچ زبانوں میں سے تامول اور تلگو اور گارنقا
زبانوں کا مخرج شنسکرت زبان سے مختلف ہی اور اُس زبان میں
شنسکرت کی لفظ اُسیطرح پر لیٹی جاتے ہیں جسطرح کہ زبان رومی
کے الفاظ زبان انگریزی میں یا زبان عربی کی زبان اردو میں ان تینوں
میں سے زبان تامول اسقدر خالص ہی کہ بعض اوقات اُسی زبان کو
دونوں زبانوں کا مخرج خیال کیا جاتا ہی اور اگرچہ تلگو زبان کی بغارت
اُسی پر مخصوص ہی مگر شنسکرت کے لفظوں کی اُسمیں بہت سی
آمیزش ہی *

باقی دو زبانوں میں سے اوزبک کی زبان اگرچہ تامول کے سلسلہ میں
سے ہی مگر شنسکرت کی اُسمیں اسقدر آمیزش ہی کہ اُسکی نسبت
پروفیسر ولسن صاحب فرماتے ہیں کہ اگر شنسکرت کے الفاظ اُسمیں سے
نکال لیئے جاویں تو وہ زبان نہیں رہ سکتی اکثر اِس زبان کو شمال کی
ہانچ زبانوں میں بجائے گجراتی کے گنتے ہیں *

مہاراشٹر یعنی مڑھٹی زبان کو باوجودیکہ وہ ہمیشہ دکھن کی زبانوں
میں گنی جاتی ہی ولسن صاحب نے شمالی زبانوں میں قرار دیا

+ نقاب تحقیقات ایشیا جلد ۷ صفحہ ۲۱۹ اور ولسن صاحب کے دیباچہ
مجموعات میگزین کو بھی ملاحظہ کرو

ہی اس وجہ سے مرہٹے ہندھیاجل کے اسطوف کے باشندوں کے اولاد میں سے ہونگے لیکن انکے وہاں جا بسنے کے زمانہ کا قیاس نہیں ہو سکتا *†

چھٹا باب

ہندوؤں کا علم انشا وغیرہ

نظم کا بیان

جو شخص زبان شنسکرت سے واقف نہیں ہی وہ کسی طرح سے اُسکی نظم پر رائے نہیں دے سکتا *

شنسکرت کی نظم میں موزونیت پر کمال توجہ کی گئی ہوگی مگر وہ اُسکے ترجمہ میں باقی نہیں رہ سکتی ہی شنسکرت میں ارکان کے بنائے میں جو آسانی ہی اُس سے زبان کی فصاحت و بلاغت بہت

† جنوب کی زبانوں کی نسبت جو کچھ میں نے لکھا ہی بھیز چند باتوں کے ولسن صاحب کے دیباچہ کاغذات مکتزی اور ایلس صاحب کی تھریورن اور پیپنگٹن صاحب کی تھریورن میں سے جس میں سے کسیقدر اُن تھریورن میں نقل ہی لیا ہی

بعض علماء علم السنہ نے خیال کیا ہی کہ ہندوستان کی سب زبانیں شنسکرت زبان سے نکلی ہیں چنانچہ ایک کتاب میں جسکا نام (پیک ہر زمیں) کی ہی چوالیس زبانوں کو جو اب مروج ہیں شنسکرت زبان سے نکلا ہوا لکھا ہی چنانچہ اس مقام پر اُن زبانوں کی تفصیل مندرج کی جاتی ہی ۱ پالی ۲ اُردو ۳ ہندری ۴ برج بھاشا ۵ تلوچی ۶ کڑلی ۷ بھوجپوری ۸ ہریانی ۹ پندلی کھنڈی ۱۰ بگھیک کھنڈی ۱۱ ارجینی ۱۲ ہراتی ۱۳ اردے پڑی ۱۴ مازواری ۱۵ جیپوری ۱۶ شیفارائی ۱۷ پیکانییری ۱۸ پتانیری ۱۹ ہنگالی ۲۰ مگادھا ۲۱ تڑھٹی یا میتھیلی ۲۲ اسامی ۲۳ اوری یا اریسہ ۲۴ کچھی ۲۵ سندھی ۲۶ ملٹانی ۲۷ پنجابی ۲۸ چنپو ۲۹ کشمیری ۳۰ نیپالی ۳۱ پلپا ۳۲ کمارن ۳۳ گڈھوالی یا سری نگری ۳۴ گجراتی ۳۵ مرہٹی ۳۶ کانکنی ۳۷ رومینی یا گپسی ۳۸ تامل ۳۹ تلنگا یا تگر ۴۰ کرناٹا ۴۱ تدر ۴۲ ملایا ۴۳ سنگالی ۴۴ مالدیوی (مترجم)

کچھ زیادہ ہوجاتی ہی لیکن دوسری زبان میں جو اُس سے تباہی کلی ہوتا ہی رکھوں میں تنالیت اور بد اسلوبی ہوجانا لایدی ہی *

ہندوؤں کی نظام کے مضمون ہی یورپ کے خیالات سے ایسے غیر ہیں کہ اُنسے ہمکو پورا لطف حاصل نہیں ہوتا کیونکہ ہمارے نظام کے لوازمات (یعنی استعارہ و تشبیہ وغیرہ) سے اُسکے سمجھنے میں کچھ مدد نہیں ملتی ہندوؤں کے خیالات اور فکر کی خصوصیت سے ہمکو اُنکے نظام کی مراد سمجھنی دشوار ہی اور تمام قدرتی مظاہروں اور اشیاء کے مختلف ہونے سے جو ہمارے اور اُنکے استعاروں اور تشبیہوں میں اختلاف ہی اُس سے ہمارے پاس اُنکی نازک خیالیوں کی رنگینی ادھی رہجاتی ہی اور اہل مشرق کے لینے جس بات سے کلام کو زیب و زینت ہوتی ہی ہمارے حق میں وہ تاریکی اور اولجھارت کا باعث ٹھہرتی ہی مثلاً اگر یہہ کہا جائے کہ ایک معشوقہ کے لب بندھو جیوا پھول ہیں اور اُسکے رخساروں پر مدھوکا کی چمک دمک ہی یا اُسکے رخسارے چنپا کے پٹی کی مانند ہیں تو ہمارے ذہنیں کیا خیال پیدا ہوسکتے ہیں مگر یہہ تشبیہیں اُن لوگوں کے واسطے جو اُن کا مذاق رکھتے ہیں ایسے ہی عمدہ اور ہر کیفیت میں جیسے کہ ہماری یہہ تشبیہیں ہیں کہ ایک جوان حسین معشوق گلاب کا گھلا ہوا پھول ہی اور عاشق مخموم مثل پرور کے ہی † *

باوجود اُن تمام دقتوں کے شنسکرت کی کئی نظمیں جنسے ہم واقف ہیں بہت خوبصورت اور رنگینی رکھتی ہیں *

وہ نظام جس میں نقلیں اور سوانگ ہوتے ہیں

ہندوؤں کی یہہ خاص نظام جس کے حال سے ہم بخوبی واقف ہیں نہایت عمدہ اور کامل درجہ پر پہونچتی ہوئی ہی سرجونس صاحب نے جو ہندو شاعروں کی بہت سی تصنیفوں کے ترجمے کیئے ہیں اُنکے سبب

† پرور ایک قسم کا پھول مثل گلاب کے سرخ زرد اور سفید ہوتا ہی معلوم ہوتا ہی کہ یہاں زرد قسم سے تشبیہ ہوگی (مترجم)

سے سنگتلا کبیشور کی تصنیف سے بہت مدت سے واقف ہیں اور ولسن صاحب کے عمدہ ترجموں کے باعث سے سوانگ اور نقلیں لکھنے والے بڑے بڑے ہندو شاعروں سے ہم واقف ہو گئے ہیں *

اگرچہ ہمارے پاس ایسے ایسے سوانگ موجود ہیں جو کم سے کم سنہ عیسوی کے شروع میں تصنیف ہوئی اور ایک ان میں سے ابھی پچاس برس ہوئی بنکالہ میں لکھا گیا ہی لیکن وہ کل سوانگ ساٹھ سے زیادہ نہیں ہیں اس کمی کا باعث شاید وہ طریقہ ہو جسپر[†] اول ہی اول انکو تصنیف کیا گیا ہے یعنی کسی خاص تہوار میں کسی متعل کے اندر سال بھر میں ایک آدھ بار ہوا کرتے ہونگے + اسی سبب سے انکا ایسا چرچا نہیں ہوا جیسا کہ اب ہمارے زمانہ کے سوانگوں کا مختلف شہروں اور عام تماشہ گاہوں میں مکرر سے کر ہونے سے ہی اور بہت سے سوانگ غالباً مصنفوں کی غفلت سے جاتے رہے ہونگے کیونکہ معلوم ہوتا ہی کہ بوہمنوں میں اگر اُسکا شوق بالکل معدوم نہیں ہوا ہی تو قریب جاتے رہنے کے تو ہو گیا ہی اور اگرچہ اب بھی کچھ کچھ سوانگ لوگوں میں ہوتے ہیں مگر ہرگز توجہ کے قابل نہیں ہیں ہرذریعہ ولسن صاحب فرماتے ہیں کہ تمام ہندوستان میں ہمکو صرف ایک بوہمن ایسا ملا جسکو اپنے ملک کے سوانگ تماشہ کے علم سے واقف کہہ سکتے ہیں ‡ ان سوانگوں میں سے آٹھ کے تو ترجمہ ہمارے پاس ہیں اور چوبیس کے خلاصہ موجود ہیں *

اگرچہ ان سوانگوں میں سے کوئی سوانگ بالکل حسرت و افسوس ہی پیدا کرنے والا ایسا نہیں ہے جسکا انجام ناکامی ہو ہوا ہو مگر ایسے رنگ برنگی ہیں کہ وہ اپنی گونا گونی میں تمام قوموں کے تماشا گاہوں پر فوق رکھتے ہیں علاوہ مختلف قسموں سوانگ کے ان کے مضمون ایسے نئے نئے

† ولسن صاحب کا دیباچہ کتاب تماشہ گاہ ہندوان

‡ تماشہ گاہ ہندوان جلد ۳ صفحہ ۹۷

جدگانہ ہیں کہ انکی کوئی حد معلوم نہیں ہوتی چنانچہ جس سوانگ کا ترجمہ ہمیشہ والی ڈاکٹر تیلر صاحب نے کیا ہے جس میں حکیموں کے مختلف فرقوں کے مسئلوں کا بیان ہے اُسکا بیان ایسا ہے کہ کسی مقام سے تو ایک طرح کی فرحت اور طبیعت کو ترو تازگی حاصل ہوتی ہے اور کسی مقام سے تمسخر اور چہل کا مزا آتا ہے § اور ترتیب وار سوانگوں میں سے بعضوں میں دلوروں کا کارنامہ اور بعضوں میں راجاؤں کا عشق اور لڑائی اور بعضوں میں وزیروں کی سازشوں کا اور بعضوں میں خاص خاص سوانح زندگی کا مضمون ہے *

جس قدر کہ اُن سوانگوں کے مضامین مختلف ہیں اُسقدر وہ لوگ بھی مختلف اوصاف والی ہیں جن کا اُن میں ذکر ہے چنانچہ بعضوں میں تو فرشتوں وغیرہ یا مذہبی امور پر کچھ اشارہ تک نہیں ہے اور بعضوں میں آدمیوں کا حوران بہشتی سے عشق مذکور ہے اور بعضوں میں دیوتوں اور راجپسوں کا بیان ہے اور بعضوں میں ایسی سحر طلسم کا تذکرہ ہے جو مذہب سے کچھ علائقہ نہیں رکھتی اور ایک سوانگ میں سورہیوں کی بیگناہی ثابت کرنے کو تمام دیوتے جمع ہوئے ہیں مگر عموماً ایسی حالتوں میں بھی جنہیں دیوتوں کی بھی شرکت ہوتی ہے سوانگ کا نتیجہ اور منشاء ایسی قدرتی حالات سے متعلق ہوتا ہے جو انسان ہی کی ذات سے متعلق ہوتے ہیں انسان سے اعلیٰ درجہ کی قدرت اور اختیار رکھنے والی مخلوق سے علاقہ نہیں رکھتے *

نقلوں کی کچھ تعداد معین نہیں مگر جس قدر سوانگ ہیں ہوتی ہیں وہ ایک سے لیکر دس تک ہوتی ہیں اور سوانگ کے حصے ایک نقل کے نقل کر کے علیحدہ ہو جاتے اور دوسرے کے آئے سے یا جبکہ ایک نقل کے دو حصوں میں کچھ توقف ہرے تب معلوم ہوتے ہیں §

اس کے دیکھنے سے ایرسٹوٹیلیز کے بادل سوانگ کا خیال آتا ہے اور زیادہ تر متوسط زمانہ کے اُس قسم کے سوانگوں سے مشابہ ہے جو ادب و اخلاق سے علاقہ رکھتی ہیں *

ایک خاص سوانگ کی درختوں کے درمیان میں بارہ برس کا وقفہ ہوتا ہے لیکن علی العموم اور سوانگوں میں ایک ہی وقت میں کیجانی ہیں البتہ مکان کی تبدیلی کا مضائقہ نہیں سمجھا جاتا لیکن ان دونوں باتوں سے زیادہ احتیاط کا امر یہ ہے کہ حرکات و سکنات میں جیسا کہ آجکل کے سوانگوں میں لحاظ کیا جاتا ہے فرق نہیں آتا *

چھل بل فن و فطرت داجسپ ہوتے ہیں اور سوال و جواب بھی اگرچہ طول طویل ہوتے ہیں مگر فوجت انگیز ہوتے ہیں اور سوانگ کی کتابوں میں کبھی کبھی اشخاص منقول کی ان حالتوں کا اظہار کرنے سے پہلے جو اُنہیں گزرنے والے ہیں بطور پرداز کے بہت کچھ ایسا بیان ہوتا ہے جس سے پڑھنے والے کی طبیعت ان کے معلوم کرنے پر مایل اور آمادہ ہو * *

نقل کرنے والوں کی کیفیت اب بھی ان نقل کرنے والوں سے جو دیکھتے ہیں آتے ہیں قیاس میں آسکتی ہے ترتیب کے ساتھ بہت کم سوانگ ہوتے ہیں اور اگر ہوتے ہیں تو آواز سنجیدہ اور مستخر آمیز دونوں طرح کی ہوتی ہے اور لباس اس قسم کے ہوتے ہیں جیسے کہ ہم قدیم زمانہ کی ہتھور کی بنی ہوئی مورتوں میں دیکھتے ہیں اور ارنجی ارنجی ٹوپوں اور مکھ سے چنور لاجوردی اور سنہری کام ہوتا ہے جو قدیم مورتوں سے مخصوص ہیں حال کی پکڑیوں کی بہ نسبت زیادہ شاندار انداز وادہ حاصل ہو جاتی ہے بھانڈ بھنگوے اور مستخرے جو بلا مدد کتاب کے نقل کرتے ہیں اب بھی کثرت سے ہیں لیکن بد سلیمت اور بد تمیز ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اول ہی سے اُنکو متنبہ نہ کر دیا جاوے تو بہت گستاخانہ خلاف ادب کے باتیں کرتے ہیں لیکن نقل اور مستخر میں حرکات و سکنات مناسب کرنے کی بڑی قابلیت اور استعداد رکھتے ہیں *

سوانگوں کی نظام کے کالی داس جو پانچویں صدی عیسوی میں اور بہار بھرتی جو اُنہویں صدی میں گذرے نہایت عمدہ مصنف ہیں

ان دونوں شاعروں نے سوانگ کی نظام میں تین تین کتابیں لکھی ہیں جن میں سے ہر ایک کی دو دو کتابوں کا ترجمہ انگریزی میں ہو گیا ہے کالیداس کے کلام میں نزاکت اور فصاحت بدرجہ غایت ہے اور اُسکی تصنیف عمدہ عمدہ نازک خیالیوں سے معمور ہے کالیداس کی دھنائی نظم سکنتلا کی خوبیوں کی تعریف مدت سے لوگوں میں ہوتی ہی اور حق یہ ہے کہ وہ حقیقت میں مستحق ایسی ہی تعریف کی ہی اور رلسن صاحب کے مجموعہ میں اسی شاعر کی سررما اور ہری کی ایک مثنوی مندرج ہے وہ اس سے بھی زیادہ عجیب و غریب ہی اور اگر اُسکا کل مضمون نہیں تو نتیجہ ایسا وحشت انگیز ہے کہ ہم اُسکو اپنے ہاں کی مثنوی ہاد صرصر اور مثنوی گرمیوں کے شباب کی رات کی خواب سے مشابہہ کہہ سکتے ہیں + اور بہار اہرتی جو بہت بڑا شاعر ہی اُسکے کلام میں علاوہ ان سب خوبیوں کے متانت اور زور غایت درجہ کا ہے وہ مضامین زمزمہ اور ہرمیہ دونوں میں ید طولی رکھتا ہے جسقدر ہندو شاعروں کو میں جانتا ہوں ان میں یہ شخص بے نظیر ہے *

البتہ ہندوؤں کی تمام تصنیفات کی نسبت کہا جاسکتا ہے کہ ان میں قومی اخلاقی نقص پائی جاتے ہیں اور اُنسے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ

+ مل صاحب نے جو رائے سکنتلا پر لکھی ہے وہ عموماً اچھی نہیں لیکن ایک مقام پر ایسی غریبی اور انصاف سے اُنہوں نے لکھا ہے کہ اُسکی نقل کرنے سے ہم احتراز نہیں کرسکتے — البتہ اس مثنوی میں بعض بعض مقام بہت عمدہ ہیں چنانچہ سکنتلا اور دس مانتو (دس مانتو راجہ کا نام ہے) کے آپس میں جو ربط و اتصاف تھا وہ نہایت پسندیدہ اور دلچسپ ہے اور جو اُن دونوں کی ہر دل عزیز طبیعتوں پر عشق نے اثر دکھائے اُنکو اس غریبی سے بیان کیا گیا ہے کہ ہوا ہوا تصریر کہینچہ گئے ہی اور تین درشیزہ لڑکیوں کے آپس میں جو الفت تھی اُسکا بھی نقشہ کمال خوبی سے کہینچا ہے اور وہ کیفیت جو اُسوقت کا حال دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے جب کہ سکنتلا اپنی منہ ہی سے جہاں اُسنے اپنی جوانی بسر کی تھی اور اپنے عزیزوں اور ہوا خراہوں اور اپنے پالتو جانوروں بلکہ اپنے لگائے ہوئے بھول بوتلوں سے وداع ہوئی ہے دھنائی اذت اور اطف سے بہت زیادہ سبقت رکھتی ہے

آرام طلبی کی حالت میں یعنی گہر میں بیتی لفظوں کی بال کی کمال نکالتے تھے کسی تجربہ یا معقول باتوں پر متوجہ نہیں ہوتے تھے اس سبب سے اگرچہ انکی معمولی نظم نہایت صاف اور لطیف اور رنگین ہوتی ہی مگر اکثر اُس سے وہ کیفیت ظاہر نہیں ہوتی جس سے پڑھنے والی کی طبیعت عیاشی سے احتراز کرے اور اُس سے پڑھنے والی کے دماغ میں کوئی معقول قوی خیال اور دلیلی نہایت عمدہ راے بہت کم پیدا ہوتی ہی *

جن دلوں کے برانگیختہ کرنے میں وہ تصنیفیں کامیاب ہوتی ہیں وہ عشق و شفقت ہیں چنانچہ انہیں باہمی ارتباط اور وصل کے عیش و عشرت اور فراق کے رنج و مصیبت اور وصل سے مایوسی کی حسرت کا نہایت موثر بیان ہوتا ہی اور ان نہایت جانثاری کے ساتھ وفاداری اور جوانمردی سے بلا غرض ملاقات اور محبت میں ثابت قدم رہنا چہ نہایت عمدہ صفتیں ہیں انکا بھی اُن میں بیان ہی لیکن اُن تصنیفوں میں جودت طبع اور فخر اور آزادی کا تلاش کرنا فضول ہی اُنکے جنگناہوں میں کوئی ایسا مضمون بہت کم نظر آتا ہی جس سے لڑنے والوں کی طبیعت کا جوش و خروش اور باہمی ہمدردی پر جان دینے کا ولولہ ظاہر ہوتا ہو یہ شاعر بجائے اُس دلسوزی اور جوش و خروش کے چہ ایک یونانی شاعر اسوجہ سے کہ اُسکے دلیلی تصنیف کے وقت بھرا ہوا ہوتا ہی اپنے ایک بہادر کے حال میں بھردینا ہی فضول کوئی اور مبالغہ کو کام فرماتے ہیں + *

ششکوت کے شاعروں کا زور طبیعت اور دلی رغبت صرف طلاقت اور بیان کی طرف معلوم ہوتی ہی جسمیں اکثر مضمون اس قسم کے ہوتے

+ مگر بھارا بھوتی کے ایک سوانح میں ایک لڑکے کے مفصلہ ذیل کلام سے ہم کو لڑائی کی وہ خوشیاں یاد آتی ہیں جسے شمالی جنگجو خرس ہوا — اے لڑو سپاہی اپنی کمائیں چڑھاکر تمکو نشانہ ٹہراتے ہیں اور منڈھی ابھی بہت دور ہی جاو بھاؤ وغیرہ — لارہ پولا تیر برسے دو آھا کیا اچھے معامہ ہوتے ہیں

ہیں کہ کوئی تنہا مقام سبزہ زار یا مرغزار یا دریا کے کنارہ پر بھلوار ہو اور
 عطراگین ہوا چلتی ہو تھنڈا پانی خوشگوار ہو آسمیں بیٹھے کر دھیان
 گمان کیا جاوے سوا اسکے خوشنما اور فرحت بخش مضمونوں کے بیان
 سے بھی وہ عاری نہیں ہیں اس قسم کا بیان اُس خطہ کا ہی جو ارجنوں کے
 اُس پاس واقع ہی اور وہ مالیتی اور مادھاوا کی نوبں نال میں مندرج
 ہی یعنی کھسار اور تیکریوں اور دریا اور گاروں کا مجموعہ ہلا کے ایک وسیع
 فزا قائم کی ہی جسکے مرکز میں شہر ہستا ہی جسکے برج اور مندر
 کلکورہ اور دروازوں کا عکس آئینہ آب دریا میں جو مثل گوہر نایاب مصفا
 ہی جلوہ دکھاتا ہی گویا پانی میں ایک اور شہر آباد نظر آتا ہی اور
 لب دریا کے پیڑ بوتی اور صحوا کے سبزہ زار نے ابر بہار سے تر و تازہ ہو کر
 دو دھاری دردہ دیلے والی بکریوں کی غذا اور عیش و سرور کا سامان بہم
 پہونچایا ہی اور کبھی کبھی اپنی خیال بندی میں ایسی بلندی پر
 جاتے ہیں کہ بہار کو چین پر جہیں اور رنجیدہ ٹہراتے ہیں اور
 کبھی گوہر مضمون تازہ کے لیئے دریائی تنگہ میں ایسا غوطہ لگاتے
 ہیں کہ طوفان کو امانت آنے کی تحریک کرتے ہیں بلاتے ہیں اس
 قسم کے نازک خیالیوں میں بہار ہوتی سب سے سببت لگیا ہی اُسے
 مختلف مقاموں کے پہاڑوں کی اور اُن بڑے بڑے جنگلوں اور
 پہاڑوں اور پہاڑیوں کی جو دریائی گوداوری کے منفرج کے قریب واقع ہیں
 عجیب و غریب فزا کی کیفیت بڑی شاندار اور متین لکھی ہی اُسکی
 نہایت موثر بیانوں میں سے ایک وہ بیان ہی جس میں اُس نے اپنے بہار
 موصوف کی نسبت لکھا ہی کہ وہ ادھی رات ادھر اور ادھی رات ادھر
 مرگھت میں جہاں کہیں کہیں کسی کسی چٹا میں کچھ کچھ آگ
 چمکتی ہی جاتا ہی اور وہاں کے بھوت ہریتوں کو جگانا ہی جس سے
 عجیب عجیب مہیب شکلیں جو کبھی زمیں اور نظر نہیں آتیں دیکھتا ہی
 اور شور و غل لیچھو پکڑو مارو جانے نہا دیکھا سکتا ہی اور اُن مہیب صورتوں

کا بیان ایسی خوبی سے ادا کیا ہی جس کے سننے سے رواں کھڑا ہوتا ہی اور چمب وہ بھونٹ پریت غایب ہو جاتے ہیں اور شور و غل جھاننا رہتا ہی تب اُس سرگھٹ کے مہیدان کا سنسلا ہونا اور درختوں کے پتوں وغیرہ کی کھوکھڑاہٹ دریا کے پانی کا شور الو کی ہوک گہدڑوں کا رونا ایسا قرائتا ہی کہ اُن ہیبت ناک صورتوں اور شور و غل کا خوف یاد بھی نہیں آتا ہی † *

یہہ لطف بیان ہندوؤں کا بمقابلہ اُنکے بعض ہمسایوں کے زیادہ اثر رکھتا ہی *

مثلاً فارسی شاعروں کی کتابوں میں غیر ذی روح اشیا کا طول طویل بیان شاذ و نادر پایا جاتا ہی وہ جن مضمونوں پر طبیعت اتراتے ہیں وہ نہایت پر تاثیر یا متین خیالات ہوتے ہیں وہ اپنے بیان میں جسکو نہایت مجمل اور مغلق طور پر ادا کرنا چاہتے ہیں اُس اثر کا ذکر کرتے ہیں جو موجودات میں سے کسی شی کا طبیعت پر ہوتا ہی اور اُس تاثیر سے اغماض کر جاتے ہیں جو اُس سے محاسن پر ہوتے ہیں *

برخلاف اسکے شنسکرت کا شاعر اُس ولولہ کا بھی لحاظ رکھ کر جو طبیعت میں ہوتا ہی اُن عنصروں کا جنسے وہ ولولہ پیدا ہوتا ہی کمال وضاحت سے بیان کرتا ہی اور فزا کے سارے خط و خال کی ایسی تصویر اپنے بیان سے بناتا ہی کہ ایک فراقف شخص بھی باوجودیکہ درختوں اور جانوروں کے نام نہ جانتا ہو ہندوستان کی فزا کی کیفیت باسانی دریافت کر سکتا ہی *

مثلاً فارسی شاعر کے باغ کے بیان میں غنچے مسکراتے ہیں گل غنچ و دلال سے بلبل شیدا کا دل لہواتے ہیں نسیم ستھری سے پیر نود سالہ کو جوانی کی لہر آتی ہی بہار بزم عشرت میں دوشیزگان ماہ طلعت کو

† مالنی اور مادھنا کی پہلی نکل سوانک پہلا مندرجہ تماشہ گاہ ہندوان مولفہ ولسی صاحبہ

ہلاتے ہیں مگر اس عیش و نشاط کے کارخانہ میں اور تو سب کا محروم
 ہی صرف عاشق خنجستہ خاطر ہی محروم ہی آپ رواں کو دیکھ کر یہہ
 خیال آتا ہی کہ اسبطرح وقت ہاتھ سے جاتا ہی بلبل بے ٹہاٹی گل یاد
 کر کے روتی چیتختی چلاتی ہی کہ خزاں درہی خرابی جلو ریز چلتی آئی
 ہی ای فلک جیسے میں اشکبار ہوں تو بھی گریہ زار کر اور ای صبا
 میری آہ و زاری سے میرے تغافل شمار کو خبردار کر *

برعکس اسکے ہندو شاعر سرغزار کے گھنے سایہ کا بیان کرتا ہی جس
 میں کالا تامل اپنے ٹہنیوں کو نیم کے پیلے پتوں سے ملاتا ہی ام کا درخت
 اپنے پورانے گدھوں کو پیل کے نوکدار پتوں میں پھنپاتا ہی عشق پھچا
 جامن کے درخت کو لپٹا جاتا ہی اوپر تک چڑھ کر اپنے بیل کے سرے
 کو نیچے لٹکانا ہی اسوک کے شوخ رنگ پھولوں کے گچھے کے گچھے لٹکنے
 نظر آتے ہیں مادھو ہوتا کے سفید پھول عجیب کیفیت دیکھاتے ہیں
 اسبطرح کے اور بیل ہونٹوں کی ہری ہری ٹہنیوں میں سے اگر کوئی ہلتی
 ہی پھولوں اور کلیوں کا مہینہ ہرستا ہی دھیمی دھیمی ہوا اُنکے ہو باس
 سے بسی ہوئی اٹھکھیلیوں کی چال چلتی ہی ایسے سنسان مکان میں
 شہد کی مکھیوں کا بھنڈھانا اور پروراز نورمل جل کا لہراتے ہوئے چلنا اور
 بھینی بھینی آواز کوئل کی کوک کبھی کبھی کان میں آتی ہی فاختہ
 سریلی ہوک سناتی ہی پیٹ کا پردگی تنہا ایسے پر فرا مقام میں سرگردان
 ہوتا دل بھلاتا ہی برہ کے دکھ کا لطف اڑتھاتا ہی اوتر کی سرد ہوا سے
 اسکا جی ٹھنڈا ہوتا ہی ام کا مور بھینی بھینی باس سے اُسکے دل و دماغ
 کی کدورت کھوتا ہی یہاں تک کہ جب چابیلی کے درختوں کے چہرست
 میں آتا ہی خوشبو سے مست ہو کر اپنے من موہن کی یاد میں مست
 ہو جاتا ہی *

دونوں قومیں جن استعاروں اور تشبیہوں کا استعمال کرتی ہیں انہیں
 فرق یہہ ہی کہ اہل فارس تو اکثر اپنے بیان میں کہیں کہیں ایسے استعارے

اور تشبیہوں لاتے ہیں جس سے ایسا شخص جو انکی سی طبیعت نہیں رکھتا سمجھ نہیں سکتا چنانچہ ایک خوبصورت معشوقہ کا قد سرو اور زلفیں اُسکی مشک اور آنکھیں اُسکی نرگس بیجار اور تھوڑی کا گڑھا کنواں تھراتے ہیں مگر شنسکرت کی تشبیہیں جنکا ہندو شاعر بہ نسبت استعاروں کے زیادہ استعمال کرتے ہیں علی العموم نئے اور مناسب ایسے نام ہوتے ہیں کہ گور پہلے سے انکا عام لہو سننے ہی ہو شخص بخوبی سمجھ لیتا ہی *

اگرچہ شنسکرت کے شاعر بھی بیشک مشہور و معروف تشبیہوں وغیرہ کا برتاؤ کرتے ہیں اور بعضے انہیں سے ایسے ہی نازک خیال ہیں جیسے کہ اہل فارس مگر جن تشبیہوں وغیرہ کو کوئی ہندو شاعر باندھتا ہی وہ صرف اُسکے ذہن اور خیال کی پیدا کی ہوئی ہوتی ہیں انہیں سے نہیں ہوتیں جنکو عموماً پہلے شاعر کام میں لائے تھے ہندوؤں کے سوانگ کی نظم کا حال اسقدر بیان کر کے اور شنسکرت کی اور قسموں کی نظم کی تحقیقت پر کچھ اشارہ کر کے اب جو کچھ باقی رہا ہی اُسکو ہم نہایت اختصار کے ساتھ بیان کرتے ہیں *

مذہبی نظم کا بیان

ہندوؤں کی ایسی نظم جسکی بڑی بڑی کتابیں کثرت سے ہیں اور نہایت قدیم اور بڑی قدر منزلت والی ہی وہ مذہبی اور رزمیہ نظم ہی مذہبی نظم کی نسبت کالبروک صاحب فرماتے ہیں + کہ اس نظم کا طرز بیان نہایت پھیلا اور بیمزہ اور طوالت کے ساتھ ہی جستدر کثرت سے مضمون مکرر سکر اُس میں آئے ہیں اسقدر اُسکی خرابی اور زیادہش میں نقصان ہی اور جو نمونے اُس نظم کے ترجمہ کیئے گئے ہیں اُنسے کوئی نتیجہ اس رائے پر قائم نہیں ہو سکتی *

ہند کا صرف پہلا حصہ جسمیں بھجڑن وغیرہ ہیں نظام میں سمجھا جاسکتا ہے اور مسئلے اُنکے گرو کیسے ہی سنجیدہ اور پسندیدہ ہوں مگر اُنکی سی تعریف اُس نظام کی نہیں ہوسکتی جسمیں وہ لکھے ہوئے ہیں * جن خلاصوں کا رام موہن رائے اور کالبروک صاحب اور سر جونس صاحب نے ترجمہ کیا اور جو ہوا نمونہ دسمبر سنہ ۱۸۲۵ء کے اورینٹل میگزین میں چھپا اُنسے کوئی نشان نازک خیالی کا اور زور طبیعت اور پسندیدہ طرز بیان کی مثال ظاہر نہیں ہوتی * بجز چند مستثنی مقاموں کے یہی رائے اُن بھجڑوں اور مناجاتوں سے علاوہ رکھتی ہی چنکو کالبروک صاحب نے اپنے رسالہ رسومات مذہبی ہند میں بیان کیا ہے † *

رزمیہ نظام کا بیان

رامائن

ہندوں کے بعد رامائن کی بڑی عمدہ رزمیہ نظم کا درجہ ہے جسمیں لڑکا کی فتح کا حال ہے اُسکے مصنف بالملیک کو اُس واقعہ کا ہمعصر بتاتے ہیں مگر شاعر باوجود ہر طرح کے مبالغوں کے ایسے سپاہی سے جو اُسکے زمانہ میں موجود ہو الہیہ قوتیں ہرگز منسوب نہیں کرتیکا اور نہ یہہ کرے کہ بچائے رفیقوں کے ہندروں کی فوج اُسکے ساتھ بنائے ایسے

† رگ ہید کے اُس حصہ پر سرسری نظر ڈالنے سے جسکا ترجمہ روزن صاحب نے حال میں چھاپا ہے ہید کی نظم کی نسبت جو کچھ کہ ہماری رائے ہے اُس میں کسی طرح کی کمی پیشی نہیں ہوتی وہ ایسے چھوٹے چھوٹے بھجڑوں کا مجموعہ معلوم ہوتا ہے جنہیں منصوبوں اور آسمانی دیوتوں سے خطاب کیا گیا ہے اور اُن میں ایسی تعریفیں اور درخاستیں ہیں جنہیں بہت کم فرق و تفاوت اور نیرنگی معلوم ہوتی ہے اور شاعری کا جو حق ہے اُسکی کوئی علامت اُن میں پائی نہیں جاتی اور تعریفی مضمون ہر دیر کے ہی اُس توت و اختیار کی نسبت جو اُسکو دنیا پر حاصل ہے منحصر اور محدود ہے اور دعائیں اُن میں سے اس سے بھی کم روحانی ہیں کیونکہ اکثر متروک نرات کے ایسے ہی لکھے ہیں

بڑے بڑے مخالف اور مصنوعی نمائشوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُس واقع کو گذرے ہوئے اُس مصنف سے پہلے استدر عرصہ دراز گذرا ہوگا کہ لوگ بالکل بھول گئے ہونگے مگر اِس تقریر سے جس حالت میں ہالمیک نے مدوح کی قدامت بخوبی ثابت ہوتی ہے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ اُس کتاب کی قدامت میں کچھ نقصان آتا ہے اُسکی قدامت میں کچھ حاجت نہیں ہوسکتی کیونکہ اِس کتاب کی شنسکرت زبان کی نظم بہ نسبت اور کسی قدیم کتاب کے بید کی نظم سے بہت ملتی جلتی ہے اور اُس میں سے کسیقدر بطور خلاصہ کے مہابھارت میں جو نہایت پورانی کتاب ہے نقل کیا گیا ہے *

مہابھارت کی نظم

اِس کتاب کو بیاس جی سے منسوب کرتے ہیں جنکو بید کا مولف کہا گیا ہے اور مہابھارت کے تمام واقعات انہوں نے اپنی آنکھوں دیکھے لکھے ہیں لیکن مہابھارت میں ہی یہ لکھا ہوا ہے کہ جیسی کچھ صورت مہابھارت کی اب موجود ہے اُس میں سانی نے اُسکو مرتب کیا ہے جس نے ایک اور شخص کی وساطت سے وہ بیاس جی سے حاصل کی تھی اور اُسی مقام میں یہ ذکر ہے کہ کل ایک لاکھ شعروں میں سے صرف چوبیس ہزار اصل مصنف کے تصنیف ہیں + اِس کتاب کے بہت قدیم ہونے کا دعویٰ زبان کی بہت سی شایستگی سے بھی باطل ہوتا ہے اور لفظ یونا + کے اُس میں آنے سے بشرطیکہ اُس سے یونانی مراد ہوں یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اُسکا کچھ چھ چوتھی صدی قبل مسیح علیہ السلام سے بھی بعد کا ہے لیکن اُس شخص کی رائے پر کچھ شبہ کرنے کی

+ اورینٹل میگزین جلد ۳ صفحہ ۱۳۳

† پروفیسر راس صاحب کا قول مندرجہ ذات تحقیقات ایشیا جلد ۱۵

کوئی وجہ نہیں ہے جو اس رائے دینے کی اچھی قابلیت رکھتا ہے کہ اس لفظ سے ہندو حضرت مسیح علیہ السلام سے دو تین صدی پہلے سے وائف ہوئے تھے + ان دونوں کتابوں کی تاریخ اس رائے سے ثابت ہوتی ہے کہ اگرچہ جن دو شجاعوں کا بیان ان میں کیا گیا ہے وہ بشن جی کے اوتار ہیں مگر رام چندر جی کا بیان علی العموم انکی انسانی صورت میں ہوا ہے اور کرشن جی کو بعض موقعوں پر گو انسان کی صورت میں بھگوان یعنی قادر علی الاطلاق کہا گیا ہے مگر انکے کار و بار سے قادر مطلق ہونا انکا کسب طرح ثابت نہیں ہوتا اور جن مقاموں میں صاف صاف علانیہ ممالک جملہ کائنات کا بیان کیا گیا ہے ان مقاموں پر بہ نسبت باقی اور تصنیف کے یہہ شک ہو سکتا ہے کہ وہ زمانہ حال کے تحریف کیئے ہوئے ہیں † *

بچھو کالبروک صاحب کے جو مذہبی نظام کی مذمت میں ان پشتکوں کو بھی داخل کرتے ہیں اور سب لوگ جنہوں نے انکو اصل زبان شنسکرت میں پڑھا ہے انکی رزمیہ نظم میں بہت سی تعریف کرتے ہیں اور وہ لوگ بھی اس کی خوبیوں کے قائل ہیں جنکی تصنیفات سے ان کی رائے عالی اور روشن معلوم ہوتی ہے یہہ تعریف صرف انہیں لوگوں پر منحصر نہیں ہے جنہوں نے ایشیا کے علم انشا کی چہان بین کی ہے بلکہ ملہیں صاحب اور سکلیکل صاحب تعریف کرنے میں ولسن صاحب اور جونس صاحب کی ہم ساری کا دم بہرتے ہیں اور ان مصنفوں میں سے ہم کو کسی نہ کسی سے ان پشتکوں کی حقیقت اور سادگی اور خاص خاص مقاموں کی متانت اور لطف اور پاکیزگی اور دلاوری کی اصلی شان و شوکت اور چال چلن کی عمدہ شایستگی اور مصنفوں کی فکر اور ذہن کی رسائی دریافت ہوتی ہے ہمکو ایسی شہادتوں سے اصل

† اورینٹل میگزین جلد ۳ صفحہ ۱۳۳

‡ دیباچہ ترجمہ بشن پران صفحہ ۹

ہشتکوں پر رائے قائم کرنی چاہیے اُن ترجموں سے جو لٹریچر میں کیئی گئے ہیں کچھ مدد لینی مناسب نہیں اور اگر ہم اُن لفظی ترجموں کے ذریعہ سے جو انگریزی میں اکثر رمانوں کے ہیں رائے قائم کرنے کے لیتی مستحضر ہوں تو بجز سادگی کے اُن خوبیوں میں سے جنکو لوگوں نے بہت کچھ بیان کیا ہی معلوم نکر سکیں گی اور اُس نظام کا پھینکان اور طوالت ہی خیال میں آریگی بعضے نظام ترجموں کے بعضے مقام اوس سے بہت زیادہ تعریف کے مستحق ہیں جو اُنکی تعریف کیجاتی ہی مہابھارت کے جو نمونہ اور یٹینٹل میگزین † میں چھپی ہیں وہ بہت سی تعریف کے قابل ہیں یہ سچ ہی کہ انتخاب اور اختصار سے شایستہ ہو جانے پر بھی تطویل اُن میں پائی جاتی ہی مگر باوجود اس نقصان کے بہت مقام اُن میں ایسے ہیں جنسے بڑی جودت طبیعت اور شاعری ظاہر ہوتی ہے علی الخصوص تشبیہیں اُن میں کی مختصر اور سیدھی سادی اور ہر کیفیت ہیں بہر حال مہابھارت کے مصنف کو ہرمر ‡ کا ہمسر ماننا چاہیے گو کیسا ہی کچھ فرق اُنہیں کیوں نہ ہو *

مہابھارت میں جو قصہ نالا اور دھرماتی کا مندرج ہی وہ بہ نسبت لڑائی کے بیان کے ہندوؤں کی فکر و طبیعت سے زیادہ مناسبت رکھتا ہی اور عمدہ سادگی کا نمونہ ہے اور مہابھارت کے اور قصوں میں سے ایک قصہ بہاگوت گیتا ہی جو بہت آخر زمانہ کا تصنیف کیا ہوا معلوم ہوتا ہی کتاب بہاگوت گیتا علم الہیات کے پندتوں کے مسائل کی شاعرانہ تفسیر ہی سلاست بیان اور زبان اور مثالوں کی خوبی کے سبب سے اُس کی تعریف ہوتی ہی بوجہ سلاست کے اُس میں گو کیسی ہی کچھ خوبی

† اور یٹینٹل میگزین باب ۱۱ دسمبر سنہ ۱۸۲۲ء اور اپریل مارچ دسمبر

سنہ ۱۸۲۵ء

‡ یہ ایک قدیم یونانی شاعر اپنے زمانہ کا یکتا مشہور و معروف شخص ہی

(مترجم)

کی بہاگوت گیتا کا ترجمہ مامین صاحب نے کیا ہی

ہو مگر اُس عمدہ صنعت کے سبب سے جس سے اُس کو رزمیہ نظم میں داخل کیا ہی اور مضمون کی اُس عمدگی اور شایستگی کی وجہ سے جس کے ذریعہ سے وہ مہابھارت میں شامل ہونے کے قابل ہوئی ہی زیادہ تعریف کے لائق ہی *

ہزاروں میں جو کہانیاں ہیں انکی نظم بھی ایسی ہی سمجھنی چاہیئے تھوڑے سی خلاصی چٹکو کرنل کیلیدی صاحب نے ہندوؤں کے حالات کی تحقیقات میں داخل کیا ہی انہیں بہت سا فن شاعری اور طبیعت کی جودت اور فکر کی رسائی پائی جاتی ہی *

بودھیانہ کی رامائن کا وہ حصہ جسکا ترجمہ ایلس صاحب نے کر کے ستمبر سنہ ۱۸۲۹ ع کی اریٹینٹل میگزین میں چھپوایا وہ ترجمہ بہ نسبت اور ترجموں کے زیادہ تر اہل یورپ کے مذاق سے مناسبت رکھتا ہی لیکن اُسکے صفحہ ۸ پر جو حاشیہ ہی اُس سے اسباب میں اشتباہ ہی کہ آیا وہ ترجمہ لفظی ہی یا نہیں اسی سبب سے اُسکو ہندوؤں کی نظم کا ٹھیک نمونہ نہیں سمجھا جاتا *

بزمیہ نظم کا بیان

بزمیہ نظم کا خالص اور عمدہ نمونہ مہما دوتا † ہی جس میں بیان ہی کہ ایک روح جو آسمان سے خارج کر دی گئی ہی بادل کے ہاتھ اپنے دوست کو پیام پہنچتی ہی اور اُن ملکوں کا حال بادل کے رو برو بیان کرتی ہی جن میں ہو کر اُسکو جانا پڑیگا *

اس بیان میں شاعر نے وہ مضمون باندھا ہی جو ہندوؤں کو حد سے زیادہ خوش آتا ہی یعنی وہ اس خوبی سے برکھا کی آمد کا نقشہ جماتا ہی کہ چاروں اُور کاری گہتا گہنگور چھائی ہی دامن دمنکتی ہی بادل

† جسکا حامل المثنیٰ ترجمہ پرو فیسر واسن صاحب نے سنہ ۱۸۶۳ ع میں چھاپا ہی

کی گرج نے دھوم مچائی ہی مریچائی ہوئی روگ اور جڑی بوٹی نے
جاں نازہ پائی ہی تمام چرنڈ پوند نے فروخت و سرور سے شورشن اُٹھائی
ہی کالی گھٹا میں بگلوں اور سارسون کی قطار اور اور قسم قسم کے پوند
ہزار در ہزار بلند ہوراز نظر آئے ہیں ہر ایک تماشائی کا دل لہہاتے ہیں
سوا اسکے اُس شاعر نے اور رنگ بونگی نوا کا سما باندھا ہی اور اُن
شہروں کا محال جنہیں پیام لہجائے والی بادل کا گذر ہوگا ایسے ہی لطف
و کیفیت کے ساتھ بیان کیا ہی اور اُس میں اس قسم کے قصہ اور کہانیوں
کا حوالہ دیا ہی جو مختلف کیفیتیں رکھتے ہیں *

اور اسکے ساتھ یہ اور صنعت دیکھا ہی کہ روح کے اُس رنج و
مصیبت کی کیفیت جو وہ فراق وطن میں اشک حسرت روتی ہی اور
اپنے وطن کی لطف و لذت کو یاد کر کے جان کھوتی ہی ملتی ہی *

اس شاعر کے کلام میں یہ نسبت اور شاعروں کے بہت کم لغو مبالغہ
ہی لیکن وہ بھی اُس پہنچے ہیں سے جو شنسکرت زبان کی نظم کے
ساتھ مخصوص ہو گیا ہی جسپر ہم اوپر کچھ لکھ آئی ہیں خالی
نہیں ہی *

دھنائی نظم

گوہندا یا جیدبوا † کے گیت دھنائی نظم کا وہ خالص نمونہ ہیں جن
سے میں واقف ہوں ان گیتوں میں اعلیٰ درجہ کی کیفیت اور نزاکت پائی
جانی ہیں مگر طبیعت کا زور اور جوش معلوم نہیں ہوتا جو ہندو
شاعروں کے عیب و فنر سمجھے جاتے ہیں *

ان گیتوں میں چٹکلی اور لطیفہ بھی ہیں اُن کا مصنف چودھری
صدی عیسوی میں گذرا ہی اسلیئے معلوم ایسا ہوتا ہی کہ لطیفہ امیر
کلام کرنا مسلمانوں سے حاصل کیا ہوگا *

† کتاب تعلیقات ایشیا جلد ۳ صفحہ ۱۸۵

ہندو کی نظم

ہندوؤں کی ایسی نظم کا جس میں ہندو کسی کی گئی ہو
میلے کوئی خاص نمونہ نہیں پایا البتہ انکے سوانکوں کی نظم میں اس
قسم کی نظم بھی کہیں کہیں پائی جاتی ہے + ترتیب وار سوانکوں میں
جو کہیں کہیں ہندو امور کلام پائی جاتے ہیں انکی درستی سے ہم کو یہ
یقین کرنا چاہیئے کہ وہ اس فن سے بہرہ دانی نہ کرتے تھے *

سرگندشتوں اور کہانیوں کا بیان

اگرچہ شنسکرت کی بہت سی اور نظم کی کتابیں بھی انگریزی میں
ترجمہ ہو گئی ہیں مگر اس باعث سے کہ ترجموں کے لحاظ سے جو راے
قائم کیجاتی ہے وہ کچھ قدر و منزلت نہیں رکھتی ہم ان سب کی
نسبت کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتی بلکہ اسیقدر کافی ہوگا جو
اب تک بیان کر دیا گیا لیکن ہندوؤں کے علم انشا کا ایک اور بھی بڑا جز
بیان کرنے کے قابل ہے یعنی سرگندشتیں اور کہانیاں ان دو نوں قسم کی
تصنیفوں میں ہندو کل انسانوں کے تعلیم کرنے والے معلوم ہوتے ہیں چنانچہ
قدیم مشہور کہانیاں (یعنی بد پائی کی کہانیاں) شنسکرت زبان کے بہرہ
میں بچنسہ پائی گئیں اور اکثر اور ملکوں کے قصہ کہانیوں کا بھی انہیں سے
کوچ ملتا ہے ‡ داستان گوئی کا وہ مسلسل طرز جسمیں قصے کے اندر قصہ
کا پیوند لگتا چلا جاتا ہے جیسا کہ الف لیلے کا قصہ ہی انہیں کا ایجاد
کیا ہوا معلوم ہوتا ہے اور یورپ اور ایشیا دو نوں کی بہت مشہور کہانیاں
اور انسانوں کے بھی ہندو ہی موجد ہیں یہ کہانیاں اپنی اصلی صورت
میں (یعنی شنسکرت میں) نہایت سیدھی سادہ طرز پر لکھی گئی ہیں

+ راسن صاحب کی ہندوؤں کے سوانک کے تمامہ کی جلد ۳ کے صفحہ ۹۷

کو دیکھو

‡ کالبروک صاحب اور پیرفڈی سی کی صاحب اور پیرفڈی راسن صاحب کی

تفصیلات

جنمیں کچھ زور طبیعت اور فکر کی چوٹائی نہیں ہی مگر بہت بات بیان کرنے کے قابل ہی کہ بیان کے مذاق کا اوت پہیر ہو گیا یعنی ہندوؤں کی کہانیوں میں وہ سحر بیانی اور لطافت نہیں ہوتی جو اہل عرب اور اہل فارس کی کہانیوں میں دلفریبی اور رنگینی ہوتی ہی * †

ساتواں باب

عمدہ عمدہ ہنر اور فنون کا بیان

علم موسیقی

سر ولیم جرنس † اور پیٹرسن § صاحب کے بیان سے دریافت ہوتا ہی کہ ہندوؤں کا علم موسیقی ترتیب دار اور شایستہ ہی اُنکے ہاں چوراسی راگنیاں ہیں جنہیں سے چھتیس علم استعمال میں ہیں اور ہر ایک کے تال سر علیحدہ ہیں اور طبیعت کے خاص خاص جذبوں کے برانگیختہ کرنے میں ہو ایک جداگانہ تاثیر رکھتی ہی * ||

اِن راگنیوں کے نام سال کے موسموں اور دنرات کے گہنتوں کے بموجب رکھے ہیں اور ہر راگنی میں ایک ایسی صفت سمجھ کر جاتی ہی جسکے باعث سے وہ ایک خاص وقت سے مناسبت رکھتی ہی *

† اسبات کی اور تحقیقات کے واسطے کہ یورپ کے قصبے کہانیوں کا مخرج ہندو ہیں حالات رائل ایشیاٹک سوسائٹی کی جلد ۱ صفحہ ۱۵۶ کو دیکھو

‡ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۳ صفحہ ۵۵

§ ایضاً جلد ۹ صفحہ ۲۲۵

|| سر ولیم جرنس صاحب بیان کرتے ہیں کہ ان راگنیوں کو اہل یورپ کے زمانہ حال کی ان راگنیوں سے جنکا مخرج اُن سروں کی ترتیب ہی جو اب یورپ میں قرار پائی ہی ہندوستان کی راگنیاں یورپ کے بارہ سروں میں سے ایک کو بڑھا دیا رکھ کر باقیوں میں سات طرح اوتار چڑھا کرنے سے بنتی ہیں غرض کہ اسی طرح سے چوراسی راگنیاں تائیم ہو جاتی ہیں مگر بہت سی اصل راگنیوں سے کٹا کر کیا گیا ہی یہ تعداد حقیقت میں خیالات کا مجموعہ ہی اور سروں کے گہٹاڑ بڑھاڑ سے تائیم ہر گز ہی

مشہور ہی کہ علم موسیقی میں بھی اور علوم کی طرح زوال ہو گیا۔ بلاشبہ جن سروں میں آج کل لوگ گاتے ہیں انہیں ایسے شخص کو جو راگ سے ناواقف ہو کچھ، اوتار چڑھاؤ فرق و تفاوت معلوم نہیں ہوتا وہ سب آپس میں بہت ملتی جلتی قریباً یکساں اور قوموں کے سروں سے متفاوت صاف اور شیریں ہوتی ہیں مگر انصاف کرنے کے واسطے خالی گانا بلا کسی ساز کے یا صرف دیوں و بویہ کے ساتھ سننا چاہیئے *
ہندوستان میں گانے کا طریق یہ ہے کہ ایک طالب علم ملکر گانا بجاتا ہی اکثر سارنگی اور طبلہ پر گاتے ہیں جسکو اونکلیوں سے بجاتے ہیں یہ ہاجا ایسے زور و شور سے بجاتا ہی کہ گویا اگر استدر نہ چلائے جس سے اُسکے گانے کی خوبی اور نزاکت جانی رہتی ہی تو اُسکی آواز بالکل دب جاوے * †

مصورِی کا بیان

مصورِی کا اب تک بہت برا حال ہی مکانوں کی دیواروں پر اکثر ایسی رنگ اور کبھی کبھی تیل سے تصویریں کھینچی جاتی ہیں جو اکثر دیوتوں اور جنگ کے میدانوں اور پہلوانوں اور عورت مرد اور جانوروں کی ہوتی ہیں اور کسی قسم کی فزا نہیں ہوتی اگر کچھ ہوتی ہی تو صرف ایک دو درخت وہ بھی ایسے جنکے سایہ وغیرہ کا کچھ امتیاز نہیں ہوتا یا کوئی عمارت جو بالکل بلا اندازہ اور پیمانہ کے ہوتی ہی اور قوموں کی تصویروں کی بہ نسبت ہندوؤں کے ہاں کی تصویریں مصوریوں کی قبروں پر کی تصویریں سے بہت مشابہ ہوتی ہیں اور وہ چھوٹی چھوٹی قد و قامت کی تصویریں ایسے رنگوں سے کھینچتے ہیں جنکو تیل پانی کے علاوہ کسی اور چیز سے † منسلک ذیل ایسے شخص کی رائے جو رائے دینی کی کامش ریاست رکھتا ہی

اس موقع پر ظاہر کرنی واجب ہی (اورینٹل کوارٹری میگزین باب ۱۲ دسمبر سنہ ۱۸۲۵ء صفحہ ۱۹۷) یعنی جن ہندوستانی کوہوں اور نقالوں کا اہل یورپ ہندوستان کے مختلف حصوں میں تانا وغیرہ سنتی ہیں اُنکے گانے کو وہ ہندوستانی جو علم موسیقی سے بخوبی واقف ہوتے ہیں ایسا ہی سمجھتی ہیں جیسے کہ اٹلی کے علم موسیقی کے کامل ایک بازاری گنوار کے گانے کو خیال کرتے ہیں

ملاتے ہیں اور علاوہ مذکورہ بالا چیزوں کے انسانوں کی فرداً فرداً بھی تصویر کھینچتی ہیں *

ہندوؤں نے قلمی پشتکوں کو نہایت خوب صورتی سے رونق اور زیب و زینت بخشی ہی مگر تصویروں کے سوا اور نقاشی وہ بہت بہتر کرتے ہیں اگر انکی سوانگ کے پشتکوں میں تصویروں کا عموماً ذکر نہوتا تو متحکم یہہ شہہ ہوتا کہ انہوں نے مصوری مسلمانوں سے سیکھی ہی جنکو ہر خلاف اُس مذہبی امتناع کے جو تصویر کھینچنے کی نسبت مذہب اسلام میں ہی ہندوؤں سے بہت سہمت حاصل ہی *

ہندوؤں کی سنگ تراشی کا بیان

ہر شخص کو یہہ توقع ہوگی کہ ایک ایسی قوم نے جو بہت سے معبودوں کی پرستش کرتے ہی سنگ تراشی کے فن کو کمال پر پہنچایا ہوگا اور اِسمیں کچھہ شک نہیں کہ یہہ فن کچھہ کام کے کم ہونے کے سبب سے کمال پر پہنچنے سے قاصر نہیں رہا کیونکہ علاوہ بیسمار معمولی بتوں اور مورتوں کے ہزار ہا غار اور مندر ایسے بتوں سے معمور ہیں جو ہاتروں پر اوہڑے ہوئے کھدی ہیں یہہ اوہڑی ہوئی مورتیں اکثر عمدہ ہوتی ہیں جنکے بڑے بڑے جہمیلی کے مرقع ایسے ہوتے ہیں کہ اُنسے مختلف جذبے اور کیفیتیں سمجھہ میں آتی ہیں کہیں کہیں اُنسے سنگ تراش کا برا زور طبیعت ظاہر ہوتا ہی ہندو سنگ تراشی اور مصوری کے کام میں ایسی نمونہ بنانے میں جنسے وضع اور صورت کی خوبی ظاہر ہو قاصر نہیں ہیں لیکن نقصان یہہ ہی کہ علم تشریح سے بالکل ناواقف ہیں یہاں تک کہ اعضا اور رگ اور ہڈیوں کی ظاہری صورت کا بھی لحاظ نہیں کرتے اور نہ مختلف صورتوں کے آپس میں مناسب ہونے کا کچھہ خیال کرتے ہیں اور نہ کامل ہنر مرقع بنانے کا رکھتے ہیں انہیں سببوں سے ہندوؤں کی مصوری اور سنگ تراشی غرض کہ دو نوں کا کوئی نمونہ اہل یورپ کے اِن کاموں کے نمونہ سے ذرا بھی مناسبت نہیں رکھتا *

فن تعمیر کا بیان

بہت سی عمارتیں جو ہندوؤں نے بنائی ہیں اُن سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ فن تعمیر کا عملی علم رکھتے تھے اگر اُن کتابوں کا جنکی کچھ کچھ اجزا اب بھی موجود ہیں اعتبار کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہندو قدیم زمانہ ہی سے فن عمارت میں مہارت رکھتے تھے عمارت کے فن کی جو کتابیں ہندوؤں کی موجود ہیں اُن پر ایک عقلمند ہندوستانی نے از روئے انصاف کے نظر ڈال کر ایک حال کے چھپے ہوئے جواب مضمون میں اُن کے قواعد کو بہت ترتیب کے ساتھ بڑی قابلیت سے بیان کیا ہے + اس جواب مضمون سے معلوم ہوتا ہے کہ اِس فن کے اصول کو ہندو بخوبی سمجھتے تھے اور بہت سے قاعدے اُس کے اُنہوں نے ایجاد کیئے ہندوؤں کے ہاں مختلف سانچے مٹی کے خوشنما چیزیں بنانے کے بارہ ہوتے ہیں جن میں سے بعض تو ایسے ہی ہیں جیسے انگریزوں کے ہاں اور بعض انہیں سے مخصوص ہیں ستونوں کی بنیاد اور قاعدہ اور جسم اور تاج اور تاج کے اوپر کے حصہ کی مناسبتیں بیان کی گئی ہیں اور یہ بات کہ وہ ستون کے جوڑ بندوں سے کیسے اچھے واقف تھے اِس سے ظاہر ہوتی ہے کہ اُن کے ہاں چونستہ وضع کے قاعدے ستونوں کے ہیں اگرچہ کوئی کلیہ قاعدہ نہیں ہے لیکن ستونوں کی بلندی اُن کے قطر سے چھ گنے سے لیکر دس گنے تک ہوتی ہے ستونوں کی ساخت کی مناسبت اُن کے تاجوں کی مناسبت اور اُس فاصلہ کی مناسبت پر ہوتی ہے جو اُن کے بیچ میں ہوتا ہے اِس مقام پر فن تعمیر کے قاعدوں کا کوئی خاص بیان نہیں ہو سکتا اور نہ اُن ہندوستانی عمارتوں کے مختصر بیان سے زیادہ جو اب ہندوستان میں موجود ہیں اور کچھ ہو سکتا ہے اُنکا طرز عمارت مصریوں کے طرز عمارت سے مشابہ سمجھا گیا ہے لیکن اُن میں مشابہت صرف اِس بات میں ہے کہ

+ رام راز کا جواب مضمون ہندوؤں کے فن تعمیر پر جو اورینٹل ٹریولیشن لندن سے چھپا

مصالح بھی بہت مورتا اور بھاری اور عمارت بھی بھاری بہر کم نہایت مستحکم ہوتی ہی اور بعض قسم کی عمارتوں کی سنگتراشی میں ہندوؤں اور مصریوں کے کام کی مشابہت ہوتی ہی بڑے دروازوں پر بڑے برج بنانے کا طریقہ بھی ملتا جلتا ہی لیکن مصر میں دروازہ کے ہر جانب میں ایک ایک برج ہوتا ہی اور ہندوستان میں پیچ میں صرف ایک برج ہوتا ہی *۔

مصریوں کے بعضے ستون بھی مذکورہ بالا امور میں ہندوؤں کے غار والے مندروں کے ستونوں سے مشابہت رکھتے ہیں مصریوں کی عمارت میں دو مشہور باتیں یہ ہیں کہ انہیں ایک تو مناروں کا رواج ہی اور دوسرے دیواروں کا آثار نیچے سے بتدریج چھت تک گھٹاتے چلے جانے کا دستور ہی جنکے چوڑی پر ایک بہت چوڑی کانس نکال کر سیدھی چھت پاتے ہیں انہیں سے کوئی علامت ہندوستان میں نہیں پائی جاتی البتہ مندروں کے آگے جو مکان ہوتے ہیں انکی چھتیں گنبد نما ہوتی ہیں لیکن وہ خالی ہوتی ہیں اور دیواروں یا ستونوں پر قائم ہوتی ہیں اہل ہند ٹھوس مناروں سے بالکل واقف نہیں ہیں اور چھتوں کے منڈیر پر مکان کے باہر کیطرف بھی کنگرے اور کلسیاں وغیرہ آرایش کی چیزیں بناتے ہیں جیسے مصریوں کے ساتھ کچھ مشابہت نہیں رہتی دیواریں ہمیشہ سیدھی نیچے سے اوپر تک یکساں ہوتی ہیں اور اگرچہ مندروں کے برج بتدریج نیچے سے اوپر کو گھٹتے جاتے ہیں لیکن انکی وضع ہندوؤں کے ساتھ مخصوص ہی اور وہ جستدر کہ انگریزوں کے پتلے برجوں سے مشابہت رکھتے ہیں اسی قدر مصریوں کے مورتے برجوں سے مشابہ ہوتے ہیں یعنی وہ مصریوں اور انگریزوں کے مناروں یا برجوں میں متوسط درجہ رکھتے ہیں غرض کہ کچھ ان سے کچھ ان سے دونوں سے ملتے جلتے ہوتے ہیں *۔

دکن میں مندر کئی کئی منزلیں ہوتے ہیں اول منزل سے دوسری منزل آخر تک تنگ ہوتی چلی جاتی ہی اور دریاے گوداوری کے

شمال میں مندر اور کو پتلے ہوتے چلے جاتے ہیں لیکن نوک دار نہیں ہوتے چوٹی اُنکی چپٹی یا کسی اور خوشنما طرز پر ہوتی ہی اور اُسپر کسی دھات کا سنہری کلس یا ترسول یا کوٹی اور نشان جو کسی دیوتے سے مخصوص ہو نصب کر دیتی ہیں مگر بنیاد سے اور کچھ تھورا چہرے کے ایک مختمدار جھکاؤ ایسا رکھتے ہیں جس سے بچ کا حصہ بہ نسبت کرسی اور چوٹی کی بھول جانا ہی سب مندروں کے بہ نسبت بہ بچ صاف اور سادہ ہوتے ہیں لیکن کبھی کبھی اُنپر بھی کنگورے اور اور ہر قسم کی آرایش کے کام بنائی جاتے ہیں *

معبد ہمیشہ چھوٹا گاؤں سا ہوتا ہی اور اُس میں بہت کم روشنی بذریعہ ایک چھوٹی سے دروازہ کے جانی ہی اور معبد میں پوجا کرنے والا اپنا چڑھاوا چڑھاتا ہی اور پوجا کرتا اور دعا مانگتا ہی چھوٹے چھوٹے مندروں میں تو صرف اسقدر عمارت ہوتی ہی لیکن بڑے مندروں پر بچ ہوتا ہے اور اُس کے اُس پاس وسیع دالان اور اُن کی گردو پیش چھل ستون اور صحن ایسی ہوتے ہیں جن میں اور مندر اور مذہبی عمارتیں ہوتی ہیں اور مقام سرنگم میں علیحدہ علیحدہ ساتھ احاطہ ہیں جن میں سے سب سے باہر کے احاطہ کا محیط قریب چار میل کے ہی + جو چھل ستون صحنوں کے اندر دینی حد پر واقع ہیں جنکو مندروں کے متصل کہنا چاہیئے وہ ایسی لٹری چوڑے ہیں کہ اُن کی وسعت میں اور بھی بہت سے ستون لگائے پڑے ہیں اور یہ ستون بہت اونچی اور پتلے اور نازک لیکن گنجان بنی ہوئی ہیں جیسا کہ قوم گاتھ کے گرجوں کے بغلی چانپ کو باوط کے کھجوروں سے تشبیہ دی گئی ہی ہندوؤں کے ان ستونوں کو کھجوروں کے جھومست سے مشابہ کہہ سکتی ہیں *

اکثر چھل ستون پست ہی ہوتے ہیں جن میں بہت سے نہایت عمدہ گول یا چڑھل یا ہشت پہلو یا سب طرح کے ملے چلے ہوتے ہیں

اور کبھی گلدان کی صورت کے بنا کر ان کی کنگنی میں زنجیروں یا طرہ لٹکاتے ہیں اور بعض اوقات جانوروں کی صورتیں ان پر بناتے ہیں اور کبھی انسانوں کی تصویروں کے مرقع تراشتی ہیں *

عمارت کے زیادہ مضبوط حصوں میں کئی کئی گول اور چورہل ستون کے مجموعے ہوتے ہیں ان ستونوں کے ککروں اور تاج اور غلطہ کے ڈھلاؤ سے جو ایک دوسرے کے قریب اور مناسب ہوتے ہیں زیادہ حسن و خوبی ظاہر ہوتی ہے اور چوکھٹ کیواروں میں عمدہ عمدہ نقش و نگار گہرے کھودے ہوتے ہیں اور پھول پھل پھولتی چرند پرند انسان اور اور خیالی موجودات کی صورتیں بھی اہل عرب کی طرح بنی ہوتی ہیں الحاصل ہو قسم کی زیب و زینت جو انسان کے خیال میں آسکتے ہی ہوتی ہیں انہیں سے پھل پھولتے خاص کر ایسے خوبصورت ہوتے ہیں کہ انکے مثل تمام دنیا میں مشکل سے نکلیں گی *

اکثر دیواروں پر آدھری ہرنی تصویروں دیوتوں کے معرکوں وغیرہ کی حیرت انگیز نہایت صنعت سے بناتے ہیں اسبطرح سے دو مختراہوں کے بیچ کا وہ حصہ جو ستون کے تاج پر سے چھت کے نیچے کی کانس تک ہوتا ہے وہ دیوتوں کی تصویروں وغیرہ سے بہت آراستہ و پیراستہ ہوتا ہے + *

جن مندروں کا اوپر ذکر ہوا کہیں کہیں وہ بہت سے ایک ہی جگہ اکھتی ہوتے ہیں چنانچہ بہوانیسواڑہ کے کھنڈروں میں جو اوریسہ میں واقع ہے بڑے بڑے برج پر سے ہر طرف دیکھنے میں چالیس چالیس اور پچاس پچاس سنگین برج مندروں کے جنکی بلندی کم سے کم پچاس

+ ٹاٹ صاحب نے جو تاریخ راجستان کی لکھی ہے اُس میں ہندوؤں کی نہایت خوبصورت عمارت کے نقشہ چھاپی ہیں رام راز کی تصویر سے ان مصالحوں اور سامانوں کا حال بخوبی ظاہر ہوتا ہے جو دکھ کی عمارتوں میں کام میں لائی گئی ہیں اور ان عمارتوں کی کیفیت بھی معلوم ہوتی ہے لیکن ڈیٹیل صاحبوں نے جو عمدہ کتابیں لکھی ہیں اُن سے ہندوستان کے غاروں میں کے سب مندروں کی حقیقت واضح ہوتی ہے *

ساتھ فٹ زیادہ سے زیادہ ایک سو پچاس فٹ سے ایک سو اسی فٹ تک
ہی نظر آتے ہیں + *

اور پہچان کر کے مندر جو دریائے گندرا کے بائیں کنارہ پر واقع ہیں
وہ اُنسے بھی زیادہ قد و قامت اور شان و شوکت میں ہر قدر ہیں
بارجودیکہ ہندوؤں کے مندر بہت عالیشان ہوتے ہیں مگر یونانیوں کے
سیدھی سادے مندروں کی خوبی کو انہیں پہونچتی اور نہ وہ شان اُنہیں
ظاہر ہوتی ہی جو مسجد کے پھرلی پھرلی گنبدوں اور اونچے اونچے
مستطابوں سے ظاہر ہوتی ہی ہندوؤں کی عمارتوں میں وسیع مکان تو
بلند نہیں ہوتے اور بلند مکان وسیع نہیں ہوتے ہیں اور مختلف حصوں
میں عمارت کے ایک سے دوسرے کو کچھ مناسبت نہیں ہوتی جسکے
دیکھنے سے معلوم ہوتا ہی کہ ہندوؤں کی اور باتوں کی طرح اس فن میں
بھی کل عمارت کی ہیئت مجموعی سے وہ فکر و دانائی معلوم نہیں ہوتی
جو اُسکے جزوں کے حسن و خوبی سے ظاہر ہوتی ہی صرف اُن مندروں
سے جو غاروں میں بنائے ہیں اُنکی ہمت و جرأت پائی جاتی ہی *
اچھے اچھے مندروں کے نمونہ سے دیکھنے والے پر جو کچھ اثر ہوتا ہی وہ اُنکو
قدیم اور مقدس سمجھتا ہی اور اس سمجھنے کے ساتھ ایک عجیب
قسم کا راز شامل ہوتا ہی جو نہ مذہب کی خاصیت سے اور نہ اُس
واقعہ سے جو روز مرہ کی مذہبی رسومات کے دیکھنے سے حاصل ہوتی
ہی دلچسپی پیدا ہوتا ہی *

اگرچہ حال کی تعمیر کیئی ہوئی مندروں میں کچھ کچھ مسلمانوں
کی طرز عمارت شامل کر دی جاتی ہی مگر اُن عمارتوں کی عام صورت قدیم
قاعدہ پر رہتی ہی اور اور قوموں کی عمارتوں سے مشابہت نہیں رکھتی
اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اس فن کے عام اصول قدیم زمانہ
ہی میں قائم ہو گئے ہیں لیکن جو بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کرنے کے

+ سٹر لک صاحب کی تحریر مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۵

قابل ہم دیکھتے ہیں اُنکے قدیم ہونے کی کوئی دلیل ہاتھ نہیں لگتی غاروں میں کے معبد بھی بہت قدیم نہیں معلوم ہوتے کتبوں سے چنکے حرفونکا رواج کم سے کم تین سو برس قبل مسیح علیہ السلام کے تھا اور اب مدت سے بالکل چٹا رہا ہی یہہ گمان ہوتا ہی کہ بدھ مذہب والوں کے غاروں میں کے مندر عیسوی سنہ سے پہلے کے ہیں + لیکن ہندوؤں کے مندروں کی دیواروں پر جو دیوتوں کی تصویریں ہیں اُنسے یہہ بات بلا حجت ثابت ہوگئی ہی کہ وہ اسقدر زمانہ حال کے ہیں کہ صرف نویں یا آٹھویں صدی میں تعمیر ہوئے ہونگے + مہابالی پورم میں جو مندر اس کے جنوب میں ہی کھدے ہوئے سنگوں کاہوں کی تاریخ نہایت قدیم سمجھی گئی ہی لیکن وہاں کے لوگوں کے بیانوں سے اُنکی بنیاد بارہویں یا تیرہویں صدی عیسوی میں معلوم ہوئی ہی اور دیواروں پر جو صورتیں بنی ہوئی ہیں اُنسے ان روایتوں کی بالکل تائید ہوتی ہی * §

نہایت مشہور تعمیر کے مندروں میں سے بعض مندر تھوڑے ہی دنوں کے بنے ہوئے ہیں چنانچہ جگناتھ کا مندر جو بہت مشہور ہی اور دوسرا کالا مندر جو اُسی ضلع میں ہی ہندوؤں کے نہایت قدیم مندروں میں سے شمار کیا جاتا ہی لیکن یہہ بات اچھی طرح مشہور ہی کہ جگناتھ کا مندر سنہ ۱۱۹۸ ع میں اور کالا مندر سنہ ۱۲۳۱ ع میں بنچکے ہیں || بیشک اور بڑے بڑے مندر اُنسے بہت پورانے ہیں لیکن انہیں سے

+ چینی سیاح پانچویں صدی کے شروع میں ایک بڑے غار میں کے مندر کا ذکر کرتا ہی وہ مندر کم سے کم چوتھی صدی میں بنایا گیا ہوگا روزنامچہ راول ایشیا ٹک سوسٹیٹی جلد ۵ صفحہ ۱۰۳

† آرس کائن صاحب کی تحریر مندرجہ حالات لٹریچر سوسٹیٹی بمبئی اور پرنسپس راس صاحب کی تحقیق کاغذات مکنزی کے دیباچہ کے صفحہ ۷۰ میں

§ پرنسپس راس صاحب کی تحریر مندرجہ دیباچہ کاغذات مکنزی صفحہ ۷۱ || سٹر لنگ صاحب کی تحقیق اور پرنسپس مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد

کسی کے نہایت قدیم ہونے کی دلیل موجود نہیں بلکہ برخلاف اس کے
قیاس کر لینے کے قریبے پائے جاتے ہیں *

منڈیوں کی نسبت محل اور مکانوں میں یہ بات غالب تھی کہ
زیادہ زیب و زینت پائی جارے مگر باوجود اس امر کے کہ وہ منڈیوں
سے بہت پیچھے کے بنے ہوئے ہیں مگر اُن سے بھی دھبی ہندوؤں پایا جاتا
ہی *

نہایت پرانے محلوں سے کوئی اصلی نقشہ معلوم نہیں ہوتا یا
ہندوؤں کے اس قدر مکان اُن میں زیادہ ہوتے چلے گئے کہ اُن کے اصلی نقشہ کی
اصلیت ہی جاتی رہی جو کہ تعمیر اُن کی نہایت مضبوط اور مستحکم
اور چھتیں بہت گتہ چرنہ سے لپی ہوئی ہوئی دلدار ہوتی ہیں
اس لیے ایک مکان کی چھت پر دوسرا مکان بنانے میں نہایت آسانی
ہوتی ہی پس محلوں میں علاوہ اُن مکانوں کے جو ایک مکان کے
بغلوں میں ہوتے ہیں اُس پر نیچے اوپر دور تک بہت اونچے بیڑھکے
مکان بناتے چلے جاتے ہیں *

محلوں میں چھوٹے چھوٹے چوک چاروں طرف سے اونچے عمارتوں
سے گھرے ہوئے ہوتے ہیں اور کہیں تو ان چوک یعنی محلوں میں
سایہ دار درخت لگے ہوتے ہیں اور کہیں بالکل کھلے ہوئے اور صاف ہوتے
ہیں ہمیشہ ہر چوک ستروں کی چھتری قنار سے چاروں طرف سے گھرا
ہوا ہوتا ہی *

سرکاری یا دربار کے مکانات بالا خانوں پر مثل انگریزی سرکاری مکانوں
کے ہر طرف سے گھرے ہوئے ہوتے ہیں لیکن اس قدر بلند نہیں ہوتے کہ اوپر
ہی عمارت کی بلندی ختم ہو جاوے اور مسلمانوں کے دیوان خانوں کی
مانند ایک جانب سے کھلے ہوئے ہوتے ہیں سیدھیان تنگ اور اونچے
دیوار کے آثار میں سے کئی ہوئی ہوئی ہیں *

یہی حال عام لوگوں کے مکانوں کا بھی ہوتا ہی چنکو مشکل سے عمارت میں سمجھا جاسکتا ہی *

امیروں کے مکانوں میں ایک یا دو چھوٹے چھوٹے چوک ہوتے ہیں جنکے چاروں طرف پتے ہوئے مکان ہوتے ہیں جنہر کہیں تو گھٹی ہوئی استرکاری اور کہیں سرمئی رنگ ہوتا ہی اور کہیں دیواروں کی روکار پر بیل بوتے اور تصویریں طرح طرح کے نقش و نگار ہوتے ہیں تمام مکان گتہ مٹ اور بے ترتیب ہوتے ہیں *

شاید ہندوؤں کے تمام کاموں میں پتے بڑے کام تالاب اور بند ہیں جن میں پانی جمع رہتا ہی تالاب تو وہ ہوتے ہیں جو زمیں میں کھودے جاتے ہیں اور بند وہ ہوتے ہیں جو کسی گھاٹی کے دھانہ بند کرنے سے بنتے ہیں تالابوں میں پتھر یا کسی اور مصالحہ کی چاروں طرف پانی میں اتری ہوئی ہر کنارہ کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک سیڑھیاں بنی ہوئی ہوتی ہیں اور اکثر مندر کناروں پر اور چھوٹے چھوٹے معبد سیڑھیوں پر بنی ہوئی ہیں اور بند میں یہ سب چیزیں بند کے پشتہ پر ہوتی ہیں تالاب اکثر شہروں کے قریب نہانے دھونے کے واسطے ہوتے ہیں اور آبپاشی کے کام میں بھی آتے ہیں لیکن بند ہمیشہ آبپاشی ہی کے واسطے ہوتے ہیں اکثر بند بہت بڑے اور انکی پشتہ بلند ہی اور استحکام میں بڑے بڑے عالیشان ہیں انہیں سے چند کی جھیلیں بن گئی ہیں جنکا محیط کئی کئی میل کا ہی اور بڑے بڑے خطوں کو ملک کے اُنسے پانی ملتا ہی *

ہندوؤں کا ایک قسم کا کنواں (یعنی باوری) بھی بیان کرنے کے قابل ہی اکثر وہ بہت عمیق اور وسیع ہوتا ہی حال کے بنے ہوئے تو اکثر مدور ہیں لیکن قدیم کے بنے ہوئے مربعہ ہیں زمین کی سطح سے پانی تک جسدِ وہ گہرے ہوتے ہیں اُس تمام گہرائی میں چاروں طرف نہایت مضبوط اور پائیدار مکان جیسا کہ ہندوؤں کا معمول ہی بناتے ہیں اور انکی سیڑھیاں اکثر بہت چوڑی ہوتی ہیں جو کٹوئے سے کسی قدر فاصلہ

سے شروع ہو کر کنوئیں میں کے مکانوں کے کسی حصہ میں سے گذرتی ہوئی پانی تک پہنچتے ہیں ہندوؤں کے جو نہایت مشہور پل ہیں وہ پتھر کے ستونوں کے ہیں جنکا ہر ایک ستون پتھر کے کئی کئی لٹھوں کو ملا کر بنایا ہی اور پتھر کے ہی شہتیروں سے اُنکو ملایا یعنی پالتا ہی اس قسم کے پل دکھوں میں عموماً ہوتے ہیں اور پل چرنہ اور اینٹ کے موٹے موٹے پایوں کے ہیں جنکی مستحزابیں گانہ طرز کی بنی ہوئی ہیں لیکن اُنکی قدامت پر شبہ ہی اور نہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ قدیم زمانہ میں ہندو مستحراب بنانا جانتے تھے یا گنبد پتھر کی تہہ پر تہہ اس طرح پر چڑھا کر کہ اوپر کی تہہ نیچے کی تہہ سے بڑھی ہوئی رہے جیسا کہ مائیسین والے بادشاہ ایڈریس کے خزانہ کی عمارت میں تھا بنا سکتے تھے *

عمارت کی اور قسموں میں گول مناروں اور بڑی بڑی مستحزابوں کا جسکو بڑے بڑے دروازہ کہنا چاہیئے اور ہندو اُن کو فتح کے یادگاروں کے لئے بناتے تھے بیان کرنا ضرور ہی چنانچہ بہت اچھا تراشا ہوا نمونہ ایک سو بیس ہندوستان چتر میں موجود ہی اور اُسکا نقشہ تات صاحب نے اپنی کتاب تاریخ راجستان میں چھاپا ہی + فتوحات کی یادگاری کی مستحزابوں میں سے جو حقیقت میں مربعہ ہوتی ہیں اگر ہم اُنکو مستحراب کہہ سکیں تو اُنہیں سے ایک بار نگر میں جو گجرات کے شمال میں ہی نہایت عمدہ موجود ہی وہ ہندوؤں کے فن کے نہایت عمدہ اور بہتر نمونوں میں سے ہی *

باب آٹھواں

ذکر اور فنوں کا

کپڑہ بنی کے فن کا بیان

ہندوستان کے مصنوعات میں سے نہایت مشہور روئی کا کپڑہ ہی جسکی خوب صورتی اور نزاکت کی تعریف مدت تک رہی اور بناوت

کی عمدگی میں ابھی تک کسی اور ملک کے آدمی برابر نہیں
کر سکے ہیں *

اور انکی ریشمیں مصنوعات بھی بہت عمدہ ہوتی ہیں ریشمیں کپڑے
بنی اور ریشم حاصل کرنے کا فن غالباً وہ قدیم سے جانتے ہیں * †
سنہری اور روہلی کمنخواب زربفت وغیرہ کا بھی ہندوؤں کو بہت
شوق ہی اور شاید انہیں کی ایجاد بھی ہیں *

رنگت کا بیان

انکی بہت سی رنگتوں کی چمک دمک اور پختگی میں ابھی
تک اہل یورپ ہمسوی نہیں کر سکتی ہیں *

زرگری کا فن

ہندوؤں کو ہمیشہ سے نہایت باریک کام کے زیور کا شوق رہا ہی اسلامیہ
زرگری کے فن میں سہمت لیتے ہیں *

جواہرات کے اعتبار سے انکی شہرت قدرت کی فیاضی سے ہی کچھ
انکی ہنر و فن کے باعث سے نہیں کیونکہ وہ ایسے بدتمیز ہیں کہ زرد موتیوں
اور چھٹی ہیرہ کو پسند کرتے ہیں اور اگرچہ جواہرات کو بڑے عمدہ عمدہ
زیندروں میں چڑتے ہیں لیکن مرصع کاری کا نام انکا پیدا ہوتا ہی *

تمام کاموں کے کرنے کا طریقہ انکا بہت سیدھا سادہ ہی اور اوزار
بہت تھوڑے سے نہایت سبک ایسے ہوتے ہیں کہ جہاں چاہیں لیتے
پہریں چنانچہ سنار اپنی چھوٹی سی انگوٹوں اور اُن دھونکیوں کو جو اُسکی
ذات سے مخصوص ہیں جہاں ضرورت ہوتی ہی آسانی سے لیتا تا ہی
اور بوہٹی اس سے بھی زیادہ آسانی سے اپنے اوزار لیتی پہرتا ہی اور زمین
پر بیٹھ کر کام کرتا ہی اور ہر شی کو اپنے پاؤں کی انگلیوں سے ایسی ہی
فہام لیتا ہی جیسے کہ ہاتھوں سے *

† کالہوک صاحب کی تصدیق مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا ہند ۵ صفحہ ۶۱

نواں باب

فن زراعت کا بیان

زمین اور آب و ہوا کی خاصیت کے سبب سے زراعت کا فن بہت سادہ سا ہے ایک ایسے ہلکی ہلکی جسکو کاشتکار ہر روز اپنے کندھی پر رکھ کر کھیت میں لپٹاتا ہی اور دو چھوٹی پیاروں کی مدد سے زمین میں تنخم دیڑی کرنے کے واسطے تھوڑی گہری باہیں دی سکتا ہی دانہ ایک ایسے آلہ کے ذریعہ سے جو پانچ یا چھ نلکیوں میں سے گرا نا ہی † جسکو ہم مشکل سے کوئی ایسی شی خیال کرسکتی ہیں جو ہل سے علیحدہ ہو زمین میں بکھیر دے ہیں اور ایک تختہ سے جسپر ایک آدمی کھڑا ہو جاتا ہی سہا کا یا پتلا پہر دے ہیں ایک پہاڑی اور کدال اور دو چار اور چیزیں کاشتکاری کے آلات میں کافی ہوتی ہیں اور درانتی سے کھیت گت کر مویشی سے روند داتے ہیں اور گاڑیوں میں فاج بہر کر گہر کر لاتے ہیں اور بڑے بڑے خشک کھتوں میں بہر دیتی ہیں اگرچہ کھیتوں کی حدیں نہایت احتیاط سے محفوظ رکھتی ہیں مگر کسی احاطہ وغیرہ سے گہری ہوئی نہیں ہوتیں بلکہ فصلوں کے کبھی کبھی مختلف ہوجانے کے سبب کھیتوں کے ایک میدان معلوم ہونے کی صورت کر کوئی شی تبدیل نہیں کرتی *

اگرچہ ہندوستان کی کاشتکاری کی حالت ایسی سیدھی سادی ہی لیکن اُس میں چند خصوصیتیں ایسی ہیں جن میں اُس فن و صنعت کی

† ممالک مغربی و شمال میں صرف ایک نلکی ہلکی اُس لکڑی میں جسکو کاشتکار ہل جوتے کے وقت پتھر چلاتا ہی ہلکے دیتے ہیں اور اُس کے اوپر کے سڑے پر ایک کاٹھ یا مٹی کا برتن چسکی تلی میں سرراخ ہوتا ہی لگاتے ہیں اور پانچ پانچ یا چھ دانے ہاتھ سے اُس برتن کی راہ سے نلکی میں ڈالتے جاتے ہیں معلوم نہیں کہ مورخ نے یہ طرز تنخم دیڑی کا جو لکھا ہی کونسے حصہ میں ہندوستان کے دیکھا ہی (مترجم)

ضرورت ہوتی ہی جسکی اور ملکوں میں حاجت نہیں ہوتی اور بعض قسمیں کاشت کرنے کی ایسی ہیں کہ اُن سے بیان مذکورہ کچھ بھی علائقہ نہیں رکھتا *

گرمیوں کی فصل یعنی خریف کو بارش سے کافی پانی ملتا ہی لیکن چاروں کی فصل یعنی ربیع کے بڑے حصہ کو آبپاشی سے پانی دینے کی بڑی ضرورت ہوتی ہی اور وہ آبپاشی ندیوں اور دریاؤں اور تالابوں میں سے اور زیادہ تر کنوؤں کے ذریعہ سے ہوتی ہی ملک کے نہایت عمدہ حصوں میں ہر کہیت میں ایک کنواں ہوتا ہی جسکا پانی نالیوں میں بہہ کر چھوٹی چھوٹی کباریوں میں جمع ہوتا ہی جو مٹی کی نیچڑی مینڈھوں سے منقسم ہوتی ہیں پانی بیلوں کے ذریعہ سے ایک بڑے ڈول میں جسکو چمڑے کا ایک بڑا تھلہ کھنا چاہیئے (یعنی چرس) کنویں میں سے کھینچا جاتا ہی اور ایک دانائی کے تدبیر سے اُس میں سے خود بخود باہر نکل جاتا ہی *

بعض اراضی میں تیسرے چوتھے سال گہرا ہل چوتلی سے گھاس کورے کی بیج و بنیان دور کرنی ضرور ہوتی ہی اور یہ کام ایک بھاری ہل سے جسکو ایسے موسم میں جبکہ زمین نمناک ہوتی ہی بھینسے کھینچتی ہیں ہوتا ہی عام زراعت میں کھات کا استعمال کم کیا جاتا ہے مگر نیشکر اور اور اکثر قسموں کی پیداوار کے واسطے کھات بہت سادہ کار ہوتا ہی اور اکثر قسم کی پیداوار کی حفاظت کے واسطے احاطہ بنانے کی بھی حاجت ہوتی ہی کدھی کدھی مٹی کی دیواریں بنادیتی ہیں مگر زیادہ تر کہیتوں کے چاروں طرف چھانکر اور گانٹی ایسے لکادیقی ہیں جنہیں سے کڑی نکل نہیں سکتا بڑی محنت پرندوں کے اوزانے میں ہوتی ہی جو باوجود ہوشیاری اور حفاظت کے بہت سا حصہ پیداوار کا کھا جاتے ہیں کہتکی کہتکا نے کا بھی کچھ کچھ اٹو ہوتا ہی مگر بڑا بہرہ اس شخص پر ہوتا جو کہیت میں ایک اونچی تانڈ پر کھڑا ہوا چاروں

طرف کھیت پر نسل ڈالتا رہتا ہی اور گویوں سے ذیلے مارنا اور رسی کے پناخہ کو پختانا ہی *

اگرچہ ہندوستان کی زمینیں ایسی عمدہ ہی کہ اُس میں فصلوں کے دور کی حاجت نہیں ہوتی لیکن اہل ہند فصلوں کے دور سے واقف ہیں وہ زمین کی قسمیں بہت غور و بار کی سے معلوم کرتے ہیں اور جس قسم کی زمین سے جو پیداوار زیادہ تر مناسبت رکھتی ہی اور جو طریقہ کاشت کا اُسکے لیئے درکار ہوتا ہی اُس سے بخوبی واقف ہوتے ہیں مگر یہہ طریق اُنکا ناپسندیدہ ہی کہ ایک ہی کھیت میں مختلف چیزیں کبھی ایک ساتھ پیدا ہونے کے لیئے اور کبھی اُنکے پیچھے پیدا ہونے کے واسطے دو دیتے ہیں *

یہہ جو حالات بیان کیئے گئے اُنکا مسافروں اور فوجوں سے بھی کچھہ کچھہ دھرا میندھا ملا جلا رہتا ہی یعنی خاص خاص موسموں میں تمام روے زمین پر بچیز دیہات اور ندیوں کے قرب کے جہاں احاطوں اور دیواروں کے سبب سے قنگ کونچہ ہو جاتے ہیں جنسے مسافروں کو دقت ہوتی ہی ایسی صفائی اور کشادگی رہتی ہی جیسے کہ سڑک میں اور بڑے بڑے برون یعنی نالوں اور نالیوں سے بھی جنکے ذریعہ سے کھیتوں میں پانی پہونچتا ہی راہ گیروں کا بڑا ہرج ہوتا ہی *

ہندوستان کے مختلف حصوں کی زمین کے مختلف ہونے سے جو اختلاف طریقہ زراعت میں ہوتے ہیں اُنکو یہہ بیان مذکورہ بالا حاوی نہیں ہی اور اُن ملکوں سے جنمیں چانول پیدا ہوتا ہی مثل بنگالہ اور کارو منڈل کے کنارہ کے تو یہہ بیان کچھہ مناسبت ہی نہیں رکھتا اُن ملکوں میں اول تو دھانوں کو ایک مدت معین تک پانی میں قویا رکھنا ضرور ہوتا ہی اور جب وہ پھوٹ کر ایک خاص حالت پر پہونچ جاتے ہیں تو اُنکو دھان سے اُٹھا کر دوسری جگہ لٹانا ہوتا ہی دھانوں کی کھیتی ایک بڑی دقت اور مشقت کا کام ہی *

دسواں باب

تجارت کا بیان

بیرونی یعنی غیر ملکی تجارت

منو کے مجموعہ میں اگرچہ عیاشی کی اکثر چیزوں کا بیان ہی لیکن یہہ نہیں ظاہر ہوتا کہ انہیں سے کوئی شی غیر ملکی پیداوار تھی ان چیزوں کی کثرت سے معلوم ہوتا ہی کہ ہندوستان کے سب حصوں کے آپس میں تجارت جاری تھی *

منو کے مجموعہ کے ایک مقام † میں صرف یہہ بیان پایا جاتا ہی کہ سود اُس روپیہ کا جو جو کہوں کے کاموں کے لیئے قرض دیا جاوے ایسے لوگوں کے مشورہ سے قائم ہونا چاہیئے جو خشکی اور سمندر کے سفر کے حالات سے بخوبی واقف ہیں منو کے مجموعہ میں جو سمندر کا لفظ کسی اندرونی چشمہ یا دریا سے متعلق نہیں پایا جاتا اسلیئے یہہ سمجھا جاتا ہی کہ مجموعہ کی تالیف کے زمانہ میں ہندو سمندر میں جہازرانی کرتے تھے مگر غالب یہہ ہی کہ بحری تجارت اُنکی ساحلوں سے مخصوص تھی اسمیں کچھ شک نہیں کہ اس سے بھی زیادہ قدیم زمانہ میں بحر قلزم میں اُنکی آمد و شد ہوئی لیکن یہہ بات تحقیق نہیں کہ اُنکی بحر قلزم کی طرف کی تجارت خشکی کی راہ سے ہوتی تھی یا کچھ سمندر کی راہ سے بھی ہوتی تھی اور نہ یہہ تحقیق ہی کہ ان دونوں صورتوں میں سے گو کوئی سی صورت ہو ہندوستان کے لوگ اپنی حدود سے باہر غیر ملکی تجارت کرتے تھے غالب ایسا معلوم ہوتا ہی کہ وہ تجارت اہل عرب کے ہاتھ میں تھی جسمیں سے تھوڑی سی اُس تنگ سمندر کی راہ سے جو ملک ہند کے مغربی کنارہ سے مستط تک ہی عرب میں ہوکر مصر

و شام میں بھی ہوتی ہوگی اور دوسرا سلسلہ اُسکا بخشی یا ساحل سمندر کی راہ سے بابل اور ایران تک پہنچتا ہوگا + ہندوستان کے مغربی سمندر کے صاف صاف حالات جو ہمکو معلوم ہیں اُنسے ہندوستانیوں کی اُطرف کی تجارت کا کوئی نشان نہیں پایا جاتا چنانچہ نیپرس کو جو سکندر کے جہازوں کے بیڑوں کا افسر تھا (سنہ ۳۲۶ قبل مسیح) دریائے انک سے فرات تک سمندر کے کنارہ کنارہ جانے میں کوئی جہاز ہندوستان نہیں ملا جو کشتیاں ملیں وہ مچھلی پکڑنے والوں کی تھیں اور وہ بھی بہت کم کہیں کہیں نظر آئیں انک میں پیشک کشتیاں تھیں مگر بہت تھوڑی اور چھوٹی چھوٹی تھیں کیونکہ ایرین مورخ کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ سکندر کو اپنے بیڑے کی اکثر رزی کشتیاں خود بڑوانی ہڑیں اور اُنکے چلانے وغیرہ کا انتظام کرنے کے واسطے ملاح بحر قلم سے بولائے پڑے + یہی مورخ ہندوستان کی قوموں کے شمار کرنے میں ہندوؤں کے چوتھے فرقے یعنی تاجر اور پیشہوروں کی نسبت لکھتا ہے کہ اُسی گروہ میں سے جو لوگ دریاؤں میں جہاز رانی کرتے ہیں وہی جہاز بناتے ہیں + اس سے ہم کو یہ نتیجہ نکالنا چاہیئے کہ جسقدر ایرین کو ہندوؤں کے حالات سے واقفیت حاصل ہوئی اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندو سمندر میں جہاز رانی نہیں کرتے تھے *

مغربی ساحل سے جو تجارت ہوتی تھی

ایرین کے علاوہ اور بیانوں سے جو ہمکو مغربی ساحل کی تجارت کا حال معلوم ہوتا ہے وہ اُس مورخ کے بیان ہیں جو دوسو برس قبل + وینسٹ صاحب کی کتاب مقدمین کی تجارت اور جہاز رانی کی جلد ۲ صفحہ ۳۵۷ لغایت ۳۷۰ *

+ کتاب مہم سکندر کا حصہ چھٹا صفحہ ۲۳۵ و ۲۳۶ مطبوعہ سنہ ۱۷۰۴ ع اور اُسی کتاب کے حصہ ہندوستان کا باب ۱۸ صفحہ ۳۳۲ *
 * کتاب مہم سکندر کے حصہ ہندوستان کا باب ۱۲ صفحہ ۳۲۵ *

مسیح علیہ السلام کے گدراہی + جسکو مصر اور عرب کے جنوب میں
آمد و شد ہونے کا علم تھا وہ بیان کرتا ہی کہ دارچینی اور تاج ان میں
آیا کرتی تھی بلکہ صاف بیان کرتا ہی کہ ہندوستان سے جہاز سپہی یعنی
عربوں کے بندر گاہ میں جایا کرتے تھے غرض کہ اس مورخ کے بیان سے ہمکو
پتہ سمجھنا چاہیئے کہ تجارت بالکل اہل عرب کے ہاتھ میں تھی *

سنہ ۵۰۰ ع کے بعد کا حال اس تجارت کے راستہ کا اور ان جنسوں
کی پوری تفصیل جنکی تجارت ہوتی تھی ہمکو بحیرہ اریطھی والے ہیریپلس
کی کتاب سے جو ایک تجربہ کار جہاز ران ہی معلوم ہوتی ہی
پتہ شخص بحیرہ احمر اور عرب کے جنوب و مشرق کے کل ساحل اور
ہندوستان کے تمام کنارے کے برابر برابر راس کماری سے کارومندل تک سفر کیا
کرتا تھا ان حدود کے اندر جو تجارت جاری تھی اُسکا اور انکے باہر کی تجارت
کا بھی وہ حال بیان کرتا ہی جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ اُسکے زمانہ تک
ہندوستان کے جہاز خلیج ایران میں سے گذر کر عرب کے کنارے بحیرہ
احمر تک جاتے تھے لیکن اُسکے بعد اگر سب کے سب جہاز ران نہیں تو
مصر کے یونانی بحیرہ احمر میں سے نکلتے ہی ساحل کو چھوڑ کر بحیرہ ہند
کے بیچ میں گذرتے ہوئے ملایار کو جایا کرتے تھے *

پس اس طرح سے تجارت دور دور تک جاری تھی مگر تجارت
کرنے والے یونانی اور اہل عرب معلوم ہوتے ہیں عرب کو ایسا ملک بیان
کیا گیا ہی جسمیں ناخدا اور جہاز ران اور ایسے شخص جو تجارت کا
بہت سا شوق رکھتے تھے کثرت سے آباد تھے لیکن ہندوؤں میں اس
قسم کے لوگوں کے موجود ہونے کا ذکر نہیں ہوا اور ہندوؤں کی طرف اپنے
ملک سے باہر جانے میں بجز اس بات کے کہ اُنکا اُن اہل عرب اور

+ اس مورخ کا نام اگاتھو کالیستز جسکا حوالہ ڈیوڈ رورس اور فرٹیپس نے
یا ہی رٹسلٹ صاحب کی کتاب متقدمین کی تجارت و جہاز رانی کی جلد ۲

یونانیوں کے ذکر میں ذکر کیا گیا ہے اور ملے جلے تھورے سے اُس جزیرہ میں آباد تھے جو بعد از احمد میں تھا جسکو اب جزیرہ سماترہ سمجھتے ہیں کوئی اشارہ نہیں کیا گیا اہل عرب کے قابو میں ہندوستان کی تجارت اس قدر تھی کہ پلینی صاحب یونانی مورخ کے زمانہ میں لٹکا کا مغربی کنارہ اُنکی ہستیوں سے معمور ہو گیا تھا اور ملیبار کے کنارہ پر بھی مقیم تھے + لیکن کتاب ہریباس میں کنارہ کنارہ کی تجارت میں ہندوؤں کو نہایت مستعدی سے مصروف بیان کیا گیا ہے اور اسی کتاب کی بموجب جہازوں کے بوجہ اوتارنے کے لیئے جو دریائے انک کے دھانے پر کے مانع کے سبب سے آگے نہیں بڑھ سکتے تھے اُنکی کشتیاں لگی رہتی تھیں اور منچھالی پکڑنے والوں کی کشتیاں خلیج کیمبی کے دھانے کے پاس اِس لیئے ٹوکر رکھ کر موجود رکھی گئی تھیں کہ جو کشتیاں بحری گزایمینی بروج میں آئیں اُنکی رہنمائی کریں کیونکہ اِس مقام میں جیسا کہ اب بھی کنارہ پر بہت دور تک کیچر رہنے اور جوار بھانے کے جلد چڑھ آنے سے کشتیوں کو خطرہ تھا *

مشرقی کنارہ کی تجارت

بروج سے جنوب کیطرف کنارہ پر بندرگاہ تھے جہاں ہم یہہ قیاس کریں کہ جو کشتیاں کنارہ پر کی تجارت کے لیئے آیا کرتی ہونگی وہ ٹھہرا کرتی ہونگی مگر یہہ مصنف راس کمار کے مشرقی کنارہ کا حال بیان کرتا ہے اُن بڑی بڑی کشتیوں کا ذکر کرتا ہے جو خلیج بنگالہ میں سے گذر کر گنگا میں اور کرائیسی کو جس سے غالباً جزیرہ سماترہ یا ملایا سراد ہی جاتی تھیں یہہ بات بالکل اُن حالات کے مطابق ہے جو ہندوستان کے مشرقی کنارہ کی تجارت کے حکم معلوم ہوئی ہیں اور اُن سے معلوم ہوتا ہے کہ کارومندل کے کنارہ کے باشندے اپنے اُن ہم وطنوں سے جو ہندوستان کے مغربی کنارہ پر رہتے تھے بحری کار و بار میں پہلے سے ممتاز ہیں جن ملکوں میں گنگا

+ رنسنک صاحب کی کتاب مقدمین کی تجارت اور جہاز رانی کی جلد ۲ صفحہ ۲۸۳

بہتی ہی انکی خاص حالتوں کے سبب سے یہہ غالب ہی کہ جس زمانہ میں نیٹرکس نے دریائے انک میں تجارت کا بہت کم نشان پایا گنگا تجارت کی کشتیوں سے جیسیکہ اب ہی معمور ہو رہی اور اُسکے کناروں پر جو کٹنی ہی ترتیب یافتہ سلطنتیں آباد ہو چکی ہیں اُنسے بھی یہی بات قیاس میں آتی ہی پس چون جنسوں کی رسد ایسے زر خیز اور وسیع ملکوں میں سے باہر کو جاتی تھی انکی خواہش اور حاجت کم ترقی یافتہ ملک دکھن کو ضرور رہتی ہوگی اور ملک دکھن اور خاص ہندوستان کے آپس میں بسیمب جنگلوں اور قزاق قوموں کے جو بہ نسبت آجکل کے اُس زمانہ میں غالباً زیادہ وحشی تھیں آمد و شد و میل جول ہونے میں خلل تھا تو مشرقی کنارہ کے جہاز رانوں کو یہہ بڑی ترغیب ہوئی ہوگی کہ خلیج بنگالہ کے صاف اور سیدھے رستہ کے کم خطرہ کو گوارا کریں جہاں زمین سے کچھ تھوڑے ہی فرق سے کنارہ کے قزاقوں کے ہنچہ ظلم سے محفوظ رہا کرتے ہونگے *

جزیرہ جاوا اور جزیروں میں ہندوؤں کی بستیوں کے بسنے کا بیان

جبکہ یہہ طریق ایک دفعہ قائم ہو گیا ہوگا تو خلیج بنگالہ کے اوپر کے حصہ کو طے کرنا اور کچھ بہت مدت نگذری ہوگی کہ اُس خلیج کے اُس بہت چوڑے حصہ کو بھی طے کرنا جو جزیرہ سماترہ اور جزیرہ ملایا سے محدود ہی آسان ہو گیا ہوگا کارومندل کے کنارہ کے باشندوں کو کچھ ہی تحریک ہوئی ہو لیکن جس خطہ کے ہندوؤں نے جرأت و ہمت کر کے عین سمندر میں پہلی پہل جہاز رانی کی وہ ضلع کارومندل کے شمالی حصہ کے باشندے تھے جاوا کی کتب تواریخ سے ظاہر ہوتا ہی کہ ضلع کلنگا کی بہت سے ہندو گروہ کے گروہ جہازوں پر چڑھ کر جاوا میں گئے اور وہاں کے باشندوں کو تعلیم و تربیت کی اور اپنے وہاں پہنچنے کی تاریخ اُس سنہ کے قائم کرنے سے جواب بھی موجود ہی جسکا

شروع سال پچھترواں برس قبل مسیح علیہ السلام کا تھا قرار دی اس بیان کی صداقت ہندوؤں کے اُن بہت سے عالیشان کھنڈروں سے جو اب بھی جاوا میں موجود ہیں اور اس حقیقت سے بخوبی ہوتی ہے کہ اگرچہ لوگوں کی عام زبان ملایا ہے لیکن متدلس زبان جسمیں تاریفشانہ اور شاعرانہ تصنیفیں اور اکثر کتبیں ہیں وہ شاستر میں سے نکلی ہوئی ایک زبان ہے اس قدیم تاریخ کا ثبوت چوتھی صدی کے چینی جاترے کے رز نامچہ سے ایسے ہی بخوبی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے اُسے جزیرہ جاوا کو بالکل ہندوؤں سے آباد پایا اور اُسے ایسے جہازوں میں جنکے کار بردار برہمن تھے گنگا سے لٹکا اور لٹکا سے جاوا اور جاوا سے چین کا سفر کیا + بعد اس زمانہ کے جاوا میں جو ہندو مذہب رایج تھا وہ غالباً بدھ مذہب سے مغلوب ہو گیا مگر ہندوؤں کی حکومت جاوا میں چودھویں صدی تک رہی اور اُسکے بعد اُن نو مسلموں نے جنکو عرب کے واعظوں نے تیرہویں صدی میں مسلمان کر لیا تھا جاوا کی حکومت کو تمہ و بالا کر ڈالا اور جزیرہ بالی جو جزیرہ جاوا کے مشرق میں ہے اب بھی ہندوؤں سے آباد ہے شکل و شمائل اُنکی تاناریوں کی سی ہے مگر وہ اپنے آپ کو ہندوستان کے ہندوؤں کی چاروں قوموں میں سے بتاتے ہیں یہہ ممکن ہے کہ وہ ہندوؤں کی نسل میں سے ہوں لیکن غالب یہہ ہے کہ اُنکا صحیح النسب ہونا چھوٹا ہو چنانچہ اس سے زیادہ قریب اور چھوٹی ادعا کی مثال جاوا کے اُن شاعروں کا بیان ہے جنہوں نے مہابھارت کے تمام حالات کو گنگا جمنہ پر سے تمام شہروں اور شجاعوں اور راجاؤں سمیت اپنے جزیرہ جاوا میں منتقل کر لیا ہے *

یونانیوں کے زمانہ کے بعد کے ہندوؤں کی تجارت

پریپلس کے عہد کے بحری سفر کرنے والوں اور سیاحوں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہندوستان کے ساتھ بڑی تجارت ہوتی تھی مگر اسبات

کی ان سے کوئی اطلاع نہیں ہوتی کہ ہندوؤں کی طرف سے اُسے کس قدر
کوشش ہوتی تھی (یعنے ہندو بھی کچھ اسباب تجارت ان ملکوں کو
جہاں سے اُنکے ہاں اسباب آتا تھا لیجاتے تھے یا نہیں) کیونکہ اہل عرب اور
چینیوں کے جہازوں کی نسبت تو یہہ بیان ہی کہ ان کے جہاز ہندوستان
کے بندرگاہوں میں آتے جاتے تھے مگر اسباب کی طرف کوئی اشارہ نہیں
کہ ہندوؤں کا بھی کوئی جہاز ان ملکوں کو جاتا تھا + *

البتہ مار کوہالو صاحب ملیبار کے کنارہ کے ایسے قزاقوں کا ذکر کرتے
ہیں جو گرمیوں بھر سمندر میں لوثتہ مار کرتے پھرا کرتے تھے علاوہ اسکے
طریقہ اُنکا یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ وہ کنارہ کے قریب لنگر کیٹے کھڑے
رہا کرتے تھے اور کسی مسافر جہاز کے قریب آنے پر لنگر اُٹھا کر اُسکو لوثتہ
کھسوتتے تھے جبکہ مشہور جہازران واسکوٹیکاما صاحب ملیبار کے
کنارہ پر پہونچی تو اُنہوں نے تمام تجارت مسلمانوں کے ہاتھ میں ہائے اور
اُنہیں کی رقابت اور حسد کے باعث واسکو دیکا ما صاحب اور اُنکے بعد
کے آنے والی اہل یورپ نے بڑی بڑی دقتیں سہیں *

ان چیزوں کا بیان جو قدیم زمانہ میں ہندوستان سے
باہر کو جاتی تھیں

ہندوستان سے مغرب کو جو چیزیں پریلاس کے زمانہ میں جاتی
تھیں وہ ان چیزوں سے بہت مختلف نہ تھیں جو اب جاتی ہیں یعنی
سوئی کپڑا ململ وغیرہ اور مختلف قسموں کی چھینٹ اور ریشم اور نیل
وغیرہ رنگ اور دارچینی اور اور مصالحہ شکر اور ہیرہ موتی زمرد اور
بہت سے ان سے کم درجہ کے جواہر اور فولاد اور دوائیاں اور عطریات اور
کبھی کبھی چھوکریاں *

جو چیزیں ہندوستان میں باہر سے آیا کرتی تھیں
موتا چھوتا اور بہت باریک کپڑا (اس سے غالباً اُونی کپڑا مراد ہے)

پینل تین سب سے مونا شیشہ سونے اور چند عطریات جو ہندوستان میں نہیں ہوتی تھیں اور کئی قسم کی شراب جس میں سے اٹلی کی شراب کو ترجیح ہوتی تھی بہت سا سونا چاندی اور سونے چاندی وغیرہ کے سکے *

اس تجارت کا بیان جو ہندوستان کے اندر ہوتی تھی

مال و اسباب کے ایک مقام سے دوسرے مقام پر بھونچانے میں گنا اور اُسکی بہت سی شاخوں سے جو بڑی آسانی حاصل تھی اُسکا حال معلوم ہوا ہے مگر چونکہ تھوڑے ہی دریا اور ایسے تھے جنہیں سمندر سے دور تک جہاز رانی ہوسکی تو یہ ضرور ہی کہ بہت سی تجارت خشکی کے راستوں کے ذریعہ سے ہوتی ہوگی ہر ہمداری کا بڑا ذریعہ بیل ہوں گی لیکن چونکہ نہایت قدیم ہندوؤں کے زمانہ سے لیکر سلطنت مغلیہ تک بڑی سڑکوں پر گورامنٹ کی بہت توجہ رہی ہے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ پچھلے زمانہ کی نسبت سابق میں گاڑیوں کا بہت زیادہ رواج ہوا *

گیارہواں باب

ہندوؤں کے اطوار اور خصلت کا بیان

ہندوستان کی قوموں کے اختلاف کا بیان

کہتی ہیں کہ ہندوستان خاص اور دکھن باستثنا ملک روس اور بالٹک کے شمالی ملک کے تمام یورپ کے برابر ہی اس تمام وسعت میں دس تربیت یافتہ قومیں پائی جاتی ہیں یہ سب قومیں ایک دوسرے سے زبان اور چال چلن میں قریب آسیندر کے اختلاف اور تفاوت رکھتی ہیں جسقدر کہ یورپ کے اُس حصہ میں رہتی والی قومیں رکھتی ہیں جسکا ابھی مقابلہ کیا گیا ہے *

اور آسیندر عموماً مشابہت اُن قوموں میں پائی جاتی ہے جو عیسائی ملکوں میں پائی جاتی ہے چنانچہ عیسائی ملکوں میں ایسی بڑی

مشابہت ہی کہ اگر کوئی ہندوستانی اجنبی یورپ میں جاتا ہی تو وہ اٹلی والوں اور انگلستان والوں میں کچھ فرق نہیں کر سکتا اس طرح اہل یورپ ہندوستان کی بہت مشابہت قوموں کا یکایک امتیاز نہیں کر سکتے ہیں *

بہت بڑا فرق و تفاوت ہندوستان خاص اور دکن کے باشندوں میں ہی ان دونوں بڑی قسموں کے وہ حصے جو قریب قریب واقع ہیں آپس میں مشابہت ہیں لیکن شمال اور جنوب کی حدوں اور زبانوں میں بجز اسکے اور کوئی مشابہت نہیں کہ ان میں شنسکرت شامل ہی اور فرقوں کا مذہب اور طرز عمارت جسکا کچھ بیان بھی ہو چکا ہی مختلف ہی اور پوشاک میں اکثر باتوں کا اختلاف ہی اور صورت بھی مختلف ہی چنانچہ شمال کے باشندے کشیدہ قامت اور خوب صورت اور جنوب کے بہت قد اور سیاہ فام ہوتے ہیں اور شمال والے گہرے کھاتے ہیں اور جنوب والی راگی یہہ ایک ایسا اناج ہی جس سے ہندوستان خاص کے لوگ ایسے ہی ناواقف ہیں جیسے کہ انگلستان کے ان دونوں بڑی قسموں میں بہت سی باتوں کے اختلاف کا سبب یہہ ہی کہ جسقدر ملک برہمنوں کے پیروؤں نے فتح کر کے آباد کیا اور بعد اسکے جسقدر مسلمانوں نے فتح کیا اور آباد کیا اُس میں فرق و تفاوت ہوا لیکن زیادہ تر اختلاف کا ہونا مکان اور آب و ہوا کی خصوصیتوں اور نسلوں کے متفاوت ہونے کے باعث ہے ہی مثلاً بنگالہ اور وہ حصہ ہندوستان کا جس میں گنگہ بہتی ہی ملحق ہیں اور ہمیشہ ہر ایک حکومت کے تحت میں ساتھ ہی ساتھ آیا گئی ہیں لیکن بنگالہ مرطوب ملک ہی اور اُس میں ہائی کے سیلاب اور اہلے آتے رہتے ہیں اور ہر طرح کی علامتیں زمین کے مرطوب ہونے کی اُس میں موجود اور ہندوستان خاص اگرچہ زرخیز ملک ہی مگر بنگالہ کی نسبت اُسکی زمین اور آب و ہوا میں پیوست ہی یہہ اختلاف عادتوں میں فرق و تفاوت پیدا کرنے کے سبب سے قوموں کے غیر مشابہت ہونے کا

ہذا باعث ہوا ہوگا اور دو دن قوموں کی زبانوں کے ماحول کے مشترک ہونے سے اُن کی نسلوں کے مختلف ہونے کا احتمال نہیں ہو سکتا *

اس اختلاف کا باعث کچھ ہی کیوں نہ ہو لیکن وہ بہت بڑا اختلاف ہی چنانچہ ہندوستان خاص کے گنگا کے قریب کے رہنے والی ہندو کشیدہ قامت اور خوب صورت جواں مرد اور بہادر ہوتے ہیں اور مسکن اُنکے کھلے میدانوں کے گنجان بسی ہوئی گانوں میں کھپریل سے چھائی ہوئے ہوتے ہیں اور خدراکب اُنکی گہروں کے ایسے اُنی کی روٹی جسکا سفیر نہیں اُٹھاتے ہوتی ہی *

برخلاف اسکے بنگالیوں کے چہروں کا نقشہ تو درست اور اچھا ہوتا ہی مگر رنگ کالا اور صورت زنانہ پست قد ہوتے ہیں اور بڑ دلی اور باطل اعتقاد رکھنے اور فن و فریب میں شہرہ آفاق ہیں اور دیہات اُنکے ہونسن کے چھوٹپڑوں کے بانسی اور کھجور وغیرہ کے درختوں میں بسے ہوتے ہیں اور لباس اُنکا ہندوؤں کا قدیمی لباس ہی یعنی ایک چادر کمر میں ڈالکر اُسکے دونوں ہلہ دونوں کندھوں پر ڈال لیتے ہیں اُنکا ایک طریقہ یہ ہے ہی جس سے ہندوستان خاص کے آدمی نا آشنا ہیں کہ نہایت وقت بدن پر تیل ملتے ہیں جس سے اُنکا جسم چمکدار اور چمکا ہو جاتا ہی اور اُنکی ملک کی مرطوب آب و ہوا کا اثر نہیں ہونے پاتا ہی اور اصل غذا اُنکی چاول ہیں اور اگرچہ اُنکی اور ہندوستانیوں کی زبان کے متبادر اس سے زیادہ ملتی جلتی ہیں جیسے کہ انگریزی اور جرمن کے ہیں مگر ہندوستان خاص کا باشندہ اُن کی زبان بالکل نہیں سمجھتا *

باوجود اسکے یہ دونوں قومیں اپنے مذہب اور اُن عادتوں اور رسموں وغیرہ میں جو از روئے مذہب کے ہونی چاہئیں اور علم اور تدبیر مملکت اور عام مطالبوں اور ہسر اوقات اور چال چلن میں ایسے مشابہ ہیں کہ ایسا اہل یورپ جسکو اُنکے فرق سے پہلے سے آگاہ نہ کیا جاوے نہ کلام

سے چلکر غالباً اُنکے حد فاصل سے بلا اطلاع اِس بات کے گذر جا رہا کہ اِن دونوں قوموں میں فرق و تفاوت کس مقام سے شروع ہوا *
مختلف قوموں کا فرق اُن مقاموں پر ظاہر ہوگا جہاں اِس تاریخ کے سلسلہ میں علیحدہ علیحدہ بیان کیا جا رہا اِبتک جو کچھ کہا گیا اور باقی جو کچھ کہنا منظور ہی وہ سب ہندو قوم سے متعلق ہی *

گانوں کا بیان

ہاوجودیکہ ہندوستان میں بہت بڑے بڑے شہروں کی کثرت ہی بہت سے آدمی گشتکار ہیں دھقان جمع ہوکر گانوں میں رہتے ہیں ہر روز صبح کو اپنے گانوں میں کھیتوں پر محنت کرنے کو جاتے ہیں اور شام کے وقت اپنی اپنی مریشی لیکر پھر گانوں میں واپس آتے ہیں ملک کے مختلف حصوں میں دیہات مختلف وضع کے ہوتے ہیں چنانچہ اکثر حصوں میں اُنکے اُس پاس چار دیواری ہوتی ہی اور وہ اِس قابل ہوتی ہی کہ تھوڑے عرصہ تک دشمن کی ہلکی فوج کے حملہ سے محفوظ رہ سکیں اور بعض سرکش ضلعوں میں اِس قابل ہوتی ہی کہ اپنے ہمسایوں اور سرکاری افسروں کے مقابلہ میں بھی اُس سے کچھ پناہ مل سکے اور بعضوں میں ہست احاطہ اور اُس میں بڑا کھڑک صرف اِس واسطے لگا ہوا ہوتا ہی کہ مریشی مجتمع اور محفوظ رہے *

ہنگالہ اور خاص ہندوستان کے دیہات کے گھروں کا مقابلہ کیا جاتا ہی تو ہنگالہ کے گانوں میں چھوٹا در چھوٹا چھالدار چھالنے اور پود اور بانس کی خوشنما تکیوں کی دیواریں بنانے کے سبب سے نہایت خوبصورت چھوٹا ہوتا ہی *

اور خاص ہندوستان کے گانوں کے گھر چکنی مٹی یا کچی اینٹوں کے بنے ہوئے کھریل سے چھتے ہوئے ہوتے ہیں اگرچہ آسائش دینے میں برابر ہوتے ہیں مگر صورت اُنکی ایسی اچھی نہیں ہوتی جیسی کہ ہنگالہ کے دیہات کے چھوٹوں کی ہوتی ہی اور دکھن کے گانوں میں گارے یا پتھر

کی دیواروں کے کونے چنور سیدھی چھت ہوتی ہی ایسی معلوم ہوتی ہیں کہ بدوں چھت کے کھنڈر کھڑے ہیں جو نہایت بد صورت ہوتے ہیں اور اس سے تھوڑا اور جنوب کو اگرچہ سب سامان اُنکی تعمیر کا وہی ہوتا ہی مگر بنانے کی صنعت بہت بہتر ہوتی ہی چنانچہ دیواروں پر سرخ اور سفید چوڑی چوڑی دھاریاں ہونے سے بہت خوبصورت معلوم ہوتی ہیں *

ہر گائوں میں بازار ہوتا ہی جسمیں اناج لٹاکو مٹھائی اور موتا چھوٹا کدہ اور گائوں کے خرچ کی اور چیزیں بکتی ہیں اور بازار کا دن (یعنی پینتھ) اور سالانہ میلے اور تہوار ہوتے ہیں اور اکثر حصوں میں ہندوستان کے ہر گائوں میں کم سے کم ایک مندر یا احاطہ مسافروں کے ٹہرنے کے واسطے ہوتا ہی اور تمام گائوں مذہبی سادہ سنتوں کے کھانے پینے کی بطور خیرات کی خبرگیری کرتے ہیں اور تہوار اور میلوں اور خیرات کے واسطے چندہ جمع کر رکھا کرتے ہیں مسافر خانہ میں کہیں کہیں کسی دیوتا کا کوئی چھوٹا سا مندر بھی ہوتا ہی اور یہہ مسافر خانہ کا مکان بطور ایک عام دیوانخانہ کے ہوتا ہی (یعنی اسمیں شادی بیاہ کی مجلس اور پنچایتیں وغیرہ ہوتی ہیں) اگرچہ ہر گائوں میں چند درخت بھی سایہ دار ایسے ہوتے ہیں کہ اُنکے نیچے جمع ہوکر گائوں والی صلاح مشورہ کر لیتے ہیں کسی موقع پر نہ تپائیاں درکار ہوتی ہی نہ میڑوں کی حاجت پڑتی ہی *

گائوں والوں کی عادتیں

گھروں میں بھی بچہ ایک بوریہ کے جسپر بیٹھتے اُٹھتے ہیں اور کچھ مٹی اور پٹیل کے برتن ہندیا اور رکابی وغیرہ اور روٹی پکانے کے لیے توا تھاری اور چکی چولہ اور کھلی موسل کے سوا اور کچھ ساز و سامان نہیں ہوتا ہلنگ کر جسپر نہ بستر ہوتا ہی نہ چٹھری اور پردوں کی گنجائش

ہوتی ہی دیوار سے لٹا کر کھڑا کر دیتے ہیں اور کھانا گھر سے باہر صحن میں یا ایک ہلکی سی جھولہڑی میں پکنا ہی جھولہڑی اگرچہ کچھ ہر تکلف نہیں ہوتی مگر لپیٹی پٹی صاف اور پاکیزہ ہوتی ہی *

کانوں کے رہنے والے امیروں میں بھی کچھ بہت بڑا فرق نہیں ہوتا صرف اُنکے مکان دو منزلے ہوتے ہیں اور اُنہیں صحن ہوتا ہی دیہات کے آدمیوں کی حالت عموماً اچھی نہیں ہوتی ہمیشہ لگان ادا کرنے کے واسطے وہ روپیہ قرض لیتے ہیں جسکے باعث سے ایسے حساب کے جھمیلے اور قرضہ کے بکھیرے میں پھنس جاتے ہیں کہ اُنسے ہلکا ہونا نہایت مشکل ہوتا ہی اور ایسے کوتاہ اندیش نا عاقبت ہیں یہی ہوتے ہیں کہ اگر قرض سے چھٹکارا بھی پاتے ہیں تو ضروری اخراجات کے واسطے روپیہ جمع نہیں کرتے اور پھر قرض میں مبتلا ہو جاتے ہیں بعضہ ہوشیار اور دور اندیش بھی ایسے ہوتے ہیں کہ جائدادیں بیچ کر لیتے ہیں اُنکے کانوں کے امن و آمان میں اُن سازشوں کے باعث سے جو ہدھان کے مقابلہ میں ہوتی ہیں یا ہدھان کی ظلم زیادتی یا سرکار کی سخت گیری سے خلل آتا ہی اور اُنکے آپس میں بہ نسبت انگلستان کے دیہاتیوں کے جھگڑے اور تنازعہ بہت زیادہ ہوتے رہتے ہیں جنکی اکثر عدالت تک نہایت پہونچتی ہی لیکن ہر قسم کے جبر و تعدی اور نشہ سے بدہشتی اُن میں بالکل معلوم نہیں ہوتی بہر حال کانوں کے باشندے دنکہ فساد مار ہیئت سے متجنب اور نیک چار اور اپنے حال میں خوش ہوتے ہیں *

کسان علی الصبح اٹھ کر دعاے خیر مانگتا ہی اور ہاتھ مونہہ دھو کر اپنی مویشی لیکر کھیت پر چلا جاتا ہی ایک دو گھنٹے کے بعد کچھ رات کا بچا ہاسی کھانے کا ناشتہ کرتا ہی اور اسوقت تک برابر محنت کھینچتا ہی کہ دیرپہر ہو جاتا ہی اور اُسکی بی بی گرم کھانا اُسکے واسطے لاتی ہی وہ اُسکو کسی ندی کے کنارہ یا درخت کے نیچے بیٹھ کر کھاتا ہی اور پھر دیر بچھ تک بائیں کرتا اور سونا ہی اسوقت میں اُسکے مویشی ہی

چر چگ کر سیر ہو جانی ہی اور آرام پاتے ہی دو بجے کے بعد سے شام تک محنت کر کے اپنے مویشیوں کو گھر میں لانا ہی اور انکو کھلا کھلا کر اور خرد نہا دھو کر کھانا کھانا کھانا پیتا ہی وہ باقی شام اپنے بی بی بچوں اور ہمسایوں میں ہنس بول کر تمام کرتا ہی گانوں کی عورتیں چرخہ گاتے کے سرا کنوٹے سے پانی دھو کر لانی اور پیستی پکائی ہیں اور گھر کا کام دھندھا کرتی ہیں *

شہروں کا بیان

ہندوؤں کے شہروں میں اینک یا پتھر کے بہتے اونچے اونچے مکان ہوتے ہیں جن میں تھوڑی سی اونچے کے درجہ میں کھڑکیاں ہوتی ہیں اور نہایت تنگ گلی کونچیں ہوتے ہیں جن میں اول تو کسی طرح کی گچھہ وغیرہ گچھہ نہیں ہوتی اور اگر کچھہ ہوتا ہی تو وہ یہہ ہوتا ہی کہ پتھر کے ٹکڑے ناہموار اونچی نیچی لگی ہوتے ہیں اور گلی کونچوں اور بازاروں میں ایسے لوگوں کا ہجوم اور کشمکش ہوتی ہی جو اس طرح سے بھرتے ہیں کہ جس طرف سے ایک آنا ہی اسی طرف کو دوسرا جاتا ہے اور طرح طرح کی سواریوں ہالکیوں اور بھلیوں اور ایسے پیادوں کا جو ہر تلے میں تلوار ڈالی بھرتے ہیں اور سادہ سنتوں اور بیکار سپاہیوں کا جو ایدھر اُدھر حقہ اوزاتے بھرتے ہیں اور موٹی تازہ ساندونکا چنکو بازار کے غلہ یا راہ گیر کے راستہ پر سے بھڑا دقت مار پیت کر ہٹایا جاتا ہی ہجوم رہتا ہی *

نہایت مشہور درکانیں "حلوائیوں اور میوہ فروشوں اور غلہ فروشوں اور کسبوروں اور پنساریوں اور تماکو والوں کی ہوتی ہیں بڑا بازار شال فروش اور آو سودا بیچنے والے اپنے اسباب کو کٹھڑیوں میں باندھے رکھتے ہیں اور ان چیزوں سے بھی زیادہ بیش قیمت اشیاء یعنی جواہرات کو جوہری کھلا ہوا نہیں رکھتے درکانیں بازار کی طرف کھلی ہوئی ہوتی ہیں چنکو در مقابل کے مکانوں کا ہوائہ کھنا زیبا ہی خریدار بازار میں کھڑے ہوئے سودا خرید کرتے ہیں *

اکثر شہروں کے فضیل ہوئی جس سے دشمن سے ہانا میں رہنے کے قابل ہوتے ہیں *

شہروں میں کوئی موروثی پدھان یا اور افسر گانوں کی طرح نہیں ہوتا بلکہ اُن میں اکثر وہ سرکاری عہدہ دار مقیم رہتا ہی جس کے تحت میں وہ ضلع ہوتا ہی اور وہ سرکاری افسر اُن کا انتظام فوجداری اور تحصیل کی محکموں کی مدد سے کرتا ہی شہروں کو انتظام متعلقہ فوجداری کی نظر سے معطلوں میں تقسیم کیا جاتا ہی اور ہر ذات کے لوگوں کا ایک چوڑھوی ہوتا ہی جو سرکار اور اپنے گروہ کے درمیان میں ہر ایک کام کے سرانجام کا واسطہ اور ویلہس ہوتا ہی اُن ذاتوں کے گھیلے کے اچھے بڑے نتیجے بھی جسمیں اصل ذات کے ساتھ وہ ذاتیں شامل ہوتی ہیں جو باعتبار پیشوں کے قائم ہوئی ہیں اُن کے ساتھ لازم اور ملزوم ہوتے ہیں *

شہروں کے اعلیٰ درجہ کے باشندے ساہوکار اور سوداگر اور سرکاری اہلکار ہوتے ہیں علی العموم ساہوکار اور سوداگر ساہوکاری اور سوداگری غرضکہ دونوں پیشوں کو ملا جلا کرتے ہیں اور سرکاری محاصل کا ٹھیکہ بھی لیتی ہیں اور بہت بڑے بڑے منافع اُنکو بغیر کسی طرح کی جھوٹوں کے حاصل ہوتے ہیں سرکار سے معاملہ کرنے میں یہہ لوگ اپنا قرضہ وصول کرنے کے لیتی کسی قدر محاصل رہن کر لیتی ہیں یا کسی معتبر شخص کی ذمہ داری کر لیتی ہیں اور وہ اپنا روپیہ سوائے سود کے بہت سے اندازہ اور درچند سود پر دیتی ہیں جو اُس قدر جلد بڑھتا ہی کہ حساب کرتے وقت جبکہ ہمیشہ نیا اترار لکھا جاتا ہی قرض خواہ بہت سا اپنے مطالبہ میں سے چھوڑ دیتا ہی تس پر بھی بہت کچھ منافع اس کا رہتا ہی یہہ لوگ بہت سیدھا سادھا چلن رکھتی ہیں اور کفایت شعاری کے ساتھ اوقات بسر کرتے ہیں لیکن بہت سارے خوشی کی رسموں اور رٹا عام کے کاموں میں صرف کرتے ہیں *

سرکاری بڑے بڑے عہدہ داروں کا بیان تو پیچھے کیا جاوے گا مگر پیشمار محذروں اور اور کم درجہ کے ملازموں کا کچھہہ حال لکھ دیتی ہیں ہر کارخانہ میں اس قسم کے آدمی کثرت سے ہوا کرتے ہیں یہاں تک کہ کیساہی چھوٹا سا کارخانہ کیوں نہ ہو ان میں سے ایک آدمی کا اُس میں ہونا ضرور ہی سپاہیوں کی کمپنی بغیر ایک محذروں کے پوری نہیں ہوتی اور ہر ایک امیر آدمی علاوہ اُن متعبدوں کے جو تحصیل وغیرہ کے کام پر متعین ہوتے ہیں بازار چیتخانہ اور طویا اور بازار خانہ وغیرہ کے لیئے علیحدہ علیحدہ محذروں ضرور نوکر رکھتا ہی *

سودا سلف لیں دیں سب انہیں لوگوں کی معرفت شوقا ہی اور ہرچہ نوٹس بھی بھی ہوتے ہیں باوجود ان باتوں کے بہت سے بیمار ہوتے اور ہر طرح کی سازش وغیرہ میں کام آنے کے واسطی مستعد اور آمادہ رہتی ہیں *

تمام فرقوں کی غذا اور اُن کے کھانے کا طریق

شہروں اور گاؤں کے عام لوگوں کی غذا بغیر خمیر کیئے ہوئی آٹی کی روتی اور ترکاری اور گھی یا تیل اور مصالحتہ ہوتا ہی صرف تماکو پینا ایک عیاشی کی بات ہی اور حقہ میں بعضی نشہ کرنے والی اور چیزیں بھی پیتے ہیں اور صرف انے ذات کے لوگ اور وہ بھی بہت کم شراب پیکر ہدمست ہوتے ہیں یہہ ہدمستی بعضی مہرطب ملکوں سے مثل بنگالہ اور کانن اور جنوبی ہندوستان کے بعض حصوں کے مخصوص ہی ہندوستان کے جن ملکوں میں انگریزی عملداری ہی وہاں اُسکی زیادتی ہی اُن ملکوں میں شراب ہر محصول لگایا جاتا ہی لیکن شراب خوار ہی ہندوستانیوں کی کچھہہ جذباتی عادت نہیں ہی کیونکہ بعض اُن ضلعوں میں جنہیں ہندوستانی عملداری ہی صرف ممانعت ہی سے لوگ ہار رہتے ہیں انہیں جیسا استعمال مغربی ہندوستان میں ہی کثرت سے ہوتا ہی

راجپوتوں سے مخصوص ہے چھوٹی قوموں سے متعلق نہیں فراہیت مفلس آدمیوں کے سوا سب لوگ پان کھاتے ہیں جو ایک قسم کا خوشبودار پتہ ہوتا ہے اور اُسکی ساتھ چھالیہ اور سیپی کا چونہ اور اور مصالحہ حسب حیثیت کھانے والی کے ملاتے ہیں اور بعض قسموں کے میوے عام اور سستے ہوتے ہیں *

اعلیٰ درجہ کے لوگوں میں کم سے کم برہمنوں کے کھانے پینے میں اور ونکی نسبت کچھ فرق ہوتا ہے یعنی بہت سی قسم کی ترکاریاں اور مصالحے اُنکے واسطے ہر روز جاتے ہیں اور اُنکی دال ترکاری میں ہینگ ضرور لگائی جاتی ہے شاید اس سے کسی قدر گوشت کا سا مزہ ہو جاتا ہوگا اُن قالینوں پر یا ایسی رگاہوں میں کھانے سے جو پوہڑ کیا جاتا ہے چنکو اور ذات کے لوگوں نے بڑا ہو تو اُس سے عجیب عجیب رسمیں ایجاد ہوئی ہیں چنانچہ بڑے بزم ہوج میں بیس یا تیس مختلف قسم کے کھانے اچار و مربا وغیرہ چار ہر ایک آدمی کے روہرو چنی جاتے ہیں وہ پتوں کے برتنوں یعنی پتلوں میں ہر روز جاتے ہیں اور یہ سب کھانوں کی پتلیں زمین پر رکھی جاتی ہیں اور بجائے کسی قسم کے دسترخوان کے زمین پر گلکاریاں نہایت خوب صورت اور خوشنما اس طرح سے بنائی جاتی ہیں کہ کاغذ کے دار ہار وہ سب کھدی ہوئی ہوتی ہیں اُسکو زمین پر رکھ کر طرح طرح کے خشک رنگ ہرے چھڑکنے سے بنجاتی ہیں اور بعد کھانے کے وہ چھارو سے صاف ہو جاتی ہیں کم درجہ کی ذات کے ہندو گوشت کھاتے ہیں اور برتنوں کے استعمال میں بھی سخت احتیاط نہیں کرتے دھات کی قسموں کے برتن مانجھنی سے پاک صاف ہو جاتے ہیں مگر تمام فرقوں میں ذات کے اختلاف کے باعث سے باہمی صحبت کا اتفاق نہیں ہوتا چنانچہ ایک سپاہی یا جو شخص اپنے خاندان سے دور سفر میں ہو وہ اکیلا پکانا کھاتا ہے اور بدرون اُس خوشی کے جو دسترخوان پر بیٹھ کر کھانا کھانے سے ہوتی ہے اور بغیر کسی ہم پیالہ اور ہم نوالہ

دوست کے اپنا پیٹ بہر لیتا ہی سب فرقے اُنکلیوں سے کھاتے ہیں اور بعد
کھا چکنی کے خوب ملسلکر دھوتے ہیں *

ایسے شغل جو گھروں میں دل بہلانے کے لیے کیئے

جاتے ہیں

شکار، اور وہ گنچہ جسکے ورق گول ہوتے ہیں اور بادشاہوں وغیرہ
کی تصویروں کی جگہ دیوتوں کی صورتیں بنی ہوتی ہیں کہلاتے ہیں
اور ایک اور کھیل ہاسوں اور نود سے مثل تختہ نود کی (یعنی چوسر) کہلاتا
کرتے ہیں اور سب سے بڑے کر شغل گانا سننا ہی جس کے ساتھ کچھ نرم
اور نازک حرکات و سکنات بھی ہوتی ہیں جنکو ہم مشکل سے ناچنا +
کہہ سکتے ہیں مگر بہر حال اس شغل سے طبیعت پڑمردہ ہوتی ہی اُس میں
کچھ گونا گونی نہیں ہوتی مگر بڑی حیرت اسباب سے ہوتی ہے کہ ایسے
بے لطف شغل سے ہر ادنیٰ و اعلیٰ مستحفظ ہوتا ہی یہاں تک کہ عوام الناس
کو ایسا کچھ اُس میں مزا آتا ہی کہ رات رات بہر کہڑے کہڑے تماشا
دیکھا کرتے ہیں *

یہ جلسہ جب کسی گمراہ میں ہوتا ہی تو اُس میں انگریزی جہاز
فانوس روشن کرتے ہیں مگر قدیمی طریق ہندوؤں کا اُس مجلس میں
مشعلیں روشن کرنے کا ہی جسکی لپٹ ایک کپی سے تیل ڈالتے رہنے سے
قائم رہتی ہی گھروں میں معمولی روشنی مٹی یا کسی دھات کے چراغوں
سے کرتے ہیں *

مکانوں کی آرائش اور اعلیٰ درجہ کے لوگوں کی گفتگو

امیروں کے مکانوں میں درونہر گلکاری کے پیش میں بڑے ہڑے ہوتے ہیں اور
چوکھٹ کیواڑوں اور اور لکڑی کی چیزوں پر جو منان میں لگی ہوتی ہیں
بہت عمدہ منبت کا کام ہوتا ہی اور مکان کے اندر سواسر شطرنجی بیچھائے

+ نرم و نازک حرکات سکنات ہندوستان کا رقص اور ناچنے سے اعلیٰ یروپ کا
ناچنا مراد ہی جسکی مثال ہندوستان میں دیکھا ہوا کرتا ہی *

اُس پر بیٹھنے کے لیے صاف اور سفید چاندنی بچھاتے ہیں لیکن اور کسی قسم کا اسیار، نہیں ہوتا۔ ممبر آدمی مقابلہ میں قطاروں میں بیٹھتے ہیں اور راج کاور یا رئیس قطاروں کے وسط میں ایسی جگہ پر بیٹھتی ہیں جہاں اُس عام فرش پر ایک اور مختصر فرش بچھا ہوتا ہی جس پر زردوزی کے کام کا ایک اور کپڑا ہوتا ہی اور ایک بڑا تکیہ پیچھے لگا رہتا ہی ہندوستانی اُسکو مسند کہتے ہیں یہ مسند فرش سے کسبدر اونچھی بھی ہوتی ہی راجاؤں کے بیٹھنے پر وہ بجائے تخت کے سمجھی جاتی ہی *

تکلف بہت کچھ ہوتا ہی چنانچہ ایک ذی عزت آدمی کا استقبال شہر سے ایک دو میل باہر سے کیا جاتا ہی اور دوست آشناؤں کی تعظیم اور استقبال اُنکے رتبہ کے موافق صدر دروازہ تک جانے یا گھر سے باہر نکل آنے یا صرف فرش ہی پر کھڑے ہو جانے سے ہوتا ہی اگر کچھ عرصہ کے بعد دوستوں میں ملاقات ہوتی ہی تو معافہ کرتے ہیں اور برہمنوں کو دونوں ہاتھ جوڑ کر دو تین بار پیشانی پر لگانے سے سلام کیا جاتا ہی اور اوروں کو ایک ہی ہاتھ سے سلام کرتے ہیں اور برہمن اپنے آپس میں خاص لفظوں کا استعمال کرتے ہیں اور باقی ہندو رام چندر دیوتا کا در بار نام لیتے ہیں دوست آشناؤں کو اُنکے مرتبہ کے موافق بٹھایا جاتا ہی اور سرکاری جلسوں یعنی درباروں میں اُنکی نشست کا تصفیہ خط و کتابت کے ذریعہ سے پہلے ہو جاتا ہی ذی مرتبہ ہندو اپنے آپ سے کم درجہ والوں کے ساتھ خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آنے میں مشہور ہیں اور بڑے اچھے لفظوں سے اُنکے ساتھ خطاب کرتے ہیں اور کسی درشت کلامی اور بد زبانی سے بہت طیش کھاتے ہیں *

عوام الناس باہم خوش خلق اور ملنسار ہوتے ہیں لیکن جب ان کو غصہ آتا ہی تو اپنی گفتگو میں کچھ بھی کسی بات کا پاس لحاظ نہیں رکھتے *

تمام ملاقاتوں کا اختتام اسطرح ہوتا ہے کہ صاحب مکان اُن لوگوں کو جو ملاقات کو آئے ہوتے ہیں پان کھانا کپڑوں پر عطر لگانا گلاب چھڑکنا ہی گویا رخصت کا یہ سب سامان ہوتا ہے *

اعلیٰ مرتبہ کے لوگوں کی ملاقاتوں اور جلسوں میں شال درشالہ اور اور ہوشاٹوں کی کشتیاں موتیوں کی مالا اور چوڑیاں اور سر پہیچ مرصع پیشکش کیئے جاتے ہیں اور جبکہ دونوں شخص ہم ہلے ہوتے ہیں تو تلوار اور گھوڑا اور ہاتھی زیادہ کیا جاتا ہے میں یہ نہیں جانتا کہ یہ رسم کس قدر قدیم ہے مگر ہندوؤں کے نہایت پرانے سوانگوں میں چوڑیاں وغیرہ کے پیشکشوں کا اکثر ذکر پایا جاتا ہے *

ایسے ہی عمدہ مشہور انعام جنہیں یہ سب چیزیں ہوتی ہیں نہایت معزز ملازموں اور اُن سپاہیوں کو جنہوں نے بڑے بڑے کارنامے کیئے ہوں اور شاعروں اور عالموں کو بھی ملتے ہیں اور نہایت عزیز گویوں کنچنیوں پر تو اس قسم کی بخششوں کی مارا مار ہوتی ہے *

یا ادب جلسوں میں بجز اعلیٰ مرتبہ کے لوگوں کے کوئی چوں د چرا نہیں کرسکتا لیکن اور مجلسوں میں بہت سی ہلا رکاوٹ گفتگو ہوتی ہے ہندوؤں کے چال چلن سے نہایت خلیق ہونا اور گفتگو سے عاجز و انکسار ظاہر ہوتا ہے وہ اپنے ہمسروں کے ساتھ بھی بہت تعظیم و تکریم اور مسکینی کے ساتھ بلاغرض بھی پیش آتے ہیں علم کا شوق یا اپنے معدولی عادتوں کے سوا اپنے خیالات کو وسعت دینے پر توجہ بہت کم رکھتے ہیں مگر اسمیں جو کچھ اُنکر آتا ہے اُسیں اُنکی گفتگو عمدہ اور معقول اور رمز و کنایوں کے ساتھ ہوتی ہے *

امیر بھی صبح کو اُس وقت یا شاید کچھ ذرا دیر پہلے اُٹھتے ہیں جس وقت کہ ہوام الناس خواب سے بیدار ہوتے ہیں اور اپنی پوجا کے مکانوں میں پوجا پات کرتے اور اپنے اہلکاروں اور متوسلوں کے ذریعہ سے اپنے نبج کا کام انجام دیتے ہیں پھر نہاتے اور کھانا کھاتے اور سوتے ہیں اور

سہ پہر کو ہوشاک پہنکر عام نشست کے مکانوں میں آکر بیٹھتے ہیں جہاں لوگ آکر اُنسے ملاقاتیں کرتے ہیں اور بہت سی رات گئے تک کار و بار کا اہتمام کرتے ہیں بعض آدمی کالے بچالے کے مشغلہ میں رہتے ہیں مگر اکثر امور ہی ایسے شغل رکھتے ہیں اور علی العموم ہندوؤں کے شہر تھوڑی سی رات جانے پر سلسلہ ہو جاتے ہیں *

امیروں کی مجلسیں اور توزک و شان

علاوہ ایسے شاذ و نادر موقعوں کے جیسے کہ شادیاں وغیرہ ہیں خاص خاص تہواروں میں اور بعض دوست اشناؤں کی خاطر سے مجلسیں ہوتی ہیں امیروں کے آپس میں تو اُس جلسہ کا آغاز کھانے سے ہوتا ہی لیکن اُسکا ضروری جز رقص و سرود ہوتا ہی جس میں نکالوں وغیرہ کے بولانے سے اور رونق نازہ بخشی جاتی ہی اور اس وقت میں خوشدوئیں سلگائی جاتی ہیں اور مہمانوں کو بھی بھینگی سکوشہر کے ہار پہنائے جاتے ہیں اور تحفہ تحایف بھی جیسا کہ بیان ہو چکا کچھ کم ضروری نہیں *

درباروں میں تمام امیروں اور بڑے بڑے عہدہ داروں کے راجہ کے سلام کے لیئے حاضر ہونے کے واسطے خاص خاص دن مقرر ہوتے ہیں اور اُن موقعوں پر اس کثرت سے اچھا ہوتا ہی جیسا کہ یورپ میں شہزادوں کے پیدا ہونے کی خوشی کے دربار میں ہوتا ہی *

دربار میں جو لوگ حاضر ہوتے ہیں وہ باری باری سے راجہ کو ایک روز مال پر کچھ روپیہ رکھ کر نذر گذراتے ہیں اپنے آپ سے اعلیٰ مرتبہ والیکو نذر دینا سرکاری جلسوں کا عام دستور ہی اس نذر کی مقدار نذر گذرانے والے کی حیثیت پر منحصر ہی ادنیٰ سے ادنیٰ نذر ایک روپیہ ہوتا ہی اور غریب لوگ بعض وقت صرف پھول ہی پیش کرتے ہیں اور کاریگر کوئی اپنی صنعت کی چیز ہی نذر پکرتے ہیں اکثر موقعوں پر اسکی عرض میں خلعت ملتا ہی جسکی قیمت کئی نذر کے برابر ہو جاتی ہی بڑی سے بڑی نذر سو اشرفیاں جو ایک سو پچاس یا ایک سو ستر انگریزی

اشتراک کی برابر ہوتی ہیں ہوا کرتی ہی مگر لوگ بڑے بڑے پیش بہا جواہرات بھی نذر کرتے ہیں اور یہ بات بھی کچھ عجیب نہیں ہے کہ جب راجہ اپنے کسی امیر سے ملاقات کرنے آسکے گھر جاتا ہی تو وہ اسکو ایک لاکھ روپیہ کے چدوتروہ پر مسند بٹھا کر بٹھاتا ہی اور یہ سب روپیہ نذر میں بھی سمجھا جاتا ہی یہ رسم ایسی بڑھی ہوئی ہے کہ جب نواب نظام الملک حیدر آباد میں ریفرنس سے ملاقات کرینگو آیا تو اسکا عمل در آمد ہوا اگرچہ یہ نواب سوکار انگریزی کے متوسلوں سے مرتبہ میں کچھ بھی زیادہ ہی اس رسم کا بیان میں اس لحاظ سے کرتا ہوں کہ اسکا اچکل رواج ہو رہا ہے منجھو یہ یقین نہیں ہے کہ یہ ہندوؤں کی کوئی قدیم رسم ہے *

مذہبی تہواروں کا یہ حال نہیں ہے انکا قدیم ہونا کسیقدر قریب یقین کے ہے انہیں منان کے صدر کمروں کو دیوتا کی عزت میں سجاتے ہیں اس دیوتا کی صورت جو بہت زیب و زینت سے آراستہ ہوتی ہے سنوہی کتھرہ کی آڑہ میں جسپر کلس وغیرہ چڑھے ہوتے ہیں اس کمرہ کے بیچا بیچ میں ہوتی ہی اور راجہ اور اس کے اہلکار بڑے بڑے ہر تلف لباس اور جواہرات پہنے ہوئے دیوتا کی خدمت میں صف باندھے ہوئے کمرے ہوتے ہیں باقی ساز و سامان رسم کا عام جلسوں کی طرح ہوتا ہی راگ شاید اس تہوار کے مناسب کچھ خاص ہوتے ہونگے مگر خوشبوئیں سلگانا اور پھولوں کا زیور اور اور نذرین معمولی جلسوں کی سی ہوتی ہیں البتہ پان د عطر دیوتا کی صورت کے آگے سے لاکر بطور پرشاد کے تقسیم کئے جاتے ہیں *

مذہب تہواروں میں سے نہایت مشہور مذہبی تہوار یا میلہ لنکا کی فتح کا ہے جو رام چندر جی کی عزت میں گھروں سے باہر خواہ مشخواہ میدانوں میں کیا جاتا ہے *

لنکا لڑائی کے ایک بڑے قلعہ کی صورت کی بنائی جاتی ہی جس میں برج اور کنگورہ اور فصیلیں ہوتی ہیں اور اُسپر ایک ایسی فوج بنا کر جسکو رام چندر جی اور اُنکے ہمراہیوں کا سا لباس پہناتے ہیں معہ ہندروں کی فوج وغیرہ کی نقلیں بنا کر حملہ کرتے ہیں لڑائی کا خاتمہ لنکا کی بربادی یعنی جلا دینے پر ہوتا ہی اور آتشبازیاں چھوڑتی ہیں جو تمام دنیا کے لوگوں کے خدوش ہونے کی چیز ہیں اور لنکا کے برباد ہونے پر رام چندر جی کی فتح مندی کی سواری ایسی شان و شوکت سے نکالی جاتی ہی جو بہ نسبت تماشہ کے کسی اور موقع پر نکلنے کے لائق ہوتی ہی *

اس تہوار کو اس سے بھی زیادہ شان و شوکت کے ساتھ دوسری طور پر منہاتے رہتے ہیں اور اسی دن سے وہ اپنے جنگی کار بار کی ابتدا کیا کرتے ہیں جس خاص واقع کے یاد گار میں وہ تہوار رچاتے ہیں وہ یہ ہی کہ رام چندر جی نے اپنے مہم کرنے سے پہلے کچھ عبادت کی تھی اور ایک درخت کی شاخ تڑپی تھی *

اُسی قسم کا ایک درخت شہر یا کمپور کے پاس کھلے میدان میں لگایا جاتا ہی اور اُن تمام سوار و پیادوں اور توپوں کی جو راجہ کی اردابی میں نہیں ہوتی ہیں اُس میدان میں حلقہ کر کے اور ایک جانب میں درویدہ صفیں قائم کرتے ہیں اور باقی میدان تماشاہیوں سے بھر جاتا ہی راجہ کی سواری اگرچہ مسلمان بادشاہوں کی سواری سے کسقدر گھٹی ہوئی ہوتی ہی مگر ہندوستان میں جسقدر سواریاں نکلتی ہیں اُن سب سے زیادہ بڑی کر دُقر جاہ وحشمت کے ساتھ ہوتی ہی راجہ ہانہی پر سوار ہوتا ہی اُسکے آگے نشان اور سنہری روپہلی بلم ہوتے ہیں اور کچھ پیادے ہندو ہندو سولہ سولہ فٹ کے لمبی بانس آنکڑے لگے ہوئے ہاتھوں میں لیئے ہوئے چلتے ہیں اور ادھر ادھر امیز و امرا اور جنگی سردار نہایت پیش بہا پوشاکیں پہنے ہوئے گھڑوں پر سوار جنکے ساز بھی

نہایت بیش قیمت اور عمدہ ہوتے ہیں ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور ہر امیر کے ہمراہ اُسکے چند مصاحب یا خواص جنگا امتیاز اُنکی سپاہیانہ صورت سے ہوتا ہی ہوتے ہیں اُنکے پیچھے دور تک ہاتھیوں کی قطاریں چنبر پرے پرے نشان طلائی جنگے پہریروں پر زردوزی کام چمکنی ہوئی بعضوں پر ہرج عماری کہلی ہوئے یا سائبان والی نقوشی صاف یا ملمع کے ایسے جو اُسی ملک سے مخصوص ہیں کسی ہوئی ادھر ادھر اور پیچھے سرداروں کے پرے جنگی عمدہ دردی دھوپ سے چھلکنی اور شالی رد مالوں کے زردوزی کے ہلو ہوا میں اُڑتے ہوئے چنبر پرچھیاں کندھوں پر اور عالیشان نشان کہلے ہوئے دھننے بانیں جو سوار چلتی ہیں ان میں سے تھوڑے تھوڑے نکل کر سواری کے کرتب دیکھاتے ہیں اور پھر اپنے پرے میں ملجاتے ہیں اور جوں جوں اُگے کو بڑھتے جاتے ہیں اپنی ترتیب بدلتی جاتے ہیں کبھی علیحدہ ہوتے ہیں کبھی ملجاتے ہیں یہاں ایک ایسی عمدہ کیفیت ہی جس سے بڑھ کر اُس وحشی ملک یعنی ہندوستان میں دیکھنی میں نہیں آئی جب راجہ اُس درخت کے قریب اُنیکو ہوتا ہی توڑوں کی سلامی چھوٹتی ہی اور پیادے بندوٹیں چھوڑتے ہیں اور سواری ایسی تیز چلتی ہی جس سے ایسا سما بندہ جاتا ہے جیسے کوئی بڑا لشکر سواروں کا کسی ایسی فوج پر پیادوں کی حملہ کرتا ہی جو اُسکے حملہ کے روکنی پر طیار کھڑی ہوتی ہی جبکہ راجہ پرستش کرچکا ہی اور درخت کی شاخ توڑ لیتا ہی تو اُسکے ہمراہی بھی اُسکی تقلید کرتے ہیں اور تمام توڑوں کی سلامی ہوتی ہی اور فوج بے ترتیب اور منتشر ہو جاتی ہی اور جو کے کھیت میں سے جو صرف اسی غرض سے ہربا جاتا ہی ہر شخص ہٹی توڑتا ہی اور اپنی اپنی ہکڑی میں رکھتا ہی اور آہس میں بفلکیو ہو کر ملتے ہیں اور مبارک سلامت کی دھوم ہوتی ہی الحاصل اِس تہوار کا خاتمہ اُسی دن دربار ہوکر جسمیں جنگی افسر اور اہل دربار سب حاضر ہوتے ہیں ہو جاتا ہی *

ہینتھوں کے بازار جو معین وقتوں پر کھلتے ہیں اور تیرت جائزہ کے میلے

بہ نسبت مذہبی میلوں کے عام ہینتھوں یعنی سالانہ بازاروں میں دھوم دھام شان و شوکت کم ہوتی ہے لیکن شوق اُنکا بھی لوگوں کو ویسا ہی ہوتا ہے جیسا کہ مذہبی میلوں کا ہوتا ہے *

یہہ معین وقتوں کے بازار اسی طرح کے ہوتے ہیں جیسے کہ انگلستان میں ہوتے ہیں اور اُن میں ویسے ہی شغل و اشغال اور کار و بار ہوا کرتے ہیں جو انگلستان کے اسی قسم کے بازاروں میں ہوتے ہیں لیکن انگلستان میں کسی میلے یا مجمع میں وہ کیفیت اور خوبی نہیں معلوم ہوتی ہے جو ہندوستانیوں کے سفید سفید لباس پر شوخ رنگ کی پگڑیوں یا درپٹوں سے ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اہل یورپ اکثر سیاہ اور خاکہ پوشاک پہنا کرتے ہیں ہندوؤں کو اکثر بھڑک دیکھانے اور نمود بنانے کا سواریرں وغیرہ میں شوق ہوتا ہے اور اُس میں جب فوج کی آمیزش ہو جاتی ہے تو کچھ اور بھی طارح کی کیفیت نظر آتی ہے جو یورپ میں دیکھنے میں نہیں آتی ہے اُن مجمعوں میں جو دل لگی اور مشغلی ہوتے ہیں اُنہیں ہندو نہایت شوق ذوق کے ساتھ شریک ہوتے ہیں جس سے اُنکی طبیعت میں امن چین کے لطف اُٹھانے کی رغبت ہائی جاتی ہے اُن تمام ہنگاموں میں گو اُنکو کوئی مذہبی رسم بھی ادا کرنی پڑتی ہو مگر اُس میں ایک لحاظ بھی نہیں لگتا نہ اُسکا کچھ کہتا اُن کے جیمیں رہتا ہے * مذہبی میلوں میں ایک مدت پہلے سے اُس پرستش کے خیال سے جسکے ادا کرنے کا ارادہ ہوتا ہے اور جائزوں کے اُس دیوتا کا نام پکارنے یعنی اُسکی جے بولنے سے جسکی تیرتہ کو جاتے ہیں اور اُس مقام کی عظمت سے جہاں تیرتہ کو جاتے ہیں ایک بہت بڑا اثر پرستش کا دلوں میں ہوتا ہے اور بہت سی رسمیں بھی کرنی پڑتی ہیں جنہیں سے بعض رسم میں سب کے سب میلے والی بالاتفاق شریک ہوتے ہیں

تسہ ہزارہا اُنکھونکے ایک ہی طرف لکے ہوئے اور ہزارہا آوازوں میں ایک ہی نام کے ہمارے جانے سے جو کیفیت پیدا ہوتی ہے وہ ایسے شخص کے دلوں پہ اثر کرتی ہے جسکو اُس ہنگامہ سے کچھ غرض نہیں ہوتی ہے *

لیکن ان مہاروں میں بھی دل لکے کا خیال بہ نسبت مذہبی واروں کے بہت زیادہ ہوتا ہے اور ان میں سے بعض مہارے اکثر سوناگرمی کی چیزوں کے فروخت ہونے کے لئے بھی نہایت مشہور منڈیاں ہیں *

باغ اور قدرتی فزا

اعلیٰ درجہ کے لوگوں کے حظ اُٹھانے کی چیزوں میں سے اُنکے باغوں کا ذکر چھوڑنا متعجب و مناسب نہیں معلوم ہوتا اُنکے باغ اگرچہ بناوٹ اور تکلف سے جس سے سادگی کی خوبی جانی رہتی ہے بہرے ہوتے ہیں لیکن اکثر خوشنما ہوتے ہیں چنانچہ اُنہیں چوڑی چوڑی روشوں اور روشوں کے ایدھر اُدھر پتھر یا اینٹ کی نہریں باغ کے مرکز تک بنی ہوئی اور اُنکے اُس پاس لالہ وغیرہ کے پھولوں کی کھاریاں بعضی ایک ہی رنگ کے پھولوں سے بھی بھری بعضی میں رنگ برنگ کے پھول ملے جاتے ہوتے ہیں اور گرمیوں میں آرام کرنے کے مکان باغوں میں بنے ہوئے ہوتے ہیں استراگاری اور سفیدی سے چھک معمولی عمارتوں سے کسبندر سبک لیکن خوبصورتی میں کم ایسے ہوتے ہیں کہ باغ کی رونق اور خوبی میں اُنسے بہت سی استعانت نہیں ہوتی مگر رنگتوں اور نیر چکڑوہ کے درختوں کے ہنجر اور سرو کے درختوں کے ساتھ پھول کے درختوں کے ملے جلے ہونے اور بلند درختوں کے پتھر وغیرہ اور زرد پھولوں اور خورشید دار پھولوں کے مخلوط ہونے سے ایک ایسی کیفیت نظر آتی ہے جو مشرقی ملکوں ہی سے مخصوص ہے گرمیوں کی شدت میں سایہ دار روشوں کے سبب سے چادر تئیں پر انگوروں کی بیاباں چھائی ہوتی ہیں اور اور گہنے سایہ دار درختوں کے سبب سے جنمیں ذرا بہر دھوپ نہیں چھنتی آفتاب کی تیز شمعوں سے آسمان و آسائش ملتی ہے اور تسہل اُن

چھوٹی نالیوں میں ہانی بہنے سے جنگے ذریعہ سے درختوں کو ہانی پہونچتا
 ہی اور بھی طراوت حاصل ہوتی ہی *
 منجھکو اس بات کا شہدہ ہوتا ہے کہ یہہ موجودہ باغ کہیں مسلمانوں
 کے ایجاد نہوں کیونکہ اس قسم کے باغوں کا تذکرہ ہندو شاعروں کی اس
 کتابوں میں جنگا ترجمہ ہوچکا ہی پایا نہیں جاتا *

ہندوستان کے باغوں کے پہواوں اور درختوں کے جمع کرنے میں وہ
 محنت اور احتیاط نہیں ہوتی جو یورپ میں اُنکے جمع کرنے اور ترقی
 دینے میں کیجاتی ہی لیکن قدرتی فرا میں یہہ دونوں باتیں بغیر کسی
 کے کیئے ہندوستان میں خود بخود کمال ترقی ہو ہوتی ہیں چنانچہ
 تمام ملک میں آم اور پھول اور املی کے پورائے بڑے بڑے درخت پہلے
 ہوئے ہیں خصوصاً گجرات میں یہہ درخت بڑے بڑے لہریلے خطونمیں
 (یعنی ایسی زمینوں میں جنہو ریخت کی لہریں ہوا سے کثرت سے بنتی
 بکرتی رہتی ہیں) ارگی ہوئی ہوتے ہیں جنسے انگلستان کے چرواگوں کی
 سی کیفیت نظر آتی ہے اور ملک کے اور حصوں میں عالی الخصوص روہیلکھنڈ
 میں ہموار خطوں میں آم کے باغ سرسبز اور شاداب فروخت بخش کوسوں
 تک اس کثرت سے ہیں کہ جہان تک نظر جاتی ہی باغ ہی باغ نظر آتے ہیں
 اور بنگالہ کے بعض حصوں میں مسافر اسی طرح کے ہموار میدان میں گذرتا
 ہی جسمیں سراسر دھانوں کے سوا اور کوئی درخت کسی قسم کا نظر
 نہیں آتا اور اُس میدان کی حدونہو بانسی ایسی گنجان معلوم ہوتی ہی
 جسمیں صحرائی جانوروں کے رہنے کا احتمال ہوتا ہی مگر جب اُسکے
 قریب پہونچکر دیکھا جاتا ہی تو وہ اُس میدان کے گرد میں ایک وسیع
 احاطہ بانس کے درختوں اور دیہات کا ہوتا ہی جنہیں جاہجا آبادی
 ہوتی ہی اُس سے باہر نککر پھر وپسا ہی ایک اور بڑا وسیع خطہ سرسبز
 اور آبادی سے گہرا ہوا ملتا ہی *

دکن کے درمیانی حصہ کی زمین تھالوں اور لہریلی ہی جو بالکل
 ایسی کہیتی سے سرسبز رہتی ہی جس میں گھوڑے کا سوار تک چھپ

جائے + لیکن گرم موسم میں وہ چٹیل میدان پورا رہ جاتا ہے جسمیں کوئی درخت یا جھاڑی تک کا پتا نہیں ہوتا اور بہت سے مقام مغرب کی طرف کے پورائے درختوں کے جنگلوں اور خوشبودار اور خوش رنگ پھولوں کی پیلاں سے معمور ہیں یہاں پہلیں یا تو درختوں کی شاخوں سے اپنی ہوئی یا ایک درخت سے دوسرے درخت تک پھیلی ہوئی بھیجت مجموعی جسامت میں آدمی کی ران کے برابر ہوتی ہیں ہندوستان کے مشرق ‡ اور وسط § کے جنگل اور مغربی گھاٹ کے قریب کا ایک جنگل نہایت بلند اور اونچے اونچے ایسے درختوں سے بھرے ہوئے ہیں جنکے نیچے آبادیاں بھی ہیں اور انہیں راستے نہایت تنگ ہیں یہاں جنگل امریکہ کے جنگلی حصوں کے مانند ہیں *

اچھے آباد ملک میں بھی جہاں بخوبی تردد ہوتا ہے کئی کئی منزل تک لگا تار میدانوں میں ڈھاکہ کھڑا ہوتا ہے بہار کے موسم میں انکی پتے تو گر جاتی ہیں اور سرخ سرخ پھول ہر درخت پر سر سے پاؤں تک لدے ہوئے عجیب کیفیت دیکھاتے ہیں کہ تمام جنگل میں آگ سی لگی ہوئی نظر آتی ہے *

ہندوستان میں ہمالیہ کے دامن کی نہایت عمدہ فزا ہے جہاں سے بہار کی ککڑیاں اونچی نیچی جنگل جا بجا قطار کے ٹوٹنے سے بڑے بڑے عالی شان پتھر خوشنما معلوم ہوتے ہیں نظر آتی ہیں اور ان ککڑوں پر سبز لہلہاتا اور انکی چڑھائی کے ڈھلوان سطح پر صنوبر کے بڑے بڑے بلند درختوں کا ہجوم کیفیت دیکھاتا ہے اور چاہنچا اُن پھل اور پھولوں کی بیل بوتلوں کی کثرت سے جو یورپ سے مخصوص ہیں قدرتی چمن پھولا

+ یہ کہیتی حرار باجرہ کی ہوتی ہے

‡ دامن کوہ کے سال کے درختوں کے جنگل

§ وہ جنگل جو ناگپور، بنگالہ اور ہندیکھنڈ سے شمالی سرکار تک پھیلا

را ہے *

پہلا نظر آتا ہی اور تمام چوٹیاں اس پہاڑ کے سلسلہ کی ہمیشہ برف سے ڈھکی رہتی ہیں جو ایسی خوشنما معلوم ہوتی ہیں کہ کیسا ہی بڑا مردہ خاطر اور تھکری ہوئی طبیعت والا انکو دیکھے جی بہرک جائے اور وہ کیفیت حاصل ہو کہ تا ہر بہشت دل سے نہ بھولے مغربی گھاٹ بھی ہمالیہ سے کستدر وسعت میں کم دلفریب کوہستانی فزا دیکھاتا ہی اگر انکو نہتہا اور لیکن نامی جنگلوں سے جنگی خوبی سے ہمیشہ آرکیدیا اور یورپ اہلی نمود اور فنخر جتاتے رہے ہیں مشاہیر کہا جاوے تو کچھہ انکی تعریف میں مبالغہ نہوگا *

مگر گھاٹوں کی سیر کی کیفیت موسم پر منحصر ہوتی ہی چنانچہ جب گرمیوں کے موسم میں بادلوں کا شامیانہ اُنپر سے کھلجاتا ہی اور سبزہ کا فرش مستحلی تہ ہو جاتا ہی اور آبشار خشک ہو جاتے ہیں تو صرف پہاڑ کی بلندی کی عظمت و شان اُس کیفیت کا تدارک نہیں کرسکتی جو برسات کے موسم میں اُس سب سامان کے ہونے سے معلوم ہوتی ہی البتہ بڑے بڑے درختوں کے جھومتوں میں جو گرمیوں میں بھی سرسبز رہتے ہیں کستدر وہی خوبی باقی رہتی ہی *

شہروں کے باشندوں کے بسر اوقات کا طریقہ اور

تمام قوموں کے تہواروں کا بیان

شہروں میں غریب لوگوں کا دن اُسی طرح بسر ہوتا ہی جس طرح گلوں کے رہنوالوں کا صرف اتنا فرق ہوتا ہی کہ وہ کہیت پر جانیکے بدلے دوکانوں پر جاتے ہیں یا کچھہ چل بھر کر بازار میں جی بھلاتے ہیں گلوں والوں کے مشغلہ ایسے ہوتے ہیں جنہیں جسم پر کچھہ متعلقات پڑتی ہی اور شہر کے باشندوں کے گھر سے باہر کے شغل صرف میلوں یا تہواروں میں چل بھر لینا ہوتا ہی اور بعض آدمی اپنی دائروں پیچ والے طریق کی ورزش کرتے ہیں اور کشتیاں لڑتے ہیں لیکن بعض موسموں میں انکی

مناسبت سے کھیل اور تماشے ہوتے ہیں جنہیں ہر قسم کے لوگ بہت شوق سے شریک ہوتے ہیں *

اسی قسم کے کھیل تماشوں میں ایک ہولی ہی چتر موسم بہار کی آمد کی خوشی میں کرتے ہیں اُس میں عوام اور اعلیٰ الخصوص لڑکے آگ کے گرد ناچتے ہیں اور فحش اور ہتھکڑی کے گیت گاتے ہیں اور ہر قسم کی گالیاں اور برا بھلا اپنے آپ سے برتر لوگوں کو سناتے ہیں اور وہ اُردہ نہیں ہوتے بلکہ نہایت خوشی سے سہجاتے ہیں اور بڑا کھیل اُس میں یہ ہوتا ہے کہ لوگ ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے اور اُس میں عبیر و گلال اڑاتے ہیں کہیں کہیں رنگ کی پھینکاریاں اور گلال کے قلعے بھی چلتے ہیں ہر درجہ کے آدمی اس کھیل میں نہایت ذوق شوق سے شریک ہوتے ہیں اور استدر ایک دوسرے پر رنگ ڈالتے اور اُس پر گلال لگاتے ہیں کہ مشکل سے پہنچانے جاتے ہیں *

راجہ کا دیوان یعنی وزیر اعظم غیر ملکی سفیر کو اپنے مکان پر ہولی کھیلنے کو بلاتا ہے اور بلا تکلف مدرسہ کے طالب علموں کی طرح کھیل کود شوخی و شطارت میں مشغول ہو جاتا ہے بہت سے اور کھیل بھی اس سے کم ممتاز ہوتے ہیں جنہیں سے بعض خاص ہیں اور بعض عام خاص تہواروں میں سے ایک وہ تہوار ہے جو موہتے باجڑہ کی کھیتی پکنے پر اُسکے دانے بھونکر اُس میں ایک دوسرے کو بلانے میں بچاتے ہیں باجڑہ بھونکر کھانا کانوں والوں کی تو جیلی عادت ہے مگر اس کا رواج اعلیٰ درجہ کے لوگوں تک بھی پہنچا چنانچہ صوبہ ہرار کا راجہ اپنے معزز اہل دربار کو بلاتا ہے اور اُنکی دعوت کرتا ہے جس میں پہلے اُنکے روبرو بھونا ہوا باجڑہ پیش ہوتا ہے اور پھر عمدہ عمدہ کھانے چنے جاتے ہیں *

دیوالی عام تہوار ہے اُس میں ہر مکان اور مندر چھوٹے چھوٹے چراغوں کی قطاروں سے روشن کیا جاتا ہے جو ہر جگہ چھتوں کی مٹیوں اور دیواروں کی گانوں اور طاقوں اور بانسوں کے ٹہانڑوں پر روشنی کیے جاتے ہیں *

بنارس کی دیوالی کی روشنی گنگا میں دکھائی دینے سے نہایت خوبی اور کیفیت معلوم ہوتی ہے جس مہینے میں دیوالی ہوتی ہے اُس تمام مہینے میں اکثر دیہات اور خاص خاص لوگوں کے مکانوں میں چراغ بڑے بلند بلند ہانسون وغیرہ کے ذریعہ سے (جسکو اکاس دینہ کہتے ہیں) اس قدر اُچھے لٹکائے جاتے ہیں کہ ناراض آدمی کو دور سے دیکھ کر ستاروں کا اُچر دھوکا ہوتا ہے *

جنم اشٹمیں ایک تہوار ہے جس میں لڑکوں کو کنہیا جی اور اُنکے گوندوں کی نقل بناتے ہیں اور وہ سب حلقہ مار کر ناچتی گاتے ہیں (یعنی راس کرتے ہیں) *

ہندوؤں کی ورزشیں

سپاہی وضع لوگ (یعنی وہ اعلیٰ فرقہ جو مذہب اور تجارت کے کاموں میں مصروف نہیں رہتا) گھوڑوں اور ہرنوں اور خنکوشوں وغیرہ کا شکار کھیلنے اور اُنکے پیچھے گھوڑا دوڑانے کا شوق رکھتے ہیں اور کتونسے جنگلی سور بھی پکڑاتے ہیں لیکن زیادہ تر بھروسہ اپنی تلوار یا بڑچھی پر رکھتے ہیں اور ہاتھوں پر سوار ہو کر بندوق سے شیر کا شکار کھیلتی ہیں اور بعضے وقت گھوڑے پر سوار ہو کر اور کبھی پیادہ بھی شیر پر حملہ کرتے ہیں کانوں والی بھی ایسے شیر پر جو اُنکے قریب و چار میں اجاتا ہی اکھٹے ہو کر بڑی جوانمردی سے حملہ کرتے ہیں مگر جب تک کہ شیر آدمیوں پر چوٹ کرنے کا عادی نہیں ہوتا تب تک اُسکو نہیں چھیڑتے *

سپاہی پیشہ آدمی باوجود اپنی معہود کاہلی کے سب کے سب چست و چالاک ہوتے ہیں خصوصاً مرہٹے اپنے گھوڑے اور نیزہ کے کرتب میں مشہور ہیں نہایت ہلکے ہلکے سوار ہوتے ہیں اور زیر بند تنگ لگاتے ہیں اور لگام بھی کڑی مگر بہت سبک چڑھاتے ہیں اُنکی گھوڑے پیش سے اُتری ہوئے لیکن پتھروں کے بھاری ہوتے ہیں اور وہ اُنکو نہایت تگ اور تھوڑی سی جگہ میں کارا اٹھروں سکھاتے ہیں اور کوہ پھاند چست کرنے کی بھی

اچھی مشق کراتے ہیں کہ وہ اپنے سوار کو اورا کو ذمہ دار دشمن کے دائروں یا پانیوں پہنچاتے ہیں جس سے دشمن کو سنبھالنے کی فرصت نہیں ملتی *

دوسوا ہندوستانی دو بدو لڑنے والی جب ایک دوسرے پر حملہ کرتے ہیں تو وہ اس قسم کے دائروں گھات کرتے ہیں کہ اہل یورپ میں سے جو کوئی دیکھی وہ کھیل اور تماشہ سمجھی چنانچہ وہ ایک دوسرے کے ہاتھ کے دائروں ہوتے ہیں مگر ہمیشہ دیر تک دھوکہ اور حیلہ سے گھات لگاتے کہ وہی پاس آئے کہ وہی بہت علاحدہ ہٹ جاتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کا ارادہ آویزش کا نہیں ہے اور حقیقت میں وہ اپنی ہورگ وہی سے اپنا اپنا مطلب حاصل کرنے میں کوشش کرتے ہیں لیکن اپنی چالاکی اور فطرت سے ایک کے حربہ سے دوسرا محفوظ رہتا ہے یہاں تک کہ انجام کار ایک نہ ایک زخمی ہو کر گھوڑے پر سے گر جاتا ہے تب دیکھنی والی کو یقین آتا ہے کہ حقیقت میں یہہ ایک دوسرے کی جان کے درپے تھے *

ہندو ترقے دار ہندوؤں سے نشانہ بھی صحیح لگاتے ہیں لیکن اس کام میں مسلمان اُن سے بہت سہمت لیتے ہیں *

کرتوں میں سے یہہ بھی ایک کرتب ہے کہ ذیل نشیروں آدمی اپنے آپ ہاتھی کو ہانکتی ہیں اور اس ذلیل کام کے کرنے کی وجہ یہہ بتاتے ہیں کہ لڑائی میں اگر ذلیلان مارا جاوے تو مالک بے بس نہ رہتا ہے اس کام کی مشق اُس وقت کام آئے قدیم زمانہ میں یہہ فن بہادروں کا نہایت عمدہ فن سمجھا جاتا تھا *

ہندوؤں کا لباس

ہندوؤں کا باقاعدہ لباس غالباً وہی ہے جس کا ذکر ہنگالہ کے بیان میں ہو چکا ہے اور تمام بکی برہمن وہی لباس پہنتے ہیں جس میں وہ دو چادریں سوتی کپڑے کی ہوتی ہیں جن میں سے ایک (یعنی

دھوئی (کمر میں لپیٹ کر ایک سوا ٹانگوں میں سے پیچھی کو نکال کر اورس لپٹی ہیں اور کچھ حصہ اُس کا چرن کر گھٹنوں سے نیچے تک آگے لٹکتا رکھتی ہیں اور دوسری چادر کھندھوں پر ڈال لیتی ہیں اور کبھی کبھی سر سے بھی اور لپٹی ہیں کیونکہ سر ڈھکنی کی کوئی علیحدہ شی نہیں ہوتی + دائرہ اور سر کے بال منڈاتے ہیں مگر ایک لنبا گچھا بالوں کا (یعنی چوڑی) سر پر باقی رکھتی ہیں اور سوائی سخت بوھمنوں کی موچھیں اکثر رکھتی ہیں اور ہتجز بنکالہ کے ہندوؤں کے اور سب ہندو جو نہایت محتاط نہیں ہوتے ایک چھوٹی سی دھوئی بہت چست باندھ کر اوپر سے ریشمین یا کسی چھینٹ کا پایجامہ پہنتی ہیں اور ایک رنگین ململ کی کمری پہنکر کندھوں پر اُسی ململ کا ایک دوپٹہ اور سر پر پگڑی رکھتی ہیں اور بعض مسلمانوں کی طرح ڈھلی پانیچوں کا پایجامہ پہنتی ہیں *

نہایت کامل لباس ایک سفید اور لنبا جامہ باریک اور صاف ململ کا ہوتا ہی اور کمر سے نیچے اُس میں بہت سا کپڑا چٹا ہوا ہوتا ہی جامہ اور کمری اور پگڑی اور بازو بند اور مالا اور جواہرات سے پوشاک کامل ہوجاتی ہی *

چونکہ یہ پوشاک کسےقدر مسلمانوں سے لی ہوئی ہی اس لیے بہت قدیم نہیں لیکن اس کا صحیح نقشہ مصر کے شہر تہیبس کے قبرستان میں بعض بادشاہوں کی تصویروں میں پائی جانے سے بڑی حیرت ہوئی ہی + ان صورتوں میں اندازہ وضع اور اور ہوشی بالکل وہی معلوم ہوتی ہی جو آج کل کے ہندو راجاؤں کی ہی *

+ یہ ٹھیک ٹھیک وہی لباس ہندوؤں کا ہی جسکا ایورٹن مورخ نے سکندر کی تاریخ کے اُس حصہ میں ذکر کیا ہی جس میں ہندوؤں کا حال لکھا ہی + خصوصاً مشہور غازیانوی کے ایک دروازے کے پہاڑوں پر جو صورتیں بنی ہوئی ہیں

عورتوں کا بیان

عورتوں کا لباس بھی قریب قریب ایسے ہی جو مردوں کا بیان کیا گیا ہے مگر انکی دھڑلی اور چادر لٹبی اور نہایت شوخ رنگوں سے رنگی ہوئی ہوتی ہے مرد اور عورت دونوں بہت قسم کے زیور پہنتے ہیں انکی درجہ کے مرد بھی بالیاں اور بازوبند اور مالا وغیرہ پہنا کرتے ہیں بعضے وقت زیور اس خیال سے پہنتے ہیں کہ جسقدر روپیہ موجود ہوتا ہے اسے رکھنے کا یہ نہایت آسان طریقہ ہے لیکن کبھی کبھی مالا ایک خاص قسم کے ہیر کے جو ایک کھردرا خوشنما سیاہی مائل بھورا دانہ خشک ہو کر بنتا ہوتا ہے یا لکڑی کے خراہ پر اترے ہوئے دانوں کی ہوتی ہے جسمیں ترتیب وار سونے یا مونگے کے دانے ہوتے ہیں گردن کھلی ہوئی اور پاؤں ننگے رتے ہیں مگر گہر سے باہر جانے پر ثالث بافی لٹبی نرک کی چوتیاں پہنی جاتی ہیں جو پالکی یا کمرہ کے پاس پہنچکر پھر اوتار کر رکھا دیتا جاتی ہیں بچوں کو سونے کے زیور سے لادے رکھتی ہیں جس سے اکثر بچہ کشی کی ترغیب ہوتی ہے *

قدیم زمانہ میں ہندوؤں کی عورتیں انگریزوں کی عورتوں سے کسب قدر کم بے حجاب اور بے تکلف تھیں بالکل پردہ نشینی کی رسم مسلمانوں کے عہد سے شروع ہوئی اور اب بھی یہ رسم سیاہی وضع فرقہ سے مخصوص ہے اور قومیں کچھ پردہ لحاظ کا خیال نہیں کرتیں چنانچہ برہمنوں کو اسپر ذرا بھی توجہ نہیں پیشوا کی بی بی کیلے خزانہ مندوں میں پیادہ پا جایا کرتی تھی اور بے پردہ سواری پر سوار ہو کر اپنے رقبہ کے موافق جاہ و حشم ہمراہ لیکر بازاروں کی سیر کیا کرتی تھی *

مگر عورتیں مردوں کے جلسوں میں شریک نہیں ہوتیں اور انکو مرتبہ میں مردوں کی برابر نہیں سمجھا جاتا انکی درجہ کے لوگوں میں عورت کھانا پکا کر ختم کے آگے پرستی ہے اور اُسکے کھا چکنے تک آپ نہیں کھاتی چمپ مرد و عورت دونوں کھاتے ہیں تو عورت باوجود نہونے

کسی ایسی دقت کے جس سے برابر چلنا ممکن نہ ہو مرد کے پیچھے پیچھے چلتی ہی عورت کو مارنا پیتنا عوام میں ایسی بے عزتی نہیں سمجھا جاتا جیسا کہ انگریزوں میں عوام الناس سمجھتے ہیں عورتوں کے کم رتبہ تھارے جانے کے برخلاف قدرتی مستحبت اور عقل کے باعث یہ وہ اپنے حق کو پہنچ جاتی ہیں چنانچہ شوہر اپنی زوجہ پر اعتماد رکھتا ہی اور اُس سے صلاح و مشورہ کرتا ہی اور اُسکی خوشی کو اپنی مرضی پر غلبہ دیتا ہی جیسا کہ اور ملکوں میں دستور ہی *

غلامی کا بیان

ہندوؤں کی تربیت اور شایستگی میں دوسرے عیب اور نقصان کے محارم ہونے سے جو بہ نسبت اس برائی کے جسکا ابھی ذکر ہوا زیادہ اصلی اور حقیقی ہی بادی النظر میں جو خیال اُسکی برائی کا دل میں آنا ہی حقیقت میں اُس سے بہت کم برائی اُس میں ہی گھروں میں جو غلام علی العموم ہوتے ہیں وہ کچھ نہایت سخت غلامی کی حالت میں نہیں ہوتے غلام اکثر خانہ زاد یا ایسے بچے ہوتے ہیں جنکے ماں باپ قحط میں افلاس کے باعث بیچ ڈالتے ہیں یا ایسے بچے ہوتے ہیں جنکو ہتھارے جو گروہ اُن گلہ بانوں کا ہوتا ہی جنکی معیشت جنسوں کے ایک ملک سے دوسرے میں ملک لیجاکر فروخت کرنے پر منحصر ہوتی ہی ایک ملک میں سے پکڑ کر دوسرے ملک میں لیجاکر بیچ ڈالتے ہیں البتہ جرم قابل سزا کے ہی لیکن انگریزوں کی غلاموں کی تجارت کی نسبت اُسکی گرفت ہونی دشوار ہی کیونکہ وہ شاذ و نادر ہوا کرتا ہی خانہ زاد غلاموں کے ساتھ نوکروں کی طرح پیش آتے ہیں نوکروں سے اُن میں اتنا فرق ہوتا ہی کہ اُنکو خاندان کا متوسل سمجھا جاتا ہی اُنکے فروخت کیلئے جانے کی نسبت مجھکو شبہ ہی اُنکی صورت سے غلام ہونا سمجھ میں نہیں آتا کیونکہ آزاد آدمیوں سے اُن میں کوئی فرق اور امتیاز نہیں رکھا جاتا ہی مگر غلامی کسی موقع پر برائی سے خالی نہیں ہوتی چنانچہ جو لڑکیاں پکڑی

انہی میں اُن کو چکلہ والی بازار میں بیٹھا کر خرچہ کمانے کی غرض سے پرورش کرتے ہیں اور اور صورتوں میں اُنکے مالک اپنے خرچہ میں لاتے ہیں یعنی حرم بناتے ہیں جسکی جلن سے اصل ہی بی اُن پر چورو ستم کرتی ہے *

ہندوستان کے بعض حصوں میں غلام کچھہ امیروں کے ہاں نہیں ہوتے بلکہ غریب کاشتکاروں کے پاس بھی ہوتے ہیں جنکے ساتھ وہ اسی طرح پیش آتے ہیں جیسے اور اپنے خاندان والوں کے ساتھ منور کے مجموعہ کی رو سے معلوم ہوتا ہے کہ ایسے غلام جو کاشتکاروں سے متعلق ہوں نہ تھے مگر یہہ دریافت ہوتا ہے کہ جب ہندو جنوب کی طرف پہلے تو اُنہوں نے اُس طرف اس قسم کی غلامی یا خود قائم کر دی یا وہاں پہلے ہی سے ہوتی ہوئی پائی بعض ایسے ضلعوں میں جو جنگلوں میں واقع ہیں کاشتکاروں کے پاس ایسے غلام پائی جاتے ہیں جنکی نہایت کم ہندش اور روک ٹوک ہی بلکہ کسیقدر مزدوری کی اجرت کا بھی مستحق اُنکو سمجھا جاتا ہے ہندوستان کے جنوب میں جو غلام زمین سے متعلق ہوتے ہیں زمین کے بکنے پر وہ بھی اُسکے ساتھ فروخت شدہ سمجھے جاتے ہیں اور ملیبار میں جہاں اُن کی نہایت بڑی حالت ہے زمین سے علیحدہ بھی یک جاتے ہیں ملیبار میں اور غایت جنوب میں جو تعداد ان غلاموں کی لوگوں نے قیاس کی ہے وہ ایک لاکھ سے چار لاکھ تک ہے بنکالہ اور بہار میں اور گجرات کے شمال و مشرقی کوہستانی حصہ کی طرح اور ہاڑی حصوں میں بھی اس قسم کے غلام موجود ہیں مگر ہندوستان کے کل باشندوں سے غلاموں کی نسبت نہایت خفیف ہے اور اُسکے بہت سے حصوں میں زمین سے تعلق رکھنے والی غلاموں سے تو لوگ واقف بھی نہیں ہیں *

شادی کی رسمیں

شادیوں میں بہت سی رسمیں جنمیں سے تہذیبی سی دلچسپ ہیں؟ ہیں ہوتی ہیں اُنمیں سے دولہ دلوں کے ہاتھ ملا کر ایک ایسی گھاس

سے جسکو مندرس سمجھا جاتا ہی باندھتا ہی لیکن شادی کا ضروری جز بیہ ہی کہ دلہن سات قدم چلتی ہی اور ہر قدم پر خاص اشلوک پڑھا جاتا ہی ساتواں قدم رکھنے کے بعد شادی مستحکم ہو جاتی ہی † یہی ایک طریق شادی کا مروج اور جائز ہی باقی سات طریق منسوخ اور منورک ہو گئی ہیں ‡ *

منو کے مجموعہ میں جو ممانعت اسباب کی ہی کہ دلہن کا باپ دولہ سے کوئی شے ایسی نہ لے جس سے معارضہ مشہوم ہووے اُسکی آج کل زیادہ مابندی ہوتی ہی اس معاملہ میں استندارتک عزت کا خیال رہتا ہی کہ شادی ہو جانے کے بعد بھی داماد سے امور متعلق زندگی میں کسی قسم کی مدد لینا بے عزتی سمجھا جاتا ہی بیہ بات لابی ہی کہ دولہ دلہن کے باپ کے گھر پر بیہنی کو آئی اور وہیں سے شادی کر کے لیجائی * دولہ جب بیہنے آتا ہی تو مہمانداری کے دھی سب طریقے جو قدیم سے چلے آتے ہیں برتے جاتے ہیں اب بھی قدیم رسمیں مہمان نوازی کی اس طرح پر ادا کیجاتی ہیں کہ دعوت کی نظر سے گاٹی دولہ کے زبرد پیش کرتے ہیں لیکن دولہ اُسکی جان بخشی کرانا ہی اور اُسکے کہنے سے اُسکی جاں چھوڑ دی جاتی ہی § *

راجاؤں کی شادیوں میں جنکی دلہن غیر ملک سے آتی ہی ایک علیحدہ مکان دولہن اور اُسکے باپ کے واسطے زر خطیر لگا کر بیدریغ تعمیر کرایا جاتا ہی اور عام شادیوں میں جس سواری میں دولہ دولہن کو لیجانا ہے وہ نہایت شان و شوکت والی اُنکے مقدور کے موافق ہوتی ہے *

† کالبروک صاحب کی تحقیق مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۷ صفحہ

۳۰۳، ۳۰۹

‡ ایضاً صفحہ ۳۱۱

§ کالبروک صاحب کی تحقیق مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۷ صفحہ ۲۸۸ و ۲۸۹ مہمان کی دعوت میں گاٹی کا ذبح ہونا ایسا معمولی طریقہ تھا ہوا تھا کہ شہسرت میں مہمان کا لقب گڑ گھنا (یعنی گاٹی کا ہلاک کرنے والا) مقرر ہو گیا تھا

بنگالہ میں ان سواروں پر بہت سا مال و دولت خرچ ہو جاتا ہے اور شادیوں میں کئی کئی لاکھ روپہ لگتا ہے + دولت داروں عموماً بچے ہوتے ہیں جنکی عمر دس برس سے کم ہوا کرتی ہے اور دولت مندوں کا نابالغ ہونا ایک ضروری امر ہے ان بیوقوفی شادیوں سے ربط و اتحاد باہمی پیدا ہونے کے بجائے انہیں اکثر آغاز عمر سے ہی ایسی نا اتفاقی پیدا ہوتی ہے جو عمر بھر نہیں جاتی *

اولاد کی تعلیم کا طریقہ

ہندو اپنی اولاد کے ساتھ انکے بچپن میں بہت صحبت کرتے ہیں لیکن جوانیتوں کے ساتھ انکا لڑائی جھگڑا رہتا ہے جسکا سبب غالباً باپ کے اختیارات کا اپنے مال و متاع کی نسبت از روئے قانون کے محدود ہونا معلوم ہوتا ہے *

لڑکوں کو جوانوں کی طرح لباس پہنا کر اور چھوٹی چھوٹی ہتھیار بندھوا کر مجلسوں میں اپنے ساتھ لیت جاتے ہیں اور وہ لڑکے بھی بڑے بڑھوں کے ادب اور قاعدہ سے بہتہ آتے ہیں بلکہ انہی سے اکثر تکلف کی باتیں بھی وقوع میں آتی ہیں *

عوام الناس کے بال بچے گلی کونچوں میں خاک اڑاتے آپس میں دنکا فساد مچاتے پھرتے ہیں اور انگلستان کے عام لوگوں کے لڑکے بالوں سے بڑھ کر بیوقوف ہوتے ہیں اس عمر میں وہ سب علی العموم بہت خوبصورت ہوتے ہیں *

عام لوگوں کی تعلیم لکھنے اور حساب کے اصول سیکھنے سے زیادہ انہیں پڑھتی تمام شہروں اور بعض دیہات میں بھی مدرسہ ہیں جہاں تھوڑی سی فیس دینی پڑتی ہے اور ہر لڑکے کی تعلیم کے خرچ کا ہندوستان کے جنوب میں سارے سات سے آٹھ روپہ تک سالانہ تخمینہ کیا گیا ہے +

+ وارڈ صاحب کی کتاب جلد ۱ صفحہ ۱۷۰

+ کپتان ہارکلس صاحب کا قول مندرجہ رائٹ ایشیا ٹک سوسائٹی نمبر ۱

لیکن اور مقاموں میں وہ بہت کم ہوگا بنگالہ اور بہار میں فیس اکثر تھوڑا سا غلہ یا کچھ ترکاری ہوتی ہے + گرو یعنی معلم اُنکو اپنے نائب یعنی گر چھتروں کی مدد سے اُس طریق پر تعلیم کراتے ہیں جو طریقہ مندراس سے حاصل کر کے انکلسٹان میں رائج کیا گیا *

جس قدر لڑکے مندراس احاطہ میں عام مدرسوں میں تعلیم پاتے ہیں اُنکی تعداد کی نسبت ملرو صاحب کے تختہ بینہ کی بموجب تین میں ایک سے کم ہے اگرچہ یہہ تعداد گھٹتی ہوئی ہے لیکن اُنکی یہہ راء بہت ٹھیک ہے کہ یہہ نسبت اُس سے بہت زیادہ ہے جو اب سے تھوڑے ہی عرصہ پہلے یورپ کے اکثر ملکوں میں تھی غالب ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اور احاطوں میں بھی طالب علموں کی نسبت مندراس سے کچھ زیادہ نہوگی مجھکو یہہ شبہہ البتہ ہے کہ کہیں اوسط نسبت اِس سے بہت زیادہ نہو ہورتیں ہو چکے ہالکل نا تربیت یافتہ ہیں *

آسودہ حال آدمی اپنے بچوں کو عام مدرسوں میں نہیں بھیجتے بلکہ ہندوت نوکر رکھکر اپنے اپنے گھر پر تعلیم کراتے ہیں بڑے بڑے علم اکثر مفت سیکھائے جاتے ہیں چنانچہ بڑے بڑے ذی علم ہندوتوں کی جو اُن علموں کی تعلیم کرتے ہیں اور اکثر اُنکے طالب علموں کی بسر اوقات اُن بخششوں سے ہوتی ہے جو راجہ اور امیر لوگ بطور نذرانہ کے اُنکو دیتے ہیں *

برہمنوں کے سوا اب کسی اور قوم میں علم باقی نہیں رہا اور اُنہیں بھی زوال ہو رہی *

قدیم علم کی باقیات جو اب موجود ہیں اُنسے وہ بڑا درجہ جس تک قدیم زمانہ میں علم پہنچتا تھا بخوبی ظاہر ہوتا ہے لیکن اُس زمانہ میں علم کی کثرت سے شایع ہونے پر اسطرح کی کوئی دلیل پائی نہیں جاتی اور اگلے وقتوں میں چار قوموں میں سے تین قوموں کو بید ہونے

پر راغب کیئے جانے سے یہ بات ظاہر ہی کہ تینوں فرقے اس زمانہ کی نسبت بہت زیادہ عام و آگاہی رکھتے تھے *

ہندوؤں کے لقب اور نام

مختلف تاریخوں میں جو ہندوؤں کے خطاب اور نام وغیرہ آتے ہیں انکے باسانی سمجھنے میں آنے کے لیئے انکا بیان اس سے زیادہ ہمکر کرنا مناسب ہی جستدر کہ معمولی طور پر ہونا چاہیئے تھا *

ہندوؤں کی چند ہی قوموں میں خاندانی نام ہوتے ہیں چنانچہ مرہٹوں کے خاندانی نام ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے کہ اہل یورپ کے راجپوتوں میں خاندانی ناموں کے بجائے قومی نام ہوتے ہیں اور یہی حال ہندوستان کے شمالی حصہ کے برہمنوں کا ہی *

ہندوستان کے جنوب میں معمول یہ ہی کہ ہر شخص کے نام پر شروع میں اس مقام یا بستی کا نام لکھا دیتے ہیں جہاں کا وہ رہنے والا ہوتا ہی مثلاً کارڈیا کاندی راؤ یعنی کارڈیا کا رہنے والا کاندی راؤ + نہایت عام طریقہ برے موقعوں پر نام لینے کا جو ایشیا کے اکثر حصوں میں رائج ہی ابھیت کا ہی یعنی آدمی کا نام بتیید ولدیت کے لینا مگر یہ طریقہ شاید مسلمانوں سے لیا گیا ہی *

تاریخ کا پڑھنے والا اہل یورپ کسی شخص کے ناموں میں سے کوئی سا نام اختیار کرلے یعنی اختصار کی نظر سے خواہ پہلا خواہ پچھلا نام لےوے لیکن پہلا نام شہر کا ہوگا اور پچھلا مسمی کے باپ کا یا اسکے قوم کا ہوگا اسکا نہوگا *

ایک اور مشکل خصوصاً مسلمانوں میں خطاب کے تبدیل ہونے سے پیش آتی ہی جیسا کہ انگریزی امیروں میں بھی دستور ہی *

کرپا کریم

ہندو اپنے مردوں کو عموماً دفن نہیں کرتے البتہ سادہ سنت وغیرہ

+ عہدوں سے بھی آدمیوں کا اکثر لقب مشہور ہوجاتا ہی

اپنے مردہ کو چار زانو بیٹھا ہوا دفن کرتے ہیں مریض قریب المورگ کو ایک قسم کی گھاس سے بنے ہوئے پلنگ پر جسکو مقدس جانتے ہیں لتا کر گھر سے باہر اگر گنگا قریب ہوئی ہی تو اُسکے کنارہ پر لیٹ جاتے ہیں اور اُسپر کالی تلسمی کی پتی جسکو ہندو متبرک سمجھتے ہیں ڈالتے ہیں اور بیمار سے بھانجوں اور دعائیں کہلاتے ہیں اگر وہ اس حالت کے بعد مرنے کے پنجہ سے بچ رہتا ہی تو اپنے خاندان میں شامل نہیں ہو سکتا لوگ گنگا کے کنارہ پر ایسے لوگوں کے کانوں کے کانوں آباد بتاتے ہیں جنکے چورو بچے گھر باہر وہاں دوسرا ہو گیا ہی مگر جو لوگ اچھی واقفیت رکھتے ہیں وہ اس رسم سے انکار کرتے ہیں اور اُسکا وجود نہیں بتاتے غالباً یہہ کہانی کسی غلط فہمی سے بن گئی ہی بعد وفات کے مردہ کو نہلا کر خوشبو لگا ہار سجھا اڑھتی پر لتا کر لیٹ جاتے ہیں اور مذہبی تاکید ہی کہ اڑھتی کے آگے آگے باجھا بچتا جارے جسپر ہندوستان کے جنوب میں اب بھی بڑی توجہ ہوئی ہی اور وہاں یہہ بھی دستور ہی کہ مردہ کا چہرہ کھلا ہوا رکھتے ہیں جسکو سندور سے نہایت سرخ کر دیتے ہیں برخلاف اُسکے اور حصوں میں مردہ کا جسم نہایت احتیاط سے کپڑے سے تھکڑے ہیں کہ ذرا کسی طرف سے کھلا ہوا نہیں ہوتا سوائے دکھن کے مردہ کو بغیر ہاچے کے لیٹ جاتے ہیں اور جتنے آدمی اڑھتی کے ساتھ ہوتے ہیں کچھ کچھ ماتم کرتے جاتے ہیں *

عوام الناس میں سے ہر ایک مردہ کی چتا چار پانیچ فٹ سے زیادہ بلند نہیں ہوتی اور اُسکو پھولوں سے آراستہ کیا جاتا ہی جلتے وقت گھی اور خوشبو دار تیل آگ کے شعلوں پر چھڑکتے جاتے ہیں جسوقت چتا بنا کر معمولی رسمیں کر چکے ہیں تب اُس میں ایک رشتہ دار آگ لگاتا ہی اور بعدہ بہت سی رسمیں کر کے سب عزیز و اقربا نہاتے ہیں اور ساری چتا میں آگ پھیل جانے تک بیٹھے رہتے ہیں اُنکے کپڑے پانی میں بھیجے دیتے اور چتا کو طرف باچشم السوس و حسرت دیکھتے ہوئے دیکھ کر تماشائی

کا دل بھر آنا ہی منکر یہ، اُنکا لباس بیگونا اور رنج و الم کرنا مذہب کے خلاف ہی بلکہ از روئے مذہب کے یہ، ہدایت ہی کہ اشلوک پڑھکر اپنے رنج کو قابو اور گریہ و زاری سے باز رہیں ! *

ہندو قبریں صرف اُن لوگوں کی بناتے ہیں جو لڑائی میں مارے جاتے ہیں یا ایسی عورتوں کی خاکستر کو دفناتے ہیں جو اپنے شوہروں کے ساتھ سستی ہوتی ہیں اور اُنکی قبریں چھوٹے چھوٹے مربعہ چبوترے ہوتے ہیں *

کرپا کرم کی اور رسمیں جو کبھی کبھی معین وقتوں میں مرلوں کے واسطے کیجاتی ہیں اُنکا منسل بیان اس کتاب کے پہلے حصہ میں کیا گیا اس موقع پر میں صرف اُس بڑے خرچ کو بیان کرتا ہوں جو بعض اوقات اس کام میں کیا جاتا ہے چنانچہ جون سنہ ۱۸۶۲ ع کے کلکتہ کے اخبار میں چھپا تھا کہ وہاں کے ایک مشہور خاندان نے اس موقع پر علاوہ بہت سی بخششوں کے جو ہر قسموں کو دیں پانچ لاکھ روپیہ محتاجوں پر خیرات کیا اس رقم میں میری رائے میں وہ بیس ہزار روپیہ بھی شامل ہے جو وہ خاندان نادار قرضداروں کی عوض ادا کرتا ہے ! *

سستی کا بیان

یہ بات مشہور ہے کہ ہندوستان کی عورتیں اپنے شوہروں کی چمکا

† اُن اشلوکوں میں سے یہ اشلوک بھی ہیں — پیروگھ ہی وہ شخص جو انسان کی ایسی زندگی کی ہمیشگی چاہتا ہے جو کیلے کی شاخ کی مانند کمزور اور سمندر کے بیچار کیطرح ناپائدار ہے — تمام ادنیٰ سے ادنیٰ چیزیں فنا ہونگی اور آخر کار اعلیٰ سے اعلیٰ چیزیں بھی نیست و نابود ہونگی — روحیں اُن آنسوؤں میں جو اُنکے عزیز و اقربا بہاتے ہیں ناراضہ مندی سے شریک ہوتے ہیں روح راویلا نہیں کرتی بلکہ اپنے مردہ جسم کی کرپا کرم میں مصروف ہوتی ہی —

کالہوک صاحب کی تحقیقی مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۷ صفحہ ۲۲۲

‡ گزارشات اور پرنٹنگ میگزین بابت ستمبر سنہ ۱۸۶۲ ع صفحہ ۲۳

پر اپنی جان کھوتی ہیں اُسکو ستی ہونا کہتے ہیں جس زمانہ میں اس وحشیانہ رسم نے رواج پایا ہی وہ تحقیق نہیں ہی منو نے اس پر کچھ اشارہ نہیں کیا ہی اُسکے اُس بیان سے جس میں اُسنے بیوہ عورتوں کی وفاداری کے چلن کا ذکر کیا ہی اسبات میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ شوہروں کی وفات کے بعد بیوہ عورتیں اُس زمانہ میں زندہ رہتی تھیں بعض خیال کرتے ہیں کہ قدیم سندوں خصوصاً رگ وید کی رو سے یہ رسم چایز ہی لیکن بعض اُسکے معنی اور طرح پر لیتے ہیں † بیشک یہ رسم بہت قدیم ہی چنانچہ ڈائیوٹورس مورخ نے اسکی ایک مثال اپنی اُس تاریخ میں جو قبل ظہور حضرت مسیح علیہ السلام اُسنے لکھی ہی بیان کی ہی اور لکھا ہی کہ یہ ستی کی رسم یومینیز کی فوج میں تین ہزار برس قبل مسیح علیہ السلام کے ہوئی ‡ *

شخص متوفی کی ہی بیویں میں سے اُسکے دعویٰ کو ترجیح دینی جو عمر میں زیادہ ہو اور حاملہ عورت کے چلانے کی ممانعت کے ہندوستانی قانون اور اسی قسم کی باتیں جنکو ڈائیوٹورس نے بیان کیا ہی وہ فی الواقع ہندوؤں کی قوانین سے استند مطابقت ہیں اور رسوم کا حال یہی جو اُسنے لکھا ہی ایسا صحیح ہی کہ ڈائیوٹورس کا بیان بالکل درست اور سچ معلوم ہوتا ہی پس یہ رسم یومینیز کے زمانہ میں اگرچہ ایسی پہلی ہوئی نہ تھی مگر ایسی ہی اچھی طرح سے تسلیم کی ہوئی تھی جیسے کہ آج کل ہی *

† راجہ رام مرہن نے جو اس مقام کے معنی لیئے ہیں اُنکو دیکھو صفحہ ۲۰۰ سے لغات ۲۶۶ اور کالہرک صاحب کی تدریر مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۴ صفحہ ۲۵۵ اور پروفیسر راسن صاحب کی تدریر مندرجہ لکچرہائے مقام اسکورٹ صفحہ ۱۹

‡ ڈائیوٹورس سائیکولس حصہ ۱۹ باب ۲ اس رسم کا بیان اسٹریوٹھی یہی پسند ایسٹریوٹس اور ارنی سیکریٹس کے کیا ہی مگر ڈائیوٹورس کیہارج صغائی سے نہیں کیا

ڈائوگورس نے اس رسم کا باعث انگریزوں کے پادریوں کی طرح آس ذلیل حالت کو قرار دیا ہی جسمیں عورت اپنے شوہر کی وفات کے بعد مبتلا ہوتی ہی لیکن اگر یہ خیال عام ہوتا تو سٹی کا طریقہ بہت کم نہوتا زیادہ تر غالب یہ معلوم ہوتا ہی کہ فی الفور بہشت کے عیش و عشرت کے مزے اوزانے کا شوق اور اپنے شوہر کو بھی اُن لذتوں کے مستحق کرنے کی امیدیں اور وہ فنکار جو جان بوجھ کر جان دینے یعنی سٹی ہونے کا ہوتا ہوگا اُن چند عورتوں کی طبیعت میں جوش اور ولولہ پیدا کرنے کے لیے کافی دانی ہوگا جو ایسے ہیبت ناک امتحان میں اپنے آپکو مبتلا کرتی ہیں *

کہتے ہیں کہ خود رشتہ دار بیوہ عورت کو اس غرض سے خودکشی پر آمادہ کرتے ہیں کہ اُسکا مال و متاع اُن کے ہاتھ لگ جاوے مگر اُن واقعات کی تعداد کی مناسبت سے بھی جنہیں بیوہ عورتوں کے پاس مال و متاع چھوڑ جانے کے واسطے ہوا ہی یہ خیال کرنا کہ ایسی حرکتیں اکثر ہوتی ہیں انسان کی جبلی عادت پر نہایت سخت رائے قائم کرنا ہی حقیقت میں اس بات پر باطمینان بھروسہ کرنا چاہیئے کہ رشتہ دار اگر تمام موقوفوں پر نہیں تو اکثر میں بیوہ کو جان کھونے سے باز رکھتی ہو دلسے راغب ہوتے ہیں چنانچہ اُسکو باز رکھنے کے واسطے اپنی فہمائش اور اگر چھوٹے بچہ ہوتے ہیں تو اُنکی خوشامد کے علاوہ اپنی نہایت دوست خاندانوں اور اور عالی مرتبہ رکھنے والوں سے اُسکو فہمائش کراتے ہیں اگر یہ واقعہ کسی عالی خاندان میں ہونے کو ہوتا ہی تو خود راجہ بیوہ کے سمجھانے اور اُسکو تسلی دلاسا دینے کو جاتا ہی بہت سے ستیوں کا ہونا راجہ کی حکومت کے حق میں برا شکوک سمجھا جاتا ہی عام تدبیر بیوہ کو اس جان جو کھوں سے باز رکھنے کی یہ ہوتی ہی کہ اُسکو اس قسم کی ملاقاتوں میں مشغول رکھ کر مردہ کو اُسکی آنکھ بچا اور لیچاکر پہونک دیتے ہیں *

بیوہ کے سنی کرنے کا طریق مختلف ہی بنکالہ میں مردہ اور اُسکی زوجہ کو چتا پر لٹا کر رسیوں اور بانسوں سے جکڑ کر باندھ دیتی ہیں کہ اُنہے نہ سکے اور اوربیسہ میں گڑھا کھود کر اُس میں مردہ کو جلاتے ہیں جسمیں اوپر سے عورت کوڈ پڑتی ہی اور دکھن میں چتا پر عورت اپنے شوہر مردہ کا سر زانو پر لیکر بیٹھتی ہے اور چتا کے ایدھر اودھر ہلیاں گھڑتی کرتے اُنہیں لکڑیوں کی چھت رسی سے باندھ کر اُسکی سر پر لٹکاتے ہیں اور اُس مردے اور عورت کے اُس پاس برابر لکڑیاں چلتے چلے جاتے ہیں جنہیں یا تو اُس کا دم گھست جاتا ہی یا وہ چھت اوپر سے گر پڑتی ہی اور سر کچل جاتا ہی *

ایک بیوہ کو سنی ہوتے ہوئے دیکھنا روح پر صدمہ پھونچنی کی بات ہی مگر یہہ بات کھتی مشکل ہی کہ اُس کے دیکھنی سے تماشائی کے دل میں ترس اور رنج زیادہ پیدا ہوتا ہی یا حیروت اور عظمت سنی ہونے والی عورت کا استقلال اور تحمل جو انسان کے مقدور سے باہر ہی اپنے مملوکہ اشیا کو اسیوقت تقسیم کرنے اور اُس پاس والوں سے وداعی سلام و دعا کہنی سنی اور لوگوں کی طرف سے اُسکی تعظیم اور آداب پیش ہونے سے دو بالا ہو جاتا ہی اور سخت موت جو اُس کی منتظر ہوتی ہی اُس کا اُسکی باتوں سے ظاہر میں کچھہ خوف نہ معلوم ہونے سے دنیا اثر طبیعت پر ہوتا ہی اُسکی بعد جو کچھہ خیال آتے ہیں وہ اس سے مختلف ہیں یعنی طبیعت یہہ سوچنے سے منفعل ہوتی ہی کہ وہ ایک ضعیف ہستی صرف خیالات باطل کے سبب سے جان نثاری کا وہ کمال ظاہر کرتی ہی جس سے بڑے بڑے حب وطن والوں اور شہیدوں کے کام سبقت نہیں لیجاسکتی *

مینی سنا ہے کہ گجرات میں عورتیں سنی ہونے کو تیار ہوتی ہیں تو اُن کو اقیوں کھلا کر بیہوش کر دیتی ہیں اور ملک کے اکثر اور حصوں میں یہہ حال نہیں ہوتا چنانچہ عورت سنی ہونے کی تمام رسموں کو

ہمال استتلال ادا کرتی ہی اور کچھتہ بھی ہراس اُسکی طبیعت پر ظاہر نہیں ہوتا اکثر عورتوں کو لوگوں نے ستی ہوتے ہوئے دیکھا کہ آگ کی لپٹوں میں اپنی دونوں ہاتھ جوڑ کر سر کو لگائے اسی طرح دعا میں مشغول بے کھنکی بیٹھی ہوتی ہیں جیسے کہ عام عبادت میں دعا مانگا کرتے ہیں بوجھلایا ایسے نہروک عورتوں کی مثالیں بھی ایسی دیکھنے میں آئی ہیں کہ جان کے در سے چلتی آگ میں سے نکل نکل کر بہاگیں ہیں اور لوگوں نے گہر چھپ کر زبردستی آگ میں ڈالا ہی اس قسم کی ایک واردات بنگالہ میں ہوئی جس میں تعاشا دیکھنی والوں میں ایک انگریز بھی شریک تھا (یعنی ایک عورت آگ میں سے بہاگی اور لوگ اُسکو چھڑا آگ میں ڈالنی لگی) وہ انگریز اُسکی جان بچالے میں کامیاب ہوا (یعنی اُسکو چلتی سے بچا دیا) لیکن دوسرے دن اس انگریز کو اس بات سے از بس تعجب ہوا کہ اُس عورت نے آگ سخت عنیت ملامت کی اور اُلٹی سیدھی سنائیں کہ تونے متھکو ذلیل اور بے عزت کیا اگر چاہتے دیتا تو آج میں اپنے شوہر کے ساتھ بیٹھتھ میں بیش آڑائی ہوتی اور پس ماندہ میروے متھکو بدعائے خیر یاد دتے ہوتے *

ستی ہونے کا طریقہ تمام ہندوستان میں ہرگز عام نہیں ہی کیونکہ دریائے کشنا کے جنوب میں کبھی کوئی ستی نہیں ہوتی اور بمبئی احاطہ میں جس میں پیشواؤں کے پہلی سلطنت بھی شامل ہے ستیوں کی تعداد سالانہ بتیس ہے اور باقی دکن میں اس سے بھی بہت کم ہوتی ہیں مگر ہندوستان خاص اور بنگالہ میں ایسی عام ہی کہ صرف اُن حصوں میں سے جنہیں انگریزی عملداری ہی سیکڑوں عورتوں کے چلتی کی سوگاری رپورت ہوتی ہی *

مردوں کی خود کشی بھی ہوا کرتی ہی مگر علی العموم ایسے لوگ اپنی جان کھوتے ہیں جو کسی لاعلاج مرض میں مبتلا ہوتے ہیں یہ

خود کشی آگ میں کود پڑنے یا کسی اور ذہب سے چلجانے یا دریا میں
دوب مرنے یا جگناتھ کی پیرواں کے پھپھے کے نیچے قصداً دب کر مرجانے
سے ہوتی ہی *

اسٹرلنگ صاحب جو جگناتھ کے مندر کے انتظام پر چار برس معذور
رہے انکے زور و تیر وادائیں اس قسم کی ظہور میں آئیں جنہیں سے ایک
شخص تو اتفاقاً دیکر مر گیا اور دو شخص مدت سے سخت بیمار ہوئے
میں مبتلا تھے وہ قصداً اُسکے نیچے دب کر مرے † *

موروثی چور

بعضی خاص باتیں ہندوؤں کی ایسی ہیں کہ انکی قسمیں نہیں
قائم ہو سکتیں ہندوؤں میں جو تمام پیشوں کے واسطے قومیں معین ہیں
تو چوروں کی بھی ذاتیں خاص ہیں اور وہ اپنی اولاد کی پرورش اسی
نظار سے کرتے ہیں کہ اپنا موروثی پیشہ چوریکا اختیار کرینگے بہت سی
پہاڑی قومیں جو اکثر تردد یافتہ ملکوں کے حدود پر دستی ہیں اسی قسم
کی ہوتی ہیں اور میدانوں میں بھی ایسی قومیں آباد ہیں جو یورپ
کے خانہ بدوش چوروں سے زیادہ تر چوری اور قزاقی میں مشہور ہیں
پیشہ کے موروثی ہونے سے اگر ہنر کو ترقی ہوئی ہی تو وہ چوری کے ہی
پیشہ میں ہوئی معلوم ہوتی ہی کہرنکہ کسی اور مقام میں ایسے چالاک
اور طرار چور نہیں ہیں جیسے کہ ہندوستان میں مسافروں سے بہت سے
قصہ کہانیاں ایسی سننے میں آتی ہیں جنہیں چوروں کا استقلال اور پختہ
کاری اور طراری اور مکاری اس قسم کی معلوم ہوتی ہی جسکے ذریعہ سے
وہ پاسانوں میں سے چوری کرنے آتے ہیں اور کمال خطرہ کی حالت میں
تمام مال مسروقہ بتحفظات لے جاتے ہیں بعضے زمین میں سرنگ لگا کر
نہایت مستحکم اور محفوظ مکان کے اندر نکل آتے ہیں اور بعضے کو کسی
طریقہ سے اندر گھسیں مگر کوئی نکوئی راستہ اپنے بھاگنے کے واسطے رکھتے

میں ننگے منگے تمام جسم پر نعل ملے ہوئے ناوار لیکر چوری کو جاتے ہیں پس اول تو اُنکی گرفتار نہی کرنے میں خطرہ ہوتا ہی اور اگر پکڑا بھی تو پکڑنے والوں کے ہاتھوں میں چکنائی کے سبب سے اُنکا روکنا مشکل ہوتا ہی *

ایک بڑا گروہ چوروں کا جو ٹھگ کہلاتے ہیں طرح طرح کے روپ میں دیس دیس پھرتے اور ہمیشہ پیس بدلے رہتے ہیں اور اس فن میں وہ استاد کامل ہوتے ہیں اُنکا طریقہ یہ ہے کہ وہ ایسے مسافروں کے ساتھ لگ لگاتے ہیں جنکے پاس کچھ مال و متاع سمجھتے ہیں اور اُنکو بار بار بنا کر اُسوقت تک ہمراہ رکھتے ہیں کہ کوئی بیہوش کرنے والی بوٹھی کھلا دینے یا پھانسی ڈالکر مار ڈالنے کا موقع نہاتے لگتا ہی حاصل کلام یہ کہ وہ مسافر کو ایسے سفر سے مارتے ہیں کہ خطرہ بھر خون نہیں بہتا اور اس تدبیر سے کہیں دانتے ہیں کہ اُسپر کوئی مصیبت گذرنے کا شہہ ایک مدت دراز کے بعد ہوتا ہی ٹھگ بھوانی سے مدت مانگا کرتے ہیں اور اُسکی منت مانگتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے ہاتھ لگیا اُسکا اسقدر حصہ تیری نذر کرینگے مذہب اور مصیبت کی آمیزش ایک خاص بات ہی لیکن اُسکی مثل وہ قول و قسم ہوتے ہیں جو بھری قزاق مدونا کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور مسلمان ٹھگ جو کثرت سے ہوتے ہیں شیطان کے ساتھ معاہدے کرتے ہیں جنپر ایام جہالت میں اعتقاد کیا جاتا تھا *

اسبات کا بیان کرنا کچھ ضرور نہیں کہ چور قوموں کی نسل جو ایک مدت سے چلی آئی ہی اُنکی قدامت کے سبب سے باقی اور لوگ ہندوستان کے اُنکو اسبات کا مستحق نہیں سمجھتے کہ اُنکے ساتھ ہمدردی کیجاوے اور دنیا و آخرت میں اُنکو سزا کا سزاوار جانتے ہیں جس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ان باقی اہل ہند کے ابا و احدا نہایت نیک قوموں میں سے تھی *

اچورہ دار چوکیدار یا نگہبان یا جو ہمراہ لیاہئے جاتے ہیں وہ علی العدم

انہیں چوروں میں سے ہوتے ہیں مگر نہایت وفادار اور کام کے ہوتے ہیں صرف اُنکے ساتھ میں رہنے سے اُنکی ہمنوم چوروں سے اور اُنکے ہنر و چالاکی سے غہر قوم کے چوروں سے امن ملتی ہی گنجرات میں اس قسم کی ایک قوم مشہور ہی جو پاؤں کے نشان سے چوروں کا کھوج لگاتی ہی ایک خشک ملک میں ہر دیکھنی والی کو پاؤں کا نشان بہت کم نظر آویگا مگر اُس قوم کا آدمی اُسی سے تمام علامتیں پاؤں کی اُس نشان سے ایسی معلوم کر لیتا ہی کہ اُس کے ذریعہ سے فوراً اُس شخص کو پہچان لیتا ہی اور پاؤں کے کھوج پر استدر دوری تک چور کا تعاقب کرتا ہی کہ قیاس سے باہر ہی + *

بھاتوں اور چرنوں کا بیان

دوسری خصوصیت یہہ ہی کہ ایک قوم ایسی معلوم ہوتی ہی کہ مال کی حفاظت کرنا بالکل اُسی کا ذمہ ہی یہہ لوگ مغربی ہندوستان کے بھات اور چرن ہیں جنکی آؤ بھکت راجپوتوں کی قوم میں بطور مستغفروں اور قاصدوں کے ہوتی ہی راجپوتانہ میں وہ قائلوں کو پہونچتانی ہیں جنکی حفاظت کچھ اوت مار سے ہی نہیں کرتے بلکہ اُنکے سبب سے وہ مستغفروں سے بھی مستغفرا رہتی ہیں گنجرات کے ملک میں وہ بہت سا سونا چاندی ایسی خطرناک موقعوں میں ہوکر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہونچاتے ہیں کہ نہایت مستحکم پہرہ والی سپاہیوں کے

+ اس قوم کے ایک آدمی کو ایک چور کے کھوج لگانے پر مقرر کیا گیا جو مقام کیرا کی پلٹن کے مسکوت کی رکابیاں چورا کر لیکیا تھا اُسنے اُسکے قدم کے نشان سے احمدآباد کے دروازہ تک جو بارہ میل کے فاصلہ پر تھا کھوج لگایا مگر شہر کے اندر لوگوں کی کثرت سے آمد و رفت کے باعث سے وہ نشان کم کیا آخر کار دوسرے دروازہ پر پہونچکر پھر اُسکے پاؤں کا نشان اُسنے پہچان لیا اور بہت دور تک جانے کے بعد چور کے ایک دریا کے پار ہونے کے سبب سے پھر دربارہ اُسکو دقت ہوئی مگر بہت سی تلاش سے پھر اُسنے پاؤں کے نشان کا پتا لگایا اور بیس یا تیس میل کے درجے دھوپ کے بعد چور کو اُسنے پکڑا اور مال مسروقہ حاصل کیا

ساتھ بھی استدر زر خطیر کا پہونچنا دشوار ہی اور سردار لوگ جو آپس میں بانگ گورنمنٹ کے ساتھ بھی جو کچھ معاملے کرتے ہیں ان سب کے وہی ذمہ دار ہوتے ہیں *

انکو یہ قوت اور اعتبار جو حاصل ہی وہ انکی نہایت ثابت قدم اور پختہ کار اور نیک نیت صالح اور پڑھیزگار بہمت ہونے کے سبب سے ہی چنانچہ جو شخص انہیں سے کچھ خزانہ لیجانا ہو اور اُسکے پاس کوئی چور بد معاش بدنیتی سے آئے تو وہ اُس سے کہتا ہی کہ میں نراگا کرڈالونگا (یعنی اپنی جان کھودونگا) اور اگر کسی معاملہ کے پورا کرنے میں کوئی کچھ تساہل کرتا ہی تو وہ بھی دھمکی دیکر پورا کرانا ہی اور اگر اُسکی دھمکی پر التفات نہیں کیا جاتا تو وہ تلوار لیکر اپنے جسم کو چابچا سے زخمی کرنے لگتا ہی اور اسور بھی اگر کوئی کچھ خیال نہیں کرتا تو وہ اپنے دل میں سے تلوار وارہار کر لیتا ہی یا پہلے اپنے بچہ کا سرکات ڈالتا ہی یا جب کسی معاملہ میں کئی ذمہ دار ہوتے ہیں تو انہیں سے اسلیئے کہ سب سے پہلے کسکو مرنا چاہیئے قرعہ قائل لیتی ہیں ان باتوں کی بدنامی اور بھات کا خون اپنے سر پر لینی کے خوف سے نہایت بد ذات اور سرکش لوگ بھی سیدھے ہو جاتے ہیں بھاتوں کی وفاداری ضرب المثل ہی وہ اُس فخر کے قائم رکھنے کے لیئے جو بھاتوں کی قوم کو حاصل ہی اپنی جان کھودینے میں ہرگز دریغ نہیں کرتے † *

اس قسم کی وہ رسم بھی ہی جسمیں برہمن ایک تلوار یا زہر لیکر کسی کے دروازہ پر دھنا دیتے ہیں اور دھمکتے ہیں کہ اگر مالک مکان ہمارے مطالبوں کے پورا کرنے سے پہلے ان کھائیگا ہم اپنی جان گنوائیں گی قرض خواہ بھی اسی طرح سے دھنا دیتی ہیں مگر خود کشی سے نہیں دھمکتے وہ اپنے قرض دار کو قرض ادا کرنے تک کھانا نکھانے کے لیئے عزم

† ڈاک صاحب کی کتاب تاریخ راجستان اور مالکوم صاحب کی تاریخ وسط ہند

کی قسم دیتی ہیں اور آب و دانہ باہر سے گھر میں نہیں جانے دیتے اور جیتک اُسکو نہیں کھانے دیتے آپ بھی نہیں کھاتے اس قسم کا چہرہ راجاؤں پر بھی ہوتا ہی اور اُسکا تدارک زور اور زبردستی سے نہیں کیا جاتا یہ وہ طریقہ ہی جو عموماً فوج اپنی تنخواہ وصول کرنے کے لیے بخشی یا وزیر یا خود راجہ کے ساتھ برتا کرتی ہی *

دوستی نبھانے اور وقت پر ایک دوسرے کے کام آنے کی قسم عہد کرنے کے لیے کچھ رسمیں ٹھہری ہوئی ہیں اگرچہ اس قسم کی دوستی کچھ ہندوؤں ہی کے ساتھ مخصوص نہیں اور ایسے لوگوں میں بھی جو کچھ بڑے ایماندار نہیں ہوتی قسم کا توڑنا بدنامی سمجھا جاتا ہی + *

پہاڑیوں اور جنگلی قوموں کا بیان

وسط ہند کے پہاڑ اور جنگل ایسی قوموں سے آباد ہیں جو دیس کے بسنے والی قوموں سے مختلف ہیں وہ پستقد اور سیاہ فام دہلے پتلے مکر چالاک ہوتے ہیں اور خط و خال میں تفاوت ہوتا ہی انکی آنکھ، بھارت میں زیادہ اور شوخ ہوتی ہی کئی کئی کھڑے پہنتے اور تیر و کمان سے مسلح رہتے اور کھلے خزانہ لوٹ مار کرتے ہیں اور اگر ملک میں حکومت قوی نہ ہو تو ہمیشہ ہمسایوں سے لڑائی چھڑکا رکھتے ہیں جب انپر حملہ ہوتا ہی تو اپنی حفاظت کی تدبیر نہایت چالاکي سے کرکے پہاڑیوں اور چھوڑوں میں سے ایسے قہب سے کھڑے ہوکر تیر مارتے ہیں کہ اگر اُن مرتعوں پر انپر حملہ کیا جاوے تو چپکے ہی سے ایسے سٹک جاویں کہ کسی کو نظر تک نہ آویں *

وہ چھوڑوں میں ایدھر اودھر پھیلی ہوئے رہتے ہیں اور بعضے وقت ایسے چھوڑوں میں رہا کرتے ہیں کہ جہاں چاہیں اُنکو لیٹے پھریں اور اپنے سرداروں کو بہت بڑا اختیار دیتے ہیں وہ اپنی ناقص کاشت کی

+ کسیقدر حصہ اس رسم کا یہہ ہی کہ ایک بیل یا سیب کے در حصے کرکے

معاہدہ کرنے والی آپس میں تقسیم کر لیتی ہیں اور اس رسم کا نام بیل بھندر ہی

پیداوار اور اُس آمدنی پر جو اُنکو میدانوں سے یا لوت کھسوت سے حاصل ہوتی ہی اوقات بسر کرتے ہیں کبھی کبھی شکار بھی کھیلتی ہیں مگر اُسکو اپنی وجہ معاش نہیں ٹھہراتے ملک کے بہت سے حصوں میں مردے کے پھول اُنکی غذا ہوتے ہیں *

گلارہ ہندوؤں کے ایک دو دیوتوں کے اُنکے نزدیک اور بہت سے خاص خاص دیوتے ہوتے ہیں جو عذاب اور نعمتیں بخشتے ہیں اور ایک دیوتا جو چپچک کا مختار سمجھا جاتا ہی اکثر مقاموں میں اُسکا حد سے زیادہ خوف کیا جاتا ہی *

وہ بوندوں کی قربانی کرتے ہیں اور شراب وغیرہ دیوتوں کو چڑھاتے ہیں اُنکے رہنما جادوگر ہوتے ہیں پوجاری نہیں ہوتے مردوں کو جلاتے نہیں دفناتے ہیں شادیوں اور بچوں کے پیدا ہونے اور تہہیز و تکفین میں کچھ کچھ رسمیں کرتے ہیں شراب کے نشہ سے بہت سی رغبت رکھتے ہیں اور اکثر بیل مار کر کھاتے ہیں یہ لوگ کثرت سے ہندو چل کے سلسلہ میں جو شرقاً غرباً گنگا سے گجرات تک پھیلا ہوا ہی اور جنگل کے اُس بڑے خطہ میں جو جنوباً شمالاً الہ آباد کے قرب و جوار سے مسئلے پانم کے خطہ عرض تک چلا گیا ہی اور کہیں کہیں سے اُسکا شعبہ نکلا کر راس کباری تک پہونچا ہی آباد ہیں بعض مقاموں میں اِس جنگل کا سلسلہ زراعت کے سبب سے توت گیا ہی اور اُن میدانوں میں جو لوگ رھتے ہیں وہ گائوں کے چوکیدار اور شکاری اور سوداگر اور اور پیشہور جو وہاں کے قابل ہیں ہوتے ہیں چند مقاموں میں اچھا صاف اور ہموار ملک اُنکے ظلم اور غارتگری سے جنگل بن گیا ہی اور آبادیوں کے کھنڈر اور کھڑے صحرائی نچانوروں کی چولانگاہ ہوگئی ہیں *

جو باتیں اِن جنگلی قوموں کے مشابہت کی بیان ہوئیں اُنسے ہماری سمجھ میں یہ بات آتی ہی کہ یہ سب کی سب قومیں ایک بڑی قوم ہی لیکن خاص خاص باتوں میں وہ مختلف ہیں اور علیحدہ علیحدہ

نام اُن قوموں کے ہیں اِس لیے جو قومیں اپنی اپنی زبان جدا جدا رکھتی ہیں اُنکی زبانوں کے مقابلہ کرنے سے اُنکے ایک ہولے کا تصفیہ ہو سکتا ہی *

یہ لوگ ہاگل پور میں پہاڑی کہلاتے ہیں اور بنکالہ اور بہار کے مغربی ملک کے بہت بڑے جنگلی خطہ میں جو کثرت سے آباد ہیں وہ کول کہلاتے ہیں اور بندھیاچل کے سلسلہ میں سرزا پور کے قریب تک پھیلتے چلے جاتے ہیں اور بندھیاچل کے سلسلہ میں سے اُس حصہ کے جو اِس جنگل کے قریب ہی اور بڑے جنگل کے بیچ میں کے گونڈ کہلاتے ہیں اور اِس سے بھی آگے مغرب کیطرف بندھیاچل کے سلسلہ میں وہ پھیل مشہور ہیں اور تمام مغربی پہاڑوں میں وہ کلی کہلاتے ہیں یہ نام غالباً کسیقدر ملک بہار کے کول سے تعلق رکھتا ہی اور کولاری سے بھی کسیقدر متعلق ہونا ممکن ہی جو ہندوستان کے خاص جنوب میں اِس قسم کے لرگ ہوتے ہیں کلی گجرات کے پہاڑوں اور جنگلوں میں مغرب کیطرف کو ریگستان تک پھیلے ہوئے ہیں اور جنوب میں وہ کسیقدر مغربی گھات کے سلسلہ میں بھی موجود ہیں *

ملک کے اور حصوں میں یہ مختلف ناموں سے مشہور ہیں لیکن مذکورہ بالا قومیں نہایت کثرت سے پائی جاتی ہیں *

قدیم زمانہ کی اُنکی تاریخ تحقیق نہیں ہی جب دکھن پر ہندوؤں نے حملہ کیا تھا تو وہ اُس زمانہ میں بھی دکھن میں ایسے ہی تھے جیسے کہ اب موجود ہیں غالباً اُنہیں سے چند قوموں نے رامچندر جی کا بھی ساتھ دیا ہوگا جو لغو اور قصہ کہانیوں کی آمیزش سے ہندوؤں کی فوج مشہور ہو گئے ہیں *

دکھن اُس زمانہ میں بالکل جنگل تھا اور یہ جنگلی قومیں اُسکے اُن حصوں میں باقی ہیں جو ابھی تک زیر کاشت نہیں آئے وہ بڑا خطہ جنگل کاجسکو گونڈرانہ کہتے ہیں جو ہزار اور کتک کے درمیان میں ہی اور

اُسے کہیں کہیں مزرعہ زمینوں کے ٹکڑے پائے جاتے ہیں اُس سے دکھن کی ابتدائی حالت اور اُسکے بتدریج آباد ہونے کا حال صاف ظاہر ہو جاتا ہے *

ہندوستان میں شاید یہ قومیں اُس قوم کا غیر مطیع حصہ ہوں جس میں سے خادم قوم قائم ہوئی یا اگر یہ بات سچ ہی کہ ہندوستان میں یہی اُنکی زبان میں نامول زبان کی آمیزش ہی تو یہ بات ممکن ہے کہ وہ ایسی کسی قوم کی باقیات میں سے ہوں جو اُس قوم سے پہلے ہندوستان میں آباد ہو گئی جسکو ہندوؤں نے قتل کیا ہے *

شمال و مشرقی پہاڑوں اور ہمالیہ کے نیچے کے شعبوں میں اور قومیں ہیں لیکن یہ مذکورہ بالا قوموں سے بہت مختلف ہیں اور اُنکے خط و خال اور صورت اُن قوموں سے ملتی جلتی ہی جو اُنکے اور چہن کے درمیان میں بستے ہیں *

یونانیوں نے پہاڑی قوموں کا کوئی علیحدہ بیان نہیں کیا مگر پانینی مورخ نے کئی جگہ اُنکا ذکر کیا ہے *

ہندوؤں کی خصلت کا بیان

ہندوؤں کی خصلت پر رائے دینے کی واسطے جسقدر موقع درکار ہے اُس سے اُن انگریزوں کو کم ہاتھ لگتا ہے جو ہندوستان میں آکر رہتے ہیں انکلسٹان میں بھی تھوڑے ہی سے آدمی ایسے ہیں جو اپنی قوم کے علاوہ اور قوموں کا بہت سا حال جانتے ہیں اور وہ اُنکو ایسے اخباروں وغیرہ کے ذریعہ سے معلوم ہوتا ہے جنکی مثل ہندوستان میں مشہور نہیں ہوتے اور بخود ہندوستان کے اندر بھی مذہب و اطوار کے باعث سے ہندوستانوں سے انگریز بخوبی واقف نہیں ہو سکتے کیونکہ اُنکے آپس میں مذہب وغیرہ کے سبب سے چند ہی معاملے پڑتے ہیں اور رابر کو آزادی نہیں ہوتی ملک کے اندرونی حصوں کے خاندانوں کا حال بجز روبرت کے وسیلہ کے اور کسی طرح سمجھو معلوم نہیں ہو سکتا اور زندگی کی اور پیشمار

واقعوں میں جنسے اچھی خصلت کے بہت سے آثار ظاہر ہوتے ہیں
شرکت نصیب نہیں ہوتی *

مختلف مذہب کے پادری اور جج اور پولس کے رجسٹریٹ متحاصل
یا پرمیت کے افسر بلکہ ایلچی بھی ایک قوم کے نہایت نیک آدمیوں
بلکہ کسی قسم کے آدمیوں سے اُس وقت تک واقف نہیں ہوتے جب تک کہ
شوق یا کسی ذاتی غرض سے انکی طرف مائل نہوں جو کچھ ہم اور
قوم کے لوگوں کا حال دیکھتے ہیں اُس پر اپنے اندازہ سے رائے لگاتے ہیں اور
یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ جو آدمی بچوں کی طرح ذرا ذرا سی بات
میں روئے دیتا ہی وہ بڑے موقعوں پر جرأت و ہمت سے کام کرنے یا
تکلیف اڑھانے کے قابل نہوگا اور یہ کہ جو شخص اپنے آپ کو چھوٹا
کہواتا ہی اُسکو کسی ذلیل کام سے شرم نہوگی ہمارے مورخ زمانہ اور
مکان کے تفاوت کو بھی گتہ مت کر دیتے ہیں چنانچہ وہ بنگالی اور مرہٹوں
کی خصلت ایک ہی بتاتے ہیں اور آجکل کے لوگوں کو مہابھارت کے
دلوروں کی خطاؤں کا ملزم ٹھراتے ہیں بہت سی مخالف دلیلوں کے جواب
میں یہ کہہ جاسکتا ہی کہ جو لوگ ہندوستانیوں کے حالات کی تحقیقات
میں مدتوں تک رہے ہیں انکی رائے انکے معاملات میں ہمیشہ مناسب
ہوتی ہی لیکن یہ بات کچھ ہندوؤں ہی سے مخصوص نہیں بلکہ تمام
انسانوں پر صادق آتی ہی کیونکہ ہر قوم کا ایسا ہی حال ہوتا ہی انکی
نسبت یہ کہنا زیادہ تر مناسب ہی کہ جتنے انگریز ہندوستان سے کنارہ
کر کے انگلستان میں گئے وہ اُن لوگوں کو جنسے جدا ہو کر گئے ہیں اُن
قوموں کے ساتھ مقابلہ کرنے کے بعد جنکی غایت درجہ کی تعریف ہوتی
ہی انہیں کو بہتر سمجھتے ہیں *

اِن باتوں سے یہ لازم آنا چاہیئے کہ جب کبھی انکی نسبت ہمارے دل
میں کچھ بڑے خیال پیدا ہوں ہم انکی طرف توجہ نہ کریں لیکن اِس
حقیقت سے ہم غافل نہیں ہو سکتے کہ ہندوؤں کی خصلت میں

فی الحقیقت چند نقصان بڑے بڑے ہیں اور ان نقصانوں کا اصل باعث اخلاقی اسباب ہیں لیکن کمیّت و سبب اُنکا اُنکے جسم کی ترکیب اور زمین اور آب و ہوا ہی *

بلاشبہ، چند نسلیں بہ نسبت بعض نسلوں کے زور و قوت میں کم ہیں اور اگر وہ ضعیف کرنے والی آب و ہوا میں اُنکو رکھا جاوے تو سب کی سب کمزور ہوسکتی ہیں *

صرف حرارت ہی کمزور نہیں کرسکتی اگر حرارت ایسی ہو جس سے بچنا ممکن نہ ہو تو طبیعت میں اُسکی برداشت کرنے کی قوت اُسیطرح کی پیدا ہو جاتی ہی جیسے کہ شمالی قطبوں کی سردی گوارا کرنے کی عادت ہو جاتی ہی اور اگر شوریّت کو زیادہ کردیا جاوے اور متفرق قوموں میں سخت سخت کے نتیجوں کے حاصل کرنے پر کوشش کیجاوے تو اہل عرب کی سی عقل رسا اور قوی طبیعت حاصل ہو جاوے *

مگر ہندوستان میں گرم آب و ہوا کے ساتھ میں بار اور زمیں موجود ہی جسکے سبب سے لوگوں کو سخت سخت نہیں اوتھانی ہوتی اور کثرت سے زمیں ہڑی ہونے سے اگر باشندوں کی تعداد حد سے تجاوز کر جاوے تب بھی اُنکی پرورش ہوسکتی ہی اور گرمی کثرت سے سایہ دار درختوں اور ہرے بھرے جنگلوں کے ہونے اور مینہ برسنے کے سبب سے معتدل ہو جاتی ہی غرض کہ ہر شی سے وہ افسردہ دلی اور سستی پیدا ہوتی ہی جس سے غیر ملکوں کے لوگ مشکل سے محفوظ رہتی ہیں یہہ قیاس ہمارا اُن مختلف خصالتوں سے جو ہندوستان کے مختلف حصوں میں پائی جاتی ہیں مستحکم ہوتا ہے چنانچہ شمال میں خشک ملکونکے رہنے والے جہاں موسم سرما میں سردی ہوتی ہی تو ملکوں کے باشندوں کی نسبت جوانمرد اور چست چالاک ہوتے ہیں اور مرہٹے اور جو لوگ کوہستان اور غیر بارآور ملک میں بستی ہیں سخت سخت ہوتے ہیں برخلاف اسکے بنگالی اپنے ملک کی مرطوب آب و ہوا اور سال میں دو بار دھانوں کی

فصل حاصل ہونے اور ناریل کے درختوں اور بالعموم سے بغیر گھونے اور
 واندنے کے تعمیر کا سامان بہم پہنچ جانے کے سبب سے ہندوستان کی تمام
 قوموں کی نسبت حد سے زیادہ آرام طلب اور کمزور ہونے میں اگرچہ آرام
 طلبی مختل کی عادت یا کبھی کبھی سخت محنت گوارا کر لینے کو بالکل
 معذور نہیں کر دیتے مگر اسکو تمام قوم کی صفت سمجھنا چاہیے اور انکی
 کھلی کے ساتھ لگی ہوئی انکی ہز دلی ہی جو بسبب ہونے جرات کے
 نہیں بلکہ مصیبت اور مشکلوں میں پہنچانے کے اندیشہ سے ہی انہی دو
 اصلی برائیوں سے اور برائیاں بھی پیدا ہوتی ہیں اور خود کھلی اور ہزدلی
 کا مخرج یہ نہایت خود مختاری اور جہالت بغیر کسی قدرتی وجہ کے
 سمجھنی ممکن ہی لیکن یہی سبب اگر کافی دافعی ہوتے تو الکا اہل
 چین اور آری جو نہایت محنتی ہوتے ہیں اور روسیوں پر جو حد سے
 زیادہ مستقل مزاج ہوتے ہیں ضرور ایسا ہی اثر ہوتا ہندوؤں کی نسبت
 جملہ وہ سبب ہیں ویسی ہی نتیجے ہیں *

ہندوؤں میں نہایت سخت برائی دروغ گوئی ہی جسمیں وہ مشرق
 کے بھی اور قوموں سے بہت سخت لکھے ہیں انہو اگر جھوٹ کا اتہام بھی
 لگایا جازے تب بھی غصہ نہیں آتا جو شخص ایسی بات پر جس سے
 اُسکے نزدیک اُسکی عزت میں ذرا بھی ہتہ لگتا ہی خوں بہانے کو موجود
 ہوتا ہی وہ جھوٹ کا الزام لگانے سے نرمی کے ساتھ یہ جواب دیتا ہی
 کہ مجھکو جھوٹ بولنے سے کیا حاصل تھا *

حلف دروغی جو ایک اعلیٰ درجہ کا جھوٹ ہی اور جرموں کے
 ساتھ اُسکا ہونا ضرور ہی (اگرچہ ایشیا کی اور ملکوں کی نسبت کچھ
 زیادہ نہیں ہوتی) اور جو لوگ گذرے ہوئی باتوں پر بہت تھوڑی توجہ
 کرتے ہیں انکی آئندہ کے وعدوں پر بھروسہ نہیں ہو سکتا کہ وہ اُنکو پورا ہی
 کریں گی باہمی معاملات میں عہد شکنیاں انگلستان کے بہ نسبت ہندوستان
 میں بہت زیادہ ہوتی ہیں لیکن اکثر اُنہی ایفاد وعدہ کے پابندی ہوتے ہیں *

گورنمنٹ سے جو لوگ علاقہ رکھتے ہیں انہیں فریب عام ہی اور ہندوستان میں لوگوں کے ساتھ گورنمنٹ کے تعلق کا سلسلہ دور تک پہنچا ہوا ہے کیونکہ زمین کے معاملہ کے باعث سے ادنیٰ کانوں والا بھی جبر و تعدی کو فریب سے نالئی پر مجبور ہوتا ہے *

بعض صورتوں میں گورنمنٹ کی خطائیں متخالف اثر پیدا کرتی ہیں چنانچہ ساہوکار اور سوداگر اپنے مہد و پیمان کی سخت احتیاط کرتے ہیں کیونکہ وہ اگر ایسا نہ کریں تو ایک ایسے ملک میں جہاں دادرسی کا حال بہتر ہی تجارت قائم نہیں رہ سکتی *

ہندوؤں کی طبیعت سازش اور فریب سے جب کبھی اُنکو اُسکی ضرورت پیش آئی غیر مناسب نہیں ہے چنانچہ استقلال اور تحمل اور عاجزی اور دیباچی سے اُس شخص کے اندیوں کو دریافت کر لیتے ہیں جس کے ساتھ معاملہ ہوتا ہے اور اُسکے مزاج کی کیفیت معلوم کرتے رہتے ہیں اُسکی طبیعت کو ٹھنڈا یا ہوانکھٹہ کر کے غرض جو کچھ مقتضائے وقت ہوتا ہے اُسکے بموجب عمل کر کے اپنا کام نکالتے ہیں اور در پردہ فطرتیں کر کے ہر ایسے شخص سے بھی جو اُنکی مطلوبوں کے دورا ہونے سے رضامند نہیں ہوتا اپنی استعانت کرا لیتے ہیں لیکن اُنکی سازشوں میں ایسی جرات اور غایت درجہ کی معصیت نہیں ہوتی جیسی کہ ایشیا کی اور قوموں میں بلکہ ہندوستان کے مسلمانوں کی سازشوں میں ہوتی ہے حالانکہ ہندوستان کے مسلمانوں کی سازشوں میں ہندوؤں میں رہنے سہنے سے گونہ نرمی بھی آگئی ہے *

اُنکا بد اخلاق ہونا غالباً اُنکی گورنمنٹ کے قصور سے ہے چنانچہ ایک امر خیر میں بھی رشوت لینا قابل تعزیت کے سمجھا جاتا ہے اور برے معاملوں میں رشوت لینا ایک جرم قابل عذو کے خیال کیا جاتا ہے روپیہ پیسے کے معاملہ میں فریب کرنا کچھ بہت بدنامی کی بات نہیں سمجھا جاتا اور اگر سوکار کے ساتھ کیا جاوے تب تو اُس میں ذرا بھی ہوائی خیال

نہیں کی جانی *

اُن میں خوشامد اور منت سماجت کرنے کی عادت کا ہونا بھی ہم گورنمنٹ کے سلب سے سمجھتی ہیں زبان کی راستگی اور درستگی کے واسطے جو قومیں عاجز و انکسار کے الفاظ کا استعمال کرتے ہیں اُن سے قطع نظر کر کے بھی دیکھا جاوے تو اُن میں چاہلوسی کا سخت عیب ہی اور اُنکی منت سماجت اُنکی حاکموں کے تلون مزاجی کے سبب سے ہی چنانچہ وہ حاکم کے کسی حکم کو قطعی نہیں سمجھتے اور اپنے مقدمہ کی پوری سے اسوقت تک درگزر نہیں کرتے جب تک کہ اُنکو اپنی مختلف تدبیروں یا حالات کی تبدیلی یا حاکم کی تنگ آکر اُنکی درخواست منظور کر لینے کے خیال سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی امید قطع نہیں ہو جاتی *

ہندو ایسے لوگوں کی طرح جو لڑائی جھگڑے دنکہ فساد میں ہاتھ پاؤں نہیں ہلاتے گولی بچاتے ہیں نالشیں اور فریادیں کرنے کو موجود ہو جاتے ہیں ذرا ذرا سی بات پر نالش کرتے ہیں خانہ جنگی کے بدلے اور گالی گلوچ تھکا فٹ پھٹتی کے عادی ہوتے ہیں وہ نالش کی پوری اپنے بالکل برباد ہو جانے تک کیئے جاتے ہیں اور اپنے معمولی چال چلن کے برخلاف بعض موقعوں پر ایسی شورش مچاتے ہیں کہ جو شخص اُنکی اصل عادت سے واقف نہ ہو وہ یہ سمجھے کہ اب چوتھی پیزار لڑائی تلوار پر تربت آئی ہے *

فلاح عام کے کاموں کی ہمت ہندوؤں میں اُنکی برادری یا اُنکی بستی ہی پر منحصر ہوتی ہے چنانچہ انہیں دونوں موقعوں پر بہت زور شور سے ظہور میں آتی ہے یا اگر اُنکی وہ ہمت کچھ آگے قدم بڑھاتی ہے تو سرکاری عہدہ داروں کی حکومت تک آتی ہے یعنی اُنکی حکومت ہی کو مدد پہنچاتی ہے اور طبیعت کا عام جوش بعضے وقت ایسی لڑائی

میں اُنسے ظاہر ہوتا ہی جو مذہب سے کچھ علائقہ رکھتی ہوتی ہی لیکن وفاداری میں ثابت قدم نہیں ہوتے کیونکہ ایک شخص رعایا میں سے جس مستعدی اور سرگرمی سے اپنے اصل راجہ کی کار و خدمت کرتا ہی اسی طرح اُسکے دشمن کی خدمت اور اطاعت قبول کر لیتا ہی اور اپنے وطن کی محبت نبھانے کے بجائے نمک کا زیادہ خہال کرتا ہی *

اگرچہ ہندو حسب بیان مذکورہ اخلاق کے بڑے بڑے قاعدے توڑتے ہیں مگر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ اُنکے ہاں اُسکے اصول قائم نہیں ہیں بجز اُن باتوں کے جنکا ذکر ہوا اور سب اخلاقی باتوں کا لحاظ و پاس کرتے ہیں اور بعض قاعدوں کے جو اُنکی رائے میں بڑی قدر و منزلت رکھتے ہیں ہر ایسی ترغیب کے برخلاف جسکے سبب سے اُنہیں خال آوے پابند رہتے ہیں چنانچہ ایک برہمن ایسی چیز کے کھانے کی بجائے جو ممنوع ہی فاقہ سے مرجانا قبول کریگا اور ایک کانوں کا پدھان ایسے روپیہ کے وصول کرا دینے کے بجائے جو کوئی ظالم حاکم یا قزاق کانوں پر قالے ہو قسم کی ایذا سہما گوارا کرتا ہی اور ایسے ملازم کو جو حساب کتاب میں اپنے اُٹا کو دھوکہ فریب دیتا رہتا ہی روپیہ پیسہ بلا لحاظ تعداد کے سپرد ہوتا رہتا ہی ہذا اخلاقی کے معاملات میں بھی بہت کم ایسا ہوتا ہی کہ ایک شخص بجائے اِس بات کے کہ خود سزا گوارا کرے اُس شخص کو بقا دے جسکو رشوت دی ہو *

بڑا نقصان ہندوؤں میں جرأت اور دلیری کا نہ ہونا ہی اور اُنکی غلامانہ طبیعت اور اندھا دھونڈھی کے ساتھ باطل اعتقادی اور خیالی گروہ دیوتوں کا اور حکمت کی باریکیاں اور ذہانی امتیاز اور اُنکے نظام کی افسردہ نزاکت اور اُنکا زنانہ پس فطرت اور سستی کی رغبت اور عاجزانہ طبیعت اور انقلابوں سے خائف ہونا اور دغلانہ کہانیوں کا مذاق اور معقول تاریخ سے تغافل طبیعت اور عقل کی عمدہ اور شایستہ اوصاف کے نہ ہونے کی دلیل

ہی *

اگرچہ یہ ملامت ہندوؤں کے تمام قوم پر جبکہ اُسکا غیر قوموں سے مقابلہ کیا جاوے تو صادق آتی ہی مگر اُسکے ہر ایک گروہ بلکہ کسی خاص گروہ کی کسی زمانہ کی حالت سے یہ سب باتیں منسوب نہیں ہوتیں چنانچہ سختی اُنسی چفاکش اور صاحب استقلال ہوتے ہیں اور اور گروہ بھی جب کہ کسی معاملہ سے بڑی غرض رکھتے ہوں بلکہ بعضے وقت صرف کھیل تماشہ میں ہی مدتوں تک بڑی بڑی سختیاں سہتے ہیں * ہندوؤں کی قوم ایسی نہیں ہی جو سخت حملوں کے سہارنے کی عادی ہو اور اِس سے بھی کم ایسی لڑائی کو گوارا کرتی ہی جسمیں مصیبت پر مصیبت اور دلشکنی ایک مدت تک سہنی پڑے مگر باوجود اِن باتوں کے بعض وقت اُنسے ایسی جرأت اور شجاعت ظاہر ہوتی ہی کہ نہایت سخت لڑاکا قومیں بھی اُنسے سہمت نہیں لیجائیں مذہب یا عزت کے ذرا سے خیال پر بھی ہمیشہ اپنی جان کو دیتے ہیں چنانچہ ہندو سپاہی جو انگریزوں کے نوکر ہوں دو لڑائیوں میں گوروں کی فوج کے شکست کھانے کے بعد آگے کو بڑھ اور انہیں سے ایک لڑائی میں اُنکا فراسیسوں سے مقابلہ ہوا اِسی اپنی تاریخ میں آگے ایسی مثالیں میں نے لکھی ہیں جنہیں ہندو سپاہی گروہ کے گروہ دیدہ و دانستہ موت کے منہ میں دروز دروز کر جاتے تھے اور باہمی معاملات میں بھی اگر اُنہیں سے کسیکو یہ یقین ہو جاتا ہی کہ میری عزت میں کچھ ہتہ لگ گیا تو اپنی جان کو دینے میں دریغ نہیں کرتا *

اسمیں شک نہیں کہ اُنکا موت کو بے حقیقت سمجھنا اُنکے اُس بزدلی کے ساتھ میں جو ذرا ذرا سے معاملوں میں اُنسے ظاہر ہوتی ہی ایک عجیب بات ہی ایک ادنیٰ سے ادنیٰ ہندو اُس سختی اور مصیبت کو جو اُسکے سر سے تل نہیں سکتی ایسی بے پروائی سے سہتا ہی کہ اہل یورپ حیوان سمجھتے ہیں اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اچھی طرح ہنسنا بولتا ہی اور بغیر اِس بات کے کہ اُسکے حواس اور عادت میں کسی طرح کا کچھ فرق آوے موت کا منتظر رہتا ہی *

ہندوؤں کی خصالت کا نہایت خالص نمونہ بغیر اُن عیسویوں کے جو اب اُس میں ہو گئے ہیں معہ اُسکی خصوصیتوں کے راجپوتوں اور اور سپاہی فوجوں میں جو اُن ملکوں میں بستے ہیں جن میں گنگا بہتی تھی اور اُن میں سے سرکار انگریزی میں سپاہی بھرتی ہوتے ہیں پایا جاتا ہے غالباً انہیں لوگوں سے ہمکنار ہندوؤں کی اولاد ہی اور اعلیٰ درجہ کی شجاعت اور بڑی جاں نثاری کی حقیقت معلوم ہوتی ہے انہیں باتوں کے ساتھ چال چلن کی شایستگی اور رحم دلی اور طمانانہ کھلاڑی ہونے اور بچپن کی سی سادگی عجیب ذہنگ سے ہائی جاتی ہیں *

کانوں والے ہر جگہ کم آزار اور ہر دل عزیز ہوتے ہیں اور اپنے نخلاندوں پر شفیق اور ہمسایوں پر مہربان اور بجز گورنمنٹ کے سب کے ساتھ دیانت دار اور ہارفا ہوتے ہیں *

اور شہر کے لوگ ایسی خصالت رکھتے ہیں جسمیں بھلائی برائی دونوں ملی جلی ہوتی ہیں لیکن وہ سکون و وقار اور انتظام کے ساتھ رہتے ہیں شور و غل دنگہ فساد سے عام امن و آسائش میں اور خانگی چھکڑوں سے اپنے آرام و راحت میں بہت کم خلل ڈالتے ہیں بھر حال اگر ہم اُن لوگوں کو جو گورنمنٹ سے تعلق رکھتے ہیں علیحدہ کر لیں تو شہر کے باقی باشندے ایسے ہی نیک اور شایستہ رہجارینگے جیسے کہ انگلستان کے ہیں البتہ مذہب اور حکومت کے فائدوں میں متوسط درجہ والے انگلستان کے باشندے اُن سے برتر ہیں اور انگلستان کے محنتی فرقہ میں بھی بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کا ثانی ہندوستان کے کسی درجہ کے لوگوں میں نہیں پایا جاتا لیکن برخلاف اسکے ہندوؤں میں کوئی فرقہ ایسا بدکردار اور بد اخلاق نہیں ہے جیسے کہ انگریزوں کے بڑے شہروں میں کی نیچ قوم کے لوگ ہیں اور ایسے لوگوں کے گروہ کے گروہ جو انگلستان میں دغا فریب سے اوقات بسر کرتے ہیں یعنی نٹ کہتے اوچکے دغا باز فرتیہ اور اُن لوگوں میں سے بڑے دل چلے اور بد معاش آدمی جنکی شرارت

سے اعلیٰ درجہ کے خاندانوں سے لیکر عوام الناس تک محفوظ نہیں رہتے
ہندوستان میں تہونڈے نہیں ملتے *

ہندوستان کے بعضے چند مشہور جرم اور تمام ملکوں کے جرموں سے
سختی میں زیادہ ہیں چنانچہ تہوں کے جرموں کا بیان ہو چکا اور ڈاکو
بسیب اپنی بیرحمی کے ایسے ہی قابلِ مذمت کے ہیں جیسے کہ تھگ اپنے
سوچی سمجھی ہوئے دغا بازی کے باعث سے ہیں *

ڈاکہ ایسے گروہ کو کہتے ہیں جو لوٹ مار کرنے کی غرض سے جمع
ہو جاتا ہے وہ لوگ راتیں ایسے گانوں پر اچانک چاہوتے ہیں جسکو کچھ
دھم و گمان بھی اُنکا نہیں ہوتا اور جو لوگ اُنسے بمقابلہ پیش آتے وہ اُنکے
ہاتھ سے ماریجاتے ہیں اور جنکے طرف اُنکا یہ گمان ہوتا ہے کہ اُنہوں نے
دولت چھپائی ہے اُنکو سخت عذاب دیتے ہیں اور صبح کو لوگوں میں
ملجاتے ہیں اور اُنکا ایسا خوف دلونور چھا جاتا ہے کہ پہچاننے کے
بعد بھی بہت کم آدمی اُنہیں الزام لگاتے ہیں یہ جرم بجز اسباب کے کہ
تدارک کا کچھ بڑا خیال نہیں کیا جاتا اور ڈاکو سخت بیرحمیاں کرتے
ہیں اُس جرم سے بالکل مشابہت ہے جو اکثر افریقہ میں کسی زمانہ
میں ہوا کرتا تھا ہندوستان میں اس جرم کا باعث ہندوستانی گورنمنٹ
کی وہ کمزوری ہے جو گذرے ہوئے سو برس کی بد عملی کے سبب سے
ہو گئی تھی اور اب انگریزوں کی قوی سلطنت میں یہ جرم بہت نیست
و نابود ہوتا چلا جاتا ہے تھگ اور ڈاکو جسقدر ہندو ہیں اسیقدر مسلمان
بھی ہیں *

جو ہیبت کہ ایسی سخت ظلمونسے پیدا ہوتی ہے اُس سے اول
تو اُس ملک کے بڑی بد اخلاقی کا خیال آتا ہے جسمیں وہ ظہور میں آتے
ہیں لیکن زیادہ تحقیق کرنے سے وہ خیال دور ہو جاتا ہے چنانچہ
جسقدر ہندوستان میں تھگ اور ڈاکوؤں کے جرموں سمیت ہوتے
ہیں وہ اُن جرموں سے کم ہیں جو انگلستان میں ہوتے ہیں تھگ تو

علتحدہ فرقہ ہوتا ہی اور ڈاکو ایسے شریرو لوگوں کا گروہ ہوتا ہی جو ہمیشہ کے لیے متفق ہو جاتے ہیں اور اورت مار کر کے اپنی زندگی بسر کرتے ہیں لیکن واقعہاً وہ لوگ اس قسم کے خیالات فاسد نہیں رکھتے جنسے جمہور انام کی معیشت میں خلل پڑے متواتر ریوٹوں سے جو ہوس آف کامنز کے اجلاس میں سنہ ۱۸۳۲ ع میں پیش ہوئیں اُنسے ثابت ہوتا ہی کہ چار ہوس کے اندر انگلستان اور ویلز میں جس قدر سخت حکموں کی ہر سال تعمیل ہوئی وہ حکم دو لاکھ تین ہزار آدمیوں میں سے ایک شخص کی نسبت صادر ہوا اور احاطہ بنگالہ کے ضلعوں میں دس لاکھ چار ہزار ایک سو بیاسی آدمیوں میں سے ایک کی نسبت وہ حکم نافذ ہوا + انگلستان میں سوسٹھ ہزار ایکسو تہتر میں سے ایک کے حساب سے زندگی بہتر ہو کر چلا دیا ہوتی اور بنگال احاطہ میں چار لاکھ دو ہزار دس میں سے ایک کے حساب سے چلا دیا ہوتا کیئے گئے *

یہ بات صحیح ہی کہ جتنے مجرم بنگالہ میں گرفتار نہیں ہوتے اُنکی تعداد انگلستان کے اُن مجرموں سے بہت زیادہ ہی جو ہاتھ نہیں آتے مگر اس سے یہ سمجھنا کہ دونوں ملکوں میں سنگین جرموں کی تعداد برابر ہی ہوتی لغو رعایت کرنا ہی *

قتل رشک و حسد یا کسی اور رنجش کے سبب سے یہ نسبت کسی منافع کی توقع کے زیادہ ہوتا ہی اور چوری خاص خاص فرقوں سے مخصوص ہی پس مال و متاع کیطرف سے لوگوں کو کم تر دیا ہوتا ہی چنانچہ ہندوستان میں جو اہل یورپ جاتے ہیں وہ اپنے مکان کا ہر ایک دروازہ کھلا رکھ کر سوتے ہیں اور اُنکا مال و اسباب اسی طرح سے پھیلا پڑا

+ انگلستان میں پھانسی دیئے جانے کے حکموں کی تعداد ایک سال میں ایک ہزار دو سو پچاس تھی جنہیں سے چونسٹھ منظور ہوئی اور اُنکی تعمیل ہوئی اور احاطہ بنگال میں اوسٹھ مجرموں کو حکم پھانسی کا ہوا جو سب منظور ہوئی اور اُنکی تعمیل کی گئی انگلستان کی آبادی ایک کروڑ تیس لاکھ اور بنگالہ کے ضلعوں کی چھ کروڑ ہی

رہتا ہی جس طرح دن میں تسوہ بھی نقصان کی شکایت کا بہت کم موقع ملتا ہی اور ہندوؤں کے ہاں جن لوگوں کے پاس بہت بہت سے نوکر ہوتے ہیں شان و نادر انکی کسی چیز کو قفل میں دیکھنا انکے معمولی برے اعتبار کی کچھ کم دلیل نہیں ہی *

ہندوؤں پر احسانمند نہونے کا اکثر الزام لگایا جاتا ہی لیکن یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ جو لوگ یہ الزام لگاتے ہیں انہوں نے کیا انکے ساتھ بہت کچھ کیا ہی جس سے انکے دلمیں احسانمندی پیدا ہونی لازم آتی جبکہ آقا حقیقت میں مہربان اور دلمسہ متوجہ ہوتے ہیں تو وہ اپنے ہندوستانی نوکروں کی طرف سے بھی ویسا ہی اچھا عوض پاتے ہیں جیسا کہ دنیا میں اور کسی سے ہوسکتا ہی بہت کم ایسے اہل یورپ ہونگے جنہوں نے ہندوؤں کا امتحان بیماری یا مصیبت و خطرہ میں کیا ہو اور انکو ہمدرد اور رفیق نہایا ہو اپنے سرداروں پر انکی جان نثاری ضرب المثل ہی اور اُسکی وجہ جب کہ کوئی تعلق ذات برادری کا نہ ہو تو بجز احسان مندی کے اور کچھ نہیں ہوسکتی ہندوستانی سپاہیوں کی جان نثاری اپنے انگریز افسروں کے ساتھ اتنے موقعوں پر ثابت ہوئی ہی کہ کسی اور ملک کی ہمعمر نوج کی بھی نظائریں پیش کرنا مشکل ہوگا *

اور یہ احسانمندی کچھ کم درجہ کے لوگوں سے ہی مخصوص نہیں بلکہ اعلیٰ العموم یہ دیکھا جاتا ہی کہ جن لوگوں کی حاکموں نے پرورش کی وہ انکی مصیبت اور رسوائی کے وقت میں ہی انکے ساتھی نہیں رہے بلکہ انکی مصیبت کو انکے بال بچوں تک اُس حالت میں نہایا جب کہ وہ انکو ہیکسنی کے عالم میں چھوڑ کر مر گئے + *

+ ایک بہت سچی مثال ایک شریف انگریز کی جو بنگالہ میں ایک بڑے عہدہ پر مامور تھا ہم بیان کرتے ہیں یہ شخص اپنے عہدہ سے برخاست ہو کر جب اپنے وطن میں آیا تو وہ ایک چند روزہ سخت مصیبت میں مبتلا ہو گیا اس پر ایک ذی رتبہ ہندوستانی نے جسکے ساتھ اُسنے کبھی کبھار رعایت کی تھی ایک لاکھ روپیہ

اگرچہ ہندوؤں کی خصلت غیر ملک کے لوگوں کے ساتھ ملنے کے زمانہ سے بدل گئی ہے مگر وہ اب بھی رحیم اور شریف قوم ہیں ان بیرحمی کی خونریزیوں کا جو مسلمانوں کے ساتھ تمام لڑائیوں میں ہوئی انہوں نے ضرور سخت بیرحمی سے انتقام لیا ہوگا پس جو معتدل قانون لڑائی کے منہ کے مجموعہ میں مندرج ہیں انہیں انکا عمل کرنا ہوگا مگر اب بھی ایشیا کی اور ہر ایک قوم کی نسبت بلکہ اپنے ہموطن مسلمانوں کی نسبت بھی ان لوگوں سے جو لڑائی میں گرفتار ہو جاتے ہیں زیادہ مہربانی سے پیش آتے ہیں *

سلطان ٹیپو انگریزی کمپو کے ہمدردیوں کے جو اُسکے ہاتھ لگ جاتے تھے دائیں ہاتھ اور ناک کٹوا ڈالتا تھا حالانکہ اخیر پیشوا اس قسم کے لوگوں میں سے ہر ایک آدمی کو ایک روپیہ اور کسی قدر غلہ اس غرض سے دیتا تھا کہ اب جو میری فوج نے ان لوگوں کو لوت لیا ہے کسی طرح یہہ اپنے کار و بار کو پھر جاری کر سکیں *

البتہ سرد مہری کے ساتھ خونریز بیرحمی برہمنوں کے ساتھ منسوب کیجاتی ہے غالباً اُس سے بغض و عداوت کے قدرتی مخارجوں کا روکنا مقصود ہوتا ہے لیکن نہایت بد برہمن بھی ایسے قتل کے خلاف ہر ہیں جس سے خون بھی معمولی حالتوں میں ہندو ذبی مروت اور راحم ہوتے ہیں مگر سر گرمی کے ساتھ انسانیت ہونے میں اس سبب سے قاصر ہیں کہ وہ ذات کے ذر سے ہر انسان سے میل جول نہیں کرتے اور کچھہ اُسکا باعث یہہ ہی کہ وہ ایسے کھل ہوتے ہیں کہ اپنے ہسایوں کی

سے زیادہ سے اُسکی مدد کی اور یہہ روپیہ جب اُسے ادا کرنا چاہا تو اُس ہندوستانی نے ہرگز واپس لینا قبول نہ کیا حالانکہ اور کسی طرح کے معاوضہ کی اُسکو توقع نہ تھی یہہ جو انہر درست ایک مرہٹہ برہمن تھا یہہ ایک ایسی قوم ہے جو ہندوؤں کی تمام قوموں میں سے غیر قوموں کے ساتھ نہایت کم ہمدردی کرتی ہے اور اختیار حاصل ہونے پر نہایت سنگدل اور کج خلق ہو جاتی ہے :

مصلحتوں پر بھی اسی طرح توجہ نہیں کرتے جس طرح اپنی ذاتی مصیبتوں کی پروا نہیں کرتے *

یہ عیب انکا مفلسوں کے ساتھ مسلوک نہ ہونے سے ظاہر ہوتا ہے چنانچہ سب لوگ ہندوؤں کو کھانا کھلاتے ہیں اور مذہبی سادہ سنتوں کو خیرات دیتے ہیں مگر ایسے بہکاری کی جو صرف محتاجی کے سبب سے سائل ہوتا ہے نہ یورپ کی سی باقاعدہ خیرات سے اور نہ ایشیا کے اور حصوں کی سی بیدہنگی مہمان داری سے خبر لی جاتی ہے اگرچہ غریبوں میں عاقبت اندیشی نکرنا اور امیروں میں نہایت نمود کے ساتھ خاص خاص موقعوں پر شہر شہر میں اصراف ہوتا ہے مگر عموماً ہندو کفایت شعاری بلکہ خسست پر بالطبع مایل ہیں انکے معمولی اخراجات قلیل ہوتے ہیں اور ہر درجہ کے لوگوں میں چند ہی آدمی ایسے ہوتے ہیں جو اپنے جوڑے ہوئے روپیہ کو ظاہر یا پوشیدہ کسی تجارت میں لگا کر یا بہت بڑی شرح کے سود پر دیکر نہیں بڑھاتے ہیں ہندوؤں کے ارزے اہل یورپ کے بچوں سے زیادہ تیز اور ہوشیار ہوتے ہیں بارہ چودہ برس کے بچوں کی سمجھ، اکثر حیرت انگیز ہوتی ہے اور اسیقدر حیرت افزا یہ بات ہے کہ وہ بالغ ہو کر ویسے ہی کند ذہن اور نا بلد ہو جاتے ہیں *

مگر ہا اینہم عمر بھر صاحب شعور رہتے ہیں اور کمتر درجہ کے لوگوں میں اس بات کے دیکھنے سے ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ چال و چارن کی مناسبت اور زبان اور گفتگو میں ہا سلیقہ ہونے میں اپنے آپ سے بڑے لوگوں سے بہ نسبت اُسکے بہت کم تفاوت رکھتے ہیں جو انگریزوں کے بچے اور ارزے اپنے بزرگوں کی چال چارن اور لب و لہجہ میں رکھتے ہیں *

جس بات میں ہندو اور قوموں پر نہایت برتر فوقیت رکھتے ہیں وہ بدکاری اور زنا سے اجتناب کرنا ہے انکے ملک کی آب و ہوا اور جو ناموریں اُسکی میں اس سے بہت توقع نہیں ہوسکتی کہ وہ اور قوموں کی

نسبت عیاشی میں کم ہوں لیکن اگر ہم انگریزوں کی قوم سے انکا مقابلہ کریں تو بدہستی اور درانیوں میں نہرنے سے چال چال کی صفائی اور عددگی میں انکو وہ فرق حاصل رہیگا جو ہماری خود پسندی کے حق میں مضر ہی *

گفتگو میں جو نہایت بڑی فطرتش گالیاں دینے میں بیباک ہیں اُس سبب سے وہ اس تعریف کے قابل نہیں جو انکی کی گئی مگر اسکی جواب میں یہہ خوب کہا گیا ہی کہ اُسکا سبب وہ سادگی طبیعت کی ہی جسکی نزدیک جو شی اصل الزام سے پاک ہی اُسکا نام لینے میں کچھ قباحمت نہیں یہہ راے اور معاملوں میں انکے چال چال کے پاک صاف ہونے سے مستحکم ہوتی ہی *

اگرچہ ہندوؤں کی طبیعت میں کم گوئی اور سوچ بچار کرتے رہنا ہوا ہوا ہی مگر وہ آپس میں ہنستے بولتے خوش و خرم رہتے ہیں تقریر کرنے اور دل لگی کرنے کے شوق میں ہوتی ہیں لطیف اور رمز و کنایہ سے ہلسی چہل بلکہ پھکڑ لڑنے کی نوبت پہونچنی پر کمال خوش ہوتے ہیں ہم پہلے بیان کرچکی ہیں کہ انکی گفتگو اکثر خفیف باتوں پر ہوتی ہی اور یہہ بات انکی عام خصلت ہی اور اُسکے ساتھ ایک خود بینی اور نمایش بھی ہوتی ہی *

قد و قامت اور جسامت میں وہ اہل یورپ سے عموماً بہت کم ہوتے ہیں + اور یورپ والوں سے وضع اور انداز انکا بہتر ہوتا ہی مگر زور کم ہوتے ہیں اور ہاتھ پاؤں انکے زیادہ چستی اور چالاکی سے چلتے ہیں اور رنگ انکا بھورا (یعنی گندمی) حبشیوں اور جنوبی اہل یورپ کے رنگوں میں متوسط درجہ رکھتا ہی اور انکی ہال باریک اور سیاہ سنگ موسی کے رنگ کے ہوتے ہیں اور مونچھیں اور دھاری بھری ہوئی مگر دھاری بہت کم رکھتے ہیں انکی عورتوں میں بہت زیادہ حسن اور ناز و ادا ہوتی ہی جسکو

+ ہندوستان میں سپاہی پیشہ قومیں انگریزوں سے عالی العوم پائندہ ہوتی ہیں

شرم و حیا اور زنانہ محتجاب سے دو بالا رونق ہو جاتی ہی + *
 ہندوؤں کے جسم کی صفائی ضرب المثل ہی اکثر جو وہ نہاتے رہتی
 ہیں تو ہر غسل کے بعد کپڑے نہیں بدلتے لیکن اس صورت میں بھی اُن
 میں کے عوام الناس اور قوموں کے عام لوگوں سے زیادہ صاف رہتے ہیں اُنکے
 مکان کے وہ حصے چند سبکی نظر پڑتی ہی بہت صاف ہوتے ہیں
 مگر انگریزوں کے ہاں کی سب لطافت اور نفاست ہندوؤں میں نہیں ہوتی
 جسکا مقصد یہ ہے کہ وہ سب مکان بھی جو آڑ اور پردہ کے ہوں ویسے
 ہی پاک اور صاف رہیں *

ہندوؤں کے زمانہ قدیم کی خصصت کا زمانہ حال کی خصصت سے مقابلہ

ہندوؤں کی دونوں قسم کی خصصت جو زمانہ قدیم میں تھی اور اب
 زمانہ حال میں ہی ہم نے بیان کی اور اُسکا مقابلہ کر کے نتیجہ نکالنے سے
 پہلے یہ بہتر ہوگا کہ متوسط زمانہ میں جو خصصت اُنکی تھی اُسکا حال
 دریافت کریں اُسکے دریافت کرنے کا ذریعہ ہمارے پاس وہ حالات ہیں
 جو یونانی چھوڑ گئی ہیں اور یہ یونانی ایسے ہیں جنکے بیان میں
 ہمارے خاص خیالوں کو دخل نہیں اور اُنکی رائیں سریع الفہم اور
 واجب التعظیم ہیں *

اسی تحقیق میں ہم نے ایک اور مقام † پر گفتگو کی ہی جسکی
 صرف نتیجہ یہاں بیان کرنے مناسب ہیں *

اُن حالات سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو بڑی بڑی تبدیلیاں منو کے مجموعہ

+ جو لشکری عورتیں انڈن کے بازار میں عام ہیں وہ اکثر بمبئی کے قریب کے
 ساحل اور بنگالہ کے جنوب و مشرقی حصہ کی ہیں جہاں اوک چانول کھاتے ہیں اور
 آب و ہوا وہاں کی مرطوب اور گرم ہے جو ہندوستان کی عورتوں کا نہایت برا
 نمونہ ہیں

† تہہ ۳ کو ملاحظہ کرو

سے سکندر کے زمانہ تک ہوئی ہیں وہ یہہ ہیں خدمتگار قوم (یعنی شوروں) کا بالکل آزاد ہو جانا اور اگر اس وقت میں سٹی کی رسم کا آغاز نہیں تو زیادہ رواج ہونا اور قوموں کے آپس میں شادیوں کا امتناع اور برہمنوں کا سواہی پیشہ ہو جانا اور دیہات میں علیحدہ علیحدہ آباد ہونا اور شاید فنیروں کے فرقوں کی ابتدا قائم ہونا ہی :

اور جو تبدیلیاں منور کے زمانہ سے زمانہ حال میں ہوئیں بنخوبی بیان ہو چکی ہیں اور اگر اب ہم دونوں خاص زمانوں پر بغیر مقابلہ کیئے عام نظر ڈالیں تو ہم کو ظاہر ہوگا کہ زیادہ تر ایسی تبدیلیاں ہوئیں ہیں جنکا میلان برائی کی طرف ہی *

شوروں کی غلامی کی حالت کا بالکل معدوم ہو جانا بیشک ایک ترقی اور بھلائی کی بات ہی مگر اور صورتوں میں ہندوؤں کے مذہب کو زیادہ خراب ہو گیا ہوا اور ذاتوں کی قیدوں کے زیادہ سختی جنمیں برہمنوں نے اپنی ذاتی غرضوں سے اپنے حق میں کسب قدر آسانی رکھی ہی زمین کا لگان دوچند ہو جانا اور عدالتوں کا اٹھ جانا اور قانونوں میں عورتوں کی رعایت کم ہو جانا اور رفاہ عام کے برے برے کاموں کا مسدود ہو جانا اور لڑائی میں دشمنوں سے مررت اور اخلاق کے ساتھ جو پیش آیا کرتے تھے اُسکا جانا رہنا ہم دیکھتے ہیں اور جو کتابیں اب موجود ہیں اُنسے معلوم ہوتا ہی کہ ایک زمانہ میں ہندو جن علوم اور فنون میں بہت اچھی دسترس رکھتے تھے اُن علموں میں اب کچھ لکھنے کا قصد نہیں کرتے اور پہلی جو غیر ملک کے آدمی اُنکو دیکھتے تھے اُنکی طبیعت پر ہندوؤں کی چوانمردی اور سچائی اور سادگی اور دیانتداری کا بہت بڑا اثر ہوتا تھا مگر اب اُنمیں یہہ اوصاف بہت گھٹے ہوئے معلوم ہوتے ہیں *

اس سب حقیقت سے یہہ نتیجہ حاصل نکرنا ممکن نہیں کہ ایک زمانہ میں ہندو اخلاق اور عقل سے بہرہ وافی رکھتے تھے اور اب بھی وہ

ایہی پرمودگی کی حالت میں بجز یورپ کی قوموں کے اور قوموں سے تربیت اور شایستگی میں کچھ گہٹی ہوئے نہیں ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک زمانہ میں انہوں نے تربیت اور شایستگی کی ایسی ترقی حاصل کی ہوگی جس تک قدیم اور حال کے زمانہ کی تربیت یافتہ قوموں میں سے تہذیبی سی پہونچتی ہوگی *

انکے زوال کے سبب ہم مختلف مقاموں میں بیان کرچکے ہیں انکا مذہب کالمی پر راغب کرتا ہے جو زوال کی جانب پھلا قدم ہے اور ذات کے قاعدے اپنے ملک کی ترقیوں کے ممانع ہیں اور غیر ملکوں سے جو ترقیاں حاصل ہونی ممکن ہوتی ہیں انکی بھی سدراہ ہیں انہیں قاعدوں کے سبب سے اب تک ہندو اور مسلمانوں میں غیریت قائم رہی ہے ہندوستان میں بھی یہ ایک خاص مثال صرف انہیں قاعدوں کی پابندی کے سبب سے پائی جاتی ہے کہ ایک بہت پرستی کا مذہب اسلام کے سامنے جو اُسکی نسبت پاک صاف ہے خاصکر ایسی حالت میں کہ حکومت بھی مسلمانوں ہی کی رہی قائم رہا بیشک سلطنت شخیصہ کے رہنے سے لوگوں کی حالت کی ترقی میں رکاوٹ ہوئی ہوگی مگر یہ سلطنت ایشیا کے اور ملکوں کی نسبت ہندوستان میں ظالمانہ اور تنگ کرنے والی نہ تھی *

ورنوں کی بہت سی تقسیم در تقسیم ہوئی کچھ ہندوؤں ہی پر مخصوص نہیں ہوئے بھی ہندوؤں کے بہت بڑے حصہ کی تباہ حالت کا سبب محقق کی رائے میں یہ تقسیم ہی قرار پاتی ہے اس تقسیم کے سبب سے ہندوستان میں بہت بڑے زمیندار کی اولاد اُسکے بعد کسی نہ کسی وقت میں جدا جدا ہوکر کسان اور کمزور کے درمیان کی سی حالت پر پہونچ جاتی ہے بلکہ اُنسے کمیت پر ہو جاتی ہے اور کوئی ذریعہ انکے پاس ایسا نہیں رہتا جس سے روپیہ جمع کرکے پھر اصلی حالت پر پہونچ سکیں ساہوکار اور سوداگر اسقدر کٹتی درلہند ہوئے ممکن ہیں کہ وہ

اپنی اولاد کے لیے بہت سی دولت چھوڑ جاویں مگر جو ایک ہر ساہوکار یہہ بات جانتا ہی کہ نہ میں ایک خاندان کی بنیاد قائم کر سکتا ہوں اور نہ ہذیمہ وصیت کے اپنے تمام مال متاع کو جس طرح جی چاہے کسی کام میں لگا ہوا چھوڑ سکتا ہوں پس وہ اپنی کمائی سے جو عزت اور خوشی حاصل ہونی ممکن ہوتی ہی اُسکے اس طرح سے حاصل کرنے میں کوشش کرتا ہی کہ دعوتوں اور جاسوں اور بیابا شادی کی رسموں میں بہت بہت سا روپیہ لگانا ہی اور ایسے مندر اور تالاب بنانا ہے اور باغ لگانا ہی کہ اگر اُسکے جیتے جی پورے نہ ہوئے ہوں تو اُنکے پورا کرنے یا پورے ہو گئے ہوں تو اُنکی مریت کا اُسکے جانشین مقتدر نہیں رکھتے † *

علی السریہ تقسیم کا جیسا برا اثر ہندوؤں کی دولت پر ہوتا ہی ویسا ہی اُنکی عقل پر ہوتا ہی ہوابہ کی تقسیم کی تدبیر قدیم زمانہ کے بعض جمہوری سلطنتوں نے عیاشی کے روکنے اور نئی باتوں پر لوگوں کے مایل نہونے دینے کی غرض سے کی تھی ہندوستان میں اس تقسیم سے وہ مطلب بغور ہی حاصل ہوتے ہیں اور وہ اُن تمام کوششوں اور جد و جہد کی مانع ہی جو اپنی حالت کو ترقی دینے کی بلند نظاری سے لوگ ہمیشہ کیا کرتے ہیں کیونکہ جس شخص نے اپنی ذاتی معنیت سے دولت جمع کی ہو غالباً وہ علم یا عمدہ فنون کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا اور اگر متوجہ ہو ہو تو وہ اُسکی جمع ہونے والی اُسکے مرنے کے بعد برباد جاوے گی اور اُسکی اولاد کو از سرنو اپنی بسر اوقات کے لیے معنیت کرنی پڑے گی جسکے سبب سے اُنکو اُس شایستگی اور تربیت سے حاصل کرنے کی فرصت نہ ملے گی جو مسلسل نسلوں کی ترقی یافتہ تعلیم سے میسر ہوتی ہی *

اگرچہ ہندوستان میں یورپ کی نسبت بہت جلد اور یکایک دولت کو ترقی ہو جاتی ہی مگر اُس سے لوگوں کی حالت میں کوئی مستقل تبدیلی نہیں ہوتی تمام باتیں جیسی پہلے سے چلی آئی ہیں ویسی ہی

† اسی سبب سے اہل یورپ یہہ خیال کیا کرتے ہیں کہ اپنے باپ کے اس کامروں کے جاری رکھنے کو جو رٹا عام کے لیے اُسے شروع کیئے ہوں پیشا پرا سمجھتا ہی

مردہ حالت میں رہتی ہیں اور نامی گرامی شخص لوگوں کی ہدایت کے واسطے نہیں ہوتے اور حاکم کی خودسری کا کوئی روکنے والا نہیں ہوتا + * ایسی خرابیوں کی حالت میں ہندوؤں کی علم تربیت کے بگڑ جانے اور زوال پذیر ہوجانے سے ہم کو کچھ تعجب نہیں ہوتا بلکہ حیرت کی یہ بات ہی کہ وہ ان خرابیوں کے مقابلہ میں کیونکر سرسبزی حاصل کر سکے بلکہ وہ اس درجہ کو بھی چر اب موجود ہی کس طرح پہونچتی ہونگے * اس بات کا دریافت کرنا کہ ہندوؤں کی تربیت کس زمانہ میں اعلیٰ درجہ پر پہونچتی آسان نہیں ہی شاید علمی جلسوں اور اخلاق میں انکی تعلیم و تربیت کی عمدہ حالت سکندر اعظم کے آنے سے پہلے تھی مگر علم انشا کو اپنے کمال پر پہونچنے میں زیادہ مدت گذری چنانچہ اُسکی غایت درجہ کی سرسبزی کا زمانہ ہندوؤں کی روایت سے راجہ بکرماجیت کا عہد معلوم ہوتا ہی جو سنہ ۷۰۰ ع سے کچھ پہلے گذرا ہی مگر جن عالموں کو اُس راجہ کے دربار کی رونق کا باعث بناتے ہیں انہیں سے کئی پہلے زمانہ کے معلوم ہوتی ہیں اور جن عمدہ مصنفوں کی کتابیں اب بھی موجود ہیں اُنکا زمانہ بہت وسیع ہی چنانچہ دوسری صدی قبل مسیح سے سنہ ۸۰۰ ع تک قرار پایا ہی ریاضی کا علم سنہ ۵۰۰ ع میں کمال پر پہونچتا ہوا تھا لیکن ایسی کتابیں علم انشا اور اور دقیق علموں کی جنہیں بڑی قابلیت درکار ہوتی ہی مسلمانوں کے سملہ کے کچھ پہنچے تک لوگ تصنیف کرتے رہے *

+ بڑے بڑے جنگی سردار اس قلیہ سے مستثنیٰ ہیں کیونکہ وہ اپنی جائداد منقولہ اپنے جیتے جی منتقل کر جاتے ہیں مگر اُسکی ترقی کے حق میں وہ نہایت بدسلوک ہوتے ہیں جو کہ ان سرداروں کی تقویت اجورہ دار سپاہیوں پر منحصر ہوتی ہی اس لیے اُنکو ہمارے بیڑن امیروں کی طرح لوگوں کے مدد کی حاجت نہیں ہوتی اور یہ ہر ایک سردار ایک دوسرے سے اپنی اراضی پر بہت دور دور ایسے رہتے ہیں کہ اپنے ہمسر کو باہمی آمد و رفت سے اور نہ اپنے آپ سے کمزوروں کو اپنی باہمی عادات کے نمونہ سے شایستہ کرتے ہیں

چوتھا حصہ

ہندوؤں کی تاریخ مسلمانوں کے حملہ تک

پہلا باب

ہندوستان خاص کے ہندوؤں کی تاریخ

ہندوؤں کی تاریخ کی ابتدا کا جو کچھ بتا ہمسکو لگا ہی وہ منو کے
مجموعہ کے ایک مقام سے ہاتھ آیا ہی جس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ
وہ ایک زمانہ میں سرستی اور درشا دوتی (یعنی دریا گنگا) دریاؤں
کے درآہ میں جو ایک خطہ دھاپی کے شمال و مغرب میں قریب سو
میل کے ہی سکونت پذیر تھے اس خطہ کا طول قریب پینسٹھ میل کے
اور عرض بیس میل سے چالیس میل تک ہی منو کا قول ہی کہ اُس
زمین کو برہما ورتا اس سبب سے کہتے تھے کہ اُس میں دیوتوں کی آمد شد
تھی اور جو رسم اُس ملک میں ایسی قدیم روایت سے جسکی ابتدا
معلوم نہیں چلی آتی ہو اُسکی پیروی کی بھکتوں اور پڑھیزگاروں کو ہدایت
کی گئی ہی † اس خطہ اور چمنا کے درمیان اور چمنا اور گنگا کے شمال پر
جو خطہ واقع ہے اُسکو معہ شمالی پہاڑ کے برہم ارشی کے نام سے منو نے بیان
کیا ہی اور جو برہمن اُس خطہ میں پیدا ہوں اُنکو انسانوں کی تعلیم
و تربیت کے واسطے نہایت لائق اور مناسب بتایا ہی ‡ *

پس اس ملک کو ہم وہ ملک سمجھیں جسکو سرستی والے خطہ
کے بعد ہندوؤں نے فتح کیا ہوگا *

† منو کے مجموعہ کا حصہ دوسرا اشارک ۱۷ و ۱۸ یہ خطہ پہلے راجاؤں
کی بڑی کارگاہ اور بڑے بڑے دائروں کے رہنے کا مقام تھا — راجن صاحب کے ترجمہ
پیش پران کے دیباچہ کا صفحہ ۶۷

‡ منو کا مجموعہ حصہ ۲ اشارک ۱۹ و ۲۰

ان ابتدائی بانوں میں سے پورانوں میں کچھ بھی نہیں لکھیں انہیں انہیں
ابتدا اجودھیا (یعنی اودہ) کے ملک سے ہی اس خطہ میں سورج ہنسی
اور چندر ہنسی راجاؤں کی نسلیں قائم ہوئیں اور وہیں سے اور ملکوں کے
راجہ ظہور میں آئے *

سورج ہنسی سلسلہ میں پچاس یا زیادہ سے زیادہ سترو ہشتوں کا
امتیاز جھوٹی اور لغو کہانیوں سے قائم کیا گیا ہے *
انکے بعد رام چندر جی کا بیان جو اصلی تاریخ میں شمار کیئے جانے
کے قابل ہی کیا گیا ہے *

رام چندر جی کی مہم

رام چندر جی کی سرگذشت کو جب لغو اور بیہودہ کہانیوں سے
علحدہ کر لیا جائے تو صرف اسقدر اصلیت رہتی ہے کہ ہندوستان
میں ایک قوی سلطنت انکے قبضہ میں تھی اور انہوں نے دکن پر
چڑھائی کی اور جزیرہ لنکا تک پہنچے اور فتح کیا *

دکن پر انکی چڑھائی کرنے پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی
یقیناً ہی کہ انہوں نے دکن پر حملہ کیا مگر یہ بات خلاف قیاس ہی
کہ اگر سب سے پہلے حملہ کرنے والوں میں سے وہ تھے یا سب سے پہلے
انہوں نے حملہ کیا تو لنکا کو بھی فتح کر لیا اگر فتح کر لیا تو وہ یہاں کے
تالیف کے زمانہ سے پہلے جیسا کہ عموماً خیال کیا جاتا ہے نہ ہونے کی
کیونکہ مذکور کے زمانہ میں بھی تختیاں ہندوؤں کی کوئی بستی دکن
میں نہیں تھی اس لیے غالب یہہ معلوم ہوتا ہے کہ جن شاعروں نے
رام چندر جی کے حالات کو بڑی دھوم دھام سے لکھا ہے انہوں نے اپنی بڑی
عمارت کو نہایت تنگ اور مختصر بنیاد پر ہی تعمیر نہیں کیا بلکہ انہوں
نے اپنے مدوح کے مہم کو ایسے مقام سے منسوب کیا ہے جو انکے زمانہ
میں نہایت دلچسپ مشہور تھا *

زمانوں کی تو ایسی قدامت جیسو شبہ نہیں ہو سکتا اُس واقع کی تاریخ کے قدیم ہونے کے لیے بہت بڑی شہادت ہی اور دکھن ہر جو کوئی مشہور عریضت بغیر بہت سے سامانوں کے ممکن نہ تھی اِس لیے یہہ لازم آویکا کہ رام چندر جی اُسوقت میں ہوئے ہونگے جب کہ ہندوؤں کے علم و تربیت اعلیٰ درجہ پر پہونچتی ہوگی *

رام چندر جی کے بعد اُنکی نسل میں سے ساٹھہ راجہ متواتر اُنکی سلطنت میں حکمران ہوئے مگر اُنکے بعد جو پھر کچھہ ذکر اچودھیا کا نہیں پایا جاتا اِس لیے ممکن یہہ ہی کہ یہہ سلطنت اُس سلطنت میں جو ایک زمانہ میں گوشالہ کہلاتی تھی شامل ہوگئی ہوگی اور دارالسلطنت اچودھیا سے قنوج میں منتقل ہوگیا ہوگا *

مہابھارت کی لڑائی

وہ لڑائی جسکا بیان مہابھارت میں ہی دوسرا تاریختی واقعہ قابل اِطلاع کے ہی *

یہہ لڑائی ضلع ہستنا پور کے واسطے جو غالباً دھلی کے شمال و مغرب میں گنگا پر تھا جسکا اِس زمانہ میں بھی یہی نام مشہور ہی چندر بنسی خاندان کی دو شاخوں یعنی کورڑوں اور پانڈوؤں کے آپس میں ہوئی ان دونوں کو بہت سے رفیقوں سے جنمیں سے بھڑے بہت دور دور سے آئے تھے مدن پہونچتی *

معلوم ہوتا ہی کہ ہندوستان میں اُس زمانہ میں بہت سی سلطنتیں تھیں چنانچہ گنگا کے کنارہ پر ایک ہی خطہ میں کم سے کم چھہ سلطنتیں تھیں + مگر اُن سلطنتوں کے آپس میں بہت آمد و رفت اور ربط

+ ہستنا پور اور مٹھرا پنچالا (یعنی اردہ کا کچھہ حصہ اور فیچے کا درایہ) اور بنارس اور مگاد اور بنگال — اورینٹل میگزین جلد ۳ صفحہ ۱۳۵ اور ڈاک صاحب کی کتاب جلد ۱ صفحہ ۲۹ مہابھارت اچودھیا اور گناور بیا یعنی قنوج کی سلطنت کا کچھہ ذکر نہیں ہوا اگر منہ کے منجہ و مہ کے باب ۲ اشوک ۱۹ کے بموجب پنچالا اُس سلطنت کا دوسرا نام تھوے

و اتحاد قائم ہو گیا ہوا معلوم ہوتا ہی سری کرشن جی نے جو ہاندروں کی کمک کو آئی تھے اگرچہ جمنہ کے کنارہ پر پیدا ہوئے تھے مگر انہوں نے گجرات میں ایک سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی ہر رفیق کی کمک کو اٹک سے لیکر کالنجا تک سے جو دیکھ میں واقع ہی انکی رفیق آئے تھے بعضی انہیں سے اٹک کے اُس پار کے سرداروں میں سے بھی تھے اور پاونہ بھی جو ایسا نام ہی کہ اکثر مشرق کے حالات لکھنے والوں نے اُس سے یونانی مراد لیئے ہیں اُنکے معاون آئے تھے ہاندروں نے فتح پائی لیکن ایسے بڑے نقصان کے بعد یہہ فتح اُنکو نصیب ہوئی کہ انہیں سے جو زندہ بچے تھے اپنے عزیزوں اور فوج کی تباہی اور ضایع ہونے کے رنج سے دنیا کو ترک کر کے ہمالیہ پر برف میں جا کر مر گئے اُنکے بڑے رفیق سری کرشن جی جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں اپنے ملکی لڑائیوں میں مارے گئے ہندوؤں کے بعضے افسانوں میں لکھا ہی کہ کرشن جی کے بچے دریائے اٹک کے پار جانے پر مسجور ہوئے + اور وہ راجپوت جو اُس خطہ یعنی دریائے اٹک کے اُس طرف سے سندھ اور کچھہ میں اس زمانہ میں آئے ہیں قوم یادو یا جادو میں سے ہیں تو یہہ بیان جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہی اُس سے زیادہ اعتماد کے قابل ہی مگر خود مہابھارت کے زیادہ معتبر پڑوں سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ جمنہ کے قرب و چوار میں واپس چلے آئے *

مہابھارت میں کا قصہ بہ نسبت راماین کے زیادہ تر قرین قیاس ہی اُس میں زیادہ تر ہندوستان کے حالات مندرج ہیں اور راماین کے بہ نسبت اُسکے قصے زیادہ تر حقیقتوں پر مبنی ہیں اگرچہ ہومر کی کتاب ایلید سے مہابھارت واقعی حالات کی علامتوں میں بہت کم ہی مگر راماین سے اُسکو وہی مناسبت ہی جو ہومر کی مثنوی ایلید کو ہر کیولیز کے افسانوں

+ کرنل تاق صاحب کی کتاب جلد ۱ صفحہ ۸۵ اور مہابھارت کا انگریزی ترجمہ جو فارسی ترجمہ سے ہوا اور سنہ ۱۸۳۱ء میں اورینٹل فنڈ سے چھپا

سے ہی اور ایللیڈ کی مانند مہابھارت ایسا ماحذ ہی کہ اُس سے بہت سے ہندو سردار اور قومیں اپنے بزرگوں کا سراغ لگانے میں کوشش کرتے ہیں * مہابھارت کے تصنیف ہونے کے زمانہ پر بحث ہو چکی ہے غالباً چودھویں صدی قبل مسیح میں وہ تصنیف ہوئی پانڈروں کی اولاد میں سے اُنقیس اور بتورل بعضوں کے چونسٹھہ راجہ تخت پر بیٹھے ان راجاؤں کا صرف نام ہی نام باقی ہی اور کچھ حال نہیں ملتا دارالسلطنت اُنکا دھلی کو منتقل ہو گیا معلوم ہوتا ہے *

مکانا کے راج کا بیان

اُن راجاؤں میں سے جنکا معاونوں کی طرح آنے کا مہابھارت میں ذکر ہے صرف ایک راجہ کی اولاد کی قسمت میں بہ نسبت اوروں کے زیادہ مشہور ہونا تھا وہ مکانا کے راجہ ہوئے ہیں جنکا بہت کچھ بیان ہو چکا ہے *

معلوم ہوتا ہے کہ مکانا کے راجاؤں کو ہمیشہ بہت سی حکومت اور اختیار حاصل رہا ہے اُنہیں سے اول راجہ کو جسکا ذکر مہابھارت میں موجود ہے بہت سے سرداروں اور قوموں کا سردار بیان کیا گیا ہے غالباً اُسکے مطیعوں میں بنگالہ اور بہار کے سرداروں ہی میں سے ہونگے مثلاً ہم کو معلوم ہو چکا ہے کہ پانیچ خود مختار سلطنتیں اُس ملک میں اور تھیں جیسیں گنگا بہتی ہے † *

کئی سو برس تک مکانا کے کل راجہ چھتری قوم میں سے ہوئی لیکن راجہ نندا کی ماشودر تھی اور چندرا گپتا بھی جس نے نندا کو قتل کر کے

† یہ بات بیان کرنے کے قابل ہے کہ یارنا یعنی یونانیوں کو مکانا کے راجہ کا رفیق بیان کیا گیا ہے اُسکی رجنہ بظاہر وہ تعلق ہے جو پراسی قوم کے راجاؤں اور سکندر اعظم کے جانشینوں میں تھا (پروپٹر ولسن صاحب کا قول ہندو راجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۵ صفحہ ۱۰۱) اُنکا دوسرا رفیق بھاکا دتا جسکو بڑی شان و شوکت والا یہ خطاب دیا گیا ہے کہ وہ جنوب و مغرب کا راجہ تھا وہ ہرجب آئین اکبری کے بنگالہ کا راجہ تھا

سلطنت پر قبضہ کیا نیچ قوم میں سے تھا پورانوں میں لکھا ہے کہ چندرا گپتا کے زمانہ سے مگادا میں چھتریوں کی قدر منزلت جاتی رہی پھر چٹیکے راجہ اور سردار مگادا میں ہوئے وہ شوہر تھے † *

مگر انکی ذات کے ذلیل ہونے سے انکے رعب داب اور قدر و منزلت میں کچھ کمی ہونا پایا نہیں جاتا کیونکہ چندرا گپتا کے شوہر چانشینوں کی نسبت پورانوں میں معمولی مبالغہ کے ساتھ لکھا ہے کہ انہوں نے تمام دنیا کو ایک چتر کے نیچے لایا ‡ اس بات کے یقین کی نہایت قوی دلیل ہے کہ اسوکا جو شوہر خاندان میں سے تیسرا راجہ تھا دریائے نربدا کے شمال کی سلطنتوں پر بڑا رعب داب رکھتا تھا اُسکی سلطنت کی وسعت اُن دور و دراز مقاموں سے معلوم ہوتی ہے جہاں ایسے ستون بنے ہوئے ہیں جنہر اُسکے فرمان کنندہ ہیں اور انہیں یادگاروں سے اُسکی سلطنت کا تربیت یافتہ ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ اُن فرمانوں میں دواخانوں اور شفاخانوں کے قائم کرنے اور سڑکوں پر درختوں کے لگانے اور کنوؤں کے کھدوانے کی تاکید موجود ہے *

لوگوں کی جو یہہ رائے ہے کہ مگادا کے راجہ ہندوستان میں سب سے غالب اور شاہنشاہ تھے اُسکی تائید میں ہمکو سب سے اول وجہ جو دستیاب ہوئی ہے وہ یہی اسوکا کی فوقیت ہے اور کرنل ولہورٹ صاحب نے جو کچھ مگادا کے راجاؤں کی نسبت اُنسے تحقیق ہو سکا ہے ذرا ذرا لکھا ہے اُس میں وہ کوئی بات ایسی نہیں بیان کرتے جو برخلاف اس یقین کے ہو کہ مگادا کے راجاؤں کی ¶ سلطنت بہت دور تک پہلے ہوئی اور ابتدا سے ہی ترقی یافتہ تھی معلوم ہوتا ہے کہ مہابھارت کی

† سو جرنس صاحب کی تحریر مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۲ صفحہ

۱۳۹ اور پرونیسٹر راسن صاحب کی ہندوؤں کے سوانح کی کتاب جلد ۳ صفحہ ۱۲

‡ پرونیسٹر راسن صاحب کی کتاب ہندوؤں کی تماشہ گاہ جلد ۳ صفحہ ۱۲

¶ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۹

لڑائی کے زمانہ میں مکاڈا کے راجہ اُن چھوٹی سلطنتوں میں سے جو اُس خطہ میں تھیں جسمیں گنگا بہتی ہی ایک سلطنت پر قابض تھے اور اُن چھوٹی سلطنتوں میں سے ہستنا پور کی سلطنت کے ایسے مخالف تھے جنکا کچھ قابو اُس پر نہیں پہونچتا تھا *

سکندر اعظم کو ہندوستان کے اُس حصہ میں جسمیں اُسکی گذر ہوئی کوئی ایسا راجہ جو کل ہندوستان پر اختیار رکھتا ہو نہیں ملا اور جو قومیں دریائے فیسس یعنی ستلج سے آگے آباد سنیں وہ خود سر راجاؤں کے زیر حکومت تھیں (یعنی سکندر کو اس دریا سے آگے طايف الملوكي معلوم ہوئی) ایریئن اور اسٹریبو یونانی مورخ بیان کرتے ہیں کہ اُن سب قوموں میں سب سے زیادہ سردواروں پر اسی قوم تھی مگر اوروں پر اُسکی فوقیت اور اختیار کی نسبت کوئی اشارہ نہیں کیا گیا علاوہ اسکے ایریئن صاحب پر اسی قوم اور اُسکے راجہ سندراکتس کو اور قوموں پر ترجیح دینے کے ساتھ ہی یہہ بیان کرتے ہیں کہ اس سے ہڑا راجہ پورس تھا اور میگاستھینز نے لکھا ہی کہ میرے زمانہ میں ہندوستان میں ایک سو اٹھارہ قومیں تھیں مگر انہیں سے کسی قوم کو پر اسی قوم کا مستحکم نہیں بیان کیا اور یہہ خیال کرنا غلط ممکن ہی کہ میگاستھینز نے جو سندراکتس کے دربار میں یونانیوں کی طرف سے بطور صغیر کے رہا کرتا تھا اور اُسکی بزرگی اور عظمت بڑھانے پر مائل تھا اُسکو ہندوستان کا شاہنشاہ یا اُن سلطنتوں پر جو اُسکے حدود سے باہر تھیں یتینی غالب بیان کرنے سے غفلت کی ہی *

ہندوؤں کی تنہیزوں کی بموجب چندرا گپتا غیر ملکی حملوں سے مغلوب رہا کرتا تھا اور اپنی سلطنت کی قوت کی نسبت زیادہ تر اپنے وزیروں کے ذن فطرت کے باعث سے اُن دشمنوں سے محفوظ رہتا تھا مگر غالب یہہ ہی کہ وہ اُس رعب و داب کا ہانی تھا جسکی کمال ترقی اُسکے ہوتے کے عہد میں ہوئی چنانچہ جب سلوکس نے اٹک پر کے یونانیوں کے قلعوں کو اُسکے حوالہ کرنا چاہا تو اُنکے قبول کر لینے سے یہہ بات ثابت ہی کہ اُسنے اپنے ارادوں کو خود کہاں تک ترقی دی تھی اور اسکا اپنے

عین شہاب کے عالم میں ارجیوں یا مالوہ کا حاکم تھا اسلئے ضرور ہی کہ وہ ملک اُسکے باپ کے مقبوضہ ملکوں میں سے ہوگا *

ہندوستان کی تمام سلطنت کے شاہنشاہی کا دعویٰ اور خاندانوں کے راجاؤں نے اپنے کنبوں میں کیا ہی اور یورپ کے مختلف مصنفوں نے کورس کو اور کشمیر اور دہلی اور قنوج اور مالوہ اور بنگالہ اور گجرات وغیرہ کے راجاؤں کو شاہنشاہ ہندوستان کا مانا ہی مگر ظاہر ہی کہ کوئی معقول اور کافی وجہ اس بات کی اُنکے پاس نہیں ہی *

ماریا کے خاندان میں جس میں سے سندراکتس یعنی چندرا گپتا تھا دس پشتوں تک راج قائم رہا بعد اُسکے تین اور خاندان شوروں کے حکمران رہی جنہیں سے سب سے آخر اور سب سے زیادہ بڑے اندرا نامی خاندان ہوئے *

یہہ خاندان سنہ ۴۳۶ ع میں ختم ہوئے اور پورانوں کے بموجب اسکے بعد ایسے مختلف اور اہتر خاندان حکمران ہوئی جو ظاہراً ہندوؤں میں سے نہیں معلوم ہوتے ہیں اس بات سے اور تاریخ کے ترتیب کے ارادوں کے پورا نہ ہونے سے ہم یہہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ اس زمانہ میں غیر ملکی حملہ ہوا اور مدت تک بد انتظامی رہی کئی سو برس کا حال نہ معلوم ہونے کے بعد پھر کچھہ تاریخانہ حال ظاہر ہوتا ہی اور مکادا کی سلطنت قنوج کے گپتا راجاؤں کی قلمرو میں پائی جاتی ہی اس زمانہ سے آگے مکادا کا کچھہ صاف بیان نہیں پایا جاتا *

مکادا میں بدھ کے پیدا ہونے اور بدھ مذہب اور جین مذہب کی کتابوں میں مکادا کی زبان مکادی یا پالی کے مستعمل ہونے سے مکادا کی شہرت اب تک باقی رہی ہی *

بنگالہ

اُس ملک کے ایک راجہ کا بیان جسکو اب ہم بنگالہ کہتے ہیں مہابھارت کی لڑائی کے معاونوں میں مہابھارت کے اندر بیان ہوا ہی اُس

راجہ سے لیکر مسلمانوں کے فتح کر لینے تک انہیں اکبری میں پانچ خاندانوں کا ذکر ہی ان خاندانوں کا حال جو صرف ابوالفضل کے ترجموں سے معلوم ہوا ہی اس لیے ہندوؤں کے لکھے ہوئے نسب ناموں سے انکو کم معتبر سمجھنا چاہیئے لیکن انہیں سے ایک یعنی چوتھا نسب نامہ بالکل صحیح اور سچ معلوم ہوتا ہی کیونکہ اُسکو کتبوں سے ثابت کیا ہی اور اُنسے ایسے راجاؤں کا سلسلہ قائم ہوتا ہی جنکے نام کے آخر میں پالا لگا ہوا ہی اور اُنہوں نے نویں صدی سے لیکر غالباً گیارہویں صدی تک سلطنت کی † جو کتبیں اس خاندان سے متعلق ہیں وہ دور دور مقاموں میں ایسی جگہوں پر پائے گئے تھے جس سے انکی صداقت میں کوئی شک نہیں کر سکتے مگر اُنہیں ایسے بیان مندرج ہیں جو فی نفسہ حیرت انگیز ہیں اور انکو اُن حالات سے جو ہمکو ہندوستان کی تاریخ کے اور ماخذوں سے معلوم ہوئے ہیں مطابق کرنا نہایت دشوار ہی چنانچہ اُن میں بیان ہی کہ بنگالہ کے راجہ تمام ہندوستان پر ہمالیہ سے راس کماري تک اور برہمپتر تک مسلط ہیں اور اُنہیں یہ بھی کندہ ہی کہ مشرق میں تو تبت کو مطیع کیا اور مغرب میں کیم بوجا کو جسکو بعضے خیال کرتے ہیں کہ انک سے آگے ایک مقام تھا ‡ اسی زمانہ میں قنوج دھلی اور

† کالہروی صاحب کی تحریر مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۹ صفحہ ۴۴۲ اور اُن مختلف کتبوں کو دیکھو جنکا بیان اسی کتاب یعنی تحقیقات ایشیا کی اُن جلدوں میں ہی جنکا ذکر مقام معقولہ پر ہی

‡ سب سے پورا نا کتبہ جو ایک تانبے کی تختی ہی اور سنگبر میں ملی تھی جسمیں جاگیر بھشنے کا ذکر ہی نویں صدی کا کندہ کیا ہوا معلوم ہوتا ہی (دیکھو کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۹ صفحہ ۴۴۶ کو) اس کتبہ میں صاف مندرج ہی کہ سلطنت کرنے والے راجہ دیروپال دیرو (یا دیرو پالا دیرو) کے قبضہ میں تمام ہندوستان گنگا کے مشرق سے آدم کے پل تک (یعنی لٹکا تک) اور دریائے میگنا یعنی برہمپتر سے مغربی سمندر تک ہی اور بنگالہ اور کرناٹک اور تبت کے باشندے اُسکی رعایا ہیں بیان کیا گیا ہی اور اُسے یہ بھی اشارہ ہی کہ اُسکی فوج کمبوجا تک گئی تھی جسکو عموماً انک سے آگے سمجھا گیا درنہ اُسے تو کچھ شک نہیں کہ وہ ہندوستان

اجمیر اور میدوات اور گجرات میں خود مختار حکومتوں کے موجود ہونے کے باعث سے استقدر وسیع فتوحات کا ہونا خلاف قیاس معلوم ہوتا ہی اور اسی زمانہ کے کتبوں میں جو اور راجاؤں نے کندہ کراے ایسے ہی فتوحات کا دعویٰ کیا جاتا اگر اُن راجاؤں نے اور سلطنتوں پر کچھہ فوق حاصل کیا ہوتا اور ہندوستان کے مغرب تک اور دکھن کے وسط تک لشکر کشی کرتے پھر حال معلوم ایسا ہوتا ہی کہ یہہ خاندان بھی تمام ہندوستانی سلطنت کا ایسا ہی پورا دعویٰ رکھتا ہی جیسا کہ اور خاندان رکھتے ہیں پس تمام ایسے جھوٹے دعویٰ کا اعتبار نہ کرنے کے لیئے یہی بات ایک تازہ وجہہ ہی ہالا خاندان کے بعد وہ خاندان حکمران ہوا جسکے ناموں کے آخر میں لفظ سینا کا ہونا لازم تھا اس آخر خاندان کو اہل اسلام نے سنہ ۱۲۰۳ ع میں تھہر والا کیا *

مالوہ

راجہ بکرماجیت

مالوہ کی سلطنت اگرچہ ان سلطنتوں سے جنکا ہم بیان کرچکے قدیم زمانہ میں ہمسر ہونے کا دعویٰ نہیں کرتی مگر اسی سلطنت کی تاریخ صحیح صحیح ہمکو معلوم ہوئی ہی جو سنہ اب بھی دریائے نربدا کے شمالی ملکوں میں مروج ہی وہ راجہ بکرماجیت کا سنہ ہی یہہ راجہ

کے نہایت مغرب میں ہرکا دوسرا کتبہ ایک ٹرٹے ہوئے ستون پر ضلع شام میں جو گنگا کے شمال کی طرف ہی کندہ ہی اُس ستون کو ایک راجہ نے جرابنے آپ کو خراج گزار کرر یعنی بنگالہ کا پٹانا ہی بنایا تھا مگر پھر یہی وہ اپنی حکومت ویراجھانک سے (صحیح حال اسکا معلوم نہیں) ہمالیہ تک اور مشرقی سمندر سے مغربی سمندر تک پٹانا ہی اور اُس کتبہ میں کندہ ہی کہ بنگال کے راجہ نے (غالباً) سابق الذکر کتبہ والے دیو پال کے بیٹے نے (ملک اوربہ اور ترم ہنز کو) (اس ترم کا بیان پہلے کتبہ میں بھی ہی) اور کارومندل کے کنارہ کے جنوبی حصہ اور گجرات کو فتح کیا تیسرے کتبہ میں صرف استقدر کندہ ہی کہ ایک عالیشان یادگار بت کی عزت میں پٹارس کے قریب اُسی خاندان کے بنگالہ کے راجہ نے سنہ ۱۰۲۶ ع میں بنایا اور اُس خاندان کا اور قدیم کتبوں سے بدہ مذہب معلوم ہوتا ہی

اپنے اسی سنہ کے شروع سے یعنی چھوٹے بوس قبل مسیح کے اوجین میں راج کرتا تھا *

ہندوؤں کی کہانیوں میں بکرماجیت بجائے ہارون رشید کے ہی اور کرنل ولغورڈ صاحب نے ان کہانیوں میں سے اسقدر حالات بے کھٹکے جمع کیئے کہ انکی تاریخوں کی تطبیق کے لیئے اٹھ بکرماجیت درکار ہوتے ہیں مگر جستدر کہ اب تسلیم کیا جاتا ہے وہ یہہ ہی کہ بکرماجیت ایک بڑا زبردست راجہ اور تربیت یافتہ اور سر سبز ملک کا حاکم اور علم و ہنر کا مشہور مربی تھا *

راجہ بھوج

راجہ بکرماجیت کے بعد راجہ بھوج نہایت مشہور راجہ ہندوستان میں ہوا مگر اُسکے حالات کی کوئی تاریخ یا اور کسی قسم کی تصریح موجود نہیں اُسکا طول طویل عہد قریب گیارہویں صدی کے ختم ہوا درمیان کی چھ صدیوں کے بہت سے راجاؤں کے نسب نامہ انہیں اکبری اور ہندوؤں کی کتابوں میں پھرے ہوئے ہیں انہیں سے ایک نام چندرا پالا ہی جسکو کہتے ہیں کہ تمام ہندوستان اسنے فتح کر لیا لیکن یہہ حال ایسا لغو ہی کہ اس سے تاریخ میں بہت کار براری نہیں ہوسکتی مالوہ کے راجاؤں نے بیشک ہندوستان کے وسط اور مغرب تک اپنا تسلط کیا اور بکرماجیت کے تمام ہندوستان پر مسلط ہونے کی روانتیں ہندوستان میں عام ہیں *

گجرات کے راجہ نے راجہ بھوج کے پوتے کو گرفتار کر لیا اور اُسکے ملک پر قابض ہو گیا مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ مالوہ پھر بہت جلد اُسکے قبضہ سے نکل گیا اور ایک نیا خاندان اُس میں راج کرنے لگا آخر کار مسلمانوں نے سنہ ۱۲۳۱ ع میں اُسکو فتح کر لیا + *

+ کرنل ٹاڈ صاحب کا بیان مندرجہ حالات رایل ایشیا ٹک سوسائٹی جلد ۱ صفحہ ۲۰۱ اور کالبروک صاحب کی تصریح اُسی جلد کے صفحہ ۲۳۰ میں اور کلیڈن صاحب کی آئین اکبری جلد ۲ صفحہ ۲۸

گجرات

گجرات میں کرشن جی کی ریاست ہونے اور اُن زمانوں کے اور واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے ہی سے گجرات ایک خاص ریاست قرار پاگئی تھی اور دوسری صدی کے ایک یونانی مورخ نے تمام گجرات کو ایک حاکم کے تحت میں بیان کیا ہے † راجپوتوں کی اُن روایتوں سے جو کرنل تاق صاحب نے لکھی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ مقام بلہی واقع گجرات میں کاتک سینا نے جو سورج بنسی خاندان میں کا ایک شخص چنکی سلطنت اودہ میں تھی نقل مکان کر کے چلا آیا تھا ایک اور ریاست کی بنیاد ڈالی اس خاندان کو سنہ ۵۲۳ ع میں وحشیوں کی فوج نے چنکو کرنل تاق صاحب قوم پارٹھیوں خیال کرتے ہیں اُس ملک سے نکال دیا *

اس خاندان کے راج کدور گجرات سے نقل مکان کر کے مہوار میں چلے گئے اور وہاں ایک سلطنت قائم کر لی جو اب بھی موجود ہے تانبہ کے پتروں پر جو ایسے کتبہ پائے گئے ہیں جنہیں جاگیریں عطا کی گئی ہیں اور اُنکا ترجمہ واتھن صاحب نے کیا ہے ‡ اُن سے یہ بات بخوبی ثابت ہوتی ہے کہ جس خاندان کے لوگوں کے نام کے ساتھ سینا کا لفظ لگا ہوتا تھا اُسے بلہی میں سنہ ۱۲۳۳ ع سے سنہ ۵۲۳ ع تک سلطنت کی جن وحشیوں کو کرنل تاق صاحب پارٹھیہ والے سمجھتے ہیں اُنکو واتھن صاحب پیکٹریا کے ہندوستانی خیال کرتے ہیں بیشک وہ حملہ پارٹھیہ والوں کے سربراہوں کی کے زمانہ سے بہت بعد کو ہوا ہے مگر ممکن ہے کہ حملہ کرنیوالے دوسری نسل کے ایرانی یعنی ساسانی ہونگے سنہ ۵۳۱ ع سے سنہ ۵۸۹ ع تک نوشیروان نے سلطنت کی وہ مختلف ایرانی مورخ چنکی اقوال مالکوم صاحب §

† ونڈت صاحب کے پریپلس صفحہ ۱۱۱

‡ رز نامچہ ایشیا تک سوسٹیٹی کلکتہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۰

§ تاریخ ایران مصنفہ مالکوم صاحب جلد ۱ صفحہ ۱۴۱

نے نقل کیئے ہیں بیان کرتے ہیں کہ اس بادشاہ نے شمال میں فرغانہ پر اور مشرق میں ہندوستان پر لشکر کشی کی اور چینی تاریخوں سے جو اُنکے پہلے قول کی تائید ہوتی ہی تو دوسرے قول کو معتبر نہ سمجھنے کی کڑی وجہ معلوم نہیں ہی سر ہنری پائینجر صاحب ایک منسل اور قرین قیاس بیان نوشیرواں کی کوچ کا سفر کی بتیاری حد سے سند تک کرتے ہیں مگر یہہ نہیں لکھتے کہ انہوں نے کہاں سے لکھا ہی ہے اور جو کہ مقام بلدی سند کے پاس تھا اسلیئے باسانی یقین ہو سکتا ہی کہ نوشیرواں نے اُسکو غارت کیا ہوگا اور میواز کے راجاؤں کا نوشیرواں کی اولاد ہونا جو مشہور ہی شاید اس کو اسبات سے کچھ تعلق ہو کہ نوشیرواں نے اُنکو بھگا کر اُس مقام تک جہاں وہ اب موجود ہیں پہونچایا تھا۔ *

نوشیرواں کے چاروس سے سات برس پیشتر فتح ہونا بلدی کا جو معلوم ہوتا ہے وہ ہندوؤں کے واقعات کی تاریخوں میں ایک خفیہ سی بات ہی * بلدی کے راجاؤں کے بعد گجرات کے حاکم راجپوت ہوئے جو چورا قوم میں سے تھے اور انہوں نے انجام کار اپنے دارالسلطنت مقام اہل وازہ میں جواب پائی مشہور ہی قائم کی اور ہندوستان کے راجاؤں کے خاندانوں میں سے یہہ بڑے عالیشان ہو گئے * اخیر راجہ سنہ ۹۳۱ ع میں لارڈ مرگیا اور اُسکا داماد بجائے اُسکے راج کا مالک ہوا جو راجپوتوں کی سلونکا یا چلوکیا قوم میں سے مشہور ہوا جسکے اہل خاندان کالیان میں جو دکھن کے گھاتوں کے اوپر واقع ہی سردار تھے * †

† ڈی گئیز صاحب کی کتاب جلد ۲ صفحہ ۳۶۹

‡ پائینجر صاحب کا سیاحت نامہ صفحہ ۳۸۶

§ کرنل ٹاک صاحب کی کتاب جلد ۱ صفحہ ۸۳ و ۹۷ و ۱۰۱ و ۲۰۶ اس کالیان کی نسبت کانن والا کالیان جو زیادہ قریب ہی اسلیئے کرنل ٹاک صاحب خیال کرتے ہیں کہ سلونکا قریب راجہ کانن والے کالیان سے آیا ہوگا لیکن اور حالات اس رائے کے مخالف ہیں کہات والے کالیان کے سلونکا قوم کے راجاؤں کا حال پہونچا جا رہا

اسی خاندان کے ایک راجہ نے مالوہ کو فتح کیا میں خیال کرتا ہوں کہ کرنل ولفرڈ صاحب انہیں راجاؤں کو ہندوستان کا شہنشاہ بتاتے ہیں † اگرچہ محمول غزنوی نے سلونکا راجاؤں کے ملک کو ایدھر سے اردھر تک تاخت و تاراج کیا مگر سنہ ۱۲۲۸ ع تک اسی خاندان کے راجہ راج کرتے رہے آخر کار اس سلسلہ میں ایک اور خاندان نے اُنکو اُنکے ملک سے خارج کیا جسکو سنہ ۱۲۹۷ ع میں مسلمانوں نے غارت کر دیا ‡ *

قنوج

کناکریا یعنی قنوج کی نسبت قدیم زمانہ میں ہندوؤں کی اور سلطنتیں بہت کم مشہور ہوئی ہیں قنوج نہایت قدیم شہر ہندوستان کا ہی اور اُسکے نام سے ایک فرقہ برہمنوں کا قائم ہوا ہی جسکا نام قنوجیا برہمن ہی شاید اسی دارالسلطنت کو اُن مسلمانوں نے جو پہلے پہل حملہ اور ہوئے نہایت دولت مند پایا ہندوؤں کی آزادی کے جلد برباد ہو جانے کا باعث وہ اراکین تھریں ہیں جو قنوج اور دہلی کے راجاؤں میں ہوئی ہیں *

معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں یہ سلطنت پانچالا کہلاتی تھی اس سلطنت کی قلمرو کا مالک تنگ اور لنبا مغرب میں دریائے چنبل † اور بنارس کے قریب قریب اجمیر تک اور مشرق میں نیپال تک راجپوتوں کی اُن روایتوں اور تصدیقوں سے چنگو کرنل ٹاڈ صاحب ‡ نے جمع کیا ہے

† کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۹ صفحہ ۱۶۹ د ۱۷۹ د ۱۸۱ وغیرہ

‡ برگز صاحب کی تاریخ فرشتہ

§ قنوج اور پانچالا کا ایک ہونا منو کے مجموعہ کے دوسرے باب کے اشاریہ ۱۹ سے سمجھا گیا ہے اور جو حدیں اُسکی مہابھارت میں قرار دی گئی ہیں اُنکو اورینٹل میگزین جلد ۳ صفحہ ۳۵ اور جلد ۴ صفحہ ۱۲۲ میں تحقیق کیا گیا ہے یہ بات یہاں کے قابل ہے کہ جب ان حدوں کو جنوب و مغرب کی طرف کچھ بڑھا دیا جاتا ہے تو وہ بھی حدیں ہو جاتی ہیں جو کرنل ٹاڈ صاحب نے مسلمانوں کے حوالہ کے زمانہ میں قرار دیں ہیں کتاب راجستان جلد ۲ صفحہ ۹

|| کتاب تاریخ راجستان جلد ۲ صفحہ ۲

اور ان کتبوں سے جنکی تحقیقی پروفیسر ولسن صاحب † نے کی معہ ان کتبوں کے جنکا ترجمہ پرنسپل مل صاحب ‡ نے کیا جو کچھ حال ہم کو معلوم ہوا ہی اسے سوا اور کچھ حال اس سلطنت کی قدیم تاریخ کا دریافت نہیں ہوتا ان تحریروں اور روایتوں سے معلوم ہوتا ہی کہ راتھوروں نے قنوج کو ایک اور ہندو خاندان شاہی سے چھینا تھا اور اُن سے سنہ ۱۱۹۳ ع میں مسلمانوں نے ایلہا اور وہ اپنے موجودہ ریاست مازار میں چلے گئے * راتھوروں کی سلطنت کے زمانہ میں ازروے ان روایتوں کے قنوج کے قلمرو میں بنکالہ اور اوزیسہ تک شامل ہو گئی تھی اور مغرب میں دریائے اٹک تک تسلط ہو گیا تھا *

اور کتبوں سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جس خاندان کو مسلمانوں نے تباہ کیا وہ نہایت زمانہ حال کا تھا چنانچہ ایک دلاور راجپوت نے اُس خاندان میں راج کی بنا قائم کی تھی اور کرنل ٹاک صاحب نے جو کچھ حالات لکھے ہیں انکی صحت پر ان کتبوں سے شبہ پیدا ہوتا ہی * راجپوت اور مسلمان مورخوں نے جنہوں نے ہندوستان پر مسلمانوں کا تسلط ہو جانے کی تاریخ لکھی ہی دارالسلطنت قنوج کی وسعت اور شان اور شوکت کا حال نہایت تعریف کے ساتھ لکھا ہی اور کھنڈر اُسکے اب بھی گنگا کے کنارہ پر موجود ہیں *

اور ریاستوں کا بیان

ہندوؤں کی ان چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کے نام بیان کرنے دقت سے خالی نہیں جو ہندوستان میں مختلف زمانوں میں ہوئیں اب ہم ایک نقشہ لکھتے ہیں جس سے انہیں سے بعض ریاستوں کا زمانہ معلوم ہوگا مگر یہ نقشہ بالکل صحیح اور کامل نہیں ہی *

† کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۵

‡ رجز نامچہ راجا ایشیا تک سوسائٹی جلد ۳ باب ۴ سنہ ۱۸۳۲ ع

کشمیر کا حال اس نقشہ میں مندرج ہونے کی وجہ سے خاص ہی اُسکی تاریخ ایسے معجزانہ بیانوں میں جو ہم نے لکھے ہیں لکھنی مناسب نہیں ہے کیونکہ اُسکی تاریخ بہت مفصل اور کامل موجود ہے اور اُس میں ہندوستان کے اور حصوں کا حال بہتر ایسے مرقع کے نہیں پایا جاتا جس میں کشمیر کے راجاؤں کے ہندوستان کی عزیمت اور اُسکا کئی بار فتح کر لینا بیان کیا گیا ہو ان بیانوں کی صداقت پر شبہ ہے ۔ *

اس بات کا تصدیق کرنا کہ اس نقشہ میں کون کون سے ملکوں کو داخل کرنا چاہیئے آسان نہیں ہے بظاہر بنارس کی نسبت پنجاب زیادہ تر مستحق معلوم ہوتا ہے لیکن اُس میں سے ایک ہی بار ایک سلطنت تریچترا قائم ہوئی تھی سو مسلمانوں کے حملہ کرنے کے وقت پھر اُس میں شامل ہو گئی اور ہندوؤں کے شروع زمانہ سے مسلمانوں کے ہندوستان پر حملہ کرنے تک ہندوؤں کی تاریخ میں اُسکا مطلق تذکرہ نہیں پایا جاتا اور جبکہ یونانی اُس میں گذرے تو بہت چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں منقسم پایا راجہ پورس کے قبضہ میں جو بہت بڑا راجہ تھا معہ اُسکے رفقا کے آٹھواں حصہ بھی پنجاب کا پورا نہ تھا ۔ *

+ ہندوؤں میں بھی کشمیر کی تاریخ پائی جاتی ہے جس کے حالات کی تحقیق کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۱۵ میں اچھی طرح کی گئی ہے

مفصلہ ذیل نقشہ میں * اس علامت سے بیہ مراد ہی کہ جس سلطنت کی تاریخ پر بیہ نشانی جو اسکو سمجھنا چاہیئے کہ اسکا ذکر مہابھارت میں آیا ہی اور اسکی تاریخ جو حصے لکھی ہی اس سے وہ دوسرا زمانہ مراد ہی جو مہابھارت کے پورے کسی اور تاریخ میں اسکا تذکرہ ہوا ہی اور جن لوگوں نے بیہ بیان کیا ہی کہ ان سلطنتوں کا ذکر تلس سنہ میں اخیر مرقہ ہوا ہی انہوں نے کوئی سند نہیں بیان کی مگر اخیر زمانہ ان سلطنتوں کا اکثر وہ سنہ ہی جس میں تاریخ فرشتہ کے مصنف نے انہی مسلمانوں کا انتہای ہونا لکھا ہی

نام سلطنت	اس سلطنت کا کسی تاریخ میں کب اہل ذکر ہوا	اور کب سے اخیر ذکر ہوا	سند مورخ	کیفیت
مکا دا	* سنہ ۳۰۰ قبل مسیح میں یونانیوں نے بیان کیا ہی	سنہ ۵۰۰ ع کے قریب میں	انگریزی ترجمہ پشٹ پوران کے صفحہ ۲۷۳ و ۲۷۲ کے حاشیہ میں	
گروہیہ دنگا دا	سنہ ۶۰۰ ع میں	سنہ ۲۰۳ ع میں	کتبہ منگیر	
مالیہ	سنہ ۵۱ قبل مسیح سے لڑکی مدت پہلے جھیں گیارہ پختیاں گورنر	سنہ ۱۲۳۱ ع	ترجمہ آئینا اکبری جلد ۲ صفحہ ۲۲	
نہجرات	* سنہ ۱۲۳ عیسوی	سنہ ۱۲۹۷ ع	گول ناٹ صاحب کی کتاب تاریخ راجستان جلد ۱ صفحہ ۱۱۲ اور راجہ صاحب کی تصدیق مندرجہ روزنامہ ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۲ صفحہ ۲۸۰	

نام سلطنت	اس سلطنت کا کسی تاریخ میں کب اول ذکر ہوا	اور کب سے آخر تک ہوا	سند مزید	کیفیت
کتھج	سنہ ۲۷۰ عیسوی	سنہ ۱۱۶۳ ع	۱۱ صاحب جلد ۲ صفحہ ۲	مٹیالی راجپوت راج کی زوجہ مسی سیتا کے باب کی کاراسلٹنت ہی اگرچہ نسبتاً تاریخی سند اور ہندوستانی دس زبانوں میں سے ایک زبان کا نام مٹیالی مشہور جوتیکے باعث ممتاز ہے مگر تاریخ میں اسکا بیان بہت کم پایا جاتا ہے
مٹیالی	سنہ ۲۷۰ عیسوی	سنہ ۱۱۶۳ ع	*	معلوم ہوتا ہے کہ بنارس میں مہابھارت کی لڑائی کے زمانہ میں جود مستعار سائنت تھی۔ بنارنا وک بعد مہاراجا کے معکوم ہوئی جیسے کہ پتھلے زمانہ میں ولا نورا کے مہاراجا ہوئے مگر جبکہ مسلمانوں نے فتح کیا تو وہ سلطنت کسی کی تابعدار نہ رہی
بنارس	سنہ ۱۱۹۲ ع	*	مہابھارت کے سوا دلی کا بیان دوسری بار یہہ پایا جاتا ہے کہ راجپوتوں کی قوم نے اس پر تسلط کیا اور انہیں سے سلطنت وار پتھ راجہ ہوئے بعد اسکے سنہ ۵۰-۱۱۹۲ میں پرتھی راج کے بازار اجداد نے اس قوم کو سلطنت سے خارج کیا اور راجہ پرتھی راج پر مسلمانوں نے فتح پائی
دہلی	سنہ ۵۶ قبل مسیح کے قریب	سنہ ۱۱۹۲ ع	۱۱ صاحب جلد ۱ صفحہ ۵	آجیواں راجہ مانکرارے سنہ ۱۱۹۵ ع میں حکمران تھا اسکی اولاد میں سے دھیل نے دلی کی سنہ ۵۰-۱۱۹۲ ع میں فتح کیا اور دھیل سلطنت ایک ہی زمانہ میں ایک ساتھ قائم ہوئی رہیں
اجپیر	سنہ ۱۹۵ ع سے اتنی مدت تک جس میں سات پختیوں گذریں	سنہ ۱۱۹۲ ع	۱۱ صاحب جلد ۱ صفحہ ۵	آجیواں راجہ مانکرارے سنہ ۱۱۹۵ ع میں حکمران تھا اسکی اولاد میں سے دھیل نے دلی کی سنہ ۵۰-۱۱۹۲ ع میں فتح کیا اور دھیل سلطنت ایک ہی زمانہ میں ایک ساتھ قائم ہوئی رہیں

معلوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ سے پہلے یہہ سلطنت مالوہ کے راجاؤں کے تسلط میں تھی اورہ کے راجپوتوں کی اسی قوم نے جسے کھیوات کی سلطنت کی بنیاد ڈالی تھی یہہہ سلطنت بھی قائم کی

جیسلمیر کے راج کی بنیاد کوٹھن جی کے خاندان میں کی ایک قوم نے ڈالی جو ہندوستان کے شمال و مغرب سے آئی تھی اور اب بھی اسی کا راج ہے اسکی بنیاد ایک راجپوت راجہ کنوار نے جو رام چندر کی والدہ میں سے تھا ڈالی جنہوں نے چند پشتوں پہلے چھوٹی سی ریاست ناروار پر قبضہ کیا تھا

مہاتپاروت میں سندھ کی ایک ریاست بیان کیا گیا ہے سکندر کے زمانہ میں سندھ میں چار ریاستیں تھیں مگر سنہ ۷۱۱ء میں اہل عرب نے اسپر حملہ کیا تو وہ کل ایک ریاست تھی بعد اسکے سیرا کی راجپوت قوم نے سنہ ۷۵۰ء میں اہل عرب سے چھٹن کی اور پھر غزوی خاندان کے بعد تک مسلمان ارسکو فتح کر سکے

کشیپور کے مورخ اس سلطنت کی ابتدا کا سنہ ۱۲۰۰ قبل مسیح سے بارہ سو برس پہلے سے دعوی کرتے ہیں مگر کوئی واقعہ اور کسی راجہ کا کچھ حال بیان نہیں کرتے تاریخ فرستہ کے مورخ کے بقول کشیپور کے راجاؤں کے پانچ خاندانوں کے بعد مصعود غزنوی نے سنہ ۱۵-۱۱ء میں فتح کیا

مہاراج	سنہ ۷۲۰ء	اب بھی موجود ہے	قائد صاحب جلد ۱ صفحہ ۲۲۱
جیسلمیر	سنہ ۷۳۱ء	اب بھی موجود ہے	قائد صاحب جلد ۲ صفحہ ۲۲۳
جیسلمیر	سنہ ۹۶۷ء	اب بھی موجود ہے	قائد صاحب جلد ۲ صفحہ ۲۲۶
سندھ	سنہ ۳۲۵ قبل مسیح	سنہ ۷۱۱ء	*
کشیپور	سنہ ۱۲۰۰ قبل مسیح	سنہ ۱۰۱۵ء	پروفیسر ولسن صاحب کی تصویر مندرجہ تفصیلات ایضاً جلد ۱۵

میں جبکہ سکندر نے یورش کی یہہہ سلطنت خرد مختار دہلی

دوسرا باب

دکھن کے ہندوؤں کی تاریخ

قدیم زمانہ میں ملک دکھن کی کیا حالت تھی اور کن

حصوں میں منقسم تھا

دکھن کے باشندے استقامت کا دعویٰ نہیں کرتے ہیں جسقدر کہ ہندوستان خاص کے ہندو نہایت قدیم ہونے کے دعویدار ہیں اس لیے دکھن کی تاریخ بھی کم اولیٰ جی ہوئی اور کم تاریک ہی مگر کچھ دلچسپ نہیں ہی اُسکے قدیم باشندوں کا حال ہمکو بہت کم معلوم ہی ہندوؤں کا حال اُن مقاموں میں جہاں وہ جا کر آباد ہوئے ایسا دلچسپ نہیں ہی جیسا کہ اُنکے اصل ملک میں ہی + پروفیسر ولسن صاحب بیان کرتے ہیں کہ دکھن کی تمام روایتوں اور تاریخوں میں ایک ایسا زمانہ پایا جاتا ہی جس میں دکھن کے باشندے ہندو نہ تھے اس سے پہلے کہ اُنہوں نے ہندوؤں سے تعلیم اور تربیت حاصل کی اصل باشندوں کو وہاں کے جنگلی اور پہاڑی یا راجپوت اور دیو بیان کیا گیا ہی مگر بعض حالات سے اس بات پر شبہ ہوا ہی کہ دکھن کے باشندے ایسی ہی ناشایستہ حالت میں تھے جو ہمارے اس بیان سے خیال میں آتی ہی *

دکھن میں سنسکرت زبان کے رواج ہانے سے پہلے تامل زبان قائم ہو کر کمال پر پہنچ چکی ہوگی یہ بات اگرچہ اس وجہ سے اُنکے شایستہ ہونے کا قطعی ثبوت نہ کہ شمالی امریکہ کے اصلی باشندوں کی زبان شایستہ ہی مگر ایلس صاحب کی رائے اگر معتدل مانی جاوے اور تامل کا علم اور زبان اصلی اور لازمی ہووے تو اُسکے موجودوں کو یعنی دکھن والوں کو

+ تمام حالات مفصلہ ذیل اور پیرس کے بیان تک پروفیسر ولسن صاحب کے دیباچہ تاغذات مکتزی سے لیئے گئے اگرچہ اُن حالات میں کہیں کہیں ہم نے کچھ رائے لگا دی ہی جنگی جوابدہی پروفیسر ولسن صاحب کے ذمہ نہیں

جنگلوں اور پہاڑیوں میں داخل کرنا غیر ممکن تھریکا † اگر ہم ہندوؤں کی روایتوں پر اعتماد کر سکیں تو راون جو لنکا اور دکھن کے جنوبی حصہ پر حکومت کرتا تھا ایک تربیت یافتہ اور قوی سلطنت کا راجہ تھا لیکن انہوں روایتوں کی بموجب وہ ایک ہندو اور شب کا پیرو تھا جس سے ہم یہ نتیجہ نکالیں گے کہ وہ روایتیں اُس زمانہ سے جسکا اُنہیں ذکر ہی بہت بعد کی ہیں اور کم سے کم ایک حصہ اُنکا رامچندر جی اور راون کے زمانہ کی نسبت زیادہ تر اُس زمانہ کی حالات پر مبنی ہی جب کہ وہ لکھی گئیں *

غالب ایسا معلوم ہوتا ہی کہ جب دکھن پر مکرر حملے ہونے کے بعد ہندوستان خاص اور دکھن کا راستہ کھل گیا ہوگا تو جو لوگ وہاں بسنے کو گئے ہونگے انہوں نے دکھن کے اوپر کے حصہ کے ویران اور بنجر میدانوں کی نسبت کرناٹک اور تانچور کے بار آور خطوں کو اپنے رہنے کے لیے پسند کیا ہوگا اور اگرچہ ابتدا میں انہوں نے ساحل سمندر کو اپنی سکونت کے واسطے پسند کیا ہوگا مگر ایک زمانہ گزرنے کے بعد غیر قوموں کے سوداگروں کو وہاں تک رسائی ہوئی ہوگی اور چابچا سمندر کے کنارہ پر بہت جلد شہر آباد ہو گئے ہونگے *

سنہ عیسوی کے شروع کے قریب یعنی دکھن کے کناروں کے جس زمانہ کا حال ہلینی ہونانی مورخ اور پریپلس کا مصنف بیان کرتا ہی دکھن کے ساحل سمندر آباد معلوم ہوتے ہیں اور تجارت اُنہیں ہوتی تھی *

مگر دکھن کے اندرونی حصہ میں بہت سی شایستگی اس زمانہ سے بھی پہلے حاصل ہو گئی ہوگی کیونکہ سکندر اعظم کے رفیقوں نے جنگ

† برہمنوں کے دکھن میں پہونچنے سے پہلے تامل کے عام کے قایم ہونے کا ثبوت ایک یہ بات ہو سکتی ہی کہ اُسکے نہایت نامی مصنفوں میں نہایت ادنی درجہ کے لوگ جنکو ہم پازیا کہتے ہیں ہوئے ہیں اگرچہ یہ مصنف بہت قدیم زمانہ میں نہیں ہوئے لیکن اُنکا صاحب تصنیف ہونا مرکز ممکن نہرتا اگر برہمن اُنکے معلم ہوتے

قول استریہو اور ایویٹن نے نقل کیئے ہیں جب مختلف باتیں ہندوستان کے شمالی اور جنوبی باشندوں کی بیان کی ہیں تو کوئی فرق اور اختلاف انکے چال چلن میں بیان نہیں کیا *

ہروفیسر ولسن صاحب خیال کرتے ہیں کہ دکن کا قریبیت یافتہ ہونا ایک ہزار برس پہلے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ممکن ہی * کہتے ہیں کہ دکن میں پانچ زبانیں بولی جاتی ہیں ان سے یہہ امر یقینی سمجھا جاتا ہی کہ قدیم زمانہ میں اسٹندر قومی تقسیم ملک کی ہوگی اسلیئے ان قسموں کی حدیں بیان کرنی مناسب ہیں *

درآورا یعنی ملک تامول

تامول زبان اُس ملک میں بولی جاتی ہی جسکا نام درآورا ہی جسکی وسعت جنوب میں دکن کے غایت سے محدود ہی اور شمال میں اُس مفروضہ خط سے محدود سمجھنا چاہیئے جو بلوکٹ سے (یہہ مقام سمندر اس کے قریب ہی) اُس گھاٹ تک جو بنگلور اور پولیکٹ کے درمیان میں ہی اور گھاٹ کے خمدار حصہ سے گذرتا ہوا مغرب کی جانب مالابار اور کنارا کی حد فاصل تک اور کنارا کے پاس پاس سمندر تک اسطرح پر گذرے کہ اُس سے مالابار اسی ملک میں شامل ہو جاتا ہی کہینچا جاوے *

ملک کرناٹیا کنارا

درآورا کی شمالی حد کا ایک حصہ کرناٹا کے جنوبی حد کا ایک جزو ہی اور مغرب میں مقام گوا تک سمندر سے اور کولہور کے قریب تک مغربی گھاٹ سے محدود ہی *

شمالی حد اُسکی نہایت پیرے پیرے مفروضہ خط سے قائم ہوتی جو کولہور سے بدر تک کہینچا جاوے مشرقی حد اُسکے اُس مفروضہ خط سے جو بدر سے شروع ہوکر ادونی اور اندل پور اور ننددرگ میں گذر کر گھاٹ

کے اُستقام تک چر پولیکٹ اور بنگلور کے درمیان میں ہی پھرنچپی قائم ہوئی تھی *

ملک تلنگانہ یا تلگو

اس ملک کی مغربی حد اور ملک کرناٹا یا کنارا کی مشرقی حد مشترک ہی مگر اسکی یہہ مغربی حد اُسی طرح تیزی تیزی مقام چاندا تک جو دریائے وارڈا پر واقع ہے برہمانی چاہیئے اس مقام سے شمالی حد اس سے بھی زیادہ تیزی مشرق کی جانب سوہن پور تک ہے جو مہا ندی پر واقع ہے اور مشرقی حد سوہن پور سے سیکا کول تک اور سیکا کول سے سمندر کے قریب قریب پولیکٹ تک سمجھنی چاہیئے جہاں وہ اُس ملک سے ملتی ہے جسمیں تامول زبان بولی جاتی ہے *

ملک مہاراشٹر یا مرہٹہ

جس خطہ میں مرہٹی زبان بولی جاتی ہے اُسکی جنوبی حد کرناٹا اور تلنگانہ کی حدوں میں بیان ہو چکی چنانچہ گرا سے شروع ہو کر کولہور اور بدر میں گذر کر چاندا میں ختم ہوتی ہے اور مشرقی حد اُسکے دریائے وارڈا کے ساتھ ساتھ انتجاری یا ستپوری کے پہاڑ تک ہے جو دریائے نربدا کے جنوب میں واقع ہے *

اور اُسکی شمالی حد پر کوہ ستپوری نندور تک جو نربدا کے قریب ہی سمجھنا چاہیئے اور مغربی حد اُسکی اُس خط منروضہ سے قائم ہوتی جو نندور سے دامن تک اور دامن سے سمندر کے قریب ہوتا ہوا گوا تک پہنچا جاوے † *

ملک اوریسس یا اورییا

جس خطہ میں زبان اورییا بولی جاتی ہے اُسکی جنوبی حد تلنگانہ

† نائپور میں مرہٹوں کی حکومت کے قائم ہوجانے سے بہت سے مرہٹے گوندوالہ علاقہ نائپور میں چلے گئے اور اُس دارالسلطنت کے آس پاس در در تک اُنکی زبان عام ہو گئی *

ہی اور مشرق پر سمندر ہی اور سوہن پور سے مدنا پور واقع بنگال تک ایک خط فرض کرنے سے مغرب اور شمال کی حدیں قائم ہوئی ہیں *

مہاراشٹرا اور اڑیسہ کے درمیان کے میدان کا بڑا حصہ جنگل ہی جسمیں جا بجا گونڈ قوم کے لوگ آباد ہیں اگرچہ انکی زبان باقی اور حصہ کی زبان سے ملکتہ ہی مگر اُسکو وحشی پہاڑیوں کی بکواس سمجھا جاتا ہی دکھن کی ہانچوں زبانوں میں شمار نہیں کیا جاتا ہی + *

دکھن کی سلطنتیں اور ریاستیں

عین جنوب میں وہی سلطنتیں نہایت قدیم ہیں جنہیں نامول زبان بولی جاتی تھی پانڈیا اور چولا کی سلطنتوں کے بانی دو کاشتکار تھے *

پانڈیا کی سلطنت

اس سلطنت کا نام اسکے بانی کے نام سے قائم ہوا یہہ بات تحقیق نہیں کہ کس زمانہ میں اس شخص کا نصب چمکا تھا مگر اُسکے زمانہ کو پانسون برس قبل مسیح علیہ السلام سمجھا لینیکی معقول وجوہات ہیں * استریو نے ایک اراچی کا حال بیان کیا ہی جو ہانڈیوں کی طرف سے اغسطس قیصر کے دربار میں گیا تھا پریپلس کے مصنف اور تولیمی کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ ہانڈیوں موروثی خطاب پانڈیا کی اولاد کا تھا * پریپلس مصنف کے زمانہ میں ہانڈیوں کے قبضہ مالاہار کا ایک حصہ سمندر کے کنارہ پر کا تھا لیکن یہہ تسلط اُنکا تھوڑے عرصہ تک رہا اُنکی سلطنت کی مغربی حد گہات تھا ایک مختصر سی سلطنت تھی چنانچہ اُس میں صرف مدورا اور ٹینڈولی کے دو ضلعی تھے *

دارالریاست دو دفعہ بدل کر مدورا میں قائم ہوئی اور اسی مقام پر تولیمی کے عہد میں تھی اور اب سے سو برس پہلے تک یہی رہی موجود تھی *

+ گوندوانہ کے شمالی میدانوں میں جو زبان بولی جاتی ہی وہ ہندی زبان سے ناپی ہوئی ہی

پانڈیوں خاندان کے راجاؤں کا لڑائی جھگڑا اُنکے ہمسایہ والے چولا کی سلطنت سے رہا مگر سنہ مسیح کی ابتدا میں اُنکے آپس میں اتحاد ہو گیا اور مدت تک قائم رہا لیکن پھر اُنہیں علیحدگی ہو گئی اور پانڈیوں کی سلطنت سنہ ۹۰۰ء تک بڑی ترقی پر رہی اسی سنہ میں اُسکی وہ بڑی قدر و منزلت کم ہو گئی جسکے بعد وہ اکثر خراج گزار اور کبھی کبھی بالکل خود مختار رہے انجام یہ ہوا کہ خاندان نیاکس کے آخر راجہ سے (پانڈیوں کی نسل اس راجہ پر ختم ہو گئی) نواب اراکت نے سنہ ۱۷۳۹ء میں وہ سلطنت چھین لی۔ *

چولا کی سلطنت

چولا کی سلطنت کی تاریخ بہ نسبت ہندیا کی سلطنت کے زیادہ مسلسل ہے۔ *

اس سلطنت کی اصلی حدیں وہ تھیں جنہیں نامول زبان بولی جاتی ہے اور ایلس صاحب خیال کرتے ہیں کہ سنہ مسیحی کے شروع میں وہ استندوسمیت ہوئی تھی اور اُنہوں کی یہہ رائے ہے کہ اُسکے راجاؤں نے آٹھویں صدی میں کرناٹا اور تلنگانہ کے بڑے حصوں پر تسلط کر لیا تھا اور گوداوری تک اُس تمام ملک پر قابض رہے جو نندورگ کے پہاڑوں کے مشرق میں واقع ہے۔ *

مگر معلوم ہوتا ہے کہ بارہویں صدی میں اُنکی الوالعزمی کا انسداد کیا گیا آخر کار وہ اپنے قدیمی ملک پر قناعت کرنے کے لیئے مجبور ہوئے اور اس حالت میں سترہویں صدی کے آخر تک خود مختار خواہ بیچانگر کے تابعدار رہے اور اُسی زمانہ میں مرہٹوں کی سلطنت کے بانی کے بھائی نے جو بیچنپور کے مسلمان بادشاہ کے افسروں میں سے تھا جسکو بادشاہ نے چولا کے اخیر راجہ کی کمک کو بھیجا تھا چولا کی سلطنت پر خود قبضہ کر بیٹھا غرضکہ تانچور کے اس خاندان میں کا جو اب تک موجود ہے یہی اول راجہ ہوا۔ *

چولا کی دارالسلطنت، اُنکے عہد سلطنت میں سے بہت مدت تک
کنچی یا کنچی درم میں جو مندراس کی مغرب ہی رہی *
چیرلا کی سلطنت

چیرلا ایک چھوٹی سی سلطنت پانڈیوں کی مملکت اور مغربی
سمندر کے درمیان میں تھی اُس میں تراون کور اور ایک حصہ مالابار کا
اور کایم پٹور شامل تھی جس کا بیان تولیمبی کی تاریخ میں ہی سنہ عیسوی
کے شروع میں یہہ سلطنت ہو گئی ایک زمانہ میں وہ کرناٹکا کے بہت بڑے
حصہ تک پھیل گئی تھی لیکن دسویں صدی میں بالکل برباد ہو گئی اور
اُس کا ملک پاس پورس کی حکومتوں کے آپس میں تقسیم ہو گیا *

کرالا کی سلطنت

دیوتوں کا حال لکھنے والوں کے بموجب کرالا کے ملک کو جس میں
مالابار اور کنارا شامل ہیں پورام نے جو چھتریوں کا بیج ناس کرتا معہ
کانکوں کی خرق عادت کے ذریعہ سے سمندر سے حاصل کیا تھا اور خرق عادت
ہی سے اُسکو برہمنوں سے آباد کر دیا زیادہ معقول بیان سے معلوم ہوتا ہے
کہ سنہ عیسوی کے پہلی یا دوسری صدی میں کرالا کے شمالی حصہ کے
ایک راجہ نے ہندوستان سے بولا کر برہمنوں کی بستی بسائی تھی اور
مالابار اور کنارا کے بہت سے برہمن شمالی حصہ کے پانچ قوموں میں سے
اکثر ہیں اِس لیے اِس بیان کی کچھ اصل معلوم ہوتی ہے *

آبادی کی طرح سے ہوئی ہو مگر سب کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ کرالا
اول ہی سے کانکوں سے بالکل علیحدہ تھا اور برہمن ہی اُس پر قابض تھے اور
اُسکو چھپاستھہ ضلعوں میں تقسیم کر کے اپنی قوم کی ایک عام مجلس
کے ذریعہ سے اُس پر حکومت کرتے تھے اراضی کو کمتر درجہ کے لوگوں کو
لگان پر دیتے تھے *

کارہدائی کی حکومت ایک برہمن کے سپرد ہوتی تھی جو ہر تیسرے
پرس اُس کام سے علیحدہ کر دیا جاتا تھا اور چار برہمنوں کی کونسل

اُسکی مددگار ہوتی تھی مگر ایک زمانہ گزر جانے کے بعد انہوں نے ایک چھوٹی کو اپنا سردار مقرر کیا اُسکے بعد شاید پانڈیوں کے زیر حکومت رہتے تھے اگرچہ کڑالا کی زبان تامل سے نکلی ہی مگر یہاں نہیں معلوم ہوتا کہ کڑالا کبھی چولا کی سلطنت کا مطیع ہوا *

یہاں متعین نہیں معلوم کہ کس زمانہ میں کڑالا کی سلطنت کے جنوبی اور شمالی حصے علیحدہ علیحدہ ہو گئے مگر نویں صدی کے آخر میں جنوبی حصہ یعنی مالابار اپنے راجہ سے جو مسلمان ہو گیا تھا سرکش ہو گیا اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں تقسیم ہو گیا جنہیں سے بڑی ریاست زمرین کی تھی جنکو اواسکو دیگاما صاحب نے پندرہویں صدی کے آخر میں کالیکٹ پر قابض پایا *

معلوم ہوتا ہے کہ اس سلطنت کے شمالی حصے یعنی کنارا میں سنہ عیسوی کے ابتدا میں ایک راجہ کا خاندان قائم ہو گیا جو سنہ ۱۲۰۰ع تک قائم رہ کر بلال راجاؤں کے ہاتھ سے تباہ ہوا اور انجام کار یہاں حصہ بیجا نگر کے قبضہ میں آ گیا *

کانکن کی سلطنت

معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانہ میں کانکن بہت کم آباد زیادہ تر جنگل تھا اور اب بھی پہلے سے کچھ تھوڑا ہی سا زیادہ آباد ہوا ہے ہماری رائے میں اُس میں ہمیشہ مڑھتے بستے تھے *

کرناتا اور تلنگانا

بلال لقب والے راجہ

تمام کرناتا میں ایک ہی زبان اور یکساں چال چلون ہونے سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام ملک میں ایک ہی حکومت ہو گئی لیکن اُسکے ابتدا کے زمانہ کی تاریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ کنارا (یعنی نصف حصہ شمالی کڑالا) پانڈیوں اور چولا کے راجاؤں کے قبضہ میں منقسم تھا بعد اُسکے وہ اور بھی چھوٹے چھوٹے راجاؤں کے قبضہ میں منقسم ہو کر سنہ ۱۱۰۰ع

کے وسط تک رہا پھر ایک بڑا خاندان اسمیں قائم ہوا یہہ خاندان ہلال
راجاؤں کا تھا جو اپنے آپ کو یادو نسل کے راجپوت بتاتے تھے جنکا غالبہ
ایک زمانہ میں تمام کرناٹا اور مالابار اور اُس ملک پر جسمیں تاملول
زبان بولی جاتی ہی کسیقدر تلنگانہ پر ہو گیا تھا سنہ ۴۳۱ یا سنہ
۱۳۱۱ ع میں انکو مسلمانوں نے غارت اور برباد کر دیا *

یادوارا خاندان کے راجا

معلوم ہوتا ہی کہ تلنگانہ کا مشرقی حصہ نویں صدی کے شروع سے
گیارہویں صدی کے آخر تک ایک ایسے خاندان کے قبضہ میں جسکا
تاریخی حال صاف اور اوجلا نہیں رہا ہی اُس خاندان کو یادوارا کہتے
تھے *

کرناٹا والی قوم چاؤکیا

چاؤکیا قوم کا ایک راجپوت خاندان گالیان میں سلطنت کرتا تھا جو
بدر کے مغرب میں کرناٹا اور مہاراشترا کی حدود پر واقع ہی اس خاندان
کا دسویں صدی کے آخر سے بارہویں صدی کے آخر تک کنہوں کے ذریعہ سے
بخوبی سراغ لگتا ہی اُن کنہوں سے ظاہر ہوتا ہی کہ اُنکے قبضہ میں
جنوب و مغرب میں اُس مقام تک ملک تھا جہاں بنارہ سے سندھ میں
مغربی گھاٹ کے قریب واقع اور ایک کتبہ میں اُنکو چولا اور گجرات کے
فتح کرنیوالے لکھا ہی والٹر ایلینٹ صاحب جنہوں نے اِن راجاؤں کے بہت
سے کتبہ چھاپے ہیں † قیاس کرتے ہیں کہ اُنکے پاس تمام مہاراشترا نربدا
تک تھا اور پروفیسر ولسن صاحب کی یہہ رائے ہی کہ تلنگانہ کے راجہ
بھی اُنکے مطایع رھتے تھے جنہیں سے ایک نے جو غالباً اُنکا باج گذار تھا
چولا کے راجہ کو شکست دی تھی ‡ اور جس کتبہ کا حوالہ دیا گیا ہی
غالباً وہ یہی ہی *

† روزنامچہ رائل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۲ صفحہ ۱

‡ دیباچہ کاغذات مکیزی صفحہ ۱۲۹

اس خاندان کے راجاؤں میں سے ایک راجہ نے جو چارا کی وارث ایک عورت سے شادی کی تھی غالباً اسی سبب سے گجرات بھی اُنکے قبضہ میں آگیا تھا جسکا ابھی ذکر ہو چکا ہے *

اس خاندان کے اخیر راجہ کو اُسکے وزیر نے تخت سے اوتار دیا اور اُس وزیر کو شب کے معتد فرقہ کے فتنہ نے جو اُس زمانہ میں مشہور تھا قتل کیا اُسکے بعد سلطنت دیوگرھی کی یادو راجپوتوں کے ہاتھ آگئی † *

کلنگا والی قوم چلو کیا

چلو کیا قوم کی دوسری شاخ جو شاید کالیان میں سلطنت کرتی تھی کلنگا پر مسلط تھی جو تلنگانا کا مشرقی حصہ درادرا سے سمندر کے قریب قریب اویسہ تک چلا گیا ہے *

اس میں کچھ شک نہیں کہ اس قوم کا شاہی خاندان بارہویں اور تیڑھویں صدی میں برابر قائم رہا اور غالب ہے کہ اس سے دو سو برس پہلے قائم ہوا ہوگا اس خاندان کو اندرا گپتی راجاؤں نے بہت کچھ مغلوب کیا اور آخر کار کنگ کے راجاؤں نے بالکل برباد کر دیا *

اندرا کے راجہ

اندرا کے راجاؤں کو جنگی دارالسلطنت حیدر آباد کے شمال و مغرب میں اُسی میل کے فاصلہ پر ورننگل میں تھی مکان کے اندرا نسل سے متعلق بتاتے ہیں لیکن ان میں صرف ملکی تعلق ہوگا کیونکہ دکھن میں اندرا خاندان کا نام نہیں ہے بلکہ تلنگانہ کے تمام وسط کے حصہ کا نام ہے ‡ *

اندرا والوں کی تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بکرماجیت اور شالماہن نہایت قدیم راجاؤں میں سے ہیں انکے بعد چولا کے راجہ ہوئے اور انکے بعد قریب سنہ ۵۱۵ ع کے ایک خاندان یادوان نامی ہوا جس میں

† ایلیٹ صاحب کی تدویر مندرجہ روزنامہ رایل ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۱

نو راجہ ہوئے اور انہوں نے چار سو اٹھاون برس یعنی سنہ ۹۵۳ ع تک سلطنت کی اور انہیں تھریوروں کے بموجب اسی زمانہ کے قریب سے گنپتی راجاؤں کے خاندان کا آغاز ہوا لیکن پہلے پہل ممتازی اور نمود انکی گیارہویں صدی کے آخر میں کانچی کے عہد میں جسکے نام پر بعضے وقت تمام خاندان کو پکارا جاتا ہی اور اسی راجہ سے انکی صحیح تاریخ شروع ہوتی ہی بیان کیا گیا ہی کہ یہ راجہ چلوکیا راجاؤں کا مطیع تھا اور چولا کے راجاؤں پر اُسے فتوحات حاصل کی تھیں بڑی قوت اس خاندان کو تیرہویں صدی کے آخر کے قریب حاصل ہوئی چنانچہ اندرا کی روایتوں کے بموجب تمام وہ حصہ دکھن کا جو گودادری کے جنوب میں واقع ہی اُنکے قبضہ و تصرف میں تھا لیکن ولسن صاحب انکی مملکت کو پندرہویں اور اٹھارہویں خط عرض کے اندر محدود بتاتے ہیں *

سنہ ۱۳۳۲ ع میں مسلمانوں کی ایک فوج نے آکر انکی دارالسلطنت کو فتح کر لیا اگرچہ انکی خود مختاری نہیں مگر فخر و امتیاز میں بڑا فرق آیا بعد اسکے ایک زمانہ میں وہ اوریسہ کے باج گزار رہے آخر کار انکی سلطنت مسلمانوں کی کولنگڈا کی سلطنت میں سما گئی *

اوریسہ

دکھن کے اور سب ملکوں کی مانند اوریسہ کے راجاؤں کی تاریخ ایسے راجاؤں سے شروع ہوتی ہی جو مہابھارت میں شریک تھے اور اُنکے بعد سے ایسی پریشان اور بے تہمتانہ ہی جیسی کہ اندرا کے راجاؤں کے پہلے پہلے تھی اُس اہتر تاریخ میں بیان ہی کہ بکرماجیت اور شالبانہ نے باری بارہی سے اُسپر قبضہ و دخل کیا بابل سے جو ایران سمجھا گیا ہی اور دہلی اور کشمیر اور سندھ سے یاروان لوگوں نے چھٹی صدی قبل مسیح اور چوتھی صدی بعد مسیح کے درمیان میں مکرر مکرر حملہ کیئے *

آخر حملہ سمندر کی راہ سے ہوا اور اُس میں یاروان کامیاب ہوئے اور اوریسہ پر ایکسو چھپالیس برس تک قابض رہی *

اور پیسہ کے باشندے ان یاروں لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اور ایسی ہی بیہودگی سے بیان کرتے ہیں کہ مسلمانوں کی فوج نے جو امارت خاں اور فلاں خاں کے زیر حکومت تھے دوبار چھ سو برس قبل مسیح حملے کئے بعض لوگ اس بیان کا مصداق سلیوکس کو جو سکندر اعظم کا ایک سردار تھا یا ہیگتیریا کے یونانیوں کو ٹہراتے ہیں مگر یہ صاف عیاں ہی کہ اس تمام قصہ میں ایسے واقعات اور لغویات مخلوط ہیں جنکو ایسے مصنف نے گت متد کیا ہی جسکو جغرافیہ اور واقعات کے زمانوں کی ذرا بھی خبر نہ تھی + *

یاروں لوگوں کو یائیتی کیسری نے سنہ ۴۷۳ ع میں اور پیسہ سے خارج کر دیا *

اس واقعہ سے اسٹرنلنگ صاحب اور پیسہ کی صحیح تاریخ کا آغاز سمجھتے ہیں اسکے بعد کیسری خاندان کے پینتیس راجہ چھ سو پچاس برس کے عرصہ میں سنہ ۱۲۳۱ ع تک ہوئے جسکے بعد گنگاوانسا خاندان کے ایک راجہ نے انکا دارالسلطنت لیبیا جسکا خاندان مسلمانوں کے اُس ملک پر تسلط کر لینے تک راج کرتا رہا اسٹرنلنگ صاحب خیال کرتے ہیں کہ یہ خاندان تلنگانہ سے آیا ہوگا گو پروفیسر ولسن صاحب ‡ ایک کتبہ سے ثابت کرتے ہیں کہ وہ گنگا پور کے اُس ملک کے راجہ تھے جس میں اب تملک اور مدنا پور واقع ہیں اور اول حملہ انہوں نے مسلمانوں کے فتح کرنے سے چند برس پہلے گیارہویں صدی کے آخر میں کیا *

+ یہی رائے ہماری تلنگانہ کے یاران کی نسبت ہی جنکی اولاد کے نام سب شنسکرت کے نام ہیں ڈاکٹر ہکائن صاحب نے اپنی کتاب کی جلد ۳ صفحہ ۹۷ و ۱۱۲ میں مقام آنا گندی واقع تہہادرا میں آٹھویں اور نویں صدیوں کے اندر ایک یاران خاندان معلوم کرنے سے بڑی حیرت ظاہر کی مگر اور یاران کی طرح انکا ہرنا غیر ممکن نہیں کیونکہ اول حملہ اہل عرب کا سنہ ۷۰۰ ع میں ہوا

‡ دیپاچہ کاغذات مکتوبی صفحہ ۱۳۸

اس خاندان کو بڑی اقبال مندی اور ترقی بارہویں صدی کے آخر میں حاصل ہوئی اور اسی زمانہ کے آغاز و انجام میں جو بہت سے راجہ ہوئے وہ بڑی بڑی فتوحات کا شہسوار دکھن میں دعویٰ کرتے ہیں *

* لیکن یہ فتوحات دکھن میں چارکیا اور اندرا کی حکومت کے اس زمانہ میں نہایت ترقی پر ہونے کے سبب سے قرین قیاس نہیں معلوم ہوتیں مگر پندرہویں صدی کے درمیان میں اورتیسہ کے گورنمنٹ نے کنجی ورم تک جو مندراس کے قریب واقع ہی فوجیں بھیجیں اور اسی زمانہ کے قریب صاحب تاریخ فرشتہ کے بقول اورتیسہ کا راجہ بدر نک ان اضلاع کے راجاؤں کی کمک کو مسلمانوں کے مقابلہ پر گیا *

جو واقعات اورتیسہ کی تاریخ کے ابھی بیان ہوئے اُن سے پہلے گنکا وانسا خاندان کے بعد ایک راجپوت خاندان سورج بنسیوں میں کا اورتیسہ میں حکمران ہوا آخر کار اورتیسہ کی گورنمنٹ جو ہنگالہ اور دکھن میں پھیلی ہوئی تھی چند نام اوری کے کام کر کے اور مسلمانوں کے بڑے بڑے حملے اوتھاکو خراب ہو گئی اور تلنگانہ کے ایک سردار نے سنہ ۱۵۵۰ ع میں اُسکو چھین لیا یہ سنہ ۱۵۷۸ ع میں جلال الدین اکبر نے اُسکو اپنی سلطنت مغلیہ میں شامل کر لیا + *

ملک مہاراشترا یا مرہٹہ

جس خطہ میں مرہٹی زبان بولی جاتی ہی اُسکے بہت بڑے ہونے اور اُس خطہ کے دکھن کے سرحد پر واقع ہونے سے ہر شخص کو یہ توقع ہوتی ہی کہ دکھن کی اور سب قسموں میں سے اس ملک کی تاریخ اول درجہ رکھتی ہوئی اور یہ ملک نہایت مشہور ہونا مگر مسلمانوں کے زمانہ تک ہمارے پاس اس ملک کی تاریخ میں سے صرف دو واقعہ ہیں اور ان دونوں میں مہاراشترا کا نام بالکل نہیں آیا *

+ اورتیسہ کا تمام حال جہاں کسی اور کا حوالہ نہیں ہی اسٹر لنک صاحب کی تھریز مندرجہ کتاب تہذیب و تمدن ایشیا کی جلد ۱۵ صفحہ ۲۵۲ سے لیا گیا ہی

رام چندر جی کی کہانی کے بعد جو گوداوری کے مخارج کے قریب
ٹھہرے تھے پہلا واقعہ نگارا کا وجود ہی جو بہت بڑا بندرگاہ تھا جسکو
بارہویں صدی کے کتبوں میں نہایت مشہور شہر بیان کیا گیا ہے گو اب
موقع اُسکا معلوم نہیں مگر نام اُسکا خوب مشہور ہے *

پریپلس کے مصنف نے اُسکا ذکر کیا ہے مگر اُسکا موقع ایسا بے تھکانہ
قائم کیا ہے کہ ہم پلیٹوں سے جو دریائے گوداوری پر آباد ہی مشرق کی جانب
سو میل سے زیادہ فاصلہ پر خیال کر سکتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ بہت بڑا
شہر اور دکھن والوں کی دو بڑی منڈیوں میں سے ایک بڑی منڈی تھا
اور دوسری منڈی شہر پلیٹھانہ ہی دونوں میں سے کسیکو کہیں
دارالسلطنت نہیں بیان کیا ہے + *

+ ان مقاموں کا موقع معین کرنے کے واسطے ہمارے پاس کوئی وجہ نہیں ہے
پریپلس کے مصنف نے انکی نسبت جتنے لفظ لکھے ہیں وہ یہ ہیں کہ دکھن میں
دو مقام نہایت مشہور منڈیاں ہیں جنہیں سے ایک بیڑی غازا سے جنوب کی طرف بیس
منزل پور واقع ہے اور اُس سے دس منزل کے فاصلہ پر مشرق کی طرف کو بہت بڑا شہر نگارا
ہی وہاں سے بیڑی غازا میں اسباب گازیوں پر بڑے بڑے نشیب و فراز طے کر کے لایا جاتا
ہی اور پلیٹھانہ سے سنگ سلیمانی اور نگارا سے معمولی پارچہ کٹان وغیرہ لایا
جاتا ہے اس سے یہ بات ظاہر ہے کہ وہ در شہر پلیٹھانہ اور نگارا ہیں اور
نگارا جو اُسکے بیان میں دوسرا شہر ہے تو ضرور ہی کہ اُسکے پہلے کا کہیں نہ کہیں
بیان کیا ہوگا یا اُسکے بیان کا ارادہ کیا ہوگا اور وہ پہلا شہر بیشک پلیٹھانہ
ہی اُسکے طرز بیان کے فادرسٹ اور پریشان ہونے میں کچھ شک نہیں اگر
یہ معنی جو ہم نے اُسکے قول کے لیئے ہیں صحیح ہوں تو اول ہمکو پلیٹھانہ
کا موقع دریافت کرنا چاہیئے جو بیڑی غازا سے بیس منزل کے فاصلہ پر گھاٹ پر
کہیں ہوگا بیڑی غازا کو بھڑنچ تسلیم کیا جاتا ہے ایک منزل کرنل ونفورت
صاحب نے گیارہ میل کی قرار دی ہے جو اُس منزل سے کچھ بہت متفاوت نہیں
جسکو رنل صاحب نے نوچ کے کوچ کے واسطے معہ اُسکی باریداری کے معین کیا ہے
غرض کہ بھڑنچ کے جنوب کی جانب دو سو بیس میل کے فاصلہ پر اُس مقام کو
تلاش کرنا چاہیئے اور وہاں کوئی ایسا نام ہم پہونچنا چاہیئے جسکا نام پلیٹھانہ سے
مشابہت ہووے مگر کوئی مقام ایسا نہیں پایا جاتا البتہ کرنل ونفورت صاحب ایک
مقام موسوم پلتانہ دریائے گوداوری پر بیان کرتے ہیں لیکن اور کسی شخص نے یہ

تکارا کہیں کیوں نہ واقع ہو مگر تھوڑے عرصہ بعد راجپوتوں میں سے
سیلا نامی خاندان کے راجاؤں کا دارالسلطنت ہو گیا اور اس خاندان
سے کالیان کے حاکم جو بمبئی کے قریب ہی گیارہویں صدی میں اور پرنالہ
کے حاکم جو کولا پور کے قریب ہی بارہویں صدی میں تعلق پیدا کرنے سے
بڑا فخر کرتے تھے † *

نام نہیں سنا غالباً وہ اس نام سے بھول تنبا مراد لیتے ہوئے اگر یہ قیاس صحیح ہی
تو پلیتھانہ اور بھول تنبا میں کچھ مشابہت باقی نہیں رہتی اور یہ قیاس فاصلہ کی
وا سے بھی صحیح نہیں ہوتا کیونکہ بھول تنبا بھڑنچ سے پور کے راستے سے صرف
سترہ منزل ہی اسیلئے پلیتھانہ کی تلاش باقی رہی میری رائے میں کرنل ولفرڈ
صاحب نے ہم کو اُس کے قریب قریب پہونچا دیا ہے گو وہ اُنکا قیاس کسی مطلب
کے واسطے تھا چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ٹولیمي پریپس کے مصنف نے فاطمی سے
پلیتھانہ کے بجائے پلیتھانہ سمجھا ہی مگر میں یہ خیال کرتا ہوں کہ پریپس کے
کاتب نے نقل کرتے میں پلیتھانہ کے بجائے پلیتھانہ فاطمی سے لکھ دیا اور اس وجہ
سے صحیح نہیں کیا کہ تمام کتاب میں یہ نام صرف ایک ہی مقام پر آیا ہے
اور اس بندرگاہ کا اصلی نام پیٹن ہی جو ایک شہر گرداری پر بھڑنچ سے
پیس بائیس منزل یعنی دو سو تیس میل کے فاصلہ سے واقع تھا جو بڑے راجہ شالہا
کا دارالسلطنت مشہور ہے یہ راجہ جو پہلی صدی کے آخر یعنی سنہ ۷۷ ع میں
ہوا ہے پس اُسکا دارالسلطنت اگر دوسری صدی میں جبکہ ٹولیمي نے لکھا ہے نام و
نشان ہو گیا تو بڑے تعجب کی جگہ ہے اور اگر فاصلہ بھی بتوڑی موانع نہ ہوتا تب
بھی ہم کو یہی مناسب تھا کہ ہم پلیتھانہ ہی کو دیکھ کر بڑی مٹھی قرار دیتے تکارا کا
سال ہم کو کچھ نہیں معلوم ہوتا وہ دیر گز ہی یعنی دولت آباد ہو گز نہیں ہو سکتا
کیونکہ اگر ہم بھول تنبا کو بھی پلیتھانہ مان لیں تو دولت آباد بجائے دس منزل تین
چار منزل رہتا ہے اور پلیتھانہ کا کوئی ایسا موقع نہیں ملتا جہاں سے بھڑنچ پیس
منزل اور دولت آباد دس منزل ہو ایسا مقام پونا کے پاس الیکہ ملتا ہے لیکن وہ مقام
سمندر سے صرف ستر میل کے فاصلہ پر ہے اس صورت میں پیداوار اُس مقام کی
پیس منزل بھڑنچ کر ہو گز نہ جاتی مگر دیر گز ہی سے بلا دریغ قلع نظر کرئی چاہیئے
کیونکہ جس زمانہ میں پریپس تصنیف ہوئی تھی اُس سے ایک ہزار برس کے بعد
تکارا اس شہر کا نام کہیں نظر نہیں پڑا اگر پلیتھانہ پیٹن ہوئے تو تکارا اُس سے آئے
مشرق کی طرف دس منزل کے فاصلہ سے غالباً گرداری پر واقع ہو گا مگر اس بات کی پنا
نہ پلیتھانہ پیٹن ہی صرف مذکورہ بالا قیاس پر ہے

† تہذیبِ مدرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱ صفحہ ۳۵۷ اور پہلی کے حالات
کے قیاس سے ۲ صفحہ ۳۶۱ کو دیکھو

مرہٹوں کے ملک سے جو دوسرا واقعہ متعلق ہی وہ راجہ شالباہن کا۔ راجہ ہی جسکا سنہ ۷۷ ع سے شروع ہوتا ہی معلوم ہوتا ہی کہ شالباہن ہوا قوی راجہ ہوا مگر اُسکی تاریخ کا ایک واقعہ بھی صحیح اور قیاس میں آنے کے قابل باقی نہیں *

کہتے ہیں کہ شالباہن ایک کمہار کا بیٹا تھا ایک بغارت میں سرغنہ ہو کر ایک راجہ کے خاندان کو غارت کیا اور اپنا پایہ تخت گوند اور پیڑ میں قائم کر لیا اور بیان کرتے ہیں کہ اُسنے مالوہ کے بڑے نامی گرامی راجہ بکرماجیت پر فتح حاصل کی اور بڑی شاہنشاہی کی بنیاد ڈالی + بکرماجیت پر فتح پانا غیر ممکن ہی کیونکہ ان دونوں راجاؤں کے سونے یعنی عہد میں ایک سو پینتیس برس کا تفاوت ہی اور کسی اور پچھلی لڑائی کا حال جو مالوہ پر ہوئی ہو بیان نہیں کیا گیا اُسکی شاہنشاہی غالباً دکھن میں قائم ہوئی ہوگی کیونکہ اُسکا نام وہاں اب بھی بکھری مشہور ہے اور اُسکا سنہ عموماً راجہ پایا ہوا ہے اس کے بعد مہاراشٹرا کی تاریخ کچھ معلوم نہیں ہوتی اور بجز کالیاں اور پرنالہ کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کے کتبوں کے اور کوئی سراغ اُس ملک کی تاریخ کا بارہویں صدی تک نہیں لگتا جس میں یادوں کے خاندان میں سے جو شاید بلال خاندان کی ایک شاخ تھا دیو گڑھی کے راجہ ہوئے + سنہ ۱۲۹۲ ع میں دہلی سے مسلمانوں نے مہاراشٹرا پر حملہ کیا اس زمانہ میں بھی یادوں خاندان کا ایک راجہ دیو گڑھی میں راجہ کرتا تھا خواہ اسی زمانہ میں خواہ سنہ ۱۳۰۶ ع میں وہ باج گزار ہو گیا اور دارالسلطنت اُسکا سنہ ۱۳۱۷ ع میں چھین لیا گیا اور سلطنت اُسکی برباد کر دی گئی *

اسی زمانہ کے قریب مسلمان مورخ مرہٹوں کے نام بیان کرنے لگے غالب یہ ہی دکھن کو جاتے ہوئے اجنبی لوگوں نے پہلے جس ملک

+ گریٹ ڈف صاحب کی تاریخ مرہٹہ جلد ۱ صفحہ ۲۶

+ ولسن صاحب کا دیباچہ کاغذات مکنزہ صفحہ ۱۳۰

میں ہو کر گذرے اُسکا نام بھی دکھن ہی لیا اور ایک قوم کے بتجائے کئی قوموں سے واقف ہونے تک زیادہ قوموں میں امتیاز نہیں کیا اور یہہ بھی غالب ہی کہ مرہٹوں کے حالات میں بہت کم ایسی باتیں تھیں جنہو وہ توجہ کرتے اگر اُنکے ہاں کوئی بڑی سلطنت رہی ہوتی تو دکھن کی اور سلطنتوں کی طرح اُسکا حال بھی سننے میں آنا غالباً اور قوموں کی طرح جنکے حالات انہیں کے سے رہے ہیں اُنکا علم اور اُنکی تربیت اُنہیں پر منحصر اور منحصر رہی ہوگی مگر اب بھی اُنکے علم کی شایستگی میں بہت نقصان ہی اور اُنمیں مصلحت بھی بہت تھوڑے ہوئے ہیں اور جو کچھ لطف و خوبی وہ رکھتے ہیں بہ نسبت ذاتی پیدا کرنے کے زیادہ تر مسلمانوں سے حاصل کی ہی *

برخلاف اسکے اُنکے غار میں کے مندروں سے یہہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ اُنہوں نے بڑی مدت تک ہنر کی مشق کی اور وہ بڑے ذی دولت اور صاحب قوت تھے اور جبکہ مسلمانوں نے اول ہی اول حملے کیئے تو ایاورا کے مندروں پر اُنکی توجہ ہوئی یعنی اُنہوں نے اُنکی تعریف کی * مرہٹوں کی شہرت آخر زمانہ میں ہونے کو تھی جس میں یہہ تقدیری بات تھی کہ اُنسے بہ نسبت اور ہندوؤں کے بڑے بڑے کار نمایاں ظہور میں آئیں اور بہ نسبت اُن سب لوگوں کے جنسے زمانہ حال کے مورخوں نے ہندوستان ہی کی شہنشاہی کو منسوب کیا ہی شہنشاہی حاصل کرنے کی زیادہ تر قریب پہونچ جاویں *

چاروں حصوں مرقوم الصد کے تہے

پہلا تہہ

منو اور بیڈوں کے زمانہ کے باب میں

منو کے مجموعہ کی یہ قدر و منزلت کہ اُس سے لوگوں کا حال ظاہر ہوتا ہی بالکل اُسکے قدیم زمانہ میں لکھ جانے پر منحصر ہی جیسا ادا کیا جاتا ہی *

بیڈوں کا زمانہ

منو کے مجموعہ کی تاریخ قرار دینے سے بیڈوں کی تاریخ کا معین کرنا جسکا حوالہ برابر منو کے مجموعہ میں دیا گیا ہی ضرور ہی جس طریقہ سے اس مقدس کتاب کا مجموعہ میں ذکر کیا گیا ہی اس سے ہم یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ یہی قدر و منزلت کے ساتھ موجود ہونگے جسکے سبب سے اُنکی سند بلا حجت مانی جانی ہوگی جسکی پابندی ہندوؤں پر فرض ہوگئی تھی *

بیڈوں کے بہت سے بھین ایسی غیر نصیح زبان میں لکھ ہوئے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ بائی اور تمام بھینوں وغیرہ بیڈ کی نظم کے مرتب ہوئے سے بہت پہلے کے تصنیف ہیں اور بعضے اگرچہ قدیم زبان میں ہیں مگر شایستہ اور نصیح شنسکرت سے خارج نہیں ہیں اس لیے اکثر کی تصنیف اور کلا کی تالیف کے درمیان میں بہت عرصہ گزرا ہوگا بیڈوں کی تالیف کے ہی زمانہ کی تحقیق کی توقع ہوکر ہو سکتی ہی *

سر ولیم جرنس صاحب بیڈ کی تصنیف کا زمانہ چالیس ہزر گروں کے زمانہ حیات کے شمار کرنے سے قائم کرتے ہیں جنکے ذریعہ سے اس بیڈ کے مسائل کا رواج ہوا اُنہیں سے سب سے پہلا پارمن رائے کو بتاتے ہیں جسکے زمانہ کو ہیٹس کی ایک تحقیق کے زمانہ سے قرار دیتے ہیں لیکن اُنکی تقریر اطمینان کے قابل نہیں وہ بیڈ کی لکھ جانے کا زمانہ سنہ ۱۵۸۰ قبل مسیح خیال کرتے ہیں اور بیڈوں کے تالیف ہونے کو سنہ ۱۲۰۰ قبل مسیح میں قائم کرتے ہیں اور تمام یورپ کے مورخ جنہوں نے اس معاملہ کی تحقیق کی ہی بیڈوں کے مولف پیاس جی کا زمانہ

یارھریں اور پندرھویں صدی قبل مسیح کے درمیان میں قرار دیتے ہیں کم سے کم سب کے سب ہندو بیاس جی کا زمانہ تین ہزار ایک برس قبل مسیح بتاتے ہیں *

اھل یورپ کی رائے کا زیادہ مستحکم اور درست ہونا بہت پختگی کے ساتھ ایک مقام سے جسکو کالبروک صاحب نے دریافت کیا بلا حجت تھوتا ہی چنانچہ ہر بید میں علم ہیڈس کا ایک رسالہ اس فائدہ کے واسطے لکا ہوا ہی جس سے پترے کی ترتیب معلوم ہورے اور اس سے مذہبی ذرایض کے اوقات دریافت ہو جایا کریں اس پر بہت کم شک ہو سکتا ہی کہ ان رسالوں کے مولف نے ایسی تحقیقیں انہیں ہرج کی ہونگی جو اس کے زمانہ میں نہایت معتد ہونگی اور وقت کے ایسے حساب سے ان کی تشریح کی ہوگی جس سے ان کے پڑھنے والوں کی سمجھ میں بخوبی آتی ہوگی جو اندازہ وقت کا ان رسالوں میں درج ہی رہی ان کے قدامت کی دلیل ہی کیونکہ وہ قمری مہینوں کے پانچ پانچ برس کا ایک ایک دور معہ بیٹھنکی تقسیموں اور انزدگیوں اور اصلاحوں کے ہی جلسے یہ ثابت ہوتا ہی کہ انہیں تمام اصول ان پتروں کے جو بعد بہت سی درستیاں اور اصلاحوں کے اس زمانہ میں تمام ہندوؤں میں رائج ہیں موجود ہیں مگر دلیل قطعی یہ ہی کہ جو مقام اس سرطان اور اس جدی کا اس رسالہ میں قرار دیا ہی (جسکا حال کالبروک صاحب نے مفصل بیان کیا ہی) وہ رہی مقام ہی جو چودھریں صدی قبل مسیح میں سرطان اور جدی کا تھا + یقین یہ ہی کہ کالبروک صاحب نے ان رسالوں میں سے اس مقام کے جہاں اس سرطان اور اس جدی کا ذکر ہی جو کچھ معنی لکھے ہیں انہیں کہہ کرئی اعتراض اور شبہ عاید نہیں ہوا اور خود متن کی اصلیت پر شبہ کرنے کی کوئی وجہ دریافت کرنی مشکل ہی کیونکہ جنتری کی قدیم صورت ایسی ہی کہ ہندوؤں کی چالاکي اور جعلسازی سے ایسی بڑی غیر ممکن ہی ملازہ اسکے ایک ایسے مقام کی صورت بدلنے پر کوئی ہندو راغب نہیں ہو سکتا تھا جس سے ایک ایسی کتاب کا زمانہ جسکو تمام ہندو پیٹیسریں صدی قبل مسیح کے بتاتے ہیں چودھریں صدی قبل مسیح قرار پارے *

ایک اور جواب مضمون میں جسکو اس سے پہلے لکھا تھا + کالبروک صاحب نے بید کے ایک اور مقام سے یہ ثابت کیا تھا کہ مہینوں کے ساتھ موسموں کے مطابق ہرنے کے باعث سے درجوں کی ایسی حالت ثابت ہوتی ہی جسکا ابھی ذکر ہو چکا اور اس وجہ سے انہوں نے بید کی تالیف کو اسی وقت قرار دیدیا تھا جسکو بعدہ صریح دلیل سے ثابت کیا *

+ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۸ صفحہ ۲۸۹

+ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۷ صفحہ ۲۸۳

منو کے مجموعہ کا زمانہ

پیدوں کے زمانہ سے جو بطریق مذکورہ قرار پایا منو کے مجموعہ کے زمانہ کے قایم کرنے میں کوشش کرنی چاہیئے سر ولیم جونس صاحب نے ان دونوں تصنیفوں کی زبانوں کو جانچا اور جستجو عرصہ رومی زبان میں اسقدر تبدیلی واقع ہونے میں گذرا اُس سے پہلے نتیجہ نکالا کہ منو کا مجموعہ پیدوں کی تالیف سے تین سو برس بعد تصنیف ہوا ہوتا ہے تقریر بخوبی اطمینان کے قابل نہیں کیونکہ پہلے کچھ ضرور نہیں کہ تمام زبانوں میں شایستگی کی ترقی ایک ہی اندازہ سے یکساں زمانہ میں یکساں مقدار پر ہرورے البتہ اس تقریر سے صرف پہلے بات تو حاصل ہوسکتی ہی کہ ایک غیر نصیح زبان کے نصیح ہونے تک بہت سا عرصہ گذرا ہوگا منو کے مجموعہ کی تصنیف کا زمانہ دریافت کرنے کی ایک اور وجہ اُن قوانین اور چال چال کا فرق اور تفاوت جنکا اُس مجموعہ میں ذکر ہی آجکل کے قوانین و اطوار سے ہی اور پہلے تفاوت بہت بڑا ظاہر ہوگا اور اُن تبدیلیوں کی مناسبت سے جو سکندر کے حملہ تک ہوئیں جنکو ہم اب بیان کرینگے پہلے نتیجہ نکل سکتا ہی کہ اس مجموعہ کے مسائل کے مروج ہونے سے سکندر کے حملہ تک بہت سا عرصہ گذرا ہوگا ان حقیقتوں کے مجتمع کرنے پر شاید ہم مفروضہ منو کے زمانہ کو سکندر کے زمانہ (یعنی چوتھی صدی قبل مسیح کے) اور پیدوں کے زمانہ (یعنی چودھویں صدی قبل مسیح) کے وسط کے آس پاس کا کوئی زمانہ قرار دے سکتے ہیں اس حساب سے مجموعہ کا مصنف نو سو برس قبل مسیح علیہ السلام ہوا ہوگا *

آجکل کے مذہب اور اطوار سے اُس مذہب و اطوار کے مختلف ہونے سے جو منو کے مجموعہ میں مندرج ہی اور اُسکے اُس طرز بیان سے جسکا زمانہ حال میں رواج نہیں منو کے مجموعہ کا بہت قدیم ہونا ثابت ہوتا ہی *

پہلے خیال کہ اختلاف مذہب اور اطوار اور طرز بیان زمانہ حال کی کسی جمہور کے چھپانے کے واسطے پرتے گئے ہیں صحیح نہیں ہی کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو مضمون میں برابر مناسبت کا قایم رہنا دشوار ہوتا خصوصاً جبکہ اُس مناسبت کی صحت کے واسطے ہمارے پاس یونانیوں کے لکھے ہوئے حالات موجود تھے اور وہ خیال اس باعث سے بڑی صحیح نہیں کہ مجموعہ میں کوئی غرض جمہوری کی کہیں پائی نہیں جاتی اور صرف پہلے بات اُسکے خالص ہونیکی دلیل کافی ہوسکتی ہی *

اگر کوئی برہمن کسی مجموعہ میں جمہوری بھی کرے تو وہ اُسکو اسطرح بتا دیتا کہ اُس سے اُس طریقہ کی تائید ہرورے جو اُسکے زمانہ میں رائج ہو اور اگر وہ مذہب کی ترمیم پر آمادہ ہو تو اُس میں ایسی عبارت داخل کرے گا جو اُسکے لئے

مسائل کے حق میں مفید ہو مگر ایسا ہوگا کہ نئی باتیں جو اُسکے زمانہ میں عام پسند ہوں اُنسے بالکل اغماض کرے اور ایسے طریقوں کی تعلیم کرے جو زمانہ حال کے خیالات اور عقیدوں کے خلاف ہوں *

مگر خلاف اُسکے منو کا مذہب صریح پیدوں کا مذہب ہی کیونکہ سری رامچندر جی اور سری کرشن جی اور زمانہ حال کے اور معزز دیوتوں کا بیان اُسکے مجموعہ میں نہ اہب و تعظیم سے نہ بے ادبی و حقارت سے کیا گیا ہے اور نہ ان مباحثوں کے طرف اُسکی کوئی اشارہ پایا جاتا ہے جو ان دیوتوں کے ماننے اور ان کے لئے مسئلوں کے سبب سے برپا ہوئے اور نہ ایسے نوتوں کا اُسکی تذکرہ ہے جو قواعد معین پر چلتے ہیں اور نہ بیرہ عزتوں کی خرد کشی یعنی سنی کا ذکر ہی اُسکے بموجب پرہمن پیل اور اور قسم کے جانوروں کا گوشت کھانے تھے اور اپنے سے کمتر ذاتوں کی عزتوں کے ساتھ شادی کرتے تھے علامہ اُسکے اور بہت سے ایسے طریقوں کا اُسکی بیان ہی جو زمانہ حال کے ہندوؤں کے عقائد کے خلاف ہیں اور اُنپر بہت کم شبہ ہو سکتا ہے اس لئے کہ وہ بہت دقیق ہیں *

یہ سب ایسی وجوہات ہیں جنپر اس مجموعہ کے زمانہ کو تھپس کر سکتے ہیں اور خود منو کے زمانہ سے ہم کو کچھ فرض نہیں ہے اسلئے کہ اُسکا ظہور صرف ایسا نقلی ہے جیسا کہ بھاگرت گیتا میں سری کرشن جی کا یا افلاطون اور سسرو کے مناظروں میں مناظرہ کرئیوالوں کا ظہور ہے کوئی اشارہ مجموعہ میں اُسکے اصالی موافق کی طرف پایا نہیں جاتا اور نہ اُسکے قدیم مفسر کارکا کے زمانہ کا کوئی سراغ لگتا ہے منو کے بعضہ مسئلوں کو زیب و زینت دینے اور اُنکی تشریح کرنے میں جو کلوکا نے کوشش کی اُس سے یہ بات ظاہر ہے کہ اُسکے زمانہ میں لوگوں کی رائے بدلنے لگی تھی لیکن بہت سے مفسر جنہیں سے بعضہ بہت قدیم ہیں منو کے قواعد کو صرف نیک زمانہ (یعنی ست جگ) سے متعلق بتاتے ہیں اور اپنے زمانہ کے مناسب نہیں بتاتے اور کلوکا کی تفسیر میں کوئی ایسی قید پائی نہیں جاتی اس لئے یہ نتیجہ نکلا جاتا ہے کہ اگرچہ مجموعہ کے اصالی مصنف کی نسبت کلوکا بہت پیچھے ہوا مگر پھر حال اُن مفسروں سے بہت پہلے ہوا جنکی رائیں ابھی بیان نہ ہوئیں *

مجموعہ کے مقصود پر غور کرنے سے کوئی بات اُس زمانہ سے جو ہم نے اُسکے واسطے مقرر کیا نیز مناسب نہیں معلوم ہوتی شاید یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ ایسے مجموعہ کی تالیف خصوصاً ایسی ترتیب سے قدیم زمانہ کا کام نہیں ہے اور یہ بات تحقیق ہے کہ قبل مرتب ہونے اس مجموعہ کے ایک عرصہ کنرا ہوا جس میں قانون اور طریق اور رسم و رواج قائم ہوئے ہونگے لیکن یونانی اور رومیوں نے

* سر ہارم جونسن صاحب کے ترجمہ مجموعہ منو کے آخر کی شرح کو ملاحظہ کرو

جنگی تاریخ سے ہم رائف ہیں قوموں میں شمار کیئے جانے پر ہندوؤں کی نسبت جلد تر اپنی قوانین کے مجموعے بنا لیئے تھے اگرچہ منور کے مجموعہ کی ترتیب اور مضمونوں سے بہت سی ترتیب اور شایستگی ظاہر ہوتی ہی لیکن یہ شایستگی زمانہ حال میں مرتب ہونے کی ایسی دلیل نہیں ہے کہ ناشایستگی زبان پر جو اُسکی قدامت کا ثبوت ہے کچھ غالب سمجھی جاوے دو ہزار برس گذرے کہ رومی اُن لوگوں کی نسبت جو اس زمانہ میں شمالی قطب کے ملکوں میں آباد ہیں زیادہ شایستہ تھے اور شاید دو ہزار برس تک اُنسے شایستہ مانی جاویں *

دوسرا تہہ

تبدیلیوں کے بیان میں جو ذات میں واقع ہوئی ہیں

بعض راجپوت قوموں کی نسل کے غیر ملکی ہونے پر شبہہ ذات کی تبدیلیوں میں ہونے کا تبدیلی بیان نہیں کی جو بشرط ثابت ہو جائیکے باقی تمام تبدیلیوں کی نسبت زیادہ منزلت رکھتی ہے اس تبدیلی سے ہماری فرض ملک ستھیا کے لوگوں کا ایک گروہ چھتریوں کے فرقہ میں داخل ہو جانے سے ہے اور یہ بات کرنل ٹاٹ صاحب † فرماتے ہیں جس سے اور یونیٹل میگزین ‡ میں ایک بڑے قابل مورخ نے جسکا نام معلوم نہیں کسیقدر اتفاق کیا ہے کرنل ٹاٹ صاحب اُس سرگرمی اور شوق کے سبب سے جو اُنکو مشرقی قوموں کے حالات کے تحقیق کرنے میں تھا اور ایک کمابست دلچسپ ملک (یعنی راجپوتانہ) کے حالات کے علم و آگاہی پھیلانے کے باعث سے جس سے اوگ اُنکے زمانہ تک نا آشنا تھے بڑی تعظیم و تکریم کے مستحق ہیں اور وہ نامعلوم مورخ ظاہراً اسمضمون پر بہت بڑی دسترس رکھتا ہے ممکن ہے کہ وہ شاید ہندو قوموں میں غیر ملکوں کے لوگوں کے داخل ہونے کی ایسی مثالوں سے رائف ہے جنکو میں نے نہیں سنا ہے مگر جب تک کہ یہ مثالیں معلوم نہ ہوں تو بمعجزی ہمکو رائے مذکورہ سے اختلاف ہے اور جو اوگ اس رائے کی تائید کرتے ہیں اُنکی قدر و منزلت ہمارے نزدیک صرف اُس صورت میں ظاہر ہو سکتی ہے کہ ہم جو کچھ اُنسے اختلاف رکھتے ہیں اُس کی وجوہات مفصل بیان کریں اب اگر یہ خیال کیا گیا ہو کہ تمام ہندو اور ستھیا والے ایک ہی نسل سے پیدا ہوئے اور پیچھے اپنے اپنے مخصوصات کے سبب سے جدا جدا در قومیں ہو گئیں تو اس معاملہ پر ہمکو گفتگو کرنیکی کچھ حاجت نہوگی لیکن اگر یہ کہا جاوے کہ ایسے زمانہ میں جسکی

* تاریخ راجستان جلد ۱

† جلد ۲ صفحہ ۳۳ اور جلد ۸ صفحہ ۱۹

تاریخ موجود ہی ان دوروں قوموں میں اجتماع واقع ہوا تو اس بات پر ہم کو شبہ ہی کہ غیر ملک کے لوگوں کا زنا دار قوموں میں منظور ہو جانا ایسی بات ہی جسکا منہ نے کبھی خیال تک نہیں کیا یہ امر اُس زمانہ میں جس کا بیان منہ کی تصدیقوں میں ہی واقع نہ ہوا ہوگا اور اس عجیب اجتماع اور خلط کا کوئی نشان سکندر کے زمانہ میں باقی تھا ہیوں کہ سکندر اور اُسکے مورخوں نے باوجودیکہ ہندوستان کو ملک ستھیا میں در برس رہنے کے بعد بلند اُس سے پیچھے دیکھا مگر اُن دوروں قوموں کے کسی گروہ میں کوئی مشابہت نہائی پس اجتماع مذکور قبل مسیح علیہ السلام سر یا در سر برس بلند اُس سے بھی پیچھے واقع ہوا ہوگا کیونکہ اُن صاحب نے بعض مقاموں میں ایسا بھی خیال کیا ہی مگر بعض مقاموں میں یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ قبل مسیح علیہ السلام چھٹی صدی میں ستھیا کے ملک کے لوگ ہندوستان میں نقل مکان کر کے آئے اور اُس سے بھی پہلے زمانہ کے نقل مکان بیان کیئے ہیں یہ بات کہ مغلوں کی یورش سے پہلے جو انہوں نے چنگیز خاں کے زیر حکم کی تھی ستھیا کے لوگوں نے ہندوستان پر یورش کی اسقدر غالب ہی کہ ذرا سے ثبوت سے اُسکا ہم کو یقین ہو سکتا ہی اور جو دلیلیں اس بات کی پیش کی گئی ہیں کہ بعد فتح کرنے بینگڑیا کے ستھیا کے لوگوں نے ہندوستان کے ایک حصہ کو فتح کیا ہم کو اطمینان ہو سکتا ہی مگر یہ خیال کرنا کہ نہایت نفرت و مشیت رکھنے والے ہندو قوموں میں غیر ملک کے لوگوں کا ایسے زمانہ میں داخل اور منظور ہو جانا جبکہ منہ کے مبعودہ میں ہندوؤں کی قوموں کے آپس میں نہایت کامل امتیاز قائم ہو چکا تھا اس قدر دشوار ہی کہ اس امر کے قائم کرنے کے واسطہ نہایت صریح اور صاف دلیلیں درکار ہیں اب دیکھنا چاہیئے کہ وہ دلیلیں کیا ہیں *

اول یہ کہ چار راجپوت قوموں میں ایک نہائی اُنکی نسل کی مشہور ہی جس سے بشرطیکہ ہندوؤں کی تمام کہانیاں بامعنی سمجھی جاویں یہ نتیجہ نکال سکتا ہی کہ وہ قومیں مغرب سے آئیں اور اُنکو اپنی اصلیت کا حال کچھ معلوم نہیں *

دوسرے یہ کہ بعض راجپوت بلاشبہ ہندوستان کے مغرب سے آئے *

تیسرے یہ کہ راجپوتوں کا مذہب اور حال چان ستھیا والوں کے مذہب و اطوار سے مشابہ ہی *

چوتھے یہ کہ بعض راجپوت قوموں کے نام ستھیا والوں کی قوموں کے سے نام ہیں *

پانچویں یہ کہ قدیم ہندوؤں کی رو سے اُنک کے نیچے کے حصہ کے آس پاس دوسری صدی میں ایسے ارگ موجود تھے جو ستھیا والوں اور ہندوؤں کی آمیزش سے پیدا ہوئے تھے *

چھٹی یہ کہ اُدیر کے حصہ ہندوستان میں سفید یعنی گورے نغز لوگ کاسمس
انڈیکو پلیوسٹیز کے زمانہ میں موجود تھے *

ساتویں یہ کہ تہی نگلیز صاحب چینی مورخوں کی سند سے بیان کرتے ہیں کہ
درہائے اٹک کے اُدیر کے حصہ کے قرب و جوار کے ملک کو یوکی یا جینی کے ایک گروہ
نے فتح کیا چنانچہ اُس دریا کے دونوں کناروں پر اب بھی جیت موجود ہیں *

ان دلائل میں سے پہلی دلیل ایسی کچھ قطعہ نہیں ہے جسکو بلا حجت تسلیم
کر لیا جائے یہ بات ظاہر ہے کہ ہندوستانی قومیں اور ملکوں کی قوموں کی طرح اپنی
نسل سے ناراض ہو سکتی ہیں یا اگر اُنکر معارف بھی ہو تو اُسکر ایک کھائی سے ترقی
دینے کے درپے ہوئے ہیں اس کہانی کے ذریعہ سے سوائے اُبو پہاڑ کے جو گجرات کے
شمال و مغرب میں ہے سنبھا کے قرب جوار تک بھی سراغ نہیں چلتا اور کرنل ٹاٹ
صاحب نے جن ہندوستانی قوموں کو اہل سنبھا بتایا ہے اُنہیں سے شاید کوئی ایک
دو بلکہ وہ بھی نہیں اُن چار راجپوت قوموں میں سے ہیں جنکا سنبھا والوں کا
سا نام ہے *

دوسرے صرف یادو کی بڑی قوم درہائے اٹک کے اُس پار سے آئی جہاں سے کرشن
جی ہوئے ہیں اور یہ خالص ہندو قوم ہے ہندوستان میں کرشن جی کی وفات کے
بعد اُس قوم کے درہائے اٹک کے مغرب کی طرف جانے کی کہانی مشہور ہے یادو قوم
کا ایک حصہ جسکا نام شاما ہے بلاشبہ مغرب سے ساتویں آٹھویں صدی میں آیا
لیکن درہائے اٹک کے پار جانے سے پہلے وہ ہندو ہی تھے اور جو قومیں مغرب میں
اب بھی رہتی ہیں گو آج کل وہ مسلمان ہیں اُنہیں سے بہت سی قوموں کو ہندو
نسل میں سے تسلیم کیا جاتا ہے ۱۰ سکندر نے درہائے اٹک کے مغرب میں ہندوستانیوں
کی دو قوموں کو پایا ایک کو پراپانیسیس میں اور دوسرے کو سمندر کے قریب اگرچہ
یہ دونوں قبائل گروہ اور آپس میں بے تعلق تھے مگر سمندر کے قریب کا گروہ راجپوتوں
کے ہندوستان میں نقل مکان کر کے آنے کے واسطے بغیر اسیات کے کہ ہمکو اہل سنبھا
کی طرف بھی خیال درزا نے کی ضرورت پیش آئے کا فی دانی ہے *

تیسرے اگر راجپوتوں کی کسی قوم کا مذہب اور چال چلن سنبھا والوں کے مذہب
اور اطوار سے کچھ مشابہت بھی رکھتا ہو تو سمجھنا چاہیئے کہ ہندوؤں کے مذہب
اور رویہ سے استدر زیادہ مشابہت اور یک رنگی ہے کہ اُسکے مقابلہ میں اہل سنبھا
کی مشابہت بالکل کالعدم ٹہرے گی اور راجپوتوں کی زبان بھی ہندی ہی سنبھا کی
زبان کا ایک لفظ بھی اُس میں نہیں پایا جاتا (جسقدر کہ اب تک تحقیق ہوا ہے)

۴ ٹاٹ صاحب کی کتاب جلد ۱ صفحہ ۸۵ اور پرائیمر صاحب کی کتاب صفحہ

۳۶۲ و ۳۶۳ اور آئین اکبری جلد ۲ صفحہ ۱۲۲

اور میں نے اُنکے مذہب کے کسی ایسے حصہ کا حال نہیں سنا جسکی اصلیت ہندوؤں کے خالص مذہب میں سے نہ ہو لی الحقیقت جن باتوں میں بعض راجپوتوں کو ستھیا والوں سے مشابہہ کیا جاتا ہی وہ باتیں تمام راجپوتوں میں عام نہیں بلکہ اکثر اُنہیں سے تمام ہندوؤں میں پائی جاتی ہیں برخلاف اسکے جن باتوں کو ستھیا والوں کے اطوار کے نمونہ کے طور پر انتساب دیا گیا ہی اُنہیں سے اکثر تمام جاہل اور اکھڑ قوموں میں ہوتی ہیں ظاہراً انہیں سے بہت سے طور طریقہ سکینڈیٹا یا چرمنی والوں کے ہیں گو ان قوموں کی نسل مشرقی ستھیا والوں کی نسل کے ساتھ مشترک فرض کریں مگر اُنکے اطوار کی مشابہت ثابت نہ رہتی باقی ہی *

اگر مشابہت کی دقیق باتوں کے تصدیق کرنے کے بجائے ہم ستھیا والوں اور ہندوؤں کی عام خصلت کی مطابقت کریں تو ظاہر ہی کہ کوئی دو چیزیں ایسی خیال میں نہیں آسکتیں جو کچھ کم مشابہت رکھتی ہوں *

ستھیا والا پست قد تھا ہوا جسم ہاتھ پاؤں موٹے تازہ اور قوی کشادہ چہرہ وسساروں کی ہڈیاں اڑھری ہوئی آنکھیں تنگ اور لمبی جگمگ کوٹے نکیلے ہوتے ہیں گھر اُسکا خمیہ یا دیرہ وغیرہ اور پیشہ چرواہاؤں خوراک گوشہ اور پیئیر اور درد دہی وغیرہ اور پوشاک حیوانوں کی کھال یا اون ہر شخص اُنہیں کا چمست و چالاک اور معتمدی اور صغیرا فرد اور بے چین اور راجپوت کشیدہ قامت ضرورت جز بندوں کا ڈھیلہ جب تک کسی وجہ سے ہر اندر رختہ نہ پڑمردہ خاطر اور کالہ رھرے مسکن اُسکا مکان اور لباس باریک اور ڈھیلہ بھڑک دار خوراک اُسکی غلہ اور زمین کے قبضہ پر جان دینے کو موجود بجز اشد ضرورت کے ایک ہی مقام پر قیام رکھنے کا پابند اگرچہ اکثر جنگل میں یا جنگل کے قریب رہتا ہو مگر موریشیوں کے رہزروں کی خبر گیری جو کثیر فرقوں سے مخصوص ہی کہی نہیں کرتا *

چوتھے نام کی مشابہت جب تک کثرت سے اور اور حالات سے اُسکی تائید نہ ہو نہایت کمتر درجہ کی ضعیف دلیل ہی سو اس موقع پر ایسی دلیل بھی اسقدر کم ہی کہ بمنزلہ نہرنے کے ہی علامہ جیٹ کے جسکا آگے ذکر ہوا بہت بڑی مشابہت ایک گمنام قوم کے نام سے جو راجپوتوں میں ہن کہلاتی ہی اُس پر ٹھکانے بڑے گروہ کے ساتھ جسکو رومی ہنز کہتے تھے یا ترکوں کی اُس بڑی قوم کے نام کے ساتھ جسکو ایک زمانہ میں جیمپی ہیٹی یوں یا ہائیٹنگز کہا کرتے تھے پائی جاتی ہی اگرچہ ہنز قوم اب کچھ معدوم سی ہی لیکن قدیم زمانہ میں وہ کسیقدر نفوذ و امتیاز رکھتی تھی اُسکا ذکر بعض قدیم کتابوں میں پایا جاتا ہی لیکن کوئی اور بات ایسی نہیں ملتی جسکے سبب سے اُسکو قوم ہنز یا ہائیٹنگز سے مشابہہ سمجھا جاوے *

ہندوؤں میں سے راجپوتوں کے اصل ہونے کے خلاف پر یہ کہا جا سکتا ہی کہ

راجپوتوں کے چندھی قوموں کے نام ایسے ہیں جنکے شنسکوت میں کچھہہ معنی ہو سکتے ہیں کیا ان ناموں کے معنی قاتار کی کسی زبان میں ہو سکتے ہیں اور کیا تمام ہندو قوموں کے ناموں کے معنی شنسکوت میں ہو سکتے ہیں *

پانچویں ہم بلا شامل یہہ تسلیم کر سکتے ہیں کہ دوسری صدی میں دریائے اٹک کے قریب سٹھیا والے بستے تھے مگر یہہ ظاہر نہیں ہوتا کہ اس موقع پر رہنے سے وہ راجپوت کیونکر بن گئے ہندوستان میں ایرانی اور افغان اور انگریز مدتوں رہے مگر انہیں سے کسیکو ہندوستانی قوموں کی فہرست میں کچھہ نہیں ملی *

چھٹی کا سماں جو صرف ایک جہاز ران تھا ہندوستان کے اوپر کے حصوں کا صحیح صحیح حال غالباً نجاننا ہوگا اور سفید ہنز بقول ڈی گکنیز صاحب + کے ترک تھے جنکا دارالسلطنت آرکین یا خیرا تھا اس لیے یہہ ممکن معلوم ہوتا ہی کہ اس جہاز ران نے نارافقیت کے سبب سے چینی اور ہنز کو گتہ کر دیا لیکن اگر اسکا بیان تسلیم کر لیا جاوے تو اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ ہندوستان کے اوپر کے حصہ میں لوگ ہنز کے نام سے آگاہ تھے اور اس سے یہہ بھی ثابت ہوتا ہی کہ جن لوگوں کو ہنز کہتے تھے وہ چھٹی صدی تک راجپوت نہیں بن گئے تھے *

ساتویں ڈی گکنیز صاحب کا بیان صحیح اور سچ معلوم ہوتا ہی انکے بیان سے صرف اٹک والے سٹھیا والوں کی اصلیت ہی نہیں معلوم ہوتی بلکہ یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ انکا انجام کیا ہوا جو اسباب کی کافی دلیل ہی کہ وہ کسی ہندو قوم میں حاوی نہیں کر گئی + جن لوگوں کو چینی یوکی اور قاتاری جیت اور بعضے انگریز سرخ چینی کہتے ہیں وہ ایک بڑی قوم قاتار کے مرکز میں تیمور لنگ کے زمانہ تک موجود تھی دوسری صدی قبل مسیح میں اس قوم کو ہائیڈنگ قوم نے جس سے ہمیشہ اُسکی عداوت رہتی تھی اُسکے اصلی ملک سے نکال کر چین کے سرحد تک بھگا دیا اور قریب ایک سو چھپیس برس قبل مسیح میں اس شکست یافتہ قوم نے خراسان واقع ایران کو فتح کر لیا اور اسی زمانہ کی ایک اور قوم سو نے جسکو اُسی قوم ہائیڈنگ نو نے اپنے عروج کے شروع میں اُسکے اصلی وطن سے نکال دیا تھا یونانیوں سے بیکٹریا چھین لیا سنہ عیسوی کے آغاز میں یوکی فتح کرتے کرتے ایران سے دریائے اٹک کے پاس کے ملک تک آئے چینی مورخوں نے جو کچھہ انکا حال قلمبند کیا ہی وہ ٹھیک اور صحیح ہی کہتے ہیں کہ جو لوگ اٹک کے پاس کے ملک میں اس قوم کے آئے وہ وہیں آباد ہو گئے اسی سبب سے جبکہ تیمور جو قاتار میں جیت سے لڑا

+ جلد ۲ صفحہ ۲۲۵

+ ڈی گکنیز صاحب کی تاریخ قوم ہنز جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ لیکن زیادہ تر کتابوں کے مجموعہ کی جلد ۲۵ معہ مشہور تصدیق ڈی این ول صاحب کے دیکھنی چاہئے

کرتا تھا دریائے اٹک پر آیا تو اسنے اپنے پورائے حریفوں کو یہاں دور و دراز فاصلہ پر
کی بستی میں پہنچان لیا + ان لوگوں کا نام اب بھی جیت یا جات ہے اور اس
زمانہ میں بھی اٹک کی درنوں کناروں پر کثرت سے موجود تھیں اور پنجاب اور
راجپوتانہ اور باوجستان کے مشرق میں دھنن جات ہی تھیں اور اکثر مقاموں میں
انکا مذہب اسلام ہی *

جائوں کی جیت سے اصلیت نکالی پر جو صرف ایک اعتراض پیش کیا جاتا ہی
وہ یہہ ہی کہ وہ راجپوت قوموں کے بعضی نھستوں میں شامل تھیں اسلیئے وہ
خالص ہندو سمجھے جاتے تھیں لیکن کرنل ٹاڈ صاحب جنسے یہہ بات معلوم
ہوئی اُسکو اس بیان سے بے اصل کرتے تھیں کی کہ اگرچہ انکا نام نھست میں
داخل ہی ملے انکو راجپوت ہرگز نہیں سمجھا جاتا اور کوئی راجپوت انہیں شادی
نہیں کرتا اور ایک اور مقام * پر وہ یہہ کہتے تھیں کہ بجز ایک نہایت مشکوک رسم
کے ہندوؤں کی رسمیں انہیں بالکل نہیں تھیں اور وہ خود اسبات کی تائید کرتے
تھیں کہ انکا متفرج جیت ہی لیکن اگر اُن کی زبان ایسی ہندی ثابت ہووے جسے
کسی اور زبان کی آمیزش نہیں تو اس رائے پر یہہ اعتراض قوی ہوگا گو لاجواب
نہروے *

راجپوتوں کے مغرب سے نکل مکان کرنیکر جیتی کے حملہ سے متعلق ہونیکا زیادہ
قرین قیاس یہہ طریقہ ہی کہ جن قوموں کی نسبت یہہ لکھا ہی کہ پہلے پہل قدیم
زمانہ میں وہ اٹک کے اُس پار لگیں جنکو سکندر نے غالباً جنوب میں پایا انہیں
قوموں کا کسقدر حصہ ستھیا والوں کے پرورش کرنے کے سبب سے اپنی نئے مقبوضہ ملک
سے خارج ہوکر اپنے قدیمی ملک کو اپنے بھائیوں میں شریک ہونے کے واسطے جنسے
مذہب اور اطوار میں کبھی غیریت نہ تھی واپس چلا آیا *

اس سے میں یہہ نتیجہ نکالتا ہوں کہ جات ستھیا والوں کی نسل میں سے ہوں
تو ہوں مگر راجپوت سب کے سب خالص ہندو تھیں *

+ تاریخ شرف الدین جسکا حوالہ ڈی کننیز صاحب نے اپنے کتبوں کی کتاب جلد

۲۵ صفحہ ۳۲ میں دیا

† جات سے وہ جات مراد نہیں تھیں جو اگرہ کے قرب و جوار میں بستی تھیں
اسمقام پر انکا کچھ ذکر نہیں ہی

‡ ٹاڈ صاحب کی تاریخ راجستان جلد ۱ صفحہ ۱۰۶

* ایضا جلد ۲ صفحہ ۱۸۰

تیسرا تہہ

ہندوستان کے وہ حالات جو یونانیوں نے لکھے ہیں

ہندوستان کے جو حالات یونانیوں نے بیان کیے ہیں، انکی جہان بین کرنے سے پہلے ہم کو یہ بات تحقیق کرنی ضرور تھی کہ ہندوستان کے نام سے یونانی کونسا ملک مراد لیتے ہیں *

ہندوستان کی مغربی حد دریائے اٹک ہی

سمندر کا سال لکھنے والے مورخ اُس پہاڑی ملک کے باشندوں کو جو کاکسس یعنی کورہ قاف کے وسیع دامن کے جنوب میں اور دریائے اٹک کے قریب واقع ہی ہندوستانی کہتے ہیں اور ایک اور قوم کا حال ہندوستانی قوموں میں بیان کیا ہی جو دریائے اٹک کے مغرب میں سمندر کے کنارہ پر بستی تھی ان دونوں میں سے ہر ایک قوم ایسے خطہ زمین میں آباد تھی جو دریائے اٹک سے ایک سو پچاس میل تک مغرب کی جانب میں تھا اور جنوباً شمالاً اس قدر وسیع نہ تھا اُنکے اُس ملک میں ایک بڑا خطہ ایسا بھی تھا جس میں ایسی غیر قومیں بھی آباد تھیں جو اُنکی نسل سے علحدہ تھیں مگر دریائے اٹک کے قریب خصوصاً اُسکے نیچے کے حصہ پر اور ہندوستانی قومیں تھیں جو مذکورہ بالا دونوں قوموں سے کم تھیں *

سمندر کے کنارہ پر کے ہندو اور ایٹلی اور اربائیٹی مشہور تھی اور میپٹر رنل صاحب اُنکو خیال کرتے ہیں کہ وہ لوگ تھے جنکو یونانی مورخ ہروڈوٹس نے ایشیا کے اٹل (تھیزیا) لکھا ہی اور انکا ملک بارچستان کے پہاڑوں اور سمندر کے درمیان میں ایک تنگ خطہ تھا اور مکران سے مغرب کی طرف اُن پہاڑوں کے سلسلہ کے سبب سے علحدہ تھا جنپر راس ابو رافع ہی جہاں مشہور ہٹلیز کا مندر ہندوؤں کا اب بھی موجود ہی جن ہندوستانیوں کو ہروڈوٹس دارا کی قلمرو کے صوبوں کا باشندہ بتاتا ہی غالباً پرلے سرے کے شمال کے رہنے والے یعنی کورہ قاف کے نیچے کے بسنے والے ہندوستانی تھے کیونکہ وہ صاف صاف بیان کرتا ہی کہ جنوب والے ہندوستانی ایران کی سلطنت سے کچھ علائقہ نہیں رکھتے تھے † میپٹر رنل صاحب نے ثابت کیا ہی کہ ہروڈوٹس صاحب کو جو کچھ علم ہندوستان کا تھا وہ اُس بیابان سے زیادہ نہ تھا جو دریائے اٹک کے مشرق میں ہی ‡ معلوم ہوتا ہی کہ ہروڈوٹس صاحب ہندوستان کی وسعت سے بخیر بی

† تھیلیا صفحہ ۱۰۱ ر ۱۰۲

‡ ہروڈوٹس صاحب کا جغرافیہ صفحہ ۳۰۹

وانفہ تہ اور اُنکو اُسکے اُس حصہ کا حال بھی اچھی طرح معلوم نہ تھا جو ایران کے تابع تھا کی اگرچہ اور یونانی مورخ اٹک کے بار والے ہندوستانیوں کا ذکر کرتے ہیں مگر وہ ہندوستان کو اُس دریا کے مشرقی کنارہ تک محدود سمجھتے ہیں ایرانیوں مورخ نے پہاڑوں کو اُس مقام سے ہندوستانی نام سے پکارا جہاں سے سکندر پیروپا میروس میں داخل ہوا مگر اٹک کا حال بیان کرتے وقت لکھا ہی نہ سکندر صبح دم دریائے اٹک سے عبور کر کے ہندوستانیوں کے ملک میں داخل ہوا اور بعد اسکے فی الفور اُس ملک کے لوگوں کا حال بیان کرنا شروع کر دیا ہی + اسی بیان میں پھر وہ صاف صاف بیان کرتا ہی کہ اٹک پہاڑوں سے لیکر سمندر تک ہندوستان کی مغربی حد ہی ‡ سکندر کے ہندوستان کی مہم کے بیان میں اُس مورخ کا قول ہی کہ ہندوستان صرف اُس خطہ کو سمجھنا چاہیئے جو دریائے اٹک کے مشرق میں ہی اور جو لوگ اُس میں آباد ہیں چنگا ذکر اب ہونے والا ہی اُنکو ہندوستانی سمجھنا لازم ہی *

اسٹریبو صاحب جو ہندوستان کی تاریخ لکھنے والوں میں سے نہایت نکتہ چیں اور دانشمند ہیں وہ بھی ہندوستان کی مغربی حد پہاڑوں سے سمندر تک دریائے اٹک ہی کو بتاتے ہیں اور ایراتاسٹینیز کا قول اپنی رائے کی تائید میں نقل کرتے ہیں کی *

کی اٹک کے مشرق کی طرف کے ہندوستانیوں نے برابر سکندر سے بھی ظاہر کیا کہ ہم پر کبھی کسی نے حملہ نہیں کیا یہ ایسا کلام ہی کہ اگر اُنکو سکندر نے ایران کی اطاعت سے ازلہ کرایا ہوتا تو وہ ہرگز منہ سے نہ نکالتے ایرانیوں مورخ بھی دیکس اور ہرکیرلیز سیسائوس سمیریوس سائیرس کے حوالوں سے جو مشہور ہی کہ ایران پر ہرگز نہیں پہنچے اُن حوالوں کے چنگا دیوتوں کی روایتوں میں ذکر ہی انکار کرتے ہیں اور اسٹریبو صاحب اُنکو بھی قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ایرانیوں نے ہندوستان میں سے سپاہ بھرتی کی ہی لیکن کبھی حملہ نہیں کیا ہی (ایرانیوں صاحب کی تاریخ ہندوستان صفحہ ۸ و ۹ اور اسٹریبو صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ کا آغاز اور ڈائیوڈورس کی کتاب جلد ۲ صفحہ ۲۳۰ نسخہ مطبوعہ سنہ ۱۶۰۴ء) جن وجوہات پر بعض اوقات یہہ کہا جاتا ہی کہ ایرانی گنگا یا جمنا تک ہندوستان پر قابض تھے اُنکو میں دریافت نہیں ہو سکا میجر رٹل صاحب کی قوی رائے (مگر وہ صرف پنجاب سے متعلق ہی) اُس بڑے خراج پر مبنی ہی جو ہندوستانیوں نے ایرانیوں کو دیا مگر وہ خود ثابت کرتے ہیں کہ یہہ مبالغہ ہی (جغرافیہ ہرڈنرس صفحہ ۳۰۵)

+ کتاب مہمات سکندر جلد ۵ باب ۴

‡ ایضاً جلد ۵ باب ۶

کی اسٹریبو صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۷۳ و ۲۷۴ مطبوعہ سنہ ۱۵۸۷ء اور جلد ۱۵ صفحہ ۲۹۷ میں اُنہوں نے دریائے اٹک کو ایران کے مشرقی حد پر بیان کیا ہی

البتہ پلینٹی صاحب بیان کرتے ہیں کہ بعض آدمی جتوروزیا اور آرہکوسیا اور اریا اور پورپامائیسس نامی ایران کے چاروں صوبوں کو ہندوستان سے متعلق سمجھتے ہیں لیکن انکو ہندوستان سے متعلق سمجھنے سے قریب در تہائی ایران کے ہندوستان میں شامل ہوا جاتا ہی *

شسکرت کے مورخ یونانیوں کے اس رائے کو کہ اٹک اُنکے ملک کی مغربی حد ہی استعکام دیتے ہیں اور اٹک سے آگے کی اور قوموں کو یارنا اور اور وحشیوں میں شمار کرتے ہیں بیشک یہ روایت عموماً تسلیم کی ہوئی موجود ہی + کہ کسی ہندو کو اُس دریا پر سے عبور نہ کرنا چاہیئے اور قدیم زمانوں میں بھی جو عمل اس روایت کے خلاف ہوا وہی اس روایت کے قدیم ہونے کی دلیل ہی *

اُن ہندوستانیوں کا ذکر جو دریائے اٹک کے مغرب

میں تھے

اب یہ بات صاف ہی کہ دریائے اٹک کے اُس پار کے ہندو تھورے سے اور متفرق تھے اور جو کچھ کہ اُنکا حال متقدمین نے بیان کیا ہی وہ اب لوگوں پر ظاہر ہوگا چنانچہ شمال کیطرف سے اُنکا حال ہم بیان کرنا شروع کرتے ہیں *

پلینٹی صاحب اپنی تاریخ ہندوستان کے آغاز میں ایسٹاسیائی اور ایسٹاسیائی کو اُن ہندوستانی پہاڑوں کی قومیں بیان کرتے ہیں جو دریائے اٹک اور دریائے کوفیز کے درمیان میں واقع ہیں ایک وہ اُنہیں اور اور ہندوستانیوں میں اُنکے گورے رنگ اور پست قد سے امتیاز کرتے ہیں غرض کہ وہ اُنکو عموماً ہندوستانی نہیں ٹہراتے اور سکندر کی مہم یا اپنی تاریخ ہندوستان میں نہ اُن لوگوں میں بڑھنوں کا موجود ہونا بیان کرتے ہیں نہ ہندوؤں کی سی کوئی خاص رسم اُنہیں بتاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ قومیں ایسریا یعنی اشور والوں کے تابع تھیں اور بعد اُنکی میڈیا والوں کے مطیع ہوئیں اور

+ کرنل وائٹ نے کرہ قاف کے جواب مضمون میں اسی بھٹ پر جس اشارک کا حوالہ دیا ہی اور وہ جواب مضمون کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۶ صفحہ ۵۸۵ میں مندرج ہی اُسکو دیکھو کرنل صاحب جو ہندوؤں کے قدیم ملکوں کے وسیع ہونے کی طرف مائل ہیں اسبات کے ثابت کرنے میں سعی کرتے ہیں کہ اس اشارک میں اٹک سے دریائے کاما جو اٹک کا ایک معاون دریا ہی مراد ہی اور خرد دریائے اٹک شاید اب اُس جگہ پر نہیں بہتا جہاں پہلے بہتا تھا اور یہہ معانعت اس دریا سے عبور کرنے کی تھی اُسکے مندرج کے پاس ہوک کہوم کو درسی طرف جانے کی نہیں تھی چنانچہ مدت سے اُس معانعت کا کچھ خیال نہیں کیا جاتا — کرنل صاحب اس امتناع کے وجود سے انکار نہیں کرتے صرف یہہ کہتے ہیں کہ ایک زمانہ میں اسپر توجہ نہیں کیجاتی تھی *

اختر کار ایرانیوں کی فرمانبرداری ہوئیں غرض کہ ایرانیوں صاحب کے بیان سے یہہ نہیں معلوم ہوتا کہ دریائے کو فیروز یعنی دریائے کابل کے جنوب میں ہندو آباد تھے اور استریو صاحب کے بیان سے یہہ قہیبہ نکل سکتا ہی کہ پورپامائیسس والوں اور قوم اورائی کے درمیان میں سکندر کی مہم کے بعد تک ہندو نہ تھے + لیکن ایرانیوں صاحب نے جو دریائے اٹک کے نیچے کی طرف کی قوموں کا حال بیان کیا ہی اُس سے یہہ قیاس میں آتا ہی کہ استریو صاحب دریائے اٹک کے نیچے کی طرف اور اوپر کی طرف غرض کہ دونوں طرف کے ملکوں کا حال ملا جلا بیان کیا ہی اور ایران کی حد پر ہندوؤں کے رہنے سے بالکل انکار اُنکی مراد نہیں ہی *

ایرانیوں صاحب کے بقول + اورائی ایک ہندوستانی قوم تھی اور سمندر کے کنارہ کنارہ ایک سر پیپاس میل تک آباد تھی اُسی قوم کے لوگ اور ہندوستانیوں کا سلباس پہنچے اور ہتھیار باندھتے تھے لیکن زبان اور چال چان اُنسے مشتاق تھی *

یہہ سب لوگ یہاں تک کہ دریائے اٹک کے پاس تک کے آدمی اصل میں خاص ہندوستانی ہونگے کیونکہ کہتے ہیں کہ سیمپس جو اس قوم کے اُن پہاڑوں پر بسنے والی شاخ کا سردار تھا جنگا سلسلہ سندھ کے شمال میں دریائے اٹک تک چلا گیا ہی پڑھنوں کا بہت معتقد تھا *

جو قومیں دریائے اٹک کے مغربی کنارہ تک اگلے وقتوں میں بستی تھیں اُنکا حال اُس مقام کے اس زمانہ کے باشندوں کا حال بیان کرنے سے کسقدر روشن ہو جاوےگا *

کرہ قاف کے سلسلہ کے اس مقام سے جہاں پر کرہ سلیمان کے سلسلہ میں کا کرہ اماس نقاط درقا ہی اٹک تک ہندوستانی نساں کی قوم آباد ہی جو حال میں قوم افغان کے تابع ہی جسٹے تھوڑی مدت سے اُس خطہ کو فتح کر لیا کی ان ہی پہاڑوں کے حصہ بالائی میں زیادہ تر شمال کے جانب ایک اور قوم کافر آباد ہی اُس کی زبان میں اور شنسکرت میں بہت سا تعلق ہونے سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ قوم ہندوستانیوں + استریو صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۷۲ استریو صاحب نے ایرانیوں کے ہندو کا جو متون نقل کیا ہی وہ یہہ ہی کہ دریائے اٹک ہندوستان اور ایران کی حد فاصل تھا اور اُس دریا کے مغرب کا تمام ملک ایرانیوں کے قبضہ میں تھا لیکن بعد اسیے ہندوستانیوں نے اُن اقال مندرجہ سے بہت سا حصہ ملک ایران کا حاصل کر لیا اس اقبال مملکت کا سال اُنہوں نے صفحہ ۲۶۸ میں مشرح بیان کیا ہی اور لکھا ہی کہ یہہ ملک سکندر نے ایرانیوں سے لیکر اپنے قبضہ میں رکھا تھا لیکن سلوکس نے بعد اسیے سکندر افس کو دیدیا

+ نکات مہم سکندر جلد ۲ باب ۲۱ اور تاریخ ہندوستان باب ۲۵ کی یہہ خطہ کسقدر اُس خطہ سے وسعت میں کم ہی جس میں بقول ایرانیوں صاحب کے پہلے ہندو بستی تھے جسکی وسعت کو فیروز تک تھی کو فیروز سے غالباً دریائے پنج درج مراد ہی جو کابل کے شمال میں بہتا ہی

کی نسل میں سے ہی اگرچہ وہ بڑی بہت پرست ہیں لیکن انکی اور ہندوؤں کے مذہب میں کوئی مشابہت نہیں پائی جاتی انکے مغرب کے تمام میدان میں کوفہ قاف کے سلسلہ سے سمندر تک جو لوگ آباد ہیں انہیں سے بہت سے جات ہیں جنکی نسل کی پشت کہ وہ قوم جیٹی میں سے ہیں دوسرے تہلہ میں ہو چکی ہی لیکن وہ ایک ہندوستانی زبان بولتے ہیں اور انکے ہمسایہ جو مغرب کی طرف کو آباد ہیں ہندوؤں میں سے انکو سمجھتے ہیں جو پہاڑ میدان کو مغرب کی طرف کھیرے ہوئے ہیں وہ مختلف نسلوں کی قوموں کے قبضہ میں ہیں ان میں سے جو سمندر مشہور ہیں وہ ہندو ہیں لیکن انہیں سے اکثر نے اسلام قبول کر لیا ہی اس زبان میں قدیم اوراڑی قوم کا بڑی تمام ملک داخل ہی *

اب اگر ان قدیم اور زمانہ حال کے بیانون کو عموماً دیکھنے سے ہم ان لوگوں کی ابتدائی آبادی پر غور کریں جنکا انہیں ذکر ہی تو شاید یہ سمجھنا کچھ بعید الیقین نہ ہوگا کہ شمالی پہاڑوں کے باشندوں کی اور ہندوؤں کی نسل ایک ہی ہو گئی لیکن انہوں نے برہمنوں کا مذہب اختیار کیا ہوگا اور جہاں اب وہ بستے ہیں وہاں اُس زمانہ سے پہلے وہ آباد ہو گئے ہونگے جسمیں میدان میں رہنے والے انکے بھائی برادران کا اول ہی اول حال معلوم ہوا لیکن اس بے ٹھکانہ قیاس پر صرف اشارہ ہی کرنا کافی ہی کچھ زیادہ چھان بین مناسب نہیں غالب یہ ہی کہ ان میدانوں میں جو ہندو نسل کی قومیں موجود ہیں وہ ہندوستان سے مختلف زمانوں میں گئی ہونگی باوجود مذہبی امتناع اور استوریو صاحب کی شہادت کے اسبات کا یقین کرنا مشکل ہی کہ جو آسان طریق آمد رفت کا ایک ایسے دریا کے ذریعہ سے حاصل تھا جسمیں جہاز رانی ہو سکے اُس سے لوگوں کو یہ ترغیب نہوئی ہو کہ اُس دریا کے دونوں کناروں پر بھیلیں کر قریب کے دونوں ملکوں میں سے پہلے کوئی ایک آباد ہوا اور اُس میں علم و تربیت کا شریع ہوا ہو اسلئے میری رائے یہ ہی کہ ہندوستانیوں نے اس دریا کے مغربی کنارہ کو ابتدائے ہی میں آباد کیا ہوگا اور اُس کنارہ کے قرب و جوار کے ملک جیسے جب تھے ویسے ہی اب بھی کم آباد ہیں یہ نسبت اور مقاموں کے دریاے انکے دھانہ کی طرف جو بہت سے لوگ جا جا کر آباد ہوئے انہیں شاید وہ لوگ ہوں جنکے نقل مکان کرنے کا تذکرہ کرشن جی کے خاندان کے ترک وطن کرنے کی روایتوں میں موجود ہی بلا شبہ اس قوم کی ایک شاخ کو ملک سندھ میں آئے ہوئے ایک ہزار برس ہوئے اور اُسے کے بہت سے لوگ اُسکے بعد گجرات تک جا پہنچے + *

انکے مغرب والی ہندو قوموں کے ملک کی حدود کی نسبت شک مٹانے کیواسطے

+ کرنل ٹاک صاحب کی تاریخ راجستان کی جلد ۱ صفحہ ۸۵ و ۸۶ اور جلد ۲ صفحہ ۲۲۰ کا حاشیہ اور صفحہ ۳۱۲ اور کپتان ایم مرقو صاحب کی تحریر مندرجہ

یہ امر پسندیدہ ہی کہ اُنکے پاس پروس کے ملکوں کے جس راستہ پر ہرگز سکندر گذرا اُسے ہی سے کچھ توڑیے کا حال بیان کیا جاوے *
 سکندر آرٹیکراٹا سے جسکو لوگ ہرات کہتے ہیں دارا کے ایک قاتل کے تعاقب میں شہر زرنگی یعنی زرنگ تک یہ سیستان کی دارالریاست کا قدیم نام ہی گیا اور وہاں سے بیکنڈیا کی طرف کوچ کیا اثناءِ راہ میں قوم قرینگی اور جندروزیا والوں اور ارکوٹیا والوں نے اطاعت قبول کی بعد اُسے وہ ہندوستانیوں کے قریب جنگی ہرات سے سرحد ملی ہوئی تھی پہونچا اور وہاں سے کوہ قاف کے قریب گیا جسکے نیچے اُسکے دامن میں شہر سکندریہ کی اُسے بنیاد ڈالی پور بیکنڈیا کے پہاڑوں سے گذرا + *
 غالباً قرینگی اور زرنگی ایک ہی قوم ہی اور اسٹریبو صاحب نے بیان کیا ہے ‡ کہ ملک ارکوٹیا دریائے اٹک تک چلا گیا تھا اور اُسے کچھ شہر نہیں کہ جندروزیا ساحل سکندر پر واقع تھا سیستان سے بیکنڈیا میں جانے کے لیے دو راستہ ہیں ایک تو ہرات سے دوسرا کوہ ہندوکش کی گھاٹی میں سے جو کابل کے شمال میں ہی اُن مقاموں کے درمیان میں جو پہاڑ ہیں اُن میں سے ممکن نہیں خصوصاً جازے کے موسم میں جسمیں سکندر نے کوچ کیا تھا † سکندر نے مشرقی راہ اختیار کی اگر وہ سیدھا بیکنڈیا کی طرف جاتا جیسا کہ بیان مذکورہ بالا سے خیال میں آتا ہے تو سال بھر تک کہیں برف اُسکو نظر نہ آتا تا وقتیکہ وہ قندھار کے مشرق کی طرف بہت کچھ نہ بڑھ جاتا اور جندروزیا اُسکے داہنے ہاتھ پر بہت دور رہتا اس لیے ممکن ہی (خصوصاً جس قاتل کے تعاقب میں وہ گیا تھا اُسکو ہندوستانیوں نے اُسکے حوالہ کیا) کہ اُس نے دارا کے قاتل کا تعاقب شورا تک اور وادی ہران کی راہ سے کیا ہوگا (یہ وہ راہ ہی جو سکندر کے آمد و شد کے لیے کنرلی صاحب نے قرار دی ہے) || اور ارکوٹیا والوں کے پاس کے ہندوستانی دادر کے قریب بستے ہوئے جو اٹک

حالات ممبئی کی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹

ہندوؤں کا جو ہم نے اوپر ذکر کیا ہے اُسے زمانہ حال کے نقل مکان کرنے والے وہ ہندو مراد نہیں ہیں جو دریائے اٹک کے مغرب کے ملکوں میں شہر ماسکو تک (جو سابق میں روس کا دارالسلطنت تھا) پائے جاتے ہیں اور نہ اس بات پر ہم کچھ گفتگو کرتے ہیں کہ سکندر کی مہم سے آج تک وہ ہندو کہاں کہاں آباد ہوئے ہیں

† ایریڈن صاحب کی تاریخ جلد ۳ باب ۲۸

‡ اسٹریبو صاحب کی تاریخ جلد ۱۱ صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ سنہ ۱۵۸۷ ع

† کلنٹن صاحب کے بڑے واقعات کے سنوں کی تاریخ کی بموجب سنہ قبل مسیح تین سو تیس میں دارا جولائی میں قتل ہوا اور سکندر موسم بہار میں بیکنڈیا میں پہونچا

|| الارکین صاحب کی نوچ نے جب سے اس راہ سے کوچ کیا ہے تب سے انگریز اُس سے خوب واقف ہوئے ہیں

سے لاصلہ پر تو ہی مگر اُسی میدان کی حد پر واقع ہی جسمیں وہ دریا بہتا ہی اور ممکن ہی کہ وہاں ایک ہندوستانی قوم بستی ہو اس مقام سے سکندر کا گذر کوہ قاف تک ایسے بندر اور دریاں ملک میں اُس سردی کے موسم میں جسمیں وہ سب ملک ایسا ہی سرد بھی تھا جیسا کہ کوہ قاف ہی ہوا مگر یہ بھی ممکن ہی کہ سکندر نے جنوب کی طرف راستہ سفر نکھا ہو اس صورت میں کوئٹہ صاحب کی رائے کے بموجب + ہندو (یعنی جنہوں نے دارا کے قاتل کو سکندر کے حوالہ کیا تھا) وہ لوگ ہونگے جو پراچا مائیسس والہ کہلاتے تھے اور وہ عین کوہ قاف کے نیچے بستے تھے جسکی سرحد کے متصل سکندریہ آباد کیا گیا تھا ‡ اس قوم کے قریب رہنے سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ سکندریہ مغرب کی طرف کابل کے موقع سے زیادہ دور نہوگا اسکا ثبوت یہ ہی کہ سکندر جب بیکٹریا سے ہندوستان کو جا کر واپس آیا تو سکندریہ میں آیا تھا † سکندر کو کوہ قاف سے گزرنے میں سکندریہ سے ایٹراسپا تک جو بیکٹریا کا ایک شہر ہی بقول کوئٹہ صاحب کے ستروہ دن اور اسٹریبو صاحب کے قول کی بموجب پندرہ دن لگے تھے اور ایرینیٹ صاحب کے بقول صرف پہاڑ کے سلسلہ میں سے گزرنے میں اُسکو دس روز لگے تھے کپتان برنر صاحب کو بلا کسی طرح کی پارپرداری کے معہ فوج کابل سے بلخ تک پہاڑوں میں سے گزرنے میں بارہ روز صرف ہوئے تھے یہ کوہستانی راستہ اور مغربی راہوں کی نسبت زیادہ قریب اور صاف ہی سکندریہ کا یہ مغربی موقع مذکور بہ نسبت اور مغربی موقعوں کے قائم رکھنے کے لیٹھے میجر رنک صاحب بھی تائید کرتے ہیں لیکن میجر رنک صاحب نے جو انگریزی جغرافیہ دانوں میں سب پر سبقت رکھتے تھے اُس دریا کی نسبت جو کابل سے غزنیوں کی طرف بہتا ہی اور گومال اور ترم کی نسبت اُس زمانہ میں جو بحرہی واقعیت اور آگاہی نہوئی تھی اس لیٹھے ایک خیالی دریا قائم کر کے خیال باندھا کہ وہ دریا بامیان کے پاس سے دریائے اٹک میں قلعہ اٹک کے جنوب میں تیس چالیس میل کے فاصلہ پر گرتا ہی اور اُسکا نام کوئٹہ رکھا اس سبب سے سکندر کے کار و بار کے موقع اور پہاڑی ہندوؤں کی آبادیوں کو دریائے کابل کے جنوب میں کوہ قاف کے سلسلہ یا پرچا مائیسس سے فاصلہ پر قرار دیتے ہیں مگر اسٹریبو صاحب صاف کہتے ہیں کہ جہانتک ممکن ہوا سکندر شمالی پہاڑوں کے قریب قریب اس غرض سے رہا کہ دریائے کراس پیڑ

+ کوئٹہ صاحب کی تاریخ جلد ۷ باب ۳

‡ ایرینیٹ صاحب کی تاریخ جلد ۳ باب ۲۲

† غالباً سکندریہ مقام بیکترم میں جو کابل سے شمال کی طرف ۲۵ میل اور مشرق کی طرف ۱۵ میل ہی ہوتا اور اُسکے کھنڈروں کا حال میسن صاحب کی تصدیق مندرجہ روزنامہ ایشیا تک سوسپٹی کلکٹہ جلد ۵ صفحہ ۱ میں مندرج ہی

کو جو کوفینز میں لگتا ہی اور اور دریائوں کو بھی بقدر امکان منحرف کے قریب سے عبور کرے تو اس کے ایریٹن صاحب کے بقول سکندر دریائے اٹک پر پہنچنے تک دریائے کوفینز سے عبور کر کے ایک پہاڑی ملک میں گذرا اور تین اور دریائوں سے جو کوفینز میں گرتے تھے اُس نے عبور کیا ایریٹن صاحب اپنی تاریخ ہندوستان میں بھی بیان کرتے ہیں کہ دریائے کوفینز معہ تین اور معادن دریائوں کے مقام پیرکالیٹرس کے قریب دریائے اٹک میں گرتا ہی دریائے کابل کے صرف شمالی کنارہ پر ایسے تین دریا پائے جاسکتے ہیں مگر ان کے نام قائم کرنے میں بڑی مشکل پیش آتی ہی کیونکہ ایریٹن صاحب نے اپنی فہرست میں دریاؤں کے نام بالکل بددیہے ہیں لیکن یہ کچھ عجیب بات نہیں ہی کیونکہ اُس ملک کے شمال میں اکثر دریائوں کے نام نہیں اُس شلع یا شہر کے نام سے جو اُن کے کناروں پر ہوتا ہی مشہور ہوتے ہیں اور وہ بھی یکساں نہیں کہیں کچھ اور کہیں کچھ نام لیا جاتا ہی مثلاً جس دریا کو بعضے دریائے ناشغر کہتے ہیں اُسکو لنگانت مکارٹنی صاحب نے دریائے کاماتھا ہی اور باہر کی تشریحات میں اُسکو چغان سرائے لکھا ہی اور اُس کے قریب کے ملک کے لوگ اُسکو دریائے کنیر کہتے ہیں *

معلوم ہوتا ہی کہ دریائے سراسٹیز سے سوات کا دریا مراد ہوگا لیکن اس صورت میں کوئی دریا گوریٹس نام کے لیٹے باقی نہیں رہتا جسکو دریائے اٹک اور سراسٹیز کے درمیان میں بہتا ہوا بیان کیا ہی برخلاف اسکے میچر رنل صاحب گوریٹس کو ہی دریائے کابل خیال کرتے ہیں لیکن ایریٹن صاحب کے دونوں بیانات کی ہرجب گوریٹس کوفینز معہ گوریٹس کے دریائے اٹک میں گرتا ہی *

اس لیٹے دریائے کابل ہی کوفینز ہونا چاہیئے اور ہندو اُن پہاڑوں کے دامن میں جو اس دریا اور اُسکی شاخ پٹھشیر اور اٹک کے درمیان میں واقع ہیں بستے ہوئے سمجھے جانے چاہیئے *

ہندوستان میں سکندر کے کار و بار اسقدر مشہور ہیں کہ مختصر بیان اُنکا ہونا دشوار ہی دریائے بیاس یا ستلج تک آکر سکندر جنوب و مغرب کی طرف کو پورا اور دریائے اٹک اور ریگستان کے پہچ میں ہوکر گذرا اُسکو کچھ ہندوستان کے کسی حصہ کا دیکھنا ہم نہیں کہہ سکتے اپنے صریحے قائم کرنے کا اُس نے کوئی ارادہ نہیں کیا اور اُسکا ارادہ جو واپس چاہیہکا تھا اس لیٹے وہی تدبیر عمل میں لایا جسکا ہر تار اُس کے بعد شاہ درانی نے کیا یعنی اُس ملک میں ایک اپنا غیر شراہ فرقہ اسطرح پر قائم کیا کہ بعض سرداروں کے بعض ضاعوں پر اُن کے رقبوں کا قبضہ کرادیا جس سے ایسے لوگوں کے ہاتھوں میں اختیار قائم رہا جنکو دل سے یہ منظر ہو گیا کہ اُس کے نام کو قائم رقبوں اور اُس کے عنایتوں کے امیدوار رہیں *

چند قلعوں میں جو وہ کچھہہ کچھہہ اپنی فوج چھوڑ گیا اُس سے لوگوں کو اُسکے واپس آئیگا کہنا لگا رہا اور ایران کے نہایت قریب حصوں میں جو فوج اُسکی موجود تھی اُس سے اُسکے ہوا خواہوں کا ہمیشہ رعب داب زیادہ ہوتا رہا ہوتا *
اِس لیئے راجہ پورس اور اور راجاؤں کا یونانیوں کے ساتھ وابستہ رہنا جنگو ایک طرح سے اعلیٰ مقدونیہ نے ہی راج پر قائم کیا تھا کچھہہ تعجب کی بات نہیں *

ہندوستان کا بیان

اب ہم اُن لوگوں کے حال پر متوجہ ہوتے ہیں جنکا ذکر یونانیوں نے کیا ہی لیکن اِس بات کا ہمکو خیال رکھنا ضرور ہی کہ ہم اُن لوگوں کی نسبت صرف یونانیوں ہی کے بیان پر کچھہہ بڑھکر رائے قائم نہ کریں *

اِسی احتیاط کا نمونہ خود متقدمین نے ہمارے واسطے قائم کیا ہی چنانچہ ایویٹن صاحب کا قول ہی کہ صرف تولیمی اور ایرسٹا بولس کے بیان کو میں نہایت معتبر سمجھتا ہوں اور جس موقع پر وہ متفق الرائے ہوں اُسپر کامل اعتبار مجھکو عورتا ہی † اور اسٹریپور صاحب نے جو اُس زمانہ کے علم و آگاہی کی قدر و منزلت پر گفتگو کی ہی اُس میں کہا ہی کہ مقدونیہ والوں نے جو کچھہہ حالات لکھے ہیں وہ مختلف ہیں اور اُنسے بعد کے سیاحوں کے بیان اُنسے بھی کُتھے گذرے سمجھنے چاہیئیں کیونکہ وہ سیاح ایسے نادان اور جاہل سوداگر تھے کہ اُنکو بجز اپنے منافع کے اور کسی شے سے کچھہہ فرض نہوتی تھی ‡ لیکن جب یونانی مورخ ایسے قانون اور قواعد یا رسم و رواج کا بیان کریں جو اب بھی موجود ہیں یا جنکا ذکر ہندوؤں کی قدیم کتابوں میں پایا جاتا ہی تو ہمکو اُسپر اعتبار کرنا چاہیئے اور اِسی قسم کے اوروں کے بیانات کو بھی کسی قدر غلطی کی رعایت کر کے تسلیم کر لیں لیکن تمام ایسے بیانات پر توجہ نہ کرنی چاہیئے جنکی تائید حالات موجودہ یا قدیم ہندوؤں کی کتابوں سے نہو یا جن بیانات کو دیکھتے ہی اُنکا لغو ہونا نظر آوے *

لیکن اگر ہم اُن کہانیوں کو نکال ڈالیں جو یونانیوں کے افسانوں یا دیوتوں سے متعلق ہیں اور قانون قدرت کے خلاف ہیں تو ہم اُنکے بیانات میں اُن غلطیوں پر متعجب ہونے سے جو ایک ایسے ملک میں اُنسے ہوئیں جو بالکل اُنکے ملک سے غیر تھا اور حالات جو اُنہوں نے دریافت کیئے وہ کئی کئی زبانوں اور مترجموں کے ذریعہ سے اُنکو

† ایویٹن کی کتاب مہم سکندر کا دیباچہ

‡ اسٹریپور صاحب کی تاریخ کی جلد ۱۵ کے شروع اور جلد ۲ مضامعہ سنہ ۱۵۸۷ ع

کے صفحہ ۲۸ کو دیکھو

معلوم ہوئے اُنکے بیان کی درستگی زیادہ تر تعریف کے قابل ہوئی + جہاننگ اُنکے بیانوں میں لوگوں کے رسم و رواج اور چال چلن کا مذکور ہی اُسقدر ہمارے صلیب علم و آگاہی سے اور ایشیا تک سرسبیتی کلکتہ کے قائم ہونے سے پہلے کے سیاحوں کے بیانوں سے متعلق ہی *

جو مضمون کہ میں اب اُس ترتیب کے بموجب جسکو مینے اس کتاب میں دیتا ہی بیان کرتا ہوں اُس سے یونانیوں کے بیان کے صلیب ہونے اور کسی قدر غلط ہونے کی ایک مثال حاصل ہوئی *

ذاتوں کی تقسیم کا بیان

ذاتوں کی تقسیم اور اُن میں سے ذاتوں کے لازم پیشرو وغیرہ سے یونانی پشروی واقف ہوئے لیکن ذاتوں کی تقسیم کے امتیاز کو پیشرو کے ساتھ میں ذاتوں کے امتیاز کے ساتھ نہ مت کر دینے سے ذاتوں کی تعداد پانچ کے بجائے سات کر دی اور یہ تعداد اسطرح پر قائم کی ہی کہ اُنہوں نے راجہ کے مشیروں اور پتھیروں کو برہمنوں سے علیحدہ سمجھا ہی اور بیش کی ذات کے دو حصے اسطرح کیئے ہیں کہ ایک حصہ میں چرواہے اور دوسرے میں کسان اور جاسوسوں کی ایک علیحدہ ذات قائم کی ہی اور سردر فرقہ کو بالکل ترک کیا ہی بجز ان اختلافوں کے باقی اور سب حال قوموں کا وہی بیان کیا ہی جو منہ کے مجموعہ میں ہی *

اول ذات میں اُنہوں نے اہل تصوف اور ذی علموں کو شمار کیا ہی اور اُنکے خاص خاص اعمال اور افعال کا ذکر کیا ہی + لیکن وہ برہمنوں کی ذات کی حقیقت کو نہیں سمجھے اور شاید سادہ سنتوں کو برہمنوں میں منسلک کر دیا ہی *
اول غلطی اُنکی برہمنوں کی زندگی کے چار حصوں میں تقسیم ہونے سے آگاہی نہ رکھنا ہی مثلاً وہ ایسے لوگوں کا بیان کرتے ہیں جو کئی برس صوفی اور متجدد رہ کر پھر شادی کر کے دنیا دار بن جاتے ہیں اس سے غالباً وہ طالب علمی کا زمانہ مراد ہی جسکو

+ ونسائی کریسٹس نے تین زبانوں کے مترجموں کے ذریعہ سے گفتگو کی اسٹریپر صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۶۲ مطبوعہ سنہ ۱۵۸۷ ع یونانی زبان سے فارسی میں اور فارسی سے ہندی میں غرض کہ دو زبانوں میں ترجمہ ہونا ہم سمجھ سکتے ہیں اور کرنسی زبانوں کے لیے مترجم درکار ہوا اُن زبانوں کا خیال کر لینا کچھ آسان نہیں + ایریٹن صاحب مروج نے اپنی تاریخ کی جلد ۶ باب ۱۶ میں لکھا ہی کہ برہمن ہندوستان کے صوفی تھے اور برہمن اور صوفی کے لفظ کو ایریٹن صاحب اور اسٹریپر صاحب نے بے کھنکے ایک ہی مراد سمجھ کر استعمال کیا ہی
یہ اس اعتراض سے نیکس کا مستثنیٰ رہنا لازم ہی کیونکہ وہ برہمنوں کی زندگی کے زمانہ کی تقسیم سے پشروی واقف معلوم ہوتا ہی — اسٹریپر صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۶۳ مطبوعہ سنہ ۱۵۸۷ ع

بسر کر کے برہمن گڑھستی ہوتا ہی اور جیسا کہ ابھی بیان ہو چکا ہی یونانیوں نے راجہ کے مشیروں اور پنچوں کو ایک علیحدہ فرقہ قائم کیا ہی اور یہ بھی ظاہر ہی کہ انہوں نے اُن برہمنوں کو جو ملکی اور جنگی کام کرتے تھے اُن لوگوں میں شامل سمجھا ہی جنگی ذات سے وہ کام مخصوص ہیں اور صوفیوں کو اُنہوں نے نہایت معزز فرقہ بنایا ہی جنگو کسی محصول اور خراج سے کچھ غرض نہیں ملکی معاملات میں صرف دعا سے مدد کرتے ہیں اور یہ بھی بیان کرتے ہیں کہ اُنکی استعانت کی ضرورت خاص و عام قربانیوں میں ہوا کرتی ہی اور صحیح لکھا ہی کہ اُنہیں بچہ کے حمل میں ہونے کے وقت سے کچھ کچھ رسمیں کیجاتی ہیں † اور تعلیم میں سستی جھیلنے ہیں اور مرغزاروں میں برریہ یا مرگ چھالے پر پڑے رکھ کر دھند اور تنہی کے ساتھ زندگی بسر کرتے ہیں اور تعلیم کے زمانہ میں وہ اپنے گرو کی باتوں کو مردب اور خاموش سنتے ہیں *

یونانی غلطی سے اس زمانہ کو سینٹیس برس کا طویل دیتے ہیں حالانکہ یہ ایسا طویل طویل زمانہ ہی جسکو منو نے (باب ۳ اشوک ۱) بمشکل تمام سب سے آخر درجہ کے حد کا زمانہ قائم کیا ہی *

صوفیوں یعنی بیدانیوں کے حال اور اُنکے آخرت کے خیال جو بیان کیئے ہیں وہ بالکل برہمنوں کے سے ہیں وہ لکھتے ہیں کہ کسی شی سے کچھ تعلق خاطر نہ رکھنے اور موت و زندگی کے رنج و راحت سے آزاد رہنے کو برہمن انسان کا کمال سمجھتے ہیں اور دنیا کی زندگی کو وہ اُس زمانہ کی سی زندگی سمجھتے ہیں جسمیں بچہ حمل میں رہتا ہی اور اصلی زندگی کی ابتدا وہ اُس وقت کے آنے تک جسکو ہم موت کہتے ہیں نہیں سمجھتے اس لیے اُنکو صرف عاقبت سے سرکار ہوتا ہی نیکی و بدی سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ دنیا کی ظاہری چیزوں سے نہ خوشی حاصل ہوسکتی ہی نہ رنج بلکہ انسان کے دلی خیالات سے رنج و راحت ہوتی ہی جیسا کہ خواب میں ہوا کرتی ہی ‡ معلوم ہوتا ہی کہ اسقدر ابتدا کے زمانہ یعنی سکندر کے مہم کے وقت میں بھی اہل تصوف کے پاس جاگیریں تھیں اور ضرورت کے موقعوں پر سپاہیانہ خدمات بھی اُنسے ظہور میں آتی تھی اور دشمن کا ایسے جوش و خروش غیظ و غضب کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے جو بعض اوقات اب بھی ہندوؤں سے ظاہر ہو جاتا ہی اہل شہر کا شہر و نگر دیدہ و دانستہ جلا کر برباد کرنے اور اپنی جانیں بھرنے کی مثالیں ہندوستان کی تاریخ میں حال کے زمانہ تک پائی جاتی ہیں اور اسی طرح سے

† منو کا مجموعہ باب ۲ اشوک ۲۶ و ۲۷

‡ اسٹریپر صاحب جلد ۲۵ صفحہ ۲۹۰ مطبوعہ سنہ ۱۵۸۷ ع

§ ایڑیوں کی مہم سکندر کی جلد ۶ باب ۷

ملکی معاملات میں اُنکی مداخلت اُس بات سے معلوم ہوتی ہے کہ اُنہوں نے سامبس کو بھیکار سکندر سے جدا کرادیا اور میگزینیئس اور سکندر کے آپس میں جو معاہدہ ہوا تھا وہ توڑا دیا + اسٹریبو صاحب ایک پرامانی نام والا فرقہ بتاتے ہیں جو بڑا جاہلی اور بھٹ و تکرار کرنے والا مشہور تھا یہ فرقہ برہمنوں کی اس سبب سے تضحیک اور تذلیل کرتا تھا کہ وہ علم ہیئت اور طبیعیات پر بہت متوجہ رہتی تھیں اسٹریبو صاحب نے اس فرقہ کو ایک علاحدہ فرقہ خیال کیا ہے مگر غالب یہ ہے کہ وہ بھی برہمن ہی ہونگے اور حکمت کے خاص فرقہ کا گروہ آپکو پھرتے ہوئے * ‡

تھیروں یعنی سادہ سنتوں وغیرہ کا بیان

یونانیوں نے تارکالدنیا تھیروں یعنی سادہ سنتوں کا ذکر براہ مینہ اور جرمینہ اور اہل تصوف کے نام سے کیا ہے لیکن یہ بات صاف صاف نہیں معلوم ہوتی کہ اُنسے ایسے برہمن مراد ہیں جو اپنی زندگی کے تیسرے اور چوتھے درجہ میں اوقات بسر کرتے ہیں یا باقاعدہ سادہ سنتوں کے گروہوں کے رکنوں سے غرض ہی بہت سی پوجا اور ریاضتیں اُنکی برہمنوں کے تیسرے درجہ کی زندگی کی ریاضتوں سے جب کہ وہ تارکالدنیا ہوجاتے ہیں مطابق ہوسکتی ہیں لیکن جو رنج و مصیبت بقول یونانیوں کے وہ صرف ازروئے ریا کے یعنی نمود بڑھانے کے لیئے گوارا کیا کرتے تھے اور گروہوں میں جمع ہوکر رہتے تھے اُس سے سمجھا جاتا ہے کہ سادہ سنت ہی ہیں اور نہایت اعلیٰ قسم کے تھیروں کا حال و نمائندگیس کی نے پشوپتی بیان کیا ہے کیونکہ اُسکو سکندر نے اُن درویشوں کے پاس جنہوں نے سکندر کے پاس آنے سے انکار کیا تھا گفتگو کرنے کو بھیجا تھا اُسے پندرہ تھیروں سے دو میل کے فرق سے بالکل پرہیز دھرم میں تہمتے ہوئے پائے جنہوں میں سے کوئی پھرا اور کوئی بیٹھا اور کوئی لیٹا ہوا تھا مگر صبح سے شام تک ہر ایک ایک ہی ہیئت پر بیٹھتا رہتا تھا * ‡

اول نمائندگیس کلائس نامی تھیروں سے جو پتھروں پر پڑا ہوا تھا مخاطب ہوا کلائس پہلے تو اُسکی تھیروں کی پوشاک کو دیکھکر بے پروایانہ وضع سے جو آجکل کے سادہ سنت بھی برتنے ہیں ہنسا اور پھر کہا کہ تو اگر مجھسے گفتگو کرنی چاہتا ہے تو اپنے کپڑے اتار پرہیز ہوکر پتھر پر بیٹھ جا یہ سنکر وہ جھنجکا اور سوچ میں پھرا تھا کہ اُن تھیروں میں سے میندائس جو ایک پڑھتا اور پاک طینت آدمی تھا

† ایوریٹس کی مہم سکندر کی جلد ۶ باب ۱۶

‡ واسن صاحب کی تصنیف مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۷ صفحہ ۲۷۹
واسن صاحب اس فرقہ کے نام کا ماخذ پرامانیکا کو سمجھتے ہیں جسکے معنی ہیں
نسبی منطقی فرقہ کے پیروں سے نسبت رکھنے والا
کی اسٹریبو صاحب کی جلد ۱۵ صفحہ ۲۹۱

وٹسائیکریٹس کے قریب آیا اور کلائس کو اُسکے نفوت پر لعنت ملامت کی اور وٹسائیکریٹس سے شفقت کے ساتھ گفتگو کی اور وعدہ کیا کہ باوجود اس بات کے کہ ہماری اور تمہاری زبان کے غیر ہونے کے سبب سے آپس کی بات چیت دشواری سمجھ میں آئی دشوار ہی مگر پھر بھی جہان تک ہو سکیگا میں ہندوستانی حکمت سے تم کو آگاہ کروں گا + ایڑیٹس نے لکھا ہی + کہ سکندر نے میگڈانس کو (جس کو ایڑیٹس نے دیون ڈامس لکھا ہی) سمجھایا کہ تو میرے رفیقوں میں داخل ہو جا لیکن میگڈانس نے انکار کر کے یہ کہ جواب دیا کہ جب تک میری روح اس قالب خاکی میں ہی اُسوقت تک جو کچھ مجھ کو درکار ہوگا وہ سب ہندوستان میں موجود ہی اور جب کہ میری روح کو قالب سے جدا کی حاصل ہوگی اُسوقت وہ اس دل آزار رفیق یعنی جسم سے چھٹکارا پاریگی *

کلائس اپنی طبیعت پر کم اختیار رکھتا تھا پس اپنے بھائی ہندروں کی فہمائشوں کے خلاف جو اُس کو اس بات پر لعنت ملامت کرتے تھے کہ اُس نے اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی بندگی قبول کی کی سکندر کے ساتھ ہو گیا یونانی اُسکے ساتھ ادب سے پیش آئی لیکن جب وہ ایران میں پہونچکر بیمار ہوا تو غالباً اُس نے ذات کے وہم و خیال سے دوا کے پینے سے انکار کیا اور آگ میں جل کر اپنی جان کھونے کا ارادہ کیا سکندر نے ہر چند منع کیا لیکن اُس نے نہ مانا تب سکندر نے مجبور ہو کر حکم دیا کہ اخیر دم تک اُسکی ہر طرح کی عزت کیجئے اور بہت سے انعاموں اور بخششوں سے اُس کو مالا مال کیا جن کو اُس نے ارتھی پر چڑھنے سے پہلے اپنے دوستوں پر تقسیم کر دیا پھر ایک پھواروں کا سہرا اُسکی پیشانی پر ہندوستان کے طریق پر باندھ کر ارتھی پر لیگئے اور وہ ہندوستانی زبان میں بھجن گاتا ہوا دھان پھونچا جب وہ چتا پر چڑھا گیا تو اُس نے اُس میں آگ لگانے کا حکم دیا اور ایسے استقلال اور سلیم الطبعی سے جل گیا کہ اُس کا یونانیوں پر بڑا اثر ہوا + *

* ایروستارلس نے در اہل تصرف کا حال بیان کیا ہی کہ اُنہیں سے ایک جوان اور ایک پررتھا تھا اور دونوں بڑا چمیں قیروں کے فرقہ میں سے تھے اُس نے ان کو مقام

+ اسٹریبو صاحب کی جلد ۱۵ صفحہ ۴۹۲

+ کتاب مہم سکندر کی جلد ۷ باب ۲

کی مگر کے مجموعہ باب ۲ صفحہ ۶۳ کو دیکھو

+ اسٹریبو صاحب نے اپنی تاریخ کی جلد ۱۵ صفحہ ۴۹۵ میں اسی قسم کی خود کشی کی مثال بیان کی ہی اور جلیے والا شخص زار ماڈوچیٹس نامی ہرگاسا کا رہنے والا ایک ہندوستانی تھا یہ شخص اول اہلچیروں کے ساتھ گیا تھا جو افسطس قبصر کے پاس ہندوستان سے گئے تھے اور یہ شخص ایتھنز دارالخلافہ یونان میں جلا * اسٹریبو صاحب تاریخ کی جلد ۱۵ صفحہ ۴۹۱

ٹیکسلا میں دیکھا ہوا تھا اور جہاں کے سرپر ہاں تھے اور درختوں کے ساتھ بہت سے چیلے تھے جب کہ وہ بازار میں گذرے تو لوگ اُنسے تعظیم سے پیش آئے اور روشن کنبھ اُنکے بدن پر ملا اور کھل اور شہد کی تواضع کی اور جب وہ سکندر کے دسترخوان پر اُسکے ساتھ کھانا کھانے کو آئے تب اُنسے استقلال کی نصیحت لوگوں کو ہونٹی چنانچہ وہ ایک مقام میں چلی گئے ہوتا تھا تو دھوپ اور بارش میں بڑا رہا اور جہاں سونٹی کے سہارے سے ایک پائوں پر تمام دن کھڑا رہا *

† اور اور بیانون سے بھی ایسے فقیروں کا حال معلوم ہوتا ہی جز البیور اور انگریز کھانے کے واسطے اور تیل بدن پر ملنے کے لئے جمع کرنے کو گلی کوچوں میں پھرتے تھے اور امیروں کے گھر میں جا کر اُنکے ساتھ کھاتے بیٹھے تھے اور گفتگو میں شریک ہوتے تھے انصاف ایسی آزادی اور بے تکلفی ہے اور ذات بسر کرتے تھے جیسے آجکل بھی اسی قسم کے فقیر ریاکاری سے بسر کرتے ہیں اور یہ بھی بیان کیا گیا ہی کہ وہ جازے اور گرمی کے موسم میں بڑھتے پھرتے تھے اور اپنا دھت برگ کے درختوں کے نیچے گزارتے تھے اُنہیں سے بعضی درختوں کو ایسا بڑا بیان کیا ہی کہ اُنکا سایہ پانچ ایکڑ زمین پر پڑتا تھا جسکے سایہ میں دس ہزار آدمی بیٹھ سکتے تھے تمام آرام پادیں *

جسٹاریتہ سے کہ بالوں کو پیچ دیکر پگڑی بنالیتی ہیں اور آجکل بھی فقیروں کے ایک فرقہ میں یہ دستور جاری ہی اُسکو اسٹریپر صاحب نے بیان کیا ہی لیکن کسی فرقہ سے اُس طریقہ کے مخصوص ہونے کی قید نہیں بیان کی *

انہیں فقیروں کی نسبت لکھا ہی کہ وہ بیمار ہونے کو بے عزتی کی بات سمجھتے تھے ‡ اور جب کبھی بیماری کی آفت میں مبتلا ہوتے تھے ترہ اپنے آپ کو ہلاک کرتے تھے مگر مگاس تھینیز بیان کرتا ہی کہ ہندوستان کے حکماء خود کشی کو بہتر نہیں سمجھتے تھے بلکہ اُسکو حماقت کی دلیل جانتے تھے غرض کہ عالموں کی رائے اور ٹاہنے ٹاہنے لوگوں کا خود کشی کرنا اُس زمانہ میں ایسا بھی معلوم ہوتا ہی جیسا کہ اِس زمانہ میں ہی *

صرف مگاس تھینیز ایسے فرقہ کا بیان کرتا ہی جسکو وہ براچ میں فرقہ سے علاحدہ قائم کر کے حرمین نام سے یاد کرتا ہی جس سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ اُس علاحدہ فرقہ سے اُسکی مراد فقیروں سے تھی اُسنے اس نام کو خراب کر دیا ہی یہ بات زیادہ تر غالب معلوم ہوتی ہی کہ اصل میں یہ نام سرامند ہی جیسا کہ پچھلے یونانی مورخوں نے بیان کیا ہی یہ اور ہند اور جہاں مذہب کے فقیروں کا خطاب

† اسٹریپر صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۹۲

‡ غالباً بیماری کو وہ لوگ پچھلے جنم کے گناہوں کا نتیجہ سمجھتے تھے اسٹریپر صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۹۳

تھا کیونکہ مکاس تھینیز کو یہہ سب تجربہ خاصکر مکادا میں جہاں بدہ مذہب پھیلا ہوا تھا سندراتس کے دربار میں حاصل ہوا تھا سندراتس کے پوتے اسوکا نامی نے بدہ مذہب اختیار کر لیا تھا اور اُس مذہب کو نہ صرف اپنی قوم میں بلکہ ہندوستان کے بہت بڑے حصہ میں رواج دیا اور اور مذہبوں پر اُسکو بڑی گہری اگرچہ لفظ سرامنہ بدہ مذہب کے لوگوں سے نکلا ہوا معلوم ہوتا ہی مگر اس نام کے فقیروں میں کوئی ایسی بات نہیں جو برہمنوں کی اُس حالت سے متعلق نہ ہو جو اُنکی زندگی کے تیسرے چوتھے درجہ میں ہوتی تھی یا اور فقیروں کے گروہوں میں موجود نہ ہو *

مکاس تھینیز کا بیان ہے کہ جرمن خطاب کے فقیروں میں سے نہایت معزز فرقہ ہیلوبی کا ہی یہہ خطاب اس فرقہ کا اُسکے جنگل میں رہنے کے سبب سے قائم ہوا یہہ فقیر جنگلی پہاڑوں اور بٹاسپٹی پر اپنی گھرانے کرتے ہیں اور درختوں کی چھال سے اپنا بدن تھانکتے ہیں اور تمام لذات اور خوشہوہوں سے پرہیز کرتے ہیں اور کئی کئی دن برابر ایک صورت پر بغیر حس و حرکت کے کھڑے رہتے ہیں راجا اُنکے پاس لوگوں کو مشورہ کے لیئے بھیجتا ہی اور درخواست کرتا ہی کہ تم دیوتوں سے میرے حق میں سفارش کرر ‡ دھرمی مورخ بیان کرتا ہی کہ جرمنی فقیروں میں دوسرے درجہ کی عزت والے طبیب ہوتے ہیں جنکی عادات برہمنوں کی اُن عادتوں سے مطابق معلوم ہوتی ہیں جو اُنکی زندگی کے چوتھے درجہ میں ہوتی ہیں یہہ لوگ مکانوں میں بہت اجتناب کے ساتھ رہتے ہیں لیکن ہیلوبی فرقہ کی سی سخت ریاضت نہیں کرتے مگر مصنت اور جفاکشی کے کاموں کی مشق کرتے ہیں اور تمام دن ایک ہی صورت پر بیٹھے رہتے ہیں اور مطلق پہلو نہیں بدلتے اُنہیں سے بعضے اپنے گھیاں دھیاں میں عورتوں کو بھی شریک کر لیتے ہیں لیکن سخت پاکدامنی پرتے ہیں اس طریقے سے اگرچہ ہندو فقیر بھی واقف ہیں لیکن بدہ مذہب کے فقیروں سے یہہ طریقہ نہایت مناسبت رکھتا ہی اور اُنکی طبابت کا طریقہ بھی آجکل کے فقیروں کی طبابت کے طریقہ سے مناسبت رکھتا ہی یہہ فقیر غذا اور جرّ پوتی پر نہایت پوروسا رکھتے ہیں اور خارجی علاجوں پر دوسرے درجہ کا اعتماد رکھتے ہیں اور زیادہ قوی طریقے جو علاج معالجہ کے ہیں اُنسے بڑی نا اعتمادی رکھتے ہیں جس طرح کہ آج کل کے فقیر کرتے ہیں اُسی طرح وہ بھی اپنی دواؤں کی استعانت میں منتہر جائز کرتے تھے دھرمی مورخ لکھتا ہی کہ جرمن فرقہ کے فقیر جادر اور ٹوٹکے اور غیب گوئی کرتے ہیں اور مردوں کی رسومات بھی اُنہیں دیتے ہیں اُنہیں سے بعضے شہروں اور دیہات دقتہوں میں پھرتے ہیں اور

‡ اس بیان کو برہمن کی زندگی کے تیسرے درجہ کے حال سے جو مذہب کے مجموعہ میں مذکور ہی متبادل کرر ہیلوبی لفظ رانا پراشنا یعنی جنگل میں رہنے والے کا لفظی ترجمہ ہی برہمن کا اُسکی زندگی کے تیسرے درجہ میں معمولی خطاب ہوتا ہی کلکتہ اور پٹنہ میں پرنس پات مارچ سنہ ۱۸۲۷ء

بعضے کسی مقام خاص پر قیام کر کے زیادہ کیفیت سے زندگی بسر کرتے ہیں ان تمام حالات میں کوئی بات ایسی نہیں جو بد مذہب والوں سے مخصوص ہو غالب یہ ہی کہ مکاس تھیلوز اگرچہ بد مذہب والوں اور برہمنوں اور فلیزوں کے فرقوں کے امتیاز سے واقف تھا لیکن اُنکے اعمی اختلافات سے ٹھیک ٹھیک آگاہی نہ رکھتا تھا اور یہ بات قرین قیاس ہی کہ قدیم زمانہ کے اور یونانی مورخ بھی اسی قسم کی غلطی میں پڑے ہوں البتہ یہ بات قابلِ جائزے کے ہے کہ اگرچہ بد مذہب سکندر سے دوسرے برس پہلے سے قائم تھا اور ہندوستان کے مذہبوں میں سو برس کے بعد سب سے فائق ہونے والا تھا مگر وہ مورخ ظاہراً اس سے کبھی واقف نہ ہوئے اس غلطی کی وجہ یہ ہی کہ اُن مذہبوں کے معتقدوں کی وضع اور طریق استدلال مخصوص نہ تھے کہ غیر ملک والے اُنکی تمیز عام لوگوں سے کر سکتے * ۔

کئی مورخوں نے بیان کیا ہے کہ مختلف ذات کے لوگ آپس میں شادی بیاہ نہیں کرتے تھے اور نہ اس بات کی اجازت تھی کہ ایک ذات کے لوگ دوسری ذات کا پیشہ اختیار کریں لیکن سب ذاتوں کے آدمی اہل تصرف یعنی فلیز ہو سکتے تھے * اس زمانہ کے فلیزوں کا بھی ایسا ہی حال ہی لیکن یہ بات مشتبہ ہی کہ آیا فلیزوں نے شروع ہی سے ایسا طریق اختیار کیا یا مقتدمین یعنی یونانیوں نے اس بات سے ناواقف ہونے کے سبب سے کہ برہمن دنیا دار اور صلاح کار اور پنج بھی ہو سکتے ہیں اور وقت پر اختیار بھی باندھ سکتے ہیں اور اور پیشہ بھی کر سکتے ہیں برہمنوں کی وضع اور طریق فلیزانہ دیکھ کر تمام ذاتوں کے لوگوں کو اس بات کا منتظر سمجھا کہ فلیز ہو سکتے ہیں + * ۔

ذکر شودر ذات کے لوگوں کا

اور ذاتوں کی نسبت کوئی بات قابلِ بیان کے سوائے شودر ذات کے لوگوں کے نہیں ہے جنکی نسبت یونانیوں کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانہ میں سکندر ہندوستان میں آیا اُسی زمانہ سے اُنکی ذات پر خدمتکاری مخصوص نہ تھی * ۔

† برہمنوں اور فلیزوں میں جو مقتدمین نے کچھ امتیاز نہیں کیا اور جسکی اب بحث ہی آسکر ختم کرنے سے پہلے یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ بعضے زمانہ حال کے مورخوں نے بھی جو اس امتیاز سے بخوبی واقف تھے اپنی کتابوں میں اُس کچھ ترجیح نہیں کی پس یہ بات تصدیق کرنی اکثر مشکل ہوتی ہے کہ کس مقام پر اُنکی غرض برہمنوں سے ہے اور کس مقام پر فلیزوں سے ہندوؤں کے پوجاریوں اور مذہب کے قدیم حالات کی بحث سے آگاہی حاصل کرنے کے لیے کالہرک صاحب کی تحریر مندرجہ کتاب تصدیقات ایشیا جلد ۹ صفحہ ۲۶۶ کو دیکھو

غلامی کا نہونا

† اُپرین صاحب نے یہ بات تعریف کے ساتھ لکھی ہے کہ ہندوستان کی ہر قوم آزاد ہی اُنکے ہاں مثل ایسیڈیموں یا سپارٹا والوں کے کرنی شخص کسی کا غلام نہیں ہو سکتا اور خلاف ایسیڈیموں والوں کے غیر ملک کے لوگ یا کسی غیر قوم کے آدمی غلام نہیں بنائے جاتے اسٹریبو صاحب تمام ہندوستان میں غلامی کے نہونے پر شک لا کر اسکے خلاف صرف شانگی اونڈی غلاموں کی مثالیں بیان کرتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ کسی خدمتگار یا غلام قوم کے ہونے کا اُنکو شبہ نہ تھا یہ ممکن ہی کہ جس قوم قسم کی غلامی شرد ذات کے لوگوں میں موجود تھی اُس سے یونانیوں کو دھوکا ہوا (اسلئے کہ اُنکے ملک میں بالکل اسکے برعکس طریقہ جاری تھا) لیکن یہ بات زیادہ تر قریں قریب ہی کہ مترو کے زمانہ میں جسقدر شرد لوگوں کی ذلیل حالت باقی رہی تھی وہ سکندر کے ہندوستان میں آنے سے پہلے کافر ہو چکی ہوگی *

مختلف سلطنتوں کی تعداد اور وسعت کا بیان

خود مختار حکومتوں کی تعداد سکندر کے زمانہ میں بھی (اسقدر زیادہ معلوم ہوتی ہے جسقدر کہ اُر زمانوں میں رہی ہے چنانچہ سکندر کو تھوڑے ہی سے ملک پر حملہ کرنے میں بہت سی حکومتوں سے مقابلہ کرنا پڑا اور مگاس تھینیز کو در پانت ہوا کہ تمام ہندوستان میں ایک سر اٹھارہ حکومتیں ہیں انہیں سے اکثر بہت خفیف ہونگی لیکن بعض مثل پراسی کی حکومت کے بڑی سلطنتیں تھیں اُنہیں سے اکثر کا راجاؤں کے قبضہ میں ہونا معلوم ہوتا ہے جیسے کہ مترو کے زمانہ میں تھیں اور جن حکومتوں کو یونانیوں نے جمہوری اور عائد کی سلطنتیں کہا ہے اُنکے حالات بہت آسانی سے اس حال سے جو اب موجود ہے بغیر کچھ مختلف سمجھنے کے بیان ہو سکتے ہیں چنانچہ ہمیشہ بڑے بڑے حصہ ملک کے ایسے ہی رہی ہیں کہ اُنکا کرنی عام راجہ تھا بعض تو چھوٹے چھوٹے سرداروں کی حکومت میں تھے اور بعضوں میں خود مختار دیہات داخل تھے پریشانی اور ہنگامہ کے وقت انہیں اکثر مدت تک قصبوں میں بھی لوگوں نے بطور خود حکومت قائم رکھی ہے ‡ *

† اُپرین صاحب کی تاریخ ہندوستان باب ۱۰ اور ڈایوگرس کی تاریخ کی جلد ۲ صفحہ ۱۲۲ مطبوعہ سنہ ۱۶۰۳ ع کو بھی جیسے اُسے بہت سی لغو باتیں ہندوؤں میں سب کے برابر ہونے اور جمہوری قواعد کی بیان کی ہیں ‡ اول قسم کی حکومتوں میں سکھوں کی حکومت تھی (نیل رنجیت سنگھ کی عملداری کے) ان حکومتوں کو فاسٹر صاحب نے باوجود ہندوستانی گورنمنٹوں سے رائف ہونیکے منک شیخراٹھی کے سرداروں اور اور سرداروں کی متعدد متعلقہ خفیف حکومتوں کے جمہوری سلطنتیں بیان کیا ہے اور تنہا دیہات کے حکومتوں کی مثالیں سوڈی اور کریسیا قوموں کی حکومت سے ظاہر ہیں جن کا حال سرچان مالکرم صاحب نے تاریخ مالوہ جلد ۱ صفحہ ۵۰۸ میں بیان کیا ہے

سب ایسے ایسی حکومتیں یونانیوں کے نزدیک جمہوری سلطنتیں تھیں اور قیاس چاہتا ہے کہ وہ ان حکومتوں کے قانون اور قواعد اور انتظام اور پندرہ سو کر ایسا ہی سمجھے جیسا کہ ان کے ملک میں موجود تھا لیکن ان کے مورخوں کی خاص توجہ جن چیزوں کے بیان کرنے کی طرف تھی وہ خود مختار دیہات تھے جو حقیقت میں جمہوری حکومتوں کے نمونہ تھے اور گاؤں کے باشندوں کے سرا جسطہر اُنکی مناسبت سے اور باشندوں کی تعداد کم یا زیادہ ہوتی تھی اُسی نسبت کے لحاظ سے وہ دیہات جمہوری یا عاید کی حکومتیں ہوتے تھے ایسے دیہات کا نمائندہ نمونہ اُس سے بہتر نہیں مل سکتا جیسا کہ حال میں ہریانہ کے ضلع میں موجود تھا یہ ملک ان دیہات کے پاس واقع ہے جنہیں سکندر کے زمانہ میں کیتھی اور مالی قومیں بستیں تھیں انہیں سے ایک موضع پیرانی کے محاصرہ کے واسطے سنہ ۱۸۰۹ء میں ایک بہت بڑی انگریزی فوج درکار ہوئی تھی جب فتح ہوا تھا یہ موضع ملاوڑیہ والوں کا بھی غالباً ایسا ہی سخت مقابلہ کرتا جیسا کہ اُسکے قریب کا موضع سنگالا یا اور کوئی موضع سکندر کے مقابلہ میں آیا جسکا ذکر سکندر کے جنگی امورات میں بڑی نمونہ کے ساتھ آیا ہے *

ہندوستان کے راجاؤں کی فوج کی تعداد جسطہر بیان کی ہے غالباً اُس میں مبالغہ کیا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ پنجاب کے متعدد راجاؤں میں سے ایک راجہ پورس نامی کے پاس در سر ہاتھی اور تین سو رتھ اور چار ہزار سوار اور تیس ہزار پیادہ جنگ آور تھے اگر ہم بٹرل سربرٹس صاحب کے بجائے رتھوں کے توپوں قائم کردیں تو ٹھیک ٹھیک تعداد اُسکی فوج کے رتھیت سنگھ کی فوج کی برابر ہوتی ہے جو تمام پنجاب اور اشلاخ دیگر کا مالک ہے + *

+ بعض اوقات راجہ پورس کے ملک اور اُسکے متعلقات کا حال جو بہت مبالغہ سے بیان کیا جاتا ہے اسلیئے مناسب ہے کہ جو حدود اُسکی ایویٹن صاحب اور اسٹریو صاحب نے قائم کی ہیں اُنکو بیان کیا جائے راجہ پورس کے ملک کی مغربی سرحد دریائے جھیلیم تھا اور اُس دریا سے آگے پنجاب کے وسط میں راجہ ٹیک سائیپاز نامی اُسکا دشمن جانی تھا اور اس راجہ کے ملک کے شمال پر ایس سائرس نامی ایک خود مختار راجہ تھا جسکو ایویٹن صاحب نے پہاڑی ہندوستانیوں کا راجہ بیان کیا ہے (ایویٹن صاحب کی تاریخ جلد ۵ باب ۸) اور جانب جنوب سرپتی نوس ایک اور خود مختار راجہ تھا جسکے ملک میں نعل کے پہاڑ کا سلسلہ واقع تھا (اسٹریو صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۱) پس دریائے جھیلیم کے مغرب میں راجہ پورس کے قبضہ میں کچھ ملک تھا اُسکا ملک شمال میں پہاڑوں کے دامن کے جنگل تک تھا (اسٹریو صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۰) لیکن دریائے جھیلیم اور دریائے چناب کے درمیان کے ملک میں جسطہر ملک واقع تھا وہ اُسکے پاس کل تھا اسلیئے کہ علاقہ اور قوموں کے جو اتفاقاً پورس کی ممالک ہوتی ہوں ارم ڈیپلیکی یا گلاسی کو جسکی قبضہ میں سینٹیس پڑے شہر

ایریئن صاحب کے بیان کی جو سنی المقدور غایت ہو سکتی ہی وہ اس قدر ہی کہ جن فوجوں کو انہوں نے راجہ پورس کے مستقل فوج بیان کیا ہی اور اُسے ایسی بشریز گنوار شامل ہونگی جنکو ضرورت کے وقت ایسے راجہ میدان جنگ میں جمع کر لاتے ہیں لیکن پائی مروج نے جس قدر تعداد اُسکی فوج کی بیان کی ہی وہ کسی قیاس سے صحیح نہیں معلوم ہوتی قدیم راجاؤں کی فوج کی تقسیم چار حصوں یعنی سواروں اور پیادوں اور رتھوں اور ہاتھیوں پر ایسے ہی تھی جیسی کہ منہ کے زمانہ میں تھی مگر اسٹریپر صاحب تقسیم فوج کی چھ حصوں پر کرتے ہیں چنانچہ وہ کوسریٹ اور بھری فوج کے محکمہ کو زیادہ بیان کرتے ہیں تمام سپاہ چھتریوں سے مرتب ہوتی تھی سپاہی لڑائی اور امن کے زمانہ میں ہمیشہ تنخواہ پاتے تھے اور ایسے کاموں کے انجام کیواسطے جو سپاہی کے لائق نہوں اُن سپاہیوں کے خدمتگار مقرر ہوتے تھے سپاہ کو گھوڑے اور ہتھیار سرکار سے ملتے تھے مگر یہ انتظام زمانہ حال کے راج کے خلاف تھا اس بات کو مکرر سہ کر بیان کیا گیا ہی کہ سپاہ ملک کو کبھی لڑائی کے وقت میں ہرگز خراب و تباہ نہیں کرتی تھی اور جبکہ متخالف فوجیں لڑا کرتی تھیں تب کسان لوگ بے کھٹکے اپنے کام میں مشغول رہتے تھے اگرچہ یہ امر ظاہر ایک مبالغہ معلوم ہوتا ہی لیکن منہ نے جو قوانین جنگ ہندو تحریر کیئے ہیں اُنہیں میں سے غالباً یہ قانون بھی ہو کیونکہ اُن قانونوں کا اثر یونانیوں کی طبیعت پر اس سبب سے بہت ہوا ہوگا کہ اُنکے ملک میں ایسے نرم اور پسندیدہ قانون جنگ کا پرتاؤ تھا *

تھے سکندر نے پورس کا تابع کر دیا (ایریئن کی تاریخ جلد ۵ باب ۲۰) جس سے اُسکے قدیم ملک میں بہت زیادتی ہو گئی (ایضاً باب ۲۱) اور مشرق میں درمیان دریائے چناب اور دریائے راوی کے ایک اور راجہ کہ اُسکا نام بھی پورس تھا اُسکا سخت دشمن تھا (ایضاً) اور اُسکے ملک کے جنوب اور مشرق میں قوم کیتھی اور اور خود مختار قومیں آباد تھیں جنکے مقابلہ میں اُس نے سکندر کو مدد دی تھی (ایضاً باب ۲۲ و ۲۳) اور جنوب میں قوم مائی رہتی تھی جسکے مقابلہ کو پورس اور راجہ ایس سائرس اور اور بہت سے راجہ فوج لیکر گئے تھے اور شکست کھائی تھی (ایضاً باب ۲۲)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہی کہ جس قدر ملک راجہ پورس کا تھا وہ سب دریائے جہلم اور چناب کے درمیان میں واقع تھا اور ہر جانب پر اُسکی جو قومیں آباد تھیں وہ اُسکے تابع نہ تھیں اور اکثر اُنہیں سے اُسکے ساتھ ہمیشہ لڑائی جھگڑا رکھتی تھیں پس علاوہ اُسکے خاص سلطنت کے اکثر کڑی اور قوم یا حکومت اُسکے تابع ہو گئی وہ دریائوں مذکورہ بالا کے درمیان میں ہو گئی بالمشبہ وہاں مختلف قومیں آباد تھیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ اُن قوموں میں سے قوم گلائیکیکی اُسکی تابع تھی اور اس خیال کی کڑی وجہ نہیں کہ باقی قومیں اُسکے تابع تھیں

جن فوجوں سے یونانیوں کو ہندوستان میں مقابلہ پیش آیا انکی بہادری کو اور سب قوموں کی بہادری سے جیسے انکو ایشیا میں اوتا بڑا تھا برتر بیان کیا ہی اور جسقدر فرق کا مارا جاتا ہندوستان کی لڑائیوں میں لکھا ہی اگرچہ مقدار اُسکی بہت قلیل ہی مگر اُن لڑائیوں کی نسبت جو دارا سے ہوئیں بہت زیادہ ہی اور اُس زمانہ میں بھی ہندوؤں کو سب اختیار بجز توپ اور ہندوق کے زمانہ حال کے ہتھیاروں کی مانند تھے ہندوستان کی اُس خاص کاموں کا ذکر جسکا استعمال اب صرف پہاڑی ملکوں میں ہوتا ہی اور اُسکے جان کر پاؤں سے کھینچکر چوہ ذت سے زیادہ لذت تیز مارتے تھے اور یونان صاحب نے بیان کیا ہی اور لڑائی قاراروں اور لڑنے کے فیروز کا ذکر بھی کیا ہی جن کا اب بھی کبھی کبھی استعمال ہوتا ہی اُس زمانہ میں بھی ہندو گھوڑے کی سواروں کے دن میں مشہور تھے اور گھوڑے کی لگامیں بہت تیز رکھتے تھے * سکندر کے زمانہ کے چال چلن سے زمانہ حال کے طور طریقوں کا مشابہہ ہونا

ہندوستان کے راجہ جو پیشکشیں دیتے تھے اُن سے انکی دولت مندی ظاہر ہوتی تھی اور جس جس ملک میں یونانی گذرے اُن سب کے بیانون سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ ملک خوب آباد تھا اور لوگوں کو نہایت اقبال مندی اور دولت حاصل تھی * اقبال و دروس مروج بیان کرتا ہی کہ دریائے جھلم اور دریائے ستلج کے درمیان میں پندرہ سو ایسے شہر آباد تھے جنہیں سے کوئی شہر گلاس سے کم نہیں اس سے یہ سمجھا جاتا ہی کہ گورسہیں کیسا ہی مبالغہ ہو لیکن ملک کی حالت بہت ترقی اور آبادی پر تھی شہر پالی پاتھرا کا طویل آئندہ ملک تھا اور عرض تیز ملک اور فصیح اسکی بلند تھی جسمیں پانچ سو ستر سوچ اور چونسٹھ دروازے تھے * بہت سے تجارت کے شہروں اور بندر گاہوں کے بیان سے چٹکا حال کتاب پریپلس کے مصنف نے یونانیوں کے بعد لکھا کہ اُنہیں غیر ملک کی تجارت جاری تھی یہ واقعہ ہوتا ہی کہ ہندوستانی ایسے کام یعنی تجارت میں بخوبی دسترس رکھتے تھے جس سے اور سب کاموں کی نسبت ایک قوم کی ترقی یافتہ حالت زیادہ ثابت ہوتی ہی *

روپیس کے انتظام کو عمدہ بیان کیا ہی ملا سٹیمینز بیان کرتا ہی کہ سکندر کس کے لشکر میں جسکا تنظیم اُسکے چار لاکھ آدمی بیان کیا ہی جسقدر روپیہ چوری جاتا تھا اُسکا اوسط فی روز تیس روپیہ سے زیادہ نہیں ہوتا تھا *

معارف ہوتا ہی کہ داد رسی راجہ اور اُسکے پنچوں کے ذریعہ سے ہوتی تھی جن چند قوانین کا حال یونانیوں نے بیان کیا ہی وہ منور کے قانونوں کی مانند ہیں مگر اس امر میں یونانیوں کو صحیح صحیح آگاہی حاصل نہیں ہوئی کہ انکے قانون کی کتابیں ہیں انکو یہ نہیں تھا کہ ہندوؤں کے قانون نامزد تھے اور بعضے یہ بھی

کہتے ہیں کہ ہندو حرفوں سے ناراض تھے اور بعضے برخلاف اسکے انکے تفسیر کی ضرورت کی تعریف کرتے ہیں + *

محصاصل ملک کا اراضی اور تاجروں اور کاریگروں سے وصول ہوتا تھا + اسٹریپو صاحب نے منر کی مانند محاصل اراضی کو کل پیداوار کا چوتھائی بیان کیا ہے لیکن یہ بھی صاف صاف کہا ہے کہ تمام اراضی راجہ کی ملکیت سمجھی جاتی ہے اور کاشتکاروں کو شرح مذکورہ بالا پر کاشت کی واسطے دیجاتی ہے + اور ایک اور مقام میں انہوں نے یہ بیان کیا ہے کہ بعضے گاؤں کے باشندے زمین کی کاشت مشترک کرتے ہیں اور اس قاعدہ کا رواج اب بھی بہت ہے محاصل کے اُس حصہ کا حال بھی اسٹریپو صاحب نے قلمبند کیا ہے جو کاریگر لوگ بعوض خراج کے سرکاری کام منت کرتے سے ادا کرتے تھے جیسا کہ منر نے بھی بیان کیا ہے اور اسٹریپو صاحب نے جو حالات بازاروں کے چودھریوں اور کھیتوں کی پیمائش اور آبپاشی کے کیئے پانی کی تقسیم اور دیہات کے پدھانوں کے اور اور کاموں کے جو تجارت اور سڑک اور دیگر امور کی نگرانی سے متعلق ہیں مندرج کیئے ہیں وہ پدھانوں کے حال کے کاموں سے بالکل مطابق ہیں اور شہر کے چودھریوں کا جو حال لکھا ہے اگرچہ صاف صاف نہیں لکھا مگر وہ آجکل کے چودھریوں کے کاموں سے بہت مشابہت رکھتا ہے *

ہندوؤں کے مذہب کا حال بہت کم بیان کیا ہے اسٹریپو صاحب نے بیان کیا ہے کہ وہ چورپیس پلرویس یعنی اندر دیوتا اور گنگا اور اور دیوتوں کی پرستش کرتے ہیں اور بلدانوں میں پڑھتے سر رہتے ہیں اور بلدان کو بچاے ذبح کرنے کے دم گھونٹ کر مارتے ہیں اور یہ حال پڑھانوں کے بعضے اُن بلدانوں سے جسکا حال ہم پر اچھی طرح روشن نہیں اور جنکے رواج کو زمانہ حال کی ایجاد سمجھا جاتا ہے بہت مطابق ہے *

کالہروک صاحب نے علاوہ پرفانیوں کے اور کئی مورخوں کے بیانیوں کو نقل کیا ہے کی جنسے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ہندو سورج کو بھی پوجتے تھے *

یونانیوں نے بیکنس اور ہرکولس کی پرستش پر کہ وہ ہندوستان میں مروج تھی بہت کچھ لکھا ہے مگر اُسکا سبب علانیہ یہ ہے کہ ہندوؤں کی روایتوں کو انہوں نے اپنے دیوتوں کی روایتوں سے خواہ مخواہ اسی طرح سے مطابق کر لیا ہے

+ اسٹریپو صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۹۳ مطبوعہ سنہ ۱۵۸۷ ع

+ ایروین صاحب کی تاریخ ہندوستان صفحہ ۱۱

+ اسٹریپو صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۴ مطبوعہ سنہ ۱۵۸۷ ع

§ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۹ صفحہ ۲۹۸

جس طرح سے کہ انہوں نے اور معاملات کی روایتوں کو اپنی روایتوں سے منسوب کر لیا ہے † *

ہندوؤں کے علم سے یونانی مہض ناراض رہے مگر انکی دانائی کا ان کے دل پر بڑا اثر ہوا اور ہندوؤں کی حکمت کا کچھ تھوڑا سا حال جو انہوں نے بیان کیا ہے وہ کچھ تھوڑی قدر و منزلت نہیں رکھتا۔ مگاستھینز بیان کرتا ہے کہ ہندوؤں اور یونانیوں کی حکمت کے اکثر مسائل میں اتفاق پایا گیا ہندو خیال کرتے تھے کہ دنیا کی ابتدا اور انتہا ہی اور زمین کی شکل گول ہی اور جس خدا نے اُسکو بنایا اور اُسپر حاکم ہے وہ اُسپر ہر جگہ موجود ہے علاوہ اربع عناصر کے ایک اور عنصر ہی جس سے آسمان اور ستارہ بنے ہیں اور یہ عالم سب عالموں کا مرکز ہے اور وہی سورج لکھتا ہے کہ ہندوؤں اور یونانیوں میں روح کے مسئلہ اور اور مسئلوں میں بھی اتفاق ہے اور انہوں نے افلاکوں کی طرح روح کے ذاتی ہونے اور مرنے کے بعد ہر ایک کو اپنے اعمال کی بموجب جزا حاصل ہونے اور راسی قسم کے اور اور مطالب کے باب میں بہت سی کہانیاں تصنیف کی ہیں ‡ *

قدیم زمانہ کے ان بیانوں سے ظاہر ہے کہ اگر ہندوؤں نے اپنی حکمت یونانیوں سے سیکھی تو سکندر کے زمانہ سے پہلے سیکھی ہوگی اور وٹسائی کریٹس نے جو کچھ ہندوؤں سے درباب حکمت کے کہی وہ ہم بیان کر چکے ہیں وہ لکھتا ہے کہ ہندوؤں نے یہ بات دریافت کی کہ یونانی بھی کوئی اس قسم کی گفتگو نہیں کرتے ہیں یا نہیں اس سے یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہندو یونانیوں کے عوام اور مسائل حکمت سے بالکل ناراض تھے *

یونانیوں نے جو ہندوؤں کے فنِ نغمہ کی نسبت کچھ نہیں لکھا ہے اُس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہے کہ ملک کے جس حصہ میں اُنکا گذر ہوا اُس میں عمدہ عمدہ معبد اور مندر تھے جیسے کہ اب بھی ہیں ہندوؤں کے نغمہ و سرود کا جو بیان یونانیوں نے کیا ہے وہ اُنکے متعین اسطرح ہوا ہے جیسے کہ زمانہ حال کے کسی اعلیٰ یورپ کا بیان ہوتا ہے اس لیے کہ گو یہ کہہ گیا ہے کہ گانے گاننے کا وہ شوق رکھتے تھے مگر ایک اور مقام میں بیان کیا ہے کہ اُنکے ہاں بجز ڈھولک اور مہاویروں اور پنج چٹھی کے اور کوئی ہاتھ نہیں ہے *

معلوم ہوتا ہے کہ اور فنون کی حالت ایسے ہی تھی جیسے کہ آجکل ہی جس قسم کا شاہ دونوں نصاب میں تیار ہو کر نکلتا تھا وہ بھی زمانہ حال کے غلہ کی مانند

† جو متھرا کی پرستش میں ہو کیولیس کا بیان یونانیوں نے کیا ہے شاید اُس سے سری کوشن جی کی پرستش مراد ہو *

‡ اسٹریپر صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۹۰

ہی چٹانچہ شکر اور روٹی اور مصالحہ اور خوشبوؤں کا پیدا ہونا بیان کیا ہی اور کھیتوں کو تر رکھنے کی واسطے چھوٹی چھوٹی کھیریاں بنا کر زمانہ حال کی مانند آبپاشی کرتے تھے^۱ رتھوں کو لڑائی میں گھوڑے کھینچتے تھے مگر کوچ کے وقت بیل اور بعض اوقات اونٹ بھی کھینچا کرتے تھے لیکن اس زمانہ میں بھجڑ ریگستان کے اونٹوں سے باربرداری کا کام بہت کم لیا جاتا ہی اور شان شوکت کے واسطے ہاتھیوں کی رتھوں میں بھی سوار ہوتے تھے مگر زمانہ حال میں ہاتھیوں کی رتھوں کا دو جگہ پر ہونا سنا گیا ہی *

ہاتھیوں کے پکڑنے اور تربیت کرنے کا طریقہ اور اُسکی تمام حکمتیں † ایروین کے بیان سے ٹھیک ٹھیک ایسے ہی معلوم ہوتی ہیں جیسے کہ کتاب تحقیقات ایشیا میں اُنکا حال لکھا ہی ‡ *

ہندوؤں کی رنگتوں کی شوخی اور آب و تاب اور اُنکی مصنوعات اور غیر ملکوں کی چیزوں کی نقل میں کمال رکھنے کا بیان کیا گیا ہی || *

تمام کاموں میں تانوی کے برتنوں کا استعمال ایسا ہی عام تھا جیسا کہ اب ہی لیکن پینال کے برتنوں سے جنکا استعمال اب زیادہ تر ہی چٹکنی کے اندیشہ سے پرہیز کیا جاتا تھا † اسٹریپر صاحب نے شاہی سڑکوں کا ایک مقام میں اور دوسرے مقام میں میل کے پتھروں کا * ذکر کیا ہی *

اسٹریپر صاحب نے ہندوؤں کے ٹیوہاروں کی دھوم دھام اچھی طرح بیان کی ہی چٹانچہ لکھا ہی کہ ہاتھی سنہری اور زردی جھولوں اور ہودوں سے آراستہ ہو کر اور سرایروں کے ساتھ جن میں چار چار گھوڑوں کے رتھ اور بیلوں کی گاڑیاں ہوتی تھیں سب سے آگے چلتے تھے اور بہت اچھی اچھی درجیں مقام معینہ پر موجود ہوتی تھیں اور سامع کے گلدان اور اور بڑے بڑے برتن اور چوکیاں اور سنگاسن اور پیالے اور اُتاپے کہ وہ سب زمرد اور فیروزہ اور شب چراغ اور اور قیمتی جواہرات سے مرصع ہوتے تھے اُنسے بڑی شان و شوکت ظاہر ہوتی تھی اور مختلف رنگوں اور زردری کے کام کی پوشاکوں سے تماشا کی خوبی زیادہ ہو جاتی تھی اور پالے ہوئے شیر اور چیتے بھی ان میاؤں میں ہوتے تھے علاوہ اُنکے خروش آواز اور رنگ رنگ کے طرح دائرہ پرند مصروعی درختوں پر جو بڑی بڑی گاڑیوں پر چلتے تھے بیٹھے ہوئے تھے اُنسے

† اسٹریپر صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۷۶ و ۲۷۷

‡ ایروین صاحب کی تاریخ ہندوستان باب ۱۳

§ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۳ صفحہ ۲۲۹

|| اسٹریپر صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۹۳

† اسٹریپر صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۷۲ مطبوعہ سنہ ۱۸۸۷ء

* ایضا صفحہ ۲۸۷

یہی ایک عجیب کیفیت اور رونق ہو جاتی تھی درخت اور پھول وغیرہ بنائے کی رسم کسمندر سکندر کے پیچھے بھی جاری رہی اور شاید اب بھی بنگال میں جاری ہو اور تھورا عرصہ گذرا کہ وہاں مصنوعی درخت اور ارایش کا شادیوں اور ہزرتوں میں ہونا ضروری سمجھا جاتا تھا + بیان کیا گیا ہے کہ ہندو اپنے مردوں کی یادگاری کرتے اور انکی تعریف میں راک بناتے ہیں غرض کہ ہندو اپنے بزرگوں کا ادب اور تعظیم سب کچھ کرتے ہیں مگر یہ عجیب رسم اب تک جاری ہے کہ بہت روپیہ صرف کر کے قبریں نہیں بناتے ہیں + دریاؤں کے کناروں پر لکڑی کے مکان بنانے کی رسم جو ایروں صاحب نے بیان کی ہے اُس سے غالباً یہ طریقہ مراد ہے جو اب بھی دریائے انک پر رائج ہے کہ وہاں ایسی چوکیوں کے فرش ہوتے ہیں جو زمین سے بارہ بارہ یا پندرہ پندرہ فٹ بلند ہوتے ہیں اور دریائے اندر تہی پر بھی یہی دستور ہے کہ وہاں شہر رنگوں کے تمام مقام لکڑی کے ہی بنی ہوئے ہیں *

ہندو لوگ شادیوں میں باہم روپیہ لیتے دیتے نہ تھے || یہ قاعدہ منور کی ہدایتوں اور زمانہ حال کے طریقہ سے مطابق ہے + *

عورتوں پاکدامن ہوتی تھیں اور سنی ہرنیکا طریقہ چلے سے جاری تھا لیکن شاید اُسکی کثرت تھی کیونکہ ایڈسٹابلس اُسکو ایک عجیب رسم منجھانہ اُن رسموں کے بیان کرتا ہے جنکا حال اُسنے مقام ٹیکسلا میں * دریافت کیا ہے کہ بیٹروں کی شادی زور و ہنر میں امتحان کرنے کے بعد سب میں غالب رھنے والی کے ساتھ کرتے تھے جس کے باعث سے ہندوؤں میں نظم و رزم کی بہت سے مضمون قائم ہوئے اسی رسم کا حال ++ ایروں نے بطور ایک معمولی رسم کے لکھا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ اُن کے راجاؤں نے فرد پیش بہت سی سہیلیاں حاضر رھتی تھیں اور منور کے بیان کے بموجب راجاؤں کے پاس فقط انکی تنہائی کے کمروں میں ہی نہیں رھتی تھیں بلکہ شکار میں بھی ساتھ جایا کرتی تھیں اور راجہ اُنکو بہت احتیاط سے اسطرح پردہ اور حجاب میں رکھتے تھے جسطرح کہ مسلمان رکھتے ہیں اور مسلمانوں میں ہی یہ رواج باقی ہے مگر راجاؤں کی تعظیم و تکریم و اداب و شطاب ایسے نظاروں سے

+ اسٹریو صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۴۹۲

+ ایروں کی تاریخ ہندوستان باب ۱۰
کی ایضا

|| ایضا باب ۱۷

+ صرف مکاستھینز اسکے برخلاف یہ بیان کرتا ہے کہ ہندو ایک چوڑی پیل کی دیگر زوجہ حاصل کرتے تھے

* اسٹریو کی تاریخ جلد ۱۵

++ ایروں کی تاریخ ہندوستان باب ۱۷

مہوتا تھا جس سے ثابت ہو کہ لوگ اُسکے غلام نہیں جنکا رواج مسلمانوں سے ہی شروع ہوا ہی ہندو بوقت حاضری † دربار کے راجاؤں کے حق میں دعا کرتے تھے لیکن ایرانیوں کی طرح قدموں پر نہیں گرتے تھے ‡ *

ایریمن نے ہندوؤں کی جو پوشاک بیان کی وہ دو چادروں سے مرتب ہوتی تھی جسکو اب بھی بنگال کے لوگ اور مذہب کے پشتہ برہمن ہر جگہ کے پہنتے ہیں اور آج کل کے رواج کی موافق کانوں میں بالیاں اور پانوں میں ٹاٹ باندھ کر پھرتے تھے اور کپڑے اُنکے عموماً سفید اور سوتلی ہوتے تھے مگر اکثر مختلف طرح رنگ کے کپڑے اور طرح طرح کی پھولدار چھیتیں بھی پہنتے تھے اور سونے کا زیور اور جواہرات بھی مستعمل تھے اگرچہ وہ اکثر ہاتھوں میں کفایت شعار کی تھے مگر پوشاک میں بہت سا رویہ صرف کرتے تھے اور ذی مہندور آدمی مثل اس زمانہ کے چھتر لگاتے تھے *

ہندو اپنی ڈاڑھیوں کو آج کل کے رواج کے موافق حنا اور نیل سے رنگتے تھے اور خضاب بنانے یا لگانے میں غلیاں ہرجانے کے باعث سے اُنکی ڈاڑھیاں کبھی سرخ کبھی سرخ کبھی نیلی ہو جاتی تھیں جیسا کہ اب بھی ہو جاتا ہے مگر اس زمانہ میں بجز سیاہ خضاب اور کبھی سرخ خضاب کے اور کوئی خضاب نہیں لگاتے ہیں اور کھانا علیحدہ علیحدہ کھاتے پکاتے تھے چنانچہ یہ کہ کچ خلی اُن میں اب بھی موجود ہے نہشت کرنے والی شراب بہت کم پیتے تھے اور جس شراب کو پیتے تھے وہ چائواروں سے بنتی تھی اور اُسکو آرک کہتے ہیں *

ہندوؤں کی شکل و صورت وضع ہمار بیان کی گئی ہے اور شمال اور جنوب کے باشندوں کی صورت میں ہمیشہ امتیاز کیا گیا ہے جس سے ہم کو تعجب ہوتا ہے اسلیئے کہ مہندوئیہ والوں کو ہندوؤں کے حالات سے بہت آگاہی حاصل نہیں ہوئی تھی چنانچہ شمالی ہندوؤں کو کالا اور اہل اڑھو پیا سے بجز چپڑی ناک اور گھونگر والے بالوں کی مشابہت کے بالکل مختلف الشکل بیان کیا ہے اور شمالی ہندوؤں کو جنوب والوں سے زیادہ گورا مثل مصر والوں کی وضع کے لکھا ہے || یہ مشابہت اُنکی

† یہ بات قابل بیان کے ہے کہ ہندوؤں کے سانگوں میں کوئی نشان ایسا پایا نہیں جاتا کہ ملارہ راجہ کے جو اور لوگ سانگ میں داخل ہوتی تھی وہ اُس سے غلامانہ پیش آتے تھے اب بھی جن ہندو راجاؤں کے درباروں کو مسلمانوں سے کچھہ تعلق نہیں ہوا اُن میں راجاؤں کے آداب اور القاب کا بڑا سیدھا سادہ ہوتا ہے

‡ ایریمن کی تاریخ ہندوستان باب ۱۶

§ اسٹریمر صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۱ و ۲۸۸

|| ایریمن صاحب کی تاریخ ہندوستان باب ۶ اور اسٹریمر صاحب کی تاریخ جلد

۱۵ صفحہ ۲۷۵ مطبوعہ سنہ ۱۵۸۷ع

مصر میں سے ایسی ہی کہ ہندوستان سے جو سیاح دریائے نیل پر کے قیروں کی تھریروں کو جا کر دیکھ کر اُسکو بڑی حیرت ہوگی *

یونانیوں کا ہندوؤں کی خصلت کو اچھا سمجھنا

ہندوؤں کو سائلا اور بلند قد خوبصورت دہلا پتلا اور چست و چالاک بیان کیا ہے + اور اُنکی بہادری کو لڑائی میں ایشیا کی باقی قوموں سے بارہا برتر اور ممتاز لکھا ہے ‡ اور اُنکو سنبیدہ طبیعت اور معتدل مزاج اور پےشر اور اچھے سپاہی اور اچھے کسان † اور سادگی اور صداقت کلام میں مشہور اور ایسے حق پسند کہ عدالت تک تربت نالشی کی نہ پہونچتے تھے اور ایسے دیاندار کہ لوگ اپنے مکانات میں قتل تک نہ ڈالتے تھے اور نہ اپنے عہد || درہمان کے پختگی کے واسطے باہم تھریر کرتے تھے بیان کیا ہے علاوہ اسکے کہا گیا ہے کہ کوئی ایسا ہندوستانی دیکھنے اور سننے میں نہیں آیا جو چھوٹ بولتا ہو * مگر خود ہندوؤں کی قدیم تھریروں سے ہمکو معلوم ہوتا ہے کہ یونانیوں نے جو یہ بات بیان کی کہ وہ باہم ایک دوسرے کا اعتبار کرتے تھے غلط ہے اور اُن کی راست گرتی کے بیان کو بھی بے گتھے چھوٹ سمجھنا چاہیئے مگر باوجود اسکے یونانیوں کا بیان بہت کار آمد ہے اسلیئے کہ اُس سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ ہندوؤں کے جن اوصاف کا مقدونیکہ والوں پر بڑا اثر ہوا وہ کیا تھے اور اُس زمانہ سے اُنکی خصلت میں بالکل تبدیلی آئی ہے سناؤپہ اب غیر ملکوں کے لوگ ہندوستانیوں کی نالشوں کی کثرت اور چھوٹ و ڈریب سے حیران ہوتے ہیں یونانیوں کے بیان اُسی حالت میں غلط ہوتے ہیں جب کہ وہ اُن عیروں کے نہونے پر مبالغہ کرتے ہیں *

چوتھا تئمہ

ہیکٹریا کے یونانی سلطنت کے بیان میں

اگلے وقتوں کے اُن یونانیوں کے حالات جنکو ہندوستان سے تعلق تھا ہیکٹریا کی سلطنت کا جو کچھ حال ہمکو پہلے معلوم تھا وہ ہندوستان سے ایسا کم متعلق تھا کہ ہندوستان کی تاریخ میں اُسکا ذکر کرنا کچھ غیر مناسب ہوتا *

+ ایریٹن صاحب کی تاریخ ہندوستان باب ۱۷

‡ ایریٹن صاحب کی تاریخ مہمات سکندر جلد ۵ باب ۲

† ایضا جلد ۵ باب ۲۵

|| اسٹریپر صاحب کی تاریخ جلد ۱۵ صفحہ ۲۸۸ مطبوعہ ۱۵۸۷ع

* ایریٹن صاحب کی تاریخ ہندوستان باب ۱۲

زمانہ حال کی تدقیقات سے واضح ہوا ہے کہ اُس ملک میں اور ہندوستان میں بہت سا تعلق رہا ہے اور ممکن ہے کہ ان تحقیقوں سے ایسے تعلق بھی جو اب تک مغربی دریانت نہیں ہوئے ظاہر ہو جاویں مگر یہ تحقیقیں اب بھی قدیم زمانہ کے حالات کے چھان بین کرنے والوں کی توجہ کے محتاج ہیں جو یاتین اب تک تحقیق ہو چکی ہیں انکو ہی اس مقام پر مختصر بیان کرنا مناسب ہے *

سکندر نے جب ہندوستان سے مراجعت کی تو اپنی تھوڑی سی فوج بیکٹریا میں چھوڑ دی *

سکندر کی سلطنت کی تقسیم کے پہلے جھگڑے کے بعد صوبہ بیکٹریا سلوکس والے شام کے حصہ میں سنہ ۳۱۲ قبل مسیح میں آیا سلوکس نے بذات خود اپنے سرکس صوبوں کے مطیع کرنے کے لئے کوچ کیا اور اُسے بہت کر ہندوستان میں آیا اور سندراکتس سے عہدنامہ کیا صوبہ بیکٹریا سنہ ۲۵۰ قبل مسیح تک جبکہ ملکی جھگڑوں اور پارتھیا والوں کی لڑائیوں سے بیکٹریا کے حاکم کو بھی خود سر ہوجانے کی ترغیب ہوئی سلوکس کی اولاد کے قبضہ میں رہا بیکٹریا میں اول خود مستعار بادشاہ تھیروکرتس ہوا اور اُسکے بعد اُسکا بیٹا اُسیکا ہم نام یعنی تھیروکرتس ثانی تخت نشین ہوا جسکو یروٹھائیڈیمس میگنیٹیا واقع ایشیا مائنر کے رہنے والے نے تخت پر سے اوتار دیا اس عرصہ میں سلوکس کے خاندان نے اپنی قوت اور جمعیت کو فراہم اور قوی کر لیا چنانچہ اُنہیں سے اپنی اوس اعظم نے اپنے برگشتہ مشرقی ملک کو پھر قبضہ میں لانے کا ارادہ کر کے لشکر کشی کی چنانچہ یروٹھائیڈیمس کو شکست دیکر مطیع کر لیا یعنی اُس سے عہد و بیعت کر کے اُسکی سلطنت اُسی کے قبضہ میں رہنے دی یہ بات غالب نہیں ہے کہ یروٹھائیڈیمس نے مشرقی کرہ قاف کے جنوبی حصہ پر لشکر کشی کی ہو مگر اُسکی بیٹی قیمریڈیس نے اراکوسیا اور ایران کے ایک بڑے حصہ پر قبضہ پایا اُسے ہندوستان میں بھی فتوحات حاصل کیں چنانچہ صرف سندھ ہی پر قابض نہوا بلکہ اُس سے بھی کچھ آکی تک دخل کر لیا مگر معلوم ایسا ہوتا ہے کہ اُسکو یروٹھائیڈیس بیکٹریا سے خارج کر کے بادشاہ بن بیٹھا یروٹھائیڈیمس کی وفات کے بعد قیمریڈیس نے اس اپنے رقیب کے اختیار و تسلط سے اپنا ملک نکالنا چاہا مگر کامیاب نہوا بلکہ برعکس اپنی مراد کے ہندوستان کے فتوحات کو بھی جو یروٹھائیڈیس کی ہی کوشش سے حاصل ہوئی تھیں کھو بیٹھا *

یروٹھائیڈیس کے عہد میں بیکٹریا کی سلطنت کمال ترقی پر تھی اس بادشاہ کو اُسکی عین اقبالہندی کے زمانہ میں اُسکی بیٹے یروٹھائیڈیس ثانی نے قتل کردالا اس پدرکش بادشاہ کی سلطنت کا کس قدر مغربی حصہ پارتھیا والوں نے چھین لیا

اور خاص بیکٹریا ستھیا والوں نے لیلیا + اور اُسکے قبضہ میں بجز مشرقی کورہ قاف کے جنوبی ملک کے اور کچھ باقی نہ رہا میناندر اور اپالوڈوٹس کی سلطنتوں کا زمانہ اور وہ تعاقب جو یوکریٹائیڈس کے ساتھ اُنکر رہا یونانیوں کے بیان سے دریافت نہیں ہوتا میناندر نے ہندوستان کے شمال و مغربی حصہ میں بہ نسبت اور کسی یونانی بادشاہ کے بہت دور تک فتوحات حاصل کیں اور جن مقاموں کو اُس نے فتح کیا وہ اور بیکٹریا کی سلطنت کی وسعت اسٹریبو صاحب کی ایک بیان سے ہم کو معلوم ہوئی ہے ایک قدیم مورخ کے قول کے بموجب جنو اسٹریبو صاحب نے اسی بیان میں نقل کیا ہے کہ بیکٹریا والے ایرانہ کے نہایت مشہور حصہ پر قابض ہوئے اور سکندر سے بہت زیادہ ہندوستان کی قوموں کو مطیع کیا ہندوستان کی مہموں میں بڑی کوشش میناندر نے کی پہلے وہ دریائے ستلج سے عبور کر کے دریائے اسامس تک پہنچ گیا اُسی مورخ کا قول ہے کہ اُسکے اور یوتھائیڈیمس کے بیٹے ڈیمتریوس کے عہد کے درمیان میں بیکٹریا والے صرف پٹالین ہی پر قابض نہیں ہوئے بلکہ اُسکی درسری حد کے اُس حصہ پر جس میں تساری آسٹس اور ساٹی جوتس کی سلطنتیں تھیں قابض اور دھکیل ہوئے دریائے اسامس کا جو ابھی ذکر ہوا ہے اس کے بعضے تو دریائے جمنا خیال کرتے اور بعضے کورہ ہمالیہ جانتے ہیں جس کو ابھی کہہ چکے ہیں اس کا کیا ہے اور بعضے ایک چھوٹے سے دریا آہیسا کو سمجھتے ہیں جو مغرب کی طرف سے آکر گنگا میں گرتا ہے انہیں سے کوئی صحیح ہو مگر پنجاب کے مشرق میں کا کوئی تنگ ضلع مراد ہے بیکٹریا والوں نے جنوب کی جانب جو فتوحات حاصل کیں اُنکا کچھ ذکر نہیں ہوا ہے اگر جنوب میں دھلی یا ہستنا پور تک اُنکو دھل ملا ہوتا تو اُس سے ہندو مورخ بھی ضرور واقف ہوئے ہوتے اور جنوب و مغرب کی جانب میں اُنکو دریائے گنگا کے دھانے کے قریب اُس مقام تک جہاں کئی دھاریں ہوجاتی ہیں زمین کا ایک خستہ ٹکڑی کی صورت کا بن گیا ہے اُنکا تسلط ہوا ہوتا اور پٹالین کا نام جو ابھی بیان ہوا ہے وہ ملک کاتا کے (جو کرانچی بندر کے قریب ہے) اُس پاس کا ملک ہوتا مگر ہم کو یہ کہہ کسی ذریعہ سے نہیں معلوم ہو سکتا کہ پٹالین کے درسری کنارہ پر جو سلطنت ساٹی جوتس کی تھی وہ ملک کچھ تھا یا گجرات کا مرزیرہ تھا یا پریپلس کا مصنف بیان کرتا ہے کہ میناندر اور اپالوڈوٹس کے سب سے آگے (یعنی جس زمانہ میں پریپلس تصنیف ہوئی) بڑچ میں ملتے ہیں اُس زمانہ میں اُن سکوں کا در در کے ملکوں میں جان نہرنے کے سبب سے معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے بعضے ضلع بڑچ سے بہت فاصلہ پر تھے کہ مغرب میں جو نہایت مشہور حصہ ایرانہ کا اُنکے قبضہ میں بیان کیا گیا ہے + کنٹین صاحب کے بیان کے بموجب قریب سنہ ۱۳۰ قبل مسیح کے اور ڈی گنیز صاحب کے قول کے بموجب سنہ ۱۲۵ قبل مسیح میں یہ واقعات گذری

وہ یقیناً خراسان ہوگا لیکن ہندوستان میں بیکٹریا والوں کو غایت درجہ کی فتوحات حاصل ہونے سے غالب ہی کہ خراسان کا کسی قدر حصہ اُنکے قبضہ سے نکل گیا ہوگا *

جو کچھ حالات بیان ہو چکے ہیں یونانی مورخوں سے لیئے گئے ہیں اور اُنکا استحکام اور زیادہ حالات سے آگاہی پورانے سکوں کے ذریعہ سے ہوئی چنانچہ اُنکے ذریعہ سے یونانی آٹھ بادشاہوں کے بجائے چنکا ذکر ہوا اتھارہ بادشاہ دریافت ہو گئے اور اور قوموں کے بادشاہی خاندانوں کا حال جو یونانیوں کے تسلط کے معدوم ہوجانے کے بعد آگے پہنچے ہوئے سکوں ہی کے وسیلہ سے معلوم ہوا ہے *

سکوں کے وسیلہ سے آگاہی حاصل کرنے کے مقصود پر لوگوں کے پہلے پہل اُن چند سکوں کے سبب سے جو کرفل ثاقہ صاحب نے ہم پہنچائے اور اُس دلچسپ تحریر کی وجہ سے جو اُنہوں نے اُن سکوں پر لکھی اور تحقیقات رایل ایشیا تک سوسائٹی کی جلد اول میں چھاپی توجہ مائل ہوئی اور اسکا تمام یورپ میں خوب چرچا ہوا اور ہندوستان میں پرنسپس رلسن صاحب اور پرنسپ صاحب نے سکوں کے ذریعہ سے بڑی چھان بین کی *

پرنسپس رلسن صاحب نے یونانی بادشاہوں کے سکوں کا حال چھاپا ہی اور ختمی الامکان اُنکی ترتیب کی ہی لیکن ان سکوں میں نہ سنہ کا نشی ہی نہ دارالضرب کا نشان ہی اس لئے خواہ معذراہ اُنکی ترتیب ناقص ہی جن بادشاہوں کا ذکر ہو چکا اُنکے سکے یوکرینائیڈس اول تک مشرقی کوہ قاف کے شمال میں پائے جاتے ہیں اُنکے ایک جانب کی صورتیں یا عبارتیں اور دوسری جانب کے گام بالکل خاص یونانی ہیں یوکرینائیڈس ثانی سے آگے کوئی اُس ملک میں نہیں پایا جاتا مشرقی کوہ قاف کے جنوب کی جانب میں جو سکے ملتے ہیں وہ اور طرز کے اکثر چوکونہ ہیں اور یہ صورت کسی یونانی سکے کی خواہ وہ یورپ کا ہو خواہ وہ ایشیا کا نہیں پائی جاتی ان سکوں پر دو قسم کے حرف ایک طرف یونانی اور دوسری طرف کسی وحشی زبان کے ہیں اور مینانڈر کی سلطنت سے کسی کسی سکے پر ایک طرف ہاتھی اور دوسری طرف کوہان دار پیل کی تصویریں ہیں یہ دونوں جائز جو ہندوستان سے خصوصیت رکھتے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بیکٹریا والوں کی ہندوستان میں حکومت تھی *

یونانی مورخوں کے وسیلہ سے جو کچھ حالات بیکٹریا کے معلوم ہوئے ہیں وہ بیٹر صاحب کی تاریخ بیکٹریا میں مجتمع ہیں کلنٹن صاحب نے بھی اپنی کتاب کی جلد ۳ صفحہ ۳۱۵ کے حاشیہ میں بیکٹریا کے یونانیوں کے حالات بہت صاف اور مختصر لکھے ہیں *

وحشی زبان کے حروف جو سکوں میں ہیں وہ بشری نہیں سمجھے گئے اور بہت سی بحث اور مباحثوں کا باعث ہوئے ہیں اسیوں شک نہیں کہ ان حروف کی تصریح دائیں جانب سے بائیں جانب کو ہی اور یہ طریقہ تصریح کا ہمارے علم و آگاہی کے بموجب ان زبانوں سے مخصوص ہی جو عربی زبان سے رشتہ رکھتی ہیں یہ خیال میں آسکتا ہی کہ وہ زبان اُسی ملک کی خاص زبان یعنی فارسی ہوگی غرض کہ ان سب قرینوں سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ زبان پہاڑی ہی جو ان سکوں پر ہی جن لوگوں نے اس معاملہ پر تصریح کی ہیں اُنہیں سے بعضے اس رائے کی تائید کرتے ہیں اور دوسرے اس صاحب نے کئی اپنی رائے تو قائم نہیں کی مگر اس معاملہ میں جو رائیں لوگوں نے دی ہیں اُنکی چھان بین بشری کر کے نتیجہ پر پہنچ گیا ہی اور بعضے آدمی یہ خیال کرتے کہ ان سکوں میں ایسی زبان کے حروف ہیں جو شسکرت سے علائکہ رکھتی ہی وہ سمجھتے ہیں کہ یہ حروف زبان زند کے ہیں یا کسی اور ہندوستانی زبان کے ہیں *

اس سلسلہ کے سکوں میں جنہر اول توجہ دھوئی چاہیئے مینائٹر کے سکے ہیں ان سکوں میں جو سرور کا خطاب نقش کیا ہوا ملتا ہی جسکو یوکریٹائٹس اول اور ثانی نے اختیار کیا تھا اور ان سکوں کے پشت پر کے نقش و نگار بالکل وہی ہیں جو انہیں بادشاہوں کے سکوں سے مخصوص تھیں تو اس سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہی کہ جس بادشاہ نے ان سکوں کو چلایا وہ انہیں بادشاہوں کے خاندان میں سے ہوتا یہی دلیل اہلوترس کے سکوں پر صحت ہو سکتی ہی جو شاید مینائٹر کا بیٹا تھا در اور بادشاہوں ڈایومینڈیز اور ہرمویس کا بھی یہی خطاب ہی اور وہ بھی ایسی خاندان سے متعلق ہو سکتے ہیں ہرمویس کے سکہ جو بدشاہ ہیں اُنسے یہ ثابت ہوتا ہی کہ یہ بادشاہ اس سلسلہ کے آخر میں ہوا اور ایسی کے سکوں سے دوسری قسم کے سکوں کا نمونہ قائم ہوتا ہی جس سے صاف ظاہر ہی کہ اسکے عہد کے بعد وہ نئے سکے جاری ہوئے *

یہ سکہ نہایت بدعینگی اور بد اسلوب ہیں اور اُنپر جو عبارت نقش کی ہوئی ہی وہ ایسی بونائی ہی کہ پڑھی نہیں جاتی اور بادشاہوں کے نام بھی دیکھنا اور کرپہ ہیں مثلاً ڈائیسیز اور کانرکیز وغیرہ بڑی قریں قیاس دلیلوں سے ان ناموں کو سٹہیا والوں کے نام سمجھا گیا ہی جنہوں نے بینکریا والی یونانیوں کی جنوبی سلطنت کو غالباً سہ عیسوی کے شروع ہونے کے قریب فتح کر لیا ہوتا *

اور سکہ بھی اخیر سلسلہ کے سکوں سے مشابہہ پائے گئے ہیں مگر اُنکو سٹہیا والوں کی نسبت پارتھیا والوں سے زیادہ تعلق معلوم ہوتا ہی *

اس ملک کی سلطنت کے زمانوں کا سلسلہ پورا ہونے کے لیے ابھی اور بھی سکھ جاتی ہیں مگر وہ ساسانیہ والوں سے متعلق معلوم ہوتے ہیں جنکا ایران پر مسلمانوں کے حملہ تک قصہ تھا *

ایک اور قسم کے سکھ بھی ہیں جنکی اکثر باتیں دونوں یوکرینائیڈس کے سکوں سے مشابہت ہیں غالباً یہہ سلسلہ بھی سوٹر خطاب والوں کے سکوں کے زمانہ میں جاری تھا مگر اس خاندان کے بعد بھی باقی رہا ہی ان سکوں میں جو بادشاہوں کے نام ہیں وہ اکثر لفظ مایک (یعنی فتح) سے مشتق ہیں اسباب سے اور اور بھی مشابہت کی باتوں سے انکو ایک ہی خاندان سے متعلق سمجھا جاتا ہی *

ایک اور قسم کے سکھ دو بادشاہوں کے ہیں جنہیں سے ایک اگاتھوکلیرز اور دوسرا پنٹالیوں ہی ان سکوں کو بیکنڈریا والے تمام یونانی سکوں کے اخیر کے سکھ سمجھا جاتا ہی مگر ان میں خاص صفات بیان کرنے کے قابل یہہ ہیں کہ انکے اُس جانب میں جس طرف کہ اور سکوں میں وحشی زبان کے حرف ہیں وہ حرف نقش کیئے ہوئے ہیں جنہیں ہندوستان کے غاروں میں اور گول ستونوں پر کتبہ کندہ ہیں ایسے حروف نہیں ہیں جو دائیں جانب سے بائیں جانب کو لکھے جاتے ہیں جن حالتوں میں یہہ سکھ دستیاب ہوئے اُنسے کئی باتیں قائم ہو سکتی ہیں چنانچہ میناندر کے سکھ کابل کے قرب و جوار اور پیشاور میں بھی کثرت سے موجود ہیں اور ایک سکھ اُسکا استدر مشرق کیطرف جاکر ملا ہی جہاں جمنا کے کنارہ پر متھرا ہی اس سے یہہ نتیجہ نکل سکتا ہی کہ دارالسلطنت میناندر کا کابل ہوتا اور اسی قیاس پر دارالصرمت سوٹر خاندان کی قائم ہو سکیگی یہہ معلوم نہیں کہ نایک بادشاہوں کے دارالسلطنت کا بھی کچھ پتا نشان کہیں ہی یا نہیں پورنیسر ولسن صاحب خیال کرتے ہیں کہ اگاتھوکلیرز اور پنٹالیوں کی سلطنت چترال کے قریب کے پہاڑوں میں تھی اور یہہ ملک جو پراپا مائیڈس کے ہندوستانیوں کا تھا اس لیے اُن سکوں پر ہندوستانی حروف نقش ہوئے ہیں اور جس حالت میں کہ سنہیا والوں کے سکھ پائے گئے ہیں وہ خود قابل معلوم کرنے کے ہی اور اور حالات بھی ایسے ہیں جنسے توقع ہی کہ ہندوستان کی تاریخ کو بڑی وضاحت ہرورے ہرمیس کے علاوہ بیکنڈریا والے تمام یونانیوں کے سکھ بازاروں میں بیعت مل جاتے ہیں یا پرانے شہروں کے کھنڈروں میں زمین میں تلاش کرنے سے نکل آتے ہیں لیکن سنہیا والوں کے سکھ نہایت کم اُس بڑے خطہ کے مسلسل یادگاروں میں ملتی ہیں جو کابل کے شمال سے مشرق کی جانب تمام اُس زمین میں جسمیں کابل کے دریا کی دھار یا ریٹی ہی اور پنچاب کے شمالی حصہ کے ایدھر اردھر تک پھیلا ہوا ہی *

یہ یادگاریں بڑے بڑے ٹھوس کنبد اُس قسم کے تھیں جو بدھ مذہب والوں کی پرستش گاہوں میں عموماً پائی جاتی تھیں اور انہیں سے ہر ایک میں کئی نہ کئی بزرگ شخص کا کچھ نہ کچھ تپڑک ہی ان گنبدوں میں بچز ہر مویس کے سکوں کے اور کسی یونانی بادشاہ کے سکے نہیں ملتے ہیں مگر اور در دراز ملکوں کے البتہ ہیں انہیں سے سب سے قدیم دوسری ٹریمورت (یعنی تین آدمیوں کی کونسل) کا سکہ ہی † یہ سکہ سنہ ۴۳ قبل مسیح میں جاری ہوا ہوتا مگر ہندوستان کی سرحدوں تک یونانی سلطنت کی بربادی سے کچھ پہلے پانسانی آگیا ہوتا جسکی بربادی پر سینا اتفاق ہی کہ سنہ مسیح کے شروع ہونے کے قریب وہ برباد ہو چکی تھی *

ان واقعات سے قہی کنڈیز صاحب کے خیالوں کے جو انہوں نے چینی مورخوں کی کتابوں سے قایم کیئے تھیں تائید ہوتی ہی وہ خیال کرتے ہیں کہ بیکٹریا میں سے یونانی قوموں کو تاتار کی سر قوم نے جو ٹرینز ساکزیانہ کے شمال سے آئے سنہ ۱۲۶ قبل مسیح میں خارج کر دیا اور ہندوستان میں کی یونانی سلطنت کو قوم پرچی نے جو ایران سے آئے تھے سنہ ۲۶ قبل مسیح علیہ السلام میں تہ و بالا کر دیا اور یہ قوم دریائے اٹک کے پاس پاس درر تک پھیل گئے تھے † *

† واضح ہو کہ قدیم شاہنشاهی روم میں جسمیں اٹلی اور اسپین اور فرانس اور انگلستان اور مصر اور شام اور ترکی شامل تھے جسکا دارالسلطنت اول میں شہر روم واقع ملک اٹلی تھا اور بعد کو قسطنطنیہ شہر کیا جمہوری سلطنت تھی جبکہ جولیوس قیصر نے جو پریسیڈنٹ تھا بادشاہ خرد مختار ہونا چاہا اور سلطنت شخصیتہ نردینہ کا ارادہ کیا تو سنت یعنی مجلس کے دونامی میمبروں کیس اور پروٹس نے ہمشرد اوروں کے عین دربار میں اسکو قتل کیا تو اسکا انتقام لینے کے واسطے اسنے ہمیشہ زادہ اغسطس قیصر نے اپنی دو ناٹیہوں ایڈٹرنی اور آکٹیپیٹس سے سازش کی اور تینوں نے تمام سلطنت کو آپس میں تقسیم کر لیا اور جولیوس کے قاتلوں کو قتل کر ڈالا ان تینوں کے متفق گروہ کو ٹریمورت کہتے ہیں انسے پہلے یعنی اول ٹریمورت وہ تھی جسمیں جولیوس قیصر اور روم پے اور کریس تھی اغسطس قیصر کی ٹریمورت میں بھی آخر کار اتفاق ٹرھا اغسطس قیصر نے اپنے اُن دونوں ناٹیہوں کو مغلوب کر کے سنہ ۳۰ قبل مسیح میں سلطنت شخصیتہ اپنی قایم کر لی (مترجم)

‡ قہی کنڈیز صاحب نے بیکٹریانہ پر تاتاریوں کے قبضہ ہونے کا اسطرح بیان کیا ہے کہ سو قوم نرغانہ سے جو دریائے سینکسٹریز پر واقع ہی آئی اور ایک ایسے ٹریتیت ریاقہ قوم کو جسکے سکے پر ایک جانب میں انسان کا چہرہ اور دوسری جانب پر دو سراروں کی تصویر تھی قلع کر لیا چنانچہ پروکریٹائیٹس اول اور ثانی کے سکونہیں ایک طرف اُنکا چہرہ اور دوسرے طرف کیسٹر اور پالکس گورژوں پر سرار دیئے ہوئے تھے

قوم سوکا کر ٹپی سکھ نہیں ملا مگر قیاس چاہتا ہی کہ قوم یوچی نے جو ایران سے آئی تھی پارٹھیا والوں کی پیروی کی ہو اور اپنے آپ سے پہلے گذرے ہوئے یونانیوں کے سکوں کی نقل کی ہو ہندوستان کے ستھیا والوں کے طریق کو گو وہ کر ٹپی کیوں نہیں ہندوؤں کے بعض راجاؤں کے خاندان نے اختیار کیا تھا کیونکہ ہندوؤں کے سکے ایسے ڈائے جاتے ہیں جنکو ہندوستان کے ستھیا والوں کے سکوں سے وہی مشابہت ہی جو ستھیا والوں کے سکوں کو یونانیوں کے سکوں کے ساتھ ہی *

ہمکو یہ خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ بیکنڈیا کی سلطنت میں اسے لرگ کثرت سے تھے جو بطور ایک بڑی بستی بسائے والوں کے یونان سے آئے ہوں جیسے کہ یونان سے جا کر ایشیا کے مغرب میں اور اٹلی کے جنوب میں آباد ہوئے سکندر کی فوج میں پیچھے دُشوں میں بہت سے وحشی قواعد جاننے والے اور نجانے والے بھرتی تھے ان لوگوں نے یونان کے اصل دارالسلطنت کی طرف مراجعت کرنیکی خواہش نہ کی ہوگی بلکہ اصل یونانیوں اور مقدونیہ والوں نے جیسا کہ ہمکو معلوم ہی اپنے وطن کو واپس چلنے کے واسطے اضطرار اور اصرار کیا ہوگا *

اس سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہی کہ جن لوگوں کو وہ چھوڑ گیا انہیں توہرے سے یونانی اور اہل مقدونیہ ہونگے اور سکندر نے اپنے اُن سپاہیوں کو جنکو ایران میں سکونت اختیار کر کے کے سبب سے عورتوں کی ضرورت ہوئی ایرانی بی بیوں کو اپنے پر جو امداد کیا تو اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ بیکنڈیا والوں کی دوسری نسل بجائے اصل یونانی ہونے کے زیادہ تر ایرانی ہوگی اور جس زمانہ میں سلیوکس کے خاندان کو بڑی عظمت اور ترقی حاصل ہوئی اُس میں اور بڑے حوصلہ والے اصل یونانی آگئے ہونگے مگر پارٹھیا والوں کی سلطنت قائم ہو جانے کے بعد بیکنڈیا میں یونانیوں کی آمد و شد مسدود ہوگئی ہوگی بیکنڈیا کی سلطنت کے پچھلے زمانہ کا حال جو یونانی مورخوں نے کچھ بھی نہیں لکھا اُسکا بڑا سبب یہی معلوم ہوتا ہی اخیر زمانہ میں جو سکے کی ہیئت خراب ہوگئی اُسکے پگڑ جانے اور اُنکی جنوبی سلطنت کے برباد ہو جانے کے بعد اُنکا نام نشان باقی نہ رہنے کا باعث بھی یہی واقعات مذکورہ معلوم ہوتے ہیں *

پانچواں تتمہ

ہندوؤں کے انتظام متعاضل کے بعض مقاموں کی شرح

اس پانچویں تتمہ میں ہی

(۱) ہزار ہزار گانوں کے حاکموں کی علامتیں مختلف ملکوں میں پائی جاتی ہیں جہاں خاص خاص خاندانوں کا خطاب ہی اور کسی قدر مشابہت بھی اُنکو

ملتا ہی مگر اُس عہدہ کے اختیار اب بہت کم اُنکو حاصل ہیں یا بالکل حاصل نہیں ہیں + *

اس تقسیم کے بعد جو درجہ تقسیم ہی وہ اب بھی پورگنہ کے نام سے تمام ہندوستان میں موجود ہیں اکثر مقاموں میں جو انسر اُنکے ہیں اُنکو اس علامت سے پہچانا جاتا ہے کہ کسیقدر نذرانہ اُنکو ملتا ہے یا کچھ اراضی اُنکی جاگیر میں ہوتی ہے یا تمام اُن کاغذات کے متعلق ہونے کے سبب سے جو اراضی سے متعلق ہوتے ہیں ممتاز ہوتے ہیں یہاں پر گئے آج تک سب برابر سر سر کانو کا مجموعہ نہیں ہوتے گو اُن زمانہ میں ایسے ہی ہوں مگر اکثر اسی تعداد کے قریب قریب اور شاذ و نادر بہت کم و بیش بھی ہوتے ہیں *

پورگنہ کے سردار کا کام خاص ہندوؤں کے زمانہ میں بھی کار و بار فوجداری اور معامات کا تحصیل کرنا ہی تھا اس انسر کے ماتحت ایک محتاسب یا محضر ہوتا تھا ان دونوں کے عہدے سرورثی ہوتے تھے اب بھی گاؤں میں انسر کی نسبت محضر کا کام بہت زیادہ موجود ہے یعنی جو کچھ کار و بار محضر کیا کرتا تھا اُنمیں سے اب بھی بہت سے ہوتے ہیں + *

پورگنہ کے بعد دوسرے درجہ کی قسمت دس دس یا بیس بیس گاؤں کی منو کی تقسیم کے بموجب ہوتی تھی لی جو نام کر اب بھی باقی ہے اور اختتام ان قسموں کی تقسیم کا مفرد گاؤں پر ہوتا ہے || *

(ب) اس انسر کو دکھن اور ہندوستان خاص کی وسط اور مغرب میں پاتل اور بنگالہ میں مانڈل اور اکثر اور مقاموں میں خصوصاً جہاں سرورثی گاؤں کے زمیندار ہیں مقدم کہتے ہیں *

+ ان کو خاص دکھن میں اور اور بھی جنوبی ہندوستان میں جہاں اراضی کی تقسیم بالکل منو کے مجموعہ کے موافق ہی سرورثی مکھہ کہتے ہیں اُنکے ضلعوں کو سرکار یا پرنٹ کہتے ہیں اور یہ ضلع بدستور بنی رہتے ہیں گو اُنہی وہ عہدہ اور عہددار کچھ بھی تھے اُنکے حساب کتاب کے کاغذات جو سرورثی طریق پر چلے آتے ہیں سرورثی پانڈی مشہور ہیں

+ پورگنہ کا انسر دس مکھہ یا دسی کے نام سے اور محضر دس پانڈی کے نام سے دکھن میں مشہور تھے مگر شمالی ہندوستان میں یہ دونوں چودھری اور قانون گوئے کہلاتے ہیں

کی ان قسموں کے نام ڈاکٹروزی اور توف وغیرہ ہوتے تھے || ان قسموں اور انسر کے حالات معامات کرنے کے واسطے مالکوم صاحب کی تاریخ مالوہ کی جلد ۲ صفحہ ۴ اور اسٹرانگ صاحب کا بیان اڑیسہ مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۵ صفحہ ۲۲۶ اور دکھن اور دکھن کے قریب و جوار کے کمشنروں کی رپورٹ کے انتداب کی جلد ۲ صفحہ ۱۶۱ کو دیکھو

(ج) معاسپ کو خاص ہندوستان میں پٹواری اور دکھن اور اور زیادہ جنوب میں کلکار نے اور کارنم اور گجرات میں تلاقہ کہتے ہیں *
 (د) اسکو ہندوستان خاص میں پاسپان اور کورایت اور پیک اور درراھا وغیرہ اور دکھن میں مہار اور دکھن سے بھی آگے جنوب میں تلاری اور گجرات میں پاگنی کہتے ہیں *

(۴) تمام بنگالہ احاطہ میں پچھڑ خاص بنگالہ اور شاید روہیاکھنڈ کے اس قریق کو گاؤں کا زمیندار تسلیم کیا جاتا ہی + کسپندر راجپوتانہ کے ایک حصہ میں بھی یہ لوگ موجود ہیں اور شاید تھوری مدت پہلے تمام راجپوتانہ میں تھے + گجرات میں بہت کثرت سے ہیں اور مرہٹوں کے ملک میں نصف سے زیادہ بھی کاشتکار ہیں اور ملک تامرل کے کاشتکاروں کا بھی بہت بڑا حصہ یہی لوگ ہیں اس سے یہ سمجھنا معقول ہی کہ جن ملکوں میں وہ اب بھی موجود ہیں کسی زمانہ میں بالکل بھی ہو گئے اور جہاں انکا کچھ نام نشان نہیں ملتا وہاں بھی شاید ہوں نرپدا کے جنوب کے ملک میں پچھڑ اُن حصوں کے جنکا ذکر ہوا وہ بالکل معدوم ہو گئے ہیں اور تمام مندراس احاطہ میں خاص مندراس کے شمال اور حیدرآباد دکھن اور ناگپور کے بڑے حصے اور خاندیس کے بڑے حصہ اور مرہٹوں کے ملک کے مشرق میں کوئی گروہ ان لوگوں سے ملتا چلتا نہیں ہی اس خطہ میں تلنگانہ اور اڑیسہ اور کنارا کی پرانی قسموں کا بڑا حصہ شامل ہی لیکن یہ حصہ انکی سرحدوں سے اسقدر مطابق نہیں جس سے گاؤں کے زمینداروں کے وہاں ٹہرنے کی وجہ اُن قسموں کی کسی خصوصیت کو سمجھا جاوے اگرچہ مالوہ اُن ملکوں سے متصل ہی جنہیں یہ لوگ کثرت سے ہیں مگر مالوہ میں انہیں سے کوئی شخص نہیں معلوم ہوتا ہی چنانچہ سر مالکوم صاحب نے اپنی تاریخ وسط ہند میں ان لوگوں کا کچھ تذکرہ نہیں کیا ہی *

(ر) خاص ہندوستان میں ان لوگوں کو علی العموم زمیندار یا پسوہدار اور صوبہ بہار میں مالک گجرات میں پاتل اور دکھن اور جنوب میں میوڑائی یا میوڑادار کہتے ہیں *

موجودہ کاشتکاروں کا حق زمینداری بذریعہ ارث یا بیع یا ہبہ کے بلا حقیقت تسلیم کیا جاتا ہی کی جستدر حق زمینداروں کا اس تاریخ میں بیان ہوا ہی اسپر

+ سر اسے کالبروک صاحب کی رائے جو دکھن کے قرب و جوار کے کمشنروں کی رپورٹوں کے انتضاب کی جلد ۳ صفحہ ۱۶۵ میں مندرج ہی
 + کرنل ڈاک صاحب کی تاریخ راجستان جلد ۱ صفحہ ۴۹۵ اور جلد ۲ صفحہ ۵۴۰
 کی دکھن کے قرب و جوار کے کمشنروں کی رپورٹوں کے انتضاب کی جلد ۸ صفحہ ۴۰۳

ہنگامہ کی کورٹمنٹ کی اُن چھٹی ہوئی تہذیبوں پر جو اضلاع مغربی سے متعلق ہیں بار بار اشارہ کیا گیا ہے اگرچہ سر مٹکاف صاحب اس رائے پر اعتراض کرتے ہیں کہ ہندوستان میں حق زمینداری ایسا ہی مطلق اور کامل ہی جیسا کہ انگلستان میں ہے لیکن ہندوستان کے حقداروں کی نسبت اُنکو کچھ شبہ نہیں چنانچہ اُنکا قول یہ ہے کہ جو لوگ قانون کے زمیندار یا بوسدار ہیں حقیقت میں وہی حق زمینداری رکھتے ہیں اور اگر ان کے دعویٰ مشتبہ ہیں + مندرجہ اس معاملہ کے زمینداروں کا حال معلوم کرنے کے لئے ہورتا آف ریویز + کی روئداد اور ایس صاحب کی تہذیب کی کو دیکھو اگرچہ سر منرو صاحب || میراث رکھنے والوں کے حقوق کو بہت مبالغہ یافتہ اور اُنکی جاگیر کو کمتر سمجھتے ہیں مگر اُسکو بیع کی قابل ٹھہراتے ہیں * مرہٹوں کے ملک کی حق زمینداری کی نسبت چیلن صاحب اور کلکٹروں کی رپورٹوں کو دیکھو + کپتان رابرٹسن صاحب کلکٹر بیع کے معاملوں میں سے ایک قانون والے کا معاملہ بیان کرتے ہیں کہ اُس نے اپنا حق مرروٹی خرید پیشوا کے ہاتھ بیع کیا اور ایک اور معاملہ کا بھی حال بیان کیا ہے جو قانون والوں نے ایک معدوم خاندان کی اراضی کو کچھ تھوڑا سا روپیہ لیکر اس ازار کے ساتھ اُسی راجہ کو دیدیا کہ اُسکے اصل مالک خاندان میں سے کوئی شخص دعویٰ دار نہ ہووینگا مرہٹوں کے ملک کے تمام مشغلبہ پٹوں اور ٹھیکوں اور قانون کے اندر کا بیان معہ مثالوں اور ثبوتوں کے کرلک سائیکس صاحب نے روزنامچہ رائل ایشیا ٹک سوسائٹی میں درج کرایا ہے ++ *

میراث کے جو معنی معنی لئے ہیں اُن زمینوں سے جو لوگوں کے قبضہ میں اور پٹوں وغیرہ کے ذریعہ سے ہوتے ہیں متعلق نہ سمجھ لینے کے لئے امتیاز اور احتیاط کرنی ضرور ہے کیونکہ میراث کے معنی مرروٹی ملکیت کے ہیں (سلیٹے) اس لفظ کا استعمال اُن تمام حقوق پر ہوتا ہے جو مرروٹی ملکیت میں داخل ہیں *

(ز) نورٹس کیو صاحب کی ریویژن مشمولہ انتخاب رپورٹ ہمارے کلکٹران دکن جلد ۳ صفحہ ۴۰۳ و ۴۰۵ و ۴۰۸ اور کپتان رابرٹسن صاحب کی رپورٹ مندرجہ

+ سر مٹکاف صاحب کی رائے مندرجہ رپورٹ سلیکٹ کمیٹی اگست سنہ ۱۸۳۲ ع جلد ۳ صفحہ ۳۳۵

+ رپورٹ سلیکٹ کمیٹی پارلیمنٹ کے دربار عام کی مشتملہ سنہ ۱۸۳۲ ع جلد ۳ صفحہ ۳۹۲

کی ایضا صفحہ ۳۸۲

|| منور صاحب کی رائے مورخہ ۳۱ دسمبر سنہ ۱۸۲۲ ع

* رپورٹ سلیکٹ کمیٹی پارلیمنٹ کے دربار عام کی مشتملہ سنہ ۱۸۳۲ ع صفحہ ۲۵۷

+ کلکٹروں کی رپورٹوں کا انتخاب جلد ۲ صفحہ ۴۷۴

++ روزنامچہ رائل ایشیا ٹک سوسائٹی جلد ۲ صفحہ ۲۰۵ اور جلد ۳ صفحہ ۲۵۰

انتخاب ایضا جلد ۲ صفحہ ۱۵۳ اور مندراس کے پورق آف ریونیو کی رائے مندرجہ رپورٹ سلیکٹ کمیٹی ہوس آف کامنز مطبوعہ سنہ ۱۸۳۲ ع جلد ۳ صفحہ ۲۹۳ اور بمبئی کے گورنر کی رائے مندرجہ ایضا جلد ۳ صفحہ ۲۳۷

(ح) جیسا کہ دیہات کے انتظام میں پہلے ذکر ہو چکا ہے زمینداروں کے خاندان پر اراضی تقسیم ہوتی ہے اور بڑے خاندان کی شاخوں پر اُس خاندان کے حصہ کو تقسیم کیا جاتا ہے اور اُن شاخوں میں بھی ہندوؤں کے ورثہ تقسیم کرنے کے قاعدہ پر اور بھی تقسیم در تقسیم ہو جاتی ہے + گاؤں کی زمین اور گاؤں والوں کے مذاہنوں کی تقسیم در تقسیم ویسی ہی ہوتی ہے جیسے خاندانوں کی تقسیم در تقسیم ہوتی چلی جاتی ہے لیکن اکثر حصوں کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر کے خاندانوں کی شاخوں کو کئی کئی ٹکڑے ایسے مناسبت سے دیئے جاتے ہیں کہ اُس شاخ کی ہر شخص کے پاس اُسکا حق پہنچ جاوے + *

سرکاری معامل کی تقسیم بھی ٹھیک اسی طرح پر کی جاتی ہے جس سے ہر خاندان کی ہر شاخ بلکہ ہر شخص راتف ہو جاتا ہے اور سمجھ لیتا ہے کہ میرے ذمہ اس قدر معقول ادا کرنا ہے اس لئے ہر شخص اپنی کاشتکاری کا کار و بار اور ریوٹہ پیسے کا انتظام بطور خود جداگانہ کر سکتا ہے چنانچہ اکثر ایسا ہی ہوتا ہے * مثلاً موہٹوں کے ملک میں اگرچہ ایسے حصے ہوتے ہیں کہ اُنکے قابض بہتیت معہرعی معامل سرکاری کے ذمہ دار ہوتے ہیں مگر اُنہیں چودھری نہیں ہوتے ہر شخص اپنا اپنا کار و بار خود کرتا ہے اور باقی اور سب کام گاؤں کا چودھری کر لیتا ہے *

+ ایک گاؤں کے موروثی حصوں کی تشریح یہ فرض کرنے سے ہر سکتی ہے کہ اُس گاؤں کے اصل مالک نے اپنی وفات کے بعد چار بیٹے چھوڑے اب گاؤں کے چار حصہ برابر ہو جائینگے اور ان چاروں کے مرنیکے بعد بھی ہر ایک کے چار چار بیٹے رہے تو یہ سب اپنے اپنے باپ کے حصے کی ایک ایک چوتھائی کے وارث ہونگے اس سے ہر ارل حصہ کے چار چار حصہ ہو جائینگے اور اسی طرح حصوں کے حصے ہوتے چلے جائینگے دھلی کے گرد نواح میں ارل تقسیم کے حصہ کو پین کہتے ہیں مگر علی العموم پٹی مشہور ہے اور اُس پٹی کے حصوں کو تھوک کہتے ہیں اور تھوک کے جز بہت ہوتے ہیں اور اور بھی بہت سے نام ہوتے ہیں اور اکثر مقاموں میں اُنکے استعمال میں بھی فرق ہوتا ہے یعنی کہیں ارل تقسیم کے حصوں کو تھوک اور تھوک کے حصوں کو پٹی کہتے ہیں اور گجرات میں بڑے حصوں کو باغ اور اُنکے حصوں کو پٹی کہتے ہیں ایک اور تقسیم در تقسیم اس سے زیادہ وہاں رایج ہے جو آئوں میں اور انکی تقسیم چاندراؤں میں ہوتی ہے ذکور میں ارل ہی درجہ کے حصہ ہوتے ہیں اور اُنکو جاتا کہتے ہیں اُنکے حصوں کے اور نام نہیں ہوتے

+ ایڈورڈ کالبروک صاحب کے نقشہ مندرجہ انتخاب رپورٹ کمشنران دکن جلد ۳ صفحہ ۱۶۶ کو دیکھو

جو قبائلیاں ہندوستان کے اور حصوں میں بھڑکیں ہیں اور انہیں ہندوؤں کے طریق سے انصاف کیا گیا ہے اُن سے ہم کو کچھ غرض نہیں ہے *

(م) متبادل سرکاری کے اصل ادا کرنے والے اور اُس شخص کے درمیان میں جو صرف لگان ادا کرنے والے کے نام کی عزت رکھتا ہے کانوں کے ارکوں کے جو حقوق ہوتے ہیں وہ یہ ہیں زمینداروں کا یہ حق ہوتا ہے کہ کھیت کی پیداوار کو کورنٹ کے ساتھ تقسیم کرنے سے پہلے کسی قدر اپنا حصہ لگاں میں اور اُن کے جو اور کسی شے نے پڑا ہوتا ہو تو اُس میں سے وہ سب سے پہلے کسی قدر اپنا نذرانہ وصول کریں اس حصہ کو مالک تمامول میں تدارم یا سرمایہ ہو کر کھیت میں اور خاص ہندوستان میں حق مالکانہ اور رسوم زمینداری کہتے ہیں اس ملک میں یہ حق زمینداروں کا بطور دھک یعنی فیصدی دس روپیہ کے حساب سے یکمشت ملتا ہے پھر کوئی کرزوی کسی طور پر نہیں ملتی لیکن اس حق مالکانہ کے وصول ہونے سے زمیندار کی اراضی کی لگان میں جہاں کہیں اُس کا ملنا ممکن ہو کچھ ہج نہیں ہوتا اور بعض مقاموں میں وہ ایسے ارکوں سے بھی حق مالکانہ وصول کرتے ہیں جو کھیتی نہیں کرتے کیونکہ جس حالت میں وہ کانوں کی ملک اراضی کے مالک ہوتے ہیں تو اُن کو اختیار ہوتا ہے کہ وہ حق مالکانہ میں نقد روپیہ وصول کریں یا کسی سے خدمت لیں *

جہاں کہیں کورنٹ کے ارکواز پہنچا ہے اُن کے بعض حقوق جاتے رہتے ہیں وہاں بھی صرف زر متبادل جمع کر کے سرکار میں دینے کے سبب سے اُن کی عزت ہوتی ہے اور بعض صورتوں میں اراضی کا لگان کاشتکاروں سے کم و بیش کرنے کا بھی اختیار اُن کو حاصل ہوتا ہے اور بعض صورتوں پر نذرانہ بھی اُن کو معاف کر دیا جاتا ہے † جہاں کہیں وہ نذرانہ بہت کم ہوتا ہے تو اُن کو ایسے متصول وغیرہ سے بڑی رکھا جاتا ہے جو اور تمام کانوں والوں کو ادا کرنا پڑتا ہے کانوں کے زمینداروں کے ان حقوق کو مقدم اور اور کانوں کے انصاف کے حقوق سے جو وہ کانوں کی بعض خدمتوں کی غرض میں رقم دیتے ہیں خلط ماطن کرنا چاہیئے اگرچہ ایک ہی شخص دونوں طرح کے حق رکھتا ہو مگر اُن کی اصلیت جدا ہی چنانچہ ایک تو حق مالکانہ ہے جو زمین

† ملک گجرات اور ہندوستان میں اور ہر ایک کانوں کا حال لکھا ہوا کارندہ صاحب مندرجہ و برورت سلیکٹ کمیٹی مطبوعہ سنہ ۱۸۴۲ ع جلد ۳ صفحہ ۲۴۶ بھی دیکھو

‡ تمامول اور ہندوستان میں جب کہ دھک سے کچھ زیادہ نہر تو معاف کر دیا جاتا ہے دیکھو و برورت سلیکٹ کمیٹی برس آف کامنز مطبوعہ سنہ ۱۸۴۲ ع جلد ۳ صفحہ ۲۴۶

سے تعلق رکھنے کے سبب سے ہوتا ہی اور دوسرا صرف خدمت کا معاوضہ ہوتا ہی جو ایک شخص سے دوسرے پر خدمت لینے والے کی خوشی کے موافق منتقل ہو سکتا ہی * (پ) عربی لفظ رعیت کے معنی فرمانبردار کے اور اُسکا استعمال اہل اسلام کے تمام ملکوں میں انہیں معنوں میں ہوتا ہی مگر اُن میں سے بعض ملکوں میں اُسکا استعمال زیادہ متعدد معنوں میں ہوتا ہی ہندوستان میں اُسکے اصطلاحی معنی ایک تو اُس شخص پر جو سرکاری متاصل ادا کرتا ہی دوسرے عام کاشتکار پر تیسرے اُس خاص کاشتکار پر جسکا اسی تاریخ میں بیان ہوا ہی صادق آتے ہیں رعایا کو اُن لوگوں کی آسامی کہا جاتا ہی جنکی اراضی پر وہ کاشت کرتے ہیں *

(ک) اِس گروہ کو اُس ضلع میں جو ہنگالہ کے نیچے ہی خود کاشت رعیت کہتے ہیں اور خود کے معنی اپنے کے ہیں اور کاشت کے معنی کھیتی کرنا ہی اِسیلئے اُنکے اِس لقب کو اُنکے زمین کے مالک ہونے کی دلیل سمجھا گیا ہی مگر راجہ رام موہن رائے جنکا کلام نہایت مستند ہی اپنے خاص کانوں کی زمین جوتنے والے کے معنی اِس لفظ کے لیے ہیں † اور یہاں معنی اِس وجہ سے صحیح معلوم ہوتے ہیں کہ اِس لفظ کو ہمیشہ پہاڑی کاشت کھیتی کرنے والوں کے جو اپنے کانوں سے دوسرے قریب کانوں میں ہر روز بونے جوتنے کو جاتے ہیں بولا جاتا ہی * (ل) ملک تامل اور گجرات میں اُن لوگوں کے حقوق نہایت اچھے طرح قائم ہیں *

ملک تامل میں اُنکو اِس شرط کے ساتھ قبضہ کا موروثی حق ہوتا ہی نہ گورنمنٹ کا مطالبہ اور کانوں کے زمیندار کے معمولی رسوم کو جو بعض اوقات نہایت خفیف ہوتے ہیں برابر ادا کرتا ہی اگرچہ اِس کاشتکار کے حقوق بھی ایسے ہی اچھے اور قدر و منزلت والے ہوتے ہیں جیسے کہ زمیندار کے ہوتے ہیں مگر وہ اُنکو بیع یا رہن یا ہبہ نہیں کر سکتا ‡ گجرات میں اُنکا قبضہ بھی اِس اختلاف کے کہ اُنکے اول ہی کان کھول دیئے جاتے ہیں کہ جسقدر سرکار اپنا متاصل پڑھاریگی اسیقدر تم پر امکان زیادہ کیا جارہگا ویسا ہی ہوتا ہی جیسا ملک تامل میں ہوتا ہی گر یہاں شرط چھپی ہوئی ہے رپوتوں میں مندرج نہیں ہی مگر کاشتکاروں کے دلوں میں اچھی طرح گھر کیئے ہوئے ہی البتہ ہندوستان خاص میں لوگوں کی یہاں رائے معلوم ہوتی ہی کہ موروثی کاشتکار موروثی قبضہ کے مستحق ہیں اور اُنپر لگان بہ نسبت اُس

† رپورٹ سلیکٹ کمیٹی ہوس آف کامنز ۱۱ اکتوبر سنہ ۱۸۳۱ ع صفحہ ۷۱۶

‡ ایس صاحب کی رائے مندرجہ رپورٹ سلیکٹ کمیٹی ہوس آف کامنز ۱۰

اگست سنہ ۱۸۳۲ ع جلد ۳ صفحہ ۳۷۷ اور ہورہ آف رپورٹ کی رائے مورخہ ۲۵

نوروی سنہ ۱۸۱۸ ع صفحہ ۲۲۱

معمولی لگان کے جو پاس پڑوس میں لگایا جاتا ہو زیادہ نہ لگایا جہارے مگر خلاصہ
منصلہ ذیل سے ظاہر ہوگا کہ یہ حق اُنکا کیسا ناقص سمجھا جاتا ہی *

سنہ ۱۸۱۸ء میں بنگالہ کی گورنمنٹ نے اپنے اُن اضلاع کے کلکٹروں کے نام جہاں
ہندو بسا استواری نہ تھا حکم جاری کیا کہ موروثی کاشتکاروں کا حال منسل لکھو
چنانچہ چودہ کلکٹروں میں سے گیارہ کلکٹروں نے یہ رائے دی کہ زمیندار کو اختیار
ہی کہ جس چاہے اپنی اراضی کا لگان بڑھارے اور کسی سے اگر بہتر شرطیں پھر
جاریں تو اُس کاشتکار کو بیدخل کردے اور اٹارہ اور سمارنپور کے دو کلکٹروں کی رائے
یہ ہوئی کہ جب تک گورنمنٹ کا مطالبہ زیادہ نہ ہو کاشتکار پر لگان بڑھانی نہیں
چاہیئے صرف ہندو لکھنؤ کے کلکٹر نے یہ رائے لکھی ہی کہ خود کاشت رعیت کا حق
ایسا ہی معتدل ہی جیسا کہ زمیندار کا ہورت آف ریونیو نے ان رپورٹوں کو گورنمنٹ
بنگالہ کی خدمت میں بھیجئے وقت اپنی یہ رائے ظاہر کی کہ زمیندار خیال کرتے
ہیں کہ کاشتکار کو اپنی زمین پر سے بیدخل کرنے کا ہمکو اختیار ہی مگر کاشتکاروں
کی قاص کے سبب سے اکثر یہ بات وقوع میں نہیں آتی *

گورنمنٹ بنگالہ نے ان راپورٹوں پر اطمینان نہ کر کے اور حالات طلب کیئے اگرچہ اُن
حالات سے اس معاملہ میں بہت کچھ معلومات اور اکاھی ہوئی مگر مذکورہ بالا
نتیجہ میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں ہوئی *

نورٹس کی صاحب نے دہلی کی رپورٹ میں جہاں کاشتکار موروثی کے حقوق
سراے بند لکھنؤ کے تمام بنگالہ کی نسبت اچھی طرح قائم اور بحال ہیں بیان کیا ہی
کہ قدیم اور موروثی کاشتکار جب تک اپنے ذمہ کا متعادل سرکاری ادا کرتا رہے اراضی
پر سے بیدخل نہیں ہو سکتا *

مختلف کلکٹروں کے دیہات کی متعادل رپورٹوں سے بھی چٹکا انتخاب حالات
مکڑی صاحب † نے کیا ہی یہ ثابت نہیں ہوگا کہ زمیندار کو لگان بڑھانے کا
اختیار نہیں ہی کابلورک صاحب اپنے حسب ضابطہ لکھی ہوئی ایک رائے میں جو سنہ
۱۸۱۲ء میں ‡ اُنہوں نے لکھی ہی بیان کرتے ہیں کہ ایک بڑے واقف کار سرکاری
انسر نے بہت روزوں تک نہایت مہنت و مشقت سے تحقیقات کرنے کے بعد بھی کوئی
قاعدہ لگان قائم کرنے کا نہیں پایا اور اکثر اور مقدموں میں عدالت کی ردداد کا
نتیجہ زمیندار اور رعیت کے تعلق کی نسبت جیسا تھا ریسائی رہا *

جینٹل فورٹ کے جج راس صاحب بھی اپنی ایک رائے مورخہ ۲۲ مارچ سنہ
۱۸۱۷ء کی میں بیان کرتے ہیں کہ اوپر کے اضلاع میں کاشتکاروں نے خواہ وہ موروثی

† رپورٹ سلیکٹ کمیٹی ہوس آف کامنز سنہ ۱۸۳۲ء جلد ۳ صفحہ ۲۲۳

‡ دیکھو جلد ایک صفحہ ۲۶۲ کو

کی تمام رپورٹ سنہ ۱۸۳۲ء صفحہ ۱۲۵

ہوں خدایہ غیر موروثی کبھی معین لگان ادا کرنے کا دعویٰ نہیں کیا اور صاحب موصوف سوال کرتے ہیں کہ کس زمانہ میں ایک معین شرح جاری تھی کیا اُس سے یہ غرض تھی کہ وہ ہمیشہ یکساں رہے گو زمین کی بار آوری میں کمی بیشی کیسی ہی کچھ کیوں نہ ہو اور آخر میں وہ یہ کہتے ہیں کہ ملکی رواج ایسے حق کے ہمیشہ برخلاف رہا ہی یہ بات مشہور ہی کہ سب زمینداروں کا ہمیشہ یہ طریقہ رہا ہی کہ اپنی زمین کو چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں تقسیم کر دیتے اور ان کو فروخت کر دیتے تھے *

(م) یہ ارگ ہندوستان میں پائی کاشت اور گجرات میں گوتی اور موہنوں کے ملک میں اوپری اور مندراس کے گرد نواح میں پائی کاری اور پراکری مشہور ہیں *

(ن) ان کاشتکاروں کو ہندوستان میں اشراف اور دکن میں پانڈر کہتے ہیں *

(س) تمام موروثی کاشتکاروں پر رسم و رواج کے مطابق ایک قید لگی ہوتی ہے جس کے سبب سے وہ گائوں میں کی ایسی زمین پر کاشت نہیں کر سکتے جو اُس زمیندار کی نہ ہو جس کی زمین میں رہتے ہوں اور اُس کے کسب قدر حصہ زمین کا لگان ادا کرتے ہوں لیکن صرف موروثی کاشتکار ہی نہیں بلکہ خود زمیندار بھی کسی دوسرے گائوں کی زمین میں بطور غیر موروثی کاشتکاروں کے کھیتی کرتے ہیں ہندوستان کے بعض حصوں میں ایسے موروثی کاشتکاروں پر جو کسی دوسرے گائوں کی ایسی زمین میں کھیتی کرنے لگتے ہیں جس پر کچھ سرکاری متاع نہیں ہوتا گورنمنٹ کسب قدر معصوم لگا دیتی ہے اور بعض حصوں میں اُن کو سرکاری عہدار سرکاری جمع بندی ادا کرنے کا گو وہ کیسے ہی کیوں نہ ہو پابند رکھتا ہے مگر اس بات کو جبر و تعدی سمجھا جاتا ہے *

(ع) یہ طریقہ ملک کچھ کی چھوٹی سی سلطنت کی مثال سے ثابت ہو سکتا ہے اس ملک میں جو سلطنت حال میں قائم ہوئی ہے اُس نے اس طریقہ کو بھنسنہ قائم رکھا ہے اُس میں کس طرح کی تبدیلی نہیں ہوئی ہے اس سلطنت کا تمام متاع پچاس لاکھ کڑیاں ہیں (کوڑی کچھ کے سکے کا نام ہے) جو قریب سولہ لاکھ روپے کے ہوئیں ان میں سے تیس لاکھ سے کچھ کم کڑیاں راؤ جی کی ہوتی ہیں اور جس قدر باقی ملک سے باقی پچاس لاکھ کڑیاں وصول ہوتی ہیں وہ راؤ جی کے خاندان کے مختلف شاخوں کی جاگیروں میں ہی چنانچہ ان میں سے ہر ایسی شاخ کو جو راؤ جی کی خاص اراد میں ہے ہوتی ہے راؤ جی کے وفات پانے پر کسب قدر جاگیر ملتی ہے *

ان سرداروں کا خاندان تاتا راج ملک سندھ میں قائم ہوا جن کا موروث اعلیٰ

ہرمیرجی تھا جسکے بیٹے راج کھنکر نے سنہ ۱۵۵۰ء میں کچھہ کی سلطنت حاصل کی *

ان سرداروں کی تعداد قریب دو سو کے ہی اور انکی قوم کے آدمی جو کچھہ میں موجود ہیں قریب دس ہزار کے ہیں یہ قوم راجپوتوں کی ایک شاخ ہی اور جھڑجا مشہور ہی *

راؤ جی کی حکومت صرف اپنے مقبوضہ ملک پر ہوتی ہی باقی ہر سردار اپنی جاگیر میں ہر طرح کا اختیار رکھتا ہی اسیں راؤ جی کو مداخلت نہیں ہوتی راؤ جی ان سب سرداروں کو کسی اور کی وقت طلب کراہتے ہیں اور جب تک وہ انکے لشکر میں رہتے ہیں ہمارے ایک معین تھنوالہ کے کسپندر ہر ایک کو راؤ جی دیتے ہیں *

راؤ رام امن و امان کا محافظ ہوتا ہی اسلیئے عام چوروں اور دہشتوں کو سزا دیتا ہی اور دنکہ فسادوں اور خانہ جنگیوں کا روکنا اور سرداروں کے قصے قصائے طے کرنا اسیکا کام ہی یہہ حق اگرچہ ہمیشہ راؤ کو حاصل ہی لیکن بلا حقیقت تسلیم نہیں کیا جاتا ہی ہر سردار بھی راؤ کی طرح اپنے اپنے خاندان کی شاخیں رکھتا ہی اور اُسکی جاگیر بھی اسی طرح تقسیم ہو جاتی ہی *

اور اُسکا سارا خاندان اُس سردار کا اسی طرح متوسل ہوتا ہی جس طرح وہ راؤ کا متوسل ہوتا ہی ان رشتہ داروں سے ہر سردار کا ایک چٹھا پنا ہوتا ہی اور ان سرداروں سے راؤ کا ایک چٹھا قائم ہوتا ہی + *

یہی طریقہ کچھہ کچھہ تبدیلیوں کے ساتھ تمام راجپوتانہ میں جاری ہی *

راجا کے متوسل سرداروں کی جاگیر میں کسپندر ضلعے ایک زمانہ میں میراڑ کے ملک میں تھے جو راجپوتانہ کا اول درجہ کا ملک ہی وہ کل ملک کی تین چوتھائی تھے + اور زمانہ حال کے ایک راجہ نے نا عاقبت اندیشی سے اس جاگیر کو اور بھی زیادہ کر دیا تھا *

(ف) اس امر سے شرد سہی کا کسپندر انسداد ہوا ہو گا کہ در سو برس سے اب تک تمام سرداروں کم سے کم میراڑ کے سرداروں کا معمول تھا کہ وہ اپنی جاگیروں کا آپس میں مبادلہ کیا کرتے تھے متوسلوں کے ہم پہونچانے اور مستحکم قلعہ وغیرہ بنانے سے جو قوت اکثر حاصل ہو سکتی تھی اُس سے اس طریقہ کے سبب سے محروم رہے ہو گئے گی *

معلوم ہوتا ہی کہ ان قلعہ داروں کے روز بروز زیادہ ہو جانے سے گورنمنٹ کو یہہ ضرورت پیش آئی ہو گی کہ باقی ماندہ ملک مقبوضہ گورنمنٹ میں سے اب اور

+ بمبئی کے گورنر کی رائے حالات ملک کچھہ پر مورخہ ۲۶ جنوری سنہ ۱۸۲۱ء

+ کرنل ڈال صاحب کی تاریخ راجستان جلد ۱ صفحہ ۱۲۱

گی اینچا جلد ایک صفحہ ۱۶۳ اور ۱۶۵ صفحہ کا حاشیہ

گڑ بیرنہا نہونے پارے ماردار کے فتح سے چند قسروں کے گذرنے پر آپس میں تقسیم ہونے کے لیے اسقدر تھوڑی اراضی وہ گئی کہ راجہ کے کئی بیٹے اپنا گذارا کرنے کے لیے غیر ملکی فتوحات پر امداد ہونے کو مجبور ہوئے || اور میواڑ میں سے قدیم راجاؤں کی کسیندر اولاد کو حال کے راجاؤں کی اولاد نے غالب آکر خارج کر دیا *

مفصلہ ذیل بیان دونوں قسم کی جنگی جاگیروں سے متعلق ہے *

جنگی خدمتوں کے معاوضہ کی جو جاگیریں لوگوں کے پاس ہوتے ہیں وہ بعد اصل جاگیردار کے جب اُسکے حقیقی وارث کے ورثہ میں آتی ہیں تو اُسکو سرکار میں کسیندر نذرانہ دینا پڑتا ہے اور اگر وارث حقیقی نہ ہو تو اور بھی زیادہ نذرانہ سرکار میں داخل کرنا پڑتا ہے اور یہ نذرانہ توریس کے ساتھ جاری رہتا ہے اور ان جاگیرداروں سے بھی کبھی کبھی استعانت لیجاتی ہے اور یہ جاگیریں جس مدت کے واسطے عطا کیجاتی ہیں اُس مدت سے زیادہ زمانہ کے لیے نہ بیع ہوسکتی ہیں نہ رہن ہوسکتی ہیں اور سرکار سے مالی ہرنی جاگیروں میں سے کسیندر کسی اپنے متوسل کو بخشنے کا پتہ راجپوتوں کے اور قوموں میں عام رواج نہیں *

ان جاگیروں کے عطا کرنے کی اصل تجویز میں خدمت کی کوئی حد معین نہیں تھی اور نہ خدمت کی عرض میں کچھ اور ملتا تھا *

مرہٹوں میں خدمت کے عرض میں بلکہ ایسے وقت میں جبکہ لوگ طلب کرنے کے بعد پہلو تھی کرتے تھے نقد روپیہ تنخواہ کے طور پر اُن کو دینا قبول کرتے بولایا جاتا تھا اور راجپوتوں میں ایسے مرقعوں پر جان چورانے سے راجہ کا کسیندر جی چاہے اُسے تاراں لینے کا دستور تھا *

|| کرنل ٹاڈ صاحب کی تاریخ راجستان جلد ۲ صفحہ ۲۰

اطلاع

بخدمت ممبران سینٹریک سوسائٹی

ایشیاٹک سوسائٹی میں دستور ہے کہ جب کوئی کتاب چاہی جاتی ہے تو جو اس کتاب سے استفادہ کرنا چاہتا ہے وہ تقسیم کر دیا جاتا ہے یہ قاعدہ ابھی تک قائم ہے اور اس سوسائٹی نے بھی اسی قاعدہ کا رواج دیا ہے *

یہ کتاب فارسی، اردو، پنجابی، گجراتی، سندھی، پشتو، عربی، فارسی، ہندی، انگریزی، اور دیگر زبانوں کی خدمت میں بیچا جاتا ہے اور آئندہ اس طرح پہنچتا رہیگا *

یہ کتاب بلا قیمت دی جاتی ہے الا اگر اور کوئی کتاب خرید کر لے گا تو اس کتاب کی قیمت ساتھ روپیہ دے گا۔ روپیہ معقول ڈاکٹر کی روپیہ ہوتی ہے جس صاحب اس کتاب کا خریدنا ہو اتنے روپیہ زر قیمت سے معقول سکڑتی سوسائٹی کے پاس پہنچے جس قدر لگے اس کتاب کے ملنا ہوں وہ فی الفور پہنچے جارہے اور آئندہ چاہے چاہے جارہے وہ با قاعدہ پہنچتا رہیگا *

والد

راجہ جیکشن داس

سکڑتی سینٹریک سوسائٹی

مقام علی گڑھ

No. 9.

THE
STORY OF INDIA:

THE
Hindu and Mahomedan Periods.

BY THE
MOUNTSTUART ELPHINSTONE,
AND PUBLISHED INTO URDU
BY
THE LITERARY SOCIETY.

تاریخ ہندوستان
ہندوؤں اور مسلمانوں کی
سنہ ۷۹۱ء مطابق سنہ ۱۷۰
مؤلفہ
البریل مؤلفہ اسٹورٹ الیٹ
سابقہ گورنر
تعمیر اور حواشی اور نقشہ
سین ٹیپک سوسائٹی
مشترک

LYGURH:

LIBRARY SECRETARY SYUD AHMUD'S
PRIVATE PRESS.

1867.

BOMBAY

Particulars

Received

Amount

Particulars

Received

Amount

BY INDIA

Quantity

Value

فہرست

مضامین جلد دوم تاریخ ہندوستان جس میں صرف

۶۸۷۵

مسلمانوں کی سلطنت کا بیان ہے



پانچواں حصہ

پہلا باب

صفحہ

25 NOV 1976

مضمون

۴۷۷	اسلام کی ترقی کا بیان
۴۸۶	دوران کی فتح کا بیان
۴۹۰	مسلمانوں کی پہلی چڑھائی ہندوستان پر
۴۹۱	ملک سندھ کی فتح کا بیان
۴۹۹	ملک سندھ سے مسلمانوں کے نکلنے کا بیان
۵۰۰	ہندوستانیوں میں مسلمانوں کی فتوحات کے نہایت تھوڑے تھوڑے ٹھونکے
۵۰۳	سبب
۵۰۷	تاریخی قوموں کا بیان
۵۰۸	ساورامالہہ میں ترکوں کے بسنے کا بیان
		عرب والوں کا ساورامالہہ کو فتح کرنا

دوسرا باب

۵۰۹	آن شاہی خاندانوں کے بیان میں جو خلیفوں کے بعد قائم ہوئے
۵۱۰	ظاہر اور مغربی خاندانوں کا بیان
۵۱۱	آل سامان کا بیان
۵۱۲	دیلم کے خاندان کا بیان
ایضا	سپکتگیوں کا بیان
۵۱۴	سپکتگیوں کا بیان
۵۱۵	راجہ جیپال والی لاہور کا غزنی پر حملہ کرنا اور قاکم واپس آنا
		ہندو راجاؤں کا باہم متفق ہو کر سپکتگیوں سے لڑنا اور شکست
۵۱۶	فاحش پانا
		خاندان سامانی کی اعانت کرنا سپکتگیوں کا مشرقی تاتاریوں کے

مضمون

... ... مقابله میں
... ... سیکڑیں کی وفات کا بیان

تیسرا باب

خاندان غزنوی کا بیان

... ... مسعود کی سلطنت کا بیان
... ... مسعود کی خورد مختاری کا بیان
... ... مسعود کی پہلی چڑھائی ہندوستان پر
... ... مسعود کی دوسری چڑھائی
... ... مسعود کی تیسری چڑھائی
... ... مسعود کے ملک پر تاتاریوں کا حملہ کرنا اور شکست فاش کھانا
... ... مسعود کی چوتھی چڑھائی
... ... تگر کرت کے مندر کا لوٹنا
... ... فتح کرنا مسعود کا ملک ضرر کو
... ... مسعود کی پانچویں چڑھائی ہندوستان پر
... ... مسعود کی چھٹی چڑھائی ملک ہندوستان پر
... ... مسعود کی ساتویں اور آٹھویں چڑھائیوں کا بیان
... ... فتح کرنا مسعود کا ماوراءالنہر کے ملک کو
... ... فتح کی فتح کا بیان
... ... مسعود کی دسویں اور گیارھویں مہم کا بیان
... ... مسعود کا پنجاب پر مستقل تصرف کرنا
... ... بارہویں مہم سومنات کے مندر پر
... ... مسعود کا نئے راجہ کو قائم کرنا گجرات میں
... ... بیان اُن متبیتوں کا جو واپسی کے وقت مسعود کو پیش آئیں
... ... ساحرؤں کی پہلی بغاوت کا بیان
... ... مسعود کا ایران کو فتح کرنا
... ... مسعود کی وفات کا بیان
... ... مسعود کی عورتوں کا بیان
... ... مسعود کے دربار اور سپاہ کا بیان
... ... ترکوں کا بیان

صفحہ

مضمون

۵۶۳ ...	ایرانیوں کا بیان
۵۶۵ ...	مسعود کی حکومت سے مختلف قوموں کے مختلف تعلقوں کا بیان

چوتھا باب

غور و غزنوی کے خاندانوں کے دوسرے بادشاہوں کا بیان

۵۶۸ ...	سلطان مسعود کا بیان
۵۶۹ ...	مسعود کی سلطنت اور سلجوقوں کی ترقی کا بیان
۵۷۰ ...	سلجوقوں کا مسعود سے لڑنا
۵۷۱ ...	مسعود کا تخت سے اُترنا اور اُسکا جہان سے گذرنا
۵۷۲ ...	مسعود کے بیٹے مردود کی سلطنت کا بیان
۵۷۳ ...	سلطان ابراہیم کا بیان
۵۷۴ ...	سلطان ابراہیم کا بیان
۵۷۵ ...	سلطان فرخ زاد کا بیان
۵۷۶ ...	سلطان ابراہیم کا بیان
۵۷۷ ...	سلطان مسعود ثانی کا بیان
۵۷۸ ...	سلطان ارسلان کا بیان
۵۷۹ ...	سلطان بہرام کا بیان
۵۸۰ ...	غوریوں کے ہاتھ سے غزنی کا ڈھلا ہونا
۵۸۱ ...	ہندوستان میں غزنی کی سلطنت مغلن ہونے کا بیان
۵۸۲ ...	سلطان خسرو ملک کا بیان

خاندان غوری کا بیان

۵۸۰ ...	ملازالدین غوری کی سلطنت
۵۸۱ ...	غزنی کی سلجوقوں کا فتح کرنا
۵۸۲ ...	سلجوقوں کی بہادری کا بیان
۵۸۳ ...	سیف الدین غوری ثانی کا بیان
۵۸۴ ...	فیروز الدین غوری کا بیان
۵۸۵ ...	مہمانوں کی سلطنت کی بنیاد ہندوستان میں
۵۸۶ ...	خاندان غزنی کا پنجاب سے خارج ہونا
۵۸۷ ...	شہاب الدین کی لڑائی ہندوؤں کے ساتھ
۵۸۸ ...	شہاب الدین کا تخت پرانا ہندوؤں سے

صفحہ	مضمون
۵۹۱ ...	شہاب الدین کا ہندوستان پر دوبارہ چڑھنا اور یوری فتح پانا
۵۹۲ ...	دلی اور اجمیر کی فتح کا بیان
۵۹۳ ...	فخرج کی فتح کا بیان
۵۹۵ ...	اودہ اور بہار اور بنگالہ کے صوبوں کا قلعہ ہونا
۵۹۶ ...	شہاب الدین کے بادشاہ ہونے اور خوارزم پر چڑھائی کرنے اور ناکام آنے کا بیان
۵۹۷ ...	ہندوستان کے فسادوں کا بیان
۵۹۷ ...	شہاب الدین کی وفات کا بیان
۵۹۹ ...	محمود غوری اور تمام غوریوں کی سلطنت کی پرہیزی

چھٹا حصہ

پہلا باب

غلام بادشاہوں کے بیان میں

۶۰۱ ...	قطب الدین بیک کے تخت پر بیٹھنے اور غوریوں کے ہندوستان سے بے تعلقی ہونے کا بیان
۶۰۳ ...	آرام شاہ کی سلطنت کا بیان
۶۰۳ ...	شمس الدین التمش کی سلطنت کا بیان
۶۰۴ ...	چنگیز خاں مغل کی فتوحات کا بیان
۶۰۶ ...	مغلوں کے تعاقب اور شاہ خوارزم کے ایران جانے کا بیان
۶۰۹ ...	التمش کی وفات کا بیان
۶۱۰ ...	دکن الدین کی سلطنت کا بیان
۶۱۰ ...	رضیہ بیگم کی سلطنت کا بیان
۶۱۱ ...	غوریوں کی بغاوت اور رضیہ بیگم کے قتل کا بیان
۶۱۲ ...	میرالدین بہرام شاہ کی بادشاہت کا بیان
۶۱۲ ...	ملاؤ الدین مسعود شاہ کی سلطنت کا بیان
۶۱۳ ...	ناصر الدین محمود کی سلطنت کا بیان
۶۱۷ ...	غیاث الدین بلبن کی سلطنت کا بیان
۶۱۹ ...	بنگالہ کی سرکشی کا بیان

صفحہ

مضمون

...	...	مغلوں کے حملہ کرنے اور شاہزادہ محمد کے قتل پاگو مرجانی
۶۲۱	...	کا بیان
ایضا	...	جلال الدین کی وفات کا بیان
۶۲۲	...	کیقباد کی سلطنت کا بیان

دوسرا باب

خلجی خاندان کا بیان

۶۲۵	...	جلال الدین خلجی کی سلطنت کا بیان
۶۲۸	...	علاء الدین کی پڑھائی دکن پر
۶۳۱	...	علاء الدین کا واپس آنا ہندوستان کو اور جلال الدین کا قتل کرنا
...	...	جلال الدین سات برس تک بادشاہ رہا اور سنٹر برس کی عمر
۶۳۲	...	میں مارا گیا
۶۳۴	...	علاء الدین کی سلطنت کا بیان
...	...	علاء الدین کے بھتیجے کا تخت حاصل کرنے کے لیے علاء الدین کو قتل کرنے کے
۶۳۷	...	ارادہ سے زخمی کرنا اور کامیاب نہ ہو کر انجام کو خود مارا جانا
۶۴۰	...	مغلوں کے دھاروں کا بیان
۶۴۱	...	دکن کی مہمات کا بیان
۶۴۲	...	مہم تلنگ کی ناکامی کا بیان
۶۴۵	...	کوناٹک اور ملیوار سے راس دھاری تک فتح ہونا
۶۴۶	...	دو مسلم مغلوں کے قتل کا بیان
ایضا	...	دیگر گتہ اور مہاراشٹر کی فتح کا بیان
۶۴۷	...	کافر کی سازشوں اور دہدہوں کا بیان
۶۴۸	...	گجرات کی بغاوت اور چتور گتہ کے نکل جانیکا بیان
ایضا	...	علاء الدین کی وفات اور اُسکی ملکی تدبیروں کا بیان
۶۵۱	...	مبارک شاہ خلجی کی سلطنت کا بیان
۶۵۳	...	خسرو خان کے رعب داب اور بادشاہ کے قتل کا بیان

تیسرا باب

تغلق اور سادات اور لودھیوں کے خاندانوں کے بیان میں

خاندان تغلق کا بیان

۶۵۴	...	غیاث الدین تغلق کا بیان
ایضا	...	تغلقان کی فتح کا بیان

صفحہ

مضمون

۶۵۶	بادشاہ کی وفات کا بیان
ایضاً	محمود تغلق کی سلطنت کا بیان
۶۵۸	بادشاہ کی نامعلوم تدبیروں کا بیان
۶۶۱	بغاوتوں کا بیان
۶۶۳	دکن کی عام بغاوت اور بادشاہ کی آسادی اور وفات کا بیان
۶۶۴	دیو گڑھ کی دارالسلطنت بنانے اور باقی شاہیستہ حرقوں کا بیان
۶۶۵	اس بادشاہ کے دربار کا حال جو ایک افریقہ والے مسلمان نے بیان کیا
	بیان احباب کا کہ اس بادشاہ کے وقتوں میں مسلمانوں کی سلطنت
۶۶۷	نہایت وسیع و فراع تھی
۶۶۸	فیروز تغلق کی سلطنت کا بیان
ایضاً	فیروز تغلق کے ہنگام اور دکن سے ہاتھ اٹھانیکا بیان
۶۷۰	فیروز تغلق کی وفات اور آسکے قوانین و عملات کا بیان
۶۷۲	غیاث الدین تغلق ثانی کی سلطنت کا بیان
ایضاً	ابوبکر تغلق کی سلطنت کا بیان
۶۷۳	ناصر الدین تغلق کے دربار بادشاہت کرنے کا بیان
۶۷۴	محمود تغلق کا بیان
ایضاً	بادشاہت کی تبدیلی اور تیمور کی چڑھائی کا بیان
۶۷۷	ہندوستانی فوج کی شکست اور دلی کی تبدیلی کا بیان
۶۷۸	تیمور کے ہندوستان سے چلے جانے اور آسکی عاقبتوں کا بیان
۶۸۰	دلی کی بدعمری کا بیان
۶۸۱	سیدوں کی حکومت کا بیان

لوہاریوں کے خاندان کا بیان

۶۸۲	بھارل اودھی کا بیان
۶۸۳	سکندر اودھی کی سلطنت کا بیان
۶۸۴	ابراہیم اودھی کی سلطنت کا بیان
۶۸۵	ہندوستان پر بھارل کی چڑھائی کا بیان
۶۸۸	دلی آکرہ پر بھارل کی فتح کا بیان

ساتواں حصہ

خاندان تیمور کا بیان

پہلا باب

باب کی سلطنت کے بیان میں

۶۹۱	باب کے خاندان اور اُسکے آغاز عمر کا بیان
۶۹۷	باب کا قبض و تصرف کا بل کی سلطنت پر
۷۰۱	بیان اُن کاموں کا جو ایراعیم شاہ پر فتح پانیکے بعد اُس نے کیئے
۷۰۳	باب کا فتح پانا میرزا کے راجہ پر
۷۰۸	ملک کے انتظام اور پندرہویں کے معاصرے کا بیان
۷۰۹	افغانوں کے مفسدہ کا بیان
۷۱۰	بہار و بنگال کی اڑائیوں کا بیان
۷۱۴	باب کے بیہار ہرنے اور جانشینی کی نسبت سازشوں کا بیان
۷۱۵	باب کی وفات اور اُس کی عادات کا بیان

دوسرا باب

۷۲۱	ہمایوں کی بھٹی سلطنت کا بیان
۷۲۲	کاہل کا ہندوستان سے ایک ہوجانا
۷۲۳	گجرات کی فتح کا بیان
۷۲۷	شیرخاں کی آغاز عمر اور اُس کی ترقیوں کا بیان
۷۲۹	شیر خاں کا بہار و بنگال پر قابض ہونا
۷۳۱	ہمایوں کی لشکر کشی شیر خاں پر
۷۳۳	شیرخاں کی ترقی اور ہمایوں کے قتل کا بیان
۷۳۸	ہمایوں کی دوبارہ فوج کشی اور شکست و فرار کا بیان
۷۴۱	جہانپور کے جانے اور راہ کے مصائب آٹھ ٹپکا بیان
۷۴۳	سندھ پر دوبارہ حملہ کرنے اور اہل کے پیدا ہونے کا بیان
۷۴۵	ہمایوں کا تندرہار سے ایران کو بھاگنے کا بیان

تیسرا باب

۷۴۸	شیر شاہ اور خاندان سور کے باقی بادشاہوں کا بیان
-----	-----	-----	---

صفحہ نمبر	مضمون
۷۵۱ ...	شیخ شاہ کی عادتوں اور ملکی انتظاموں کا بیان
۷۵۲ ...	سلیم شاہ کی بادشاہت کا بیان
۷۵۵ ...	مہدویہ فرقہ کا بیان
۷۵۶ ...	محمود شاہ سوری عدلی کی سلطنت کا بیان
۷۵۷ ...	بادشاہ کے زور و ظلم اور ملک کے شرور و فسادوں کا بیان

چوتھا باب

ہندوستان میں ہمایوں کی بھٹالی کا بیان

۷۶۱ ...	بیان اُن معاملوں کا جو ہمایوں کو ایران میں پیش آئے
۷۶۷ ...	قندھار کی فتح کا بیان
۷۷۱ ...	بدخشاں کی جہم کا بیان
۷۷۳ ...	ہمایوں کا بلخ پر حملہ کرنا اور کامران کا باغی ہو کر گرفتار آنا
۷۷۷ ...	ہمایوں کا دلی آکر پُر قابض ہونا اور اُس جہان سے انتقال کرنا

آٹھواں حصہ

پہلا باب

اسیات کے بیان میں کم اکبر کی تخت نشینی تک ہندوستان کا کیا

۷۸۰ ...	حال تھا
---------	---------

دکن کی حکومتوں کا بیان

۷۸۲ ...	جہمی سلطنت کا بیان
۷۸۳ ...	درباری اور فوجی سنی شیعوں کے خلاف کا بیان

اُن سلطنتوں کا بیان جو جہمی والوں کے مراک میں

(لگ (لگ قائم ہوئیں

۷۸۵ ...	جینپا دور کی سلطنت کا بیان
۷۸۶ ...	احمد نگر کی ریاست کا بیان
۷۸۷ ...	گولکنڈہ اور ہزار کی ریاستوں کا بیان
۷۸۷ ...	بیان ان ریاستوں کا جو خاص ہندوستان اور اُس کے پاس پڑوس
۷۸۷ ...	میں اکبر کے آغاز دولت تک قائم تھیں
۷۸۸ ...	پروات کی سلطنت کا بیان

صفحہ

مضمون

۷۸۶	...	ملاوڑ اور علاڑ اُس کے اور مسلمان سلطنتوں کا بیان
۷۸۷	...	راجپوتوں کی سلطنتوں کا بیان
۷۹۱	...	سیوار کی حکومت کا بیان
۷۹۲	...	پیکا نیر اور مارواڑ کی ریاستوں کا بیان
۷۹۳	...	جیسلمیر کی ریاست کا بیان
۷۹۴	...	جیمپور کی ریاست کا بیان
۷۹۵	...	ہاراپ کی ریاست کا بیان
۷۹۶	...	پٹواریہ ریاستوں کا بیان

دوسرا باب

ہندوستان کے حالات

۷۹۵	...	مسلمانوں کی بادشاہت کا بیان
۷۹۶	...	بادشاہوں کا بیان
۷۹۷	...	وزیروں کا بیان
۷۹۸	...	صوبوں کا بیان
۷۹۹	...	نوج کا بیان
۸۰۰	...	معاہد کا بیان
۸۰۱	...	مولویوں کا بیان
۸۰۲	...	فقہروں کا بیان
۸۰۳	...	فاسد عقیدوں کا بیان
۸۰۴	...	ہندوؤں کے مسلمان کرٹیکا بیان
۸۰۵	...	ملک کے مہاصل کا بیان
۸۰۶	...	ملک و رعایا کے حالات کا بیان
۸۰۷	...	سکوں کا بیان
۸۰۸	...	سواروں کا بیان
۸۰۹	...	پہلے مسلمانوں کے رنگ و روپ اور چال چلن کا بیان
۸۱۰	...	مسلمانوں کے عام و خاص کا بیان

نواں حصہ

اکبر کی سلطنت کا بیان

پہلا باب

۸۲۱	...	اکبر کی تخت نشینی اور بیڑم خاں کی وزارت کا بیان
۸۲۸	...	بادشاہ کی مشکلوں کا بیان
۸۳۵	...	کابل کے امور کا بیان
۸۳۸	...	واقعات متفرقہ کا بیان
۸۴۰	...	ہنگامہ ملکوں پر متوجہ ہوٹیکا بیان
۸۴۳	...	گجرات کی فتح کا بیان
۸۴۸	...	ہنگامہ کی فتح کا بیان
۸۴۹	...	فوج ہنگامہ کی بغاوت کا بیان
۸۵۲	...	مرزا حاکم کی بغاوت کا بیان
۸۵۳	...	گجرات کی بغاوت کا بیان

دوسرا باب

۸۵۴	...	بیان ان واقعات کا جو سنہ ۱۵۸۶ء سے اکبر کے مرنے تک واقع ہوئے
۸۵۵	...	کشہور کی فتح کا بیان
۸۵۸	...	شمال مشرق کے افغانوں سے لڑنے کا بیان
۸۶۲	...	بادشاہی فوج کی تباہی کا بیان
۸۶۸	...	سندھ کی فتح کا بیان
۸۶۹	...	قندھار کی فتح کا بیان
۸۷۰	...	دکن کی صوم کا بیان
۸۷۵	...	خاندیس کی فتح کا بیان
۸۷۶	...	مرزا سلیم یعنی جہانگیر کی فائر مانی کا بیان
۸۸۲	...	اکبر کے مرنے کا بیان

تیسرا باب

اکبر کی ملکی تدبیروں کے بیان میں

۸۸۷	مذہبی تدبیروں کا بیان
۹۰۱	انتظاموں کا بیان
۹۰۶	سیاستوں کا بیان
۹۰۸	فوج کے انتظام کا بیان
۹۱۱	اکبر کی عمارتوں کا بیان

دسواں حصہ

جہانگیر اور شاہجہان کی سلطنتوں کا بیان

پہلا باب

۹۱۷	جہانگیر کی سلطنت کا بیان
۹۱۷	ایضاً	...	جہانگیر کی تدبیروں کا بیان
۹۱۹	خسرو کی بغاوت کا بیان
۹۲۲	نور جہاں کے نکاح کا بیان
۹۲۷	احمد نگر کی چڑھائی کا بیان
۹۲۸	مراڑ کی لڑائی کا بیان
۹۳۰	انگلستان کے ایجنٹی کا بیان
۹۳۹	دکن کے دربارہ فسادوں کا بیان
۹۳۳	شاہجہان کی بغاوت کا بیان
۹۳۶	روشینا فرقہ والوں پر شاہجہان کی چڑھائی اور مہابت خان کی
۹۵۷	کج ادائیگی کا بیان
۹۵۷	جہانگیر کے مرنے کا بیان

دوسرا باب

۹۵۸	شاہجہان کی سلطنت کا بیان سنہ ۱۶۵۷ء تک
۹۶۱	خان جہان لردھی کی بغاوت کا بیان

صفحہ	مضمون
۹۶۷ ...	پنجاب اور کے متحاصرہ کا بیان
۹۶۹ ...	دکن کی دوبارہ لڑائی کا بیان
۹۷۲ ...	خاص خاص مقاموں کے شور و فسادوں اور قندھار کے قبضہ اور بالغ کی
۹۷۶ ...	پرزش کا بیان
۹۸۱ ...	قندھار کا قبضہ سے نکلنا
۹۸۱ ...	دکن میں دوبارہ لڑائی کا ہونا

تیسرا باب

۹۸۵ ...	سنہ ۱۶۵۷ع سے شاہجہان کے زوال دولت تک
۹۸۹ ...	دارا شکوہ کے انصرام سلطنت اور بھائیوں کی بغاوت کا بیان
۹۹۹ ...	اورنگ زیب کا آگرہ میں داخل ہونا
۱۰۰۲ ...	اورنگ زیب کا مراد کو قید کرنا
۱۰۰۴ ...	شاہجہان کی عہد دولت کی شادی کا بیان

گیارہواں حصہ

اورنگ زیب یعنی عالمگیر کی سلطنت کا بیان

پہلا باب

۱۰۱۰ ...	سنہ ۱۶۵۸ع سے سنہ ۱۶۶۲ع تک کے بیان میں
۱۰۲۶ ...	ملک اشام پر میر جملہ کی چڑھائی اور بادشاہ کی بیماری کا بیان
۱۰۲۸ ...	دکن کے فسادوں کا بیان
۱۰۳۱ ...	مروہٹوں کی قوم کا بیان
۱۰۳۲ ...	پوسلا خاندان کا بیان

دوسرا باب

۱۰۴۶ ...	سنہ ۱۶۶۲ع سے لغایت سنہ ۱۶۸۱ کے واقعات کے بیان میں
۱۰۶۲ ...	شمال مشرق والے پٹھانوں سے لڑائی کا ہونا
۱۰۶۵ ...	ہندوستان کے فسادوں اور بادشاہ کی تعدیوں کا بیان
۱۰۶۹ ...	ہندوؤں کے عام ہجرت کا بیان

تیسرا باب

۱۰۷۹	سنہ ۱۶۸۱ء سے سنہ ۱۶۹۸ء تک کے بیان میں
۱۰۸۹	سنبھلی کی حکومت کا بیان
۱۱۰۲	راجہ رام کی قیادت کا بیان
۱۱۰۴	جنگی کے معاصرہ کا بیان
۱۱۰۶	مرہٹوں اور مغلوں کی فوجوں کے طرز و انداز کا مقابلہ

چوتھا باب

۱۱۱۵	سنہ ۱۶۹۸ء سے وفات عالمگیر تک
۱۱۱۷	سیراجی ثانی کا راج
۱۱۱۸	اورنگ زیب کے استقلال و ہمت کا بیان
۱۱۲۳	سلطنت کی غایت پر انتظامی کا بیان
۱۱۳۴	مختلف معاملوں کا بیان

بارھواں حصہ

اورنگ زیب کے جانشینوں کا بیان

پہلا باب

محمد شاہ کی تخت نشینی تک

۱۱۳۷	بہادر شاہ کا بیان
۱۱۳۸	دکن کے کار باروں اور راجپوتوں کا بیان
۱۱۴۲	سکھوں کے فسادوں کا بیان
۱۱۴۸	جہاندار کی سلطنت کا بیان
۱۱۵۰	سفر سیر کی سلطنت کا بیان

دوسرا باب

نادر شاہ کے واپس جانے تک کے بیان میں

۱۱۶۲	سلطنت کا بیان
۱۱۷۱	نورمت کے استقلال کا بیان

صفحہ

مضمون

۱۱۹۴	نادر شاہ کے دہا ربکا بیان
	بیان اُن واقعوں کا جو اس حملہ سے ایران میں پہلے واقع ہوئے
۱۱۹۷	ایضاً
	ایران کی فتح کا بیان
۱۲۰۱	نادر شاہ کے عروج و ترقی کا بیان
۱۲۰۶	نادر شاہ اور حکومت ہندوستان کے نزاعوں کا بیان

تیسرا باب

۱۲۱۴	محمد شاہ کی وفات تک کا بیان
	بیان اس نئی چڑھائی کا جو ایران کی جانب سے ہندوستان پر
۱۲۳۳	دوبارہ واقع ہوئی
۱۲۳۸	احمد خان درانی کی تخت نشینی کا بیان

چوتھا باب

	مغلوں کی شاہنشاہی کے معدوم ہونے تک
۱۲۴۱	احمد شاہ کی سلطنت کا بیان

منجملہ بارہ حصوں مذکورالصدر کے آٹھ حصوں کے

تتمہ کی فہرست

	اُن سلطنتوں کا بیان جو دلی کی شاہنشاہی کے بعد قائم ہوئیں
	دکن کے بھمنی بادشاہوں کا بیان
۱۲۷۳	اصلی بادشاہوں کی فہرست
۱۲۷۴	قام کے بادشاہوں کی فہرست
۱۲۷۶	بیجا پور کے شاہی خاندان کا بیان جسکو یوسف ترکی غلام نے قائم کیا
۱۲۷۹	نظام شاہی خاندان کا بیان جسکی بنیاد احمد نو مسلم نے ڈالی
۱۲۸۲	قطب شاہ کے خاندان گولکنڈہ کا بیان جسکا بانی قطب قلی ترکمان تھا
	محمد شاہی خاندان پرار کا بیان جسکا بانی فتح اللہ محمد املاک ہوا
۱۲۸۴	جو ایک نو مسلم کی اولاد تھا
۱۲۸۵	پرید شاہی پیدروالی خاندان کا بیان جسکو قاسم پرید نے بنا کیا
	ایضاً
	گجرات کے بادشاہوں کا بیان

مضمون	صفحہ	صفحہ
صغفر شاہ گجراتی کا بیان	...	۱۲۸۷
مالوہ کی ریاست کا بیان جسکو دلاور غوری نے بنا کیا	...	۱۲۹۷
خاندیس کی سلطنت کا بیان جسکا پانی ملک واجہہ عربی نژاد تھا	...	۱۳۰۰
پٹنگاہ کی ریاست کا بیان	...	۱۳۰۱
جرونیور کی سلطنت کا بیان	...	۱۳۰۲
سندھ کی سلطنت کا بیان	...	۱۳۰۳
ملتان کی ریاست کا بیان	...	۱۳۰۴
باقی ریاستوں کا بیان	...	۱۳۰۵

مسلمانوں کی تاریخ

پانچواں حصہ

ہندوستان میں عرب والوں کی فتوحات سے مسلمانوں
کی حکومت کے قیام تک

پہلا باب

اہل عرب کی فتوحات کے بیان میں

اسلام کی ترقی کا بیان

جن وحشی لوگوں نے کہ ہندوستان کی سرحد سے حملے کیئے اُنکا
اثر اب تک ہندوستان میں کچھ ظاہر نہیں ہوا تھا اور اگر کاش ایسے
لوگوں کے مزاجوں میں جو ہندوؤں کی مانند اہتک اور قوموں سے الگ
تھلگ پڑے تھے ایک نئی طرح کا شعلہ نہ بھڑکتا تو شاید ہندو لوگ ایک
مدت تک اوہری لوگوں کے گھسنے سے بے کہتے رہتے *

عرب کے لوگ اپنی مفلسی کے باعث سے اور لوگوں کے حملوں سے
محفوظ تھے اور یہی باعث تھا کہ وہ لوگ آپس میں متفق ہو کر ایسی
چن و چرد اور دلاوری و بہادری پر کمر نہ باندھتے تھے کہ اُسکی بدولت
بیگانہ ملکوں پر لشکر کشی کریں *

ملک عرب کی یہ صورت تھی کہ پہاڑوں اور ریت کی کثرت سے سمندر
کے کناروں یا جزیروں کی مانند اُس میں کوئی کوئی ٹکڑا زمین کا زراعت
اور آبادی کے قابل تھا *

لوٹنے والے بھیڑ بکری کے چرانے والے جاہتا جنگلوں میں پھیلے ہوئے تھے اور جہاں کہیں کوئی کنواں پاتے تھے اور اُسکے کھاری پانی سے پیاس اپنی بجھاتے تھے وہیں کچھہ قیام اور مقام کرنے کی تھراتے تھے اور ایسے ایسے کرے میدانوں میں اونٹوں پر سفر کرتے تھے کہ وہاں کوئی اور جانور پانی چارے کے نہ ملنے سے جیتا نہیں رہ سکتا *

اگرچہ جو لوگ آبادیوں میں رہتے سہتے تھے وہ کسیقدر شایستہ بایستہ تھے مگر اوقات بستی اور اسباب معیشت کی حیثیت سے انہیں جنگلیوں کی مانند و موافق تھے اور وہ لوگ ایسے خود مختار اور جدے جدے گروہ تھے کہ انکے آپس میں آنے جانے اور ملنے جلنے کے لیئے سبک رو گھوڑوں کے علاوہ اور قافلوں کے ساتھ کرے کرے رستوں میں چلنے کے سوا کوئی ذریعہ وسیلہ نہ تھا *

ہر قوم کا سردار اپنے ذاتی رعب داب کے سوا کوئی لاؤشکر نہ کہتا تھا اور اجرا اور تعمیل اُسکے حکموں کی اُسکے ماتحت سرداروں کے ذریعہ سے ہوتی تھی جو اپنے اپنے گروہوں پر اپنی اپنی خاندانی لاگ دانست سے اختیار و حکومت رکھتے تھے *

تمام حکومت کا کار و بار وعظ و نصیحت سے چلنا تھا اور کسی شخص کی خود مختاری اور سرداری سے جب تک مزاحمت نہ ہوتی تھی کہ اُس سے عام امن و آسائش کو ضرر نہ پہونچے *

بنظر حالات مذکورہ بالا کے یہہ امر واضح ہی کہ ایسے ملک کے رہنے والے نہایت جفا کش اور محتنت کش ہونکے اور یہہ بھی ضرور ہی کہ وہ لوگ اپنے قومی قصے قضایوں کے باعث سے بڑے بڑے خطروں اور اندیشوں سے بخوبی آگاہ ہونکے اور انکی طبیعتوں میں قدرتی ولولوں اور ذاتی خیالوں کے سبب سے تمام اوصاف انکے بخوبی ظاہر ہوئے *

جفا کشی اور پڑھیزگاری انکی خصوص انکے جوڑ بندوں کی بخوبی اور رنگ ریشوں کی سختی سے واضح ہوتی ہی اور نظر کی تیزی اور مزاج کے استقلال اور چال چلن کی بخوبی سے وہ متانت ظاہر ہوتی ہی کہ اسکی بدولت وہ تمام ایشیا والوں سے ممتاز ہیں *

عربوں کے وہ ایسی قوم تھی جنہیں سے وہ پیغمبر باطل پیدا ہوئے جن کے مسائل کا دخل اور اثر ایک مدت سے نہایت قوت کے ساتھ تمام انسانوں کے ایک بہت بڑے حصہ کی طبیعتوں پر موجود ہی *

اگرچہ محمد قوم قریش کے ایک اعلیٰ خاندان میں پیدا ہوئے مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی جوانی کے زمانہ میں مفلس تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ اپنے چچا کے قافلہ تجارت کے ساتھ کئی بڑے بڑے دور و دراز سفروں میں گئے تھے اور بسبب اسکے کہ تمام اہل عرب کے اطوار یکساں اور نہایت سادہ تھے ایسے سفروں میں دولت مند لوگ بھی جفا کش ہو جاتے تھے *

جبکہ انہوں نے ایک دولت مند بی بی (یعنی خدیجہ) سے نکاح کر لیا تو بہت جلد فارغ البالی حاصل ہوئی اور اُن کاموں میں جنہیں اُن کی طبیعت بہت راغب تھی مصروف ہونیکا موقع اور فرصت ملی *

اس زمانہ میں عرب کے بہت سے لوگ بت پرست اور ستارہ پرست تھے اور ان کے اخلاق اور اطوار پر شریعت اور مذہب کی بندش بہت ہی تھوڑی تھی البتہ یہودیوں اور عیسائیوں کی چند قوموں کے عرب میں جا بستے سے اہل عرب میں بھی مذہب اور خصلت کی نسبت عمدہ عمدہ خیالات شایع ہو گئے تھے اور کہتے ہیں کہ وہ بت پرست عرب بھی ایک خداے قادر مطلق کو جس کے نیچے اور جس سے کم تر اور دیوتا بھی تھرتے تھے مانتے تھے مگر ایسی رائے اور سمجھ کا اثر بہت تھوڑے لوگوں پر ہوا تھا اور محمد کے مسائل نے جو آہستہ آہستہ ترقی پائی اُس سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ وہ مسائل اُس زمانہ کے لوگوں کے عقائد کے مطابق نہ تھے *

ملک عرب ایک خشک ملک ہے اور وہاں قدرتی زر خیزی یعنی درخت اور سبزہ اور دریا وغیرہ بہت کم بلکہ بالکل نہیں اُس لیے اہل عرب کی طبیعت کا یہہ مقتضا ہے کہ وہ ایسی ایسی باتوں اور

مخبروں پر مائل ہو رہے جو جی ہی میں سے پیدا ہوتی ہوں پس مستعد کو ایسے تصورات اور خیالات میں دل لگانیکا موقع ملا چنانچہ اسی غرض سے ہمیشہ کوہ حرا میں جاتے تھے اور گوشہ نشین ہونے کی عادت کرتے تھے *

مستعد کو وحدانیت کے مسئلہ پر اُس راہ و رسم کے سبب سی آگاہی ہوئی ہوگی جو اُنکو اپنی بی بی کے چچا پڑے بھائی کے ساتھ تھی یہ شخص علم عبری سے واقف تھا اور کہتے ہیں کہ اُس نے عہد عتیق کا ترجمہ عبری زبان سے عربی + زبان میں کیا تھا غرضکہ جو خیالات مستعد کے دلیں پیدا ہوئے تھے گو وہ کسی طرح سے پیدا ہوئے ہوں مگر وہ خیالات اُن کے دلیں ایسے پیچھے گئے تھے اور ایسے جم گئے تھے کہ قبل اُس کے کہ اُنہوں نے اپنے اس جذبہ پر کہ خداے واحد نے مجھ کو اپنی خالص پرستش اور اعتقاد کے

+ نام اس شخص کا ورقہ بن نونل تھا دیکھو تاریخ طبری جسکا حوالہ کرنیل کنیڈی صاحب نے حالات علمی یومی جلد ۳ صفحہ ۲۴۳ میں دیا ہی اور سیل صاحب کے ترجمہ قرآن کے پہلے چھپے ہوئے نسخے کے دیباچہ کے صفحہ ۲۳ کو اور بیرون ہیمر ورن پرگسٹل صاحب کی تصدیق مندرجہ روزنامہ راجل ایشیا ٹک سوسائٹی نمبر ۷ صفحہ ۱۷۲

اصل کتاب تاریخ طبری سوسائٹی میں نہیں تھی مگر اُسکا فارسی ترجمہ ابوعلی محمد البامی کا موجود ہی اس میں یہ عبارت مندرجہ ہی ”ورقہ بن نونل مردے داؤا بود و ایکون ترسا بود و یزد دین عیسی بود و خدا برا پرستیدی و کتاباے بسیار خوانده بود توریت و انجیل دانسته بود و آگاہی یافتہ بود اندر کتاباے و میدانست کہ هنگام بیرون آمدن پیغمبر است“

جارج سیل صاحب نے ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں یہ لکھا ہی ”خدایہ نے جو کچھ پیغمبر سے سنا تھا فی الفور اپنے چچا زاد بھائی ورقہ ابن نونل سے کہا یہ شخص سبب عیسائی ہونے کے عبری لکھنی جانتا تھا اور کتب اقدس کے پڑھنے میں یقینی مہارت رکھتا تھا اُس نے اس وقت خدیجہ کی راے قبول کی اور یقین دلایا کہ جو فرشتہ پہلے موسیٰ پاس آیا تھا وہی اب ہتھ پاس آیا ہی“ ترجمہ جارج سیل صفحہ ۳۰ معلقہ سنہ ۱۸۵۰ ع

بھتال کرنیکا کام سپرٹ + کیا ہی خود یقین کیا اور اپنی بی بی اور اپنے خاندان کے چند لوگوں پر ظاہر کیا انکی طبیعت کی نوبت دیوانگی اور از خود رفتگی پر پہونچی تھی اسوقت میں انکی عمر چالیس برس کی تھی اور تین چار برس بعد انہوں نے اسبات کو علانیہ شہرت کے ساتھ کہا کہ منجھکو خدا تعالیٰ نے اپنا پیغمبر کیا ہی اور دس ہوس آئندہ تک

+ دیکھو کرنیکل کیتی صاحب کی تحریر جسکا حوالہ ابھی دیا گیا ہی تاریخ طبری تیسری صدی ہجری میں یعنی سنہ ۸۰۰ و سنہ ۹۰۰ ع میں تصنیف ہوئی ہی اسی تاریخ سے مذہب اسلام کی ترقی کے نہایت قدیم زمانہ کا حال اہل یورپ کو معلوم ہوتا ہی اُسہیں جر کچھہ بیان متمد کی طبیعت کے برانگشتہ ہونے اور توہمات میں پڑنے اور آخر کار عقل میں فتر آئیکا لکھا ہی وہ صحیح اور قرین قیاس معلوم ہوتا ہی

تاریخ طبری میں بہت سی بے اصل کہانیاں اور چھوٹے قصے مندرج ہیں اور اسی لیئے اکثر حالات مندرجہ اُسکے مسلمانوں کے نزدیک معتبر نہیں ہیں بہر حال ترجمہ فارسی تاریخ طبری جو سوسنیٹی کے کتب خانہ میں موجود ہی اُس سے عبارت مندرجہ ذیل جسکا اشارہ اس کتاب کے مصنف نے کیا ہی نقل کیجاتی ہی

و چون پیغا مبر علیہ السلام آن سال معیار نشستن سپری کرد و از کوه فرود آمد سوئے خدیجہ شد و اررا گشت ترسم کہ دیوانہ شوم خدیجہ گفت چرا گفت زیرا کہ یخود علامت دیوانگی می بینم کہ چون بروز میروم آواز از سنگ و کوه می شنوم و شب چیزے بزرگ می بینم کہ خویشتن را بمن آشکارا میکنند و از در خویشتن مرا می نمایند کہ سرش در آسمان است و پایش در زمین و ندانم کہ آن چیست و نزد من می آید و خراہ کہ مرا بگیرد خدیجہ گفت یا محمد اندرہ مبر کہ خدای تعالیٰ یا اینہمہ خویہا کہ در تست از بت نا پرستیدن رزنا نا کردن و دروغ نا گفتن و امانت گزاردن و داد گری و بخایش تو بر مردمان ترا ضائع نکند و دیو را بر تو نگمارد و چون ازین نوع چیزے بینی مرا آگاہ کن یکرور پیغامبر علیہ السلام یا خدیجہ در خانہ نشستہ بود گفت یا خدیجہ آن شخص کہ مرا نمودے می بینمش خدیجہ نزد پیغامبر آمد و اررا بر کنار نشاند و گفت اکنون ہم می بینی گفت می بینم خدیجہ موع خویش برہنہ کرد گفت اکنون ہم می بینی گفتا نہ گفت مژدہ باد ترا کہ نہ دیو است بلکہ فرشتہ است اگر دیو بودے از سر برہنہ من پنهان نہ گشتے پس پیغامبر صلی اللہ علیہ و سلم بظانہ اندر دل تنگ شدے و ہرروز ہکوه خرا بر شدے و ہمی گشتے و شب بظانہ آمدے روے ترش و دل ناانہ خدیجہ ازان حدیث سخت دل ناانہ بود تا آن

انہوں نے لوگوں کے ہاتھ سے ہر طرح کے ظلم اور رنج اٹھائے اگر انکے مذہب کی بتدریج ترقی پانے اور انکے چچا اور مربی ابوطالب کے مر جانے کے سبب سے مکہ والے انکے قتل پر راغب نہوتے تو وہ ایک گمنام گرمجوش دیندار کی طرح مرجاتے مگر اس آفت اور بے کسی کے وقت میں انہوں نے مدینہ کو ہجرت کی اور ارادہ کیا کہ زور کا مقابلہ زور سے کریں اور جو شفقت اور نرمی انکے وعظ میں اب تک پائی جاتی تھی اُسکو انہوں نے اُٹھا رکھا اور جو شہرت کہ انہوں نے مذہب کے پھیلانے میں گرم جوشی ظاہر کرنے اور ظلم اور سختی سہنے سے حاصل کی تھی اُس سے زیادہ اب لشکر کی سرداری اور سپاہیانہ دلاوری اور دانائی ظاہر کرنے سے پیدا کی *

معلوم ہوتا ہی کہ محمد ابتدا میں اپنے وعظ میں صادق اور صاف دل تھے اور اگرچہ بعد ازاں لوگوں کے مقابلہ سے طیش کھاکر انہوں نے اپنے دعویٰ کی تائید فریب سے کرنی چاہی اور رفتہ رفتہ مکر اور دھوکہ بازی کے عادی ہو گئے لیکن غالب یہہ ہی کہ جو از خود رفتگی اور حرارت ابتدا سے انکی طبیعت میں تھی اُسکا اثر انکے کاموں اور فعلوں میں کسی قدر اخیر وقت تک باقی رہا *

گو انکی گرمجوشی کی اصل کچھ ہی ہو اور انکے مسئلہ کی خوبی

روز کہ خدائے تعالیٰ خواست کہ پیغمبر را رحی فرستاد و آن روز دو شنبہ بود ہیزدہم از ماہ رمضان و دیگر روایت آنست کہ دوازدهم ماہ ربیع الاول بود و پیغامبر صلی اللہ علیہ و سلم در دوازدهم ماہ ربیع الاول از مادر یزاد و ہم دریں روز برورے رحی آمد و ہم دریں روز از دنیا مفارقت کرد پس دریں روز دو شنبہ خدائے تعالیٰ جبریل را بفرستاد و بفرمودش کہ خویشتن را بدو نماے و قرآن پورے فرستاد جبریل پیامد و پیغمبر را پرکوا حرا یانت و تنہا خویشتن را بدو نمود و گفت درود پر تو یا محمد پیغامبر خدائے پیغامبر بنرسید و پر پائے خاست و پنداشت کہ دیوانہ شد و پر سر کوا آمد تا خویشتن را فرور انگند و خود را بکشد

† محمد کو لوگ گالیاں دیتے تھے اور اُنپر تھوک دیتے تھے اور خاک قالہ دیتے تھے اور اُنکا عامہ اُنکی گردن میں باندھکر معبد سے اُنکو باہر کھینچ لاتے تھے مگر وہ کچھ نہتے تھے (کرنل کنیدی صاحب کی کتاب علمی حالات بمبئی جلد ۳ صفحہ ۲۲۹)

کیسے بھی ہو مگر جس سختی اور ظلم کے ساتھ اُس مسئلہ کا وعظ اور تعلیم لوگوں کو کی گئی اور اُسکے باعث جو تعصب اور خنوزاری انسانوں میں ہوئی اُسکے لحاظ سے اُس مسئلہ کے موجد کو انسانوں کے نہایت بڑے دشمنوں میں شمار کرنا چاہیئے *

مدینہ کو ہجرت کرنے کے وقت محمد نے اپنے مذہب کے معاملہ کی تائید میں زور و جبر کو کام میں لانا جائز نہیں ٹھہرایا تھا مگر اب بیان کیا کہ خدا تعالیٰ نے بذریعہ ہتھیاروں کے پناہ لینے کی مجھے اجازت دی ہے اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد یہ بھی مشہور کیا کہ مجھ کو خدا تعالیٰ نے یہ بھی اجازت دی ہے کہ تم لوگوں یعنی اہل عرب سے کافروں کے مسلمان کرنے یا غارت کر دینے کا کام لوں معلوم ہوتا ہے کہ اِس نئی طبیعت سے جو اُنکے دل میں پیدا ہوئی اہل عرب کی طبیعتیں زیادہ تر موافق آئیں کیونکہ اُنکے پہلی مہم میں اُنکے اصحاب صرف نو تھے مگر اُنکی وفات سے پہلے جو اُنکی نبوت کے تئیسویں برس + اور ہجرت کے دسویں برس میں واقع ہوئی اُنہوں نے تمام ملک عرب کو اپنا محکوم و مطیع کر لیا تھا اور قدیم رومی سلطنت کے ملکوں پر حملہ کرنا شروع کر دیا تھا *

لوگوں میں اُنکی قدرا و منزلت صرف اُنکی طبیعت کے جنگجو اور لڑاکا ہونے ہی سے نہ تھی بلکہ جیسے وہ بڑے فتحمند تھے ویسے ہی بڑی باتوں کے دور کرنے میں بھی نام آور تھے اُنکے مروجہ مذہب کی بنیاد عہد عتیق کے عمدہ الہیات پر تھی اور اُنکا اخلاق کو اِس زمانہ کے عیسائیوں کو کیسا ہی معلوم ہوتا ہو مگر اُس زمانہ کے طور طریق سے جو عرب میں جاری تھا بہت + زیادہ عمدہ اور چوکھا تھا اور اُنکا یہ قانون بھی

+ یعنی سنہ ۷۳۲ ع میں

+ جارج سیل صاحب ترجمہ قرآن کے دیباچہ میں اِس امر کی نسبت یہ لکھتے ہیں کہ اسلام کے رواج دینے سے یا تو اُنکی یہ غرض تھی کہ آپ کو اپنے ملک کا اُسکے ذریعہ سے حاکم بنادیں یا صرف دینی حرارت اُسکا باعث تھی تمام عیسائی

کہ مجرم کا اظہار ہونے اور اس پر قنوی ملنے سے پہلے اس سے انتقام نہ لیا جاوے انکے ہموطنوں کے بے لگام جذبوں کے روکنے کے واسطے جنگجو آپسکی خانہ جنگیاں کرنے سے خون کی چات لگ گئی تھی بڑی جرات اور نہایت عمدگی کا کام تھا *

مورخ اس بات پر متفق ہیں کہ اس ارادے سے انکو غرض اپنی خواہش نفسانی پورا کرنے کی تھی اور بھی باعث اسکا اوالعزمی تھی شاید یہ بات ایسے ہی ہو مگر جو ارادے کہ انہوں نے ابتداء میں کیئے شاید وہ اس غرض سے نہیں کیئے کیونکہ یہ اصل ارادہ انکا کہ بت پرستی عربوں کو خداوند حقیقی کے نام سے واقف کریں حقیقت میں بہت اچھا اور قابل تعریف تھا اور ایک عالم متوفی نے جو یہ بات کہی کہ عرب میں جو متعدد نے بجائے بت پرستی کے ایسا ہی خراب مذہب قائم کیا جیسا کہ بت پرستی تھی میں اس سے متفق نہیں ہوں بلا شبہ متعدد بت پرستی اس بات کی صداقت کا اپنے دل سے یقین رکھتے تھے کہ خدا واحد ہی جو انکا سب سے بڑا مسئلہ تھا اور خاصکر جسکے پھیلانے میں انکو توجہ تھی باقی تمام مسئلہ اور احکام ایسے نہ تھے جنکو پہلے سے سوچ سمجھکر قائم کیا ہو بلکہ باعث انکا اتفاق اور ضرورت وقت تھی

مذہب کے رواج سے انکی کچھ ہی غرض ہو مگر جس کام کا انہوں نے ارادہ کیا تھا اُسکے پورا کرنے کے واسطے جو لیاقتیں درکار تھیں وہ بلا شبہ انکی ذات میں موجود تھیں مسلمان مورخوں نے انکی بہت سی تعریف کی ہی اور انکے مذہبی اور اخلاقی خوبیوں کی مثلاً خدا پرستی اور راست گوئی اور عدل گستری اور فیاضی اور رحیمی اور انکساری اور پرهیزگاری خاصکر فیاضی جسمیں وہ بہت مشہور تھے یہاں کیا ہی کہ انکے گھر میں روپیہ بہت کم رہتا تھا صرف بقدر ضرورت اپنے پاس رکھتے تھے اور اکثر اپنے کھانے پینے میں سے بچاکر غریبوں کی حاجت روائی کرتے تھے آخر سال پر انکے پاس کچھ باقی نہیں رہتا تھا چنانچہ صعیب بشاری میں لکھا ہی کہ خدا نے زمین کے خزانہ کی کنجیاں انکے روز پر پیش کیں مگر انہوں نے منظور نہ کیا اگرچہ مسلمان مورخوں کی تعریفوں میں طوفانی اور روداری کا شبہ کرنا زیبا ہی تاہم میری رائے میں ان تعریفوں سے یہ نتیجہ نکل سکتا ہی کہ جبکہ ایک اہل عرب یعنی محمد کی تعریف اسقدر کی ہی جسنے بت پرستی میں تعلیم پائی تھی اور اپنے مذہب سے محض ناراض تھا تو کم سے کم اخلاق انکے متوسط درجہ کے بہتہ اچھے ہونگے اور ہرگز ایسے کج خلق اور بد کردار نہ ہونگے جیسا کہ انکو ہمیشہ انگریز بیان کرتے ہیں

توجہ جارج سیل صاحب صفحہ ۲۸ و ۲۹ مطبوعہ سنہ ۱۸۵۰ ع

اسی لیے اہل عرب جو یکایک عموماً مسلمان ہو گئے سو وہ کچھ چندان جبر واکراہی سے نہیں ہوئے بلکہ رضا و رغبت سے ہوئے اور جب کہ مذہب کا جوش انکی طبیعت میں بڑے زور و شور سے برانگیختہ ہوا تو بالطبع انکا ہر خیال و فکر صرف اس ایک مقصد کی جانب مایل ہوا کہ اب اعلیٰ کلمۃ اللہ کے لیے یا تو کافروں پر فتح حاصل کرنا یا اُسکی وحدانیت اور جلالت کے دعویٰ میں مرجانا ہو مسلمان کی خواہش دلی ہوئی چاہیے اور جبکہ اختیار اور حکومت اور لوٹ اور غنیمت کا ذوق و شوق اور شان و شوکت حاصل کرنا فتح بلکہ بہشت نصیب ہونے کی آرزو اور امید انکے دلوں میں پیدا ہوئی تو ان سب باتوں سے اُس جذبہ غیر مستعدوں کو کہ فتح کرنا یا مرجانا بے انتہا مدد اور ترقی ہوئی *

پاس ہروس کے ملکوں کے دینی اور ملکی حال ایسے تھے کہ بحسب انکے اُن دلاوروں کو کامیابی کی امید غالب ہوئی جنکی طبیعتوں میں دین کی حرارت حد سے زیادہ تھی *

رومیوں کی شاہنشاہی کا وحشیوں نے حال پریشان کر کے اُسکے انتظام اور ہیئت مجموعی کو توڑ پھوڑ ڈالا تھا اور بہت سی خرابیوں کی بدولت اور اُن فرقوں کے بحث و تکرار سے جو عیسائی مذہب میں ہو گئے تھے عیسائی دین کی صورت بھی بگڑی ہوئی تھی اور ایران کی بادشاہت بھی زوال کے قریب تھی اور وہ مذہب باطل جو اُس میں رایج تھا اُسکے ضعف و زوال کی یہ صورت تھی کہ کسی مخالف کے چہرے کا محتاج تھا غرضکہ وہ بھی معدوم ہونے پر آمادہ تھا + یہاں تک کہ عرب والوں کو ایران میں کامیاب ہونے کے لیے انکے ضعف مذہب سے کم سے کم اُسقدر

+ وہ نسانی زور و قوت جو مزدک نامی ایک جھوٹے پیغمبر نے ایران کے بادشاہوں یعنی کیکاؤس اور دھانکی رعایا پر حاصل کی اور اُنکو غلام اپنا بنایا تو اُس سے پہلے دریافت ہوتا ہی کہ محمد کی ولادت سے پورے ۷۲۷ برس پہلے ایران پر عرب کے مذہب کا کیا حال تھا

امداد و اعانت حاصل ہوئی ہوگی جسقدر کہ ہتیاروں سے تائید انکی ہوئی ہوگی اور ایرانیوں کا مذہب بھی ایسا ہی ہوا ہوا بدل گیا جیسا کہ انکا تمام ملک فتح ہو گیا اور پچھلے وقتوں میں عرب والوں کا دین ایرانی کی مانند ایسی بڑی بڑی قوموں میں پھیلا کہ وہ کسی طور انکے قابو کی نہ تھیں † *

محمد نے شام کی جانب سے روم کی سلطنت پر چڑھائی کی اور بعد انکی وفات کے چھ برس کے اندر اندر سنہ ۶۳۸ ع میں انکے خلیفوں نے روم اور مصر کو تخت حکومت کیا اور بعد اسکے افریقہ سنہ ۶۴۷ ع سے سنہ ۷۰۹ ع تک اور اسپین سنہ ۷۱۳ ع میں جو رومیوں کے قبض و تصرف میں تھا فتح ہوا یہاں تک کہ مسلمانوں نے بعد انکی وفات کے سو برس کے اندر اندر ملک فرانس کے قلب ‡ تک اپنی حکومت کو پہنچایا *

ایران کی فتح کا بیان

جنوب اور مغرب میں جو بڑے بڑے معاملے اور بڑی بڑی مہمیں انکو درپیش تھیں انکے پیش آنے سے انکے مشرقی کار و بار میں کسی طرح کا خلل نہ ہوا چنانچہ سنہ ۶۳۲ ع میں انہوں نے ایران پر حملہ کیا اور تمام ایرانی فوجوں کو قادیسیہ کی ایک بڑی کڑی لڑائی میں جو سنہ ۶۳۶ ع میں واقع ہوئی تھی خراب اور پریشان کیا یہاں تک کہ جب بعد اسکے اور دو لڑائیاں † ہوئیں تو تمام ایران کی سلطنت پر تسلط حاصل

† اس بیان سے خاص کر قاتاری قومیں مراد ہیں لیکن ایسے ملکوں میں اسلام کے پھیلنے کا جہاں اہل اسلام کو ہتیار کرنے کی ثبوت نہ پہونچھی ملایا اور ایشیا کے جزیرے بھی ثبوت ہیں

‡ سنہ ۷۳۲ ع میں چارلس مارٹل کے ہاتھوں پائٹائیبرز اور ٹورز میں مسلمانوں کو شکست ہوئی

§ ایک وہ لڑائی جو سنہ ۶۳۷ ع میں جلالہ در اور دوسری وہ جو سنہ ۶۴۲ ع میں تھارند پر واقع ہوئی

ہوا اور والی ایران جان بچا کر بھاگا اور بھتر اکیس یعنی دریائے جیہڑوں سے پار اتر گیا *

جب کہ خلیفہ دوم حضرت عمر کا انتقال + ہوا تو تمام ایران شرقی ہرات تک جو بقدر وسعت زمانہ حال کی سلطنت ایران کے تھے عرب کی سلطنت میں ملائی گئی *

سنہ ۶۵۰ ع مطابق سنہ ۳۰ ہجری میں ایک بغاوت کے باعث سے جو ایران میں واقع ہوئی تھی ایران کے نکالی ہوئے بادشاہ کو بخت آزمائی کی ہوس دامنگیر ہوئی مگر وہ کامیاب نہ ہوا بلکہ انجام اُسکا یہہ ہوا کہ بھتر اکیس کے متصل مارا گیا اور عرب کی وہ حد شمالی دریائے مذکور تک بڑھ گئی کہ اُس میں بلخ اور کوہ ہندوکش کے سلسلہ کے تمام شمالی ملک داخل ہو گئے اور حد شرقی وہ ناہموار تگڑا تھا جو ہندوکش کے سلسلہ سے سمندر تک جنوباً شمالاً پھیلا تھا اور ایران کے جنگل سے دریائے اتک تک شرقاً غرباً پھیلا ہوا تھا اور یہہ مشرقی حد سنہ ۶۵۱ ع مطابق سنہ ۳۱ ہجری میں قائم ہوئی *

وہ تگڑا ملک کا جو ہندوکش کی شاخوں میں شامل ہی اور آج اُس میں اماق اور ہزاری لوگ آباد ہیں اُن دنوں شمالی حصہ اُسکا غور کے پہاڑوں کے نام سے مشہور اتفاق تھا اور معلوم ہوتا ہی کہ بیچ کا حصہ اُسکا کوہ سلیمان کے سلسلہ میں شامل تھا اور جنوبی حصہ اُسکا مکران کے نام سے مشہور و معروف تھا *

کوہ مکران اور سمندر کے درمیان ایک تنگ تگڑا ریگستان کا ہی اور اس قسم کے خطہ کے علاوہ جو غزنی کے متصل مغرب کی جانب کوہ سلیمان اور کوہ غور میں حد فاصل واقع ہوا بہت سے بلند میدانوں کو کوہ سلیمان کا سلسلہ محیط ہی *

جس زمانہ میں کہ مسلمانوں نے حملہ کیا تو اُن دنوں کوہ مکران میں بلوچ اور کوہ سلیمان میں افغان آباد تھے جو آج تک اپنی اپنی

جگہ بستی ہیں *

یہ بات بخوبی ثابت نہیں کہ جب غور کے پہاڑوں میں کون لوگ بستی تھے مگر افغان انکو سمجھنا قرین قیاس ہی اور منجملہ غور کے پہاڑوں کے جو پہاڑ ہندوکش کے سلسلہ میں مشرق کی طرف اٹک تک پہنچے ہوئے تھے غالباً انہیں ہر اپامانیسس والے ہندوؤں کی آل و اولاد آباد تھی *

اگر آج کل کی آبادی پر ہم قیاس کریں تو کوہ مکران اور کوہ سلیمان اور دریائے اٹک کے میدانوں میں جانت لوگ بستی تھے اور پہاڑوں کے مغربی طوف اوپر کے ملکوں میں ایرانی لوگ آباد ہونگے *

سنہ ۳۴ ہجری میں اس خود سر ملک پر حملہ ہوا اور مرو سے کابل تک عرب والے کھس گئے اور بارہ ہزار کافروں کو مسلمان کیا + * ظن غالب یہ ہے کہ اگر والی کابل کو بالکل مطیع و مستحکم نہ کیا ہوگا تو باج گزار اپنا بلا شبہہ کیا ہوگا اسلیئے کہ یہ مورخوں نے بیان کیا ہے کہ اُسکی سوتابی کی بدولت سنہ ۶۲ ہجری میں اُسپر دوبارہ لشکر کشی ہوئی + *

حسب اتفاق ایک آفت ناگہانی میں یہاں عرب والے مبتلا ہوئے کہ وہ ایک اوکھی گھاٹی میں گھر گئے اور کام ناکم انکو اطاعت کرنی پڑی اور بہت مال اسباب دیکر قید سے رہا ہوئے کہتے ہیں کہ اس لڑائی میں ایک صحابی تھے کہ انہوں نے کسی کافر کی کسی طرح سے اطاعت نہ کی اور کافروں کے مقابلہ میں جان اپنی نثار کی § *

مگر انتقام اس ذلت و رسوائی کا حاکم سیستان نے جو اہل عرب کہیں سے تھا بہت جلد لیا اور یہ داغ ایک تخت اُسوقت مٹایا گیا کہ سنہ ۸۰ ہجری میں عبدالرحمن حاکم خراسان نے بہت فوج سمیت آپ

+ سنہ ۶۶۳ ع ہری صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۲

+ سنہ ۶۸۲ ع ایضاً صفحہ ۵

§ پیرایس صاحب کا مرقۃ مندرجہ خلاصۃ الاخبار جلد ۱ صفحہ ۲۵۲

کابل پر دھارا کیا اور دشمن کے دام فریب سے محفوظ رہ کر ملک کے بڑے حصہ دبانے تک مضبوط و مستقل رہا اور جو بڑے کام اس مہم میں اُس سے ظہور میں آئے تو اُنکے باعث سے احتجاج حاکم بصرہ جسکا یہہ بہادر ماتحت تھا اور تاریخ عرب میں نام اُسکا جوڑ و ستم سے معروف ہی زنجیدہ ہوا مگر عبدالرحمن نے اُسکی بدباطنی سے اُسکے بڑے پیش آنیکا اندیشہ کیا اور سرتابی پر کمر باندھی یہاں تک کہ اُسنے بصرہ فتح کیا اور کوفہ پر جو بعد اُسکے دارالسلطنت ہوا قابض و متصرف ہو گیا اور دمشق پر بھی لشکر کشی کا ارادہ کیا جو خلیفہ وقت کا دارالخلافہ تھا اور یہہ قصے قضاے چھ برس یعنی سنہ ۶۹۹ ع سے سنہ ۷۰۵ تک قائم رہے اور والی کابل عبدالرحمن کی اعانت کرتا رہا یہاں تک کہ جب عبدالرحمن نے شکست کھائی اور دوست اُسکا والی کابل کہیں پناہ اُسکو ندیسکا تو وہ اپنے ہاتھوں مر گیا * †

تاریخ فرشتہ والا کہتا ہی کہ اس زمانہ میں تمام افغان مسلمان تھے اور افغانوں کی روایات سے یقین اپنا ظاہر کرتا ہی کہ خاص آنحضرت کے وقت میں افغان ایمان لچکے تھے وہی مورخ لکھتا ہی کہ سنہ ۶۲۳ ہجری میں ہندوستان پر افغانوں نے بہت جلد حملہ کیا اور لاہور کے راجہ سے جنگ و جدال اُنکا یہاں تک قائم رہا کہ اُنہوں نے قوم گھاگر سے جو اُنک کے شرقی جانب پہاڑوں میں پھیلی ہوئی تھی اتفاق کر کے والی لاہور کو اسباب پر مجبور کیا کہ وہ اپنے ملک کا کسب قدر حصہ افغانوں کو حوالہ کرے اور اُسکی

† خلاصۃ الاخبار اور تاریخ طبری میں جنکا حوالہ پرایس صاحب نے اپنی کتاب کی جلد ۱ صفحہ ۳۵۵ سے صفحہ ۴۶۳ تک دیا ہے شاہ کابل کی قومیت کی نسبت مختلف رائیں ہیں اور اسلیئے کہ شہر ایسی جگہ واقع ہی جہاں پر اپامائیسس والے ہندوؤں اور افغانوں اور ایرانیوں اور تاتاریوں کی حدیں ملی ہوئی ہیں تو قوم اُسکی مشتبہ ہو گئی اور افغان ہونا اُسکا اسلیئے غالب نہیں کہ افغانوں کے قبض و تصرف میں کابل کبھی نہیں رہا اور جب کہ کوئی دلیل اپنے ہاتھ نہ آئی تو اُسکے ملک کی زمانہ حال کی آبادی اور فردوسی کے اس بیان سے جو تاریخ غزنی میں مندرج ہی کہ کابل کا بادشاہ ایرانیوں کا اکثر معرکوں میں مددگار رہا چہہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ بادشاہ بھی ایرانی تھا

عوض میں اقرار اسباب کا پوشیدہ کیا کہ اور مسلمانوں کے حملوں سے تم محفوظ رہو گے چنانچہ تاریخ فرشتہ والا لکھتا ہی کہ اسی عہد کے باعث سے خاندان سامانی نے پنجاب کا ارادہ نکیا سند پر ہی دھارے کرتے رہے *

اسی مورخ کا یہہ بھی بیان ہی کہ افغانوں نے اپنے ملک میں اُن عرب والوں کو پناہ دی تھی جو دوسری صدی ہجری میں سند سے نکل کر آئے تھے *

واضح ہو کہ اس مورخ نے جو کہانی افغانوں کے تعلق کی پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ لکھی ہی اگر اُس سے قطع نظر کر کے دیکھا جاوے تو حال مذکورہ بالا قرین قیاس معلوم ہوتا ہی اگرچہ محمود کے زمانہ تک وہ قوم مفتوح نہیں ہوئی تھی مگر ممکن ہی کہ وہ تھوڑی بہت محمود سے پہلے مسلمان ہو گئی ہو *

غالب ہی کہ عرب والوں نے اُنکو ایسے حصوں اور مخصوص مغرب کی جانب میں مطیع اپنا کیا ہوگا جہاں کمال اسانی سے گذر ہو سکتا تھا مگر پہاڑوں میں بہت سے مقام ایسے ہیں کہ اُنکے حق میں یہہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اب تک بھی مطیع ہوئے *

حال اُنکے پہلے مذہب کا اسباب کے سوا زیادہ معلوم نہیں ہو سکتا کہ بلخ کے اتصال اور ایران کے تعلق کے سبب سے وہ آتش پرست ہوئے اور مسلمانوں کی تاریخوں سے اسلئے خوب اگلی حاصل نہیں ہو سکتی کہ اُنہوں نے ہر قوم کے کافروں کو خلط ملط کر دیا *

مسلمانوں کی پہلی چڑھائی ہندوستان پر

سنہ ۶۶۲ ع مطابق سنہ ۲۴ ہجری میں پہلے پہل مسلمانوں کا قدم ہندوستان میں جب آیا کہ اُنہوں نے کابل پر پہلی بار چڑھائی کی اور مہلب ابن ابی صفرو جو بعد اُس عہد کے ایران و عرب میں بڑا سپہ سالار ہوا اُس فوج سے الگ ہو کر جو کابل پر دھارا کرنے آئی تھی ملتان تک

پہونچا اور بہت سے لوگوں کو پکڑ کر لینگیا اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مقصود اُس سردار کا یہہ تھا کہ کابل اور ملتان کے درمیانی ملکوں کا حال دریافت کرے چنانچہ جو حال اُس نے لکھا تو اُس سے مسلمانوں کے دل نہ بڑھے غرض کہ وجہہ کوئی ہو مگر یہہ تحقیق ہی کہ مسلمانوں نے عرب کی سلطنت کے قیام تک ہندوستان کے شمالی جانب کا ارادہ نہ کیا *

ملک سند کی فتح کا بیان

دوسرا حملہ ہندوستان پر بڑی مضبوطی سے ہوا اور وہ حملہ ایران کی حد جنوبی سے دہانہ اٹک کے پاس ہروس کے ملکوں پر کیا گیا اور یہہ ملک ایک ہندو راجہ کے قبضہ و تصرف میں تھا اور مسلمان لوگ اُسکا نام داہیو بتاتے ہیں اور وہ شہر آلر جو بکر کے متصل ہی دارالامارت اُسکا تھا اور سند اور ملتان اور شاید اٹک کے پاس کا میدان کالی باغ کے پہاڑوں تک اُسکے تختہ حکومت تھا اور تمام ملک اُسکا رشتہ داروں پر اُس طور و طریقے سے منقسم تھا + جو اب تک راجپوتوں میں جاری ہی *

سمندر کی راہ سے سند پر عرب والوں کا آنا ابتدا ہی کے زمانہ میں یعنی حضرت عمر خلیفہ کے عہد میں ہوا اور اگر ایسا ہی ہوا ہوگا تو غالب یہہ ہی کہ سند کی حسین عورتوں کے لیے لٹیروں نے ارادہ

+ بری صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۱ وغیرہ اور کپتان مرکو صاحب کی تحریر مندرجہ روزنامہ ریل ایشیاٹک سوسائٹی نمبر ۱ صفحہ ۳۶ ابراہیم نے داہیو کی عملداری میں کشمیر کو شمار کیا مگر اُس عہد میں خاص کشمیر پر اُسی کا ایک بڑا راجہ قابض تھا اور اُسکے مورخ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ سارے ہندوستان کا راجہ تھا جیسے کہ اور بڑے راجوں کی نسبت دعویٰ کیا ہی مگر ملک سند اس دعوے سے مستثنیٰ رہا کپتان پائینگر صاحب نے جو سند والوں کے بیان اپنی کتاب کے صفحہ ۳۸۶ میں نقل کئی تو اُنکے بموجب سند کی سلطنت مازار اور کابل تک تھی اور جو حالات اُسکے کپتان برنس صاحب کو دریافت ہوئے اور اپنی تاریخ کی جلد ۳ صفحہ ۷۶ میں اُنکو مندرج کیا تو اُنکی رو سے قنوج اور قندھار اُس میں زیادہ معلوم ہوتا ہی *

کیا ہوگا اسلئے کہ ملک عرب میں اس ملک کی حسین عورتوں کی کمال آرزو تھی † *

شروع اسلام میں جو جو خلیفہ ہوئے اُنکے وقتوں میں بھی مکران کے جنوب میں اکثر فوجیں روانہ کی گئیں تھیں مگر کف دست میدانوں اور بیابانوں کی کثرت سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی شخص اُس ملک میں کامیاب نہوا اور وہ بھی ملک ہی جو جدروزہ کے نام سے نامی گرامی ہی اور سکندر کی فوجوں نے بہت سی تکلیفیں اُس میں اُٹھائی تھیں *

آخر کار ولید کے عہد سلطنت میں مسلمان اس ناگامی سے بڑے جوش میں آئے اور بڑی بڑی کوششیں کیں اور جب کہ دیول سند کے بندر میں ایک عربی جہاز پکڑا گیا تو عرب والوں نے راجہ داهیر کو یہہ لکھا کہ وہ جہاز ہمارے حوالہ کرو چنانچہ راجہ نے یہہ عذر پیش کیا کہ وہ بندر میری حکومت سے خارج ہے مگر مسلمانوں نے یہہ عذر اُسکا قبول کیا اور اُسکے تدارک کے لئے تین سو سوار اور ایک ہزار پیادے روانہ کیئے مگر چونکہ یہہ فوج کافی تھی تو پہلی طرح سے سب غارت غول ہو گئے آخر کار احتجاج حاکم بصرہ نے چہہ ہزار سپاہی بعتسب قاعدہ شیراز میں تیار کیئے اور اپنے بھتیجے محمد قاسم کو جسکی عمر بیس برس سے زیادہ تھی سردار اُسکا مقرر کیا چنانچہ سنہ ۷۱۱ مطابق سنہ ۹۲ ہجری میں وہ سردار اپنی فوج سمیت اس سامان سے دیول کی روئی تک پہونچا کہ پاس اُسکے محاصرہ کی وہ کلیں موجود تھیں جنکے ذریعہ سے محصوران حصار پر تیر اور پتھر برساتے ہیں اور وہ مندر جو شہر کے متصل واقع تھا اُسپر حملہ کیا اور لڑائی شروع کی یہہ مشہور مندر ایسا تھا کہ چار دیواری اُسکی اُن مندروں کی مانند بلند اور سنگین تھی جو انگریزوں کی پہلی لڑائیوں کے وقتوں کراتک میں موجود تھے اور اُن برہمنوں کے علاوہ جو اُس میں رہتے رہتے تھے بہت سے راجپوت اُسکے محافظ و ناصر تھے *

جب کہ محمد قاسم اُن مشکلوں میں مبتلا تھا جو اُسکو پیش آ رہیں تھیں تو اُسکے اسپروں میں سے بعض قیدیوں نے یہہ بات کہی کہ محصوروں کے اعتقاد میں مندر کا سلامت رہنا اس جھنڈی پر موقوف ہی جو مندر کی چوٹی پر منصوب ہی چنانچہ محمد قاسم نے اُس جھنڈی کو کلن کا نشانہ بنایا اور کمال سعی و کوشش سے اُسکو گرا دیا جس سے وہ جھنڈا گرا تو محصوروں کو ایسی ہریشانی ہوئی کہ کمال آسانی سے مندر فتح ہو گیا *

جب کہ مندر فتح ہوا تو محمد قاسم نے پہلے پہل یہہ بات چاہی کہ برہمنوں کی خننا کیجاتوے مگر جب برہمن لوگ اسپر راضی نہ ہوئی تو صاف اُس نے یہہ حکم سنایا کہ سترہ برس کی عمر سے زیادہ قتل کئی جاویں اور بعد اُسکے جو باقی رہیں اونڈی غلام بنائی جاویں معلوم ایسا ہوتا ہی کہ مندر کے فتح ہوتے ہی شہر بھی فتح ہو گیا اور مال و اسباب کثرت سے ہاتھ آیا جسکا ہانچراں حصہ حجاج کے واسطے الگ کیا گیا اور باقی رہا سہا فوج پر تقسیم ہوا اور جب کہ وہ شہر فتح ہوا تو راجہ داہیر کا ایک بیٹا جو مقام دیول میں مالکانہ یا رفیقانہ رہتا تھا برہمن آباد کو چلا گیا اور بقول تاریخ فرشتہ والے کے محمد قاسم کے بہادرروں نے برہمن آباد تک اُسکا پیچھا کیا یہاں تک کہ بچند شروط اُسکو مطیع ہونے پر مجبور کیا بعد اُسکے محمد قاسم نیروں پر حملہ آور ہوا جو اب حیدر آباد سند کے نام سے معروف و مشہور ہی اور وہاں سے کوچ کر کے سہوان کا محاصرہ کیا + * باوجود اُسکے کہ سہوان کا قلعہ قدرتی مضبوطی اور ذاتی استحکام رکھتا تھا سات دن کے عرصہ میں فتح ہو گیا اور فوج اُسکی جان بچا کر سالم گڑھی میں گھس گئی اور وہ گڑھی بھی کمال آسانی سے فتح ہو گئی *

واضح ہو کہ محمد قاسم کے یہاں تک بڑھے آنے میں کوئی کڑی

+ کپتان مرڈر کی تحریر مندرجہ روزنامہ رائے ایشیاٹک سوسائٹی نمبر ۱ صفحہ ۳۰ و ۳۲ کا ملاحظہ کرنا چاہیئے

روک ٹوک آگے نہ آتی مگر بعد اُسکے وہ قوی فوج اُسکے مقابلہ پڑی جو
راجہ کے بڑے بیٹے کے زیر حکومت تھی *

بازپرداری کی موبیشیوں کا یہہ حال ہوا کہ وہ بھی گھٹنے لگی تھیں اور
جب کہ یہہ قصہ پیش آیا تو اُسکو امداد جدید کا انتظار اور فوج کے
ساز سامان کی درستی کے لیے ایک جگہہ ٹھہرنا پڑا چنانچہ تھوڑے دنوں
بعد ایران سے دو ہزار سوار اُسکی کمک کو پہونچے یہاں تک کہ وہ آگے
بڑھنے اور آکر کے قرب و جوار میں لڑنے بھڑنیکے قابل ہوا اگرچہ یہاں تک
پہونچنے میں بہت سی لڑائیاں پیش آئیں مگر وہ ایسی نہ تھیں کہ کسیکی
علانیہ فتح سمجھی جاتی *

اس جگہہ خود راجہ سے مقابلہ ہوا جو حفظ دارالسلطنت کے
لیئے پچاس ہزار آدمی لیکر آگے بڑھا تھا اور جب محمد قاسم نے اپنی
خطر ناک حالت پر غور و تامل کیا اور فوج کی کمی کی طرف سے اندیشہ
ناک ہوا اور یہہ بات سوچا کہ اگر خدا نخواستہ شکست اہنی ہوئی تو
اپنے گھر تک جانا ممکن نہوگا پس اُسنے ایک مناسب جگہہ پسند کی اور
ہندوؤں کے حملہ کا انتظار کیا چنانچہ اُسکی خوش نصیبی نے قائم اُسکی
ہوشیاری کی بخوبی کی یعنی جبکہ ہندو عین لڑائی کی دور دھوپ میں
آبادہ و مستعد تھے تو خاص سوار کی کے ہاتھی کے ایک ہاں آکر لگا جسکے
صدمہ سے وہ راجہ کو لی بھاگا اور کسیکی روک تھام اُسکے کام نہ آئی یہاں
تک کہ قریب اُسکے ایک دریا بہتا تھا اُسیں لیکر گھس گیا اور راجہ سمیت
اُسنے غوطہ کھایا اور جب کہ وہ سردار اس صورت سے میدان جنگ سے
باہر گیا تو اُسکی فوج کے دلوں پر وہ برا اثر پیدا ہوا جو ایشیا کی فوجوں
کے دلوں پر ایسے بڑے وقتوں میں پیدا ہوتا ہی اور باوصف اُسکے کہ راجہ
تیر سے زخمی بھی ہو گیا تھا ہاتھ پانوں پیٹ کر دریا سے نکلا اور گھوڑے
پر سوار ہو کر بڑی جوانمردی کے ساتھ پھر دشمن کا سخت مقابلہ
کیا لیکن کرم کے لکھے کو مہمت نسکا یعنی گور بہت سی جرات کی مگر

بہشت اُسکے بار نہوئے چنانچہ وہ عرب کے لشکر میں گھسکر مارا گیا † *
 وہ بیٹا راجہ کا جو جان بچاکر برہمن آباد کو چلا گیا تھا اُسکی نامزدی
 کا تدارک اُسکی بیوہ ماں نے ایسا کیا کہ اُسنے راجہ کی پریشان فوج کو
 جمع کیا اور شہر اپنا بچایا یہاں تک کہ جب کھانے پینے کے ذخیرے بھی
 پورے ہو گئے تو بھی ہمت اُسکی بندھی رہی اور انجام اُسکا یہہ ہوا کہ
 اُسکی دلاوری دیکھ کر اُن راجپوتوں نے اپنی قوم کے طور و طریقے پر ساتھ
 اُسکے جان لڑائیکا قصد مصمم کیا جو ساتھ اُسکے محصور تھے چنانچہ
 عورتیں اور بال بچے آگ جلاکر چل مرے اور مردوں نے یہہ کام کیا کہ
 نہا دھوکر ایک دوسرے کے چھوڑنے اور اس دار فانی سے رخصت ہونے
 پر آمادہ ہوئے چنانچہ شہر کے دروازہ کھولکر تلواریں پکڑیں اور دشمنوں
 میں گھسکر سب کے سب مارے گئے *

منجملہ سپاہیان قلعہ کے جو لوگ اس جانبازی میں شریک نہوئے
 انہوں نے اپنی جان بچانیکا کچھہ پھل نہایا اسیلئے کہ جب بستی کے
 دروازے کھلے تو دشمنوں نے چاروں طرف سے حملہ کیا اور جسکو ہتیار بند
 پایا اُسکو قتل کیا اور اُسکے بال بچوں کو لونڈی غلام اپنا بنایا ‡ *

واضح ہو کہ مقام اشکندرا کی میں بھی ویسا ہی ہندوؤں نے بڑی بہادری

† اگرچہ کسی خاص بیان سے یہہ بات واضح نہیں کہ محمد قاسم دریائے اٹک
 سے کہاں پار ہوا مگر یہہ ثابت ہی کہ یہہ لڑائی اٹک کے بائیں کنارے پر ہوئی پہلے وہ
 اٹک کے مغربی کنارے پر مقام رادر میں گیا اور ہندو کی فوجیں دوسرے کنارے پر
 اکٹھی تھیں اور جب تک کہ محمد قاسم کو دریا کے پار آنے کا دستہ ملا تو طریقہ کی
 فوجیں کئی بار متحرک ہوئیں جن مقاموں کے نام بیان کیئے گئے وہ جیواڑ اور بیت اور
 رادر وغیرہ ہیں اور معلوم ہوگا ہی کہ محمد قاسم نے اٹک کے دار اپنی فوج کی صف
 آرائی جہم اور گرگند میں کی اور لڑائی سے پہلے وہ ساگرہ میں مقیم تھا جو جہم
 کے علاقہ میں ہی اور واضح ہو کہ یہہ مقام اب نقشوں میں نہیں ملتی — تاریخ ہند
 و سند

‡ برکز صاحب کا ترجمہ تاریخ نوشتہ جلد ۲ صفحہ ۲۰۹ اور ثات صاحب کی
 تاریخ راجستان جلد ۱ صفحہ ۳۲۷

§ پائینگو صاحب کی کتاب صفحہ ۳۹۰ اور مودو صاحب کی تہذیب مندرجہ
 روز نامہ رائل ایشیائیک سوسائٹی نمبر ۱ صفحہ ۳۱

اور رگڑے چھوڑنے کے ساتھ اہل اسلام کا مقابلہ کیا جیسے کہ مذکور
ہوا اور بعد اُسکے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تمام ملتان بلا مقابلہ فتح ہو گیا
اور مسلمانوں کو اترنے مرنے بدون اسوقت تک کامیابی حاصل ہوتی رہی
کہ راجہ دھیر کی ساری فوجوں پر مسلط ہو گئے *

جو برتاؤ کہ اہل اسلام اُن لوگوں سے بہرتے تھے جن پر اُنہوں نے فتح
پائی تھی اُن سے اعتدال اور خونریزی عرب کا حال آغاز فتوحات کی

|| دیوگ کا بندر کرانچی بندر کے پاس بروس میں کوئی مقام ہوگا اور نرشتہ
والی کا بیٹہ بیان کہ شاید وہ تاتا کا بندر تھا اسلیئے صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ یہ
شہر اگرچہ جہازوں کے واسطے بڑا بندر ہی مگر سمندر تک اُس سے رسائی ممکن
نہی اور اُن موانع کے باعث سے جو دریا کے دھانے پر ہیں کشتیوں کے سوا کسی جہاز
وغیرہ کا بندر میں آنا ہوگز ممکن نہیں مرنو صاحب کی تصویر مندرجہ روز نامہ
رایک ایشیاٹک سوسائٹی صفحہ ۲۹ اور پرنس صاحب کا سیاح نامہ جلد ۳
صفحہ ۲۲۲ اُنکے اُس بیان سمیت جو اُنہوں نے اُنک کے سب دھانوں کا اپنے
چرتے باب میں کیا ہی برہمن آباد کا موقع اُن پورے کھنڈروں سے قیاس کیا جاتا
ہی جو زمانہ حال کے آباد شہر تاتا کے متصل ہیں (پرنس صاحب کا
سیاح نامہ جلد ۳ صفحہ ۳۱ اور اُن ہندوستانیوں کی رائے جسکو کپتان مرنو
صاحب نے روز نامہ ایک ایشیاٹک سوسائٹی نمبر ایک صفحہ ۲۸ کے ایک حاشیہ
میں بیان کیا ہی) مرنو صاحب کا یہ خیال کرنا کہ برہمن آباد اُنک کے دریا کے موجودہ
دھانے کے دوسری طرف ایسی جگہ آباد تھا جو تاتا سے زیادہ تو شمال و مشرق کی جانب
واقع ہی ایک عجیب بات ہے اگرچہ یہ موقع اُس لیے زیادہ قریں قیاس ہی کہ
راجہ دھیر کا بیٹا آکر سے بھاگ کر اسی مقام کو گیا ہوگا شاید دو مختلف مقام تھے
ایک برہمن آباد اور دوسرا برہمنہ اور سہوان اب بھی موجود ہی اور آلو جو سند
کا دارالسلطنت تھا اُسکے پورے کھنڈروں کو کپتان پرنس صاحب نے دریائے اُنک پر پکو
کے پاس دیکھا ہی (پرنس صاحب کا سیاح نامہ جلد ۳ صفحہ ۷۶) متضد قاسم
کے سالم کے پاس کے خاص خاص کوچ اور دریائے اُنک سے عبور کرنے کے موقع کی نسبت
کئی شبہ ہیں مگر ملک میں داخل ہونے اور جگہ جگہ تاخیر تاراج کرنے میں
کچھ شک شبہ نہیں تاریخ نرشتہ والے نے اُس مقام کو اجدر لکھا ہی جہاں بڑی
لڑائی پڑی اور بڑا محاصرہ پیش آیا مگر غالب یہ ہی کہ یہ کاتب کا سہو ہی
کہ آکر کی جگہ جو بھائے آکر کے مشہور ہی اجدر لکھا گیا

مانند ظاہر ہوتا تھا چنانچہ جب کسی بستی پر حملہ کیا جاتا تھا تو بستی والوں سے پہلے پہل یہہ درخواست کیجاتی تھی کہ تم اسلام قبول کرو یا جزیہ ادا کرو اور انکار کی صورت میں بستی پر حملہ ہوتا تھا اور ہتھیار بند آدمی قتل کیئے جاتے تھے اور اہل و عیال اُنکے لونڈی غلاموں کی طرح بکتے تھے چنانچہ چار شہروں نے اطاعت سے انکار کیا اور لڑنے مرنے پر آمادہ ہوئے اور آخر کار اُنکی گردن مارے جانے اور اُنکے چہرے بچوں کے لونڈی غلام بنانے کی نوبت پہونچی اور منجملہ اُنکے جس قدر آدمی دو شہروں میں قتل ہوئے اوسط تعداد اُنکی چھ ہزار تھی اور باوصف اُسکے سوداگر لوگ اور پیشہ والے اور باقی رہنے والے علاوہ اُسوقت کے جو حملے کی لپیٹ سپیت میں آجاتے تھے ہر طرح کی تکلیفوں سے محفوظ رہتے تھے *

جبکہ جزیہ شہر والوں سے ہر ضا و رغبت یا بچہر و اکراہ وصول ہو جاتا تھا تو اُنکو حسب دستور قدیم اپنے رسوم مذہب کے اجرا و ادا کا اختیار حاصل ہوتا تھا اور جبکہ خود راجہ بھی اداے جزیہ پر راضی ہو جاتا تھا تو راج اُسکا اُسکے قبضہ میں رہتا تھا اور صرف اُسکو وہی تعلق باقی رہتا تھا جو عام باج گزار حاکموں کو ہوتا ہی *

غیر مذہب کے مراعات سے ایک سوال ایسا دشوار و پیچیدہ معلوم ہوا کہ محمد قاسم اُس میں حیوان ہوا اور عرب کو اُس نے لکھا بیان اُسکا یہہ ہی کہ جن شہروں پر کڑے کڑے حملے کیئے گئے اور ہندوؤں کے مندر خراب اور برہمنوں کے روزینہ اور جاگیریں ضبط ہوئیں اور مذہبی رسوم کی ممانعت کی گئی تو پھر اُنکو اجراء رسوم اور بت پرستی کی اجازت دینا مزاحمت نہ کرنے سے زیادہ بت پرستی کا مدد و معاون ہونا ہی جواب اُسکا یہہ ملا کہ جب لوگوں نے جزیہ قبول کیا تو حقوق رعایا کے مستحق ہو گئے اور مندروں کی تعمیر اور رسومات کے اجرا کی اجازت دی گئی چاہئے اور جو جاگیریں کہ برہمنوں کی ضبط کی گئیں وہ گداشت کیجاویں اور تین روپیہ سیکڑا ملک کے محصولات پر جو ہندو حکام اُنکو دیتے تھے وہ حکومت

اسلام سے بھی ملائیں اگرچہ محمد قاسم کا نوعمری اور شہنشاہ کا عالم تھا مگر معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہوشیار اور دلجوئی کرنے والا تھا چنانچہ اُسے بہت سے راجاؤں کو ترغیب دیکر لڑائیوں میں شریک اپنا کیا اور جب لڑائی پوری ہوئی تو اُسے اس پرانے ہندو کو جو راجہ دھیر کے عہد سلطنت میں وزیر اعظم اسکا تھا واپس اپنا بنایا اور اس سے واضح ہوتا ہے کہ اُسے حقوق قدیمہ کی حفظ و مراعات اور قواعد و قوانین کے قیام و اجرا کے قابل سمجھا + *

مسلمان مورخوں نے یہ بیان کیا کہ محمد قاسم نے قنوج کی جانب کوچ کی طرح دہلی کو گنگا کے قریب واقع ہے اور اُس کے زمانہ کا ایک مورخ ‡ ایک ایسے مقام پر پہنچنا اُسکا بیان کرتا ہے جو اودے اور سمجھا جاتا ہے مگر محمد قاسم کے پاس کل چھ ہزار آدمی اول میں تھے اور بعد اسکے دو ہزار آدمی اور آئے تھے جس سے صرف اتنا فائدہ ہوا ہوگا کہ پہلی تعداد باقی رہی ہوگی اور اسی وجہ سے یہ بات سمجھ

+ ہندو سند کی فارسی تاریخ کا قلمی نسخہ — اس نسخہ کو جو لندن میں انڈیا ہوس کے کتب خانہ میں موجود ہے اُس وقت تک میں نے نہیں دیکھا تھا کہ محمد قاسم کے معرکوں وغیرہ کے حالات پرے لکھے چکا تھا معلوم ہوتا ہے کہ بہت سے حالات اُس کے اسی کتاب سے لیئے گئے جیسی کہ ضرورت اُسکی اب موجود ہے اُسکو محمد علی بن حامد نے سنہ ۱۲۱۶ ع مطابق سنہ ۶۱۳ ہجری میں لکھا تھا مگر یہ ایک عربی کتاب کا ترجمہ ہے جو قاضی بکر کے پاس موجود تھی اور ضرور ہے کہ عربی کا اصل نسخہ محمد قاسم کے تذکرات کے بعد ہی لکھا گیا ہوگا اس لیے کہ اُس میں زندہ لوگوں کے حوالہ دیئے ہیں اگرچہ اس نسخہ میں بہت سی دقت طلب تقریریں اور اُن بڑے بڑے لوگوں کے خط جو اس مہم میں شریک تھے مندرج ہیں مگر محمد قاسم کی تمام مہمات اور اُس کے زمانہ سے پہلے کی ہندو سلطنتوں کا حال ٹھیک ٹھیک تفصیل وار ایسا بیان کیا ہے کہ کسی جگہ ایک بیان دوسرے بیان کے متخالف نہیں بہت سے مقاموں کے نام اس کتاب میں درج ہیں اگر کوئی آدمی زبان شہسکرت سے ایسا واقف ہو کہ عربی مصنف اور مترجم کی غلطیوں کو جو اُن ناموں کی صحت میں ہو گئی ہیں اور خصوصاً کتابوں کی غلط ناموں کو ٹھیک ٹھیک کر سکے تو اُس کتاب سے اُس زمانہ کا جغرافیہ بہت کچھ معلوم ہو جاوے

+ تاریخ ہند و سند

میں نہیں آئی کہ ایسی صورت میں بھی کہ سنہ کے قبض و تصرف کے لیے وہ کچھ فوج اپنی لچھوڑ جاتا ایسی مہم کا کیسے ارادہ کرسکتا * محمد قاسم اپنی تدبیروں میں سرگرم تھا کہ ناکاہ اسپر آفت آئی تمام مسلمان مورخ اس پر متفق ہیں کہ جو عورتیں کہ سنہ سے ہاتھ اٹھائی تھیں انہیں راجہ دھیر کی دو بیٹیاں بھی تھیں اور جو نہایت خوب صورت اور نازک اندام تھیں خلیفہ + وقت کی حرم بنانے کے لیے اچھوتی رکھی تھیں چنانچہ جب وہ بھیجی گئیں اور خلیفہ کے سامنے آئیں تو بڑی بیٹی زار زار رونے لگی اور جب خلیفہ نے رونے کا باعث دریافت کیا تو اس نے یہ عرض کیا کہ اپنی بدنصیبی سے یہ لونڈی حضور کے قابل نہ رہی یعنی جب کہ میں محمد قاسم کے قبضہ میں تھی تو اس نے بہار میری لوتی اور میری بکارت زائل کی اور چونکہ خلیفہ فریفتہ ہو گیا تھا سنکر نیلا پیلا ہوا اور اس وقت یہ فرمان صادر کیا کہ محمد قاسم کو کچھ کھال میں سیکر دمشق کو روانہ کر دو چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور وہ کچھ کھال میں سیا گیا اور دمشق کو بھیجا گیا اور جب کہ یہ مردہ وہاں پہونچا تو خلیفہ نے اُس پر بزان کو خروش کرنے کے لیے دکھایا وہ دیکھنے کے ساتھ کھل کھلا کر ہنسی اور بیساختہ یہ بول اوتھی کہ محمد قاسم بیگناہ تھا اور مجھ کو انتقام اپنے خاندان کی تباہی کا ‡ منظور تھا *

ملک سنہ سے مسلمانوں کے نکلنے کا بیان

واضح ہو کہ مسلمانوں کی ترقی ہندوستان میں محمد قاسم کے ساتھ تھی چنانچہ جب وہ مر گیا تو وہ ترقی بھی کوچ کر گئی جو ملک اُسے فتح کیے تھے سنہ ۷۱۳ ع مطابق سنہ ۹۹ ہجری میں تعمیر نام

+ یہ خلیفہ بنی امیہ کے خاندان کا چھٹا خلیفہ اور نام اُسکا ولید بن ولید تھا

‡ برگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد ۳ صفحہ ۳۱۰ آٹھون اکبری جلد

۲ صفحہ ۱۱۹ اور پائینگر صاحب کا سیاحت نامہ صفحہ ۳۸۹

اسکے قائم مقام کو حوالہ کیئے گئے اور خاندان بنی امیہ کی تباہی تک یعنی چھتیس برس اسکے قبضہ میں رہے بعد اسکے سمیرا کے راجپوت قوم نے بغاوت کی جسکا حال مفصل معلوم نہیں اور مسلمانوں کو سند سے نکالا اور جو ملک اہل اسلام نے فتح کیئے تھے پھر ہندوؤں کے قبضہ و تصرف میں آگئی اور ہانسو برس کے قریب انکے قبضہ میں رہے † *

ہندوستان میں مسلمانوں کی فتوحات کے نہایت تھوڑے تھوڑے ٹھہرنے کے اسباب

یہ بات اچنبھے کی ہی کہ جب مسلمان اسلام کے پھیلانے اور کامیاب ہونے کے پہلے پہل کے جوشوں میں ملتان تک بڑھے چلے آئے تو ایران کی طرح ہندوستان پر کیوں مسلط نہ ہوئے اور کیا باعث ہوا کہ وہ لوگ ایسے ملک سے یعنی سند سے جہاں ایکبار اپنا قدم جما چکے تھے مجبور ہو کر نکالی گئے سارا سبب اُسکا یہ تھا کہ دونوں ملکوں کی صورت برابر نہ تھی اگرچہ ہندوستان کی دولت مندی اور زرخیزی کی شہرت اور اُسکے رہنے والوں کی ناز پروری کے باعث سے کشور کشایوں کو اُسکی آرزو ہوئی مگر ایسے امور اُنکو پیش آئے ہونگے کہ تاثیر اُنکی عرب والوں کی بیطرح گرمجوشی پر غالب آئی ہوگی *

اگرچہ ملک ایران میں دین و حکومت دونوں پر حملہ کیا گیا مگر وہاں ایک کی تائید دوسرے سے نہ ہو سکی چنانچہ آتش پرستوں کے پوجاری نہایت ذلیل اور بیعزت لوگ تھے ‡ اور اُنکے دین میں کوئی

† برگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ اور آئین اکبری جلد ۲ صفحہ ۱۲۰ تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۷ کی بموجب نکالے ہوئے عربوں میں سے تھوڑے لوگ افغانستان میں آباد ہوئے

‡ مسیحیوں کے زمانہ قدیم اور زمانہ حال کے مسائل کے مقابلہ اور امتحان کے واسطے ارس کا بن صاحب کے جواب مضمرن کا ملاحظہ چاہیئے جس میں پارسیوں کے مقدس کتابوں اور مذہب پر گفتگو ہی اور وہ حال لکھیری سوسائٹی پمپٹی کی جلد ۲ صفحہ ۲۹۵ میں مندرج ہے

بات ایسی تھی جس سے لوگوں کے دلوں میں کچھ جوش خروش اور آمادگی پیدا ہوئے اور ہوائی اور بھلائی پہنچانے والے دیوتوں کے اختیار و قدرت کو ایسا برابر ٹھہرایا ہی کہ ضرر رساں دیوتے کی ایذا و ضرر رسائی کے ارادوں سے بچنے کے لیے بھلائی کے دیوتا سے کوئی کافی مدد حاصل نہیں ہو سکتی اور اسی باعث سے ضرر رساں دیوتے کی رضا جوئی اور خوشامد کے لیے بہت سی بچونکی سی حرکات کرنے پر توجہ صرف کرتے ہیں *

ایسے دین کے معتقدوں کو جن پر پوجاریوں کا کچھ رعب داب تھا ایک خدائے رحیم و قوی کا معتقد کرانا ایسا معلوم ہوا ہوگا کہ گویا دین کے بڑے عمدہ اصول تک رسائی نصیب ہوئی اور جب کہ ایک ہی بادشاہ کی تباہی سے سارے ملک کی حکومت تباہ ہو گئی تو قوم کے مفتوح ہونے اور مسلمان ہو جانے کا کوئی مانع مزاحم نہ رہا *

برخلاف اسکے ہندوستان میں پوجاریوں کا ایک قوی گروہ ایسا تھا کہ وہ حکومت کے کار و بار میں ہر طرح سے شریک و دخل تھے اور تمام لوگ انکا پاس لحاظ کرتے تھے اور ہر شخص کے دل میں رعب داب انکا بیٹھا تھا اور وہاں ایک ایسا مذہب جاری تھا کہ اُسے لوگوں کے قوانین اور رسم و رواج خلط ملط تھے اور لوگوں کے دلوں میں جو خیال پیدا ہوتے تھے یا ہو سکتے تھے وہ ان سب پر محیط تھا اور باوصف اسکے تبدیلی کا خوف اور تھوڑی بہت دلاوری بھی تھی جو غالب غلبہ کے کڑے حملوں کی روک تھام کرنے اور ایام گزاری سے انکا زور و شور گھٹانیکے لیے مناسب ہوتی ہی علاوہ اسکے انکی نا اتفاقی بھی مفید تھی یعنی اگر ایک راجا کو تباہ کیا تو حملہ کرنے والی کے دشمنوں میں سے ایک کم ہو گیا اور دوسرا حریف اسکے بعد مقابلہ کرنے کو باقی رہا اور جسقدر کہ وہ حملہ آور آگے کو بڑھتا اُسقدر فوج اُسکی گھٹتی جاوے گی اور جہاں سے اسکو رسد وغیرہ کا

سامان اسانی سے ہم پہنچتا تھا وہاں سے دور پڑتا جا رہا اور اپنے
مخالفوں کو کوئی ایسا بڑا صدمہ نہ پہنچا سکتا جسکے ذریعہ سے ہم
اسکی پوری ہو جاوے *

جن لوگوں نے پہلے پہل ہندوستان پر حملہ کیئے امور مذکورہ بالا کا اثر
انکے دلوں پر کیسا ہی کچھ ہوا ہو مگر یہ باتیں تحقیق کرنے والے کی
توجہ کے قابل ہیں اسلیئے کہ ہم کو یہ سمجھنا چاہیئے کہ یہی باتیں
ہندوستان میں اسلام کی دھیمی ترقی اور اور ملکوں کی مانند اسکے اجرا
میں سختی نہونے اور غیر مذہب کو گوارا رکھنے کے باعث ہیں *

واضح ہو کہ جن حالات کو ہم بیان کر رہے ہیں انکے ظہور کے وقتوں
میں اور بھی سبب تھے جنکی بدولت ہندوستان میں مسلمانوں کی ترقی
جھیلے میں پڑ گئی یہاں تک کہ انکی حکومت کا مزاج بدلتا چلا گیا
چنانچہ سردار انکے نہایت گرم دیندار واعظوں سے دنیا دار بادشاہ ہو گئے اور
اسلام کے پھیلانے کی پوری پوری رشتہ نہ رہی بلکہ جاہ و حشمت کے بڑھانے پر
ہرے اور علیٰ ہذا القیاس اچھے جنگکش سپاہیوں سے ایسے عیاش اور عالمشان
بادشاہ بن گئے کہ جنکو فتنہ کی خوشی کے علاوہ اور بھی بہت سی خوشیاں
اور لڑائی بھڑائی کے سوا اور بھی بہت کام کاج ہوتے ہیں چنانچہ خلیفہ
دوریم حضرت عمر جب بیت المقدس کو اپنے لشکر میں گئے تو ہتھیار اور
کھانے پینے کا سامان ایک ہی اونٹ پر لادا اور اُسی پر سوار ہو گئے اور
خلیفہ سوریم حضرت عثمان جب دن کے کام کا بقیہ رات کو پورا کر چکے تھے
تو چراغ اسلیئے گل کرتے تھے کہ بیت المال کا تیل انکے ذاتی کام میں
صرف نہوے اور بعد انکے سو برس کے اندر اندر خلیفہ مہدی ایسا ہوا
کہ یان پانسو اونٹوں پر صرف برف لدا کر منگاتا تھا اور خلفائے عباسیہ کے
ایک ایک دن کا خرچ پہلے چاروں خلیفوں کے عہد خلافت کے خرچ کی
برابر ہوا علاوہ اسکے ماموں رشید کے عہد خلافت میں جو یونانی کتابوں کے

ترجمہ ہوئے تو یہ کام اُس طبیعت کے جسکے سبب سے خلیفہ ثانی اسکندریہ کے کتب خانہ چلانے پر امداد ہوئے اسیقدر مخالف تھا جسقدر کہ اختلاف کفایت شعاری اور عیاشی کا اور مذکور ہوا *
یہی باعث ہوا کہ عرب کی فتوحات نے شرقی ملکوں میں ترقی نہ پکڑی بعد اُنکے جن لوگوں نے ہندوستان پر حملے کیئے اب اُنکا حال ہم لکھینگے *

تاتاری قوموں کا بیان

جب کہ سنہ ۶۵۱ ع مطابق سنہ ۳۱ ہجری میں اہل عرب نے ایران کو فتح کیا تو اُس خطہ سے اُنکی ایرانی قلمرو کی حد فاصل دریائے کسپس تھا جسکا نام اہل عرب نے دریا کے پار ہونے کے سبب سے مارو اذالہ رکھا جسکے معنی ہندی میں دریا سے آگے اور انگریزی میں تریں ساگزبانہ ہے اور شمالی حد اس خطہ کی دریائے جیکسرتیز اور مغربی حد اُسکے بحر کاسپین اور شرقی حد اُسکی کوہ اماس ہی اگرچہ اس خطہ میں بڑے جنگل واقع ہیں مگر بعض بعض اُسکے حصے نہایت پیداوار اور بڑی کاشت کے قابل ہیں اور جب کہ یہ ملک اہل عرب کے قبض و تصرف میں تھا تو معلوم ہوتا ہی کہ منجملہ زرخیز حصوں دنیا کے اول پایہ کا تھا اور اُس خطہ + میں کچھ لوگ تو ایسے تھے کہ وہ مستقل آبادی رکھتے تھے اور کچھ لوگ ایسے تھے کہ وہ خانہ بدوش اور چرواہے تھے مگر مستقل سکونت والے کثرت سے ایرانی اور خانہ بدوش تاتاری تھے اور یہی حال آج تک چلا آتا ہی اور غالب یہ ہی کہ قدیم سے ایسا ہی چلا آیا ہی *

+ ارس کاہن صاحب کے ترجمہ تاریخ ہار کے دیباچہ کا صفحہ ۴۳ اور ہیرن صاحب کی تحقیق مندرجہ تحقیقات ایشیا جلد ایک صفحہ ۲۶۰ جب کہ اہل عرب نے یہ ملک فتح کیا تو اُس میں فارسی بولی جاتی تھی اور اُسکی ایک مشہور سند مورخہ سنہ ۷۱۶ ع مطابق سنہ ۹۳ ہجری کے کپتان ہرنس صاحب نے اپنے سیاحت نامہ کی جلد دو صفحہ ۲۶۹ اور ۳۵۶ میں دی ہی

ماوراءالنہر کے تاتاریوں † کے حالات سے انکی ہائیں یورپس کی قوموں کی تاریخیں اور ہندوستان کی تاریخ جو بہت کچھ معمور ہی اسلیئے جی چاہتا ہی کہ انکی اصل اور پہلی حالت دریافت کی جاوے مگر اس تحقیقات میں بہت سی مشکلیں پیش آئیں ہیں ہاں تحقیق اسبات کی بہت اچھی ہوگی کہ منجملہ ان تینوں بڑی قوموں کے چنکو عموماً تاتاری کہا جاتا ہی ماوراءالنہر کے تاتاری کن میں داخل ہیں اگرچہ ترکوں اور مغلوں اور مجوسیوں کے اختلاف زبان کی دلیل سے ایک طرح کا امتیاز اور علاوہ اُسکے اور بھی خاص خاص ایسی باتیں ہیں جنسے فرق اُنکا ظاہر ہوتا ہی مگر انکی چال ڈھال اور رنگ روپ میں ایسی عام مشابہت ہی کہ ایک اجنبی آدمی دور سے دیکھے تو بہت دشواری سے فرق اُنمیں کرسکے اور انکی زبانوں کا اختلاف شنسکرت اور یونانی کا سا اختلاف ہی اور جس طرح کہ ان دونوں زبانوں میں ہم اصل ہونیکے مشابہت ہی ویسی ہی ان تاتاریوں کی زبانوں میں مماثلت پائی جاتی ہی ‡ تحقیقات مذکورہ میں اُنکے ملکوں کے موقعوں سے بہت تہوڑی امداد ملتی ہی چنانچہ ہمارے زمانہ میں مجوسی لوگ مشرق کی جانب اور مغل بیچا بیچ میں اور ترک مغرب کی جانب بستہ ہیں اور ترکوں کے بسنے کے مقام اُس زمانہ میں کسقدر پلت چکے ہیں جسکی تاریخ اب صحیح موجود ہی اور یہہ بیان ممکن نہیں کہ اُس

† واضح ہو کہ لفظ تاتار اور تاتاری کا استعمال اہل یورپ کی رائے کے بموجب بہت بڑے خطہ اور بہت سی قوموں کے مجموعہ پر ہمنے کیا اور جن لوگوں پر اطلاق اس لفظ کا کرتے ہیں وہ لوگ اُس سے ایسے کم واقف ہیں جیسے کہ سوائے یورپ کے باقی تینوں براعظم کے باشندے ایشیا اور افریقہ اور امریکا والے مشہور ہونے سے نا واقف ہیں "پس لفظ تاتار اور تاتاری کا استعمال کئی قوموں میں عموماً بیان کرنیکے لیئے ایسا ہی مناسب ہی جیسے کہ لفظ ایشیا اور افریقہ اور امریکا کا وہانکی بہت سی قوموں کی تعبیر کے واسطے شایاں ہی *

‡ ڈاکٹر پریچرڈ صاحب کی تحریر دریاب اقوام حصہ بالائی ایشیا کے جو جغرافیہ کی شاہی سوسائٹی کے حالات کی نوں جلد میں درج ہے ملاحظہ کیجئے *

زمانہ سے پہلے پہلے وہ کہاں کہاں بستے تھے ایشیا کے جنوب میں عرب کے لوگ اور علاوہ انکے اور خانہ بدوش قومیں تر و تازہ چراگاہوں یا تبدیل آب و ہوا کی ضرورت سے بڑے بڑے دور و دراز سفر کرتی ہیں اور ہر قوم کے پاس ایک نہ ایک ایسا خطہ ہوتا ہی کہ وہ اُسکو اپنا سمجھتی ہی اور بہت سی قومیں انہیں خطوں میں آباد ہیں چنگو اور قوموں نے پہلے پہل انہیں دیکھا تھا مگر تاتار کے لوگوں کا یہہ حال نہیں جسے بڑی بڑی سلطنتیں ہمیشہ قائم ہوئیں اور علاوہ اُن نقل مکانوں کے جو وہ خاص اپنے ملک کی حدود میں عیش و آرام کی نظر سے کرتے ہیں کبھی کبھی بلند ہمنی سے بھی خانہ بدوشوں کی طرح جابجا پھرتے ہیں اور ایک دوسرے کو اُسکے ملک سے نکالتے یا اُسکو مطیع اپنا بگاتے رہتے ہیں حاصل یہہ کہ وہ لوگ صرف اپنے گھروں ہی کو بدلتے نہیں رہے بلکہ انہیں سے نئے نئے اور بڑے بڑے گروہ قائم ہوئے ہیں اور اُس گروہ کے نام سے جو اوروں سے سمقت لے گیا ہی نئے نام نکلے ہیں چنانچہ کبھی ایک قوم کا قیام دریائے والکا کے کنارے پر بیان کیا گیا اور کبھی اُسی قوم کا تھکانا چین کی بڑی دیوار تلے پایا گیا اور جس گروہ سے کہ پہلے کوہ التاء کا ایک وادی بھی آباد نہیں ہو سکتا تھا چند سال کے بعد اتنی پھیل گئی کہ سارے تاتار میں بھی سما نہ سکتی تھی *

یہی باعث ہی کہ تاتاریوں کے کسی خاص گروہ پر نظر چمانا اور اُس گروہ میں جو جو خلط اور تبدیلیاں واقع ہوئیں سراغ اُن سب کا بہم پہونچانا ایسا ہی ناممکن ہی جیسے کہ اُس ایک دیمک کی چال کا حال دریافت کرنا نہایت دشوار ہی جو اپنے بڑے گھر میں پھوٹی رہتی ہی *

تاتاریوں کی باقی قوموں میں ترکوں کی قوم اُس سبب سے ممتاز ہی کہ تاتاریوں کے خط و خال انہیں بہت کم پائے جاتے ہیں اور رنگ انکے چہروں کے گورے اور طور طریقے انکے نہایت شایستہ ہیں یہہ اُن اوصاف

کے ذریعہ سے تمام وقتوں میں اس شرط سے پہنچانے جاسکتے ہیں کہ ہمارے
یہ بات تحقیق ہو جاوے کہ انکے امتیاز کا کچھ بھی باعث نہیں ہی
کہ اور تاتاریوں کی نسبت اور قوموں کے ساتھ انکو ربط و ضبط کے زیادہ
موقع ہاتھ آئے اور جو ممتازی انکو حاصل تھی پہلے وقتوں میں باقی
تاتاریوں کو بھی حاصل تھی جو مغربی خطوں میں بستے ہوئے بلکہ
علاوہ اسباب مذکورہ کے کوئی اور سبب بھی ہی * †

ان قوموں کے فرق و امتیاز کے واسطے اس بیان سے شاید کچھ اعانت
ہوے کہ اوزبک کی قوم جو ماوراءالنہر پر فی الحال قابض اور ترکمانوں
کی قوم جو دریائے اکسپس اور ایشیائے کوچک پر متصرف ہی اور
شمالی ایران کے خانہ بدوش اور قسطنطنیہ کے باشندے سارے ترک ہیں
اور علاوہ اسکے تیمور کی فوج کا بڑا حصہ بھی ترکی لوگ تھے اور چنگیز خاں

† قسطنطنیہ اور ایران کے ترکوں کے تاتاریوں کیسے خط و خال اتنے معدوم ہو گئے کہ
بعض حکیموں نے کہا ہی کہ وہ کراۃ قاف والوں کی اولاد یا اہل یورپ کی نسل میں
داخل اور تاتاریوں کی نسل سے خارج ہیں اور بخارا اور ماوراءالنہر کے ترکوں کا یہ
تقسا ہی کہ باوصف اسکے کہ وہ ایک مدت تک ایرانیوں میں رہے سہی اور انکی
صورتوں میں بہت نرمی آگئی اصلی خط و خال انکے ایسی وضاحت سے موجود ہیں کہ
وہ پہلی نظر میں تاتاری سمجھے جاتے ہیں اور قی گنگیز صاحب مورخ کے وقتوں میں
جو حال تاتاریوں کے معلوم تھے انکے ذریعہ سے صاحب موصوف تاتاری قوموں کا
امتیاز کر سکتے مگر ایک بات انھوں نے ٹھیک لکھی ہی کہ ترکوں کو ہیونگنو بھی
کہتے ہیں اور اٹیلا سردار اور اُسکی فوج کے بڑے حصہ کو انھوں نے اسی قوم میں
پے کھٹے داخل کیا ہی اور جب کہ یہ ترک یورپ میں داخل ہوئے تو یورپ والوں
کے دلوں میں انکی قرآنی صورت اور وحشیانہ طوروں سے ایسی ہیبت پیدا ہوئی
جیسیکہ انکی فتوحات سے ظاہر ہوئی تھی چنانچہ خود اٹیلا سردار ان قومی خصوصیتوں
میں معترف و مشہور تھا (گیبس صاحب کی تاریخ روم جلد ۳ صفحہ ۷۳۵) ہیونگنو
یعنی ترکوں کی اُس شاخ کا ایک بڑا گروہ جس میں اٹیلا سردار تھا اس سردار کے
زمانہ سے پہلے سے ماوراءالنہر کے ایرانیوں میں پستہ تھا اور نام انکا قوم کے رنگ و روپ
کی تبدیلیوں سے گورے ہنز مشہور ہو گیا تھا قی گنگیز صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ

کی فوج کے افسر اور اُسکی فوج کا بڑا حصہ مغل تھے اور وہ تاتاری
خاندان جو آج کل ملک چین اور تاتار کے اُس حصہ میں جو چین کے
عرب و چوار میں واقع ہے حکومت کرتا ہے تمام معجوسی ہیں *

ماوراءالنہر میں ترکوں کے بسنے کا بیان
بہر حال یہ خیال کرنا چاہیئے کہ سنہ عیسوی کے آغاز سے ایک مدت
پیشتر ایک حصہ ترکوں کا ماوراءالنہر میں بسا تھا اور اگرچہ مغلوں کی
فوجیں اور نقل مکان کرنے والے گروہ اکثر اوقات اُنہو گزرتے تھے مگر وہ لوگ
اہلنی جگہ سے کہیں نہ ہلی اور جب کہ عرب کے لوگوں نے ماوراءالنہر پر
حملہ کیا تو ان ترکوں میں سے بہت سے خانہ بدوش اور گلہ بان اور
کسی قدر مستقل سکونت رکھنے والے تھے † *

اُس زمانہ میں ان ترکوں پر جو لوگ حکومت کرتے تھے وہ اُنسے
کسی قدر مدت کے بعد آکر آباد ہوئے تھے غالب یہ کہ وہ بھی ترک ہی
ہوئے اور یہاں آکر آباد ہونے سے تھوڑے دنوں پہلے وہ لوگ ایسی قوموں کے مجموعہ
میں مل چل گئے تھے جنکے وہ پیشوا تھے اگرچہ یہ مجموعہ سو برس پہلے
ایران والوں کا باج گزار ‡ تھا مگر بعد اُسکے ایسی سلطنت ہو قابض ہوئے کہ
اُسنے بکترکاس میں اور آکسیس سے ہیکال کی جھیل اور دریائے میہسی واقع سائبیریا
کے دھانوں تک پانو اپنے پھلائے کی تھے اور زمانہ حال میں وہ اُسے ثروت پھوت
کر چھوٹے چھوٹے گروہ ہو گئے کہ چین کی سلطنت کے || خراج گزار بن گئے *

† مسلمان عرب والے اور ایران کے باشندے تمام اپنے ہمسایوں کو ترک کے نام
سے ہمیشہ پکارتے ہیں اگرچہ وہ مغلوں کے ہونے سے واقف ہیں مگر وہ لوگ استعمال
اس لفظ کا ایسا مطلقاً اور عموماً کرتے ہیں جیسا کہ ہم تاتار کے لفظ کا علی العموم
کرتے ہیں اور بعض اُس مضمون کی جو ارسکائن صاحب کی تاریخ بابو کے دیباچہ
میں صفحہ ۱۸ سے صفحہ ۲۵ تک درج ہے دیکھنے کے قابل ہے

‡ ڈی گئیز صاحب کی تاریخ جلد پہلی حصہ ۲ صفحہ ۲۶۹

§ ایضاً صفحہ ۲۷۷ و صفحہ ۲۷۸

|| ایضاً صفحہ ۲۹۳

عرب والوں کا ماوراءالنہر کو فتح کرنا

ایران کی فتح کامل سے پہچوں برس بعد اور سند کے قبض و تصرف سے پانچ برس پہلے عرب والوں نے بحر اکسیس یعنی نہر جیحون سے عبور کیا اور تہیہ حاکم خراسان اُنکا سردار تھا چنانچہ پہلے اُسے شہر حصار پر جو بلخ کے متصادفی تھا قبضہ کیا اور بعد اُسکے سنہ ۷۰۶ ع سے لغایت سنہ ۷۱۲ ع مطابق سنہ ۸۷ ہجری لغایت سنہ ۹۳ ہجری تک چھ برس میں سمرقند اور بخارا کو فتح کیا اور جو ملک اکسیس کے شمال پر واقع ہیں اُنپر گذرا اور خوارزم کی سلطنت کو جو ارل کی چھیل + پر واقع ہی مطیع اپنا کیا اگرچہ ترکوں کے شہروں میں بدوں سخت لڑائیوں کے اُسکا دخل نہوا اور اکثر اوقات اُسکی کامیابی میں شک و شبہ باقی رہا مگر آخر کار اُسکی بات اُنکے شہروں میں ایسی بن گئی کہ اُنہوں برس یعنی سنہ ۷۱۳ ع مطابق سنہ ۹۳ ہجری تک فرغانہ کو فتح کر سکا اور کوہ اماس اور دریائے جکسرتیز تک تسلط پایا *

اسی برس ملک سپیں یعنی آندلس بھی فتح ہوا اور عرب کی سلطنت اُس حد تک پہونچتی کہ پھر اُس سے زیادہ نہوسکی مگر اِس سلطنت میں غایت اقبال کے عہد سے پہلے پہلے خانگی نزاعوں کے آثار پیدا ہوچکے تھے اور اُن سے یہہ معلوم ہوتا تھا کہ قہور عرصہ گذرنے پر یہہ سلطنت خراب ہو جاوے گی *

چنانچہ پچاس برس کے اندر اندر تیسرے خلیفہ حضرت عثمان کے مارے جانے اور چوتھے خلیفہ حضرت علی کے امور سلطنت میں کم مستعد ہونے سے بغاوت پیدا ہوئی اور باغی لوگ کامیاب ہوئے اور نتیجہ اُسکا یہہ ہوا کہ عرب کے حدود سے باہر خلافت منتقل ہوئی اور بنی امیہ کی سلطنت میں جو سنہ ۶۵۸ ع مطابق سنہ ۳۸ ہجری میں بغاوت کی بدولت خلیفہ

+ یہہ جہیل اس زمانہ میں خیبر یا آر گنج کے نام سے مشہور ہی

میں بیٹھے تھے نوہ برس تک اس سب سے خلل ہوا تھا کہ آل ہندوستان کے
 حکمرانوں کا دعویٰ ہی بی فاطمہ کے نام سے خلافت کی نسبت قائم رہا اور
 جب کسی فساد و بغاوت کا ظہور ہوا تو یہی بہانہ پیش کیا گیا یہاں تک
 کہ سنہ ۷۵۰ ع میں خراسان کا ہوا صوبہ باقی ہوا اور بنی امیہ کی قوت
 کو ہوا صوبہ پہونچا چنانچہ رسول خدا کے چچا کی اولاد یعنی بنی عباس
 تخت نشین ہوئے مگر جو سپاہ اور افسر ملک سپین میں تھے وہ بنی
 امیہ کے طرفدار رہے اسلئے سلطنت کی قوت پور بحال نہ ہوئی *

دوسرا باب

آن شاہی خاندانوں کے بیان میں جو خلیفوں کے

بعد قائم ہوئے

عباسیوں کے پانچویں خلیفہ ہارون رشید کی وفات اس سفر کے باعث
 سے بہت جلدی وقوع میں آئی جو اسنے مبارک اللہ کے باغیوں کی گوشمالی
 کے لئے سنہ ۸۰۶ ع مطابق سنہ ۱۹۰ ہجری میں اٹھایا تھا + اور اُسکے
 بچے ماموں رشید نے اُنکی سرکوبی کی اور ماموں رشید کے ایک عرصہ تک
 خراسان میں رہنے سے وہ صوبہ تہوڑی مدت تک اُسکی سلطنت میں
 شامل رہا ماموں رشید نے جو خراسان کی بغاوت کی بدولت اپنے بھائی
 امین سے خلافت چھینی تھی اسلئے اُسکے دربار کو بغداد میں منتقل ہوئے
 کچھ بہت عرصہ نگذرا تھا کہ امیر طاهر نے جسکی خاص اعانت سے
 ماموں کے ہاتھ خلافت آئی تھی خراسان میں حکومت کی طرح ڈالی
 یہاں تک کہ سنہ ۸۶۰ ع مطابق سنہ ۲۰۵ ہجری میں وہ خود مختار
 ہو گیا + اور پھر خراسان اور مبارک اللہ کسی خلافت میں شامل

+ پیرس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۷۹ اور جس تاریخ کی سند سے

انہوں نے تاریخ اپنی عموماً لکھی وہ تاریخ طبری ہی

‡ ایضاً جلد ۲ صفحہ ۲۲۵

نہوئے اور بعد اُسکے تھوڑے دنوں گزرنے پر جو خلیفہ ہوئے وہ سنہ ۸۶۱ ع مطابق ۲۳۷ ہجری تک کت پتلی کی طرح ترکوں کے ہاتھ میں رہی اور اسی زمانہ سے عرب کی سلطنت کی پوری ہر باہمی سمجھی جاتی ہی * †

ظاہر اور صفری خاندانوں کا بیان

واضح ہو کہ ظاہر کے خاندان نے پچاس برس سے زیادہ زیادہ یعنی سنہ ۸۲۰ ع سے سنہ ۸۷۲ ع تک امن چین سے بادشاہی کی مگر اُنکی سلطنت نے کچھ رونق نہ پکڑی *

بعد اُسکے خاندان صفری نے جو بہت مشہور و معروف تھا خاندان ظاہر پر غالب آکر اُسکو تخت سے اوتارا مگر یہہ خاندان ظاہر کے خاندان سے ‡ تھوڑے دنوں یعنی سنہ ۸۷۲ ع مطابق ۲۵۹ ہجری تک قائم رہا اور یعقوب بن لیث جو اِس خاندان کا بانی مبنی تھا تانیہ پیتل کا کام سیستان میں کیا کرتا تھا چنانچہ پہلے اُسے سنہ ۸۷۲ ع میں خاص اپنے وطن میں بغاوت برپا کی اور بعد اُسکے بھتر اکسپس تک تمام ایران پر قبضہ کیا اور جب کہ خود خلیفہ کے دہانے کو بغداد میں گھسا جاتا تھا تو وہ راہ میں ناکام مرگیا اور اُسکے جی کی جی میں رہی اور اُسکے بھائی عمر کو آل سامان نے شکست فاحش دیکر گرفتار کیا اور اُسکے خاندان کی بڑائی اُسی روز تمام ہو چکی جو سنہ ۹۰۳ ع مطابق سنہ ۲۹۰ ہجری تک قائم تھی اگرچہ اُس خاندان کے ایک نوجوان شاہزادہ نے باوصف نکل جانے اور سب ملکوں کے خاص سیستان میں کئی سال آپ کو بنائے رکھا § * اگرچہ صفری خاندان کی حکومت چالیس برس سے زیادہ نہ رہی مگر یاد اُنکی سیستان میں اِس لیے باقی رہی ہوگی کہ پچاس برس بعد یعنی سنہ ۹۶۳ ع مطابق سنہ ۳۵۳ ہجری میں ایک شخص اُسی

† پراپس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۵۵

‡ ایضا صفحہ ۲۲۹

§ ایضا صفحہ ۲۳۳

خاندان کا سیستان میں خود † مختار ہوا جسکو سلطان محمود نے
اُسکے زوال خاندان پر سو برس گذر جانے کے بعد یعنی سنہ ۱۰۰۶ ع
مطابق سنہ ۳۹۶ ہجری میں اپنا مطیع ‡ کیا *

آل سامان کا بیان

واضح ہو کہ سامانی خاندان ایک سو بیس برس سے زیادہ زیادہ یعنی
سنہ ۸۹۲ ع مطابق سنہ ۲۷۹ ہجری سے سنہ ۱۰۰۲ ع مطابق سنہ ۳۹۵
ہجری تک قائم رہا اگرچہ اس خاندان نے ہندوستان پر حملہ نہیں کیا
مگر جسقدر کہ پہلے خاندانوں کو تاریخ ہندوستان سے علاقہ رہا اُس سے
زیادہ زیادہ اس خاندان کو تعلق رہا نام اس خاندان کا اُنکے کسی بزرگ
سے یا بلخ و بخارا کے کسی شہر خاص سے نکلا ہی جہاں کا § وہ آپ کو
بتاتے تھے جبکہ خلیفہ ماموں کی دارالخلافت خراسان میں تھے تو اس
خاندان میں سے جس شخص کا (یعنی سامان کا) تاریخ میں پہلے پہل
مذکور ہوا ہی اور وہ ذی رتبہ بھی تھا اُسپر خلیفہ نے التفات اور نوازش فرمائی
چنانچہ خلیفہ کے حکم کے بموجب سامان کے تین بیٹے اکسیس ہار حاکم
مقرر ہوئے اور ایک بیٹا اُسکا ہرات کا حاکم ہوا چنانچہ خاندان طاہر کے
عہد میں بھی یہ حاکم قائم رہے بعد اُسکے یعقوب بن لیث کی وفات
یعنی سنہ ۸۱۷ ع مطابق سنہ ۲۰۲ ہجری سے سنہ ۸۲۰ ع مطابق سنہ
۲۰۵ ہجری تک مارواماالنہر اُنکے قبضہ میں رہی یہاں تک کہ وہ بہت
سی فوج سواروں کی لیکر دریائے اکسیس سے گذرے اور غالب یہہ ہی کہ
وہ سوار اُن کے ترکی رعایا تھے اور عمر بن لیث کو گرفتار کیا اور جو
ملک کہ عمر بن لیث نے فتح کیئے تھے واقع سنہ ۹۰۰ ع مطابق سنہ
۲۸۷ ہجری میں اُنپر قابض ہوئے اور اگرچہ خلیفہ سے بے تعلق رہ کر

† پرائس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۴۳

‡ ایضاً صفحہ ۲۸۲

§ ہوسلی صاحب کا ترجمہ تاریخ ابن ہائل صفحہ ۳۰۴

اس ملک پر مستقل حکومت کی مگر ہوائے نام اُسکی طرف سے حاکم رہے یہاں تک کہ اُس ملک کا بہت سا حصہ دیلم کے خاندان نے دیا جو ماژندران کے ایک ضلع ہے آئے تھے اور بانی میانی اُنکا ایک منچھلی والا تھا جو بھتر گاسپین پر منچھلیاں پکڑا کرتا تھا *

دیلم کے خاندان کا بیان

ماژندران کو ایران سے علاحدہ سمجھنے کے بعد جو حصہ ملک ایران کا باقی رہتا ہی اسمیں سے ماژندران کا ملک اسطرح سے الگ ہی کہ پہاڑوں کے بڑے بڑے سلسلہ درمیان میں واقع ہیں اور اسی باعث سے وہاں رسائی دشوار ہی اور اسلیئے کہ وہاں بڑے بڑے جنگل ہیں اور وہاں کی آب و ہوا بھی بہت خراب ہی دشمنوں کے حملوں سے محفوظ ہی اور یہی باعث ہی کہ سارے ماژندران میں مسلمان اور مغلوب نہ ہوئے اور ہمیشہ وہاں بکھڑے رہے اور اکثر اوقات انش پرستوں کا قبضہ رہا اور شور و فساد برابر ہوتا رہا مگر خاندان دیلم نے وہاں قدر و منزلت پیدا کی اور آخر کار اُنکی قوت ایسی قوی ہوئی کہ خاندان سامانی سے ایران کے مغربی صوبہ چھینے اور بغداد پر قابض ہوئے اور خلیفہ کو گرفتار کیا اور خلیفہ کے نام سے سو برس سے زیادہ یعنی سنہ ۹۳۲ ع مطابق سنہ ۳۲۱ ہجری سے سنہ ۱۰۵۵ ع مطابق سنہ ۳۳۸ ہجری تک ایک بڑے ملک پر حاکم رہے *

سامانی خاندان آل دیلم کی فتوحات سے نقصان اُٹھانے کے بعد بھی خراسان اور ماوراءالنہر پر قابض رہا اور اُنہیں سے غزنی کا خاندان نکلا جو مسلمانوں کی سلطنت کا ہندوستان میں بانی ہوا *

البتگیوں بانی خاندان غزنی کا بیان

عبدالملک خاندان سامانی کے پانچویں بادشاہ کے عہد سلطنت میں البتگیوں اس خاندان جدید کا بانی صاحبِ نجاہ و خشمیت ہوا اور اصل اُسکی یہہ ہی کہ وہ ایک ترکي غلام تھا اور کام اصلی اُسکا یہہ تھا

کہ اپنے اٹا کے چپی کو بہان منہی کے سوانگوں اور نتوں کی بازیوں سے بہلایا
کوتا تھا + *

اس وقت میں یہ دستور جاری تھا کہ قلاموں کو امانت کے عہدے
تفویض کیا کرتے تھے چنانچہ الہنگین اپنی ہوشیاری اور مردانگی اور دیانت
امانت کی بدولت تھوڑے عرصہ بعد یعنی سنہ ۹۶۱ ع مطابق سنہ ۳۵۰
ہجری میں خراسان کا حاکم مقرر کیا گیا اور بعد اُسکے جب آقا کا انتقال †
ہوا تو اُس سے یہ مشورہ لیا گیا کہ منجملہ خاندان سلطنت کے کون شخص
اُسکی جانشینی کے قابل ہی مگر اُس شامت کے مارے نے منصور کے خلاف
ہر راے اپنی دی جسکو اور سرداروں نے پسند کیا تھا چنانچہ منصور
بادشاہ ناراض ہوا اور اُسکو حکومت سے معزول کیا اور غالب یہ ہی کہ
اگر وہ اپنے دشمنوں سے پیچھا چھوڑا نے میں ہوا سپاہیانہ ہنر ظاہر نہ کرنا
تو اگر جان اُسکی نہ جاتی تو مقید ہونے میں کچھ شبہ ہی نہ تھا مگر
اُسکے پاس دوستوں کا ایسا معتبر گروہ تھا کہ اُنکی اعانت سے جان اپنی بچا
گیا یہاں تک کہ مقام غزنی میں کوہ سلیمان کے پہاڑ پہنچ صحیح سالم جاہ و نجات
اور اُس ہموار ملک میں یہ دنیا حاکم قرار پایا جس میں بلخ اور ہرات اور
سیستان داخل ہی اور خاندان سامانی کا مطیع و فرمان بردار رہا لیکن اُس
خطہ کے قوی باشندوں پر جو اٹک اور اس ملک کے درمیان میں واقع ہی
خاندان سامانی کے حملوں کا اثر نہوا اور اگرچہ یہ خطہ سب کا سب
الہنگین کا مطیع نہ تھا مگر اُسکی خود مختاری کے لیئے یک قلم معذ

+ دی ہری لٹ صاحب کی تحریر الہنگین کے باب میں ملاحظہ کرنی چاہیئے۔

† پرایس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۳۳ اور دی لگنیز صاحب کی تاریخ
جلد ۲ صفحہ ۱۵۵ اور تاریخ نرسنگہ جلد ۱ صفحہ ۱۲ میں اُسکی نساہ کی تاریخ
سنہ ۹۶۲ ع مطابق سنہ ۳۵۱ ہجری لکھے ہیں اور دی ہری لٹ صاحب نے سنہ
۹۶۷ ع مطابق سنہ ۳۰۵ ہجری قرار دیئے ہیں مگر ظاہراً مصنف یا چھاپنے والے کی
غلطی ہی اسلیئے کہ تاریخ وفات بھی الہنگین کی انہوں نے اور مرزخوں سے کچھ
مختلف سے بہان کی ہی

معان تھا ایک مورخ بیان کرتا ہے کہ تین ہزار غلام الہنگین کے ساتھ ہواگ آئے تھے اور غالب ہے کہ یہ غلام اُسکی مانند ترکی غلام ہونگے + اور بلاشبہ اُسکے پاس کدھی کدھی ایسے ایسے سپاہی آتے رہے ہونگے جو اُسکے عہد حکومت میں اُسکے ملازم ہونگے مگر غالب یہ ہے کہ اُسکی فوج کا بڑا گروہ اُس ملک سے اکھٹا ہوا ہوگا جہاں ہندو باش اُسکی اُن دنوں تھے + اور اس آباد ملک کے باشندے نامرد تھے اگر پہاڑوں کے افغان اُسکی رعایا نہ ہونگے تو کام اُنسے مزدوری پر لیا ہوگا مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُس نے ملک بڑھانے کا ارادہ نہ کیا اور خود مختاری سے چودہ برس کے اندر یعنی ۹۷۶ ع مطابق سنہ ۳۶۵ ہجری میں اپنے مروت سرگیا اور بقول قی ہرہی لات صاحب کے سنہ ۹۶۳ ع مطابق سنہ ۳۵۳ ہجری میں انتقال اُسکا ہوا *

سبکتگین کا بیان

سبکتگین ایک غلام الہنگین کا تھا جسکو اُسنے ایک سوداگر سے جو اُسکو ترکستان سے لایا تھا خرید کیا تھا اور بتدریج اُسکو ایسے اختیار و مرتبہ پر پہونچایا کہ بعد اُسکے دھی اُسکی حکومت کا بڑا سردار تھا اور آخر کار اُسکا جانشین ہوا *

بہت مورخ لکھتے ہیں کہ الہنگین نے سبکتگین کو بیٹی دی اور اپنا وارث || مقرر کیا اور بعضی مورخ نکاح کا پہلے ہونا بیان نہیں کرتے مگر سبکتگین کو استعظام دیتے ہیں + *

+ پرائس صاحب کی تاریخ جو خلاصۃ الاخبار سے انتخاب کی گئی جلد ۲ صفحہ ۱۲۳

+ قی ہرہی لات صاحب کی تحریر الہنگین کے باب میں
 § پرائس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ اور تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۳ اور قی گنیز صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۵۶
 || قی گنیز صاحب کی تاریخ بھرائہ ابراہم جلد ۲ صفحہ ۱۵۶ اور قی ہرہی لات صاحب کی تاریخ بھرائہ اخوند میر
 ۴ پرائس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۷۷

تاریخ فرشتہ میں لکھا ہے † کہ سنہ ۹۷۵ ع مطابق سنہ ۳۶۵ ہجری میں الہنگین مرگیا اور اسحاق نامی ایک بیٹا چھوڑا جسکو سبکتگین ‡ ہمراہ اپنے بخارا کو لے گیا تھا اور جب کہ اُسکو منصور سامانی نے غزنی کا حاکم مقرر کیا تو سبکتگین کو اُسکا نائب قرار دیا اور جب وہ سنہ ۹۷۷ ع مطابق سنہ ۳۶۷ ہجری میں مرگیا تو سبکتگین کو جانشین اسکا مانا گیا اور الہنگین کی بیٹی کی شادی اسکے ساتھ ہوئی *۔

ہنوز اپنی جدید سلطنت پر سبکتگین نے پورا پورا تسلط نہیں کیا تھا کہ دشمنوں سے بچانے میں جد و جہد اسکو کرنی پڑی § *۔

راجہ جیپال والیئے لاہور کا غزنی پر حملہ کرنا اور

ناکام واپس آنا

جو ہندو کہ اٹک کے آس پاس بستے تھے انکو یہہ بات ناگوار ہوئی

† برکز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد ایک صفحہ ۱۳

‡ سبکتگین کی ایک کہانی اُن دنوں کی بیان کی گئی ہے کہ وہ ایک سوار تھا اور اُس کہانی سے اگر سبکتگین کی آدمیت واضح نہیں ہوتی تو مورخ کی انسانیت بلاشبہ ظاہر ہوتی ہے اور وہ یہہ ہے کہ ایک روز اُسنے شکار کرنے میں ہرقی کے بیچہ کو پکڑا اور وہ اُسکو خوش خوش ایچلا تو بیچہ کی ماں کو گھوڑے کے پیچھے دیکھا اور اُسکی ماں کے چہرہ پر رنج و الم کے اثر واضح پائے چنانچہ اُسکو ترس آیا اور اسبات سے خوش ہو کر کہ اُسکی ماں مومن ہو رہی اُسکو چھوڑ دیا اور جب وہ ہرقی بیچہ سمیت جنگل کو چلی تو باربار مڑ مڑ کر دیکھتی جاتے تھے اور یہہ بات اُسکی ایسی پسند آئی کہ اُسی رات اُسنے رسول خدا کی زیارت کی اور حضرت نے یہہ فرمایا کہ اس احسان کے بدلے خدا نے تجھکو سامنے عنایت فرمائی اور یہہ تاکید کی کہ جب تجھکو اختیار و مرتبہ حاصل ہووے تو ترس کر ہرگز نہ بھولنا

§ اب آئندہ سے ہماری تاریخ کی سند خاص تاریخ فرشتہ ہوگی جسکا مصنف فارسی تھا اور بہت دنوں تک ہندوستان میں رہا اور سولہویں صدی کے اخیر میں ہندوستان کے تمام مسلمان بادشاہوں کی تاریخ اپنے زمانہ تک لکھی فرض کے ایسے مصنف کے ارشاد و ہدایت سے جو ایشیا کے مورخوں پر بڑی نصیحت رکھتا ہے آپ کو نصیبی والا سمجھتا ہوں اور اس تاریخ میں جہاں کہیں ممکن ہوا ہے میں نے تاریخ فرشتہ کے کلام کو بالکل نقل کیا ہے اسلیئے کہ کرنل برکز صاحب نے جو اس تاریخ کا ترجمہ کیا ہے اُسکو درست اور عمدہ کرنا دشوار ہے

ہو گئی کہ مسلمانوں کی حکومت ان کے پاس ہر دوس سہ ماہی قائم ہو گئی اور معلوم
ایسا ہوتا ہے کہ اس حکومت کے باعث سے ہندوؤں کے ملکوں پر اکثر
حملہ ہوتے رہے اور ان کی جائیدادیں بھی غرض کہ راجہ جیپال والیئے لاہور نے
جسکی حکومت غزنی کے متصل تھی آپ حملے کا ارادہ کیا چنانچہ لغمان
میں اس وادی کے سرے پر بہت سی فوج اپنی لے گیا جو پشاور سے کابل
تک پہنچا ہوا ہے اور وہاں سیکنگین سے مقابلہ ہوا ابھی دنوں لشکر
اڑائی کا محصل و موقع تاک ہی رہے تھے کہ باد و بارش کا سخت طوفان آیا
اور اسکو لوگوں نے ایسا غیبی گولا سمجھا جو عالم اسباب میں معمولی
سہیروں سے خارج ہو اس لئے کہ ہندو لوگ اپنے مخالفوں کی برابر
سرحدی کے سہارنے کے عادی نہ تھے انہوں نے ایسی ہمت ہاری کہ
راجہ جیپال کو کام ناکام صلح کرنی پڑی چنانچہ سیکنگین پہلے صلح پر
مایل نہوا مگر آخر کار اس خیال سے کہ اگر ہندو بالکل مایوس ہو جاویں گے
تو بقول کسیکے کہ مرنے کا نہیں کرنا نتیجہ اسکا اچھا نہوگا غرض کہ وہ
بھی صلح پر راضی ہوا اور راجہ نے بھجاس ہاتھی اسکو دیئے اور بہت سے
روپے دینے کا وعدہ کیا *

جب کہ راجہ نے آپ کو محفوظ و سلامت پایا تو جو وعدہ روپے کا
کیا تھا اسے پورا کرنے سے انکار کیا یہاں تک کہ جو آدمی سیکنگین نے
تقاضے کے لئے بھیجے انکو مٹید کیا *

ہندو راجاؤں کا باہم متفق ہو کر سیکنگین سے لڑنا

اور شکست فاحش پانا

جب کہ سیکنگین نے یہ معاملہ دیکھا اور اسکو ناگوار گذرا تو اس نے
فوج اپنی جمع کی اور دریائے اتک کی طرف دوبارہ کوچ کرنا شروع کیا اور
دھرم راجہ جیپال نے یہ سامان کیا کہ اجمیر اور کالنجر اور قنوج کے راجاؤں کو
کمک کے لئے بلایا چنانچہ ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیادوں سمیت لغمان
کی جانب کو چلا سیکنگین دشمن کے لاؤ لشکر دیکھنے کو ایک تیرہویں

چڑھا چنانچہ اسنے میدان کو فوج کی بھڑ بھڑ سے بھر پور پایا مگر وہ ہراساں نہوا اُسنے اپنی فوج کی دلاوری اور شایستگی اور قواعد دانی پر مطمئن ہو کر فتح کا یقین کیا اور دھاوے شروع کیئے چنانچہ پہلے پہلے ہندوؤں کی فوج کے ایک حصہ پر سواروں کی ٹپ ٹپ فوج سے ہی درمی حملے کیئے اور جب غنیم کی فوج کے ہاتھوں اور کھڑتے دیکھے تو تمام فوج پر دھاوے کا حکم دیا یہاں تک کہ ہندو بھاگ نکلے اور اٹک تک انکا تعاقب ہوا اور بہت سے ہمارے گئے اور سبکتگیوں کے لشکر کے بہت سی غنیمت ہاتھ آئی اور گرد نواح کے پرگنوں سے جو لاہور کی قلمرو میں داخل تھے بہت سا منحصول وصول ہوا اور راجہ کے ملک پر دریائے اٹک تک قبض و تصرف کر کے سبکتگیوں نے ایک اپنے افسر کو مع دس ہزار سواروں کے پشاور میں حاکم چھوڑا *

بعد اُسکے لغمان کے افغانوں اور خلیجیوں † نے سبکتگیوں کی اطاعت فی الفور اختیار کی اور اُسکی فوج میں وہ لوگ بھرتی ہوئے ‡ * بعد ان مہموں کے خاص اپنی سلطنت کے انتظام میں سبکتگیوں مصروف ہوا اور اُن دنوں سلطنت اُسکی مغرب کی طرف قندھار سے آگے

† خلیجی ایک تاتاری قوم ہی جسکا ایک گروہ دریائے جگسرتیز کے منہ کے پاس دسویں صدی میں بستا تھا اور اُنہیں دنوں ایک گروہ اُسکا سیستان اور ہندوستان کے درمیان یعنی افغانستان میں بہت مدت سے آباد تھا اور وہ لوگ دسویں صدی تک بھی ترکی بولتے تھے اور معلوم ہوتا ہی کہ وہ لوگ افغانوں سے پہلے ہی سے بڑا علاقہ رکھتے تھے چنانچہ اُنہیں اور افغانوں میں کسی طرح کا فرق و تفاوت کبھی نہیں سمجھا گیا (اسبات کے دریافت کے لیئے کہ وہ تاتار میں کس خاندان سے نکلے اور کہاں رہتے تھے دی گنیز صاحب کی تاریخ جلد ۳ صفحہ ۹ کے حاشیہ اور دی ہربی لاک صاحب کی تحریر درباب خلیج اور بن ہائل کی تاریخ کے صفحہ ۲۰۹ کو ملاحظہ کرنا چاہیئے اور افغانستان میں اُنکی بساست کا حال دریافت کرنیکے واسطے ابن ہائل کی تاریخ کا صفحہ ۲۰۷ دیکھنا مناسب ہی اور واضح ہو کہ ابن ہائل نے تاریخ اپنی سنہ ۹۰۲ اور سنہ ۹۶۸ ع کے بیچ بیچ میں لکھی ہے) ‡ ہرگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۵ لغایت ۱۹

تک پہیلی ہوئی تھی اور اسی زمانہ میں اسکو اپنے برائے نام بادشاہ کی امداد و اعانت کرنے سے جہا و جلال بڑھانے کا موقع ہاتھ آیا چنانچہ یہاں اُسکا آگے آویکا *

خاندان سامانی کی اعانت کرنا سبکتگیں کا مشرقی تاتاریوں کے مقابلہ میں

جب کہ بغرا خاں تاتاریوں کے بادشاہ نے جو تمام تاتار پر دریائے اماس کے پار چین کے حد شرقی تک قابض و متصرف تھا + سامانی خاندان کے ساتویں بادشاہ نوح پر دھاوا کیا تو اُس نے بختارا سے بھاگ کر اکسیس پار پناہ لی مگر اُسکے نصیبوں نے پھر یادری کی کہ بغرا خاں کے بیمار ہونے اور اپنے ملک کی طرف معاودت کرنے اور مر جانے سے سنہ ۹۹۳ ع مطابق سنہ ۳۸۳ ہجری میں نوح اپنے تخت پر دوبارہ بیٹھا بعد اُسکے جب نوح نے حاکم خراسان کی گوشمالی کا ارادہ کیا جو اُسکی بد اقبالی کے وقتوں میں باغی ہو گیا تھا تو اُس حاکم نے فایق سے رفاقت پیدا کی جو بختارا کا ایک دوسرا امیر تھا اور اُسکے ہاتھوں سے سامانی خاندان کو پہلے زمانہ میں ایک عرصہ تک بہت سی تکلیفیں پہونچیں تھیں چنانچہ جب یہہ دو رفیق سلطنت کی بہتری کی نسبت اپنی بھلائی اور بہبودی کے زیادہ خواہاں ہوئے تو اُنہوں نے خاندان دیلم کے بادشاہ کو جو اُنکے پاس ہروس والے ایران کے صوبوں پر حکومت کرتا تھا امداد و اعانت کے لیئے بلایا اُسکو جی جان سے یہہ منظور تھا کہ پاس ہروس میں فساد برپا کرنے سے اپنے ملک و حکومت کو چوڑا چکلا کرے غرض کہ جب یہہ تینوں متفق ہوئے تو اُنکے مقابلہ کے لیئے نوح نے سبکتگیں سے اعانت چاہی چنانچہ سبکتگیں فوج اپنی لیبر بختارا کی طرف کچھہ رفیقوں کی طرح نہیں بلکہ تابعدار

+ قی گنیز صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۵۷ اور پرایس صاحب کی تاریخ

کی مانند روانہ ہوا اور اگرچہ اُس نے ضعف ناتوانی کے حیلہ سے یہہ شرط تہوائی تھی کہ ملاقات کے وقت اپنے گھوڑے سے نہ اتر و نہ مگر جب وہ بادشاہ کے سامنے گیا تو بے اختیار اپنے گھوڑے سے کودا یہاں تک کہ اگر نوح اُسکو بغلگیری کے وقت نہ روکتا تو وہ نوح کے ہانوں بھی چومتا *۔

جب کہ لڑائی بڑے زور شور سے ہو رہی تھی اور نوح کی شکست ہوا چاہتی تھی تو خاندان دیلم کے سردار نے یہہ دغا بازی کی کہ قہال اپنی اپنی پیتھ پر صلح کے اشارہ سے رکھی اور نوح اپنی لیکر سبکتگیں کی طرف چلا گیا اگر وہ یہہ کام نہ کرتا تو نوح اور سبکتگیں کی فرجیں دشمنوں کو کافی نہوتیں مختصر یہہ کہ بعد اِس شکست کے باغی لوگ اُن ملک و زمین سے بھاگ کر نکل گئے جو اُنکے قبض و تصرف میں تھے اور نوح نے بعض اِس بڑی خدمت کے سبکتگیوں کی حکومت کو غزنی پر مستحکم کیا اور خراسان کی حکومت اُسکے بیٹے محمود کو عطا فرمائی اگرچہ باغی سردست پریشان ہو گئے تھے مگر پھر اُنہوں نے لشکر جمع کیئے اور دوسرے برس یک لخت ایسا دھارا کیا کہ محمود کو نیشا پور میں آدبایا اور شکست فاحش دی مگر سبکتگیں نے بہت سی سعی و محنت سے پھر اُنکے مقابلہ کی لیاقت حاصل کی چنانچہ سنہ ۹۹۵ ع مطابق سنہ ۳۸۷ ہجری میں لڑائی کا خاتمہ ہوا اور مقام طوس کے پاس جو اب مشہد مشہور ہی اُنکو شکست فاحش ہوئی اور جمعیت اُنکی برہم ہو گئی اور فایق کا یہہ حال ہوا کہ وہ اُس جگہ سے بھاگ کر جہاں اُسکو شان و شوکت حاصل تھی الیق خاں چانشین بغرا خاں کے پاس چلا گیا اور الیق خاں کے زور اور دباؤ سے نوح اور فایق کی صفائی ہو گئی اور وہ سمرقند کا حاکم مقرر کیا گیا *۔

بعد اِس انتظام کے نوح نے انتقال کیا اور الیق خاں نے نئے بادشاہ کی چانشینی دیکھ کر بخارا پر چڑھائی کی رفیق اوسکا یعنی حاکم سمرقند

+ قی گنیز صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۱۵۸ اور پرایس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۴۲

اُسکا مہد و معاون ہوا اور نئے بادشاہ منصور ثانی کو آخر کار اس بات پر مجبور کیا کہ تمام اختیار اپنے بادشاہت کا فایق کو تفویض کرے *

سبکتگین کی وفات کا بیان

معاملات مذکورہ بالا کے زمانہ میں یہہ اتفاق ہوا کہ غزنی کو واپس آتے ہوئے سبکتگین راہ میں مرگیا † *

خاندان غزنی کا بیان

تیسرا باب

محمود کی سلطنت

محمود کا لڑکپن سے یہہ حال تھا کہ وہ اپنے باپ کے زمانہ میں فوج کشیوں اور چڑاہیوں میں ہمراہ اُسکے رہتا تھا اور بقول شخصے کہ ہونے ہار بدروں کے چکنے چکنے بات ابتدا سے ہوشیاری اور دلوری اور ہر کام میں گھس بیٹھہ چانیکے آثار و علامات اُس میں نمایاں تھے اور جب کہ باپ اُسکا مرا تو وہ نیشاپور میں اپنی حکومت پر تھا اور عمر اُسکی تیس برس کی تھی اور لیاقت اور شجاعت کی بدولت ہر طرح جانشینی کے قابل تھا ہاں یہہ بات ضرور تھی کہ غالباً ولادت اُسکی شرعی تھی ‡ یعنی وہ کسی منکوحہ کے پیٹ سے † نہ تھا اُسکے چھوٹے بھائی اسمعیل نے اُسکے نہونے کو غنیمت سمجھکر بقول بعض بعض مورخوں کے جانشینی کی منظوری باپ سے حاصل کی اور سلطنت پر بلا تامل قبضہ کیا اور اپنی بادشاہت کا اشتہار دیا اور منجملہ اُن فائدوں کے جو اُسکو اپنے بڑے بھائی کی نسبت حاصل ہوئی یہہ فائدہ کم نہ تھا کہ باپ کے خزانے اُسکے ہاتھ آئے اور اُسنے اُن

† ذبح کے انتقال سے ایک مہینے کے اندر اندر سبکتگین بھی سنہ ۹۹۷ ع مطابق سنہ ۳۸۷ ہجری میں مرگیا (تاریخ فرشتہ اور تاریخ ٹی گنیز صاحب اور تاریخ پیرایس صاحب اور تاریخ قی ہندی لاک صاحب)

‡ برگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۲۹

مخزانوں کو یوں صرف کیا کہ بڑے بڑے سرداروں کو انعام دیکر اپنی طرف مایل کیا اور فوج کی تنخواہیں بڑھادیں اور طرح طرح کے تماشاوں اور جلسوں میں روپیہ لٹاکر لوگوں کے دلوں میں عزیز و ممتاز ہو گیا مذکورہ بالا ذریعوں اور زیادہ زور و ستم سے جو سلطنت کے دہانے میں کیئے اور نیز اُس رائے کے باعث سے جو بعض بعض کوتاہ فہموں نے اُسکی بڑے استحقاق پر دی سلطنت کے تمام اُس حصہ کی امداد و اعانت حاصل کی جو معصود کے زیر حکومت نہ تھا اور جب کہ معصود کا دعویٰ قابل نفرت سمجھا گیا تو معصود نے کچھ نرم معاملہ کیا خواہ اس یقین سے کہ میرا استحقاق ضعیف ہی یا اُسکے مزاج میں اعتدال تھا یا اُسنے فریب دینا غرض کہ اُسنے بھائی کے ساتھ ایک بڑی شفقت ظاہر کی اور یہہ بیان کیا کہ اگر تیری عمر اس لائق ہوتی کہ تو ایسے بھاری بوجھ کو اٹھاسکے تو میں اپنی خوشی سے تیرا مقابلہ کرتا اور علاوہ اُسکے یہہ بات بھی کہی کہ اگر تو میرے تجربہ کاری کی فضیلت کو تسلیم کرے تو اُسکی عوض میں بلخ اور خراسان کا صوبہ عطا کروں مگر یہہ بات اُسکی فی الفور تسلیم نہ ہوئی یہاں تک کہ جب معصود نے یہہ دیکھا کہ اسمعیل سے موافقت کی امید نہیں تو وہ یہہ سوچا کہ اس چھکڑے کا تصفیہ دار السلطنت پر حملہ کرنے سے ہوگا چنانچہ اسمعیل جو اُن روزوں بلخ میں موجود تھا معصود کا ارادہ پاگیا اور غزنی اور معصود کی فوج کے بیچ میں آپڑا اور معصود کو عام لڑائی پر مجبور کیا اور جو بات کہ سرداروں کے غیر مساوی کاموں سے متوقع ہوتی ہی اُس سے بہت زیادہ عمدہ لڑائی لڑا مگر کھیت اُسکا معصود کے ہاتھ رہا اور غزنی فتح ہو گئی اور اسمعیل گرفتار آیا اگرچہ تعظیم و تکریم اُسکی اُسکے پایہ کی مناسب ہوتی رہی مگر باقی زندگی اُسکی قید میں گئی *

سامانی خاندان کے ایسے ایسے درونی قصی قضایوں سے جو سات مہینے تک برابر برہا رہے البتہ خاں کی کامیابی کو بڑی اعانت پہونچتی

چنانچہ اسنے رعب داب اپنا منصور ثانی پر بیٹھایا یعنی اسکو اسپر معبود
کیا کہ فایق کو وزیر اپنا بلکہ درپردہ آقا بناوے *
اگرچہ محمود اپنے پرانے دشمنوں کی حقیقت سے واقف تھا مگر
اسنے یہ چالاکی برتی کہ ناراقف بنکر کمال ادب و نیاز سے منصور ثانی
کے پاس یہہ درخواست اپنی بھیجی کہ خراسان کی حکومت پر مجھکو
قائم رکھے مگر یہہ درخواست اسکی فوراً نامنظور ہوئی اور نئے وزیر یعنی
فایق کا ایک اوردہ محمود کی جگہ معین کیا گیا *

محمود کی خود مختاری کا بیان

محمود کسی سے باسانی حکومت سے خارج نہوسکا چنانچہ اُسنی
خراسان کے نئے حاکم کو مارکر بھیجا دیا اگرچہ خود منصور سے نہ لڑا
جسکو مقابلہ میں لائے تھے لیکن اُسکے اطاعت کا اقرار بھی نکیا *
محمود اپنے حفظ و حراست کے واسطے بڑے بڑے سامان کرتا رہا
یہاں تک کہ اسی عرصہ میں دربار کے چھکڑوں اور امیروں کے رشک و
حسد سے منصور ثانی تخت سے اتارا گیا اور آنکھوں سے اندھا کیا گیا اور
سنہ ۹۹۹ع مطابق سنہ ۳۸۹ھ ہجری میں عبدالملک کو بطور ایک آلہ کے
جو فایق کے قبضہ میں رہے تخت پر بیٹھایا گیا محمود نے یہہ واقعہ
دیکھکر حکم دیا کہ بنی سامان کا نام خطبوں سے خارج کیا جاوے اور
خراسان کی حکومت پر مالکانہ قبضہ کیا بعد اُسکے عبدالملک کا
فرمان جسکو عطاے اختیارات کا اختیار حاصل تھا خراسان کی
نسبت محمود کے نام آیا چنانچہ وہ مستقل حاکم ہوگیا اور سلطان کا
خطاب + اُسنے اختیار کیا اسوقت سے مسلمان بادشاہوں میں یہہ
خطاب عام ہوگیا *

الیق خاں نے اس اوت کہسوت سے دور رہنے کا ارادہ نکیا جو اور

+ اگرچہ محمود سے پہلے مسلمان بادشاہوں کا یہہ خطاب تھا مگر یہہ عربی
کا پرانا لفظ بادشاہ کے معنوں میں ہی

لوگ کر رہے تھے چنانچہ اسنے عبدالملک کی حمایت کا بہانہ لیا اور
بغارا پر چڑھائی کی اور تمام ماوراءالنہر پر قبضہ و تصرف کر کر
سامانی خاندان کو خاتمہ پر پہونچایا جو ایک سو بیس برس سے زیادہ
سلطنت کر چکا تھا *

محمود اپنے ملک کے قبضہ کی طرف سے مطمئن ہوا اور یہہ بات اسکی
مرضی پر موقوف رہی کہ وہ جس طرف چاہی اپنی سلطنت کو پھیلانے
چنانچہ جو بادشاہتیں مغرب کی سمت میں واقع تھیں اور دین اسلام کے
تعلق اور شہرت کی قدامت سے دلپذیر تھیں وہ اس زمانہ میں ایسی
خرابی اور بد عملی کے ہاتھوں میں گرفتار تھیں اور ایسی کچھہ ضعف و
لاچار ہو گئیں تھیں کہ بہت سا حصہ انکا محمود کے قبضہ میں بلا جد و
جہد آگیا اور جس اسانی سے کہ سلجوقیوں نے باقی حصہ کو دبایا تھا
جو ایک زمانہ میں محمود کی رعایا تھے اُس سے محمود کو یہہ بات
ظاہر ہوئی کہ آبنائے ہلسپاند تک اپنی حدوں کے بڑھانے میں کوئی رک
توکن نہوگی *

ہندوستان کے ملک جنکا حال معلوم تھا محمود کے بہادرانہ مہموں
کے لیئے بڑے چورے چکے کھیت نظر آئے اور اس عمدہ ملک کی وسعت
و زرخیزی اور کثرت خزاین کے افواہوں اور سرسبزی زمیں اور خاص
خاص پیداواروں کی شہرت کے سبب سے ہندوستان گویا ایسا ملک تھا
جیسے کہانیوں میں مذکور ہوتے ہیں اور اُسکے پاس پروس کی قومیں
اُسکی نسبت من مانتی خیال باندہ لیتی تھیں *

ایک ایسے ملک یعنی ہندوستان میں جہ آرادوں اور مہموں کے
پورے ہونے کی توقع ہوئی وہ اسوجہ سے زیادہ تر اُسکو مرغوب معلوم
ہوئیں کہ وہ اسلام کے پھیلانے کا وسیلہ تھیں جسکا رواج ایک نئی قوم میں
قائم کرنا ایسا بڑا کام اُن دنوں سمجھا جانا تھا جو فیروز مند بادشاہوں کو
شایاں ہوتا ہی *

علاوہ اُسکے خیالات مذکورہ کی تاثیر اسوجہ سے معصوم کی طبیعت پر زیادہ ہوئی کہ ایک لڑائی میں ہندوؤں کی حقیقت دریافت ہو چکی تھی اور باوصف اسکے اُسکی طبیعت بھی معاون اُسکی ایسی طمع کی تھی جو باوجود اپنے مال و دولت کے ایک مالا مال میدان کے اترنے کی پیاسی تھی اور ایسے میدان کی امید سے خوشی کے مارے پھولے نسماتی تھی *

جب کہ ایسے ایسے مطالبوں کا پورا پورا اثر ہوا تو الیق خاں سے صلح کی اور ماوراءالنہر کو اُسکے قبضہ میں چھوڑا اور اپنی بیٹی کا نکاح اُسکے ساتھ کر کے رفاقت کو مضبوط کیا اور خاندان صفری کے ایک باغی کو جسٹس سیستان میں بغاوت کی تھی دبا کر اور دوسری بغاوت کے تدارک میں جو سنہ ۱۰۲۰ عیسوی میں اس باغی سے سرزد ہوئی اُسکو گرفتار کر کے ہندوستان پر چڑھائی کی *

معصوم کی پہلی چڑھائی ہندوستان پر

ایران پر اہل اسلام کا تسلط ہوئی ساڑھے تین سو برس گزرے تھے کہ سنہ ۱۰۰۱ ع مطابق سنہ ۳۹۱ ہجری میں معصوم غزنوی سے دس ہزار سپاہی کار آزمودہ ہمراہ لیکر روانہ ہوا اور جیپال والیئے لاہور اپنے باپ کے پورانے دشمن سے پشاور کے قریب و جوار میں جالڑا اور اُسکو شکست فاحش دیکر گرفتار کیا اور ستلج کے آگے مقام بٹندہ پر جا کر سخت حملہ کر کے تاخت تاراج کر دیا + اور ہندوؤں کے ملک و لشکر سے جو جو قیمتی غنیمتیں

+ معلوم ہوتا ہے کہ بٹندہ پہلے وقتوں اُس سے زیادہ شان و شوکت کا مکان تھا جو اُسکے ایک جنگل میں واقع ہونے سے سمجھہ میں آتا ہے کرنل تات صاحب نے بیان کیا ہے کہ راجہ لاہور کا کبھی یہاں فروکش ہوتا تھا اور کبھی دارالسلطنت میں رہتا تھا اور جو کہ پشاور کی لڑائی سنہ ۱۰۰۱ ع میں ہوئی تو معصوم آخر سرما میں بٹندہ میں داخل ہوا ہوگا اور اُن دنوں پنجاب کے دریا پایاب تو نہونگے مگر سواروں کی فوج کو اترنے میں تھوڑی دشواری پیش آئی ہوگی

ہاتھ اُٹیں وہ سب لیکر غزنی کو چل دیا مگر جب کہ راجا نے خراج کا وعدہ کیا جیسا کہ اُسکی باپ سے بھی کیا تھا تو ہندو قیدیوں کو تلوں لیکر چھوڑا ہاں چند افغانوں کو جو ہندوؤں کے ساتھ ہو کر اترے بھڑے تھے یہاں تک قید رکھا کہ وہ سرور چھوڑے اور جب کہ راجا چھوٹ کر آیا تو اُسنے اس باعث سے کہ کئی بار ناکام اور رسوا ہوا تھا اور شاید رعایا نے بھی مذہبی تعصب سے تنگ اُسکو کیا تھا راجا اپنا اپنے بیٹی انگ پال کو سونپا اور آپ ایک چتا پر چڑھا جو اُسکے حکم سے تیار ہوئی تھی اور اپنے ہاتھ سے آگ لگا کر جل بلکر مر گیا *

محمود کی دوسری چڑھائی

انگ پال اپنے باپ کے عہد و پیمان پر جما رہا مگر بھٹیلا کے راجا نے جو لاہور کے مطابقوں میں سے تھا اور ملتان کے جنوب میں حکومت اُسکی جاری تھی اپنے حصہ کا خراج دینے سے صاف انکار کیا اور سلطان سے بمقابلہ پیش آیا تو محمود آپ اُسپر چڑھ کر گیا چنانچہ پہلے اُسکو مضبوط مورچوں سے بھنکایا اور پھر اُسکو بڑے قلعہ سے نکالا یہاں تک کہ وہ اٹک کی چھوڑیوں میں جا کر مر گیا جہاں اُسنے جان چھوڑی تھی اور بہت سے ساتھی اُسکے اُسکا عوض لینے میں مارے گئے اور یہ واقعہ سنہ ۱۰۰۲ھ مطابق سنہ ۳۹۵ھ ہجری میں واقع ہوا *

محمود کی تیسری چڑھائی

یہ بہم اُسنے ایک اپنے سردار کے دہانے کے لیٹے کی تھی جو وہ ایک افغان تھا + اور سلطان سے باغی ہو کر انگ پال سے بہت موافق ہو گیا تھا *

غالب یہ ہی کہ پہاڑوں کی قومیں ایسی طرح محمود کی مطیع و تابع نہ ہوئی تھیں کہ وہ غزنی سے ملتان کو برابر سیدھا چلا آتا حاصل یہ

+ یہ پٹھان ابوالفتح خاں لردی حامد خاں لردی کا پوتا تھا جو ہندوؤں سے ملتان اور لغمان کا صوبہ لیکر اُنکے شریک ہو گیا تھا اور جب کہ سہکنگین نے ہندوؤں پر فتح پائی تھی تو اُسنے اُسکی اطاعت کی تھی

کہ انگ پال سردار ملتان اپنے رفیق اور معمود کے بیچ میں اُڑا اور دونوں لشکروں کا مقابلہ پشاور کے پاس کسی جگہ واقع ہوا چنانچہ راجہ کی فوج تباہ ہوئی اور شاہدرہ سے جو وزیر آباد کے پاس ہی دریائے چناب تک اُنکا پہنچھا دیا گیا یہاں تک کہ راجہ کشمیر کو بھاگا اور وہاں جا کر پناہ اُسے لی بعد اُسکے معمود نے ملتان کا محاصرہ کیا اور جب کہ محاصرہ پر سات روز گزرے تو سردار نے اطاعت کی اور بطور باج گزاری کی بری مدد دی چنانچہ سنہ ۱۷۷۵ ع مطابق سنہ ۱۳۹۹ ہجری میں معمود غزنی کو چلا آیا *

معمود کے ملک پر تاتاریوں کا حملہ کرنا اور شکست

فاحش کھانا

ملتان کے سردار کو جو مفید شرطیں معمود نے عنایت کیں تھیں سارا سبب اُسکا یہ تھا کہ معمود کو یہہہ خبر پہونچتی تھی کہ الیق خاں کے لشکر نے اُسکے ملک دوروٹی پر برا حملہ کیا اگرچہ الیق خاں معمود کا خویش تھا اور بہت قریب واسطہ رکھتا تھا مگر جب اُسے یہہہ دیکھا کہ وہ ہندوستان پر ہمتیں مایل ہی تو اُسکو یہہہ ہوس دامنگر ہوئی کہ خراسان کا صوبہ معمود کے قبضہ سے نکالی چنانچہ اُسنے ایک فوج ہرات اور دوسری بلخ پر قبضہ و تصرف کے لیئے بھیجی *

مگر اُسنے اپنے مخالف کی قوت کا اندازہ بہت غلط کیا چنانچہ معمود نے اُنک کو سیوک یا سکیال نامی ایک ہندو کے قبضہ میں چھوڑا جو ظاہر میں مسلمان ہو گیا تھا اور نہایت چستے چالاکی سے خراسان کی جانب روانہ ہوا اور غنیم کے سرداروں کو ہتھراکسیمس کے اُسہار جانے پر مجبور کیا *

بعد اُسکے الیق خاں کو حملوں سے دھمکایا یہاں تک کہ اُسنے قادر خاں والئی خٹن سے اعانت چاہی چنانچہ قادر خاں پچاس ہزار سپاہی لیکر الیق خاں کی مدد پر روانہ ہوا اور جب کہ الیق خاں کو

ایسی تقویت حاصل ہوئی تو دریائے اکسیس سے پار ہونے میں توفیق نکلیا اور بلخ کے قریب منصور سے جا بھڑا مگر منصور اس موقع پر پانسو ہاتھی لیکھا تھا اور معقول طور سے ایسی حکمت برتی کہ ان ہاتھیوں سے اپنی فوج کی صفوں کو ضرر نہ پہونچتی اور غنیم کے گھوڑوں اور آدمیوں پر جو ہاتھیوں کے قد و قامت اور شکل و صورت سے محض نا آشنا تھے بخوبی اثر پڑے چنانچہ ہاتھیوں کی صورت سے تاتاری درگئی اور بہت تیزی و تندہی سے حملہ نکر سکے مگر بعد اُنکے حملہ کے ہاتھی اُپڑ توتی اور فوج کے پیچ گھس گئے اور جو کوئی اُنکے آگے ہڑا اُسکو چیر چار برابر کیا غرضکہ فوج غنیم کو زیر و زبر کیا بیان کیا گیا ہی کہ خود منصور کے ہاتھی نے الیق خاں کے نشان بردار کو پکڑا اور الیق خاں اور اُسکی فوج کے سامنے سوندہ سے اُسکو بلند کیا ہنوز اُس پوشانی سے سنبھلنے نہ پائے تھے جو ہاتھیوں کی بدولت نصیب ہوئی تھی کہ دونوں لشکر بھڑکے مگر غزنی والوں نے ایسی دلاوری اور تندہی سے حملہ کیا کہ تاتاری ہر طرف سے پس پا ہوئے اور بہت سے قتل ہو کر میدان سے بھاگ گئے † اور یہ واقعہ سنہ ۱۰۵۶ ع مطابق سنہ ۳۹۷ ہجری میں واقع ہوا *

الیق خاں کو یہ پیش آیا کہ چند ہمدانیوں سمیت اکسیس پار بھاگ گیا اور بعد اُسکے کبھی منصور کا مقابلہ نہ کر سکا *

اگرچہ منصور نے غنیم کے تعاقب کا پہلے ارادہ کیا مگر جازے کی شدت سے اس ارادے سے باز رہا یہاں تک کہ اپنی دارالسلطنت میں بھی جب داخل ہوا کہ کئی سو آدمی اور گھوڑے جازوں کے صدقے کئی *

منصور ادھر مصروف رہا اور سکپال نے ادھر بہت پرستی اختیار کی اور بجائے خود باغی ہو گیا مگر منصور اُسپر یک لخت آہڑا اور اُسکو گرفتار کیا اور تمام عمر ایک قلعہ میں مقید رکھا *

راجہ انگ پال نے جو منصور کا مقابلہ کیا تھا الیق خاں کے باعث سے منصور اُسکا تدارک نہ کر سکا تھا مگر اب اُسکو مہمانت ہندوستان پر توجہ

کئی فرصت ہانڈھ آئی تو اُس نے بہت سی فوج اکٹھی کی اور راجہ سے لڑنے کے لیے موسم بہار سنہ ۱۰۰۸ ع مطابق سنہ ۱۳۹۹ ہجری میں روانہ ہوا *

محمود کی چوتھی چڑھائی

اننگ پال بھی اُس خطرہ سے غافل نہ تھا جو اس کو پیش آیا تھا چنانچہ اس نے دور دور کے راجوں کے پاس ایلیچی چلنے کیلئے اور انکو اُس خطرہ سے بخوبی آگاہ کیا جس میں وہ محمود کی فتوحات سے مبتلا ہو چکا تھا اور استعجابی ضرورت ثابت کی تھی کہ اپنے دیں و دنیا کی حفظ و سلامت کی واسطے بہت جلد متفق ہونا چاہیئے اور غالب یہ ہی کہ یہ تقریر اس کی ان کے ارادوں کے بھی موافق تھی کہ اندر تائید اس کی بخوبی ہوئی چنانچہ آجین اور کالنجور اور گوالیار اور قنوج اور دلی اور اجمیر کے راجوں نے باہم اتفاق کیا اور اپنی اپنی فوجیں اکٹھی کر کے ہنجاہ کی جانب روانہ کیں اور حقیقت میں فوجیں ان کی اس قدر تھیں کہ اُس وقت تک اس قدر فوج اکٹھی نہ ہوئی تھی چنانچہ محمود بھی اس قدر غر متوقع بھیڑ بہار کے دیکھنے سے متروک ہوا اور جیسے کہ وہ ہمیشہ چستی و چالاکی سے بیعت طور گھسا چلا آتا تھا بجائے اُس کے دشمن کے سامنے تھرا اور ہشار کے پاس ایک جگہ مقام کیا اور دشمن کے حملہ کا منتظر رہا مگر اس قیام کے زمانہ میں غنیم کی فوج روز روز بڑھتی جاتی تھی یہاں تک کہ ہندوؤں کی عورتوں نے سونے چاندی کی تومنوں کو گلاکر اور جواہرات کو بیچ کر اس مقدس لڑائی کے ساز و سامان کے لیے دور دور سے روپیہ کی امداد بھیجی تھی چنانچہ جب گاگر اور اور لڑاکا قومیں ہندوؤں کی فوج میں شامل ہو گئیں تو ہندوؤں نے مسلمانوں کو گھیرا اور مسلمان اپنے مورچہ بندی پر مجبور ہوئے اگرچہ محمود کس قدر دل شکستہ ہوا مگر اپنی شجاعت پر جما رہا اور اپنے ٹھکانے کے استحکام سے فائدہ اٹھانا چاہا چنانچہ اُس نے تیر اندازوں کا ایک بڑا گروہ اس نظر سے روانہ کیا کہ ہندوؤں کو بھڑکا کر مورچوں کی جانب حملہ کرنے کو گرم و آمادہ

کرہیں مگر یہہ اُسکی تدبیر راس نہ آئی کہ نتیجہ اُلٹا ہوا یعنی گاروں نے تیر اندازوں کو یک قلم بھگا دیا اور باوجود اُسکے کہ خود محمود نے سعی و محنت کی اور آپ مقابلہ کیا تیر اندازوں کا تعاقب ایسے استقلال سے کیا گیا کہ اُن پہاڑیوں کا بڑا گروہ ننگے سر ننگے پانوں طرح طرح کے ہتھیار باندھے ہوئے فوج محمود کے دونوں بازوؤں میں پھیل پڑے اور اُسکے سواروں میں بڑے غیظ و غضب سے گزے اور تلواروں اور چھوروں سے گھوڑوں سمیت زخمی کرنا شروع کیا یہاں تک کہ بات کی بات میں تین چار ہزار مسلمانوں + کو قتل کیا مگر ہندوؤں کے حملوں کا زور تھوڑا تھوڑا گھٹتا گیا یہاں تک کہ محمود کو دریافت ہوا کہ مخالف کا ہاتھی ہماری پریشانی کو دیکھ کر جو فائدہ کی غرض سے آگے بڑھا تھا وہ تیروں کی بوجھار سے ‡ چونک کر میدان سے بھاگ گیا اور اِس حادثہ سے غنیم کی فوج میں کھل بلی پڑی اور اُنکی یہہ سمجھہ میں آئی کہ ہمارا سردار چھوڑ کر بھاگ گیا چنانچہ پہلے تو اُنہوں نے کوشش میں تساہل کیا اور آخر کار ادھر ادھر ہو کر پریشان ہو گئے محمود نے اُنکی پریشانی سے جلد فائدہ اُٹھایا اور دس ہزار آدمی اُنکے پیچھے بھیجے اور پہلے اِس سے کہ وہ کسی امن کی جگہ پہنچیں دس ہزار آدمی اُنکے قتل کیئے *

نگر کوت کے مندر کا لوٹنا

اِس خدا داں فتح کے بعد اُن ہندوؤں کو دوبارہ جمع ہونے کی فرصت نہ ملی چنانچہ محمود اُنکے پیچھے پیچھے پنجاب میں گھستا گیا اور

+ پرائس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۳۲

‡ اصلي تاريخ ميں تيروں کی جگہ تریوں اور بندر قیوں مندرج ہیں اگرچہ برگز صاحب اِس مشکل کو بطور معقول حل کرتے ہیں یعنی جو لفظ فارسی میں توپ اور بندر قی کے معنوں میں مستعمل ہوا اُسکو کچھ بدلنے سے اُسکے معنی تیروں اور قسط کے گولوں کے ہوتے ہیں مگر تمام قلمی نسخے اُس لفظ کے توپ اور بندر قی ہونے پر متفق ہوتے ہیں اِس لیے برگز صاحب حیران ہیں اور اُنکو یہہ شبہہ ہی کہ مورخ نے کسی اور زمانہ کے واقعہ کو سہواً یہاں لکھ دیا غرض کہ ہم نے وہ معنی اختیار کیئے جو سیدھے سادے ہیں

جہاں انکو ایسا منتشر پایا کہ اُسکو اتنی فرصت ہاتھ آئے کہ اورت کھسوت کے ارادے جو اُسکے دل میں مقرر تھے اور اُنکے بخیالوں سے نہایت بخوش ہوا کرتا تھا پورے کرے چنانچہ منجملہ اُنکے ایک ارادے کے پورے کرنیکا موقع ہاتھ آیا یعنی نگر کوت کے لوٹنے کا ارادہ کیا اور حقیقت اُسکی یہی تھی کہ وہ ایک مندر نہایت مضبوط و مستحکم ایک پہاڑ کی بلندی پر جو کوہ ہمالہ کے بائیں سلسلہ میں ہی واقع تھا اور ایک قدرتی شعلہ کے باعث سے جو اُس مندر کے احاطہ میں زمیں سے نکلتا ہی وہ نہایت مقدس سمجھا جاتا تھا اور مندروں سے برابر ہندو راجاؤں کی نذرں اور چڑھاؤں سے مالا مال تھا اور قرب و جوار کے شہروں کی مال و دولت کا بڑا حصہ وہاں مجتمع تھا غرضکہ بقول تاریخ فرشتہ کے دنیا کے بادشاہوں کے خزانوں کی نسبت بہت کچھ زیادہ سونا چاندی بھاری موتی اور تمام قیمتی جواہرات اُس مندر میں موجود تھے *

ایسی جگہ کے لوگ دھارے کرنے والوں کا مقابلہ بخوشی کرتے مگر اتفاق یہ ہوا کہ اُس قلعہ کی فوج اُس بڑی چڑھائی میں گئی ہوئی تھی جو محمود پر ہوئی تھی چنانچہ جب محمود اُس مندر کی فصیل تک پہونچا تو بیچارے ہوجاریوں کو گرد اُسکے بے سرو سامان کھڑے ہوئے دیکھا یہاں تک کہ اُنہوں نے ہکار کر جان بخشی چاہی اور بلا شرط اُسکی اطاعت قبول کی محمود نے جان اُنکی بخشی اور افسروں وغیرہ سمیت اُس مندر میں داخل ہوا اور جو خزانے کہ وہاں مجتمع تھے اُنپر قبضہ کیا بیان کیا گیا ہی کہ سات لاکھ دینار طلائی اور سات سو من سونے چاندی کی تختیاں اور دو سو من زر خالص کی اینٹیں اور دو ہزار من کچی چاندی اور بیس من جواہرات جسمیں موتی مونگے ہیرے پھوکراج راجہ بھیدا کے وقت سے جمع تھے محمود کے قبضہ میں

آئے + *

+ من مختلف رزوں کے ہوتے ہیں چنانچہ عرب کا من سب سے کم وزن کا

محمود اس بڑی غنیمت کو لیکر غزنی چلا گیا اور دوسرے سال اُس نے ایک جشن آراستہ کیا جس میں ہندوستان کی غنیمت لوگوں کو دکھائی جو سونے چاندی کی چوکیوں اور میزوں پر کمال آرایش اور نہایت خوبصورت سے چنی گئی تھی اور یہ جشن ایک بڑے میدان میں تین دن تک قائم رہا اور تماشاخوؤں کی خاطر بہت عمدہ عمدہ کھانے تیار کیئے گئے اور بڑے کر و فر سے ضیافت ہوئی اور محتاجوں کو تحریرات دی گئی اور ایسے شخصوں کو بڑے بڑے انعام اور بھاری بھاری خالص عطا ہوئے جو اپنے مرتبہ یا لیاقت یا ریاضت کے سبب سے مشہور و ممتاز تھے *

فتح کرنا محمود کا ملک غور کو

سنہ ۱۰۱۰ ع مطابق سنہ ۱۰۳۱ ہجری میں ہرات کے مشرقی پہاڑوں میں غور کے بڑے ملک پر محمود نے آپ بذات خاص لشکر کشی کی اور اُس ملک میں سور کی قوم افغانوں کی آباد تھی اور وہ پہلے مسلمان ہو چکے تھے جبکہ یہ ملک سنہ ۱۱۱ ہجری میں خلیفوں کے عہد دولت میں تمام مفتوح ہو چکا تھا اگرچہ سردار اس قوم کا ایسی جگہ قیام پذیر تھا کہ اُس پر دھاوا ممکن تھا مگر محمود نے اُسکو ایسے نکالا کہ وہ آپ مقابلہ سے خائف کر کے بھاگا (اگرچہ یہ کام بہت بڑا خطرناک معلوم ہوتا ہی مگر مورخوں کے نزدیک سب آسان ہی) اور جب کہ اُس سردار کو شکست فاحش ہوئی تو زہر کھا کر مر گیا اور نام اُسکا محمد سور تھا اور اُسکے ملک کی فتح اس لئے زیادہ معلوم کرنے کی قابل ہی کہ اُسکے خاندان نے غزنی کے خاندان کو تباہ کیا *

دوسرے برس محمود کے سرداروں نے صرف ایک پہاڑی ملک جرجستان یا غرغستان کو فتح کیا + جو دریائے مرغاب پر غور کے متصل واقع ہی *

ہی جو سیر پور کا ہوتا ہی اور تبریز کا مروج من سازھے پانچ سیر اور ہندوستان کا پورے چالیس سیر کا ہوتا ہی (پرگز صاحب کا حاشیہ تاریخ فرشتہ جلد ایک صفحہ ۲۸)

+ نام اس خطہ کا غور اور اُسکے آس پاس کے ملکوں کے بیان میں اثر واقع ہوتا ہی تاریخ ابن ہاکل کی رو سے موقع اس خطہ کا معلوم ہوتا ہی (اوسلے صاحب

محمود کی پانچویں چڑھائی ہندوستان پر

غور والوں کی چھوڑ چھار کے سبب سے محمود نے غور پر یورش کی ہوگی اس لیے کہ جس سال میں اُس نے غور پر حملہ کیا اسی سال میں وہ ہندوستان پر چڑھکر گیا یہہ اُسکی ایک معمولی عادت ہوگئی تھی محمود اس مرتبہ ملتان کو فتح کرکے ابوالفتح خاں لودے کو مقید کر لیا *

محمود کی چھٹیویں چڑھائی ملک ہندوستان پر

بعد اُسکے سال آئندہ میں تھا نیسویں دور و دراز چڑھائی کی جو جمنائے قریب واقع ہی اور وہاں کے مندر کو جو نہایت مقدس تھا خوب دل کھولکر لوٹا اور بستی کو خاک سیاہ کیا اور بیسہزار آدمی قید کرکے غزنی کو لیکھا اور تمام رجوازے اُسکے مقابلہ کو لاؤ لشکر جمع کرتے رہ گئے *

محمود کی ساتویں اور آٹھویں چڑھائیوں کا بیان

اگلے تین برسوں میں کوئی بات اسبات کے سوائے بیان کے قابل نہیں کہ کشمیر کی دو مہمیں پوری ہوئیں مگر جب پچھلی مہم سے لوٹ آئے لکے نو فوج اُسکی راہ سے بڑھا ہوگئی اور جازا ایسی شدت سے ہڑا کہ بہت سے لوگ ضایع ہو گئے اور یہہ بات اچنبھے کی ہی کہ ایسے ملک میں جہاں رسائی دشوار ہی دو حملے کیئے اور اُن میں بہت تھوڑی مصیبت اور دقت پیش آئی *

فتح کرنا محمود کا ماوراءالنہر کے ملک کو

بعد اُن خفیف معاملوں کے ایک ایسی مہم محمود نے طی کی کہ اُس سے سرحد اُسکے ملک کی بحر کاسپین تک بڑھگئی اس لیے

کا ترجمہ تاریخ ابن ہاکل صفحہ ۲۱۳ و ۲۲۱ و ۲۲۵) مورخان یورپ نے اس خطہ کو اکثر جارجیا کی جگہ غلط سمجھا ہی اور قی ہربی لاث صاحب نے اسی خیال سے خطہ مذکورہ کے بادشاہ کے خطاب کو روس کے بادشاہ کے خطاب سبزر سے مشتق کیا اور اُسکے خطاب کو فارسیوں کی ہری تحریر کے سبب سے کوئی دوسر اور کوئی ہو اور کوئی نثر اور کوئی نثر بیان کرتا ہی

اُس مہم کو معبود کی سلطنت کے بڑے کاموں میں شمار کرنا مناسب ہی چنانچہ الیق خاں سرچکا تھا اور جانشین اُسکا طغا خاں ختن کے قاتاریوں سے سخت لڑائی میں مصروف تھا اور یہ لڑائی مخصوص دریائے اُماس کی جانب مشرقی میں واقع ہوئی تھی اور سنہ ۱۰۱۲ ع سے لیکر سنہ ۱۰۱۵ ع تک ہوجب تحریرِ قی گنگیز صاحب واقعہ جلد ۲ صفحہ ۳۱ کے قائم رہی اور ماوراءالنہر کا ملک طغا خاں کے نہونے سے معبود کی نظر سے نچوڑا اور ہندوستان کی لڑائیوں میں وہ اسقدر مصروف تھا کہ وہ اُسکی ضرورت سے ایسے بڑے ملک کے فتح کرنے سے غافل رہتا غرض کہ معلوم ہوتا ہی کہ سنہ ۱۰۱۶ ع مطابق سنہ ۳۰۷ ہجری میں سمرقند اور بخارا پر بلا مقابلہ قابض و متصرف ہوا اور جو مقابلہ خوارزم میں پیش آیا اُس سے اُس ملک کے فتح ہونے میں بہت توقف نہوا * †

معبود کی نویں مہم ہندوستان پر

اِن مہموں کے بڑے تھاک سامانوں سے دریافت ہوتا ہی کہ معبود نے جو ارادے ہندوستان پر کیئے وہ بڑے وسیع اور فراخ ہو گئے اس لیے کہ

† الیق خاں کی لڑائی سنہ ۱۰۰۶ ع سے پہلے کی کوئی مہم معبود کی دریائے اُکسیس کی جانب کسی مورخ نے بیان نہیں کی اور تاریخ فرشتہ والا اس مہم معبود کا یہم باعث بیان کرتا ہی کہ سلطان معبود کو شاہ خوارزم کے قتل پر جس سے اُسکی بیٹی کی شادی ہوئی تھی جوش آیا مگر قی ہرہی لاک صاحب اپنی سرگذشت میں جو دریاب سلطان معبود اُنہوں نے لکھی اور قی گنگیز صاحب بحوالہ تاریخ اہوالفداء کے جلد ۲ صفحہ ۱۶۶ میں کمال استحکام سے یہم بات بیان کرتے ہیں کہ وہ لڑائی ایک بغاوت کے مدافعت کے واسطے ہوئی تھی اور خود صاحب تاریخ فرشتہ یہم بیان کرتا ہی کہ سنہ ۱۰۱۲ ع میں جو کہ معبود نے خلیفہ سے یہم درخواست کی کہ وہ سمرقند کو حوالہ کرے اس سے دریافت ہوتا ہی کہ معبود نے اُس سال کو ماوراءالنہر کے فتح کرنے میں گزارا اور اس قیاس کی خاص وجہ یہم ہی کہ اُس سال میں کشی اور مہم میں معبود کا بذات خود مصروف ہونا بیان نہیں کیا گیا

اُس نے پنجاب کو چھوڑ کر جو اُسکے آنے جانیکا اب تک ایک راستہ تھا یہہ ارادہ کیا کہ آگے کو سیدھے گنگا پر لشکر کشی کرے اور اپنے یا اپنے جانشینوں کے لیئے ہندوستان کے وسط تک راستہ آنے جانیکا کھولی چنانچہ جو جو سامان اُس نے بہم پہونچایا وہ تمام اِس ارادہ کے شایان و مناسب تھے غرض کہ بموجب تحریر تاریخ فرشتہ کے ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیادہ جمع کیئے اور یہہ فوج اُسنے تمام ملک کے حصوں میں سے اور خصوص اُن حصوں میں سے جو اُسنے حال میں فتح کیئے تھے فراہم کی تھی اور یہہ تجویز اُسکی اسلیئے نہایت معقول تھی کہ اُسکے ذریعہ سے وہ سپاہ کام آئی جو پہچھے رہتی تو ایک بڑا اندیشہ تھا اور ہندوستان کی لوت میں اُنکو شریک کرنے سے رفیق اپنا بنایا *

سات بڑے دریاؤں اور ایسے ملک میں جسکی حقیقت اب تک دریافت نہ تھی اور اُسے کوئی نہیں گذرا تھا تین مہینے کا اُسکو کوچ کرنا پڑا اور دریافت ہوتا ہی کہ اُسنے اپنی معمولی دانشمندی اور قدیمی آگاہی ہوشیاری سے اِس مہم کو طے کیا چنانچہ وہ سنہ ۱۷+۱ ع مطابق سنہ ۸+۲ ہجری میں ہشاور سے روانہ ہوا اور کشمیر کے اُس پاس سے گذر کر پہاڑوں کے پاس ہڑوس میں لگا رہا جہاں دریاؤں سے گذرنا کمال آسانی سے ممکن تھا یہاں تک کہ وہ دریائے جموں سے گذر گیا بعد اُسکے جنوب کے جانب متوجہ ہوا اور قنوج کی بڑے دارالسلطنت کے سامنے یکایک آگیا *

قنوج کی فتح کا بیان

جس باتوں کے سبب سے یہہ شہر آراستہ پیوستہ اور بڑا مالا مال اور نہایت پر رونق تھا اُنکا دریافت کرنا گوئہ دشوار ہی اگرچہ قنوج کے راجہ کا ملک اور راجاؤں کے ملکوں سے زیادہ تھا اور اِن راجاؤں کی لڑائیوں اور رفاقتوں کی تاریخوں سے یہہ بھی بات ثابت نہیں ہوتی کہ قنوج کے راجہ کو اور راجاؤں کی نسبت حکم و اختیار کچھ زیادہ حاصل تھا

مگر اُسکے دربار کی شان و شوکت اور دارالسلطنت کی جگہ و حشمت کی تعریف میں ہندو اور مسلمان مورخ ایک دوسرے سے سبقت لیتے ہیں اور محمود کی فوج میں جو اثر اس شاندار شہر کی بدولت حاصل ہوا بیان اُسکا تاریخ فرشتہ میں مذکور ہے † *

قنوج کا راجہ محمود کے مقابلہ کے واسطے بالکل آمادہ و مستعد تھا اور اپنی بیکسی کا اُسکو اتنا یقین تھا کہ اُس نے آپ کو اپنے خاندان سمیت محمود کے حوالہ کیا اور دریافت ہوتا ہی کہ وہ ناچاری کی دوستی جسکا آغاز اسطور پر واقع ہوا دلی اور مضبوط و مستحکم تھی اس لیے کہ سلطان محمود تین دن کے بعد بذون ایذا دہی اور ضرر رسائی کے قنوج سے روانہ ہو گیا اور جبکہ چند برسوں کے بعد جب کہ اور راجاؤں نے باہم اتفاق کر کے قنوج کے راجہ کو اس خطا پر سزا دینی چاہی تھی کہ وہ اپنی قوم کے عام دشمن سے جا ملا تھا تو محمود اُسکی امداد و اعانت کے لیے پھر واپس آیا *

متھرا کے لوگوں پر جو ہندوؤں کی بڑی تیرت تھی کچھ ترس نکھایا چنانچہ وہ بیس روز تک وہاں تھا اور شہر کو لوٹا اور بتوں کو توڑا اور مندروں کو خراب کیا اور قنوج کے زور و ظلم سے شہر میں آگ لگی اور اس آگ کے لگنے سے رہنے والوں کی مصیبتوں کو بہت ترقی ہوئی * بعضوں نے بیان کیا ہے کہ مندروں کے مضبوط و مستحکم ہونے کے باعث سے محمود اُنکو بیخ و بنیاں سے نہ اوکھاڑ سکا اور جو مسلمان بہت

† علامہ اور مبالغہ کی تعریفوں کے ایک ہندو مورخ (کرنل ڈاؤ صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۷) بیان کرتا ہے کہ قنوج کی شہر پٹلا کا محیط تیس میل کا تھا اور ایک مسلمان مورخ لکھتا ہے (میجر رٹل صاحب کی کتاب صفحہ ۵۴) کہ اس شہر میں تیس ہزار پٹواریوں کی دوکانیں تھیں اور بعض مسلمان مورخ قنوج کے راجہ کو اس طرح ممتاز کرتے ہیں کہ وہ تمام ہندوستان کا شاہنشاہ تھا اور محمود کے زمانہ سے ایک سو برس پیشتر اسے ہاڈل نے بیان کیا کہ ہندوستان کا بڑا شہر قنوج تھا (اوسلی صاحب کا ترجمہ تاریخ اسے ہاڈل صفحہ ۹)

تغصیب نہیں رکھتے وہ یہہ بیان کرتے ہیں کہ مستحود اُن مندروں کو اُنکی خوبصورتی کے باعث سے بچا گیا مگر اِس بات پر تمام مورخ متفق ہیں کہ عمارات متھرا کی حسن و خوبی سے اُسکو نہایت حیرت ہوئی اور غالب یہہ ہی کہ جو تاثیر اُن عمارتوں کی مستحود کی طبیعت پر ہوئی تو اُسکے باعث سے اُسکی طبیعت میں مذہبی عمارتوں کے بنانے کا جوش اُٹھا + *

اِس مہم میں اور مہموں کی نسبت زیادہ تر برے حال پیش آئے چنانچہ مہاویں میں جو متھرا کے پاس واقع ہی راجہ نے سلطان کی اطاعت اختیار کی اور سلطان نے اُس سے اچھے معاملے کرتے مگر اتفاق سے دونوں فوجوں کے سپاہیوں میں کوئی جھگڑا کھڑا ہو گیا اور ہندو قتل ہوئے اور دریا کی طرف بھاگ کر قُرب گئے اور جب راجہ نے یہہ خیال کیا کہ مجھکو بادشاہ نے دغا دی تو اُس نے اپنے جورو بچوں کو مفت قتل کیا اور بعد اُسکے اُسنے اپنا بھی جھگڑا چکا دیا *

شہر منچ میں سخت متاہلہ کے بعد قلعہ کے کچھ تھوڑے راجپوت قلعہ کے اُن مقاموں سے جسکو مستحود نے توڑا سلطان کی فوج پر یک لخت آبرے اور آپ کو ہلاک کیا اور باقی لوگوں نے آپ کو قلعہ کی فصیلوں سے گرا کر پاش پاش کیا یا اپنے گھروں میں جورو بچوں سمیت آگ میں جل کر مر گئے یہاں تک کہ تمام گروہ میں سے کوئی زندہ نہ بچا علاوہ اُسکے بہت سے شہروں کو فتح کر کے بہت سے ملکوں کو ویران کیا اور بہت

+ جو خط کہ مستحود نے حاکم غزنوی کے نام اِس شہر سے لکھا اُسکا خلاصہ مفصلہ ذیل یہہ ہی کہ اِس مقام میں ہزاروں عمارتیں ایسی مضبوط و مستحکم ہیں جیسے کہ بکی مسلمانوں کا ایمان مضبوط اور قوی ہی اور اکثر عمارات اُنہیں سنگ مرمر کی ہیں علاوہ اُنکے مندر بیشمار ہیں اور یہہ بات تحقیق ہی کہ لاکھوں دیناروں کے خرچ سے یہہ شہر اِس مرتبہ کر پہونچتا ہی اور ایسا شہر دو سو برس کے عرصہ سے کم میں تیار نہیں ہو سکتا (پرگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ۱ صفحہ ۵۸)

سی غنیمت اور پانچہزار تین سو قیدی لیکو غزنی کو واپس آیا * †

محمود کی دسویں اور گیارھویں مہم کا بیان

جب کہ وسط ہندوستان کی راہوں سے محمود آگاہ ہو گیا تو سنہ ۱۰۲۲ع مطابق سنہ ۴۱۳ ہجری میں مہم مذکورہ بالا کے بعد ہندوستان پر دو حملے اور کئی اور ان دونوں حملوں کے درمیان ایک عرصہ گذرا چنانچہ پہلا حملہ راجہ قنوج کی امداد و اعانت کے واسطے کیا تھا مگر حسب اتفاق اُسکے پہونچنے سے پہلے پہلے کالنجور واقعہ بندیل کھنڈ کے راجہ نے قنوج کے راجہ کو قتل کیا چنانچہ محمود نے کالنجور کے راجہ پر لشکر کشی کی مگر اس لشکر کشی اور آئندہ لشکر کشی پر جو سنہ ۱۰۲۳ع مطابق ۴۱۴ ہجری میں کی گئی کوئی فائدہ مستقل مترتب نہ ہوا *

محمود کا پنجاب پر مستقل تصرف کرنا

منجملہ ان دونوں مہموں کے پہلی مہم میں ایک واردات کے پیش آنے سے سلطان کی بڑی بڑی فتوحات سے بھی بڑا کر بڑا مستقل اثر ظاہر

† حال اس تمام مہم کا تاریخ فرشتہ میں صاف صاف مندرج نہیں مگر فرشتہ میں اُن فارسی مورخوں کے کلام نقل کئی ہیں جو اپنے ملک کے موسموں کے لحاظ سے محمود کے کوچ کا زمانہ بہار کا موسم بتاتے ہیں مگر اصل یہ ہے کہ اُسے بہار کے موسم میں کوچ نہیں کیا اسلئے کہ اگر وہ بہار میں کوچ کرتا تو پایاب اوٹریکی جستجو نکرتا ہاں خاص قنوج میں برسات کے شروع میں پہونچا ہوگا بعد اُسکے جو کوچ ہوئے وہ تمام کوچ سب برسات میں دریائوں کی چڑھائی پر کئے ہوئے اور غالب یہ ہے کہ پہاڑوں پر برف پڑنے سے بیشتر پشاور میں پہونچا ہوگا اور ماہ نومبر کے آغاز میں دریائے اٹک سے پار اُترا ہوگا اور اُسکی کوچوں کی تفصیل اس سے بھی خراب بیان کی ہی چنانچہ پہلے وہ قنوج پر گیا اور پھر لوٹ کر میرٹھ پر گیا اور پھر متھرا پر حملہ کیا مگر اُسکے آنے جانیکا کوئی نشان پتا باقی نہیں کہ وہ کس راہ سے آیا گیا ہاں غالب یہ ہے کہ وہ میرٹھ کی راہ کو آیا مگر یہ تحقیق نہیں کہ وہ کس راہ سے واپس گیا بڑا صاحب نے اپنی تاریخ گجرات کے دیباچہ کے صفحہ ۴۱ میں اس وقت کی بہت عمدہ چھان بین کی ہے

ہوا یعنی جیپال ٹائی جو لاہور کی سلطنت میں انگ پال کا جانشین ہوا تھا اپنے تخت نشینی کے وقت سے کسب قدر نزاعوں کے بعد ہمیشہ سلطان سے اچھی خاصی طرح رہتا رہا مگر اس مہم میں اُس نے بدبختی سے سلطان کا مقابلہ کیا اور اُسکو قنوج کے جانے سے مانع مزاحم ہوا چنانچہ آخر نتیجہ اُسکا یہ ہوا کہ لاہور اور اُسکے تمام اضلاع ضبط ہوئے اور غزنی کے شامل کیئے گئے اور دریائے اتک کے جانب شرقی ہر فوج اسلام کی مستقل رہنے کی یہی پہلی بار تھی اور بلاد ہندوستان میں مسلمانوں کی آئندہ بادشاہی کے لئے یہی بنیاد تھی *

بعد اُسکے سنہ ۱۰۲۳ء مطابق سنہ ۴۱۵ ہجری میں ماوراءالنہر کی طرف سلطان متوجہ ہو کر بنفس نفیس اُس جانب کو روانہ ہوا اور وہاں کے باغیوں کی سرکوبی کر کے غزنی کو مراجعت فرمائی *

قنوج کی بڑی مہم کے بعد یہہ معلوم ہوتا ہی کہ مستحکم کو لوت مار کے حملوں کا مزا نہ رہا چنانچہ جو حملے کہ اُس نے بعد اُسکے کئی چٹکا بیان ابھی ہو چکا وہ اپنی رضا و رغبت سے نکلی تھے دریافت ہوتا ہی کہ اس زمانہ میں اُس نے ہوش حواس اپنے جمع کر کے یہہ ارادہ مصمم کیا کہ ایسی جد و جہد عمل میں لائی مناسب ہی کہ اگر نام اپنا اسلام کی بڑی ترقی دینے والوں میں درج نہ ہووے تو ادنیٰ درجہ یہہ ہی کہ بت شکنوں میں مندرج ہو جارے اور میں بت پرستی کے حق میں وبال سمجھا جاؤں *

بارہویں مہم سومنات کے مندر پر

یہہ مہم اُس نے ایسی کی کہ جہاں کہیں مسلمان بستے بستے ہیں وہاں یہہ مہم اُسکی بطور عمدہ نمونہ جہاں کے مشہور و معروف ہی *

واضح ہو کہ یہہ سومنات جزیرہ نما گجرات † کے جنوبی کنارہ پر بڑا معزز اور عمدہ مندر تھا اگرچہ حال اس مندر کا ہندوستان میں تاریخ

† ہندوستان کے اوگ اس گجرات کو سررٹھہ اور کاٹھیا وار کہتے ہیں

مہمان مستحود سے خصوصاً دریافت ہوا مگر معلوم ہوتا ہی کہ اُس عہد میں مندر یہہ ہوا مالا مال اور بڑی مشہور ‡ تہرت تھی *

اس مقام کے پہونچنے میں اُس دور دراز سفر کے علاوہ جو آباد ملکوں میں اُسنے کیا تین سو پچاس میل کے چورے چکے ریگستان اور سخت چکنی مٹی کے میدان کو لپیٹا جہاں پانی چارے کی قلت اور دقت تھی اور حق یہہ ہی کہ اس زمانہ میں کسی رفیق کے ملک میں بھی لاو لشکر سمیت گزرنا بہت بڑا کام ہی اور پہلے پہل کے گزرنے اور خصوص ایسی صورت میں کہ غنیم کی فوج کا مقابلہ ممکن و متوقع تھا صرف دلیری ہی درکار تھی بلکہ ہنر بھی درکار تھا *

ماہ ستمبر سنہ ۲۲+۱۷۱۷ء مطابق سنہ ۲۱۵ ہجری میں فوج اُسکی غزنی سے روانہ ہوئی اور ماہ اکتوبر سنہ مذکورہ بالا میں ملتان میں پہونچی بیس ہزار اونٹ رسد لیجانے کے لیئے اکھتے کیئے تھے اور بارصف اسکی تمام فوج کو یہہ تاکید تھی کہ جہاں تک ممکن ہو پانی چارے کا سامان مہیا رکھنا چاہیئے اگرچہ فوج کی تعداد بیان نہیں کی گئی مگر کہتے ہیں

‡ یہاں کیا گیا کہ دو تین تین لاکھ معتقد چاند سورج کے گہن کے دنوں وہاں آتے تھے اور مختلف راجاؤں نے دہزار گاؤں اس مندر کے پوجاریوں کے لیئے مقرر کئی تھے اور دو ہزار پوجاری اور پانسو ناچنے والیاں اور تین سو گریہ اس مندر سے متعلق تھے اور اُسکی گھنٹی کی زنجیر جسکو پوجنے والے بجاتے تھے دو سو من سونے کی تھی اور ہر روز اُسکے پت کو گنگا کے پانی سے نہلایا جاتا تھا جو ہزار میل کے فاصلہ سے آتا تھا اور یہہ پچھلا بیان زمانہ حال کے طور طریقوں سے درست معلوم ہوتا ہی اور اور چیزیں جو اس مندر میں کے بیان ہوئے ہیں وہ ایشیا والے مورخوں کی حسب عادت بلا تعداد لکھی ہیں واضح ہو کہ اگر زنجیر کے من تبریزی تصور کیئے جاویں اور یہی غالب ہی تو وہ زنجیر دس لاکھ روپیہ سے زیادہ قیمت کی ہوگی اور اگر عربی من مراد رکھے جاویں تو بیس ہزار روپیہ سے کم کی ہوگی *

واضح ہو کہ تبریزی من مثقال کے حساب سے چھ سو مثقال اور تولوں کی دو سے دوسرے تول کا اور عربی من دو رطل کا اور رطل مثقالوں کے حساب سے نوہ مثقال اور تولوں کی دو سے اٹھائیس تولہ سارے چار ماشہ کا ہوتا ہی اور جہاں کہیں مطلق من ہوا جاتا ہی وہاں تبریزی من مراد ہوتا ہی مترجم

کہ بہت سے لوگ اکسیس کے پار رہنے والے اپنی رضا و رغبت سے بلا
تنتخواہ اُسکے ہمراہ ہو گئے تھے اور جستدر کہ ان لوگوں کو دیں کی ہرارت
اور مذہب کا جوش دامنگیر تھا اُسقدر لوت مار کا شوق اور ہڑے ہڑے
کاموں کی تمنا دلپذیر تھی † *

جب کہ محمود نے کوچ کا سامان پورا کیا تو وہ میدان مذکور سے بلا
دشواری گذر گیا اور اجمیر کے پاس اُسے اچھی طرح جماو اپنا کیا جو
ہندوستان میں عمدہ زر خیز خطہ ہی اگرچہ ہندو لوگ اس طوفان کے
جماو سے ناراض تھے مگر اُنکو یہہ بھی توقع نہ تھی کہ وہ طوفان ایسے مکان
پر جو ایسے میدان کے درمیان ہونے سے ماموں و محفوظ ہی بہت ہی طرح
یک لخت اجاویکا محمود کے یکایک آجائے سے اجمیر کے راجہ کو بھاگنے
کے سوا کوئی چارا نہ رہا غرض کہ ملک اُسکا بیچراغ کیا گیا اور
دارالسلطنت جو باشندوں سے خالی رہی تھی تاخت و تاراج کر دیئے گئے
مگر وہ قلعہ جو پہار پر شہر کی پشت و پناہ ہے فتح نہوا اور جو کہ محمود
کا مطالب نہ تھا کہ آپ کو محاصروں میں مصروف و مشغول رکھے تو اُسے
اپنا سفر جاری رکھا جو اب کمال اسان اور نہایت سہل ہو گیا تھا اور غالب
یہہ ہی کہ وہ جس راہ سے سرمناف پر گیا وہ راہ تھی جو اربلی پہار اور
میدان مذکورہ بالا کے درمیان میں واقع ہی گجرات کے شہروں میں سے
جس مشہور شہر میں وہ پہلے پہل پہونچا وہ انہل پارہ تھا جو ان دنوں
دارالسلطنت تھا اور ایسا یکایک پہونچا کہ وہ راجا شہر کے چھوڑنے
پر مجبور ہوا باوصف اُسکے کہ ہندوستان کے راجاؤں میں بہت بڑا
راجہ تھا اگرچہ محمود کو یہہ بڑی فتح نصیب ہوئی مگر اُسے اپنی
توجہ کو پابند اُسکا نہ کیا اور اپنا کوچ و سفر قائم رکھا چنانچہ آخر کار
اپنی منزل مقصود کو پہونچا اور اُسے یہہ ملاحظہ کیا کہ وہ مندر ایک

† بیگز صاحب نے ترجمہ تاریخ فرشتہ کے جلد ایک صفحہ ۶۸ میں ان
لوگوں کی تعداد پچیس ہزار لکھی ہے

ایسے جزیرہ نما میں واقع ہی جو ایک خاکدانے مضبوط و مستحکم کے ذریعہ سے ہندوستان کے بر اعظم سے ملا ہوا ہی اُس مندر کی فصیلوں پر جگہ جگہ پھرہ بندی تھی اور جب کہ محصور نے پڑاؤ ڈالا تو مندر سے ایک قاصد آیا اور اُس نے دیوتا کی طرف سے تباہی بربادی کی دھمکیاں سنائیں اور یہ بات کہی کہ ہمارا دیوتا تجھ کو خراب کریگا اور تیرا کیا مقدور ہی کہ تو ہمارے دیوتا کا مقابلہ کرے مگر محصور نے اُن دھمکیوں کی کچھ پروا نہ کی اور اپنے تیراندازوں کو فصیل کے پھرہ والوں کے مقابلہ پر لایا چنانچہ اُنہوں نے مندر کی فصیلوں کو پھرہ والوں سے پاک صاف کر دیا اور جب کہ وہ پھرہ والے وہاں سے بھاگے تو دیوتا کے قدموں پر گرے اور اُنسو بہا کر دیوتا سے مدد مانگی اور اسلئے کہ جیسے راجپوتوں کی ہمت بہت جلدی سے ہار جاتی ہی ویسے ہی اسانی سے جوش بھی اُنکو آتا ہی تو جب اُنہوں نے اُن مسلمانوں کی تکبر سنی جو فصیل پر چڑھی آئے تھے تو اُنکی ہمت بندھی اور ایسی بہادری سے پیش آئے کہ مسلمانوں کے ہاتھ اوکھڑ گئے اور بہت سا نقصان اڑھا کر پس پا ہوئے *

بعد اُسکے جب مسلمانوں نے دوسرے دن حملہ کیا اور روز اول سے کچھ زیادہ نقصان اُٹھایا تو محصور نے عام حملہ کا حکم دیا اور جب اُنہوں نے فصیل پر زینے لگائے تو محصوروں نے کمال بہادری سے اُنکو سرکے بل گرایا جس سے اُنکا یہ ارادہ سمجھا گیا کہ وہ مندر کی امداد و اعانت پر آخر دم تک آمادہ و مستعد رہینگے *

تیسرے دن پاس پوروس کے راجاؤں نے جو مندر کے چھوڑانے کے لئے اکٹھے ہوئے تھے لڑائی کی صفیں آراستہ کیں چنانچہ محصور اسباب پر مجبور ہوا کہ اُس نے مندر کا پیچھا چھوڑا اور نئے دشمنوں کا سامنا کیا غرض کہ یہ لڑائی بڑے زور و شور سے ہوئی اور ہنوز فتح مشتبہ اور دو پہلو تھی کہ انہل وازہ کا راجہ بہت سی نئی فوج لیکر ہندوؤں کی کمک کو آیا اور اسلئے کہ مسلمانوں کو فوج دشمن کے استدار قوی ہو جانے کی توقع نہ تھی

تو پانوں اُنکے اوکھڑنے لگی اور ہمت اُنکی ٹوٹنے لگی یہاں تک کہ معصوم اس بڑے وقت میں خدا کے سامنے گر گزایا اور سجدہ سے جلد اُٹھ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور فوج کے دل ایسی قوت سے بڑھائے کہ وہ لوگ ایسے بادشاہ کو چھوڑ نسکے جسکے ساتھ اکثر اُنہوں نے خونریزیاں کیں تھیں غرض کہ باہم ہو کر ایسی زور و قوت سے تکبیر کہہ کر ایک لخت تڑپے کہ روک ٹوک اُنکی نہایت دشوار تھی اور اس حملہ کی بدولت پانچ ہزار ہندو مارے گئے اور فوج اُنکی ایسی تباہ ہوئی کہ مندر کے سپاہیوں کو بھی بچنے کی کچھ آس نہ رہی چار ہزار آدمی جان لڑا کر مندر سے نکلے اور کشتیوں میں سوار ہوئے اگرچہ مسلمانوں کے ہاتھ سے بہت سا نقصان اُٹھایا مگر سمندر کی راہ سے جان بچا کر نکل گئے *

جب کہ یہ بڑی فتح نصیب ہوئی تو معصوم اُس مندر میں داخل ہوا اور اُس کی عمارت کی شان و شوکت دیکھ کر جسکی بلند چھت ایسے چھپن ستونوں کے سہارے کھڑی تھی جو طرح طرح کے نقش و نگاروں سے آراستہ اور قیمتی جواہرات کے بیل بوتوں سے بھر آستہ تھی سخت حیران رہا اُس مندر میں باہر کی روشنی نہیں آتی تھی بلکہ اُسکی چھت کے بیچ ایک زنجیر سونے کی تھی جسمیں ایک چراغ اویزاں تھا اور اُسکی روشنی سے وہ مکان روشن تھا اور دروازہ کے سامنے سومنات دیوتا کھڑا تھا جو پورے پانچ گز کا تھا منجملہ اُنکے دو گز زمین کے اندر اور تین گز زمین سے باہر تھا اور جب کہ معصوم نے اُسکے توڑنیکا حکم دیا تو پوجاری لوگ اُسکے پانوں پر گرے اور بہزار منہت خوشامد یہ درخواست کی کہ اگر آپ اس دیوتا کو نتریں تو ہم لوگ بہت سا روپیہ بطور تاراج ادا کریں چنانچہ معصوم نے نامل کیا اور اُسکے درباری لوگ اسی بات پر آمادہ ہوئے اور اُنکو یہ یقین تھا کہ وہ اسی بات پر جتا رہنما مگر معصوم نے ایک لمحہ کے بعد یہ بات آواز بلند سے کہی کہ میری خواہش ہی کہ بت فروشی کی نسبت بت شکنی کی حیثیت سے زیادہ تر یاد آہنی

باقی رہی چنانچہ اُس نے گرز اپنا اپنے ہاتھ سے مارا اور فوج نے اتباع اُسکا کیا غرض کہ وہ بہت جو سارا کھوکھلا تھا پاش پاش ہو گیا اور اُسکے پیمت کے اندر سے اتنے جواہرات نکلے کہ قانون کا بڑا عیوض ہوا اور دو تکرے اُس بہت کے مکہ مدینہ بھیجے گئے اور دو تکرے اُسکے غزنی کو روانہ کیئے گئے منجملہ اُنکے ایک تکرہ دیوان عام میں رکھا گیا اور ایک تکرہ جامع مسجد کی نذر کیا گیا اور یہاں تک رہا کہ تاریخ فرشتہ والی کے وقت تک موجود تھا + *

جو خزانہ کہ اس مہم کی بدولت ہاتھ آیا وہ پہلی مہموں کی غنیمتوں سے بہت زیادہ تھا یہاں تک کہ ایشیا کے مورخ بھی باوجود پہلی زیادہ کوئی کے سونے چاندی اور جواہرات کی تعداد وزن سے عاجز آئی * اس عرصہ میں انہل واڑہ کے راجہ نے گندابہ کے قلعہ میں پناہ پکڑی تھی جو سمندر کے حفظ و آمان میں محفوظ و مامون تھا اور جب کہ محصور کو یہہ حال دریافت ہوا کہ سمندر کے آثار ہر اُس قلعہ تک رسائی ممکن ہی اگرچہ خطرہ سے خالی نہیں تو فوج اپنی لیکر پائی میں گھسا اور دھاوا کر کے قلعہ کو فتح کیا مگر راجہ ہاتھ نہ آیا *

محمود کا نئے راجہ کو قائم کرنا گجرات میں

جب کہ محمود نے اسطور پر فتح پائی تو وہ انہل واڑہ کو روانہ ہوا اور غالب ہی کہ وہ ہوسات میں وہاں مقیم رہا اور اُس ملک کی آب و ہوا کی خوبی اور زمین کی زر خیزی سے اسقدر مسحوظ ہوا کہ اُسکی دل میں یہہ خیال آیا کہ چند ہوسوں کے لیئے اُسکو دارالسلطنت قرار دے اور ہندوستان کی باقی مہموں کے لیئے اسی جگہ سے روانہ ہوا کرے

+ یہہ بیان جو بالا مذکور ہوا تاریخ فرشتہ والے کا بیان ہی اور مندر کے کسی پت کی نسبت وہ بیان صادق ہوگا مگر حقیقت یہہ ہی کہ جس چیز کی پوجا سوامیات میں ہوتی تھی وہ کوئی پت نہ تھا بلکہ ایک سیدھا سادھا پتھر کا ایک (اسطوانات تھا) پروفیسر ولسن صاحب کی تھریو مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۷ (صفحہ ۱۹۴)

معلوم ہوتا ہی کہ معتمد اس وقت ایسا باند نظر ہو گیا تھا کہ اُسکی مختلف مہموں کے سر کرنے کے لئے جہازوں کا بیڑہ بنانا چاہا مگر خیالات اُسکے سکندر کے سے خیالات نہ تھے یعنی اُسکے جی میں یہ بات نہ تھی کہ حالات سمندر کی تجسس کا فخر بھی حاصل کرے بلکہ خیال اُسکا یہ تھا کہ لنگا کے جواہرات اور پیسو کی کانیں اُسکی ہاتھ آویں چنانچہ اُسکے وزیروں نے اس ارادہ سے باز رہنی کی اُسکو مشورہ دی اور وہ بھی فکر و غور کے بعد اُنکے متفق ہوا اگرچہ ان دنوں بھی گجرات کا راجہ کچھ تھوڑے فاصلہ پر موجود تھا مگر بادشاہ کی اطاعت سے سرتاب تھا اور جب کہ معتمد نے یہ حال دیکھا تو اُسکو ایک ایسے شخص کی تلاش ہوئی کہ گجرات کی حکومت اُسکو عطا کرے اور وہ ایسا معتمد ہووے کہ اداے خراج میں حیلہ بہانہ پیش نہ کرے چنانچہ اُسکی ایک شخص ایسا پایا کہ وہ گجرات کے قدیم راجا کی اولاد تھا مگر وہ دنیا چھوڑ بیٹھا تھا اور فقیروں کی طرح اوقات اپنی بسر کرتا تھا اور اُسکی نسبت یہ تصور کیا کہ اوروں کی نسبت اس شخص سے اطاعت کی توقع زیادہ ہو سکتی ہی * †

جس خاندان سے یہ شخص منتخب ہوا تھا اُسی خاندان کا ایک اور آدمی گدی کا دعویٰ دار تھا مگر معتمد نے بحسب تقاضاے وقت اُسکو نظر بند کیا اور جب کہ معتمد نے گجرات سے جانے کا ارادہ کیا تو اُس نئی راجہ نے منہ سماعت سے یہ عرض کیا کہ آپ اس شخص کو

† بیان کیا گیا ہی کہ یہ آدمی دہلیم کی اولاد تھا جو ایک قدیم راجا تھا اور ایرانی مورخ بیان کرتے ہیں کہ یہ وہ راجا تھا جسکے حکم سے پیلہاے کی کہانیاں تصنیف ہوئیں تاریخ فرشتہ والے نے اُسکو اور ایک اور دعویدار حکومت کو ایک جہی قرار دیا مگر غالب یہ ہی کہ یہ دونوں شخص چادرا خاندان کے تھے اور اُس خاندان کا وارث ماں کی طرف سے اُس راجہ کا باپ ہوا جو معتمد کے زمانہ میں چلرکا کے خاندان میں سلطنت کرتا تھا (پرو صاحب کا ترجمہ مراث احمدی

میرے حوالہ کریں تاکہ میری سلطنت قائم رہے بلکہ اسکا حوالہ کرنا ہی میری سلطنت کے قیام کا باعث ہی چنانچہ بادشاہ نے اُس قیدی کو طلب کیا مگر اُسکے حوالہ کرنے پر راضی نہ ہوا آخر کار اپنے وزیر کی اس تقریر سے بمشکل راضی ہوا کہ کافر بت پرست پر ترس کھانا ضروری نہیں اور راضی ہونے کا بلاشبہ باعث یہہ تھا کہ اُسکو یقین واثق تھا کہ وہ فی الفور گردن مارا جاوے گا اور حقیقت یہہ تھی کہ وہ فیہا راجا ایسا نا خدا ترس نہ تھا کہ اُسکے خوں ناحق سے ہاتھ اپنے بھرتا چنانچہ اُس نے یہہ حکم دیا کہ تخت کے نیچے ایک گہرا گڑھا کھودا جاوے اور وہ شخص اُس میں مقید کیا جاوے اور باقی عمر اپنی اُس میں بسر کرے مگر ایک انقلاب ایسا واقع ہوا کہ دونوں کے نصیبوں نے پلٹا کھایا اور بقول مشہور کہ چاہ کن را چاہ درپیش وہ نیا راجا اُسی گڑھے میں † ڈالا گیا *

بیان اُن مصیبتوں کا جو واپسی کے وقت محمود

کو پیش آئی

جب کہ مقام گجرات میں محمود کے قیام پر برس روز سے زیادہ یادہ عرصہ گذرا تو اُسکو مراجعت کا خیال آیا اور یہہ بات اُسکو دریافت ہوئی کہ جس راہ سے وہ آیا تھا وہاں اجمیر اور انہل واڑہ کے راجاؤں کی فوجیں گھات میں لگی بیٹھی ہیں اور فوج اُسکی لڑائیوں کی مصایب اور آب و ہوا کی خرابی سے کم اور تھوڑی ہو گئی اور یہہ بھی خیال اُسکو ہوا کہ وہ ادھوری فتح جو اُسکو ہاتھ آئی ایسی فوج کی

† یہہ بیان قی ہروی لائٹ صاحب اور برٹ صاحب کے ترجمے مرآت احمدی سے لیا گیا جسکا بیان تاریخ فرشتہ والی کے بیان سے زیادہ ترین اعتماد ہی فرضہ ہم جب اس بیان کو اُن انوکھی باتوں سے پاک صاف کرتے ہیں جنکو مورخوں نے بیان کیا تو یہہ بات بعید از قیاس اور مسلمانوں کی بناوٹ نہیں کہ ایک پاکیزہ بھگت قابو والی نے مکر و فریب سے ایسی انسانیت پر تپ ہو

دربانی کا باعث ہوگئی جسکو ریگستان میں گذرنا اور دشمنوں سے دوچار ہونا ضروری ہی چنانچہ اُسے سندھ کے مشرقی ریگستان میں نئی راہ سے جانے کا ارادہ کیا اور جب وہ روانہ ہوچکا تو گرمی شدت سے پڑنے لگی اور سفر کے شروع ہوتے ہی پانی چارہ کی قلت سے اُسکے ہمراہیوں کو سخت تکلیف ہوئی مگر یہہ سختیاں اُن تین دن کی سختیوں کے مقابلہ میں بہت خفیف اور سبک تھیں جنہیں انکو اُنکے رہیروں نے بھٹکایا اور ایک برے ویران میدان میں کھالے پھینے بدون خراب و آوارہ کیا اور جاتے ریتے اور کڑی دھوپ میں سفر کرنے سے پیاس کے تحمل کی تاب و طاقت نہ رہی اور نہایت مصیبتوں کے اوتھانے سے برے برے فعل ایسے صادر ہوئے جنکی بدولت انکی مصیبت دہنی ہوئی چنانچہ جلن کے مارے رہیروں کو طرح طرح سے تکلیف دی اور یہہ یقیں انکو ہوگیا کہ یہہ رہیروں بھیس بدلے ہوئے سومناٹ کے پوجاری ہیں اور جو اس ہتک و ذلت کے انتقام پر جو سومناٹ کو ہمارے ہاتھوں پہونچے برے آمادہ و مستعد ہیں چنانچہ ہر مسلمان کے دل پر نا اُمیدی چھاگئی یہانتک کہ بعض بعض دیوانہ ہوکر مرے اور بہت سے لوگ بری طرح ضایع ہوئے اور جب کہ آخر کار ایک جھیل یا چشمہ پر پہونچے تو اُنہوں نے یہہ تصور کیا کہ خدا کی خاص عنایت سے یہہ امر پیدا ہوا *

مختصر یہہ کہ وہ ملتان کو پہونچے اور وہاں سے غزنی کو روانہ

ہوئے † *

† جب کہ ہم حال اِن تمام سختیوں کا پڑھتے ہیں تو یہہ بات عجیب تر معلوم ہوتی ہی کہ راپسی کے وقت معصود اُس آسان راستہ کو کیوں نکلیا جو اُنکے کے کنارے کنارے جاری تھا اس لیے کہ معصود قاسم کی مہم کے بیان سے اور افغانوں کے قریب ہونے سے معصود اُس راہ سے ضرور واقف ہوتا اور ایک یہہ ایسی بڑی غفلت ہی کہ اُس سے یوں معلوم ہوتا ہی کہ اُس راہ میں بعض بعض ایسی ہرج ہوئی جہنکا نام و نشان اب باقی نہیں رہا اور یہہ بات اب تھلیل معاذم ہوتی ہی کہ جو میدان آج کل گرمی کے موسم میں سخت لوہا اور بوسات کے موسم میں نمک کی

بعد ان مصہرہوں کے محمود چین سے نہ بیٹھا چنانچہ سال مذکور کے اخیر پر کوہ جنت کے جاتونکے گوشمالی کا ارادہ کیا جنہوں نے اُسکی فوج کو سومنات سے پھرتے ہوئے ستایا تھا غرض کہ ملتان کو واپس آیا اور ان لوگوں نے اُن جزیروں میں جا کر پناہ دھونگی جو دریائے اٹک کی چھوٹی چھوٹی دھاروں سے محصور ہیں اور وہ دھاریں پایات کے قابل نہیں اور انکے ذریعہ سے یعنی ایک جزیرہ سے دوسرے جزیرہ میں چلے جانے سے وہ لوگوں سے تعاقب کے صدور سے محفوظ رہ سکتے تھے مگر چونکہ محمود اس چال

دلدل ہو جاتا ہی تو وہ اگلے وقتوں میں سمندر کا ٹکڑا تھا چنانچہ کچھ کے شمالی بندروں کے روایتوں اور اُن میدانوں میں جہازوں کے ٹکرے ٹکڑے سے امر مذکورہ بالا میں کوئی حجت باقی نہیں رہی بلکہ ہمارے سامنے جو تبدیلیاں بہت جلد جلد ظہور میں آئیں اُنسے یقین ہوتا ہی کہ آٹھ سو برس کے اندر اندر جو سومنات کے فتح پر گذرے اُنسے زیادہ بڑی بڑی تبدیلیاں واقع ہوئی ہونگی (برنس صاحب کا سیاحت نامہ جلد ۳ صفحہ ۳۰۹) ہم تصور کرتے ہیں کہ سومنات کی مہم میں ۱۰۲۶ عیس سے زیادہ زیادہ یعنی ماہ اکتوبر یا نومبر سنہ ۱۰۲۳ ع سے اپریل یا مئی سنہ ۱۰۲۶ ع تک صرف ہوا اور تاریخ فرشتہ والے کا یہ بیان ہی کہ اُس مہم میں آٹھائی برس صرف ہوئے اور پراپس صاحب ایک مقام میں آٹھائی برس اور دوسرے مقام میں تین برس سے کچھ زیادہ لکھتے ہیں (پراپس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۹۱) مگر یہ زمانے تاریخ فرشتہ والے کی اور زمانوں سے مطابقت نہیں اسلیئے کہ وہ بیان کرتا ہی کہ محمود ملتان سے ماہ اکتوبر سنہ ۱۰۲۳ ع مطابق سنہ ۴۱۵ ہجری میں کوچ کیا اور سنہ ۱۰۲۶ ع مطابق ۴۱۷ ہجری میں غزنی کو واپس گیا مگر ہمارے نزدیک سنہ ۱۰۲۶ ع کے آدھے سے کچھ پہلے ہجری میں آیا ہوگا اسلیئے جو سختیاں اُس نے اُس بیابان میں اٹھائیں وہ برسات میں پیش نہ آئی ہونگی اور زیادہ تر وجہ یہ ہی کہ اگر ایسا ہی ہوتا تو اُس مہم کے لمبے وقت باقی نہ ہوتا جو اُسی برس میں محمود نے جاتوں پر کی تھی پس وہ آٹھائی برس جو فرشتہ والی نے لکھے ہیں اُسکی یہ وجہ ہو سکتی ہی کہ فرشتہ والی نے جو سنہ ۱۰۲۷ ع کی جگہ سنہ ۱۰۲۶ ع میں محمود کی واپسی قرار دی ہی یہ صاف اُسکی غلطی ہی مگر اُسکے بیان سے دریافت ہوتا ہی کہ ایک ہزار ستائیسویں برس اُس مہم میں صرف ہوا جو سلجوقوں پر ہوئی تھی (برگز صاحب کی تاریخ جلد ۱ صفحہ ۸۳) جب کہ یہ فرض کیا جائے کہ محمود گجرات میں دو برس تک رہا تو یہ بات دریافت کوئی دشوار

سے واقف تھا تو اُس نے کشتیوں کا سامان مہیا کیا چنانچہ اُس نے فوج اپنی کشتیوں پر اوقاری اور دشمنوں کے خطہ و کتابت کو بند کیا اور انکی کشتیوں کو اپنے قبضہ میں کیا اور انکے جوڑو بچوں کو پکڑا جکڑا اور بہت سے جانوں کو قتل کیا † *

سلاجقوں کی پہلی بغاوت کا بیان

واضح ہو کہ منجمانہ مہمات ہندوستان کے مہم مذکورہ بالا محمود کی اخیر مہم تھی چنانچہ بعد اسکے اور جانب کو چابکی چالاک کی ضرورت پڑی اور وجہ اُسکی یہ ہوئی کہ سلاجق لوگ جو ایک ترکوں کی قوم تھی اور محمود کی سہل انکاری سے انہوں نے ترقی پکڑی تھی ایسے زبردست اور سینہ زور ہو گئے تھے کہ محمود کے ماتحت حاکموں کے زور و قابو سے باہر نکل گئے تھے چنانچہ اُسکو انکے مقابلہ کے لئے آپ جانا پڑا غرض کہ ایک بڑی لڑائی پڑی اور دشمنوں نے شکست کھائی چنانچہ سنہ ۴۲۷ھ مطابق سنہ ۳۱۸ھ ہجری میں انکو اس بات پر مجبور کیا گیا کہ بدستور سابق اُسکی سلطنت کا آداب کیا کریں † *

ہوگی کہ عزنی کے خط و کتابت کس طرح جاری رہی اور گجرات میں استقدر مدت تک کیوں پڑا رہا اس لئے کہ اُس عہد کے کوچ اور دھاؤں کا حال کسی نے نہیں لکھا † یہ بیان جو بالکل فرشتہ والی سے لیا گیا جب دریائے انک کے عرض و طول اور قرب و جوار کے جغرافیہ سے اُسکی مطابقت کی گئی تو بہت کوشش عمل میں آئی فرشتہ والے کے بیان سے واضح ہوتا ہی کہ محمود انک پر ایک عمدہ بھری فوج لایا اور سمندر کی لڑائی لڑا بیان اُسکا یہ ہی کہ محمود نے اس مطلب کی نظر سے چودہ سو کشتیاں اکٹھی کیں تھیں اور ہر کشتی ایسی تھی کہ اُس میں پچیس پچیس تیر انداز اور نیزہ باز سما سکتے تھے اور دشمنوں کے پاس چار ہزار جہازوں کا بیڑا اور بقول بعض کے آٹھ ہزار کشتیاں تیار تھیں غرض کہ سخت لڑائی واقع ہوئی مگر غالب یہ ہی کہ محمود نے واپسی کے بعد اسی سال میں کشتیاں تیار کی ہوئی اور اُن جہازوں کے پاس اُس سے زیادہ کشتیاں نہ ہوئی بلکہ مجھکو اس بات میں شک و شبہ ہی کہ تمام دریائے انک اور اُس کے پاس کے دریاؤں میں بھی ہزار کشتیاں بھی سما سکتیں تھیں یا نہیں

† برگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ۱ صفحہ ۸۲ اور ۸۳

محمود کا ایران کو فتح کرنا

بعد اُسکے محمود کو ایک ایسی بڑی فتح نصیب ہوئی جسکی بدولت زور اُسکا غایت کو پہونچنا تفصیل اُسکی یہہ ہی کہ دیلم کا خاندان جسکی حقیقت ہم بیان کرچکے ہیں تین شاخوں میں منقسم ہوگیا تھا اور بہت سے انقلابوں کے بعد ایک شاخ اُسکی عراق عجم پر قابض رہی تھی جو خراسان کی حد سے کردستان کے مغربی پہاڑوں تک ہمدان سے کچھ آگے واقع ہی اور جب کہ محمود تخت سلطنت پر بیٹھا تھا تو تھوڑے دنوں بعد اُسکے سردار اس شاخ کا مرگیا تھا اور اپنی حکومت کو اپنی بیوہ پر چھوڑ گیا غرضکہ سلطان نے میدان خالی پا کر اُس حکومت کو دبانا چاہا مگر جب کہ اُسکی بیوہ کی طرف سے یہہ خط آیا کہ جب تک میرا لڑکا بخارند زندہ تھا تب تک ایک طرح کا خوف اندیشہ نہ چھوڑے تھا اور جب سے کہ وہ مرگیا تو تیری طرف کا کہنہ باقی نہ رہا اِسلیمہ کہ تو وہ بہادر ہی کہ راندوں کے ستانہکا ارادہ نکریگا اور ایسے جھگڑوں میں پڑنے سے جس سے کوئی فائدہ نہیں اپنی بات کو بتا نہ لگاویگا + تو محمود اُس قصد سے باز رہا اور اُس راند سے شوما گیا اگرچہ محمود نے اُس راند سے یہہ معاملہ برتا مگر اُسکی بیوہ سے وہ سلوک نکیا اِس لئے کہ اس جوان گرو کے عہد میں نہایت بد عملی رہی اور جو بغاوتیں کہ آخر کار اُسکے باعث سے ظہور میں آئیں اُنکی بدولت بقول بعضوں کے محمود سے لاچار ہوکر اعانت چاہی یا خود محمود نے بلاد خراسان اُسکے مزاحمت کی اور اُسکی بگڑی سلطنت سے فائدہ اُٹھانا چاہا چنانچہ اُس نے عراق عجم پر دھاوا کیا اگر اُسکی بد معاملگی سمجھی جاوے تو کیا سمجھی جاوے کہ اُس نے جو امردی اور بہانری کے خلاف اُسکو گرفتار کیا جس نے آپ کو مقام رے میں اُسکے حوالہ کیا اور بعد اُسکے

+ دی ہرنی لٹ صاحب اور پراپس صاحب اور گبن صاحب کا بیان

اُسکے تمام ملک پر قابض و متصرف ہو گیا اور جب کہ قزویں اور اصفہان کے لوگ اُس سے بمقابلہ پیش آئے تو اُس نے اُس بمقابلہ کا یہہ تدارک کیا کہ اُن شہروں کے کئی ہزار باشندوں کو گردن مارا + *

محمود کی وفات کا بیان

یہہ تمام معاملے جو اب مذکور ہوئے اُسکی سلطنت کے وہ پہلے کام تھے جو اُسکی یادگاری کو بڑا دھبا لگا گئے اور جبکہ وہ اپنے دارالسلطنت کو واپس آیا تو تھوڑے دنوں بعد بیمار ہوا چنانچہ ۲۹ اپریل سنہ ۳۰۳۰ ع مطابق سنہ ۴۲۱ میں ‡ بمقام غزنی مر گیا *

محمود نے مرنے سے تھوڑی عرصہ پہلے یہہ حکم دیا کہ تمام خزانے سامنے لائے جاویں چنانچہ جب بحسب الحکم اُسکے وہ خزانے اُسکے سامنے لائے گئے اور وہ دیر تک اُنکو حسرت سے دیکھتا رہا اور اس خیال سے اُنسو بھائے کہ جلد اُن سے کنارہ کرنا پڑا غرض کہ کام ناکام اُن خزانوں سے رخصت ہوا اور تھوڑا بہت اُن لوگوں پر تقسیم کیا جنسے وہ رخصت ہونے والا تھا § *

محمود کی عادتوں کا بیان

بطور مذکورہ بالا سلطان محمود نے وفات پائی جو حقیقت میں اپنے زمانہ کا بہت بڑا بادشاہ تھا اور مسلمانوں کے نزدیک ہر وقت میں بڑا بادشاہ ہی اگرچہ بعض بعض اوصاف اُسکے بہت مبالغہ سے بیان کیئے ہیں مگر حقیقت یہہ ہی کہ وہ بھر حال اُس شہوت کا مستحق تھا جو اُس نے حاصل کی تھی ہوشیاری اور چستی و چابکی اور دلیرانہ کاموں

+ ڈی ہرنی لٹ صاحب کی گفتگو در باب محمود صفحہ ۵۲۱

‡ برٹز صاحب کے ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ۱ صفحہ ۸۲ پراس صاحب کی

تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۹۲

§ غالب یہہ ہی کہ سعدی شیرازی نے اسی سر گذشت سے محمود سپکتگاہوں کی حکایت ماخوذ کی جسکو کاستاں میں نقل کیا

کی جسارت خد سے زیادہ رکھتا تھا اور ایسی بات کے ملاحظہ سے کہ آسنے اپنے ملک سے اکثر باہر رہنے کے زمانہ میں اپنی سلطنت کا انتظام و انجام بخوبی قائم رکھا یہہ امر صاف واضح ہی کہ وہ حکمرانی کی عمدہ لیاقت رکھتا تھا اور اُسکی سلطنت کی فراخی و وسعت سے قابلیت اسکی اسلئے ثابت نہیں ہوتی کہ اس زمانہ میں اُس پاس کے ملکوں کا ایسا حال تھا کہ اُسکی بلند نظری اور الوالغز می کے لیئے اس سے زیادہ خالی میدان تھے جنہیں اُس نے دوز دھوپ کی جرأت و جسارت کی تھی اور اسکی سلطنت کے جلد خراب ہوجانے سے اُسکی اُس دانائی کو جو آسنے اُسکے قائم کرنے میں بڑے بڑے پائے کی نہیں سمجھ سکتے اور ہندوستانی مہمانت سے بھی جنگی مصروفیت میں سارے کار و بار کو چھوڑا تھا ترتیب و انتظام کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوتی اور اُنکی بے توجہیوں اور اندھیرے میں سے بھی اُسکو گہری سمجھ بوجھ والا نہیں کہہ سکتے بشرطیکہ یہہ تسلیم نہ کیا جاوے کہ آسنے بڑے بڑے ارادوں نے اُسکی سلطنت کو ہندوستان میں چمنہ اور بوہنے ندیا *

معلوم ہوتا ہی کہ آسنے ملکوں کے انتظاموں میں کوئی نئی بات اپنی طرف سے ایجاد نہیں کی اور کوئی روایت بھی اس باب میں پائی نہیں جاتی کہ اُس نے کوئی نیا قانون اور قاعدہ جاری کیا *

اُسکی فخر و عزت کا واقعی سبب یہہ تھا کہ باوصف سپہ گری اور بہادری کے علوم و فنون کی ترقی میں نہایت سرگرم تھا اور یہہ خوبی اُسکے عہد میں عجیب تھی اور اب تک کوئی بادشاہ اُس سے سبق نہ لیں لیکھا اور باوصف اُسکے کہ نہایت کا کفایت شعار تھا مگر فضل و ہنر کے مقدمہ میں نہایت فیاض تھا اور اسی سبب سے قدر و اقدار اُسکی زیادہ مانی جاتی ہی چنانچہ اُس نے ایک بڑے مدرسہ کی بنیاد خاص غزنی میں ڈالی اور مختلف زبانوں کی عجیب عجیب کتابیں لکھی کیں اور قدرتی عجائبات کا ایک عجیب خانہ بنایا اور اُس مدرسہ کے

قیام کے لیے بہت سا روپیہ مقرر کیا اور طالب علموں اور فاضلوں کے وظیفوں کے لیے ایک مستقل سرمائے قرار دیا + اور ایک لاکھ روپیہ سالانہ کے قریب عالمونکی پینشن کیواسطے قرار دینے اور علماء اور مشہور لوگوں کے ساتھ ایسی طرح پیش آتا تھا کہ اُسکی دارالسلطنت میں اتنے علم و ہنر والے جمع ہوئے تھے کہ ایشیا کے کسی بادشاہ کو یہہ بات نصیب نہیں ہوئی ‡ * جن فضل و ہنر والوں سے دربار اُسکا آراستہ و پیراستہ تھا منجملہ اُنکے در چار کے ناموں سے یورپ والے واقف ہیں چنانچہ ہونصری ایشیا میں وہ پہلا شخص ہوا جس نے شاعری کی بدولت بڑا مرتبہ حاصل کیا مگر محمود کی شعرا پروری فردوسی طوسی کے باعث سے شہرہ آفاق ہوئی اور فردوسی کے سب سے طوس اُسکے وطن نے بڑا نام پایا *

محمود کے علمی شوق و ذوق کا حال زیادہ اس شاعر کی تاریخ سے واضح ہوتا ہی اور جو کہ کہیں کہیں اس تاریخ کے دیکھنے سے محمود کی عادتوں کا نقصان معلوم ہوتا ہی تو وہ تاریخ اس وجہ سے زیادہ معتبر اور دلچسپ ٹھہرتی ہی اور جبکہ محمود نے یہہ معلوم کیا کہ ایرانکے پہلے بادشاہوں کی شہرت اُنکے تعصب کے باعث سے بلاد ایران میں معدوم ہونے والی ہی تو اُسنے ایران کے آغاز قبضہ تصرف میں یہہ اشتہار جاری کیا کہ جو

+ برگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ۱ صفحہ ۶۰

‡ جن لوگوں نے پہلے پہل فارسی کی ترقی میں کوشش کی وہ سامانی خاندان والے معلوم ہوتے ہیں چنانچہ تاریخ طبری کو جو ایک مشہور تاریخ ہی اُسی خاندان کے ایک بادشاہ کے رزیر نے سنہ ۹۲۶ ع میں عربی زبان سے فارسی زبان میں ترجمہ کیا اور ردکی شاعر نے جو فارسی کا بڑا پرانا شاعر تھا اُسی خاندان کے ایک بادشاہ سے اسی ہزار درم ایک کتاب الخلق کی تصنیف کے صلہ میں پائے جسکی بنیاد اُسنے پہلے پایہ کی کہانیوں پر رکھی تھی کہیں صاحب نے خاندان دیلم کو فارسی زبان کا شگفتگی بخشنے والا بیان کیا ہی مگر ملک ایران میں جسکی بدولت فارسی کو کمال حاصل ہوا وہ سلطان محمود ہی تھا

کی کونل کٹیڈی صاحب کی تہذیب بدولت شاہ مندرجہ حالات بننے لٹریچر سوسائٹی جلد ۲ صفحہ ۷۵ اور اسی مقام میں اس بات کی سند بھی موجود ہی کہ ردکی کو انعام عطا ہوا

شخص ایران کے آن بادشاہوں اور دلاوروں کی تاریخ جو مسلمانوں کی فتح سے پہلے پہلے گدھری بطور نظم تحریر کرے تو وہ بڑے انعام کا مستحق ہوگا چنانچہ پہلے پہل دیقی شاعر جو آن دنوں بڑا زبان اور مشہور تھا اس کام میں مصروف ہوا مگر ہزار شعر سے زیادہ لکھنے نہ پایا تھا کہ اُسکے ایک نوکر نے اُسکو قتل کیا بعد اُسکے محمود کی فیاضی سنکر فردوسی اُسکے دربار میں حاضر ہوا اور اس بڑی کتاب کو اُسکے ایسے کمال سے پورا کیا کہ اگرچہ بعض بعض الفاظ اُسکے اب استعمال میں نہیں رہے مگر باوصف اُسکے ایرانیوں کی کتابوں میں سے نہایت عمدہ اور عام پسند ہی یہاں تک کہ یورپ والے بھی اُسکی رزم بزم کے مقاموں کی تعریف کرتے ہیں اور تمام کتاب میں ہومر شاعر کی سے سادہ بیانی اور شان و شوکت پائی جاتی ہی علاوہ اُسکے اُس نظم کی یہ بات بیان کے قابل ہی اور شاید اُس زمانہ کے شاعروں کا بھی مذاق ہووے کہ اوس نظم میں قدیم زبان فارسی کے لفظ استعمال کیئے اور کمال احتیاط سے الفاظ عربی کا ہوتا نہیں کیا اگرچہ یہ بات بالکل درست نہیں مگر کہتے ہیں کہ ساٹھ ہزار شعروں میں ایک لفظ بھی ایسا نہیں کہ اصل اُسکی عربی ہووے اور جب کہ وہ شاعر اُس کتاب کو تصنیف کرتا تھا تو گاہ گاہ محمود کو بھی سناتا تھا اور محمود اُسکے سننے سے باغ باغ ہو جاتا تھا اور انعام اکرام دیکر مہنوں اُسکا ہوتا تھا مگر جب کہ بقول فردوسی تیس برس کے بعد یہ کتاب پوری ہوئی تو انعام اُسکا ضخامت کتاب اور محتنت تصنیف سے کچھ مناسبیت + نہ رکھتا تھا چنانچہ فردوسی نے اُسکو قبول نہ کیا + کہتے ہیں کہ محمود نے ہر شعر پر ایک درم کے دینے کا وعدہ کیا تھا اگرچہ اُسنے سونیکے درم کا وعدہ کیا تھا مگر جب کہ وہ بھاری رقم اُسکے سامنے آئی تو اُسکو دیکھ کر اُسکی چھاتی پھٹ گئی چنانچہ زبان کو بدلکر چاندی کے درم دینے لگا پھر حال اس سے واضح ہوتا ہی کہ اُسنے شعروں پر بہت سا روپیہ دینے کا وعدہ کیا تو نہایت ہوشیاری برتی اور یہ خیال اُسکا کہ یہ شاعر روپیہ کی طمع سے نہایت عمدہ لکھتا دلیل اسکی ہی کہ اُسکو شعر فہمی کا بڑا سابقہ تھا

درم سارے تین ماشہ کا ہوتا ہی (مترجم)

اور نیلا پیلا ہو کر طوس کو چلا گیا اور محمود کی بڑی ہجرو لکھی اور اُسکے انتقام و مواخذہ سے اندیشہ کر کے اُسکی قلعہ و قلاع سے بوقت ضرورت نکل جانے ہو آمادہ رہا مگر جب کہ محمود نے اُس نظام کی خوبی کو یاد کیا تو اپنی جوانمردی سے اُسکی ہجرو و مذمت کی پروا نہ کی اور اس قدر بڑا انعام روانہ کیا کہ وہ اُسکی بڑی سے بڑی امید سے زیادہ تھا مگر یہہ انعام ایسے وقت پہونچا کہ ادھر سے یہہ انعام آیا اور ادھر سے جنازہ اُسکا نکلا اور جب کہ اُسکی بیٹی کو خبر ہوئی تو پہلے اُسنے اُسکو قبول نہ کیا مگر محمود کی فہمائش سے آخر کار اُسکو قبول کیا اور طوس والوں کے آرام کے واسطے جہاں باپ اُسکا پیدا ہوا تھا اور وہ شہر اُسکو نہایت مانوس تھا دریا کے کنارے ہر ایک گھات کے بنانے میں وہ روپیہ صرف کیا *

محمود کی ہجرو آج تک موجود ہی اور اُسکی بڑے سے محمود کے خاندان کا گھٹیا ہونا اور خود محمود کا لوبھی لالچی ہونا دریافت ہوتا ہی ورنہ اسقدر مدت تک ان بڑی باتوں کی یادگاری باقی نہ ہتی + *

جو عمارتیں کہ محمود نے متھرا اور قنوج میں دیکھیں تھیں یا تو اُنکے دیکھنے سے عمارت کا نیا شوق اُسکے دل میں پیدا ہوا یا پہلا شوق اُسکا ترقی ہو گیا غرض کہ بہر حال اُس مہم سے واپس آنے پر یہہ شوق اُسکا کمال و خوبی سے ظاہر ہوا چنانچہ اُسنے ایک بڑی مسجد بنوائی جسکا نام اُسنے عروس بہشتی رکھا اور اُس زمانہ میں وہی مکان ایشیا والوں کو اچنبہ معلوم ہوتا تھا یہہ مسجد سنگ باسی اور سنگ مرمر سے تیار ہوئی تھی اور ایسی خوش قطع تھی کہ بتول فرشتہ والے کے دیکھنے والے حیران رہ جاتے تھے عمدہ عمدہ فرشوں اور شمعدانوں اور چاندی سونہ کی آرائشوں سے آراستہ پیراستہ تھی اور ظن غالب ہے کہ ہندوستان کے معماروں

+ قدی ہرنی لٹ صاحب کا قول اور کینیڈی صاحب کی تحریر درباب علم فارسی مندرجہ آلات بمبئی اور مالکوم صاحب کی تاریخ ایران اور دیپاچہ شاہنامہ مندرجہ اور پینٹنگ میگزین جلد ۶

نے جو اور ملکوں کے معماروں سے زیادہ آستان اور کاریگر تھے اس مسجد کے بنانے میں نئے نئے قہنگ ہوتے اور نہایت خوش قطع اُسکو بنایا چنانچہ مصالح اور لوازم کی نسبت خوش قطعی کے باعث سے زیادہ تعریف کے قابل ہوئی تاریخ فرشتہ والا جسکی کتاب سے حال مذکورہ بالا انتخاب کیا گیا بیان کرتا ہی کہ جب غزنی کے امپروں نے یہہ دیکھا کہ بادشاہ کو عمارات کا بہت شوق ذوق دامنگیر ہے تو انہوں نے اپنے اپنے خاص معماروں اور فلاح عام کی عمارتوں کے عمدہ اور شاندار بنانے میں ایک دوسرے سے سبقت لیجانی چاہی اور شہر کی آرایش کو پیش نظر رکھا چنانچہ تھوڑے دنوں بعد وہ دارالسلطنت ایشیا کے تمام شہروں سے مسجدوں اور طرح طرح کے مکانوں اور عمدہ عمدہ نہروں اور قلابوں کی رو سے آراستہ ہواستہ اور معزز و ممتاز ہو گیا *

تمام مورخ محمود کی شان و شوکت کا حال بیان کرتے ہیں کہ علاوہ اُس کو و فر کے جو خلیفوں نے اُسکے دیکھا دیکھی قائم کی تھی خلیفوں کے درباروں کا ساچاہ جلال بھی اُسکے ہاں پایا جاتا تھا اور جب کہ ہم اس شان و شوکت پر اُسکی بڑی مہمات اور فوج کی شایستگی کو زیادہ کریں تو اُسکے مورخوں کے اس کلام کو تسلیم کرنا چاہیئے کہ اگرچہ تحصیل مال و دولت کا شوق اُسکو زیادہ تھا مگر جیسے کہ خوبی اور ہوشیاری سے وہ صرف کرنا جانتا تھا ویسا کسی کو سلیقہ نہ تھا *

جیسے کہ ایشیا کے مورخوں نے لوبہ لالچ کا اتہام اُسکے ذمہ لگایا ہی ویسے ہی یورپ کے مورخوں نے دینی تعصب کا عیب اُسکیں تھرایا ہی اگرچہ پہلا اتہام اُسکے واقعات سے ثابت ہی مگر دوسری تہمت لوگوں کی غلط فہمی کا نتیجہ ہی اسلیئے کہ وہ کانوروں سے بایں وجہ لڑتا تھا کہ وہ ایک آرمینی کا ذریعہ تھا اور اُسکے زمانہ میں جہاں ایک فخر و عزت کی بات سمجھی جاتی تھی اگرچہ اور مسلمانوں کی مانند اسلام کے پھیلانے میں بڑی بڑی خواہش ظاہر کی اور غالباً یہہ ہی کہ یہہ بات

اُسکے دل میں سمائی ہوئی تھی مگر اُس مطالب کے پورا کرنے کے لیے کبھی اپنے ادنیٰ فائدے کو بھی ہاتھ سے نہیں دیا بلکہ جب وہ مطالب بلا نقصان بھی حاصل ہوتا تھا تو چنداں پورا اُسکی نکرتا تھا اسلئے کہ اگر ہندوستان کے کسی صوبہ پر مستقل قبضہ کرتا تو اُسکا نتیجہ اسلام کے حق میں اُسکی اُن تمام حملوں سے زیادہ اچھا ہوتا جو اُسنے ہندوستان پر کیئے اور اُنسے کوئی بات اُسکے سوا حاصل نہ ہوئی کہ ہندوؤں کے دل قبول اسلام سے اور بھی زیادہ سخت ہوئے کیونکہ مستحدموں کے حملوں سے جو صورت اسلام کے اُنکی نظر میں آئے وہ نہایت بری اور خراب دکھائی دی * بلکہ منجملہ ہندوستان کے صوبوں کے جہاں کہیں قبضہ تصرف اسکا کامل بھی تھا وہاں بھی اسلام کے پھیلانے میں اُسنے بہت تھوڑی کوشش کی اور جس طرح کہ محمد قاسم نے ہندو لوگوں کو بجز و تعدی مسلمان کیا اُسطرح تو کہیں مستحدموں کی نسبت یہ بات بھی معلوم نہیں ہوتی کہ باوصف اُسکے کہ وہ گجرات میں ایک مدت تک مقیم رہا اور لاہور پر قبضہ و داخل اپنا رکھا اُسنے ایک ہندو کو بھی مسلمان کیا ہو یہاں تک کہ ہندو راجاؤں میں صرف قنوج کا راجا رفیق اسکا تھا اور وہ بھی مسلمان نہوا تھا اور جو معاملے کہ اُسنے راجہ لاہور سے برقی وہ تدبیر مملکت پر متفرع تھے مذہب سے کچھ علاقت تھا اور جب کہ اُسنے تخت گجرات پر ایک ہندو بھگت کو بیٹھایا توصاف واضح ہی کہ اس تدبیر سے اسلام کے پھیلانے کا خیال اُسکی دل میں تھا بلکہ کوئی اور بات اسکو مقصود تھی *

کسی تاریخ میں کہیں یہ بات پائی نہیں جاتی کہ اُسنے لڑائی کے وقتوں اور قلعہ کے حملوں کے سوا کسی ہندو کو جان سے مارا ہو ہاں اُسنے اپنے مسلمان بھائیوں کو ایران میں قتل کیا اور یہ بھی ایک مقتضایہ وقت تھا کچھ دلی خواہش نہ تھی اور جب کہ اُسکی ان قتلوں کا مقابلہ ہلا کو چنکیز خاں کے قتلوں سے کیا جاوے جو مسلمان تھا اور تعریف اُسکی ایک بڑے مورخ نے اسقدر کی ہی کہ اُسکو بردباری کا نمونہ بتایا ہی تو وہ بہت خفیف ٹہرتے ہیں *

شاید کہ اُسکے جہادوں میں نہایت ناپسندیدہ بات وہ ہی جسکو ایک مسلمان مورخ نے لکھا ہی اور پراپس صاحب نے اپنی تاریخ میں اُسکا حوالہ دیا بیان اُسکا یہہ ہی کہ جو قیدی ہندوستان سے گرفتار ہو کر گئے تھے وہ اس کثرت سے تھے کہ لونڈی غلاموں کو سوا دو دو روپیہ بھی کوئی خرید نہ کرتا تھا *

مسلمان مورخ مستحکم کو پکا مسلمان نہیں سمجھتے بلکہ دھریہ ہونیکا عیب لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ کسی قسم کی شہادت کو نمائتا تھا اور عاقبت کے معاملہ میں متردد تھا اور جو کہانی کہ اُنہوں نے لکھی ہی اُسکے اخیر سے یہی بات ثابت ہوتی ہی چنانچہ اُسنے جب یہہ دیکھا کہ میں حد سے بہت بڑا گیا اور لوگ اُس سے بے اعتقاد ہو گئے تو اُسنے یہہ مشہور کیا کہ میں نے پیغمبر علیہ السلام کو خواب میں دیکھا اس ایک فقرے سے لوگوں کے شکوک و شبہات کو رفع کیا *

ہاں یہہ بات تحقیق ہی کہ اُسکو اپنے مذہب کے قاعدوں پر کمال توجہ تھی چنانچہ اُسنے سچے خلیفہ سے ہمیشہ رفاقت ہوتی اور جو پیغام اور تحفہ کہ جھوٹے خلیفہ نے اُسکو مصر سے بھیجا وہ اُسنے قبول نہ کیا اگرچہ اُسنے ایسے جھوٹے لوگوں کو ابھر نے ندیا جو دیں کے پیرایہ میں بڑے بڑے کام کرتے تھے مگر سچے دینداروں کا کمال ادب بھی کرتا رہا + * کوئی لڑائی ایسی نہیں جس میں یہہ بیان نہ ہو کہ اُسنے سجدہ میں خدا سے دعا نہ مانگی اور اپنی فوج پر خدا کی رحمت نہ چاہی ہو + *

+ اورنگ زیب کا خط مندرجہ رجسٹر تحقیقات ایشیا بابت سنہ ۱۸۰۱ء کے صفحہ ۹۲ کا ملاحظہ کیا جاوے

+ تاریخ فرشتہ اور روضۃ الصفا میں ایک حکایت لکھی ہی جس سے متعہود کے اسلام کی حقیقت کھلتی ہی وہ یہہ ہی کہ نیشا پور کے ایک باشندہ کو دھریہ ہونے کا اٹھام لگا کر بادشاہ کے دربار لائی اُس نے بادشاہ سے یہہ کہا کہ میں دولت مند ہوں دھریہ نہیں ہوں اب آپ میری آبرو کو ضرر نہ پہونچادیں اور بجایے اُسکے مال و دولت ضبط کریں بادشاہ نے اُس کی یہہ بات اچھی طرح سنی اور رشوت

باوجود اُس خونریزی اور تکلیف اور مصیبت کے جو اُسکی بدولت
ظہور میں آئی یہہ واضح نہیں ہوتا کہ وہ بادشاہ ظالم تھا اسلیئے کہ ہم
اُسکے دربار اور خاندان کے وہ ظلم و قتل نہیں سنئے جو اور خود مختار
بادشاہوں کے درباروں اور خاندانوں میں واقع ہوئے ہیں اور اُسکے عہد کی
ایسی سزاؤں کا حال بھی مندرج نہیں جو خلاف انسانیت سمجھی
جائیں یہاں تک کہ جب باغی لوگ عفو تقصیر اور سرفرازی کے بعد پھر
بھی بغاوت کرتے تھے تو قید کے سوا کوئی سخت سزا نہ اُٹھاتے تھے مستحکم
متوسط اندام اور مناسب الاعضا اور ورزش گیر تھا مگر چپچک نے اُسکو
استدر کھایا تھا کہ وہ عین شباب میں رنگ و روپ کی طرف سے افسردہ
ہو مردہ رہتا تھا یہاں تک کہ ایک بار اُسکو یہہ خیال آیا کہ ایسی عمدہ
عمدہ کلم کرنے چاہیئیں جنکی خرابی صورت کی زشتی کو مٹا دے *
معلوم ہوتا ہی کہ محمود خوش اخلاق تھا اور اپنے رفیقوں اور
ملازمین سے اچھی طرح رہتا تھا *

حکایت مفصلہ ذیل سے واضح ہوتا ہی کہ سپاہ کو پابندی قواعد رکھنے
میں نہایت سرگرم تھا جو سپہ سالار کی بڑی خرابی ہی بیان اُسکا یہہ
ہی کہ ایک گنوار ایک دن اُسکے قدموں پر گوا اور اُس سے یہہ شکایت
پیش کی کہ فوج کے ایک افسر نے میری جوڑو سے لکاوٹ کی اور مجکو
مار پیٹ کر گھر سے نکال دیا اور یہہ ستم اُسنے کئی مرتبہ کیا اور میری
داد فریاد کی پروا نہیں کرتا محمود نے اسکو یہہ ہدایت کی کہ فی الحال
خاموشی مناسب ہی مگر اب جب کہہی قہرے گھر وہ شخص آوے تو
اسیوقت اسکی اطلاع کرنا غرض کہ جب تیسرے دن وہ گنوار پھر آیا تو
محمود اپنی تلوار اوتھا کر اُسکے ساتھ ہوا اور تھیلے تھالی چغہ میں آپ

کو قبول کیا اور ساری تینکات ساطانی اُسکو عنایت فرمایا اُسے یہہ بکھدیا کہ یہہ
شخص ہکا مسلمان ہی

† قہر پور پلاٹ صاحب روایس صاحب کی تاریخ اور تاریخ فرشتہ

کو چھپایا چنانچہ وہ اسکے گھر میں پہونچا اور دونوں سیاہ کاروں کو سوتے پایا اور چراغ کو گل کیا اور مرد کا قصہ ایک ہاتھ میں پک کیا بعد اُسکے چراغ طلب کیا اور اُس نابکار کا منہ دیکھ کر خدا کا شکر ادا کیا اور پانی مانگا اور خوب دگدگا کر دیا اور جب کہ اُس گنوار کو اپنی حرکتوں سے متحیر پایا تو اُس سے یہہ بیان کیا کہ ایسے بیباک معجزہ کی نسبت متحیر نہ ہو شاید وہ میرا بہت بچا ہی اور چراغ اسلیئے گل کیا تھا کہ شاید معجزہ کے باعث سے داد سانی میں کوئی قصور واقع ہووے مگر اب دریافت ہوا کہ یہہ معجزہ اور آدمی ہی اور جو کہ میں نے یہہ سخت قسم کھائی تھی کہ جب تک تیری داد نہ دینگا تب تک کھانے پینے سے آشنا نہ ہونگا چنانچہ پیاس کے مارے میری یہہ نوبت پہونچتی تھی کہ ہونٹ پیرا گئے تھے اور نہایت بیتاب ہو گیا تھا *

علاوہ اسکے ایک اور حکایت اُسکی ایسی بیان کی گئی کہ اُس سے صاف واضح ہوتا ہی کہ رعایا کے فرض ادا کرنے کا بہت خیال اُسکو رہتا تھا چنانچہ عراق کی فتح پر تھوڑی مدت گذری تھی کہ عراق کے مشرقی جنگل میں سوداگروں کا ایک قافلہ لت گیا اور منجملہ اُنکے ایک سوداگر کی ماں جو وہاں کام ادا تھا غزنی کو فریادی آئی اور جب کہ فریاد اُسکی سنی اور محمود نے یہہ عذر پیش کیا کہ ایسے دور دراز ملکوں میں پرورا دورا انتظام ممکن نہیں تو اُس عورت نے کمال دلیری سے جان ہار کر یہہ بات کہی کہ جب تجھ سے دور دراز ملکوں کا انتظام اچھی طرح نہیں ہو سکتا تو پھر کسلئے اُن ملکوں کو تو فتح کرتا ہی جس پر بندوبست اور قابو تیرا نہیں اور یہہ خوب یاد رکھ کہ قیامت کے روز اُنکی حفظ و حراست کی جوابدہی کرنی پڑیگی غرض کہ محمود اس ملامت سے بہت نادم ہوا اور اُس عورت کو بہت کچھ دیکر راضی کیا بعد اُسکے قافلوں کی حفظ و حراست کے لیئے دُرا بندوبست رکھا *

شاید کہ محمود اسقدر دولت مند تھا کہ کوئی بادشاہ آج تک اُسکی برابر نہیں ہوا اسلیئے کہ جب اُسنے کسی پہلے بادشاہ کا یہہ حال سنا کہ

جواہر کے ساتھ پیمانہ اُسے جمع کیئے تھے تو اُسے پکار کر یہہ بات کہی کہ
خدا تعالیٰ کا ہزار شکر ہی کہ جواہر کے پورے سو پیمانہ خدا نے مچھکو
عنایت فرمائے *

مستعموں کے دربار اور سپاہ کا بیان

جو بادشاہی خاندان مستعموں کے بعد ہندوستان میں ہوئے اُن
خاندانوں کی اصلیت خاص غزنی کے دربار یا اُسکے قرب و جوار سے
متفرع ہوئی مگر اسبات کا بڑا افسوس ہی کہ غزنی کے دربار اور نیز اُسکے
اُس پاس کے رہنے والوں کے چال چلن اور اطوار و اخلاق پر اسے لگائیے
لیئے بہت تھوڑے حالات ہمارے پاس موجود ہیں *

فتوحات عرب کے زمانہ سے کابل وغیرہ کے بہت سے حالات اس
زمانہ تک متغیر و متبدل ہو گئے تھے اور پہلے حکام اور فتنہ مندوں کی
نسبت مختلف لوگ اپنا اپنا تسلط رکھتے تھے اگرچہ بہت سے عرب اب
بھی سہاہی یا حاکم تھے مگر حقیقت یہہ تھی کہ وہ نسل کی ضرورت
سے عرب کہلاتے تھے دربار اور فوج میں ترکی لوگ بہت بھرتی تھے اور
باقی تمام لوگ اور کل رعایا ایرانی تھی *

ترکوں کا بیان

واضح ہو کہ ترک غزنی میں فتنہ مندوں کی طرح نہ آئے تھے بلکہ
جب ماوراءالنہر فتح ہو چکی تو لوندی غلاموں کی طرح جنوبی ملکوں
سے لائے گئے تھے یہاں تک کہ مستقل بادشاہوں نے اُنکی دلاوری بہادری
اور فرمانبرداری و وفاداری اور علاوہ اُسکے خود ملک سے بھی اُنکی بیگانگی
بے تعلقی دیکھ کر اُنکو اعتمادی اپنا قرار دیا تھا اور یہی باعث تھا کہ وہ
عموما ہر کام میں دخیل تھے غرض کہ نہایت پہانتک پہونچتی تھی کہ بعض
بادشاہوں نے اپنی ذات خاص کا چوکی پہوا بھی تفویض اُنکو کیا تھا
اور بعضوں نے بڑے بڑے عہدوں پر اُنکو سرفراز فرمایا تھا حاصل یہہ کہ
اُس ملک میں جہاں عرب گئی سلطنت پہلے ہو چکی تھی ترکی لوگوں

کو بڑا قدر و وقار حاصل ہوا تھا چنانچہ محمود کے مرتے ہی ایشیا کے بڑے حصہ پر وہ لوگ قابض و متصرف ہو گئے *

اگرچہ اصل و حقیقت میں خاندان غزنوی کے لوگ بھی ترکی نژاد تھے مگر انہر اور بادشاہی خاندانوں کی نسبت جو انکے ہم عصر تھے ان کے ہم وطنوں یعنی ترکوں کا رعب داب کم تھا چنانچہ منجملہ انکے الپتگیں ایک غلام تھا جو خراسان کا حاکم ہو گیا تھا اگرچہ تھوڑے سے غلام اور آزاد ترک اُسکی خدمت میں رہتے تھے مگر بہت سے لوگ اُسکی فوج کے اور تمام رعایا اُسکی خاص غزنوی کے پاس ہتوس کے رہنے والے تھے اور خود محمود ایک ایرانی عورت کے پیٹ سے پیدا + ہوا تھا چنانچہ زبان اُسکی ایرانیوں کی زبان اور طور اس کے انکے طوروں سے مطابق و موافق تھے علاوہ اُسکے ماوراءالنہر کے فتح ہونے پر بہت سے ترک اُس پاس کے رہنے والے آئے ہونگے اور اس لیے کہ قرب و جوار کے ملکوں میں فخر و اعتبار اُنکو حاصل تھا تو محمود کی سلطنت میں بات انکی زیادہ بن پڑی ہوگی *

تاتاریوں اور عربوں میں خانہ بدوش قوموں کے موجود ہونے سے یہ بات سمجھ میں آتی ہی کہ ان دونوں گروہوں میں کچھ نہ کچھ مشابہت ہوگی مگر جب دونوں کا مقابلہ کیا جاوے گا تو پوری پوری حقیقت کھل جاوے گی *

مسیح علیہ السلام کی تیرہویں صدی سے پہلے تاتاریوں کا بہت ہرانا حال جو کچھ موجود ہی اُس سے یہ دریافت ہوتا ہی کہ وہ لوگ ظالم حاکموں کی حکومت تلے بڑے بڑے گروہ تھے اور غیور مزرعہ زمینوں میں جو بالکل ہنجر بھی نہ تھیں بھڑ بھڑا چراتے تھے اور فاقوں کے مارے

+ محمود کی ماں زابل کی رہنے والی تھی جو کابل کے جنوب میں واقع ہی اور آغاز اُسکی حدوں کا غزنوی سے اور انجام اُنکا سیستان کے حدود پر پورا ہوتا ہی شاید سیستان بھی اُس میں شامل ہی

ایسی سختیاں اڑھاتے تھے جیسی اُن لوگوں کو اُتھانی پڑتی ہیں جو اُونتوں کو جنگل جنگل لیئے لیئے بھرتے ہیں وہ لوگ شہروں میں رہتے تھے اور اپنے بادشاہوں کی سلطنتوں کے چوڑے چکے ہونے سے ایسی فکروں میں مبتلا تھے جو دشمنوں کے بہت پاس ہزوس ہونے سے لاحق ہوتی ہیں *

یہی باعث تھا کہ اُن لوگوں میں کوئی بات ایسی پائی نہ جاتی تھی جسکی بدولت سمجھ بوجھ اُنکی کچھ درست ہو جاتی یا اپنی خود مختاری کا خیال اُنکے دلوں میں پیدا ہوتا اگرچہ عرب والوں کی طرح بہادر اور جفاکش تھے مگر معلوم ہوتا ہی کہ عرب والوں کی چالاک طبیعتوں کی نسبت اُنکی طبیعتیں کند اور خراب تھیں سرداروں کی ضرورت سے آپس میں لڑتے بھرتے تھے اور ذاتی جوش کے حسابوں بالکل تھنڈے تھے اور جو پیرحمیاں اور ظالم اُنسے صادر ہوتے تھے وہ دین کے تعصب یا انتقام کی ضرورت سے نہوتے تھے بلکہ محض نادانی اور بیوقوفی سے ہوتے تھے ہاں یہ بات ضرور تھی کہ اُنکے آپس میں اتفاق اور اخلاق کا برتاؤ اچھا تھا اور وہ برتاؤ اُنکے برے ارادوں اور کھوتی خواہشوں سے بہت مغلوب نہیں ہوتا تھا *

جن ملکوں کو عرب والوں نے فتح کیا وہاں نشان اپنے مضبوط و مستحکم اُنہوں نے چھوڑے چنانچہ دین و قانون اور علم و حکمت کی صورتیں اُنکی بدولت بدل گئیں اور اُنکی رعایا اور مریدوں نے اُنکے اچھے برے صفوں کو یہاں تک اختیار کیا کہ ہم جہاں کہیں کسی مسلمان کو دیکھتے ہیں تو اُسے عرب والوں کی سی سختی سینہ زوری اور رشک و حسد اور کسی قدر مہمان نوازی فیاضی کا نشان پتا ضرور پاتے ہیں برخلاف اُنکے تاتاری لوگوں نے نہ کوئی دین اپنا قائم کیا اور نہ کسی علم و ہنر کو رواج دیا اور قطع نظر اِس سے کہ وہ اور لوگوں میں اپنے عادات و اخلاق کے اثر پیدا کریں آپ اُن قوموں سے بہت خلط ملط ہو گئے تھے جنہیں وہ آباد

ہوئے تھے یہاں تک کہ ایران اور چین کے تاتاریوں میں شکل و شمائل کا اشتراک باقی نہیں *

اگرچہ صورتیں بدل گئیں مگر طبیعتوں میں کسبتدر خصوصیت باقی ہی جس سے قومی عادات اُنہیں پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ جب زیادہ شایستہ قوموں کی اخلاق و عادات سے اُنکے طور و طریقوں میں تہذیب اور شایستگی حاصل ہوتی ہی تو یورپ والوں کی سی دلاوری اور کار روائی ایشیا کی اور قوموں کی نسبت اُن میں زیادہ پائی جاتی ہی *

مگر یہہ بات واضح رہے کہ جن تاتاریوں کا حال ہم بیان کرتے ہیں اُنکی عادات خاص ایرانیوں کے بوجہ دباؤ سے قائم ہوئیں اور حقیقت یہہ ہی کہ ایرانی لوگ ایسے ہیں کہ جن لوگوںکو اُنسے لگا پیدا ہوا تو اُنکے عادات و اخلاق کی تاثیر اُن لوگوں پر ضرور ہی پڑی *

ایرانیوں کا بیان

علاوہ اُس تیز فہمی اور چالاکي کے جو عربوں اور تاتاریوں کی مانند ایرانی لوگوں میں پائی جاتی ہی ہندوؤں کی کالہی اور قن و فریب بھی اُنکو حاصل ہی اور باوجود اُسکے بہت سی ایسی ایسی استعدادیں رکھتے ہیں جو خاص اُنہیں لوگوں سے مخصوص ہیں چنانچہ وہ لوگ ایسے شوخ شنگ اور چلبلی طبیعوں کے آدمی ہیں کہ باوصف اُسکے کہ بڑے بڑے ظالم بادشاہوں کے زیر حکومت رہے سہی اور ظالموں کی حکومت کے مارے ہمیشہ افسردہ پڑمردہ پڑے رہے مگر اوصاف مذکورہ کی وجہ سے دنیا کی تاریخ میں ایسی قدر و منزلت پیدا کی کہ اُنکی تعداد و کثرت اور قوت و دولت کی مناسبت سے نہایت زیادہ تھی *

یہہ گمان غالب ہی کہ جب عرب والوں نے ایران کو فتح کیا تو ایرانی لوگ اپنے ملک کے مالی ملکی کاموں میں پہلے ہی سے مہارت رکھتے ہوئے اور وہ کام اُنکے ہاتھوں سے انجام ہوتے ہوئے اس لیے کہ عرب

کے لوگ ان کاموں سے بخوبی واقف تھے چنانچہ جب ایرانیوں نے جلد اسلام قبول کیا تو بڑے بڑے ذی اختیار عہدوں پر معزز و ممتاز ہونے لگے یہاں تک کہ ابو مسلم جسٹنی عباسیوں کو تخت نشین کیا خاص اصفہان کا رہنے والا تھا اور منجملہ مشہور خاندانوں کے برسی سائیہ کا مشہور خاندان بلخ کے ایرانیوں میں سے پیدا ہوا تھا معلوم ہوتا ہی کہ عرب کی فتح پر تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ ایرانیوں کو خود مختاری اور آزادی کی بلند نظری سوچھی اگرچہ اصل و حقیقت میں ظاہر عربی نژاد تھا مگر جب کہ وہ باغی ہوا تو ایرانی لوگ اُسکے مدد و معاون ہوئے باقی بنی صفری اور بنی دیلم اور غالباً بنی سامان بھی ایرانی ہی تھے مگر جس زمانہ کی تاریخ ہم لکھتے ہیں اُس زمانہ میں ایک محمود ایسا بادشاہ بکتر چکسرتیز اور بکتر فرات کے درمیان میں ہوا جو ایرانی نژاد تھا *

ایرانیوں کی چال چلن کی بخوبی اور اوقات برسی کے طریقوں کی شایستگی

کے باعث سے دور دراز کے رہنے والوں کے لیے چال ڈھال انکے نمونہ تھے اور زبان انکی عربی لفظوں کے ملنے سے بہت وسیع ہو گئی اور اس زمانہ سے کوئی تھوڑے دنوں پہلے تمام ایشیا کے ملکوں میں جہاں جہاں مسلمانوں کا

† واضح ہو کہ بنی سامان عموماً ترک سمجھے جاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ جب اُنکے مورث اعلیٰ کو سامان رشید کے سامنے شہر مرز واقع بلاد خراسان میں حاضر کیا گیا تھا تو یہ بات ثابت ہوئی تھی کہ وہ نہ خود ترکی ہی اور نہ ترکی غلام ہی بعد اُسکے ایسے زمانہ میں کہ دوسرے خاندان کے لوگوں کو گہریس سے نسل کے قائم کرنے میں کچھ فتنہ و عزت بھی تھی اس خاندان یعنی بنی سامان نے یہ دعویٰ کیا کہ ہمارا مورث اعلیٰ خاص ایرانی تھا اور باوصف اس کے کہ قی گگنیز صاحب نے تمام تاریخی قروں کے حال و احوال کی یہاں تک تحقیق کی کہ ایسے ایسے خاص خاص ترکوں کو چھانا بیٹا جیسے کہ خاندان غزنی کے لوگ تھے مگر بنی سامان کے ترکی ہونیکا دعویٰ نہیں کیا غرض کہ بنی سامان خوارہ بخارا سے آئے ہوں یا بلخ سے آکر بسے ہوں مگر ان دونوں ملکوں کے مستقل باشندے ایرانی ہیں علاوہ اُسکے جو اُنہوں نے ایرانی علم یعنی فارسی زبان میں پہلے پہلے بہت سی کوششیں کیں تو اُس سے بھی ثابت ہوتا ہی کہ نسل اُنکی ایرانی تھی

قبض و تصرف قائم ہے علم انشا اور کسیتدر دقیق علموں کے پھلانے کے لیے وہی زبان ذریعہ ہو گئی تھی یہاں تک کہ اب بھی وہ زبان اُن علموں کی تعلیم و تعلم کا وسیلہ ہی *

محمود کی حکومت سے مختلف قوموں کے

مختلف تعلقوں کا بیان

واضح ہو کہ تمام مذکورہ بالا قومیں محمود کی اطاعت مختلف مختلف درجوں پر کرتی تھیں اور اُسکی حکومت سے طرح طرح کے تعلق رکھتی تھیں *

شہروں اور میدانوں کے رہنے والے جہاں عرب اور ایرانی اور ایسے چھوٹے چھوٹے گروہ ترکوں کے بستے تھے جو کہ ایک مدت سے خاص خاص خطوں سے متعلق تھے محمود کی اطاعت پوری پوری کرتے تھے اور غالب یہہ ہی کہ پہاڑی لوگ بھی مختلف درجوں کی اطاعت کرتے تھے چنانچہ پورے پورے تابعداروں سے لیکر اُن لوگوں تک فرمان بردار اُسکے تھے جو خود مختاری کے قریب قریب تھے اگرچہ بجائے خود پورے خود مختار نہ تھے ترکوں کے بڑے بڑے گروہ سلجوقوں کی مانند ایسے خانہ بدوش لوگ تھے کہ جہاں کہیں وہ رہتے تھے وہاں سے چنداں علاقہ واسطہ نہ رکھتے تھے چنانچہ جو ایک پشت اُنکی کبھی کبھی دریائے اُمر پُر پڑی ہوتی تھی وہی دریائے والکا پُر پڑاؤ ڈالتی تھی باقی سلطان محمود سے علاقہ کی صورت یہہ تھی کہ اُنکا تعلق خاص اُنکے سرداروں اور کار گزاروں کی رائے و مرضی پر موقوف ہوتا تھا اور وہ تعلق ایسا ناپائدار ہوتا تھا جیسا کہ ایسی صورتوں سے قیاس میں آنا ہی مگر یہہ بات ضرور ہی کہ محمود کے عہد سلطنت میں عموماً مطیع ہونا اُنکا معلوم ہوتا ہی *

ہندوستان کا وہ تھوڑا حصہ جو محمود کے دخل و تصرف میں داخل تھا شاید ایسے تھوڑے دنوں کا فتح کیا ہوا تھا کہ حدود اُسکی حکومت کی اُسکے مقدار و وسعت کی نسبت بطور معقول قائم نہ ہونگی چنانچہ

ہمارے قیاس میں یہہ اتنا ہی کہ محمود کی حکومت پہلے سالوں میں
قدی اور بہاروں میں ضعیف ہوگی *

جو دخل و مہارت کہ مذکورہ بالا قوموں کو حکم و حکومت میں
حاصل ہوگی انکے حالات کے دیکھنے پہالنے سے وہ قیاس میں آسکتی ہی
اور کچھ توہڑا بہت آسکو سمجھہ سکتے ہیں *

دین و مذہب کے قانون و قاعدے پہلے پہل عرب والوں نے ایجاد
کیئے مگر خاص خاص مقاموں کی رسم و رواج سے کچھ کچھ بدل بدل
کئے غرض کہ عرب والے قانونوں کے موجد اور گروہوں کے پیشوا اور عالم
فاضل تھے *

محمود اپنی خاص حفاظت کے لیئے چوکی بہڑا رکھتا تھا اور
بہڑہ والوں کو خاص اپنے پاس سے سواری کے گھوڑے دیتا تھا اور ہم قیاس
کرسکتے ہیں کہ یہہ بہڑہ والے تمام ترکی غلام اور نیز آسکی فوج کا بہت
بڑا تکرارہ متفرق گروہ تاتاری سواروں کے ہونکے جو اکسپس کے ہار بستے تھے
چنانچہ ایک موقع پر صرف پانچہزار عربی سواروں کا مذکور آیا باقی
جانبجا افغانوں اور خلیجیوں کے بڑے بڑے گروہ مذکور ہوئے ہیں مگر حالات
مختلفہ کے ملاحظہ سے یہہ نتیجہ حاصل ہوسکتا ہی کہ محمود کی فوج
آسکی سلطنت کے تمام حصوں سے بھرتی کی گئی اور کسی طرح کی تہیز
و تفویق ظہور میں نہیں آئی خواہ ایک ایک آدمی بھرتی ہوا یا چھوٹے
چھوٹے گروہ بھرتی کیئے گئے ہوں ہاں یہہ بات ضرور تھی کہ فوج کے
تمام افسروں کو خاص آسی نے جانچ تولکر مقرر کیا تھا خاص خاص
صوبوں کی امدادی فوجیں انکے حاکموں کے زیر حکومت تھیں اور علاوہ ان
بہاری لوگوں کے جو خود فوج میں داخل و شامل تھے بہاریوں کے بہت سے
مفسد گروہ اپنے مروئی سرداروں کی حکومت کے لیے کام کاج کرتے تھے باقی
سبہ سالاریاں چنے چنے افسروں کے قبضوں میں تھیں اور انکے ناموں سے
صاف واضح ہوتا ہی کہ وہ تمام افسر ترکی تھے *

چنے چنے سوار چرن ہزار محمود کی وہ عمدہ فوج تھی جو اُسکے مرنے سے چھ برس پہلے فراہم ہوئی تھی مگر اسقدر فوج ایسی بڑی سلطنت کی نسبت بہت تھوڑی تھی زہار اُسکے برابر نہ تھی بلکہ یہ گمان غالب ہی کہ کہیں کہیں خاص خاص موقعوں پر نئی بھرتی کی ضرورت پڑتی ہوگی *

اگرچہ محمود کی فوج میں ہندوؤں کے شمول و شرکت کا مذکور پایا نہیں جاتا مگر یہ بات بلا شبہ پائی جاتی ہے کہ جب سلطان کا انتقال ہوا اور بعد اُسکے بڑے بڑے انقلاب غزنی میں واقع ہوئے اور بڑی بڑی صورتیں پیش آئیں تو وہ بہت سے ہندو سوار آرمیں شریک و شامل تھے جو سیوند راجے کی تخت حکومت رہتے تھے اور اس سے صاف واضح ہے کہ جب تک محمود بقید حیات رہا تب تک ہندوؤں سے کام خدمت لینا رہا اور دین و مذہب کا کچھ ملاحظہ نہ کیا *

اگرچہ ترک اُس زمانہ میں بت پرستی کرتے تھے مگر باوصف اُسکے اگر تمام نہیں تو اکثر لوگ اُسکی فوج کے مسلمان تھے ہاں اسمیں کچھ شک شبہ نہیں کہ جب لونڈی غلام خریدے جاتے تھے تو خریدنے کے ساتھ ہی اُنکو مسلمان کیا جاتا تھا علاوہ اُنکے آزاد ترک لوگوں کی دیکھا دیکھی غالباً مسلمان ہوتے ہوئے بلکہ بعض بعض ترکوں کے بڑے بڑے گروہ بھی مسلمان ہونے لگے تھے مگر مسلمان ہونے پر بھی ہندوؤں کی مانند اُن ناموں کا رکھنا نہ چھوڑا تھا جو کفر کے زمانہ میں رکھتے تھے اور یہی بڑا باعث ہے کہ اُنکے دین مذہب کی چھان بین ایسی سہل و آسان نہیں جیسے کہ علاوہ اُنکے اور اُن کی سونکی آسان ہی جو مسلمان ہو گئے ہیں + *

+ کہتے ہیں کہ سلجوق خود مسلمان ہو گیا تھا چنانچہ ثبوت اس بات کا اُسکے بیٹوں کے ناموں سے پتہ چلتا ہے جو محمود کے زمانہ میں موجود تھے یعنی میکائیل اور اسرائیل اور موسیٰ نام اُنکے تھے اور بعضے مورخ بھالے موسیٰ کے یونس قائم کرتے ہیں مگر نام اُسکے پوتے کا جو بڑا مسلمان تھا طغرل کاتاری اور اُسکے مشہور جانشین کا نام اب ارسال تھا

واضح ہو کہ مستعموں کی سلطنت کا ملکی انتظام ایرانیوں کے ہاتھوں انجام پاتا تھا چنانچہ دو مشہور وزیر اُسکے یعنی ابوالعباس اور احمد میمنہندی خاص ایرانی تھے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں وزیر بڑے بڑے ترکی سپہ سالاروں سے بغض و عداوت رکھتے تھے منجملہ اُنکے ابوالعباس جیسا کام کاج میں ہرشیار چالاک تھا ویسا عالم فاضل تھا اور اسی لیئے اُسکے یہہ تمام رواج دیا تھا کہ تمام سرکاری کاغذ فارسی میں لکھے جاویں مگر احمد میمنہندی نے مستقل دستاویزوں میں عربی تحریر کا دوبارہ رواج دیا تھا اور غالب یہہ ہی کہ وہ دستاویزیں بادشاہی فرمان اور ایسے کاغذ تھے جو بلاد یورپ میں ہریان رومی لکھے جاتے ہیں *

اگرچہ ایرانیوں نے ہندوستان کو کبھی فتح نہیں کیا مگر اُسی باعث سے ہندوستان کے تمام کار و بار میں فارسی زبان ایران ہی سے ہندوستانیوں رائج و مستعمل ہوئی اور جسقدر کہ فرانسیسی زبان یورپ میں بولی جاتی ہے اُس سے بہت زیادہ فارسی ہندوستانیوں مروج و مستعمل ہے یہاں تک کہ خاص ہندوستان کی بولی یعنی اُردو کا بڑا رکن بھی فارسی زبان سے حاصل ہوتا ہے اور اُردو کی اصل ہندی بھاکا ہی جو ہندوستان میں کبھی بولی جاتی تھی *

چوتھا باب

غور و غزلی کے خاندانوں کے دوسرے بادشاہوں کا بیان

سلطان محمد کا بیان

مستعموں نے دوا بخت چہرورے چنانچہ منجملہ اُنکے شاہزادے محمد نے اپنی نیک مزاجی اور کمال شایستگی سے باپ کو اسقدر راضی کیا تھا کہ اُسکے اُسکے بھائی مسعود پر توجہ دے اُسکو دی تھی جو نہایت تند مزاج اور خشمناک تھا یہاں تک کہ اپنے جیتے جی اُسکو چاندین اپنا قرار دیا تھا چنانچہ بعد اُسکے سنہ ۳۰۳ھ مطابق سنہ ۲۲۱ھ ہجری میں وہ

شہزادہ تخت نشین ہوا اور تمام سلطنت پر دخل و تصرف کیا مگر مسعود اپنی حکومت مزاجی اور سینکڑوں دلاوری اور ذاتی قوتوں اور سپاہیانہ چہرہوں کے باعث سے بہت زیادہ مشہور و معروف اور نہایت معزز و ممتاز ہوا اور حقیقت بھی یہی تھی کہ وہی بہادر نامدار آئندہ زمانہ کے لئے حکمرانی اور فرماندہی کے شایاں و سزاوار تھا چنانچہ محمد کے تخت نشین ہوتے ہی یہ امر ظہور میں آیا کہ بہت سی فوج اُسکی مسعود کے پاس چلی گئی اور جب کہ مسعود اصفہان اپنی حکومت گاہ سے غزنی کے آس پاس پہونچتا تو وہی سی فوج بھی نمک حرامی پر آمادہ ہوئی یہاں تک کہ محمد گرفتار ہوا اور آنکھوں سے لاجار اور قہر کیا گیا اور مسعود اپنے باپ کی وفات سے پانچ مہینے کے اندر اندر تخت نشین ہوا *

مسعود کی سلطنت اور سلجوقوں کی ترقی کا بیان

اس نئے بادشاہ یعنی سلطان مسعود کو اپنے حال و صورت کے دیکھنے سے یہ ضرورت پیش آئی کہ اپنی تمام عقل و ذہانت کو جسمیں شہرہ آفاق تھا کام و کاج میں صرف کرے اور باعث اُسکا یہ ہوا کہ سلجوقوں کے زور و قوت نے ایسی بڑی ترقی پائی تھی کہ اُسکے بڑھنے سے مسعود کی سلطنت کو اُن خطروں کا کھٹکا پیدا ہوا تھا جو انجام کار اُسپر عاید ہوئے *

سلجوقوں کے خاندان کی حقیقت صاف صاف اسلئے دریافت نہیں کہ اُسکی ابتدا کی تاریخ مختلف طوروں پر بیان کی گئی ہے مگر منجملہ اُنکے یہ بیان زیادہ قرین قیاس ہی کہ جس سردار کی بدولت اُس خاندان کا خطاب قائم ہوا وہ کسی بڑے تاتاری بادشاہ کا بڑا عہدہ دار تھا اور جب کہ اُس سردار سے وہ بادشاہ ناخوش ہوا تو وہ اپنے رفیقوں سمیت چونڈ کو چلا گیا جو دریائے جکسر تیز کے بائیں کنارہ پر واقع ہی بعدہ اُسکے بیٹے محمود کے مطیع ہوئے اور بعضوں کا بیان یہ ہے کہ خود محمود نے دریائے اکسہس کی جانب خراسان کے جنوب میں آباد ہونے

ہر انکو ترغیب دی یا منجہور کیا تھا + مگر گمان غالب یہہ ہی کہ وہ لوگ خاص مارواڑ والہو میں مسعود کے کچھ کچھ مطیع رہ کر غیر ملکوں پر حملے کرتے رہے اور مسعود کی اخیر سلطنت تک یہی صورت انکی قائم رہی مگر بعد اُسکے خود مسعود کے ملکوں کو لوٹنے لگے چنانچہ اُس زمانہ میں روک تھام انکی کی گئی جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا چنانچہ مسعود کی سلطنت تک خراسان میں فوج سمیت داخل نہوسکے *

اگرچہ اس زمانہ سے بہت عرصہ پہلے خاص خاص ترک جیسے کہ بغداد کے ترکی غلاموں کے پھرہ والی اور غزنوی والا الہتکین وغیرہ تھے آپ ہی آپ اُن سلطنتوں کو دبا بیٹھے جنکے وہ لوگ ملازم تھے مگر اس زمانہ میں دریائے اکسیس کے جنوب میں ترکوں کے جس گروہ نے پہلے پہل قبضہ حاصل کیا تھا وہ سلجوقوں کا گروہ تھا اور بعد اُسکے اگرچہ چنگیز خاں اور تیمور لنگ نے بڑے بڑے حملے کیئے اور بڑی بڑی فتوحات حاصل کیں مگر سلجوقوں کی فتوحات بھی اُن بڑے درجوں پر صرف اس باعث سے پہونچیں کہ منجملہ انکی شاخوں کے ایک شاخ کا بڑا رکن اب بھی قسطنطنیہ کے تخت سلطنت پر قابض ہی ‡ *

سلجوقوں کا مسعود سے لڑنا

جب کہ مسعود کے عہد سلطنت میں سلجوقوں نے خراسان پر حملہ کیا تو پھر دوبارہ گونہ دقت پیش آئی تھی مگر اُسکے رفع دفع کے لئے خاص مسعود کو درز دھوپ کی ضرورت ہوئی تھی اسلئے صوبہ مکران کے مطیع کرنیکی فرصت اُسکو ہاتھ آئی تھی چنانچہ سنہ ۱۰۳۱ ع مطابق سنہ ۴۲۲ ہجری میں اُس نے اُس صوبہ کو فتح کیا اور اگلے تین برسوں میں یعنی سنہ ۱۰۳۳ ع مطابق سنہ ۴۲۵ ہجری تک ماہندران اور گرگان کے صوبوں

+ مسعود نے سنہ ۱۰۲۱ ع مطابق سنہ ۴۱۲ ہجری میں ہندوستان کے ایک

قلعہ کی حکومت پر امیر بن قادر سلجوق کو چھوڑا تھا

‡ ڈی گنیز صاحب کی تاریخ جلد در صفحہ ۱۹۰

کو مطیع و مستحکوم اپنا بنایا جو اس زمانہ میں آتش پرستوں کے مطیع و مستحکوم تھے غرض کہ زوال قوت اور تنزل دولت سے پہلے پہلے ایران کی تمام سلطنت کو فارس کے سوا تخت حکومت کیا *

مسعود کا تخت سے اترنا اور اسکا جہاں سے گذرنا بعد اُسکے مسعود کی سلطنت کا باقی زمانہ سلجوقوں کی لڑائی ہوا۔ یہاں تک کہ سلجوق اپنی زبان سے اُسکی غلامی کا اقرار کیئے گئے اور باوجود اُسکے مسعود کے سرداروں کو شکست فاحش دیکر اُسکے ملکوں کو قاضی تاراج کیا اور نوبت یہاں تک پہونچتی کہ مسعود اپنی ذات سے لڑنے کو گیا اور مرو کے پاس پروس میں مقام زندقان یا وندناکن پر طغول بیگ سے مقابلہ ہوا چنانچہ بعض بھگورے ترکوں کے بھاگ جانے سے عین میدان میں مسعود کو ایسی شکست فاحش ہوئی کہ وہ لڑائی کو دوبارہ سنبھال نہ سکا یہاں تک کہ سنہ ۱۰۳۹ ع مطابق ۴۳۲ ہجری میں صاف مرو کو بھاگا اور وہاں پہونچکر ٹوٹی ہوئی فوج اپنی فراہم کی اور چوں توں کر کے غزنی کو واپس آیا بعد اُسکے حال اسکا ایسا پتلا ہوا کہ اسکا وہم گمان بھی تھا کہ وہ اتنی بڑی فوج اکٹھی کرے کہ سلجوقوں سے بمقابلہ پیش آوے بلکہ اتنی جمعیت بھی بہم نہ پہونچا سکا کہ اُسکے ذریعہ سے اُن فسادوں کی روک تھام کر سکے جو اُسکی دارالسلطنت کے قرب و جوار میں برپا ہو رہے تھے چنانچہ جب اُس نے یہ رنگ دھنگ اپنی سلطنت کے دیکھے تو ہندوستان کا قصد اس نظر سے کیا کہ وہاں جا کر جی کو تھکانے لگائے اور اپنے کار و بار کو تھیک تھاک کرے مگر حال یہ تھا کہ فوج کو قواعد کی پابندی نہ تھی اور حکومت کا رعب داب اُٹھ گیا تھا غرض کہ چوتوں کر کے روانہ ہوا *

جب کہ وہ اُنک سے پار اترتا تو اُسکی خاص فوج نے جو خزانہ کی محافظ تھی خزانہ کے لوتنے کا ارادہ کیا اور جو پودیشانی کہ بعد اُسکے حاصل ہوئی نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ تمام فوج باغی ہو گئی اور مسعود کو

تخت سے اتر آ گیا اور اُسکے بھائی محمد کو تخت نشین کیا گیا مگر اسلئے کہ محمد انکھوں سے معذور اور معذوری کی وجہ سے کار و بار سلطنت سے معذور تھا تو سنہ ۱۰۴۰ ع مطابق سنہ ۱۲۳۲ ہجری میں اُسکے بیٹے احمد کو سلطنت کا انتظام تفویض ہوا چنانچہ پہلا کام احمد کا یہ تھا کہ اُس نے اپنے معزول چچا کو قتل کیا *

مسعود دس برس سے زیادہ زیادہ تخت نشین رہا اور باوصف اسکے کہ اُسکے عہد سلطنت میں شور و فساد برپا رہے مگر علم و فضل کی ترقی کرتا رہا چنانچہ علماء کی تعظیم و تکریم اور عالیشان عمارتوں کے بنانے میں اُس نے یہ ظاہر کیا کہ وہ مسعود کا عہد جانشین ہی *

مسعود کے بیٹے مودوں کی سلطنت کا بیان

جس شکست سے مسعود کی سلطنت تباہ اور خاک سیاہ ہوئی اُسکی بدولت ہندوستان کو بڑے فائدے حاصل ہوئے اس لئے کہ اُس شکست سے پہلے پہلے جو صوبہ مسلمانوں کا ہندوستان میں قائم تھا مسلمان لوگ اُسکو محقیر و ذلیل سمجھتے تھے مگر بعد اُسکے اُسکو بڑی حکومت سمجھنے لگے اور قدر و منزلت اُسکی نزدیک آنکے ثابت ہوئی اور جو واقعات اُسکے بعد واقع ہوئے وہ اس تاریخ سے کچھ بہت علاقہ نہیں رکھتے یعنی غزنی کی حکومت میں وہ ہی انقلاب واقع ہوئے جو ایشیا کی حکومتوں میں ہوئی دیکھ رہے ہیں اور سوا اُسکے کہ اُن سے طبعیت پڑمردہ و انسرہ ہوجاتی ہی کچھ ہند و نصیحت حاصل نہیں ہوتی جو قضیہ قضائے سلجوقوں سے ہوئے وہ غزنی کی سلطنت کے مغربی حصہ سے متعلق تھے اور جو ہندوؤں سے جھگڑے بکھڑے ہوئے کوئی نشان اُنکا تاریخوں میں پایا نہیں چنانچہ ایشیا کے کسی مورخ نے اُنکا بیان نہیں کیا باوصف اس بات کے کہ یہ زمانہ خاندان غزنی کے زمانوں میں سے تحریر و بیان کے زیادہ قابل تھا اس لئے کہ اسی زمانہ میں مسلمانوں کی مستقل سکونت میں

اور ہندوؤں کے ملنے جانے سے مسلمانوں کے طور و طریقوں اور سمجھ بوجھ میں تغیر واقع ہوا تھا اور ایک نئی زبان یعنی اردو کی اصول قائم ہوئی اور ہندوستان کے حال کے مسلمانوں کے قومی چال چلن کی بنیاد پڑی غرض کہ نظر بوجھ مذکورہ بالا خاندان غزنی کے باقی معاملات کا بیان کرنا چنداں ضرور نہیں *

جب کہ مودود کا باپ قتل ہوا تو وہ اُن دنوں بلخ میں موجود تھا اور جوں ہی کہ اُس نے باپ کی سنوئی سنی تو وہ مشرق کی طرف بہت جلد روانہ ہوا اور اپنے مخالفوں کو شکست فاحش دیکر قتل کیا بعد اُسکے سنہ ۱۰۴۰ ع مطابق سنہ ۴۳۳ ہجری میں اپنے بھائی باغی کو گوشمالی دی مختصر یہ کہ مودود کی حکومت سنہ ۱۰۴۰ ع مطابق سنہ ۴۳۲ ہجری سے لیکر سنہ ۱۰۴۹ ع مطابق سنہ ۴۴۱ ہجری تک قائم رہی *

مودود کی عہد حکومت میں غزنی کی تمام سلطنت فیروز مند سلجوقوں پر کھلی ہوئی تھی کوئی مانع مزاحم اُنکا نٹھا مگر اُن فیروز مندوں نے مشرق کیطرف التفات نہ کیا اور اپنی مسالک متبوضہ کو چھوٹی چھوٹی چار سلطنتوں پر تقسیم کیا اور طغرل بیگ کو چاروں کا افسر قرار دیا ابو علی کو ہرات اور سیستان اور غور کی حکومت ہاتھ آئی اور غزنی والوں سے لڑنے کے لیئے آسبکو + مقرر کیا گیا اور طغرل بیگ سلجوقوں کی بڑی فوج لیکر ایوان کے مغربی حصہ اور بغداد و روم کی سلطنت پر چڑھائی کر نیکو روانہ ہوا یہی باعث تھا کہ مودود اپنی دارالسلطنت یعنی غزنی میں قائم رہا اور ساورامالہہر کو اُس نے دوبارہ فتح کیا اور اِس لیئے کہ اُس نے طغرل بیگ کی بڑی بیٹی سے اپنی شادی کی تھی تو سلجوقوں کی لوت مار کا اُسکو کھٹکا باقی نہ رہا مگر جب کہ سنہ ۱۰۴۳ ع مطابق سنہ ۴۳۵ ہجری میں مودود اپنی مغربی فتوحات میں مصروف و سرگرم تھا تو دلی

کے راجہ نے خالی میدان دیکھ کر پنجاب پر حملہ کیا چنانچہ اُس نے
ہندوؤں کو بڑی بڑی پتیلیاں پڑھا کر اُنکے دلوں کو بڑھایا یہاں تک کہ نگرکوت
کو فتح کر کے لاہور کو آگھیرا مگر مسلمانوں کا وہ اخیر قلعہ محصوروں کی
دلوری سے محفوظ رہا یعنی اُنہوں نے ایسے لوگوں کی اطاعت قبول نہ کی
چنکو کئی بار دباچکے تھے علاوہ اُسکے مودود کے پہونچنے کی خبر سنکر
قوی ہمت بھی ہو گئے تھے مگر یہاں اتفاق سے خبر چھوٹی نکلی *

مودود اُس زمانہ میں بطرف مغرب مصروف تھا جہاں باوصف اُس
نئی رشتہ داری کے سلجوقوں کے ساتھ نئے نئے جھگڑے پیدا ہوئے اور دم
نکلنے تک ہندوستان میں انہی کی فرصت نہ نکلی *

سلطان ابوالحسن کا بیان

جب کہ مودود نے وفات پائی تو اُسکے بھائی ابوالحسن نے اپنے
شیر خوار بھتیجے کو قتل کیا اور آپ تخت نشین ہوا مگر بعد اُس کے
دو برس اندر اندر اُسکے چچا ابوالرشید نے اُسکو تخت سے اوتارا ابوالحسن
کی سلطنت سنہ ۴۹۰ھ مطابق سنہ ۴۴۱ھ ہجری سے لیکر سنہ ۵۱۰ھ
مطابق سنہ ۴۴۳ھ ہجری تک باقی رہی *

سلطان ابوالرشید کا بیان

ابوالرشید نے پنجاب کو دوبارہ فتح کیا جسکو اُسکا ایک مسلمان
سردار اُن پہلی خرابیوں کے وقتوں میں دبا بیٹھا تھا جو اُسکی سلطنت سے
پہلے پہلے واقع ہوئیں تھیں مگر بعد اُسکے ایک سردار طغرل نامی
نے سیستان میں بغاوت کی اور ابوالرشید کو شکست فاحش دی سلطنت
اُسکی سنہ ۵۱۰ھ مطابق سنہ ۴۴۳ھ ہجری سے لیکر سنہ ۵۲۰ھ مطابق
سنہ ۴۴۴ھ ہجری تک قائم رہی اور جب یہاں باغی کامیاب ہوا تو بادشاہ
بن بیٹھا اور جو جو غزنی کے بادشاہ زادے اُسکے ہاتھ آئے اُنکو گردن مارا
مگر چالیس دن کے بعد آپ بھی مارا گیا اور منجملہ تین وارثوں سبکتگین
کے ایک وارث فرخ زاد نامی تخت نشین ہوا جو اُس ظالم کے تیغ ظلم
سے ماموں و محفوظ رہا تھا *

سلطان فرخ زاد کا بیان

یہ بادشاہ سلجوقوں کے مقابلہ میں کامیاب ہوا اور اُسکو یہہہ ترقی کامل تھی کہ وہ اُن ملکوں کو دو بارہ حاصل کرے جو اُسکے خاندان کی حکومت سے نکل گئے تھے مگر سلجوقوں کے سردار الپ ارسلان کی بڑی دانشمندی سے وہ بادشاہ روکا رہا سنہ ۱۰۵۲ ع مطابق سنہ ۶۴۴ ہجری سے سنہ ۱۰۵۸ ع مطابق سنہ ۶۵۰ ہجری تک فرخ زاد نے کامرانی کی *

سلطان ابراہیم کا بیان

جب کہ فرخ زاد مرگیا تو ابراہیم اُسکا بیٹا تخت نشین ہوا یہہہ بادشاہ بڑا عابد و زاہد تھا چنانچہ اُس نے تمام ایسے دعویٰ سے ہاتھ اڑھایا جن کی بدولت سلجوقوں سے لڑائی جھگڑے کرنے پڑیں اور اچھی طرح پاک صاف ہو کر سلجوقوں سے آشتی کی اور اپنی سلطنت کے بڑے زمانہ کو جو سنہ ۱۰۵۸ ع مطابق سنہ ۶۵۰ ہجری سے سنہ ۱۰۸۹ ع مطابق سنہ ۶۸۱ ہجری تک قائم رہی انشا پر دازی اور مصحف نویسی میں صرف کیا اور چالیس بیٹے اور چھتیس بیٹیاں چھوڑ گیا *

سلطان مسعود ثانی کا بیان

یہہ مسعود ثانی بڑے طنطنہ کا بادشاہ تھا چنانچہ اُسکے سرداروں نے گنگا سے آگے تک فوج کشی کی اور خود اُس نے قانون قاعدوں کو سوچ سمجھ کر ایک معقول مجموعہ مرتب کیا اور کئی سال اُسکے عہد سلطنت میں لاہور اُسکی تخت گاہ رہا اور حکومت اُسکی سنہ ۱۰۹۸ ع مطابق سنہ ۶۹۲ ہجری سے سنہ ۱۱۱۳ ع مطابق سنہ ۵۰۸ ہجری تک قائم رہی *

سلطان ارسلان کا بیان

جب کہ مسعود ثانی کا انتقال ہوا تو اُسکے ایک بیٹے ارسلان نامی نے اپنے بھائیوں کو قید کیا اور آپ تخت دہا بیٹھا یہہہ وہ زمانہ تھا کہ غزنی

کے خاندان والوں نے سلجوقوں سے رشتہ داریاں پیدا کی تھیں چنانچہ سلجوقوں کے بادشاہ سنجر کی ہمیشہ خاندان غزنوی کے تمام شاہزادوں کی والدہ تھی غرض کہ جب اُس نے اپنے بچوں کو مقید دیکھا تو وہ آگ بھڑکا ہوئی اور اپنے بھائی سنجر سے یہہ درخواست کی کہ تمکو بہرام کی امداد و اعانت کرنی چاہیئے جو ظالم کی قید سے محفوظ تھا غرض کہ سنجر نے یہہ بات اُسکی قبول کی اور تلوار کے زور سے تخت اُسکو دلاوایا ارسلان کی سلطنت سنہ ۱۱۱۳ ع مطابق سنہ ۵۰۸ ہجری سے سنہ ۱۱۱۸ ع مطابق سنہ ۵۱۲ ہجری تک باقی رہی *

سلطان بہرام کا بیان

یہہ بادشاہ عالم فاضلوں کا بڑا مشہور و معروف مریدی تھا چنانچہ نظامی شاعر جو فارسی کا بہت مشہور شاعر تھا اُسکے دربار میں حاضر رہتا تھا چنانچہ منجملہ اپنی پانچ کتابوں کے جو خمسہ نظامی کے نام سے مشہور آفاق ہیں ایک کتاب مسمیٰ ہری پیکر بہاسنخاظر اسی بادشاہ کے اُس نے تصنیف کی تھی مگر انجام کار اس بادشاہ نے اپنی سلطنت کو جو ایک عرصہ دراز تک سرسبز و قائم رہی تھی ایک ایسی برے کوتاہی سے خراب کیا کہ اُسکے تدارک میں وہ آپ اور نسل اُسکی تباہ ہوئی *

تفصیل اُسکی یہہ ہی کہ جب سے مودود بادشاہ نے مکر و فریب سے غور کے ملک پر قبضہ کیا تھا تب سے وہ ملک ہر اور غزنوی کا صوبہ چلا آتا تھا اور بہرام کے عہد سلطنت میں غور کا بادشاہ قطب الدین + خود بہرام کا داماد تھا چنانچہ دونوں بادشاہوں میں کچھ جھگڑا قائم ہوا یہاں تک کہ بہرام نے قابو پا کر اپنے داماد کو زہر دیا یا علانیہ قتل کیا مگر قتل اُسکا اسلیئے غالب معلوم ہوتا ہی کہ قطب الدین کے بھائی

+ برگز صاحب کے ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد ایک صفحہ ۱۵۱ میں قطب الدین

سور کی جگہ قطب الدین مودود غوری افغان لکھا ہی

سیف الدین † نے توت پھرت انتقام کے لیے غزنی پر چڑھائی کی اور بہرام کو مشرق کے پہاڑوں میں کوماں کی طرف بھگا دیا اور غزنی پر قبضہ کیا *

سیف الدین اس جدید منصوبہ پر ایسے اطمینان سے بیٹھا کہ اُس نے بہت سی فوج اپنی بہ سرداری اپنے بھائی علاؤ الدین کے فیروز کوہ کو واپس بھیجی جہاں پہلے سے وہ رہتا سہتا تھا اور غزنی والوں کے رفیق شفیق بنائے میں بہت سی جہد و محنت اُٹھائی مگر باوجود اس سعی و محنت کے قدیم خاندان کی رفاقت کو جو اُنکے دلوں میں مضبوط و مستحکم بیٹھی تھی اُٹھا نسکا چنانچہ اُنہوں نے بہرام کے بلانیکے طرح ڈالی یہاں تک کہ جب برف کی کثرت سے غور کی راہ مسدود ہو گئی تو بہرام اپنے ملک کے اُس حصہ میں سے جو اب تک فتح نہوا تھا بہت سی فوج اکٹھی کر کے اپنی دارالسلطنت پر چڑھا اور سیف الدین نے اپنی نانوائی دیکھ کر دارالسلطنت کو چھوڑنا چاہا مگر غزنی والوں کی جھوٹی باتوں میں آکر ایک لڑائی کے ذریعہ سے سخت آزمائی پر آمادہ ہوا چنانچہ شہر والوں نے میدان میں اُس سے کنارہ کیا اور اُسکے وطن والوں کی تھوڑی سی خاص فوج مغلوب ہوئی اور وہ زخمی ہو کر گرفتار ہوا مگر بہرام نے جو کام آسوقت کیا وہ پہلی عادتوں کے بہت خلاف اور انسانیت سے نہایت بعید تھا یعنی اُس نے اپنے قیدی کو طرح طرح کی ذلت دیکر تمام شہر کے گلی کوچوں میں تشہیر کیا اور لوگوں سے بڑی پہلے کہلانیکے بعد اُسکو بہت بڑی طرح سے قتل کرایا اور اُسکے وزیر کو گلا گھونٹ کر مارا جو مستحکم کی آل اور فاطمہ کلال تھا جب کہ علاؤ الدین اُسکے بھائی کو اُسکی سناوٹی پہونچتی تو اُسکو بہت جوش آیا اور بہت قسم کھائی کہ اگر دم میں دم ہی تو خدا چاہے تمام سازش والوں سے سخت انتقام لوں گا *

† یوگر صاحب کے ترجمہ تاریخ فرشتہ کی جلد ایک صفحہ ۱۵۲ میں بجائے

سیف الدین کے سیف الدین سرور لکھا ہے

مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی بے صبری اور غیظ و غضب کے مارے
 تھوڑی فوج لیکر روانہ ہوا اس لیے کہ بہرام نے اُس سے یہہ کہلا بھیجا کہ
 ہوشیار ہو کر یہاں آنا ورنہ پامال کیا جاویگا اور اُس نے یہہ جواب دیا کہ
 تیری دھمکیاں تیری فوج کی مانند ضعیف اور بے بنیاد ہیں اور یہہ مسلم
 ہے کہ بادشاہوں کی لڑائی بھڑائی کچھ نہی بات نہیں مگر تیری
 سنگدلی اور بیوحشی ایسی ہی کہ نظیر اُسکی بادشاہوں میں ہائی نہیں
 جاتی *

بعد اُسکے جو لڑائی پیش آئی تو اُس میں پہلے پہل یہہ ظاہر ہوا کہ
 غزنی والوں کی کثرت سے فوج اُسکی مغلوب ہوئی مگر اس باعث سے کہ
 وہ آپ انتقام کا پیاسا تھا اور اُسکے ساتھ والوں کو نہایت غیظ و غضب اور
 دلادری بہادری کا بھروسا تھا مخالف کے مقابلوں کو یہاں تک اُٹھایا کہ
 بہرام کو قتلہا بھاگنا پڑا اور جان بچا کر بھاگا *

غوریوں کے ہاتھوں سے غزنی کا تباہ ہونا

ہری ہری جو تکلیفیں کہ بہرام اور غزنی والوں کے دست و زبان سے
 علاؤالدین کے بھائی سیف الدین معقول کو پہونچتی تھیں انتقام اُنکا
 علاؤالدین کے ذمہ پڑا واجب و لازم تھا مگر غزنی سی ہری دارالسلطنت کو
 بکلمہ بیچھا کرنا ایک ایسا برا کام اور ناپسندیدہ امر ہے کہ ہم کسی طرح
 اُسکے درد شریک نہیں ہو سکتے اور اُس ناشایستہ حرکت سے اُسکے نام پر
 ایسا دھبہ لگا کہ جب تک یاد اُسکی باقی رہیگی وہ ہوگز نہ مٹےگا + *

+ یہہ علاؤالدین ہمیشہ جہاں سرز کے خطاب سے پکارا گیا اگرچہ اور جگہ
 تعریف اُسکی لکھی گئی مگر کسی مورخ نے اس موقع پر لعنت ملامت بدوں اُسکو
 نہیں چھوڑا چنگیز خاں اور تیمور لنگ کے نالائق قتلوں کو بھی استغدر ناپسند نہیں کیا
 جیسا کہ اُسکی اس نامناسب حرکت کو ناپسند و مکروہ سمجھا اور شاید وجہ اُسکی
 یہہ ہی کہ جن دنوں یہہ برا کام علاؤالدین سے سرزد ہوا تو لوگ اُن دنوں کچھ
 کچھ تربیت یافتہ اور شایستہ بایستہ ہو گئی تھی چنانچہ اُنکو اس نامعقول حرکت
 سے بڑا تعجب ہوا

تنصہل اُس ظالم کی
و چوتھام ایشیا کا بہت
بڑا شہر اسوقت گنا جاتا
بمضوں کے سات دن تک
پھونکواتا اور باشندوں ک
کو لٹواتا رہا اور جب کہ
پہلا جوش خروش کر
خاص خاص لوگوں کو
کرایا اور سیف الدین کے وزیر کی عوض میں
جو جو سید نامی ہاتھ اسکی لئے اُنکو گردن مارا اور شاعرا غزنی کی تمام
یادگاروں کو مسمار کرایا اور مسعود اور مسعود کی قبروں کے
سوا کسی قبر کا نام و نشان نہچھوڑا مگر مسعود و مسعود کی قبریں اُنکی
دلوری کی خوبی سے اور ابراہیم کی قبر اُسکے زہد و تقویٰ کی بدولت
چھوڑے رہی غرض کہ تمام شہر قتل ہوا مگر بدبخت بہرام اُن تباہیوں
کے دیکھنے کو زندہ رہا جو اُسکی خویش و تبار اور یار و دیار کو نصبت
ہوئیں بعد اُسکے بہرام ہندوستان کو روانہ ہوا اور سفر کی ماندگی اور
شکستہ دلی کے مارے عین راہ میں مرگیا سلطنت اسکی سنہ ۱۱۱۸ع
مطابق سنہ ۵۱۲ ہجری سے سنہ ۱۱۵۲ع مطابق سنہ ۵۲۷ ہجری تک
یعنی کل ۳۵ برس قائم رہی *

ہندوستان میں غزنی کی سلطنت منتقل ہونیکا بیان
جب کہ سلطان بہرام نے وفات پائی تو اُسکا بیٹا سلطان خسرو لاہور
کیچانچہ کوچ کرئے گیا چنانچہ جب وہ وہاں پہونچا تو اُسکی رعایا بہت
تعظیم تکریم سے پیش آئی اور بہت سی خوشی منائی اسلئے کہ وہ لوگ
اسبات سے ناراض تھے کہ اُنکے شہر میں ہمیشہ کے لیئے سلطنت قائم ہووے *

سلطان خسرو ملک کا بیان

سلطان خسرو سنہ ۱۱۶۰ع میں سات برس سلطنت کرکے مرگیا اور
توڑی پھوٹی حکومت کو اپنے بیٹے خسرو ملک کے قبضہ میں چھوڑ گیا
چنانچہ خسرو ملک نے سناڈیس برس قمری لغایت سنہ ۱۱۸۶ع تک
ہادشاہت کی اور اسی سنہ میں وہاں سہا ملک اُسکا اُسکے قبضہ سے نکل کر

غوریوں کے قبض و تصرف میں داخل ہوا اور سیکھتوں کی نسل اسی بادشاہ پر ختم ہوئی *

† خاندان غوری کا بیان

علاءالدین غوری کی سلطنت

واضح ہو کہ خاندان غور کی نسبت بہت سی بحث مباحثی رہی مگر بہت سی چہان بین کے بعد یہی رائے غالب ہے کہ خاندان غور اور نیز انکی رعایا تمام افغان تھے اور جب کہ یزدجرد کسرے کی وفات پر چند سال گزرنے کے بعد مسلمانوں نے غور پر چڑھائی کی تو بقول ‡ اس ہیکل کے سنہ ۹۴۰ ع میں کسبندر غوری لوگ اسلام لائے تھے اور اُسکے قول کے بموجب وہاں کے باشندے خراسانی بولی بولتے تھے § *

† طبقات ناصری میں نام اُس خاندان کا سنسہ بانی لکھا ہے
‡ اوسلی صاحب کا ترجمہ تاریخ ابن ہیکل کا صفحہ ۲۱۲ و ۲۲۱ و ۲۲۲
ملاحظہ کے قابل ہے اسلیئے کہ ابن ہیکل نے لکھا ہے کہ غور سے آگے کے تمام خطہ کو ہندوستان سمجھنا چاہیئے مراد اُسکی اس سے بلاشبہ یہ تھی کہ اُسہیں کانر لوگ آباد تھے *

§ پٹھان لوگ اپنا قدیم ملک غور کے پہاڑوں کو سمجھتے ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخص نے آج تک اس بات کا انکار نہیں کیا کہ لوگ اُس ملک کے اگلے وقتوں میں پٹھان تھے مگر جسیات میں گفتگو باقی ہے وہ بادشاہی خاندان سے متعلق ہے چنانچہ پرافسر ڈارن صاحب نے تاریخ افغانوں کی شرح کے صفحہ پانچویں میں بحوالہ ایک مورخ کے بیان کیا ہے کہ وہ لوگ خطا کے ترک تھے مگر یہ کلام صرف ایک ہی مورخ کا ہے اسلیئے کہ اُس مقام میں دوسرا حوالہ خاندان غور کے جانشینوں سے علافہ رکھتا ہے اور جہاں تک اور ہمکو تحقیق ہو سکا اُس سے یہی دریافت ہوتا ہے کہ تمام اور مورخ خاندان غور کو سرور کے پٹھانوں میں داخل کرتی ہیں مگر یہ حقیقت میں اونکی غلط فہمی ہے کہ وہ خاندان غور کو سرور اور سام کی اولاد بتاتے ہیں جو ضحاک بادشاہ کی بیٹی تھی ضحاک ایران کا خیالی بادشاہ تھا اُسکو پٹھانوں سے کچھ علافہ و واسطہ نہیں تھا اور وہی مورخ عجیب قصبے خاندان غور کی پہلی تاریخ کی نقل و بیان کرتے ہیں چنانچہ بیان اونکا یہ ہے کہ سلطان محمود کے بعد خاندان سرور کا وہ سردار جو سام کے نام سے نامی گرامی تھا اپنے ملک سے بھاگے اور ہندوستان کے جانے پر مجبور ہوا اگرچہ ہندوستان میں جی جان سے مسلمان

سلطان متحدہ و دیکے عہد دولتیں غور کا ملک جیسیا کہ مذکور ہو چکا اُس بادشاہ کے قبض و تصرف میں تھا جسکو تاریخ فرشتہ والے نے متحدہ سوری یا سور پتھان کے نام سے بیان کیا اور اُس بادشاہ کے زمانہ سے واقعات مذکورہ بالا تک تاریخ کا سلسلہ برابر چلا آتا ہی جب کہ غزنی اور غزنی والوں سے علاوالدین پورا پورا انتقام لیچکا تو فیروز کوہ میں جا کر عیش و نشاط میں مصروف ہوا جو اصل مقتضی اُسکی طبیعت کا تھا *

رہا مگر مندر میں ملزم ہو گیا اور اُس نے بہت سی دولت جمع کی بعد اُسکے جب گھر چلا تو جہاز اوسکا ٹوٹ گیا ایران کے کنارے پر قریب کر مر گیا مگر اُسکا بیٹا حبیب سوری ایک تفتہ پر بیٹھا رہ گیا اور وہ تفتہ تین دن تک پانی پر بہتا رہا اگرچہ ساتھی اُسکا اُس تفتہ پر ایک شیر تھا مگر اُس نے اُسکو کچھ نہ ستایا یہاں تک کہ وہ تفتہ دریا کے کنارہ ایک بقدر کے پاس چالگا اور وہ غریب اُس بندر میں چندے قید رہا مگر آخر کار اُس نے قید سے رہائی پائی اور گرتا پڑتا غزنی کی جانب روانہ ہوا راہ میں قزاقوں سے ملاقات ہوئی اور انہوں نے بھیر و اکرا اُسکو شریک اپنا کیا مگر اُس رات اتفاق سے وہ قزاق گرفتار ہوئے اور سلطان ابراہیم کے روپر جو خدا ترس بادشاہ تھا حاضر کیئے گئے اور قتل کا حکم اُنکو سنایا گیا اور جب کہ قریب یہاں تک پہونچے تو حسین سور نے سرگذشت اپنے بادشاہ کو سنائی چنانچہ بادشاہ نے اُسکے چہرے مہرے کو دیکھ بھال کر بات اُسکی قبول کی یہاں تک کہ صوبہ غور کی حکومت عطا فرمائی جو خاص اُسکا وطن اصالی تھا اس تمام قصہ سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہی کہ کسی دلیور آدمی نے غور کی حکومت شاہان غزنی کی بدولت حاصل کی اور یہ آدمی یا تو اصل حقیقت میں غوری تھا یا کسی غوری سردار کی دامادی کے صدقے سے غوریوں میں داخل ہو گیا تھا جیسا کہ شمالی یورپ کے باشندوں اور اسکاتلنڈ کی قوموں میں دستور و قاعدہ ہی بعد اُسکے اُس آدمی نے مذکورہ بالا عجیب کہانی اور عجیب نسب ایجاد کیا تاکہ اُسکی کم ظرفی پوشیدہ رہے پروفیسر دارن صاحب نے مذکورہ بالا تاریخ کی شرح میں وہ سب کچھ جمع کیا جو خاندان غور اور پٹھانوں کی اصلیت کے آٹھ مختلف پیانوں کی نسبت لکھا پڑھا گیا تھا اور درباب ان دونوں پیانوں کے بہت معقول نتیجہ نکالا علاوہ اس کے خاندان غور کی نسبت دہی ہوی لائ صاحب کی تاریخ اور دہی گنیز صاحب کی تاریخ جلد در صفحہ ۱۸۱ اور ہوگز صاحب کے توجہ تاریخ فرشتہ جلد ایک صفحہ ۱۶۱ میں جو مشہور و مندرج ہی ملاحظہ کے قابل ہی

سلجوقیوں کی بربادی کا بیان

۴۱ قمر یوز وہ ترک نہیں جو ایک عرصہ دراز سے دشت خشایاقی میں بستے تھی اور بقول قبی گنگنیز صاحب کے ترکمانوں کے آبا و اجداد ہیں اور اُنکو یوز اور غز اور غرغز اور موزی اور غازی بھی کہتے ہیں چنانچہ ملک فرغانہ میں جہاں وہ حاکم و سردار ہیں اُنکو اب بھی یوز کے نام سے پکارتے ہیں *

میں بستے تھے خارج کیئے گئے اور جب کہ یہ واقعہ پیش آیا تو ان دنوں قوم یوز کے باقی اور لوگ ایشیائے کوچک اور ملک شام کے فتح کرنے میں مصروف تھے یہہ چلاوطن لوگ جنوب کی جانب متوجہ ہوئے اور سلجوقوں پر غالب آئے اور تھوڑے عرصہ تک غزنی پر قابض و متصرف رہے بعد اُسکے انہوں نے مغربی جانب نقل مکان کیا اور غزنی کی حکومت ان لوگوں کے قبضہ میں دوبارہ آگئی جنکے قبضہ میں پہلے تھی انقلابات مذکورہ بالا کے زمانہ یعنی سنہ ۱۱۵۶ ع مطابق سنہ ۵۵۱ ہجری میں علاوالدین اہنی موت مرگیا اور کل حکومت اُسکی جسموں بہت سی وارداتیں واقع ہوئیں کوئی چار برس تک قائم رہی *

سیف الدین غوری ثانی کا بیان

تھوڑے دنوں مرنے سے پہلے شہاب الدین اور غیاث الدین اپنے دو برادر زادوں کو علاوالدین نے قید کیا تھا اور ساری غرض اُسکی غالباً یہہ تھی کہ سیف الدین اُسکا بیٹا جو کم سن اور فاق تجربہ کار تھا بلا جبر و جبر اُسکا جانشین ہووے چنانچہ سیف الدین اُسکا جانشین ہوا اور پہلا کام اُسنے یہہ کیا کہ اُسنے اپنے چچہ بھائیوں کو قید سے چھوڑا اور اُنکی حکومتوں پر اُنکو بحال کیا اور اس عمدہ کام سے کبھی پشیمان نہوا تمام ذاتی صفاتی اوصاف اُسکے اسی عمدہ کام مذکورہ بالا کے موافق مطابق تھے اور اس میں کچھ شک شبہ نہیں کہ اگر اُس میں اُسکے خاندانکی مانند انتقام لینے کی نحو ہو نہوتی تو سلطنت اُسکی نہایت عمدہ اور نیک نام ہوتی چنانچہ ایک سردار اُسکا اُسکی بی بی کا رہ زیور پہنے ہوئے اُسکے روبرو آیا جو سنچر کی کامیابی میں اُسکی بی بی سے چھن چھنا گیا تھا غرض کہ دیکھنے کے ساتھ اُسکو ایسا جوش آیا کہ اُس نے آپ اُسکو قتل کیا اور ابو العباس اس سردار کا بھائی غیظ و غضب کو دباے ہوئے دیکھا رہا مگر جب کہ سیف الدین کو قوم یوز کی لڑائی میں سرگرم دیکھا تو

اُس نے عین لڑائی میں قابو ہاکر سیف الدین کے نیزا مارا سیف الدین نے ایک برس سے کچھ زیادہ سلطنت کی اور بعد اُسکے اُسکا بڑا چچپورا بھائی یعنی غیاث الدین جا نشین ہوا *†

غیاث الدین غوری کا بیان

جب کہ سنہ ۱۱۵۷ ع مطابق سنہ ۵۵۲ ہجری میں غیاث الدین غوری تخت نشین ہوا تو اُسے شہاب الدین ایبہ بھائی کو شریک حکومت کیا اور جب تک بقید حیات رہا تب تک سلطنت کو قابو میں رکھا مگر معلوم ہوتا ہی کہ جنگی کاموں کا تمام انتظام شہاب الدین کی رائے و تدبیر پر چھوڑا تھا اِس لیے کہ غیاث الدین کے مرنے سے کئی برس پہلے تمام کام سلطنت کے خود شہاب الدین کو کرنی پڑے *

جس اتفاق سے کہ اِن دونوں بھائیوں نے اوقات اپنی بسر کی صرف وہی دلیل اِس بات کی نہیں کہ اُنہوں نے پہلی مصیبت کو نبھائے رکھا جو اُنکے بزرگوں سے برابر چلی آئی تھی بلکہ جب اُنکے خالو نے جو بامیان کی مطیع ریاست پر حاکم تھا اور وہ ریاست بلخ کے مشرق سے دریائے اکسپس کے کنارے کنارے پہیلی ہوئی تھی سیف الدین کے مرنے ہی تخت دہانیکا ارادہ کیا اور لڑائی میں شکست فاحش کھاکر ایسا گھبرا گیا کہ اُسکے مارے جانے میں کوئی شک نہ رہا تھا تو یہہ دونوں بھائی گھوڑوں سے اتر پڑے اور اُسکی رکاب پکڑنے کو دوڑے اور ایسے ادب سے پیش آئے کہ پہلے اُسکو یہہ شہہ ہوا کہ میری بات بگڑی ہوئی دیکھ کر مستحکم چراتے ہیں مگر انجام کار اُسکی تسلی تشفی کی اور اُسکی حکومت پر اُسکو بعتال کیا چنانچہ وہ ریاست اُسکے خاندان میں تین پشتوں تک قائم رہی بعد اُسکے غور کی اور ریاستوں سمیت شاہ خوارزم کے قبضہ میں داخل ہوئی *†

† دہلی ہری لٹ صاحب اور تاریخ نوشتہ اور دارن صاحب کی افغانوں کی تاریخ میں سے مسلمان مورخوں کے اقوال کا خلاصہ
‡ دہلی ہری لٹ صاحب کی تاریخ اور دارن صاحب کی شرح

واضح ہو کہ واقعات مذکورہ بالا فتح غزنی سے ہانچ برس کے اندر اندر واقع ہوئے اور جب کہ ان دونوں بھائیوں کی سلطنت قوی ہو گئی تو بنگانہ ملکوں کی فتوحات پر بڑے زور و شور سے متوجہ ہوئے چنانچہ سلجوقوں کو تباہ و پریشان دیکھ کر خراسان کے مشرقی حصہ کو فتح کیا اور اس مہم میں اور نیز غزنی کے دوبارہ حاصل کرنے میں خود غیاث الدین مصروف ہوا اور اُس وقت سے کبھی فیروز کوہ اور کبھی ہرات اور کبھی غزنی میں رہتے سہتے لگا اور خاص ہرات میں ایسی بڑی مسجد بنوائی کہ اُسکی شان و شوکت کی تعریف اُس زمانہ میں اور بعد اُسکے پچھلے وقتوں میں ویسے ہی بدستور قدیم قائم رہی *

مسلمانوں کی سلطنت کی بنیاد ہندوستان میں

واضح ہو کہ یہ شہاب الدین ایک مدت سے ہندوستان پر اوت پڑتا ہو رہا تھا چنانچہ اُس بڑی سلطنت کا بانی اُسکو سمجھنا چاہیے جو ہندوستان میں انگریزوں کے عہد تک قائم رہی *

سنہ ۱۱۷۶ ع مطابق سنہ ۵۷۲ ہجری میں مقام اچ کو فتح کیا جو ایسی جگہ واقع ہی جہاں پنجاب کے دریا اُنک سے جا کر ملتے ہیں مگر دو برس بعد جب گجرات پر چڑھائی کی اور وہاں سے شکست فاحش کھا کر ایسی مصیبتیں اوتھائیں جو معتمد کو پیش آئیں تو نہایت ناکام اور داشکستہ واپس آیا *

لاہور پر دو دھارے کیئے اور خسرو ملک کی قوت کو توڑا جو غزنی کے خاندان کا پچھلا بادشاہ تھا چنانہ سنہ ۱۱۷۸ ع مطابق سنہ ۵۷۴ ہجری میں اُسکو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ اپنے بیٹے کو بطور اول اُسکے حوالہ کرے *

خاندان غزنی کا پنجاب سے خارج ہونا

بعد اُسکے سنہ ۱۱۷۸ ع مطابق سنہ ۵۷۵ ہجری اور سنہ ۱۱۷۹ ع مطابق سنہ ۵۷۶ ہجری میں سند پر چڑھائی کی اور سند کے کنارے تک

اُسکو روند روند کر پائیمال کیا اور جسب وہاں سے واپس آیا تو خسرو ملک سے لڑائی بھڑائی شروع کی چنانچہ خسرو ملک نے ناچار ہو کر گاکڑوں سے مدد چاہی اور شہاب الدین کے ایک بڑے مستحکم قلعہ پر قبضہ کیا یہاں تک کہ شہاب الدین ایسے مطلب کے لیئے فن و فریب پر مائل ہوا جو زور و قوت اور فن و شجاعت سے حاصل نہوسکتا تھا چنانچہ اُس نے یہہ فقرا اڑایا اور لوگوں سے یہہ دھوم مچوائی کہ ایک ایسی ضرورت پیش آئی ہی کہ سلطانی فوج کو مغرب کی جانب جانا پڑا غرض کہ اُسنے خراسان کی روانگی کیواسطے فوج اپنی اکٹھی کی اور ملک خسرو سے آشتی چاہی اور اُسکے بیٹی کو اول سے رہا کیا جو اب تک یعنی سنہ ۱۱۸۳ ع مطابق سنہ ۵۸۰ ہجری تک نظر بند چلا آتا تھا اور جب کہ خسرو ملک نے یہہ آثار اُسکے دیکھے تو اپنی محافظ فوج سے الگ ہو کر بیٹے سے چھڑی سواری ملنے کو روانہ ہوا اور شہاب الدین نے یہاں یہہ کام کیا کہ عمدہ عمدہ سوار اپنی فوج کے لیکر ایسی راہ سے چلا کہ وہ لوگوں کی آمد رفت سے فی الجملہ محفوظ تھی اور کمال چستی و چلاکی سے ملک خسرو اور اُسکی دارالسلطنت کے پیچ میں آہڑا اور خسرو کے لوگوں کو راتوں رات گھیر کر خسرو کو گرفتار کیا اور بعد اُسکے سنہ ۱۱۸۶ ع مطابق سنہ ۵۸۲ ہجری میں لاہور پر قابض ہوا جہاں اُسکو کوئی مقابلہ کرنا پڑا اور دوسرے برس خسرو اور اُسکے خاندان کو غیاث الدین کے پاس روانہ کیا اور اُسنے اُنکو غرغستان کے قلعہ میں مقید رکھا اور بہت برسوں کے بعد اُس زمانہ میں غوریوں یا خوارزمیوں کے ہاتھوں سے مارے گئے جب کہ خوارزمیوں اور غوریوں میں لڑائیاں واقع ہوئیں *

شہاب الدین کی لڑائیاں ہندوؤں کے ساتھ

جب کہ غزنی کا خاندان تمام ہوچکا تو کوئی مسلمان شہاب الدین کا مخالف نہ رہا اور پہلے پہل ہندو لوگ اُسکے فکر کے بظاہر معلوم نہوئے

اس لیے کہ فوج اُسکی دریائے اٹک اور دریائے اکسیس کے صوبوں کی لڑاکا قوموں سے منتخب اور چیدہ اور سلجوق اور شمال کے تاتاری گروہوں سے لڑنے جھگڑنے کی عادی اور مشاق تھی اور اسی باعث سے یہ توقع تھی کہ اُنکو ایسے لوگوں سے کڑا مقابلہ نہ کرنا ہوگا جو طبیعت کے نرم اور قصی جھگڑے سے بھاگنے والے اور چھوٹی چھوٹی ریاستوں میں بکھرے پھیلے ہوتے تھے اور جنکو شہاب الدین سے بلا فائدہ لڑنا پڑا اور اُس لڑائی میں کسب طرہ کی امید نہ تھی مگر باوصف اُسکے کوئی ریاست ہندوؤں کی سخت لڑائی کے بدون فتح نہ ہوتی بلکہ بعضی بعضی ریاستیں پوری پوری مطیع نہ ہونیں یہاں تک کہ آج تک وہ قائم ہیں اور مسلمانوں کی سلطنت برباد ہو چکی وہ مقابلہ جو شہاب الدین کو ہندوؤں سے پیش آیا تو سارا سبب اُسکا یہ تھا کہ ہندو لوگوں میں راجپوتوں کی قوم قدیم سے سپاہی تھی اور عمر تمام اپنی سپہ گری میں بسر کرتے تھے اور تمام ذاتوں سے اُنکی بہت معزز و ممتاز تھی اگرچہ اور لوگ رسومات مذہب کے اختلاف سے الگ الگ گروہ ہو گئے تھے مگر معاملوں میں گھلے ملے رہتے تھے اور معمولی حاکموں کے سوا کوئی خاص سردار اُنکا نہ تھا مگر راجپوتوں کی قوم ایسی تھی کہ وہ ماننے پیت سے سپاہی ہی پیدا ہوتے تھے اور ہر گروہ اُنکا سرور تھی سردار اپنا رکھتا تھا اور ہر گروہ کا چال چلن اور رنگ ڈھنگ الگ الگ تھا اور چند در چند علاقوں کے باعث سے ہر گروہ کا ہر شخص اپنے سردار اور ایک دوسرے کا پابند ہوتا تھا اور قومی علاقوں سے تعلقات مذکورہ کو نہایت قوت پہنچتی تھی *

اس لیے کہ راجپوتوں کی مختلف قوموں کے خاص سردار راجہ سے وہ تعلق رکھتے تھے جو راجپوت اُن خاص سرداروں سے رکھتے تھے تو راجہ اور سرداروں اور سپاہیوں کا ایسا چمکھٹ ہو گیا تھا کہ وفاداری اور رشتہ داری اور سپہ گری اور نام آوری کے خیالوں سے اتفاق کی نہایت عمدہ صورت بندھی تھی علاوہ اُسکے وہ معمول طریقہ اُس اتفاق کا زیادہ عمدہ و معاون ہوا جو چاہیے

دینیکا وہاں جاری تھا اور اُن باتونیسے عالی نسب اور بلند ہستی اور دلورہی کے خیالات اُن لوگوں میں بہت زور شور سے پیدا ہوئے اور اُنکی بہادری کی ترنگوں کو تھاپی بہات اپنی کرکوں سے قائم رکھتے تھے اور فخر و عزت کے قصوں اور عشق و محبت کے جھگڑوں سے بہادری اُنکی بھڑکتی رہتی تھی اور عورتوں کے ساتھ ایسے ادب سے پیش آتی تھی کہ بلاد مشرق میں کوئی قوم ایسا ادب نہ کرتی تھی اور اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی عزت کے برتاؤ دیتے تھے اور رسوم اور قاعدوں کے توڑنے کو بڑی بیعتی سمجھتی تھی اگرچہ متوسط زمانہ کے بہادروں کے اوصاف اُنہیں موجود تھے مگر اُنسی زمانہ کے یورپ والے بہادروں کے عمدہ خیالات اور ظاہر کی جاہ و جلال اُن میں نہ تھے اور اُن بہادروں کی نسبت جنگا حال سپینسر اور ایوستو شاعروں نے باندھا ہی ہو سہ شاعر کی مدوحوں کیسی طبیعت زیادہ رکھتے تھے اگر اُنکی صفات مذکورہ بالا پر اُنکی سستی کاہلی کا اضافہ کریں جو قدیم سے چلی آتی ہی گو وہ ایسی نہ تھی کہ حال اُسکا تاریخ میں مذکور ہوتا اور نیز اُن اثرات کی بھی مراعات کریں جو اُنکے عرصہ دراز کے جی مرجانے اور ہستوں کے پست ہو جانے پر مترتب ہوئے تو ایک ایسی خصلت پائی جاوے گی جو آج کل کے راجپوتوں میں پائی جاتی ہی اور وہ اپنے بزرگوں سے وہ مشابہت رکھتے ہیں جو اُنکے بزرگ مہابھارت کے بہادر راجپوتوں سے رکھتے تھے + *

قدیم راجپوتوں کے عمدہ وصفوں میں وہ سادگی پائی جاتی تھی جو اور قوموں سے الگ تھلگ رہنے میں پیدا ہوتی ہی اور یہی باعث تھا کہ قانون سپہ گری اور کار پردازی کی لیاقت میں اُن لوگوں سے بھی

+ راجپوتوں کے حال کی تاریخ نمک حلالی اور سپاہیانہ مثالوں سے معمور ہی اخیر لڑائی اُن میں جے پور اور جودہ پور کے راجاؤں کی اودے پور کی رانی کے ساتھ شادی کرنے پر ہوئی، دیکھو ثاق صاحب کی تاریخ راجستان وغیرہ

فہارستان کم تھے جبکہ خیالوں میں ویسی عمدہ باتیں نہ آتی تھیں جو
انکے خیالوں میں سمائی ہوئی تھیں *

راجپوتوں کی مختلف قوموں پر منقسم ہونیکا ایک اثر یہ تھا کہ اگرچہ
حال انکا خانہ بدوش لوگوں کا سا نہ تھا مگر جب کہ فنیہ کے زور و
دبار سے اپنے مکانوں کے چھوڑنے پر مجبور ہوتے تھے تو غول کے غول
قائاریوں کی مانند اپنے مکانوں کو چھوڑتے تھے اور جہاں کہیں وہ
جاتے تھے وہاں بھی غول کے غول جا کر بستے تھے اور نئی اراضیات کو
اُسی مناسبت سے اُسمیں تقسیم کرتے تھے جس طرح پہلے انکے تبض و
تصرف میں ہوتی تھیں غرض کہ تبدیل مکان کے سوا کسی طرح کی
تبدیل و تغیر واقع نہ ہوتی تھی *

شہاب الدین کے عہد دولت سے تھوڑے عرصہ پہلے تمام ہندوستان
میں چار بڑی سلطنتیں تھیں منجملہ انکے ایک دلی جو تمیرا قوم کے
راجپوتوں کے قبضہ میں تھی دوسری اجمیر جسپر چوہان قابض تھے
تیسری قنوج جو راتھوروں کے تخت حکومت تھی چوتھی گجرات
جسپر بگہیلے متصرف تھے جو قوم چلوکا کے قائم مقام ہوئے تھے مگر تمیرا
کے سردار کے کوئی بیٹا نہ تھا چنانچہ اُس نے مرنیکے وقت اپنے نواسے پتھورا
راجہ اجمیر کو گود لیا اور تمیروں اور چوہانوں کو ملا کر ایک کر دیا *
قنوج کا راجا بھی تمیروں کے سردار کا دوسری بیٹی سے نواسا تھا
چنانچہ جب اُس نے یہ دیکھا کہ اُسکے خالیروے بھائی کو اُسپر ترجیح
دی گئی تو وہ سخت ناراض ہوا اور اس فارابی کی بدولت جو جھگڑے
بکھڑے اُپس میں قائم ہوئے شہاب الدین کے ارادوں کو جو ہندوستان پر
مہم ہو رہے تھے اُن سے بڑی اعانت حاصل ہوئی *

شہاب الدین کا شکست پانا ہندوؤں سے

سنہ ۱۱۹۱ ع مطابق سنہ ۵۸۷ ہجری میں شہاب الدین نے رائے
پتھورا پر پہلا حملہ کیا جو اجمیر و دلی کا راجہ تھا چنانچہ دونوں

فوجوں کا مقابلہ مقام تراوری پر ہوا جو تھانیسر اور کرنال کے درمیان میں واقع ہے اور یہ وہ میدان ہے کہ ہندوستان کے اکثر معرکے اسی میدان میں فیصل ہوئے مسلمانوں کے لڑنے کا یہ دستور تھا کہ وہ اپنے سواروں کے گرد ہوں سے دھماکے پر دھارا کرتے تھے اور وہ سوار تیز بوساتے ہوئے آگے کو بڑھتے تھے یا پیچھے کو لوٹتے تھے غرض کہ موقع دیکھ کر کام کرتے تھے مگر جب مسلمان ہندوؤں کی قلب صفا پر ثوت پڑے تو ہندو برخلاف انکے انکے بازوؤں کے توڑنے اور دونوں طرفوں سے انکے دبانے پر یکجہت مصروف ہوئے چنانچہ یہ تدبیر انکی اس موقع پر راس آئی یہاں تک کہ جب شہاب الدین اپنی فوج کے پیچھا پیچ لڑائی بہرائی میں سرگرم تھا تو اُسکو یہ امر دریافت ہوا کہ اُسکی فوج کے بازوؤں کی ہانوں اور ہڑ گئے چنانچہ بعد اُسکے وہ آپ اور اُسکے ہمراہی جو ساتھ اُسکے جسی گمبھی رہی تھے چاروں طرف سے دشمنوں کے نرغہ میں آگئے مگر ایسی صورت میں دشمنوں کا مقابلہ ایسی بہادری سے کیا کہ دشمنوں کے جھومست میں بڑا بڑھکر تاراریں ماریں یہاں تک کہ راجہ کے بھائی تک ہاتھ اپنا پہونچایا جو راجا کی طرف سے دلی میں نایب السلطنت تھا اور نیزہ کی آئی سے مرنے لگا زخمی کیا بعد اُسکے وہ بھی زخمی ہوا اور قریب تھا کہ خون بہنے سے ناتواں ہو کر گہڑے سے گرے مگر اسی وقت اُسکے ایک ساتھی نے پیچھے سے اوجھل کر ہوا سہارا دیا یہاں تک کہ اُسکو چہرے بکھڑے سے نکال کر امن چین کی جگہ میں لیگیا *

شہاب الدین کی فوج پوری پوری تباہ ہوئی اور چالیس میل تک مسلمانوں کا تعاقب ہوا بعد اُسکے جب شہاب الدین لاہور میں گیا تو اوسنے توتپی بہرائی فوج کو جمع کیا اور اُنک پار چلا گیا چنانچہ پہلے پہل اپنے بھائی سے فیروز کوہ یا شہر غور میں ملا اور بعد اُسکے غزنی میں رہنے سہنے لگا اور ایسے عیش اوزارے کہ ظاہر میں یوں معلوم ہوتا تھا کہ

وہ مصیبتوں کے دن پہل گیا مگر باطن کا بہہ حال تھا کہ بدنامی کی چوڑی
اب تک ہری بھوی تھی چنانچہ اُسکی ایک بڑے بڑے صلاح کار سے
یہ بات کہی کہ میں کبھی چین سے نہیں سویا اور کبھی + نچنت
ہو کر نہیں جاگا *

شہاب الدین کا ہندوستان پر دوبارہ چڑھنا اور پوزی فتح پانا

شہاب الدین نے سنہ ۱۱۹۳ ع مطابق سنہ ۵۸۹ ہجری میں آخر کار
ایک ایسی فوج اکٹھی کی کہ اُس میں ترک اور تاجک اور افغان داخل
تھے اور بہت سے سپاہیوں کی خودیں جواہرات سے مزین تھیں زہ بکتروں
‡ پر سونے چاندی کا کام تھا *

راجا پتھورا نے بہت سی فوج سے شہاب الدین کا مقابلہ کیا اور بہت
سے راجہ اُسکی پہلی کامیابی کے بہرہ سے شریک اُسکے ہوئی چنانچہ
شہاب الدین کے پاس بڑے غرور اور تکبر سے یہ پیغام بھیجا کہ وہ آگے
بڑھنے سے باز رہی چنانچہ شہاب الدین نے نہایت نرم لفظوں سے جواب
اسکا دیا اور یہ بہانہ پیش کیا کہ اپنے بھائی کی اجازت منگوانا ہوں مگر
جب کہ ہندو اپنی جمعیت کے بہرہ سے اُسکی فوج کے پاس آئے تو
اُس نے اندھیری رات میں سوتے لوگوں اُس ندی سے عبور کیا جو اُنکے
درمیان میں بہتی تھی اور پہلی اس سے کہ ہندوؤں کو اُسکے ہلنے جانے کا
شک شبہ بھی ہووے اُنہو بیطور ج توت پڑا اگرچہ اس چہالی سے
ہندوؤں کے لشکر میں بڑی کھل ملی پوزی مگر وہ اتنا بڑا لشکر تھا کہ
کسی قدر فوج کو صف باندھنے اور باقی فوج کے بچانے کی فرصت ملی جو پیچھے
صفیں باندھ کر تیار ہو گئی یہاں تک کہ جب انتظام اُنکا درست ہو گیا تو کل
فوج اُنکی چار صفیں ہو کر غنیم کے مقابل ہوئی اور جب شہاب الدین اپنے
کام سے ناکام ہوا تو اُس نے فوج اپنی پیچھے لوائی اور لڑنا لڑانا پیچھے

+ بیگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ایک صفحہ ۱۷۳

‡ یہ بیان فرشتہ کا ہی اور تعداد فوج کی ایک لاکھ بیس ہزار بتائی ہے

ہٹتا چلا گیا یہاں تک کہ ہندوؤں کی فوج کی صف آرائی میں بے انتظامی ہوئی اور شہاب الدین نے کمال احتیاط سے اپنے انتظام کو قائم رکھا غرض کہ جب اُس نے مخالفوں کی بے انتظامی دیکھی تو بارہ ہزار آزمودہ گار سواروں سے جنکے زرہ بکتر فولاد کے تھے دھاوا کیا اور ہندوؤں کی بڑی فوج کو ہلا چلا دیا یہاں تک کہ وہ بڑی فوج اپنے ہل چل کے ساتھ ایک بڑی عمارت کی طرح ایک لخت گریزی اور اپنے زروں میں اپ غارت + ہو گئی *

دلی کا نایب السلطنت اور بہت سے بڑے بڑے سردار کام آئی اور خود راے پتھورا مسلمانوں کے تعاقب سے گرفتار ہوا اور بڑی طرح سے مارا گیا *

دلی اور اجمیر کی فتح کا بیان

یہ شہاب الدین سلطان محمود کی نسبت بہت زیادہ سفاک تھا چنانچہ جب اوس نے اس لڑائی سے تھوڑے دنوں بعد اجمیر کو فتح کیا تو اوسکے کئی ہزار باشندوں کو جو اوسکے مقابل ہوئی تھی گردن مارا اور باقی باشندوں کے بچے کنچوں کو لونڈی غلام بنانے کے واسطے باقی رکھا اور بعد اس قتل شدید کے ملک اجمیر کو راے پتھورا کے کسی رشتہ دار اور بعضوں کے بقول اوسکے سگے بیٹے کو اس شرط پر سوا لہ کیا کہ وہ بھاری منحصول ادا کیا کرے بعد اوسکے اوس نے قطب الدین ایبک کو جو پہلے غلام اوسکا تھا اور روز بروز معزز اور ممتاز ہوتا جاتا تھا یہاں تک کہ بعد اُسکے تخت نشین بھی ہوا بطور نیابت ہندوستان میں چھوڑا اور آپ غزنی کو روانہ ہوا اور جب کہ شہاب الدین چلا گیا تو قطب الدین نے بڑی لیاقت و قابلیت سے اُسکی کامیابیوں کو ترقی دی چنانچہ دلی اور کول کے اشلاج کو جو گنگا جمن کے درمیان میں واقع تھے دخل و تصرف میں لایا *

قنوج کی فتح کا بیان

دوسرے برس شہاب الدین پھر واپس آیا اور ایک بڑی لڑائی لڑا جو سنہ ۱۱۹۳ ع مطابق سنہ ۵۹۱ ہجری میں اٹاوا کے شمالی جانب جمنائے کنارے واقع ہوئی تھی چنانچہ جے چندر رائے اور راجہ قنوج کو شکست فاحش دی اور قنوج اور اضلاع بنارس پر قبضہ و تصرف کیا اور یہہ فتح ایسی بڑی ہوئی کہ ہندوستان کی بہت بڑی سلطنت تباہ ہوئی اور مسلمانوں کی حکومت صوبہ بہار تک پھیل گئی اور بنگالہ کا راستہ کھل گیا اگرچہ یہہ لڑائی بڑے فتخ و عزت اور نہایت شان و شوکت کی تھی چنانچہ اُس میں بہت سے خزانے اور شہر ہاتھ آئے اور بہت سے بھوتوں کی گردنیں توڑی گئیں مگر کوئی بات اُس میں ایسی عجیب غریب تھی جو بیان کے قابل ہووے اسی لیے ہم کو اس بات کے بیان کی فرصت ہاتھ آئی کہ ایک بہورا ہاتھی پکڑا گیا اور راجا کی لاش مصنوعی دانتوں سے پھنچھانے لگی جس سے یہہ امر واضح ہوتا ہی کہ اُس زمانہ کے لوگ بھی اصلی دانت گرجانے کے بعد بنی ہوئی دانتوں سے کارروائی کرتے تھے بعد ان فتوحات کے یہہ واردات واقع ہوئی کہ راتھوڑوں نے قنوج کو چھوڑ کر مازار میں ریاست کی طرح قالی جو اچ انگریزوں کے رفیق بنے جاتے ہیں *

شہاب الدین غزنوی کو واپس گیا اور قطب الدین ایبک کو ایک چھوٹی مددگی کے مقابلہ میں اجمیر کے نئے راجا کی اعانت کرنی پڑی چنانچہ اُسے اُس راجا کو بچایا اور بعد اُسکے گجرات کو لوٹ کھسوٹ کر برابر کیا * بعد اُسکے دوسرے برس سنہ ۱۱۹۵ ع مطابق سنہ ۵۹۲ ہجری میں شہاب الدین ہندوستان کو آیا اور بیانہ کو فتح کیا جو آگرہ کی غریب طرف واقع ہی اور بندیل گھنٹ میں گوالیار کے مستحکم قلعہ کا محاصرہ کیا مگر غالب یہہ ہی کہ خراسان میں کوئی ضرورت پیش آئی جو

محصارہ کا انتظام اپنے سرداروں کے حوالہ کر کے غزنی کو چلا گیا اور کوئی کار نمایاں اُس سے ظہور میں نہ آیا *۔

گوالیار کا قلعہ بہشت دنوں تک فتح نہ ہوا اور بہت دنوں تک لڑے گیا۔ پھر جب کہ وہ فتح ہوا تو قطب الدین کو جو اب تک ہندوستان میں محاکم تھا اجمیر کو بھیجا جانا پڑا اسلئے کہ جس راجا کو مسلمانوں نے گدی پر بیٹھایا تھا اُسکے مخالفوں نے دوبارہ اُسکو ستایا اور قطب الدین کی امداد و اعانت کا محتاج کیا غرض کہ اب قطب الدین کو گجرات اور ناگور کے راجاؤں اور میروں کی پہاڑی قوم کا بڑا مقابلہ کرنا پڑا جو اجمیر کے گرد نواح میں بستی تھی اور تمام ان راجاؤں کی مدد و معاون تھی مگر اس مقابلہ میں قطب الدین مغلوب ہوا یہاں تک کہ زخم اٹھا کر کمال دقت دشواری سے اجمیر کو چل دیا چنانچہ اجمیر میں پھرنیکر شہر پناہ کے دروازے بند کیئے اور جان بچاے پڑا رہا مگر جب غزنی سے فوجی مدد آئی تو دشمنوں کا محاصرہ اٹھایا گیا اور جب وہ چلنے پھرنے لگا تو اُس نے دشمنوں سے خوب انتقام لیا جو دو دن کے لئے غالب ہو گئے تھے اور پانی اور نادل اور سروہی کی راہ سے گجرات پر چڑھائی کی چنانچہ سروہی کے ضلع میں گجرات کے راجہ کے دربارے جاگیرداروں کو کوہ آب پڑ فزوکشن پایا اور اُنکی بہت سی جمعیت دیکھ بھال کر اپنے عقب میں چھوڑنا اُنکا مناسب نہ سمجھا چنانچہ وہ پہاڑوں میں گھسا اور اُنکے ٹھکانوں تک پہنچ کر شکست اُنکو دی یہاں تک کہ جب اُنکی فوجوں کو پریشان کر چکا تو انہلواڑہ کی طرف روانہ ہوا اور اُس دارالامارت کو فتح کر کے لوگ اپنے متعین کیئے اور بعد اُسکے گجرات کو خاک سیاہ کیا اور دلی کو صحیح سلامت واپس آیا دوسرے برس ہندیل کھنڈ پر ہاتھ پھیرا چنانچہ کالنچر اور گالپی کو فتح کیا اور یہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ روہیلکھنڈ کے شہروں میں ہڈیوں پر چڑھائی کی *۔

اودہ اور بہار اور بنگالہ کے صوبوں کا فتح ہونا

جو مشکلیں کہ دویاے گنگ کے اترنے میں پیش آئی تھیں وہ بہت دنوں سے رفع ہو گئی تھیں اسی زمانہ میں محمد بختیار خلجی بھی قطب الدین کی خدمت میں حاضر ہوا † جو بہار کے شمالی حصہ اور نیز اودہ کے کچھ حصہ کو فتح کر چکا تھا اور جب کہ وہ واپس ہو کر اپنی فوج میں پہونچا تو بہار کے باقی حصہ اور تمام بنگالہ کو فتح کیا یعنی جب بنگالہ کی دارالسلطنت لکھنوتی کو فتح کیا تو تمام بنگالہ ‡ پر قابض ہو گیا *

جب کہ یہ واقعات واقع ہو رہے تھے تو شہاب الدین اس زمانہ میں خوارزم کے بادشاہ سے لڑ چھڑ رہا تھا جو بلاد ایران میں سلجوقی حکومت کو خاک میں ملا کر قابض و متصرف ہو گیا تھا اور ایشیا کے بیچا بیچ انکی جنگ کا قیام ہو کر فضل و فوقیت کے بڑھانے چڑھانے میں غوریوں کا حریف بن بیٹھا تھا شہاب الدین طوس اور سیراخ میں تھا کہ ناکاہ اُسکو غیاث الدین اُس کے بھائی کی سناوٹی پہونچی چنانچہ تخت نشینی کے لیے غزنی کو واپس آیا اور سنہ ۱۲۰۲ ع مطابق سنہ ۵۹۹ ہجری میں تخت نشین ہوا *

معلوم ہوتا ہی کہ خود غیاث الدین بھی تھوڑے دنوں مرنے سے پہلے سلطنت کے کام کاج میں ہاتھ پاؤں ہلانے لگا تھا اس لیے کہ پچھلی چڑھائی کے سوائے خراسان کی ساری چڑھائیوں میں وہ آپ بھی موجود تھا § *

† تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۹۸

‡ دیباچہ تاریخ گجرات تصنیف برتہ صاحب صفحہ ۸۵

§ ڈی گگنیز صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۲۶۵ اور تاریخ فرشتہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۶ اور ڈی ہر بی لٹ صاحب کا مضمون درباب غیاث الدین کے ملاحظہ کرنا چاہیئے مگر یہ بیان اُسکا فرشتہ کے بیان سے مخالف ہے اسلیئے کہ اُسے بیان کیا کہ غیاث الدین اپنے پچھلے وقتوں میں ناکام بادشاہ تھا چنانچہ تائید

شہاب الدین کے ہاں شاہ ہونے اور خوارزم پر جڑھائی

کرنے اور ناکام آنیکا بیان

جب کہ شہاب الدین اپنی سلطنت کے خانگی و درونی کاموں سے فارغ ہوا تو ایک بڑی فوج اُس نے اکٹھی کی اور خوارزم کے ارادہ پر روانہ ہوا چنانچہ اُس نے بڑی فتح حاصل کی اور اُسکو + دبا لیا یعنی شاہ خوارزم اپنے دارالسلطنت میں محصور ہوا اور یہاں تک نوبت پہونچتی کہ اُس نے خطا کے تاناریوں سے مدد چاہی چنانچہ سنہ ۱۲۰۳ ع مطابق سنہ ۶۰۰ ہجری میں تاناریوں کی امداد و اعانت سے لڑائی کی ایسی صورت پلٹی کہ شہاب الدین نے اسباب اپنی فوج کا جلا یا اور ماول و مغموم اپنے گھر کو واپس پھرا مگر راہ میں شاہ خوارزم نے ایسا سخت اُسکو دبا یا کہ کام ناکم اُسکو لڑنا پڑا اور ایسی شکست فاحش کھائی کہ اندکو تک جو بلخ و ہرات کے بیچ میں واقع ہی بہت دشواری سے پہونچا اور چندے یہاں ٹھہرا رہا بعد اُسکے والی خوارزم کی اس شرط پر اطاعت اختیار کی کہ ایک رقم ادا کرے بعد اپنے ملک کو بے کھٹکے چلا جاوے *

ہندوستان کے فسادوں کا بیان

جب کہ شہاب الدین کی فوج تباہ ہوئی اور اُسکے مرنے کی ادھر اودھر افواہ اڑتی تو اُسکی سلطنت کے بڑے حصہ میں شور و فساد برپا ہوئے یہاں تک کہ خاص غزنی کے لوگوں نے باوصف اس بات کے کہ تاج الدین یلدوز حاکم غزنی شہاب الدین کا ایک معزز غلام تھا شہر کے دروازے بند کر دیئے اور شہاب الدین کو گھسنے ندیا اور ایک سردار اُسکا لڑائی کے کھیت سے دائیں بائیں ہر کر ملتان کو چلا گیا اور ایک جعلی فرمان لوگوں کو

اُسکے قول کی قبی ہر بی لاث صاحب اور قی گنیز صاحب نے کی یعنی وہ دونوں صاحب فارسی کے بڑے مورخوں کے قول کا حوالہ دیتے ہیں اور مغرب کے معلموں میں فرشتہ والے کی نسبت قول اُنکا زیادہ معتبر ہی

دیکھا سنا کر ملتان پر قابض ہو گیا علاوہ اُسکے گاگر لوگ بھی اپنے پہاڑوں سے باہر نکل پڑے جو پنجاب کے شمال میں واقع ہیں اور لاہور پر قبضہ کر کے تمام صوبہ کو لوث کھسوت پرادر کیا مگر قطب الدین ایبک ہندوستان میں وفادار رہا اور علاوہ اُسکے شہر ہراٹا اور باقی مغربی ملکوں کے حاکم بھی جہاں جہاں بادشاہ کے تین بھیجے فرمان روا تھے کسب طرح سرکش نہوئے بعد اُسکے شہاب الدین نے لوگ اپنے جمع کیئے یہاں تک کہ ملتان پر تسلط کیا اور غزنی والوں نے بھی اطاعت اختیار کی اور تاج الدین یلدوز کا قصور معاف ہوا بعد اُسکے قطب الدین کے اتفاق سے شہاب الدین نے پنجاب پر حملہ کیا اور گاگروں کو مسلمان ہونے کی ترغیب دی چنانچہ وہ لوگ آسانی سے مسلمان ہو گئے اس لیے کہ وہ کسی دین و مذہب کے پابند نہ تھے قرشتہ والا بیان کرتا ہی کہ غزنی کے مشرقی پہاڑوں کے اکثر بھی اُسی زمانہ میں مسلمان ہوئے تھے * †

شہاب الدین کی وفات کا بیان

جب کہ لوگ امن چین سے بیٹھے تو شہاب الدین اپنے مغربی صوبوں میں واپس گیا جہاں اُس نے خوارزم سے دوبارہ لڑنے کے لیے ایک بڑی فوج کے فراہم ہونے کا حکم دیا تھا مگر اتفاق ایسا ہوا کہ وہ صرف اتنے تک پہونچا تھا اور پانی کے کنارے ٹھنڈی ہوا سے تڑپ تازگی حاصل کرنے کے لیے قذیرا کھڑا کیا تھا کہ تھوڑے سے گاگروں نے اُسکو فوج سے الگ ٹھلگ پا کر اُن بھائی بھادروں کا انتقام لینا چاہا جو خال کی لڑائی میں کام آئی تھے چنانچہ جب ادھی رات آئی اور لوگ سنسان ہو گئی تو وہ لوگ اُس ہار سے پیڑ کر آئی اور دیے دیے وہاں تک پہونچے جہاں بادشاہ کا خیمہ کھڑا تھا یہاں تک کہ یک لخت اُس قیورہ میں گھس پڑے اور بادشاہ کا کام تمام کیا *

† ممکن ہے کہ اون ولایتوں کے لوگ جہاں مغربی اور چاچی گورہ بستے تھے اور وہاں رسائی ممکن تھی ایسے مسلمان تھوڑے ہونگی *

واضح ہو کہ چودھویں مارچ سنہ ۱۲۰۶ ع مطابق دوسری شعبان سنہ ۶۰۲ ہجری کو یہ حادثہ واقع ہوا اور بادشاہ کا جنازہ بڑی شان و شوکت اور بڑے جہ و جلال سے اوتھا کر روتے پیتے غزنی کو چلے اور بڑے بڑے امیر اور تمام وزیر اُسکے ساتھ تھے یہاں تک کہ جب تابوت اُسکا غزنی کے لگ بھگ پہونچا تو تاج الدین یلدرز حاکم غزنی نے استقبال اُسکا کیا اور زرہ بکتر اوتار کر پھینکا اور بال اپنے بکھیرے اور بکھیرے بالوں میں خاک ڈالی غرض کہ اپنے آقائے نامدار کا طرح طرح سے رنج و الم کیا *
شہاب الدین بڑا بخزانہ چھوڑ گیا اور محمود اُسکا بھتیجا بعد اُسکے تخت نشین ہوا *

جو فتوحات کہ بلاد ہندوستان میں شہاب الدین کو نصیب ہوئیں وہ سلطان محمود کی بہت زیادہ تھیں اگر زمانہ موافق نہوتا تو فتوحات اُسکی بلاد ایران میں بھی محمود کی فتوحات سے زیادہ ہوتیں اگرچہ بجائے خود شہاب الدین بڑا بہادر سپاہی تھا مگر اُس میں اویسختہد میں فرق استقدر تھا کہ محمود کی سی لیاقت و ہوشیاری اُس میں نہ تھی اسلیئے کہ محمود جیسا بہادر اور فیروزمند تھا ویسا ہی تلاش و تجسس بھی کا پورا تھا اور جستدر کہ التفات اُسکا فوج بخشی اور فتوحات پر کامل تھا ویسا ہی فضل و ہنر کی ترقی ہو بھی مائل تھا اور یہی باعث ہی کہ آج تک محمود کا نام ایشیا میں مشہور و معروف ہی اور شہاب الدین سے صرف وہاں تک واقف ہیں جہاں تک اُسکی فرمان روائی تھی باقی کوئی نام سے بھی واقف نہیں *

جس زمانہ میں شہاب الدین نے وفات پائی تو اسوقت مالوہ اور بعض بعض اُس پاس کے ضلعوں کے علاوہ تمام خاص ہندوستان اُسکے قبض و تصرف میں تھا اور سندھ اور بنگال یا مطیع ہو چکے تھے یا جلد جلد مطیع ہوتے جاتے تھے باقی گجرات میں بجز استدر قبض و تصرف کے جستدر کہ اُسکے دارالامارت کے قبضہ سے معلوم ہوتا ہی پورا پورا قبضہ نہ

تھا اور ہندوستان کا بہت سا حصہ اُسکے سرداروں کے تحت حکومت تھا اور کچھ تھوڑا حصہ باج گزار راجاؤں کے قبض و تصرف میں تھا اور یہ صرف اُسکے لوگوں کی سہل انکاری اور تغافل شعاری تھی کہ جنگلوں اور بعض بعض پہاڑوں پر قبضہ نہ کیا تھا *

محمود غوری اور تمام غوریوں کی سلطنت کی بربادی

اگرچہ سنہ ۱۲۰۶ ع مطابق سنہ ۶۰۲ ہجری میں محمود اپنے چچا شہاب الدین کی قلمرو میں بنام سلطان مشہور کیا گیا تھا اور سلطنت کے تمام افسروں نے فرمان روائی اُسکی برابر تسلیم کی تھی مگر ایک سخت ایسا اتفاق پڑا کہ سلطنت اُسکی کئی سلطنتوں پر منقسم ہو گئی اور اُسکی قلمرو میں داخل و شامل نہ رہی *

اس لیے کہ شہاب الدین اولاد پسری نہ رکھتا تھا تو ترکی غلاموں کے پالنے پوسنے اور سکھانے بتانے کا شوق ذوق اُسکو نہایت تھا چنانچہ اکثر غلامان تعلیم یافتہ اُسکے بڑے بڑے پایوں اور بڑی بڑی شہرتوں کو پہنچے منجملہ اُنکے تین غلام اُسکے عین اُسکی وفات کے وقت بڑی بڑی وسیع حکومتوں پر قابض تھے یعنی قطب الدین ایبک ہندوستان میں اور تاج الدین یلدوز غزنی میں اور ناصر الدین قباچہ سند اور ملتان میں حاکم تھے اور جب کہ اُنکے آقا نے وفات پائی تو یہ تینوں غلام قابو پا کر آپ خود مختار ہو گئے اور اس لیے کہ بامیان کے ریاست پر سلطان محمود کے عزیز و اقارب قابض و متصرف تھے تو صرف غور اور ہرات اور سیستان اور شرقی خراسان کی حکومت محمود کے قبضہ میں باقی رہی اور فیروز کوہ میں دارالسلطنت اُسکی تھی *

جب کہ محمود تخت نشین ہوا تو اس نے بادشاہت کا خطاب و تمغا قطب الدین ایبک کو عنایت کیا اور اُسکو ماتحت اپنا سمجھا معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ شاہ بامیان کے دو بیٹوں نے غزنی کی حکومت پر اپنے خاندان کے استحقاق کا دعویٰ کیا اور تاج الدین یلدوز کو تھوڑے دنوں

تک غزنی سے نکالے رکھا مگر محمود غوری نے یلدوز کی حکومت میں
 رخنہ اندازی نہ چاہی اور جب کہ تخت نشینی سے پانچ چھ برس
 کے اندر اندر محمود نے وفات پائی تو اُسکے تمام ملکوں میں جو اُنکے
 کے مغربی جانب واقع تھے ملکی لڑائیاں ہونے لگیں یہاں تک کہ خوارزم
 کے بادشاہوں نے اُن ملکوں کو فتح بھی کیا مگر لوگ اس چہرے سے
 نہ بہتے *

سنہ ۱۲۱۵ ع میں شاہان خوارزم نے غزنی کو فتح کیا اور فیروز کو
 کو اُس سے پہلے دبایا اور اکثر لوگوں کے بیان سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ
 محمود غوری اسی موقع † پر مارا گیا *

† یعنی سنہ ۱۲۰۸ ع مطابق سنہ ۶۰۵ ہجری میں بقول قی گنگیز صاحب
 کے اور سنہ ۱۲۱۰ ع مطابق سنہ ۶۰۷ ہجری میں بقول دارن صاحب کے اور سنہ
 ۱۲۱۲ ع مطابق سنہ ۶۰۹ ہجری میں بقول قی ہرپی لٹ صاحب کے محمود
 غوری نے وفات پائی

‡ محمود غوری کی حکومت اور اُسکے بعد کے انقلابات کے لیے قی گنگیز
 صاحب کی تاریخ خوارزم اور قی ہرپی لٹ صاحب کے مضمون محمود اور
 خاندان غور کی تاریخ کو جو پروفیسر دارن صاحب کی تاریخ افغانستان کی شرح میں
 درج ہے ملاحظہ کرنا چاہیئے معلوم ہوتا ہے کہ غوری لوگ اس چند روز کی تباہی
 کے بعد پھر بھی سرسبز و شاداب ہوئے اسلیئے کہ چودھویں صدی کے آغاز میں یعنی
 چنگیز خاں کے مرنے سے کچھ کم سو برس پہلے متحد سام غوری نے چنگیز خاں
 کے کسی جانشین کا مقابلہ کیا اور ہرات کو اُسکے ہاتھوں سے بچایا (قی اوس
 صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۵۱۵ وغیرہ) بعد اُسکے خرد تیمور نے اپنی تروک میں
 یہ بیان کیا کہ غیاث الدین بن ایاز الدین یا معز الدین خراسان اور غرستان اور غر کا
 حاکم تھا اور اکثر مقاموں میں اُسکو اور اُسکے باپ کو غوری کے لقب سے بیان کیا (تروک
 " تری صفحہ ۱۲۵) پراپس صاحب نے اپنی تاریخ کی جلد دوسری میں اس
 خاندان کے بادشاہوں کا بیان کیا ہے اور اُسکے خاندان کا نام کرت لکھا ہے اور کتب
 مذکورہ بالا میں جو نام اس خاندان کے بادشاہوں کے مذکور ہوئے وہ شاہان کرت کے
 فہرست میں پائے جاتے ہیں جسکو پروفیسر دارن صاحب نے تاریخ افغاناں کی شرح
 کے صفحہ ۹۲ میں جانبی مورخ سے لیکر لکھا ہے جسکا یہ قول ہے کہ وہ بادشاہ
 سورغوری کے خاندان سے ہوئے

چھٹا حصہ

سنہ ۱۲۰۹ ع سے لغایت سنہ ۱۵۲۹ ع خاندان تیمور کے
آغاز تخت نشینی تک دلی کے بادشاہوں کا بیان

پہلا باب

غلام بادشاہوں کے بیان میں

قطب الدین ایبک کے تخت پر بیٹھنے اور غوریوں کے ہندوستان

سے بے تعلق ہونے کا بیان

شہاب الدین کے مرنے کے بعد ایک سلطنت بجائے خود ہندوستان
میں قائم ہوئی چنانچہ جو فساد اُسکی سلطنت کی تباہی سے پیدا
ہوئے تھے وہ سب دبدبا گئے یہاں تک کہ ہندوستان کی سلطنت کو آوروں
تک کے ملکوں سے کچھ واسطہ و علاقہ باقی نہ رہا۔ *

اس نئی سلطنت کے بانی یعنی قطب الدین ایبک کے حالات سے
اُن ترکی غلاموں کی تاریخ کا ایک نمونہ ہاتھ آیا ہے جو ہلاک ایشیا میں
بادشاہت کو پہونچے اور ایک دراز عرصہ تک ہندوستان میں بواہر
بادشاہ رہے۔ *

قطب الدین ایبک کی اصل و حقیقت یہ ہے کہ جب وہ نیشاپور
میں آیا تھا تو عمر اُسکی چھوٹی تھی چنانچہ ایک امیر نے اُسکو خرید
کر عربی فارسی پڑھوائی اور جب وہ امیر مرگیا تو وہ ایک ایسے سردار
کے ہاتھ آیا کہ اُس نے اُسکو شہاب الدین کی نذر کیا چنانچہ قطب الدین
بہت جلد مورد عنایات خسروانہ ہوا یہاں تک کہ سواروں کا افسر قرار

دیا گیا اور ایک سرحد کی بابت خوارزم والوں سے مقابلہ کیا اور ایسی شجاعت سے لڑا بھڑا کہ اُسکے ظاہر ہونے سے بہت بڑا نام پیدا کیا مگر اتفاقاً وہ اُسی معرکہ میں گرفتار ہو گیا بعد اُسکے جب غوریوں نے قید سے چھوڑا تو اور بھی زیادہ بادشاہ نے عزائیت فرمائی اور اُسکی پچھلی کار گذاری سے بادشاہ اتنا راضی ہوا کہ جب اجپہر کے راجہ نے شکست کھائی تو تمام اپنی فتوحات کو اُسکے قبضہ میں چھوڑا *

جیسا کہ ہم نے بیان کیا ویسی ہی حقیقت میں قطب الدین کی لیاقت و ہوشیاری کی بدولت شہاب الدین کی پچھلی کامیابیوں کو ترقی حاصل ہوئی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ ہندوستان کے تمام کاموں کا اہتمام اُسکی رائے و تجویز پر موقوف و منحصر رکھا گیا *

ذاتی شجاعت اور اصل دلوری کی بدولت جو ترکوں کی اصل و سرشت میں دکھی گئی تھی ان نئے سرداروں نے بادشاہوں کے تمام امور کی نسبت ایسی قدر و منزلت حاصل کی کہ بادشاہوں کے خاص پروردوں کو بہت کم نصیب ہوتی ہی اور قطب الدین اپنی نیک خوئی اور فراخ دستی کے باعث سے لوگوں کے نزدیک ایسا عزیز و معزز ہو گیا کہ کسی نے رشک اور حسد نکیا اور کوئی بدخواہ اُسکا نہوا *

بڑے بڑے لوگوں کی اُنس و محبت کے علاوہ ایسے ایسے لوگوں سے رفتہ رفتہ نانا پیدا کیا جو اُسکا ہی سا رنگ دھنگ اپنا رکھتے تھے اور اس رشتہ ناتے سے بہت بڑی تقویت پیدا کی چنانچہ اُس نے تاج الدین یلدرز کی بیٹی سے شادی کی اور اپنی ہمیشہ کو ناصر الدین قباچہ کے نکاح میں دیا اور بعد اُسکے شمس الدین التمش کو کہ وہ بھی ایک غلام تھا اور روز روز سرفراز ہوتا چلا جاتا تھا یہاں تک کہ ترقی روز افزوں کا نشاط دیدار تھا چنانچہ بعد اُسکے وہی جانشین اُسکا ہوا اپنی بیٹی دی *

یہہ ناصر الدین ابتدائے حال سے قطب الدین کو بڑا بزرگ اپنا جاننا تھا اور اُسکی طرف سے سندہ پر حاکم تھا اور محمود غوری کو آٹاے نامدار

اہنا سمجھتا تھا مگر تاج الدین یلدوز رشتہ ناتے کی پروا نہ کرنا تھا اور اپنی بلند نظری اور والا ہمتی کی ضرورت سے ہندوستان کو غزنی کا صوبہ اب تک سمجھتا تھا چنانچہ استحقاق و دعویٰ کی مضبوطی کیواسطے ہندوستان کیطرف روانہ ہوا اور توتہ پھرت لاہور پر قبضہ کیا مگر انجام اُسکا یہہ ہوا کہ سنہ ۱۲۰۵ ع مطابق سنہ ۶۰۳ ہجری میں قطب الدین نے اُسکو خارج کیا اور یہاں تک اُسکا پیچھا لیا کہ خود غزنی کو بھی اُسکے دخل و تصرف سے باہر نکالا بعد اُسکے تھوڑی مدت گزری تھی کہ تاج الدین نے پھر قبضہ کیا چنانچہ قطب الدین وہاں سے چلا آیا اور باقی عمر اُسنے اپنی قلعوں میں عیش و آرام سے گزاری اور اپنے عدل و انصاف اور نیک خوئی خوش معاملگی کی شہرت چھوڑ گیا یعنی سنہ ۱۲۱۰ ع مطابق سنہ ۶۰۷ ہجری میں مرگیا اگرچہ وہ چار برس تک تخت نشین رہا مگر انتظام اور انصرام اُسکا اُن برس برس سے مشہور تھا جنہیں وہ شہاب الدین کی طرف سے ہندوستان کا حاکم رہا تھا *

ارام شاہ کی سلطنت کا بیان

جب کہ قطب الدین نے وفات پائی تو آرام شاہ اُسکا بیٹا تخت نشین ہوا مگر حکم رانہیں لیاقت اُسکی ظاہر نہوئی چنانچہ انجام اُسکا یہہ ہوا کہ برس روز کے اندر اندر شمس الدین اُسکے بھنوئی نے اُسکو تخت سے اوتارا *

شمس الدین التمش کی سلطنت کا بیان

جب کہ شمس الدین التمش سنہ ۱۲۱۱ ع مطابق سنہ ۶۰۷ ہجری میں تخت نشین ہوا تو اُسکی نسبت لوگ آپس میں یہہ کہنے لگے کہ وہ حقیقت میں بڑا عالی خاندان تھا مگر اُسکے بھائیوں نے بوادراں یوسف کی مانند اُسکو رشک و حسد کے مارے فروخت کیا تھا اور جب کہ سلطان شہاب الدین نے بڑی بھاری قیمت پر اُسکو نہ لیا تو قطب الدین کو براہ عنایت یہہ اجازت فرمائی کہ وہ پچاس ہزار درہم نقدی دیکر

خزائن کو غرض کہ الشمس مختلف عہدوں پر معزز و ممتاز رہا اور جب کہ اُسے آرام شاہ سے بغاوت کی تو وہ بہار کے صوبہ میں محاکم تھا اور ساری وجہ اسکی پہنچ ہوئی کہ آرام شاہ کے تھوڑے درباریوں نے اُسکو طلب کیا تھا مگر بہت سے ترکی سردار اُسکے مخالف تھے چنانچہ یہ لڑے پھڑے تخت پر قابض نہوسکا *

بعد اُسکے تاج الدین یلدوز نے آپا کو بڑا سمجھکر سلطانی کا خطاب و تمغا بلا طلب شمس الدین کے پاس روانہ کیا مگر جبکہ بعد اُسکے شاہ خوارزم نے تاج الدین کو غزنی سے خارج کیا تو اُسنے ہندوستان پر خود تسلط کرنا چاہا اور تھانیس تک چلا آیا اور الشمس کے دربار میں ایک فریق اپنا پیدل کیا مگر سنہ ۱۲۱۵ ع مطابق ۶۱۲ ہجری میں شکست کھا کر گرفتار ہوا اور باقی روز اپنے قید میں گزارے *

بعد اُسکے سنہ ۱۲۱۷ ع مطابق سنہ ۶۱۴ ہجری سلطان الشمس نے اپنی بی بی کے سکے پھیرا ناصر الدین قباچہ کو چڑھائی کی جو پلاک سندھ میں خود مختار ہو گیا تھا اور کمال دلوری اور نہایت بہادری سے کام اپنا نکالا مگر اُسکے دبانے اور اُسپر اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب نہ ہوا جب کہ شاہ خوارزم نے تاج الدین کو غزنی سے خارج کیا تو پہنچ گمان غالب تھا کہ وہ ہندوستان پر بھی چڑھائی کریگا چنانچہ ناصر الدین اُسکی اُن فوجوں سے بمقابلہ پیش آیا جو اٹک کے قریب قریب آ پہنچیں تھیں *

چنگیز خان مغل کی فتوحات کا بیان

شاہ خوارزم کی چڑھائی ہندوستان پر ایک ایسی واردات کے باعث سے ملتوی رہی جسکے ہونے سے تمام ایشیا کا رنگ روپ بگڑ گیا یعنی

۴۔ فرشتہ والے نے تاریخ سندھ کی جلد ۴ صفحہ ۲۱۲ میں الشمس کی موت ایک مہم بیان کی مگر اپنی تاریخ عام کی جلد ۱ صفحہ ۲۰۸ میں اُسکی نسبت فرمیں قرار دیں ہیں اور دوسری مہم میں غلبہوں کا حال اسی پر بیان ہے بیان کیا کہ کل پانچ مشکوک و مشتبہ ہو گیا

چنگیز خاں مغل جو مغلوں میں چھوٹا سردار تھا اور ایسا قوی ہو گیا کہ اُس نے تاتاریوں کے زمینوں گروہوں کو دبا کر اپنے لوگوں کو اُن گروہوں کے اضافہ سے بڑھا کر بہت بھاری بڑی فوج اکٹھی کی اور ایک سخت اہل اسلام کی سلطنتوں پر ایک ایسی فوج لیکر ٹوٹ پڑا کہ اُس سے زیادہ کبھی پہلے جمع نہ ہوئی تھی اور نہ آج تک جمع ہوئے *

مغلوں کی یورش ایک نہایت بڑی بلا تھی جو طوٹان کے بعد انہماںوں پر نازل ہوئی اسلئے کہ وہ لوگ کسی دین و مذہب کے پابند نہ تھے کہ وہ اُسکے سکھانے بنانے میں سعی و کوشش کرتے اور نہ کوئی فن و ہنر رکھتے تھے کہ وہ اُسکی ترقی چاہتے علاوہ اُسکے تبدیل مذہب اور اداے جزیہ پر بھی راضی نہ تھے جو اڑے وقت میں جان بچانے کے چارے ہوتے ہیں بلکہ تمام مقصود اُنکا یہہ تھا کہ آدمی قتل کیٹی جاویں اور ملک بیچوراغ پڑا رہی چنانچہ ملک کی تباہی کے سوا کوئی نشان اُنکی فتوحات کا تھا غرض کہ پہلی پہل یہہ بڑی بلا والی خوارزم پر نازل ہوئی جسنے چنگیز خاں کے ایلچیوں کو قتل کر کے آپ اُسکو بلایا تھا چنانچہ مزا اُسکا یہہ پایا کہ اُسکی فوجوں نے جگہ جگہ شکست کھائی اور بہت سے شہر تباہ ہوئے اور بہت سی رعایا جان سے ماری گئی اور باقی رہے سہے لونگھی غلام بنائے گئے اور خود اُسکا یہہ حال ہوا کہ بھر کاسپیوں کے ایک جزیروے کے ایسے مقام میں افسردہ پڑمردہ مرا کہ وہاں رسائی دشوار تھی اور جلال الدین اُسکا بیٹا جو جانشین اُسکا ہوا اپنی سلطنت کی مشرقی جانب میں بھاگنے پر مجبور ہوا *

اس شاہزادہ نے بڑی بہادری سے ملک اپنا بمقدور اپنے بچاے رکھا چنانچہ ایک فتح اُسنے قندھار کے پاس یروس میں حاصل کی اور دوسری فتح اُسکی مشرقی جانب میں اُسکو ہاتھ آئی مگر ان فتوحات کا کوئی عمدہ نتیجہ نہ ہوا کیونکہ آخر لڑائی سنہ ۱۲۲۱ع مطابق سنہ ۶۱۸ ہجری میں دریائے اتک پر واقع ہوئی جہاں اُسنے بڑی دلیری دکھائی

اور جب کہ اُس نے اپنی فوج کو تباہ و ہریشان دیکھا تو ہمراہیوں سمیت اُنک سے ہار ہو گیا اور تھروں کی بوچھاڑوں کی کچھہ ہروا نکلی یہاں تک کہ غنیم بھی اُسکی چستی اور تندہی سے حیراں † رہ گئی *

مغلوں کے تعاقب اور شاہ خوارزم کے ایران جانینکا بیان

اس لڑائی کی رات اور دوسرے دن کے بیچ بیچ میں ایک سو بیس سپاہی جلال الدین شاہ خوارزم کے پاس آگئے اور تھوڑے عرصہ کے بعد چار ہزار سواروں تک کی نوبت پہونچی اور جب کہ مغلوں نے اُسکا پیچھا نہ چھوڑا اور یہہ دھمکی سنائی کہ اُنک ہار اوترا کر ہوری ہوری خبر لینگے تو وہ دلی بھاگ کر آیا اور الشمس سے امداد مانگی یا جان کی پناہ چاہی مگر الشمس نے بطور معقول اُسکو جواب دیا اور کمال ہوشیاری سے مغلوں کی افست سے محفوظ رہا اور جبکہ جلال الدین نے کوئی چارا نہ دیکھا تو گاکروں سے رفاقت پیدا کی اور لوٹ کہسوت کے ذریعہ سے ایک فوج اکھٹی کی اور آخر کار ناصر الدین قباچہ والی سندھ پر حملہ کیا یہاں تک کہ اُس نے ملتان میں پناہ اپنی تھونڈی اُسکے بعد جلال الدین نے کسی سے واسطہ علاقہ نہ رکھا اور اُنک کے اُس پاس کے ملکوں کو لوٹتا کہسوتتا رہا اور سندھ کو فتح کیا مگر یہہ بہت چوکا کہ سنہ ۱۲۲۳ ع مطابق سنہ ۶۲۰ ہجری میں ایران کی امید پر کرمان کو چلا گیا اگر وہاں نہ جاتا تو سند پر قابض و متصرف رہتا *

جبکہ مغلوں کی فوج ایران میں سے چلی گئی تو اُس نے اُس ملک میں پانوں اپنے جمائے اور جب مغلوں نے پھر حملہ کیا تو بہت بہادری سے پیش آیا اور ہندوستان سے جانے پر دس برس گذرے تھے کہ دجلہ اور فرات کے مابین دو آب میں مارا گیا ‡ *

† قی گنیز صاحب کی تاریخ جلد ۳ صفحہ ۵۸ و ۵۹ اور ڈی ہرڈی لاک صاحب کی تاریخ اور تاریخ فرشتہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۵
‡ ڈی ہرڈی لاک صاحب کی تاریخ میں جلال الدین کی سلطنت کا باب لکھا ہے ملاحظہ کے قابل ہے *

فرشتہ والا بیان کرتا ہی کہ جب جلال الدین سند میں مقیم تھا تو مغلوں کی ایک فوج اُسکے پیچھے آئی + اور ملتان کا محاصرہ کیا اور جب کہ ناصر الدین قباچہ نے اُس کا موٹہ پھیرا تو وہ سند کی طرف کو چلے جہاں سے جلال الدین روانہ ہو چکا تھا چنانچہ انہوں نے بحسب اپنے دستور قدیم کے اُس ملک کو لوٹ کھسوٹ برابر کیا اور پہلے اِس سے کہ وہ سند سے روانہ ہوویں جب اُن کے لشکر میں ذخیروں کی کمی کوتاہی ہوئی تو دس ہزار قیدی قتل کیئے جنکا کم ہو جانا اِس طور پر ہو سکتا تھا کہ وہ اُنکو جیتنا جاگتا رہا کرتے *

جب کہ ناصر الدین قباچہ نے جلال الدین کی لوٹ کھسوٹ اور مغلوں کی مار دھاڑ سے نجات پائی تو التمش نے دوبارہ اُس پر دھاوا کیا اور اِس دھاوے میں پہلے دھاوے کی نسبت زیادہ کامیاب ہوا یہاں تک کہ ناصر الدین بکر کو بھاگا اور بعد اُس کے جب سند کو جانا چاہا تو ایسی سخت آندھی چلی کہ سارے خاندان سمیت اُنک میں توب تباہ کر گیا اور تمام ملک اُسکا سنہ ۱۲۲۵ ع مطابق سنہ ۶۲۲ ہجری میں التمش کے قبض و تصرف میں آگیا *

۷ معلوم ہوتا ہی کہ ثاتار کے جنوب میں جو ملک واقع تھا متحد قاسم کے زمانہ سے التمش کے زمانہ تک خود مختار رہا اگرچہ وہاں کے باشندے بیچ کے زمانہ کے کسی کسی بادشاہ کو بڑا مانتے رہے مگر درونی انتظام اُسکا سمیورا راجپوتوں کے قبضہ سے کبھی باہر نہیں گیا *

جس برس میں التمش نے سند پر چڑھائی کی تھی اُسی برس میں بختیار خلجی پر بھی دھاوا کیا تھا جو بہار ہنگال کو مال و میراث اپنا سمجھتا تھا اگرچہ یہہ سردار اپنے خسر قطب الدین کا بحسب ظاہر مطیع و معکوم تھا مگر اُس کے جانشین التمش کو کچھتہ بھی نمائندہ تھا

+ تاریخ فرشتہ میں لکھا ہی کہ یہہ فوج چغتای خاں کے ساتھ آئی مگر غالب یہہ ہی کہ اُسکی فوج کا ایک ٹکڑا آیا تھا

غرض کہ التمش کامیاب ہوا اور بختیار کو بہار سے خارج کیا اور دھانکی حکومت اپنے صاحبزادہ کو عنایت کی اور خود بختیار کو اس پر متعین کیا کہ شاہ دہلی کی طرف سے ہنگال کا حاکم رہے مگر تھوڑے دنوں بعد اُس نے جب یہ ارادہ کیا کہ جو نقصان اُس نے اُنہارے اُنکو پورا کرے تو بہار کے حاکم شاہزادہ سے شکست کھائی اور اُس مار دھار میں جان اپنی مفت گدوائی *

بعد اُس کے سلطان شمس الدین پورے چھ برس یعنی سنہ ۱۲۲۶ ع مطابق سنہ ۶۲۳ ہجری سے سنہ ۱۲۳۲ ع مطابق ۶۳۰ ہجری تک ہندوستان خاص کے اُس حصہ کے فتح کرنے میں مصروف رہا جو اب تک مطیع و معکوم اُسکا نہوا تھا چنانچہ پہلے پھل اُس نے رتنپور کو فتح کیا اگرچہ یہ مقام پھانی فتوحات کے سلسلہ میں داخل تھا مگر ایک پہاڑ پر واقع ہونے سے محفوظ رہا تھا بعد اُس کے مانڈوہ قبضہ کیا جو بلاد مالوہ میں بڑا نامی گرامی شہر کہلاتا تھا اور گوالیار کو دوبارہ فتح کیا جو باغی طاغی ہو گیا تھا اور نیز بہلسا پر قابض و متصرف ہوا یہاں تک کہ جب اُس نے شہر اوجین مالوہ کی دارالسلطنت پر تسلط کر کے اُس کے مشہور مندر کو توڑ پھوڑ کر برابر کیا تو مالوہ کی فتح پوری پوری ہو گئی *

غرض کہ اب دلی کی فرمانروائی یہاں تک پہنچی کہ دوچار مقاموں کے سوائے تمام ہندوستان خاص اُسکی اطاعت کا دم بھرنے لگا مگر مختلف حصوں کی اطاعت مختلف مختلف درجوں پر تھی یعنی سب کی اطاعت یکساں و برابر تھی غرض کہ مغلوں کے اختتام سلطنت تک ہندوستان خاص کی یہ صورت قائم رہی کہ زبر دست بادشاہوں کے عہد سلطنت میں فرماں بردار نافرمانوں سے زیادہ ہو جاتے تھے اور وہ حاکم شہزادے جو مختلف ضلعوں پر حکومت کرتے تھے مطیع و معکوم اُن کے رہتے تھے مگر جب دو تین بادشاہ برابر کم زور ہوتے تھے تو پھر تمام

اضلاع میں فساد برپا ہو جاتے تھے اور نئے نئے بادشاہزادے کہتے ہوئے تھے اور پرانے پرانے سرکشی کرتے تھے یہاں تک کہ جب پھر کوئی قوی بادشاہ پیدا ہوتا تھا تو اُسکو نئے پرانوں کی سرکوبی کرنی پڑتی تھی *

التمش کی وفات کا بیان

جب کہ یہ بادشاہ تمام فتوحات سے فارغ ہو کر دلی کو واپس آیا مگر نچلا نہ بیٹھ سکا چنانچہ ملتان کے سفر کا ارادہ تھا کہ ماہ اپریل سنہ ۱۲۳۶ ع مطابق بستم شعبان المعظم سنہ ۶۳۳ ہجری کو اپنی موت مرگیا *

جب کہ اس بادشاہ کا دور دراز تھا تو خلیفہ بغداد نے خلافت کا خلع و پانس اُس کے بھیجا اور اُس زمانہ میں مسلمان لوگ اس سنہ کو فخر و عزت کی بڑی بات سمجھتے تھے *

التمش کا وزیر بہت مشہور آدمی تھا چنانچہ جب وہ بغداد میں تھا تو خلیفہ کی طرف سے بڑے عہدہ پر معزز تھا اور جامع الحکایات کا مصنف جو فارسی زبان میں حکایات لطیفہ کا عمدہ مجموعہ ہی اس بادشاہ کے دربار میں حاضر رہتا تھا اور قطب صاحب کی لائقہ جو ہوانی دلی میں واقع ہی اسی بادشاہ کے عہد سلطنت میں پوری ہوئی وہ لائقہ ایک مینار کی صورت ہی اور کئی درجوں پر منقسم ہی اور ہر درجہ میں ایک در آمدہ ہی اور ایک عجیب انداز سے گاؤم بنی ہوئی اور نہایت آراستہ ہی اور باوجود اسکے کہ زلزلہ کی آفت سے چوٹی اُسکی گر چکی ہی مگر اب بھی ارتفاع دو سو بیالیس فٹ کا قائم ہی غالب یہہ ہی کہ نظیر اُسکی آج دنیا میں موجود نہیں اور اُسکے پاس ایک نا تمام مسجد ہی جو ہندوستان کی اور عمارتوں کی مانند خوش قطع اور خوبصورت ہی عالی شان اور ایک کتبہ میں شہاب الدین غوری کا نام اُسکے نام بڑھانے کو لکھا ہی *

رکن الدین کی سلطنت کا بیان

جب کہ التمش نے وفات پائی تو ہندوؤں سے لڑائی تمام ہوئی مگر بعد اُسکے بہت سے شور و نساک ایسے برابر برپا ہوئی کہ کوئی بات اُس میں اُسوقت کی مناسبت سے عمدہ ظہور میں نہیں آئی اور نہ کوئی بات ایسی واقع ہوئی کہ اثر اُسکا ایک دراز عرصہ تک باقی رہتا *

جب رکن الدین اپنے باپ التمش کا جانشین ہوا تو باپ کا خزانہ رنڈیوں اور بھانڈوں اور گویوں اور باجے بجانے والوں پر تقسیم کیا باقی ملک کا کام کاج اپنی ماں پر چھوڑا جسکے زور و ظلم سے سارے چھوٹے بڑے باغی ہو گئے چنانچہ انجام اُسکا یہ ہوا کہ سات مہینے کے بعد رکن الدین تخت سے اتارا گیا اور سنہ ۱۲۳۶ ع مطابق سنہ ۶۳۴ ہجری میں رضیہ بیگم اُسکی ہمیشہ کو تخت نصیب ہوا *

رضیہ بیگم کی سلطنت کا بیان

فرشتہ والے نے بیان کیا کہ خدا تعالیٰ نے رضیہ بیگم کو وہ خوبیاں عنایت کی تھیں جو بادشاہوں کو شایان و سزاوار ہوتی ہیں اور جو لوگ اُسکے فعلوں پر بڑی بڑی نکتہ چینیاں کرتے ہیں وہ از روئے انصاف اس قصور کے سوا کوئی قصور نہ پا رہینگے کہ وہ ذات کی عورت تھی اگرچہ وہ عالم و فاضل نہ تھی مگر قرآن مجید صحیح پڑھتی تھی اور کارروائی کی ایسی لیاقت رکھتی تھی کہ جب باپ اُسکا تخت سلطنت کو خالی چھوڑ کر مالوہ پر گیا تھا تو اُسکو اپنے تمام بیٹوں پر ترجیح دیکر حکومت کا کاروبار اُسکی رائے و صلاح پر منحصر چھوڑ گیا تھا غرض کہ جب تخت اُسکو نصیب ہوا تو لوگ اپنے امیدوں سے جو اُسکی ذات والامغات سے رکھتے تھے نا آمید نہوئے مگر منجملہ اُن دو گروہوں کے جو اُسکے بھائی کے عزل و تنزل میں متفق تھے ایک گروہ اُسکی تخت نشینی سے ناراض تھا اور سردار اس گروہ کا اُسکے باپ اور اُسکے بھائی کا وزیر تھا اور یہ گروہ ایسا زبردست تھا کہ اُس نے

دلی کا ارادہ کیا اور جو دلی کی حفظ و حراست کے لیے آئی تھی اسکو شکست فاحش دیکر پریشان کیا مگر اس شاہزادی کا خون و فریب اس کے گروہ کے ہتیاروں سے زیادہ کارگر ہوا چنانچہ اس نے اپنی عقل و ہوشیاری سے دشمنوں میں ایسی نزاع اور فساد کی بنیاد ڈالی کہ وہ لوگ تتر بتر ہو گئے اور جو لوگ انہیں شریک تھے اس کے ترس و رحم کے محتاج ہوئے یہاں تک کہ بعضوں کو قتل کرایا اور بعضوں کو تسلی بخشی دیکر پوچھا لیا غرض کہ تھوڑے عرصہ میں امن چھین ہو گیا *

رضیہ بیگم کا انتظام سلطنت اس کی دانائی اور تدبیر مملکت کے موافق اور مناسب تھا چنانچہ وہ بادشاہوں کی معمولی پوشاک پہن کر ہر روز تخت پر بیٹھتی تھی اور جو شخص اس کے پاس آتا تھا اسکو دربار میں بلاتے یہاں تک کہ جو برائیاں اس کے بھائی کے وقت میں پیدا ہوئیں تھیں بطور معقول ان کی اصلاح کی اور قوانین سلطنت کو دوبارہ مرتب کیا اور بڑے بڑے مقدموں کا قصہ کاٹا غرض کہ شاہان عادل اور قابل کے اوصاف اس سے ظاہر ہوتی تھی مگر یہ تمام ہنر اس کے اس بڑے عیب کے بڑے نتیجے سے اسکو نہ بچا سکے کہ وہ اپنے طویلہ کے داروغہ پر یہاں تک مہربان تھی کہ بخششوں کی بوچھاڑوں سے اسکو نہال و مالا مال کیا تھا غرض کہ داروغہ نے ایک حبشی غلام ہونے سے بدنام انام اور رسوائے خاص و عام ہو گئی تھی مگر یہ حقیقت نہیں کہلتی کہ وہ بھلائیوں بڑی نیت سے کرتی تھی اس لیے کہ بڑا سا بڑا اعتراض اس کے چال چلن پر یہ ہے کہ وہ حبشی غلام اسکو گھورتے ہر چڑھاتا تھا اور حقیقت میں یہ چال اس کی ہوشیاری کے خلاف تھی اس لیے کہ اس نے اس حبشی کے امیرالامرا کرنے سے آپ کو ہلکا بنایا اور سب کے نظروں سے گرایا چنانچہ لوگوں کو غل شور مچانیکا حیلہ ہاتھ آیا *

درباروں کی بغاوت اور رضیہ بیگم کے قتل کا بیان

جس شخص نے پہلے پہل بغاوت اختیار کی وہ شخص التونہ نا

ایک ترکی سردار تھا چنانچہ رضیہ بیگم نے اُسکا تدارک چاہا اور بگنڈہ کے قلعہ پر جہاں وہ سردار مقیم تھا چڑھائی کی مگر اُسکی فوج نے ساتھ اُسکا ندیا اور وہ حبشی غلام ایک جھگڑے میں مارا گیا اور خود رضیہ بیگم گرفتار ہوئی اور اس خیال سے خاص الترنیہ کو سپرد کی گئی کہ وہ سلامت رہیگی بعد اُسکے اُسی عرصہ میں بہرام شاہ اُسکے بھائی کو خالی تخت پر بٹھایا گیا *

جب کہ رضیہ بیگم میں تاب و تواناے نرہی تو اُسنے فن و فریب سے پھر کام اپنا نکالا چنانچہ اُسنے محبت کی لکارت یا بلند نظری کی سجات سے الترنیہ کے دل میں ایسی کھس بیٹھ کی کہ الترنیہ نے نکاح کا وعدہ اور اپنے شریکوں سے لڑنیکا اقرار کیا غرض کہ جب شاہزادی کا نکاح الترنیہ سے ہو چکا تو اُسنے نئے خاوند یعنی الترنیہ کی امداد و اعانت سے فوج اکٹھی کی اور دلی پر حملہ کیا چنانچہ دو بڑی لڑائیوں کے بعد اپنے شوہر سمیت گرفتار ہوئی اور شوہر سمیت ہی ماری گئی سلطنت اُسکی سارے تین برس قائم رہی *

مسعود الدین بہرام شاہ کی بادشاہت کا بیان

یہہ نیا بادشاہ سنہ ۱۲۳۹ ع مطابق سنہ ۶۳۷ ہجری میں تخت نشین ہوا اور اُن لوگوں کو دغا فریب سے قتل کرانا چاہا جنہوں نے اپنی مطالبوں کی غرض سے اُسکو تخت حکومت پر بیٹھایا تھا مگر ہنوز اپنی مران کو نہ پہونچا تھا کہ مغلوں نے اُسکے ملک پر حملہ کیا اور لاہور تک چلے آئے اور جو فوج اُنکی روک ٹوک کے لیئے جمع کی گئی اُسکے جمع ہونے سے نئے نئے فساد برپا ہوئے چنانچہ انجام اُسکا یہہ ہوا کہ دو برس دو مہینے کی حکومت پر بہرام شاہ گرفتار ہوا اور قید خانہ میں پڑا پڑا مر گیا *

علاؤ الدین مسعود شاہ کی سلطنت کا بیان

یہہ بادشاہ رکن الدین مذکور کا بیٹا تھا بہرام شاہ اپنے چچا کے بعد

سنہ ۱۲۳۱ع مطابق سنہ ۶۳۹ھ ہجری میں تخت نشین ہوا مگر اُسکی سلطنت میں بھی وہی خرابیاں رہیں جو پہلی سلطنتوں میں قائم تھیں بلکہ خود اُسکی عیاشیوں کی بدولت اور زور و ظلم کی خوبی سے اور بھی زیادہ ہو گئیں یہاں تک کہ دو برس سے کچھ دن زیادہ گزرے تھے کہ تخت سے اوتارا اور جاں سے مارا گیا *

واضح ہو کہ اس بادشاہ کے عہد سلطنت کے دو واقعہ بیان کے قابل ہیں ایک یہ کہ سنہ ۱۲۳۳ع مطابق سنہ ۶۳۲ھ ہجری میں مغلوں نے راہ تبت سے گذر کر بنگالہ پر یورش کی تبت کی راہ سے بھی ایک یورش ہوئی ہے جو صحیح تاریخ میں پائی جاتی ہے اور دوسرے یہ کہ منکو خاں مغل کی فوج کے تھوڑے لوگوں نے ہندوستان کے شمال و مغرب پر چڑھائی کی مگر پہلی یورش کو خاص خاص ملازمان سلطانی نے دفع کیا اور دوسرے یورش مقام اچھہ سے آگے نہ بڑھی جو ملتان کے جنوب میں اُس جگہ واقع ہے جہاں پنجاب کے دریا اُپس میں ملتے ہیں *

ناصرالدین محمود کی سلطنت کا بیان

یہ بادشاہ زادہ سنہ ۱۲۳۶ع مطابق سنہ ۶۳۳ھ ہجری میں بادشاہ ہوا اور کل بیس برس بادشاہ رہا اگرچہ اُسکے عہد دولت میں شور و فساد نہ رہا مگر کوئی فساد ایسا ظہور میں نہ آیا کہ اُسکے باعث سے حکومت کو تباہی اور سلطنت کو خاک سیاہی نصیب ہوتی *

یہ بادشاہ التمش کا پوتا تھا اور اُسکے مرنے پر چندی قید کیا گیا تھا اگرچہ تھوڑے دنوں کے واسطے رہائی دیکر حاکم بنایا گیا تھا مگر وہ الگ تھلگ رہنا اور سوچنا بچارنا اُس سے نہ چھوٹتا تھا جو اُسکو عین جوانی میں پیش رہتا تھا چنانچہ وہ بادشاہ اپنے وزیر غیاث الدین بلبن کے ہر دوسرے پر چین اڑاتا تھا جسکی حقیقت یہ ہے کہ وہ سلطان التمش کا

ایک ترکی غلام تھا اور اُسے اپنی بیٹی کی شادی ساتھ اس غلام کے کی تھی جو اس بادشاہ کی سگی بہو بھی ہوتی تھی *

اس بادشاہ کو اُن مغلوں کا برا کہنا رہتا تھا جنکے قبض و تصرف میں اٹک پار کے سارے ملک تھے چنانچہ غیاث الدین بلبن نے اس خطرہ سے محفوظ رہنے کے واسطے سرحد مغربی کے صوبوں کو ملا جلا کر ایک بڑی حکومت قائم کی اور بڑا سردار اُسکا اپنے رشتہ دار شیرخان کو مقرر کیا بعد اُسکے اُسے بادشاہ کو یہہ مشورت دی کہ اب پنجاب کو چلنا چاہیئے چنانچہ خود بادشاہ وہاں گیا اور گاکروں کی سخت سرکوبی کی جو لوٹ کھسوٹ میں مغلوں کے ساتھ ہو گئے تھے علاوہ اُسکے جاگیرداران سلطنت کو جو ایک مدت دراز سے فرض خدمت بجا نہ لاتے تھے اور خراب غفلت میں سوتے تھے اسباب پر معذور کیا کہ بدستور اپنی فوجوں سے سرکار کی اعانت کرتے رہیں *

بعد اُسکے غیاث الدین سنہ ۱۲۳۷ ع مطابق سنہ ۶۳۹ ہجری سے سنہ ۱۲۵۰ ع مطابق سنہ ۶۳۹ ہجری تک مختلف ہندو راجاؤں پر فوج کشی کرتا رہا جو پہلے بادشاہوں کی ضعف اور ناتوانی کے باعث سے باغی طاغی ہو گئے تھے چنانچہ اُس نے پہلی چڑھائی میں جمنا کے وار پار کے ملکوں میں دلی سے کالنجر تک سلطانی حکومت کو بحال کیا اور اگلے تین برسوں میں میوات کے پہاڑی ملک کو جو دلی سے چنبل تک پھیلا ہوا ہے اور رتنپور کے ضلع کو جو میوات کے پاس واقع ہے اور اُس سے آگے بڑھ کر چتور کی ریاست کو قبضہ میں لایا بعد اُسکے ناروار کے مضبوط قلعہ واقع بندیل کھنڈ کو فتح کیا اور چندیری کو فتح کر کے مالوہ کے تمام باغی حصہ پر دوبارہ قابض ہوا اور منجملہ مہمات مذکورہ کے ایک مہم کے زمانہ میں اچھہ کے باغی کو بھی قرار واقعی گوشمالی دی اور اُسی زمانہ میں شیر خان حاکم پنجاب نے مغلوں کو درر دفع کر کے اُنکے ملک پر دھاوا کیا اور غزنی پر قابض و متصرف ہو گیا *

منجملہ مہمات مذکورہ بالا کے اکثر مہموں میں بادشاہ بھی ہمراہ رہا چنانچہ کامیابی کا باعث وہ اپ ہی کو بناتا تھا مگر حقیقت یہہ تھی کہ وہ اپنے جی میں اپنا دوسرا درجہ سمجھتا تھا اور اس گھٹیا درجہ سے جی اُسکا بہت بیچیں رہتا تھا چنانچہ اُسے امام الدین منس کے بہکانے سے جو خود بلین کی بدولت ممتاز و معزز ہوا تھا بلین کو موقوف کر کے امام الدین کو اُسکی جگہہ قائم کیا یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بلین کے رفیقوں کو بھی نچھوڑا مگر بعد اُسکے جب اس تبدیل و تغیر سے بے انتظامی پیدا ہوئی تو بد گمانی اور ناراضماندی نے دور دور تک پانوں اپنے پہلائے اور اُن دس صوبوں کو جو بلین سے ملے ہوئے تھے اپنی فوجیں اکٹھی کرنے اور بادشاہ کو فہمائش نامہ لکھنے کا موقع ہاتھ آیا چنانچہ انھوں نے مراعات ادب کو ماحفوظ مرعی رکھ کر کمال استقلال سے یہہ درخواست کی کہ نیا وزیر اس عہدہ سے برخاست کیا جاوے اگرچہ ہرانے وزیر کا مذکور نکیا مگر مقصود اُنکا یہی تھا کہ پرانا وزیر اپنے عہدہ پر بحال ہووے اور جو کہ بادشاہ اُنکا مقابلہ کسی طرح نہ کر سکتا تھا تو کام ناکام اُس نے بلین کو بحال کیا چنانچہ بعد اُسکے تمام لوگ اُسکو کل کا مالک سمجھنے لگے *

جب کہ امام الدین درخواست ہوا تو اُس نے ایک فساد برپا کیا اور بادشاہ کے ایک رشتہ دار کو اُس میں پنہسایا اگرچہ وہ اپنے سزا کو پہنچا کہ جلد گرفتار ہو کر جان سے مارا گیا مگر اُسکی بدولت مخالفوں کا ایک بڑا گروہ پیدا ہو گیا تھا جس میں سنٹور کا راجہ اور سندھ کا حاکم بھی شریک تھا یہہ بغاوت سنہ ۱۲۵۵ ع مطابق سنہ ۷۵۳ ہجری سے سنہ ۱۲۵۷ ع مطابق سنہ ۷۵۵ ہجری تک قائم رہی *

اسی بغاوت کے زمانہ میں مغلوں نے پنجاب پر یورش کی مگر وہ کامیاب نہ ہوئے بعد اُسکے کوا مانک پور کے باغی پو یورش ہوئی چنانچہ بھی ہس یا ہوا مگر مہمات کے باشندوں کا دہانا اُس باغی کے

دیانے سے بہت بڑا کام تھا کہ خود یلین نے مہراتیوں پر چڑھائی کی اور بڑی جان لڑاکو ایک لڑائی میں انکو مغلوب کیا اور آخر کار سنہ ۱۲۵۹ع مطابق سنہ ۶۵۷ ہجری میں ملک انکا فتح کیا اس لڑائی میں دس ہزار باغی مارے گئے اگرچہ میوات کے سخت اور شدید پہاڑوں کی سرحد دلی سے پچیس میل کے اندر اندر تھی مگر انگریزوں کی سلطنت تک وہ بالکل چین سے نہ بیٹھے *

پنچہالی سے پنچہالی واردات اس سلطنت میں اب یہ واقع ہوئی تھی کہ چنگیز خاں کے پوتے ہلاکو خاں کی طرف سے جو بڑا بادشاہ عالیجناب تھا ایک ایلچی بادشاہ کے پاس آیا چنانچہ تعظیم و تواضع کے واسطے ہر طرح سے کوشش عمل میں آئی اور دربار کو ایسی تیپ ٹاپ سے آراستہ کیا گیا جیسا بڑے بڑے بادشاہوں کے عہد دولت میں آراستہ کیا جاتا تھا بعد اُسکے کوئی واقعہ بادشاہ کے روز وفات تک جو ماہ فیروزری سنہ ۱۲۹۶ع مطابق سنہ ۶۹۳ ہجری میں واقع ہوئی تاریخ میں پایا نہیں جاتا *

اس بادشاہ نے ساری عمر عزیز اپنی درویشانہ گذاری چنانچہ اُسے تمام اخراجات ذاتی اپنے کتابت کی اجرت سے چلائے اور غریبوں کا کھانا کھانا اور اُسکے کھانے کو خود اُسکی بی بی پکائی تھی اور کوئی پکانے والی اُسکے آگے لگھی اور علاوہ ایک بی بی کے کوئی حرم وغیرہ پاس اُسکے نہ تھی اور اُسکی بدولت فارسی کو رونق ہوئی چنانچہ طبقات ناصری جو ہندوستان اور ایران کی نہایت مشہور تاریخ ہی اُسکے دربار میں لکھی گئی اور اُسکے نام سے نامی ہوئی *

اُسکی نیک مزاجی اور پاک طبیعت کی یہ حکایت لکھتے ہیں کہ اُس نے ایک کتاب اپنی خاص لکھی ہوئی کسی درباری امیر کو دیکھائی اور جب اُس امیر نے کئی غلطیاں نکالیں تو بادشاہ نے فی الفور اُنکی اصلاح اور درستگی کی مگر جب وہ امیر چلا گیا تو اُن اصلاحوں کو متاکر پہلے

مضمونوں کو قائم کیا اور کسی کے پوچھنے پر یہہ فرمایا کہ میں یہہ خوبہ جانتا تھا کہ کتاب صحیح اور درست ہی مگر اصلاح اُسکی اس لیئے بہتر سمجھی کہ ایک نیک صلاح کار رنجیدہ خاطر نہو *

غیاث الدین بلبن کی + سلطنت کا بیان

جب کہ بلبن نے یہہ دیکھا کہ سلطنت کے تمام اختیارات اُسکے قبضہ میں حاصل ہیں تو اپنے مستقل بادشاہ ہونے میں کچھہ دشواری ندیکھی چنانچہ سنہ ۱۲۶۶ ع مطابق سنہ ۶۹۴ ہجری میں بادشاہ بن بیٹھا *

بلبن نے التمش کے دربار میں بچپن سے پرورش پائی تھی اور جو بادشاہ اُسکے بعد تخت نشین ہوئے اُنکی سلطنت کے فسادوں اور انقلابوں میں جی جان سے شریک و معاون رہا تھا اور جب کہ التمش جیتا جاگتا تھا تو بلبن نے اُسکے چالیس غلاموں سے ایک دوسرے کے حفظ و سلامت پر عہد و پیمان کیئے تھے چنانچہ بہت سے غلام اُن میں سے بڑے بڑے عہدوں پر پہنچے مگر جب کہ بلبن کام اپنا نکال چکا تو اُس نے ایسے قول قراروں کا اوزان چاہا جنسے اُسکے خاندان کی تخت نشینی میں ایک طرح کا خطرہ متصور ہوتا تھا چنانچہ اُس نے طرح طرح کے حیلوں سے بعض بعض اپنے ایسے شریکوں سے جو اُسکے قریب اور رشتہ دار بھی تھے کنارہ کیا اور بعد اُسکے یہہ قاعدہ باندھا کہ اپنے خاندان والوں کے علاوہ کسیکو بڑا عہدہ نہ ملے مگر اس قاعدہ کو ایسے غرور و نخوت سے عمل میں لایا کہ گھٹیا لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑا اور کچھہ بھی اُنکو خیال میں نہ لایا علاوہ اُسکے یہہ قاعدہ مقرر کیا کہ ہندوؤں کو معزز عہدوں پر قائم نہ رکھا غرض کہ اُسکے تمام کاموں میں ایسی ایسی تسموئکی طرفداریاں اور طرح طرح کا تعصب پایا جاتا تھا چنانچہ اُسنے دارالسلطنت کے گرد نواح میں شکار کی حفظ حراست کے لیئے بہت سے قانون و قاعدے جاری کیئے اور باوصف اُسکے کہ شروع جوانی میں بہت سی میخواری کی تھی

+ انگریزی مورخ بلبن کی جگہہ اکثر ہالین لکھتے ہیں

مگر جب کہ اُس نے ہوری ہوری تڑپہ کی تو تھوڑی شراب پیئے ہر بھی بہت سخت سزا دینا پھرایا اور بغاوت کے معاملوں میں پہلے دستوروں کے موافق صرف افسروں کے گوشمالی پر اکتفا نہ کرتا تھا بلکہ اُنکے متوسلوں اور غلاموں کو بھی سخت سزائیں دیتا تھا مگر اُسکے عدل و انصاف کی بھی ایسی حکایتیں نقل کی گئی ہیں کہ وہ ادنیٰ اعلیٰ کو برابر سمجھتا تھا اور کسی کی رو رعایت نہ کرتا تھا اور اُن حکایتوں سے واضح ہوتا ہے کہ وہ بڑے بڑے صوبوں کے حاکموں کو کڑے کڑے کڑوں سے علاوہ پتوانا تھا اور کبھی کبھی اپنے سامنے بھی اتنا پتوانا تھا کہ وہ بیہچارے مار کے مارے مر جاتے تھے *

یہہ خود کام سنگدل بادشاہ اپنے زمانہ کے حالات کے بموجب بڑا فیاض اور نہایت روشن ضمیر تھا *

مغلوں کے خوف ہراس کے مارے بڑے بڑے مشہور لوگ اُن ملکوں کے جہاں جہاں مغلوں کے حملہ ہوئی بیکنسی سے دور دور بھاگ کر چلے گئے مگر اسی بادشاہ کے دولت و اقبال سے حکومت اسلام اُنکے ہاتھوں سے محفوظ و صامو رہی تھی چنانچہ اُسکے دربار میں بہت مشہور و معروف اور نامی گرامی مسلمان اسکندر کہیں کہیں سے جمع ہوئے تھے کہ وہ یہہ شبخی مارتا تھا کہ کم سے کم پندرہ بادشاہ آج میرے مہمان ہیں اور خاص میری بدولت اوقات اپنی بسر کرتے ہیں یہاں تک کہ نام اُن بازاروں کے کہ جس جس میں وہ بادشاہ رہتے سہتے تھے اُنکے ملکوں کے ناموں پر رکھی تھے اور اُسکی دارلسلطنت میں اُن بازاروں کے ناموں کے باعث سے روم اور غر اور خوارزم اور بغداد اور علاوہ اُنکے اور سلطنتوں کی یاد کار ایک عرصہ تک باقی رہی *

تعداد اُن عالم فاضلوں کی جو اُسکی پناہ دولت میں آئے تھے قیاس چاہتا ہے کہ اس سے بہت زیادہ ہوگی اور اسلئے کہ شاہزادہ محمد بڑا بیٹا اُسکا بڑا صاحب کمال اور لائق فایز تھا تو تمام مشہور مورخ اُن عہد

کے بادشاہ کے ملازموں میں داخل و شامل تھے چنانچہ فارسی شاعروں کے سلسلہ میں امیر خسرو ملک الشعراء تھا یہاں تک کہ سعدی شیرازی نے بھی شاہزادہ محمد کو امیر خسرو کے حسن صحبت پر مبارکبادی لکھی ہے اور اپنی تصنیفوں کا نسخہ بھیج کر یہہ بات ظاہر کی تھی کہ روزہاوی کے مارے حاضری خدمت سے معذور ہوں اور خود باہن کو وہ بات حاصل تھی کہ اُسکے دربار کی ظاہری شان و شوکت سے ناواقف لوگوں پر اصل و حقیقت دربار کی مخفی ہوگئی تھی جبکہ سنہ ۱۲۶۶ ع مطابق سنہ ۶۶۵ ہجری میں گنکا اور چمنا کے کناروں اور چودہ اور میوات کے پہاڑوں پر شور و فساد برپا ہوئی تو اسکی سلطنت میں تھوڑا بہت خلل واقع ہوا تھا اور حقیقت یہہ تھی کہ اُنہوے لوگ ان فسادوں کے باہی مہائی تھے مگر سفاکی اور خونریزی کا قاعدہ باہن کا جو مفسدوں کی سزا دہی اور نیست نابود کرنے میں جاری تھا یہاں بہت کام آیا اور نہایت کارگر ہوا بعد اُسکے جگہہ جگہہ فوج کی چھاونی قانونی اور آئندہ فسادوں کی روک تھام کے لئے بڑی بڑی تدبیریں نکالیں *

بیان کیا گیا ہے کہ ایک لاکھ آدمی اسنے میوات میں قتل کرائے اور بہت سے جنگل جو دور دور تک پہیلے ہوئے تھے کٹوا ڈالے اور اسی وقت سے وہ ملک غارتگروں کا ٹھکانا نہرا اور چین تردد کے قابل ہوگیا *

بنگالہ کی سرکشی کا بیان

باہن کے عہد دولت میں یہہ بڑی بغاوت بنگالہ میں ظاہر ہوئی طغرل خان حاکم بنگال نے دریائے میگنا + پار جاج نگر پر چڑھائی کی اور کامیابی کے بعد جو لوٹ اُسکے ہاتھ آئی کچھ تھوڑی بہت بھی دلی کو لے بھیجی

+ اب اسکو تپرا (ہملٹن صاحب کی تاریخ ہندوستان جلد ۱ صفحہ ۱۲۸) کہتے ہیں اور جاج نگر سے جاج پور مراد ہے جو ضلع ٹٹک میں واقع ہے اور یہہ مقام کسی زمانہ میں ضلع کا صدر نہیں قرار پایا ستر لنگ صاحب کی تفسیر مندرجہ تحقیقات ایشیا جلد ۱۵ صفحہ ۷۳

یہاں تک کہ بعد اُسکے جلد بادشاہ بن بیٹھا اور جو فوج اُسکی گوشمالی کو سنہ ۶۷۸ ہجری مطابق سنہ ۱۲۷۹ ع میں پہلے پہل بھیجی گئی اُس نے شکست فاحش کھائی یہاں تک کہ خود بادشاہ اُس فوج پر نہایت خفا ہوا اور اُسکی سپہسالار کو پھانسی چڑھایا اور جب کہ باوجود اس سختی کے دوسری فوج بھی تباہ ہو گئی تو بادشاہ اپنی ذات سے فساد مٹانے کے لیے روانہ ہوا چنانچہ اس موقع پر ایسی قوت قابلیت پر جسمیں وہ کسی مدد و معاون کا محتاج و دستنکر نہ تھا کام لیا کہ ہر سات کے پورے ہونے کا منتظر تک نہ بیٹھا اور سیدھا باگ اُڑتھائے ہوئے سنار گنگ + یعنی سندھ گنگ کو چلا گیا جو بنگالہ کے شرقی حصہ کا بہت بڑا شہر مشہور تھا غرض کہ باغی کے دل پر وہ رعب داب اُسکا بیٹھا کہ وہ کھڑا نہ رہا اور گھر بار خالی چھوڑ کر تھوڑی فوج سمیت جنگلوں میں بھاگ گیا مگر بادشاہ کے کسی سردار نے مقام اُسکا معلوم کیا چنانچہ یہ سردار چالیس سپاہیوں سمیت اُسکی تھوڑی فوج میں جا پہنچا اور کمال اندھا دھندی سے دن دیئے دھاوے کا ارادہ کیا غرض کہ تھوڑے لوگ اُسکے بڑے چلے گئے اور کسینے اونپر توجہ بھی نہ کی یہاں تک کہ جب طغرل خاں کے قیرے کے بہت قریب جا پہنچے ایکبارگی ہمت باندھ کر پہل پڑے تو طغرل خاں اور اُسکے ہمراہی یہ بات سمجھ کر بھاگ گئے کہ بادشاہی لشکر یک لخت اُنپر ٹوٹ پڑا غرض کہ یہ خوف اُسکے لوگوں میں پھیل گیا اور تمام لوگ اُسکی تتر بتر ہو گئے اور خود طغرل خاں گرفتار ہوا اور ایسے حال میں جان سے گیا کہ چانچ نگر چانی کے ارادہ پر عین دریا میں گھوڑیکو تیرا کر پار جاتا تھا بعد اُسکے بادشاہ نے باغیوں کو ایسی سخت سزا دی کہ وہ اُسکے معمولی دستور سے بھی بہت زیادہ قہی اور جب کہ وہ دارالسلطنت میں واپس آیا تو لوگوں کے قتل سے

+ یہ مقام گنگا میں قریب گیا اب نشان اُسکا باقی نہیں ہی بکائن صاحب

کا قول پھر الہ ہملٹن صاحب کی تاریخ ہندوستان جلد ۱ صفحہ ۱۸۷

قاضی مقتدیوں کی سعی سفارش اور عالم فاضلوں کے وعظ و نصیحت کی بدولت باز رہا *

مغلوں کے حملہ کرنے اور شاہزادہ محمد کے

فتح پاکو مرجانیکا بیان

تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ بادشاہ کی بد نصیبی نے زور کیا یعنی ہوا بیٹا اُسکا مرگیا اور اس بڑی مصیبت کا اثر بادشاہ اور تمام رعایا پر برابر ہوا اور ساری وجہ اُسکی یہ تھی کہ اس شہزادہ نے وہ الہامی حاصل کی تھی کہ اُسکی موت اُسکی عمدہ خصلت کے شایان و سزاوار تھی بیان اسکا یہ ہے کہ وہ فوج مغلوں کی جو ارغون خاں شاہ ایران سے متعلق تھی پنجاب پر حملہ آور ہوئی اور جب یہ خبر آئی تو شاہزادہ محمد جو اُس صوبہ کا حاکم تھا اور حسب اتفاق اُسوقت اپنے والد ماجد کی قدمبوسی کے لیے آیا تھا نہایت جلدی سے اپنے صوبہ میں داخل ہوا اور مغلوں کو شکست فاحش دیکر جسقدر ملک پر وہ قابض ہو گئی تھے اُسپر دوبارہ قابض ہوا بعد اُسکے ایک اور نئی فوج ایک مشہور سردار تیمور خاں نامی کے ساتھ آئی چنانچہ بڑی لڑائی ہوئی اور شاہزادہ نے فتح پائی مگر غنیمت کے ایک گروہ کے ہاتھوں سے جو تعاقب میں منتشر نہ ہوا تھا شاہزادہ مارا گیا اور امیر خسرو شاعر جو ہمراہ اُسکا تھا اسی موقع پر گرفتار ہوا *

بلبن کی وفات کا بیان

شاہزادہ کے مرنے سے ادنیٰ اعلیٰ سپاہیوں کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور بادشاہ کے دل پر بھی بڑا صدمہ گذرا اور جو کہ بادشاہ کی عمر ۸۰ برسکو پہنچتی تھی اور نیز اُس مصیبت کے مارے جو اُسپر نازل ہوئی تھی جلد جلد اُسکا دل بیتھا جاتا تھا تو اُسنے بغرا خاں اپنے دوسرے بیٹے کو بائیں غرض بلایا تھا کہ وہ اُسکے مرنے کے وقت حاضر رہے مگر جب کہ بغرا خاں نے باپ کی وہ حالت دیدی تو اُسکے تصور کی تھی تو بلا

حکم اپنے باپ کے ہنگالہ کو چلا گیا اور بادشاہ اس حرکت سے سخت ناراض ہوا چنانچہ اُس نے شاہزادہ محمد کے بیٹے کیتسرو کو ولیمہد اپنا قرار دیا بعد اُسکے جب بادشاہ کا انتقال ہوا تو وزیروں نے ملکی ازانوں کا روکنا تھامنا مناسب سمجھا چنانچہ انہوں نے بغرا خاں کے بیٹے کیتباد کو بادشاہ مشہور کیا اور کیتسرو کو اُسکے باپ کی جگہ ملتان کی حکومت پر قائم رکھا غرض کہ دونوں دعویداروں نے یہہ تدبیر اُنکی تسلیم کی اور سنہ ۱۲۸۹ع مطابق سنہ ۶۸۵ ہجری میں کیتباد تخت نشین ہوا *

کیتباد کی سلطنت کا بیان

یہہ نہا بادشاہ جو تخت نشینی کے وقت اٹھارہ برس کا تھا جوانی کی ضرورت سے عیش و عشرت میں مصروف ہوا اور یہہ امر اسپر طرہ ہوا کہ نظام الدین اُسکی وزیر نے جسکو یہہ امید قوی تھی کہ میں تخت نشین ہونکا زیادہ چرخ پر چڑھایا اور اس نظر سے کہ بادشاہ کا چچیرا بھائی کیتسرو وزیر کا مختل مطلب تھا بادشاہ کو اُسکی طرف سے برہم کیا سبب اُسکا یہہ ہوا کہ کیتسرو سے کچھ گستاخی سرزد ہوئی تھی وزیر نے ایک بات کہڑی کر کے اُسکو بادشاہ کا محسوس تہرایا اور آپ کو بدنامی اور الزام سے بچایا اور اُس بیچارہ بیگناہ کو قتل کرا دیا علاوہ اسکے ایسے ایسے فن و فریبوں سے بہت سے امیروں کو بیعزت کرا کر قتل کرایا جو اُسکے ساختہ پرداختہ نہ تھے اور اسیلئے کہ اُسکی بی بی کو بھی محسوس میں ایسا ہی دخل کامل تھا جیسا کہ خود اُسکو دربار میں حاصل تھا اسیلئے اُن باتوں کے علاوہ جنسے بادشاہ کو واقف کرنا مناسب و لازم سمجھا اور تمام باتوں سے بادشاہ کو غافل بنا رکھا تھا *

اس زمانہ میں بہت سے مغل دلی میں ملازم ہو گئے تھے چنانچہ وزیر نے یہہ چاہا کہ ان جانشہار مغلوں کو بادشاہ سے الگ کرے غرض کہ اُس نے بادشاہ کے کانوں میں یہہ بات پہونکی کہ اُن مغلوں اور بادشاہ کے اُن غیبوں میں جو اُن مغلوں کے بھائی ہند اور رشتہ دار ہیں خطرہ

کتابت جاری ساری ہی چنانچہ بادشاہ نے اُنکے سرداروں کو ایک دعوت میں بلوا کر دغا بازی سے قتل کرا دیا *

اصل تدبیر اس وزیر کی ہنوز اس نہ آئی تھی کہ بادشاہ کے باپ بغرا خاں کے قریب آنے سے جو سلطنت کے خرابی سنکر حفظ خاندان کے لیے فوج لیکر آیا تھا وہ اپنے ارادہ سے رکا تھا رہا مگر یہہ راہ نکالی کہ بادشاہ کو باپ کے مقابلہ پر آمادہ کیا چنانچہ جب دونوں لشکروں کا آمنہ سامنا ہوا تو بادشاہ کے باپ نے بیٹے کی محبت کو ایسا بھڑکایا کہ وزیر اُنکی ملاقات کو ہو کر روک نہ سکا مگر بارصاف اس کے باہم ملاقات طرفین کی کھولی دلوں سے نہونے دینے کے لیے یہہ قہم نکالا کہ اداب دربار سلطانی ایسے تجویز کیئے کہ اُنکے بچالانے سے بغرا خاں کو ایک طرح کی ذلت اوتھانی پڑی یہاں تک کہ جب مکرر اداب بچالانے پر بادشاہ نے تعظیم و تکریم اُسکی نہ کی تو وہ اُسکی حرکات ناشایستہ سے ہوت پھوٹ کر رونے لگا مگر اُسکے رونے نے یہہ اثر پیدا کیا کہ بادشاہ اپنے استقلال پر قائم نہوا اور تخت سے اتر کر باپ کی طرف بے تحاشا دوڑا اور چاہا کہ باپ کے قدموں پر گر پڑے مگر باپ نے اُسکو گلے لگالیا اور تھوڑی دیر تک روتے رہے اور تمام درباریوں میں وہی اثر پھیل گیا بعد اُسکے کیتباد نے باپ کو تخت پر بٹھایا اور ہر طرح کی تعظیم اور تواضع سے پیش آیا یہاں تک کہ لڑائی بھڑائی کا وہم بھی باقی نہرا مگر چند ملاقاتوں کے بعد بغرا خاں کو یہہ بات ثابت ہوئی کہ کیتباد کے مزاج پر وزیر اُسکا حاوی ہے اور اُسکے رفع کرنے کی تدبیر بدوں اُسکے قتل و قہم کے ممکن نہیں مگر چونکہ چہر اُسکو خرد منظور نہتھا یا اُسکے اختیار سے باہر تھا تو وہ ہنگالہ کو چلا گیا اور بیٹے کو اُسکی قسمت پر چھوڑ گیا *

جب کہ کیتباد نے اُن قضیہ قضایوں سے فرصت پائی تو پھر نئے سر سے عیاشی شروع کی اور یہاں تک نوبت پہونچائی کہ عین جوانی میں ضعیف نحیف ہو گیا چنانچہ رعشہ فالج میں مبتلا ہوا بعد اُسکے جب سوچ بچار اُسکو ہوا تو آپ کو بہت زار نزار پایا اور بطور معقول اُس

وزیر سے چھوٹنا چاہا مگر جب کوئی چال اُسکی نہ چلی تو کام ناکام اُن چالوں چلا جو وزیر نے اُسکو تعلیم کی تھیں چنانچہ زہر دیکر کام اُسکا تمام کیا مگر انجام اُسکا یہ ہوا کہ وزیر کے مرنے سے جسکا ہوا رعب داب تھا بادشاہ کے دشمن کھل کھیلے اور حکومت کے خواہاں ہوئے جسکی لیاقت خود بادشاہ میں موجود نہ تھی *

اس لیئے کہ ہندوؤں کی تدبیروں سے غلاموں کی شان و شوکت دربار میں بھینکی ہوئی تھی تو حصول سلطنت کا جھگڑا بڑے بڑے جنگی سرداروں میں پھیل گیا اور جو کہ ہندوستان زام مسلمان ایسی قدر و منزلت نہ رکھتے تھے کہ کوئی بڑا گروہ اُنکا قائم ہوتا اسلیئے سلطنت کا ارادہ کرنے والے تاتاری اور غورو غزنی کی پرانی سلطنتوں کے افسر ہوئے اور غورو غزنی والی سرداروں میں سے خلجی لوگ اپنے سردار کی عقل و ہوشیاری کی بدولت یا کسی اور وجہ سے فضیلت رکھتے تھے چنانچہ وہ تاتاریوں پر غالب آئے اور سنہ ۱۲۸۸ ع مطابق سنہ ۶۸۷ ہجری میں جلال الدین خلجی کپتھان کے مارے جانے پر تخت نشین ہوا + *

+ فوشہ والے نے اُن خلجیوں کو مغل لکھا ہی جنہوں نے تخت کو غصب کیا مگر جیسے کہ یہ یقین ممکن نہیں کہ تہذیبی مدت میں ترکوں کا بالکل دخل اُٹھے گیا ایسے ہی یہ یقین بھی متصور نہیں کہ مغلوں کو بڑا غلبہ حاصل ہو گیا حالانکہ اسکے تاتاریوں نے جس دعویدار کو تخت پر بیٹھانا چاہا وہ کپتھان کا بیٹا تھا اور اُسکے ترکی الاصل ہونے سے وہ اُنکو مرغوب محبوب تھا مگر مغلوں کو خاص اس سبب سے نفرت تھی کہ اُسکے باپ نے اُنکے سرداروں کو قتل کرایا تھا

دلی کی تخت نشینی کا سلسلہ اگرچہ طلب الدین سے شروع ہوا ہی بعض مورخ ہندوستان کی بادشاہت اصل خاندان غور سے قائم کر کے طلب الدین کو بھی خاندان غور کے سلسلہ میں شمار کرتے ہیں مگر اکثر مشرقی مورخ اُن بادشاہوں کو یلدرز اور در چار اور بادشاہوں سمیت غوروں کا غلام قرار دیتے ہیں

خلجی خاندان کا بیان

باب دوسرا

جلال الدین + خلجی کی سلطنت کا بیان

واضح ہو کہ جلال الدین خلجی ستر برس کی عمر میں تخت نشین ہوا تھا جلال الدین اپنی تخت نشینی پر چندے بناوت سے بھی کہتا رہا کہ لوگوں نے یہ بہاری بوجھ میروے سر پر رکھا چنانچہ غیاث الدین بلبن کے نام و نشان باقی رہنے پر بڑی توجہ ظاہر کی اور بہت سا پاس لحاظ آسنا کرتا رہا غرض کہ یہاں تک نیاز مندی جتائی کہ دربار میں سوار ہو کر نہجانا تھا اور بتجائے تخت نشینی کے اپنی معمولی جگہ پر کھڑا رہتا تھا مگر بارصف اس کے کپتیاں کے شیر خوار بچہ کو قید میں رکھا اور جب بات اُسکی ٹھیک ٹھاک ہو گئی تو اُس معصوم بیکناہ کو قتل کرایا *

اگر یہ سنکدلی اور خدانائرسی جو نسبت اُسکے بیان کی گئی ایک بے اصل بناوت کی بات ہو اور بعید از قیاس نہیں کہ وہ ایسے ہی ہوگی تو اُن اداہ تعظیبات میں جو بالا مذکور ہوئیں وہ مکار نسبت چارو کا اسلٹی کہ وہ نیک معاملے جو اُس نے چھپی کھلے دشمنوں سے ہوتی ایسے اعلیٰ درجہ کی تھے کہ وہ خطا و غفلت پر محتومل ہو سکتے ہیں اور آخر دم تک وہی سیدھی سادی چال دھال اُسکی باقی رہی جو قدیم سے چلی آتی تھی

+ واضح ہو کہ خلجیوں کی اصل حقیقت حصہ پانچ باب دوسرے کے اخیر میں لکھی گئی اگرچہ وہ لوگ نسل واصل میں ترک تھے مگر افغانیوں میں اتنی مدت رہنے سہنے سے وہ افغانوں کی مانند ہو گئی تھی اور غالب یہ ہے کہ وہ اور قوموں یا اپنے بھائی ترکوں سے بھی بہت متشاور تھی اور عام پہاڑی افغانوں کی نسبت زیادہ ترتیب پانہ تھی

اور اپنے ہرانے ملنے والوں سے اس طرح سے ملتا جلتا رہا جیسے کہ وہ بادشاہت سے پہلے ملتا جلتا تھا چنانچہ وہ اپنے دوست آشنا یوں اور فضل و ہنر والوں کو کہانے پینے کے جلسوں میں بلاتا تھا اور ایسی ہنسی تھکتے کی باتیں کرتا تھا کہ مسلمانوں کے دین و ملت کے خلاف تو ہوتی تھیں مگر انسانیت کے حق و مرتبہ سے نکلرتی تھیں *

وہ ترس و رحم جو اُسکی عمدہ ذات صفت میں مستور و مخفی تھا اُسکے اظہار کا یہ موقع ہاتھ آیا کہ غیاث الدین بلبن کے بھتیجے ملک جاجو نے جو کڑے مانگ پور کا حاکم تھا بغاوت اختیار کی اور خاندان بلبن کے رفیق اُسکے ساتھ ہوئے چنانچہ جلد اُنہوں نے ایسی قوت حاصل کی کہ دلی کا ارادہ کیا مگر بادشاہ کے بڑے بیٹے ارکلی خاں نامی نے شکست اُنکو دیکر ملک جاجو کو اُسکے سرداروں سمیت گرفتار کیا مگر بادشاہ نے یہہ بڑا کام کیا کہ سرداروں کو ایک قلم چھوڑ دیا اور خود ملک جاجو کو ملتانکو روانہ کیا اور اُسکی باقی عمر کے لیئے بڑی جاگیر مقرر کی بعد اُسکے تھوڑی مدت گزرنے پر اپنی قوم کے ایسے سرداروں سے بھلائی ہوتی جو جی جان سے اُسکی جان کے خواہاں بنے تھے اور نصیبوں کی شامت سے گرفتار ہو کر ائے تھے غرض کہ اُس نے رحم سے یہاں تک کام لیا کہ اپنے ذاتی بدخواہوں کے علاوہ عام مجتہدوں سے بھی اس قدر در گذر کی کہ سلطنت کا ڈھانچہ ڈھیرا اور حکومت کا ڈھچرہ بکڑ گیا چنانچہ صوبوں نے محصول کے بھیجنے سے صاف انکار کیا اور کار و بار میں غفلت برتی اور اپنے اختیارات کو بہت بڑی طرح سے بڑتا غرض کہ راستے لٹیروں سے بھر گئے اور باغیوں نے آنے جانے کی راہیں مسدود کیں *

جب کہ باغیوں کا زور و شور ہوا تو سنہ ۱۲۹۲ ع مطابق سنہ ۶۹۱ ہجری میں بادشاہ ایک بڑی بغاوت کے دبانے متانے کو روانہ ہوا جو مالوہ میں واقع ہوئی تھی چنانچہ وہ بہت سا کامیاب ہوا مگر اس لیئے کہ خوں بہانے سے جی کا کچا تھا اور علاوہ اُسکے عمر کا بڑھا تھا

تو باغیوں کے بڑے قلعوں پر دھاوا کیا اور سرکشیوں کی سرکوبی کو ناتمام چھوڑا مگر جب کہ بعد اُسکے بلاد پنجاب میں مغلوں نے یورش کی تو وہاں اُس نے بڑی دلوری دیکھائی اور آپ اُنکا مقابلہ کیا اور دشمنوں کا مہلہ پھیرا *

بعد اُسکے بہ منتضای اپنی اصلی طبیعت کے مغلوں کو صلح عنایت فرمائی اور اُنکی توٹی پھوٹی فوج کو چلے چانے کی رخصت دی کسب طرح کی مصروف نہ پھونچائی تین ہزار مغل اُسکی فوج میں داخل ہوئے اور تھوڑے دنوں بعد اسلام اونہوں نے قبول کیا اور خاص دلی میں ایک مقام اُنکی بساست کے لیئے مقرر کیا گیا جو مغل پورہ کے نام سے مشہور و معروف ہی *

دوسرے برس یعنی سنہ ۱۲۹۳ ع مطابق سنہ ۶۹۲ ہجری میں مالوہ پر چڑھائی کی مگر پہلی طرح سے پورا پورا کامیاب نہوا ہاں یہہ بات اُسکو نصیب ہوئی کہ نقصان اُسکے ضعف و ناتوانیکے علاوہ اُسکے بھتیجے کڑے مانک پور کے حاکم کی بدولت اُسی زمانہ میں پورے ہونے لگے جر نہایت زبردست اور بڑا لایق و فایق اور نیز ایسے خیالوں سے پاک و صاف تھا جنکے اوہرنے سے اُسکے چچا کے کام کاج ادھورے پڑے رھتے تھے چنانچہ اُسنے ہندیل کھنڈ اور شرقی مالوہ کی بغاوت دبانے کے لیئے چچا جان سے اجازت حاصل کی اور اُنکے شور و فسادوں کو نیست و نابود کیا اور علاوہ اُنکے اُن قلعوں پر بھی قبضہ کیا جو متوسل راجاروں کے قبض و تصرف میں تھے اور اسقدر اُسکو غنیمت ہاتھ آئی کہ اُسکی بدولت بہت سی فوج اُس نے بڑھائی چنانچہ بادشاہ اُسکی کارگزاری سے یہاں تک راضی ہوا کہ باوصف اُسکے کہ اُسکی پیاری بیگم نے علاوہ الدین کی بلند ہمتی اور والا فطرتی سے اُسکو وہم دلایا تھا پہلی حکومت کے علاوہ اودہ کی حکومت عنایت کی اور فوج اکٹھی کرنے اور خاندان ہلم کے پرانے رفیقوں کے بھرنے سے ممانعت نہ کی *

علاؤالدین کی چڑھائی دکن پر

علاؤالدین نے پہلے پہل جو کام اپنی فوج سے لیا اُس سے اُسکے چچا کا اعتماد اُسکی نسبت مستحکم ہوا اور اُس کام کی بدولت تاریخ ہندوستان میں ایک نیا سن پیدا ہوا یعنی سنہ ۱۲۹۳ ع مطابق سنہ ۶۹۳ ہجری میں علاؤالدین نے دکن کا ارادہ کیا جو مسلمان بادشاہوں کے دھاروں سے جب تک محفوظ رہا تھا چنانچہ اُس نے کڑے مانک پور اپنی دارالحکومت سے آٹھ ہزار سوار اپنے ہمراہ لیئے اور ایسے بڑے بڑے جنگلوں کو جو اب تک کڑے مانک پور اور ضلع برار کے درمیان میں واقع ہیں جوں توں کرکے طی کیا اور جن راجاؤں کے ملکوں میں اُسکو گذرنا منظور تھا اُنکو اِس حیلہ سے کہ وہ اپنے چچا سے خفا ہو کر جانا ہی چوکنا نہ ہونے دیا چنانچہ وہ ایلچ پور تک پہنچا اور بعد اُسکے مغرب کی جانب متوجہ ہوا قبل کوچوں کی مار مار کرتا ہوا دیوگڑہ پر پہنچا جو اصلی مقصود اُسکا تھا اور دیوگڑہ جو اب دولت آباد کے نام سے مشہور ہی رام دیو راجہ کا راج گڑہ تھا اور وہ ایسا زہودست راجہ تھا کہ مسلمان لوگ اُسکو تمام دکن کا راجہ سمجھتے تھے مگر حقیقت میں وہ مرہٹوں کے ملک کا ہوا راجہ تھا *

مسلمان لوگ اکثر ہندو راجاؤں کو جنگ و جدال پر آمادہ اور قتل قتال پر طیار اِس لیئے نہاتے تھے کہ راجپوت لوگ اپنی اصل طبیعت میں ہمتوں کے ہارے اور کام کاج کے دھیمے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے پر اچانک دھاوا کرنے کر بڑی ہمت سمجھتی ہیں چنانچہ معلوم ہوتا ہی کہ یہ طریقہ راجپوتوں کا اور راجاؤں میں معمول و مروج ہو گیا تھا اِس لیے کہ اِس موقع پر دیوگڑہ کا راجہ دشمن کے دھاروں سے نڈر بیٹھا تھا چنانچہ پاس اُسکے کچھ فوج موجود تھی اور جوڑ بچے اُسکے ایک مندر میں گئے ہوئے تھے جو بستی کے بہت قریب تھا اور جب کہ علاؤالدین بستی کے قریب آگیا

اور اُسکے دھارے کی دھاک بڑی اور جاہتا چرچے ہونے لگے تو راجہ نے ہوش حواس اپنے جمع کر کے تین چار ہزار آدمی گھر باہر کے اکٹھے کیئے اور غنیم کا مقابلہ کیا اور بستی کی حفظ و حراست کے لیئے تھوڑی مہلت پیدا کی مگر تھوڑی مدت کے بعد اُسکے ہانوں اوکھڑ گئے اور بستی کے پاس ایک پہاڑ پر ایک مضبوط قلعہ میں داخل ہوا اور گھبراہٹ کے مارے بہت سا ذخیرہ جمع کر سکا باقی بستی کا یہہ حال ہوا کہ وہ بے مقابلہ فتح ہو گئی اور طرح طرح سے لوٹی کھسوٹی گئی اور سوداگروں کو بڑی بڑی سخت تکلیفیں اِس نظر سے پہونچائی گئیں کہ وہ اپنے خزانوں کا نشان اور پتا بتاویں چنانچہ مسلمانوں کی تاریخ میں پہلے پہل یہی وحشیانہ حرکت شمار ہوئی ہی اور منجملہ اسباب غنیمت کے چالیس ہاتھی اور کئی ہزار گھوڑے خاص راجہ کی سواری کے مسلمانوں کے ہاتھ آئے بعد اُسکے قلعہ کا محاصرہ کیا گیا اور تمام لوگوں میں یہہ فقرا اوزایا گیا کہ یہہ فوج اُس فوج سلطانی کا ایک ٹکڑا ہی چر دشمن کے مقابلہ پر چلی آئی ہی اور جب کہ وہ بڑی فوج آجاریکی تو دشمن کی کوئی بات پیش نہ کیلیکی غرض کہ بعد اُسکے راجہ کے ہاتھ ہانوں پھول گئے اور کام ناکام صلح کرنے پر راضی ہوا اور ایک عہد نامہ جو مسلمانوں کے حق میں نہایت مفید و نافع تھا مرتب کیا کہ ناگاہ اُسکا بیٹا جو محصوروں میں شامل نہ تھا ایسی بڑی فوج لیکر آیا کہ وہ فوج اسلام کی فوج سے بہت زیادہ تھی اگرچہ راجہ نے اُس کو مقابلہ سے بہت منع کیا مگر اُسنے کثرت فوج کے بھروسے پر باپ کا کہنا نہ مانا اور علاوالدین پر پھیل پڑا اور ایسی دلاوری سے لڑا بھڑا کہ اگر علاوالدین کی وہ فوج نہوتی جو اُسنے محصوروں کے لیئے گھات میں لگا رکھی تھی اور اُسکی فوج پر عین موقع نگرہتی اور فوج اُسکی اُس تھوڑی فوج کو بادشاہ کی وہ آنے والی فوج نہ سمجھتی جسکی شہرت سے راجہ کانپ رہا تھا تو مسلمانوں کے حق میں وہ لڑائی بہت زبوں ہوتی مگر نصیبوں نے یاروری

کی کہ علاوالدین نے فتح پائی بعد اُسکے علاوالدین نے راجا سے بڑا مطالبہ کیا اور راجا کو چار ناچار اسلئے اطاعت کرنی پڑی کہ یہ بات اُسپر کھل گئی کہ غلہ کی کچھ نمک کے پوری آگے ہیں اگر تقدیر سے یہ بات اُسپر نکلتی تو لڑائی بہت دنوں تک قائم رہتی اسلئے کہ پاس ہروس کے راجاؤں سے امداد و اعانت کی بڑی توقع تھی غرض کہ راجا بہت گرویدہ ہوا اور ایلمچور اور اُسکے پرگنات کے علاوہ بہت سا مال و دولت دینا قبول کیا بعد اُسکے علاوالدین خاندیس سے گذر کر مالوہ کو چلا گیا *

واضح ہو کہ کڑے مانک پور سے دیوگرہ تک سات سو میل کا فاصلہ ہی اور منجملہ اُسکے علاوالدین کے سفر کا بڑا حصہ بندیا چل کے پہاڑوں اور جنگلوں میں واقع ہوتا ہی جہاں سے خاص ہندوستان دکن سے علحدہ ہو جانا ہی حاصل یہ کہ رستوں کی تنگی اور ذخیروں کی کم باری اور پہاڑیوں کی تیوافشانی کے باعث سے ایسی تھوڑی فوج کا گذرنا نہایت دشوار اور بڑے لشکر کا سفر کرنا محتض متحال اور دکن سے چورے چکے اور ہستے رستے ملک میں آٹھ ہزار آدمیوں سے کچھ تھوڑے آدمی زیادہ ساتھ لیکر داخل ہونا کچھ دلادری نہیں بلکہ ایک اندھا دھوندے کا کام معلوم ہوتا ہی *

خطرات مذکورہ بالا سے محفوظ و مامون رہنے اور ایک نئی راہ سے کام نکالنے اور بعد اُسکے اسی راہ سے بہزار دقت و دشواری واپس آنے سے علاوالدین کی دلیری دلادری کا بڑا اثر لوگوں کے دلوں پر ہوتا ہی مگر اس فترہ سے جو اُسنی مشہور کیا کہ میں راج مندیری کے راجا کی نوکری کرنے جاتا ہوں یہ بات صاف واضح ہوتی ہی کہ مسلمانوں کی ابتکائی سیاست کی نسبت دین و مذہب کی باتوں کا پاس و لحاظ اُس زمانہ میں چنداں باقی نہ تھا *

علاوالدین کا واپس آنا ہندوستان کو اور جلال الدین کا قتل کرنا

جلال الدین نے علاوالدین کو مہم مذکورہ بالا کی اجازت دینی تھی چنانچہ جب علاوالدین اڑبھڑ رہا تھا اور خط و کتابت کا انا جانا موقوف تھا تو جلال الدین اُسکی طرف سے نہایت متروک تھا کہ علاوالدین کہاں گیا اور کس ارادہ پر گیا یہاں تک کہ جب جلال الدین کو یہہ خبر لگی کہ وہ مظفر و منصور اور مال و دولت سے مشغول و معمور آتا ہی تو جلال الدین بھولانسمانا تھا اور خروشی کے مارے پھٹا پڑتا تھا مگر جلال الدین کے صلاح کاروں نے جو اُسکی نسبت ہوشیار اور عاقبت اندیش تھے علاوالدین کی بہادری اور دولت مند دی دیکھ کر بادشاہ کو یہہ سمجھایا کہ جب فوج اُسکی غنیمت لیکر منتشر ہو جاوے تو بعد اُسکے علاوالدین کو دوبارہ فوج اکٹھی کرنیکی فرصت دینی مناسب نہیں مگر شرط یہہ ہی کہ یہہ بادشاہ اُسپر نکھلے کہ بادشاہ اُسکی طرف سے سینہ صاف نہیں بادشاہ نے نیک نیتی اور پاک طبیعتی کو کام فرمایا کہ وہ اُسکی طرف سے مستعد نہوا اور علاوالدین کے بڑے ارادوں کا کچھ ہس و پیش نکیا چنانچہ علاوالدین نے بدخواہوں کے لگاؤ بچھاؤ کا اندیشہ اور خود بادشاہ کی ناراضی مہم مذکورہ بالا سے مشہور کی اور تمام لوگوں پر پریشانی اپنی بخوبی چٹائی یہاں تک کہ اُسکے خود اپنے بھائی الغ خان کو جو مثل اُسکے لسان اور بواق اور چابک و چالاک تھا بادشاہ کی خدمت میں اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ بادشاہ کو اُسکی ملنے کی ترغیب ایسی طرح سے دیوے کہ وہ چھڑی سواری تشریف لائیں اور یہہ بات چٹاوے کہ اگر آپ لاؤ لشکر سمیت جاوینگے تو علاوالدین کو اندیشہ ہوگا غرض کہ بادشاہ اُسپر آمادہ ہوا اور تھوڑے لوگوں سمیت کرے مانک پور تک پہونچا اور دریائے گنگ سے تن تنہا اوترا یہاں تک کہ علاوالدین اُسکے قدموں پر گرا اور بادشاہ نے اُسکو چمکار کر پھار کیا اور سادہ مزاجی

سے بہت بڑا اہلا کہکو یہہ ارشاد فرمایا کہ تونے ایسے مہربان چچا کی نسبت ایسا برا خیال کیا جسنے تجھکو پال پوس کر اپنے بیٹوں سے زیادہ عزیز رکھا بادشاہ اس لائق نیاز کی باتوں میں مصروف تھا کہ علاءالدین نے گہائی لوگوں کو اشارہ کیا چنانچہ وہ ظالم آس مظلوم پر ٹوت ہڑے اور اُسکو پاش پاش کیا سترویں رمضان سنہ ۶۹۵ ہجری مطابق انیسویں جولائی سنہ ۱۲۹۵ع کو یہہ حادثہ واقع ہوا بعد اُسکے سر قلم کیا گیا اور نبڑہ کی انی پو چڑھا کر شہر و لشکر کو دیکھایا گیا بعد اُسکے قاتلوں اور صلاح کاروں پر طرح طرح کی بلائیں نازل ہوئیں چنانچہ اُن بلاؤں کے نازل ہونے سے تاریخ فرشتہ والا نہایت خوش ہوکر خوشی اپنی ظاہر کرنا ہی مگر جب کہ ہم یہہ دیکھتے ہیں کہ جسنے حقیقت میں محسن کشی کی اور اپنی ولی نعمت سے بہت بڑی طرح پیش آیا وہ ہمیشہ فیروز مند اور اقبال آور رہا تو اُسکے ملازمان ماتحت کی تباہی خرابی سے بہت سی خوشی حاصل نہیں ہوتی *

جلال الدین سات برس تک بادشاہ رہا اور سنتر برس کی

عمر میں مارا گیا

جلال الدین کی سادہ لوحی کی حکایت

جلال الدین کے عہد سلطنت میں ایک ایسی بات اچھی واقع ہوئی جس سے ایشیا والوں کا سیدھا سا دھارن ایسے زمانہ میں واضح ہوتا ہی جسمیں باطل خیالوں کا کچھہ زور و شور نہ تھا بیان اُسکا یہہ ہی کہ اسید مولانا می ایک فقیر ایران کا رہنے والا جو جہاں دیدہ اور گرم و سرد روزگار چسبیدہ اور اپنے زمانہ کے بڑے بڑے مشہور لوگوں سے واقف و آگاہ تھا اتفاق سے دلی میں وارد ہوا اور اُسنے ایک ایسی خانقاہ بنائی جسمیں درویش اور مسافر لوگ اُتوتے تھے چنانچہ وہ اُنکے کھانے پینے کا کفیل ہوتا تھا اور آپ صرف چانول کھاتا تھا اور چورو بھجرو اور لونڈی غلاموں سے آزاد تھا

مگر خرچ اُسکا اسقدر تھا کہ بڑے سے بڑے دولت مندوں کے مشور و طاقت سے باہر تھا اور علاوہ غریب پروری اور مسافر نوازی کے بڑے بڑے لوگوں کی دعوتیں کرتا تھا اور اڑے وقتوں میں اچھے اچھے خاندان والوں کے کام اتا تھا یہاں تک کہ دو دو تین تین ہزار دیناروں کے دینے میں کچھ عذر و تاہل نہ کرتا تھا اگرچہ بعض بعض باتیں اُسکی اُسکے ساتھ مخصوص تھیں جیسے کہ جماعت کی نماز نہ پڑتا تھا مگر اُسکی خدا پرستی میں کسی قسم کا شک شبہ نہ تھا اور جب اُسکے چال چلن میں کچھ کچھ شبہ ہوئے تو بیدینی کا شبہ نہیں ہوا چنانچہ پہلے پہل اُسکی نسبت یہہ شبہ کیا گیا کہ پاس اُسکے پارس کا پتھر ہی اور دوسرے تہمت یہہ لگائی گئی کہ وہ بادشاہت کا ارادہ رکھتا ہی بلکہ بطور معقول اُسکے ذمہ یہہ الزام لگایا گیا کہ وہ بادشاہ کے قتل کا ارادہ رکھتا ہی اور اس واسطے قاتلوں کو پاس اپنے لگا رکھا ہی اور علاوہ اُنکے دس ہزار مرید اسلئے لگا رکھے ہیں کہ جب بادشاہ کے مارے جانے پر خرابی پیش آوے تو وہ لوگ اپنے کام آویں غرض کہ جب یہہ بات بادشاہ کے کانوں پر پڑی تو بادشاہ چونکا ہوا اور نہایت اندیشہ کیا یہاں تک کہ ایک ایسے آدمی کے کہنے سے جو سید مولا کا خاص خادم اور بڑا متخاص سمجھا جاتا تھا سید مولا کو ہمراہیوں سمیت گرفتار کیا اور جب کہ ایک گواہ کے کہنے سنے سے اُسکو معجز نہ ٹھہرا سکا تو اُسنے شہر کے باہر ایک آگ اسلئے جلوائی کہ آگ میں پڑنے سے جھوٹ سیج اُسکا ظاہر ہو جائیگا بلکہ غالب یہہ ہی کہ خود فقیروں ہی نے یہہ درخواست اُس سے کی ہوگی مگر جب کہ امتحان کا وقت آیا تو وزیروں نے عرض کیا کہ یہہ آزمائش عقل و شرع دونوں کے خلاف ہی چنانچہ بادشاہ اُس امتحان سے باز رہا اور یہہ حکم دیا کہ فقیر متیق رہیں مگر جب کہ اُنکو جیلخانے لیجانے لگے تو چند قلندر قلاوڑیں لیکر ہل پڑے اور سید مولا کو قتل کیا اگرچہ بادشاہ نے کھلم کھلا چشم ابرو سے اشارہ کیا نہ کیا مگر قلندروں سے دیدہ و دانستہ چشم ہوشی

کی سید مولا مرتے دم تک بیگناہی اپنی چٹانا رہا اور آخر کار اُسکی دکھتے کلیجے سے ایسی بدعا دی کہ وہ بادشاہ کی جان پر پڑی بعد اُسکے بادشاہ بہت پریشان ہوا ایک بگولی کے اُٹھنے سے لوگ اندیشہ ناک ہوئی غرض کہ اُس برے کام کا انجام یہ ہوا کہ تھوڑے عرصہ بعد اُسکا بڑا بیٹا مرا اور آپ اپنی جان سے گیا اور ہرے سخت کال ہرے اور منتقم حقیقی نے خوب انتقام لیا *

علاوالدین کی سلطنت کا بیان

جب کہ بادشاہ کی وفات کی خبر دلی کو پہونچی تو اُسکی بی بی نے اپنے شیرخوار بیٹے کو تخت پر بیٹھانا چاہا مگر جب کہ سنہ ۱۲۹۵ع مطابق سنہ ۶۹۵ ہجری میں علاوالدین دلی میں آکر تخت نشین ہوا تو وہ ملتان کو بھاگ گئی جہاں جلال الدین کا منجھلا بیٹا حاکم تھا مگر علاوالدین نے فند و فریب کے ذریعہ سے اونکو ملتان سے نکالا اور دونو بیٹوں کو ٹھکانے لگایا اور اونکی ما کو گرفتار کیا *

اگرچہ علاوالدین نے بجائے خرد محسن کشی کی اور اپنے دلی نعمت سے بڑی طرح پیش آیا مگر لوگوں کی رضامندی بحال کرنے میں بڑی سعی و کوشش بجالایا اور بہت سی محنت اڑتھائی چنانچہ مال اور عزت کے بخشنے اور طرح طرح کی شان شوکت دکھانے میں بہت سی فیاضی برتی اور باوجود اُسکے کہ فیض و فیاضی سے لوگوں کو گرویدہ کرتا تھا مگر غیظ و غضب اور سفاکی بیباکی سے باز نہ رہتا تھا اور خرد کام طبیعت کی روک و تھام پر قابو نہ رکھتا تھا اور یہ ہی باعث تھا کہ وہ پورا پورا عزیز خاطر نہوا اور لوگوں کے دلوں میں خراب اچھی طرح نہپڑتا اور باوجود اُسکے کہ ہرے چاہو جلال اور نہایت زور شور سے سلطنت اُسکی قائم رہی مگر کبھی مفسدوں کے قصیوں اور بغاوتوں کی شاخوں سے پاک صاف نہ رہی بلکہ علاوالدین اپنی خود شر و اقارب سے بھی کھٹکنا دھتا تھا اور اندیشوں کے سارے چین اُسکو نہپڑتا تھا *

علوالدین نے سنہ ۱۲۹۷ ع مطابق سنہ ۶۹۷ ہجری میں پہلے پہل گجرات پر چڑھائی کی چنانچہ ہوری ہوری فتح نصیب ہوئی اور جب کہ شہاب الدین نے اُسکو فتح کیا تھا تو وہ فتح انہوری رہی تھی کہ بعد اُسکے راجہ قابض ہو گیا تھا یہ فتح عظیم اُسکے بھائی الف خاں اور اُسکے وزیر نصرت خاں کی سعی و کوشش سے حاصل ہوئی اور تمام صوبہ پر فوراً قبضہ ہو گیا اور راجہ بگلانہ میں جو دکن کا قریب حصہ ہی بھاگ گیا *

جب کہ فوج اُسکی دلی کو واپس آئی تھی تو فوج سے اُس غنیمت کو بچھو چھین لینے کا ارادہ کیا گیا جو گجرات سے ہاتھ آئی تھی اسپر فوج نے سرکشی کی یہاں تک کہ وزیر کا بھائی اور بادشاہ کا بھتیجا مارا گیا مگر انجام اُسکا یہہ ہوا کہ وہ سرکشی فرو ہوئی اور بہت سے سرکش مارے گئے اور باقی رہے سہے رتہ ہندو والے راجہ کی پناہ میں چلے گئے مگر بھائی بند اُنکے بال و بچہ سمیت مارے گئے اور جو لوگ بھاگ کر گئے تھے وہ تمام نومسلم مغل تھے اُس زمانہ میں چھگڑوں اور فسادوں کے بانی یہہ مغل ہی ہوا کرتے تھے بعد اُسکے جب رنہلدور بھی فتح ہوا تو وہ لوگ بھی قتل ہوئے + *

مغلوں کا ہندوستان پر چڑھنا اور دلی پر شکست کھانا جبکہ پہلے برس مغلوں نے پنجاب پر چڑھائی کی تھی تو اُنکا جان و مالکا بڑا نقصان ہوا تھا اور رفع دفع کر دیئے گئے تھے اور جبکہ بعد اُسکے اب سے کچھ پہلے حملہ کیا تو پھر بھی کامیاب نہ ہوئے مگر بعد اس حملہ کے ایک بہت بڑا + حملہ کیا جو فتح و غنیمت دونوں کے ارادوں سے قائم ہوا تھا اور

+ بابر بادشاہ نے جو باپ کی طرف سے ترک اور ماں کی طرف سے مغل تھا اپنے مغل ملازمین کا یہہ حال لکھا ہی کہ یہہ لوگ طرح طرح کے فسادوں اور غارتگریوں کے ہمیشہ سے بانی مبنائی ہیں چنانچہ پانچ مرتبہ اُنہوں نے سبھ سے بھی بغاوت کی (آرس کائن صاحب کا بابر کے سرگذشت نامہ کا ترجمہ صفحہ ۶۹)

+ کم سے کم ایسے ایسے گیارہ حملے فرشتہ دال نے بیان کیئے مگر اُن حملوں میں منجملہ اُن حالات کے چٹکو قی گنگیز صاحب اور قی ہرنی لاک صاحب اور پیرایس صاحب نے بیان کیا ہی ایک واقعہ کا بھی مذکور نہیں اگرچہ قی ارہ سی صاحب کی کتاب

سپہ سالار اس حملہ کا وہ قتلغ خاں تھا جسکو فرشتہ والہ نے داؤد خاں شاہ مارورامالہہ کا بیٹا بیان کیا ہی غرض کہ وہ سیدھا دلی کو روانہ ہوا اور جو فوج اُسکے مقابلہ کو بھیجی گئی وہ بس پا ہوئی اور قرب و جوار کے باشندے دلی کو بھاگ آئے *

بھاگے ہوئے لوگ اس کثرت سے دلی میں موجود تھے کہ آنے جانے کی راہیں تمام بازاروں میں بند ہو گئیں تھیں اور شہر کے ذخیرے بھی پورے ہو گئے تھے یہاں تک کہ تھوڑے دنوں کے بعد اُنکی ریل پیل سے قحط کے نقشے پورے پورے جم چلے تھے اگرچہ علاوالدین نے لڑنے کا ارادہ نہ کیا تھا مگر ایسے نازک وقت میں اُس بڑے ارادہ کا پورا کرنا مناسب نہ سمجھا

جلد ۴ صفحہ ۵۵۹ میں ایک بڑی فہرست مندرج ہے مگر وہ تاریخ فرشتہ کی سند پر مبنی ہے اور غالب یہ ہے کہ جو مار دھار اور لوت کھسوت اُن دھاروں کی بدولت واقع ہوئی تو اُنکے باعث سے تاریخ ہندوستان کے مورخوں نے مغلوں کے معمولی حملوں کو بہت بڑا سمجھا اور بعض بعض جگہ اور خصوص اس جگہ یورپ کے مورخوں نے کچھ حال اس حملہ کا نہیں لکھا اور شاید کہ باعث اُسکا یہ ہے کہ ایران اور مارورامالہہ کے مغلوں کے حالات سے وہ بخوبی آگاہ نہ ہوئے

تاریخ فرشتہ میں پچھلی مہم کے سپہ سالار کا نام چولدی خاں لکھا ہے اور تولدی خاں ایران کی بادشاہ غازی خاں کا ایک انسر تھا (پرایس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۶۰۵) اُسی بادشاہ کا ایک بڑا سردار قتلغ خاں تھا جو سنہ ۱۲۹۷ع میں ایران میں موجود تھا (پرایس صاحب کی تاریخ جلد ۲ صفحہ ۶۱۶ اور قی گگنیز صاحب کی تاریخ جلد ۳ صفحہ ۲۷۵) اور غارب یہ ہے کہ اُس نے ہندوستان پر چڑھائی کی ہوگی اگرچہ اُس زمانہ کے حالات سے اس مہم کا واقع ہونا گونہ بعید ہی مگر ناموں کی مطابقت کے سوا جس سے ہمارے قیاس میں یہ آتا ہے کہ ایران کے مغلوں نے یہ دھارے کیئے تاریخ فرشتہ میں یہ بیان نہایت مستحکم پایا جاتا ہے کہ خاص اُسکا اور سارے پچھلے دھاروں کا باعث داؤد خاں بادشاہ مارورامالہہ کا تھا جسکو قتلغ خاں کا باپ بیان کیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ داؤد خاں وہ دائیزی یا داوت خاں ہی جسکا حال قی گگنیز صاحب نے اپنی تاریخ کی جلد ۳ صفحہ ۳۱۱ کے حاشیہ میں بیان کیا اور مارورامالہہ کا بادشاہ اُسکو لکھا ہے اور قتلغ خاں ایک نام عام ہے کہ غالباً ایک زمانہ میں دو شخصوں کا نام ہوگا اور اسی ایٹ فرشتہ والے کی راست گوئی پر شک شبہہ کی وجہ سے معلوم نہیں ہوتا

چنانچہ لڑیکا سامان کیا یعنی جہاں تک فوج اکتھی ہوسکی وہاں تک جمع کی اور لڑنے مرنے کے ارادے پر شہر سے باہر نکلا فرشتہ والا لکھتا ہی کہ طرفین کی فوجیں جسقدر جمع ہوئیں تھیں کبھی ہندوستان میں اسقدر افواج ایک مقام پر جمع نہیں ہوئیں *

اس بڑی لڑائی میں علاوالدین کو بڑی فتح نصیب ہوئی اور ظفرخان ایک بڑے سردار کی جانفشانی سے یہہ بات اُسکو ہاتھ آئی اور یہہ بہادر وہ ممتاز افسر تھا کہ علاوالدین اور اُسکا بھائی الغ خاں اُس شہر میدان شجاعت پر رشک و حسد کھاتے تھے اور یہی باعث تھا کہ الغ خاں نے اُس وقت اُسکی امداد نہ کی جب کہ وہ مغلوں کے پیچھے گیا اور جب مغلوں نے تھوڑے سے لوگ اپنے پیچھے دیکھے تو وہ یکبار اُسپر ثروت بڑے اور اُسکو ہمراہیوں سمیت تکرے تکرے کیا مگر یہہ بہادر مارے جانے سے پہلے ایسی شجاعت سے پیش آیا جیسے کہ پہلے پیش آیا تھا *

علاوالدین کے بھتیجے کا تخت حاصل کرنے کے لیے

علاوالدین کو قتل کرنے کے ارادے سے زخمی کرنا اور

کامیاب نہوکر انجام کو خود مارا جانا

جب کہ علاوالدین نے مغلوں سے نجات پائی تو سنہ ۱۲۹۹ ع مطابق سنہ ۶۹۹ ہجری میں اپنے بھائی اور اپنے وزیر کو رنتنہ پور کے † قلعہ پر روانہ کیا چنانچہ وہ جہاں پر قابض ہوئے جو اُس قلعہ کے قریب واقع ہی اور بعد اُسکے خود قلعہ کا محاصرہ کیا مگر محاصرے کے شروع میں وزیر ایک ہتھور کی چوٹ سے مرگیا جسکو غنیم نے کسی کل کے ذریعہ سے پھینکا تھا بعد اُسکے محصوروں نے محاصروں پر دھارا کیا اور ایسی دلداری سے پیش

† یہہ بات یحویٰ دریانت نہیں ہوتی کہ دلی کی سلطنت کے قبض و تصرف سے یہہ مقام کب نکل گیا تھا ہاں یہہ بات ضرور ہی کہ سنہ ۱۲۵۹ ع میں باغیوں نے اُس قلعہ کا محاصرہ کیا تھا مگر دلی کی سپاہ اُسے بمقابلہ پیش آئی چنانچہ قلعہ کو باغیوں سے محفوظ رکھا تھا

آئے کہ محتصر لوگ جہاں کو واپس آئے اور دلی کی مدد کے منتظر بیٹھے اور جب کہ علاء الدین کو یہ خبر پہنچی تو اُس نے آپ ارادہ کیا مگر تھوڑا سفر کیا تھا کہ بحسب اس مثل کے کہ چاہ کن را چادر پیش ایسی ہلا میں پھنسا ہوتا جسکا نمونہ آپ اُس نے قائم کیا تھا تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شاہزادہ سلیمان اُس کے بھتیجے نے جو ایک بڑے پایہ پر پہونچا تھا اپنی بات کو اُس بات کے لگ بھگ پاور جسکی بدولت علاء الدین کو تخت نصیب ہوا تھا یہ سمجھ بوجھ کر کہ جیسا میرے چچا نے اپنے چچا سے کیا اگر میں بھی ویسا ہی کروں تو یہ امر ممکن ہی کہ ویسی ہی کامیابی کو پہونچوں چنانچہ اُس نے یہ عزم مصمم کیا اور ارادہ کے پورے کرنے کا یہ موقع ہاتھ آیا کہ حسب اتفاق ایک مرتبہ بادشاہ اپنے لشکر سے الگ ہو کر شکار میں مصروف تھا اور دو تین آدمی اُس کے ساتھ تھے اور باقی لوگ اپنے کام کاج میں سرگرم تھے غرض کہ یہ شاہزادہ دوا پاکر چند نو مسلم مغلوں کے ساتھ اُس کے پاس آیا اور پہلے اس سے کہ بادشاہ اُس کے بڑے ارادے پر پے لیجاوے مغلوں نے ایسے کڑے تیر اُس کے مارے کہ وہ پتھار کھا کر زمین پر گرا اور جب بیہوش ہو گیا تو سلیمان اس خیال سے کہ کام اُسکا تمام ہوا سیدھا لشکر میں گیا اور بادشاہ کے مارے جانے کا قصہ مشہور کیا اور آپ کو جانشین اُسکا قرار دیا اور لوگوں کو ہدایت کی کہ حسب دستور اُسکی تخت نشینی مشہور کیجاوے غرض کہ یہ سلیمان ادھر تخت پر بیٹھا اور افسروں کے معجزے لئے اور ادھر علاء الدین کو بھی ہوش آئے اور جب کہ اُس کے زخموں کو باندھ کر درست کیا تو اُس نے مقام جہاں میں بھاٹی کے پاس جانا چاہا مگر ایک افسر نے منع کیا اور یہ صلاح اُسکو دی کہ سلیمان کو مستقل حکومت کی فرصت دینی قرین مصلحت نہیں بلکہ آپ کو فرج پر ظاہر کرنا عین صواب ہی اسی لئے کہ وہ فوج ایسی نہیں جو خودمختاری وفاداری سے پیش نہ آئے چنانچہ علاء الدین نے یہ مشورہ پسند کیا اور بارصفا

اسکے کہ زخموں سے چور چور ہو رہا تھا چوں توں اپنے گھوڑے پر سوار ہوا اور فوج کی طرف اپنا گھوڑا اٹھایا حسب اتفاق اُسکو راہ میں گھاس لانے والے ملے چنانچہ بھیڑ بہار اُسکی بانسو سواروں کے قریب قریب شوگٹنی بعد اُسکے ہمراہیوں سمیت ایک ٹہلی پر چڑھا جہاں سے فوج اُسکی خاصی طرح نظر آئی تھی اور فوج والوں کو وہ سپید چھتری دکھائی جو اُس زمانہ میں بادشاہوں کی نشانی سمجھی جانی تھی چوں ہی کہ فوج نے وہ نشانی پہچانی تو تمام فوج اُسکی پاس اُسکے چلی آئی اور سلیمان تنہا رہ گیا سلیمان نے بھاگنا غنیمت سمجھا چنانچہ وہ جان بچا کر بھاگا مگر بدبختی سے پکڑا گیا اور بادشاہ کی خدمت میں سر اُسکا حاضر ہوا بعد اُسکے بادشاہ نے اُسکے شریکوں کو چن چن کر قتل کیا *

جب یہ قصہ طے ہو چکا تو بادشاہ نے اپنے بھائی سے ملنا چاہا چنانچہ وہ وہاں پہونچا اور رنتھنبور کا دربارہ محاصرہ کیا مگر جد و جہد اُسکی فتح کے لئے کافی رافی نہ ہوئی اسی عرصہ میں یہہ پرچہ لگا کہ دو بہتیجے اُسکے بدایوں میں باغی ہو گئے مگر اُسنے اُنکی بغاوت کو ایسا کچھ بڑا نہ سمجھا کہ وہ آپ اُسکا قصد کرے چنانچہ اُس نے اپنے افسروں کے ذریعہ سے اُنکو پست پا کیا اور چوں ہی کہ وہ باغی بہتیجے حاضر کیئے گئے تو پہلے اُنکی آنکھیں نکلوائی گئیں اور بعد اُسکے جان سے مارے گئے باوجود اس بات کے کہ ان مفسدوں کو کامیابی حاصل نہ ہوئی مگر پھر بھی ایک بڑا فساد برپا ہوا بیان اُسکا یہہ ہی کہ حاجی مولا نامی ایک عمدہ خاندان دلی کے غلام نے یہہ ستم ڈھایا کہ بازاری لوگوں کو کوتوال شہر سے ناراض پاکر ایک گردہ اکٹھا کیا اور کوتوال کو جان سے مارا اور تمام لوگوں میں یہہ بات اوزائی کہ بادشاہ کا حکم اُسکے قتل کے مقدمہ میں خاص میرے نام پر صادر ہوا غرض کہ رفتہ رفتہ شہر پر قبضہ و تصرف کرنا شروع کیا چنانچہ قیدیوں کو قید سے چھوڑا اور بادشاہی خزانہ اور ہتھیار اپنے رفیقوں کو دے لیکر برابر کیئے اور ایک شاہزادہ کو تخت پر بٹھایا مگر یہہ

اشوب ایک افسر کی حسن تدبیر سے فرو ہوا یعنی وہ سردار ایک حکمت سے کسیقدر فوج سمیت دلی میں داخل ہو گیا اور مغسروں کو تتر بتر کیا یہاں تک کہ حاجی مولا اور نئے بادشاہ کو گردن مارا بعد اُسکے بہت سے لوگ بادشاہ کے حکم سے مارے گئے اور حاجی مولا کی بدولت اُسکے آقا کے گھرانے کی اینٹ سے اینٹ بجائی گئی اور بیگناہ قتل ہوئے *

غرض کہ سنہ ۱۳۰۰ ع مطابق سنہ ۷۰۰ ہجری میں رتھنپور ایک برس کے محتصرے پر فتنہ ہوا اور تمام محتصر اور راجہ اپنے خاندان سمیت قتل ہوئے بعد اُسکے سنہ ۱۳۰۳ ع مطابق سنہ ۷۰۳ ہجری میں خود علاوالدین اپنے زور و بل پر چتر گتہ پر چڑھ گیا جو میواڑ میں بڑا مشہور قلعہ اور سوسودیہ راجپوتوں کی بڑی ریاستگاہ ہی چنانچہ اُسکو توڑا پھوڑا اور راجہ کو پکڑا چکڑا اور اپنے بڑے بیٹے کو وہاں کا حاکم مقرر کیا مگر دوسرے برس وہ راجہ قید سے بھاگا اور بھاگ کر اُس نے ایسا شور مچایا کہ علاوالدین نے بہت سوچ بچار کر وہ قلعہ راجہ مالدیو کو حوالہ کیا جو بیان فرشتہ کے بموجب بھگورے راجہ کا بھتیجا تھا مگر راجپوت لوگ اُسکو دوسرے خاندان کا بتاتے تھے چنانچہ مالدیو علاوالدین کی اخیر سلطنت کے قریب تک دلی کا باج گزار رہا مگر بعد اُسکے ہمیر دیو + پہلے راجہ کے بیٹے نے اُسکو قلعہ سے خارج کیا *

مغلوں کے دھاووں کا بیان

جب کہ مغلوں نے دلی پر ہر نیا دھاوا کیا تو علاوالدین کو مہمات مذکورہ بالا کا چھوڑنا پڑا اور اس لئے کہ فوج اُسکی جابجا متفرق ہونے سے بہت تھوڑی رہ گئی تھی تو وہ دلی میں ایسی طرح پہنچا کہ غنیم کا مقابلہ سرسیدان نکوسکا اور کام ناکام مورچہ بندی پر مجبور ہوا *

مگر جو کہ مغلوں کے پاس ایسا ساز و سامان نہ تھا کہ ایک عرصہ دراز تک دلی کا محتصر کرتے تو وہ پیچھے ہٹانوں لوٹ گئے اور کسیکی

+ اس خاندان کی اولاد میں اودے پور کا راجہ ہی جو حال کے راجپوت راجاؤں میں اول درجہ کا راجہ ہی

نکسیر بھی نہ پھوٹی اور اس بڑی بلا کے تل جانے کو اُس ہیبت حق سے نسبت کیا جو نظام الدین اُس وقت کے بڑے اولیا کی دعا سے مغلوں کے داروں پر مسلط و غالب ہوئی تھی *

بعد اُسکے سنہ ۱۳۰۲ اور سنہ ۱۳۰۵ ع مطابق سنہ ۷۰۳ اور سنہ ۷۰۵ ہجری میں مغلوں کے اور تین دھارے ہوئے منجملہ اُنکے ایک حملہ والے شمال پنجاب کی راہ سے روہیلکھنڈ میں داخل ہوئے تھے *

ان حملوں میں جو مغل ہکڑے جاتے تھے تو سردار اُنکے ہاتھی کے پانوں میں ڈالے جاتے تھے اور باقی سپاہی بڑی طرح سے قتل ہوتے تھے † * بعد ان تین حملوں کے بہت دنوں تک مغلوں نے سو نہ اُٹھایا اور دلی اُنکے حملوں سے محفوظ رہی *

دکن کی مہمات کا بیان

جب سے کہ علاؤ الدین تخت پر بیٹھا اور دن رات مہموں میں مصروف رہتا تھا تو التفات اُسکا دکن کی جانب مائل نہ تھا مگر باوصف اسکے اُس مقام کو نہ بھولا تھا جہاں اُسنے ابتدائے شباب میں بڑے بڑے کارنامیاں کیئے تھے اور جب کہ سنہ ۱۳۰۳ ع مطابق سنہ ۷۰۳ ہجری میں چتور گڑھ پر اُس نے چڑھائی کی تھی تو ایک فوج اپنی مار دھار کے لیئے بنگال کی راہ سے مقام ورنگل دار السلطنت تلنگ پر دھارا کرنیکو بھیجی تھی جو دریائے گوداوری کے جنوب میں واقع ہی اور آپ اُس نے دیو گڑھ کے راجہ کو دباننا چاہا جسنے باج گزاری موقوف کی تھی چنانچہ ایک بڑی فوج اُس نے اکٹھی کی اور ملک کافور کو سپہ سالار اُسکا بنایا یہہ کافور ایک خواجه سرا تھا جو خلیج کم بوجا کے کسی سوداگر کا غلام تھا اور فتح گجرات کے وقتوں میں بچہ و اکراہ اُسکو اُسکے مولا کے ہاتوں سے چھینا چھپتا تھا چنانچہ جب وہ بادشاہ کے سامنے آیا تو بادشاہ کے جی کو بہایا اور ایسا اُسکی آنکھوں میں کہپ گیا کہ اُسکی بدولت بڑے بڑے

† فرشتہ والے نے بیان کیا ہی کہ ایک جگہ نو ہزار مغل مارے گئے

مرہٹوں کو پہونچا اور جوں ہی کہ خواجہ سرانی کی حالت سے ایسی عمدہ حالت ہو پہونچا تو بڑے بڑے افسروں کی آنکھوں میں کھٹکنے لگا غرض کہ سنہ ۱۳۰۶ ع مطابق سنہ ۷۰۶ ہجری میں کافر مالوہ میں سے گذرا اور سلطان پور واقع خاندیس کی راہ سے دیوگرہ پر پہونچا اور محاصرہ سے پہلے پہلے مرہٹوں کے ملک کو تاخت تاراج کیا یہاں تک کہ مالدیو کے دل پر ایسا کچھہ رعب اُسکا بیٹھا کہ متاثرہ نکر سکا اور بے تحاشا کانور کے پاس چلا آیا اور دلی چاہیکا اقرار کیا چنانچہ ہمراہ اُسکے دلی میں داخل ہوا اور علاء الدین بھی اُس سے ایسا پیش آیا کہ بڑی عزت لیکر واپس گیا اور بعد اُسکے ہمیشہ مسلمانوں کا مطیع و مستحکم رہا اس مہم کے زمانہ میں ایک ایسی بات وقوع میں آئی کہ وہ کہنے سننے اور لکھنے پڑھنے کے شایان و سزاوار ہی بیان اُسکا یہہ ہی کہ الغ خاں حاتم گجرات کو یہہ تاکید کی حکم تھا کہ وہ فوج اپنی لیکو کانور کا مدد و معاون ہورے اور کمال شتابی سے دیوگرہ پر پہونچے حسب اتفاق اُسکے راہ میں بکلائے کی گڑھی پڑتی تھی جہاں گجرات کا راجہ جان بچائے پڑا تھا جوں ہی کہ یہہ خبر کولادیی کو پہونچتی جو والی گجرات کی کہی بی بی تھی اور گجرات کی فتح میں پکڑی گئی تھی اور علاء الدین کے مستحکم میں داخل ہوئی تھی اور خوبصورتی اور پاک سیرتی کی بدولت بادشاہ کی جی جان تھی تو اُسنے بادشاہ کی منبت خوشامد کر کے یہہ درخواست اپنی پیش کی کہ حضور کی بدولت میری بیٹی دیولدیہی جو میرے آنکھوں کی جوت اور کلیجے کی ٹھنڈک ہی اور بھگورے راجہ کے ہاتھوں میں پڑی ہوئی ہی لونڈی تک پہونچے چنانچہ بادشاہ نے الغ خاں کو کمال تاکید سے لکھا کہ دیولدیہی کے ہم پہونچانے میں جی جان سے کوشش کرے غرض کہ الغ خاں نے دیولدیہی کے لالچ سے وہ معتزل شرطیں پیش کیں جو راجہ کے حق میں نہایت مفید اور نافع تھیں اور طرح طرح سے دیولدیہی کے حوالہ کرنے میں ترغیب و تحریص اُسکو دیتا رہا

مگر جبکہ راجہ نے بات اُسکی نمائی تو الغ خاں نے اُسپر چڑھائی کہی یہ دیول دیبی وہ رانی تھی جسکا رام دیو کا بیٹا مدحت سے خراسنگار تھا اور کمال آرزو رکھتا تھا مگر دیول دیبی کا باپ اُسکی درخواست اس لیے قبول نہ کرتا تھا کہ اگرچہ رام دیو اپنی قدر و منزلت میں بڑا معزز تھا مگر ذات کا مرہٹا تھا چنانچہ وہ اُسکو ننگ و عار اپنی سمجھتا تھا کہ راجپوت کی بیٹی مرہٹے کو بیاہی جاوے مگر کام ناکام اس آڑے وقت میں راضی ہوا اور تھوڑی فوج کے ساتھ اُسکو دیو گڑھ کو روانہ کیا بعد اُسکے جب وہ باپ سے براہِ جدہ ہوئی تو الغ خاں نے اُسکے باپ کو شکستیں دیکر اُسکی فوج کو پریشان کیا مگر جب کہ الغ خاں کو یہ امر دریافت ہوا کہ دیول دیبی قابو سے نکل گئی تو راجہ کے شکست کھانے سے چنداں راضی نہوا اور کولادیبی کے رعب داب اور بادشاہ کے ملال و عتاب کا اندیشہ کر کے تمام التماس یہنا اُس کام کے پورے کرنے پر مائل کیا جو کولادیبی اور بادشاہ کے دلون میں دلنشیں تھا مگر جد و جہد اُسکی ضایع گئی اور مطلب پورا نہوا یہاں تک کہ دیو گڑھ ایک منزل رہ گیا اور دیول دیبی کا کچھ پتا نہ لگا اسی عرصہ میں کچھ لوگ اُسکی فوج کے ایلوڑہ کے غاروں کو دیکھتے بھالتے پھرتے تھے کہ دیول دیبی کے ہمراہیوں سے وہاں دو چار ہوئے اور جاں بچانے کی ضرورت سے بمقابلہ پیش آئے چنانچہ انہوں نے دیول دیبی کے ہمراہیوں کو مارگو بھگایا اور پہلے اس سے کہ دولت غیر متوقعہ کے حصول پر آگاہی حاصل ہووے دیول دیبی پر قبضہ کیا غرض کہ الغ خاں اس بڑی غنیمت سے نہایت ہشاش بشاش ہوا اور اُس بھاری رقم کو ساتھ اپنے لیکر بادشاہ کی ملازمت کا ارادہ کیا چنانچہ بادشاہ کی ملازمت سے مشرف ہوا اور جبکہ دیول دیبی دولت خانہ میں داخل ہوئی تو بادشاہ کا بیٹا خضر خاں یک لخت اُسپر مائل ہوا اور ایسا شیفٹہ فریفتہ ہو گیا کہ تھوڑے دنوں بعد اُسکی شادی اُسکے ساتھ ہو گئی اور عشق و محبت کی نوبت یہاں تک پہونچی کہ امیر خسرو دہلوی نے ایک مشہور انیکے عشق و محبت

میں تصنیف کی جو نہایت مشہور و معروف ہی *
یہ داستان اس لیئے بیان کے قابل ہی کہ اُسکے دیکھنے سننے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہی کہ اُس زمانہ سے ہندو مسلمانوں میں میل جول ہونے لگا تھا اور ایلورہ کے غاروں کا حال بھی اُس سے منکشف ہوتا ہی جو سعی و محنت کی رو سے مصر کے میلاروں کی برابر سمجھے گئی ہیں مگر حقیقت یہ ہی کہ فن و صنعت میں اُن مہیناروں سے فائق ہیں *
اس مہم کے زمانہ میں جو کافور کی سعی و کوشش سے ہوئی ہوئی بخود بادشاہ نے جہالور اور سیوانہ کو فتح کیا جو مازوار میں گجرات کے شمال میں آباد شہر ہیں *

مہم تلنگ کی ناکامی کا بیان

فرشتہ والا بیان کرتا ہی کہ جب سنہ ۱۳۰۹ ع مطابق سنہ ۷۰۹ھ ہجری میں کافور واپس آیا تو مہم تلنگ کی ناکامی کی خبر بادشاہ کو پہونچی مگر وہ پہلے ہی ایسی بری چال چلا تھا کہ اس مہم کے سر کرنے کو فوج بنگال سے ایسی راہ سے بھیجی تھی جس راہ سے کوئی نگیانہا اور علاوہ اُسکے اُسکی روانگی کے لیئے ادریسہ کے راجہ نے بھی بہت مہنت سماجت کی تھی جو ہمسایہ کی زور قوت کو دیکھ دیکھ اپنے جی جی میں جانتا تھا † مگر یہ بیان نہیں کیا گیا کہ یہ مہم کس باعث سے اوچھی پڑی اور کیا سبب پیش آیا کہ اتنے دنوں تک قائم رہی بعد اُسکے جان و مال کا نقصان پورا کرنا چاہا اور پورے کرنے کے لیئے کافور کو روانہ کیا چنانچہ کافور دیو گڑہ کی راہ سے روانہ ہوا اور شمال تلنگ کو تاخت تاراج کیا یہاں تک کہ اُسنے عین میدان میں دشمنوں پر فتح پائی اور کئی مہینے تک ورنگل کے مضبوط قلعہ کو گھیر رکھا اور اخیر کو فتح کیا اور اُسپر قابض و متصرف ہوا اور راجہ کو بہت سے روپیہ دینے اور ہمیشہ خراج و باج ادا کرنے پر مجبور کیا *

† راسن صاحب کا دیباچہ فرہستہ مکنزی کا صفحہ ۱۳۲ اور درنگل کے ملک کا حال پہلے بیان ہو چکا

کرناتک اور ملیوار سے راس کماري تک فتح ہونا

دوسرے برس یعنی سنہ ۱۳۱۰ ع مطابق ۷۱۰ ہجری میں ملک کافور کو کرناتک کے راجہ بلال دیو کے مقابلہ پر روانہ کیا چنانچہ وہ دیو گڑ کی راہ سے چلتا ہوا اور مقام پتن دریا کے گرد دیو کے کنارے دیوہ قلعے اور بہت بڑی لڑائی لڑ کر دھور سمندر کی دارالسلطنت تک پہنچا یہاں تک کہ اُسکو بھی فتح کر کے راجہ کو اس پر پنجہ بلا کیا اور بلال دیو کے خاندان کو اختتام دیا *

یہ بات دریافت نہیں ہوتی کہ ملک کافور نے بلال دیو کی سلطنت کے مغربی حصہ پر بھی حملہ کیا یا نہیں کیا مگر یہ بات صاف ہی کہ اُس نے اُسکے مشرقی حصہ کو بالکل فتح کیا جس میں معبر اور رامیشور جسکو آدم کاپل بھی کہتے ہیں اور لنکا کے سامنے واقع ہی شامل تھا اور وہاں اُس نے ایک مسجد بنائی جو کی فرشتہ والے کے زمانہ تک بھی موجود تھی

† ہماری کتاب کے چوتھے حصہ کے دوسرے باب کو دیکھنا چاہیئے
 ‡ واسن صاحب کا دیباچہ مجموعہ مکتوزی صاحب کا صفحہ ۱۱۳ دھور سمندر کرناتک کے بیچا بیچ میں سرنگا پاتم کے شمال و مشرق سے سو میل کے فاصلہ پر واقع تھا (بکائن صاحب کا سیاحت نامہ جلد ۳ صفحہ ۳۹۱)
 § برگر صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ۱ صفحہ ۳۷۳ معبر یعنی کھات اوترنے کا جسکو ملیرار عموماً سمجھا گیا ہی اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ درنوں باتوں میں کوئی مشابہت ہی علاوہ اُسکے عرب کے لحاظ سے ملیرار ایسی جگہ واقع ہی کہ وہ آنے جانے کا گھاٹ سمجھا جاتا ہی مگر اس بات میں کچھ شک شبہ نہیں کہ یہ نام ہندوستان کے اُس مغربی کنارے کا ہی جو رامیشور سے شمال کی طرف پھیلا ہوا ہی (مارستون صاحب کے ترجمہ تاریخ مارکو پولو صفحہ ۶۲۶ کا حاشیہ) ولسن صاحب کے دیباچہ مجموعہ مکتوزی جلد ۱ صفحہ ۱۱۱ کے ملاحظہ سے دریافت ہوتا ہی کہ بلال دیو کی سلطنت میں وجہ مذکورہ بالا معبر بھی شامل تھا اور بیس بیس برس چودھویں صدی کے درمیان تک دلی کی سلطنت میں داخل رہا اور قریب اُس زمانہ کے جب ابن بطوتہ لنکا سے اتر کر معبر میں داخل ہوا تو اُسکو ان مسلمانوں کے قبضہ میں پایا جنہوں نے تھوڑے عرصہ پہلے اُسکو اس طرح حاصل کیا تھا کہ سید جلال الدین حسن مورث لنکا جو متعدد تغلق بادشاہ کی رعیت تھا بادشاہ سے باغی ہو گیا تھا چنانچہ فرشتہ والے نے بھی اُسکی بغاوت بیان کی ہی (برگر صاحب کا

بعد اس مہم کے کانور دلی کو واپس آیا اور بہت سا خزانہ اپنے ساتھ لایا * †

نو مسلم مغلوں کے قتل کا بیان

معلوم ہوتا ہے کہ اسی زمانہ کے قریب ان مغلوں کو بادشاہ نے اپنی ملازمت سے یکپلم موقوف کیا جو نئے مسلمان ہو گئے تھے اگرچہ مغل لوگ اپنی اصل طبیعت میں فتنہ خیز اور فساد انگیز تھے مگر بحسب ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسی ہیبتنا حرکت نہ کی ہوگی کہ بادشاہ نے اُسکی عیوض میں ایسی ہی تدبیر تجویز کی کہ وہ ملازمت سے موقوف کیئے گئے غرض کہ جب مغل مایوس ہوئے تو بعض بعض مغلوں نے بادشاہ کے ماراقتے کا ارادہ کیا اور جب وہ تدبیر پکڑی گئی تو بادشاہ نے تمام مغلوں کے قتل و تمع کا حکم دیا چنانچہ سارے مغل مارے گئے جو فرشتہ والے کے بیان کے موافق پندرہ ہزار آدمی تھے اور خاندان اُنکے لونی غلام بنائے گئے *

دیوگرہ اور مہاراشترا کی فتح کا بیان

کانور کی پچھلی مہم سے پہلے یا اُسکے زمانہ میں دیوگرہ کا راجہ

ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ۱ صفحہ ۴۲۳) یہ بات غالب نہیں کہ کانور نے ہلال دیو کے مغربی حصہ کو بھی فتح کیا اس لیے کہ ولکسن صاحب کی تاریخ میسرور سے دریافت ہوتا ہے کہ ہلال دیو کے راجاندان کا بقیہ مقام تونر واقع قریب سرنگا پاتم میں چلا گیا اور اُسے بتوتانے ملہوار کو جہاں وہ معیور کر آتے جاتے گذرا ہندو راجازوں کے قبضہ و تصرف میں پایا مگر ہونوار مستثنیٰ تھا جسکو ایک مسلمان کے قبضہ میں دیکھا جو ایک ہندو راجہ کا مطیع تھا اور غلام الدین کے حملوں سے کئی برس پہلے دین اسلام کا ملک ملہوار میں عرب کی بدولت پھیل گیا تھا مگر جیلر فاک کے زمانہ تک جسٹے دکن کو فتح کیا تھا زور شور اسلام کا ڈھوا تھا *

† فرشتہ والے نے بیان کیا کہ ملک کرناتک میں چاندی کا سکہ اُن دنوں جاری نہیں تھا اور برکٹ صاحب بیان کرتے ہیں کہ یہ بات ایک عرصہ دراز تک جاری رہی بلکہ عام سکہ وہاں کا پکا تھا اور ایک چھوٹا سکہ اور تھا جو سورنے کی چوڑی تھی اور اُسکو فم کہتے تھے

رام دیو ہو گیا تھا اور اُسکا بیٹا جانشین اُسکا ہوا تھا مگر بغاوت کا اشتباہ اُسکی نسبت پہلے سے چلا اٹا تھا چنانچہ انجام کو وہ حقیقت میں باغی ہو گیا اور پیسہ دینا موقوف کیا علاوہ اُسکے چند فساد ایسے ہی ایسے کرناٹک میں بھی برپا ہوئے چنانچہ کافور اُنکی رفع دفع کے واسطے سنہ ۱۳۱۲ ع مطابق سنہ ۷۱۲ ہجری میں روانہ ہوا غرض کہ اُسنے دیوگڑھ کے راجہ کو قتل کیا اور تمام مہارشترا اور کرناٹک پر چڑھائی کی اور بعد اُسکے جن راجاؤں نے خراج دینا قبول کیا ملک اُنکا انہیں کے قبضہ و تصرف میں چھوڑا اور تمام کار و باروں سے بخوبی فرصت پا کر دلی کو واپس آیا :

کافور کی سازشوں اور دبیہوں کا بیان

عیاشیوں کی مارمار سے بہت دنوں کے بعد علاؤالدین نہایت ناتوان اور لاغر ہو گیا چنانچہ پہلے زمانہ کی نسبت بیماری کے مارے مزاج اُسکا ایسا خراب اور دھمی ہو گیا تھا کہ بات کی سہار نہی تھی اور مانند اُن لوگوں کی جو کسیکی بات کا اعتبار و یقین نہیں کرتے باگ اُسکی کافور کے ہاتھ میں تھی جو نہایت مکار و دغا باز تھا اور جیسا کہ وہ لائق و ذائق تھا ویسا ہی عادتوں کا برا تھا چنانچہ اُس نے رعب داب اپنا اُن لوگوں کی تخریب و بربادی میں صرف کیا جنکو وہ یہ سمجھا تھا کہ بادشاہ کے لطف و عنایت میں میرے حریف ہو جاویں گے اور بعد اُسکے بادشاہ کو اُسکے جو رو بچوں سے برہم کیا اور خاص بی بی کی جانب سے اسلئے بھر دیا کہ وہ باپ بیٹوں کے بیچ میں نہ پڑے چنانچہ پہلے پہل اُسنے بادشاہ کو یہ بات سوچوائی کہ اُنہوں نے بیماری میں آپکی خبر نہ لی اور آپکو نہایت خفیف سمجھا اور بعد اُسکے یہ کانوں میں پھونکی کہ وہ حضور کی جان کے خواہاں ہیں مگر معلوم ہوتا ہی کہ علاؤالدین اگرچہ سخت و سنگدل تھا مگر اپنی آل اولاد سے محبت رکھتا تھا کافور کے کہنے پر فوراً پھرت نہ پیچھا مگر مرنے سے تھوڑے دنوں پہلے کافور کا جوڑ چل گیا

کہ اُس نے دونوں بڑے بیٹوں کو اُنکی ماں سمیت متہین کرادیا اور اسی زمانہ میں کافور نے الغ خاں شاہم گجرات کے قتل کا حکم حاصل کیا جسکے زور و قوت کا اندیشہ کرتا تھا اور بادشاہ کے مروجانے پر تصرف حکومت کا مانع مزاحم سمجھتا تھا *

گجرات کی بغاوت اور چتور گڑ کے نکل جانیکا بیان

جب کہ بادشاہ کے مزاج پر کافور ایسا بھاری ہو گیا کہ جو کچھ وہ کہتا تھا بادشاہ اُسکو بے سمجھے بوجھے مانتا تھا اور علاوہ اسیکے کڑے کڑے احکام بھی صادر ہونے لگے تو تمام لوگ ناراض ہو گئے اور ساری قلعہ و دیوار ناراضی پھیل گئی چنانچہ درباری لوگ سخت متنفذ ہوئے اور گجرات والے کھلم کھلا باغی ہو گئے اور رانا سمیر نے چتور گڑ پر قبضہ کیا اور رام دیو کے داماد ہوبال دیو نے دکن میں بڑا شور مچایا چنانچہ بہت سے مقاموں سے مسلمانوں کو خارج کیا *

علاء الدین کی وفات اور اُسکی ملکی تدبیروں کا بیان

جب کہ یہ ایسی متوحش خبریں بادشاہ کے کانوں پڑیں تو رنج و الم کے مارے جینے سے دور اور مرنے سے نزدیک ہو گیا ستنے ہیں کہ کافور نے اُسکو زہر دیا اور بہت جلد اختتام پر پہونچایا *

ظالم بادشاہوں کے زور و اقبال کو ایسا اثر ہوتا ہی کہ اگرچہ علاء الدین محض ناخواندہ اور خود کام خود پرست اور ستمگار ناخدا قریں تھا مگر فتوحات اُسکی ایسی بڑی بڑی تھیں کہ ہلاک ہندوستان میں کسی بادشاہ والا جاہ کو اب تک نصیب نہیں ہوئی اور بارہ صفت سخت احکاموں کے انتظام اُسکا ایسا ہی کامیاب ہوا جیسیکہ فتوحات اُسکی کامیاب ہوئیں چنانچہ تمام صوبوں میں امن چین رہا اور دولت کو بڑی ترقی رہی اور وہ ترقی خاص سرکاری عمارتوں اور نیز رعایا کے مکانات اور عیاشیوں میں ظاہر ہوئی سنا ہی کہ علاء الدین ایسا جاہل تھا کہ تخت نشینی کے بعد اُسنے کچھ

کچھ پہنا شروع کیا تھا اور بارہا اس کے ایسا مغرور خود دوست تھا کہ
 بڑے بڑے تجربہ کار وزیروں کو اپنے خلاف پر بولنے نہ دیتا تھا اور جو عالم فاعل
 اُسکی خدمت میں حاضر ہوتے تھے تو وہ اس بات کا لحاظ رکھتے تھے کہ اُسکی تحصیل
 اُسکی تحصیل سے زیادہ ظاہر ہونے نہ پڑے اور یہ غرور اُسکی جوانی کے ساتھ
 نکلا تھا بلکہ پورے میں یہ حال آسکا ہو گیا تھا کہ جو بول اُس کے منہ سے
 نکلتا تھا وہی بالا رہتا تھا اقبال و دربار کے آغاز میں نبوت کے دعوے اور
 نئے دین کی طرح کا ارادہ کیا مگر جب کہ یہ بات سن کر تو سکندر ثانی
 کا خطاب آپ کو دیا اور ایک عام جلسہ میں تمام دنیا کی فتح و ظفر
 کی تدبیر پر گفتگو پیش کی اُسکی تدبیر مملکت اور اُسکی عہد سلطنت
 کی بعضی بعضی عجیب حکایتیں تاریخ میں موجود ہیں چنانچہ
 جس زمانہ میں اُس کے قتل پر بہت سی سازشیں باہم ہوئیں اور اُن کے
 باعث سے گونہ تشویش بھی اُس کو حاصل ہوئی تو اُس نے اپنے مشیروں کو
 جمع کیا اور علاج اُن سازشوں کا چاہا اور اسباب اُن کے دریافت کیئے چنانچہ
 مشیروں نے تین سبب تجویز کیئے ایک یہ کہ پوشیدہ پرشیدہ صحبتیں
 ہوتی ہیں جہاں لوگ اپنے اپنے ارادوں کو ایک دوسرے پر چھپ چھپ کر
 ظاہر کرتے ہیں اور دوسرے یہ کہ بڑے بڑے امیروں میں واسطہ علاقہ
 صحبت کا ہی اور خصوص اس علاقہ جو رشتہ ناتے سے پیدا ہوتا ہی
 اور دوسرے یہ کہ سارے لوگوں میں جائدادوں کی تقسیم برابر نہیں اور
 صوبجات کے حاکم بہت سی دربارت جمع کرتے ہیں غرض کہ بادشاہ نے یہ
 تیغوں ہاتھیں پسند کیں اور بعد اُس کے یہ مہمات جاری کی کہ کوئی آدمی
 شراب نہ پیئے پاورے اور لکی چھوٹی مجلسیں نہوا کر اور درباری امیروں
 میں ملکی بحثیں پیش نہ ہوویں غرض کہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ
 بلا اجازت تحریری وزیر کے ایک دوست ایک دوست کی دعوت نہوسکتا
 تھا اور درباری امیروں میں کوئی بیباہ شادی وزیر کی بلا اجازت نہوسکتی
 تھی اور ہر کاشکار کے لئے زمین اور مریشی اور ہالی کے میروں کی تعداد معین

کی گئی کہ اُس سے زیادہ کوئی اور رکھنے نہ پاتا تھا اور ایسے ہی چرواہوں کے واسطے بھی چرائی اور روز کی تعداد مقرر ہوئی اور بھدوں کی تنخواہوں میں تخفیف عمل میں آئی اور اراضیات کا محصول زیادہ کیا گیا اور نہایت جبر و قہر سے وصول ہوا کیا بلکہ آخر کار ایسا حربہ ہو گیا کہ ہندو مسلمانوں کی جائدادیں یکتلم یہاں تک ضبط کیں کہ فقیر امیر سب برابر ہو گئی * †

منجملہ اُسکے ملکی تدبیروں کی ایک یہ تدبیر بھی تھی کہ تمام چیزوں کا نرخ مقرر کیا اور ساری وجہ اُسکی یہ تھی کہ اُسکو تنخواہ فوج کی تخفیف منظور ہوئی اور یہ خیال کیا کہ جب تک اوقات بسری بہت تھوڑے خرچ سے نہوگی تب تک تخفیف تنخواہ قرین انصاف نہوگی چنانچہ غلہ اور مویشی اور گھوڑوں غرض کہ تمام چیزوں کی قیمتیں قرار دی ‡ گئیں مگر محنت مزدوری کو مستثنیٰ کیا اور سرکاری غلے خانہ بنائے گئے اور بیگانہ ملکوں سے تمام چیزوں کے لانے پر لوگ آمادہ کیئے گئے اور اسی غرض سے سرداگر لوگوں کو پیشگی روپیہ دیئے گئے اور باہر لیجانے پر سخت ممانعت کی گئی بلکہ تھوک لینے کے لیئے بھی اجازت نہ دی گئی اور دکانوں کے کھلنے اور بند ہونیکے لیئے وقت مقرر ہوئے باقی احکامات مذکورہ کی تعمیل اسلیئے بخوبی ہوتی رہی کہ روز روز بادشاہ کو پرچی لگتے تھے اور جاسوس اور مستخبر جگہ جگہ مقرر تھے *

احکامات مذکورہ کے بعد ایک کال ایسا پڑا کہ اُن حکموں کی تعمیل میں جو خاص غلہ سے متعلق تھے اغماض ہوتا گیا اور باقی احکامات

† اس بیان کو جسکے اخیر لفظ تاریخ فرشتہ سے لیئے گئے تاریخ فرشتہ کے اس بیان سے کہ تمام ملک آباد اور شاہ اور دولت مند تھا موافق کرنا بہت دشوار ہی مگر غالب یہ ہی کہ یہ خراب حال اُسکی آخر سلطنت سے متعلق ہی
‡ تاریخ فرشتہ میں اشیاء مذکورہ کی قیمتوں کے نقشہ مذکور ہیں اور جو سکے کہ اسمیں مرقوم ہیں اگر اُنکی قیمت دریافت ہو جاوے تو نہایت دلچسپ ہیں

اُسکے اگرچہ دوسرے بادشاہ تک جاری سارے رہے مگر جب کہ وہ بادشاہ انکی طرف سے ٹھنڈا ہوا تو وہ پورے پورے قائم نہ رہے *

علاوالدین کا یہ مسئلہ تھا کہ دین و مذہب کو حکم دانی سے کچھ واسطہ علاقہ نہیں بلکہ وہ گھر کی باتیں اور دل بہلانے کے چوچلے ہیں اور دوسرا قول اُسکا یہ تھا کہ ایک دانا بادشاہ کی مرضی ایسے گروہوں کی راے سے بہتر ہی جو آپس میں موافق و متفق ہوں *

یہ بادشاہ ۱۹ دسمبر سنہ ۱۳۱۶ع مطابق ششم شوال سنہ ۷۱۶ ہجری میں بیس برس بادشاہت کر کے جہاں فانی کو چھوڑ گیا *

مبارک شاہ خلجی کی سلطنت کا بیان

جب کہ علاوالدین مرگیا تو کافور نے ایک جھوٹا یعنی جعلی نوشتہ اُسکا پیش کیا مضمون اُسکا یہ تھا کہ اُس نے شہاب الدین اپنے چھوٹے بیٹے کو بے ہوشی کافور اپنا ولیعهد قرار دیا غرض کہ کافور نے اس بہانہ سے سلطنت پر قبضہ کیا اور خضر خاں اور شادی خاں بادشاہ کے نور چشموں کو اندھا کرایا اور مبارک شاہ تیسری بیٹی کے قتل کا ارادہ کیا چنانچہ اُس نے چند آدمی اُسکے فکر میں بھیجے مگر مبارک شاہ نے اُن لوگوں کو کچھ لی دیکر راضی کیا اور جوں توں کر کے جان اپنی بچائی اور پہلے اس سے کہ کافور کو کسی اور تدبیر کی فرصت ہاتھ آوے بادشاہی بھرہ والوں نے اُسکو قتل کیا *

بعد اُسکے مبارک شاہ کو فی الفور حکومت ہی نصیب ہوئی اور دو مہینے تک چپ چاپ بیٹھا رہا مگر بعد اُسکے چھوٹے بھائی شیروخوار کو اندھا کیا اور ایک پہاڑی قلعہ میں عمر بھر مقید رکھا اور ۲۲ مارچ سنہ ۱۳۱۷ع مطابق ۷ محرم سنہ ۷۱۷ ہجری میں بادشاہ بن بیٹھا *

جب کہ کام اُسکا تھیک تھا کہ ہو گیا تو اُن دنوں افسروں کو قتل کیا جنکی بدولت تخت نشین ہوا تھا اور بعد اُسکے بادشاہی بھرہ کو قائم نہ رکھا اور بہت سے اپنے غلاموں کو بڑے بڑے عہدوں پر معزز و ممتاز کیا

یہاں تک کہ ایک ایسے غلام کو جو ہندو سے مسلمان ہو گیا تھا مختسرو
خال کا خطاب اور وزارت کا قلمدان عنایت فرمایا غرض کہ اُسکے پہلے ہی
کوہلوں سے یہ بات ٹپکتی تھی کہ اُسکی سلطنت بہت بڑی ہوئی ہوگی
اور اُسکے عہد دولت میں خونریزیوں کے زور شور اور عیاشیوں کے جوش
و خروش ہونگے *

مگر بتول اُسکے کہ مصرعہ: عیب سے جملہ بگڑتی ہڈیوں پر بگو: بعض
بعض کام اُسکے اچھے بھی تھے چنانچہ جب وہ تخت پر بیٹھا تو اُسنے
تمام اسیروں کو رہائی دی جو سترو ہزار آدمیوں کے قریب قریب تھے
اگرچہ یہ کام اُسکا دور اندیشی سے خلیلی نہیں تھا مگر علاوالدین اُسکے
باپ کی سلطنت کے حسابوں وہ نہایت عمدہ سمجھا گیا علاوہ اُسکے وہ
جاگیریں بکال کیں جو پہلے ضبطی میں آئی تھیں اور تمام کڑے کڑے
محصول موقوف کیئے اور اُن قیدیوں کو یک لخت اُٹھا دیا جو علاوالدین
کے وقت میں اصناف تجارت پر لٹائی گئیں تھیں *

آغاز سلطنت میں اسے جنگی کام بھی کیئے جو تھوڑے بہت تعریف
کے قابل ہیں چنانچہ اُس نے گجرات پر فوج اپنی روانہ کی اور سنہ
۱۳۱۸ ع مطابق سنہ ۷۱۸ ہجری میں آپ بذات خود دکن پر چڑھا
اور رام دیو کے داماد ہرپال دیو کو گرفتار کیا اور نہایت بیرحمی سے
کھال اُسکی جیتے جی نکالوائی مگر بعد اُسکے جب لوگوں کو اس امان
دیکر دلی کو واپس آیا تو بہت بڑی عیاشی میں مبتلا ہوا چنانچہ
رندوں کے کپڑے پہنکر امیروں کے گھر ناچنے گانے جاتا تھا اور ہمیشہ نشہ
میں چور اور بد شرابی سے معمور رہتا تھا اور اس بات سے نہایت خوش
ہوتا تھا کہ وہ اپنی برائیاں لوگوں کو دکھائے اور اسی نظر سے ایسے بادشاہ
کے وقتوں میں یہ بات اچنبھی کی نہیں کہ سازشوں کے بازار گرم اور شور
فسادوں کے ہنگامے بڑا رہیں اور فساد کے بعد بڑی بڑی تکیاں اور بڑی
بڑی صورتیں پیش آریں اور بہت سے لوگ گردن مارے جاویں *

خسرو خان کے رعب داب اور بادشاہ کے قتل کا بیان

جب کہ بادشاہ اپنے قیاموں دکن پر چڑھا تھا تو اُس نے اپنے پیارے خسرو خان کو ملیبار پر بھیجا تھا چنانچہ اُس نے ایک برس دن میں اُس کو فتح کیا اور بہت سی غنیمت دلی کو لایا بعد اُس کے تمام سلطنت کا کار و بار اُس کو تفویض ہوا اور لوگوں کی جان و مال اُس کے قبض و تصرف میں آئی یہاں تک کہ سنہ ۱۳۱۹ ع مطابق سنہ ۷۱۹ ہجری میں بعض اہل دیوبند نے اُس کو قتل کیا اور دقروں پر ایسا رعب اپنا بیٹھایا کہ اُن پیچاروں نے دربار سے الگ ہونے کو غنیمت سمجھا اور بادشاہ کو خسرو خان کے قتل و قریب پر چھوڑا چنانچہ جب اُس نے میدان خالی دیا تو اُس کو یہہ موقع ہاتھ آیا کہ بادشاہ کو اپنے اور دقروں کے ہاتھوں میں محصور کیا اور تمام دارالسلطنت میں اپنے ہندو بھائی بند بھڑکیے یہاں تک کہ جب کام اُس کا ہو گیا تو مارچ سنہ ۱۳۰۱ ع مطابق ربیع الاول سنہ ۷۲۱ ہجری میں اپنے دیوانہ آقا کو قتل کیا اور ادھر ادھر سے نچنت ہو کر تخت سلطنت پر جا بیٹھا بعد اُس کے علا الدین کے خاندان کا نام و نشان باقی نہ چھوڑا اور دیوبند کی کو اپنے تصرف میں لیا غرض کہ جو کام اُس نے کیئے ایسے ہی دھنگوں پر کیئے مگر باوجود اس بدنامی اور بدکرداری کے بہت سے دوست اُس نے پیدا کئے اور اپنے کام کو مضبوط و مستحکم کیا چنانچہ اُس نے یہی کام نکیا کہ وہ صرف اپنے بھائی بھندوں ہی کو بڑے بڑے عہدوں پر معزز و ممتاز کرے بلکہ ہر اُن خاندانوں کو بھی عمدہ عمدہ عہدوں پر معین کر کے اُن کو راضی کرنا چاہا چنانچہ ان لوگوں کے زمرہ میں غازی خان تغلق حاکم پنجاب کا بیٹا جو نا خان بھی داخل تھا اور وجہہ خاص اُس کی یہہ تھی کہ غازی خان کی شہرت اور رعب دابہ کے باعث سے راضی کرنا جو نا خان کا نہایت مناسب سمجھا تھا مگر خسرو خان کی یہہ تدبیر اس نہ آئی اور بات اُس کی بدی نہ ہوئی اس لیے کہ جو نا خان دربار سے چلا گیا اور غازی خان کلام کھلا باغی ہو گیا

اور جو بہادر فوج اُسکی پنجاب کی سرحد پر بڑی تھی اُسکو ساتھ اپنے لیکر دلی پر حملہ کیا غرض کہ خسرو خاں کی توٹی بھڑٹی فوج پر فتح ہائی جسکے سردار ازسودہ کا رنہ تھے چنانچہ بالیسوریں اگست سنہ ۱۳۲۱ع مطابق تیسویں رجب سنہ ۷۲۱ ہجری میں خاصہ کو حرم غصب کا تدارک دیا اور اُسکی جان و مال کا قصہ پاک کر کے تمام لوگوں کو بہت راضی کیا اور جب کہ وہ خاص دلی میں داخل ہوا تو اُسنے پکار کر صاف صاف کہا کہ اس لڑائی بھڑائی سے صرف یہی مقصود تھا کہ ظالم کا قبضہ و تصرف اوتھے باقی تخت موجود ہی جو کوئی شاہی خاندان کا بچا نہ پچا رہا ہو تخت اُسکو مبارک ہو۔ چنانچہ تخت سے واسطہ علاقہ نہیں ہو کر جو کہ خاندان خلجی کا نام و نشان باقی نہ رہا تھا تو لوگوں کے کہنی سنے سے تخت سلطنت پر بیٹھا اور غیاث الدین تغلق کے خطاب سے پکارا گیا *۔

تیسرا باب

تغلق اور سادات اور لودھیوں کے خاندانوں کے بیان میں

خاندان تغلق کا بیان

غیاث الدین تغلق کا بیان

غیاث الدین تغلق کی اصل و حقیقت یہ ہے کہ باپ اُسکا غیاث الدین بلبن کا ایک ترکی غلام اور ماں اُسکی ایک ہندی عورت تھی *۔

تلنگان کی فتح کا بیان

واقع ہو کہ جیسی اُسکی تخت نشینی الزام و تہمت کے داغوں سے مبرا و مدبر نہی ویسے ہی اُسکی سلطنت بھی عار و بدنامی کے دھڑوں

سے ہاک و صاف تھی چنانچہ اُسے شروع سلطنت ہی میں تمام قلعہ رو کے
 امن و امان کو بحال کیا اور مغلوں کی لاگ ذات کے لیے سرحدوں کو
 نہایت مضبوط و مستقل بنایا اور بعد اُسکے اپنے بیٹے جونہ خاں کو امور اس
 دکن کی اصلاح و درستگی کے واسطے روانہ کیا جو نہایت خراب اور خستہ
 ہو رہے تھے چنانچہ جونہ خاں درگاہ تک کامیاب ہوا مگر ورنشل کے
 قلعہ پر قبضہ نہ کر سکا یعنی آغاز برسات تک محاصرہ قائم رہا اور لشکر کے
 لوگ بیمار ہو گئے اور اُسپر یہ طوہ ہوا کہ کچھ تو مصیبتوں کے اُٹھانے سے
 شکستہ خاطر ہو رہے تھے دلی کے حکماء اور بادشاہ کی سنانوی سے جو
 بدخواہوں کی جو بازی سے مشہور ہو گئی تھی نہایت خراب و ہوشیار
 ہو گئے یہاں تک کہ اُسکی فوج کے بڑے بڑے سردار اپنی اپنی ٹولہوں کو لیکر
 ادھر اودھر چلے گئے اور جب کہ خود شہزادے نے چلنے پر کمر باندھی تو
 ہندوؤں نے تعجب کیا چنانچہ اُسکے بہت سے لوگوں کو دولت آباد کے پاس
 ہروس میں تھامے لایا غرض کہ جب وہ دلی میں داخل ہوا تو دل قین
 آدمیوں کی بہیز بہار اُسکے ساتھ تھی اور جو تجربہ کاری اور خود بینی
 جونہ خاں سے خاص اُسکی سلطنت میں ظاہر ہوئی اس ناکامی
 کو خاص اُس سے نسبت کرنا دشوار معلوم ہوتا ہی مسٹر چنگہ رہا
 دوبارہ اُسپر چڑھ کر گیا تو پہلے کی نسبت بہت راحہ کامیاب ہوا چنانچہ
 سنہ ۱۳۲۳ ع مطابق سنہ ۷۲۳ ہجری میں بدر کو فتح کیا جو بڑے شان
 و شوکت کا شہر تھا اور بعد اُسکے درگاہ کا قلعہ توڑا اور راجا کو پکر کر دلی
 کو لایا مگر تھوڑے دنوں بعد اُسکی رضائی ہوئی اور وہ اپنے راج پر دوبارہ
 قائم ہوا بعد اُسکے خود بادشاہ ہنسالا ہو چڑھا یہاں کیتھان بادشاہ کا باپ
 بغرا خاں حاکم تھا اور اُسکی حکومت پر چالیس برس گزرے تھے مگر
 قبضہ اُسکا بحال رکھا گیا سیدنا اللہ کیا شان کبریٰ تھی کہ خاص اولاد
 اپنے باپ کے خانہ زاد غلام سے بادشاہی تلفی طرہ کی اجازت حاصل
 کرے *

بعد اُسکے سنارنگنگ یعنی تھاکہ † کے کئی فسادوں کا تصدیق کیا معلوم ہوتا ہے کہ اُن دنوں یہ صوبہ ہنگالہ میں داخل تھا اور جب کہ وہ ادھر سے واپس آتا تھا تو راہ میں اُسکے قریب کو قتم کیا جو پہلے وقتوں میں مٹھلا کہلاتا تھا اور وہاں کے راجہ کو پکڑ کر ہمراہ اپنے لایا یہ کل کام اُس سے سنہ ۱۳۲۳ لغایت سنہ ۱۳۲۵ ع مطابق سنہ ۷۲۳ لغایت سنہ ۷۲۵ ہجری میں ظہور میں آئے *

بادشاہ کی وفات کا بیان

جب کہ بادشاہ دلی کے قریب آیا تو اُسکے بیٹے چوننا خاں نے بڑی شان و شوکت سے استقبال اُسکا کیا اور ایک چوبیس خیمہ میں اُسکو اُتارا جو حصول ملازمت کے لئے تیار کرایا گیا تھا اور ہنوز تکلفات رسمیت سے دوری و بڑی فراغت حاصل ہوئی تھی کہ وہ خیمہ بادشاہ پر گرا اور بادشاہ اپنے پانچ رفیقوں سمیت دھڑو گیا ماہ فروری سنہ ۱۳۲۵ ع مطابق ربیع الاول سنہ ۷۲۰ ہجری میں یہ حادثہ واقع ہوا اگرچہ یہ غریب واقعہ اتفاقاً واقع ہوا ہو مگر ایسی اہم و کی عمارت کے بنانے اور بڑے بیٹے کے اس وقت میں شریک و شامل نہ ہونے اور چھوٹے بیٹے کے شریک افت ہونے سے جو بادشاہ کا بڑا لڑلا بیٹا تھا چوننا خاں کی نسبت بڑا شبہ ہوا جسکے حق میں وقوع اس واقع کا کچھ بہت مفید نہوا ‡ *

تعلق آباد کا وہ قلعہ جو استحکام و متانت اور عمارت کی شان و شوکت کی رو سے شہرہ آفاق اور مشہور خواص و عوام ہی اسی غیاث الدین تغلق کا کار نمایاں ہے *

محمد تغلق کی سلطنت کا بیان

اُسکی عادتوں کا بیان

جب کہ غیاث الدین تغلق نے چہار فانی کو چھوڑ کر جہان باقی

† ہملٹن صاحب کی تاریخ ہندوستان جلد ایک صفحہ ۱۸۷

‡ ابن ہتوتہ کی تاریخ کا صفحہ ۱۳۰ دیکھنا چاہیئے

کا رستہ لیا تو سنہ ۱۳۲۵ ع مطابق سنہ ۷۲۵ ہجری میں چوننا خاں اُسکا
بڑا بیٹا ایسے جاوہر لال اور ایسی شان و شوکت سے تخت نشین ہوا کہ وہ
مورت کسی تخت نشین کو نصیب نہ ہوئی چنانچہ سلطان محمد تغلق
کے خطاب سے شہرت پائی اور اپنے رفیقوں اور عالم فاضلوں کو ایسی ایسی
پیشکشیں عطا کیں اور ایسے ایسے وظیفے مقرر کیئے کہ ہر لمحے کسی
بادشاہ نے ویسے مقرر نہ کیئے تھے *

اُسنے طرح طرح کی فیاضی اور دریا داری سے شفا خانہ بنائے اور
محتاج خانے جاری کیئے اور تمام قلمرو کے عالم فاضلوں سے ایسے ایسے
سلوک ہوتے کہ اُسکی مناقب اور محاسن کے چرچے جگہ جگہ ہوتے
لگے *

تمام لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ بادشاہ اپنے وقتوں میں نہایت
قابل اور بغایت خوش بیان تھا یہاں تک کہ بعد اُسکی سلطنت کے بھی
اُسکی عربی فارسی تہذیبوں کی خوبی بیان کیجاتی تھی اور قوت حافظہ
اُسکی ایسی عمدہ تھی کہ ویسی قوت ہزاروں لاکھوں میں نہ ہوتی
علاوہ فن طبابت اور علم منطق کے ریاضیات اور طبیعیات سے بھی شوق
ذوق رکھتا تھا اور بڑی بیماریوں کی علامات تاہم کرانیکے واسطے بیماریوں کا
ملاحظہ کرنا تھا باقی روزہ نماز کا پابند اور می نوشی سے نہایت محتوز
تھا ذاتی کاموں میں اپنے دین و ملت کے اصول قاعدوں کی مراعات و
محافظة کو مقدم جانتا تھا اور باوصف ان باتوں کے میدان جنگ میں
بھی کمال شجاعت اور نہایت جلاوت کے ساتھ اطراف و اکناف عالم
میں مشہور و معروف تھا غرض کہ تمام لوگ اُس بادشاہ کو منجملہ نواب
زمانہ کے شمار کرتے تھے اور حقیقت یہہ تھی کہ اُنکی سمجھ بھی بجا
تھی مگر یہہ کمالات اُسکے اس لیے مختص بیفائدہ تھے کہ باوصف ان
کمالات کے سمجھ بوجھ اُسکی بڑی بڑی نہ تھی یہاں تک کہ اگر یہہ
ہاں بھی مانی جاوے کہ اُسکو حکم و حکومت اور مال و دولت کا لشہ

تھا تو اب بھی ایک طرح کے جنوں کا شہرہ باقی رہتا ہی چنانچہ تمام عمو
اُسکی خیالی تدبیروں میں گڈی اور جن جن ذریعہ سے اُن تدبیروں کا
راس لانا چاہتا وہ ذریعہ بھی عقل سلیم کے خلاف تھے چنانچہ اُن تدبیروں
کے راس لانے میں رعایا کی تکلیفوں اور نقصانوں کی کچھ پروا نہ کی
یہاں تک کہ انکی بدولت ایسے بڑے بڑے نتیجے حاصل ہوئے کہ کسی
بادشاہ کے زمانہ میں ویسے ظہور میں نہ آئے تھے *

پہلے پہل ایک ایسا نام اُس نے کیا کہ اُسکے عیبوں یا ہنروں کی دوسرے
ہرگز متذرع نہ تھا یعنی جبکہ مغلوں کی فوج ایک بڑے مشہور سردار
تیمور شین خان نامی کے ساتھ آکر بلاد پنجاب میں پہل پڑی تو اُسنے بہت
سا روپیہ دیکر اُس بلا کو سر سے ڈالا اور نہچت ہو کر بیٹھا اور یہ تدبیر
جو پہلے پہل ہندوستان میں ہوتی گئی کچھ ایسی راس آئی کہ مغلوں
کے لوہی لالچی ہونے سے یہ قوی امید تھی کہ وہ لالچ کے مارے بہر
دوبارہ دھاوا کرینگے مگر بعد اُسکے کوئی حملہ اُدا وقوع میں نہ آیا *

علاوہ اُسکے وہ دوسری تدبیر اُسکی جو اُسکے خورے و خصلت کے
خلاف اور بجائے خود نہایت معتدل اور بغایت راست و درست تھی یہ
تھی کہ اُسنے تمام دکن کو مطیع و محکوم اپنا بنایا اور اپنے قلمرو کے
دور دراز صوبوں میں ایسا انتظام اپنا بیٹھایا جیسا کہ حوالی دار اسطنت
کے پرگنوں میں بیٹھا تھا *

بان شالا کی نامعقول تدبیروں کا بیان

بعد اُسکے وہ ایسے کاموں میں ہرا جو اُسکے اصل و طبیعت کے شایان
و مناسب تھے چنانچہ پہلے اُس نے ایران کا ارادہ کیا اور بقول فرشتہ والے
کے تین لاکھ ستر ہزار سوار اٹھے کیئے مگر انجام اُسکا یہ ہوا کہ فوج اُسکے
خزانہ کو کھا ہی گئی اور جب تنخواہ کی کوئی وصول نہ ہوئی تو لوٹ
مار اُس نے شروع کی یہاں تک کہ ہر شاہ ہو کر ادھر ادھر چلی گئی *

دوسری بار اُس نے یہ ارادہ کیا کہ چن کو فتح کرے اور اپنے خزانوں کو وہاں کے مال و دولت سے بھرے چنانچہ ایک لاکھ آدمی کوہ ہمالیہ کی راہ سے روانہ کیا۔ مگر جبکہ یہ لوگ پہاڑوں سے گذر کر پہاڑ دشاوری سرحد چین تک پہنچے تو وہاں چین کی بڑی فوج قائم ہوئی اور اپنی قلت و زحمت اور اُنکی قوت و کثرت کے باعث سے مقابلہ نہ کر سکے اور علاوہ اُسکے یہ مصیبت پیش آئی کہ دشمنوں نے کمی کی اور بوسات سر پہنچے چنانچہ اُنہوں نے دم بھی لیا اور ہار چھک مار کر پھیلے۔

پہرے لوٹ پڑے *

جب کہ وہ لوٹے آئے تھے تو پہاڑوں نے بہت ستایا اور دشمنوں نے پھیل کر چاکر بہت سے تو تھکائے لگے اور باقی ۵۰۰ فوج کے مارے چنے سے تنگ آگئے مگر صدیوں سے یہ اتفاق ہوا کہ مول دندار ہائی پڑنے سے چینی لوگ لوٹ گئے اور ہندوستانی لوگ اچھے موسم میں پہاڑوں سے نکل آئے مگر اُنہوں نے دیس کو غرقاب پایا اور چھوٹے پہاڑوں سے ایسے دن گزرے دیکھ کہ اُن سے گذرنا بہت دشوار تھا غرض کہ بہرتے پہرے ایسی مصیبت پیش آئی کہ ہندو دن بعد ایک آدمی بھی باقی نہ رہا۔ وہ اپنی بکٹ کھائی سناتا اور کسی کے سامنے اپنا رونا روتا منجملہ اُن لوگوں کے جو جگہ جگہ غنیم کی روک ٹوک کے لئے پہنچے چھوڑے گئے تھے بہت سے لوگ اس قصور پر بادشاہ کے حکم سے مارے گئے کہ اُنہوں کے باعث سے اس ناگوار مہم کو ناکامی نصیب ہوئی *

جب کہ یہ تدبیر اُسکی راس نہ آئی اور خزانہ خالی رہا تو اُس نے اور راہ نکالی مگر بتول کسیک * مصرع * جو چال ہم چلے وہ بہت ہی بڑی چلے * وہ بھی کچھ تھیک تھا کہ نئی یعنی جب اُس نے یہ بات سنی کہ ملک چین میں کاغذ کا روپیہ چلتا ہے تو اُس نے اپنے ملک میں نیا سکہ چلانا چاہا چنانچہ کاغذ کی جگہ تانبے کے تکرے چلائے مگر اس سبب سے کہ بادشاہ کا دوا نکل گیا تھا اور سلطنت اُسکی دو چار دن کی بات سمجھی

جاتی تھی تو شروع ہی سے اعتبار انکا جانا بھا یہاں تک کہ بیکانہ ملک کے سوداگروں نے انکو قبول نہ کیا باقی اپنے ملک والے بھی انکے لینے دینے سے پہلو تھی کرتے تھے غرضکہ پنج بیویاں ہندو ہرگیا اور تمام لوگ محتاج ہو گئے اگرچہ خرد بادشاہ کو بظاہر یہہ فائدہ حاصل ہوا کہ قرض اُسکا ادا ہو گیا مگر اُسقدر آمدنی میں گھٹا پڑا بلکہ رعایا کے محتاج ہونے سے محاصل سرکاری کی بنیادیں ہل گئیں اور رعایا کے زوال دولت کا یہہ نتیجہ حاصل ہوا کہ اُس سے زیادہ اُسکی دولت نے زوال پایا *

جو چہر و تعدی کہ بادشاہ کیطرف سے تحصیل میں واقع ہوتی تھی وہ لوگوں کو اس لینے بہت زیادہ ناگوار ہوئی کہ روز روز اُسکی حاجتیں بڑھنے لگیں اور تنگی کو فراخی ہونے لگی یہاں تک کہ کاشتکار اپنے کھیت چھوڑ چھوڑ کر چلے گئے اور جنگلوں میں جا بسے اور لوٹ کھسوٹ سے گذارا کرنے لگے بلکہ بہت لوگ اپنی بستیوں سے بھاگ گئے اور بادشاہ ان مانوں کے واقع ہونے سے چندا آپ باعث تھا نہایت بوجھ ہوا اور ایسی بری تدبیر سے انتقام اُنسے لیا جو تمام ظالموں سے بڑھکر تھی یعنی اُس نے اپنی فوج کو شکار کی تیاری کا حکم دیا اور بدستور شکار ہندوستان کے ایک بڑے خطہ کو رستہ کی طرح سے گھبرا اور بعد اُسکے یہہ عام حکم دیا کہ جو شخص اس گھیرے میں ہاڑ شکار کی مانند اُسکو قتل کرو اور چارونطوف سے قتل کرتے ہوئے بیچا بیچ میں جمع ہو جاو چنانچہ جو لوگ اُس میں مارے گئے اکثر گنوار اور بیکانہ تھے غرضکہ اس قسم کا شکار کئی مورتیہ کھلا گیا اور پچھلا شکار یہہ ہوا کہ قنوج کے باشندوں کا قتل عام کیا بعد اُسکے انہیں بڑے کرتکوں کی بدولت ایک ہوا کال ہزا اور لوگوں پر ایسی سخت مصیبت پڑی کہ وہ تفریر و تحریر سے باہر ہی *

بغاوتوں کا بیان

جب کہ یہ زور ظالم ظہور میں آئی تو لوگ چپکے نہ بیٹھے سیکے چنانچہ بادشاہ کے خاص بھتیجے نے پہلے پہل مالوہ میں بغاوت کی بنیاد ڈالی چنانچہ سنہ ۱۳۳۸ ع مطابق سنہ ۷۳۹ ہجری میں بادشاہ اُسکے پیچھے دکن تک گیا یہاں تک کہ وہ گرفتار ہوا اور کھال اُسکی اوتاری گئی بعد اُسکے ملک بھرام جو بادشاہ کے باپ کا بہت پورا نا رقیق تھا اور اُسکی تخت نشینی کا بڑا مدد و معاون تھا ملک پنجاب میں باغی ہوا یعنی سنہ ۱۳۳۹ ع مطابق ۷۴۰ ہجری میں ہنگامہ برپا کیا مگر وہ ہنگامہ بھی فرو ہوا اور باغی گردن مارا گیا بعد اُسکے بنگال کا حاکم باغی ہوا جو ایک مسلمان بیٹا تھا اور بہت دنوں تک بغاوت اُسکی قائم رہی یہاں تک کہ وہ کبھی مطیع اُسکا نہوا اور اُسی زمانہ میں کارومندل کے حاکم نے بھی بغاوت کی چنانچہ وہ بھی کامیاب ہوا اور یہ دونوں بغاوتیں سنہ ۱۳۴۰ ع مطابق سنہ ۷۴۱ ہجری میں واقع ہوئیں *

کارومندل کی بغاوت کے دبانے کا ارادہ خود بادشاہ نے کیا مگر جب فوج اُسکی ورنکل میں داخل ہوئی تو ایسی سخت وبا پڑی کہ دیو گڑھ کو واپس آنا پڑا اور راہ میں یہ اتفاق ہوا کہ ایک دانت اپنا نکلوا یا اور بڑی دھوم دھام سے دکن اُسکو کرایا اور بہت بڑی قبر اُسکی بنوائی *

اُسی عرصہ میں پتھان لوگ اٹک سے اوتارے اور پنجاب میں لوت مار کرنے لگے اور جب وہ چلے گئے تو تھاکروں نے خوب ہاتھ پیرنگے یہاں تک کہ لاہور پر قبض و تصرف کر کے اُس صوبہ کو پورا پورا برباد کیا *

بعد اُسکے سنہ ۱۳۴۳ ع مطابق سنہ ۷۴۴ ہجری میں کرناتک اور تلنگانہ کے راجاؤں نے باہم اتفاق کیا اور پہلی بات اپنی بنانی چاہی یعنی دوبارہ آزادی کا ارادہ کیا منجملہ اُنکے کرناتک کا راجہ ایک نئے خاندان کا بانی تھا جو خاندان بلال دیو کے برباد ہونے پر قائم ہوا تھا اور پھانگر کو اُسنے دارالسلطنت اپنا بنایا تھا اور وہ ایسا بہادر تھا کہ سولہویں

صدی کے اخیر تک مسلمانوں سے برابر کی لڑائی لڑتا رہا اور تلنگانہ کے راجہ نے ورنمل پر دوبارہ قبضہ کیا اور بادشاہ کی فوج کو جگہ جگہ سے باہر نکالا جہاں جہاں وہ چھاونی قائلے پڑی تھی *

سنہ ۱۳۳۵ ع مطابق سنہ ۷۲۵ ہجری میں ہندوستان میں قحط اس غایت کو پہنچا کہ سنبھل کا حاکم متعادل جمع نہ کر سکا اور بادشاہ کے ظلم کے خوف سے باغی ہو گیا مگر جلد اُسکی سرکوبی ہوئی اور علاوہ اُسکے بدر واقع بلاد دکن کا باغی حاکم بھی اپنے کھٹے کو پہنچا *

بعد اُسکے بہت جلد ایک امیر نو مسلم مغل نے جو اسراء جدید کے زمرہ میں داخل تھا ملک دکن میں سرکشی کی مگر سنہ ۱۳۳۶ ع مطابق سنہ ۷۲۶ ہجری میں پس پا ہوا مگر اور مغل سردار جی جان سے تابع نہ ہونے اور کسی نئے فساد کے مترصد بیٹھے *

بعد اُسکے عین الملک نے بغاوت اختیار کی اور ساری وجہ اُسکی یہ ہوئی کہ جب بادشاہ نے اُسکو اودھ کی حکومت سے دکن کو بدل دیا تو وہ بادشاہ سے بدگمان ہو گیا خیر خواہی سے ہاتھ اٹھایا مگر گوشمالی اُسکی بہت جلد ہوئی اور خلاف توقع اپنے عہدہ پر بحال ہوا *

بعد اُسکے دکن کا حاکم جو بڑے بڑے فسادوں کا برابر ممانع مزاحم رہا تھا موقوف کیا گیا اور اُسکی جگہ امداد الملک بھیجا گیا جو داماد بادشاہ کا تھا اور بہت سا روپیہ اُس صوبہ پر بڑھایا گیا *

ایسے ہی ایک ذلیل خاندان کا ایک آدمی مالوہ کا حاکم مقرر کیا گیا جس نے ستر امیر مغلوں کو دغا بازی سے قتل کر کے اپنی خیر خواہی بادشاہ پر جتائی تھی اور جب کہ اُن مغلوں کو اُن مغلوں کی سزاؤں پہنچی جو گجرات میں افسر تھے تو انہوں نے باقی فوج کے لوگوں کو بیچ اونچ سمجھا کر بغاوت میں شریک اپنا کیا چنانچہ سنہ ۱۳۳۷ ع مطابق سنہ ۷۲۸ ہجری میں بادشاہ روانہ ہوا اور جوں توں اُس مفسدہ کو فرو کیا اور اپنے صوبہ کو ایسا تباہ کیا جیسا کہ کسی غیر کے صوبہ کو خاکسپاہ

کرتے ہیں چنانچہ کمبوجا اور سورت کے مالدار شہروں کو تاخت تاراج کرادیا *

دکن کی عام بغاوت اور بادشاہ کی آماجگی اور

وفات کا بیان

جب کہ گجرات کی بغاوت پست ہوئی تو کچھ باغی دکن کو بھاگے اور وہاں کے امیر مغلوں کی پناہ میں آئے اور بادشاہ اس بات کو سنکر نہایت برہم ہوا چنانچہ اُس نے اُن مغلوں کی گرفتاری کا حکم صادر فرمایا مگر وہ مغل بھاگ گئے اور مل جل کر عام بغاوت برپا کی اور اسماعیل خاں پٹھان فرج کے ایک بڑے افسر کو بادشاہ قرار دیا مگر بادشاہ نے ایسی کمال چالاکی برتی جو ایک بڑے کام کی شایان تھی چنانچہ وہ دکن کو گیا اور باغیوں کو اُنکے بادشاہ سمیت شکست فاحش دیکر دیوگرہ کے قلعہ میں محصور کیا ہنوز اُس نے اِس قلعہ پر قبضہ نہ پایا تھا اور کامیابی اُسکی پوری نہ ہوئی تھی کہ نئے جھگڑے کی ضرورت سے گجرات اُسکو جانا پڑا اور جب کہ وہ ادھر روانہ ہوا تو جوں جوں وہ آگے بڑھتا جاتا تھا لوگ پیچھے سے باغی ہوتے جاتے تھے اور بار برداری یعنی بھڑ بنگاہ اُسکی لگتی جاتی تھی مگر جب کہ گجرات کا فساد فر ہو اور مقصد لوگ تاتا واقع سند کو چلے گئے اور راجپوت راجاؤں کی پناہ انہوں نے قہونڈی تو بادشاہ کو یہ خبر لگی کہ دکن کا کاروبار پہلی کھی نسبت بہت زیادہ خراب ابتر ہی اور ویسا کبھی ابتر نہیں ہوا تفصیل اِس اجمال کی یہ ہی کہ باغیوں کے بادشاہ نے سلطنت کا دعویٰ چھوڑا اور حسن گانگوئی کو وہ دعویٰ تفویض کیا جو بہمنی خاندان کا بانی مہانی تھا چنانچہ اُسکی بلند ہمتی اور الوالعزمی کی امداد و اعانت سے باغیوں نے یہ کام کیا کہ دکن کے حاکم امداد الملک دامان بادشاہ کو شکست فاحش دیکر قتل کو پہونچایا اور صرف دکن پر ہی قبضہ نہ کیا بلکہ مالوہ کے حاکم کو بھی بغاوت کا شریک کیا بادشاہ اِس واقعہ سے مطلع ہونے پر یہ بڑی

چوک اپنی سمجھا کہ دکن کی مہم کو ادھوری چھوڑ کر گجرات کو روانہ ہو گيا تھا چنانچہ اُس نے یہہ چاہا کہ پہلے گجرات کی امن و امان کو بحال کرے اور بعد اُسکے دکن کے بڑے فساد کو مٹا دے اگرچہ ایک عرصہ سے بادشاہ کا مزاج اچھا تھا مگر بھگولے باغیوں کے پیچھے سند کو روانہ ہوا اور جب کہ بادشاہ اٹک پر پہنچا تو باغیوں نے مقابلہ کیا اور عبور دریا کے مزاحم ہوئے مگر وہ رگ نسکا اور دریا سے پار ہو گیا بعد اُسکے جب وہ تانا میں داخل ہوا تو بیسویں مارچ سنہ ۱۳۵۱ ع مطابق اکیسویں محرم سنہ ۷۵۲ ہجری میں بیمار ہو کر مر گیا اور ایسے عالم فاضل بادشاہوں اور ظالم چھانداروں کی سی شہوت باقی چھوڑ گیا جس سے انسانوں کی خلقت بہت کم آراستہ پیراستہ اور نہایت کم تباہ اور خاک سیاہ ہوتی ہے *

دیوگڑہ کی دارالسلطنت بنانے اور باقی ناشایستہ

حرکتوں کا بیان

منجملہ حرکات اس بادشاہ کے کوئی بوج حرکت ایسی نہ ہوئی تھی جیسے کہ دلی کو چھوڑ کر دیوگڑہ کی دارالسلطنت بنانے میں واقع ہوئی یہاں تک کہ تمام لوگ اس بیجا حرکت سے نہایت شاکي ہوئے اور بڑی مصیبتوں میں پڑے یہہ بات اُسکی بجائے خود نامعقول نہ تھی اگر بطور معقول اُسکو پورا کوتاہی اور نہایت گرمی اور بڑی اندھا دھندی سے عمل میں نہ لانا مگر جوں ہی کہ یہہ بات اُسکے خیال میں آئی تو فی الفور اُس نے تمام دلی کے رہنے والوں کو دیوگڑہ کے جانے کا حکم دیا اور نام اُسکا درملست آباد +

+ انہیں روزوں دولت آباد کا قلعہ جو فی زمانہ موجود ہے تعمیر کرایا اور اس قلعہ سے مضبوطی ثابت ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ بڑے ارادہ والا تھا کہ اُس نے ایسی بڑی عمارت بنائی چنانچہ اُس نے پہاڑ کا ایک ٹکڑا ایک سو اسی فٹ کے طول کا عرصہ قیطع پر کاٹا اور اُسکے اندر جانیکی پیچیدہ راہ اُس ٹکڑے کے جگر میں نکالی اور اُسکے علاوہ اور کوئی راہ اُسکے جانے کی نہیں رہی اور چاروں طرف اُسکے ایک چوڑی گہری خندق خود پہاڑ میں سے تراشی

رکھا بعد اُسکے دوہی بار دلی آنیکی اجازت فرمائی اور دوہی بار دلی سے چائیکا حکم سنایا اور یہہ تہدید فرمائی کہ جو شخص وہاں نہ جاویگا وہ صاف جان سے جاویگا چنانچہ منجملہ ان سفروں کے ایک سفر قحط کے دنوں میں واقع ہوا اور بہت لوگ بھوکوں کے مارے لوٹ پوٹ کر مر گئے اور ہزاروں فقیر و محتاج ہو گئے آخر کار یہہ تدبیر اُسکی واس نہ آئی اور خود دلی ہی دارالسلطنت رہی *

علاوہ اُسکے بیٹھی بٹھائی یہہ ترنگ بھی اُسکے جی میں آئی تھی کہ مصر کے بادشاہ سے جو صرف نام ہی کا خلیفہ تھا باد شاہی خلعت حاصل کرے چنانچہ آپکو مطیع و محکوم اُسکا سمجھا اور نام اُن بادشاہوں کا بادشاہوں کی فہرست سے خارج کیا جنہوں نے یہہ عمدہ سند حاصل نہ کی تھی *

بعد اُسکے یہہ سوچھی تھی کہ تمام ملک کو ساٹھ ساٹھ میل کے مربع ضلعوں پر تقسیم کرے اور سرکاری اہتمام سے ہر جوت اُنکی کرائے * اسی بادشاہ کے دربار کا حال جو ایک افریقہ والے

مسلمان نے بیان کیا

اس بادشاہ کی سلطنت کے بہت سے حال ابن بطوتہ نے تحریر کوئے جو تانجیئرز کا رہنے والا اور تمام ایشیا کو اُسنے دیکھا بھالانہا اور اس بادشاہ کے دربار میں سنہ ۱۳۲۱ع میں حاضر ہوا تھا اور جو کچھ کہ اُسنے لکھا ہی وہ بہت تھیک تھیک لکھا اُسلیئے کہ جب وہ افریقہ کو واپس گیا تو اُسنے حال اُسکا تحریر کیا چنانچہ ہندوستان کے مورخوں نے اس بادشاہ کی جو برائیاں بھلائیاں بیان کیں ہیں وہ اُنکی تصدیق کرتا ہی اور جو چاہ و جلال اور تباہی پریشانی اُسکی عہد دولت میں واقع ہوئی وہ بیہم و کاست اُسنے لکھی ہی چنانچہ وہ بیان کرتا ہی کہ ملک کی سرحدوں سے عین دارالسلطنت تک سوار اور پیدل کی قاک ہوا دیکھی مگر ملک کو ایسا ویران و خراب پایا کہ مسافر کی جان و مال کو ہر جگہ چوکوروں

تھی اور خود دلی کو بڑی عالی شان ہستی بیان کیا ہی اور جامع مسجد اور اُسکی چار دیواری کو تمام دنیا میں بے نظیر وہ کہتا ہی کہ اگرچہ بادشاہ اُسکو دوبارہ بسا رہا تھا مگر وہ ایک جنگل کی مانند بڑی تھی گویا کہ دنیا کے نہایت بڑے شہر میں بہت تھوڑے لوگ بستے تھے *

بیان اُسکا یہہ ہی کہ جب میں دلی میں داخل ہوا تو بادشاہ وہاں موجود تھا مگر چند امیروں اور فاضلوں اور مسافروں سمیت جو میرے ہمراہ رکاب تھے بڑی بیگم یعنی والدہ بادشاہ کے دربار میں حاضر کیا گیا چنانچہ وہ بیگم بڑی عنایت سے پیش آئی اور خلعت مرحمت فرمایا بعد اُسکے رهنے کے واسطے ایک مکان مقرر کیا جس میں کھانے پینے کا بڑا ذخیرہ مہیا تھا اور تمام ضروری چیزیں موجود تھیں علاوہ اُسکے دو ہزار دینار حمام کے خرچ کے لئے عنایت فرمائے *

اسی عرصہ میں جب میری بیٹی مرگئی تو محل کے لوگوں نے اطلاع اُسکے مرنیکی ڈاک کے ذریعہ سے خفیہ خفیہ بادشاہ کو پہونچائی اور جب جنازہ باہر نکلا تو اسباب سے نہایت تعجب ہوا کہ خود وزیر اُسکے ہمراہ تھا اور جو رسمیں کہ امیروں کے مردہ کے لئے شایاں و مناسب ہوتی ہیں وہ تمام اُنکی طرف سے عمل میں آئیں اور خود بادشاہ کی والدہ نے میری بی بی کو تسلی تشفی کے لئے بلایا اور نہایت عذر خواہی کی اور چلتے وقت اپنی عنایت سے زیور و خلعت مرحمت فرمایا *

جب کہ دلی میں بادشاہ داخل ہوا تو اُسکو بھی نہایت خلیق اور مسافرنواز پایا چنانچہ جب حصول ملازمت کے واسطے میں حاضر خدمت ہوا تو وہ بڑی تعظیم و تکریم سے پیش آیا یہاں تک کہ میرا ہاتھ اُسنے پکڑا اور طرح طرح کی نوازشوں کے وعدہ کیئے چنانچہ بعد اُسکے قضا کا عہدہ میرے واسطے تجویز کیا اور اس ضرورت سے کہ میں ہندی زبان سے متخص نواقف تھا اس معاملہ کی نسبت عربی زبان میں گفتگو کی اور جب کہ میں نے ہندی زبان سے نا آشنائی کا عذر پیش

کیا تو۔ خیلے گراں خاطر ہوا مگر طبیعت کو روک تھام کر میرے عذروں کا جواب دیا یہاں تک کہ مجھ کو معزز و ممتاز فرمایا اور بڑی تنخواہ مقرر فرمائی بعد اُسکے ایک عربی قصیدہ میں نے پیش کیا جس میں قرضداری کا مضمون مذکور تھا تو بادشاہ نے بچپن ہزار + دینار عنایت فرمائے مگر باوصف ان باتوں کے میں نے جان چوکھوں بھی دیکھی اسلئے کہ بادشاہ کو ایک درویش کی نسبت جو دلی کے باہر رہتا تھا کچھ اشتباہ ہوا چنانچہ اُسکو قتل کرایا اور اُسکے ملنے جانے والوں کو ہکڑا جکڑا حسب اتفاق اُسکے ملنے والوں میں یہہ خاکسار بھی داخل تھا مگر اگ لپٹ کر چند ہمراہیوں سمیت اپنی جان میں نے بچائی اور بعد اُسکے جب موقع پایا تو صاف استعفا داخل کیا مگر بادشاہ نے کمال آدمیت برتی کہ بچائے ناخوش ہونیکے اُن ایلچیوں میں داخل کیا جنکو ایلچیان شاہ چین کے جراب میں روانہ کیا چاہتا تھا جو بڑی شان و شوکت سے آئے تھے *

بیان اسباب کا کہ اس بادشاہ کے وقتوں میں مسلمانوں

کی سلطنت نہایت وسیع و فراخ تھی

اس بادشاہ کے آغاز عہد دولت میں مسلمانوں کی سلطنت دریائے اٹک کے مشرقی جانب میں ایسی وسیع و فراخ تھی کہ پہلے اُس سے استقدر کبھی چوڑی چکلی نہیں ہوئی مگر بعد اُسکے جو صوبجات اُسکے قبض و تصرف سے خارج ہو گئے تھے وہ اورنگ زیب کے عہد دولت تک مسلمانوں کے قبضہ میں داخل نہوئے اور جن صوبوں میں بغاوت نہوئی تھی وہاں بھی بادشاہی حکومت کو ایسا صدمہ پہونچا تھا کہ مغلوں کی سلطنت تک بھی پہنچے نہائے *

+ معلوم ہوتا ہی کہ دینار اُس زمانہ میں بہت چھوٹا سکے تھا مول اُسکا ٹھیک ٹھیک دربانست نہیں

ایشیا والوں کو علی العموم اسباب پر کم توجہ دیتی تھی کہ وہ سنگھار اور بدکردار بادشاہوں کے پنبجوں سے رہائی حاصل کریں چنانچہ وہ ظلم انکے برابر اٹھائے چلے جاتے ہیں اور کہہ ہی گئے نہیں ہلاتے ورنہ یہ بات بہت کم ظہور میں آتی تھی کہ ایک آدمی کی بد انتظامی سے تمام لوگوں کو نقصان فاحش پہونچے *

فیروز تغلق کی سلطنت کا بیان

جب کہ مستعد تغلق کا انتقال ہوا تو بد انتظامی نے اُسکی فوج میں ہانوں اپنے پھیلائی اور حسب معمول اس بد انتظامی کے بڑے باعث مغل بھی مکر ہندوستانی سرداروں نے جو اب پہلے پہل مذکور ہوئے بہت سی روک تھام اُسکی کی چنانچہ سنہ ۱۳۵۱ ع مطابق سنہ ۷۵۲ ہجری میں بادشاہ کے بھتیجے فیروز الدین کو تخت سلطنت پر بٹھا دیا بعد اُسکے فیروز تغلق نے تھوڑی فوج اپنی سند میں چھوڑی اور اٹک کے کنارے کنارے مقام آچہہ کو پہونچا اور وہاں سے دلی کو روانہ ہوا اور اُن لوگوں پر فتح پائی جو پہلے بادشاہ کے فرضی یا اصل بیٹے کے نام سے بمقابلہ پیش لائے تھے *

جب کہ تخت نشینی پر تین برس گزرے تو سنہ ۱۳۵۳ ع مطابق سنہ ۷۵۳ ہجری میں بنگالہ کا ارادہ کیا چنانچہ تمام صوبہ بنگال پر گذر گیا مگر دشمن کو مطیع اپنا نیکر سکا اسلیئے کہ غنیم اُسکے سامنے آؤا اور اُگی بڑھتا چلا گیا یہاں تک کہ برسات کے آنے سے کام ناکام اُسکو پچھلے پیروں پہونا پڑا *

فیروز تغلق کے بنگال اور دکن سے ہاتھ اُٹھانیکا بیان

بعد اُسکے سنہ ۱۳۵۶ ع مطابق سنہ ۷۵۷ ہجری میں بنگال و دکن کے ایلچی حاضر آئے اور اُسنے دربار اُنکو دیا چنانچہ اُس سے صاف واضح ہوتا ہی کہ اُسنے اُن دونوں صوبوں سے ہاتھ اپنا اُٹھایا اور اُنکے بادشاہوں کی خرد مختاری گوارا کی مگر باوصف اُسکے شاید نام کی بڑائی قائم رکھی

اور انکو ماتحت اپنا سمجھتا رہا۔ بعد اُسکے خواہ اس باعث سے کہ وہ عہدنامہ شاہ بنگال کی ذات خاص سے متعلق تھا یا اس سبب سے کہ شاہ بنگال اول کے انتقال کے بعد اُسکو کچھ طمع دامنگیر ہوئی شاہ بنگال کے جانشین سکندر سے لڑائی پیش آئی جسمیں بنگال کی عین جنوب مشرق تک خود بادشاہ بھی پہونچا تھا مگر سکندر سے بھی وہی عہد و پیمان درمیان آئی جو پہلے بادشاہ سے آئے تھے چنانچہ اُسکی خود مختاری میں کسی طرح کا شک شبہ باقی نہ رہا بعد اُسکی تھوڑے عرصہ گزرنے پر تانا واقعہ سند کے راجا جام بانی سے بادشاہ ناخوش ہوا اور اُسپر چڑھائی کی اگرچہ پوری پوری کامیابی تو نصیب نہ ہوئی مگر جام بانی کی ظاہری اطاعت کرنے سے ناکامی کا رنج و تاسف کچھ کم ہو گیا بعد اُسکے سند سے گجرات کو گیا اور وہاں پہونچکر نیا حاکم مقرر کیا اور جب کہ یہہ حاکم کئی سال کے بعد مر گیا تو سنہ ۱۳۷۲ ع مطابق سنہ ۷۷۳ ہجری میں ایک اور حاکم اُسکی جگہ مقرر کیا بعد اُسکے ایک فساد برپا ہوا جو تھوڑے دنوں تک قائم رہا *

امرواٹ مذکورہ بالا کے علاوہ سلطنت کے چھوٹے موٹے کاموں میں سنہ ۱۳۸۵ ع مطابق سنہ ۷۸۷ ہجری تک بہت جی جان سے مصروف رہا اور اب کہ عمر اُسکی ستاسی کو پہونچی تو ضعف و نکافت کے مارے بادشاہت کے کام کاجوں میں بہت سرگرم نہ سکا چنانچہ رفتہ رفتہ کل کار و بار اُسکے وزیر کے قبضہ میں آگئے اور جب کہ وزیر کو حکم و حکومت کی چات لگی اور عمدہ اختیارات کا مزا ہوا تو اُسے یہہ بات چاہی کہ بادشاہ کو اُسکے وارث کی جانب سے بڑھم درہم کرے اور اپنے اختیارات کو ہمیشہ کے لیئے قائم دائم رکھے چنانچہ اُس نے بادشاہ سے لگانا بچھانا شروع کیا اور قریب تھا کہ بادشاہ کے بڑے بیتے کو خارج کر کے تخت نشینی حاصل کرے کہ بادشاہ کا ہوا بیتا چھپ چھپا کر محلوتک پہونچا اور باپ کی محبت کو گرمایا چنانچہ فیروز تغلق نے خواہ

سبچہ بوجھ کر یا اپنی مستعلاجی دیکھ کر وزیر سے کنارہ کیا اور تھوڑے عرصہ بعد اپنے بیٹے کو تمام اختیار علانیہ بخش کر اس شہزادے سے جو ناصر الدین کے نام سے نامی گرامی تھا سلطنت کے انصرام و اہتمام میں کوئی لیاقت ظاہر نہ ہوئی یہاں تک کہ ایک برس سے کچھ ہی زیادہ عرصہ گزرا تھا کہ اُسکے دو ہمیشہ زادوں نے اُسکو بخارج کیا یعنی اُنہوں نے عین دارالسلطنت میں ایک فساد برپا کیا اور اپنے نانا جان کے نام سے جسکو اُنہوں نے اپنے قابو میں پہلے سے کرایا تھا اپنے ماموں سے لڑائی باندھی اور سرسور کے پہاڑوں تک اُسکو مار کر بھکا دیا جو جمن اور ستلج کے درمیان میں واقع ہیں اور پھر یہ مشہور کیا کہ فیروز تغلق نے اپنے نواسہ غیاث الدین کو تخت اپنا بخشا اور آپ دستکش ہوا *

فیروز تغلق کی وفات اور اُسکے قوانین و عمارات کا بیان

بعد اس ہنگامہ کے تھوڑے دن گزرے تھے کہ ۲۳ اکتوبر سنہ ۱۳۸۸ع مطابق ۳ رمضان سنہ ۷۹۰ھ ہجری فیروز تغلق نے نوے برس کی عمر پوری کر کے جہاں فانی سے نقل مکان کیا *

اگرچہ اُسکے عہد دولت میں کوئی بات عمدہ اور شایستہ ظہور میں نہیں آئی مگر اُن شایستہ قانونوں کے باعث سے جو اُسکے جاری کیے تھے اور اُن عمارتوں کی خرابی سے جو اُسکے فلاح عام کی نظر سے بنوائیں تھیں نہایت معزز و ممتاز ہوا تفصیل اسکی یہ ہے کہ اُسکے سنگین سزاؤں کو بہت کم کیا تھا چنانچہ جسمانی تکلیفوں یعنی ہاتھ پاؤں ناک کان کا کاٹنا یک لخت اوتھا دیا تھا اگرچہ ہاتھ پاؤں کا نہ کاٹنا قانون شریعت کے صریح مخالف تھا مگر وہ بادشاہِ اسلامیہ تعریف کے قابل ہی کہ اُسکے لوگوں کی لعنت ملامت کا اندیشہ نہ کیا علاوہ اُسکے وہ محمول اُسکے معروف کیے جو لوگوں پر نہایت گراں و ناگوار اور بخود وصول انکا بغایت مشکل و دشوار تھا اور ایسے محمولوں سے بھی ہاتھ اوتھایا جو کبھی کبھی حاصل ہوتے تھے اور تبدیل و تغیر انکو لاحق رہتی تھیں

مختصاں سرکاری کو ایسی طرح قائم کیا تھا کہ تحصیلداروں کی خاص راہوں پر بہت تھوڑی باتیں موقوف رہی تھیں اور سرکاری مطالبہ تمام لوگوں پر ظاہر و باہر اور تعداد اُسکی تھیک تھیک معین و متحرک ہو گئی تھی دھڑیوں کے دیس نکالے میں کچھ کچھ تھک اپنے وقتوں کے اختیار کیئے تھے یعنی کچھ نصاب کا ہوتا بھی تھا اور اسوائف پوشش کی روک تھام کے لیئے کوئی قانون قاعدہ جاری نہ کیا مگر آپ ہی موئے جھوٹے کپڑے پہنے اور لوگوں کو بھی اسی طرح فریب و تحریر اسکی دی اور حقیقت یہ تھی کہ یہ بات اسکی نہایت عمدہ اور معتدل تھی *

جو جو عمارتیں کہ اسنے فلاح عام کے لیئے بنوائیں اور انکے خوج و اخراجات کے واسطے جائدادیں معین کیں تفصیل انکی یہہ ہی کہ آب پاشی کی ترقی کی ضرورت سے دریاؤں کے وار بار پچاس منبہ نکالے اور چالیس مسجدیں اور تیس بڑے مدرسے اور سو مہمان سرائیں اور تیس قلاب اور سو شفاخانے اور سو حمام اور دیرہ سو پل بنوائے اور علاوہ عمارات مذکورہ بالا کے بہت سی عمارتیں عالیشان اپنی خوشی خاطر اور شہر کے زیب و زینت کے لیئے بنوائیں *

اگرچہ عمارات مذکورہ بالا کی تعدادوں میں دھائیوں اور سیکڑوں کے سوا اکائیوں کے نہونے اور بعض بعض عمارتوں کے بڑی بڑی لاگتوں کے دیکھنے سے فہرست مذکورہ کی بغاوت کا شہہ ہوتا ہی مگر منجملہ اُسکی عمارتوں کے جو جو عمارتیں اب بھی موجود ہیں انکے دیکھنے بھالنے سے اُسکے بڑے ارادوں اور بڑے کاموںکا ثبوت بخوبی واضح ہوتا ہی اور سب کاموں سے بڑا کام اُسکا جو فہرست مذکورہ میں مندرج ہی وہ ایک نوز ہی جو جمنہ کے اُس جگہ سے شروع ہوئی ہی جہاں وہ پہاڑوں سے الگ ہوئی ہی چنانچہ وہ نوز کرنال پر گذر کر ہانسی ہسار کو ہو کر دریائے گانگ میں جا پڑتی ہی اور پہلے وقتوں میں اگے بڑھ کر ستلج میں جا پڑتی تھی معلوم ہوتا ہی کہ اب پاشی کی نظر سے اُسکو جاری کیا تھا فیروز شاہی کے بعد

شاید وہ نہر جاری نہ تھی اس لیے کہ سرکار انگریزی نے جو حصہ اسکا دوبارہ قائم کیا وہ حضار کے آگے دوستو میل تک جاری تھی اور اُس کے ذریعہ سے حال اسکا دریافت کر سکتے ہیں حال میں اُس میں بن چکیاں † چلتی ہیں جو ہندوستان میں جاری نہ تھیں اور اناج اُن میں ہوتا ہی علاوہ اُس کے اُن کی بدولت رس اور تیل بھی حاصل ہوتا ہی اور گول آریے چلتے ہیں اور بڑے بڑے لٹھی پہاڑوں سے دیس میں بھاگ لاتے ہیں اور ایک قسم کی کشتیوں میں سوداگری کا مال و اسباب بھی آنا جاتا ہی مگر بڑا مقصود اُس سے یہ ہے کہ ملک میں آب پاشی بخوبی ہووے جس کی بدولت ملک کا بہت بڑا خطہ زر خیز ہو گیا اور چرواہے کسان بنگلے ‡ *

غیاث الدین تغلق ثانی کی سلطنت کا بیان

جوں ہی کہ غیاث الدین ثانی تخت سلطنت پر بیٹھا تو اُس نے اور رشتہ داروں سے چھیڑ چھاڑ شروع کی جن کی بدولت تخت اوسکو نصیب ہوا تھا چنانچہ انجام اسکا یہ ہوا کہ پانچ مہینے کے اندر اندر فروری سنہ ۱۳۸۹ ع مطابق صفر سنہ ۷۹۱ ہجری میں تخت سے اوتارا اور جان سے مارا گیا *

ابوبکر تغلق کی سلطنت کا بیان

بعد اسکے شاہزادہ ابوبکر تخت نشین ہوا جو فیروز تغلق کے دوسری بیٹی کا بیٹا تھا اور کل ایک برس سلطنت کرنے پایا تھا کہ ناصر الدین ان پہاڑوں سے اوترا جہاں وہ بھاگ کر چھا تھا چنانچہ ناصر الدین ایک فوج لیکر چڑھا اور دلی پر قابض ہوا مگر بعد اسکے نوامبر سنہ ۱۳۸۹ ع مطابق ذی الحجہ سنہ ۷۹۲ ہجری میں ایک چھڑا کھڑا ہوا اور کئی

† واضح ہو کہ انگریزی زبان میں مل چکی کو کہتی ہیں یہ کٹھن ایسی کل جو بولا جاتا ہی جو گول پٹیہ وغیرہ کے گھرمنے سے کام اُس میں ہوتا ہی خواہ وہ پانی کے زور سے گھرمی یا بھاپ کی قوت سے چلے پھرے *

‡ میجر کائون صاحب کی تھریز مندرجہ روز نامہ ایشیا ٹک سوسائٹی دیگال جلد ۲ صفحہ ۲۰۵

سہ ہفتے تک برابر قائم رہا اور اس جھگڑے میں دلی کی یہ صورت رہی کہ چند بار ابوبکر اور ناصرالدین کے قبض و تصرف میں آئی گئی یہاں تک کہ ناصرالدین آخر کار غالب آیا اور قبضہ اسکا مستقل ہو گیا اور حریف اسکا اسیر اسکا ہوا اس جھگڑے میں یہ بات بیان کے قابل ہی کہ ایک ہندو سردار رائے سرور نامی ناصرالدین کا بڑا مدد و معاون تھا اور میرات کے ہندو نہایت گرمجوشی سے ابو بکر کے طرفدار تھے اور جب کہ ناصرالدین کو یہ بات ثابت ہوئی کہ بادشاہی فوج میں بیگانہ ملک کے لوگ اُس سے عداوت رکھتے ہیں تو اُسنی انکو دیس نکالا دیا اور جن لوگوں نے اپنا اور بڑا ہون چھپایا تو امتحان انکا ایسی طرح عمل میں آیا جیسی یہودیوں میں شہادت † کے لفظ سے کیا گیا تھا یعنی جو لوگ ایک لفظ ہندی کا جو خاص ہندی زبان کا تھا نہ بول سکے تو وہ اوروہی تہراے گئے اور اسی بات سے دریافت ہوتا ہی کہ جب سے غور و ہند کی سلطنتیں علیحدہ ہوئیں تو اسی زمانہ سے ہندوؤں اور ہندوستان رائے مسلمانوں کے قدر و منزلت بڑھ گئی *

ناصرالدین تغلق کے دوبارہ بادشاہت کرنے کا بیان

اگرچہ اس بادشاہ کے عہد دولت میں بڑی بڑی خرابیاں اور بہت بہت پریشانیایں قائم رہیں مگر کئی باتیں ایسی ظہور میں آئیں کہ وہ عہد اُنکی بدولت معزز و ممتاز ہو گیا *

گجرات کا حاکم فرحت الملک باغی ہوا اور سردار مظفر خاں نے اُسکو پس پا کیا مگر بعد اُسکے اگلی سلطنت میں خود مظفر خاں بھی باغی ہو گیا اُڑراتھور کے راجپوتوں نے جمن پار بغاوت کے نشے جمائی غرض کہ بادشاہی حکومت کا دھچر بکڑ گیا اور جابجا ضعف اُسکا ظاہر ہو گیا *

† عہد عتیق کے کتاب قصات کے بارہویں باب کا ملاحظہ چاہئے

بادشاہ کا وزیر نو مسلم اپنے بھتیجے کے الزام لگانے سے جو مسلمان اب تک نہ ہوا تھا مارا گیا بعد اُسکے جب ناصر الدین مرگیا تو ہمایوں اُسکا بیٹا تخت نشین ہوا مگر جب پینتالیس دن گزرے تو وہ بھی گذر گیا اور محمود اُسکا چھوٹا بھائی مرے بھائی کی جگہ تخت پر بیٹھا *

محمود تغلق کا بیان

یہ شہزادہ سنہ ۱۲۹۳ ع مطابق سنہ ۷۹۶ ہجری میں تخت نشین ہوا مگر کم سن کے باعث سے بادشاہت کے کئے گذری رعب داب کو بتعال نکر سکا چنانچہ گجرات کا حاکم مظفر خاں خود مختار ہو گیا اور بادشاہی کرنے لگا اور مالوہ جو دکن سے الگ ہو کر دلی کے شامل ہو گیا تھا ہمیشہ کے لئے دلی سے الگ ہو گیا اور خاندیس کا چھوٹا صوبہ بھی قبضہ سے نکل گیا غرض کہ نئی نئی سلطنتیں قائم ہو گئیں اور اکبر کے زمانہ تک قائم رہیں *

بادشاہت کی تباہی اور تیمور کی چڑھائی کا بیان

خاص وزیر نے جوہر پر قبضہ کیا اور نئی سلطنت قائم کی اور اسی زمانہ میں عین دار السلطنت میں کئی گروہ قائم ہوئے چنانچہ اہلسین لوہڑ کر لوہ کے ندی نالی بہائے باقی صوبوں کا یہ حال ہوا کہ خود بادشاہ اور اسکے مخالفوں کی پروا بھی نہی اہس میں لڑنے جھگڑنے لگی چنانچہ یہ لوگ اہس میں لڑ جھگڑ رہے تھے کہ تیمور لنگ انکے سر ہو ٹوٹا اور سارے گروہوں کو مار مار کر خراب و خستہ کیا *

اگرچہ تیمور نے اتنی تاتاری لوگ اکٹھے نکلے تھے جتنے کہ چنگیز خاں نے جگہ جگہ سے فراہم کیئے تھے مگر باوجود اسکے اس طرح ادھر ادھر سے جمع کر کے اسیکی مانند اس پاس کے ملکوں میں لوٹ مار کرتا پھرتا تھا اگرچہ تیمور اپنی ذات کا ترک اور مذہب کا مسلمان اور کسی قدر توبہیت

+ تیمور لنگ یا امیر تیمور جیسی کہ ایشیائے اُسکو پکارتے ہیں مقام کیش میں پیدا ہوا جو شہر سمرقند کے پاس واقع ہے اور وہاں ترکی فارسی دونوں زبانیں

یانتھ ولایت میں پیدا ہوا تھا مگر لڑنے بھڑنے کے رنگ ڈھنگ اُسکے وسیع ہی وحشیانہ تھے جیسے کہ چنگیز خاں مغل کے طور طریقے تھے علاوہ اُسکی ملکی انتظاموں میں بھی ویسا ہی کوتاہ اندیش تھا جیسا کہ چنگیز خاں مغل تھا مگر بادشاہی اُسکی چنگیز خاں کی بادشاہی سے بہت تھوڑے دنوں قایم رہی چنانچہ جن جن ملکوں میں بڑی درز دھوپ اُسکی تھی انکے بڑے بڑے حصوں کو بھی اپنے قبضہ میں نہ رکھا اور اُسکی بادشاہی کے حصوں میں سے جو حصہ اُسکے خاندان میں باقی رہے اور شاداب اور آباد بھی ہوئے تو ساری وجہہ اُسکی یہ تھی کہ اُسکی آل و اولاد کے چال ڈھال اُسکی چال چلن کے مخالف تھے تیمور نے ایران و ماوراءالنہر کو فتح کیا باقی تاتار اور چارچیا اور مہسوپتیمیا اور کچھ تھوڑا سا حصہ روس اور سائبیریا کا ایران و ماوراءالنہر کی فتح سے پہلے پہلے خاکسپاہ کر چکا تھا کہ بدوں کسی نزاع سابق کے ہندوستان کی بودی بادشاہت پر دھارا کیا *

شروع بہار سنہ ۱۳۹۸ ع مطابق سنہ ۸۰۰ ہجری میں تیمور کا پوتا پیر مستعد نامی جو سلیمان کے بہازوں والی پٹھانوں کے ڈبائے میں مصروف تھا مقام اُچھ کے قریب اٹک پار اوترا اور ملتان کا محاصرہ کیا † جس میں چھ مہینے سے زیادہ زیادہ صرف ہوئے اور تیمور اُسی زمانہ میں کوہ ہندو کش سے گزر کر براہ معمولی کابل میں داخل ہوا † اور

بولتی ہیں خاندان اُسکا در سو دوس سے وہاں بسنا رستا تھا تیمور درز کے رشتہ سے یہ دوسری کرتا تھا کہ میں چنگیز خانی ہوں مگر خلیفہ یہ تھی کہ نانا اُسکا بولاس کے قلم کا ایک افسر تھا

† تیمور لنگ نے جو کام ہندوستان میں کئی تمام بیان اُنکا پراپس صاحب کی تاریخ جلد ۳ صفحہ ۲۱۹ وغیرہ اور رینل صاحب کی سرگذشت تیمور صفحہ ۱۱۵ وغیرہ اور برگز صاحب کے ترجمہ تاریخ فرشتہ سے لیا گیا

† ہندوستان کے مہم سے پہلے پہلے جو مہم تیمور نے بہازوں کی سیالہ پوٹی کافروں پر کی تھی اُس مہم کے بیان کو میرا خوند کے بیان سے پراپس صاحب نے نقل کیا اور پڑھنی والی کے لئے نہایت دلچسپ ہے

ماہ اگست سنہ الیہ میں وہاں سے آگے کو بڑھتا چلا چنانچہ ہریوب اور بانو کے راستہ سے دنکوٹ کو پہونچا § اور لکڑی سرکنڈوں کے پل بنا کر اٹک سے پار اوترا اور جہلم پر پہونچکر تلنبا میں داخل ہوا اور بیچ کے ملکوں کو جگہہ جگہہ مطیع اپنا کرتا چلا گیا اور تلنبا سے بہت سا روپیہ حاصل کیا مگر کہتے ہیں کہ وہ شہر اسکی فوج کے ہاتھوں سے بلا حکم اسکی برباد ہوا اور سارے باشندے جان سے مارے گئے *

جب کہ تیمور تلنبا میں داخل ہوا تو اسی زمانہ میں پورے محاصرہ کے ذریعہ سے ملتان فتح ہو چکا تھا مگر ہوسات استدر ہوسی کہ پیر محمد کے گھوڑے مر گئے یہاں تک کہ وہ بستی میں پڑے رھنی پر مجبور ہوا اور بستی سے باہر نہ آسکا اور جب کہ پچیسویں اکتوبر سنہ ۱۳۹۸ع کو تیمور ملتان کے قریب پہونچا تو پیر محمد نے تھوڑی فوج اپنی ملتان میں چھوڑی اور اپی استقبال کو روانہ ہوا چنانچہ دریائے ستلج پر دادا جان کی ملازمت حاصل کی بعد اسکی تیمور تھوڑی فوج لیکر اجودھن کے جانب کو آگے بڑھا مگر وہاں کوئی مقابلہ پیش نہ آیا یعنی کوئی اسکی سامنی نہ پڑا اور جو کہ وہ بستی ایک پڑے اولیا (یعنی بابا فرید شکر گنج) کے مزار کی بدولت مشہور و معروف تھی تو اسکی پاس و آداب سے وہ درچار باشندے جو بھاگی تاگی تھے حوالہ شمشیر نکیتی گئی بعد اسکی تیمور لنگ بتنہ پڑ گیا اور دیس کے اُن لوگوں کو قتل کیا جو شہر کے فضیل میں جان بچائے پڑے تھے یہاں تک کہ وہ شہر چند شرطوں پر مطیع و محکوم اسکا ہوا مگر ان غلط فہمیوں کے باعث سے جو تیمور کی اطاعت میں مطیعوں کو ہمیشہ پیش آتی تھیں وہ بستی چلائی گئی اور تمام باشندے جان سے مارے گئے بعد اسکی سامانہ کا ارادہ کیا اور جہاں جہاں گذرتا گیا باشندوں کو قتل کرتا گیا یہاں تک کہ بخود سامانہ پر اپنی فوج کے پڑے حصہ سے چاکر مل گیا اور ادھر ادھر دھاک اسکی ایسی

§ واضح ہو کہ دنکوٹ کا مقام اب تک ٹھیک ٹھیک دریافت نہیں ہوا مگر غالب یہی کہ سلسلہ کوہ نمک کے جنر ہی جانب میں واقع ہوگا

ہوئی کہ سامانہ سے اگلے شہروں کے لوگ اپنے گھر بار چھوڑ چھاپڑ کر چنپت ہو گئی اور یہی وجہ ہوئی کہ بعد اُسکی عام قتل کی نوبت نہ پہونچی مگر باوجود اُسکے بھی بہت سے لوگ اسیر پنچہ بلا ہوئی غرض کہ بارہویں دسمبر سنہ الیہ کو دلی میں داخل ہوا اور تمام اُن قیدیوں کو تیغ ظلم کے حوالہ کیا جو پندرہ برس سے زیادہ زیادہ عمر کے تھے چنانچہ تعداد ان مقتولوں کے مسلمان مورخوں نے معمولی مبالغہ کی رو سے بقدر ایک لاکھ کے بیان کی ہے *

ہندوستانی فوج کی شکست اور دلی کی تباہی کا بیان جب کہ فوج ہندوستانی جو گنتی میں تھوڑے اور بھرت میں ہورے تھی شکست فاحش کھا کر دلی میں داخل ہوئی تو محمود تغلق نے گجرات کا رستہ لیا اور دلی والوں نے جاں بخشی کے پکے ہورے وعدوں کے بھروسے پر تیمور کی اطاعت کام ناکام اختیار کی چنانچہ بعد اُسکے سترویں دسمبر سنہ الیہ کو تیمور ہی ہندوستان کا بادشاہ بنکارا گیا *

بعد اُسکے جو امر ناگزیر پیش آیا وہ تیمور کے اُن وعدوں سے اُسقدر مطابق ہی جو مطیعوں کی جاں و مال کے حفظ و حراست کے لیئے پیش کیا کرتا تھا مگر ہم اس بات میں حیران ہیں کہ ہم اُسکو اُسکی دغا بازی سے نسبت کریں یا اُسکی فوج سفاک کی قدیمی خونریزی اور خود سری کو اُسکا باعث تہراویں مگر بڑے معتبر مورخ حادثہ مذکورہ کے آغاز و ابتدا کو فوج کی خود سری سے نسبت کرتے ہیں اور اصل اُسکی یہہ ہی کہ جب شہر والوں نے فوج کی لوت کھسوت کے مارے فوج کا مقابلہ کیا تو فوج نے یہاں تک خونریزی کی کہ کشتوں کے پشتے لگ گئی اور لاشوں کے انباروں سے بعض بعض کوچوں میں آنے جانیکی واہ مسدد ہو گئی اور جب کہ شہر کے دروازہ توڑے گئے تو ساری فوج اندر گھس گئی اور ایسا قتل عام کیا کہ بیان کی نسبت خیال اُسکا اسان ہی چنانچہ پانچ دن تک شہر کا لٹنا کھٹنا اور چلنا پھلنا چپ چاپ اپنی آنکھوں سے دیکھتا

رہا اور یازوں رفیقوں سمیت اپنی فتح کی جشن اڑائے گیا یہاں تک کہ جب فوج اُسکی مارتے مارتے ہار گئی اور لوت کھسوت کے لیے مال اور اسباب بھی باقی نہ رہا تو فوج کو کوچ کا حکم سنایا گیا اور روز روانگی یعنی ۳۱ دسمبر سنہ ۱۷۸۱ء کو اُس سنگ مرمر کی شفاف و پاکیزہ مسجد میں جسکو فیروز تغلق نے جمنا کے کنارے پر بنایا تھا بہت گڑگڑا کر خدائے بے نیاز کا شکر ادا کیا + *

کہتے ہیں کہ تیمور دلی سے بہت سی غنیمت لیگیا اور ہر درجہ کے عورت مردوں کو لونڈی غلام اُسنے بنایا اور شہر سمرقند میں ایک بڑی مسجد بنانیکے لیے بڑے بڑے بانی کار معمار اور اچھے اچھے سنگ تراش اپنے ہمراہ لیگیا *

تیمور کے ہندوستان سے چلے جانے اور اُسکی عادتوں

کا بیان

بعد اُسکے تیمور میرٹھہ کو گیا اور وہاں چاکر قتل عام کیا اور گنگا سے ہار اوتر کر کنارے کنارے ہردوار تک وہاں پہونچا جہاں گنگا پہاڑوں سے الگ ہوتی ہی چنانچہ پہاڑوں کے دامن میں ہندوؤں سے کئی ایسی لڑائیاں لڑا جنہیں خود تیمور ایسا بیچان ہو کر لڑا بھڑا تھا جیسا کڑی ادنی سپاہی لڑتا ہی اور کڑی کڑی تکلیفیں اڑتھائیں اور وہ تکلیفات اس وجہ سے زیادہ عجیب غریب معلوم ہوتی ہیں کہ اُسوقت اُسکی عمر ۶۳ برس کی تھی بعد اُسکے پہاڑوں کے تلے تلے جموں تک پہونچا جو لاہور کے شمال میں واقع ہی اور وہاں سے جنوب کو ہو کر اُس رستہ کو ہولیا جس رستہ سے ہندوستان میں آیا تھا اور ہندوستان کو نہایت بے انتظامی اور قحط عظیم اور وباے عام کی بلاؤں میں مبتلا چھوڑ کر دسویں مارچ سنہ ۱۳۹۹ع مطابق سنہ ۸۰۱ھ ہجری کو ہندوستان کی حدوں سے

+ یہ پراچس کا منقولہ ہی جو بظاہر میراجونڈ سے ماخوذ ہی

بظاہر نکل گیا † واضح ہو کہ تیمور کی عادات اُسکے فعلوں سے دریافت کرنی چاہئیں نہ اُسکے مداحوں کی تعریفوں سے جو انہوں نے اُسکی نسبت بیان کیں اور نہ اُسکے خاص اُن قولوں سے جو اُسکے حکم نافذ سے در باب تکمیل حکومت کے خاص اُسکے خیالوں کے موافق قلمبند ہوئے چنانچہ اُسکی سرگذشتوں کے دیکھنے سے جنگو آپ اُسنے اپنی زندگی میں تحریر کیا اُسکی عادتوں کی برائی بھلائی تھیک تھیک معلوم ہو جاتی ہے ‡ اور وہ سرگذشت اُسنے ترکی زبان میں صاف صاف اور خوب ارستہ پیراستہ لکھی ہے اور یہ شک شبہ کہ آپ اُسنے لکھی یا کسی اور آدمی نے لکھی اُسکی اس سادہ لوحی سے رفع ہو جاتا ہے کہ اُسنے اپنی دغا بازی اور حیل سازیکو کھلم کھلا اور ہوسست کندہ لکھا ہے اور جگہ جگہ آپ کو ایسا پاک طینت اور صادق القول لکھا ہے کہ بڑا سا بڑا خوشامدی بھی ایسا نہ لکھتا اور غریب اور مکاری اور عقیدوں کے فساد اور عبادتوں کے حال جو اُس میں بیان کیے ہیں کوئی شخص اُسکی سوا اُنکو ظاہر نہیں کر سکتا یہ حالات اُسکی دلوری ہوشیاری فطرت اور آدمیوں کے حالات سے بخوبی واقف ہونے اور بحسب حال اور موقع کے عمل در آمد کرنیکی جسارت کے ساتھ آدمی کے اوصاف و عادات کا ایک ایسا عجیب غریب نقشا ہے جو کبھی دیکھنی میں نہیں آیا اور جب کہ وحشی فیروز مندوں کے حاکمانہ کلام اُن بادشاہوں کے عمدہ کلاموں سے مقابلہ کیے جاتے ہیں جنگو وحشی فیروز مند دھمکتے ہیں اور وہ بادشاہ لطایف الکھیل سے جان اپنی بچاتے ہیں تو ہم اس بات پر مایل ہوتے ہیں کہ اُن وحشی فیروز مندوں کو اکھڑ سپاہی اور گنوار کا لٹھ تصور کریں مگر تیمور کی ذاتی خصلتیں ایسی تھیں جیسے کسی مکار مند پر کی ہوتی ہیں اور غالب یہ ہے کہ ایسی ہی لیاقتوں کی وجہ سے اور ثنائی فتحمند بھی بہت سے سرداروں سے سبقت لیگئے جو سپہ گری کے فنون و لوازم میں کچھ اُنسے کم تھے *

† تیمور اس وقت اُس مشہور مقام پر جاتا تھا جو اُسنے بجاوڑ پر کی تھی
‡ توزک تیموری کا ترجمہ مہاجر سوارات صاحب کا

چنگیز خاں اور تیمور لنگ کی تاریخوں میں ایک طرح کی مناسبت پائی جاتی ہے مگر منجملہ ان دونوں اعداء نوع بشر کے چنگیز خاں نہایت خشمناک اور سخت پیپاک سفاک اور تیمور لنگ بڑا دغا بار اور حیلہ ساز تھا *

دلی کی بد عملی کا بیان

تیمور کے جانے پر دو مہینے گزرنے تک دلی میں کوئی حکومت باقی نہ رہی بلکہ باشندے بھی تھوڑے رہ گئے بعد اُسکے دلی کی حکومت پر جھگڑا قائم ہوا چنانچہ ایک سردار اقبال نامی جو محمود تغلق کے عہد دولت میں تھوڑا بہت اختیار رکھتا تھا آخر کار کامیاب ہوا اور سنہ ۱۳۰۰ ع مطابق سنہ ۸۰۲ ہجری میں چند بار اُس نے دلی کے اُس پاس کے اضلاع سے آگے بڑھنا چاہا اور حکومت کی وسعت چاہی مگر وہ ناکام رہا اور اقبال اُسکا یاد رکھا یہاں تک کہ ملتان کے دور دراز مہم میں مارا گیا *

بعد اُسکے سنہ ۱۳۰۵ ع مطابق سنہ ۸۰۸ ہجری میں محمود تغلق گجرات سے واپس آیا اور تھوڑے عرصہ تک وظیفہ داروں کی طرح سے دلی میں رہتا رہتا رہا اور پھر قنوج میں مقیم ہوا جو چونپور کے بادشاہ کا علاقہ تھا اور اپنے وقتوں میں اقبال نے بھی چند بار اُسکا ارادہ کیا تھا مگر جب کہ اقبال کا ادبار آیا اور اُس نے انتقال کیا تو سنہ ۱۳۱۲ ع مطابق سنہ ۸۱۴ ہجری میں محمود تغلق نے دوبارہ تخت پر جلوس کیا مگر حقیقت یہ تھی کہ وہ نام کا بادشاہ رہا اور بیس برس کے بعد اپنی موت مر گیا بعد اُسکے دولت خاں لودھی چانشین اُسکا ہوا اور اُسکی تخت نشینی پر کل پندرہ مہینے گزرے تھے کہ سنہ ۱۳۱۳ ع مطابق سنہ ۸۱۷ ہجری میں خضر خاں حاکم پنجاب نے اُسکو خارج کیا اور سیدھی راہ اُسکو بتائی *

سیدوں کی حکومت کا بیان

زمانہ مذکورہ بالا سے چھتیس برس تک بلاد ہندوستان میں کوئی نام کی سلطنت بھی باقی نہ رہی باقی خضر خاں جو سنہ ۱۲۱۲ ع مطابق سنہ ۸۱۷ ہجری میں حاکم ہوا وہ تیمور کی نیابت کے بہانہ سے بلاخطاب بادشاہی اور بلا لوازم سلطانی حکومت کرنا رہا اور اصل حقیقت یہ تھی کہ اگرچہ خضر خاں خاص ہندوستان میں پیدا ہوا تھا مگر اصل و نسب سے بنی فاطمہ تھا اور اسی شخص اور اُسکے تین اولادوں کی تخت نشینی سے سیدوں کی سلطنت کا خاندان قائم ہوا منجملہ اُنکے ایک سید مبارک تھا جو سنہ ۱۲۲۱ ع میں حاکم ہوا اور دوسرا سید محمّد جسے سنہ ۱۲۳۵ ع میں حکومت کو سنبھالا اور تیسرا علاوالدین جو سنہ ۱۲۴۳ ع میں حکم رانی کرنے لگا باقی خضر خاں کی یہ صورت تھی کہ دلی کے علاوہ کوئی ضلع یا پرگنہ اُسکے قبض و تصرف میں نہ تھا یہاں تک کہ پنجاب اُسکا اصلی صوبہ بھی بہت جلد اُس سے باغی طاغی ہو گیا تھا چنانچہ خاندان اُسکا پنجاب کے کسی قدر حصہ کے واسطے اپنے عہد حکومت میں لڑتا چھوڑتا رہا مگر اُسکے خاندان والوں نے اپنی حکومتوں کا بڑھانا چاہا چنانچہ بڑی گرمجوشی سے چند مرتبہ راجپوتوں کی سرحدوں اور صوبہ مالوہ پر کڑے کڑے دھاوے کیئے مگر علاوالدین کے عہد حکومت میں جو سب سے پہچھلا حاکم تھا حدود اُنکے اضلاع مقبوضہ کی شہر پناہ کی ایک جانب کل ایک میل سے اور باقی کسی طرف بارہ میل سے زیادہ نہ تھی ہاں اُسکے قبض و تصرف میں بدایوں تھا جو دلی کے شرقی جانب میں سو میل کے فاصلہ پر واقع ہی یہاں تک کہ علاوالدین آخر کار اُسی جگہ چلا گیا اور شہر دلی کو بہاول خاں لودھی کے حوالہ کیا جس نے بادشاہی کا خطاب اختیار کیا اور بعد اُسکے علاوالدین نے سنہ ۱۲۵۰ ع مطابق سنہ ۸۵۴ ہجری میں گوشہ نشینی اختیار کی *

لودھیوں کے خاندان کا بیان

بہاول لودھی کا بیان

واضح ہو کہ اس بہاول خاں کے باپ دادا تجارت کی بدولت کولتھند ہوئے تھے اور دادا اسکا فیروز تغلق کے زمانہ میں جو پٹھانوں کا مائی باپ تھا ملتان کا حاکم تھا باپ اسکا اور نیز کئی چچا اسکے سیدوں کے شہد حکومت میں فوج کے افسر تھے چنانچہ منجمد انکے اسلام خاں ایسا ذی اختیار و صاحب قوت تھا کہ اپنی قوم کے بارہ ہزار آدمیوں کو قنقواہ اپنے گھر سے دیتا تھا غرض کہ اس خاندان کی قوت و مکت اور نیز بعض بعض بھائی بندوں کی غمازی سے سید محمد کو رشک پیدا ہوا چنانچہ لودھیوں پر برے برے ظلم ستم ہوئے اور بہار و زمین بھگائے گئے مگر یہ لوگ اسوقت تک سیدوں کی حکومت کا مقابلہ کرتے رہے کہ بہاول خاں کو پہلے پھل سہرنہ پر اور بعد اسکے تمام پنجاب پر قبضہ کر نیکا موقع ہاتھ آیا *

بہاول خاں کو حمید خاں وزیر نے بلایا تھا جو پہلے پادشاہ کا وزیر تھا مگر جب کہ بہاول خاں نے یہ دیکھا کہ یہ وزیر اسکی اصل نہیں سمجھتا تو اسنے ایک تدبیر سے اسکو گرفتار کیا اور اسکی بات کو خاک میں ملا کر ملکی انتظاموں سے ہاتھ آٹھانے اور کنج عزلت میں بیٹھنے پر اسکو مجبور کیا *

بہاول خاں کی تخت نشینی بدلی کی سلطنت میں پنجاب داخل ہو گیا تھا اور سیدوں کے زمانہ میں ملتان خود مختار تھا اور جبکہ بہاول اسپر چڑھ کر گیا تو شاہ جونپور کے دھار کے مارے جسنے دلی کا محاصرہ کیا تھا پچھلے بیروں واپس آیا غرض کہ سنہ ۱۳۵۲ ع مطابق سنہ ۸۵۶ ہجری میں شاہ جونپور سے لڑائی شروع ہوئی اور چھ مہینے برس تک قائم رہی مگر اس درمیان میں کبھی کبھی توڑے دنوں کے لیے بغارت کی صلح آتی رہی ہوتی رہی چنانچہ انجام اسکا یہ ہوا کہ سنہ ۱۳۷۸ ع مطابق

سنہ ۸۸۳ ہجری میں چونپور فتح ہوا اور ہمیشہ کے لیے دلی کی سلطنت میں شامل ہو گیا بہلول اس طویل لڑائی کے بعد دس برس تک زندہ رہا اور چھوٹی چھوٹی لڑائیاں لڑا کیا اور ادھر ادھر کے ملکوں کو فتح کرتا رہا یہاں تک کہ سنہ ۱۲۸۸ ع مطابق ۸۹۲ ہجری میں مرگیا اور مرتے دم تک اتنا ملک چھوڑ گیا کہ جمنا سے کوہ ہمالیہ تک اور جمنا کے مشرق میں بنارس تک اور اُسکے مغرب میں ہندیل کھنڈ تک پہنچا ہوا تھا *

سکندر لودھی کی سلطنت کا بیان

اس بادشاہ کی تخت نشینی ہو اُسکے بھتیجے شہر خوارہ کی طرف سے چند سرداروں نے جھگڑا کھڑا کیا اور اس بادشاہ کے دو بھائیوں نے میدان کی لڑائیاں قائم کیں اور ہتیاروں کی نوبت پہونچائی اور منجملہ اُنکے ایک بھائی بہت جی توڑ کر لڑا مگر سکندر سب پر غالب آیا اور جو لوگ اُنکے شریک حال تھے اُنسے اچھی طرح پیش آرا اور اپنے بھائی ہندوں پر بہت سی مہربانی کی اور صوبہ بہار کو بنگال کی سرحد و قنٹک دلی کی سلطنت میں شامل کیا اور ہندیل کھنڈ کی جانب میں بھی اپنے ملک کو وسعت بخشی مگر یہ بادشاہ منجملہ اُن متعصب بادشاہوں کے تھا جو دلی کے تخت پر بیٹھے تھے چنانچہ جو شہر اور قلعہ ہندوؤں کے فتح کرتا تھا تو اُنکے ہندوؤں کو قہا پھوڑ کر برابر کر دیتا تھا اور تیرت جاترہ اور جمنا گنگا کے اُشنان سے روکتا تو کتا تھا یہاں تک کہ ایک موقع پر اُسنے اپنے تعصب کی نوبت ظلم و ستم کی غایت تک پہونچائی یعنی ایک + برہمن اس مسئلہ کے شایع کرنے میں بہت سرگرم تھا کہ اگر تمام مذہبوں پر جی جان سے عمل کیا جاوے تو خدا کے نزدیک برابر مقبول ہیں چنانچہ اُسنے اُس برہمن کو اپنے روپرو طلب کیا اور بارہ فاضلوں

+ یہ برہمن معلوم ایسا ہوتا ہی کہ کبیر کے چیلوں میں سے تھا جو ایک ہندو حکیم تھا اور اسی صدی کے شروع میں اسی قسم کے مسائل کی تعلیم دیا کرتا تھا۔

کے سامنے ثبوت اُس مسئلہ کا اُس سے چاہا اور جب کہ اُس نے اپنے مسئلے نیچے رزے تو اُسکو قتل کرایا *

علوہ اُسکے چب ایک مسلمان نے کسی جگہ پر تیرت جانورہ کی زوک ٹوک پر اُسکو سمجھایا اور گوئے ملامت کی تو اُسنے اپنی تلوار سونت کر اُسپر چلائی کہ ای بدبخت تو بت پرستی کا حامی ہوتا ہی مگر جب اُس نے یہہ عرض کیا کہ میں بت پرستوں کا مدد و معاون نہیں بلکہ میری غرض یہہ ہی کہ بادشاہوں کو یہہ امر شایان و سزاوار نہیں کہ وہ اپنی رعایا کو ستایا اور اُنکے داروں کو دکھایا کریں تو وہ گوئے تہنڈا ہوا اور غصہ اُسکا دھیمہ پڑا *

ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ جب وہ اپنے بھائی پر چڑھ کر جاتا تھا تو اُسکی حق میں ایک قلندر نے فیروز مندی کی دعا کی اور اُسنے یہہ بات کہی کہ بابا تو اُسکے حق میں دعا کر جو اپنی رعایا کا بھلا چاہے * یہہ بادشاہ ایک شاعر تھا اور عالم فاضلوں کو بہت مانتا تھا اٹھائیس برس سلطنت کر کے آگرہ میں اس جہاں فانی سے گذرا *

ابراہیم لودھی کی سلطنت کا بیان

یہہ بادشاہ اپنے باپ کا جانشین ہوا مگر اپنے باپ کی خبریوں سے متحس معرا تھا یہاں تک کہ بھائی بند اُسکی اُسکے غرور و نخوت کے باعث سے سخت متنفذ اور سردار اُسکے اُسکی دھمی مزاج کے مارے تڈگ اور پریشان تھے چنانچہ ان باعثوں کی ضرورت سے اُسکی سلطنت میں روز بروز شور و فساد برپا رہے یہاں تک کہ شروع سلطنت میں اُسکا ایک بھائی جونپور کا بادشاہ بنکارا گیا مگر بارہ مہینے کے اندر اندر مغلوب ہوا اور ابراہیم نے اُسکو پوشیدہ پوشیدہ قتل کیا اور باقی بھائیوں کو عمر بھر قید رکھا بعد اُسکے ایک سردار اسلام خاں نامی باغی ہوا اور عین میدان میں مارا گیا اور بہت سے بڑے بڑے آدمی اور صوبوں کے حاکم بغاوتوں میں شریک ہونے سے اور بہت سے لوگ شکستہ شہرہ میں کھلم کھلا مارے گئی

اور بہت سے لوگوں کو قید کر کے درپردہ قتل کرایا اور ایک حاکم کو ایسی حالت میں مروا ڈالا کہ وہ اپنی گدی پر بیٹھا تھا غرض کہ ایسی کاموں سے لوگوں کا اطمینان اوتھ گیا اور بہت سے سردار اس کے باغی طاغی ہو گئے یہاں تک کہ ملک کا مشرقی حصہ بالکل قابو سے نکل گیا اور دریا خاں لوحانی کا مطیع و محکوم ہو کر بجائے خود مستقل ہو گیا اور جب دریا خاں لوحانی مر گیا تو اُسکی بیٹے نے بادشاہی کا خطاب اختیار کیا *

ہندوستان پر بابر کی چڑھائی کا بیان

پنجاب کے حاکم دولت خاں لودھی نے اور سرداروں کے قتل و قمع سے خوف کھاکر بغاوت اختیار کی اور اپنی امداد و اعانت کے لئے بابر بادشاہ کو بلایا جو تھوڑی مدت سے کابل میں سلطنت کرتا تھا مگر پہلے اس سے بابر ملک پنجاب پر حملہ کر چکا تھا اور دعویٰ اُسکا یہہ تھا کہ پنجاب کا ملک میرے جد امجد تیمور لنگ کا ترکہ ہے اور میں اُسکا وارث ہوں اور اب جو دولت خاں نے اُسکو بلایا تو اُسنی بڑی خوشی سے قبول کیا مگر بعض بعض پٹھان سرداروں نے یا تو ابراہیم شاہ لودھی کے نمک کا حق بچا کر یا بیگانہ آدمی یعنی بابر بادشاہ سے نفرت کر کے غرض کہ کوئی سبب قائم کیا جاوے دولت خاں کو حکمرانیت گاہ سے خارج کیا اور بابر سے بمقابلہ پیش آئے مگر انجام اُسکا یہہ ہوا کہ سنہ ۱۵۲۳ ع مطابق سنہ ۹۳۰ ہجری میں لاہور کے قریب اُنکو شکست فاحش نصیب ہوئی اور بابر کی فوج نے لاہور کو جلا پھونک کر خاک سیاہ کیا بعد اُسکے دیہال پور پر چڑھائی کی اور محصوروں کو پکڑ چکڑ کر گردن مارا اور اسی جگہ دولت خاں بابر کی خدمت میں حاضر آیا مگر تھوڑے دنوں بعد اُسکے ارادوں کی نسبت بابر کو کچھ شبہ دامنگیر ہوا چنانچہ اُس نے بہتوں سمیت اُسکو مقید کیا اور جب تھوڑی مدت گزرنے پر بابر نے ترس کھایا تو اُس نے اُسکو رہا کیا اور نہایت تعظیم و تکریم سے پیش آکر جاگیر اُسکے لئے مقرر فرمائی مگر باوجود اس مدارات اور خاطر داری کی اُس نے اعتباری

کو رفع نکر سکا جو دولت خاں اور اُسکے بیٹوں کے دلوں میں اُسکی طرف سے مستقر و متمکن ہوئی تھی یہاں تک کہ جب بابر دہلی کی جانب روانہ ہوا اور رفتہ رفتہ شہر سہرند تک پہنچا دولت خاں ایک بیٹی سمیت باغی ہوا + اور پہاڑوں میں چلا گیا چنانچہ بابر نے ایسے خطرناک دشمن کو پیچھے چھوڑنا مناسب سمجھا اور کابل کو لوٹنے کا ارادہ کیا مگر باوجود اُسکے اُن ملکوں پر جما رہا جنکو اُسنے فتح کیا تھا اور اپنے اعتمادی لوگوں کو اُنپر مقرر کیا چنانچہ ابراہیم شاہ کے چچا علاوالدین کو دیپال پور پر چھوڑا مگر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہ علاوالدین ابراہیم کی قید سے بھاگ کر بابر کے پاس آیا تھا بعد اُسکے جب کابل کی طرف کو بابر آگے بڑھا تو دولت خاں نے ملک پنجاب کو روند سوند کر ہمال کیا اور جب علاوالدین اُسکا مقابلہ نکر سکا تو وہ بھی کابل کو چلتا ہوا مگر دولت خاں کا انجام یہہ ہوا کہ بابر کے ایک سردار نے اُسکو شکست دیکر مغلوب کیا اور جب کہ بابر شہر بلخ کو اوزبکوں کی شر و آفت سے بچتا رہا تھا تو اُسے علاوالدین مذکور الصخر کو ہندوستان کی جانب روانہ کیا اور اپنے سرداروں کے نام اُسکی امداد و اعانت کے لیے روانہ بھیجے غرض کہ علاوالدین اُن سرداروں کی امداد و کمک سے دہلی کو روانہ ہوا اور نہایت اُسکی یہہ پہنچتی کہ جو لوگ ابراہیم شاہ کی فوج سے ناراض ہو کر آئے تھے وہ علاوالدین کے لوگوں میں داخل ہوتے تھے یہاں تک کہ رفتہ رفتہ فوج اُسکی چالیس ہزار آدمیوں کے لگ بھگ ہو گئی غرض کہ علاوالدین اس فوج کو ہمراہ اپنے لیکر دہلی کی روئی تک پہنچا اور ابراہیم شاہ سے لڑ بھر کر شکست فاحش کھائی اور بابر اُس زمانہ میں بلخ کا چھوڑا چکا کہ لاہور تک پہنچتا تھا اور دولت خاں کے پیچھے پہاڑوں میں گیا

+ دولت خاں کا دوسرا بیٹا دلاور نامی بابر کا مطیع و معکوم رہا اور وہ بابر کا مستند تھا خطاب اُسکا خان خاناں اور وہ خود دہلی کے دربار میں دوسرے درجہ کا امیر تھا اور ہمایوں اور بابر دونوں باپ بیٹوں کے عہد دولت میں بڑا ذی اختیار رہا

تھا چنانچہ دولت خاں نے جان اپنی بچاڑی اور بابر کی اطاعت قبول کی اور قلعہ کو ملازمان باذری کے سپرد کیا + بعد اُسکے پھاروں پھاروں بابر روپڑ میں داخل ہوا جو ستلج کے کنارے لودھیانہ سے اوپر کی جانب کو واقع ہی اور روپڑ سے سیدھا دلی کو روانہ ہوا اور ہانی پت کے دیروں ابراہیم شاہ کے پاس پورس آپ کو پایا جو اُسکے مقابلہ کے واسطے ایک لاکھ آدمی اور ایک ہزار ہاتھی لایا تھا اور بابر کے روپڑ ایسا ہی لوگوں نے یہاں کیا اور جب کہ بابر ابراہیم شاہ کے لشکر کے قریب آیا تو ایک مقام اُسنے پسند کیا اور اپنے توپوں کو چمڑے کی رسوں سے اکٹھا کر کے باندھا اور توپوں کے آگے پیادوں کی صفیں باندھیں اور پیادوں کے آگے چھاتی چھاتی ہوا ہر دمدمی باندھے اور عالیٰ ہذا القیاس اُسنے ہاروں کو بھی دوسروں سے مضبوط و مستحکم کیا اور فوج اُسکی کل بھیڑنگاہ سمیت بھی بارہ ہزار آدمیوں سے زیادہ تھے اور جب کہ ابراہیم اُسکے بہت قریب آ پہنچا تو اُسنے بھی اپنے مقام کو مستحکم کیا مگر ابراہیم کو اسقدر صبر نہ ہوا کہ وہ بابر کے دھارے کا منتظر بیٹھے چنانچہ اُسنے چند روز کے بعد اپنی فوج کو اُسکی جگہ سے اوکھڑا اور بابر کی فوج پر پہلے پہل آپ حملہ کیا یہاں تک کہ جب ابراہیم کی جانب سے لڑائی شروع ہوئی تو بابر نے خود مقابلہ پر آکر اپنی فوج کے دائیں بائیں کو ابراہیم کی فوج کے دائیں بائیں اور نیز اُسکی پشت پر حملہ کرنا حکم سنایا چنانچہ اُسکی فوج نے پیش قدمی کر کر ابراہیم کی فوج پر تیروں کا مینہ برسایا اور ابراہیم کی فوج نے چند بار اس نظر سے حملے کیئے کہ غنیم کی فوج کو تتر بتر کرے مگر نتیجہ اُلٹا پڑا کہ خود وہی فوج پراگندہ ہو گئی اور بابر کہ اب تک توپونکی مار مار سے حریف کی فوج کو توڑ پھوڑ رہا تھا اپنی فوج کے قلمب پر آیا اور اُنکو آگے بڑھنے کا حکم سنایا جنکے آگے بڑھنے سے حریف کی تباہی پوری پوری ہو گئی

+ دولت خاں کا بیٹا نازی خاں بھاگ گیا اور بابر نے اُسکے ایسے کتب خانہ پر قبضہ کیا جس میں نہایت عمدہ عمدہ کتابیں مجتمع تھیں مگر بھسب ظاہر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اُن روزوں کے پٹھان سرداروں کے لئے ایک قرآن ہی کتب خانہ تھا

یہاں تک کہ خود ابراہیم اپنی جان سے مارا گیا اور ہندوستانی فوج نے جو محصور ہونیکے قریب آئے اونچے تھے بہت بڑا صدمہ اٹھایا بابر نے کھیت کو دیکھ کر یہہ قحطیہ کیا کہ دشمن کے ہندو سولہ ہزار آدمی کام آئی منجملہ انکے پانچ چھ ہزار ایسے تھے کہ وہ اپنے بادشاہ کے آس پاس اُس کھیت میں کتے پڑے تھے مگر ہندوستانیوں نے بابر کے سامنے یہہ بیان کیا کہ عین لڑائی بھڑائی اور بعد اُسکے تعاقب میں چالیس ہزار آدمیوں سے کچھ کم نہیں مارے گئے *

یہہ لڑائی ایسی ہوئی کہ اُس میں کسی فریق کا فن و ہنر بہت ظاہر نہیں ہوا اِس لیے کہ صبح سے دو پہر تک قائم رہی بابر کا بہت خوشی سے یہہ بیان ہی کہ ہماری توہیں بہت مرتبہ چلائی گئیں اور اُن سے بہت عمدہ کام نکلا اور اُس زمانہ میں بلاد یورپ میں بھی توہیں سے کچھ بہت کام چلتا تھا اور باوصف اُسکے دشمن کے بازوؤں اور پیچھے کو تیروں کی مار سے توڑنے میں جو تدبیر بابر نے برتی وہ تدبیر اُسکی کامیابی کی نظر سے معقول اور صائب معلوم ہوتی ہی مگر ہمت و ہنر کے لحاظ سے تعریف و توصیف کے شایاں و سزاوار نہیں بلکہ اگر حریف اُسکا چابک و ہوشیار اور چالاک و طرار ہوتا تو وہ تدبیر اُلٹی پڑتی یعنی لینے کے دینے پڑتے *

دلی آگرہ پر بابر کے قبضہ کا بیان

دلی کے لوگوں نے بابر کی اطاعت اختیار کی اور بابر نے آگے بڑھ کر آگرہ پر قبضہ کیا جہاں تھوڑے دنوں سے بادشاہ رہنے لگے تھے *

ابراہیم کے امیروں کی فہوسست جو فرشتہ والے نے لکھی ہے اُس سے دریافت ہوتا ہی کہ وہ امیر یا لوحانے لودھی قوم افغانوں کے یا فرمولی تھے اور فرمولی خلتچیوں میں سے نہیں تھے تو خلتچیوں کی مانند افغانوں میں داخل ہو گئے تھے *

گوالیار کا راجہ جو سکندر لودھی کے عہد دولت میں مطیع اور ابراہیم کی وفات میں جنگ و جدال کے معرکوں میں شریک و شامل تھا عین میدان میں مارا گیا *

بابر نے حال اس فتح کا نہایت خوش خَلقی سے بیان کیا چنانچہ وہ اس فتح کو سلطان محمود غزنوی اور شہاب الدین غوری کی فتوحات کے برابر سمجھتا ہے *

اگرچہ ہندوستان کے اُن چند اہل صوبوں کی فتح کو جو ابراہیم کے قبض و تصرف میں داخل تھے تمام ہندوستان کی فتح سمجھنا بجا اور درست نہیں مگر باوجود اسکے بابر کی فتح کو یہ تسلیم کرنا چاہیئے کہ وہ ایسا ہی بڑا کام تھا جیسے کہ اثر اُسکا بڑا اور مستقل ہوا اس لیے کہ اُسکی فوج اُس ملک کے قبضہ کے لیے کافی رانی تھی جسکو اس نے مطیع اپنا کیا تھا اور اُس فوج کو اپنے ملک سے بہت دشواری سے لایا تھا اسی لیے کہ اب تک بھی اُسکو اربوں کا خوف و اندیشہ باقی تھا جنکے مقابلہ میں تیمور کے خاندان کی ساری قوت بھی ٹھہر سکی تھی جن مقاموں پر لوگوں نے بابر کا مقابلہ کیا وہ اُنسے ایسی بے رحمی سے پیش آیا جیسے کہ تیمور لنگ پیش آیا تھا جسکی پیروی اُسنے کی اور بمقتضای اسکے کہ مصرعہ (ازان ہو ہنر بے ہنر چوں بود) یہی قیاس بھی چاہتا ہے کہ جو رعب داب بیٹھانے کے لیے بابر نے اختیار کیئے تھے وہ اس نظر سے کسی قدر واجب تھے کہ فوج اُسکی بہت تھوڑی تھی مگر نہایت عمدہ عذر اسکے حق میں یہ ہے کہ اُسکے ملک کا یہی طریقہ تھا یعنی اُنکی طبیعتوں میں بیرونی اور ناخدا قوسی بہت سمائی ہوئی تھی مگر اصل خلقت میں مزاج اُسکا نرم اور طبیعت اُسکی حلیم و سلیم تھی اگرچہ چند راقعوں اور دو چار خونریزیوں کے باعث سے جنکا بیان اُسکے سرگذشت میں پایا جاتا ہے گو نہ حیران اور خلی متعجب ہونا پڑتا ہے مگر اُسکی اصلی طبیعت پر واقعتاً مداورہ سے کوئی دھبہ اسطرح

سے نہیں لگتا جیسے کہ قیصر کی ذاتی خورے و خصامت پر قدیم
فرانسیسوں اور سمندر کے چوروں کے قتل و قمع سے نہیں لگتا *
یہہ بابو ایسے بادشاہوں کے خاندان کا بانی مہاجی ہوا جنکے عہد
سلطنت میں ہندوستان کا ملک غایت شادابی اور نہایت آبادی کو پہنچا
اور جسقدر حکومتیں کہ آجکل ہندوستان میں قائم ہیں وہ انہیں
بادشاہوں کی تباہی کے نتیجے اور ہربادی کے ثمرے ہیں *

—————*—————

ساتواں حصہ

خاندان تیمور کا بیان

بابر کی فتح سے اکبر کی تخت نشینی تک کا بیان

پہلا باب بابر کی سلطنت کے بیان میں

بابر کے خاندان اور اُسکے آغازِ عمر کا بیان

جب کہ بابر نوجوان لڑکا تھا تو اُس نے بڑے بڑے کارنامیاں دکھائے اور بڑی بڑی گونشیں دیکھیں وہ تیمور لنگ کی چھٹی پشت میں تھا اور ابوسعید اُسکے دادا کا ملک ابوسعید کے بیٹوں پر تقسیم ہو گیا تھا چنانچہ منجملہ اُسکے سمر قند اور بخارا احمد مرزا کے حصہ میں اور شہر بلخ محمود مرزا کے اور کابل تیسرے بیٹے الغ بیگ کے قبضہ میں آیا اور چوتھا بیٹا عمر شیخ مرزا جو بابر کا باپ تھا پہلے کابل کا حاکم رہا مگر بعد اُسکے خود باپ کے حینِ حیات میں فرغانہ کو بدلا گیا جو دریائی جگہ سرتیز کے بالائی حصہ میں واقع اور ایک چھوٹا ملک اچھا عمدہ زر خیز ہی جسکا ذکر اکثر بابر نے بڑی خوشی سے کیا بابر کی ماں ایک مغلاںی تھی جو محمود خاں کی ہم شیرہ تھی اور خود محمود خاں چغتای خاں کی اولاد تھا اور چنگیز خاں کے عہدِ سلطنت میں چغتای خاندانوں کا سردار تھا مگر بارصفا اس علاقہ کے بابر کی طبیعت مغلوں سے مانوس نہوٹی چنانچہ

+ اس کتاب میں بابر کا حال اُسکی سرگذشتوں سے لیا گیا جنکا ترجمہ ارس کابین صاحب نے کیا اور وہ چند باتوں میں نرسنہ والے کے بیان سے کسیندو مخالف ہی

اُس نے ذکر اُنکا اپنی سرگذشت میں بڑی حقارت سے ‡ کیا ہے *
 جب کہ سنہ ۱۳۹۳ ع میں بابر کا باپ مرگیا اور بعد اُسکے وہ تخت نشین ہوا تو وہ پورے بارہ برس کا تھا اور عمر شیخ مرزا بابر اُسکا اس حال میں جہان فانی سے گذرا کہ وہ اپنے بھائی احمد مرزا والی سمرقند اور اپنے سالہ محمود خاں سے لڑ رہا تھا اور جب کہ عمر مرزا مرگیا تو ان مخالفوں کی طرف سے بابر کے حق میں بھی کوئی مزوت ظاہر نہ ہوئی بلکہ اُنہوں نے بابر کی دارالسلطنت پر حملہ کیا مگر وہ بالکل ناکام رہے بعد اُسکے تھوڑے دنوں گذرنے پر احمد مرزا مرگیا اور بھائی اُسکا بلخ کا بادشاہ اُسکا جانشین ہوا اور جب کہ وہ بھی مرگیا تو بعد اُسکے بایسنقر مرزا اُسکا بیٹا اُسکی جگہ بیٹھا اور اُسکی جانشینی پر ایسے شور و فساد برپا ہوئے کہ بابر نے سمرقند کی فتح کا ارادہ کیا اگرچہ بابر گھر کی حکومت کے کام کاج تھوڑے عرصہ تک کرچکا تھا مگر تب بھی عمر اُسکی پندرہ برس کی تھی اور یہ بات کہ وہ صغر سنی کے باعث اور آمدنی ملک اور باقی ذریعوں کے کمی سے چند ہار اپنے ارادہ سے قاصر رہا اور اپنے مراد کو نہ پہونچا اس بات کی نسبت بہت کم حیرت افزا ہی کہ اُس نے استقلال ہمت اور الواعزمی کی بدولت سمرقند کو آخر کار سنہ ۱۳۹۷ ع میں فتح کیا *

تیمور لنگ کے دارالسلطنت یعنی سمرقند کے قبض و تصرف کو قائم و دائم رکھنا جو تمام ماورالنہر کے فتوحات کا ایک بڑا وسیلہ تھا بابر نے زور و قوت سے خارج تھا اور اس لیے کہ بہت دنوں کے قصے قضائوں کے

‡ ارس کاین صاحب لکھتے ہیں کہ بابر کو مغلوں سے نہایت نفرت تھی مگر یہ کچھ عجیب نصیب کی بات ہے کہ جس سلطنت کی بنیاد اُس نے ہندوستان میں ڈالی اُسکو ہندوستان کے لوگوں اور بنگالہ کے ملکوں کے مورخوں نے بھی مغلوں کی سلطنت کے نام سے مشہور کیا (ارس کاین صاحب کا ترجمہ بابر کی سرگذشت کا صفحہ ۱۳۶) مگر شہوت کا باعث یہ ہے کہ ہندوستانی لوگ تمام شمال کے مسلمانوں کو پٹمانوں کے علاوہ مغلوں کے نام سے پکارتے ہیں اور اب خاص ایرانیوں کو مغل کہتے ہیں

تاریخ ہندوستان

سارے وہ ملک تباہ و خراب ہو گیا تھا اور اسمیں مسعود موت پہنچ رہی تھی کہ باہر کی فوج کی تنخواہ اُسکی آمدنی سے ادا کیجئے تو بہت سے لوگ اُسکی نوکری چھوڑ چھوڑ چلے گئے اور فرغانہ میں جا کر باقی فوج کو بھگانے لگی چنانچہ آخر کار انہوں نے احمد تنبول کو سردار اپنا بنایا جو خود باہر کا ایک سردار تھا اور جہانگیر مرزا باہر کے چھوٹے بھائی کے نام سے بغاوت اختیار کی غرض کہ ایسی بغاوت کے برپا ہونے سے جو خاص گھر میں پیدا ہوئی تھی توقف کی مجال نہ رہی چنانچہ باہر نے تین مہینے دن کی حکومت پر سمرقند کو چھوڑا اور فرغانہ کو روانہ ہوا اور جب کہ وہ اُستارف روانہ ہوا تو سارے سمرقند والے یک قلم پھرتے اور ایک سخت بیماری کے عارض ہونے سے جس سے بدشواری نجات پائی اُسکی کار و بار میں اتنا بڑا ہرج واقع ہوا کہ جب وہ سمرقند سے نکلا تو اُسکے کانوں میں یہ بھنگ پڑی کہ مرزوی ملک اُسکے قبضے سے نکل گیا اور جب کہ اُس نے یہ نقشہ دیکھا تو اپنے ماموں محمود خاں سے ملتہجی ہوا چنانچہ گاہے گاہے اُسکی امداد و اعانت سے اور اکثر اوقات اپنی سعی و کوشش سے سمرقند اور فرغانہ پر مختلف مختلف حملے کیئے اور کچھ کچھ کامیاب بھی ہوا یہاں تک کہ سنہ ۱۳۹۹ء میں مرزوی سلطنت پر قبضہ پایا مگر اب تک وہ باغیوں پر پورا پورا غالب نہ ہوا تھا کہ اُسکو اسباب کی ترغیبیں دی گئیں کہ وہ سمرقند کی طرف روانہ ہوئے چنانچہ وہ سمرقند کی جانب روانہ ہوا مگر حسب اتفاق اب تک وہ سمرقند تک نہ پہونچا تھا کہ اُسکو یہ پرجا لگا کہ سمرقند و بخارا پر اوربکوں نے قبضہ کیا جو اُس سلطنت کی بنیاد ڈال رہے تھے جو ماوراءالنہر پر آجہ اُنکو حاصل ہی *

+ یہ اوربک جنکا خطاب ایک اُنکی سردار سے نکلا ترک اور مغل اور قبیلے کی مجموعہ سے ایک قوم بن گئی مگر ترک اُس مجموعہ میں سب سے زیادہ تھی اور وہ لوگ پہلی دریائے جیک پر بستے تھے اور ملک سائبیریا کے ایک بڑے حصہ پر قابض تھے (ارس کاہن صاحب کا دیباچہ ترجمہ سرگزشت بابو کا صفحہ ۵۹ و ۶۰)

اسی عرصہ میں احمد تہذیب نے ہر سر اوبھارا چنانچہ اُسکی
 فرغانہ پر قبضہ کیا اور بابر ایسے پہاڑوں میں پناہ لیئے ہر معجزہ ہوا جو
 فرغانہ کے چٹوڑی جانب میں واقع ہیں اور نہایت دشوار اور معجزہ گزار ہیں
 اور جب کہ اُسکو یہ بات دریافت ہوئی کہ شہبانی خاں سردار اوزبکوں
 کا سرقند کو چھوڑ کر کسی مہم پر چڑھ گیا تو اپنی ذاتی دلاری اور اُمی
 ہمت کے تقاضے سے "سمرقند پر چھابی مارنیکا ارادہ کیا چنانچہ صرف دوسرو
 بجالیس آدمی لیکر روانہ ہوا اور راتوں رات زینہ لٹاکر سمرقند کی روٹی پر
 چڑھ گیا چنانچہ پہرہ والوں پر غالب آیا اور کمال چھٹی چالاکی اور دلاری
 ظاہر کرتے اپنے لوگوں کا یہاں تک بھرم بڑھایا کہ تمام شہر والے طرفدار اُسکے
 لئے اور اوزبکوں کو جگہ جگہ قتل کیا شہبانی خاں یہ خبر سنکر بہت
 حائل بھرا مگر جب اسنے یہ دیکھا کہ شہر کے لوگوں نے شہر کے دروازہ بند کئی
 تو لہجہ ہر ہر بخارا کو چلا گیا بعد اسکے سارا سفدیانہ بابر کے قبضہ میں آگیا
 چنانچہ وہ چھ مہینے تک تمام امن و امان سے اسپر قابض اور مہصرف
 رہا اور اس عرصہ میں اس پاس کے بادشاہوں کو یہ بات اسنے سمجھائی
 کہ تم سب کو اوزبکوں سے مصرت دھونچکی اور یہ فقرہ سناکر سب کے
 متفق کرنے میں بڑی دوز دھوپ اسنے کی مگر کوئی سعی اسکی کام نہ
 آئی اور مزید اسکی دوزی نہ ہوئی اور شہبانی خاں کے تمام زور و قوت کا
 مقابلہ آپ ہی اسکو کرنا پڑا اور جو کامیابی کی آرزوئیں اسکے دل میں
 رہی تھیں اُن مغلوں کی نالائقی سے بڑ نہ آئیں جو اسکی امداد و
 اعانت کے واسطے آئی تھے اور وجہ اسکی یہ ہوئی کہ وہ نالایق نابکار
 بابر کے اسباب کو لوٹنے کہسوٹنے لگے اور اسکے مخالف سے تھوڑا بہت بھی
 نہ لڑے چنانچہ انجام اُسکا یہ ہوا کہ بابر کو شکست ہوئی اور رہی سہی
 فوج سمیت سمرقند کی چار دیواری میں گھس گیا اور یہ ارادہ کیا کہ
 مرنے تک سمرقند کو غنیم کے دھاوؤں سے محفوظ رکھو لگا چنانچہ چند بار
 اُسنے دشمنوں کے حملوں کو دفع دفع بھی کیا مگر جب کہ شہبانی خاں

نے پورا محاصرہ کیا اور چار مہینے تک اپنے بدخواہوں کو بھوکوں
 تو بہت سے شہر والی مرگئے سیکڑوں سپاہی شہر کی روٹی سے لٹک کر
 بھاگ گئے باقی بابو کا یہ حال ہوا کہ اسنے بھی بھوکوں کے مارے شہر
 والوں کی طرح مصیبتیں اٹھائیں اور آخر کار شہر کے چھوڑنے پر مجبور
 ہوا بعد اُسکی کاربہر تک بڑی مصیبتوں سے دن کاتی یعنی کبھی
 پہاڑوں میں رہا اور اکثر اوقات اپنے چچا کے لشکر میں بڑے بڑے کئی
 اور انگلیس کیا یہ نوبت پہونچتی کہ نوکر چھوڑ چھوڑ بھاگ گئے اور بار بار
 مصیبت سے بالکل مایوس ہوا اور ایک بار اسنے یہ ارادہ کیا کہ چچے کو چلا
 جاوے اور گمناموں کی طرح سے کسی گوشہ میں گھس بیٹھ کر باقی عمر اپنی
 بسر کرے مگر کبھی کبھی فرغانہ کے خالی ہونے سے اُسکے تھنڈے چچے میں
 اربال آتے تھے اور مرے ہوئے امیدیں اُسکی چچا اٹھتی تھیں چنانچہ
 آخر کار اسنے اپنے چچا کی امداد و اعانت سے قدیم دارالسلطنت پر قبضہ کیا
 اور مرزا جہانگیر اُسکا بھائی جو اب تک بحسب ظاہر مخالف اور ناموس
 تھا اُس سے کہلم کہلا آسلا پھر تو احمد خاں تنہا ايسے ارے وقت میں
 اوزبکوں کی بڑی مدد کمک لایا کہ بابو مغلوب ہوا اور جب کہ شہر کے
 بازاروں میں بڑی کڑی لڑائی ہڑی تو بابو جان چاکر بھاگ گیا اور اوزبکوں
 نے ایسا سخت تعاقب کیا کہ تمام رفیق اُسکی ایک ایک کر کے پکڑے گئے
 بلکہ خود گھوڑا اُسکا ایسا ہار گیا تھا کہ احمد خاں تنہا کے دو سپاہیوں
 نے اُسکو جاہ دبایا اور اُنہوں نے بابو کو یہ سمجھایا کہ وہ احمد خاں کی
 اطاعت قبول کرے اور بابو اُنکو جواب دیتا جاتا تھا اُرزبکین گفتگو میں
 گھوڑے کو پہاڑوں کی طرف بڑھائے چلا جاتا تھا یہاں تک کہ اسنے یہ
 بات سمجھی کہ میں نے اپنی نرم کلامی اور منت سماجت سے اُنکو
 دوست اپنا بنالیا اور وہ دونوں میرے درد شریک ہو گئے چنانچہ اُنہوں
 نے بھی بڑی سخت قسم کھائی اور یہ اقرار کیا کہ ہم تیرے درد شریک
 ہیں مگر بعد اُسکے اُن دونوں نے خواہ اس وجہ سے کہ حقیدت میں

اچھی قسم نکھالی تھی یا وہ بعد اُسکے اپنے قول و قسم سے پھر گئے باہر کے ساتھ ایسی دغا کی کہ اُسکو اُسکے دشمنوں کے حوالہ کر دیا چنانچہ بعد اُسکے باہر سے بڑی دشواری سے آزادی حاصل کی مگر گد سے چھوٹنے پر ایسی صورت پیش آئی کہ اسکی مایوسی قید سے کچھ کم نہ تھی یعنی شہزادی نے اُسکے چچا کی ملکہ فوج کو شکست فاکش دی اور خود اُسکو گرفتار کیا اور اضلاع بلخ کے علاوہ ماز و انہر کے تمام اضلاع ارزبکوں کے قبضہ و تصرف میں آگئے غرض کہ جب باہر کو کوئی امید باقی نہ رہی تو فرغانہ کو ہوری بڑی الوداع اور پچھلی خدا حافظ ناصر کہہ کر گواہندوکش کے سلسلہ سے آگے نئی نئی ملکوں میں بخت آزمائی کے لیئے روانہ ہوا *

ایسے ایسے کامی کے بعد جو اُس سے ظہور میں آئے اور ایسی ایسی مصیبتوں کے پیچھے جو اُس نے اوتھائیں اور وہ ایک بڑی طول طویل سفر کے لیئے کافی دانی تھیں باہر کی عمر کل تیس برس کی تھی اور ان ہزار ناکامیوں کے صدمہ جوانی کے زوروں پر سہارے چنانچہ وہ آپ بیان کرتا ہی کہ میں اکثر اوقات بہت سے آنسو بہائے اور دردا آگیاں شعر تصنیف کیئے مگر عموماً خوش مزاجی اُسکی اُسکو سنہالتی رہی جسکی بدولت مال کے مزے اٹھاتا تھا اور آئندہ کے لیئے اچھے اچھے خیال باندھتا تھا چنانچہ اُسکے بیان کیا کہ جب سمرقند کو خالی گیا تو بعد اُسکے چار روز ایسی خوشی حاصل ہوئی کہ ویسی کبھی نصیب نہ ہوئی تھی یعنی رات بھر اپنی نیندیں سویا اور پیت بھر میں مانتا کھانا کھایا اور فکر و تردد سے بچت بیٹھا اکثر اُسنے اسطرح زندگی کا حظ اٹھایا ہزار آفریں اُسکی اوقات بسر کرنے کی عادتوں بے تکلفی اور سادہ مزاجی پر کہنی چاہیئے اسلیئے کہ اُسنے ایک بڑی مہم کے بیان میں ایک قسم کے خروڑے یا توہرز کا بیان کیا جس سے اُسکو حیرت حاصل ہوئی اور ایسی خفیف خبر کے بیان کے لیئے اُس بڑے بیان کو چھوڑا اور اُسےیں توقف ہوتا اور جب کبھی اُسکو نچت بیٹھنے کی فرصت ہاتھ آتی تھی تو باغ کے درختوں میں مصروف

رہتا تھا اور تمام سفروں میں خواہ لڑائی بھڑائی میں خواہ امن چین کے دنوں میں بھول بوتوں اور خوشنما صدراؤں کے سیر و تماشے کو ہاتھ سے لادیتا تھا اگرچہ اور بادشاہوں کے شوق ذوق اور خیالات اس وجہ سے شاید ہم نہیں جانتے کہ انہوں نے حال اپنا بیان نہیں کیا مگر ایشیا کی تاریخوں میں کسی بادشاہ کے شوق ذوق اور مزاج کا حال اس قدر ہم نہیں جانتے جیسا کہ بابر کے حالات سے ہم واقف ہیں *

بابر کا قبض و تصرف کابل کی سلطنت پر

بلخ اس زمانہ میں خسرو شاہ کے قبض و تصرف میں تھا جو بابر کے متوفی چچا کا بڑا بھائی رفیق تھا اور بعد اُسکے بابر کے چچا زاد بھائی باینسقر مرزا کا وزیر رہا تھا جسکو بابر نے سمرقند سے خارج کیا تھا اور اُسکے قبض و تصرف کی وجہ سے یہ تھی کہ اُس نے اپنے آقا باینسقر مرزا کو قتل کیا تھا اور اُسکی جگہ بادشاہ بن گیا تھا خسرو شاہ نے بابر کے موافق کر لینے کے لیے بہت سی سعی و کوشش برقی چنانچہ جب بابر اُسکی قلمرو میں گذرا تو اُس نے بظاہر بڑی مہمانی کی تھی اور یہ مدارات اُسکی اسلیبے تھی کہ وہ آپ کو محفوظ سمجھتا تھا چنانچہ تھوڑی مدت گذرنے پر خسرو شاہ کے مغل ملازموں نے بابر سے یہ خواہش جتائی کہ وہ ملازمان بابری میں داخل ہونا چاہتے ہیں غرض کہ وہ لوگ اب تک کھلم کھلا بابر کے ملازم نہ ہوئے تھے کہ خسرو شاہ کا بھائی باقی خاں بابر سے موافق ہو گیا اور اُسکے آئیکے ساتھ اُسکی فوج بھی ساتھ اُسکے چلی آئی اور بابر کا یہ حال تھا کہ جب وہ خسرو شاہ کی قلمرو میں پہنچا تھا تو دو تین سو لاکھ ہونکے والے اُسکے ہمراہ تھے اور بعض بعضوں کے پاس کچھ کچھ ہتھیار بھی تھے اور کل دو خیمہ اُسکے ساتھ تھے جنہیں سے عمدہ خیمہ اُس نے اپنی ماں کو دیا تھا مگر اب اُسکو بڑی عمدہ فوج تربیت یافتہ اور ساز و سامان سے درست ہاتھ آئی چنانچہ وہ اُسکو لیکر کابل کی طرف روانہ ہوا اور یہاں کابل کا یہ حال تھا کہ بابر کا چچا مرزا الغ بیگ دو برس پہلے مرجکا تھا اور اُسکے بیٹے

کو اُسکے وزیر نے خارج کیا تھا جسکو ارغون نے مغلی یا ترکم خاندان نے نکالا تھا جو تھوڑے عرصہ تک قندھار پر قابض و متصرف رہ چکا تھا غرض کہ سنہ ۱۵۴۲ ع میں بابر نے کابل کو فتح کیا اور کچھہ مقابلہ بھی کرنا پڑا بعد اُسکے بلخ لے کے ہاتھ سے کابل گیا جسکو خسرو شاہ نے بھی حاصل کیا اور آخر کار ارزکوں کے قبض و تصرف میں آیا اور یہی باعث ہوا کہ بابر کا تعلق ان ملکوں سے یک قلم منقطع ہو گیا جو پہاڑوں کے اُس طرف واقع تھے اور صرف کابل کا بادشاہ رہا اور ہندوستان کی فتح سے پہلے پہلے بائیس برس تک وہیں سلطنت کی اور سترھویں صدی عیسوی کے آخر تک اسکی آل و اولاد نے ہندوستان کی سلطنت کا مزا اڑھایا *

اگرچہ بابر کو ایک قرار گاہ فی الجماء حاصل ہو گئی تھی مگر چین اُسکو نصیب نہوا تھا بلکہ حقیقت میں اُس نے محنت و مشقت اور خطر و نکی صورت کو بدلا تھا اسلام آباد کے باوجود اُسکے بھی ایسے قوی بیرونی دشمنوں کا کہنا لگا رہتا تھا جنکا مقابلہ کامیابی سے آج تک نہ کر سکا تھا اور خاص ملک کا یہ حال تھا کہ بہت سا حصہ اُسکا ایسی قوی خود مختار قوموں کے ہاتھ میں دبا ہوا تھا کہ اُنکے ہاتھوں سے اُسے چھوٹنے کی امید نہ تھی اور باقی رہے سہی ملک میں سے بھی کسیقدر مخالفوں کے ہاتھ چڑھا ہوا تھا اور اُسکا بادشاہی کا خطاب بھی عموماً مسلم انتہا علارہ اُسکے کوئی وزیر بھی اُسکا ایسا نہ تھا کہ اعتماد اُسپر ہو سکے اور جہانگیر بھائی اُسکا جو ایک مدت تک مخالف رہا تھا ابھی اکر ملا تھا یعنی وہ بھی اعتماد کے قابل نہ تھا فوج اُسکی ایسے بے تھوڑ تھکانے لوگوں کا مجموعہ تھا جنکو وہ خوب نجاتنا تھا اور وہ لوگ ایسے تھے کہ اپنے پہلے اقارب سے بھی دغا کر چکے تھے *

پہلے پہلے کئی سال اُسے قندھار کی فتح اور افغانوں اور ہزاروں کے پہاڑوں میں مہمات کرنے اور ہرات کے برے خطر ناک سفر طے کرنے میں صرف کیئے اور اس خطر ناک سفر کی غرض غایت یہ تھی کہ

خاندان تیمور کے جو لوگ ہرات میں سلطنت کرتے تھے اُنسے اس مقدمہ
 میں صلاح مشورت کرے کہ اوزبکوں کے حملوں سے کس طرح بچنا چاہیئے
 چنانچہ ان مرتعوں پر اُسٹے بھی جان چوکھوں اُڑھائی اور جو مضیبتیں
 کہ لڑائیوں میں پیش آئیں ہیں اُنسے زیادہ زیادہ سختیاں سپہیں یہانتک
 کہ ہزاریوں کے پہاڑوں میں عین جازوں میں جب گذرتا تھا تو ایک کوچ میں برف
 کے مارے جیلے سے دور اور مرنے سے نزدیک ہو گیا تھا اس زمانہ میں یعنی
 ۱۵۰۶ ع میں جھانگیر بھائی اُسکا باغی ہوا مگر اُسنے اُسکو پس پا
 کیا اور جان اُسکی بخشی اور جب کہ سنہ ۱۵۰۷ ع میں بابر ہرات میں
 موجود تھا تو ایک بڑی بغاوت برپا ہوئی جس میں اُسکی مغلی فوج نے
 اُسکے چچیرے بھائی کو بادشاہ بنایا مگر بابر نے اُسکو بھی شکست دی
 اور قصور اُسکا معاف کیا بعد اُسکے اُن مغلوں کی سازش سے بربادی کے لگ
 بھگ پہونچا جو خسرو شاہ کے پاس سے بھاگ کر اُسکے پاس آئے تھے
 ان مغلوں کی بغاوت جو قریب دو تین ہزار آدمیوں کے تھے پہلے پہلے اس
 طرح واضح ہوئی کہ انہوں نے بابر کے پکڑنے کا ارادہ کیا تھا اور چینگ بابر
 اُنکے ہاتھوں سے نکل کر کابل سے بھاگا تو اُنہوں نے اُلغ بیگ کے بیٹے ہیدالرزاق
 کو جسکی جگہ سنہ ۱۵۰۸ ع میں خود بابر قابض ہو گیا تھا حکومت کابل
 کے لیئے بلایا اور غالب یہہ ہی کہ اِس جوان کے استحقاق کے دعوے کے بہت
 سے حامی اور مددگار تھے اسلیئے کہ خاندان تیمور کے تمام شاعرزادے اُسکی
 سلطنت کو ایسا عام شکار اپنا سمجھتے رہے کہ جو کچھ جسکے ہاتھ آیا وہ
 اُسکو دبا بیٹھا اور اُسکی قوت خاص اُن تعلقات پر منحصر تھی جو اُسکو
 ایسے ملک میں حاصل تھے جہاں باپ اُسکا سلطنت کر چکا تھا اور وہ
 تعلقات ایسے قوی تھے کہ انکے پاس و لحاظ سے بابر کی تمام فوج بابر کو
 چھوڑ کر چلی گئی یہانتک کہ پانسو آدمی باقی رہ گئے اور یہہ ایسا نازک
 وقت تھا کہ تھوڑی سی مایوسی اور کوتاہ ہمتی بھی اُسکے لیئے نہایت مضر
 ہوتی مگر فوج کی قلت کا نقصان اُسکی ذاتی دلاوری بہادری سے جسکو

آسنے طرح طرح سے ظاہر کیا پورا ہوا چنانچہ آسنے اُن تہذیبوں سے
کئی بار حملے کیئے اور ہر دھارے پُر آہو لڑائی کی جلتی آگ میں ڈال
دیہانتک کہ صرفہ اپنی ذاتی دلاوریوں اور اہلی ہمتوں کی بدولت بگڑے
کام کو دو بارہ سنوارا + اور بات اپنی بنائی *

بابر جو بڑی بڑی لڑائیاں لڑا وہ اپنے پرانے دشمنوں یعنی اوزبکوں سے
لڑا پورا اسلئے کہ جب ماوراءالنہر فتح ہو چکی تو شہبانی خاں نے
خوارسان پر حملہ کیا اور ہرات پر قابض ہوا اور خاندان تیمور کی بڑی
شاخ کو بھرنے بھرنے سے کھو دیا بعد اُسکے قندھار کے اضلاع پر چڑھائی کی
اور خود شہر قندھار کو فتح کیا اور ہنوز آسنے قندھار کے قلعہ کو فتح کیا
تھا کہ مصائب دور دراز کی ضرورت سے آسکو پیچھے لوتنا پڑا مگر بارہا
اسکی قلعہ کو ایسا کمزور چھوڑا کہ وہ اگلے قدیم قابضوں قوم ازغور کے قبضہ
میں چو اُسکے آس پاس لگی ہوئی تھی آگیا اور بعد اُسکے بہت
دنوں تک یعنی سنہ ۱۵۰۷ ع سے لغایت سنہ ۱۵۲۲ ع تک اُنکی قبضہ و
تصرف میں باقی رہا اب یہ بات سمجھنی اسان نہیں کہ اگر
اوزبکوں کا دور دورا بنا رہتا تو بابر کا کیا حال ہوتا ہاں یہ امر
ممکن تھا کہ اگر شہبانی خاں ایسے نئی دشمن کے مقابلہ پر نچازا
جسکی کامیابی نے تاتاریوں کی فتوحات کو خاتمہ پر پہونچایا تو بابر کا
حال بھی ایسا ہی ہوتا جیسا کہ اُسکے خاندان کے اور بہت سے بادشاہوں
کا ہوا یہ نیا دشمن شاہ اسماعیل صفوی ایران کا بادشاہ تھا جسکے مقابلہ
پر شہبانی خاں اُسی زمانہ میں گیا اور اُسنے شہبانی خاں کو سنہ ۱۵۱۰ ع
میں شکست فاحش دیکر قتل کیا *

جب کہ شہبانی خاں کام آیا تو بابر کے لئے ایک نیا میدان خالی
ہوا بلکہ وہی میدان خالی ہوا جیسے آسنے آغاز عمر میں بڑے بڑے

+ ارس کاؤن صاحب کا قول پھر وہ تاریخ خانی خاں اور تاریخ فرشتہ کے اس
یغارت کے آغاز سے بابر کی سرگذشتوں کا سلسلہ منقطع ہو گیا اور اگلے کئی برسوں کا
حال اُسے مندرج نہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اُن برسوں کا حال کبھی لکھا
نہیں گیا (ارس کاؤن صاحب کا ترجمہ بابر کی سرگذشتوں کا صفحہ ۲۳۶)

کار نمایاں کئی تھی چنانچہ فی الفور اُسنی بلخ پر قبضہ کیا اور شاہ اسمعیل سے رفاقت پیدا کی چنانچہ ایرانیوں کی امداد و اعانت سے ہتھارا کو دبایا اور سنہ ۱۵۱۱ع میں سمرقند پر پھر قابض ہوا *

مگر یہ بات اُسکی قسمت میں لکھی تھی کہ ماردارالزہر میں بات اُسکی بنی نہ رہے چنانچہ ایک پورا برس نگذرا تھا کہ اوزبکوں کے ہاتھوں سمرقند سے نکالا گیا اگرچہ دو برس تک ایرانیوں کی امداد و اعانت سے لڑتا بھڑتا رہا مگر آخر کار اُسنی شکست فاحش کھائی اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوہت اُسکی پہونچی کہ سنہ ۱۵۱۳ع میں بلخ کے سوامدارالزہر کا تمام ملک اُسکی قبضہ سے نکل گیا *

بعد اس بڑی ناکامی کے ہندوستان پر متوجہ ہوا اور وہ بڑے بڑے کام اُسنی کئی جنکے نتیجہ کا بیان ادرہ ہو چکا *

بیان اُن کاموں کا جو ابراہیم شاہ نے فتح پانے کے بعد اُسنے کیئے

جب کہ سنہ ۱۵۲۶ع مطابق سنہ ۹۳۳ ہجری میں وہ اگرہ کو فتح کرچکا تو اُسنے اول یہ کام کیا کہ جو غنیمت ہاتھ آئی اُسکو رفیقوں پر بانٹ چونسٹ ہواہر کیا چنانچہ اپنے بیٹے ہمایوں کو ایک ایسا ہیرا عنایت کیا جو تمام دنیا میں نظیر اپنا نہ رکھتا تھا اور ایک ایک شاہ رخی کا تحفہ کابل کے چھوٹے بڑوں اور مرد عورتوں اور غلام آزادوں کے لیئے روانہ فرمایا + *

+ راضع ہو کہ اگرچہ شاہ رخی پونے سات آنہ یا ساتے سات آنہ کی ہوتی ہی مگر کل رقم جسقدر کہ بابر نے پھیچی ہوگی وہ بہت بڑی رقم ہوگی چنانچہ اور ایسے ایسے نامعقول خرچوں کے باعث سے لوگوں نے اُسکو قلندر کا خطاب دیا جو ایک قلیوں کا فرقہ ہی اور دستور اُنکا یہ ہی کہ وہ کُل کے واسطے ہاتھی نہیں رکھتے اگرچہ وہ ہمیشہ فیاض رہا ہوگا مگر ہمیشہ ایسی ضرورت خرچی نہ کرتا ہوگا اسلیئے کہ دریافت ہوتا ہی کہ جب کابل پر وہ قابض ہوا تو ہمہ اُسکے معاصلہ کی قلت سے کسی طرح کی دقت پیش نہ آئی

اگرچہ بابر ہندوستان کی دارالسلطنت پر قابض تھا مگر تمام سلطنت پر اسکا قبضہ نہ ہوا تھا چنانچہ اُسکی قبضہ میں صرف وہ حصہ تھا جو دلی کے شمال مغرب میں واقع ہی اور نیز وہ تنگ خطہ تھا جو جمنا کے کنارے کنارے اُگرہ تک پورا ہو جاتا ہی اور وہ ملک جو گنگا کے مشرق میں واقع ہی دریا خاں لوہانی کے قبضہ و تصرف میں ہو کر ابراہیم لودھی کے قبضہ سے خارج ہو گیا تھا اور دریا خاں کے بیٹی نے محمد شاہ لوہانی کا خطاب اختیار کیا تھا اور وہ گنگا کے دونوں کنارے صوبہ بہار پر قابض و متصرف تھا اور جمنا کے مغرب میں بھی بہت سے مقام ابراہیم کے دخل و تصرف سے نکل گئے تھے اور جو مقام کہ مطیع اور شامل تھے انہو وہ افغان اور قومولی سردار قابض ہو بیٹھے تھے جو ابراہیم لودھی کی سلطنت کے ملازم تھے بابر کو صرف انہیں لوگوں سے مقابلہ کرنا پڑا بلکہ پہلے پہلے اُسکی فوج اور ہندوستان کے لوگوں میں بڑی عداوت قائم رہی اور دونوں فریق آپس میں نفرت کرتے رہے چنانچہ لشکر کے گرد نواح کے گنوار لوگ گانوں گرانو اپنے چہرے بھاگ گئے اور فوج کے لوگوں کو غلہ اور گھاس چارے کی قلت سے بڑی دقت پیش آئی علاوہ اُسکے خاص اُس برس میں کچھ ایسی گرمی پڑی کہ فوج میں راولا مچھی اسلیمتہ کہ وہ لوگ سرد سیر اقلیم کے رہنے والی تھے اور قاعدہ ہی کہ ٹھانڈے ملکوں والوں کو گرمی کی شدت نہایت نقصان پہونچاتی ہی یہاں تک کہ فوج نے کابل جانب کی درخواست پیش کی بلکہ بعض بعض آتشیں مزاحوں نے اجازت کا انتظار بھی نکیا اور بلا اجازت کابل چانیکے سازد سامان مہیا کیئی اور جب کہ یہاں تک فوج پہونچتی تو بابر نے فوج کے سرداروں کو جمع کیا اور اعلانیہ یہہ بات اُنکو سمجھائی کہ تمہاری سعی و محنت اور عرق ریزی اور جانفشانی کا مقصود ایک مدت سے یہہ تھا کہ ہندوستان کا ملک فتح ہو جاوے اور جب کہ خدائے تعالیٰ نے وہ مراد پوری کی اور نصیبوں سے تمنا حاصل ہوئی تو ایسی صورت

میں چھوڑ کر جانا بڑی بدوفی کا کام اور نہایت بدنامی کی بات ہی ہمارا ارادہ یہہ ہی کہ ہم چندے ہندوستان میں قیام کریں باقی جس شخص کو اب چاہا منظور ہو وہ بلا تامل چلا جاوے اور بلا ریب اُسکو چاہیگی اجازت حاصل ہی مگر بعد اُسکے جو شخص اس عزم کے خلاف ہو کچھ کہی سنیکا وہ ہرگز سنسا جاویگا غرض کہ جب بابر نے یہہ دو چار باتیں سنائیں تو بہت سے لوگ اپنے ارادوں سے باز رہے چنانچہ بعد اُسکی کوئی شکایت پیش نہوئی مگر خواجه کلان جو بابر کا بڑا رفیق اور معتد سرتار تھا اُن لوگوں میں شامل رہا جنہوں نے جانا مقرر تھرایا تھا چنانچہ خواجه کلان کے واسطے اٹک پار کی حکومت تجویز کی گئی اور بعزت تمام اُس کام پر روانہ کیا گیا *

بابر کے اس مستقل ارادہ کا اثر اُسکے دشمنوں پر بھی ہوا یعنی وہ لوگ اُسکے مطیع و منکوم ہو گئی جنکو یہہ امید لگ رہی تھی کہ بابر بھی تیمور لنگ کی مانند ان ممالک مفتوحہ کو چھوڑ چھاڑ چلا جاویگا باقی جو لوگ اُسکی جب تک مطیع نہ ہوئی تھے اُنکی مطیع کرنیکو جابجا فوجیں روانہ کی گئیں چنانچہ چار مہینے کے اندر اندر یعنی جولائی سنہ ۱۵۲۶ ع سے اکتوبر سنہ الیہ تک جو ملک ابراہیم شاہ کا متبوضہ تھا وہ تمام اور علاوہ اُسکے وہ تمام صوبے جو ابراہیم کے قابو سے نکل گئے تھے چونپور کی پہلی سلطنت، سمیت ایک فوج کی سعی و محنت کی بدولت جسکا سردار بابر کا بڑا بیٹا ہمایوں شاعرزادہ تھا بابر کے قبض و تصرف میں آگئی اور بعد اُسکے دھولپور اور بیانہ اور گوالیار سب سے پیچھے فتح ہوئے *

بابر کا فتح پانا میواڑ کے راجا پر

جب کہ تمام مسلمانوں نے بابر کی حکومت کو تسلیم کیا تو اب بابر کو خاص ہندوؤں سے لڑنا پھڑنا باقی رہا مگر اس موقع پر خود ہندوؤں نے بخلاف اپنے دستور قدیم کے بابر سے چھیز چھاڑ شروع کی *

چتر کے راجہ ہمد سنکھہ راجپوت نے سنہ ۱۳۱۶ ع علاؤالدین خلجی کے عہد دولت میں چتر گڑھ پر دوبارہ قبضہ و تصرف حاصل کر کے ایک مدت راج کرتے کرتے تمام میواز پر قبضہ اپنا کیا تھا اور اُسکے سپوت بیٹے نے اجمیر اُسپر زیادہ کی تھی † اور جب سے کہ دلی کی سلطنت سے مالوہ خارج ہوا تھا تو میواز کے راجاؤں اور مالوہ کے نئے بادشاہوں میں اکثر اوقات ان میں رہتی تھی چنانچہ بابر کے آنے سے پہلے سنہ ۱۵۱۹ ع میں میواز کے راجا سنکا نے مالوہ کے محمود بادشاہ کو شکست فاحش دیکر گرفتار کیا تھا ‡ *۔

یہ راجہ سنکا راجہ ہمد سنکھہ کے چنانچہ نہیں چھٹا تھا میواز کی تمام سرورٹی سلطنت پر قابض و متصرف تھا اور علاوہ اُسکے مالوہ کا مشرقی حصہ بہیل سے چند پری † تک باج گزار اُسکا تھا اور یہ راجہ ایسا ہوا راجا تھا کہ ماہواز اور جیپور کے راجے بلکہ تمام راجپوت اُسکو اپنا پیشوا مانتے تھے || اور جب کہ بابر نے ابراہیم شاہ لودھی پر یورش کی تھی تو اسی راجا نے اُس طبیعی عداوت کی ضرورت سے جو اُسکو قاطیہ دلی کے بادشاہوں سے چلی آئی تھی بابر سے رفیقانہ خط کتابت کی تھی اور جبکہ خود بابر دلی کا تخت نشین ہوا تو وہی قلمی عداوت باعث ہوئی کہ اُسے بابر کے خلاف ہر راجاؤں کو اُمانہ کرنا شروع کیا یہاں تک کہ ہندو راجاؤں کے علاوہ لودھیوں کے خاندان کا محمود شاہزادہ بھی رفیق اُسکا ہو گیا اگرچہ یہ شاہزادہ کسی ضلع ہرگنہ کا مالک تو تھا مگر بادشاہی کا خطاب اُسے اختیار کیا تھا اور دس ہزار آدمیوں کی بھرتی بھڑکا بھی ہمراہ اپنے رکھتا تھا جن لودھی سرداروں کو ہماریوں نے مار پیٹ کر بھگایا تھا وہ لوگ بھی اپنی اپنی جگہ قائم ہو گئے یا انہوں نے اور مقاموں میں راجا سنکا کی امداد و اعانت کے لیئے آدمی بھرتی کیئے۔

† کرنل ڈاک صاحب کی تاریخ راجپوتانہ جلد ایک صفحہ ۲۷۳

‡ یوگ صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ۳ صفحہ ۲۶۱

§ بابر کی سرگذشتوں کا مجموعہ صفحہ ۳۱۲

|| کرنل ڈاک صاحب جلد ایک صفحہ ۲۹۹

مہاراجہ کے راجہ حسن خاں کی رفاقت حاصل کرنے کے لیے فریقین نے بڑی بڑی کوششیں کیں اس راجہ کے نام سے صاف یہہ واضح ہوتا ہے کہ یہہ ایک نو مسلم راجہ تھا اور ملک اسکا وہ پہاڑی خطہ تھا جو دہلی سے بچیس میل کے اندر اندر دریائے چنبل کی جانب کو پھیلا ہوا ہے اور اس خطہ میں وہ چھوٹی ریاست شامل تھی جو اب مچھیری یا الور کے نام سے مشہور و معروف ہے *

اس راجہ کا بیٹا جو بابر کے پاس بطور اول کے تھا بابر نے اس نظر سے اسکو اس کے پاس بھیج دیا کہ باپ اسکا جی جان سے شریک اسکا ہو جاوے مگر بابر کی اس جوانمردی سے وہ مطلب حاصل نہ ہوا جو اس نے چاہا تھا اسلئے کہ جس ہی حسن خاں کو اپنے بیٹے کی طرف سے طمانیت حاصل ہوئی تو وہ ہی راجہ سنکا سے کھلم کھلا چاکر مل گیا اور راجہ سنکا حسن خاں اپنے رفیق کی امداد و اعانت کے لئے جلد آگے بڑھا اور بیانہ میں پہونچا جو آگرہ سے پچاس میل کے فاصلہ پر واقع ہے چنانچہ بابر کی اس فوج کو نقصان پہونچا کہ دروں قلعہ بھکا دیا جو اس جگہ پر واقع تھا بڑی تھی اور ان لوگوں اور دارالسلطنت والوں کے درمیان میں آنے جانے کی راہیں مسدود کیں بعد اُسکے بابر نے دشمن کی دیکھ بھال کے لئے کچھ لوگ اپنی فوج کے روانہ کیئے اور پیچھے سے تمام فوج اپنی لیکر جلد روانہ ہوا اور جب کہ بابر فتح پر سیکڑی میں داخل ہوا جو آگرہ سے بیس میل پر واقع ہے تو آپ کو ہندوؤں کی فوج کے قریب پایا ہندوؤں نے اسکی فوج کے اگلے حصہ پر توت پھرت حملہ کیا اگرچہ تھوڑی بہت امداد اس حصہ کی قلمب کی فوج نے کی مگر اُس نے بڑی شکست فاحش کھائی یہہ واقعہ اتھارہویں یا انیسویں فروری سنہ ۱۵۲۷ ع کو واقع ہوا اور جو ہل چل کہ پہلے پہل بابر کی فوج میں بڑی اور دل آنکے مرگئے اگر اسی وقت میں راجہ دھارا کرتا تو ظن غالب تھا کہ وہ کمال آسانی سے کامل فتح پاتا مگر وہ راجہ

بعد اس کامیابی کے لشکر گاہ کو چلا گیا اور بابو کو جگہہ پکڑنے اور لشکر کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے اتالی بڑی فرصت ہاتھ آئی کہ بعد اسکے راجہ کو حملہ کرنا بہت دشوار ہوا *

اس لڑائی کی آغاز ہی سے بابو کی فوج کو بڑا درد لاحق تھا اور بعد اسکے بھاگنے والوں کی خبروں اور اس مصیبت کے واقع ہونے سے جو انکی آنکھوں کے سامنے واقع ہوئی تھیں انکے دلوں پر بہت بڑے اثر پیدا ہوئے علاوہ اسکے ایک یہہ بدبختی پیش آئی کہ اس نجومی نے جو کابل سے آیا تھا یہہ بات پکار کر کہی کہ مریض کے دیکھنے سے یہہ بات معلوم ہوتی ہی کہ بادشاہ کی فوج کو ضرور شکست ہوگی اسلئے کہ فوج اسکی اسکے سامنے بڑی ہی چنانچہ جو اندیشے کہ ان اصلی اور دھمی خوفوں کے مارے پیدا ہوئے وہ ایسے عام تھے کہ بڑے بڑے دلدار بیدل ہو گئے اور صلاح اور مشورہ میں ہمتیں انکی ہار گئیں اور ہر بات میں متردد رہے اور سپاہیوں کے سامنے استقلال اپنا قائم نہ رکھ سکے اور انکے چہروں سے بیداری ٹپکنے لگی چنانچہ بابو کی ہندوستانی فوج چھوڑ چھوڑ کر بھاگنے لگی اور کسبتدر غنیم سے جا ملی اگرچہ باقی فوج اسکی وفا پر قائم رہی مگر بالکل ہمت ہارے اور گھبرائی ہوئی تھی اور اگرچہ بابو نے نجومی کی پیشگوئی سے بظاہر بہت نفرت کی تھی مگر باطن میں ان خطروں سے غافل نہ تھا جنہیں وہ مبتلا ہو رہا تھا اسلئے کہ آپ اسنے بیان کیا ہی کہ میں نے اپنے کوتلوں پر افسوس کیا اور گناہوں سے توبہ کی چنانچہ شراب پینے سے قسم کھائی اور شراب پینے کے باسن سونے چاندی کے قندروں کو تقسیم کئے علاوہ اسکے یہہ بھی عہد کیا کہ اگر فتح نصیب ہوئی تو دارہی چھوڑ دینا اور کسی مسلمان سے محصول استقام کا نہ لوں گا مگر اسلئے کہ وہ بڑے بڑے خطروں کا عادی تھا بیتاب اور بیدل نہوا اور اس نظر سے کہ اپنی طبیعت کی خو ہو لشکر کے دلوں میں پھیلاوے فوج کے چہرے بڑے سرداروں کو جمع کیا اور اپوت کھسوت اور لاچاری کی باتیں سنائیں اور

دیں و مذہب کو بھی بیچ میں نہ ڈالا بلکہ حفظِ آب و ہوا کے فقرے سنائے اور یہہ بات صاف صاف کہی کہ بھائیو جان کے لڑانے سے فخر اور شان ہاتھ آتی ہی معلوم ہوتا ہی کہ یہہ مضمون اُس نے بہت عمدہ تجویز کیا تھا کہ تمام افسروں نے ایک آواز سے جواب دیا اور قرآن کی سخت سوگند کھائی کہ ہم یا فتح کریں گے یا جان سے جاوینگے غرض کہ یہہ تدبیر اُسکی راس آئی اور فوج دل شکستہ ہوئی اور اسلئے کہ روزِ روز اُسکو صوبجات کے شور و فساد کی خبریں لگتی تھیں تو بابر نے یہہ قصد مصمم کیا کہ اب لڑائی میں توقف کرنا ہرگز مناسب نہیں یعنی جو کچھ ہونا ہی وہ جہتِ ہمت ہو چارے چنانچہ بابر نے مورچوں کے سامنے فوج کو مرتب کیا اور توپوں کو برابر لگایا اور جبکہ ساری ترتیب پوری ہو گئی تو گھوڑا دوڑا کر فوج کے دائیں سے بائیں کو نکل گیا اور سپاہیوں سے کچھ کچھ خطاب کر کے اُنکے دل بڑھائے اور سرداروں کو یہہ ہدایت کی کہ ایسے ایسے لڑنا چاہیئے دریافت ہوتا ہی کہ ہندو لوگ بھی اسبات ہو آمادہ و مستعد تھے کہ لڑائی کا فیصلہ ہو چارے مگر بابر نے اس خواہش سے کہ حال اس بڑی لڑائی کا بڑے کڑ و زور اور نہایت شان و شوکت سے لکھا جارے آپ اُسکو نہیں لکھا بلکہ اپنے میو منشی سے لکھوایا جسنے اُسکو بنا بنا کر لکھا اور بہت سے ورق کالے کیئے ہاں یہہ ضرور ہی کہ اُنکے دیکھنے سے اتنی بات دریافت ہوئی ہی کہ سولہویں مارچ سنہ ۱۵۲۷ ع مطابق تیرہویں جمادی الثانی سنہ ۹۳۳ ہجری میں بابر کو بڑی فتح نصیب ہوئی اور راجہ سنگا بڑی دشواری سے جان بچا کر چلا گیا اور حسن خان میوانی اور بہت سے سردار اُسکے جان سے مارے گئے اب بابر کا یہہ حال ہی کہ جب وہ پنجو می مبارکبادی کو آیا تو بابر نے اُسکو بہت برا بھلا کہہ کر کلیتہاً اٹھا تھنڈا کیا اور اُسکو ایسا بدخواہ اور بدزبان اور دھمی بتایا کہ کلام اُسکے کسی شخص کو گوارا نہروریں مگر جو کہ وہ پنجو می قدیمی ملازم تھا تو اسلئے اُسکو بہت سا انعام دیکر فرمایا کہ تو میو قلمرو سے نکلتا :

ملک کے انتظام اور چندیری کے متحاصرہ کا بیان

جب کہ یہ فتح ہو چکی تو میوات کے دبانے کو باہر روانہ ہوا چنانچہ وہ ملک بھی مطیع و متحکم اسکا ہو گیا اور جیسے کہ حال اسکا پہلے تھا اس سے بہتر انتظام اسکا ظہور میں آیا بعد اسکے باہر نے حسب اپنے وعدہ کے جو اس لڑائی سے پہلے کہا تھا اُن لوگوں کا ایک فریق بنایا جن لوگوں نے کابل جانے کی رخصت چاہی تھی اور ہمایوں کو سردار اُنکا بنا کر کابل کو روانہ کیا *

بعد اُسکے ملک کے انتظام و انصرام اور اُن صوبوں کے بندوبست بحال کرنے میں چار لڑائی کے دنوں میں کچھ تھیک تھاک نہ رہے تھے پورے چھ مہینے صرف کیئے غرض کہ برس دن کے اندر اندر گنگاپار کے مالکوں میں صوبہ اودہ کے علاوہ حکومت اسکی دوبارہ قائم ہو گئی اور اب بھی صوبہ اودہ میں افغانوں کا ایک گروہ باقی رہا تھا جنکی سرکوبی کے لیئے تھوڑی سی فوج بھیجی گئی *

اگلے برس یعنی سنہ ۱۵۲۸ ع مطابق سنہ ۹۳۴ ہجری کے آغاز میں باہر نے چندیری پر چڑھائی کی جو ہندیل کھنڈ اور مالوہ کی سرحدوں پر واقع ہی اور اسپر مدنی رائے قابض و متصرف تھا جو راجپوتوں کا سردار اور محمود شاہ ثانی والی مالوہ کے عہد دولت میں بڑا صاحب اقتدار تھا اور بعد اسکے خود سلطنت کو دیا بیٹھا تھا اور جب کہ محمود شاہ ثانی نے شاہ گجرات کی امداد و اعانت سے اسکو خارج کیا تھا تو راجہ سنگا کی حفظ و حمایت میں آکر چندیری میں پانوں اُسنے جمائی تھی چنانچہ وہ بھی لڑائی میں راجہ سنگا کے ہمراہ تھا مگر صحیح سلامت نکل گیا اور اب اُسنے سخت مقابلہ کیا مگر اس موقع پر بھی دستور قدیم کے موافق جسقدر اُسے بہادری دلاوری ظاہر ہوئی اسقدر استقلال اور ہنر ظاہر نہ ہوا چنانچہ متحاصرے کے دوسرے دن وہ بالکل مایوس ہو گئے اور کام کو ہاتھ سے دے بیٹھے اور وہ غریب واقعہ خود کشی

کا جو راجپوتوں کی تاریخ میں عام پایا جاتا ہے بابر کی نظروں سے گذرا
یعنے بابر کی فوج قلعہ کی فصیل پر چڑھے ہی تھی کہ متحصروں نے اپنی
عورتوں کو قتل کیا اور جان کھونے کو دھندہ درجے چنانچہ انہوں نے اُن
مسلمانوں کو مار کر بھگایا جو اُنکے سامنے پڑے اور رونی سے کود کر غنیم
کی فوج پر اُسی زور و شور سے برابر حملہ کیئے گئے یہاں تک کہ مغلوب
ہو کر ہمال ہو گئے اور وہ دو تین سو راجپوت جو مدنی راے کی محل
سرایے کی حفظ و حراست کے واسطے باقی رہے تھے انہوں نے جان اپنی
یوں کھوئی کہ آپس میں اس ہتکشا و تکرار پر مارے گئے کہ دشمن کے مقابلہ
میں پہلے پہل کون جان اپنی راجا پر نثار کرے یہہ واقعہ بیسویں جنوری
سنہ ۱۵۲۸ع کو واقع ہوا *

افغانوں کے مفسدہ کا بیان

جب کہ چندیری کا محاصرہ ہو رہا تھا تو کہیں بابر کو یہہ خبر
لگی کہ ایک پٹھان نامی نے اُس فوج کو شکست فاحش دی جو
اردہ پر بھیجی گئی تھی چنانچہ بابر آپ اُس جانب کو روانہ ہوا اور
جب کہ افغانوں نے گنگا کے گھاٹ پر پڑاؤ اپنا ڈالا تو بابر نے ایسے جال میں
گنگا کا پل بنایا کہ دشمن کی توپوں کی بوچھاڑیں پڑتی تھیں غرض کہ
آخر کار اُسے دشمنوں کو گھاگرا پار بھگایا اور انکا پیچھا کیا یہاں تک کہ
دشمنوں نے ہنگالہ میں جا کر پناہ ڈھونڈی اور غلبہ یہہ ہی کہ اگر ہمارے
اُس سے پہلے صوبہ بہار کو فتح نہ کیا تھا تو بابر نے اسی موقع پر اُسکو فتح کیا
ہوگا مگر بابر کی سرگذشتوں میں اُسکے حالات کا سلسلہ اسی جگہ سے
منقطع ہوتا ہے اور کسی مورخ نے اُسکو پورا نہیں کیا *

بعد اُسکے کئی مہینے تک بابر بیمار رہا اور اُس عرصہ میں اُسے
ایسی ایسی دل لگی کے کاموں سے مزے اڑتے تھے جو اُسکو بہت کم نصیب
ہوئے تھے چنانچہ اُس موقع پر ہندوؤں کے اُن قلعوں اور مندروں اور
چشموں اور ابھاروں کے بیان سے سرگزشت اُسکی مشفقوں و معذروں جو

اُسکی نظر سے گذرے اور اُسنے اُنکی دیکھنی سے اُنکوں کو تازہ کیا اور نیز اُسہیں اپنے خاص خاص باغوں کی عجیب عجیب کیفیتیں جسمیں اُسنے فنی فنی باتیں ایجاد کی تھیں اور بازی گردن اور پہلوانوں اور علاوہ اُنکے اُن دل لکی کے شغلوں کے حالات مندرج ہیں جو ہندوستان سے مخصوص ہیں *

ان سیر و تماشوں کے ساتھ اُن دنوں میں رنہندور کا بڑا قلعہ اُسکو حاصل ہوا جسکو راجہ سنکا کے دوسرے بیٹے نے اُسکے حوالہ کیا اسلئے کہ راجہ سنکا مر چکا تھا اور بڑا بیٹا اُسکا جانشین اُسکا ہوا تھا *

بہار و بنگال کی لڑائیوں کا بیان

جب کہ بابر کو یہہ ہرجا لگا کہ وہی اردھی شاہزادہ محمود نام جو راجہ سنکا کا رفیق و معاون تھا اور اُسکی شکست کے وقت اُسکے ساتھ تھا صوبہ بہار پر قابض ہو گیا تو بابر کو بڑا جوش آیا اور نہایت پرجوش ہوا معلوم ہوتا ہی کہ بنگال کا بادشاہ اُس محمود کا مدد و معاون تھا غرض کہ بہار اور اور یاس پروس کے پٹھانوں کی جمعیت سے محمود کی جمعیت لاکھ آدمیوں کے لگ بھگ پہونچتی تھی اور محمود اس جمعیت کو ہمراہ اپنے لیئے ہوئے بنارس کی جانب بڑھا چلا انا تھا کہ بابر بھی وہاں جا پہونچا جہاں گنگا جمنا آہستہ ملتی ہیں اور اب وہاں الہ آباد بستا ہی اور جوں ہی کہ بابر قریب اُس درج کے پہونچا وہ فوج جو جلد جلد اکھٹی ہو گئی تھی اور بابر کے پہونچنے سے پہلے کچھ کچھ نزاع بھی آہستہ ہو رہا تھا تو توت ہوت کر ادھر ادھر ہو گئی اور سارنی وجہ یہہ تھی کہ اُس فوج نے پہلے اِس سے چٹاگرہ کا ارادہ کیا تھا مگر جب کہ وہاں لاگ دانت اُنکی ہوئی تو کچھ کچھ ادھر ادھر ہو گئی اگرچہ وہ لاگ دانت ایسی بہت قوی تھی مگر جیسی کہ فوج کی طبیعتوں کا حال اسوقت میں تھا فوج کی ہراگندگی کے لیئے کافی کافی تھا مدد اُسکے محمود کا یہہ حال ہوا کہ جسقدر فوج

کو روک تھام سکا ہمراہ اپنے لیکر لوٹ گیا اور سون ندی پار اپنے قبضے والے اور وہ بہت سے سوداگر جو اُسکو چھوڑ کر چلے گئے تھے بابر کے تابع ہو گئے چنانچہ بابر اُگی کو بڑھا چلا گیا اور مکتود نے یہہ بات سوچ سمجھ کر کہلنے میں کچھ فائدہ نہیں بھاگنا اختیار کیا *

گنگا کے جنوب میں بہار کا ملک جسقدر واقع تھا وہ بابر کے قبض و تصرف میں آیا مگر بہار کا شمالی حصہ شاہ بنگال کے قبضہ میں باقی رہا جسکی بہت سی فوج اُس جگہ اڑی ہوئی تھی معلوم ہوتا ہی کہ شاہ بنگال کا صرف اسقدر مطلب تھا کہ دلی کی سلطنت کے اُس حصہ یعنی شمالی بہار کو اپنے قبضہ میں رکھے اور باقی حصوں پر لڑائی بھڑائی نہ کرے چنانچہ اُس نے اسی غرض سے بابر کو خط و کتابت میں مصروف رکھنا چاہا اور ایک ایلیچی کا اُنا جانا جاری رکھا یہاں تک کہ بابر کو صبر کا تکمیل نہوا اور گنگا پار اوتر کر بنگالیوں سے لڑائی کو اُگی بڑھا *

اگرچہ وہ گنگا اوتر گیا مگر گھاگرا کا اوترنا باقی رہا جہاں غنیم اُسکا ایسی جگہ ہوا تھا کہ وہاں گنگا گھاگرا سے ملتی ہی مگر بابر کے پاس کشتیوں کا سامان ایسا اچھا تھا کہ اُس نے بنگالیوں کی کشتیوں کو مار پھینک دیا اور اگر یہہ صورت پیش نہ آتی تو وہی کشتیاں بابر کے حق میں سنگ راہ ہو جاتیں بعد اُسکے بنگالیوں نے بابر کو اوتر نے سے روکا چنانچہ دونوں طرفوں سے توڑھیں چلنے لگیں مگر اس باعث سے کہ فوج بابر کے تکرے تکرے ہو کر ہار اوتر گئی تھی تو اُنکے مقابلہ پر غنیم کی فوج بھی تکرے تکرے ہو کر اڑی ہوئی یہاں تک کہ بابر کی فوج نے اُنکو مار کر بھگا دیا بعد اُسکے شاہ بنگال اُشتی ہو راضی ہوا چنانچہ باہم صلح ہو گئی اور جب کہ بابر نے آگرہ کا ارادہ کیا تو اُسکو یہہ پرچا لگا کہ وہ گروہ افغانوں کا جو شاہ بنگال کی فوج سے الگ ہو کر اور بابر اور بایزید افغانوں کی حفظ و حمایت میں گھاگرا پار اوتر گیا تھا لکھنؤ پر قابض و

منتصرف ہو گیا چنانچہ بابر فی الفور اُس جانب کو روانہ ہوا اور جب کہ
پٹھان لوگ اُس جگہ سے چلے گئے تو کچھ فوج اُنکی پیچھے بابر نے
روانہ کی یہاں تک کہ اس فوج نے گنگا جمنہ دونوں کے در پار اُنکا پیچھا
کیا اور ہندیل کھنڈ میں اُنکو منتشر کر دیا بعد اُسکے درسات اُگٹی اور بوجہ
اُسکے تعاقب موقوف ہو گیا :

بابر کے بیمار ہونے اور جانشینی کی نسبت سازشوں کا بیان

معلوم ہوتا ہے کہ مرنے سے پندرہ مہینے پہلے بابر کی طبیعت درست
نہ تھی اور جو کہ اُسکی سرگزشتوں میں حالات اس زمانہ کے مندرج
نہیں تو یہہ علت صاف دریافت ہوئی ہے کہ اُسکی قوت و ہمت میں
کالمی سستی اُگٹی تھی علوہ اُسکے اور چند باتوں سے بھی یقین ہوتا ہے
کہ اُسکی حکومت بھی اس باعث سے کم زور ہو گئی تھی کہ لوگوں کو اُسکی
حکومت کے زوال کا خیال ہلکا گیا تھا چنانچہ ہماری بھی بدخشاں کی
حکومت سے بلا اجازت چلا آیا اور جب کہ بابر نے اپنے وزیر نظام الدین علی
خلیفہ کو ہماریوں کی جگہ منتخب کیا تو اُسنے بھی کوئی حیلہ پیش کیا
اور وہ بھی دوبارہ ہی میں رہا اگرچہ ہماریوں کو بدخشاں سے طلب نہ کیا
تھا مگر ساتھ اُسکے صحبت سے پیش آیا اور بعد اُسکے تھوڑے دنوں گذرے
ہو ایک ہزاری ہماریوں کو عرض ہوئی جو بابر کے مرنیکا قوی سبب ہوئی
جب کہ بابر کو یہہ بات دریافت ہوئی کہ حکیم اپنی تدبیروں سے عاجز
ہوئے اور خود حکیموں نے بھی یہہ عرض کیا کہ اب درماں سے کوئی
فائدہ معلوم نہیں ہوتا تو ہماریوں کی جان بچانیکے واسطے بابر کو صرف یہہ
امید باقی رہی کہ اُس اعتقاد باطل کے بموجب جو آج کل بھی بلاد
مشرق میں جاری ہے یہہ بات چاہی کہ بیٹے کی جان بچے اور
پاپا کی جان نثار ہووے اور جیسے کہ یہہ اعتقاد اُسکے جی میں بیٹھا
ہا ویسے ہی اُسکے دوستوں کو بھی اُسکی تاثر کا یقین کامل تھا چنانچہ

انہوں نے باہر سے یہاں درخواست کی کہ آپ اپنی جان نکھڑیں اور ہزاروں کے عیش و آرام کو برباد نہ کریں مگر باہر اپنے ارادہ سے باز نہ آیا چنانچہ وہ ہمایوں کے سیج کے دائرے میں ہوا یعنی تین بارگرد اُسکے پورا جو چہلے سے دور اور مرنے سے قریب ہو گیا تھا بعد اُسکے تھوڑی دیر تک بہمت گزرا کہ خدا سے دعا مانگی یہاں تک کہ اپنے قربان ہونیکا ایسا اُسکو پورا پورا ہو گیا تھا کہ چند بار اُسنے یہاں پکار کر کہا کہ اُسکا دکھ میں نے سہا میں نے سہا اور قانون اس اعتقاد کی آسور اور اُسکی بیٹی پر اسقدر ہوئی کہ تمام مورخ اساتذہ پر متفق ہیں کہ ہمایوں اُسوقت سے تندرست ہونے لگا اور باپ اُسکا جو پہلے سے بیمار تھا اور ہمایوں کی بیماری کے مارنے زیادہ مریض اور لاغر ہو گیا تھا اُسوقت سے تھوڑا تھوڑا گھٹتی لگا جس سے یہاں بات بہمت جلد واضح ہوئی کہ موت اُسکی قریب آگئی اور جب کہ اُسکی نوبت یہاں تک پہونچتی تو اُسنے اپنے بیٹوں اور وزیروں کو مرنے دم اکٹھا کیا اور اپنے جی کی خواہشوں ظاہر کیں اور آہستہ انفاق و محبت کی سخت تاکید کی مگر اُسکے وزیر خلیفہ نے پہلے سے پہلے یہاں تجویز کی تھی کہ باہر کے پیارے منصوبوں کو پورا نہ ہونے دے + اور اس وزیر کا رعب داب ایسا تھا کہ اُسکے آگے کسی کی پیش نجاتی تھی مگر اُسکے رعب داب کی وجہ سے اب تک دریافت نہیں ہوئی چنانچہ اُسنے اس غرض سے کہ سلطنت کے تمام اختیارات اُسکے قبض و تصرف میں قائم و دائم رہیں یہاں ارادہ کیا کہ باہر کے بیٹوں کو دخل نہ دے اور اُنکو الگ الگ رکھے اور اپنے داماد خواجہ مہدی کو تخت پر بٹھارے اور وزیر اُسکے بیٹھانے میں یہاں فائدہ سمجھا تھا کہ خواجہ مہدی عمر کا نوجوان اور مزاج کا لادہالی اور بہت

+ یہاں خلیفہ باہر بادشاہ کا پوتا پرانا سردار تھا مگر یہاں بات سمجھتی دشوار تھی کہ باہر سے قابل بادشاہ کے وزیر اور ہمایوں سے تجویز کار وزارت کے سامنے اسقدر اختیار اُسکو کس طرح نصیب ہوا تھا اور ایسی ہی یہاں بات ہوئی اچنی کی معلوم ہوتی ہی کہ اس سے آگے ذکر اُسکا تاریخ نوشتہ یا اکبرنامہ میں نظام الدین یا خلیفہ کے نام سے پایا نہیں جاتا

کا ہلکا اور مست کا مارا ہی ہمیشہ مطیع و مستحکم اپنا رہیگا۔ مگر خواجه مہدی نے ایسی کوتاہ کیئے کہ وزیر اپنی امید سے نا امید ہوا خواجه مہدی اور علاوہ اُسکے تمام لوگ اسباب کو یقینی سمجھی تھی کہ بابر کے بعد تخت اُسکو نصیب ہوگا مگر جب کہ وقت اُسکا قریب آیا تو خلیفہ نے خواجه مہدی کو یکا یک گرفتار کیا اور اُس پاس کے لوگوں کو اُسکے ملنے جانے سے موقوف رکھا اس بڑے انقلاب کا باعث اُس سرگذشت میں مندرج ہی جسکو ارس کائن صاحب نے متعدد مستحکم کی سند پر بیان کیا جو سرگذشت مذکورہ کے مصنف کا باب تھا خلاصہ اُسکا یہہ ہی کہ خواجه مہدی سے خلیفہ ملنے گیا تھا اور متعدد مستحکم ہمراہ اُسکی تھا حسب اتفاق اُسوقت خلیفہ کی طلب ہوئی کہ بابر کی جان ہوتوں پر تھی چوں ہی کہ خلیفہ خواجه مہدی کے مکان سے اڑتا تو خواجه مہدی ساتھ ساتھ اُسکے ازراہ تعظیم کے دروازہ تک آیا اور دروازہ پر کھڑا رہا یہاں تک کہ متعدد مستحکم بغیر اڑے بھرے اُس سے نکل نسکا اور جب کہ خلیفہ دور نکل گیا تو خواجه مہدی نے دانت پیس کر یہہ بات کہی کہ بھلاے او پیر نابالغ خدا چاہے تو تیرے چمڑی جلد نکلاتا ہوں خواجه مہدی نے یہہ بات کہ کر مونہہ پھیرا تو متعدد مستحکم کو گھر سے نکلے دیکھ کر بہت ہشیمان ہوا اور اوسان اُسکے جاتے رہے مگر اُسے متعدد مستحکم کے کان ہرگز غروب اینٹھے اور بیہ ساختہ یہہ مصرع پڑھا † زبان سرخ سرسبز می دھد ہر باد غرض کہ متعدد مستحکم نے خلیفہ کو یہہ داستان سنائی چنانچہ نتیجہ اُسکا یہہ ہوا کہ خلیفہ نے خواجه مہدی کی رفاقت چھوڑی اور ہمایوں کا ساتھ دیا ۛ

† واضح ہو کہ فارسیوں کی اصطلاح میں 'زبان سرخ' غماز کی زبان کو اور سرسبز صاحب اقبال کے سر کو کہتے ہیں اب اس مصرع کے ایہہ معنی ہیں کہ وہ زبان جو غماز ہوتی ہی اُس سر کو ہر باد دیتی ہی جو صاحب اقبال ہوتا ہی (مترجم)

بابر کی وفات اور اُسکی عادات کا بیان

خلیفہ اور خراجہ مہدی کی سازشوں میں چندے بابر غالباً واقف تھا بابر نے انتقال کیا یہ بادشاہ اگرچہ بہت بڑا بادشاہ تھا مگر بڑی تعریف کے شایاں و سزادار جو شخص ایشیا میں کبھی پیدا ہوا وہ یہی تھا اور ۲۶ دسمبر سنہ ۱۵۳۰ء مطابق سنہ ۹۳۷ ہجری میں عمر کے پچاس برس اور بادشاہت کے اڑتیس برس پورے کر کے مقام آگرہ میں چہاں فانی سے گذر گیا اور لاش اُسکی بحسب اُسکی تمنا مقام کابل میں ایک ایسی جگہ مدفون ہوئی جسکو آسنے غالباً خود + پسند کیا تھا *

اگرچہ بابر کی عادات اُسکے کاموں سے بخوبی واضح ہوتی ہیں مگر اُسکے خاص ذاتی حالات اور تحریرات کی نسبت تو بڑا بہت لکھنا پانی ہی چنانچہ جو سرگذشتیں آپ آسنے قلمند کی ہیں وہ غالباً ایسی عمدہ ہیں کہ نظیر اُنکی پائی نہیں جاتی یعنی اپنی عمر کی حکایتوں اور رازیوں اور طبیعت کے قصوں کو جگہ جگہ ایسا بیان کیا کہ جو سچے سچے تھے اُسکو ہرگز نہیں چھپایا اور بناوٹ کو دخل نہیں دیا اور راست گوئی اور خورش مزاجی کے ظاہر کرنے میں تکلف کو کام نہ فرمایا + *

+ پرنس صاحب نے اپنی سیاحت نامہ کی جلد ایک صفحہ ۱۲۱ میں لکھا ہی کہ بابر نے یہ وصیت کی تھی کہ میری لاش اُس جگہ دفن کیجئے جو اُسکی ساری قلمرو میں اُسکو مطبوع و مرغوب تھی چنانچہ اب بھی ایک پاکیزہ ندی اُس قبرستان میں بہتی ہی اور خوشبودار پھولوں کو پانی دیتی ہی اور کابل کے لوگ ایک بڑے تہوار کو زہاں اکھٹے ہوتے ہیں بابر کی قبر کے سامنے سلگ مرمر کی ایک مسجد اگرچہ چھوٹی سی ہی مگر بہت ہی عمدہ بنی ہوئی ہی اور اُسکے مقبرہ سے پہاڑ کی ایک نہایت دلکش نضا نظر پڑتی ہی

+ واضح ہو کہ صاف بیانی اور راست گوئی کی زر سے بابر کی سرگذشتیں تہور کی سرگذشتوں کے مخالف ہیں اگرچہ تہور کی سرگذشتوں کی زبان سیدھی سادی ہی مگر یارصاف اُسکے بہت بنا بنا کر اسلیئے لکھی گئیں کہ لوگوں کے دلوں پر اثر اُسکا بڑے چنانچہ ایک مقام پر آسنے یہ بات لکھی کہ ایک روز اتفاق سے میرے ہاتھوں تلے ایک چھوٹی پسگئی اُسکے پس جانے سے میرے دل کو ایسا صدمہ پہنچا

غرض کہ بیان اُسکی سرگذشتوں کا صاف و پاکیزہ اور دلورانه اور رنگین و دلچسپ ہی اور اسلیئے کہ وہ ایک ذہین اور تجربہ کار آدمی کی تصنیف ہی تو اُس میں اُسکے معاصروں اور هموطنوں کے کام کاج اور رنگ و رنگ اور چال و چال اسی سے واضح ہیں جیسا کہ رنگ روپ آئینہ میں ظاہر ہوتا ہی اور یہی باعث ہی کہ تمام ایشیا میں منجملہ صحیح تاریخوں کے اصلی تاریخ کا ایک عمدہ نمونہ ہی اسلیئے کہ اگرچہ معمولی مورخوں نے بڑے بڑے لوگوں کے کاموں اور تکلف کے بتوں کا حال بڑی شان و شوکت سے بیان کیا مگر اُنکی طور و طریقوں اور خاص خاص عادتوں کا بیان نہیں کیا بلکہ علی الخصوص ایسی باتوں کو بالکل چھوڑ گئے جو اُنکی شان و منصب کے شایان و سزاوار نہ ہیں ہاں باہر کی سرگذشتوں میں جن جن لوگوں کا حال بیان کیا گیا اُنکی شکل و صورت اور لباس و پیرایہ اور شوق و ذوق اور عادات و شمایل کا بیان ایسی تفصیل و تشریح سے کیا گیا کہ فی الحال گویا ہم اُن لوگوں میں موجود ہیں اور اُنکو اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں اور جن ملکوں میں باہر کا گذر ہوا اُنکی فضاؤں اور آب و ہوا اور پیداواروں اور عجیب عجیب مشقتوں اور بڑی بڑی عمارتوں کے محالات سے سرگذشت اُسکی معمور و مشحون ہی اور وہ ایسی تفصیل وار اور تھیک تھیک لکھی

کہ گویا میرے ہاتھوں کی طاقت چائی رہی اور حقیقت اُسکی یہہ ہی کہ وہ بڑا سفاک بادشاہ تھا اور یہہ ایک ایسی بات ہی کہ اگر وہ بڑا جتنی سٹی گروٹائیوں اگیانی پنہت بھی ہوگا تو کوئی یقین نہ کرتا کہ یہہ بات اُس نے اپنے جی سے کہی ہی

† یہہ متعلق حال اُن درباروں اور لشکروں کے لوگوں کا ہی جہاں جہاں باہر پستہ رستا رہا اور جن ملکوں کا حال اُس نے بڑی وضاحت سے لکھا وہاں کے باشندوں کی صرف ایسی ایسی انہر کی باتیں بیان کیں کہ اُنکے سننے سے بیگانہ ملکوں کے رہنے والی حیوان ہوں مگر اُنکی اوقات بسوی اور رسم و رسوم کے محالات اُس نے تفصیل وار اسلیئے نہیں لکھی کہ وہ اُنکے اس قسم کے کل محالات سے ہندوئی واقع نہیں ہو سکتا تھا

ہوئے ہیں کہ جتنی جگہ میں وہ لکھی گئی زمانہ حال کے کسی سیاح نے اُنکو اتنی جگہ میں نہیں لکھا اور جب کہ اُن مصیبتوں کا لحاظ کیا جاوے جنہیں اُسے وہ سرگذشت اپنی قلمبند کی ہے ‡ تو نہایت تعجب ہوتا ہے *

تصنیف بابر کی بڑی خوبی یہ ہے کہ باوصف اُسکے کہ اُسکا مصنف ایک دراز مدت تک طرح طرح کے انقلابوں میں مبتلا رہا اور زمانہ کے بہت سے گرم و سرد اُسے دیکھی مگر اسکی عادات و شمایل میں کوئی تغیر واقع نہوا چنانچہ اُسکی طبیعت میں ویسی ہی مہر و مستحبت باقی رہی اور مزاج میں ویسے ہی نیک اخلاق قائم رہے جیسے کہ آغاز وابتداء میں موجود تھی جب کہ کام کاج کا بوجہ اُسے اُٹھانا شروع کیا تھا اور مال و دولت اور جاہ و حشمت کے حاصل ہونے سے شعور و سلیقہ اُسکا خراب نہوا تھا اور قدرتی چیزوں اور خیالی باتوں سے مزے اُٹھانے کی استعداد اُسکی طبیعت سے کم نہوئی تھی *

بابر کی سرگذشتوں کے مترجم ارس کائن صاحب نے بیان کیا ہے کہ لوگوں کی شان و شوکت کے جو حالات ایشیا کی تاریخوں میں مندرج ہیں وہ سرد مہروی اور افسردہ مزاجی سے سراسر معمور ہیں مگر منجملہ اُنکے ایک ایسے بادشاہ یعنی بابر کے حالات کے ملاحظہ سے ایک طرح کی تشفی ہوتی ہے جو عمر گزشتہ ہر تاسف کرتا تھا اور اُس نے بیان کیا کہ میں ایک اپنے ساتھی کی جدائی سے روتا تھا جو کھیل کود میں ساتھ اپنے رہتا تھا اور اپنی رشتہ دار عورتوں اور خصوص اپنی ماں کا ذکر ایسے

‡ جن جن ملکوں میں بابر نے لڑائیاں بھڑائیاں کیں اور حالات اُنکی بیان کیئے تو لفظوں کی قلت اور معنوں کی کثرت اُسوقت دریافت ہوسکتی ہے کہ اس بیہودہ کتاب سے مقابلہ کیا جاوے جو ایک مشہور مورخ اور بڑا سیاح و مطلق اور نہایت لائق فایق تھا یا جو جغرافیہ بابر نے لکھا ہے اُسکا مقابلہ بھی ایشیا کے کسی مورخ جغرافیہ نگار سے کیا جاوے

شوق ذوق سے کرتا ہی کہ گویا اُنسے الگ نہیں ہوا اور اُنکے ساتھ الاؤ پر بیٹھا تپ رہا ہی اور جہاں کہیں اُس نے حال اپنا بیان کیا وہاں اپنے دوستوں کا حال بہت حسن و خوبی اور کمال التفات و عنایت سے بیان فرمایا چنانچہ اُنکی کہارتوں اور بیماریوں اور حادثوں اور مہموں کا حال تفصیل وار تحریر کیا اور کہیں کہیں اُنکے بڑے بڑے کوتلوں کی ہنسی بھی کی *

جب کہ اُس نے اپنے معتمد خواجه کلان کو جو کابل میں اُسکی طرف سے کام کاج اُسکا کرتا تھا ایک خط اپنی سلطنت کے کار و بار میں لکھا تو اُسکے اخیر میں یارانہ کے دو چار فقرے اُسکے جی بہلانے کی غرض سے تحریر کیئے اور بعد اُسکے یہہ عذر لکھا کہ خدا کے واسطے میری بیوقوفیوں کو معاف کرنا اور اُنکی وجہ سے مسجھکو برا سمجھنا بعد اُسکے خواجه کلان کو یہہ بات بھی لکھی کہ جیسے میرے شراب کا پینا چھوڑا تو بھی ویسے ہی چھوڑ دے اور اصل کلام اُسکا یہہ ہی کہ جب ہم سارے پرانے یار ایک جگہ اکٹھے تھے تو شراب کا پینا لطف سے خالی تھا اور اب کہ حیدر قلی اور شیر احمد کے سوائے کوئی ہم پیالہ اور ہم نوالہ تیرے پاس موجود نہیں تو اب شراب کے چھوڑنے میں تیری طبیعت پر جبر نہ ہوگا اور علاوہ اُسکے اُسی خط میں یہہ بھی لکھا تھا کہ مسجھکو آپ پر بڑا رشک آتا ہی کہ تم کابل میں رہتے ہو اور وہاں کے سیر و تماشاؤں کے مزے اُٹھاتے ہو اور یہہ بھی لکھا کہ جب لوگ صرف ایک تریوز + یہاں میرے پاس لائے اور میں نے اُسکو تراشا تو اپنی تنہائی پر کمال افسوس کیا کہ میں کیسا وطن سے دور اور یاروں سے مسجھور ہوا ہوں اور اُسکو کھانا شروع کیا تو یاروں کی جدائی میں اُٹھ اُٹھ افسوسوں رویا اور بہتے افسوسوں کو تمام نسکا *

+ معلوم ہوتا ہی کہ یہہ پھل اُسوقت تک ہندوستان میں پیدا نہوتا تھا مگر بعد اُسکے اُس نے رواج پایا *

اگر بابر شراب کا پینا بہت جلد چھوڑتا تو اُسکے حق میں بہت اچھا ہوتا اسلئے کہ ہر طرح پہلے سمجھنا چاہئے کہ مہینخواری کی کثرت سے عمر اُسکی تھوڑی ہوئی چنانچہ شوق و ذوق اُسکا اُسکی سرگذشتوں سے دریافت ہوگا کہ اُسنے جیسی لڑائیوں کے حالات اور بادشاہوں کے خط و کتابت کی کیفیت ایک زور و شور اور نہایت شان و شوکت سے لکھیں ویسے ہی مہینخواری کے جلسوں کے اُمورات ایک آن و بان اور ہڑی کر فر سے قلمبند کیئے اگرچہ پہلے جلسے اُسکی شان و لیاقت کے شایان و سزاوار تھے مگر اُسکی سرگذشتوں میں وہ ناپسندیدہ باتیں نہیں ہیں اسلئے کہ اُن جلسوں کی بے تکلفی اور سادگی ایسی بیان کی گئی کہ بابر کا بادشاہ ہونا اُنکے دھمکنے سے فراموش ہو جاتا ہی بلکہ ایسا سمجھتا ہے کہ وہ بھی اُس جلسہ میں ایک یار میکسار تھا حاصل پہلے ہی کہ اُن باتوں کی بدولت جو مہینخواری کی کثرت پر مسائل کرتی ہیں جیسے ساٹھ دار درختوں کا جھومنا اور ایسے ایسے پہاڑوں پر بیٹھنا جس سے ہڑی فضائیں نظر آتی ہوویں اور کشتی کا نرم نرم چلنا اور ترکی فارسی کے اشعار ازہر پڑھنا اور کبھی کبھی گیت بھی گانا اور یاروں سے دھول دھپا ہو جانا اور ہنسی تھٹول کی باتیں کہنا غرض کہ ایسی ایسی باتوں کے باعث سے ایسے آوارہ جلسوں کی ہوائیاں ہوی نہیں لگتیں *

بابر کا پہلے وتیرہ تھا کہ ایک جگہ پہنچا تو نہ رہتا تھا چنانچہ پہلے بات اُسکی اُس کلام سے صاف واضح ہوتی ہی جو مرنے سے تھوڑے دنوں پہلے خاص اپنی زبان سے فرمائی تھی یعنی گیارہ برس کی عمر سے پہلے اتفاق نہیں ہوا کہ دو رمضان ایک جگہ کئی ہوں یہاں تک کہ جو وقت اُسکا لڑائی بھڑائی اور سیر و سفر میں صرف نہوتا تھا تو اسوقت کو سیر و شکار اور گھوڑے کی سواری اور دروازے کے سپر سپاہیوں میں صرف کرتا تھا اور چن دنوں کہ جی اُسکا اچھا تھا تو پچھلی سیر اُسکی پہلے تھی کہ دو دن کے اندر اندر کالہی سے آگرہ تک جو ایک سو ساٹھ میل کے

فاصلہ پر واقع تھی گھوڑے سوار آتا تھا اور کوئی کام اُسکو نہ ہوتا تھا علاوہ اُسکے ایک ہی سفر میں دو مرتبہ گنگا کے وار پار آیا گیا اور آپ اُسے بیان کیا کہ جو دریا راہ میں پڑتا تھا وار پار اُسکو پیر کر آتا جاتا تھا اور جیسا کہ جسم اُسکا چاہک و چالاک تھا ویسی ہی عقل اُسکی تیز اور فکر اُسکا رسا تھا چنانچہ امورات سلطنت کے علاوہ نہروں اور قلاتوں اور عمدہ عمدہ کاموں کے بنوانے اور بینانہ ملکوں کے نئے نئے پھل پہلازیوں اور اچھی اچھی پیداواروں کے رواج و رونق دینی میں مصروف رہتا تھا اور با وصف ان محنت مشقتوں کے اتنی فرصت بھی حاصل تھی کہ فارسی ترکی دونوں زبانوں میں شہر میں کہتا تھا بہانہ تک کہ اُسے ترکی زبان میں بہت سی تصنیفیں کیں اور اپنے ملک کے شاعروں میں بڑا نام اُسے پیدا کیا * †

† متحملہ حالات مندرجہ بالا کے اکثر حالات ارسکائن صاحب کے ترجمہ سے لیئے گئے جو بابر کی سرگذشتوں کا ترجمہ ہی چلکر اب اُس نے ترکی زبان میں قلمبند کیا اور اس ترجمہ سے جو حاشیئے اور تہے متعلق ہیں اُسے وہ دشواریاں رفع ہو جاتی ہیں جو ہر صفحہ میں پیش آتی ہیں اور اُس گفتگو کے دیکھنے سے جسکو ارسکائن صاحب نے اس ترجمہ کے دیباچہ میں لکھا ہی ایضاً کا حال بابر کے زمانہ کا تفصیل وار دریافت ہوتا ہی اور اُس گفتگو میں اُن ملکوں کا جغرافیہ بھی نہایت تفصیل سے مندرج ہی جہاں جہاں بابر نے ازائیاں بھڑائیاں کیں علاوہ اُسکے تاتاری قوموں کے مختلف مختلف گروہوں کا حال بھی صاف صاف مندرج ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ ترجمہ بھی اصل کتاب کی طرز پر کیا گیا اسی لئے کہ اُسکے بیان کی طرز بھی عمدہ اور ممتاز ہی اور مشرقی لوگوں کا مخالف اس توجہ میں پایا نہیں جاتا اور ایسا سیدھا سادہ ترجمہ بھی نہیں جیسا کہ اور مترجموں نے ایسی ایسی کتابوں کا کیا ہی *

باب دوسرا

ہمایوں کی پہلی سلطنت کا بیان

جب کہ بابر کا انتقال ہوا تو اُس نے ہمایوں کے علاوہ سرز ہندال اور مرزا عسکری اور مرزا کامران تین بیٹے اور وارث چھوڑے †

† جب تک کہ ہم خلاف اسکے کسی جگہ کوئی بات لکھیں تو یہ بات یاد رہے کہ ہم نے ہمایوں کی سلطنت کا حال تاریخ فرشتہ اور خود ہمایوں کی سرگزشتوں اور ابوالفضل کے اکبر نامہ سے لیا ہی اور فرشتہ والے نے جو ہمایوں کی سلطنت کا حال پورا پورا نہیں لکھا تو وجہ اُسکی یہ ہے کہ فرشتہ والی کا زمانہ ہمایوں کے زمانہ سے اتنا قریب تھا کہ وہ چہاں ہیں اُسکی اُن لوگوں سے کرتا جنہوں نے ہمایوں کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور نہ اسقدر بعید تھا کہ اُسکے بیچ میں مورخ لوگ آئندہ کو لکھتے اور فرشتہ والا اُن تاریخوں سے استعانت کرتا ہمایوں کی سرگزشت مطابق سنہ شمس جوہر نامی نے لکھا ہی جو اُسکا ادنیٰ خدمتگار تھا اور کا ۷ مطابق سنہ اپنے آقا کے ہاتھ پائوں دھولائی کے لئے آفتابہ سلیمانی اور تھارہ شرط ہو ہمایوں کی اُسکے رہتا تھا اگرچہ ہمایوں کے ملکی تعلقات اور خفیہ تجویزات صرف میں باقی رہے تک اُسکی رسائی ممکن تھی وہاں تک حال اُسکا یہ اور اگر کو روانہ ہو گیا * سادگی اور راستی سے لکھا ہی وہ ہمایوں کا بڑا خیر

کاموں کو ایسی اب و تاب سے بیان کیا کہ کوئی عینا بیان کے کسی چال چان کو ایسا بہت کم نہ سمجھا کہ اُس سے بات اُسکی بناوے ابوالفضل اکبر بادشاہ کا بڑا بیٹا اور کمال لائق ذائق تھا مگر رنگین نگاری اور تشبیر شاہ گجراتی والی گجرات کے اور اب بھی حال یہ ہے کہ اس طرز بیان میں نا اور جبکہ بہادر شاہ نے ہمایوں کو اُسکے کلام کو ایک نمونہ سمجھتے ہیں اور ہنسب اُسکی درخواست کے اُسکو مستحسن ہی علاوہ اُسکے وہ ایک ایسا خورشام اُن لوگوں کی خریدوں کو جسے کام اُسکر پڑتا ہمارے قایم ہوا یہ بہادر شاہ اُن پرائیوں کو چکنی چپڑی باتوں میں بیان کیا اور لی کی شاہنشاہی کے تباہ ہونے کو بٹاے رکھا مگر تواریخ اور واقعات کا حال کے تکررے گنی جاتی تھیں اور اپنے کھام کھلا طرفداری کی پوری پوری تسلیم کرنے بہت سا ملک اُس نے بڑھایا ہم کو درکار نہیں جتنی کہ اُس تنفر اور تعصب ریمار کے بادشاہوں نے یہہ اقرار

کابل کا ہندوستان سے الگ ہو جانا

منجملہ ان کے مرزا کامران قندھار و کابل کا حاکم تھا مگر مرزا ہندال اور مرزا عسکری ہندوستان میں محض بیکار تھے کوئی کام ان سے متعلق نہ تھا اس لیے کہ بابر نے اپنے جیتی جی ہمایوں سے چھوٹے بیٹوں کے لیے کوئی حصہ اپنی سلطنت کا مقرر نہیں کیا تھا تو اُس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ اُسکا منشاء یہ نہ تھا کہ بعد اُس کے مرزیکے سلطنت اُسکی منقسم ہو جاوے مگر کامران کی طبیعت سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ ہمایوں کے تحت حکومت نہ دیکھا اور جو کہ اُسکی موروثی رعایا کے پیچھا پیچ اُس کے قبض و تصرف میں بڑا قوی اور جنگ جو ملک تھا تو ہمایوں کی نسبت وہ ایسے بڑے فائدہ میں تھا کہ جب تک ہمایوں ایسے صوبوں کے نکرنا جو جدید اور ناراض تھے تو تب تک مقابلہ کے لیے فوج لیئے گئے جو باہر تھے *

کیا اور اس ترجمہ سے کورہ بالا ہمایوں نے یہی مناسب سمجھا کہ کامران کی ہیں جو ہر صفحہ میں ہیں صاحب نے اس ترجمہ کے دیباچہ اور اُس ملک کے علاوہ جو اُس کے قبض و تصرف دریافت ہوتا ہے اور اُس گفتگو کو بھی اُس کے حوالہ کرتے چنانچہ اُس نے ویسے مندرج ہی جہاں جہاں بابر نے اس سوکار سنبھل کی حکومت مرزا ہندال اور مختلف مختلف گروہوں کا حال بھی عسکری کو عنایت فرمائی اور جب کہ وہ ترجمہ بھی اصل کتاب کی طرز پر کیا ہے عسکری تعریف اُس نے بہت خوشامد اور ممتاز ہے اور مشرقی لوگوں کا مبالغہ ادا ہوتا ہے جنکی تعریف اُس نے بہت خوشامد اور سادہ ترجمہ بھی نہیں جیسا کہ اور ہے شکوک کے دفع کرنے میں بھی بہت سی سمجھ بھیدا ہوتی ہیں کہ جو بات اُس نے بیان کی وہ بجائے خود وہ بات اچھی اور عذر کے قابل ہے بیان علاوہ اُس کے خدا پرستوں کے ملحوظات اور عام تعریفوں پر اکتفا اُسکا عموماً ہوتا ہے برونس اُسکی اُن تھریروں سے مدد حاصل کی ہے جنکو میں لکھا ہے اگرچہ وہ تاریخ اُنکا ترجمہ نہیں پایا جاتا ہے اور اُسکی مطالب صحیح اور کامل

گامران کو ملک دے چکا تو اُسکے قبضہ میں صرف نیا ملک مفتوحہ باقی رہ گیا اور جن ذریعوں کی بدولت اُسنے وہ نیا ملک حاصل کیا تھا اور آئندہ بقائے قبضہ کے لیئی وہ ہی کافی وافی ہوتے رہ بھی اُسکے ہاتھ تلے نہ رہے مگر جو کہ اب بھی اُسکے قبضہ میں بابر کی دلاور فوج موجود تھی اور بابر کی قوتوں کے اثر بھی جابجا موجود تھے تو ملک کی تقسیم کے بڑے بڑے اثر اول اول ظاہر نہ ہوئے جب کہ ہمایوں کالنچر واقع ہندیل کھنڈ کے متحصصہ میں مصروف تھا تو اُسکو پوچھا لگا کہ بابر اور بایزید افغانوں کے سرداروں نے جنکے گروہوں کو پہلے بابر نے ہراگندہ کیا تھا جونپور کے اضلاع میں دوبارہ فساد برپا کیا غرض کہ ہمایوں نے اُنکے مجموعہ کو متفرق کیا اور بعد اُسکے چنار گڈہ پر چڑھائی کی جو بنارس کے قریب ایک پہاڑی پر واقع ہی اور وہ شیر خاں پتھان اُسپر قابض تھا جو آئندہ کو ہمایوں کا حریف ہو جائیگا حاصل یہ کہ سنہ ۱۵۵۲ ع مطابق سنہ ۹۳۹ ہجری میں شیر خاں مذکور الصذر نے اِس شرط پر ہمایوں کی اطاعت قبول کی کہ چنار گڈہ اُسکے قبضہ و تصرف میں باقی رہے چنانچہ ہمایوں نے بھی یہ شرط اُسکی تسلیم کی اور اُگڑہ کو روانہ ہو گیا *

گجرات کی فتح کا بیان

اِس زمانہ سے تھوڑے دنوں پہلے ہمایوں کا سالہا جو اُسکی جان و حکومت کا خواہاں و جویاں تھا بہادر شاہ گجراتی والی گجرات کے حفظ و امان میں آیا اور اُسکی پناہ میں رہا اور جبکہ بہادر شاہ نے ہمایوں کی درخواست کو منظور نہ کیا یعنی بحسب اُسکی درخواست کے اُسکو ندیا تو دونوں بادشاہوں میں رنج کا پہاڑ قائم ہوا یہ بہادر شاہ اُن سلطنتوں میں بڑا معزز و ممتاز تھا جو دلی کی شاہنشاهی کے تباہ ہونے پر قائم ہوئی تھیں اور دلی کی سلطنت کے ٹکڑے گنی جاتی تھیں اور اپنے زور بازو کے ذریعہ سے اصلی ملک سے زیادہ بہت سا ملک اُس نے بڑھایا تھا یہاں تک کہ بھاندیس اور احمد نگر اور بڑار کے بادشاہوں نے یہ اقرار

اُس سے کیا تھا کہ اگر ہمارے ملک ہمارے ہی قبضہ میں رہینگے اور آپ اُنکے خواہاں نہ ہونگے تو ہم لوگ آپکے تابع رہینگے علاوہ اسکے مالوہ کی سلطنت کو بھی فتح کر کے خاص قلمرو میں داخل کیا تھا حاصل یہہ کہ بہادر شاہ اور ہمایوں کی تکرار بڑے گہنی اور نوبت دور تک پہونچتی اور علاوالدین ابراہیم خاں اور ہی کا چنچا جسکے لیٹے بابر نے بدخشاں کی حکومت مقرر کی تھی بدخشاں کی حکومت کو چھوڑ کر بہادر شاہ کے پاس آیا اور اُسکا دامن پکڑا اور بہادر شاہ گجراتی علاوالدین کی تواضع و تعظیم اسلیئے بچالایا کہ خاندان اُسکا اور ہیوں کے وقتوں میں بڑے پایہ کو پہونچتا تھا اور جو کہ خون بہادر شاہ نے ابراہیم کی پناہ ڈھونڈی تھی اسلیئے اپنے مریدوں کے لیٹے اپنا جی چلایا اور ہمایوں پر غیظ و غضب کھاکر تخت و درخت کے بھروسے ایسی نامعقول تدبیریں تجویز کیں جو تدبیر مملکت اور راہ انصاف کے صریح مخالف تھیں اگرچہ کلام کہلا ہمایوں سے لڑنے کی طرح نہ ڈالی مگر علاوالدین کو بہت سا رویہ دیکر اِس قابل کر دیا کہ اُس نے بڑی فوج تھوڑے عرصہ میں اکٹھی کی اور تاتار خاں اپنے بیٹے کو فوج کا سردار بنا کر ہمایوں کے مقابلہ پر بھیجا مگر جیسی کہ یہہ فوج بہت جلد اکٹھی ہو گئی تھی ویسے ہی پراگندہ ہو گئی اور تاتار خاں اُن تھوڑے سے لوگوں سمیت لڑتا بھڑتا رہ گیا جو کچھ باقی رہ گئے تھے چنانچہ انجام اُسکا یہہ ہوا کہ وہ عین لڑائی میں مارا گیا یہہ واقعہ سنہ ۱۵۳۴ ع مطابق سنہ ۹۴۱ ہجری میں واقع ہوا *

ہمایوں کا دل اس بڑی کامیابی سے بڑھا یا پہلے ہی سے عزم اُسکا مصمم تھا غرضکہ کوئی باعث ہو ہمایوں اگرچہ سے ہاں ارادہ روانہ ہوا کہ جو نقصان اُسکو بہادر شاہ کی جانب سے پہونچا اُسکے پورے کرنے سے کلیجہ اپنا تھنڈا کرے مگر بہادر شاہ اُن روزوں میں وارے واجہ سے لڑنے بھڑنے اور چتور گتے کے متحصصہ کرنے میں اس قدر جی جان سے مصروف تھا کہ

اُسکا دباننا اور اُسپر دھارا کرنا نہایت سہل و آسان تھا اور یہہ بات اُسپر علاوہ تھی کہ اُسکے دوک ہتھار کے لیئے کوئی اوت آڑ بھی نہ تھی غرضکہ جب بہادر شاہ کو ہمایوں کے ارادے کی خبر پہونچتی اور اُسنے ہمایوں کو یہہ کہلا بھیجا کہ ایسے اترے وقت میں ایک ایسے مسلمان بادشاہ کو ستانا جو ایک کافر راجہ سے لڑتا پھرتا ہووے دیں و ملت کے خلاف بلکہ بے ایمانی کی دلیل ہی تو ہمایوں نے خواہ اس ملامت کے اثر یا اپنی طبیعت کے تحمل کی ضرورت سے اپنے پورے ہکے ارادے کو چتور گتہ کی فتح تک ملتوی رکھا چنانچہ بعد اُسکے بہادر شاہ نے مندسور کے گرداگرد کھائیاں کھودوائیں اور ہمایوں کے آنیکا منتظر بیٹھا اور یہہ طریق اُسنے اُس بڑے توپ خانہ کے پھوسے پر اختیار کیا تھا جسکا کپتان ایک ترکی قسطنطنیہ کا رہنے والا تھا اور تھوڑے سے گولہ انداز اُسکے پرتکال کے قیدی تھے مگر یہہ ہنر مند اسلیئے کام اُسکے نہ آئے کہ جب ہمایوں نے رسد کے چاروں رستے بند کیئے تو وہ مقام اُسکے حق میں بڑے سے برا ہوگیا یہانتک کہ جب یہہ بات اُسپر کھل گئی کہ بہوکوں کے مارے حریف کی اطاعت کرنی پڑیگی تو سنہ ۱۵۳۵ ع مطابق سنہ ۹۴۱ ہجری میں توپوں کو توڑ اور فوج کو چھوڑ کر پانچ چار آدمیوں سمیت ماندو کو بھاگ گیا اور فوج کی حفظ و حراست اور باقی ماندوں کی صحت و سلامت فوج کے ہاتھوں چھوڑ کر چلا گیا *

غرض کہ بہادر شاہ کا لشکر پراگندہ ہوا اور خود اُسکا پیچھا دیا گیا چنانچہ وہ ماندو سے چٹیانیر اور چٹیانیر سے کمبوجا غرض کہ جگہہ جگہہ بے تھوڑ تھکانے پھرتا رہا اور اب ہمایوں کا یہہ حال تھا کہ آپ اُسکے پیچھے فوج لیئے پھرتا تھا یہاں تک کہ جس دن کمبوجا سے بھاگ کر مقام دیو میں بہادر شاہ پہونچا جو گجرات کے اخیر سرے پر واقع ہی تو ہمایوں بھی اُسی دن کی شام کو وہاں داخل ہوا + مگر جب کہ

* جب کہ ہمایوں کا لشکر مقام کمبوجا میں قیامے قائلہ ہوا تھا تو ہمایوں نے

ہمایوں اُسکو پگڑ نسکا تو ناچار اُسکا پیچھا چھوڑا اور گجرات پر قبضہ و تصرف کرنا شروع کیا چنانچہ بہت جلد اُسنے قبضہ حاصل کیا اور اُس برس کے بہت دن گذر چکے تھے کہ چنپانیور کا پہاڑی قلعہ فتح کیا اور وہ قلعہ یوں فتح ہوا کہ ایک طرف سے فوج نے دروازوں پر حملہ کیا اور دوسری طرف سے تین سو چنے چنے بہادروں نے جنمیں خود ہمایوں بھی داخل تھا عمود نما پہاڑ کے تکرے میں فولادی میٹھیوں گاڑیں اور ایک ایک کر کے بہادرانہ چڑھ گئے + *

ماہ اگست سنہ ۱۵۳۵ ع مطابق صفر سنہ ۹۴۲ ہجری کو چنپانیور فتح ہوا اور اُسکے فتح پر تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ ہمایوں کو اُن آفتوں کا ہرجہ لگا جو شیر خاں کی کامیابی پر مترتب ہوئیں چنانچہ ہمایوں نے اپنے بھائی مرزا عسکری کو ممالک مستوحہ پر چھوڑا اور آپ آگرہ کو روانہ ہوا مگر بعد اُسکے یہہ امر پیش آیا کہ اُسکے گجرات چھوڑنے پر تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ اُن سرداروں میں جھگڑے بکھڑے قائم ہوئے جنکو گجرات

کریوں کی قوم سے بہت سا نقصان اڑھایا جو جنگلوں میں بستی ہیں اور در در چھاپی مارتے ہیں یہہ لوگ ایسی دبی دبی فوج میں گھس گئی کہ خاص ہمایوں کے قہرے پر چھاپا مارا اور تمام اسباب اُسکا اور علاوہ اُسکے وہ کتابیں لوت کر لے گئی جنمیں توزک تیموری کا مشہور نسخہ بھی شامل تھا اور وہ ایک ایسا نسخہ تھا کہ جسکے جانے اور دوبارہ آنے کو اُس زمانہ کے مورخوں نے تحریر کے قابل سمجھا اور ہمایوں نے بھی وہ رنج اڑھایا کہ اُسکی پاداش و تدارک میں کمبوجا کے رھنے والوں کو لوت کھسرت کر خاک سیاہ کیا جو محض بیقصور اور ناکردہ گناہ تھے

+ جسوں ہی کہ چنپانیور کا قلعہ فتح ہوا تو یہہ بات دریافت ہوئی کہ بہادر شاہ کے دہنوں کا حال ایک سردار کو معلوم ہی چنانچہ یہہ تجویز ہوئی کہ مار پیت کے ذریعہ سے وہ بھیہ دریافت کیا جاوے مگر ہمایوں نے وہ پسند نہ کی اور یہہ بات کہی کہ شراب اُسکو ہلائی جاوے غرض کہ ہمایوں نے کسی سردار کو اُسکی تعظیم و ضیافت کے لیئے اشارہ کیا چنانچہ وہ تدبیر اُسکی راس آئی یعنی جب اُس سردار کا جی خوش ہوا تو اُسنے میزبان کر پٹانے میں کچھہ رسواس نکیا اور یہہ بات اُس سے بے تکلف کہی کہ اگر فلائے حوض کا پانی ٹکرایا جاوے تو اُسکے اندر ایک گڑھی میں خزانہ مدفون ہی حاصل یہہ کہ جب ویسا کیا گیا تو بہت سا چاندی سونا ہاتھ آیا

میں چھوڑ آیا تھا چنانچہ وہ جھگڑے اسپر تمام ہوئے کہ مرزا عسکری کو تخت پر بیٹھایا جاوے اور جب کہ یہہ جھگڑے بدھا ہوئے تو بہادر شاہ گجراتی نے انکے ارٹھنے سے ایسے فائدے اوتھائے کہ ہمایوں کی فوج اُن جھگڑوں کے باعث سے اقلی کمزور ہوگئی کہ سنہ ۱۵۳۵ و ۳۶ ع مطابق سنہ ۹۲۲ ہجری میں گجرات اُسکے ہاتھ آئی اور کسیکی نکسیر بھی نہ پھوٹی بلکہ اُس فوج نے مالوہ کو بھی خالی + کیا جسپر غنیم نے دھارا نکیا تھا *

شیر خاں کی آغاز عصر اور اُسکی ترقیوں کا بیان

ہمایوں آگرہ میں داخل ہوا اور تھوڑے دنوں گذرنے پر شیر خاں کی سرکوبی کا ارادہ + کیا یہہ شیر خاں کی جس سے بڑے بڑے کارنمایاں ہونے والے تھے ابراہیم خاں پتھان کا پوتا تھا جو اس فخر کا دعویٰ کرتا تھا کہ میں غوری بادشاہوں کے خاندان کا ہوں مگر غالب یہہ ہی کہ وہ قوم کا غوری تھا اور اُسکی اور اُسکے بیٹے حسن خاں کی شادی غوریوں کے عمدہ خاندانوں

+ تاریخ فرشتہ کی دوسرے اور چوتھی جلد اور پرایس صاحب کی تاریخ چوتھی جلد اور ہمایوں کی سرگذشت اور برقہ صاحب کی تاریخ گجرات اور کرنیل مائیلز صاحب کی تحریر مندرجہ علمی حالات جلد ایک کو دیکھنا چاہیئے

+ ہمایوں صفر میں روانہ ہوا مگر سال اُسکا تحقیق نہیں چنانچہ شیر شاہ کی تاریخ میں سنہ ۱۵۳۵ ع مطابق سنہ ۹۲۲ ہجری اور منتخب التواریخ اور تاریخ فرشتہ میں سنہ ۹۲۳ ہجری مطابق سنہ ۱۵۳۶ ع لکھے ہیں منجمانہ اُن سنوں کے سنہ ۹۲۲ اسلامیہ درست نہیں کہ اُسی سنہ میں چٹپانیو واقع گجرات کو ہمایوں نے فتح کیا اور سنہ ۹۲۳ ہجری اسلامیہ صحیح نہیں کہ گجرات اور مالوہ کے بندر بستہ کرنے اور دلی کے واپس آنے اور شیر خاں کی لڑائی کے سامان یہہ پھونپھانے کے لیئے کل ایک برس باقی رہتا ہی اور اپنے ملک میں گذرنے اور چٹارگڈہ تک پہونچنے کے واسطے جو آگرہ سے ساڑھے تین سو میل کے فاصلہ پر واقع ہی کل دہر برس کی مدت باقی رہتی ہی اسلامیہ ہمارے یہہ رائے ہی کہ ماہ صفر سنہ ۹۲۳ ہجری مطابق سنہ ۱۵۳۷ ع کو شیر خاں کے لیئے ہمایوں روانہ ہوا

کی واضح ہو کہ تاریخ فرشتہ کی پہلی اور دوسری اور چوتھی جلد اور ارسکاپس صاحب کے ترجمہ تریک باہر اور پرایس صاحب کے ترجمہ اکبرنامہ کی چوتھی جلد

میں ہوئی تھی اور یہہ حسن خاں سینہسرام واقع بہار میں ایک ایسی جاگیر رکھتا تھا کہ اُسکی آمدنی سے پانسو سواروں کی تنخواہ ادا کرے اُسکی ایک پتھانی بی بی سے ایک شیر خاں دوسرا نظام خاں دو بیٹے تھے مگر ایک فاحشہ کے جال میں ایسا آکر پھنسا تھا کہ اپنے چوروں کی بات نہ پوچھتا تھا یہاں تک کہ جب شیر خاں اُسکا بیٹا کمانے چوگا ہو گیا تو وہ چورپور کو چلا گیا اور سپاہیوں کے بیڑے میں نوکر ہو گیا بعد اُسکے جب اُسکے باپ کو خبر ہوئی تو اُسنے چورپور کے حاکم کو لکھا کہ میرے لڑکے کو میرے پاس آپ روانہ کریں تاکہ تعلیم اُسکی بخوبی عمل میں آوے مگر شیر خاں نے یہہ عذر پیش کیا کہ سینہسرام کی نسبت خاص چورپور میں تعلیم کے موقع بہت کثرت سے اور نہایت عمدہ ہیں *

معلوم ہوتا ہی کہ یہہ ترجیح اُسنے اپنے جی سے دی تھی اسلیئے کہ وہ پڑھنے لکھنے میں جی جان سے مصروف ہوا چنانچہ علم شعر اور تاریخ سے کماینبفی واقفیت حاصل کی یہاں تک کہ سعدی کے تمام اشعار ازبر پڑھتا تھا اور علاوہ اُسکے اور اور باتوں کا علم بھی حاصل کیا بعد اُسکے باپ اُسکا اسپر مہربان ہوا چنانچہ کلام ناکام اپنے باپ کی جاگیر کا انصرام و اہتمام یہاں تک کرنا رہا کہ سلیمان اُسکا سوتیلا بھائی جوان ہو گیا اور جب کہ وہ بھائی جوان ہو گیا تو اُس سے بہت آن دیں رھنے لگی غرض کہ جب اُسنے حال اچھا ندیکھا تو نظام اپنے سکے بھائی کو ہمراہ اپنے لیکر باپ سے الگ

سے شیر خاں کا حال لیا گیا منجملہ اُنکے فرشتہ والے نے اگرچہ تاریخ اُسکی مسلسل لکھی اور اُسکے لکھنے میں کسی قسم کی طرفداری نہیں کی مگر اسلیئے کہ تاریخوں پر التفات اُسنے نہیں کیا تو وہ بہت پریشاں ہو گئی چنانچہ باپ کی مہموں کو ہماریوں کی مہموں سے ایسا خلط ملط کیا کہ اور تاریخوں کے بدرون انکشاف اُنکا متصور نہیں ہاں اُسکی کتاب کے اور مقاموں سے جہاں اُسنے ابوالہیم اور بابر اور ہمایوں کی سلطنتوں کا حال بیان کیا تھوڑی بہت اعانت حاصل ہوتی ہی مگر باپ کی سرگذشتوں سے پوری پوری مدد ہاتھ آتی ہی باقی ابوالفضل نے شیر شاہ کا اکثر حال لکھا ہی اگرچہ مقصود اُسکا اُسکی لکھنی سے شیر شاہ کو برا بھلا نہتا ہی اور یہی توقع ہماریوں کے جیسے اکبر کے وزیر سے ہو سکتی تھی

ہوا اور سکندر لودھی کی ملازمت اختیار کی جو ان روزوں بادشاہ † فرمانروا تھا *

غرض کہ باپ کے مرنے تک دلی میں ملازم رہا اور جب باپ اُسکا مرگیا تو سکندر لودھی نے سپہسوام اُسکے باپ کی جاگیر اُسکو عنایت فرمائی بعد اُسکے جب سنہ ۱۵۲۶ ع میں ابراہیم لودھی نے بابر سے شکست فاحش کھائی تو محمد شاہ لوحانی کی خدمت میں سرگرم رہا جو جونپور اور بہار کا بادشاہ بن بیٹھا تھا اور تھوڑی مدت تک بادشاہ کا سرور عنایت رہا بعد اُسکے سلیمان اپنے سوتیلے بھائی کی سازشوں سے موروثی جاگیر سے خارج ہوا تو محمد شاہ کے دربار سے متنفر ہو کر چلا گیا اور سنہ ۱۵۴۷ ع میں سلطان جنید کا شریک حال ہوا جو بابر کی طرف سے جونپور کا حاکم چنانچہ جنید کی امداد و اعانت سے بہار کے پہاڑوں میں آوارہ لور جمعیت بہم پہونچا کر موروثی جاگیر پر قبض و تصرف حاصل کیا اور بابر کا مطیع آپ کو بفاکر محمد شاہ لوحانی کے ملک کو لوٹنا کھسوٹنا شروع کیا اور اسی زمانہ کے قریب یعنی سنہ ۱۵۲۸ ع میں بابر کی خدمت میں حاضر ہوا اور ہمراہ اُسکے چند بڑی کو گیا اور اُسکی بدولت جائداد موروثی کے قبض و تصرف کو مضبوط و مستحکم کیا اور بابر کی طرف سے صوبہ بہار میں ایک فوج کا حاکم رہا *

شیر خاں کا بہار و بنگال پر قابض ہونا

اگلے برس سنہ ۱۵۲۹ ع میں محمود لودھی نے بہار کو فتح کیا اور شیر خاں اپنی ضرورت کے مارے یا ہم قومیت کے تقاضے سے لودھیوں کا شریک ہوا اور جب کہ محمود کی فوج تباہ ہوئی اور کارخانہ اُسکا بھنگ ہو گیا تو اپریل سنہ الہہ میں جن سرداروں نے بابر کی اطاعت قبول کی تھی منجملہ اُنکے ایک شیر خاں ‡ بھی تھا اور محمد شاہ ان روزوں مرچکا

† سکندر لودھی سنہ ۱۵۱۶ ع میں مرگیا

‡ اوسکائن صاحب کا ترجمہ بابر کی توڑک کا صفحہ ۴۸۰

تھا چنانچہ اسکے بیٹے جلال خاں نے بھی باہر کی اطاعت تسلیم کی تھی جو
صغیر سن اپنی ماں کی پال پوس اور ہنگالہ والی فوج میں موجود تھا اور باہر
نے بہت سے اختیارات اُسکو دیئے تھے مگر بارصف اسکے اپنی والدہ لاقو ملکہ کے
قبض و قابو میں تھا اور شیر خاں کا رعب داب اسکی ماں پر اسقدر بیٹھا
تھا کہ جب وہ غریب مرگئی تو جلال خاں اُس والا نظر سردار یعنی شیر
خاں کا دست نگر رہا یہاں تک کہ اب شیر خاں کل بہار کا مالک ہو گیا
اور چنار گتہ پر ایسی طرح قبضہ حاصل کیا جیسے کہ بعد اسکے وھٹاسگتہ
پر حاصل کیا تھا *

ہمایوں کے آغاز سلطنت میں یہ قوت روز افزوں شیر خاں کو
نصیب ہوئی تھی اور جب کہ ہمایوں اپنے بھائی کامران سے کام کاج کا
تصفیہ کر چکا اور اپنے صوبوں کے کار بار پر التفات کی فرصت حاصل کی
تو سنہ ۱۵۳۲ ع میں چنار گتہ کا ارادہ کیا اور فتح کی امید پر روانہ
ہوا مگر ہمایوں اسباب پر راضی ہوا تھا کہ شیر خاں نے اسکی بادشاہت
کو تسلیم کیا اور اپنے بیٹے کو ایک رسالہ سمیت اسکی خدمت میں بھیجا
مگر جب کہ ہمایوں بہادر شاہ سے لڑنے کو گیا تھا تو شیر خاں کا بیٹا
ہمایوں کی خدمت سے علحدہ ہو گیا تھا بعد اُسکے ہمایوں اُسوقت سے
گنجرات کے جھگڑے بکھڑوں میں ہمگی ہمت مصروف کر رہا تھا اور ادھر شیر
خاں نے قابو پا کر یہ کام کیا کہ تمام بہار پر قابض ہو بیٹھا اور ہنگالہ پر
دور دھارے کر کے بہت سا حصہ اُسکا دبا چکا ہنگالہ میں شیر خاں کے

* رھٹاس گزہ ایک ہندو راجہ کو فریب دیکر شیر خاں نے چھینا تھا چنانچہ
بیان اُسکا یہ ہے کہ شیر خاں نے اُس راجہ کو کہہ سنکر راضی کیا کہ اُسکے گھر کے
لوگوں کو پناہ دے چنانچہ بعد اُسکے پردہ دار قزلیوں میں مسلح سپاہی بیٹھا کر لیگیا
جون میں عورتیں سمجھتی گئیں اور یہ کہلا ہوا فریب جس سے جھوٹ بناوٹ صاف
ظاہر ہوتی ہی ایسا معقول سمجھا گیا کہ حال کے زمانہ میں فراسیسوں کے سردار
ہسپی صاحب نے ایک حاکم کی دغا بازی کے چھپانے کو اُسپر عمل کیا جسنے دولت آباد کے
مقبوط قلعہ میں داخل اُسکو دیا تھا

لڑنے بہتر نہ کی ساری وجہ یہ تھی کہ جلال خاں لڑھائی نے بنگالہ کے حکمران سے بایں غرض اعانت چاہی تھی کہ وہ شیر خاں کے قابو سے کسی طرح باہر نکل جاوے چنانچہ ایک مرتبہ ایسا اتفاق ہوا کہ اُسکی بددلت مراد اُسکی پوری ہونے کو تھی کہ شیر خاں نے نقصان اپنے بہت جلد پورے کیئے اور بنگالہ کے حاکم اور جلال خاں نے جو حملہ شیر خاں پر کیا وہ صاف خالی گیا اور شیر خاں نے گور دارالسلطنت بنگال کا محاصرہ کیا * جب کہ ہمایوں وہاں سے لوٹ کر آیا تو شیر خاں لگور کے محاصرے میں سرگرم تھا چنانچہ ہمایوں نے شیر خاں کو سراسیمہ پاکو وقت کو غنیمت سمجھا اور یہ بات سوچی کہ ایسے آئے وقت میں دھاوا کرنا قرین مصلحت ہی اور اُسکی قوت کو جمنے بڑھنے دینا بغایت نامواب ہی *

ہمایوں کی لشکر کشی شیر خاں پر

غرض کہ نظر بامور مذکورہ بالا ہمایوں ایک بڑی فوج اپنے ہمراہ لیکر آگرہ سے روانہ ہوا اور بڑے امن چین سے چنار گدہ تک پہونچا مگر شیر خاں بھی اپنے ان خطروں سے غافل نہ تھا جنہیں وہ گرفتار ہونوالا تھا چنانچہ اُس نے انکی روک تھام کے لیئے ایسی معقول تدبیریں سوچیں اور وہ عمدہ رائیں نکالیں کہ اسوقت تک ہندوستان کی تاریخ میں نظیر انکی کہیں پائی نہیں جاتی *

شیر خاں کا بڑا مطلب یہ تھا کہ بنگال کی فتح کے واسطے اُس سے پہلے پہلے وقت اُسکو ہاتھ آوے کہ نیا غنیم اُسکو کچھ مضر نہ پہونچاسکے غرض کہ اُسنے مضبوط فوج اپنی چنار گدہ میں چھوڑی اور ہمایوں کی روک ٹوک اور متبادلہ مقابلہ کے لیئے طرح طرح کے سامان اُسنے مہیا کیئے *

یہ چنار گدہ ایک پہاڑ کی تیکری پر گنگا کے کنارے واقع ہی اور بندھیا چل پہاڑوں کا وہ پہاڑ ایک تکرہ ہی جو مرزا پور کے قریب اور گنگا تک پہلے ہوئے اور مرزا پور کے اُس پاس سے مغرب کی جانب مائل ہو کر رہتاس گدہ

اور شہر گھاٹی کے پاس پاس کو گذرتے ہیں اور بھاگل پور تک گنگا سے الگ تھلگ جاتے ہیں اور وہاں سے جنوب کو ایسے سیدھے مایل ہو گئے کہ گنگا اُن سے دور دور رہ گئی اور یہی باعث ہی کہ بہار و بنگال کے مغربی جنوبی حصے اُن کے آڑ میں واقع ہوئے اور گنگا کے جنوبی کنارے کی راہ اُن کے باعث سے دو جگہ ایک سنگار گتہ کے قریب دوسرے بھاگل پور کے مشرق میں سیکرا گلی ہو مسدود ہو گئی اگرچہ یہہ بہار اونچے تو نہیں مگر درختوں سے بھر پور ہے *

اسی لئے کہ ہمارے نے گنگا کے کنارے کنارے کوچ کیا اور توبوں اور ذخیروں کو دریا کی راہ سے لے لیا تو ناچار اُسکو چنار گتہ کا محاصرہ کرنا پڑا چنانچہ اُس نے چنار گتہ کا محاصرہ کیا اور اُسکے روٹی کی اُن انگوں کو سرنگ لگا کر اڑانا چاہا جو زمین کی جانب واقع تھیں اور کشتیوں کے توپ خانے خاص قلعہ کے رخ پر لگائے جو دریا کی جانب واقع تھا مگر باوجود ان سامانوں کے ناکام رہا اور فتح کی یہ صورت ہوئی کہ جب محصور لوگ کئی مہینے تک لڑتے لڑتے ہار گئے اور امداد و اعانت کی امید نہ رہی تو کام ناکام انہوں نے اطاعت قبول کی *

محاصرہ مذکورہ بالا کا اہتمام رومی خاں قسطنطنیہ والی کی تدبیر و تجویز کے موافق عمل میں آیا تھا اور یہہ رومی خاں وہ تھا جس نے

+ ہمایوں کی سرگذشتوں میں مندرج ہے کہ پندرہویں شعبان سنہ ۹۲۵ ہجری مطابق جنوری سنہ ۱۵۳۹ ع شہزاد کے دن دوج اُسکی چنار گتہ پر پہونچی مگر اس حساب کی رو سے بنگالہ کی فتح اور باقی تمام کاموں کے واسطے جو ہمایوں کی شکست فاش واقع صفر سنہ ۹۲۶ ہجری مطابق جون سنہ ۱۵۳۹ ع تک واقع ہوئی صرف چھ مہینے باقی رہے ہیں اسی لئے ہمارے رائے یہہ ہے کہ اگرچہ سرگذشت مذکورہ کے لکھنے والے نے جو تاریخ کی کبھی پروا نہیں کرتا تھوار کا دن یاد رکھا اور صحیح صحیح لکھا مگر سنہ میں بھول چوک اُسکو بلاشبہ ہوئی اور یہہ محاصرہ پندرہویں شعبان سنہ ۹۲۴ ہجری مطابق آٹھویں جنوری سنہ ۱۵۳۸ ع کو واقع ہوا اور تمام مورخ متفق ہیں کہ یہہ محاصرہ کئی مہینے اور بھول بعضوں کے چھ مہینے قائم رہا

بہادر شاہ گجراتی کے توپ خانہ کو بڑے پایہ پر پہونچایا تھا اور بعد اُسکے
 ہمایوں کا ملازم ہوا تھا اور اُس زمانہ میں توپ خانے کے کام ایسی قدر و
 منزلت کے سمجھے جاتے تھے کہ جب وہ تین سو گولہ انداز اسیر ہو کر
 آئے جو چنار گدہ میں محصور تھے تو یک قلم دائیں ہاتھ اُنکے اُس غرض
 سے قلم کرائی گئی کہ آئندہ کام کے قابل نہ رہیں یا اُن نقصانوں کی یادداشت
 کو پہونچیں جو اُنکے ہاتھوں سے ادھر والوں کو پہونچے *

جب کہ چنار گدہ فتح ہو چکا تو گنگا کے کنارے کنارے ہمایوں بڑھا
 چلا گیا اور ہنوز پتہ تک نہ پہونچا تھا کہ بنگالہ کا بادشاہ محمود شاہ
 اُسکو راہ میں ملا جو شیر خاں کے دباؤ سے جگہ جگہ بھاگا بھارتا تھا
 اور اب بھی ایک ایسے زخم کی تکلیف و زحمت میں سخت مبتلا تھا
 جسکو اُسنے پچھلی شکست میں اوتھایا تھا *

جب کہ محمود شاہ سیکوا گلی کی کہانی کے لگ بھگ پہونچا
 تو اُسنے اپنی فوج کے قوی حصہ کو گھاتی لینے کی غرض سے بھیجا چنانچہ
 جب وہ لوگ اُس کے پاس پروس میں پہونچے تو اُنکو یہ دریافت ہوا
 کہ شیر خاں کا بیٹا جلال خاں اُس پر قابض و متصرف ہی غرض کہ جلال
 خاں نے ایک سخت حملہ کے ذریعہ سے بہت سا نقصان اُنکو پہونچایا اور
 مار کر بھگادیا بعد اُس کے ہمایوں نے جلال خاں کی مزاحمت کو اُٹھانا چاہا
 چنانچہ وہ بہت سی فوج اپنی لیکو آگے کر بڑھا مگر جب گھاتی پر پہونچا
 تو اُس نے یہ دیکھ کر نہایت تعجب کیا کہ وہ سنگ راہ از خور درمیان
 سے اُٹھ گیا اور اب بنگالہ کی راہ میں کوئی روک ٹوک باقی نہیں رہی *

شیر خاں کی تدبیروں میں یہ امر داخل نہ تھا کہ اب کے برس
 ہمایوں کی بڑی فوج سے مقابلہ کرے بلکہ پہلے ہی سے یہ عزم اُس کا
 مصمم تھا کہ جنوب و مغرب کے پہاڑی خطہ میں چلا جاوے غرض کہ
 شیر خاں اپنے گھر بار کو مال و دولت سمیت رہناس گدہ میں لے گیا تھا
 اگرچہ شیر خاں چنار گدہ کے طول محاصرہ کے باعث سے گور کو فتح

کرسکا اور پچھلی لڑائی میں ماحمود شاہ کو بڑی شکست دیسکا مگر باوصف اس کے تھوڑی سی فرصت اسلیے اسکو درکار تھی کہ گور کی غنیمت کو رہتائیں گدہ میں لپیٹا دے اور اپنی تدبیروں کے موافق کھلے ہوئے ملکوں کا انتظام کرے چنانچہ اُسنے جلال خاں اپنے بیٹے کو یہاں ہدایت کی تھی کہ ہمایوں کو گھائی سے گذرنے دے اور کوئی کڑا مقابلہ بھی نہ کرے اور وقت پا کر باپ کے پاس پہاڑوں میں چلا آوے پس ہمایوں نے بغیر پیش آنے دشمن کے کسی اور مقابلہ کے بلا دشواری گور پر قبضہ کیا + مگر اُن روزوں ہوسات کی ایسی دھوم دھام تھی کہ وہ مثلث جو گدہ کی دھاروں سے قائم ہوتا ہی پانی کا تختہ ہو گیا تھا اور جو ملک اس طرفان سے خارج تھے حال اُنکا یہہ تھا کہ اُن کے ندی نالی ایسے زور شور پر جاتے تھے کہ اُن سے گذرنا نہایت دشوار و مشکل تھا غرض کہ ہوسات کے باعث سے لڑائی کے کام کاج کو ہنگالہ میں جاری رکھنا اور ہندوستان کے بالائی حصہ سے پیکر پیغام کا آنا جانا ممکن و متصور نہ تھا بلکہ یہہ محجوری کئی مہینے تک قائم رہی اور سپاہ کی طبیعتیں بھی گرمی کی شدت اور آب و ہوا کی رطوبت سے پڑمردہ افسردہ ہو گئیں اور جب کہ وہ برا موسم آیا جو ہوسات کے بعد آتا جاتا ہی تو بہت سے لوگ مر گئے اور فوج اُسکی بہت تھوڑی رہ گئی اور جوں ہی کہ آنے جانیکی راہیں کھلیں تو بہت سے آدمی داڑ بچا کر بھاگنے لگے اور مرزا ہندال جسکو ہمایوں نے بہار کے شمالی حصہ پر چھوڑا تھا ہوسات کے تھمنے سے پہلے پہلے چل دیا *

شیرخان کی ترقی اور ہمایوں کے تنزل کا بیان

اسی زمانہ میں شیر خاں اپنے گوشہ سے میدان میں باہر آیا اور بہار و بنارس پر قبض و تصرف کر کے چنار گدہ کو دوبارہ حاصل کیا اور

+ غالب یہہ ہی کہ جوں یا جولائی سنہ ۱۵۳۸ کو ہمایوں نے گور پر قبضہ کیا اور انقل کا بیان ہی کہ سنہ ۹۴۵ ہجری میں ہنگالہ فتح ہوا اور یہہ برس مئی سنہ ۱۵۳۸ء کی تیسری تاریخ کو شروع ہوا مگر یہہ معلوم ہوتا ہی کہ ہمایوں بہار سے روانہ نہوا تھا کہ ہوسات آ پہونچتی اور بہار کے صوبہ میں ماہ جوں تک ہوسات نہیں آتی *

جونپور کے محاصرہ میں پانچ اپنے جمائی اور گنگا سے اگی مقام قنوج تک جگہ جگہ فوج کے حصے چھوڑے اور جب کہ لڑائی کا موسم شروع ہوا تو ہمایوں نے آگرہ کی آمد و رفت کی راہوں کو دو بارہ مسدود پا کر کوئی علاج اس کے سواے نہ سوچا کہ نئے مفتوحہ ممالک بنگالہ کو توڑتی بھڑتی فوج کی سپرد کرے اور بعد اُسکے چوں توں رستہ کو چیر چار کر تھوڑے بہت لوگوں سمیت آگرہ کو چلا جاوے مگر ہمایوں نے اس تدبیر ضروری کے عمل درآمد میں تھوڑی دنوں توقف برتا چنانچہ جب وہ وہاں سے لوٹا تو سوکھا موسم آدھا گذر گیا تھا اور اپنی روانگی سے پہلے فوج کے بڑے حصہ کو خانگاہاں لودھے کے تحت حکومت کر کے روانہ کیا تھا جو باہر کے سرداروں میں شامل و داخل تھا غرض کہ جب فوج اس کی منگید میں پہونچتی تو شیر خاں کی اس تھوڑی فوج نے اُسپر چھاپا مارا جسکو اُس نے چھاپہ مارنے کی غرض سے روانہ کیا تھا چنانچہ ہمایوں کی فوج پریشان ہو گئی اور بڑی شکست اُس نے کھائی اور اب شیر خاں کی یہ نہایت پہونچتی کہ جیسے وہ سوچ سمجھ کر کام کرتا تھا ویسے ہی دلیرانہ بیہاگانہ کرنے لگا اور اس غرض سے کہ اُسکی کامیابی کے نتیجوں پر پوری اطمینان اور کامل اعتماد حاصل ہووے بادشاہی کا خطاب اختیار کر چکا *

اگرچہ یہ تسلیم کیا جاوے کہ اس اڑے وقت سے پہلے پہلے ہمایوں کو یہ فکر تو بہت سی نہ تھی کہ ایسی خطرناک صورت سے آپ کو ازادی بخشے مگر یہ بھی ضرور ہی کہ ان شور و فسادوں کی وحشت اثر خبروں سے جو آگرہ میں دم بدم بڑپا ہوتی جاتی تھیں کچھ نہ کچھ بیناب و مضطر تو ہوا ہوگا بعد اُس کے جب ہمایوں بکسر میں پہونچا جو پتہ بنارس کے درمیان میں واقع ہی تو اُسکو یہ پرچالکا کہ شیر خاں نے جونپور کا محاصرہ اُٹھایا اور کڑی کڑی منزلیں لپیٹ سپیت کر منع و مزاحمت کے لئے خود بکسر میں پہونچا اور جس دن کہ شیر خاں بکسر میں پہونچا تھا

اُس دن پینتیس میل طے کر کے آیا تھا اور فوج اُسکی مانگی ہو گئی تھی چنانچہ لوگوں نے ہمایوں کو یہاں باندھ سوچائی کہ حریف کی فوج پر اِس سے پہلے دھاوا کرنا نہایت مناسب ہی کہ وہ آرام پا کر تو و تازہ ہو جاوے مگر یک لخت اِس تدبیر کی عمل درآمد مشکل معلوم ہوئی یہاں تک کہ جب دوسرا دن ہوا تو شیر خاں کی فوج کے چاروں طرف ایسی کھائیاں کھودی پائیں کہ اُسکے لگ بھگ گڈرنا یا اُسپر کامیابی کی توقع سے دھاوا کرنا دونوں ممکن نہ تھے بعد اُسکے ہمایوں نے کھائیاں کھود وائیں اور کہیں کہیں سے کشتیاں اکٹھی کرا کے اِس غرض سے گنگا کا پل بنانا چاہا کہ اُسکے دوسرے کنارے چلا جاوے اسلیئے کہ شیر خاں کے حق میں تاخیر و توقف کا واقع ہونا نہایت مفید اور نافع تھا سو اُس نے ہمایوں کو پل کے بنانے سنوارنے میں یہاں تک مصروف رکھا کہ دو مہینے پورے گذر گئے *

بعد اُسکے شیر شاہ یہاں چال چلا کہ جب وہ پل پورے ہونیکے قریب آیا تو اُسنی اپنے خیموں کو نہ توڑا اور ایک کافی فوج اُنپر اس غرض سے چھوڑی کہ اُسکا جانا معلوم نہ ہووے اور یہاں چال اُسکی کسی پر نہ پہلے چنانچہ فوج ہمایوں کی پشت پر چھپی چھپی راتوں رات چنی چنی سپاہیوں سمیت آیا اور صبح ہوتے ہی فوج ہمراہی کے تین حصہ کر کے ہمایوں کی فوج پر بطورح توت پڑا اور ہمراہیان ہمایوں کو بڑے اچنبی میں ڈالا غرض کہ ہمایوں کو استدر فرصت ہاتھ آئی کہ وہ جوں توں گھوڑے پر سوار ہوا اور یہاں ارادہ کیا کہ وہ ایک مرتبہ جان توڑ کر لڑے اور اپنے نصیبوں کو آزماوے مگر رفیق اُسکے مائع آئی چنانچہ ایک سردار نے اُسکے گھوڑے کی ہاگ دور پکڑ کے دریا کی طرف کشاں کشاں اُسکو لینگیا اور اسلیئے کہ وہ پل اب تک پورا نہوا تھا اور دم بہر کے توقف میں جان چوکوں نظر آتی تھی تو کام نام کام اُسنے گھوڑے کو دریا میں ڈالا ہمایوں دوسرے کنارے تک نہ پہونچا تھا کہ وہ گھوڑا قریب کر مر گیا مگر ہمایوں

کے بچپن کی یہ صورت ہوئی کہ ایک بہشتی نے اُسکو مشک پر بیٹھایا جسکے ذریعہ سے وہ بہشتی پانی میں پھرتا پھرتا تھا اگر بخدا نخواستہ وہ بہشتی وہاں نہوتا تو ہمایوں بھی بہشت نصیب ہو جاتے غرض کہ ہمایوں بھاگتا رہا اور تھوڑی سی بہر بہار سمیت کالپی تک گرتا پڑتا پھونچا اور وہاں سے آگرہ کو گیا اور باقی فوج کا یہہ حال ہوا کہ کچھ تو غنیم کے ہاتھوں سے ماری گئی اور کچھ پانی میں ڈوب کر مر گئی اور ہمایوں کی بیگم جسکی حفظ و حراست کے لیے بچھالی دروازے دھوپ اُسنی کی تھی اور نصیبوں کی خوبی سے پہلی ہی سے دشمنوں کی نرغہ میں گھر گئی تھی دشمنوں کے ہاتھوں میں پڑی مگر شیر شاہ نے بڑی آدمیت برقی کہ نہایت ادب سے پیش آیا اور تمام کاموں سے فرصت پا کر پہلے پھل یہی کام اُسنے کیا کہ محفوظ مکان میں بیگم صاحب کو بھیجوادیا چھ بیسویں جون سنہ ۱۵۴۹ ع مطابق چھٹی صفر سنہ ۹۴۶ ہجری میں یہہ بڑی مصیبت واقع ہوئی + *

اگرچہ ہمایوں افسردہ پڑمردہ اور بیتاب و خاطر شکستہ تھا مگر آگرہ میں پھونچنا اُسکا اسلامی نہایت ضروری و لادیدی تھا کہ جب ہمایوں بنگالہ کے قسی قضاویں میں مصروف تھا تو میرزا ہندال آگرہ میں رفیق و معارف پیدا کرنے لگا تھا اور جوں ہی کہ ہمایوں کی فوج بنگالہ سے

+ بہت سے مورخوں نے یہہ لکھا ہی کہ شیر شاہ کی دغا بازی ہمایوں کی شکست کا باعث ہوئی اور کہتی ہیں کہ جب شیر شاہ نے ہمایوں پر حملہ کیا تھا تو باہم چندے توقف کا قول قرار ہو گیا تھا بلکہ پوری اُشتی ہی ہو چکی تھی اگرچہ بیان اُنکا قیاس کے قریں ہی مگر میجر پرائس صاحب نے ابوالفضل کے اکبرنامہ سے جو کچھ نقل کیا اُس سے صاف دریافت ہوتا ہی کہ شیر شاہ کے اصلی حالوں کے بیان کرنے میں بہت انصاف برتا اگرچہ کہیں کہیں اُسکی نسبت الفاظ نا مناسب بھی لکھی ہیں چنانچہ اُسنی لکھا ہی کہ ہمایوں کو خط و کتابت سے بھلاتا پھسلاتا رہا اور ایک مدت تک دم دلاسون میں مصروف رکھا مگر عداوت سے کبھی ہاتھ نہیں اڑھایا اور جس داز گھات سے اُسکو کامیابی نصیب ہوئی وہ سپاہیانہ جرّے توڑ تھی دغا بازی پر ایمانی کی بات نہ تھی *

بھاگ کر آئی اور میرزا ہندال کے شریک و موافق ہوئی تو آئیے علانیہ بغاوت قائم کی اور کہلم کہلا فساد برپا کیا علاوہ اسکے بخون ہمایوں کے نایبوں نے میرزا کامران کی خدمت میں ہیک و پیام اس غرض سے روانہ کیئے تھے کہ وہ اپنے بھائی ہمایوں کے کار و بار کو سنبھالی اور ثروت پھرت کی درستی کرے چنانچہ مرزا کامران کابل سے چل چکا تھا اگرچہ ظاہری پیرایہ یہی تھا کہ وہ بھائی کی خاطر جاتا ہی مگر نیت میں یہ فساد تھا کہ اگر موقع ہاتھ آئی تو آپ اسکی سلطنت کو تل کر بیٹھے مگر ہمایوں کے پہونچنے سے یہ تمام ارادے فسخ ہو گئی اور فساد بھی دبے رہا رہی بعد اسکے مرزا کامران اُن دونوں کے بیچ میں بڑا چنانچہ ہمایوں نے مرزا ہندال کا قصور معاف کیا اور تینوں بھائی باہم شریک و موافق ہو کر عام دشمن یعنی شیرشاہ کی روک تھام میں درز دھوپ کرنے لگے * جب کہ ہمایوں نقصانوں کے پورے کرنے اور ثروت پھرت کے سنوارنے میں مصروف ہوا تو شیر شاہ اُن ملکوں پر قناعت کیٹی بیٹھا رہا جو ہندوستان خاص میں ہاتھ آئی تھی مگر بنگالہ پر دوبارہ قبضہ کرنا اور باقی ملکوں کو درستی پر لانا شروع کیا *

ہمایوں کی دوبارہ فوج کشی اور شکست و فرار کا بیان

لڑائی کے ساز و سامانوں میں دونوں فریقوں کے آٹھ نو مہینے صرف ہوئے یہاں تک کہ اپریل سنہ ۱۵۳۰ ع مطابق ذی قعد سنہ ۹۳۹ ہجری میں ہمایوں آگرہ سے دوبارہ روانہ ہوا اور کامران آسکا بھائی تین ہزار آدمیوں کی کمک دیکر لاہور کو چلا گیا اور شیر شاہ اسوقت گنگا کے کنارے کنارے قنوج کے برابر پہونچا تھا غرض کہ دونوں حریف گنگا کے دار پار پڑے رہے اور فریقین میں سے کسی کو یہہ منظور نہوا کہ گنگا پار اوتر کر حریف کی فوج پر دھاوا کرے اسلیئے کہ دونوں حریفوں کو یہہ کہنکا تھا کہ اگر خدا نخواستہ شکست کی صورت پیش آئی تو جان کا بچانا اور صحیح سلامت نکل جانا نہایت دشوار ہوگا یہاں تک کہ سلطان مرزا جو خاندان تیمور کا

شاہزادہ اور اگلے وقتوں میں باغی طاغی بھی ہو گیا تھا ہمایوں کی فوج سے رفیقوں سمیت نکل کر چلا آیا اور علاوہ اُس کے بہت سے لوگ چلے جانے پر آمادہ ہوئی یہاں تک کہ جب ہمایوں نے لوگوں کے ارادوں پر اطلاع پائی تو اُس نے قصہ مٹانا چاہا چنانچہ کشتیوں کا پل بناکر گنگا پار آترا غرض کہ سولہویں مئی سنہ ۱۵۴۰ء مطابق دسویں محرم سنہ ۹۴۷ ہجری میں ایک بڑی لڑائی بڑی جسمیں ہمایوں کی فوج نے شکست کھائی اور بہت سی گنگا میں قریب قریب کر مر گئی اور خود ہمایوں کی یہہ صورت ہوئی کہ گھوڑا اُس کا زخمی ہوا اور بچاؤ کی صورت نہ رہی مگر نصیہوں سے ایک ہاتھی ہاتھ اگیا کہ وہ اُس پر سوار ہو گیا اگر یہہ ہاتھی ہاتھ اُسکو نہ آتا تو وہ بھی جان سے مارا جاتا یا دشمنوں کے ہاتھوں گرفتار ہونا مگر باوصف اُسکی کہ ہاتھی بھی ہاتھ آیا اور اُسنی مہاوت کو سخت تاکید فرمائی کہ وہ ہاتھی کو پانی میں ڈالی مہاوت نے اُسکا کھنا نہ مانا یہاں تک کہ ہمایوں نے خود مہاوت کو ہاتھی سے گرایا اور اُسکی جگہ ایک خواجہ سرا کو بٹھلایا غرض کہ اُس خواجہ نے ہاتھی کو دریا میں ڈالا اور ہانکنا شروع کیا مگر گنگا کا دوسرا کنارہ اسقدر بلند تھا کہ ہاتھی کا چڑھنا اُسپر ممکن نہ تھا حاصل یہہ کہ اب بھی ہمایوں کی زندگی بڑی جو کہوں میں تھی مگر زیست کی یہہ صورت نکلی کہ اُس کنارے پر فوج کے دو سپاہی کھڑے تھے جو پہلی پہل کنارہ پر پہونچے تھے غرض کہ اُن دونوں سپاہیوں نے اپنی اپنی پکڑیاں اوتاریں اور بتکا کر ایک رسی بغائی اور ایک سرا اُسکا ہاتھی پر پھینکا چنانچہ ہمایوں اُسکے ذریعہ سے لٹک لٹکا کر اوپر چلا آیا بعد اُسکے تھوڑی مدت گزرنے پر مرزا ہندال اور مرزا عسکری بھی آہونچے اور رہی سہی فوج بھی آملی حاصل یہہ کہ سب مل چل کر اگرہ کو روانہ ہوئی اور گنواروں کی لوت کھسوت سے بدشواری محفوظ رہی *

بعد اُسکے شیر شاہ سے مقابلہ کی امید باقی نہ رہی بلکہ لڑنے پہونچنے سے قطع نظر اسقدر فرصت بھی بڑی دشواری سے ہاتھ آئی کہ بادشاہی

خاندان والوں نے دلی آگرہ کے خزانوں سے ہلکی ہلکی چیزیں بھاری بھاری مول کی نکالیں اور کامران کے پاس لاہور میں چلے گئی چنانچہ پانچویں جولائی سنہ ۱۵۳۰ ع مطابق ربیع الاول سنہ ۹۳۷ ہجری کو لاہور میں داخل ہوئی *

جب کہ ہمایوں لاہور میں داخل ہوا تو آؤ بہمت اُسکی بخربی فہوئی اور مبارک مہمان سمجھا گیا بلکہ کامران کو یہہ اندیشہ ہوا کہ خدا نخواستہ ایسا نہ ہو کہ خود ہمایوں موروثی مملکت یعنی کابل کو دبا بیٹھے یا اسکی بدولت خود شیر شاہ سے بگڑے اور بیٹھی بٹھائی مفت کا چہنگڑا کھڑا ہووے غرض کہ کامران نے شیر شاہ سے آشتی کی اور پنجاب کو اُسکے حوالہ کیا اور اپ کابل کو چلا گیا اور ہمایوں کو جہاں تہاں چھوڑا اور اُسکی بقاء و سلامت کو اُسی پر منحصر رکھا *

جب کہ ہمایوں کے بھائی بند اُسکو چھوڑ کر چلے گئے تو اُس نے خیال اپنا ملک سند پر دوڑ آیا جو کامران کی سلطنت کی جنوبی جانب میں واقع ہے اور حسین ارغونی اُسپر قابض و متصرف تھا جس کے خاندان کو بابر نے قندھار سے خارج کیا تھا اور اسلئے کہ وہ صوبہ بھٹی دلی کی سلطنت سے کسی زمانہ میں تعلق رکھتا تھا ہمایوں نے یہہ سوچا تھا کہ شاید کوئی راہ ایسی نکلے کہ وہ صوبہ بھٹی اطاعت قبول کرے مگر ہمایوں کی ذات میں کوئی بات ایسی نہ تھی کہ اُسکی بدولت وہ بات اُسکو نصیب ہوتی اسلئے کہ اگرچہ ہمایوں تھوڑی بہت سمجھے بوجھے رکھتا تھا مگر سوچ بچار اُسکی پوری پوری نہ تھی اور بڑے بڑے شوقوں اور خراب خراب ارادوں سے اگرچہ پاک صاف تھا مگر اصول و قاعدوں کا پابند اور اُنس و منہیت سے آشنا نہ تھا اور اصل و مزاج کی حیثیت سے الوالعزمی اور بلند نظری کی نسبت عیش و عشرت اور آرام و راحت پر زیادہ مایل تھا مگر اس جہت سے کہ بابر کی زیر نظر تعلیم و تربیت پائی تھی اور جگہ جگہ پر اُسکے ہمراہ رہا تھا اور جسمانی

مشقتوں اور نفسانی محنتوں کا عادی ہو گیا تھا تو اُسے وقتوں اور برے دنوں میں ایک لخت اپنی ہمت نہ ہارتا تھا اور اپنے بڑے خاندانی ہونے اور بادشاہ ہونے کی بات کو ایک قلم ہاتھ سے نہ دیتا غرض کہ اوچے کی راہ سے ہمایوں سندھ میں داخل ہوا اور حسین ارغونی سے قیصر ہوس تک بیفائدہ لڑتا چھوڑتا اور خط و کتابت کرتا رہا *

چونکہ پور کے جانے اور رالہ کی مصائب اُٹھانے کا بیان

یہ عرصہ قیصر ہوس کا بکر اور سہوان کے متخاصرے میں صرف ہوا یہاں تک کہ تمام خزانہ اُسکا صرف ہو گیا اور جو امداد اُس کو ملک سندھ سے پہونچتی تھی وہ بھی موقوف ہو گئی اور جن سپاہیوں کو اُس نے فراہم کیا تھا وہ بھی چھوڑ کر چلے گئے اور علاوہ اُسکے یہ مصیبت پیش آئی کہ حسین ارغونی بڑھا چلا آتا تھا چنانچہ جب ہمایوں نے کوئی چارہ نہ دیکھا تو اوچے کی جانب پیچھے پیروں بھاگا اور اخیر چارہ یہ سوچا کہ مازوار کے راجا مالدیو کا دامن پکڑے اور اُسکو مہربان اپنا تصور کیا مگر جب کہ ہمایوں ایسے بیابان کو طی کر کے جہاں اکثر لوگ اُسکے بھوک پیاس کے مارے مر گئے تھے چودھوڑ کے قرب و جوار میں پہونچا تو اُس کو یہ دریافت ہوا کہ چودھوڑ کا راجہ امداد و اعانت کی نسبت اسباب پر زیادہ مایل ہی کہ ہمایوں کو لہکز کر دشمنوں کے حوالہ کرے چنانچہ کام نا کام اُس کو اُس چٹیل میدان میں حفظ و حراست کی نظر سے جانا پڑا جہاں پانی اور سایہ کا نام و نشان نہ تھا اور ابھی اُسکو لپیٹ سپیت کر آیا تھا اور اب مقصود اُسکا یہ تھا کہ امر کوٹ کو چلا جاوے جو اٹک کے قریب ایک ریگستان میں واقع ہی اور اُس سفر میں ایسے ایسی ویرانوں پر گذرا کہ کبھی اُسکو اتفاق اُنکا نہ پڑا تھا اور ایسی ایسی کڑی مصیبتیں اُٹھائیں کہ اب تک ہرگز نہ اُٹھائی تھیں علاوہ اُسکے جب وہ آبادیوں میں تھا اور اب تک ویرانوں پر نہ گذرا تھا تو وہاں کے گواروں نے پانی کا دینا گوارا نہ کیا اسلئے کہ وہ پانی کو بڑا قیمتی سمجھتے

تھے غرض کہ اُسکے ہمراہی بڑی لڑائیوں بھڑائیوں سے پیاس لہنی پہنچاتے تھے یہاں تک کہ ہر پیاس پر دو چار آدمی جان سے مارے جاتے تھے اور یہہ پاس یاد رہے کہ یہہ سخت مصیبت باقی مصیبتوں کی پیش خیمہ تھی علاوہ اُسکے باروداری کی قلت اور سواروں کی کمی سے کنبی کی عورتیں بھی اُسپر بھاری تھیں بعد اُسکے جب انہوں نے زراعت اور عمارت کے پچھلے نشان پہنچے چھوڑے اور عین میدان میں پیاس کے مارے زبانیں آنکھیں باہر اور ہونٹ آنکے پڑا رہے تھے اور ہار تھکن کے مارے جینے سے تنگ آگئے تھے تو ایک صبح کو یہہ تماشا دیکھا کہ بہت سے سوار اُنکے پیچھے چلے آئے ہیں یہاں تک کہ جب انکو یہہ دریافت ہوا کہ وہ راجہ مالدیو کے ملازم ہیں اور مالدیو کا بیٹا اُنکے ہمراہ ہے اور مقصود اُنکا یہہ ہی کہ اُن شامت کے ماروں کو اس تفصیر پر گوشمالی دیوں کہ وہ ہمارے ملک میں بلا اجازت کہیں آئے تو رنگ اُنکے فق ہو گئے اور تیر اُنکے بدل گئے اور بڑے بڑے خیال اُنکے سامہنی آنے لگے *

غرض کہ وہ سوار آگے بڑھے اور ان تھکے ہاروں پر بھل بڑے چنانچہ منجملہ اُنکے جنہوں نے سواروں کا مقابلہ کیا وہ جان سے گئے یعنی سواروں نے اُن کو قتل کیا اور باقیوں کو مار کر بھٹا دیا بعد اُسکے کچھ سواروں نے آگے بڑھ کر کنڑوں پر قبضہ کیا یہاں تک کہ جو اُمید اُن کی تسلی تھی کی باقی رہی تھی وہ بھی باطل ہو گئی *

جب کہ ان بھگورتے مصیبت ماروں کی سختیاں بدبختیاں غایت کو پہنچیں اور راجپوتوں نے جو اُن کے ہلاک و تباہی کے خواہاں و جویاں تھے یہہ دیکھا کہ موت اُن کی قریب آگئی اور اب کوئی اُن اُن کو باقی نہیں رہی تو راجہ کا بیٹا سفید جھنڈا لیکر آگے بڑھا اور اُن کو لعنت ملامت کرنے لگا کہ تم لوگ میرے باپ کی قلمرو میں بلا اجازت کیوں آئے اور ایک ہندو راجہ کے ملک میں گاوکشی کیسے کی بعد اُسکے اُس نے تروس کھایا اور فی الفور اُن کے لیٹے پانی منگوا دیا اور زیادہ

تکلیف اُن کی گوارا نہ کی اور اُن کے جانے کا مانع مزاحم بھی نہ ہوا مگر میدان کے اصلی مخوف ہراس اب بھی باقی رہے اور بہت سی بھاری منزلوں کا طے کرنا اب بھی باقی رہا چنانچہ جب تک پیاس کی سختیاں نہ اُٹھائیں اور اپنے رفیقوں کو پیاسا موتا نہ دیکھا تب تک ہمایوں کو سات سواروں سمیت امرکوت تک پہنچنا نصیب نہ ہوا اور جو لوگ اُس کے پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی گرتے پڑتے امرکوت تک پہنچے *

سند پر دوبارہ حملہ کرنے اور اکبر کے پیدا ہونے کا بیان آخر کار اُس کو امرکوت میں ایک درست نصیب ہوا یعنی رانا پوشاد امرکوت کا راجہ بہت ادب سے پیش آیا اور اُس نے صرف لحاظ و ادب کی مراعات ہی نہ کی بلکہ سند کی فتح و تصرف کے واسطے تہذیبی بہت امداد و اعانت بھی کی جہاں ہمایوں جماؤ اپنا بچاؤ تھا *

ایسی افسردگی اور پژمردگی کے وقتوں میں چودھویں اکتوبر سنہ ۱۵۴۲ء کو جلال الدین اکبر وہ شاہزادہ پیدا ہوا جسکی قسمت میں یہ بات لکھی تھی کہ اُس کی بدولت ہندوستان کی سلطنت ایسی رونق کو پہنچے گی کہ جو اُس کو کبھی نصیب نہ ہوئی تھی تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جس زمانہ میں ہمایوں بادشاہ افغانستان میں رہتا تھا تو ایک روز اُس کی سوتیلی ماں یعنی موزا ہندال کی حقیقی والدہ نے عورتوں کے کمرہ میں ہمایوں کی ضیافت کی حسب اتفاق ایک عورت پر آنکھ اُس کی پڑی کہ وہ اُسکا فریفتہ ہوا اور عشق اُسکا اُس کے رگ و ریشہ میں پیٹھ گیا بعد اُس کے ہمایوں نے چہان بدیں اُس کی شروع کی چنانچہ اُس کو یہ بات دریافت ہوئی کہ جام واقع خراسان کے رہنے والے سید کی + صاحبزادی ہی جو کسی زمانہ میں

+ پرائس صاحب کی تاریخ جلد ۴ صفحہ ۷۶۰ و ۸۳۰ اور ہمایوں کی سرگزشتیں صفحہ ۳۱

مرزا ہندال کا استاد تھا اور نام اُس کا جامدہ ہی اور اب تک رشتہ اُس کا نہیں ہوا غرض کہ تاثیر اُس کے عشق و محبت کی ہمایوں کے رگ و ریشہ میں ایسی پڑی تھی کہ باوجود اُس کے کہ مرزا ہندال نے بہت سا سمجھایا اور طرح طرح کی باتیں جننائیں مگر ہمایوں نے بھائی کا کہنا نہ مانا اور اپنی معشوقہ جان نواز سے شادی کی اور جب کہ امر کوت کا سفر در پیش ہوا تو یہ بیگم دورے دنوں کی حاملہ تھی اور یہی باعث تھا کہ اُس کے لیجانے میں بڑی دقت پیش آئی *

ہنوز اکبر پیدا نہ ہوا کہ اُس کی ولادت سے ایک دن پہلے سند کی جانب کوچ ہو چکا تھا اور جب کہ اکبر پیدا ہوا اور بیٹے کی خوشخبری ہمایوں کو پہونچی تو اُس نے اُس پرانے دستور کے موافق کہ ایسے موقع پر لڑکے کا باپ اپنے دوستوں و رفیقوں کو کچھ تعطفہ تحائف دیا کرتا ہی کچھ تقسیم کرنا چاہا مگر اُس لاچار سے کہ اُس کے پاس ایک ممکنافہ کے سوا کوئی شے موجود نہ تھی تو اُس نے نافہ کو تورا اور اُس نیک شکو کی نظر سے مشک اپنے رفیقوں پر تقسیم کیا کہ اُس کے بیٹے کی شہوت بوسے مشک کی مانند اطراف و افاق میں پھیلے *

بہشت سے راجپوتوں سمیت امر کوت کا راجہ اس مہم میں ہمایوں کے ہمراہ تھا اور خود ہمایوں نے بھی ادھر ادھر سے دور دھوپ کر سو مغلوں کی بھیڑ بھاڑ بہم پہونچائی چنانچہ ہمایوں یہہ بھیڑ بھاڑ اپنے ہمراہ لیکر مقام جوں واقع سند کی جانب روانہ † ہوا یہاں تک کہ لڑاکو اس مقام کو اُس کے قابض کے قبض و تصرف سے نکالا اور آپ اس پر قبضہ کیا اگرچہ ارغوں کی فوج کے دھاوے ہوتے رہے اور نقصان بھی اُٹھائے گئے مگر پاس پروس کے ہندو راجاؤں کی امداد اعانت سے اتنی فوج

† واضح ہو کہ یہہ جوں یا جیوں اُنک کی ایک شاخ پر تاتار اور امر کوت کے بیٹھا بیچ واقع تھا (ڈاکٹر برنس صاحب نے اپنے سند کے بیان میں جو نقشہ لگایا ہی اُسکو دیکھنا چاہیئے)

اکہائی ہو گئی کہ ہمایوں کی سرگذشتوں والی نے تعداد اُسکی پندرہ ہزار
سوار بتائی ہے *

اگرچہ یہ ساز و سامان ہم بھونچے مگر ہمایوں کی بدبختی
اور بد انتظامی نے اُسکا دامن بچھوڑا چنانچہ جب رانا پرشاد اپنی
وفاداری پوری پوری جتنا چکا تو ایک مغل نے کسی ایسی ناشایستہ
حرکت سے جو راجاؤں کی شان و منصب کے شایاں و سزاوار نہ تھی
راجہ کو ناراض کیا اور جب راجہ نے ہمایوں سے شکایت کی تو ہمایوں
کی جانب سے ایسی بے التفاتی اور کم توجہی پائی گئی کہ راجہ سخت
مکدر ہوا اور اپنے رفیقوں سمیت اُس کے لشکر سے چلا گیا اور اُسکے
سب کے سب ہندو دوستوں نے بھی اُسکی رفاقت کی *

جب کہ وہ لوگ ادھر ادھر چلے گئے تو حسین ارغونی کے مقابلہ کے
لیئے ہمایوں تنہا رہ گیا جو بلا تعشا بڑھتا چلا آتا تھا مگر ہمایوں نے اپنی
فوج کے اُس پاس کہائیاں کھدوائیں اور دوسری بنوائی غرض کہ جہاں
تک بن پڑی بچاؤ کی تدبیریں کیں یہاں تک کہ حسین ارغونی یہہ
سوچ سمجھ کر کہ خدا کے واسطے کہیں یہہ پاپ گئے اسمان پر راضی
ہوا کہ اگر ہمایوں ابھی قندھار کو چلا جاوے تو میں مانع مزاحم نہوں گا بلکہ
سفر کی اعانت بھی کروں گا چنانچہ یہہ شرط مندر ہوئی اور نویں جولائی
سنہ ۱۵۴۳ ع کو ہمایوں قندھار کی جانب روانہ ہو گیا *

ہمایوں کے قندھار سے ایران کو بھاگنے کا بیان

ہمایوں کے چھوٹی بھائی بہت دنوں پہلے ہمایوں کو اپنی غیر مستقل
اور مضطرب طبیعتوں کے سبب سے رنج اور تکلیف بھونچا کر الگ تھلگ
ہو گئے تھے اور جب کہ ہمایوں قندھار کو روانہ ہوا تو اُس زمانہ میں
مرزا عسکری مرزا کامران کی جانب سے قندھار کا حاکم تھا اور غالب
یہہ ہی کہ ہمایوں کا یہہ ارادہ تھا کہ مرزا عسکری کو بھٹاکر طرفدار اپنا
بنارے اور اگر قابو پڑے اور وقت ہاتھ آوے تو آپ ہی قندھار کو دہا بیٹھے

مگر لوگوں کو یہ فترہ سنایا تھا کہ اکبر کو قندھار میں چھوڑ کر مکہ کو
جاؤنگا *

جب کہ رفتہ رفتہ ہمایوں مقام شال میں پہونچا جو قندھار کے
جنوب میں ایک سو تیس میل کے فاصلہ پر واقع ہے تو ایک سوار اپنا
گھوڑا بھٹائی ہوئی ہمایوں کے قیرہ کے پاس آیا جسکو ہمایوں کے کسی
پرانے دوست نے روانہ کیا تھا وہ سوار اپنے گھوڑے سے کود کر لگام پکڑے ہوئے
قیرہ کے اندر بے ساختہ چلا آیا اور بے احتشایے اُس سے یہ بات کہی کہ
آپ اب کس فکر میں بیٹھے ہیں مرزا عسکری آپ کی گرفتاری کے لئے
آ پہونچے جوں ہی کہ ہمایوں نے یہ خبر سنی تو اس سبب سے کہ اُسکو
ایسی وحشت اثر خبر کی توقع نہایت کم تھی اتنی فرصت پائی کہ
اپنی بیگم کو ساتھ اپنے گھوڑے پر سوار کیا اور بیٹے کی جان کو چھچھا
جان کے ترس و ترحم پر چھوڑا ادھر ہمایوں روانہ ہوا ادھر مرزا عسکری
پہونچا اور جب اُس نے ہمایوں کو دیکھا تو یہ بات اُس نے فریب سے
کہی کہ میں برادرانہ آیا تھا غرضکہ مرزا عسکری اپنے بھتیجے سے بشفقیت
پیش آیا اور چودھویں دسمبر سنہ ۱۵۲۳ ع کو ہمایوں کے سب ہمراہیوں
کو ساتھ لیکر قندھار کی جانب روانہ ہوا اور ہمایوں اسی زمانہ میں
بہالیس آدمیوں سمیت گرم سیر کو پہونچا اور وہاں سے سیستان کو چلا
گیا جو آن دنوں ایران کی قلعرو میں داخل تھا سیستان کا حاکم تواضع
تعظیم سے پیش آیا اور اُس نے ہمایوں کو بہ تمام ہرات اس نظر سے روانہ
کیا کہ وہاں جا کر والی ایران کے احکام کا منتظر بیٹھے غرض کہ جب

کی مقام جون اور سہوان کے درمیان میں تھوڑا بہت توقف ہوا ہوگا مگر
باعث اُسکا بیان نہیں کیا گیا اس لئے کہ شال اور جون کے درمیان میں جو فاصلہ
واقع ہے ساڑھے چار سو میل کا میدان ہے اور ہمایوں کی سرگذشتوں کے دیکھنے
میں دریافت ہوتا ہے کہ سہوان سے شال تک کی راہ نو دن میں پوری ہوتی ہے مگر
ہمایوں کو جون سے شال تک پہونچنے میں ربیع الثانی مطابق ۹ جولائی سے لیکر
نصف ماہ رمضان دسویں دسمبر تک پورے پانچ مہینے لگے

ہماروں ہوا میں پھونچتا تو بہت سے دوست اُس کے قندھار سے آئی اور اُس سے آکر ملے جلے اور اُسکے شریک ہوئے *

حدود سند میں داخل ہونے سے قندھار تک کے پھونچنے تک تین برس کا عرصہ صرف ہوا چنانچہ منجمانہ اُس کے اتھارہ مہینے حاکم سند سے لڑنے بھڑنے اور خط خطوط کے لکھنے پڑھنے میں بسر ہوئے اور چھ مہینے اٹک کے مشرقی جانب کی سیو سفو میں کام آئے اور باقی ایک برس جون میں رہنے اور قندھار کے سفر کرنے میں گذرا اور اس زمانہ میں جو کام اُس نے جنگی کبڑے تو ذاتی دلاوری کے لحاظ سے کوئی کوتاہی ظہور میں نہیں آئی بلکہ اس حیثیت سے کوتاہی اُس نے کی کہ اُن بڑی بڑی مہموں کو چٹکا اُسنے ارادہ کیا اچھی طرح انجام پر نہ پھونچا سکا اور بعد اُس کے جو جو سختیاں اور جیسی جیسی مصیبتیں پیش آئیں اُنکو ایسے صبر و استقلال اور ہنسی خوشی سے اُٹھایا کہ جوانمردی اور بلند ہمتی کے شایاں تھا *

مصیبت کے زمانہ میں اُس کے مزاج کا امتحان بھی طرح طرح سے ظہور میں آیا چنانچہ اُس نے رفیقوں کی زبان سے بڑی بھلی باتیں سنیں اور نرم گرم اُنکی اُٹھائیں اسلئے کہ رنج و مصیبت کے دنوں میں چھوٹے بڑے کا امتیاز اور ادب و قواعد کا پاس و لحاظ باقی نہیں رہتا یہاں تک کہ چند بار ایسا اتفاق ہوا کہ جب اُس نے جان بچانے کے لیئے گھوڑا مانگا تو اُس کے رفیقوں نے صاف انکار کیا اور گھوڑا اُس کو نہ دیا اور جب کہ اُس نے ایک کشتی اٹک پار جانے اور اپنے خویش و تبار کے لیجانے کو ہم پھونچائی تھی تو اُس کے ایک سردار نے بچہ و اکراہ اُس کشتی کو اُس سے چھینا اور جس زمانہ میں کہ بڑے تباہ حالوں سے امرکوت کا بڑا کوا ستر اُسنے کیا تھا تو ایک افسر نے ایسی بیروحمی اور ناخدا برسی بوتی کہ اپنے گھوڑے کو ہارا تھکا دیکھ کر ہمایوں کی بیگم اکبر کی والدہ کو اُس گھوڑے سے اُتارا جسکو اُس نے مستعار اُس کو دیا تھا چنانچہ

ہمایوں کو گھوڑا اپنا دینا پڑا اور وہ جب تک پیداہ چلتا رہا کہ بارہواری کا ایک آؤٹ اُسکو ملا مگر کبھی کبھی برخلاف اُس کے رفیقوں سے بے التفاتی بھی ہوتی چنانچہ بیان اُسکا یہہ ہی کہ جب ہماریوں امرکوت میں پہونچا اور راجہ کی حفظ و حراست میں آیا تو اُس نے رفیقوں کا مال اسباب چھینا چھینا اور بعضوں کے گھوڑوں کی کاٹھیاں کھلا کر دیکھیں اور جو کچھ اُن میں پایا نصفاً نصفی بانٹ چونت کر اپنے کام میں لایا اور چونہپور کے سفر کی ایک ایسی منزل میں جہاں لوگ اُس کے پیاس کے مارے مر گئے تھے تمام مریشیوں اور نیز اپنے گھوڑوں کو پانی کی ہکالوں سے اسلامیے لادا تھا کہ اُن باقی رہے سہونکو جا کر پانی ہلاوے جو پیاس کے مارے چار قدم بھی آگے کو نہ بڑھ سکیں گے اور جبکہ ہماریوں تھوڑی دور پہونچے موت کر گیا تو اُس نے اُس سوداگر کو پیاس کے مارے مرنے دیکھا جسکا ہوا دیں اُس کے ذمہ واجب الادا تھا مگر ہماریوں نے ایسی سنکدلی ہوتی کہ جب تک اُس سوداگر نے چار گواہوں کے سامنے دیں اپنا نہ چھوڑا اور ہماریوں کا ذمہ پاک نہ کیا تب تک اُس نے پانی کی بوند اُسکو ندی باقی یہہ بات دریافت نہیں ہوئی کہ بعد اُس کے اُس غریب آدمی کا رویہ دیا اور نقصان اُس کا ہوا کیا یا نہیں *

تیسرا باب

شیو شالا اور خاندان سور کے باقی بادشاہوں کا بیان اگرچہ سارے مورخوں نے خاندان تیمور کے دوبارہ قبضہ پانے اور اُس دوبارہ قبض و تصرف کے بعد ایک ہوتی شہرت حاصل کرنے کے باعث سے شہر شاہ کی نسبت غصب سلطنت کا دہیا قائم کیا مگر اسلامیے کہ شیو شاہ خاص ہندوستان میں پیدا ہوا اور اُس نے ایسے ہیگاہ خاندان کو ہندوستان سے خارج کیا جو کل چودہ برس سے قابض و متصرف تھا تو استحقاق اُس کا اُن بہت سے لوگوں کے استحقاق و دعویٰ کی نسبت زیادہ راست اور راجینی ہی جنہوں نے سلطنت کی بنیاد

اقلیم ہندوستان میں قالی سنہ ۱۵۳۰ع مطابق سنہ ۹۳۷ھ ہجری میں
ہمایوں کے ممالک منقوضہ پر شیر شاہ قابض ہوا *

معلوم ہوتا ہے کہ شیر شاہ کی صلاح و مشورہ سے کامران نے پنجاب
کو چھوڑا تھا اسلئے کہ چونکہ کامران پنجاب سے باہر گیا تو سارے پنجاب
پر شیر شاہ قابض ہو گیا اور جب کہ شیر شاہ اس صوبہ کا انتظام کر چکا اور
دریائے جہلم کے کنارے پر ایک مستحکم قلعہ تیار کر کے بہار کے قلعہ رھناس گتہ
کے نام پر نام آس کا رکھ چکا تو اگرہ کو واپس آیا اور حاکم بنگال کی
بغاوت کو دبانا چاہا چنانچہ آس نے اُس باغی کو مغلوب کیا اور صوبہ
بنگال کی تقسیم و تفریق ایسی آس نے کی کہ بعد آس کے آئندہ کے
شور و فسادوں کا اندیشہ باقی نہ رہا بعد آس کے اگلے برس یعنی سنہ
۱۵۳۲ع مطابق سنہ ۹۳۹ھ ہجری میں صوبہ مالوہ اور آس سے دوسرے برس
یعنی سنہ ۱۵۳۳ع مطابق سنہ ۹۵۰ھ ہجری میں راجپوتوں کے قلعہ کو فتح کیا
جو سلہدی ہندو راجہ کے بیٹے کے قبض و تصرف میں داخل تھا اور یہ
راجہ بہادر شاہ گجراتی کے عہد دولت میں بڑے پایہ کو پہنچا تھا
اور بڑا اختیار اسکو حاصل تھا مگر قلعہ مذکور کے محصوروں نے چند
شوطوں پر شیر شاہ کی اطاعت تسلیم کی اور جب انہوں نے قلعہ حوالہ
کیا تو مفتیوں کے فتووں کی روسی وہ اطاعت مقبول نہ پڑی چنانچہ ان
ہندوؤں پر حملہ کیا گیا جو عہد و پیمان کے بہرہ سے اسباب پر جمی ہوئی
تھے کہ خلاف قول ظہور میں نہ آریکا غرض کہ وہ بھی جان و مال کو لڑے
اور پاش پاش ہو کر مارے گئے مگر اس دغا بازی کا باعث دریافت نہیں
ہوتا اس لہٰذا کہ وہ نہ عہد کا مقام تھا اور نہ کسی نقصان کا انتقام تھا
باقی رہی حرارت اسلامی سو وہ بہت دنوں سے ٹھنڈی ہو چکی تھی
بہر حال ایسا برا کام ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی تاریخوں میں
تیمور لنگ کے سرا کہیں پایا نہیں جاتا *

اگلے برس یعنی سنہ ۱۵۴۳ ع مطابق سنہ ۹۵۱ ہجری میں شیرشاہ
 اسی ہزار آدمی لیکر میواڑ پر چڑھا اور یہاں ملک اُن دنوں مالدیو راجہ
 کے قبضہ تصرف میں تھا جو ہزا زبر دست اور قوی راجہ تھا اور اُسکی
 قوت کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ملک اُسکا زرخیز نہ تھا اور اکثر پرگنوں میں
 پانی کی کوتاہی تھی اگرچہ راجہ کے پاس کل پچاس ہزار آدمی غنیم
 کی بڑی فوج کے مقابلہ کو موجود تھی مگر بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ
 اُسکی پہلے پہل غنیم کو ایسا قرار دیا کہ ایک مہینہ تک غنیم اُسکے ملک
 میں ہزا رہا اور اُسکی فوج سے الگ تہلک رہا بعد اُسکے جھوٹے خطوں
 کے ذریعوں سے جو ایسے معاملوں میں معمول و مروج ہوتے ہیں اور جو
 اس غرض سے روانہ کیئے تھے کہ کہیں نہ کہیں پکڑے جاویں راجہ کو اُسکے
 سرداروں سے بدگمان کیا یہاں تک کہ راجہ پیچھے لوٹنے پر آمادہ ہو گیا
 اور منجملہ اُن سرداروں کے جو راجہ کی بدگمانی اور الزام لگانے سے ناراض
 ہو گئے تھے ایک راجپوت سردار نے راجپوتوں کے زور غیور اور جوش حمیت
 کے مارے بدنامی کے دھبی کو جان چوکھوں میں ہرنے سے متنا چاہا
 چنانچہ وہ سردار اپنی بارہ ہزار رفیقوں سمیت ایسی تندی تیزی سے
 لڑائی کے میدان میں شیرشاہ کی فوج پر توت ہزا کہ فوج اُسکی ایسے
 قوی حملہ کی آمادہ نہ تھی غرض کہ شیرشاہ کے لشکر کو ایسا پویشان و
 ہراگندہ کیا کہ فتح ہونیکی قریب آگئی تھی مگر شیرشاہ نے راجپوتوں کا
 موہہ دھرا اور بعد اُسکے یہاں ہات آسنی واشگاف کہی کہ ایک باجروہ
 کی مٹھی پر ہندوستان کی سلطنت کھوٹی ہوئی اور اس کلام سے مقصود
 اُسکا یہ تھا کہ اُس ملک کی گھٹ کی پیداوار اور افلاس و تنگدستی کو
 جتناوہ بعد اُسکے میواڑ کے راجہ کو مطیع اپنا بنایا اور وہاں سے فراغت
 پاکر کالینچر کا محاصرہ کیا مگر اس مقام میں اُس عہد شکنی کی پوری
 پوری سزا پائی جو مقام رایشین میں اُس سے واقع ہوئی تھی یعنی میواڑ
 کے راجہ نے شرائط پیش کردہ شیرشاہ کو اس لیٹی تسلیم نکلیا کہ وہ اُسکو

جھوٹا اور فریبی جاننا تھا اور جب کہ شیرشاہ اپنے ٹوپخانہ کی دیکھ بھال کر رہا تھا تو قضا کار ایک گولہ دشمن کا اس کے میگزین میں پڑا اور وہ میگزین اور گیا یہاں تک کہ اس کے صدمہ سے شیر شاہ ایسا جل پھک گیا کہ دو چار گہڑی کو جیتا رہا مگر پہلے ہی سے اس کے جینی کی آس نہ رہی تھی چنانچہ شام ہوتے ہی دم اسکا پورا ہو گیا *

یہ شیر شاہ ایسے کرے جی کا تھا کہ باوجود اس کے کہ نہایت تکلیف و اذیت میں مبتلا تھا مگر متحاصرے کی ہدایت کرتا تھا یہاں تک کہ جب کانوں میں اس کی یہ بھنک پڑی کہ قلعہ فتح ہو گیا تو با آواز بلند اُسنی قادر مطلق کا شکر ادا کیا اور الحمد للہ کہ دم بخود ہو گیا اور بعد اُس کی کوئی بول اس کے مرنے سے نہیں نکلا ہائیسویں مئی سنہ ۱۵۳۵ ع مطابق ربیع الاول سنہ ۹۵۲ ہجری میں یہ حادثہ واقع ہوا *

شیر شاہ کی عادتوں اور ملکی انتظاموں کا بیان

معلوم ہوتا ہے کہ یہ شیر شاہ نہایت دانشمند اور بغایت لائق و فایق اور چست و چالاک بادشاہ تھا چنانچہ بلند فطرتی اور الزوالعزمی کے محاذات اور مقابلہ میں اس کی چال و چلن کے اصول قاعدے کافی دافنی نہ تھے مگر راسخین کے قتل فاحق میں کوئی عذر بلند نظری کا بھی نہ تھا ہاں رعایا کے حق و منفعت کے لیٹی جو جو تدبیریں سوچتا تھا سو انہیں جو انمردی اور مروت شفقت پائی جاتی تھی اور عملدرآمد بھی تجویز و تشخیص کے مطابق کرتا تھا اور باوجود اس کے کہ اُسنی تھوڑے دنوں فرمانروائی کی اور ہمیشہ لڑائیوں میں مصروف رہا نہایت شایستگی اور بغایت ہوشیاری سے انتظام اپنی بادشاہت کا کیا اور دیوانی کے مقدموں میں بہت سی عمدہ عمدہ باتوں کو رواج دیا ابوالفضل اہل قی کتاب میں بغض و عداوت کے مارے یہ لکھتا ہے کہ جو انتظام اُسنی کئی اور

+ فرشتہ میں اُنہیں حقہ لکھا ہے *

اصول آسنی نکالی وہ علام الدین خلجی کے کینڈے پر کیٹی یعنی علام الدین خلجی نے انکو اپنی طبیعت سے نکالا اور شیر شاہ نے انکو دو بارہ ارجالا حاصل یہ کہ شیر شاہ نے ایسے قاعدے باندھی تھے کہ آسکے خاندان کی تباہی تک جاری ساری رہی اور ابوالفضل نے ان اصول قاعدوں کو اور بادشاہوں کے قانون قاعدوں سمیت اپنے آقائے نامدار یعنی اکبر بادشاہ سے نسبت کیا اکبر کے عہد دولت کے ایک اور نامورخ نے جس نے اکبر کے وقت میں اپنی کتاب لکھی بیان کیا ہی کہ شیر شاہ نے ملک بنگال سے الیکر مغربی رہتاس گدہ تک جو دریائے اتک کے متصل واقع ہی چار مہینی کی راہ کی ایک کلان سڑک بڑی بلند طیار کرائی تھی اور کوس کوس کے فاصلہ پر کنوئی اور منزل منزل پر سرائیں بنوائیں تھیں اور ہر مسجد میں امام اور موزن مقرر کیٹی تھے اور ہر کارواں سرا میں کہانا پکا پکایا مہیا رہتا تھا اور ہندو مسلمانوں کے لیٹی ملازم رکھ چھوڑے تھے اور سڑک کے دائیں بائیں سایہ کے واسطے درخت لگائی تھے اور جب کہ اس مورخ نے اس سڑک کو دیکھا تھا تو اسپر ہاون بوس گذرے تھے اور جب تک وہ ویسی ہی تھی جیسے آسنی بیان آسکا کیا *

یہ بادشاہ سیسرام میں مدفون ہوا اور مقبرہ آسکا ایک ایسے مصنوعی تالاب کے بیچا بیچ واقع ہو جسکا محیط ایک میل کا اور چاروں دیواریں آسکی پتھر کی ہیں اور نہانے دھونے کے لیٹی سیڑھیوں کے گھاٹ آسمیں چاروں طرف بنی ہوئے ہیں *

سلیم شاہ کی باشاہت کا بیان

شیر شاہ کے والی وارثوں میں سے عادل خاں بڑا بیٹا تھا اور شیر شاہ آسکو چانشیرین اپنا سمجھتا تھا مگر یہ شہزادہ ہمت کا ہاراجی کا بودا تھا اور برخلاف اس کے دوسرا بھائی آسکا جلال خاں بڑا سرگرم اور آمادہ

+ منتخب التواریخ جو سنہ ۱۰۰۲ ہجری مطابق سنہ ۹۵ و ۱۵۹۳ ع میں

لکھی گئی ہی *

اور نہایت جنگ آزمودہ اور باپ کے سامنے بڑا نامدار اور نام آور تھا۔ غرض کہ نظر بوجھ مذکورہ بالا بہت سے سردار اُسکی جانب مائل ہوئے یہاں تک کہ جب چار بڑے بڑے سرداروں نے جان کے بچانے اور بخوبی اوقات بسر کرنے کا عادل خاں سے وعدہ کیا تو عادل خاں بھی جلال خاں کی خاطر ترک سلطنت کا آمادہ ہوا چنانچہ پچیسویں مئی سنہ ۱۵۳۵ع مطابق پندرہویں ربیع الاول سنہ ۹۵۲ھ ہجری میں جلال خاں تخت نشین ہوا اور سلیم شاہ کے خطاب سے پکارا گیا اور بیاتہ کے قریب ایک کافی جاگیر عادل خاں کے لیے مقرر کی گئی مگر بعد اُس کے تھوڑی مدت گذرنے پر سلیم شاہ کے بعض بعض کاموں سے عادل خاں کو کھٹکا پیدا ہوا اور معلوم ہوتا ہے کہ عادل خاں اُس خرف کی کوئی وجہ کامل پاس اپنے رکھتا تھا اسلئے کہ خواص خاں سردار نے عادل خاں کو اپنی حفظ و حراست میں لیا اور یہہ خواص خاں شہر شاہ کا بڑا سردار اور نیز منجملہ اُن چاروں سرداروں کے تھا جنہوں نے عادل خاں سے جان کی حفاظت اور گذارہ کی صورت کا قول و قرار کیا تھا یہاں تک کہ یہہ خواص خاں دارالسلطنت کو اُس ارادے پر روانہ ہوا کہ سلیم شاہ کو تخت حکومت سے اُترارے باقی سلیم شاہ کا یہہ حال تھا کہ جیسے اُن علانیہ باغیوں سے اندیشہ ناک تھا ویسے ہی اور لوگوں کے خفا ہونے اور بگڑ جانے سے بھی ڈرتا تھا مگر بارصاف اسکی پیش آنی والے مقابلوں اور فرجوں کی مار دھاروں کو بخوبی سمجھے بوجھے ہوئے بڑے استقلال و متانت سے بجائے خود بیٹھا تھا چنانچہ اُس نے ہمدردیوں کو بڑی بڑی شکستیں دیکر بغاوتوں کو پس پا کیا بعد اُس کے عادل خاں بہار کو چلا گیا اور مایوس ہو کر بیٹھ رہا *

جو امیر اِس بغاوت میں درپردہ شریک تھے اُن کو یہہ یقین نہ تھا کہ بغاوت میں علانیہ شریک نہ ہونے کی وجہ سے بادشاہ کی بدگمانی سے محفوظ رہیں گے چنانچہ منجملہ اُن کے ایک امیر کا قصور ثابت ہوا اور وہ اپنے کیئے کو پہونچا اور باقی امیروں نے نئے سر سے سازشیں شروع کیں

اور بدوں اسکے کہ کوئی تخت کا دعویدار گھڑا کریں خاص اپنی جان و مال کی حفظ و صیانت کے واسطے ہتیار اٹھائے اور جو قصے قضائے ان باغیوں کی بغاوت سے بادشاہ کو پیش آئے وہ بلاد پنجاب میں پیش آئے تھے یہاں تک کہ باغیوں نے پھر شکستیں کھائیں اور کھیت سے دم دبا کر بھاگے اور گاڑوں کی پناہ میں آئے اور گاڑوں کے زور و قوت کے سہارے اور نیازی پتھانوں کی امداد و اعانت کے بھروسے اگلے دو برس یعنی سنہ ۱۵۴۷ع مطابق سنہ ۹۵۴ھ ہجری تک شور و فساد کرتے رہے اور کہیں نہچلے نہچیت ہو کر نہ بیٹھے *

بعد اُس کے سلیم شاہ کا باقی زمانہ بڑے امن چین سے گذرا مگر ایک بار اُس کو یہ خبر پہونچی کہ ہمایوں نے کابل پر قبضہ پایا اور اٹک وار اس غرض سے اُترا کہ سلیم شاہ پر حملہ کرے سلیم شاہ ان روزوں بیمار تھا اور اُس وقت چوکیں لگائے بیٹھا تھا مگر چونہی اُسے یہ خبر سنی تو جگہ سے اُٹھا اور فوج کے کوچ کا حکم سنایا چنانچہ شام سے پہلے پہلے دلی سے چھ میل پر جا کر قیڑہ ڈالا اور اس خبر کی حقیقت جس کے سننے سے سلیم شاہ ایسا آمادہ ہوا اور ایسی چالاکی اُس سے ظہور میں آئی صرف اتنی بات تھی کہ کسی ضرورت کے باعث سے ہمایوں پنجاب آیا تھا اور جیسے وہ آیا تھا ویسے ہی پچھلے پوروں، لوٹ گیا باقی یاروں کی بغاوت تھی کچھ اصل و حقیقت نہ تھی *

یہ بادشاہ نو برس تک بادشاہ رہا اور سنہ ۱۵۵۳ع مطابق سنہ ۹۶۰ھ ہجری میں بقضای الہی مرگیا اور جیسے کہ اُس کے باپ نے نئی نئی باتیں ایجاد کی تھیں ویسے ہی اُس نے بھی نئے نئے نقشے نکالے تھے مگر فرق اتنا تھا کہ اصول و قاعدوں کی نسبت تمام سرکاری عمارتوں میں زیادہ تر عمدہ عمدہ باتوں کا رواج اُس نے دیا تھا چنانچہ دلی کے قلعہ کا ایک ٹکڑا جو سلیم گڈہ † کے نام سے نامی گرامی ہی اُسکا بنایا ہوا ہی

† اب اس سلیم گڈہ کا یہ حال ہے کہ دیوارے کی سڑک اُس کے پیچھا پیچ کر نکلی ہی ۱۲ مترجم

اور یہ نام اُسکا ایسا مقبول و مشہور ہوا کہ جب ہمایوں نے یہ حکم دیا کہ وہ نور گتہ کے نام سے پکارا جاوے تو ہمایوں کے دربار میں اور ہمایوں کے سامنے نور گتہ کے نام سے پکارا گیا مگر اور ہر موقع اور مقام پر وہی سلیم گتہ قائم رہا جیسا کہ وہ اب تک مشہور ہی *

مہدویہ فرقہ کا بیان

سلیم شاہ کے عہد دولت میں بمقام بیانہ شیخ علائی نامی ایک فقیر مہدویہ فرقہ کا بانی ہوا جو سید محمد جونپوری کو مہدی موعود سمجھتے تھے بیان اُسکا یہ ہے کہ شیخ علائی نے وعظ و درس کہنا شروع کیا چنانچہ بیان کی قوت اور کلام کی فصاحت اور طبیعت کی جودت سے بہت سے لوگوں کو مرید و معتقد اپنا بنا لیا یہاں تک کہ اُسکے مریدوں نے مال و متاع اکھٹا کر کے عام سرمایہ قائم کیا اور بعض بعض مخلصوں نے گھر بار اپنا چھوڑ چھڑ کر سارا مال اپنا شیخ پر نثار کیا غرضکہ شیخ نے یہاں تک شہرت پائی کہ خواص خان سردار بھی جسکی بغاوت کا بیان اُدھر مذکور ہوا شیخ کے مریدوں میں داخل ہوا اگرچہ پہلے پہلے شیخ کے زہد و تقویٰ اور دین و مذہب سے کسی قسم کی خرابی ظاہر نہوئی مگر تھوڑے دنوں بعد اُسکے چیلے چانتے ایسے بیباک اور دلیز ہو گئے کہ انہوں نے یہ واجب سمجھا کہ جس کسیکو خلاف شرع کام کرتے دیکھیں تو پہلے پہل روک ٹوک اُسکی کریں پھر اگر وہ نہانے تو اُسکو جانسے ماریں اور جبکہ اُس فرقہ کی زور و ظلم کی نوبت یہاں تک پہنچی تو وقت کے حاکموں اور شرع کے مفتیوں نے لاگ قاننت اُنکی واجب و لازم سمجھی چنانچہ شیخ کو گرفتار کیا اور علانیہ اظہار اُسکا لیا بعد اُسکے قتل شیخ کا فتویٰ مرتب ہوا مگر سلیم شاہ نے اُس فتویٰ پر عمل نہ کیا بلکہ شیخ کو دیس نکالا دیا یعنی قلعہ ندیہ کو روانہ کیا جو نوبدا کے کنارہ پر واقع ہی مگر شیخ اس جگہ آکر بہت کھل کھلا اور اپنے مسئلوں کو بڑی دھوم دھام اور نہایت ٹیپ ٹاپ سے پھلایا چنانچہ پہلے وار اُسکے

قلعہ کے حاکم کو سپاہیوں سمیت اپنا مرید گردانا اور جبکہ اوسکو ایسی قوت حاصل ہوئی جو کبھی نصیب نہوئی تھی تو وہ دارالسلطنت میں بلایا گیا اور حامیان شریعت نے قتل اوسکا چاہا چنانچہ سلیم شاہ کی بہت سی منت سماجت کی مگر سلیم شاہ نے توقف ہوتا اور جبکہ لوگوں کے کہنے سننے سے نہایت زچ بیچ ہوا تو کام نا کام اُس نے کوزوں کا حکم دیا اور یہہ فرمایا کہ بعد اُس کے شیخ کو تھوڑی مہلت دی جاوے کہ وہ سوچ سمجھ کر توبہ کرے اور اپنی غلط فہمی اور کج آہنگی سے باز آوے مگر شیخ کا یہہ حال تھا کہ وہ پہلے ہی سے اُس عام مرض میں مبتلا تھا جو اُس زمانہ میں شایع ذایع ہو رہا تھا اور اس مرض کے مارے ایسا ضعیف نحیف ہو گیا تھا کہ تیسرے کورے کے لگتے ہی روح اُسکی پرواز کر گئی بعد اُس کے وہ جماعت پراگندہ ہو گئی اور تمام مرید اوسکے وودھو کر چپ چاپ ہو بیٹھے *

محمد شاہ سورعدلی کی سلطنت کا بیان

جب کہ سلیم شاہ اپنی موت مر گیا تو اُسکے بیٹے فیروز خاں درازدہ سالہ کو محمد خاں اُسکے چچا نے بکھال سلطنت قتل کیا اور میدان کو خالی دیکھ کر سنہ ۱۵۵۳ع مطابق سنہ ۹۶۰ھ ہجری میں تخت نشین ہو بیٹھا اور محمد شاہ عادل کا خطاب اختیار کیا یہہ بادشاہ اس خطاب کی نسبت عدلی شاہ کے خطاب سے زیادہ مشہور ہی اور طور طریق اُس کے ایسے عمدہ اور شایستہ نہ تھے کہ اُن کے حسن و خوبی کی بدولت بھتیجے کے خوں ناحق کا دھبہ اُس سے دھویا جاتا بلکہ وہ نہایت نابکار اور زناکار اور بغایت کندہ نا تراش اور ستم شعار اور ہاجی پرست اور ہاجیوں کا یار غم کسار تھا اور جیسا کہ وہ عادتوں کا خراب اور کوکٹوں کا بوا تھا ویسے ہی ہمتوں کا ہارا اور جی کا بودا تھا *

اس بادشاہ میں حکمرانی کی قابلیت نہ تھی چنانچہ اُس نے تمام انتظام اپنی حکومت کا ہیمر بقال کو تفویض کیا تھا جسکی اصل و حقیقت

یہ تھی کہ وہ شخص ایک ہندو زادہ تھا اور کسی زمانہ میں چھوٹی سی دوکان اپنے گذارہ موافق کرتا تھا اور جیسا کہ وہ ذات سے کہوتا تھا۔ اُس سے زیادہ رنگ روپ کا ہوا اور چہرہ مہرہ کا بھونڈا تھا مگر باوصف ان ظاہری عیبوں کے ایسا ہوشیار اور قابل تھا کہ دربار کے بڑے بڑے بہادروں اور چنے چنے امیروں میں بات اپنی بنائے گیا یہاں تک کہ بادشاہ کی جہل و حماقت اور ظلم و ستم کے سارے سلطنت کا حال اگرچہ خراب اور اتر رہا تھا اور روز روز تنزل کو پہنچتا جاتا تھا مگر صرف اسی شخص نے اپنی لیامت و ہوشیاری سے بادشاہت کو تھامی رکھا اور بات اُس کی بگڑنے نہ دی *

بادشاہ کے زور و ظلم اور ملک کے شور فسادوں

کا بیان

جونہی کہ عادل شاہ تخت نشین ہوا تو اُس نے جہل و حماقت سے خزانوں کو تلف کیا اور جمے جمائے گھر کو دو چار روز کے عرصہ میں اور لٹا کر برابر کیا اور جب کہ اُسکی کانٹھہ گویہ میں گوزی پیسا نہ رہا تو گھر کے امیروں کی جاگیریں اور حکومتیں ضبط کرنی لگا اور یار دوستوں کو بخششی لگا چنانچہ منجملہ اُن کے جن پتھانوں کی جاگیریں ضبط ہوئیں انہوں نے بڑی بے صبری اور نہایت بے تابي سے بادشاہ کا ظلم اُٹھایا اور دلوں میں رنجیدہ پیچیدہ رہے اور اسلئے کہ پتھان لوگ اپنی سینہ زوری اور آزاد منشی سے کسی کی پوری پوری اطاعت نہیں کرتے اور بات کے بگڑنے کا رنج اور سنوارنے کا خیال اُن کو نہایت ہوتا ہی تو ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ عادل شاہ ایک جنگی سردار یعنی محمد شاہ فرملی کی جاگیر کو ضبط کر کے سرمست خاں شروانی کو دینے لگا جو بادشاہ کی بدولت یکایک بڑے پایہ کو پہنچا تھا تو محمد شاہ فرملی کا بیٹا غلط و غضب کے مارے نہلا پھلا ہوا اور بے ساختہ یہ بول اُٹھا

کہ کیا میرے باپ کی جاگیر ایک ایسے آدمی کو دی جاتی ہی جو
سنگ فروشی کے ذریعہ سے اوقات اپنی بسر کرتا تھا *

چوں ہی کہ یہ بڑا بول اُس کے مونہہ سے نکلا تو درباری لوگوں نے یہ
چاہا کہ اُس گستاخ بے ادب کو دربار بادشاہی سے خارج کریں چنانچہ
سرور مست خان شروانی نے جسکو جاگیر اُس کے باپ کی عنایت ہوئی تھی
اُسکی گردن پکڑی مگر اُس پھر تیلی گہرو نے کہانڈے کا ایک ہاتھ
ایسا لکایا کہ سر اُسکا جوان کے پانوں پر آ پڑا بعد اُس کے تمام لوگ
اُس پر چاروں طرف سے قوت پڑے اور وہ بادشاہ کی طرف کو دوڑا مگر
بادشاہ اُس کے ارادہ پر پے لپکھا اور بے تھکاشا تخت سے کودا اور جب
کہ وہ جوان اُس کے قریب آ پہونچا تو چوں توں کر کے محفل سرا میں
داخل ہوا اور اتنے اوسان اُس کے ٹھکانے رہے کہ محفل سرا کا دروازہ اُس
نے بند کیا اور چوں ہی کہ قوت پھرت وہ جوان گہرو مارا گیا تو بادشاہ
کو کسی طرح کا کہنکا باقی نہ رہا مگر اس قصہ کو بڑے پھل پھول لگے
چنانچہ اُسی روز ایک بڑا سردار اُس کے دربار سے چلا گیا اور بعد اُس
کے جب ایسے لوگ اُس کے شریک اور معارف ہوئے جو بادشاہ کے
کوٹکوں سے نہایت ناراض تھے تو چنار گدہ کے قریب اُس نے بغاوت کا
چھنکا کہتا کیا مگر بادشاہ نے باغیوں کا مقابلہ کیا اور باغیوں پر فتح پائی
لیکن اس کامیابی سے کار و بار اُس کا ٹھیک ٹھاک نہ ہوا اور بات اُسکی
اس لیے نہ سنوری کہ ابوالہیم سور نے دلپا آگرہ پر قبضہ کیا تھا جو
بادشاہی خاندان میں سے تھا اور خود بادشاہ اُس کی بیہخالی کے لیے
بجائے دل ساعی رہا اور بہت سی محنت کیئے گیا مگر کچھ حاصل
نہوا اور کوئی بات اُس کے ہاتھ نہ آئی یہاں تک کہ اپنی سلطنت کے
مشرقی ملکوں پر قناعت کر بیٹھا بعد اُس کے اس بغاوت کی کامیابی کا
اثر دور دور تک پہنچا چنانچہ بلان پنجاب میں یہ امر واقع ہوا کہ شیر شاہ
کا دوسرا بیٹہ سکندر سور آپ بادشاہ بن بیٹھا اور ابوالہیم سور پر اُسے

چڑھائی کی اور ابراہیم سور کو شکستیں دیکر دلی آگرہ سے خارج کیا اور ابراہیم کا یہ حال ہوا کہ کام نا کام اُس کو اُس ملک میں پہانگا سوچھا جو عادل شاہ کے قبض و تصرف میں اب تک موجود تھا اور جب کہ ابراہیم اُس ملک میں داخل ہوا تو عادل شاہ کے وزیر ہیمو بنگال نے زور دباؤ دیکر بیانہ کی طرف اُس کو پہنکایا مگر ابراہیم کے نصیبوں نے یہہ یارپی کی کہ ہیمو بنگال ایک بغاوت کی ضرورت سے بنگالہ کو روانہ ہوا اگر اتفاق سے یہہ ضرورت پیش نہ آتی تو ابراہیم بیانہ میں پکڑا جانا باقی جس شخص نے ملک بنگال میں بغاوت کی تھی وہ محمد سور بنگالہ کا حاکم تھا اور جب کہ ہیمو بنگال عادل شاہ سے دوبارہ آکر ملا تو اُس کو یہہ بات دریافت ہوئی کہ مالوہ میں بغاوت قائم ہوئی اور ہمایوں بھی ہندوستان میں داخل ہوا چنانچہ اُس نے سکندر سور کو شکست دیکر دلی آگرہ پر قبض و تصرف کیا *

بارجود اِس بات کے کہ ہیمو بنگال کو یہہ خبر وحشت انر پہونچتی مگر بنگال کے نئے بادشاہ کے مقابلہ میں پورا پورا آمادہ رہا جو بنگالہ سے تھوڑی دور ادھر بڑھا چلا آیا تھا غرض ہیمو کامیاب ہوا اور محمد سور عین لڑائی میں مارا گیا *

اگرچہ بنگالہ کی بغاوت کا نام و نشان اب باقی نہ رہا مگر اور مقاموں کی بغاوتیں باقی رہیں اور جو نہایت بڑا خطرہ درپیش تھا وہ ہمایوں کے آگرہ میں آجانے اور قابض ہو جانے کا تھا اور جب کہ ہیمو وزیر اُس کا ہمایوں سے لڑنے بھڑنے کی تیاری کر رہا تھا تو ناگاہ اُس کو یہہ مزیدہ پہونچا کہ ہمایوں مر گیا اور اُسکا بیٹا محمد اکبر جو اُس وقت پنجاب میں موجود تھا جانشین اُس کا ہوا غرض کہ اِس انقلاب کے سنہی سے ہیمو کی بہت ہمت بلند ہوئی اور نشہ اُسکا ڈوبلا ہوا چنانچہ اُس نے محمد عادل شاہ کو جو ایک نام کا بادشاہ تھا چنار گدہ میں چھوڑا اور تیس ہزار آدمیوں سمیت آگرہ کو فتح کرنے اور غنیمت کو دہانے

کی غرض سے روانہ ہوا اور جس جس موافق ملکوں میں پہونچتا گیا وہاں کے لوگ اُس کے شریک و معاون ہوتے گئے چنانچہ اگرہ کو بعد ایک مہینہ صوبہ کے فتح کیا اور وہ مغلی فوج جو ہمایوں کے ساتھ آئی تھی تودہی بیگ کے زیر حکومت ہو کر دلی میں اکھٹی ہوئی مگر اس لئے کہ تودہی بیگ شکست کھا کر مہدان سے بھاگا تھا دلی میں تھر نسکا اور وہاں سے یہی بے تختاشا بھاگا اب ہیمر نے یہہ ارادہ کیا کہ لاہور کی جانب باگ اٹھا دی اور ہمایوں کے لوگوں کو جو پانی سے پتلے ہو رہے تھے صدمہ پہونچا دے *

جب کہ یہہ واقعہ پیش آیا تو اکبر کے سارے سرداروں کی یہہ مشورت ہوئی کہ گاہل کو لوٹ کر چلے جاویں مگر اکبر نے جو اس زمانہ میں تھرہ بوس کا تھا تمام کاموں کو بیرم خاں کی رائے و مرضی پر موقوف رکھا اور یہہ بیرم خاں ایک ایسا عمدہ سردار تھا کہ اوسکی عقل و شجاعت اور زور و قوت کی بدولت خاندان تیمور کی امیدیں قائم رہیں ہر جگہ بیرم خاں نے تھوڑے چھوٹے سرداروں کا کہنا نمانا اور ایک ایسی فوج ہمراہ لیکر جو فوج ہیمر کے مقابلہ میں بہت تھوڑی تھی ہیمر کے مقابلہ کو آگے بڑھا اور انجام اوسکا یہہ ہوا کہ بعد ایک بڑی لڑائی کے جو پانچویں نومبر سنہ ۱۵۵۶ ع کو پانی پتہ کے قریب واقع ہوئی اور ہیمر اُس میں جان توڑ کر لڑا اور کوئی دقیقہ اُس نے باقی نہ چھوڑا ہیمر والوں نے شکست فاحش کھائی اور خود ہیمر گرفتار ہوا *

جب کہ ہیمر عادل شاہ کے ہاتھ سے گیا تو اُسکے ساتھ ہی عادل شاہ کی وہ امیدیں بھی گئیں جو اپنی پہلے سلطنت پر دوبارہ قبضہ حاصل کرنے کی نسبت اُسکے جی جان سے لگی ہوئی تھیں چنانچہ عادل شاہ بہار و بنگال پر یہاں تک سلطنت کرتا رہا کہ ایک نہاد دعویدار بنگالہ میں پیدا ہوا اور عادل شاہ اُسکی لڑائی میں مارا گیا *

چوتھا باب

ہندوستان میں ہمایوں کی بحالی کا بیان

بیان اوں معاملوں کا جو ہمایوں کو ایران میں پیش آئی
 شاہ طہماسپ صفوی کے عہد سلطنت میں جو صفوی خطاب والے
 بادشاہوں میں سے دوسرا بادشاہ تھا ہمایوں ایران میں داخل ہوا تحقیق
 اس خاندان کی یہہ ہی کہ باپ اس بادشاہ کا یعنی شاہ اسماعیل صفوی
 درویشوں کے گھرانے کا تھا اور اُس گھرانے نے زہد و تقویٰ اور صلاح و
 پارسائی کی بدولت بڑا اعتبار اپنا پیدا کیا تھا چنانچہ اب بھی ایرانی
 لوگ اُنکی تعظیم و تکریم اس لئی کرتے تھے کہ وہ مذہب کے شیعہ
 تھے اور یہہ خاندان اُس مذہب کا اوجائے والا تھا اِسیلئے کہ شاہ اسماعیل
 اس خاندان کے پہلے بادشاہ نے اُس مذہب کے اصول قاعدے مقرر کیئے
 اور اصول قاعدوں کی رو سے رواج اُس کو دیا اگرچہ سنی شیعوں میں
 رومن کیتھاک اور پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی نسبت فرق و تفاوت بہت
 تھوڑا ہی مگر باوجود اس کے اُن کے آپس میں بڑی سخت عداوت اور
 نہایت بغض و کراہت واقع ہی اور ایرانیوں کی شدت اتفاق کی وجہ یہہ
 ہی کہ وہ جیسے ہم قوم ہیں ویسے ہی ہم مذہب بھی ہیں اور ایران
 کی سلطنت کے علاوہ اور کسی سلطنت میں وہ مذہب عموماً پایا نہیں جاتا
 اور اِسیلئے کہ شاہ طہماسپ اُن بانیوں کے سلسلہ کا صرف دوسرا بادشاہ
 تھا جنہوں نے بیخ و بنیاد اُس مذہب کی ڈالی تھی تو وہ اپنے دین کا
 پکا اور نہایت متعصب تھا اور ایسا مدد و معاون تھا کہ اُس مذہب کے
 بڑے حواریوں میں گنا جاتا تھا چنانچہ وہ مفصلہ ذیل معاملے جو اُسے
 ہمایوں سے برتنے اُنکا باعث یہی تھا کہ وہ اپنے دین و مذہب میں نہایت
 متعصب تھا اور جو رنگ دھنگ اُن کے آپس میں جاری رہے وہ ایسے ہی
 تھے جیسیکہ ایشیا کے خود مختار بادشاہوں میں جاری ہوتے ہیں بیان
 اُنکا یہہ ہی کہ شاہ طہماسپ کی جانب سے ہمایوں کا استقبال اچھی

طرح عمل میں آیا چنانچہ ہر صوبہ کے حاکم نے تعظیمِ تکریم اُس کی کی اور ہر بستی کے رہنماؤں نے استقبال اُس کا کیا اور ہر جگہ بادشاہی محلوں میں اُتارا گیا اور طرح طرح سے مہمانداری کی شرطیں ہجلائی گئیں مگر بارِ صفِ اِس تعظیمِ تکریم کے جو کمال احتیاط اور بڑے حفظ و مراعات سے عمل میں آئی تھی جب کبھی ہمایوں سے کوئی بات ایسی صادر ہو جاتی تھی کہ وہ شاہ کی مرضی کے موافق نہ ہوتے یا اُس کے ہونے سے بات اُسکی پھینکی ہوتے تو کچھ ادائی ہوئی ہوتی جاتی تھی اور تعظیمِ تکریم اُس کی صاف اُٹھائی جاتی تھی اگرچہ ہمایوں مہمانِ مبارک سمجھا گیا اور بڑی اُپریتہ اُس کی ہوئی مگر خاص دارالسلطنت میں داخل ہونے کی اجازت نہ تھی یہاں تک کہ کئی مہینے کے بعد اُس کی ملاقات ہوئی اور جس زمانہ میں ملاقات اُس کی ہوئی تھی تو اس نے اپنے معتمد سردار بیروم خاں کو شاہ کے پاس ایک پیغام دیکر بھیجا تھا چنانچہ اُس سردار کی قواضعِ تعظیم میں ایک ایسی بات پیش آئی کہ اُس کے پیش آنے سے ہمایوں کو بخوبی واضح ہوا کہ میں شاہ کے اختیار و قابو میں ہر طرح سے ہوں *

شاہ اسماعیل صغوی نے اپنے پیرو رفیقوں کی خاطر ایک تڑپتی ایسی ایجاد کی تھی کہ ظاہری علامت کی رو سے بھی میرے پیرو و باہم متفق رہیں اور اسی باعث سے ایرانی لوگ اُس خطاب سے مشہور ہوئے جو آج کل خطاب اُنکا مروج ہی ہے † اور اس فرقہ کی اس مخصوصہ علامت سے تمام مسلمانوں کو ایسی نفرت ہی جیسے کہ سترہویں صدی کے کالونی عیسائیوں کو تسمیہ اور صلیب کے نشانوں سے تنفر ہی *

† تمام ایرانی اِس ٹوپی کے سرخ ہونے کے سبب سے آپ کو قر لہاش یعنی لال سرودہ دانی کہتے ہیں ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ بابر بادشاہ نے جبکہ ایرانیوں کی رائے رضا پر کامیابی اُسکی موقوف تھی اُنکی تالیفِ قلوب کے لیٹی رواج اس خطاب کا چاہا مگر باوجود اسکی کہ کوئی مذہب کی بات اُس میں مخلوط نہیں تھی تمام مسلمان ایسی بگڑ گئے کہ بابر کو اندیشہ ہوا (ارسکائن صاحب کا ترجمہ بابر کی سرگذشتوں کا صفحہ ۲۲۳)

ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ بیرم خاں شاہ کے دربار میں حاضر تھا یہاں
 نے یہہ چاہا کہ یہہ ایلچی بھی وہ توہنی پہنے چنانچہ خود شاہ نے اپنی
 زبان سے ارشاد کیا مگر جبکہ بیرم خاں نے یہہ عذر پیش کیا کہ فدوی دوسرے
 بادشاہ کا ملازم ہی اور کوئی کام بغیر اُسکی اجازت کے اپنی طرف سے نہیں
 کر سکتا تو شاہ نے بظاہر یہہ فرمایا کہ تجھکو اختیار حاصل ہی مگر جی میں
 بہت ناراض ہوا اور ناراضی کا علانیہ اثر یہہ ظاہر ہوا کہ اُسنے تھوڑے
 سے متحورموں کو عین دربار میں بلوا کر سب کے سامنے قتل کروایا۔ اور
 ساری غرض یہہ تھی کہ اس نافرمان ایلچی کے جی میں زعب داب
 اُس کا بیٹھ اور ایک طرح کی ہیبت پیدا ہووے *

شاہ طہماسپ نے ہمایوں سے برابر ہی کی ملاقات کی اور طرح طرح سے
 وہ معاملے ہوتے جو اُسکی شان و منصب کے شایان اور ہمایوں کی قدر
 و منزلت کے مناسب تھے یہہ دونوں بادشاہ بیٹھے ہی تھے کہ شاہ نے
 ہمایوں سے کہام کہلا یہہ بات کہی کہ آپ اس توہنی کو ضرور ہی پہنیں
 جسپر ہماری اور آپ کی بھٹ و تکرار اب تک قائم ہی چنانچہ ہمایوں
 نے جو پہلے سے پہلے یہہ بات سمجھے بوجھ بیٹھا تھا کہ ایک نہ ایک
 روز اس توہنی کے معاملہ میں گفتگو ضرور ہوگی ہوشیاری دنیاداری ہوتی
 اور بطور معقول اُسکو سلام کر کے توہنی کا پہننا تسلیم کیا یہاں تک کہ جب
 ہمایوں نے اُس توہنی کو سرفراز کیا تو شاہ کے درباریوں نے نہایت
 خوشی سے شور مچایا اور دونوں بادشاہوں کو آداب تسلیمات پہنچا لا کر
 مبارکبادی کے فقرے ادا کیئے علاوہ اُس کے غالب یہہ ہی کہ مذہب کے
 مقدمہ میں بھی کچھ گفتگو درمیان آئی تھی مگر ہمایوں نے
 پورا پورا نمانا اِسلامیئے کہ جب شاہ دوسرے دن ہمایوں کے محل
 کے تلے سے کہیں جاتے ہوئی گذرا تو ہمایوں اُس کے سلام کی
 خاطر دروازہ پر کھڑا ہوا مگر شاہ ملتفت نہوا اور بدوں لبئے سلام کے ویسی
 ہی گذر گیا اور ہمایوں سخت ناراض اور متغیر ہوا اور اپنا سا نمونہ لیکر

چلا آیا بعد اُس کے ایک روز ایسا اتفاق ہوا کہ ہمایوں کے بارہ چچی خانہ میں اس پیغام کے ساتھ ایندھن بھیجتا کہ یہ بات یاد رہی کہ اگر تونے شیعہ ہونے سے انکار کیا تو ایسی لکڑیوں کا چٹنا بنایا جاویگا اور تو اُس میں جلایا جاویگا مگر ہمایوں نے بجواب اُس کے استقلال و انکسار سے یہ کہلا بھیجتا کہ یہہ نیازمند درگاہ الہی بعزم بیت اللہ آیا تھا سو آپ اب اجازت فرمائیں کہ منزل مقصود کو پہونچتی شاہ نے ہڑی سنگدلی برتی کہ صاف صاف یہہ کھا کہ یہاں یہہ (مر منظور ہی کہ سنیونکا نام و نشان باقی نہ رہی ہمایوں کو دیں اُس ملک و ولایت کا قبول کرنا ہڑیکا جہاں وہ آپ سے آپ آیا ہی ورنہ انکار و اصوار کا مزا پاویگا *

بعد اس تنبیہ و تہدید کے ایک قاضی ہمایوں کے پاس آیا جسکو ہمایوں کے سمجھانے اور کلام و گفتگو میں دبانے کو بھیجتا تھا چنانچہ قاضی نے تین کاغذ ہمایوں کے سامنی پیش کیئی اور علانیہ یہہ بات کہی کہ منجملہ ان تین کاغذوں کے جس کاغذ پر چاہو دستخط کرو مگر ہمایوں نے تینوں کاغذوں کو رد کیا اور اس قدر ہرہم ہوا کہ بے اختیار اپنے نوکروں کو پکارا تھا اور جب کہ قاضی نے مزاج اُسکا ہرہم دیکھا تو نرم نرم باتوں سے اُسکو تھنڈا کیا اور ایسی معتول تقریر پیش کی کہ اُس کے ذریعہ سے اپنے مطلب پر کامیاب ہوا یعنی دلیلوں اور برہانوں سے یہہ بات اُسکی جی میں بیٹھائی کہ آپ کو یہہ اختیار حاصل ہی کہ اپنے دیں اور مذہب پر جان اٹھنی نثار کریں مگر ہمراہیوں کی جان کھونیکا اختیار آپ کو حاصل نہیں بلکہ مواخذہ کی صورت درپیش ہی بقول شخصہ

اگر زمانہ نسازد تو با زمانہ بساز

اب بھی لازم ہی اور بھی فائدہ کی صورت ہی کہ آپ اُس بات کو قبول فرمائیں جسکا انکار آپ کے قبض و قدرت سے خارج ہی *

ہمایوں کی سرگشتوں کے لکھنی والی نے مضمون اُس کاغذ کا بیان نہیں کیا جسپر ہمایوں نے دستخط کیئی تھے مگر گمان غالب یہہ ہی کہ

اُسکو حلال و مضمون اُسکا دریافت نہیں ہوا باقی ابوالفضل نے اپنی ہوشیاری چالاکی سے دین مذہب کی تکرار و بحث کو یہاں تک قلم انداز کیا کہ اُسکی کلام سے اسقدر بھی پایا نہیں جاتا کہ دونو بادشاہوں میں کوئی دن بد مزگی بھی رہی ہاں یہ بات صاف معلوم ہوتی ہی کہ اُس کاغذ میں رفض کا قبول کرنا اور بلاد ہندوستان میں رواج اُسکو دینا اور قندھار کو حوالہ کرنا مندرج ہوگا چنانچہ پچھلی شرط پوری کی گئی مگر جب کہ دوسری شرط کا وقت آیا تو ہمایوں نے ایسا اُسکا فاسمکن سمجھا اور ایران کے ہماز کی پروا نہ کی باقی یہ بات کہ ہمایوں نے شیعہ کو قبول کیا یوں معلوم ہوتی ہی کہ وہ ارد بیل کو بقصد زیارت شیعہ صفی کے گیا جو سنیوں کی شان و دیانت سے نہایت بعید ہی * †

جب کہ اُس کاغذ کا چھگڑا طی ہوچکا تو شاہ نے دو مہینی تک ہمایوں کی بات نہ پوچھی اور بعد اُس کے جب پھر ملتفت ہوا تو ایسی بے اعتنائی اور بے اعتنائی برتی کہ اُن معاملوں میں بھی جو دین و مذہب سے علاقہ واسطہ نہیں رکھتی ایک طرح کی درشتی پائی جاتی تھی اسی اثناء میں ہمایوں کے بدخواہوں نے شاہ کے کانوں میں یہ بات دھونکی کہ جب ہمایوں سلطنت پر قائم تھا اور بات اُسکی بڑی ہوئی تھی تو اُس نے نجوم کے عمل سے سارے بادشاہوں کے طالع دیکھے تھے چنانچہ اُس نے اپنے آپ کو فرماں روا کے کشور ایران کی نسبت بڑا نصیبی والا ٹھہرایا تھا غرضکہ شاہ اس فتوے کو سنکر بہہکا ہوا اور ہمایوں کو دونا تنگ پکڑا بعد اُسکے جب ہمایوں نے وجہ بیان کی تو شاہ نے یہ طعنہ دیا

† منتنساب التواریخ میں بیان کیا گیا ہی کہ اُس کاغذ میں شیعوں کے عقاید مندرج تھے مگر ہمایوں نے اُسکی تسلیم کی یہ صورت نکالی کہ بازار بلند اُسکو پڑھا باقی ہاں یا نہیں زبان سے کچھ نہ کہی اور اسی کتاب میں لکھا ہی کہ ہمایوں نے شیعوں کی طرح نماز کا پڑھنا کچھ کچھ اختیار کیا تھا جسکی بابت سنی شیعوں میں بڑا اختلاف ہی *

کہ آپ اسی غرور و نخوت کی بدولت اس نوبت کو پہونچے کہ ملک سے گنواروں نے خراج کیا اور جو رو بہچے دشمنوں کے قبضہ میں رہے *
 اگرچہ تنہائی اور خلوت میں ایسے ایسے حرف درمیان آجاتے تھے مگر لوگوں کے دوبرو وہی تعظیم تکریم اس کی ہوتی تھی جو پہلے سے چلی آتی تھی چنانچہ بڑے بڑے شکاروں کے جلسے اور کھانے پینے کے ہنگامی ہمایوں کی مخاطب مرتب کیئی جاتے تھے یہاں تک کہ جب ہمایوں کی رخصت کا وقت قریب آیا تو اس نے نوازشوں کی مار ماروں اور عنایتوں کی بوچھاڑوں سے ہمایوں کو شور و بر کیا اور ایک مرتبہ ہاتھ اپنا اپنی چھاتی پر رکھ کر ہمایوں سے مخاطب ہوا کہ اگر پہلے چوکے آپ کی خاطر داری میں کوئی تقصیر ہوئی ہو تو آپ اسکو معاف کریں بعد اُسکے ہمایوں کو اس وعدہ پر رخصت کیا کہ بارہ ہزار سوار آپ کے ہمراہ جانے کے لئی سیستان میں حاضر رہیں گی مگر باوصف اس خاطر داری اور مہمان نوازی کے یہہ بات اُن دونوں کے نصیبوں میں لکھی تھی کہ ایک اور بد مزگی بدوں جو شاہ کی جانب سے ظہور میں آئی دونوں بادشاہ ایک دوسرے سے رخصت نہوویں چنانچہ بیان اُس کا یہہ ہی کہ ہمایوں سیدھا سرحد کی طرف نکلیا بلکہ داہیں باہیں ایران کے شہر و دیہات کو دیکھتا بھالتا جاتا تھا یہاں تک کہ شاہ اپنی قلمرو میں کسی کام کے لیئی سفر میں تھا تقذیر سے چلتا پھرتا وہاں آنکلا جہاں ہمایوں کے قہرے بڑے تھے قہروں کے دیکھتی ہی یہہ پکار اٹھا کہ کیا ہمایوں اب تک ہماری قلمرو سے باہر نہیں گیا اور اسیوقت ایک ایلچی ہمایوں کے پاس اس تاکید سے بھیجا کہ ابھی چالرس میل چلا جاوے اور کوئی حیلہ بہانہ پیش نہکے *
 بعد اُسکے جب ہمایوں سیستان میں داخل ہوا تو بارہ ہزار سواروں کی جگہ چودہ ہزار پائی اور شاہ کے بیٹی مرزا مراد کو سردار اُن کا پایا اس زمانہ میں ہمایوں کے بھائیوں مرزا کامران اور مرزا ہندال اور مرزا عسکری کی یہہ ضرورت تھی کہ کابل پر کامران متصرف تھا اور

مرزا ہندال نے قندھار پر چہایہ مارا تھا اور قابض بھی ہو گیا تھا مگر کامران نے دوبارہ قبضہ حاصل کیا تھا اور مرزا ہندال کے کوٹکوں سے درگزر کر کے غزنی کی حکومت آسکو عنایت کی تھی اور مرزا عسکری کو قندھار کا حاکم کیا تھا اور مرزا سلیمان نے اپنے رشتہ دار سے بدخشاں کی حکومت چھینی تھی جسکو بابر نے آس حکومت پر مقرر کیا تھا اور بلخ کا جنوبی حصہ بدخشاں کی قلمرو میں شامل اور بدخشاں کا شمالی حصہ بلخ سمیت اوزبکوں کی حکومت میں داخل تھا اور ادھر شیرو شاہ بھی اب تک چیتا جاگتا تھا اور اسی نظر سے ہمایوں کو ہندوستان پر حملہ کرنے سے بہت تہوڑی امید تھی *

جب ہمایوں ایران میں مقیم تھا تو صرف سات سو آدمیوں کی بھڑ بھار آسکے ہمراہ تھی اور جب بعد اُس کے ایرانیوں سمیت ہوست کے قلعہ پر اُس نے دھاوا کیا جو دریائے ہیلمند کے کنارے پر واقع ہی تو خاص فوج آسکی پہلی بھڑ بھار سے کچھ زیادہ نہ تھی غرض کہ وہ قلعہ فتح ہوا اور مارچ سنہ ۱۵۴۵ ع کو وہ فوج بلا رکارت آگئی بڑھی اور قندھار کی جانب روانہ ہوئی *

قندھار کی فتح کا بیان

جب کہ ایرانی قندھار کے لگ بھگ پہونچے تو اُنہوں نے لڑائی بھڑائی کے شوق ذوق اور اس لوہے لالچ کے مارے کہ مرزا عسکری قندھار کا خزانہ لیکر بھاگنی نپاوی خانہ جنگوں کی مانند ایسا بے طور و بے قاعدہ دھاوا کیا کہ محصوروں نے ان کو مار کر بھگایا مگر بعد اُس کے باقاعدہ محاصروہ عمل میں آیا اور پانچ مہینے تک قائم رہا یہاں تک کہ ہمایوں نے مرزا کامران کے پاس اس غرض سے بیرم خاں کو روانہ کیا کہ آسکو عہد و پیمان ہو آمادہ کرے مگر بیرم خاں کی ایلچی گری نے کچھ فائدہ نہ دیا اور دوڑ دھوپ اُس کی کچھ کام نہ آئی اور جب کہ افغانستان کے سرداروں اور باشندوں میں سے کوئی چھوٹا بڑا ہمایوں کے پاس نہ آیا تو ایرانی

لوگ افسردہ ہونے لگی اور اولتے پہر جانے کے چرچی کرنے لگے مگر ہمایوں کے نصیب آخر کو جاگی کہ مختلف مختلف درجوں کے لوگ ادھر ادھر سے کابل کو چھوڑ کر آنے لگی اور متحصروں کی یہ صورت ہوئی کہ کھانے پینے کی تنگی سے کچھ کچھ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے گئی اور باقی رہے وہ شہر کی فصیلوں سے لٹک لٹک کر کودے اور متحصروں کے پاس آگئے *

جب کہ یہ بڑی صورت پیش آئی تو مرزا عسکری اطاعت پر مجبور ہوا چنانچہ بابر کی ہمشیرہ ہمایوں عسکری کی پوری دونوں کے درمیان میں پڑی اور مرزا عسکری کی شفاعت کی اور عنو تنصیر اس کا چاہا فرض کہ ہمایوں نے عنو تنصیر کا وعدہ کیا مگر معلوم ہوتا ہی کہ ایک عرصہ تک مصیبتوں کے اٹھانے اور تکلیفوں کے چھیلنے سے ہمایوں کا جی بہتر ہو گیا تھا اور پہلے اس سے حالات اس کے ایسے تھے کہ ان کے دیکھنے بھالنے سے سمجھ بوجھ کی کوتاہی سمجھی جاتی تھی اور اب عقل اُسکی ایسی ہو گئی تھی کہ انکے صادر ہونے سے زیادہ برائی پائی جاتی تھی نمونہ اُسکا یہ ہی کہ مرزا عسکری کو اس بات پر اُسے مجبور کیا کہ تنگی تاوار اپنے گلے میں لٹکائے حاضر آوے اور نہایت منہ سماعت سے اطاعت ظاہر کرے بعد اُس کے جب یہ ہو چکا تو ہمایوں نے عسکری کو برابر بیٹھایا اور طرح طرح سے عنو تنصیر کے آثار اُس پر ظاہر کیئے اور ایک عام دعوت بالعمی اتفاق کی خوشی میں منعقد کی مگر یہ ساری باتیں بغض و عداوت سے معمور تھیں اس لیے جبکہ دعوت کی دھوم دھام ہوئی اور کسی نوع کا شک و شبہ باقی نہ رہا تو ہمایوں نے عسکری کے سامنے وہ حکم اُس کا پیش کیا جو ہمایوں کی گرفتاری کے لیے سرداران بلوچ کے نام اُس نے بھیجا تھا اور یہ جب کا حکم تھا کہ ہمایوں ایران کو بھاگا جاتا تھا بعد اُس کے مرزا عسکری کو قید کیا اور تین برس تک پا بزنچید اُس کو رکھا اور قندھار کا قلعہ خزانوں سمیت ایرانیوں کو حوالہ کیا

چنانچہ بعد اُسکے بہت سے ایرانی لوگ کو چلے گئے اور تھوڑی فوج اُن کی باقی رہ گئی مگر یہہ فوج اُن کی جو مرزا مراد کے زیر حکومت تھی بقول ابوالفضل کے قندھار کے باشندوں پر زور ظلم کرنے لگی اور بیان اُن واقعوں کا جو بعد اُس کے واقع ہوئے بڑے طول طویل عذروں سے ابوالفضل نے لکھا ہے مگر حقیقت یہہ ہے کہ وہ بیان اُسکا اُس کے خاص ذاتی مکر و فریب اور ہمایوں کے بڑے بڑے کوتاہوں کی رد سے ایسا ہے کہ توڑک تدموری میں بھی کوئی مقام ایسے واقعوں کے بیان میں ویسا پایا نہیں جاتا خلاصہ اُس کے بیان کا یہہ ہے کہ جب مرزا مراد یکایک اپنی موت مرگیا تو ہمایوں جو اب تک بھی شاہ طہماسپ کا ہم بہرتا تھا ایرانیوں کی اجازت سے شہر قندھار میں دوستانہ داخل ہوا اور قلعہ کے محافظ ایرانیوں کو قتل کیا اور باقی رہے سپہوں پر بڑی عنایت کی کہ اُن کو گھر جانے دیا + *

+ واقعات مذکورہ کو جس طرح ابوالفضل نے بیان کیا نمونہ اُسکا لکھا جاتا ہے اور یہہ نمونہ پرائس صاحب کے ترجمہ سے لیا گیا اگرچہ یہہ ترجمہ لفظی ترجمہ نہیں ہے مگر اصل کتاب کا مضمون اُس سے بشوہی واضح ہوتا ہے پہلے پہل ابوالفضل نے قندھار کے رہنے والوں کا اگرچہ وہ ہمایوں کی رعیت نہ تھے شاہی اور فریادی ہوتا مبالغہ سے لکھا ہے جن کی شکایتیں سرداران شاہ طہماسپ کی نسبت ثابت تھیں بعد اُس کے یہہ لکھا کہ یہہ فیاض بادشاہ یعنی ہمایوں اس مقدمہ میں چندے بہت متروک رہا کہ اگر ظالموں کو زور ظلم کا حرا چکھایا جارے اور غریب مظلوموں کا انتقام اُن نا خدا ترس ظالموں سے لیا جارے تو شاہ طہماسپ اپنے دوست سے بلا شک بگڑیگی اور بیٹھے ہاتھ رنج بساھتا پڑیگا اور اگر ظالموں کے ظلم ستم سے در گذر کیجائے اور پاداش و تدارک کی فکر نہ کی جارے تو ظالموں کا ظلم سو چند ہوگا اور مظلوموں کا نام و نشان باقی نہ رہے گا غرض کہ آخر کار اُس کے دل نے یہہ فتوے دیا کہ اگر پیچھے کام نہ ہوگا یعنی ظالموں سے بدلا نہ لیا جارے گا تو خدا کا غضب نازل ہوگا اور ناکہاتی آفت تریگی انتہی مگر جب کہ ہمایوں نے لڑائی بھڑائی کے بڑے نتیجوں کو سرچا اور بڑی بڑی جوکھوں کو سمجھا تو اپنے ارادوں کو مرزا مراد کے خود مرجانے تک مارا بعد اُس کے ہمایوں کو موقع ہاتھ آیا اور جو کچھ کرنا تھا وہ کیا بلکہ اُس نے ہر وقت تک اپنے مخالف ارادوں سے ایرانیوں کو مطلع نہ کیا اور یہی سمجھا

غالب یہہ ہی کہ ہمایوں اُن لا طایل مذروں کا محتاج اور ملت گذار نہ تھا چنگو ابوالفضل نے بہوار زور و شور اُس کی جانب سے بیان کیا اِس لیئے کہ ہمایوں کے لیئے یہہ ہی عذر کافی وافی تھا کہ اُن عہدوں کا پورا کرنا جو ہنجر و اکراہ اُس نے تسلیم کیئے تھے واجب و لازم نہ تھا مگر یہہ بات یاد رہے کہ یہہ تقریر اُس کے مذہب کے بدلنے سے متعلق ہو سکتی ہی باقی قندھار کے حوالہ کرنے سے تعلق نہیں رکھتی اِس لیئے کہ ملک قندھار اُس امداد و اعانت کا بدلاتھا جو شاہ طہماسپ کی جانب سے ظہور میں آئی تھی اور جب ہمایوں شاہ کی روک ٹوک سے پورا پورا آزاد ہو گیا اور اُس کے بعد اُس کی تائید و اعانت سے فائدہ اُٹھایا تو اُس نے قول و قرار کو از سر نو نہایت مضبوط و مستحکم کیا تھا غرض کہ ایسی عہد شکنی اور خلف وعدگی اور علاوہ اُس کے اُن نا معقول حرکتوں کی حیثیت سے جو عہد شکنی کے ساتھ اُس سے صادر ہوئیں اگر کافر نعمتی کا دھما نہ لگے تو دغا بازی کے داغ دھبے سے پاک صاف نہیں رہ سکتا *

جب کہ ہمایوں نے قندھار کے قبض و تصرف سے فراغت پائی تو عین سرما کے موسم میں کابل کی جانب روانہ ہوا اور عین راہ میں مرزا ہندال اُس کا بھائی اُس سے آکر مل گیا بعد اُس کے اور لوگ بھی بھاگ بھاگ آنے لگے اور استقر آئے کہ جب ہمایوں کابل کے قریب

گیا کہ اُس کے پیٹ میں کچھ نہ فساد نہیں یہاں تک کہ جب وہ لوگ ایسے غافل ہوئے کہ اُن کے دلوں میں شک شبہ کا کھٹکا نہ رہا تو ہمایوں نے اس تدبیر سے کام اپنا نکالا کہ پہلے پہل ایرانی قلعہ دار سے یہہ اجازت منگوائی کہ مرزا عسکری کو تھوڑے معافلوں سمیت اِس غرض سے قلعہ میں بھیجتا ہوں کہ وہ قندھار کے قلعہ میں تھوڑے دنوں مقید رہے چنانچہ قلعہ دار نے بلا توقف تسلیم کیا حاصل یہہ کہ معافلوں کے ساتھ اور نوچ بھی خفیہ خفیہ گئی اور جب کہ ایک دروازہ کے قبضہ پر چھکڑا قائم ہوا تو آپس میں تلوار چلی اور بہت سے ایرانی مارے گئے (پرائس صاحب کا ترجمہ جلد ۲ صفحہ ۸۹)

یہونچا تو کامران اُس کی تکر نہ اُٹھا سکا اور کابل کو چھوڑ کر بکر کو چلا گیا جو اٹک کے کنارے پر واقع ہی اور حسیں ارغونی والی سند کا دامن پکڑا بعد اُس کے ہمایوں کابل میں داخل ہوا اور اپنے نور چشم اکبر کو جزو دو تین برس کا تھا دو بارہ حاصل کیا *

بدخشاں کی مہم کا بیان

کابل میں کئی مہینے گزرے تھے کہ بدخشاں کا رولہ اُٹھا چنانچہ اُس نے بدخشاں کا ارادہ کیا جو مرزا سلیمان کے قبض و تصرف میں دوبارہ آیا تھا مگر روانگی سے پہلے اپنے چچ پیرے بھائی یادگار مرزا کا قتل کرنا قرین مصلحت سمجھا جو ابھی شریک اُس کا ہوا تھا اور نئی سازشوں کا شک شبہ اُسکی نسبت مشہور و مسلم تھا تھا مگر اِس قتل میں یہ بات تحریر کے قابل ہی کہ جب حاکم کابل کو ہمایوں نے یادگار مرزا کے قتل کا حکم دیا اور اُس نے صاف انکار کیا تو اور کسی آدمی کو وہ حکم دیا اور حاکم کابل کو نا فرمانی کی سزا دی *

ہمایوں بدخشاں میں کئی مہینے رہا اور وہیں تھا کہ کامران سند سے واپس آیا اور کابل پر چھاپا مارا اور جب ہمایوں کو یہ پوچھا لگا تو عین چاروں کے موسم میں بدخشاں سے روانہ ہوا اور کامران کی فوج کو شکست فاحش دیکر کابل کے اندر مستحضر کیا مستحضر کے زمانہ میں جو قیدی پکڑے گئے ہمایوں کے حکم سے گردن مارے گئے اور ہمایوں نے کچھ توڑ نہ کہا یا اور کامران نے بھی اِس بے رحمانہ قتل کے بدلہ میں ہمایوں کے قیدیوں کو بہت سخت ستایا یہاں تک کہ اُس نے ہمایوں سے یہ کہلا بھیجا کہ اگر تو ہوں کی مار مار ایسی ہی چندے رہیگی تو آپ کے صاحبزادہ اکبر کو جو دو بارہ ہاتھ آیا تھا توپ سے باندھ کر اوزا دیا جاویگا † غرض کہ آخر کار اپریل سنہ ۱۵۳۷ ع میں کامران

† ابوالفضل لکھتا ہی کہ کامران نے کسیکو خبر نہ کی اور اکبر کو توپ سے باندھ کر اوزا دیا مگر خدا تعالیٰ کی اُس عنایت کی بدولت جو معجزوں میں ظاہر ہوا

اسیامات پر معجزور ہوا کہ کابل سے ہاتھ اٹھائی چنانچہ رات کے وقت خفیہ خفیہ غوری میں بھاگ کر گیا جو بلخ کے جنوب میں واقع ہی بعد اُس کے جب ہمایوں کئی تھوڑی سی فوج نے یہاں تک اُس کا تعاقب کیا کہ اُس کو غوری سے نکالا تو وہ بلخ میں آیا اور اوزبکوں سے اعانت چاہی چنانچہ اُن کی امداد و اعانت سے بدخشاں پر دو بارہ قبضہ حاصل کیا حاصل یہ کہ انہیں قصے قصایوں میں گرمی کا موسم گذر گیا اور کثرت برف کے مارے آئندہ بہار تک ہمایوں کابل میں بیٹھا رہا اور کہیں کا ارادہ نہ کر سکا مگر جوں ہی کہ بہار کا موسم آیا تو بدخشاں کا ارادہ کیا اور کامران کو شکست دیکر ایسا تنگ کیا کہ وہ قاتقان کو بھاگا اور جب کہ کامران اوزبکوں کی اعانت سے مایوس ہوا تو اگست سنہ ۱۵۳۸ ع کو کام نا کام اُس نے اطاعت قبول کی مگر ہمایوں نے آدمیت برتی کہ بڑی اہمیت اور نیک نیتی سے پیش آیا چنانچہ جب کامران اور ہمایوں اور ہندال تینوں بھائی گھل مل کر باہم بیٹھے تو مرزا عسکری کو بھی قید سے رہائی ہوئی اور چاروں بھائی ایک دستہ خوران پر کھانے کو بیٹھے اور چاروں نے ایک ہی دستہ خوران پر نمک کھایا یعنی بعد اُس کے باہم پر خاش نہوگی اور اتفاق ہی رہے گا حاصل یہ کہ چاروں بھائی چاروں عنصروں کی مانند آپس میں خلعا ملط ہو گئے اور چندے متفق رہے *

ہوتی ہی اکبر سلامت رہا بعد اُس کے اُس نے تفصیل اُن معجزوں کی لکھی اور اُس نے واردات مذکورہ کو ہمایوں کی سرگذشتوں سے لیا اور ہمایوں کی سرگذشتوں کے مصنف نے فریقین کی اور بہت سی سنگدلیوں کو قلم بند نہیں کیا مگر اس مقدمہ میں یہ سوچ بچار ہی کہ ابوالفضل کے مقررہ کو غیر معتبر ٹھرانے کے لئے کوئی وجہ معقول پائی نہیں جاتی سرگذشتوں کے لکھنے والے نے بیان کیا کہ جب کامران کابل سے بھاگا تو ہمایوں نے کابل کے باشندوں کو اس قصور پر لٹوایا کہ اُنہوں نے دیوثائی کی تھی اور دشمن سے گھل مل گئے تھے مگر ابوالفضل نے اس واردات کو بیان نہیں کیا

ہمایوں کا بلخ پر حملہ کرنا اور کامران کا باغی ہو کر کوفتار آنا

بعد اُس کے ہمایوں کابل کو واپس آیا اور اگلے برس سنہ ۱۵۴۹ ع میں بلخ کا ارادہ کیا چنانچہ سنہ الیہ میں بلخ کی جانب روانہ ہوا جو اوزبکوں کا مفتوحہ مقبوضہ تھا معلوم ہوتا ہی کہ اب ہمایوں کو اس قدر ہمت و قوت حاصل تھی کہ وہ بڑی بڑی مہموں کا ارادہ کرنے لگا چنانچہ اُس نے قلعہ ایبق کے فتح کرنے پر ماوراء النہر کے دبانے کا مشورہ کیا حاصل یہ کہ ہمایوں بلخ میں داخل ہوا اور خاص شہر کے محتافظوں کو مار پیست کر بھگایا جو حملہ کی غرض سے بیرون شہر آئے تھے مگر اسی غرض میں قوت پھرت ہمایوں کو یہہ پرچہ لگا کہ کامران پھر باغی ہو گیا اور کابل والوں کو دھمکارا ہی ہمایوں مضطرب ہوا اور کابل کی جانب باگ اٹھائی مگر اوزبکوں نے ایسا پیچھا دیا کہ وہ مراجعت فرار کی صورت ہو گئی چنانچہ فوج اُس کی پروا نہ ہوئی اور بڑی مصیبتوں کے بعد ایک قرار گاہ میں پہونچی اور یہہ ایسی مصیبت بھٹی اٹی تھی کہ اچھے اچھے وفاداروں کی وفاداری کو دھبہ لگا یہاں تک کہ ایک ایسی لڑائی میں جو کامران سے بہت ہی جلدی بڑی بعضے بڑے بڑے سردار اوسکو چھوڑ کر چلے گئے اور اُنکے چلے جانے سے ایسی شکست اُس نے کھائی کہ خود جان سے گیا ہوتا یعنی کامران کے ایک سپاہی نے ہمایوں کو زخمی کیا اور جب دوسرا زخم اُس نے لگایا چاہا تو ہمایوں نے انکھیں نکال کر اُس نے ہاک سفاک کو قاتل اور یہہ پکار کر کہا کہ او نابکار بد شعار تیرا یہہ مندور کہ تو ہاتھ اپنا ہمپر اڑھتا ہے غرضکہ وہ سپاہی ہمایوں کی لاگ قاتل سے ایسا ڈر گیا کہ ہتھیار اُسکے ہاتھ سے گرا اور دوبارہ ہمایوں سے مزاحمت نہ کر سکا یہہ لڑائی سنہ ۱۵۵۰ ع کے نصف نصف پر واقع ہوئی بعد اُسکے ہمایوں صرف گیارہ آدمیوں سمیت اُس لڑائی کے کہیت سے بھاگا جنہیں ہمایوں کی سر گذشتوں کا

مصنف چوہدر بھی داخل تھا حاصل یہ کہ ہمایوں نے طرح طرح کی مصیبتیں اٹھائیں اور زخم کی تکلیفیں دیکھیں اور گرتا پڑتا بدخشاں کو روانہ ہوا جہاں مرزا سلیمان نے بڑی گر متحوشیوں سے پہلے ہی مرتبہ بہت سی امداد اُسکی کی اور جب کہ ہمایوں کھیت سے بھاگا تو کامران نے کابل پر پہرہ قبضہ کیا اور اکبر بھی دوبارہ اُسکو ہاتھ آیا مگر بعد اُسکی پنجہلی لڑائی میں ہمایوں کے نصیبیوں نے یادری کی کہ سنہ ۱۵۵۱ع میں کامران اپنی چنگھ سے بھاگا اور خلیو کے پہاڑوں میں پتھانوں کے پاس اُس نے تھکانا ڈھونڈا اور کابل اور علاوہ اُس کے اور ایسے ملک جو پہاڑوں سے خالی تھے ہمایوں کے مستحکم و مطاع ہوئے *

بعد اُس کے ہمایوں نے خلیلوں پر یورش کی جو خلیو کے پہاڑوں میں کامران کے حامی ہوئے تھے چنانچہ اُن پہاڑیوں نے رات کو دھارا کیا اور مرزا ہندال اُس دھارے میں مارا گیا اور خود ہمایوں بسورت کے قلعہ میں بھاگ کر آیا جو کابل اور پشاور کے رستہ میں پڑتا ہی مگر پہاڑیوں نے ہمایوں کا تعاقب نہ کیا اور بھاگنے کو بھاگنے دیا بعد اُس کے ہمایوں نے ایسے اڑے وقت میں قصد اُن کا کیا کہ کامران کی دعوتوں کی دھوم دھام ہو رہی تھی اور مختلف مختلف گروہ اُسکی ضیافت میں مصروف تھے غرض کہ اُس نے پتھانوں کو شکست فاحش دیکر کامران کو ہندوستان کے جانے پر مجبور کیا یہاں تک کہ سنہ ۱۵۵۲ع میں وہ ہندوستان کو آیا اور شیرو شاہ کے جانشین سلیم شاہ کا دامن پکڑا مگر جب کہ سلیم شاہ نے اعانت کی حامی نہ بھری تو لاچار ہو کر گاگروں کے بادشاہ کا ملنچھی ہوا گاگروں کے بادشاہ نے دغا بازی کی کہ ماہ ستمبر سنہ ۱۵۵۳ع مطابق رمضان سنہ ۹۶۱ ہجری میں اُسکو ہمایوں کے حوالہ کیا جسپر کابل کے چھوڑنے سے تین برس کا عرصہ گذرا تھا اگرچہ بار بار کے قصوروں کی حیثیت سے کامران اسی قابل تھا کہ وہ فوراً گردن مارا جانا مگر وہ سلوک ہمایوں کا جو گاگروں کی سپردگی کے بعد اُس نے کامران سے پرتا قصوروں کے لحاظ سے پسند کے قابل نہیں ہی *

ہمایوں گاگروں کی سلطنت میں کامران بے سروریا اسیر پہنچے بلا کے لینے کے لیے آیا چنانچہ جب وہ ہمایوں کے روبرو پیش کیا گیا تو بہت لٹجائے شرمائے سمجھے سمجائے سامنے آیا مگر ہمایوں نے اسوقت اذیت برتی کہ اُس شامتِ ندامت کے مارے کوداھیں جانب اپنی برابر بٹھایا اور نہایت نوازش سے پیش آیا یہاں تک کہ تھوڑی سی دیر میں ایک تروڑ اہل جلسہ میں تقسیم ہوا اُس میں سے جستدر ہمایوں کے حصہ میں رہا اُس میں سے ادھا ہانت کر کامران کو دیا بعد اُسکے شام کو راگ ناچ کا جلسہ ہوا اور دونوں بھائی ہنسی خوشی باہم بیٹھے اور آپس میں تہمتہ اُڑاتے اور ہنسی تہتول کی باتیں کرتے رہے غرضکہ وہ رات اور دوسرا دن ہنسی خوشی میں گذر گیا اور درونی کدورتوں نے ظہور نہ کیا مگر اس عرصہ کے درمیان میں ہمایوں کے بعضے صلاح کاروں نے ہمایوں سے یہ امر دریافت کیا کہ بھائی کے مقدمہ میں کیا کرنا منظور ہی تو ہمایوں نے یہ جواب دیا کہ پہلے گاگروں کے بادشاہ کو راضی خوشی کرنا چاہیئے بعد اُس کے جو وقت کے مناسب ہوگا وہ عمل میں آویگا *

تیسرے دن گاگروں کا بادشاہ اودھر راضی ہوا اور ادھر یہ صلاح تھری کہ کامران کو اُنکھوں سے معذور کرنا عین مصلحت ہی ہمایوں کی سرگذشتوں کے مصنف نے کامران کی اُن سخت تکلیفوں کو جو عین اُس کے اندھا کرنے کے وقت اُس کو پیش آئیں تفصیل وار اسلیئے لکھا ہے کہ خاص اُس کو بھی یہ حکم تھا کہ اوسکے اندھا کرنے کے وقت آپ اپنی آنکھوں سے حاضر ناظر رہے چنانچہ وہ لکھتا ہی کہ پہلے پہل اس اوکھ کام کو کسی نے اختیار نہ کیا اور اسلیئے کہ یہ حکم اوسنے چلتے چلتے دیا تھا تو ایک سردار اُس کے پیچھے گیا اور ترکی زبان میں آسے یہ عرض کیا کہ اس کام کے پورے کرنے میں بڑی دشواری پیش آئی ہے کہ کوئی شخص اُس کو قبول نہیں کرتا ہمایوں نے بہت ہوا بھلا کہہ کر یہ جواب دیا کہ خود تو نے کیوں نہ کیا غرضکہ وہ سردار واپس آیا اور

گامراں کو نہایت رنج و ملال کے ساتھ وہ حکم سنایا بعد اُسکے گامراں کی آنکھوں میں بار بار اشکریں ڈبوئے گئے اور وہ ویسے ہی لیتا رہا اور صبر و سکون سے پہلے گیا منکر جب کہ اُسکی زخمی آنکھوں میں نیپو کا نیچور تپکایا گیا اور نمک بھی چھڑکا گیا تو وہ بے ساختہ چلا اٹھا اور خدا تعالیٰ کی جناب میں بہت گڑگڑا کر کہنے لگا کہ پاک پروردگار اب میں نے ان گناہوں کی سزا پوری پوری پائی جو میں نے دیدہ و دانستہ کیئے تھے باقی اب عاقبت کی بھلائی چاہتا ہوں وہاں تو مجھے پُر رحم کرنا *

جب کہ سرگذشتوں کے مصنف نے یہہ حال زار اُسکا آنکھوں سے دیکھا تو اُسکو ٹھہرنے کی طاقت نہ رہی اور کایجہ تھامی ہوئی ڈیرے کو چلایا اور برا مورنہ بنا کر بیٹھا بعد اُس کے ہمایوں نے اُس کو طلب کیا اور بلا اجازت آنے کی وجہ دریافت کی اور جب اُس نے یہہ بیان کیا کہ کام پورا ہو چکا تھا تو بادشاہ نے یہہ فرمایا کہ اب ڈیرے جانے کی حاجت نہیں بعد اُسکے ایک چھوٹی سے کام کا اُسکو حکم دیا اور پھر اُس واقعہ کی بات بھی نہوچھی غالب یہہ ہی کہ واقعہ مذکورہ کے واقع ہونے سے انشراح خاطر کی نسبت انتہائے اُسکو زیادہ حاصل ہوا ہوگا اور جن صورتوں میں یہہ کام اُس سے صادر ہوا اُن خاص صورتوں کے لحاظ و حیثیت سے یہہ معاموم ہوتا ہی کہ یہہ کام آسانی طبیعت کی خواہش سے نہیں کیا بلکہ خاص صورتوں کی ضرورت سے وہ اُسکا مرتکب ہوا اور کوئی بات اُسکی سوائسوجھی کہ وہ بھائی کو اندھا کرے اور اُس کے کہتوں سے ہمیشہ کے لپٹی نیچیت ہو کر بیٹھے اس لپٹی کہ وہ حقیقت میں ستمکار اور ناخدا ترس تھا بلکہ اگر وہ یورپ کا ایسا بادشاہ ہوتا جسکے اختیار یکم تمام متحدوں و معین ہوتے ہیں تو چارلس ثانی شاہ انگلستان سے زیادہ ستمک و خونریز اور مکار و فریب انگیز نہ ہوتا *

جب کہ گامراں کا خوف خطر باقی نہ رہا تو اُسکو کعبہ جانے کی اجازت دی گئی چنانچہ وہ وہاں پہونچ کر خدا کو پکارا ہوا بعد اُسکے

ہمایوں نے کشمیر کا ارادہ کیا مگر جوں ہی کہ اُس کے کانوں میں سلیم شاہ کے بڑھئی آنے کی بھینک پڑی تو وہ کابل کو لوٹ گیا اور اگلے برس کو کابل کی سیر تماشی میں صرف کیا اسی عرصہ میں سلیم شاہ مر گیا اور اُس کے جانشین کی بے انتظامی سے ملک اُس کا پانچ حصوں پر منقسم ہوا اور ہر حصہ میں نئی سلطنت قائم ہوئی *

ہمایوں کا دلی آگرہ پر قابض ہونا اور اِس جہان سے

انتقال کرنا

منجملہ اُن پانچ بادشاہوں کے جو سلیم شاہ کے مرنے پر قائم ہوئے تھے سکندر شاہ والی پنجاب نے ابراہیم شاہ دلی آگرہ کے غاصب کو شکست فاحش دیکر دلی آگرہ سے خارج کیا تھا اور عادل شاہ اعلیٰ بادشاہ اُن دونوں حریفوں سے لڑ چھڑ رہا تھا غرض کہ جب ہندوستان کے یہ نقشہ تھے تو ہمایوں کے حق میں اس سے بہتر موقع کوئی نہ تھا مگر در یافت ہوتا ہی کہ پہلی شامتوں کے پان کر نے سے ہمایوں کی دلی میں بڑے بڑے خیال آتے تھے اور ہندوستان کی طرف اوسکا جی نہ اوبھرتا تھا چنانچہ جب تک ڈال و شکون اور دلیل و حجت سے دل اوسکا بڑھایا نہ گیا تب تک اُسے ہندوستان کا ارادہ نکلا مگر جب کہ اُسے یہ بھاری بوجھ اٹھایا تو بڑی چابکی چالاکی سے کام اپنا ہوا کیا چنانچہ جنوری سنہ ۱۵۵۵ ع کو ہندو ہزار سوار اپنے ہمراہ لیکر کابل سے روانہ ہوا اور پنجاب پر دھاوا کیا اور سکندر شاہ کے عامل کو شکست دیکر لاہور پر قابض ہوا اور تھوڑے دنوں تک صوبہ مذکور کے بندوبست کے لئیے تیار رہا *

بعد اُس کے سہوند پر خود سکندر شاہ سے لڑا جو بہت سی فوجیں لیکر آیا تھا اور پوزی فتح حاصل کر کے آگرہ پر قبضہ کیا اور سکندر شاہ ہمالیہ کے پہاڑوں میں پھاڑا مگر تھوڑے دنوں گزرنے پر سکندر شاہ نے خروج

کیا اور بیڑم خاں کے ساتھ اُس کے مقابلہ کی غرض سے اکبر شاہزادہ ہنجناب میں بھیجا گیا *

اگرچہ ہمایوں اپنی اصلی سلطنت پر بحال ہوا اور اُسکی سلطنت کا تہوڑا حصہ ہاتھ اُسکو آیا مگر باوصف اِس کے اُسکی عمر نے اتنی وفاداری نہ کی کہ وہ اُس تہوڑے حصہ کا مزا اُٹھا تا چنانچہ دلی میں دوبارہ آنے پر چھ مہینے گذرے تھے کہ ایک ایسا امر پیش آیا جسکی ضرورت سے موت اُسکی اُپھونچتی بیان اُس کا یہ ہے کہ کتب خانہ کی چھت پر ہمایوں ٹہل رہا تھا اور نیچے اُترا چاہتا تھا اور زینہ سے اترتا تھا کہ موذن کی آذان اُس نے سنی اور وہ سنتے ہی تھر گیا اور جواب آذان کا پرھنے لگا اور جب تک موذن فارغ نہوا تب تک زینہ پر بیٹھا رہا بعد اُس کے جب لاٹھی کے سہارے اُٹھنے لگا تو اِس باعث سے کہ ایسے مکانوں کے زینہ باہر کی جانب واقع ہوتے ہیں اور علاوہ اُسکے نخود درجی بھی تنگ اور چھوٹی بنائے جاتے ہیں اور بیرونی فصیل کے علاوہ جو وہ بھی ایک چھوٹی سی ہوتی ہے کوئی اوت آز نہیں ہوتی سنگ مرمر کی سیڑھیاں لاٹھی کے پھسلنے سے پائو اُسکا پھسلا اور فصیل کی جانب سر کے بل نیچے گرا اور گرے کے ساتھ اوسان اُس کے کھوئے گئے اور چوت کی سختی سے کم سم رکھیا بعد اُس کے ہوش تو اُنی مگر چوت اُسکی اچھی نہ ہوئی چنانچہ چوتھے دن گذر گیا *

منظر عہ

چار دن کی زندگی پر کیا بہرہ رسہ کھینچے

انتقال کے روز اُسکی عمر اُنچاس برس کی تھی منجملہ اُس کے چھبیس برس بادشاہ رہا اور اُن چھبیس برسوں میں وہ سولہ برس بھی شامل ہیں جو ہندوستان سے اُدھر آدھر باہر گذرے *

عمدہ عمدہ باتوں کے رواج و رونق دینے کے لئے ہمایوں کو تہوڑی فرصت ہاتھ آئی اور وجہ اُس کی یہ ہوئی کہ اُس کی سلطنت کے رنگ دھنگ اچھی طرح نہ بیٹھے تھے اُس کے اُس کے ذاتی حالوں میں

یہی کوئی بڑی بات اس بات کے سوا نہیں پائی جاتی کہ وہ اخوند میر
ایوانی مشہور مورخ جو بابر کے دربار میں ہندوستان کی چڑھائی سے
تھوڑے عرصہ بعد آیا تھا ہماریوں کی اس فوج میں مرگیا جو گجرات پر
چڑھ کر گئی تھی *

اتھواں حصہ

اسباب کے بیان میں کہ اکبر کی تخت نشینی تک
ہندوستان کا کیا حال تھا

پہلا باب

واضح ہو کہ یہ بات ان سلطنتوں سے متعلق ہے جو دہلی کی
شہنشاہی بگڑنے پر ہندوستان میں قائم ہوئی تھیں اور اس لیے کہ ہم
اب اس زمانہ کے لگ بھگ پورنچے جس میں تمام ملک ہندوستان کا
ایک حکومت سے متعلق ہوا اور اس کے مختلف باشندوں کے باہمی
واستاء علاقوں میں طرح طرح کی تغیر واقع ہوئی تو اب یہ مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ جیسے جیسے گزروں کے وہ حالات اب دیکھ جائیں
جو عہد مذکور سے پہلے پائی جاتے تھے اور جہاں بین اس واقع
حال کی بنیادی کیجئے جو انقلاب مذکورہ صدر کے شروع شروع میں
پایا جاتا تھا *

محمد تغلق کے عہد دولت میں دہلی کی شہنشاہی شمال و مشرق
میں کوہ ہمالہ تک اور شمال و مغرب میں دریائے اتک تک اور مشرق
و مغرب میں سمندر تک محدود و منحصر تھی اور کہہ سکتے ہیں کہ
اسکی جنوبی حد میں اس تنگ دراز خطہ کے علاوہ جو جنوب و مغرب
میں واقع ہے تمام جزیرہ نما دکن داخل تھا غرض کہ اگر بدینی سے
رامیشور تک ایک سیدھا خطہ کھینچا جاوے تو خطہ مذکورہ کی بڑی
بہائی حد قائم ہو سکتی ہے مگر مذکورہ بالا حدوں میں ایک بڑا خطہ
مطابق نہوا باقی دوسرے خطہ کی نسبت جہاں بین نہیں کی گئی *
وہ خطہ جو جہاں بین سے باقی رہا اور جسے کا ملک تھا جس میں
بڑے بڑے جنگل واقع تھے اور طول اس کا گنگا کے دھانے سے گوداوری دریا

تک پہنچا ہوا تھا جو پانسر میل سے کم طول رکھتا ہی اور عرض اُس کا کسی جگہ میں تین سو میل کا اور کسی جگہ چار سو میل کا ہی اور راجپوتوں کا ملک اب بھی بخوبی مطیع نہوا تھا جو شمال و مغرب میں اتریسہ کی نسبت نہایت چوڑا چکلا واقع ہوا تھا *

جب کہ متحدہ تغلق کی حکومت میں فساد واقع ہوئی اور انتظام حکومت کا بے بھروسہ ہو گیا تو اُسی زمانہ میں تلنگانہ اور کرناتا کے راجی خود مختار ہو گئے اور تھوڑے دنوں پہلے یہ صورت واقع ہوئی تھی کہ تلنگانہ کا راجہ ورنگول سے نکالا گیا تھا اور جنوب کو جانے ہو مچھور کیا گیا تھا اور اب کہ اُس نے میدان خالی پایا اپنے موروثی ملک پر قبضہ کیا اور کارناتا کا راجہ اُس نئے گھرانے سے منسوب تھا جس نے آپ کو خاندان بلال دیو کی جگہ قائم کر کے بیجا نگر واقع ساحل دریائے تمبادرہ کو دارالحکومت ٹھہرایا تھا غرض کہ ان دونوں راجاؤں نے مسلمانوں کی حدود حکومت کو جنوب میں دریائے کشنا تک اور مشرق میں حیدر آباد کے نصف النہار تک پہنچے دیا تھا اور دکن کے جنوبی حصوں کو بھی دبا بیٹھے تھے اور ایسی حکومتیں قائم کی تھیں کہ مسلمان ہمسایوں کی حکومتوں سے براہری کا دعویٰ رکھتی تھیں منجملہ اُن کے بیجا نگر کی حکومت پہلے ہی سے بہت بڑی ریاست تھی اور ورنگول کی حکومت کی نسبت بہت دنوں تک قائم رہی اور روزِ زوال سے پہلے پہلے ایسے جاہ و جلال کو پہونچتی تھی کہ مسلمان بادشاہوں کے دھاروں سے پہلے جو کشور ہندوستان پر واقع ہوئے کسی خاندان کی حکومت کو وہ بات حاصل نہ ہوئی تھی *

سنہ ۱۳۴۴ ع میں تلنگانہ اور کرناتا پر ہندو دوبارہ قابض ہوئی اور اِس قبضہ سے پہلے پہلے سنہ ۱۳۴۰ ع کے قریب بنگالہ میں بغاوت ہو چکی تھی اور بعد اُس کے سنہ ۱۳۴۷ ع میں وہ بڑی بغاوت دکن میں واقع ہوئی جس کے پہلنے سے دلی کی حکومت زبردست زار و زخمی *

سنہ ۱۳۵۱ ع میں محمد تغلق مرگیا اور سلطنت کی تباہی نے بڑھنا موقوف کیا مگر چودھویں صدی کے آخر میں تغلقوں کے پہلے بادشاہ محمود کی کم سنی کے باعث سے مالوا اور جونپور اور گجرات خود مختار ہو گئی چنانچہ جونپور کی حکومت میں وہ ملک شامل تھا جو گنگا کے کنارے کناری بنگالہ سے اودھ کے وسط تک پھیلا ہوا ہی بعد اُس کے تھوڑے عرصہ گزرنے پر سنہ ۱۳۹۸ ع میں تیمور لنگ نے چڑھائی کی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی سہ صوبہ بھی دلی کی حکومت سے نکل گئی اور یہاں تک نوبت اُسکی پہونچتی کہ وہ حکومت چند میلوں میں محدود ہو گئی *

ممالک مذکورہ بالا کے دوبارہ مقبوضہ مفتوحہ ہونیکا بیان اور ہوجکا اور اب ہم اُنکے ایسے حالات کا بیان کریں گے جو بیچ کے زمانہ سے علائقہ رکھتے ہیں اور نیز اُسوقت کے حالات کا جو اکبر بادشاہ کے عہد دولت میں ممالک مذکورہ سے متعلق + تھے بیان کریں گے *

منجملہ ممالک مذکورہ کے دکن کی مملکتیں اسباب کی مستحق ہیں کہ سب سے پہلے حال اُنکا بیان کیا جاوے *

دکن کی حکومتوں کا بیان

بہمنی سلطنت کا بیان

بہمنی سلطنت کا بانی حسن گانگوٹی کامیاب بغاوت کا سردار تھا جو محمد تغلق کے عہد حکومت میں بڑھا ہوئی تھی چنانچہ حسن گانگوٹی کے مرنے پر تاج تخت اُس کا وارثوں کو نصیب ہوا اور سنہ ۱۳۴۷ ع سے لغایت سنہ ۱۵۱۸ ع یعنی ایکسیر اکتہر ہوس تک تیرہ پشتیں اُسکی برابر حکومت کیٹے گئیں *

+ جرکہ ان مختلف حکومتوں کے حالات مختلفہ کا بیان کرنا ہندوستان کی تمام تاریخ کے لیٹی چنداں ضروری و لایدی نہیں تو اسی نظر سے حالات اُنکے ایک تہہ میں بیان کیے گئی اور خاص متین میں اُنکے خلاصے اور نتیجے قلم بند ہوئی

بیجانگر اور درنگول کے راجی دلی والوں کے مقابلہ میں بہمنی والوں کے شریک ہوئی چنانچہ جب ان تینوں ریاستوں کو عام دشمن سے نجات حاصل ہوئی تو وہ باہمی نفرت جو بحکم ضرورت چند روز افسردہ بڑھ کر بڑی تہی رفتہ رفتہ شکستہ ہوئی یہاں تک کہ باہم لڑائیاں قائم ہوئیں اور بہت دنوں تک قائم رہیں مگر مسلمان غالب آئی چنانچہ انہوں نے اُس ملک کو فتح کیا جو بیجانگر سے دریائے کشنا اور تمبارا کے بیچ میں واقع تھا اور درنگول کی ریاست کو خاک میں ملادیا اور اپنی سلطنت کے زوال سے پہلے اتریسہ کا تھوڑا سا حصہ حاصل کیا اور مشرق میں محصورلی پاتم اور مغرب میں مقام کوٹیا تک اپنا قبضہ پھیلایا *

لڑائیوں کے دیر تک قائم رہنی اور گالی گالی آہسکی رقابت سے جو عام دشمن کے مقابلہ کے لیے ظہور میں آتی تھی مسلمانوں کے وہ مغرور برتاؤ بہت کم ہو گئی جو ہندوؤں سے برتے جاتے تھے چنانچہ ہندو مسلمان آپس میں ایک دوسری کی خدمت کرنے لگی یہاں تک کہ جب شاہ مالوہ نے بہمنی سلطنت پر حملہ کیا تو بارہ ہزار افغان اور راجپوت اُسکی فوج میں شامل تھے جو چھٹی چھٹی بہادر اور اچھے اچھے دلاور تھے اور بیجانگر والی دیوراج راجہ نے مسلمانوں کو بھرتی کیا اور اُنکی سرداروں کے لیے جاگیریں مقرر کیں اور اُنکے دل بڑھانے کو خاص اپنی دارالسلطنت میں مسجد بنوائی *

درباری اور فوجی سنی شیعوں کے خلاف کا بیان

بہمنی خاندان کی تاریخ اُن نزاعوں سے معمور و مشحون ہی جو اُس کے لشکر کے دیسی اور ہودیسی لوگوں میں برپا ہوئی تھیں ایشیا کی اکثر سلطنتوں کا یہہ قاعدہ ہی کہ پہلی رعایا کے مقابلہ میں بادشاہ اپنی فوج کا اعتبار کرتا ہی اور بعد اُسکے باقی فوج کی نسبت خانہ زاد فوج پر اعتماد اپنا رکھتا ہی اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہونچتی ہی کہ یہہ خانہ زاد اُسکی بادشاہت کو دبا بیٹھتی ہیں مگر دکن کا یہہ نقشہ تھا چنانچہ جس فوج کی بدولت خاندان بہمنی سلطنت کو پہونچا تھا

وہ ہردیسی لوگوں سے مرکب تھی اور معلوم ہوتا ہے کہ کوئی گروہ اس سلطنت کی فوج کا ایک دوسرے سے زیادہ معتمد نہ سمجھا جاتا تھا بلکہ رفتہ رفتہ دیسی لوگوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی تھی اور ایسی برابر تلی تھی کہ منجمد دیسیوں اور ہردیسیوں کے کوئی گروہ سلطنت پر حاوی نہ تھا *

جب کہ دلی کی شہنشاہی سے یہ حکومت علاحدہ ہوئی تو ہردیسی فوج میں مسلمان مغل اکثر بھرتی تھے اور بعد اُسکے فرشتہ والی کے بقول ایرانی اور ترکی اور جارجیا اور سرکیشیا کالک والی اور علاوہ اُن کے تاتاری بھی داخل ہوئی تھے اور بہت سے لوگ انہیں سے شیعہ تھے اور اختلاف نسل کی نسبت مذہب کے اختلاف سے دیسیوں اور ہردیسیوں میں قصے قصائے برپا ہوئے اور ملک حبش سے جو لوگ اُجرت پر مغربی سواحِل کے بندرگاہوں میں وارد ہو کر کثرت سے آتے تھے اور غالباً سنی المذہب لگے ہوتے تھے وہ ہمیشہ دیسی فوج کا ساتھ دیتے تھے *

علاؤالدین ثانی کے عہد دولت میں سنہ ۱۲۳۷ع میں دیسی اور ہردیسی فوجوں کی عداوت نہایت کو پہونچتی چنانچہ اُس کے خلاف سے لشکر میں بھرت پڑی اور انتظام اُس کا بگڑ گیا اور جیسے کہ درباری فزاعوں سے حکومت کا نقصان ہوتا تھا ویسے ہی فوج کے خلاف اور نقاتوں سے لڑائی میں سلطنت کو مضرت پہونچتی تھی اور جب تک کہ وہ قوی بادشاہوں کے تحت حکومت رہی تو اُن کی دیکھ بھال اور اور لاگ ڈانٹ کے مارے چنڈی تھمی رہی مگر جب کہ یہہ خاندان اختتام کے الگ بھگ پہونچا اور محمود بادشاہ ہوا تو وہ کسزوری کے مارے کبھی ہردیسی فوج کا کھلونا ہو جاتا تھا جو یوسف عادل خاں ترکی کے زیر حکومت تھی اور کبھی دیسیوں کے داؤ پر چڑھ جاتا تھا جو نظام الملک بھٹوری نو مسلم زادہ کے ہاتھ تلے رہتے تھے *

۱ سمندر کی راہوں سے ہردیسی فوج میں بھی نئے نئے لوگ اور ملکوں کے اکثر بھرتی ہوتے تھے مگر عربوں کے کم آنے کی وجہہ بیان کرنی دشوار ہے

آن سلطنتوں کا بیان جو بہمنی والوں کے ملک میں
الگ الگ قائم ہوئیں

بیجا پور کی سلطنت کا بیان

جب کہ دیسی پردیسیوں پر غالب آئے تو یوسف عادل خاں بیجاپور
اپنی دارالحکومت کو چلا گیا اور عادل شاہی خاندان کی بنیاد اُس نے
قالی جو سنہ ۱۳۸۹ع سے سنہ ۱۵۱۲ع تک قائم رہا *

احمد نگر کی ریاست کا بیان

نظام الملک بھری قاسم ہریڈ ترکی کے ہاتھوں مارا گیا اور اُسکے بیٹے
احمد نے نظام شاہی خاندان کو قائم کیا جس نے احمد نگر کو
دارالریاست بنایا *

گولکنڈہ اور ہوار کی ریاستوں کا بیان

قاسم ہریڈ اب اس سرحد کو پہنچا کہ معتمدوں کے دربار کا مالک اور
مستشار ہو گیا اور نظام الملک اور عادل خاں کے علاوہ اور دو سردار یعنی
قطب قلی ایرانی ترکمان اور امداد الملک نو مسلم زادہ مخون مستشار ہو گئے
اگرچہ تھوڑے دنوں تک بادشاہی خطاب اختیار نہ کیا مگر بعد اُسکے
قطب قلی نے قطب شاہی خاندان کو مقام گولکنڈہ قرب حیدرآباد میں
قائم کیا اور امداد الملک نے مقام ایلیج پور واقع صوبہ ہوار میں امداد
شاہی خاندان کی طرح قالی اور قاسم ہریڈ کا بیٹا امیر ہریڈ چندے ایسے
گزارتا رہا کہ بہمنی خاندان کے کئی نام کے بادشاہوں کے تلے کام کیئے گیا
آخر کار اُس نے پردہ اٹھایا اور ہریڈ نامی شاہان ہدر کا مورث اعلیٰ بن
بیٹھا بعد اُس کے بہمنی خاندان کا مذکور پایا نہیں جانا یعنی وہ
خاندان باقی نہ رہا *

اگرچہ سنی شیعوں کے خلاف نزاعوں سے جو مذکورہ بالا سلطنتوں کے
بعد بھی بدستور قائم رہے اور اُن سلطنتوں کے باہم لڑنے پھرنے اور بہر ملنے

جلینے اور شمالی بادشاہوں کے لڑنے بھڑنے اور پھر گھلنے ملنے سے ممالک متکثرہ
کی تاریخ لکھنے والے کو طرح طرح کے مضمون ہاتھ آتے ہیں مگر اسلیئے کہ
وہ خاندان تیمور کی بڑی سلطنت میں شامل ہو گئیں تو قدر و اقتدار
اُن کا باقی نہیں رہا *

اُن فتوحات کا مستقل اثر بہت دنوں تک قائم رہا جنکو مذکورہ بالا
ریاستوں نے ہندوؤں پر حاصل کیا چنانچہ بیجانگر کے راجاؤں نے دکن کی
سلطنتوں میں بات اپنی بنائے رکھی اور مسلمان بادشاہوں کی لڑائی
جھگڑوں اور سلوک اتفاقوں میں شریک و معارن ہوتے رہے مگر جب کہ
سنہ ۱۵۶۵ ع مطابق سنہ ۹۷۲ ہجری میں مسلمان لوگ اُن راجاؤں کی
شان و شوکت کو نہ دیکھ سکے تو اُنہوں نے اہمیں اتفاق کیا اور بیجانگر
والے راجہ رام راج سے لڑنا بھڑنا شروع کیا جو اُس وقت میں راج کرتا تھا
غرض کہ پچیسویں جنوری سنہ الیہ مطابق پچیسویں جمادی الثانی سنہ
الیہ کو دریائے کشنا کے کنارے تالی کوت کے قریب ایک بڑی لڑائی ہوئی
اور یہ لڑائی فوجوں کی ریل پیل اور لڑنے بھڑنے کی دھوم دھام اور نڈر
آسمان کی منزلت کے لحاظ سے جیسپر جھگڑا قائم ہوا تھا اُن بڑی
لڑائیوں کے مشابہہ تھی جو مسلمانوں کے ہندوستان پر پہلے پہل کے
دھاوؤں میں واقع ہوئی تھیں حاصل یہ کہ پہلے وقتوں کی سفاکی جو
مسلمانوں کی اصل و طبیعت میں مستقر و متمکن تھی اسوقت پر وہ بھی
دوبارہ ظاہر باہر ہو گئی یعنی جبکہ ہندوؤں نے شکست فاحش کھائی
تو اُن کے ضعیف بہادر راجہ کو جو ہکڑا چکڑا آیا تھا بڑی بے دردی سے
گردن مارا اور نشان فتح کے طور پر اُس کے سر کو بہت عرصہ تک بیجانگر
میں رھنے دیا یہ لڑائی ایسی بڑی کہ اُس کی روند سوند سے بیجانگر
کی وہ بڑی حکومت جس میں ہندوستان کا سارا جنوبی حصہ شامل
تھا پایمال ہو کر نیست و نابود ہو گئی مگر قتلحندوں کے ملک و دولت
کو اُس کے خاک سپاہ ہونے سے کچھ فائدہ حاصل نہوا اسلیئے کہ اُس

کے رشک و حسد کے مارے اپنی قلعہء کی حدوں کو بہت سا آگے بڑھانے کے اور بیجا نگر کا ملک ان چھوٹے چھوٹے اجاڑوں کے ہاتھوں میں جا پڑا جو بیجا نگر کی پرانی سلطنت کے باغی سردار گئے جاتے تھے اور پالی کار یعنی زمیندار ۱ کے لقب سے ہمارے جاتے تھے *

گولکنڈہ کے بادشاہ اپنی فتوحات جداگانہ میں زیادہ کامیاب رہے چنانچہ انہوں نے ورننگول خود مختاری کے خواہاں اور تلنگانہ اور کرناتا کے باقی حصوں کو دریائے پندار تک مطیع و محکوم اپنا کیا مگر باوصف اس جہد و محنت کے فتوحات مذکورہ کے ذریعہ سے مسلمانوں کے قبض و تصرف میں آس قدر ملک داخل نہ ہوا جو محکمہ تغلق کے اختیار و قدرت سے خارج ہوا تھا اور اورنگ زیب کے عہد دولت تک آسیدر ان کے قبضہ میں باقی رہا *

بیانِ ان ریاستوں کا جو ہندوستان خاص اور اُسکے پاسی

پروس میں اکبر کے آغازِ دولت تک قائم تھیں

گجرات اور مالوہ کی حکومت محکوم تغلق کے زمانہ میں خود مختار ہو گئی تھی اور جب کہ تیمور کے دھارے ہر دلی سے سلطنت کا نام اُٹھ گیا تو غالب ہی کہ گجرات اور مالوہ کی حکومتوں نے بادشاہی خطاب اختیار کیا ہوگا اور خاندیس کا صوبہ دکن کی بغاوت بعد چھپیں وہ شریک نہ ہوا تھا شمالی صوبوں کے دیکھا دیکھی خود مختار ہو گیا

۱۔ برگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ۳ صفحہ ۱۲۷ اور ۴۱۲ اور ولس صاحب کی تہذیب مندرجہ مجموعہ مکتبی جلد ۱ صفحہ ۱۶۱ اور ولس صاحب کی تاریخ میسرر جلد ۱ صفحہ ۱۸ بیجا نگر والی مقتول راجہ کے بھائی نے اپنی دارالریاست کو مشرق کی جانب منتقل کیا اور چندرا گڑھی میں آخر کو مقیم ہوا جو مندراس سے شمال مغرب کی جانب سترو میل کے فاصلہ پر واقع ہے چنانچہ مندراس میں اُسکی آل و اولاد نے سنہ ۱۶۴۰ء میں انگریزوں کو وہاں دھنے کی پہلے پہل اجازت دی (ریئل صاحب کی تاریخ ہندوستان صفحہ ۲۹۱)

تھا اگرچہ یہ تینوں صوبے ایک وقت میں باغی ہوئے تھے مگر آپس کی صلاح و مشورہ سے بغاوت کو اختیار نہ کیا تھا اور بعد اُسکے جو حالات اُن کی تاریخ میں خلط ملط ہو گئے تو باہمی اتفاق کی ضرورت سے یہ اختلاف اُن کے حالات کا واقع نہیں ہوا بلکہ لڑنے چھکڑنے کے باعث سے وہ اسر پیش آیا *

گجرات کی سلطنت کا بیان

گجرات کے بادشاہوں کا ملک اگرچہ ہندوار کی حیثیت سے زرخیز و بارآور تھا مگر چورائی چکلائی کی چہرے سے بہت تہوڑا تھا چنانچہ جا بجا پہاڑوں اور جنگلوں کے واقع ہونے سے زمینیں معص بے کار اور نا کارہ پڑی تھیں اور وہ ملک لٹیروں سے بھرا ہوا اور دشمنوں سے گھرا ہوا تھا مگر بارصف ان باتوں کے بھمنی خاندان کی تباہی کے بعد سارے چھوٹے موٹے بادشاہوں میں سے گجرات کے بادشاہ بہت مشہور معروف ہوئی *

بادشاہان گجرات نے مالوہ کو دو مرتبہ فتح کیا اور آخر کار اُس کو اپنی قلمرو میں شامل کیا اور چند مرتبہ میواز کے راجپوتوں کو شکستیں دیکر اُنکی دارالریاست چتور گڈہ پر قابض ہوئے اور صوبہ خاندیس پر یک طرح کی فصل و فوقیت قائم کی اور احمدنگر اور ہرار کے بادشاہوں کو مطیع و مستحکم اپنا بنایا اور ایک بار ایسا اتفاق بھی ہوا کہ دریائے اتک تک فوج کشی کی اور کئی بار پورنگال والوں سے سمندر کی لڑائیاں لڑے جنکا بیان پورنگال کی تاریخ میں مندرج ہے *

گجرات کا ملک ہمایوں کے قبض و تصرف میں آ گیا تھا چیساکہ بالا مذکور اس کا ہوا مگر بعد اُس کے جب پریشانیاں اور خرابیاں پیش آئیں تو گجرات کے بادشاہ اُس ملک پر دوبارہ قابض ہوئے تھے چنانچہ اکبر کی تخت نشینی تک برابر قابض چلے آئے تھے *

مالوہ اور علاوہ اُسکے اور مسلمان سلطنتوں کا بیان

مالوہ کی سلطنت خاص ہندوستان کی سلطنتوں اور باقی قرب و جوار کی سلطنتوں سے اکثر اوقات لڑتی چکھڑتی رہی مگر تاریخ مالوہ میں تحریر کے قابل یہ بات مذکور ہے کہ ایک ہندو سردار نے بڑی فضیلت و فوقیت حاصل کی اور اپنی دلاوری و شہیاری کے ذریعہ سے شاہ مالوہ کو بڑی بڑی مشکلوں سے چھوڑا مگر آخر کار اختیارات سلطنت کو غصب کیا اور بڑے بڑے عہدوں کو تمام راجپوتوں سے بھر دیا بعد اُس کے پایہ اُس کا تفضل کو پہونچا اور باعث اُس کا بیٹا ہوا کہ گجرات کا بادشاہ اپنے مسلمان بھائی بادشاہ کی امداد و اعانت کو آیا اور اُسکے قبضہ سے سلطنت کو نکال لیا *

خاندیس اور بنگال اور چونپور اور سند اور ملتان اکبر کی تخت نشینی کے وقت بجائے خود مالک اور مختار تھے مگر اُن کی جدی جدی تاریخیں تحریر مستقل کے شایاں و سزاوار نہیں *

راجپوتوں کی سلطنتوں کا بیان

واضح ہو کہ جن جن سلطنتوں کا بیان اب تک مذکور ہوا وہ محمد تغلق کی شاہنشاهی کے تکرے تھے مگر منجملہ اصلی فرمانروایان ہندوستان کے بعض بعض راجی مطیع و محکوم اُس کے نہوئی تھے چنانچہ اب تک بھی اُنکی سلطنتوں کو تسلیم کیا جاتا ہے *

محمود غزنوی کے دہاروں کے زمانہ میں تمام راجپوت ہندوستان کی حکومتوں پر قابض و متصرف تھے مگر جوں جوں وہ حکومتیں تباہ خراب ہوئیں تو راجپوت بھی عوام لوگوں میں خلط ملط ہوتے گئے اور ایسے مکانوں کے سوا کسی جگہ حاکم نسمنجھے گئی جہاں بہاڑوں اور جنگلوں کے بدولت مسلمانوں کے زور و حملوں سے مامور و محفوظ رہ سکے *

گنگا اور جمنا کے کناروں کے رہنی والی اور علاوہ اُن کے مفتوحہ ممالک کے باشندے راجپوت ایسے کچھ نہ گئے جیسے کہ وہ آج کل ہائے

جاتے ہیں اگرچہ مسلمانوں کی فتوحات کے بعد بھی ایک طرح کی اوالہزمی اور سپاہیانہ طور و طریق آن میں باقی تھے مگر اس بات سے کہ وہ بوجوت میں بڑگئے اور ڈھور ڈنگروں کا کام کرنے لگے ملک و مملکت کی شراکت کے قابل نہ رہے *

منجملہ بلاد ہندوستان کے جہاں کہیں راجپوتوں کی حکومت قائم تھی وہ وسط ہندوستان کا بلند حصہ اور پاکستان تھا جو وسط ہند کے مغرب سے دریائے اٹک تک پھیلا ہوا ہی مسلمانوں کے ہاتھوں سے راجپوتوں کی حکومتوں کا ماموں و محفوظ رہنا پہاڑوں اور جنگلوں کی مناسبت سے تھا اور میوات اور بندیل کھنڈ اور بگھیل کھنڈ وغیرہ اُس قتلواں زمین پر واقع ہیں جو جمنا کے قریب قریب پھیلی ہوئی ہی اگرچہ یہ ممالک جمنا کے ہموار خطوں کے بہت قریب واقع ہوئیں مگر اراضیات انکی فاموار ہیں اور دریافت ہوا کہ بادشاہوں کے باج گزار اکثر اسی خطہ میں باغی طاغی ہوئی اور اسی خطہ میں رتنپور اور کالنچر اور گوالیار وغیرہ کے قلعے واقع ہیں جو ہر سلطنت میں کئی کئی مرتبہ فتح کئی گئے اور اسی خطہ کی بدولت وسط ہندوستان کے بلند اور کھلے میدانوں کی حفظ و حراست ہوتی ہی اور جی پور کے شمالی جانب کے متصل سے اس کھلے میدان میں پھونچنا نہایت آسان ہی اور یہی باعث ہی کہ ہمیشہ جی پور مستحکم اور تابع رہا اور اجمیر و مالوہ جو اس خطہ میں واقع ہیں ابتدا سے فتح ہوئی اور کمال آسانی سے قبضہ انکا حاصل ہوا اور اودے پور والی کی قلمرو یعنی میواڑ کا مشرقی خطہ ایسا غیر محفوظ تھا کہ جیسے اجمیر و مالوہ غیر محفوظ تھا مگر اودے پور والے کے لئے ایک ایسا قلب مکان جو دشمن کی رسائی سے محفوظ ہووے اربلی پہاڑوں اور نیز آن جنگلوں اور پہاڑیوں میں مندر تھا جو اربلی پہاڑوں سے علاقہ رکھتی ہیں اور کجرات کی شمالی حد اُن سے قائم ہوئی ہی اور چودھپور اور بیکا نیر اور جیسلمیر اور باقی اور چھوٹی چھوٹی راجاؤں

کے ملک آس چٹیل میدان کی بدولت محفوظ تھے جو ممالک مذکورہ کے زرخیز خطوں کو گہرے ہوئے ہی *

واضح ہو کہ راجپوتوں کی حکومتوں کا یہہ بیان اور مذکور ہوا کہ کہیں تو یہہ صورت تھی کہ ملک اُن کا سرداروں پر بطور جاگیر و جائداد کے اس شرط سے منقسم تھا کہ وہ عین وقت پر راجہ کی اعانت کریں اور کہیں یہہ عمل درآمد تھی کہ یہہ چارہ کے طریق سے تمام قوم پر منقسم تھا اور وہ لوگ اُن ہاں کے پورے اور ناک چوٹی کے گرفتار تھے اور باہمی اتفاق کے باعث سے بات اُن کی بنی ہوئی اور ہوا اُنکی بندھی ہوئی تھی یہاں تک کہ اکبر کے عہد دولت تک یہی کوئی بات اُن کی پہنچی نہ پڑی تھی *

یہہ بات یاد رہے کہ اب راجپوتوں کی مختلف سلطنتوں کا وہ حال بیان کیا جاتا ہے جو اکبر کی تخت نشینی کے وقت تھا *

میواڑ کی حکومت کا بیان

اودے پور والے کی قوم اور اُسکا گھرانہ جو پہلے غیلات کے نام سے نامی گرامی تھا اور بعد اُس کے سینسادیہ کہلایا گیا رام چندر جی کی آل و اولاد کہلاتے ہیں اور اسلیٹی وہ لوگ اپنی اصل و بنیاد کو اودہ سے قائم کرتے ہیں یعنی وہ اودہ سے نکل کر گجرات میں آباد ہوئے اور وہاں سے ایدر کو گئے جو گجرات کے شمالی پہاڑوں میں واقع ہے اور کرنیل تاد صاحب کے بقول آخر کار سنہ ۸۰۰ع میں چتور گڈہ میں جا کر آباد ہوئے مگر تاریخ میں سنہ ۱۳۰۳ع تک کہیں ذکر اُن کا پایا نہیں جاتا علاؤالدین غوری نے چتور گڈہ کو فتح کیا اور تھوڑے دنوں بعد اُس سے راجہ نے چھینا یعنی راجہ ہمد نے دو بارہ چتور گڈہ کو حاصل کیا اور بہت سے چانشیریں اُس کے ایسے لایق فایق ہوئے کہ اُن کی بدولت تمام راجپوتوں میں میواڑ کا راج ایسی زور و قوت کو پہونچا کہ میواڑ کا راجہ سبکا تمام راجپوت راجاؤں کو باہر کے مقابلہ پر فراہم کر سکا *

بعد اُس کے جب راجپوتوں نے بابر کے مقابلہ میں بڑی شکست اٹھائی تو راجہ سنگا کے خاندان کی قوت ضعیف ہوئی چنانچہ تھوڑی مدت کے بعد اُس کے پوتے بکرماجیت کے لایق و فایق نہونے کے سبب سے یہہ حال اُسکا ہو گیا کہ بہادر شاہ گجراتی بھی چھوڑ گئے کو فتح کر سکا اور بہت قریب تھا کہ بہادر شاہ اس فتح نمایاں کی بدولت اُس ملک سے فائدے اٹھائے کہ فی الفور اُس نے ہمایوں سے شکست کھائی اور وہ فائدہ نہ اٹھا سکا اور اکبر کی تخت نشینی تک میواڑ کے راجے امن چین سے بیٹھے رہے اور راجپوت راجاؤں میں بات آن کی بنی رہی اگرچہ پہلا سارعب داب آن کو دوبارہ حاصل نہوا اور شہر شاہ کے عہد حکومت میں دلی کے تخت کے مطیع و مستحکم رہے *

بیکانیر اور مارواڑ کی ریاستوں کا بیان

راٹھوروں کی ریاست واقع مارواڑ راجپوتوں کی حکومتوں میں دوسرے درجہ کی حکومت تھی اور جودھپور اُس کا دارالحکومت تھا اور سنہ ۱۱۹۳ع میں جب شہاب الدین غوری نے قذوچ کو خاک سپاہ کیا تو راٹھوروں اُس پر قابض تھے اور بعد اُس کے کسپندر گنگا کے کناروں پر بستے رہے اور کبھی کبھی مسلمانوں سے بغاوت کیئی گئے یہاں تک کہ مستحکم اُن کے ہو گئے اور بہار بوجہ اُن کا اٹھانے لگے مگر تھوڑے سے راٹھوروں نے پچھلے راجہ کے دو پوتوں کے تحت حکومت وطن کی محبت کو چھوڑا اور اپنی آزادی کو وطن کے رہنے سہنے اور مطیعانہ رہنے سہنے پر ترجیح دیکر اُس بیابان میں جا کر آباد ہوئے جو وسط ہندوستان کے بلند خطہ اور دریائے اتک کے درمیان میں واقع ہی اور وہاں کے قدیم باشندے جاٹوں کو مطیع اپنا کیا اور اُن راجپوتوں کی چھوٹی چھوٹی قوموں کو باہر نکالا جو اُن سے پہلے جاگربسی تھیں غرضکہ تھوڑے دنوں کے بعد ایک بڑی ریاست قائم ہو گئی بعد اُس کے سنہ ۱۴۵۹ع میں راٹھوروں کی ایک چھوٹی شاخ نے بیکانیر کی ریاست قائم کی اور ایسے ہی بیابان کا ایک اور

حصہ آباد کیا دریافت ہوتا ہی کہ مسلمانوں نے راتھوروں کو اُس وقت سے پہلے نہ ستایا تھا کہ شیرو شاہ نے راتھوروں کے سردار مالدیو راجہ پر دھاوا کیا تھا اور غالب ہی کہ جنپ شیرو شاہ کا طوفان گذر گیا تو وہ دوبارہ مالک و مختار ہو گئے مالدیو راجہ اکبر کے عہد دولت کے آغاز تک زندہ رہا *

جیسلمیر کی ریاست کا بیان

بیابان مذکور الصدر کے مغربی حصہ میں بھائی لوگ بستے تھے اور جیسلمیر والے راجہ کے حلقہ بگوش اور غاشیہ پردوش تھے بھائیوں کا یہہ دعویٰ ہی کہ ہم جادو قوم کی شاخیں ہیں اور متہرا ہمارا مندرج ہی مگر حقیقت یہہ ہی کہ یہہ لوگ اُس بستی کے تکرے ہیں جس کو کنہیا جی نے گجرات میں آباد کیا تھا چنانچہ جب کنہیا جی مر گئے تو یہہ لوگ اُس بستی سے نکالے گئے اور اُنک کی جانب کو چلے گئے وہاں راجپوتوں کی کہانیوں میں اُنکا پتا نہیں چلا یہاں تک کہ نانوتک واقع شمال جیسلمیر میں یکایک ظاہر ہوئے جو اُنک سے پچاس میل کے اندر اندر واقع ہی نانوتک کی بساست سے جسکو کرنیل تاق صاحب سنہ ۷۳۱ع میں خیال کرتے ہیں بھائیوں کے حالات اندراج تاریخ کے شاید ہیں مگر کوئی عمدہ بات اس کے سوا پائی نہیں جاتی کہ سنہ ۱۱۵۶ع میں انہوں نے اپنی حکومت کو خاص جیسلمیر میں منتقل کیا اکبر کا زمانہ بھی گذر گیا مگر مسلمانوں کی آفتوں سے محفوظ رہے *

جیپور کی ریاست کا بیان

جیپور کے راجے قوم کے کچھواہہ پچھلے زمانہ میں قدر و عزت کی حیثیت سے جودھپور اور اودے پور والے راجاؤں کی برابر رہی اُنکی عزت اور امتیاز کا آغاز اکبر کے زمانہ سے ہوا ہی اور اصل اُن کی یہہ ہی کہ وہ ہمیشہ سے اجمیر کے راجاؤں کے جاگیردار تھے اور غالب ہی کہ جب مسلمانوں نے اجمیر کو فتح کیا تو جیپور والے

مسلمانوں کے محکوم رہے بعد اُس کے جب پندرہویں صدی میں پاس پورس کی ریاستیں بگڑ گئیں تو جیہڑ والوں نے اپنی قدر و منزلت کو ترقی روز افزون بخشی ہوگی اکبر بادشا نے والی جیہڑ کی بیٹی سے شادی کی اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ آسوت میں بہت مہرز اور ممتاز تھا *

ہاراتی کی ریاست کا بیان

ہارا قوم کے راجی جن سے ہاراتی کی ریاست قائم ہوئی یہہ دہری کرتے ہیں کہ ہم لوگ اُس خاندان کی شاخیں ہیں جو مسلمانوں کی حکومت سے پہلے اجمیر کا حاکم تھا سنہ ۱۳۷۲ع میں وہ وہاں آباد ہوئے جر آج اُن کے قبض و تصرف میں ہی اور ہوندی اُس وقت اُسکا دارالحکومت تھا مگر کسیقدر اوردے پور کی ریاست کے جاگیر دار تھے اگرچہ مسلمانوں کی تاریخوں میں اکبر کے وقتوں سے پہلے کہیں نام و نشان اُنکا پایا نہیں جاتا مگر جبکہ کہ ہاراتی کے راجہ نے رتھنپور کے قلعہ کو پتھان بادشاہوں کے عامل سے چھینا تو ذکر اُن کا بھی تاریخ میں درج ہوا *

چھوٹی ریاستوں کا بیان

مذکورہ بالا ریاستوں کے علاوہ بہت سی چھوٹی چھوٹی ریاستیں جیسے ہار کر کے چوہانوں اور امرکوت کے سودوں کی قائم تھیں اور بیہان مذکورالصدر کے عین مغرب میں واقع ہونے سے مسلمانوں کی ہار دھار سے ماموں و محفوظ تھیں اور سرورہی اور جہال وغیرہ کی ریاستیں جو اربلی پہاڑوں کے زرخیز خطوں میں اور نیز اُس راہ پر واقع تھیں جو اجمیر سے گجرات کو جاتی ہی ہمیشہ معرض آفات اور مورد غارت رہتی تھیں اور زبوستوں کو خراج و باج ادا کرتی تھیں *

وسط ہندوستان کے بلند خطی کے مشرقی ڈھلان پر جو ریاستیں میوات اور گوالیار اور نروار اور پنا اورچہ اور چندیری وغیرہ واقع ہندیاکھنڈ موجود تھیں انپر بابر اور شہر شاہ نے ہار بار حملہ کیا اور اکبر

کی تخت نشینی کے وقت وہ سب خراج گزار تھیں جنہیں سے اکثر ہر قدیم راجپوت خاندان قابض تھے *

اور علاوہ اُن کے کوہ ہمالہ کے دامن میں کشمیر سے لیکر خلیج بنگالہ تک جگہ جگہ چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں پائی جاتی تھیں * ہندوستان کی بہت سی پہاڑی اور جنگلی قومیں مغلوب نہوئیں اگرچہ اُن کو بالکل خود مختار نہیں کہا جاسکتا اُن قوموں کو آپس میں مل جل کر رہنمائی قوموں میں سے جنکو بعض اوقات غارت گری سے وہ تنگ کرتی تھیں خراج سمجھا جاتا تھا *

دوسرا باب

ہندوستان کے حالات

مسلمانوں کی بادشاہت کا بیان

جو کچھ کہ عہد مذکورالصدر میں مسلمانوں کی سلطنت کا حال و حقیقت ہندوستان میں تھی منجملہ اُس کے قدر قلیل کی کیفیت دریافت ہوئی اور بہت سی وہ باتیں رہ گئیں جنکی تحقیق و تفحص کے ذریعہ ہم نہ پہونچیں *

بادشاہوں کا بیان

مسلمانوں کی اصول شریعت کی رو سے یہہ امر ضرور ہی کہ ایک عام جماعت کے اجماع و اتفاق سے ایک ایماندار حاکم مقرر کیا جاوے یہاں تک کہ اگر بعد اُس کے قرآن و حدیث کے خلاف کرے تو معزولی کے قابل ہی مگر اس عہدہ قانون کی عمل درآمد نہ تھی چنانچہ سلطنت کا عہدہ موروثی اور اختیار اُس کا پورا اور مطلقاً ہوتا تھا یعنی کسی قانون و قاعدہ پر محصور نہ تھا مگر بظاہر سمجھا جاتا تھا کہ شریعت کا پابند اور اصول ملت کا مقتید ہی اور کوئی عالم فاضل بلکہ کوئی گروہ ایسا نہ تھا کہ خود بادشاہ کو شریعت کا مقتید کرے پنچایتی

انتظام جیسے کہ آج کل دیہات میں معمول و مروج ہیں اور بعض بعض لوگوں کے خاص خاص اختیار اور طرح طرح کے مقابلے جو لوگوں کی جانب سے پیش آتے تھے معمول و رواج کے موافق بادشاہ کے ارادوں کے متخل و مزاحم ہوتے تھے مگر جب کہ بادشاہ اپنے ارادے کو مضبوط و مستحکم کرتا تھا تو جو کچھ رعایا سے ہوسکتا تھا روک تھام اُس کا کرتی تھی یہاں تک کہ آخر کو باغی ہو جاتے تھے *

وزیروں کا بیان

مطلق وزیر یا وزیر اعظم کا کام کاج اُسکی حوصلہ و لیاقت اور بادشاہ کی فہم و فراست کی مناسبت سے ہوتا تھا اور کبھی کبھی وزیر ایسا نایب السلطنت ہو جاتا تھا کہ کوئی شخص اُسکی روک ٹوک نہ کر سکتا تھا اور کبھی کبھی اور تمام وزیروں کا افسر سمجھا جاتا تھا بعض وزیروں کی کچھ دیریاں ملحدہ ہوتی تھیں مگر ان محکموں کے کار و بار ٹھیک ٹھیک معین نہ تھے تمام لوگ آسانی سے بادشاہوں تک پہنچتے تھے اور بادشاہ اپنے روز مرہ کے عام درباروں میں جنہیں کثرت سے لوگ حاضر آتے تھے عرضیوں کی تحقیقات کرتے تھے اور بہت سے اور کام انجام دیتے تھے اگرچہ تھوڑی بہت طبیعت کو انتشار اور رقت کا نقصان تو تھا مگر یہ بڑا فائدہ تھا کہ جدے جدے طوروں اور مختلف مختلف طریقوں سے طرح طرح کے حالات اُنکو دریافت ہوتے تھے اور اُنکے فیصلوں اور حکومت کے اصولوں کی شہرت جگہ جگہ پہنچتی تھی

صوبوں کے انتظام کا بیان

تمام صوبوں کے حکام اپنے اپنے صوبوں میں ڈیڑھ اڑی کے اختیار و نو پورا پورا عمل میں لاتے تھے اگرچہ ادا کرتے تھے بادشاہ اپنے اختیار و مرضی سے حکام صوبجات کے اکثر ماتحت عاملوں کو لگاتار مقرر کرتا تھا مگر وہ عامل حکام صوبجات کے مطیع تابع رہتے تھے اور اکثر زوار ا صوبوں میں ایسے ہندو سردار ہوتے تھے جنکی حکومت موروثی ہوتی تھی اور ان کے سرداروں میں سے نہایت مطیع

سردار محصول ادا کرتے تھے اور اپنی خاص فوج اور ٹہنی بھرتی کے ذریعہ سے حاکم کو مدد دیتے تھے اگرچہ بعض ضروری معاملوں میں وہ سردار اُس حاکم کے اختیار و قدرت میں رہتے تھے مگر اُنکے علاقوں کی معمولی نظام و نسق میں حاکم کو مداخلت نہ ہوتی تھی اور جو سردار اُس کے نہایت خود مختار ہوتے تھے تو وہ عام لوگوں کی طرح نام کو اطاعت کرتے تھے مگر امن و امان کے قائم رکھنے میں شریک و معاون رہتے تھے اور ایسے ایسے خود مختار ایسے ایسے قوی ملکوں اور بڑے خطوں میں ہوتے تھے جو صوبوں کے کناروں اور حدوں پر واقع ہوتے تھے † *

فوج کا بیان

کسیندر فوج ایسے لوگوں سے بھرتی کی جاتی تھی جن میں سے ہر ایک کو سرکار سے گھوڑے ملتے تھے اور سرکار اُنکو اُجرت دیتی تھی مگر اکثر فوج ایسی ہوتی تھی کہ وہ اپنے گھروں سے ہتیار گھوڑے لاتی تھی اور چھوٹے بڑے گروہ اُن کے سرداروں سمیت آتے تھے غرض کہ ایک ایک ہو کر نہ آتے تھے دلی کے بادشاہوں کا یہ قاعدہ نہ تھا کہ وہ راجپوتوں کی طرح سرداروں کو جاگیریں عنایت کریں اور ضرورت کے وقت اپنا کام نکالیں مگر کہتے ہیں کہ فیروز شاہ ‡ تغلق نے پہلے پہل جاگیریں مقرر کیں اور علاءالدین غوری نے جاگیروں کے دینے میں سرداروں کی بغاوت کا اندیشہ کیا اسلئے کبھی کسیکو جاگیر مرحمت نہیں کی *

اکثر حاکموں کے ماتحت اُس خاص فوج کے علاوہ جو خاص صوبہ سے تعلق رکھتی تھی تھوڑی بہت باقاعدہ فوج بھی متعلق کی جاتی

† ایسے موروثی سرداروں کو زمیندار کہتے تھے مگر مسلمان بادشاہوں نے غرور و نفرت کی رو سے جردھپور اور اُدے پور کے راجاؤں سے خرد مختاروں کو زمیندار کہہ کر پکارا اور تھوڑے دنوں سے استعمال اس لفظ کا جاگیرداروں میں شایع ذایع ہوا یہاں تک کہ گاؤں اور پرگنہ کے مقدموں کو بھی زمیندار کہنے لگے (سٹر لنگ صاحب کی تحریر مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۱۵ صفحہ ۲۳۹)

‡ تاریخ فیروز شاہ صفحہ شہسپ سراجی

تھی اور شور فساد کی صورتوں میں جدا گانہ فوج بھی امداد کے طریقہ پر بھیجی جاتی تھی اور اُس فوج جدا گانہ کا سردار اُس صوبہ کے حاکم کی برابر سمجھا جاتا تھا بشرطیکہ وہ جدا گانہ فوج بہت سی ہوتی تھی *

کبھی کبھی ضرورت کے وقت فراہمی فوج کا حکم صوبوں کے حاکموں پر صادر ہوتا تھا چنانچہ وہ حکام اپنے علاقوں کے زمینداروں سے فوج کی مدد لیتے تھے اور خود صوبہ کی فوج سے تہذیبی بہت اعانت دیتے تھے یہاں تک کہ اگر حال اُن کا روپیہ پیسہ سے درست ہوتا تھا تو نئی بھرتی بھی کرتے تھے *

ابتداءے حکومت میں مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ حکومت قانون پر منحصر تھی یعنی قانون حکومت کا تابع نہ تھا بلکہ خود حکومت قانون کے تابع تھی اگرچہ داد رسانی کا انتظام و اختیار خلیفہ کے اختیار و قدرت سے خارج نہ ہوتا تھا مگر وہ خلیفہ داد رسانی کے مقدموں اور فوجی ملکی کے سارے معاملوں میں قرآن کے قاعدوں اور پیغمبر کی حدیثوں اور اُن کے جانشینوں کے فیصلوں کا پابند رہتا تھا بعد اُس کے تہذیبی مدت گذر جانے پر مفتیوں اور متجہدوں کے فیصلوں اور فتروں کے فراہم ہونے سے اصول و قاعدوں کا بڑا مجموعہ فراہم ہو گیا جس کے بنانے جتنائے کے واسطے ایک مستقل عہدہ کی ضرورت پڑی اور اُسی زمانہ میں مسلمانوں کی فتوحات کی وسعت سے ایک ایسا عام قانون پیدا ہوا جسکا مندرجہ قرآن نہ تھا بلکہ ملکوں کی رسومات اور بادشاہوں کی عقل و ہوشیاری سے قائم کیا گیا تھا اور ان دو مندرجوں کے قائم ہونے سے ایک عدالت قاضیوں کی قائم ہوئی جو شریعت کو قانون اپنا جانتے تھے اور سائل کی درخواست پر فیصلہ کرتے تھے اور قواعد مقررہ کے بموجب کام کو انجام دیتے تھے اور دوسری عدالت کار گزاران سلطنت کی مرتب ہوئی جو کھسی قانون معین

کی ہابند نہ تھی اور اختیار ایسا رکھتی تھی کہ جو مزاج میں آتا تھا وہ کرتی تھی *

دیوانی کے معاملے میں نکاح اور قینی اور وراثت کے بلکہ تمام وہ مقدمہ جو ملکیت حقیقت سے علاقہ رکھتے ہیں قاضی کے سامنے پیش ہوتے تھے اور علاوہ اُن کے ایسے ایسے جرموں کی چھان بین میں بھی قاضی کو مداخلت ہوتی تھی جن سے سلطنت کو ضرر نہ پہونچے اور رعایا کے امن چین میں خلل نہ پڑے *

کارپردازان سلطنت کے اختیارات ایسے ضبط اور خوبی سے قائم نہ کیئے گئے تھے جیسے کہ قاضیوں کے کیئے تھوائے گئے تھے مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ منجملہ مقدمات دیوانی کے ایسے مقدموں میں کار گزاران سلطنت کی مداخلت بیجا نہ تھی جن میں ملازمان سلطانی مدعی اور مدعی علیہ ہوتے ہونگے اور نیز اُن مقدموں میں جنکے فریقین قاضی کے قابو سے خارج ہوتے ہونگے علاوہ اُس کے یہہ خیال بھی معقول ہی کہ ہندوؤں کے معاملوں میں وہ نقصان اُن کی تجویزوں سے ہوزے ہوتے ہونگے جو شریعت سے ہوزے نہیں ہوسکتے اور یہہ بھی قیاس ہوسکتا ہی کہ اراضی اور مالکداری کے اکثر مقدموں میں مال کے انیسروں کو ثالث تھراتے ہونگے اور فوجداری کے معاملے جیسے بلای سازشی تراق لٹیروے سرکاری مال کھا جانے والے باقی تمام سرکاری معجور کار پردازان سلطنت کی حکومت سے متعلق ہوتے تھے مگر حکام اور اُن کے کارپرداز ایسے مقدموں کے مفید نہ رہتے تھے بلکہ اور کام بھی کرتے تھے چنانچہ جو نالشیں اُن کے سامنے پیش ہوتی تھیں وہ ساری سننے تھے اور اکثر مقدموں میں سوسری فیصلہ کرتے تھے اور جو مقدمے شریعت سے متعلق ہوتے تھے وہ قاضیوں کو سپرد کیئے جاتے تھے اور علاوہ اُس کے وہ مقدمہ بھی عدالت شریعت میں منتقل ہوتے تھے جن میں اپنی دل لگی دلچسپی یا اپنی بھلائی بہبودی منظور نہ ہوتی تھی اور قاضیوں کی یہہ صورت تھی کہ مختلف

سلطنتوں میں اختیارات انکے مختلف ہوتے تھے چنانچہ بعض اوقات ایسا ہوتا تھا کہ دارالسلطنت کے علاوہ اطراف و اضلاع کی عدالتوں میں بھی بڑے بڑے مشہور لوگ قضا کے عہدہ پر معزز و ممتاز کیئے جاتے تھے اور اس سے واضح ہوتا ہی کہ ایسے وقتوں میں تعظیم انکی نہایت ہوتی تھی چنانچہ بعض بعض قاضیوں کے صوبوں کے حاکموں سے بمقابلہ پیش آنے سے قدر و اقتدار ان کا ثابت ہوتا ہی اور کسی وقت میں بات انکی ایسی بھکی پڑتی تھی جیسیکہ آج کل کے قاضیوں کی صورت ہی یعنی فکاح پڑھتے ہیں اور دستاویزوں پر مہریں لگاتے ہیں اور ان کو اپنے وجستو میں داخل کرتے ہیں غرض کہ ایسی ایسی خفیف کام انجام دیتے ہیں *

معابد کا بیان

مذہبی عملہ یعنی امام موزن مسجدوں میں سرکاری ملازم نہ تھے اور مذہبی حکومت بھی قائم نہ تھی یعنی ملاؤں کی حکومت نہ تھی بلکہ جب خود بادشاہ یا کوئی اور آدمی رعیت کا نئی مسجد بنوانا تھا تو امام موزن اور باقی ضروریات مسجد کے لیئے کافی سرمایہ چھوڑتا تھا اور عابد زاہدوں اور فقیر فقروں بلکہ ان کے مزاروں کے واسطے ارقاف و مصارف مقرر کیئے جاتے تھے *

ہر ضلع میں صدر کے نام سے ایک عہدہ دار معین کیا جاتا تھا اور کام اس کا یہہ ہوتا تھا کہ وہ سارے مصارفوں اور خصوص ان وقفوں اور مصارفوں کی نگرانی کیا کرتا تھا جو خاص سرکار کی طرف سے ہوتے تھے اور نگرانی کا مطلب یہہ تھا کہ وہ اغراض ان سے پوری ہوتی ہیں یا نہیں جن کے لیئے وہ مقرر ہوئے تھے اور تمام صدروں کا سردار ایک شخص ہوتا تھا جس کو صدر الصدور کہتے تھے اور وقتوں کے سرمایوں کا صرف ان صدروں کے اختیار پر منحصر ہوتا تھا اور جب کوئی صدر مہرجانا تھا تو چائشیں اس کا وہ شخص ہوتا تھا جسکو وقف کرنیوالا مقرر کرتا تھا

مگر عموماً یہ صورت تھی کہ مرنے والے کی مرضی پر منحصر ہوتا تھا اور باوصف اس کے قرب و جوار کے عالم فاضلوں کی رائے بھی شریک و شامل کی جاتی تھی *

مولویوں کا بیان

اگرچہ کسی قانون و قاعدہ کے بموجب مولویوں کا کوئی گروہ معین و مرتب تو نہ تھا مگر ایک گروہ اُن کا ایسا تھا کہ امام مولوی و اعظم مدرس مفتی متقدم عموماً بلکہ ہمیشہ اُسی گروہ سے مقرر کیئے جاتے تھے یہ لوگ امور امت معابد کی نسبت قوانین اور الہیات میں زیادہ سند یافتہ ہوتے تھے اور سند ملنے کا یہہ دستور ہوتا تھا کہ ایسے مولوی ملاؤں کی مجلس منعقد ہوتی تھی تو لوگوں کے نزدیک مسلم اور علم و لیاقت کے امتحان لینے کے شایاں و سزاوار سمجھی جاتے تھے غرضکہ وہ لوگ اُس امتحانی کو نئی بات اسطرح عنایت کرتے تھے کہ عین مجلس میں فضیلت کی پکڑی بندھواتے تھے اگرچہ اُس وقت اُس شخص سے کسی طور کا قول و قسم نہ لیا جاتا تھا اور نہ وہ کسی بڑے کا مطیع و مستحکم ہوتا تھا مگر رائے عام کی موافقت اور ترجیح و تفوق کی آمید اُسکو مزاحم ہوتی تھی *

فقہیروں کا بیان

مذہبی خادموں یعنی مولوی ملاؤں کے علاوہ عابد زاهدوں کا ایک اور گروہ تھا جنکو بلاد فارس میں درویش اور خاص ہندوستان میں فقیر کہتے ہیں خاص خاص لوگوں کے زہد و ریاضت اور تقدس و عبادت سے جو مسلمانوں میں ایک اچھا گروہ تھا فقہروں کا فرقہ دنیل کی مانند پیدا ہوا جو اصل بدن سے خارج ہوتا ہی پہلے وقتوں میں ایسے شہیدوں کے سوا جو خدا کی راہ میں مارے گئے کسی جیتے ہوئے کو ولی نہ کہتے تھے مگر بعد اُس کے یہاں تک نوبت پہونچی کہ مجاہدوں ریاضتوں اور مستحقوں عبادتوں کی بدولت جیتے جاگتے عابدوں کو بھی ولی کہنے لگے

غرضکہ لوگ ان فقہروں کے مرید ہوئے اور مریدوں کے فرقے قائم ہو گئے اور باہمی امتیاز ان کا ایک بولی کے ذریعہ سے جس سے دوست دشمن پہچانا جاتا تھا اور گرو کے خاص انچھو سے اور گاہے گاہے لباس کی تفریق و تعیز وغیرہ سے معین و مقرر تھا حاصل یہ کہ منجمانہ ان گروہوں کے بہت سے کھوئے کھائے گئے اور ہائی رہے سہوں میں سے نئی نئی شاخیں نکلیں چنانچہ تھوڑے تھوڑے فقیر اپنے اپنے سر گروہوں کی خدمت میں رہتے تھے اور بعض اوقاف و مصارف کی بدولت باہم گہل ملکر اوقات اپنی کاتتے تھے مگر ہندو فقہروں کی مانند اپنے رہنے سہنے کے لیے خانقاہیں نہ کہتے تھے *

یہ بات درست ہی کہ پہلے وقتوں میں بڑے بڑے اولیائوں نے مرید و خادم آنکی کرامتوں اور پیشین گوئیوں کو بڑی دھوم دھام سے بیان کرتے ہیں اور آنکی دعاؤں اور مناجاتوں کی تاثیروں کو نہایت زور شور سے کہتے سنتے ہیں مگر یہ بات بھی مسلم ہی کہ وہ سکار اور دغا باز نہ تھے ہاں پچھلے وقتوں میں بعض بعض ایسے کم درجہ کے فقیر ہوئے کہ مقناطیس اور فاسفورس + وغیرہ کی دواؤں کے خواص و آثار اور بازیگریوں کے شعبدوں اور نظر بندیوں کے ذریعہ سے ایسی انہر کی باتوں کا دعوے کرتے تھے جو آدمی کی قدرت سے خارج ہیں *

بڑے پایہ کے فقہروں کی تعظیم بادشاہ بھی کرتے تھے اور ان فقہروں کا یہ نقشہ تھا کہ افلاس و ناداری اور زہد و پرہیزگاری کو جتاتے تھے اور حقیقت میں بڑی عیش و عشرت سے گذارتے تھے اور اگر گزارہ میں تنگی ترشی برتنے تھے تو غریب محتاجوں کو دیتے تھے غرضکہ مالدار اور فارغ البال † تھے بلکہ کبھی کبھی ایسی بات ان کی بن بڑتی تھی اور

+ یہ انگریزی ایک دوا کا نام ہے جس میں اعلیٰ جز اوسکسین گاس ہوتی ہے

اور یہ دوا ہوا لگنے سے آگ کے شعلہ کی طرح بھڑک اٹھتی ہے *

† بہار الدین زکریا ملتانی جو چودھویں صدی میں مر گئے اور اولیاء کرام میں گئے جاتے ہیں اپنے وارثوں کے لیے بہت سی دولت چھوڑ گئے ہرگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ایک صفحہ ۳۷۷

عرب داب ان کا لوگوں پر بیٹھ جاتا تھا کہ خود بادشاہ اور اراکین دولت بھی رشک و حسد کے مارے کاوش ان سے رکھتے تھے چنانچہ تاریخ میں بہت سے واقعات ایسے پائے جاتے ہیں کہ بڑے بڑے مقدس لوگ ایسی سازشوں کی جہت سے مارے گئے جو حکومت کے خلاف ان سے دیدہ و دانستہ واقع ہوئیں یا شک شبہ کے طریقے پر سمجھی گئیں ان عابد زاہد لوگوں کو بڑی رونق اور ترقی تیرھویں صدی اور چودھویں صدی کے آغاز میں ہوئی چنانچہ اُس زمانہ کے اور اُس پہلے زمانے کے بھی ولیوں کا ادب اور انکی تعظیم اب تک ہوتی ہی لوگ انکے نام کی قسمیں کھاتے اور انکی مزاروں کی زیارت کو جاتے ہیں اور جو لوگ انکے پیرو ہیں اگرچہ ابتدا میں انکی تعظیم کی جاتی تھی مگر اب مدت سے انکا رعب داب نہیں رہا ہے *

فاسد عقیدوں کا بیان

عہد مذکور کے باطل خیال اور فاسد عقیدے دین و مذہب کے اصول قاعدوں سے اچھرتے اور محض مخالف تھے چنانچہ نجوم اور سحر اور غیب گوئی وغیرہ جو شریعت کی رو سے ممنوع و ناجائز تھے اور مسلمانوں کے نبی نے ان کے علم و عمل کی رخصت نہ کی تھی سارے مسلمانوں

کی اس بدترتہ تیرھویں صدی کے مذکورہ بالا فقہروں کی مثالیں بیان کرتا ہے چنانچہ وہ کہتا ہے کہ میرے وقتوں میں ایک بڑا فقیر اس تصور پر مارا گیا کہ اُسے نصب سلطنت کا ارادہ کیا تھا اور مجھ کو ایسے لوگوں کی بھی ملازمت حاصل ہوئی جو بغاوت سے پاک و صاف اور مکر و فریب سے مبرا اور معرا تھے مگر ایک ایسے صاحب ملے کہ کھانے پینے بدوں اپنے جینے کا دعوے کرتے تھے اور ایک ایسے صاحب کشف سے ملاقات ہوئی کہ وہ اُس خلیفہ کے عہد خلافت کی باتیں بیان کرتے تھے جو سو برس پہلے مرجکے تھے منجملہ انکے پہلے فقیر صاحب نے جو کھانے پینے کی پروا نہ کرتے تھے میرے دلکی باتیں بتائیں اور غیب کی چیزیں سنائیں اور دوسرے فقیر صاحب کے ساتھ لومڑیاں تھیں جو کتوں کی مانند انکے پیچھے لگی پھرتی تھیں علاوہ انکے ایک شیر انکے پاس تھا کہ چیتل کے ساتھ اُسکی جڑی تھی فقہروں کے گروہوں اور اُن کی تعظیم و ارشاد کے طور و طریقے اور بڑے بڑے بزرگوں کے حال و حکایت دریافت کرنے کے اپنے فکر لٹ صاحب کے ترجمہ قانوں اسلام کو دیکھنا بھالنا چاہیے *

میں پہیل گئے تھے بلکہ یہاں تک نوبت پہونچتی تھی کہ ہندوؤں کے طور و طریقی اور علاوہ اُن کے وہ تعصبات اُن کے جو ہندو کے دیوں میں سے اخذ ہوئے تھے جگہ جگہ شایع ذابح ہو گئے تھے چنانچہ جوگیوں کے کرشموں کو پکے مسلمان مورخوں نے معجزات مندرجہ قرآن کی مانند اپنے حسن عقیدت سے بیان کیا ہی جادو کو سمجھا جانتے تھے اور شکنوں اور خدوہوں کو اچھا برا سمجھتے تھے بارجو دیکھ مذہب میں چہاں ہیں بھی ہونے لگی مگر اس سریع الاعتقادی میں کچھ خلل نہ پڑا اکبر بادشاہ بھی اسی قسم کی باتوں کا قایل تھا اور چہانگیر اُسکا بیٹا اُس سے بڑھ کر ان لغویات کا معتقد ہوا مگر بعد اُسکے اورنگ زیب نے ان سب باتوں کی ایسی تحقیق کی اور اُن کو برا سمجھا کہ کسی نے نہ سمجھا تھا شیعوں کو دکن میں ایسی ترقی حاصل ہوئی کہ خاص ہندوستان میں ویسی کبھی نہ ہوئی تھی اگرچہ ہندوستان خاص میں متخالف فرقوں میں عداوت نہ تھی مگر دیوں اسلام کی نسبت برے برے عقیدوں کی زیادہ دھوم دھام تھی ہندوؤں سے کسیقدر نفرت تو تھی مگر پوری پوری عداوت اور کھلی کھلی نفرت بھی نہ تھی ہندوؤں سے جزیہ لیا جاتا تھا اور اس امتیاز کے علاوہ اور چند امتیاز ناپسندیدہ بھی تھے مگر روک ٹوک اسباب کی نہ تھی کہ ہندو لوگ اپنے دیوں مذہب کی رسمیں ادا نہ کریں معلوم ہوتا ہی کہ وہ ہندو زمیندار اپنی فوجوں کے سردار ہونگے چنکو فوجوں کا سردار لکھا ہے اور وہ لوگ ایسے سردار نہ ہونگے جو بادشاہ کی جانب سے مقرر ہوتے ہیں مگر اس میں کچھ شک شبہ نہیں کہ بہت سے ہندو ملکی عہدوں اور حساب کتاب کے کاموں پر معزز و ممتاز تھے اور ہم پہلے بیان کر چکے کہ ہیملو ہٹال اور مدنی رائے کو اپنی اپنی سرکاروں کے تمام اختیار سپرد

|| باہر نے اپنی سرگذشت میں بیان کیا کہ جب میں ہندوستان میں داخل ہوا تو متعاصم کے تمام عہداروں اور سوداگروں اور کاریگروں کو ہندو پایا (اوسکائن صاحب کا ترجمہ توڑک باہر کا صفحہ ۲۳۲)

کہئے گئے تھے اور مبارک شاہ خلجی کے عہد دولت میں دربار سلطنتی اور انتظام ملک کے طریقہ ہندوانہ تھے *

ہندوؤں کے مسلمان کرنے کا بیان

یہ تحقیق بہت دشوار ہے کہ کس زمانہ میں اور کن صورتوں میں بہت سے ہندو مسلمان کہئے گئے ہندوستان کی آبادی جو آج کل پائی جاتی ہے اس کے ملاحظہ سے امر مذکور الصدر کی چھان بین میں بہت تھوڑی اعانت حاصل ہوتی ہے اسلیئے کہ بنگال کے در در کے مشرقی ضلعوں میں مسلمانوں کی تعداد ہندوؤں کی تعداد سے بہت زیادہ اور دلی آگرہ کے قرب جوار میں ہندوؤں کی گنتی مسلمانوں کی گنتی سے بہت زیادہ پائی جاتی ہے *

اگرچہ مسلمانوں کی فوجوں کے خوف و ہیبت اور نئے نئے مسئلوں کے شوق و رغبت سے پہلے پہلے بہت سے ہندو مسلمان ہو گئے مگر جبکہ بعد اس کے مباحثہ درپیش ہوئے اور مسلمانوں کا تعصب ٹھنڈا ہوا تو قیاس چاہتا ہے کہ ہندوؤں کو قبول اسلام سے تھوڑی بہت رکاوٹ ہوئی ہوگی * آج کل یہ صورت ہے کہ عام ہندوستان کی آبادی کی نسبت تمام مسلمان آٹھویں حصہ سے زیادہ نہیں مگر جب یہ خیال کریں کہ بہت سے مسلمان اپنے اپنے ملکوں سے ہندوستان میں آئے اور یہ نقل مکان ایک مدت سے برابر جاری رہا اور یہ بھی سمجھیں بوجھیں کہ آٹھ سو برس تک ایک ایسے گروہ میں آل و اولاد کی ترقی برابر جاری رہی جنکے عمدہ حالات کی بدولت کنہوں کی ہال پوس آسان تھی تو نو مسلموں کی

۱۔ بلاد بنگالہ میں گنگا کی جانب شرقی تمام آبادی کے نصف سے زیادہ مسلمان بستی ہیں اور باقی ملک بنگالہ کے اکثر حصوں میں کل آبادی کی چوتھائی میں رہتے ہیں مگر بہار و بنارس کے مغربی حصہ میں بیسویں حصہ سے زیادہ نہیں لارڈ ولزلی صاحب کے سوالوں کو ملاحظہ کرنا چاہیئے جنکو سنہ ۱۸۰۱ء میں پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیا تھا مگر بکائن صاحب مغربی بہار کے مسلمانوں کو ساری آبادی کا تیرہواں حصہ بتاتے ہیں *

تعداد کم ظاہر ہوگئی بلکہ اگر یہہ اٹھواں حصہ سارے نو مسلمانوں کا تصور کیا جاوے تب بھی اور ملکوں کی نسبت جہاں کہیں مسلمان قابض و متصرف ہوئی نو مسلمانوں کی تعداد بہت تھوڑی ہوگئی * †

ملک کے محصولات کا بیان

ملک کے محصولات کا سرشتہ غالباً ایسا ہی تھا جیسا کہ آج کل موجود ہے اور ہندوؤں کے عہد حکومت میں موجود تھا اسلیٹی کہ جن تبدیلیوں کا ارادہ شیر شاہ نے کیا تھا اور بعد اُسکو اکبر نے آنکو پڑا کیا تو ان سے محصولات کے دستور کا کوٹنا پوٹنا مقصود تھا بلکہ تکمیل ان کی مقصود تھی مگر یہہ امر ضروری ہے کہ فتوحات جدیدہ کی پریشانی اور غیر ملکوں کے نئے نئے حاکموں کی نواقضیت سے محصولات کے وصول میں تھوڑی بہت زیادتیوں اور کچھ کچھ خرابیاں واقع ہوئی ہوگئی *

ملک و رعایا کے خیالات کا بیان

معلوم ہوتا ہے کہ امن چین کے دنوں میں کسی قسم کی مصیبت واقع نہوتی تھی بلکہ ساری رعایا چین سے گذارتی تھی چنانچہ فیروز شاہ کا مورخ جس نے سنہ ۱۳۵۱ سے سنہ ۱۳۹۳ تک تاریخ اُسکی لکھی ہے بہت مبالغہ سے بیان کرتا ہے کہ رعایا کا حال ایسا اچھا تھا کہ مکانات انکے عمدہ اور اسباب انکی پاکیزہ اور مستورات انکی سونے چاندی کے زیوروں سے آراستہ پیراستہ تھیں مگر اسلیٹی کہ یہہ خوشامدی مورخ فیروز شاہ کی تعریفیں بہت سی لکھتا ہے تو بہت اعتماد اُسپر مناسب نہیں علاوہ اُسکی یہہ مورخ لکھتا ہے کہ ہر کسان کے پاس ایک عمدہ ہلنگ اور ایک اچھا باغیچہ تھا اور اسباب سے یہہ واضح ہوتا ہے کہ مورخان حال کے خلاف اس مورخ نے رعایا کی بود باش پر نہایت التفات اپنا صرف کیا *

† آٹھویں حصہ کی مناسبت باہمی ہملٹن صاحب کے بیانات متعلقہ ہندوستان جلد ایک صفحہ ۲۵ سے لے کر اکرچہ صاحب ممدوح نے درمی سند یہاں نہیں بیان کی مگر تمام لوگ ان کے قول کی تائید کرتے ہیں

عہد مذکور صدر میں ملک و رعایا کی عام حالت بالمشہد قازہ و شاداب ہوئی سنہ ۱۲۲۰ ع میں جو نیکالوتی کاٹی صاحب نے ملکوں کو دیکھا بھالا تو گجرات کا حال آنکھوں دیکھا بڑے مبالغہ سے بیان کیا اور گنگا کے کناروں یا مینگنا کے ساحلوں کو ایسے شہروں سے آباد پایا جو پہلے پہلی باغوں کے بیج میں واقع ہوئے تھے اور شہر معرزیہ کے پہنچنے سے پہلے چار مشہور شہروں پر گذرا اور شہر معرزیہ کو سونے چاندی سے بہرہ ور اور اقسام جواہرات سے لبریز پایا چنانچہ تائید اُسکے قول کی بارہوسا اور بار تیدا بھی کرتے ہیں جنہوں نے سولہویں صدی کے آغاز میں سیر و سیاحت کو اختیار کیا تھا منجملہ اُنکے بارہوسا کمبوجا کا بیان کرتا ہی کہ وہ شہر ایک عمدہ زر خیز ملک میں واقع اور فلانقرز کی مانند ساری قوموں کے تاجروں اور کاریگروں اور کارخانہ داروں کا ٹھکانا تھا + اور این متوثہ بھی نجس نے محمد تغلق شاہ کے خراب عہد میں سنہ ۱۲۲۰ ع یا سنہ ۱۲۵۰ ع میں سفر کیا بڑے بڑے آباد شہروں اور قصبوں کی تفصیل بیان کرتا ہی باوجودیکہ جن شہروں کو اُسکا گذر ہوا منجملہ اُنکے اکثر شہروں میں فسادوں کے ہنگامے پڑا تھے جس عمدہ حالت میں فساد سے پہلے یہ ملک ہوگا وہ اُسکے بیان سے متوشح ہوتی ہی * اگرچہ بابو نے ہندوستان کو نا پسند کیا اور بدچشم خنارت اُسکو دیکھا جیسے کہ اب بھی یورپ کے رہنے والے پسند اُسکو نہیں کرتے مگر سولہویں صدی کے آغاز میں اُس نے بہت عمدہ ملک اُسکو بتایا اور اُس میں سونے چاندی + کی فراوانی اور آبادی اور ہر قسم کے پیشہ کے سوداگروں اور کاریگروں کی بے پایانی دیکھ کر کمال متعجب ہوا *

+ واضح ہو کہ یارہوسا نے کتاب رموزیہ کی جلد ایک اور صفحہ ۲۸۸ اور بار تیدا نے اُسی جلد کے صفحہ ۱۲۷ میں گجرات کا حال بھی ایسا ہی بیان کیا جیسا کہ کمبوجا کا حال اُنہوں نے لکھا

+ ارس کائن صاحب کا ترجمہ تریزک بابری کا صفحہ ۳۴۵ و ۳۴۳

§ ایضا صفحہ ۳۱۵ اور ۳۳۲ ہندوستانی آبادی شادابی کے مقدمہ میں جو جو بیان لکھے گئے اُنکے خلاف مقابلہ پر بابو کا یہ بیان تھہرے کے قابل ہی کہ اُسکے وقتوں

تمام ہندوستان کا وہ حصہ جو اُس زمانہ میں ہندوؤں کے قبضہ میں تھا پیداوار و محاصل کی حیثیت سے اُس حصہ سے کچھ کم نکھا جس پر مسلمان قابض تھی تیمور لنگ کے پوتے کا ایلچی عبدالرزاق جو سنہ ۱۳۲۲ ع میں بصرہ و واسطت ہندوستان کو آیا تھا + ہندوستان کے جنوبی حصہ کے سیر و تماشے میں مصروف ہوا اور اُسکی بھی ہندوستان کے مداحوں سے موافقت کی غرض کہ اور سب لوگ اس بات پر متفق ہیں کہ ہندوستان کی ولایت سر سبز و شاداب تھی بیجا نگر کے دیکھنی والی بیجانگر کی چوڑائی چکلائی اور حسن و صفائی کو بڑے میلان سے بیان کرتے ہیں چنانچہ بیان اُنکا شہر کی زیست و زینت اور شہر والوں کی مال و

میں کالپی اور کڑہ مانک پور کے پاس پڑوس میں جنگلی ہاتھیوں کی دھاریں جاہل پھرتی تھیں اور مقام گولاس ماروہ کے مشرق میں ہاتھیوں کے بڑے زہرے اکبر کی مٹھ پھرتی ہوئی (پرگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد ۲ صفحہ ۲۱۶) فرشتہ بیان مذکور الصدر سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ یہ شہر اُس زمانہ میں جنگلوں کے بیچ دھان بستے تھے جہاں ہاتھیوں کی زہرے چلتے پھرتے تھے مگر بعد اُسے وہ جنگل کٹ کٹا کر صاف ہو گیا ہاں میرے یہہ راہی ہی کہ مسلمان شکار بازوں کی سعی و محنت سے جنگلوں کی صفائی وقوع میں آئی کچھ تڑپ ملک کی بدولت واقع نہیں ہوئی ابن بطوطہ اپنی کتاب سیر و سیاحت میں جو تورک باہر سے در ۳ برس پہلے لکھی گئی یہہ بات لکھتا ہے کہ منجملہ اضلاع خاص ہندوستان کے کرا اور مانک پور دو ضلع قہایت آباد اور بغایت شاداب تھے (لی صاحب کا ترجمہ ابن بطوطہ کی کتاب کا صفحہ ۱۱۹) چھوٹے چھوٹے جنگل اور پہاڑوں کی ٹیکری ہاتھیوں کے دھنے سہنے کے لیے کافی کافی ہونگی اور کہیں کہیں کھیت کیارونپر کھانے پینے کی فرض سے ہاتھی بھی چلتے پھرتے چلے جاتے ہوئے باقی یہہ شبہ کہ ہاتھیوں کے دھنے سہنے اور لوگوں کے پسٹے رسنے میں مخالفت ہی یعنی جہاں ہاتھی دھتے ہیں وہاں بستی نہیں بستی یوں رفع ہو سکتا ہے کہ راے محل کے پہاڑوں میں جو پنکالہ کے آباد شہروں کے پاس واقع ہے کیلنوں کے زہرے دھتے ہیں اور ہزار کے چورے چلے جنگل میں نام و نشان اُنکا پایا نہیں جاتا ہاں در چار ہاتھی تو بڑے پھرتے ہیں اور اُنکی نسبت یہہ تصور ہو سکتا ہے کہ وہ حقیقت میں پالتو ہاتھی تھے بجز مسست ہو کر جنگل میں بھاگ آئے اور دھیں دھنے سہنے لگے

دولت اور راجہ کی شان و شوکت کے متقدموں میں اُن مورخوں کے بیانوں سے مساوی ہے جو دلی قنوج کی تعریفیں کرتے ہیں + * بہت سے مورخوں نے بہت سے شہروں کا بیان کیا چنانچہ ابن بطوتہ شہر مدورا واقع اخیر جزیرہ نماے گجرات کو دلی کی مانند بتاتا ہے اور جب کہ اُسنی اُس شہر کو دیکھا تھا تو مسلمانوں کی فتح ہر جزیرہ نماے مذکور کی بابت بہت تھوڑا عرصہ گذرا تھا اور یہی مورخ بیان کرتا ہے کہ سارے ملیمار میں در مہینی کی راہ تک کوئی زمین ایسی نہ دیکھی جو مرزوعہ نہی اور باشندوں کا یہ نقشہ تھا کہ ہر شخص کے پاس ایک باغیچہ اور ہر باغیچہ کے وسط میں رھنی کا گہر اور خون باغیچہ کے چاروں طرف کتھرا گائے کا سدھارا سنوارا تھا + *

غرضکہ سمندر کے بندر گاہوں کو مورخوں نے بہت سراہا چنانچہ ہندوستان کے دونوں کناروں کے بندر گاہوں کو بڑے بڑے شہر بیان کیے جنہیں جگہ جگہ کے سوداگر آتے جاتے اور رھتی سہتی تھیں چنانچہ افریقہ اور ایران اور چین اور عرب کے سوداگر جہازوں کے ذریعہ سے باہم تجارت کرتے تھے اور علاوہ ان کے خاص ملک والوں کی باہمی تجارت کناروں پر اور ملک کے اندر ہوتی ہی *

مخروشاہدی مورخوں نے پہچھے بادشاہوں کے حالات ایسی بخروشاہد درآمد سے بیان کیے کہ اُن کے دیکھنے والے سے پہلے بادشاہوں کی

+ عبدالرزاق نے بیضاںگر کا بیان ایسی آب تاب سے کیا کہ دھرم دھام اُسکی اُس بیان کی ٹیپ و ڈاپ سے زیادہ ہی جو الف لیلہ میں شاہزادہ احمد کے قصہ میں پائی جاتی ہی اور معلوم ہوتا ہی کہ وہ قصہ اسی شہر کے بیان سے لیا گیا اور کانٹی صاحب نے اُسکی چوڑائی چکلائی ایسی نرمائی کہ معصیت اُسکا ساٹھ میل کا ہی مگر بارہائے معصیت کو سات میل کا اور خرد شہر کو شہر ملن کے بہت مشابہ بتایا ہی *

+ اسی صاحب کا ترجمہ ابن بطوتہ کی کتاب کا صفحہ ۱۶۶ *

۱ ایران اور عرب اور پاس پروس کے ملکوں کے جہازوں کے علاوہ ملیرار کے اکثر بندروں میں چین کی بڑی بڑی کشتیاں آتی جاتی تھیں سے ابن بطوتہ کی تاریخ صفحہ ۱۶۹ اور ۱۷۲ *

فتوحات اور ترقیات انہوں سے گر گئیں۔ چنانچہ ایک مورخ اپنے مودرج کی نسبت بیان کرتا ہے کہ اُس نے ڈاک چوکی نکالی اور دوسرا مودرج اپنے دلی نعمت کو شارع عام کے بنانے اور کارواں سڑکیوں کے چنانے اور رستوں میں دوطرفہ درختوں کے لگانے کا موجد بتانا ہی اور ابوالفضل نے ہندوستان کی نئی نئی ایجادوں کو اکبر سے منسوب کیا اور ابن بطوتہ کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ محمد تغلق کے عہد و دولت میں گھوڑوں کی ڈاک چوکی ایجاد ہوئی باقی بیادوں کی ڈاک چوکی جب اسے متروک ہوئی کہ دیہات کا انتظام پڑھاں اور مقدمات کی راے اور تجویز ہو سرکاری انتظام کے علاوہ برابر چلا آتا ہے + یہ مانا کہ راہوں کی راستی درستی کو شیر شاہ نے رونق بخشی مگر ابن بطوتہ نے شیر شاہ کے عہد و دولت سے دو سو برس پہلے ملیمار کے کنارے کے بڑے حصہ میں جو اُس زمانہ میں ہندوؤں کا مقبوضہ تھا تمام شارع عام کو سایہ دار درختوں کے سایہ میں پایا تھا اور معین معین فاصلوں پر مہمان سرائیں آباد اور کنوئی چلتے ہوئی دیکھ ایک کتبہ کے دیکھنے سے جو حال میں ہاتھ آیا اور عہسی علیہ السلام کی ولادت سے تین سو برس پہلے کا ہے یہ امر واضح ہے کہ اُسوقت کے راجہ نے شارع عام کے کناروں پر درختوں کے لگانے اور اور کنوؤں کے کھدوانے کا عام حکم جاری کیا تھا۔

سکون کا بہمان

اگرچہ ابوالفضل نے نہیں لکھا مگر سنا گیا کہ پہلے پہل اکبر ہی نے سونے چاندی کے سکے کو ہندوستان میں رواج بخشا مگر بلاشبہ یہ قول ایسا ہے کہ تمام تاریخوں کے مخالف ہے یہاں تک کہ اگر یہ بھی مانا جاوے کہ پہلے سے ہندو سونے چاندی کا سکہ نہ رکھتے تھے تو یہ امر ضروری ہے کہ سنہ عیسوی کے شروع میں انہوں نے اُن یونانیوں سے

+ ہر کانٹوں کا دستور ہے کہ ایک شخص اُس میں عام قاصد ہوتا ہے اور کارروائی اور کتابت شعاری کی ضرورت سے ضلع کا چودھری اپنے ضروری خطاط اور احکاموں کو عام قاصدوں کے ذریعہ سے کانٹوں کانٹوں جاری کرتا ہے۔

لیا ہوگا جو بالغ پر قابض متصرف ہوئی تھی + علاوہ اُسکے غزنی والوں نے بھی ایسی راج کو ہاتھ سے دیا ہوگا جو سامانی خاندان کے عہد سلطنت اور خلیفوں کے ایام خلافت میں برابر جاری رہا اور قطع نظر سب سے بارسدن صاحب کے سکتات موسومہ شاہان دہلی میں شمس الدین التمش کا سکا پایا جاتا ہی جو سنہ ۱۲۳۵ ع میں مرگیا + *

اگر مختلف سکوں کی قیمت قرار دی جاوے تو ایسا شخص اسکو قرار دے سکتا ہی جو مختلف سکوں کی ہرکھ رکھتا ہو اور اس معاملہ کی کوئی کھری سمجھتا ہو اور بارہف اس کے غور و فکر سے بھی تشخیص قیمت کر سکتا ہی ہووے خلیفوں کے وقتوں میں دینار دارم کا

+ پرنسپ صاحب کے عمدہ نقشوں کے پندرہویں صفحہ اور ایشیاٹک سوسائٹی کے روز نامہ ذلک تہ تحقیقات مندرجہ صاحب موصوف کو دیکھنا چاہیئے

+ بارسدن صاحب کی کتاب حالات ایشیا صفحہ ۵۲۱

یہ قیمتوں کی تغیر تبدیل کا حال اس بیان مفصل سے واضح ہوگا کہ خلیفوں کے عہد خلافت کا دینار پانچ روپیہ سوا پانچ آنہ کے لک بھگ ہوتا تھا (بارسدن صاحب کی کتاب صفحہ ۱۷) اس بنوئے کے وقتوں میں مشرقی دینار سے مغربی دینار ایسی مناسبت رکھتا تھا جیسی کہ چار ایک سے نسبت رکھتا ہی یعنی مشرقی دینار مغربی دینار کا چوتھائی تھا اور معلوم ہوتا ہی کہ مشرقی دینار تنظا کا عشر یعنی اُس کے دسویں حصہ کی برابر تھا اگر اُس زمانہ کے تنظا کم اکبری روپیہ کے برابر تصور کیا جاوے تو سوادو پنس یعنی اٹھارہ پائی کے ہوتا ہی (واضح ہو کہ اگلی عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہاں سوادو شلنگ کی جگہ سوادو پنس سہو سے لکھا گیا اور سوادو شلنگ کے اٹھارہ آنہ ہوتے ہیں مترجم) کابل میں زمانہ حال کا دینار ایسا کم قیمت ہی کہ دو سو دینار ایک عباسی کے برابر ہوتے ہیں جو ایک اٹھائی سے بھی کم قیمت ہوتی ہی فرشتہ والا بیان کرتا ہی کہ علاء الدین کے عہد سلطنت میں ایک تنظا پچاس جینل کی برابر تھا جو ایک نانہی کا سکھ پیسہ کی برابر بنایا جاتا تھا اور محمد تغلق کے زمانہ میں وہی تنظا ایسا ذلیل ہوا کہ سولہ پیسہ کی برابر پڑا اور معلوم ہوتا ہی کہ تنظا اُس زمانہ میں زمانہ حال کے روپیہ کی جگہ برتا جاتا تھا اور جب کہ مقدار اُس کی روپیہ کے مناسبت تھی تو شاید قیمت بھی برابر ہی ہوگی اکبری روپیہ کھری چاندی کے لحاظ سے ۶۷۲

رواج تھا اور بعد اُن کے تنہا † نے رواج پایا جس کے تکرے جیتل اور داسوں کے نام سے مشہور ہوئی بعد اُس کے شیر شاہ نے تنہا کا نام روپا رکھا اور اکیوں نے اُس کو موقوف کیا اور مول تول اُس کا ایسے تناسب سے قائم کیا کہ مغلوں کی حکومت تک جوں کا توں قائم رہا اور آج کل کے مروج روپے کے وزن و مقدار کی وہی پیٹھ و بنیاد ہی *

عمارتوں کا بیان

اُن ہرانی عمارتوں کے دیکھنے پہالنے سے جنکو مسلمان بادشاہوں نے یادگار اپنا چھوڑا یہ بات دریافت کرسکتے ہیں کہ اُن لوگوں نے ندریں عمارت میں کس قدر مہارت بہم پہونچائی تھی اور اُنکی سعی و محنت کی بدولت فن عمارت کی ترقی کس مرتبہ کو پہونچتی تھی چنانچہ قطب صاحب کے پاس اُس نا تمام مسجد کی معراییں جو آج تک برابر چلی آئی ہیں علاوہ بلندی اور ایسے عمدہ کتبوں سے آراستہ پیراستہ ہونے کے جو طرح طرح کے بیل بوٹوں سے مزین و مرتب ہیں اِس وجہ سے

چوکھی چاندی کے جرؤں کے برابر ہوتا تھا اور چالیس داسوں یا پیسوں پر منقسم تھا اور ہر دام یا پیسا ۱۹۱۵ تانبی کے جرؤں کی برابر تھا اور ہر دام پچیس جیتلوں پر منقسم تھا جو غالباً ایسے سکے کا نام ہی جو ٹکسال میں ڈھالہ نجاتا تھا انگلستان کی ملکہ الیزبتھ کے زمانہ کا شلنگ کھری چاندی کی روپے ۸۸ × ۸ جو کے دائروں کا تھا اکبر کے عہد سلطنت کا روپیہ انگریزی سکے کے حساب سے ایک شلنگ سارے گیارہ پنس کا تھا اکبر کا سکا اور اُس کے سکے کا سانچا سلامین مغلیہ کی قلمرو میں پچھلی صدی کے نصف تک یعنی بادشاہی کی تباہی سے پہلے زمانہ تک قائم رہا اور کسی قسم کی تبدیل اُس میں واقع نہوئی بعد اُس کے بہت سی ٹکسالیں قائم ہوئیں اور کھری کھری سکے نکلنے لگے ایک سو چھتر جو چوکھی چاندی اُس روپیہ میں مروجہ ہی جو کمپنی کی قلمرو میں آج معمول و مروجہ ہی اور وہ روپیہ بتیس تھک یعنی چونسٹھ پیسونکر بکتا ہی اور ہر پیسہ تانبی کے سو جرؤں کی برابر ہی

† احتمال ہی کہ تنہواہ مروجہ کی اصل یہی تنہا ہو اور اُسکو واڑ معدلہ سے لکھتے ہوئے بعد اُس کے بلفظ تنہواہ مستعمل ہوا اور رتہ رتہ شاعروں کے استعمال میں پہونچا چنانچہ مخلص کاشی اور سلیم قلی کے شعروں میں پایا جاتا ہی والا

اعام بالصراب ۱۲ مترجم

بھی بیان کے قابل ہیں کہ وہ پہلے وقتوں کی نوکدار محرابوں کے نمونہ ہیں + منجملہ ان کے بیچ کی محراب ازروے کتبہ مکتوبہ سنہ ۵۹۲

+ سنہ ۱۲۱۰ اور سنہ ۱۲۳۶ ع کے درمیان میں شمس الدین التمش نے اُس مینار کو پورا کیا جو قطب صاحب کی لائے سے مشہور و معروف ہی اور اُس کے دروازوں کی معزالدین نوکدار ہیں نئی پرانی دلی کے گنبدوں کے دیکھنے سے ہندوستان کے فن عمارت کا حال اگلا پچھلا دریافت ہو جاتا ہے جس کے ذریعہ سے مشرقی فنون عمارت کی تاریخ میں بصیرت حاصل ہو سکتی ہے

یہ مسجد ابتدا میں ایک مندر تھا جس کو رائے پتھورا نے سنہ ۱۱۲۳ ع مطابق سنہ ۵۳۸ ہجری کے بنایا تھا سنہ ۵۸۷ ہجری مطابق سنہ ۱۱۹۱ ع کے جب قطب الدین ایبک سپہ سالار نے دلی کو فتح کیا تو اُس مندر کو مسجد کر لیا مگر کچھ عمارت نہیں بنائی صرف شرقی دروازہ پر فتح نامہ کھود کر لگا دیا جو اب تک موجود ہے سنہ ۵۹۲ ہجری مطابق سنہ ۱۱۹۵ ع کے سلطان معزالدین نے مسجد کی عمارت بنانے کا حکم دیا چنانچہ شمالی دروازہ پر یہ حکم کندہ ہے بموجب اُس حکم کے پانچ در کی مسجد بنائی گئی اور سنہ ۵۹۲ ہجری مطابق سنہ ۱۱۹۷ ع کے ختم ہوئی چنانچہ بیچ کی محراب کے جنوبی بازو پر یہ تاریخ کندہ ہے بعد اسکے سلطان شمس الدین التمش نے اس مسجد کو وسیع کرنا چاہا اور سنہ ۶۲۷ ہجری مطابق سنہ ۱۲۲۹ ع کے اس مسجد کے دونوں طرف تین تین در اور بنائے سنہ ۷۱۰ ہجری مطابق سنہ ۱۳۱۰ ع کے سلطان علاؤ الدین محمد شاہ خلجی نے جانب جنوب بہت عالی شان دروازہ اس مسجد کے لپٹے بنایا پھر اُسی بادشاہ نے اس مسجد کے اور زیادہ وسیع کرنا حکم دیا چنانچہ دوسرا مینار اور جانب شمال نو در اور بنائے شروع کیئے جو ناتمام رہ گئے

لائے کا حال کہ در اصل اس کا بانی کون ہی نہایت مشتبہ ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ اگلے زمانوں کے مسلمانوں کی عادت تھی کہ مسجد کے قریب ایک بلند مینار بناتے تھے جو ماخذ کہلاتا تھا اور یہ ایک ایسا قرینہ ہے جس سے یقین ہو سکتا ہے کہ اس لائے کے بانی مسلمان ہوں مگر یہ بھی مشہور ہے کہ اس لائے کا پہلا درجہ رائے پتھورا کا بنایا ہوا ہے اور چونکہ اس لائے کا پہلا دروازہ شمال روئے ہے جیساکہ ہندوؤں کے مندروں کا ہوتا ہے اور نیز اس درجہ پر زنجیروں میں گھٹائے لگتے ہوئے پتھوروں پر کھدے ہوئے ہیں جس طرح کہ رائے پتھورا کے مندر کی تمام عمارتیں کھدے ہوئے ہیں اور نیز اس درجہ پر اسی طرح کا قلعہ نامہ قطب الدین ایبک اور معز الدین سام کے نام کا لگا ہوا ہے جس طرح کہ ہندو کے شرقی دروازہ پر لگا ہوا ہے اُس لپٹے شہتہ ہوتا

ہجری مطابق سنہ ۱۱۹۷ ع کے سنہ مذکور میں یوزی ہوئی تھی عمارت اس کے پچھلے وقتوں میں اکبر سے پہلے بادشاہوں کی عمارتوں میں نوکدار محرابیں اکثر پائی جاتی ہیں چنانچہ ان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ معمار اس زمانہ کے کسی طرح کا گنبد نہیں بنا سکتے تھے مسجدوں کی یہہ قطع تھی کہ چار چار ستونوں پر ایک ایک گنبد چھوٹا سا قائم کرتے تھے اور ایسے ایسے چھوٹی گنبد بہت سے ہوتے تھے غرض کہ ساری مسجدوں کی صورت ایک ایسی تنگ رستہ کی مانند ہوتی تھی جو متراثر ستونوں کے بیچ میں واقع ہوئے اور بے تکلف چوڑائی اس میں پائی نہ جاوے *

غالب یہہ ہی کہ وہ صورت جو ابتدائے حال میں مسجدوں کے لیے قرار دی گئی تھی مذکورہ بالا صورت بھی اسیکی مانند انہیں کاریگروں نے اختیار کی ہوگی جو بڑے بڑے گنبد بھی بنا سکتے تھے چنانچہ دلی کی کالی مسجد اسی یونانی طرز پر چھوٹے چھوٹے گنبدوں سے بنائی گئی باوجودیکہ فیروز شاہ تغلق کے زمانہ یعنی سنہ ۱۳۸۷ ع میں طیار ہوئی اور غیاث الدین تغلق کے متعبرہ پر جو سنہ ۱۳۲۵ ع میں مرگیا بڑا بلند اور عمدہ گنبد قائم ہی + *

ہی کہ یہہ پہلا درجہ شاید ہندوؤں ہی کا بنایا ہوا ہے مگر دوسرے درجہ پر جو کتبہ لگا ہوا ہے اس سے صاف ثابت ہے کہ باقی درجے اس لائے کے سنہ ۶۲۷ ہجری مطابق سنہ ۱۲۲۹ ع کے سلطان شمس الدین التمش نے بنائے سنہ ۷۷۰ ہجری مطابق سنہ ۱۳۶۸ ع کے فیروز شاہ نے اور سنہ ۹۰۹ ہجری مطابق سنہ ۱۵۰۳ ع میں فتح خان بعد سلطان سکندر بہاول اور سنہ ۱۸۲۹ ع مطابق سنہ ۱۲۳۵ ہجری کے گورنمنٹ انگریزی نے اس لائے کی مرمت کی سال حال سنہ ۱۸۶۷ ع میں اس لائے پر بجلی کر دی اور شق ہو گئی اور گورنمنٹ انگریزی نے اُسکی مرمت کر دی (مترجم)

+ گنبدوں کا نقشہ یونانی عمارتوں سے مسلمانوں نے بلا شبہ اڑایا مگر جب کہ ہندوستان میں رواج اُسکا ہوا اور مسجدیں تعمیر ہوئیں تو اُنکا پیرونی رنگ روپ راجی سو فیہ کے یونانی گرجا سے نہایت دلچسپ اور عمدہ پایا گیا

اگلے وقتوں میں پہلے چپٹے گنبد بننے لگے مگر جہانگیر اور شاہجہاں کے وقتوں میں کچھ کچھ آوبہرنے لگے تھے یہاں تک نصف گره سے زیادہ گول اور اونچے ہونے لگے اور آستوانوں پر قرار اُنکو دیا گیا مختلف زمانوں کی معماریاں بھی مختلف ہیں لیکن انچھ اگلے وقتوں کی معماریاں سیدھی سادھی اور قوم کانہک کی طرز و انداز پر اور پچھلے وقتوں کی معماریاں نعل و بیضہ سے زیادہ گول و مدور اور بیل بوتوں سے مزین و منقش پائی جاتی ہیں یہاں تک کہ اکثر کے بعد کی عمارتیں پہلی عمارتوں کی نسبت بلند اور شاندار اور خوش نما دیکھی گئیں اور بھدی اور بھونڈی ہونے کے باعث سے پہلی عمارتوں کا اثر بھی دیکھنے والوں کی طبیعتوں پر بہت کچھ ہوتا ہی * †

اگرچہ ہندوستانی اور طرز کانہک کی عمارتوں میں نوکدار معماروں اور گھڑکی دروازوں پر خاص قسم کے بیل بوتوں کے بنانے اور بعض اور باتوں کے باعث سے ایسی مشابہت قائم ہوتی ہی کہ بادی النظر میں اُسکے دیکھنے سے ہر شخص کو حیرت ہوتی ہی مگر ہندوستان کی عمارتوں میں کنبہوں اور اقتیہ خطوط کے جگہ جگہ ہونے اور اُنکو بڑی شان و عزت کی بات سمجھنے کے باعث سے دونوں طرزوں کی مخالفت واضح ہوتی ہی منجملہ اُنکے مخصوص بہت پرانی عمارتوں جو طرز کانہک سے بہت سی باتوں میں مشابہہ ہوتی ہیں اس خاص طرز سے مخصوص ہیں کہ اُن میں پتھر کے چہچہے لگے ہوتے ہیں جو پتھر کے تیزوں کے سہارے قائم کیئے جاتے ہیں اور کانہک وضع کی عمارتوں میں چھوٹی سی کانس لگی ہوتی ہی *

† بشپ ہیز صاحب نے اپنے روز نامہ جلد ایک صفحہ ۵۲۵ میں لکھا ہی کہ پٹھان لوگ اپنی عمارتوں کو دیروں کی مانند بڑی بڑی چوڑی چکائی بنیادوں اور آٹاروں پر قائم کرتے تھے اور چوہریوں کی مانند نقش و نگاروں کی زیب و زینت پر سب کو تمام کرتے تھے اور باوصف اُسکے کہ نقش نگاروں کی آراستگی اور بیل بوتوں کی پیوستگی سے مکانوں کی مناسبت پر وہ مقام بہت خوشنما معلوم ہوتے ہیں مگر وہ بیل بوتی اصل عمارت کے بھونڈے بھدی ہونے کو کہو نہیں سکتے

برجیوں اور کنگوروں کی کثرت سے ہندوستانی عمارتوں اور گاتھک و شمع کی عمارتوں میں زیادہ مشابہت اس لیے نہیں پائی جاتی کہ ہندوستانی عمارتوں میں برجیوں کی ٹوکیں گاہے گاہے نکالتے ہیں اور جب کبھی نکالتے ہیں تو بہت تھوڑی نکالتے ہیں بلکہ ہمیشہ برجیاں ایسے گنبد پر ختم ہوتی ہیں جو بعض اوقات برجیوں کے محیط سے باہر نکل جاتا ہے *

پہلے مسلمانوں کے رنگ روپ اور چال تھال کا بیان

ہرانے وقتوں کے مسلمان نہایت قنومند اور سرخ رنگ اور بغایت قوی اور تندرست ہوتے تھے اور موٹے جھوٹے کپڑے کے تنگ کرتے پہنتے تھے اور ہمیشہ چمڑے کے موڑے پہنا کرتے تھے اور اورنگ زیب کے عہد دولت کے مسلمان دبلے پتلے اور کالے پیلے تھے اور مہینوں مسلسل کے جامہ چین دار اور اتنے نیچے پہنتے تھے کہ ان کی زردوزی جوتیاں دامنوں تلے چھپ جاتی تھیں مگر یہ تحقیق دشوار ہے کہ ہرانی طرزوں میں کب سے تھوڑا بڑا تغیر واقع ہوا جسکے تغیر سے طور و طریق بھی بدل گئے *

غالب ہے کہ جب مسلمانوں کو غور و غزنی سے کچھ واسطہ علاوہ نہ رہا تو یہ تغیر واقع ہوا چنانچہ انہیں بتوتہ نے لکھا ہے کہ چودھویں صدی کے نصف پر ہان کھانے نے رواج پایا اور باورچی خانوں میں کھانوں کو ہلوں نصیب ہوا غرض کہ طور طریقوں میں تغیر نے راہ پایا اور جب کہ بابر نے سولہویں صدی میں مسلمانوں کی چال چلن کو ویسا نہ پایا جنکا وہ معتاد اور خور کردہ تھا تو سخت حیران رہا + مگر غالب یہ

+ بابر کا بیان اس لیے دلچسپ ہے کہ اُس نے ایسے تعصب سے لکھا ہے جو کابل یا یورپ سے نئے آنے والوں میں پایا جاتا ہے بابر بیان کرتا ہے کہ ہندوستان ایسا ملک ہے کہ اُس میں عیش و عشرت کی وہ باتیں نہیں جنکی غربی سے وہ مرغوب ہوئے وہاں کے رہنے والے خوب صورت نہیں اور ملنے جلنے کے لطف اور اُٹھنے بیٹھنے کی غربی سے محض ناراض ہیں اور عقل اُنکی سلیم اور فکر اُنکی صائب اور طور اُنکی پسندیدہ نہیں اور حسن صورت اور درد و رنج کی شراکت سے نا آشنا ہیں اُنکی دستکاریوں میں کوئی جدید ایجاد اور نقاشی معماری میں کوئی ہنر پایا نہیں جاتا گہوڑے بڑے اور کھانے کا گوشت بڑا اور پھل پھلاری سے معصوم اور تہذیب و انگوروں سے بے نصیب

ہی کہ خاندان تیمور کی تخت نشینی سے بہت زیادہ تغیر ظہور میں آیا
اسلئے کہ ازبکوں اور افغانوں کے بغض و عداوت اور ایرانیوں کے ساتھ مذہبی
تعصب کے باعث سے باہر کے لوگوں کا انا چانا مسدود ہو گیا ‡ *
اکبر نے صاف صاف اسباب کو منجملہ تدبیروں مملکت کے قرار دیا
تھا کہ مسلمانوں کی چال ڈھال اُن لوگوں کے چال چلن کے مشابہہ ہوئی
چاہئے جو ہندوستان کے اصل باشندے ہیں *

غالب ہی کہ جب سی ہندو مسلمانوں کا ملنا جلنا شروع ہوا تب سی
مسلمان اسے روکھی سوکھی اور تیکھی پھکی نہ رہی تھی جیسی کہ آس
کے میل جول سے پہلے چلے آتے تھے مگر تھوڑی مدت گزرنے پر تاثیر اس
میل جول کی حاکموں پر ظاہر ہوئی چنانچہ معصوم اور اُسکے جانشینوں کے
وقتوں کی نسبت غلام باد شاہوں کے وقتوں میں ظلم و ستم کی باتیں زیادہ
ظہور میں آئیں اور بعد اُنکے جو ظلم و ستم پچھلی سلطنتوں میں واقع
ہوئی وہ خاص خاص حاکموں کے باعث سے وقوع میں آئی یا بیگانہ ملکوں
کی فوجوں کے سبب سے پیدا ہوئی باقی خاندان تیمور کے اکثر بادشاہوں
کی حکومت کے طور طریق اُن باد شاہان یورپ کے طرز و اندازوں کے قریب
قریب پہونچتی تھی چنگی حکومتیں نرم اور معتدل تھیں *

مسلمانوں کے علم و زبان کا بیان

مسلمانوں کا خاص علم اُس زمانہ میں زیادہ مروج ہوا جسکا حال
اب لکھا جا رہا ہے اکبر کے عہد دولت میں اُس علم نے ترقی پائی اور
اور ٹھنڈی ہوا پانے سے کوسوں دور اور بازار اُنکے اچھی غذا و دسما سے خالی اور حمام
اور مدرسوں سے بے نشان اور شمع مشعلوں سے ناکام ہیں یہاں تک کہ کسی گھر میں شمع
دان کا نشان پایا نہیں جاتا بعد اُسکے اُن برے بھونڈی چیزوں کی ہنسی کرتا ہی
جو اُن عمدہ چیزوں کی جگہ برتی جاتی ہیں (اوسکاٹن صاحب کا ترجمہ توڑی پاپر
کا صفحہ ۳۳۳) *

‡ فرضہ مغربی لوگوں سے یہاں تک واسطہ علاقہ منقطع ہوا کہ اورنگ زیب
اُن ایرانیوں کو جو ہندوستان کے مسلمانوں کا اصل نمونہ ہیں اکھڑ گزار کہتا ہے
اور ذلیل لقب کے لگاے بدوں اُنکے نام نہیں لیتا ہے جیسے چنگلی وحشی *

بعد اُس کے نازل کو پہونچا اگرچہ مسلمانوں نے دقیق دقیق علوم میں ہندوؤں اور یورپ والوں سے عمدہ عمدہ باتیں حاصل کیں مگر عہد مذکور کے بعد کوئی فارسی تصنیف ایسی ہندوستان میں پائی نہیں جاتی جو نہایت عمدہ اور تحسین و آفرین کے شایان ہووے *

مسلمان مورخوں کو شنسکرت کے مورخوں پر تاریخ نگاری میں فوقیت حاصل ہی مگر یہ بات اُن کو عرب والوں کی بدولت حاصل ہوئی اگرچہ مسلمان مورخوں کی تاریخوں میں معمولی مفسونوں پر بہت سی لمبی چوڑی تقریریں پائی جاتی ہیں اور وہ دلچسپ اور ضروری باتوں اور دقیقہ سنجی اور نکتہ چینی اور حکیمانہ رائے و تجویزوں سے معرا و مبرا اور کہیں کہیں یاوہ گوئی اور بیہودہ سرائی سے مشحون و معمور ہیں مگر واقعات کا سلسلہ ایسا براہر ہی کہ کسی مقام سے منقطع نہیں ہوتا علاوہ اس کے علم جغرافیہ سے معمور اور اوقات تواریخ کے تعیین و تقریر میں اُمداد اور سندوں کے حوالہ دینے میں نہایت مستعد ہیں غرض کہ امور مذکورہ بالا کی نظر سے برہمنوں کی بیہودہ کہانیوں پر نہایت فوقیت دکھائی دیتی ہے *

یہ بات اچنبھی کی ہی کہ ہندوستانی مسلمانوں کی زبان کی اصل و حقیقت جو آج کل ہندوستان میں بولی جاتی ہی از لوگوں کو بہت کم معلوم ہی *

جب کہ دلی کی سلطنت قائم ہوئی اور پنج و بنیاد اُسکی مستحکم ہوئی تو یہ بات ضروری ہی کہ سارے فیروز مندوں نے ہندوستانی جوڑ بچوں کی بول چال اور علاوہ اُن کے ہندوستانیوں کے مہل چول کی ضرورت سے ہندی بولی سیکھی ہوگی جسکی اصل شنسکرت تھی اگرچہ اُس ہندی زبان کے مصدر شنسکرت کی زبان کے تھے مگر گردان اُسکی بھی تھی جو آج کل معمول و مروج ہی اور غالب یہ ہی کہ یہ زبان ایک مدت تک خالص نہ رہی ہوگی اگرچہ کسی مشرقی مورخ نے چنان

یہیں اس بات کی اب تک نہیں کی کہ کس کس تبدیل و تغیر سے وہ زبان ایسی ہو گئی جو آج کل بولی جاتی ہے *

زمانہ حال کے ایک مسلمان † مورخ نے بیان کیا ہے کہ تیمور کے دہاروں کے وقتوں میں زبان حال کی صورت قائم ہوئی اگرچہ یہ بات قیاس سے خارج ہے کہ ایسی پورشوں کے وقتوں میں جو پورے ہمس دن بھی قائم نہ رہیں اور قتل و قتل اور سفاکی بے باکی کے سوا کوئی نشان اُنکا پایا بھی نہیں جاتا کسی قوم کی زبان میں تغیر واقع ہووے مگر یہہ تعجب نہیں کہ پندرہویں صدی کے اخیر میں آج کل کی ہندی بولی نے ترقی پائی ہو معلوم ہوتا ہے کہ بارہویں صدی کے اخیر سے پہلے اس بولی کو زیادہ ترقی نہ ہوئی ہوگی اِسیلئے کہ بنیاد اُس کی قنوج کی دیسی بولی تھی پنجاب کی دیسی بولی نہ تھی جس کو مسلمانوں نے پہلے پہل فتح کیا ‡ تھا *

یہہ بولی پچھلے وقتوں کی تصنیفوں میں برتی گئی یعنی کتابوں اور شعروں میں برتاؤ اُسکا ہوا اِس لئی کہ کالبروک صاحب نے ایک ایسے ہندو شاعر کا حال لکھا ہے جس نے آغاز سولہویں صدی کے قریب ایک کتاب چپیور میں تصنیف کی اور کہیں کہیں اُس میں فارسی لفظوں کا استعمال بھی کیا مگر صاحب ممدوح یہہ بھی کہتی ہیں کہ مسلمان شاعر بھی اُس خالص ہندی میں پہلے پہلے شعریں کہتی تھے جو ہندی کہلاتی تھے چنانچہ ہندوستانی مسلمان شاعروں کے شعر اوس تذکرہ میں مندرج ہیں جو سنہ ۱۷۵۲ع میں تالیف ہوا ہاں تذکرہ کے پچھلی شاعروں کے شعروں میں عربی فارسی لفظوں کا استعمال پایا جاتا ہے *

† ڈانٹر کل کراست صاحب کی ہندوستانی زبان کی تحقیقات میں اس مورخ کا حوالہ درج ہے

‡ کالبروک صاحب کی تصدیق مندرجہ کتاب تحقیقات ایشیا جلد ۷

زبان حال یعنی اردو کے شاعروں میں دلی پہلا شاعر ہی جسنی سترھویں صدی کے نصف میں اردو زبان میں شعریں کہیں بعد اُسکی برابر شاعر ہوتے چلی ائی چنانچہ آج تک وہ سلسلہ چلا آتا ہی مگر تصنیفات ان شاعروں کی فارسی شاعروں کے کیندہ ہو دیکھیں گئیں اور انہیں کے چہرہ پر اشعار اُن کے ہائی جاتے ہیں اور غالب ہی کہ یہ لیاقت ہندوستانی شاعروں کو حاصل ہوئی کہ انہوں نے خانگی امور اور زندگی کی عام حالتوں کی ہتھوڑ مذمت لکھنے کو رایج کیا اس لیے کہ عربی فارسی کے شاعر خاص خاص لوگوں کی مذمتیں لکھا کرتے تھے جیسی کہ فردوسی طوسی نے مستعمود غزنوی کی مذمت لکھی منجملہ اُن کے سودا شاعر تھے ہتھوڑ گوئی کو ہرے پایہ ہو ہونچایا جو آٹھارہویں صدی کے اخیر میں بڑی دھرم دھام کا شاعر گذرا اگرچہ دکنی ہنگالی اور علی ہذا القیاس اور زبانوں میں عربی فارسی لفظ داخل ہوئی مگر اردو کی مانند دوسری زبان قائم نہ ہوئی *

نواں حصہ

اکبر کی سلطنت کا بیان

پہلا باب

سنہ ۱۵۵۹ء یعنی اکبر کی تخت نشینی سے سنہ

۱۵۸۹ء تک کا بیان

اکبر کی تخت نشینی اور بیروم خاں کی وزارت کا بیان

اکبر تیرہ برس چار مہینے کا تھا کہ ہمایوں نے انتقال کیا اگرچہ یہہ شاہزادہ عمر کی حیثیت سے دستور سے زیادہ ہوشیار اور قابل تھا مگر باوصف اسکے انصرام و اہتمام کے قابل نہ تھا ہمایوں نے اپنے مرنے سے پہلے پنجاب کی طرف آسکو روانہ کیا تھا اور حقیقت یہہ تھی کہ اکبر نام کا سردار تھا اور کل کام آسکا بیروم خاں سے متعلق تھا اور حقیقت میں وہی حاکم تھا چنانچہ یہہ تعلق اکبر کی تخت نشینی کے بعد بھی قائم رہا یہاں تک کہ بیروم خاں نے خاندانان کے خطاب سے سرفرازی پائی جسکے یہہ معنی ہیں کہ وہ بادشاہ کا باپ ہی اور تمام اختیارات آسکو بے حد و بے پایاں حاصل ہوئے غرضکہ وہی بادشاہ گنا گیا *

یہہ بیروم خاں جسکو یہہ مرتبہ حاصل ہوا قوم کا ترکمان اور آس زمانہ میں ہمایوں کا بڑا معزز سردار تھا جب کہ ہمایوں ہندوستان سے خارج نہرا تھا بعد آسکے جب شیر شاہ کے ہاتھوں سے ہمایوں نے شکست فاحش کھائی تو بیروم خاں ہمایوں سے الگ ہو گیا اور بڑی بڑی مصیبتیں اڑتھا کر گرتا پرتا گجرات سے گذرا اور ہمایوں کی پید خلی کے تیسرے برس

میں ہمایوں سے سندھ میں جا کر ملا چٹانچہ وہ لوگ آسکو دیکھ کر نہایت خوش ہوئے جو گھر سے نکلے ہوئے تھے اور اس سے صاف واضح ہوتا ہی کہ لوگ آسکو پہلے سے جانتے تھے کہ وہ آئے وقتوں میں بڑے کام کا آدمی ہی اور آسکو اسی لیے نہایت عزیز و معزز رکھتے تھے غرض کہ اس وقت سے ہمایوں کے معتمدوں میں داخل ہوا اور وہ سردار ایسا مزاج کا مستقل اور طبیعت کا مضبوط تھا کہ اگر اسکا سا استقلال آسکے آقا نامدار کے مزاج میں ٹھوڑا بہت زیادہ ہوتا تو آسکے حق میں بہت ہی اچھا ہوتا *

جب کہ ہمایوں کا انتقال ہوا تو بیروم خاں اس زمانہ میں سکندر سور کے مقابلہ میں مصروف و آمانہ تھا اور سکندر سور کو ایسا دبا رہا تھا کہ شمالی پہاڑوں کے دامن میں بھاگ کر گیا اور اب تک دلی پنجاب کی فرمانروائی کا دعویٰ کرتا تھا ہنوز بیروم خاں جدید مقتوحہ ملکوں کے کام کاج کا انصرام کرنے پایا تھا کہ ناگاہ آسکو یہہ پوچھ لگا کہ مرزا سلیمان والی بدخشاں نے خاص کابل اور دیگر ممالک مقبوضہ ہمایوں پر قبضہ کیا اور جب کہ آسکے نقصان مذکورہ بالا کا تدارک چاہا اور اس میں فکر و تامل کیا تو ناگاہ آسکو یہہ خبر پہونچی کہ سلطان عدلی کی طرف سے ہیمو بقال ایک بیماری فوج اپنے ہمراہ لیکر ان دو کاموں کے ارادہ پر روانہ ہوا ایک یہہ کہ مقلوں کو ہندوستان سے خارج کرے اور دوسرے یہہ کہ سکندر سور باغی کو گوشمالی دیوے مگر یہہ بات یاد ہوگئی کہ اس لڑائی کا نتیجہ ہم پہلے بیان کرچکے یعنی پٹھانوں کو شکست نصیب ہوئی اور ہیمو بقال اپنی دلاوری بہادری سے جی توڑ کر لڑا یہاں تک کہ ایک تیر آسکی آنکھ میں پھنسا اور وہ آسکے صدمہ سے اپنے ہاتھی پر بیہوش ہو کر گرا چٹانچہ وہ مقید ہوا اور اکبر کے تیرے میں لایا گیا اور بیروم خاں نے یہہ بات چاہی کہ اکبر شاہ اپنے ہاتھوں کو اسے فامی گرامی کانر کے لہر سے رنگین کرے اور غازی کہلاے مگر جب کہ اس

بہادر نے حریف مجروح کے قتل کرنے سے صاف انکار کیا تو بیرم خاں نے اُسکے دھم و اندیشے سے خفا ہو کر ایک وار میں ہی مو کا کام تمام کیا *

بعد اُسکے دلی آگرہ پر اکبر نے قبضہ کیا مگر تھوڑے عرصہ بعد اُسکو پھر پنجاب جانا پڑا اس لیے کہ اُسکو کہیں یہہ پرچہ لگا کہ سکندر سور نے ہزاروں سے خروج کیا اور پنجاب کے بہت سے حصہ کو دبا لیا غرض کہ ہزاری ملکوں کے سوا تمام ہموار ملک اکبر کے قبض و تصرف میں بکمال آسانی دوبارہ آگئے اور سکندر سور اپنی جان بچا کر مانکوٹ کے مضبوط قلعہ میں داخل ہوا اور اُس قلعہ کو بڑی جانفشانی سے بچایا یہاں تک کہ اکبر نے آٹھ مہینے اُسکے محاصرہ میں گزارے مگر وہ قلعہ فتح نہوا بعد اُسکے سکندر سور نے اِس قول و قرار پر قلعہ حوالہ کیا کہ بنگالہ جانیکی مزاحمت نہ کرے چنانچہ سکندر سور بنگالہ کو چلا گیا جہاں پتھانوں کا ایک خاندان اب بھی قابض و متصرف تھا *

راضی ہو کہ اسی زمانہ سے خاندان تیمور کی سلطنت کا بحال ہونا سمجھا جاتا ہی اور حقیقت یہہ ہی کہ بیرم خاں کی سعی و محنت کی بدولت وہ سلطنت بحال ہوئی اور اب بیرم خاں کو اس درجہ کے اختیار اور اُس مرتبہ کی جاہ و حشمت حاصل تھی کہ محکوم کے حق میں اُس سے زیادہ ممکن و متصور نہیں *

بیرم خاں اپنی سپاہیانہ لیاقتوں اور حکومت کے زور و قوت کے باعث سے ایسی ایسی بیرونی مشکلوں پر غالب آیا تھا کہ اُس سے کچھ کم تھوڑی ہمت والا سردار اُن کے دباؤ سے دب جانا چنانچہ جو اُسکے جی میں آیا وہ کیا اور ہمیشہ اپنے ارادوں پر جما تھا رہا اور حقیقت یہہ تھی کہ یہہ عادات اُس میں ایسی قوی فوج کے دبائے رکھنے کے لیے ضروری و لازمی تھیں جس میں بڑے بڑے اترنے والے بے تھوڑ تھکائے لوگ پہنچتی تھے اور اُسکی بے انتظامی اور خود سری کا بادشاہ و تدارک ہمایوں کی عقل و شجاعت اور زور و قوت سے خارج تھا اور خصوص اِسے

وقتوں میں کہ ایک ضعیف سن بادشاہ تخت نشین ہووے تو یہہ احتمال غالب تھا کہ بیرم خاں اگر ایسا مستقل مزاج نہوٹا تو وہ فوج اکبر کی حکومت کو زیر و زبر کرتی اور ہرگز جمنے نہ دیتی *

غرض کہ نظر بوجوہات مذکورہ بالا بیرم خاں کی کڑی حکومت لوگ اُس وقت تک بلا شور و فزیاں اُٹھائے چلے گئے کہ سلطنت کی بقاء و سلامت اُسی کی خاص حکومت سے منوط و مربوط سمجھی گئی اور جب کہ یہہ کہتے باقی نہ رہا کہ بدوں اُسکے وہ سلطنت بہت بچاؤ افسردہ ہو مودہ ہو جاوے گی تو اُسکی حکومت کی سختیوں کا اثر دلوں پر ہونے لگا اور لوگوں کے مزاج اُسکی جانب سے بگڑنے لگے اور وجہہ یہہ تھی کہ یہہ بیرم خاں چند ایسی ذاتی برائیاں رکھتا تھا کہ اُنکی بدولت اُسکی حکومت سخت ناگوار ہوئی، یعنی مزاج اُس کا تاض و ترش اور چال ڈھال اُسکی غرور و نخوت سے مشحون و معمور تھی اور اپنی حکومت کا بغایت خواہاں اور دوسریکے اختیار و حکومت سے بڑا جمنے والا اور حد سے زیادہ تعظیم و تکریم کا بجز و اکراہ طالب تھا اور ایسے اختیار کو دیکھ نہ سکتا تھا جو اُسکی عنایت کے سوا کسی اور کے ذریعہ سے حاصل ہووے غرض کہ اوصاف مذکورہ کے باعث سے بہت لوگ اُس کے دشمن ہو گئے یہاں تک کہ خود بادشاہ بھی برگشتہ خاطر ہو گیا اس لیے کہ بادشاہ اب جوان ہوتا جاتا تھا اور بیل اُس کی روز روز بڑھتی جاتی تھی اور بیرم خاں کی مستقل حکومت سے بات اُسکی ایسی ہی کی ہوتی تھی کہ اُس کے گوارا کرنے کی اُسکو ہرگز تاب نہ تھی *

بیرم خاں کی چند باتوں کے سبب سے جو خود مختاری اور بے انصافی سے سرزد ہوئی تھیں بادشاہ کا عتاب اُسکی نسبت زیادہ ہوا منجملہ اُن کے ایک یہہ بات بھی تھی کہ جب ہیملو بتال سے آغاز سلطنت میں لڑائی ہو چکی اور ملازمان دو لڑائی کو نتیجہ نصیب ہوئی تو بیرم خاں نے فردی بیگ حکام سابق دلی کو قتل کیا حسب اتفاق اکبر اسوقت اسلئے

موجود تھا کہ وہ باز کے شکار کو گیا تھا غرضکہ بیوم خاں نے بادشاہ کو ناچیز سمجھ کر ایسے برے معاملہ میں نام کو بھی نہ پوچھا اور تکلف کو بھی دخل نہ دیا یہہ تریدی بیگ بابر بادشاہ کے برے مخلصوں میں سے گنا چاتا تھا اور جب کہ ہمایوں مارا مارا پہنچتا تھا تو وہ ہمراہ اوسکے رہا اور ساتھ اسکا نچھوڑا مگر دلی کو بے وقت اور بے موقع خالی کرنے سے بلاشبہہ مجرم ہو گیا تھا ایکروز ایسا اتفاق ہوا کہ اکبر بادشاہ ہانیونکی لوانی سے جی اپنا بھلا رہا تھا کہ ایک ہاتی میدان سے بھاگا اور دوسرا ہانی حریف اسکا آسکے پیچھے لپٹا اور تماشائی لوگ آنکے پیچھے پیچھے چلے جنہیں اچھے برے ہر قسم کے آدمی شریک شامل تھے جوں ہی وہ بھگوزا ہاتی بیوم خاں کے قیروں میں گھسا تو کئی قیرے گزبرے جنسے بیوم خاں کی جان چوکنوٹکا کہتکا تھا چنانچہ جو لوگ اوس کے آس پاس موجود تھے اون سب کو حیرانی پریشانی ہوئی اور بیوم خاں یہہ بات آلتی سمجھ کر کہ اس سے تذلیل آسکی مقصود تھی نہایت برہم ہوا اور شاید اس شہہ سے کہ مہری جان کا پوشیدہ ارادہ تھا غیظ و غضب کھاکر مہاروس کے قتل کا حکم دیا اور تھوڑے عرصہ تک بادشاہ سے بھی کشادہ پریشانی سے نکلا اور غایت تکلف سے چیں بچیں باتیں کرتا رہا علاوہ اسکے ایک برے درجہ کے امیر کو جو خود بیوم خاں کا ہم قدر تھا خفیف قہمت لگا کر قتل کرایا اور پھر محمد خاں خاص اوسناد بادشاہ کا حبیب کے بھانے سے جلا وطن ہو کر جان اہنی بچا لیگیا غرض کہ بیوم خاں کے دھمی مزاج اور شکي طبیعت سے بادشاہ کے مصاحب سخت حیران اور نہایت پریشان تھے یہاں تک کہ آخرکار اس کے ظلم و ستم کے باعث سے آنکو یہہ ترنگ آئی کہ بیوم خاں کے اس شک و شہہ کو جو ہماری نسبت بغض و عداوت کی بابت رکھتا ہی سچا کریں چنانچہ انجام اس کا یہہ ہوا کہ خود اکبر اسباب پر آمادہ ہوا کہ آپ کو اس قید سے آزاد کرے جس میں وہ دن رات اپنی اوقات بسر کرتا ہی یہاں تک کہ اُسنے اپنے مصاحبوں سے صلاح و

مشورت کر کے ایک امر تجویز کیا غرض کہ بعد اُسکے ایک موقع ہو شکار کھیلنے کو گیا اور اپنی والدہ ماجدہ کی ناسازی طبیعت کا بہانہ کر کے دلی کی جانب روانہ ہوا اور جوں ہی کہ بیروم خاں کے رعب داب کی حدود سے باہر نکلا تو مارچ سنہ ۱۵۶۰ ع مطابق ۲۸ جمادی الثانی سنہ ۹۶۷ ہجری کو یہہ اشتہار اُس نے جاری کیا کہ اب حکومت میلے سنہالی اور اب کرنی شخص اُن حکموں کی تعمیل نہ کرے جو میرے حکم و اجازت سے جاری نہوں غرض کہ اشتہار کے جاری ہوتے ہی بیروم خاں کی آنکھیں کھلیں اور خواب غفلت سے بیدار ہوا اور اب کہ وقت اُسکے ساتھ سے نکل گیا تو اُس نے بادشاہ کا اعتماد دوبارہ حاصل کرنا چاہا اور اُس کے حاصل کرنے میں نہایت کوشش کی چنانچہ دو رفیقوں کو بادشاہ کے دربار میں بھیجا مگر اکبر اس چاہلوسی سے راضی نہوا اور اُن ایلچیوں کو دربار میں داخل نہ دیا بلکہ تھوڑے عرصہ کے بعد اُنکو گرفتار کیا *

جب کہ بادشاہ اپنے وزیر سے کہلا الگ تھلگ ہو گیا تو اُس کے الگ ہونے سے بہت جلد اثر پیدا ہونے لگے چنانچہ ہر پایہ کے لوگ اُس وزیر دولت باختر سے کنارہ کش ہو کر بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے پر آمادہ ہوئے اور سارا باعث یہہ تھا کہ بادشاہ کی بھلائیوں بلکہ اُس کی برائیوں سے بھی یہہ امید اُن کو ہوئی کہ وہ برائیاں بھی بیروم خاں کی سخت گیریوں اور ناخدا ترسیوں کی نسبت خفیف و سبک ہونگی *

جب کہ بیروم خاں کے ساتھ بکھر گئے اور ذاتی ذریعوں کے سوا کرنی سہارا بھروسا باقی نہوا تو اُس نے دوبارہ قوت حاصل کرنی چاہی اور تحصیل قوت کے لیے طرح طرح کی تدبیریں سوچیں چنانچہ یہہ ترنگ اُسکے جی میں اُٹھی کہ بادشاہ کو گرفتار کرے اور بعد اُس کے یہہ سوچھی کہ مالوہ میں پھونچ کر بجائے خود ریاست قائم کرے مگر جو امداد اُسکے ہاتھ آئی اُس کے بھروسے پر اُس ارادہ پر آمادہ نہوا اور غالب یہہ ہی کہ وہ اس بات کو گوارا نہ کرتا تھا کہ اپنی تلوار اپنے اٹاکے

فرزند ارجمند پر اٹھائے چنانچہ وہ ناگور کو بایں بہانہ روانہ ہوا کہ گجرات میں پہونچکر بعزم بیت اللہ جہاز پر سوار ہوگا *

بہرہم خاں ناگور میں پہونچا اور اس امید پر ہوا رہا کہ شاید نصیب اُس کے پلتا کھاویں یہاں تک کہ بادشاہ کا پیغام اُس کے پاس آیا کہ تم اپنے عہدہ وزارت سے معزول کیئے گئے اور اب تمکو ہدایت کیجاتی ہی کہ بلا تاخیر آپ حج کو چلے جاویں جوں ہی کہ یہہ حکم صادر ہوا تو اُسنے تمام نشان اور نقارے اور ماہی مراتب وغیرہ حکومت کی علامتوں کو بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور عام آدمیوں کی حیثیت سے گجرات کی جانب روانہ ہوا مگر بادشاہ کی کسی آئندہ حرکت سے غیظ و غضب کھا کر طبیعت کو بدلا اور تھوڑی بہت فوج اکھٹی کر کے بغاوت کا ہنگامہ علانیہ ہوا کیا اور پنجاب پر چڑھائی کی مگر وہ بدبخت اُس پرورش میں یوں مستحورم رہا کہ اُس کو یہہ توقع نہ تھی کہ خود بادشاہ اُس کے مقابلہ پر آویگا علاوہ اُس کے بادشاہ نے جگہہ جگہہ اُس کی روک ٹوک کے لیٹی فوجیں متعین کیں چنانچہ ایک فوج نے اُسکو ایسی شکست فاحش دی کہ وہ پہاڑوں میں بھاگنے پر مجبور ہوا اور انجام کار اُس کو ماہ ستمبر سنہ ۱۵۶۰ ع مطابق محرم سنہ ۹۶۸ ہجری میں بادشاہ کے فضل و کرم کا خواہاں ہونا ہوا مگر اس موقع پر اکبر نے کمال آدمیت برتی کہ پہلے وزیر کی خدمتوں کو نہ بھولا یعنی اُس نے یہہ کام کیا کہ بڑے بڑے امیروں کو تھوڑی دور تک اُسکے استقبال کے لیئے بھیجا اور بادشاہی خیمہ میں اُس کی حاضری کا حکم دیا غرضکہ جب بہرہم خاں اکبر کے سامنے حاضر ہوا تو بادشاہ کے قدموں پر گرا اور پہلی باتوں کو یاد دلا کر رو ہوا اور سبکیاں بھرنے لگا یہاں تک کہ فی الفور اُس کو بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے اٹھایا اور دائیں طرف اپنے بٹھایا بعد اُسکے خلعت مرتعصم فرماکر یہہ بات فرمائی کہ اب تیری مرضی پر یہہ بات موقوف ہی کہ کسی بڑے صریحہ کی حکومت پسند کرے یا دربار میں بڑے سے بڑے عہدہ ہو

متعین رہے یا بہت تمام حج کو چلا جاوے مگر بیروم خاں نے عقل و ہوشیاری اور فخر و امتیاز اپنا اسی میں سمجھا کہ حج کا جانا قبول کیا چنانچہ معقول وظیفہ اُس کی پرورش کے لیٹی مقرر کیا گیا اور بیروم خاں گجرات کو روانہ ہوا مگر جب کہ بیروم خاں جہاز کے ساز و سامان آمادہ کر رہا تھا تو ایک پتہاں نے پیچھے سے آ کر کام اُس کا تمام کیا اور وجہ اُسکی یہ تھی کہ ہمایوں کے عہد دولت میں اُس پتہاں کے باپ کو خود بیروم خاں نے عین میدان میں قتل کیا تھا *

بادشاہ کی مشکلوں کا بیان

اکبر نے جو بہاری بوجہ اپنے سر پر اٹھایا وہ اُتھارہ برس کے گرو کی تاب و طاقت سے باہر تھا مگر اُس نو جوان گرو کو دستور و معمول کی نسبت زور و قوت اور تعلیم و تربیت نے بڑے بڑے فائدے بخشے تھے *

ہمایوں کے برے وقتوں میں پیدا ہوا اور چھپا کی قید میں پرورش پائی اور باپ کی لڑائیوں میں دلاوری اُسکی واضح اور بیروم خاں کے عہد تسلط میں جب کہ حال اُس کا نازک تھا ہوشیاری اُس کی ظاہر ہو چکی تھی طور و طریق اُس کے معقول اور شکل و شمائل کا دلپذیر اور زور طاقت کا پورا اور چستی چابکی کے کاموں میں زبردست اور عالی ہمت تھا یہاں تک کہ جی بھلانے کے مشغلوں میں بھی بڑا زور اُس سے ظاہر ہوتا تھا چنانچہ گھوڑوں اور ہاتھیوں کے سدھانے اور شیروں اور جنگلی جانوروں کے ہکاؤ زوری مقابلہ کرنے میں زور آزمائی کرتا تھا اور باوصف ایسی سادہ مزاجی اور شان شوکت کے شوق و ذوق کے جسقدر کہ اُس نے نیکنامی کی بنیادوں کو سپاہیانہ کامیابی پر مبنی اور متعلق سمجھا تو حکومت کی شایستگی اور طبیعت کی دریا دلی پر بھی اُس سے کچھ کم تصور نہیں کیا اور اسی سمجھ بوجھ کے موافق عمل درآمد کرتا رہا *

اکبر کی موجودہ حالت کے قیام و استحکام کے لیے وہ تمام اوصاف درکار تھے جو اُس میں پائی جاتے تھے *

منجملہ اُن خاندانوں کے جن جن کی سلطنت چار دانگ ہندوستان میں قائم ہوئی تیمور کا خاندان نہایت ضعیف اور کم زور تھا اور اُسکی بنیاد بھی مضبوط و مستحکم نہ تھی چنانچہ غور غزنی کے خاندان اپنی پُرانی ملکی سلطنت پر مدار اپنا قائم رکھتی تھے جو ہندوستان کی سلطنت مفتوحہ سے متصل تھی اور غلام بادشاہوں کے خاندان جو بلاک ہندوستان میں فرمانروائی کرتے تھے بڑی پشت پناہ اُنکی پہہ تھی کہ اُنکے وطن والوں کی آمدورفت اس ملک میں برابر جاری تھی مگر خاندان تیمور کی شکل اس لیے نئی نرالی تھی کہ بارصف اس کے کہ بابر کابل کے لوگوں سے تھوڑا بہت گھلا ملا تھا مگر مرزا کامران کے عہد دولت میں کابل کا علاقہ واسطہ ہندوستان سے ٹوٹ تانت گیا تھا اور علاوہ اسکے ایک افغان بادشاہ نے جو خاندان تیمور کا بڑا حریف اور نہایت بدخواہ تھا افغانستان کے بڑے بڑے اڑنے بھڑنے والوں اور نیز ہندوستان کے مسلمانوں کو خاندان تیمور کا دشمن بنا رکھا تھا اور اسی سبب سے جو لوگ اس خاندان کے رفیق اور طرفدار تھے وہ ایسے لوگ تھے جو غنیمت کے اوبہ لالچ پر کہیں کہیں سے اکٹھے ہو گئے تھے اور اُن کے اتحاد و اتفاق کا واسطہ رابطہ وہ موہوم فائدہ تھا جو کامیابی کے زمانہ میں تمام لوگوں کو مشترک دار حاصل ہوتا تھا *

جب کہ ہمایوں کشور ہندوستان سے بکمال آسانی خارج کیا گیا تو خاندان تیمور کی وہ کمزوری بخزوری ہو چکی جسکا پہہ امر باعث تھا کہ وہ اپنے قدیمی ملک کی امداد و اعانت اور وہاں کے لوگوں کا سپارا بھروسہ نہ رکھتا تھا یہاں تک کہ ہمایوں کے بیٹے اکبر کی ابتداء سلطنت میں بھی وہی کمزوری داروں میں کھٹکتی تھی *

اکبر کی تدبیروں کا بیان

غالب یہ ہے کہ وجوہات مذکورہ بالا کے لحاظ اور نیز اپنی طبیعت کی صفائی اور طہنت کی پاکی اور نکوئی کی نظر سے اکبر نے یہ ارادہ کیا کہ ہندوستانیوں کی تمام قوموں کا سردار آپ کر بناوے اور اُس بڑی چوڑی چکلی ولایت کے ریشہ والوں کو بلا امتیاز اُن کے نسل و مذہب کے ایک گروہ قائم کرے چنانچہ اُس معقول تدبیر کی تعمیل و تکمیل اُس کے عہد حکومت میں بڑی سعی و محنت اور نہایت میل و رغبت سے برادر ہوتی رہی یعنی لیاقت و حیثیت کے موافق ہر درجہ کا اختیار و پایہ ہندوؤں کو اور ہر فرقے کے چھوٹے بڑے مسلمانوں کو عنایت فرماتا رہا یہاں تک کہ تمام قلمرو میں بڑے بڑے عہدوں پر عمدہ عمدہ خیر خوار اُس کے جگہ جگہ بالفاق باہمی مہرز و ممتاز ہو گئی *

یہ تمام باتیں ایسی تھیں کہ ظہور اُن کا ایک دراز عرصہ کے بعد ہوتا مگر جن باتوں پر سو دست اکبر کو مایل ہونا لازم و واجب تھا وہ نہایت ضروری و لازمی تھیں چنانچہ سب سے پہلے یہ امر ضروری تھا کہ اپنے سرداروں پر اپنی حکومت قائم کرے دوسرے یہ کہ اُن ملکوں پر دوبارہ قبضہ پاوے جو بادشاہت کے دخل و تصرف سے خارج ہو گئی تھیں تیسرے یہ کہ اُس ملک کے نظم و نسق میں ترتیب اور شایستگی پیدا کرے جو بے شمار انقلابوں کے باعث بے نیست و نابود ہو گئے تھے * اکبر کی عہد سلطنت کے پہلی دو برسوں میں حکومت اُس کی صرف پنجاب اور اُس ملک میں محدود و منحصر تھی جو دلی آگرہ کے اُس پاس واقع تھی مگر جب کہ تیسرا سال شروع ہوا تو بے لڑے بڑے اجمہر اُس کے قبضہ میں آئی اور چوتھے برس کے شروع میں گوالیار کے قلعہ پر قبضہ کیا اور بہرام کی شکست ہمت اور زوال دولت سے تھوڑی مدت پہلے سنہ ۱۵۰۶ ع مطابق سنہ ۹۶۹ ہجری میں پٹھانوں کو خاص لکھنؤ اور نیز اُس ملک سے خارج کر چکا تھا جو گنگا سے لیکر چوہدری کی مشرق تک پہنچا ہوا ہے *

مقامات مذکورہ بالا میں خاندان سور کے جو جو رفیق اور معارف باقی تھے شیر شاہ ثانی ولد شاہ عدلی مذکورالصدر کے تحت حکومت چلے آتے تھے اور اکبر کی حکومت پر بہت عرصہ نکذرا تھا کہ شیر شاہ ثانی بہت سی فوج لیکر جونپور کیطرف اس امید پر بڑھا کہ اس ملک کو دشمن کے قبض و تصرف سے نکال کر دوبارہ حاصل کرے جو ہاتھ سے نکل گیا تھا چنانچہ خاں زمان اکبر کے سردار نے اسکو شکست فاحش دی مگر آٹاے نامدار کو کم سن سمجھکر اسکی قوت اور ذریعوں کو ہیچ و بوج تصور کیا اور منجملہ مال غنیمت کے بادشاہ کو حصہ ندیا اور استندور خود پوستی اختیار کی کہ سنہ ۱۵۶۰ ع مطابق سنہ ۹۶۸ ہجری کو خود بادشاہ نے اس سردار سرکش کی گوشمالی کے لئے بذات خود چلنا مناسب سمجھا اگرچہ بادشاہ کے ہونچنے پر چال ڈھال اسکی سیدھی سادھی ہوگئی تھی جیسی کہ اسکے ذمہ فرض و واجب تھی مگر نافرمانی کی ایسی بڑی عادت پڑی تھی کہ وہ صرف اسی وقت تک معطل رہی اور بعد اسکے وہی رنگ ڈھنگ اسکے ہوگئے علاوہ اس کے مالوہ کے حاکم نے بھی خود مختار ہوئیکا ارادہ کیا اور صوبہ مالوہ کی حقیقت یہی تھی کہ یہ صوبہ باز بہادر کے قبضہ میں چلا آتا تھا جو پٹھان بادشاہوں کے سرداروں میں سے ایک سردار تھا اور پیرم خاں کے عہد حکومت میں سردار مذکور کو مالوہ سے خارج کرنیکا ارادہ ہوا تھا مگر اب بادشاہ نے پہلے کی نسبت بڑے زور و شور اور نہایت کڑے و فر سے اس مہم کا ساز و سامان کیا چنانچہ آدم خاں ملازم دولت نے جو اس مہم پر روانہ کیا گیا تھا باز بہادر کو شکست فاحش دیکر مالوہ سے خارج کیا + مگر وہ بھی

+ اس موقع پر عجیب آشوب انگیز حادثہ واقع ہوا بیان اسکا یہی ہے کہ ایک ہندنی باز بہادر کی معشوقہ دانواز اور معبودہ معیت طراز تھی اور اسکے حسن و جمال کا یہ شہرہ تھا کہ چار دانگ ہندوستان میں نظیر اسکی کم پایاب تھی اور جس قدر کہ یہ معشوقہ ہندو نژاد آفت روزگار اور نہایت خوبصورت اور شیریں کار ہی اسی قدر لائق و فائق بھی تھی یہاں تک کہ ہندی زبان کی شاعر اور اس زبان

خان زماں کی مانند اسماءت پر راضی نہوا کہ منجملہ مال غنیمت کے
تھوڑا بہت حصہ بادشاہ کو نذر کرے *

جب کہ اکبر نے یہہ حال اُسکا ملاحظہ فرمایا تو وہ اس بات کا
منتظر نہ بیٹھا کہ اس نافرمان سردار کی جانب سے کوئی علانیہ سرکشی
ظہور میں آوے بلکہ نہایت سرعت سے اُسکے لشکر میں پہونچا اور اُسکے
پورے ارادوں کو پورا نہونے دیا چنانچہ مئی سنہ ۱۵۶۰ ع مطابق شعبان
سنہ ۹۶۸ ہجری کو آدم خاں نے اس نظر سے کام ناکام آقائے نامدار کی اطاعت
اختیار کی کہ وہ ایسے اچانک مقابلہ کا مستند و متارومت نہ کہتا تھا اور اکبر نے
یہی تصور اُسکا معاف کیا مگر تھوڑے عرصہ بعد اُسکو مالوہ کی حکومت
سے منتقل کیا اور اوستاد پیر مستند خاں کو وہ حکومت بخشی جو پہلے
زمانہ میں بادشاہ کا اوستاد تھا یہہ پیر مستند خاں اس لئیے فن حکومت
اور سپہ گری سے نا آشنا تھا کہ اُسنے نوشت خواند کی تعلیم پائی تھی
بلکہ کوئی ایسی خوبی اُس میں موجود نہ تھی کہ اُس کے لحاظ سے یہہ
تصور کیا جاوے کہ پہلے زمانہ میں وہ بادشاہ کا اوستاد ہی ہوگا جسکی
بدولست وہ مرتبہ اُسکو حاصل ہوا یا یہہ کہ جس بڑے پایہ پر وہ اب
پہونچا اُسکے مقتضی یہی تھا کہ اُس سے والا نظری اور ارالزمی ظاہر ہووے
غرض کہ باز بہادر نے اُسپر دھاوا کیا اگرچہ پہلے پہل اُسنے بڑی بڑی

میں عمدہ عمدہ شعریں کہتی تھی اور شعر گوئی میں شہرہ آفاق تھی حاصل یہہ کہ
جب باز بہادر جان بچا کر بھاگا تو وہ پریرزاد آدم خاں کی گرفتاری میں آئی اور جب
کہ اُس نے یہہ بات اچھی طرح دریافت کی کہ آدم خاں کی منت سماجت اور نیز اُسکی
دھمکیوں سے مستغرض رہنا ممکن نہیں تو اُس نے ملاقات کا ایک وقت مقرر کیا اور
نہایت عمدہ پوشاک اُس نے پہنی اور لطیف لطیف عطر اُسپر چڑکے اور ایک اچھی
سیج پر قریب کے اٹچل سے مرنہ اپنا ڈھانپ کر بے تکلف ہرگز پاؤ اپنے پھیلائے غرض
کہ وہ پریرزاد ایسی طرح سرئی کہ اُس کو سہیلیوں نے یہہ تصور کیا کہ یہی آرام
فومانی ہیں یہاں تک کہ جب آدم خاں پہونچا اور اُس خفتہ بخت نے اُس درخت
بیدار کو جگاتا چاہا تو اُسکو مروا پایا اس لئیے کہ وہ راحت جان زہر کھاکر سرئی تھی
اور آہر کے پیچھے جان اپنی کھوچکی تھی — خانی خاں

فتوحات حاصل کیں مگر دو شہروں کی خونریزی سے چند روزہ قابض و متصرف ہوا تھا اپنی فتوحات کو بٹا لگایا حاصل یہ کہ باز بہادر آخر کار اُس پر غالب آیا اور دریائے نریدہ میں اُسکو دبیوا بعد اُسکے مالوہ کا صوبہ قدیم مالک کے قبضہ میں چلا گیا مگر سنہ ۱۵۶۱ ع مطابق سنہ ۹۶۶ ہجری میں عبداللہ خاں اوزبک کے ہاتھوں سے باز بہادر سخت مغلوب ہوا جسکو اکبر نے اُسکے مقابلہ کے لیئے روانہ کیا تھا بعد اُس کے تھوڑے عرصہ گذرنے پر باز بہادر نے اکبر کی اطاعت اختیار کی اس لیئے کہ اکبر کی عمدہ ملکی تدبیروں کی چہمت سے یہہ علاج اُس کے مغلوب دشمنوں کے لیئے ہمیشہ باقی رہتا تھا *

باوجود اسماء کے کہ آدم خاں حکم و حکومت سے معزول و معطل ہو گیا تھا مگر مزاج اُسکا سیدھا نہوا تھا اور وہ کھوت اُسکا اب تک نگیا تھا چنانچہ اُس نے بادشاہ کے وزیر سے خصوصیت ڈھونڈ کر ایسے کمرہ میں جو بادشاہ کے کمرہ کے متصل اور ایسے وقت میں کہ وزیر اپنی نماز میں مشغول تھا وزیر کے کتاری ماری اور چوں ہی کہ اکبر کے کانوں میں اس قصہ کی بھنگ پڑی تو وہ اپنے کمرہ سے دوڑ کر آیا اور پہلے وار اُسے جنتیلاہت سے یہہ چاہا کہ اپنے وزیر کا عیوض خاص اپنے ہاتھوں سے لیوے مگر چوں توں کر کے آپ کو یہاں تک روکا تھا ما کہ تلوار اپنی میان کی اور بعد اُس کے حکم دیا کہ اُس بلند مکان کی چہمت سے قاتل کو نیچے گرایا جاوے جہاں اُس نے وہ کرتک کیا تھا یہہ واقعہ سنہ ۱۵۶۲ ع مطابق سنہ ۹۷۰ ہجری میں واقع ہوا مالوہ کی حکومت میں عبداللہ خاں اوزبک سے بھی ایسی سینہ زوری ظاہر ہوئی کہ صوبہ مذکور کی فتح پر ایک سال سے کچھ ہی عرصہ زیادہ گذرا تھا کہ بادشاہ اُس سردار کو تہ اندیش کی ناشایستہ حرکتوں سے تنگ ہو کر فوج کشی پر مجبور ہوا اگرچہ اُس سردار نے چند مقابلہ بیفائدہ کیئے مگر انجام اس کا یہہ ہوا کہ گجرات کو بھاگ گیا اور گجرات کے بادشاہ کا دامن پکڑا یہہ واقعہ سنہ

۱۵۶۳ ع مطابق ۹۷۰ اور سنہ ۹۷۱ ہجری میں واقع ہوا اور جب کہ اور اوزبکوں نے جو بادشاہی فوج کے سردار تھے عبداللہ خاں اوزبک کا یہہ حال اپنی آنکھوں سے دیکھا تو وہ سخت ناراض ہوئے اور انکے دلوں میں یہہ شہہ پیدا ہوا کہ یہہ نوجوان بادشاہ ہمارے لوگوں سے اس لئے متغیر ہی کہ وہ باہر کی آل و اولاد ہی اور اوزبک لوگ اس کے دشمن تھے غرض کہ ان لوگوں نے بہت سے سرداروں سمیت اس خیال سے روانہ ہوئے کہ ہماری قوم کے لوگ اب ذلیل و خوار ہونے والے ہیں یہاں تک کہ سنہ ۱۵۶۳ ع مطابق سنہ ۹۷۲ ہجری میں وہ لوگ باغی ہو گئے اور خاں زمان مذکور الصدر اور آصف خاں امیر ثانی جو فتح گڑھ واقع حد بندیلکھنڈ بالائی نوبہ کی بدولت حال میں معزز و ممتاز ہوا تھا باغیوں کے شریک و شامل اور مدد معاون ہوئے اس ریاست کی حاکم ایک بادشاہزادی تھی جس نے آصف خاں مذکور کا مقابلہ بیفائدہ کیا اور جب کہ اس شہزادی نے یہہ دیکھا کہ فوج اسکی تباہ اور وہ آپ زخمی ہوئی تو اس نے اس اندیشہ سے کہ وہ دشمن کے ہالے پڑے تلوار سے آپ کو ہلاک کیا بعد اسکے شہزادی کے خزانے آصف خاں کے ہاتھ آئے مگر آصف خاں نے بہت سا تغلب کیا اور جب کہ یہہ تغلب پکڑا گیا تو اسنے بغاوت کو سدھالا اور خیمشا باطن کو اوجالا :

ان باغیوں کی لڑائی میں کامیابی کی صورتیں مختلف مختلف رہیں یعنی کبھی انہوں نے اطاعت اختیار کی اور کبھی کبھی کئی کئی سرداروں نے بغاوت کو دوبارہ پسند کیا چنانچہ انہیں قصے قصایوں میں اکبر کے دو برس سے زیادہ صرف ہو گئے مگر انجام اس کا ایسے بہادرانہ کام پڑا جو بادشاہ فیروزہ مند کی مخور و خصلت کے شاہیاں و سزاوار تھا بیان اس کا یہہ ہی کہ جب بادشاہ اکبر اس بغاوت کو بہت کچھہ پس پا کر چکا اور اسکے بھائی مرزا حاکم نے پنجاب پر دھاوا کیا تو کام ناکام اسکو باغیوں کے مقابلہ سے لوٹنا پڑا اور اس دھاوے کے رفع دفع میں کئی

مہینے صرف ہوئے اور جب کہ وہ پنجاب سے واپس آیا تو اُس نے اُس ملک پر باغیوں کا قبضہ و تصرف پایا جسکو اُنکے قبضہ و دخل سے خارج کیا تھا یعنی اودہ اور الہ آباد کے صوبوں کا بڑا حصہ باغیوں کے دخل و تصرف میں داخل ہو گیا تھا اگرچہ ہر سات کی شدت تھی مگر اکبر نے ندی نالوں کی پروانگی اور بلا تاخیر اُنکے مقابلہ کو روانہ ہوا اور گنگا پار اُنکو مار کر بھگایا اور جب کہ باغیوں نے آپ کو گنگا کی طغیانی کے ذریعہ سے محفوظ سمجھا تو بادشاہ ایک غرقاب ضلع سے سخت کوچ کر کے رات کے وقت اس طرح گنگا پار اوترا کہ وہ دو ہزار آدمی جو فوج سے آگے بڑھے ہوتے تھے گھوڑوں اور ہاتھوں پر سوار ہو کر پار اوتار گئے اور رات بھر گہاتوں میں چہلی رہے اور پو کے پھٹتے ہی دشمنوں پر پھیل پڑے اگرچہ باغیوں کو یہہہ حال معلوم تھا کہ تھوڑے سے سوار اُنکے قریب ہی اترے ہیں مگر دھاوے کا وہم و خیال بھی تھا غرض کہ باغی لوگ نجیت بیٹھے تھے اور کوئی فکر اُنکو دامنگیر نہ تھی اور جب کہ ہل چل کی آغاز ہی میں خان زماں مارا گیا اور اصف خان پبادہ رکھیا یعنی گھوڑا اُس کا کام آیا اور خود گرفتار ہوا تو وہ غلبہ جو کثرت کی رو سے بادشاہی فوج پر اُنکو حاصل تھا لغو و بیہودہ ہو گیا یہاں تک کہ ہاتھ پاؤں اُنکے پھول گئے اور اٹھارہ اودھو قتر ہتر ہو گئے یہہہ بغاوت سات ہوس تک قائم رہی *

کابل کے امور اہل کا بیان

اُس حملہ کا باعث جو کابل سے پنجاب پر واقع ہوا اور خود بادشاہ کو اُس حملہ کی ضرورت سے مذکور الصدر باغیوں کے مقابلہ سے الگ ہونا پڑا بہت سی پچھلی ہوائی باتیں تھیں بیان اُس کا یہہہ ہی کہ ابوالمعالی اور شرف الدین نامی اکبر کے دو سردار اوزبکوں کی بغاوت سے پہلے سنہ ۱۵۶۱ع مطابق سنہ ۹۶۹ ہجری میں ناگور کے مقام پر باغی طاغی ہو گئے تھے یہاں تک کہ بادشاہی فوج کو شکست فاحش دیکر دلی کی جانب بڑھے چلے آئے تھے مگر آخر کار اُنکو پچھلے پدروں بھاگنا پڑا چنانچہ

وہ سخت مجبور ہوئے اور اُنک پار اُنہوں نے ہناہ اپنی تھونڈی اور
 رہی سہی فوج کو ہمراہ اپنے لیکر کابل میں پہونچے چنانچہ حسب
 تقاضائے وقت آویٹھہ اُنکی وہاں اچھی ہوئی اور بات اُنکی پوچھی گئی *
 ہمایوں کے مرتے دم تک ہمایوں کے شیر خوار بیٹے مرزا حاکم کے نام پر
 کابل کی حکومت جیسے تیسے قائم رہی اور بعد اُسکے تھوڑے دن گذرے
 تھے کہ اُسکے رشتہ دار مرزا سلیمان والی بدخشاں نے اُسپرورش کی جیسا
 کہ بیان آسکا مذکور ہوا اگرچہ بعد اُسکے جلد دوبارہ قبضہ کیا گیا مگر
 حقیقت میں وہ حکومت اکبر کی مطیع و مستحکوم نہی کابل کی حکومت
 اکبر کی ماں کے تحت تصرف میں رہی اور یہہ بیگم اپنے حال نازک کی
 حفظ و حراست ہکمال غفل و ہوشیاری سے کرتی رہی یہاں تک کہ جسقدر
 وہ خاص اپنے وزیروں سے چوکنی دھتی تھی اُسقدر اوہری دشمنوں اور
 بیگانہ غنیموں سے قدرتی تھی *

مرزا سلیمان کی مہم سے اکبر کی ماں کو فراغت حاصل ہوئی تھی
 کہ یہہ باغی سردار اُسکی خدمت میں حاضر ہوئے اور تھوڑی مدت
 گذرنے پر اسباب کی ترغیب آسکو دی کہ اپنے کام کاج کا انتظام ابوالمعالی
 کو تفویض کرے چنانچہ پہلی پہلی اُس مکار بد باطن نے ایسی دانائی
 ہوتی اور ایسی چالیں چلا کہ اُن سے یہی ظاہر ہوا کہ وہ برے کام کا وزیر
 ہی مگر اُس ہیئت پاپی کے جی میں یہہ بات بے طرح بیٹھی تھی کہ وہ
 بیگم کی حکومت کو بطور مستقل قائم نہ رکھے چنانچہ اُس نمک حرام نے
 بہت جلد اپنی کمک مدد کے واسطے عین کابل میں ایک فریق کو طرفدار
 اپنا بنایا اور بیگم کو قتل کرا دیا اور حکومت کی مسند پر مستقل ہو
 بیٹھا بعد اُس کے مرزا سلیمان سے اعانت طلب کی گئی چنانچہ سنہ
 ۱۵۶۳ع میں ابوالمعالی اپنی سزا کو پہونچا یعنی شکست کھا کر جان سے
 مارا گیا اور مرزا سلیمان ایسی چال چلا کہ کابل کا دخل و تصرف
 مغیروں کے قبضہ قدرت میں بہت سب ظاہر چہرہ حقیقت میں ایک

اپنے متوسل کی سرپرستی اور رہنمائی پر کام اُس کا موقوف و منحصر رکھا جسکی حکومت ایسی سخت اور ناگوار تھی کہ مرزا حاکم نے اُسکی اطاعت سے سوتابی کی چٹانچہ مرزا سلیمان سے لڑ بھڑ کر مغلوب ہوا اور کابل سے نکالا گیا یہہ حال اوس لڑائی کے پچھلے برس میں واقع ہوا جو اکبر شاہ کو قوم اوزبک کے سرداروں سے پیش آئی تھی اگرچہ مرزا حاکم نے ملازمان دولت اکبری سے اُس قدر کمک حاصل کی تھی جو بمقتضای وقت اُس کو ممکن و متصور تھی مگر اُس نے اپنے بھائی کو باغیوں کی گوشمالی میں مصروف پاکر یہہ ارادہ کیا کہ جو نقصان اُس نے کابل میں اٹھایا بھائی کی جائداد پر قبض و تصرف کرنے سے اُس کو پورا کرے چٹانچہ اُس نے لاہور پر قبضہ کیا اور پنجاب کا بہت سا حصہ دہایا مگر انجام اُس کا یہہ ہوا کہ ماہ نومبر سنہ ۱۵۶۶ع میں ہندوستان سے نکالا گیا اور اُسی زمانہ میں ایک اچھی تبدیل و تغیر کے باعث سے کابل میں دوبارہ داخل ہوا اور ایک عرصہ تک قابضانہ اس چہن سے بیٹھا رہا *

واقعات مذکورہ بالا کے زمانہ اور اوزبکوں کی لڑائی کے وقتوں میں کہ وہ اب تک پورے نہ ہوئی تھی ایک اور بغاوت ہندوستان میں برپا ہوئی جس کے نتیجے آخر کار عمدہ ہاتھ آئے تفصیل اُس کی یہہ ہی کہ سلطان مرزا خاندان تیمور کا ایک شاعرانہ جو بابو کے ہمراہ اقلیم ہندوستان میں آیا تھا ہمایوں سے باغی ہو چکا تھا اگرچہ خود سلطان مرزا مغلوب ہوکر پشیمان ہوا تھا اور بادشاہ نے قصور اُس کا معاف فرمایا تھا مگر اُسکے چار بیٹوں اور تین بھتیجیوں نے سلطنت کی خرابی اُبتری دیکھ بھالکر مقام سدہل میں جو اُن کے باپ کی حکومت گاہ تھی بغاوت کا جھنڈا کھڑا کیا پہلی پہل تو بلا جد و جہد ایسے مغلوب ہوئے کہ اُن کی جانب کا کھٹکا باقی نہ رہا یہاں تک سنہ ۱۵۶۶ع میں گجرات کو بھاگنے پر مجبور ہوئے چٹانچہ وہ گجرات میں پہونچے اور آئندہ

واقعات متفرقہ کا بیان

ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ شرف الدین کی بغاوت کے زمانہ میں ایک مشہور † درگاہ کی زیارت کو اکبر شاہ سواری پر جاتا تھا حسب اتفاق ایک تیرانداز جس کا حال اُس کے قتل کے بعد دریافت ہوا کہ وہ شرف الدین باغی کا رفیق و ہمراہی تھا تماشاخیان سواری کے ابنوہ میں گھس بیٹھ کر ایک جانور کو جو اُس کے سر سے اوپر اڑا جاتا تھا بحسب ظاہر نشانہ اُس نے بنا کر بادشاہ کے شانہ کو نشانہ بنایا چنانچہ اُس نے تیر جوڑ کر ایسا زور سے مارا کہ بادشاہ کے شانہ میں کئی انچھ گہرا بیٹھا غرض کہ لوگوں نے اُس کو گرفتار کیا اور بادشاہ سے بہت منت گزار ہوئے کہ آپ اُسکے قتل کو ملوثی رکھ کر سخت سخت تکلیفوں کے ذریعہ سے نام اُس شخص کا دریافت فرماویں جس نے اُس بخون گرفتہ کو اس ناشایستہ حرکت پر آمادہ کیا مگر بادشاہ نے یہ فرمایا کہ ایسی صورتوں میں ہوجھنے گچھنے سے مجرم لوگوں کی جگہ بیٹھو یہی ہوتے جاتے ہیں غرض کہ بادشاہ نے چہان بین اُسکی نکلی اور اُسکے قتل کو ملوثی نہ کیا † *

منجملہ آن وارداتوں کے ایک واردات یہ تھی کہ خواجہ معظم جو
ماں کیطرف سے اکبر کا واسطہ دار تھا ایسا خشنماک اور بے قابو ہو گیا
تھا کہ وہ اپنی بی بی کو نہایت بیدردی اور کمال بیرحمی سے مارا پٹا

+ یعنی اجمیر شریف ۱۲ مترجم

‡ مخافی بنگال اور اکبر نامہ

کرتا تھا یہاں تک کہ رشتہ دار اُس عورت کے بادشاہ سے شادی ہوئے اور
 کہنے سننے کے بعد انہوں نے یہہ درخواست پیش کی کہ آپ اُس معاملہ
 میں دست انداز ہو کر اُس وحشی مزاج کو اسباب پر راضی کریں کہ وہ
 اپنی بی بی کو اُسکی ماں کے پاس اُس زمانہ میں چھوڑے جب کہ وہ
 اپنی جاکوڑ کو چارے بعد اُسکے بادشاہ اپنے ہمراہیوں سمیت ایک موقع
 پر شکار کھیلنے کو گیا اور اُس نے یہہ ارادہ کیا کہ خواجہ معظم کے گھر
 جاکر جو دلی کے متصل واقع تھا خواجہ سے ملاقات کرے مگر وہ ظالم
 وحشی مزاج اکبر کے ارادہ پر پے لیکھا اور اکبر کے اُترنیکا اُس نے انتظار
 کیا کہ فی الفور اپنے زنانہ میں پہنچا اور بی بی کو قتل کیا یعنی اُس کے
 کلیجے میں تلوار کو گھنکولا اور لہو بھری تلوار کو کھڑکی کی راہ سے اکبر
 کے لوگوں میں پھینکا اور جب کہ اکبر اُس مکان میں داخل ہوا تو
 خواجہ معظم کو مسلح پایا اور مقابلہ پر مستحکم دیکھا یہاں تک کہ
 خواجہ معظم کے ایک غلام کے ہاتھ سے جان اُسکی بدشواری معفو ظرہی
 یعنی وہ غلام اُس جال میں مارا گیا کہ بادشاہ پر وار اپنا لگانا چاہتا تھا
 غرض کہ بادشاہ اس سینہ زوری اور بھراہی سے نہایت برہم ہوا اور یہہ
 حکم صادر فرمایا کہ خواجہ معظم کو جمنہ میں سر کے بل اُلٹا کر کے تیر
 دیں مگر جب کہ وہ ایسی طرح نہ تیرا تو اکبر نے رحم کیا اور ارشاد فرمایا
 کہ پانی سے نکال کر گوالیار کے قلعہ میں مقید کیا جائے چنانچہ خواجہ
 معظم وہاں مقید رہا اور دیوانہ ہو کر مر گیا † *

ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ اُس نے ایک سفر میں ہندو فتہروں کے دو
 گروہوں کو دیکھا کہ وہ لوگ اپنے رسم و رواج کے مزائق تھانیس کے میلہ میں
 خاص ایک مقام پر جہاں ہندو ہر برس نہانے جاتے تھے اُترنے مرنے پر
 مستعد ہیں اور ننگی تلواریں لیئے کھڑے ہیں چنانچہ پہلے پہل بادشاہ
 نے ہر طرح سے اس بات پر کوشش فرمائی کہ رضا و رغبت سے تصفیہ اُنکا

ہوجاؤے مگر جب کہ کوئی تدبیر اُسکی داس نہ آئی اور یہ بات بخوبی ثابت ہوئی کہ یہ لوگ آپس میں راضی نہ ہونگے تو اُس نے روک تھام اُنکی نکلی اور اُنکو لڑنے مرنے دیا اور لڑائی کا تماشا دیکھتا رہا یہاں تک کہ ایک فریق اپنے حریف پر غالب آیا بعد اُسکے اکبر نے اُس قتل عام کی روک تھام کے لیے جو اُس غلبہ کا نتیجہ ہوتا اپنی سپاہ محفوظ کو حکم دیا کہ فیروز مندوں کی لاگ ڈانٹ کر کے مغلوں کے تعاقب سے باز رکھے چنانچہ اس تدبیر سے وہ لڑائی خاتمہ کر دی گئی *

بیگانہ ملکوں پر متوجہ ہونے کا بیان

جس قدر کہ بادشاہ اسیروں سے لڑنے بھڑنے کے وقتوں میں شیر شاہ نے چائینہوں سے ہوسر پیکار اور آسادیہ کارزار تھا تاج و تخت کے قائم رکھنے میں یہی اُس سے کچھ کم اور سرگرم تھا یہاں تک کہ جب وہ پچیس ہوس کو پہنچا تو اپنے بد خواہوں کو خواہ اپنے زور و قوت سے غارت غول کر چکا یا اپنے لطف و مروت سے خیر خواہ اپنا بنا چکا اب اُسکو بیگانہ ملکوں پر مائل ہونے کی فرصت ہاتھ آئی چنانچہ منجملہ اُن ملکوں کے پہلے پہل جس ملک پر وہ مائل ہوا وہ راجپوتوں کا ملک تھا غرض کہ بہارا مل والی جے پور اُس سے متفق رہا یہاں تک کہ آغاز محبت میں اپنی بیٹی کا بیٹا اکبر سے کیا اور اتھکان محبت کی بدولت خود راجہ اور اُس کا بیٹا بھگوانداس اکبر کی فوج میں بڑے بڑے عہدوں پر مہرز و ممتاز ہوئے۔

پیرم خاں کے زوال دولت کے تھوڑے دنوں بعد سنہ ۱۵۶۱ ع مطابق سنہ ۹۶۹ ہجری میں مازرا کی ریاست پر فوج کشی کی اور جبکہ میوٹکا مضبوط قلعہ فتح ہوا تو وہاں کے لوگوں پر اثر پیدا کیا مگر وہ اُس کا فائدہ نہ اٹھا سکا اس لیے کہ اُسکو ایسی ضرورتیں پیش آئیں کہ اُن ضرورتوں کے باعث سے لڑائی کی ضرورت نکوسکا مگر اب اُس نے سنہ ۹۸ د

۱۵۶۷ ع مطابق سنہ ۹۷۵ ہجری میں چتور یعنی اودے پور کے راجہ پو چڑھائی کی اودے پور کا راجہ اودھے سنگھ اُس زمانہ میں راج کا مالک تھا جو راجہ سنگا بابر کے مخالف کا بیٹا تھا مگر یہہ راجہ ایسا ضعیف اور درن ہمت تھا کہ جب اکبر بادشاہ قریب آسکے پہونچا تو وہ راجہ چتور کو چھوڑ چھاڑ کر گجرات کی شمالی پہاڑی اور جھاڑی کے ملک میں چلا گیا مگر اُس کے چلے جانے سے چتور گڈہ کی فتح اس لیے سہل و آسان نہ ہوئی کہ اب بھی اُس میں بہت قوی فوج جیمیل سردار کی تحت حکومت موجود تھی جو بڑا شجاع دلدار اور نہایت لائق ذوق افسر تھا اگرچہ چتور گڈہ پہلے دو مرتبہ فتح ہوچکا تھا مگر میواڑ کے راجپوت اُسکو اپنی سلطنت کا بڑا مقدس مقام سمجھتے تھے غرض کہ اکبر کمال ہوشیاری اور نہایت قاعدے شناسی سے اُس قلعہ کے قریب پہونچا اور جو جو خندقیں اور دمدے اُس نے بنائے تفصیل آنکی فرشتہ والے نے بیان کی ہی اور وہ دمدے اُن دمدوں کے مشابہ تھے جو آج کل ہلاک یورپ میں بنائے جاتے ہیں حاصل یہہ کہ وہ دمدے ایسے تھے کہ مخروط کی مانند اُنکے زاویہ تنگ تھے اور جھاڑ وغیرہ کے اسطوانہ نما کوتھیں پور قیام تھے جنہیں خندقوں کی مٹی بھری گئی تھی مگر اُن دمدوں سے یہہ مقصود نہ تھا کہ قلعہ کے ترزنے کے لیے اُنہیں توپیں چڑھائی جارہیں بلکہ صرف مطلب یہہ تھا کہ اُنکی اوت باز میں قلعہ ^{مقابلہ} بپہنچکر سرنگیں لگائی چارہیں چنانچہ دو جگہ سرنگیں لگائی گئیں غرضکہ جب دھاوے کے واسطے فوج آراستہ پیراستہ ہوچکی تو اُن سرنگوں میں توڑا لکایا گیا اور قبل اُس کے یہہ بات قرار پائی تھی کہ سرنگوں کے اورتے ہی دھاوا کیا جاوے مگر تقدیر سے یہہ امر پیش آیا کہ ایک سرنگ اُرتنے پائی تھی کہ توٹی النگ کی جانب سے فوج نے دھاوا کیا اور عین دھاوے میں دوسری سرنگ اوزی اور فریقین کے سپاہی تلف ہوئے یہاں تک کہ ایسی ہیبت طاری ہوئی کہ حمائہ اور بھاگ آئے *

جب کہ وہ تدبیر اکبر کی راس نہ اُٹھی تو مستحصرہ کا سامان دوبارہ کرنا پڑا مگر ایک رات ایسا اتفاق ہوا کہ اکبر دہندروں کو دیکھ بھال رہا تھا تو اُس نے یہ بات دریافت کی کہ جیمیل قلعہ پر موجود اور مشعل کی روشنی میں النگ شکستہ کی مرہمت میں جی جان سے مصروف ہی جوں ہی کہ یہ امر اُسکو ثابت ہوا تو اُس نے ناپ تول کر جیمیل اچل گرتے کو نشانہ بنایا اور ایک تیر جگر شکاف اُسپر چھوڑا غرض کہ قسمت نے یادری کی کہ وہ تیر اُسکے سر میں پڑھا اور جوں ہی کہ اُس سردار نے قالب تہی کیا تو مستحصوروں نے ہمت ہاری اور اپنی معمولی کم فہمی سے ٹوٹی النگ کو چھوڑ کر قلعہ میں چلے گئے اور راجپوتوں کی مانند ایک بڑی دھوم دھام سے جانیں تلف کیں یعنی عورتوں کو جیمیل کے ساتھ آگ میں جلایا اور آپ اپنے پانوں مسلمانوں کے ہاتھوں سے مرنے کو درجے جو فصیلوں پر بلا مزاحمت چڑ گئے تھے چنانچہ راجپوتوں کے بیان کے موافق آٹھ ہزار آدمی اور مسلمان مورخوں کے حساب سے بہت زیادہ مارے گئے *۔

† یہ واقعہ مارچ سنہ ۱۵۶۸ ع مطابق شعبان سنہ ۹۷۵ ہجری کو واقع ہوا اگرچہ اوہے سنگھ کے قبضہ سے چٹور گڈہ دار الحکومت آسکا نکل گیا مگر وہ اپنے جہازی جنگلوں میں آزاد اور خود مختار رہا بعد اُسکے نو برس گزرنے پر وہاں سنہ ۱۵۷۸ ع مطابق سنہ ۹۸۶ ہجری میں راجہ پرتاب سنگھ اُسکے بیٹے اور جانشین کے قبض و تصرف سے کرملیور اور گوگندہ کے قلعہ نکالی گئے اور خود راجہ دریائے گنگ کے قرب و جوار

‡ در ہزار راجپوت اس غریب حکمت سے جان اپنی بچا لیگئے کہ اُنہوں نے جرور بیچوں کو باندہ جرز کر اپنے آگے رکھا اور مستحصوروں کے بیچ سے جو قلعہ میں گھس گئے تھے ایسی خوبصورتی سے گذرے کہ گویا مستحصوروں کا گروہ ہی جو قیدیوں کے حفظ و حراست کے واسطے مقرر ہوئے۔

§ تاریخ فرشتہ اور منتخب التواریخ کو دیکھنا چاہیئے
§ ناٹ صاحب کی تاریخ راجستان جلد ایک صفحہ ۳۳۲ کو دیکھو

میں تھوڑی مدت تک بھاگتا پھرا مگر یہہ راجہ باپ کے برخلاف ایک چالاک اور عالی ہمت تھا چنانچہ آخر کار اُس نے استقلال و ہمت کی بدولت کامیابی حاصل کی یعنی اُس نے اکبر کی وفات سے پہلے پہلے اپنے ملک مرہٹھی کے ایسے بڑے حصہ کو اکبر کے قبضہ سے نکالا جو پہاڑوں اور جنگلوں سے پاک صاف تھا اور دوبارہ اُسپر قابض ہوا اور اُس نئی دارالحکومت کی بنیاد اُس نے دالی جو اودہ پور کے نام سے مشہور ہی اور آج تک اولاد اُسکی قابض متصرف ہی اور منجملہ راجپوت راجاؤں کے صرف اسی راجہ کے خاندان نے دلی کے بادشاہوں سے بیٹی دیئے کا رشتہ نہیں کیا بلکہ تمام راجاؤں سے واسطہ علاقہ قطع کیا اس لئے کہ وہ راجہ غیر ذات سے رشتہ ناتے کرنے کے باعث سے اوجھے ہو گئے تھے *

راجہ بابروں سے رشتہ ناتے کرنیکو اکبر جی جان سے چاہتا تھا اور بڑی بڑی کوششیں کرتا تھا اور اُس کے جانشینوں نے بھی اس سلسلہ کو جاری رکھا چنانچہ جیپور اور مازہوار کے خاندانوں کی دو رانیاں اکبر کے دو محل تھے اور جہانگیر اُسکے بڑے بیٹے کی شادی جیپور کی دوسری رانی سے ہوئی تھی اور ایسے موقعوں پر ایک قسم کا رعب داب اُس دولہوں کو دولہ پر ہوتا تھا اور جو اولاد اُسکے پیٹ سے پیدا ہوتی تھی وہ تخت نشینی کے استحقاق و اہلیت میں اُس اولاد کی برابر گنی جاتی تھی جو مسلمان بی بی کے پیٹ سے ہوتی تو اس سے لیتے کہ یہہ رانیاں قدر و منزلت میں بیگمات کی برابر سمجھی جاتی تھیں تو بجائے اُسکے کہ تبدیل مذہب اور غیر ذات سے نفرت کیجئے۔ بادشاہونکی دامادی کے رشتہ کا اعزاز و اکرام اُن کے جیوں میں بیٹھا اور اُسکی خواہش کرنے لگے *

دوسرے برس کے اندر اندر رتھنبور اور کالنجر کے پہاڑی قلعہ فتح کیئے اور منجملہ اُنکے رتھنبور کے قلعہ پر خود چڑھ کر گیا اور جب کہ بعد اُسکی سنہ ۱۵۷۰ ع مطابق سنہ ۹۷۸ ہجری میں ایک موقع پر چودہ پور کی

سرحد کے پاس پہونچنا تو چونہ دور کے ہوانے راجہ سال دیو نے اپنے دوسرے بیٹی کو استقبال کے واسطے روانہ کیا + مگر اکبر نے اُسکے آنے کو راجہ کی حاضری پوری نسمتجہی چنانچہ وہ بہت برہم ہوا اور بعد اُسکے سنہ ۱۵۷۲ع مطابق سنہ ۹۸۰ ہجری میں ایسی بڑائی اُسکے کی کہ وہ مستحق اُسکا تھا یعنی یہ کانیر والے رائے سنگھ کو جو خاندان چونہ دور کا چھوٹا سا رکن تھا چونہ دور کی حکومت بحسب ضابطہ عنایت فرمائی اور اُس کے نام پر فرمان اُسکا مرتب کیا مگر رائے سنگھ کو چونہ دور کا قبضہ نصیب نہوا بعد اُسکے جب مال دیو مر گیا تو اُسکی بیٹی نے اطاعت قبول کی اور مورد عنایات ہوا اور بڑی عزت کو پہونچا †

گجرات کی فتح کا بیان

تھوڑے عرصہ کے بعد اکبر اُس بڑی مہم پر مایل ہوا کہ گجرات کو اپنی قلمرو میں داخل کرے بیان اُسکا یہہ ہی کہ جب بہادر شاہ گجراتی مر گیا تو گجرات کی حکومت پر محمود شاہ ثانی بہادر شاہ کا بیٹا متصرف ہوا اور جب محمود شاہ بھی مر گیا تو اعتماد خاں غلام اُس کا جو اگلے وقتوں میں ہندو تھا بنام نہاد ایک صغیر سن کے حکومت کا کام کاج کرنا رہا جسکو وہ محمود شاہ ثانی کا بیٹا بتاتا تھا اور مظفر شاہ ثالث کے خطاب سے پکارا جاتا تھا مگر بادشاہی سردار چنگیز خاں نے اعتماد خاں کا مقابلہ کیا اور پھر حکومت کا الزام اُسکے ذمہ لگایا اور یہہ چنگیز خاں وہ سردار تھا جسکی پناہ اُن مرزاؤں نے ڈھونڈی تھی چنگی بغاوت سنہ ۱۵۶۶ ع میں بیان ہو چکی مگر ان مرزاؤں نے ایسے ایسے بہبودہ حق جتائے اور ایسی ایسی بڑائیاں ماریں کہ آخر چنگیز خاں سے ہگز گئی اور قصہ کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ کسی قدر کامیابی کے پیچھے گجرات سے نکالے گئے بعد اُس کے سنہ ۱۵۶۸ ع میں مالوہ کے دہانے کا جب

+ فرشتہ کی تاریخ

† ثاق صاحب کی تاریخ راجستان جلد دوم صفحہ ۳۴

راہ کیا کہ چتور گتہ کی فتح پر تھوڑے دن گذرے تھے چنانچہ اکبر نے تھوڑی سی فوج اُن کے مقابلہ پر روانہ کی مگر فوج کو کارگزاری کا موقع ہاتھ نہ آیا اس لیے کہ چنگیز خاں کے مارے جانے کی خبر سنکر اُن پریشانیوں سے فائدے اُٹھانے کے لیے جو چنگیز خاں کے بعد گجرات میں واقع ہوئیں مرزا گجرات کو لوٹ گئے وہ خرابیاں سنہ ۱۵۷۲ ع مطابق سنہ ۹۸۰ ہجری تک برابر قائم رہیں اور جب کہ وہ ہنگامہ فرو نہوا نو اعتماد خاں نے اکبر کی منت سماجت کر کے یہ بات چاہی کہ گجرات کی حکومت پر ملازمان اکبری تصرف فرماویں اور فسادوں کی اصلاح کریں چنانچہ اکبر نے ماہ ستمبر سنہ ۱۵۷۲ ع مطابق جمادی الاول سنہ ۹۸۰ ہجری میں دلی سے کوچ فرمایا اور نہایت چستی چالاکی سے جالپن میں پہنچا یہاں تک کہ جب جالپن اور احمد نگر کے بیچ میں مظفر شاہ ثالث سے ملاقات ہوئی جو نام کا بادشاہ تھا تو مظفر شاہ نے تاج و تخت اپنا بھروسہ ضابطہ اکبر کو سپرد کیا بعد اسکے گجرات کے سرکشوں کے دبانے ستا نے اور باغی مرزاؤں کے پکڑنے پکڑنے اور اُنکی فوج کے بھگانے تھکانے اور سورت کو گھیر کر فتح کرنے میں جسکا بہار بوجھ آپ اُس نے اڑھایا تھا تھوڑا سا عرصہ صرف ہوا اور سورت کے محاصرہ سے پہلے یہہ امر واقع ہوا کہ اکبر کے بھائی بند مرزا تھوڑی سی فوج اپنے ہمراہ لیکر اپنی فوج کے اُس بڑے حصے سے ملنے کو جو گجرات کے شمالی جانب میں پڑا تھا روانہ ہوئے مگر اکبر نے بڑی چالاکی برتی کہ اُنکو مراد کے پہنچنے سے پہلے جا پکڑا اور جب کہ اکبر ایسی چستی چابکی سے جو بے ناممل واقع ہوئی تھی آگے بڑھ کر دشمنوں کے مقابلہ پر پہونچا جو زبردست اور مسلح اور ہزار آدمیوں کے لگ بھگ تھے تو سارے لوگ اُسکے اُن لوگوں سمیت جو ادھر ادھر منتشر ہو گئے تھے ایکسو چہین تھے غرض کہ اکبر نے حملہ کیا مگر دشمنوں نے مار کر بھگا دیا اور ایسے تنگ کوچوں میں کھڑے ہونے پر مجبور کیا جو

چھاپڑوں کے کوچہ تھے اور جنمیں تین تین سرداروں کے سوا چوتھے کا گذارا
 تھا حاصل یہہ کہ اس موقع پر دشمنوں نے اکبر کو یہاں تک دبایا کہ
 ایک بار اپنے رفیقوں سے الگ بھی ہو گیا اور قریب تھا کہ مغلوب ہو جاوے
 مگر اُسکے تھوڑے سے لوگوں میں بڑے بڑے سردار اور چنے چنے دلدار موجود
 تھے چنانچہ اُن سرداروں کے علاوہ جے پور والا راجہ بھگوان سنگھ اور اسکا
 بھتیجا اور لی ہالک راجہ مان سنگھ اکبر کا شریک و معاون تھا بلکہ
 انہیں راجاؤں کی سعی و ہمت کی بدولت اکبر محفوظ رہا اور کامیابی
 کو پہنچا مگر مرزا لوگ اپنی فوج سے جا ملے اور برس روز بعد اوسکے
 وہ متفرق ہو گئے اور مختلف مختلف کام انکو پیش آئے اور بھانت بھانت
 کے پھل پائے چنانچہ منجملہ انکے ایک مرزا گجرات میں مارا گیا اور
 باقی بڑے بڑے مرزا ہندوستان کے شمال میں بھاگ کر گئے یعنی ناگور کے
 پاس پروس میں راجہ رام سنگھ سے شکست فاحش کھا کر اپنی اصلی
 جگہ سنہیل کو چلے گئے اور جب کہ سنہیل سے بھاگے تو پنجاب میں
 لوت مار کرنے لگے یہاں تک کہ اٹک کی جانب بھاگی چلے گئے مگر انجام
 اُنکا یہہ ہوا کہ بادشاہی افسروں کے ہاتھوں میں گرفتار ہوئے اور جان سے
 مارے گئے ہاں ایک حسین نامی مرزا گجرات سے بھاگ کر خاندیس کے
 پہاڑوں میں گیا اور ایسا گم ہوا کہ موت حیات اسکی معلوم نہ ہوئی غرض کہ
 اکبر گجرات کو اپنی قلمرو میں دوبارہ داخل کر کے چوتھی جون سنہ ۱۵۷۳ ع
 مطابق دوسری صفر سنہ ۹۸۱ ہجری میں دلی کو بامراد واپس آیا *

اگرہ میں داخل ہونے پر پورا مہینہ نکدرا تھا کہ بادشاہ کو کہیں یہہ
 پرچہ لگا کہ حسین مرزا گجرات میں پھر داخل ہوا اور گجرات کے پہلے
 بادشاہ کا کرنی بڑا سردار اُسکی حمایت پر کھڑا ہو گیا اور اس نے بادشاہی
 فوج کو ایسا کچھہ کر دیا کہ حملہ کرنے کی جگہہ جان کا بچانا غنیمت
 سمجھتے تھے اور حفظ و حراست کی دشواری پیش آرہی تھی اگرچہ
 دوسرائے کے موسم سے قاعدہ دان فوج کا کوچ کرنا ممکن و متصور نہوا مگر

بادشاہ نے نہایت چستی چالاکي بلکہ اس ہوشیاری اور در اندیشي کے تقاضے سے جو اسکی طبیعت میں رکھی گئی تھی یہہ ارادہ کیا کہ بلا وساطت غیر اپنے بگڑے کاموں کو سنوارے چنانچہ اُس نے دو ہزار سوار اس تاکید سے روانہ فرمائے کہ سیدھی راہ اختیار کر کے شتاب درشتاب آپ کو جالپن میں پہنچائیں اور بعد اس کے ایسے تین سو بہادر سواروں سمیت اونٹوں پر سوار ہو کر روانہ ہوا جنہیں بہت سے امیر و سردار تھے اور یہاں تک سواروں سے کام لیا کہ سارے چار سو میل کے سفر کو نو روز کے عرصہ میں پورا کیا اور برعکس اس خراب موسم کے نوں روز اپنی فوج کو گجرات میں اکٹھا کر کے تین ہزار آدمیوں سے دشمن کا سامنا کیا اگرچہ فوج اسکی باغیوں کے مقابلہ میں بہت کم تھی مگر بادشاہ کے یکایک گجرات میں آجانے سے باغیوں کو حیرت ہوئی چنانچہ سارے باغی افسردہ ہو گئے علاوہ اس کے باغی ایک ایسے محاصرہ میں مصروف اور ایسی بلا میں مبتلا تھے کہ محصور اُنپر حملہ کر سکتے تھے اور بادشاہ اپنی جلدی اور تندی کے باعث سے دوبارہ خطرہ میں پڑا مگر آخر کار اُسکو کامیابی حاصل ہوئی چنانچہ حسین مرزا اور بہادر شاہ گجراتی کا سردار اُسکا رفیق دونوں مارے گئے اور گجرات میں امن چیں ہو گیا اور اکبر آگرہ کو واپس آیا + *

+ جب کہ اکبر اس لڑائی سے پہلے ہتھیاروں سے آراستہ پیراستہ ہو رہا تھا تو اُس نے یہہ دیکھا کہ ایک نوجوان گہرے کسی راجپوت راجہ کا بیٹا ایسا بھاری زرہ بکتر پہنے ہوئے ہی کہ وہ اُسکے بوجھ سے دبا جاتا ہی اور بوجھ اُسکا اُٹھا نہیں سکتا اکبر نے سامان اُسکا لیا اور اپنا سامان اُسکو دیا جو بھی ہلکا پھلکا تھا اور ایک اور راجہ کو بے زرہ بکتر دیکھ کر یہہ فرمایا کہ تو اُس بھاری بوجھ کی زرہ بکتر کو پہنے لے جوہوں میں بیکار ہے مگر یہہ راجہ اُس گہرے جواں کے باپ کا حریف تھا چنانچہ وہ جواں گہرے پیچ ر تاب کھاکر یہاں تک برہم ہوا کہ بادشاہ کے زرہ بکتر کو ٹکڑے ٹکڑے کیا اور یہہ بات کہی کہ مجھکو زرہ بکتر کی حاجت نہیں اب میں بدون اُسکے لڑوں گا بادشاہ نے اُس گستاخی پر التفات نہ کیا بلکہ یہہ کلمہ فرمایا کہ ہرگز مجھکو یہہ بات گزارا نہیں کہ میرے سردار مجھ سے زیادہ جان جو کھوں میں پڑیں اور اب یہہ مناسب ہی کہ میں بھی زرہ بکتر کی پڑا نکروں — اکبر نامہ

بنگالہ کی فتح کا بیان

دوسرا کام اکبر نے یہہ کیا کہ بنگالہ کی فتح حاصل کی بیان اُس کا یہہ ہی کہ سنہ ۱۵۶۰ ع میں بہار کا کسیندر حصہ شیو شاہ ثانی کے شکست کھانے پر بادشاہ کے قبضہ میں آچکا تھا مگر باقی بہار اُس ملک سمیت جو شرقی جانب میں واقع تھا اب تک مستحکم اُسکا نہوا تھا اور ہمایوں کی مراجعت سے پہلے بنگالہ کا یہہ نقشہ تھا کہ عدلی شاہ کے قبضہ سے نکلتا پٹھانوں کے زیر حکومت ہو گیا تھا اور اکبر کے زمانہ میں داؤد شاہ اُسپر قابض تھا جو نہایت ضعیف اور عیاش بادشاہ تھا اور وزیر اُسکا ایسا حاوی ہو گیا تھا کہ اُس کے قائم مقام ہونے پر آمادہ تھا مگر یہہ بادشاہ اُس زمانہ میں ملکی لڑائی میں جی جان سے مصروف تھا اور وجہ اُس کی یہہ تھی کہ اُس نے وزیر کو قتل کیا تھا جسکی طرف سے اُس کو خطرہ تھا اور ملک والوں نے اُس سے لڑنا تہرایا تھا *

اکبر کو ان جھگڑوں سے یہہ فائدہ حاصل ہوا کہ داؤد شاہ سے باجگذاری کا اقرار لیا مگر جب کہ چند روز امن و سلامت سے گزرے تو یہہ اوچھا بادشاہ اپنی خود مختاری کا دعویٰ کر بیٹھا اکبر نے بذات خود چڑھنا مناسب سمجھا چنانچہ عین برسات میں روانہ ہوا اور لڑائی کے سامانوں اور رسد کے ذخیروں اور تھوڑے بہت لوگوں کو گنگا جمن کے ذریعوں سے منزل مقصود تک پہونچایا یہاں تک کہ سنہ ۱۵۷۵ ع مطابق سنہ ۹۸۳ ہجری میں بہار سے گذرا اور کوئی سامنے اُس کے نہرا اور داؤد شاہ خاص بنگالہ کو چلا گیا بعد اُس کے اکبر نے اپنی لائیں کو بایں نظر چھوڑا کہ فتح کی پہروی کر کے تکمیل کو پہونچادیں اور آپ آگرہ کو چلا آیا *

بنگالہ کا ہاتھ انا ایسا آسان نہوا جیسا کہ ہاتھ اُنے سے پہلی سمجھا گیا تھا اسلیٹی کہ اگرچہ داؤد شاہ + اوریسہ کو چلا گیا مگر بعد اُس کے + واضح ہو کہ اس مقام اوریسہ سے وہ تھوڑا سا ملک مراد ہی جو مسلمانوں کی عہد سلطنت میں صوبہ مذکور میں داخل تھا اور اب وہ وسیع اور کشادہ ہو گیا

بادشاہی فوج کا دوبارہ اُس نے مقابلہ کیا اور بہت بڑی طرح پیش آیا یہاں تک کہ انجام اُس نے شکست کھائی اور خلیج بنگالہ کے کناروں تک بھاگا گیا مگر باوجود اسکے اتنی قوت رکھتا تھا کہ اطاعت کی شرطوں کو دب کر قبول نہ کیا اور اڑیسہ کو اپنے لیٹی قائم رکھا اس لڑائی کے مشہور سرداروں میں تو درمل بھی شامل تھا جو سلطنت کے وزیر متحاصل ہونے سے مشہور ہوا اور جب کہ بنگالہ میں امن چہیں ہو گیا تو اور سرداروں سمیت اُسکو بھی بلایا گیا اور ایک والا منصب سردار کو بنگال پر حاکم چھوڑا گیا چنانچہ یہہ حاکم صوبہ بنگال کی لڑائی دارالحکومت یعنی لکھنوتی میں متمکن ہوا مگر لوگوں کے بھاگ جانے اور بستی کے اوجڑ پڑے رہنے سے آب و ہوا اوسکی ایسی خراب ہو گئی تھی کہ وہ حاکم مر گیا اور جانشین اُسکا حکومت کے کام کاج کو پورا پورا سنبھالنے نہ پایا تھا کہ داؤد شاہ نے لڑائی شروع کی اور بنگالہ کو پامال کیا یہاں تک کہ بادشاہی فوج ایک جگہ اکھٹی ہونے اور صوبہ بہار سے مدد مانگنے پر مجبور ہوئی حاصل یہہ کہ انجام کار ایک لڑائی ایسی پڑی کہ داؤد شاہ شکست کھا کر مارا گیا بعد اُس کے روتاس گدہ واقع صوبہ بہار جو اب تک قلعہ نہ ہوا تھا پورے متحاصرے کے ذریعہ سے تھوڑی مدت کے بعد اُس فوج کے ہاتھوں سے قلعہ ہوا جو اُس کے متحاصرے کے لیٹی مقرر ہوئی تھی غرض کہ سنہ ۱۵۷۶ ع مطابق سنہ ۹۸۴ ہجری میں بہار و بنگال اسلام کی حکومت میں دوبارہ داخل ہوئی اور پٹھانوں کی رہی سہی حکومت ہندوستان سے معدوم ہوئی *

فوج بنگالہ کی بغاوت کا بیان

اکبر کے زمانہ میں بہار و بنگالہ کی ایسی صورت تھی کہ امن چہیں کا ہمیشہ قائم رہنا نہایت دشوار تھا اس لیئے کہ اب بھی جنوب کا پہاڑی جنگلی خطہ اور شمال کے پہاڑ اور جنگل اور سمندر کے پاس پروس کی دلدلیں اور جنگل باغی مفسدوں کے ٹھکانے تھے مغلوں نے بنگالہ کو ایک

مستطع اپنا نکپا تھا چنانچہ وہ پتھان لوگ اُس میں بہرے ہوئے
 قوی جنگی تعداد اُن پتھانوں کی خلوت نشینی سے بہت بڑھ گئی تھی جو
 تیموریوں کی ملازمت سے اُن دنوں منکر ہو گئے تھے جب کہ تیموریوں نے
 ہندوستان کے بالائی حصہ کو فتح کیا تھا اکبر کے سرداروں نے بہار و بنگالہ
 کی پریشانی سے فائدہ اُٹھایا چنانچہ اُنہوں نے پتھانوں کی جاگیروں پر
 خاص اپنے لیے قبضہ کیا اور مستاصل کی نسبت یہ فترہ سنایا کہ جو
 کچھ ملک سے حاصل ہوا تھا وہ لڑائی میں کام آیا مگر جب کہ اکبر
 مستاصلوں کی ترمیم میں مصروف تھا تو بنگال اُس زمانہ میں فتح
 ہو چکا تھا یہاں تک کہ حاکم بنگالہ کو یہ حکم ہوا کہ صوبہ کا مستاصل
 بادشاہی خزانہ میں داخل کرے علاوہ اِس کے صوبہ کی جاگیروں کی
 نسبت سخت تحقیقات اور اُن فوج والوں کی فہرستیں بھی بتا کر تمام
 طلب ہوئیں جنکے واسطے وہ جاگیریں تھامی گئی تھیں مگر فوج والوں
 نے تعمیل اُن حکموں کی اس لٹی نکپ کہ وہ لوگ اپنے زور و قوت سے
 واقف تھے اور بنگالہ کو اُنہوں نے فتح کیا تھا غرض کہ پہلے پہلے بنگالہ
 میں فوج کے لوگ باغی ہوئے اور بعد اُس کے بہار میں بغاوت کا ہنگامہ
 برپا ہوا یعنی باقی فوج بھی سرکش ہو گئی اور جب کہ اکبر نے یہ
 دیکھا کہ میں اپنی فتوحات کے ثمروں سے محروم رہا اور محرومی کے سرا
 قیس ہزار آدمی مقابلہ کو آملا دیں تو نہایت پریشان ہوا اور بعد
 اُس کے کہ بادشاہی جاں نثاروں کو باغیوں کے ساتھ لڑنے بھڑنے سے
 بہت سے نقصان پہونچے سنہ ۱۵۷۹ ع مطابق سنہ ۹۸۷ ہجری میں راجہ
 تونکر مل کو بنگالہ پر روانہ کیا چنانچہ وہ پہلی وار اِس رعب داب کی
 بدولت جو اُس کو ہندو زمینداروں پر حاصل تھا کسیندر کامیاب بھی
 ہوا مگر جب کہ وزیر دہلی نے روپیہ پیسے کا سخت مطالبہ کیا تو منجملہ
 ایسے سرداروں کے جو باغیوں سے علاقہ نرگھتے تھے بہت سے سردار آپ آپ

کو چلے گئے غرض کہ بغاوت کے قصے تیس برس تک قائم رہے مگر بعد اُس کے تودر مل کے قائم مقام اعظم خاں نے وہ جگہزے چکائی معلوم ہوتا ہی کہ اعظم خاں نے بہت سے باغی سرداروں کو روپیہ پیسے دیکر راضی کیا اور بہت سے مغل پٹھان سرداروں کو انہیں جاگیروں پر قابض رکھا جن پر وہ قابض و متصرف تھے ‡ *

مغلوں کی بغاوت کے زمانہ میں داؤد شاہ کے پرانے پرانی رفیق یہاں اپنی اپنی جگہ نکسی نہ بیٹھے تھے چنانچہ جب بغاوت پر تھوڑا عرصہ گذرا تو وہ لوگ ایک شخص قنو نامی کے تحت حکومت ہو کر آکھتی ہوئے اور تھوڑے دنوں میں اوزبک اور علاؤ اُس کے اُس سارے ملک پر قبضہ کیا جو ہردوان کے متصل دریائے دمودر تک واقع ہی بعد اُس کے جب بغاوت فرو ہوئی تو اعظم خاں ہنگالہ سے واپس لوٹا اور راجہ مان سنگھ اکبر کا بلایا ہوا کابل سے آیا اور اس نئی لڑائی کا مہتمم مقرر ہوا چنانچہ مان سنگھ اُس ملک میں پہونچا جو پٹھانوں کے ہاتھ تلے دبا ہوا تھا اور ہوسات کے پورے ہونی تک وہاں بڑا رہا جہاں اب کلکتہ بسنا ہی بعد اُس کے اُس کی فوج کے بڑے ٹکرے نے دشمنوں سے شکست فاحش کھائی اور اُس ٹکرے کا سردار اُس کا بڑا بیٹا پکڑا گیا اگرچہ مان سنگھ کی صورت بظاہر اچھی نہی مگر اُس کے نصیبوں نے یادری کی کہ سنہ ۱۵۹۰ع میں قنو مرگیا بعد اُس کے عیسی نامی ایک شخص نے جو ہوشیار اور برد بار تھا قنو کے بال بچوں کی سرپرستی کی اور مان سنگھ نے اُس سردار سے یہ عہد نامہ کیا کہ قنو کی اولاد ایسی طرح اوزبک پر قابض و متصرف رہے کہ بادشاہ کی متوسل سمجھی جاوے دو برس گذرے تھے کہ عیسی بھی مرگیا اور لوگ اُس کے جانشین سے سخت متنفر ہوئی اُس لیے کہ اُس نے جنگلات کے مشہور مندر کے چڑھاوے کو ضبط کیا اکبر نے اُس بھول چوک کا موقع دیکھ کر راجا مان سنگھ

کو فوج سمیت اُس جانب کو روانہ کیا چنانچہ ماں سنگھ نے
بنگالہ کی سرحد پر پٹھانوں کو شکست دیکر کٹک کی جانب کو
بھاگایا اور بعد اُس کے کڑی کڑی تدبیریں برتیں اور کہیں کہیں جاگیریں
بھی قائم رکھیں غرض کہ عمدہ عمدہ تدبیروں سے پٹھانوں کو شیشہ میں
اوتارا *

سنہ ۱۵۹۲ ع میں پچھلا جنگھڑا پٹھانوں نے قائم کیا اور اویسہ کو
دباننا چاہا مگر وہ ناکام رہے اور مراد اُن کی پورے نہ ہوئی اور اُسی
زمانہ سے پٹھانوں کا دعویٰ باطل ہو گیا اگرچہ بعد اوس کے بھی سنہ
۱۶۰۰ ع میں قزو کے بیٹی عثمان نے سر اٹھایا *

مرزا حاکم کی بغاوت کا بیان

اکبر کے سردار بنگالہ کے نظام و نسق میں مصروف تھے کہ اکبر کالتقات
اپنی سلطنت کے دور دراز حصہ یعنی کابل پر مایل ہوا تفصیل اُس
کی یہ ہے کہ اکبر کے بھائی مرزا حاکم نے جو ایک مدت سے اس چوں
سے کابل پر قابض تھا اپنی حکومت کو فراخ کرنا چاہا چنانچہ اُسے
پنجاب پر دوبارہ حملہ کیا اور راجہ مان سنگھ حاکم پنجاب اُسکی مقابلت
نکرسکا اور پچھلے پوروں لاہور میں گھسنے پر مجبور ہوا یہاں تک کہ خود اکبر
کو بذات خود یورش کرنے اور مستحضرے کے اُٹھانے اور صوبہ کو غنیم سے
چھوڑانے کی ضرورت پڑی چنانچہ اکبر خود متوجہ ہوا مگر مرزا حاکم
اُسکی نکر نہ اُٹھا سکا بعد اُسکے فروری سنہ ۱۵۸۱ ع مطابق محرم
سنہ ۹۸۹ ہجری میں اکبر نے یہاں سوچ سمجھ کر کہ اب ہمارا حال ایسا
نہیں کہ حریف کو بے قدارک چھوڑیں بھگوروں کا پیچھا کیا یہاں تک کہ
اتک سے ہار اوتر آگئی بڑہ گیا مگر مرزا حاکم اسکا مقابلہ نہ کر سکا اور عین
میدان سے بھاگا اور پھاڑوں میں جا کر چھپ گیا اور اکبر کا قبضہ کابل پر
ہو گیا اور جب کہ مرزا حاکم سے کوئی بات نہ پڑی تو کام ناکم اکبر کی
اطاعت قبول کی اور اکبر نے بھی عذر اسکا قبول فرمایا اور اُسکی حکومت

اوسیکو عنایت فرمائی غالب ہی کہ بعد اُسکی موزا حاکم جی جان سے مطیع اسکا رهاجوں ہی کہ بادشاہ اس انتظام سے فارغ ہوا تو جی پور والے راجہ بھگوان داس کو پنجاب کا حاکم مقرر کر کے اگریہ کو واپس آیا اور سنہ الیہ میں وہ قلعہ بنوایا جو اجنک اٹک کے پڑے گھاٹ پر قائم دایم اور اٹک پٹارن کے نام سے نامی گرامی ہی *

گجرات کی بغاوت کا بیان

مظفر شاہ گجراتی اپنی حکومت سے ہاتھ اوتھا کر بادشاہی فوج کے ساتھ اگریہ میں آیا اور بادشاہی دربار میں تھوڑے دنوں حاضر رہا بعد اوس کے اوس جاگیر میں رہنی سہنی لگا جو اوسکے لیے مقرر ہوئی تھی اور ایسا کھل مل گیا کہ کوئی شک شبہہ اُسکی نسبت باقی نہیں رہا چنانچہ سنہ ۱۵۷۳ ع سے لغایت سنہ ۱۵۸۱ ع تک ویسے ہی بادشاہی توسل میں دن گزارے مگر اور صورتوں کی مانند اس صورت میں بھی اپنی فیاضی اور دربادلی سے بہت سا نقصان اکبر نے اُٹھایا بیان اسکا یہہ ہی کہ گجرات میں ہنگامہ برپا ہوا اور شیر خاں فولادی نے جو پہلے ہنگاموں میں بھی شریک و معاون تھا مظفر شاہ کو اسپر امدادہ کیا کہ وہ اپنی موردنی حکومت پر قبضہ کرے غرض کہ سنہ ۱۵۸۱ ع مطابق سنہ ۹۸۹ ہجری میں بڑا ہنگامہ برپا ہوا اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ بادشاہی فوج اپنی جگہ سے ہل چکر جالاہن میں لوٹ جانے پر مجبور ہوئی اور مظفر شاہ احمد آباد اور بڑوچ بلکہ سارے صوبہ پر قابض ہوا حاصل یہ کہ بیروم خاں کے بیٹے مرزا خاں کو ہنگامہ کے دبانے کی غرض سے روانہ کیا گیا چنانچہ اُس نے ماہ جنوری سنہ ۱۵۸۲ ع مطابق محرم سنہ ۹۹۲ ہجری میں مظفر شاہ کو شکست دیکر گجرات کے اُس ٹکڑے پر دوبارہ قبضہ حاصل کیا جو ہندوستان اور جزیرہ نماے گجرات کے بیچ میں واقع ہے مگر مظفر شاہ جزیرہ نماے گجرات کے خود مختاروں میں چلا گیا اور وہاں سے موزا خاں کے دھاروں کو پہونچی ہٹایا اور مختلف مختلف وقتوں

میں اپنے ملک سروروشی کے ارادے سے حملہ کیئی گیا مگر جیسی کہ جد
و جہد آسکی ضایع گئی دہلی ہی بادشاہی لوگوں کی وہ سعی و
مہنت بھی نا کام رہی جو جزیرہ نما میں گھسنی کے لیٹی عمل میں
آئی تھی غرض کہ ایک عرصہ تک فریقین کی سعی و کوشش پر اسباب
کے سوا کوئی فایدا مترتب نہوا کہ اگر آج کہتے آئیں ہانہ رہا تو کل وہ
غالب ائی اور طرفین کو طرح طرح کے نقصان پہونچتی *

سنہ ۱۵۸۹ء میں اعظم خاں مذکور ایک موقع پر سمندر کے جنوبی
کنارے تک پہونچتا اور بڑی سخت لڑائی لڑا اگرچہ کہتے آس وقت
مشتبہ رہا مگر آخر کار یہی واضح ہوا کہ مغل ہی پس پا ہوئی
بعد آس کے عہد مذکور سے چار برس اور آغاز بغاوت سے بارہ برس بعد
سنہ ۱۵۹۳ء میں مظفر شاہ گجراتی جب آس وقت پہونچا گیا کہ اوسنے
گجرات کے آس حصے پر دھاوا کیا تھا جو مغلوں کے قبضہ میں تھا اور
جب کہ وہ شامت کا مارا آگرہ کو روانہ کیا گیا تو غیرت کے مارے عین
رستہ میں اوسترے سے گلا کاٹ کر مر گیا اور دیں و دنیا کا نقصان آٹھایا *

دوسرا باب

بیان اُن واقعات کا جو سنہ ۱۵۸۶ء سے اکبر کے مرنے

تک واقع ہوئے

مظفر شاہ گجراتی کے جزیرہ نما میں بھاگنے کے بعد اکبر نے سنہ ۱۵۸۶ء
میں دکن کے قصے قضایوں میں دخل دینا شروع کیا مگر جو ارادے اُسنے
دکن کے معاملوں کی نسبت پہلی پہل کیئے وہ پورے نہوئے چنانچہ
بیان اُن کا تفصیل وار آدینا اسلیٹی کہ دخل مذکور کے تھوڑے دنوں بعد
اکبر کو اپنے ملک کے شمالی حصہ کے کام کاج میں مصروف ہونا پڑا یعنی
سنہ ۱۵۸۵ء میں مرزا حاکم آس کا بھائی مر گیا اگرچہ مرزا حاکم کے
بعد آس کے ممالک متبوضہ پر قبض و تصرف کرنا چنداں دشوار نہ تھا

مگر جب کہ اُس کو یہہ اندر دریافت ہوا کہ مرزا سلیمان اُس کے
 وشتہ دار حاکم بدخشان کو عبداللہ خاں اوزبکوں کے سردار نے بدخشان
 سے خارج کیا تو بخدوف اسکے کہ خدانخواستہ عبداللہ خاں آگے کو
 پڑھائی چڑھائی نہ کرے یہہ ضرورت پیش آئی کہ کابل کو خود روانہ ہوا
 مگر عبداللہ خاں اوزبک نے بدخشان پر قناعت کی اور آگے
 کا ارادہ نہ کیا اور جب کہ اکبر نے بدخشان کی اپنی موروثی حکومت
 کو چھوڑنا نچاھا تو دونوں کے آپس میں بنی رہی اور طریقہ کی
 امن چین سے گذری اُن شمالی پہاڑوں میں بادشاہ اب مقیم تھا جنکا بہت
 سا حصہ اُس کی قلمرو میں شامل تھا اور اسی باعث سے ایسی نئی
 دوش کی لڑائیوں میں مبتلا ہوا کہ اُس کو ایسی سخت مشکلات پیش
 آئیں کہ ویسی کڑی مشکلیں آج تک کہیں پیش آئی نہ تھیں *

کشمیر کی فتح کا بیان

منجملہ کڑی لڑائیوں کے پہلی لڑائی کشمیر سے متعلق تھی جو
 ایک مشہور حکومت گاہ اور کوہ ہمالہ کے جگر میں بڑے چوڑے چکے
 میدان پر واقع ہی اور اُن پہاڑوں کی بلندی کے نصف سے زیادہ زیادہ
 بلندی پر بستی ہی اور آب ہوا اُس کی اس لینے لطیف و پاکیزہ ہی
 کہ بلندی پر واقع ہی اور ہندوستان کی حرارت اور بہت بلند کوهستانوں
 کی برودت سے اُس لینے محفوظ ہی کہ چاروں طرف سے پہاڑوں میں
 محصور ہی اور بارونف اُس کے کہ کوہ ہمالہ کی برف دار چوٹیوں کے بیچا
 بیچ بستی ہی بیل بوٹیوں سے معمور اور پہل پہلوں سے بھر پور ہی اور
 ہمیشہ بہار سے سبز و شاداب رہتی ہی چنانچہ اکثر اوقات اُس جگہ بہار کا
 موسم پایا جاتا ہی مختلف ولایتوں کے درخت اُسکی زمین پر پہلے ہیں
 اور سیکڑوں قسموں کے خود رو پہل پہل بڑی کثرت سے پہاڑوں اور ٹیلوں
 پر جگہ جگہ پائی جاتے ہیں اور اُس کے ہموار خطوں کو اُن بستی
 نالوں کے ذریعہ سے پانی پہونچتا ہی جو پہاڑوں کی گھاٹیوں سے چہر چہر

کے بھتی ہیں یا اب شاروں کی مانند انکی چوتھوں سے پڑتے ہیں اور یہ نالی مختلف مقاموں اور خصوصاً آن دو جھیلوں میں فراہم ہو جاتے ہیں جن کے کناروں کی وضع اور ہیئت مختلف ہی اور مصنوعی باغ آن میں بھتی بھرتے ہیں غرض کہ یہ ساری باتیں کشمیر کے فنون عہد کے وسیلہ ہیں جن کی بدولت سارے ملکوں سے سبقت لیگتی *

ہری اوی خطر ناک راہوں میں سے اس بہشتی تکرے تک رسائی ممکن ہی اور باوصف آسکر دشوار گذار چڑھائی کی راہ آسکی نہیچ اونچے کے ہونے سے نہایت نامموار اور تنگ پیچدار کوچوں پر مشتمل ہی اور کہیں کہیں وہ راہ ایسی ٹیکڑوں پر گذرتی ہی جن کے نہیچی گہرے اور سخت تند بھنے والی دریا بھتے ہیں پہاڑ کا وہ بلند حصہ جہاں سے کشمیر کی اوتار شروع ہوتی ہی ایک موسم میں برف کی کثرت سے نہایت صعب گزار ہو جاتا ہی یہاں تک کہ بعض بعض جگہ گذرنا بھی ممکن نہیں ہوتا کشمیر کی ریاست کبھی ہندوؤں کے قبضہ میں ہوا رہی اور کبھی تاتاریوں کے تصرف میں مسلسل چلی آئی مگر یہ حال آس کا چودھویں صدی تک قائم رہا بعد اوسکی ایک دلاور مسلمان آسپر قابض ہوا اور اکبر کی پورش تک مسلمانوں کا قبضہ قائم تھا + اور اکبر کو کشمیر کی امید آن نزاعوں کے باعث سے قوی ہوئی جو والی کشمیر کے خاندان میں واقع ہوئی تھیں چنانچہ آسنے سنہ ۱۵۸۶ ع

+ کشمیر کی وہ مشہور تاریخ جو راج ترنگی کے نام سے نامی گرامی ہی اسلامیہ بیان کے قابل پائی جاتی کہ دھبی تاریخ شنسکرت میں علم تاریخ کا نمونہ ہی اس تاریخ کو چار مورخوں نے لکھا چنانچہ منجملہ ان کے پہلے مورخ نے سنہ ۱۱۲۸ میں وہ تاریخ لکھی اور آسنے پہلے مورخوں کے حوالہ ایسے راستی درستی سے لکھے کہ آسپر اسکا بیانی اعتماد کے قابل ہی اور تاریخ مذکور کے پہلے حصہ میں تاریخوں کے دستور کے موافق چھوٹی چھوٹی باتیں لکھی ہیں مگر سنہ ۶۰۰ ع کے قریب تک بھسب تدریج اُس کے واقعات مندرجہ ٹھیک ٹھیک ہر جاتے ہیں اور اُس کے بعد کے حالات واقعی سب درست ہیں (واسن صاحب کی تاریخ کشمیر مندرجہ حالات ایشیاٹک سوسائٹی جلد ۱۵ صفحہ ۳ و ۸۵)

مطابق سنہ ۹۹۲ ہجری میں الک بنارس سے جہاں اُن روزوں وہ موجود تھا تھوڑی سی اپنی فوج مرزا سلیمان کے بیٹے مرزا شاہ رخ جسکا باپ بدخشاں کی حکومت سے خارج ہو کر اکبر کے متوسلوں میں داخل ہوا تھا اور راجہ بھگوانداس اپنے سالے جے پور والے کے تحت حکومت کر کے اُس غنیمت کی امید پر روانہ فرمائی جو اُس کے خلاف و نزاع سے جو کہوں میں ہوئی تھی منجملہ اُن مذکورہ مواعین کے جنگی روک ٹوک کے باعث سے کشمیر تک رسائی دشوار تھی برف کی مار مار بھی تھی جسکے سبب سے بادشاہی فوج کا گذرنا نہایت دشوار ہوا اگرچہ وہ فوج اُس راہ سے داخل ہوئی جسکی حفظ حراست سے کشمیر والی غافل تھے مگر یہ دشواری پیش آئی کہ کہانے پہلے کے ذخیرہ ایسے پہاڑوں میں صرف ہو گئے کہ وہ سہل گذار اور بار آور نہ تھے علاوہ اُسکے اور ایسی مشکلیں پیش آئیں کہ اُنکی ضرورت سے والی کشمیر اور اُن دو سرداروں میں یہ عہد نامہ لکھا گیا کہ والی کشمیر اکبر کی فضل و فوقیت کو تسلیم کرے اور آپ کو چھوٹا سمجھے اور باقی امور اُنکی میں اکبر کی جانب سے کسی قسم کی دست اندازی نہ ہوگی مگر اکبر اس عہد نامہ سے راضی نہوا چنانچہ اُس نے دوسری فوج اُسطرف کو روانہ کی جسکو پہلی فوج کی نسبت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی اور کشمیر کے قصے قضائی جو بہت ہی چھل پھل رہی تھے اُس کشمیری فوج تک پہونچے جو کشمیر والی کی جانب سے راہ کی نگرہانی پر متعین تھی چنانچہ تھوڑی سی فوج اکبر کی فوج سے مل گئی اور باقی فوج اپنی جگہ چھوڑ کر خاص کشمیر کو چلی گئی غرض کہ جب روک ٹوک والی اوٹھ گئے تو کشمیر اور فیروز مندوں کے ترس کھانے اور جان مال بخشنے کی محتاج و ملتجی رہی یہاں تک کہ والیئے کشمیر نے اطاعت قبول کی اور دربار دلی کے امپرونیس داخل ہوا اور صوبہ بہار میں کافی جاگیر اُسکی ضروریات کے لیے مقرر کی گئی بعد اُسکے اکبر نے کشمیر کا سفر کیا اور نئی فتح کا مزا اٹھانا چاہا چنانچہ وہ کشمیر میں گیا اور بعد اُسکے باقی سلطنت میں دو بار اور اس مرتبہ کے

علاوہ اُنس داغ کی سپر فرمائی مگر اُس کے جانشینوں نے اُس دلیہر خطے کو گرمی کا ٹھکانا بنایا اور اب بھی کشمیر کو یہ بات حاصل ہے کہ وہ تمام ایشیا بلکہ ساری دنیا میں عجیب مقام عشرت انتظام ہے *

شمال مشرق کے افغانوں سے لڑیکا بیان

بعد اُسکے جو لڑائی کے سامان اکبر نے مہیا کیئے وہ ایسے بلا باعث فتنے جیسے کہ کشمیر کے دھاوے بلا سبب واقع ہوئی تھی مگر اکبر کو اس لڑائی میں بڑے بڑے مقابلے پیش آئی اور بہت تہوڑی کامیابی ہاتھ آئی شمال مشرق کے افغانوں سے یہ لڑائی پیش آئی جو پشاور کے اُس پاس کے پہاڑی ملکوں میں بستے بستے ہیں یہ میدان ایسا زرخیز اور بڑا چورا چلا ہے کہ ہندوستان کی پیداوار اور بلاد مغرب کی معتدل آب و ہوا پر مشتمل ہے اور اُس کے شمال پر کوہ ہندو کش کا بڑا سلسلہ اور اُسکے مغرب پر کوہ سلیمان کا بلند سلسلہ اور اُس کے جنوب پر آن پہاڑوں کا چھوٹا سلسلہ واقع ہے جو خیبر کے نام سے مشہور و معروف اور کوہ سلیمان سے اٹک تک پھیلا ہوا ہے یہ تکران افغانوں کے خاص ملک کا دسواں حصہ ہے اور اس تکرے کے رہنے والے ہرد رانی کہلاتے ہیں اور باقی پٹھانوں سے بول چال اور چال قتال میں نرانی تھے یعنی امتیاز اُنکا اور پٹھانوں سے چند خصوصیات کے ذریعہ سے حاصل ہے *

اس خطے کا شمالی حصہ یوسف زئی پٹھانوں کا مقبوضہ ہی اور شمال مشرقی والی افغانوں میں یوسف زئیوں کی بڑی کثرت ہے چنانچہ وہ باقی قوموں کی پہچان کے لیے عمدہ نمونہ ہیں یوسف زئیوں کے ملک میں پشاور کا شمالی حصہ بھی داخل ہی اور پہاڑوں کے بالا بالا پھیلتا پھیلتا ہندو کشمیر و ہانتک پہونچتا ہی جہاں برف کی جمارت رہتی ہی چنانچہ اس خطے میں کوئی کوئی تھپلا + تیس تیس اور چالیس چالیس میل کا چورا چلا پایا

+ تھپلا اُس میدان کو کہتے ہیں چور پہاڑوں کے پہلے میں واقع ہوتا ہے

جانتا ہے اور وہ تھیلے سے اُڑا اور تھیلے بھی ادھر ادھر کو نکلتے ہیں اور یہ تھیلے کشمیر کے تھیلے سے آب و ہوا اور شکل شمایل میں متبادل کرتے ہیں اور ایسی تنگ راہوں پر پورے ہو جاتے ہیں جن کے آس پاس اونچے اُرنچے تیکڑے کھڑے ہیں یا وہ راہیں جنگلوں میں جا کر غائب ہو جاتی ہیں ایسا ملک حملہ آوروں کے لیے نہایت صعب گزار اور موانع کی کثرت سے گلو انتشار ہوتا ہی مگر وہاں کے باشندے بے تکلف چلتے پھرتے ہیں اور تھیلوں کے راہوں سے واقف ہوتے ہیں یہاں تک کہ جہاں راہ کا نام نہیں ہوتا وہاں کھوج اُسکی نکلتے ہیں اس خطے کے قدیم باشندے ہندوستانی تھے چنانچہ غالب ہی کہ وہ قدیم پارو یا مائیسس والوں کی آل و اولاد تھے اکبر کے زمانہ سے تھوڑے دنوں پہلے اس خطہ کو پٹھانوں نے فتح کیا اور ریاستگاہ اُسکو بنایا کہ وہاں کے باشندوں سے جو لونڈی غلام اُنکے تھے بوجہ کام لیا اور آپ اُنکے مالک رہے بعد اُس کے سو برس گزرنے پر یوسف زئیوں نے جو قندھار کے متصل رہتے تھے اور جلاوطن کیئے گئے تھے اُن پٹھانوں کو اُس خطے سے خارج کیا حاصل یہ کہ وہ یوسف زئی خطے کے دبانے اور بہت سے لونڈی غلام بنانے کے باعث سے علاوہ اس خود مختاری کے جو بہاڑی لوگوں کی اصل طبیعت میں رکھی گئی مال و دولت کا نشا بھی رکھتے تھے اور اُنکی جمہوری سلطنت سے بات اُنکی بہت بن پڑی تھی اگرچہ ہر قوم کا موروثی سردار الگ الگ تھا مگر امن چین کے دنوں میں کوئی بات اُسکو اسکے علاوہ حاصل نہ تھی کہ وہ اپنے لوگوں سے صلاح و مشورت کرے اور اُنکی خواہشیں اور لوگوں پر جتاوے ہر گانوں کے رہنے والے ملکی کار باروں کا اہتمام کرتے تھے چنانچہ پنجابیت کی معرفت جھگڑے چکائے جاتے تھے اور کسی نہ کسی ضرورت سے گانوں کی چوبالوں میں ہمیشہ جمعیت جتے تھے علاوہ اُسکے گانوں کے چوبالوں میں چار آدمی بیٹھے کر چپ بھی بھلاتے تھے اور مسافروں اور مہمانوں کا اتارا بھی اڑھتا تھا اراضیات کی بانٹ آپس میں برابر تھی اور یہ ہراہری

علاوہ اُن باغ کی سیر فرمائی مگر اُس کے چانشینوں نے اُس دلیذیر خطے کو گرمی کا ٹھکانا بنایا اور اب بھی کشمیر کو یہ بات حاصل ہے کہ وہ تمام ایشیا بلکہ ساری دنیا میں عجیب مقام عشرت انتظام ہے *

شمال مشرق کے افغانوں سے لڑنیکا بیان

بعد اُسکے جو لڑائی کے سامان اکبر نے مہیا کیئے وہ ایسے بلا باعث تھے جیسے کہ کشمیر کے دھارے بلا سبب واقع ہوئی تھی مگر اکبر کو اس لڑائی میں بڑے کڑے مقابلے پیش آئی اور بہت تھوڑی کامیابی ہاتھ آئی شمال مشرق کے افغانوں سے یہ لڑائی پیش آئی جو پشاور کے اُس پاس کے پہاڑی ملکوں میں بستے بستے ہیں یہ میدان ایسا زرخیز اور بڑا چورچاچلا ہے کہ ہندوستان کی پیداوار اور ہلاک مغرب کی معتدل آب و ہوا پر مشتمل ہے اور اُس کے شمال پر کوہ ہندوکش کا بڑا سلسلہ اور اُسکے مغرب پر کوہ سلیمان کا بلند سلسلہ اور اُس کے جنوب پر اُن پہاڑوں کا چھوٹا سلسلہ واقع ہے جو خیبر کے نام سے مشہور و معروف اور کوہ سلیمان سے اٹک تک پھیلا ہوا ہے یہ تہرا افغانوں کے خاص ملک کا دسواں حصہ ہے اور اُس تھوڑے کے رہنے والے ہر لڑائی کہلاتے ہیں اور باقی پٹھانوں سے بول چال اور چال کھال میں نرالی تھے یعنی امتیاز اُنکا اور پٹھانوں سے چند خصوصیات کے ذریعہ سے حاصل ہے *

اس خطے کا شمالی حصہ یوسف زئی پٹھانوں کا مقبوضہ ہے اور شمال مشرقی والی افغانوں میں یوسف زئیوں کی بڑی کثرت ہے چنانچہ وہ باقی قوموں کی پہچان کے لیے عمدہ نمونہ ہیں یوسف زئیوں کے ملک میں پشاور کا شمالی حصہ بھی داخل ہے اور پہاڑوں کے بالا بالا پھیلتا پھیلتا ہندو کشمیر وہاں تک پہنچتا ہے جہاں برف کی جمارت رہتی ہے چنانچہ اس خطے میں کوئی کوئی تھوڑا + تیس تیس اور چالیس چالیس میل کا چورچاچلا پایا

+ تھوڑا اُس میدان کو کہتے ہیں جو پہاڑوں کے پہلے میں واقع ہوتا ہے

بھارتیہ اور ہر تھیلے سے اور اور تھیلے بھی ادھر ادھر کو نکلتے ہیں اور یہ تھیلے کشمیر کے تھیلے سے آب و ہوا اور شکل شمایل میں متبادل کرتے ہیں اور ایسی تنگ راہوں پر پورے ہو جاتے ہیں جنکے آس پاس اونچے اونچے ٹیکڑے کھڑے ہیں یا وہ راہیں جنگلوں میں جا کر غائب ہو جاتی ہیں ایسا ملک حملہ آوروں کے لیے نہایت صعب گزار اور موانع کی کثرت سے گراؤ افشار ہوتا ہی مگر وہاں کے باشندے بے تکلف چلتے پھرتے ہیں اور تھیلوں کے راہوں سے واقف ہوتے ہیں یہاں تک کہ جہاں راہ کا نام نہیں ہوتا وہاں کہوچ اُسکی نکالتے ہیں اس خطے کے قدیم باشندے ہندوستانی تھے چنانچہ غالب ہی کہ وہ قدیم پارو یا مائیسس والوں کی آل و اولاد تھے اکبر کے زمانہ سے تھوڑے دنوں پہلے اس خطہ کو پتھانوں نے فتح کیا اور ریاست کاہ آسکو بنایا کہ وہاں کے باشندوں سے جو لونڈی غلام انکے تھے بوجہ کا کام لیا اور آپ انکے مالک رہے بعد اُس کے سو برس گزرنے پر یوسف زئیوں نے جو قندھار کے متصل رہتے تھے اور جلالوطن کہتے تھے اُن پتھانوں کو اُس خطے سے خارج کیا حاصل یہ کہ وہ یوسف زئی خطے کے دبائے اور بہت سے لونڈی غلام بنانے کے باعث سے علاوہ اس خود مختاری کے جو پہاڑی لوگوں کی اصل طبیعت میں رکھی گئی مال و دولت کا نشا بھی رکھتے تھے اور انکی جمہوری سلطنت سے بات انکی بہت بن پڑی تھی اگرچہ ہر قوم کا موروثی سردار الگ الگ تھا مگر امن چین کے دنوں میں کوئی بات آسکو اسکے علاوہ حاصل نہ تھی کہ وہ اپنے لوگوں سے صلاح و مشورہ کرے اور انکی خواہشیں اور لوگوں پر جتاوے ہر گانوں کے رہنے والے ملکی کار باروں کا اہتمام کرتے تھے چنانچہ پنجابیت کی معرفت جھکڑے چکائے جاتے تھے اور کسی نہ کسی ضرورت سے گانوں کی چوبالوں میں ہمیشہ جگہ جگہ تھے علاوہ اُسکے گانوں کے چوبالوں میں چار آدمی بیٹھ کر جی بھی بھلائے تھے اور مسافروں اور مہمانوں کا اتارا بھی دھاتیا اراضیا کی بانٹ آپس میں برابر تھی اور یہ برابر

یوں قائم رکھی جاتی تھی کہ کبھی کبھی نئی نئی تقسیمیں عمل میں آتی تھیں اگرچہ وہ لوگ ہندوستانی غلاموں سے اچھے معاملے کرتے تھے مگر حکومت میں شریک نہ کرتے تھے اور جیسیکہ غلاموں کی نسبت چال چلن میں معزز و ممتاز تھے ویسے ہی رنگ روپ کے کھڑے نکھڑے ہونے میں بھی فتنل و فوقیت رکھتے تھے *

یوسف زئیوں کے علاوہ جو قومیں میدانوں اور نیچے کے پہاڑوں میں جنوب کی جانب بستی تھیں انکی سیاست پر بہت عرصہ گذرا تھا اور وہ ہندوستان کے مسلمانوں سے بہت ملتی جاتی تھیں مگر کوہ سلیمان والوں میں سے کسی کسی قوم کے ملک یوسف زئیوں کے ملکوں کی نسبت بہت زیادہ ناہموار اور تلور و طریق اُن کے یوسف زئیوں کی نسبت نہایت ناہائستہ اور بدکار تھے باہر نے شمال مشرق والوں کے مطیع بنانے میں بڑی کوشش کی اور تھوڑی قوموں پر کامیابی بھی حاصل ہوئی مگر یوسف زئی ہرگز مطیع اُسکے نہ ہوئے اگرچہ اُس نے تالیف قلوب کی تدبیروں بھی برتیں اور اُن کے سہل گزار ملکوں پر حملے بھی کیئے مگر کچھ کام اُس کا نہ نکلا *

وہ قصے قصائے جو اکبر کو حال میں پیش آئے اُس دینی حرارت کی ضرورت سے واقع ہوئے جو تھوڑے برسوں پہلے یوسف زئیوں میں قائم ہوئے تھے بیان اُسکا یہ ہے کہ ایک شخص بارید نامی نے پیغمبری کا دعویٰ کیا تھا اور قرآن کو اُٹھا رکھا تھا اور لوگوں کو یہ تعلیم کرتا تھا کہ خدا کے سوا کوئی شے موجود نہیں اور ہر جگہ وہی موجود و حاضر ہی اور تمام صورتوں میں وہی ماحیثیت پھیلی ہوئی ہے اور خدا تعالیٰ ہر طرح کی عبادت کو پسند اور رنج و مسخنت کی عبادتوں کو قبول نہیں کرتا مگر اپنے رسول کی اطاعت کو نہایت جد و جہد سے چاہتا ہے اور بڑی قاطعیت اُس پر کرتا ہے اس لیے کہ پیغمبر پورا پورا اُس کا مظہر ہے اور اپنے سرمدوں کو یہ عام اجازت دی تھی کہ کافروں کا مال و متاع اور اُن کی

چاگیریں تمکو متباح و جایز ہیں اور اُنکے دلوں کو اس وعدہ سے خوش کیا تھا کہ ساری دنیا کی حکومت ایک دن تمکو حاصل ہوگی چنانچہ بہت جلد اُس نے بڑا فرقہ قائم کیا اور نام اُسکا روشنیا رکھا اور سلیمانپور اور خدیویوں پر حکومت اُسکی قائم ہوئی اور پاس پوروس کے لوگوں پر رعب داب اُسکا بیٹھا اور بہت مدت تک بات اُسکی بنی رہی یہاں تک کہ اکبر کو اُس کے دبانے کی ضرورت پڑی غرض کہ بائیزید اپنی دلاوری دلاوری کے سہارے اور خاندانوں اور مریدوں کے بھروسے میدان میں بادشاہی فوج کا مقابلہ ہوا مگر انجام اُس کا یہ ہوا کہ اُسکے مریدوں کا قتل عام ہوا اور آپ بھی شکست سے بڑی پشیمانی اُٹھا کر تھوڑے دنوں کے بعد امرگیا مگر بعد اُسکے اُس کے بیٹوں نے اُسکی گڑی ہڈیوں کو اوکھاڑ کر تابوت میں رکھا اور تابوت کو کندھوں پر اُٹھا کر اپنے گروہ کے آگے آگے لےئے پورے اگرچہ سنہ ۱۵۸۵ ع تک اُن کے پہاڑوں سے آگے رعب داب اُن کا باقی نہ رہا تھا مگر سنہ الیہ کے آخر میں جب کہ اُس کا چھوٹا بیٹا جلالا اپنے لوگوں کا سردار ہوا تو ایسی دھوم دھام سے اُس نے سرداری کی کہ کابل کے معمولی حکام اُس کا مقابلہ نہ کر سکے حکومت کابل کی یہ صورت تھی کہ مرزا حاکم کے انتقال کے بعد اُس کی حکومت بلا واسطے اکبر کے تصرف میں آئی تھی اور راجہ مان سنگھ اکبر کی طرف سے اُسپر حاکم تھا اور اس راجہ کے حسن قابلیت کی تائید اور اُس علاقہ کا استحکام جو بادشاہ سے وہ رکھتا تھا اُس کے ملک موروثی کے فوج کی بدولت ہوتا تھا مگر جلالا کے مقابلہ میں یہ تادیبیں بھی راس نہ آئیں اور اُنک کی مہم سے اکبر کی ساری غرض یہ تھی کہ اطراف کابل کی حکومت کو ٹھیک ٹھاک کرے چنانچہ اُس نے اسی نظر سے اُس فوج کے تکرے جو اُنک کے مشرقی کنارے پر پڑی تھی متواتر چلتے کیئے اگرچہ یوسف زئی

+ ڈاکٹر لیڈن صاحب کا بیان روشنیا فرقہ کی بابت مندرجہ تحقیقات ایشیا

روشنیا فرقہ سے بہت دنوں پہلے از جھگڑ کر اُس کے مسئلوں کا رد و انکار کر چکے تھے مگر اکبر نے پہلے پہل یوسف زیدوں سے لڑائی شروع کی *

بادشاہی فوج کی تباہی کا بیان

وہ بادشاہی فوج جو کابل کی اصلاح و درستی کی غرض سے منتخب کی گئی تھی راجہ بیر بل بادشاہ کا مخلص خاص اور زین خاں بادشاہ کا رضائی بھائی بڑے سردار اُس کے تھے اور یہہ مہم ایسی قدر و منزلت کی سمجھی گئی تھی کہ ابوالفضل لکھتا ہی کہ ہمارے اور بیربل کے درمیان میں یہہ گنڈکو پیش ہوئی کہ فوج کے دو ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑے کا افسر کون آدمی مقرر ہووے چنانچہ میں نے اور بیربل نے قرعہ قالے اور جب کہ بیربل کے نام کا قرعہ نکلا تو منجھو بڑا رنج اس کا ہوا کہ یہہ مرتبہ منجھو نہ ملا ابوالفضل کا بھائی فیاضی فوج کے ہمراہ گیا اور اُن ملکوں کو روند روند کر بوابہ کیا جو پہاڑی ٹیکڑوں سے پاک صاف تھے مگر جب کہ بیربل ایک پہلے میں پہونچا تو اُس نے آپ کو درجہ بدرجہ ایسے اوکھی گھاٹیوں میں پھنسا پایا کہ وہاں سے نکلنے کی صورت نہ تھی چنانچہ کام نا کام اُس نے مہم کو چھوڑا اور میدان کی طرف پیچھے لوٹنے پر مجبور ہوا مگر زین خاں مستقل رہا کہ بہت سے ناہمراز اور سہمکین پہاڑوں میں اُس نے راہیں نکالیں اور ایک ایسے مقام میں دمدمہ بنایا کہ پاس پروس کے قابو کے واسطے عمدہ موقع تھا ہاں فوج اُسکی روز روز کی ہار تھکن کے مارے ایسی ماندی ہو گئی اور حریفوں کی ترقی روز افزوں اور شوخی و شرارت گوناگون کے باعث سے ایسی دب گئی کہ زین خاں بھی بیربل سے جاملنے پر مجبور ہوا غرض کہ نہایت یہاں تک پہونچتی کہ اگر اور کمک نہ آتی تو دونوں سردار آپس میں مل جل کر بھی لڑائی کو قائم نہ رکھ سکتے *

جب کہ دونوں سردار آپس میں مل گئے اور کمک بھی آگئی تو دوبارہ حملہ کی تدبیر کی گئی مگر بیربل نے زمین خاں کی فہمائش کو اس لیے نمانا کہ وہ باطن میں زمین خاں سے صاف نہ تھا چنانچہ زمین خاں کی نہایت فہمائش کے خلاف پر یہہ امر تجویز کیا کہ تمام فوج کو ایک قوی دھوا کر کے سے جو کہوں میں ڈالے غرض کہ فوج اس ارادے پر پہاڑوں میں گھس گئی اور بہت جلد ایک مضبوط رکھنڈ پر پہونچتی جس پر بیربل چڑھ گیا تھا مگر جب کہ دن بھر کی دوز دھوپ اٹھا کر پہاڑ کی چوٹی پر پہونچا تو پتھانوں نے ایسے زور و ہمت سے حملہ کیا کہ لوگ اُسکے ڈانڈا نڈول ہو گئے اور جوں توں کر کے میدان کی طرف دوڑے اور زمین خاں پر بھی اُسی وقت جو اُس رکھنڈ کے دامن میں تھہر گیا تھا حملہ کیا گیا مگر اُس نے تمام رات اور کئی دن دوسرے دن بڑی محنت اٹھا کر آپ کو بچائے رکھا یہاں تک کہ دونوں سردار ایک جگہ پر ملے اور بکھری فوج کے اکٹھے کرنے میں مصروف ہوئے بعد اُس کے زمین خاں کی راے اس پر جم گئی کہ دشمن کی اطاعت میں مصالحت ہی مگر بیربل راضی نہ ہوا اور زمین خاں اُسکے سمجھانے پر غالب آیا اور جوں ہی کہ بیربل کو یہہ بات ثابت ہوئی کہ اب پتھانوں کا یہہ ارادہ ہی کہ رات کو چھاپا ماریں اور بادشاہی فوج کو پورا پورا تباہ کریں تو اُس نے زمین خاں سے مشورہ کی بات چیت نہ کی اور فوج کو لیکر بلا تحاشا روانہ ہو گیا اور ایک ایسی گھاٹی سے رستہ نکالنا چاہا جسکے ذریعہ سے میدان میں پہونچنا ممکن و متصور تھا اور غالب یہہ ہی کہ یہہ بڑی خبر اس نظر سے اورتائی گئی تھی کہ بیربل اپنے لوگوں سمیت دغا کے جال میں پھنس جاوے اسیلئے کہ بیربل اُس رستہ کے پہلے سرے سے کچھ نہوڑی دور آگے بڑھا تھا کہ پتھروں کی مار اور تیروں کی بوجھار اُس پر پڑنے لگی اور پتھان لوگ اُن پہاڑوں کے کناروں سے تلواریں لیکر بیربل کے حیرت زدہ سپاہیوں پر پھیل پڑے اگوچہ بیربل

نے فوج کی ترتیب و انتظام کی بقاء و سلامت میں بہت سی جدوجہد اٹھائی مگر اُسکی سعی و کوشش پر کوئی فائدہ مترتب نہوا اس گھائی سے بھاگنے میں ایسی افرا تفری پڑی کہ انسان اور جانور آپس میں لت پت ہو گئے اور انجام اُس کا یہہ ہوا کہ ہیریل مشہور سرداروں سمیت اُس جگہہ مارا گیا اور سیکڑوں آدمی جان سے گئے اور بہت سے تباہ ہو گئے اگر یہہ شامت کے مارے بالکل نا کام رہے مگر زمین خاں بھی کامیاب نہ ہوا اور میدان میں ٹہرا رہنا اُس کا کچھہ کام نہ آیا اس لیے کہ اگرچہ زمین خاں دن بھر ترتیب و قواعد کے ساتھ اپنی فوج کو تیراندازوں اور گوبیہ بازوں اور توتڑے دار بندوق والوں کے بیچ میں بڑھائے چلا گیا مگر جوں ہی کہ شام ہوئی تو تیرتڑے دم لینی پر پتھانوں کی سختیاں بلند ہوئی اور چاروں طرف سے پتھانوں پتھانوں کا شرر آسمان تک پہونچا غرض کہ فوج اُس کی رات کے اندھیری میں تتر بتر ہو گئی اور کچھہ لوگ اُس کے جان سے مارے گئے اور خود زمین خاں پا پبادہ بدشواری تمام اٹک تک پہونچا +

جب کہ یہہ وحشت اثر خبر بادشاہ کے لشکر میں پھیلی تو سارے

+ اکبرنامہ منتخب التواریخ خانی خاں یقین راقی ہی کہ حال اس واقع کا تفصیل سے ابرا الفضل کو دریافت ہو کا مگر اس لینی کہ یہہ نکر اُس کو دامنگیر تھی کہ بادشاہی فوج کی بدنامی بہت کم شہرت پاوے اور کوئی باتا بسی نہ تھی چارے جس سے ہیریل کی کم فہمی اور نا رسائی سمجھی چارے اور بات اُسکی پھیک پڑی تو اُس نے اس واقع کو ایسا پریشان و ہراگندہ قلم بند کیا کہ ایک قول اُسکا دوسرے قول کے مخالف ہی چنانچہ جو نقصان اور قصور اُس کے بیان میں پایا گیا اُس کو میں نے منتخب التواریخ سے ہرا کیا اور نقصان اُس لیے اُس سے نسبت کرتا ہوں کہ اُس نے بادشاہی فوج کی تباہی اگرچہ بڑی شرح و بسط سے بیان کی مگر اُس کے اخیر میں یہہ لکھ دیا کہ بادشاہی فوج کے کل پانسر آدمی کام آئے اور خانی خاں نے ایسی بارہ گرتی کی کہ چالیس پچاس ہزار آدمیوں میں سے کوئی زندہ نہ رہا معلوم ہوتا ہی کہ کوسستان سوات کی کراکورا اور بلانڈزئی راہوں میں یہہ شکست واقع ہوئی *

لشکر میں شور و غوغا بلند ہوا اور بڑی ہوشیاری جابجا منتشر ہوئی اور بادشاہ نے اپنے بیٹی مراد کو برہمنوں کی راجہ توتورمل کے پتھانوں کی روک تھام کے واسطے روانہ فرمایا اور جب کہ دلوں سے وہ پہلی ہیبت اُٹھ گئی تو شاعرانہ مراد کو بلایا گیا اور ساری فوج کو راجہ توتورمل اور راجہ مانسنگہ کے زیر حکومت چھوڑا گیا *

بیروہل کے مورخینا رنج اسندر اکبر کے دل پر بیٹھا کہ وہ کسی شے سے تسلی نہ پاتا تھا چنانچہ بہت مدت تک بیقرار رہا اور زین خاں کی ضرورت سے ناراض تھا اور جب کہ دھونڈ بھال کے بعد اُسکی لاش کا پتا نہ لگا تو ایک مرتبہ یہ خبر آئی کہ وہ قیدیوں کے سلسلہ میں بقید حیات ہی چنانچہ بادشاہ نے اس خبر کی تفتیش و تفتحص میں بڑی سعی و محنت کے ذریعہ سے ایسا شوق اپنا جتایا کہ مدت کے بعد ایک فریبی آدمی بیروہل کے نام سے پیدا ہوا اور جب کہ یہ جعلی بیروہل بھی بادشاہ کی حصول ملازمت سے پہلے پہلے مرگیا تو بادشاہ نے دوبارہ ماتم کو تازہ کیا اور اپنے دوست کے رنج و الم میں دوبارہ ماتمی لباس پہنا اور حقیقت یہ تھی کہ جیسی جودت قابلیت اور حسن لیاقت اُس کا عنایات سلطانی کا متحرک و باعث تھا تو مخلصانہ صفات اور ہمدانہ عادات اُس کے بھی کچھ کم نہ تھے اور بیروہل ایسا لطیف ظریف آدمی تھا جس کی باتیں اور کہاوٹیں اب تک ہندوستان میں جاری ساری ہیں + *

یوسف زئیوں نے اپنے فائدوں کی پیروی کا ارادہ نہ کیا یعنی وہ لوگ آگے نہ بڑھے اور راجہ توتورمل اور راجہ مانسنگہ نے کابل کے مختلف حصوں میں ہزار ڈالے اور مورچی بنائی اور طرح طرح سے اُنکو مضبوط و مستحکم گردانا اور یوسف زئیوں کو اُن کے میدانوں میں کھیت کیا کر کے کام سے معطل رکھا غرض کہ اُن تدبیروں سے بقول ابوالفضل کے وہ لوگ

اطاعت غیر مشروط پر منجہور ہوئی چنانچہ چند روز آپس میں
قول وقرار قائم رہے جنکے قائم ہونے سے راجہ مان سنگھ کو جنوبی
مغربی پہاڑوں میں روشنیا فرقہ جلالا کے مریدوں سے لڑائی کرنیکا موقع
ہاتھ آیا *

غرض کہ سنہ ۱۵۸۶ ع مطابق سنہ ۹۹۵ ہجری عین گرمی کے
موسم میں راجہ مان سنگھ نے روشنیا فرقہ والوں پر چڑھائی کی اور بہت
سی جان جوگہوں اٹھا کر کسیتدر کامیابی کو پہونچا مگر وہ فرقہ اپنی بات
پر قائم رہا اور کسی طرح کا تغیر اُن کے حال و حقیقت میں موثر نہ ہوا
اور آئندہ سال یعنی سنہ ۱۵۸۷ ع تک اکبری سلطنت کی فوقیت و
عظمت بھٹال نہ ہوئی یہاں تک کہ اسی سال میں دو فوجوں کے دھاوے
برابر ہوئی چنانچہ پہلے راجہ مان سنگھ نے جانب کابل سے حملہ کیا
اور دوسرا دھاوا اُس فوج کا ہوا جسکو بادشاہ نے اِس غرض سے روانہ کیا
تھا کہ وہ نمک کے پہاڑوں کے جنوبی جانب سے اٹک پار اوڑ کر دشمنوں
کی پشت پر دھاوے کریں غرض کہ اب جلالا کو پوزی شکست نصیب
ہوئی مگر فی الفور اُس نے اپنے کام کو سنبھال کر کئی برس تک لڑائی
کے کارخانے جاری رکھے علاوہ اُسکے لڑائی کے کارخانوں کو گاہ بیکاہ اُن قصے
قصایوں سے امداد اعانت پہونچتی رہی جو بادشاہ اور یوسف زئیوں میں
واقع ہوتے رہے مگر وہ قصے قصائے ایسے تھے کہ کوئی مستقل اثر اُن پر مترتب
نہ ہوا غرض کہ سنہ ۱۵۸۷ ع سے لغایت ۱۶۰۰ ع تک جلالا اور اکبر میں
لڑائیاں بہڑائیاں قائم رہیں اور اِس عرصہ میں معلوم ہوتا ہی کہ اکبر کے
ملازمین نے زرخیز میدانوں اور تہپاروں کو روشنیا والوں کی کھیتی باڑی
سے معطل رکھا اور اسی نظر سے یعنی سامانوں کی قلت اور ذخیروں کی
کمی سے اُن قوی ملکوں کے چھوڑنے پر جن پر جلالا قابض و متصرف تھا
اور ایسی کڑی لڑائیوں کے لڑنے پر جن میں پہاڑوں کی اوت آڑ کے باعث
سے دشمن کو غلبہ حاصل نہ ہوئے کام ناکام جلالا منجہور ہوا یہاں تک کہ

کئی مرتبہ کافروں کے ہاتھوں میں پناہ اُس نے قہرنگی اور ایک بار
 اوزبکوں کے سردار عبداللہ خاں اوزبک کے دربار میں حاضر ہوا اور باوصف
 اُس کے ہمیشہ لوت مار کرتا رہا اور روز روز چھاپے مارتا رہا یہاں تک
 کہ سنہ ۱۶۴۰ ع میں ایسی قوت اُس کو حاصل ہوئی کہ اُس نے غزنی
 پر قبضہ کیا *

یہ مہم سب سے پہچھلی مہم جلالا کی تھی اِس لیے کہ جلالا بہت
 جلد غزنی سے خارج کیا گیا اور جب اُس نے دوبارہ قصد اُس کا کیا تو ایک
 قوی مدافعت کے ذریعہ سے بندایا گیا اور جبکہ وہ پہچھلے ہاتھوں بھاگا تو اُسکا
 پیچھا دیا گیا یہاں تک کہ وہ کسی امن چٹن کی جگہ پہنچنے لپایا تھا
 کہ تقدیر سے پکڑا گیا اور جان سے مارا گیا *

یہ مذہبی لڑائی جہاں گیر اور شاہجہاں کے وقتوں تک قائم رہی
 یہاں تک کہ روشنیا والوں کے جوش خروش ہوچکے اور کفر اُنکی دب
 دبا گئی مگر پتھانوں کی اصلی آزادی جس کا متخرج و منشاء روشنیا
 والوں کی کامیابی اور سینہ زوری نتیجہ ہجائے خود قائم رہی چنانچہ
 شمال مشرق کی قومیں عالمگیر کے عہد دولت میں ایسی زبردست اور
 قوی صولت ہوگئیں کہ وہ بات اُن کو کسی وقت اور کسی حالت میں
 حاصل نہوئی تھی اور یوسف زئیوں نے مغل بادشاہوں کے بڑے بڑے
 دھارے اٹھائے اور علاوہ اس کے ایران و کابل والے بادشاہوں کی کڑی
 مصیبتیں جھیلیں مگر باوصف اُس کے اپنی ایسی خود مختاری کو قائم
 رکھا اور لوگوں کو مضرت + پہنچاتے رہے اور آج تک بلا کم و کاست اُنکی

+ جیسے کہ ابوالفضل نے بیان اُن لڑائیوں کا قلم بند کیا وہ اُسکی خوشامد گوئی
 اور مختلف بیانی کا عیب و غریب نمونہ ہی چنانچہ بیروں کی مصیبت یعنی پہلے
 برس کی لڑائی کے بعد ہی وہ لکھتا ہی کہ اونچے اونچے مقام افغانستان کے باغیوں کے
 خس و خاشاک سے پاک و صاف ہوئے یعنی بہت سے باغی مارے گئے اور بہت سے ایران
 توران کو بھاگ بھاگ کر چلے گئے یہاں تک کہ سرات اور ناجور اور تیراہ کے ملک
 انانہ ملائہ سے پاک ہوئے جو میروں کی بے پادائی اور پیداواری کی فراوانی سے شاید

قوت قائم ہی وہ لڑائی جو پہچلے دنوں میں جلالا سے قائم رہی کچھ ایسی بڑی لڑائی تھی کہ بادشاہی فوج کو پاس پروس کے دبانے میں مصروف ہونے سے معطل رکھے چنانچہ جلالا کے مرنے سے کئی برس پہلے بڑے پایہ کے ملکوں سند اور قندھار پر ملازمان اکبری کا پورا پورا تصرف حاصل ہو گیا تھا *۔

سند کی فتح کا بیان

بیان اُس کا یہ ہے کہ اس وقت کا صوبہ ارغونویں کے دخل و تصرف سے نکل کر ادھر ادھر کے دلاور سپاہیوں کے قبض و تصرف میں داخل ہو گیا تھا اور جب کہ خود اُن لوگوں میں قصے قضائے قائم ہوئے تو اکبر نے اس باب میں نہایت کوشش کی کہ شاہان دلی کے پورانے صوبہ کو اپنے قلمرو میں داخل کرے غرض کہ جب وہ لاہور میں قیام پذیر تھا تو سنہ ۱۵۹۱ع مطابق سنہ ۹۹۹ ہجری میں ایک فوج اُس نے مقام لاہور سے بائیں غرض روانہ فرمائی کہ شمال کی جانب سے سند میں داخل ہووے اور سہسواران کے قلعہ کا محاصرہ کرے جو سند کے پانیوں جانب کی کنجی اور صوبہ کی حفظ و حراست کا بڑا مقام تھا مگر والی سند نے وہ ارادہ پورا ہونے نہ دیا اس لیٹی کہ وہ سردار اپنی فوج کو ایسی جگہ لایا اور موقع پر اُس نے مورچے جمائے کہ استحکام مکان کی جہت سے اکبر کے لوگ اُس پر دھاوا اور خود مخالف کے قریب موجود ہونے کے سبب سے اُس مقام کا محاصرہ نہ کرسکے مگر اکبر کی دانائی کام آئی کہ

تظہیر اپنا نہیں رکھتے مگر باوصف اسکے کہ اس بیان سے لڑائی کا تمام ہونا صاف صاف معلوم ہوتا ہی بعد اُس کے بھی مختلف مختلف واقعات بیان کیا جو آئندہ کے پندرہ برس میں واقع ہوئے بلکہ اُس نے اکبر کے چار دہ سالہ قیام پنجاب کی وجہ بھی بھی لکھی ہی کہ ایک زمانہ میں روشنیا فرقہ کے دبانے میں اور دوسرے زمانہ میں شمالی پہاڑ کے باشندوں کے مغلوب کرنے میں مصروف رہا (شامز صاحب کا قلمی ترجمہ اکبر نامہ کا)

+ اس کتاب کے تتمہ میں سند کا حال ملاحظہ کرنا چاہیئے

وہ دشواری ہوں رفع ہوئی کہ اُس نے ایک اور فوج اِس غرض سے روانہ کی کہ امر کوت کی طرف سے سند میں داخل ہونے غرض کہ والی سند کی التفات و توجہ کو پریشان و ہراگندہ کر کے اُن فائدوں سے مستحروم اُسکو رکھا جو اُسکو اُس موقع خاص سے حاصل تھے یہاں تک کہ تھوڑے عرصہ بعد یعنی سنہ ۱۵۹۲ع مطابق سنہ ۱۰۰۰ھ ہجری میں سند کے تسلیم کرنے پر منجبور شہر چٹانچہ اُس نے عمدہ عمدہ شرطوں پر اطاعت قبول کی اور اکبر نے بھی اپنے دستور کے موافق اپنے امیروں میں اُسکو داخل کیا * اکبر نامہ میں مذکور ہے کہ سند والے سردار نے پرتگالی سپاہیوں کو اِس لڑائی میں لڑایا اور دو سو ہندوستانیوں کو یورپ والوں کی وردی سے آراستہ کیا چٹانچہ قاعدہ دانی اور وردی کی حیثیت سے وہی سپاہی یورپ والوں کے پہلے پہلے ہندوستان میں نمونہ تھے اور نیز بیان کیا گیا کہ اُسی سردار نے خاص ایک قلعہ کی حفظ و حراست کے لئے عرب والوں کو معین کیا تھا اور پہلے پہل اسی موقع پر عرب کے لوگ اقلیم ہندوستان میں ملازم ہوئے اور بعد اُس کے اُنکی بڑی قدر و منزلت ہوئی *

قندھار کی فتح کا بیان

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے ہی کہ ہماریوں کے قبض و تسلط کے بعد ایران کے بادشاہ نے چند مرتبہ قندھار کا ارادہ کیا مگر اکبر کے آغاز دولت تک مراک اُسکی پوری نہ ہوئی اور شعی اُسکی ضایع ہو گئی اور جبکہ قندھار اور ہندوستان کی سلطنتیں بانٹ چونت کے بعد الگ تھاگ ہو گئیں تو شاہ ایران کا مطلب پورا ہوا یہاں تک کہ شاہ عباس کے آغاز سلطنت میں قسم مذکور کی خرابی پھیلی اور اکبر کو دیساہی موقع ہاتھ آیا غرض کہ ایرانی سرداروں میں بھونٹ پڑی اور ایک سردار اُن میں سے ہندوستان کو بھاگ آیا اور تھوڑے دنوں بعد اکبر کے دربار سے سارے سردار ایرانی موافق ہوئے اور انجام اُسکا یہ ہوا کہ سنہ ۱۵۹۳ع مطابق سنہ ۱۰۰۱ھ ہجری میں قندھار اور اُسکا سارا پرگنہ بیٹھے بٹھائے اکبر کی قلعرو میں

داخل ہو گیا اور جو کہ شاہ عباس اپنی قلمرو کے دفتروں میں مصروف تھا تو اُسکی طرف سے کوئی قصہ قضا یا پیش نہ ہوا بلکہ اوزبکوں کی لاگ کائنات کی غرض سے اکبر کی امداد و اعانت کا خواہاں ہوا اور خط کتابت کا سلسلہ دوبارہ جاری کیا جو بہت عرصہ سے باہم جاری نہ رہا تھا اور بجائے خود صبر و تحمل کر کے قندھار نے دوبارہ حاصل کرنے کا متوقع بیٹھا مگر اکبر کے مرنے تک وہ توقع پوری نہ ہوئی *

قندھار کے فتح ہونے اور قلمرو میں اُچانے سے اٹک پار کی موروثی سلطنت پر پورا قبضہ حاصل ہوا اور شمال مشرق کے پٹھانوں سے لڑنا چھوڑنا پہاڑوں پر باقی رہا اور اسی زمانہ کے قریب ہندوستان خاص کی فتح بھی پوری ہو چکی تھی چنانچہ سنہ ۱۵۹۲ع میں سند پر فتح ہوئی اور اسی زمانہ کے قریب وہ پنجابلی بغاوت پس پا کی گئی جو کشمیر میں برپا ہوئی اور آمادہ تھی اور اوزبک کے مطیع ہونے سے ہنگالہ کی فتح بھی پوری ہو گئی تھی اور شاہ گجراتی کے سنہ ۱۵۹۳ع میں مرجانے سے گجرات کے شور و فساد خاتمہ کو پہونچی تھے غرضکہ سارا ہندوستان خاص اب نربدہ تک اکبر نے قبض و تصرف میں آس سے زیادہ داخل ہوا کہ پہلی بادشاہوں کے دخل و تسلط میں آیا تھا مگر اودھے پور کا راجہ مطیع آس کا نہ ہوا تھا باقی سارے راجے بابو رشک و حسد کی باج گذاری سے نکل کر رفیق آس کے ہو گئے تھے *

دکن کی مہم کا بیان

بعد آس کے اکبر کا یہہ ارادہ ہوا کہ اپنی حکومت کو دکن تک پہنلاوے چنانچہ اُس نے سنہ ۱۵۸۶ع میں مورتھی نظام شاہ احمد نگر کے چوتھے بادشاہ کے بھائی بڑھان شاہ کی امداد و اعانت کی حاسی پوری جو اپنے بھائی نظام شاہ کے مستحق التماس ہونے سے انصرام حکومت کا دعویٰ کرتا تھا مگر جو فوج اکبر نے دعویٰ مذکورالصدر کی درستی سر سبزی کے لیٹھ مالوہ سے روانہ کی وہ نا کام رہی اور بڑھان شاہ اکبر کی

حفظ و حمایت میں کئی برس تک محفوظ رہا اور جب کہ نظام شاہ اُس کا بھائی سنہ ۱۵۶۲ ع میں بمقام الہی مرگیا تو برہان شاہ نے اکبر کی اعانت بدوں اُسی برس اپنی موروثی حکومت پر قبضہ کیا مگر ملکی شور و فسادوں کے باعث سے ساری سلطنت کو چھوٹی چھوٹی ریاستوں پر بٹا چکا اور والی بیچا پور اپنے ہمسلایہ سے لڑتا بھڑتا پایا بعد اُس کے تھوڑے عرصہ گزرنے پر برہان شاہ بھی مرگیا اور یہہ خرابیاں دو چند ہو گئیں یہاں تک کہ سنہ ۱۵۹۵ ع میں چار گروہ ایسے لڑنے مرنے پر آمادہ ہوئے کہ ہر گروہ اُنکا جدے جدے دعویدار سلطنت کا مدد و معاون تھا حاصل یہہ کہ منجملہ اُن گروہوں کے اُس گروہ کے سردار نے جسکو احمد نگر پر قبضہ حاصل تھا اکبر کی اعانت چاہی چنانچہ شاہزادہ مراد گجرات سے اور مرزا خانخانان مالوہ سے مدد خواہوں کی مدد رسانی پر فوجوں سمیت دکن کو روانہ ہوئے چنانچہ احمد نگر سے تھوڑی دور ادھر دونوں فوجیں اُس میں مل گئیں مگر اُس عرصہ میں یعنی ماہ نومبر سنہ ۱۵۹۵ ع مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۰۰۴ ہجری میں وہ سردار احمد نگر کے چھوڑنے پر مجبور ہوا تھا جس نے اعانت چاہی تھی اور اُس نے مدد گاروں کو بلوایا تھا اور اب وہ حکومت چاند بی بی کے قبض و تصرف میں تھی جو ہندوستان کی بڑی حوصلہ والی عورتوں میں سے گنی جاتی تھی اور اپنے بہتیجے شیو خوار بہادر نظام شاہ کی جانب سے نیابتاً کام کرتی تھی اُسے بادشاہی فوجوں کی خبر سننے ہی اپنے رشتہ دار والی بیچا پور کے منافع اور رعایا کے پرچانے اور دیگر ملکی فریقوں کے سرداروں کے متفق کرنے میں اس غرض سے بڑی جد و جہد اڑتھائی کہ تھوڑی مدت کے واسطے ایسی بڑی قوت کی روک تھام میں ہام متفق رہیں جسکی اوالعزمی اور والا ہمتی کا اندیشہ سب ریاستوں کو براہر ہی چنانچہ یہہ تدبیر اُسکی ایسی راس آئی کہ فی الفور ایک سردار نہنگ نامی ایسیسیا یعنی حبش کا باشندہ فوج اپنی ہمراہ لیکر چاند بی بی کی اعانت کو روانہ ہوا اور بادشاہی

فوج کو جو احمد نگر کو گھیرے پڑی تھی چہر چارکر احمد نگر میں
 بے تکلف پہنچا اور باقی دو فریقوں نے بھی ذاتی خصوصیت سے ہاتھ
 آڑتھایا اور بیچا پور کی فوج میں شریک و شامل ہوئے جو بادشاہی فوج
 کے مقابلہ پر جاتی تھی غرضکہ ان سامانوں اور طیاروں کے ہونے سے شاہزادہ
 مراد کے زور شوروں کو جوش آیا اور احمد نگر کے محاصرے میں بہت
 سرگرمی اور بڑی تندہی تیزی پڑتی گئی یہاں تک کہ محصوروں کے ان
 دمدہ منکے تلے دو سرنکیں لگائیں جنکے بنائے میں خود چاند بی بی دل
 و جان سے مصروف تھی اور عام لوگوں کی مانند آپ اُس نے محنت
 اٹھاتی تھی مگر جب کہ محصوروں کے سرنک لگانے والے محصوروں کی
 سرنکوں پر ہی لگئے تو وہ سرنکیں اس لئے ضائع گئیں کہ محصوروں کے
 سرنک لگانے والوں نے اُنکے مقابلہ میں اپنی سرنکیں لگائیں ہاں تیسری
 سرنک اس سے پہلے اڑائی گئی کہ محصوروں کی سرنک لگانے والے اُس کی
 بیکاری کی تدبیر پوری کریں حاصل یہ کہ اُس سرنک کے اڑنے سے
 محصوروں کے سرنک لگانے والے جو سرنک اپنی دوزا دھے تھے یک لخت اڑ
 گئی اور قلعہ کی الٹک اُس کے زور سے بہت بہت گئی اور ایسی ہیبت
 پھیلی کہ الٹک کے محافظ اپنی اپنی جگہوں کے چھوڑنے اور بے تحاشا
 پھاگنے بڑھنے والے اور محصوروں کے گھس بیٹھنے کے لئے رستہ کھولنے پر آمادہ
 تھے کہ چاند بی بی زہرہ بکتر بہن کو اور ننکی تلوار اپنے ہاتھ میں لیکر اور
 نقاب سے موندہ ڈھانپ کر آئی اور اُن ہندے نامردوں کو ڈانٹ کر بلایا
 اور چمب تک کہ وہ دلاور بی بی قلعہ کی ساری قوت کو محصوروں کے
 مقابلہ میں صرف نکوچکی تب تک نہایت جد و جہد اور بڑی سعی و محنت
 سے محصوروں کے پہلے دھاوے کو تھام نسکی چٹانچہ تھروں کی بوچھاڑوں
 اور توڑے دار بندوڑوں کی مار ماروں سے مقابلہ کیا گیا اور شکاف دیرار پر
 قریبی لگائیں گئیں اور آتش بازی کے دان اور بارود کے تھیلے اور ایسی ایسی
 عالم سوز چیزیں قلعہ کی کھائی میں بادشاہی لوگوں پر پھینکی گئیں اور

مختصروں کے شکاف دیوار کے مقابل ہو کر ایسا سخت مقابلہ کیا گیا کہ برہمہ سفاکی بے باکی کے بعد جو شام تک برابر قائم رہی بادشاہی فوج اپنے پیچھے ہانوں لڑنے اور دوبارہ حملہ کو دوسرے دن موقوف رکھنے پر مجبور ہوئی مگر قلعہ کے مختصروں اور شہر کے باشندے چاند بی بی کی دلیری دلییری سے جوشان خروشاً ہوئے تھی اور چونکہ چاند بی بی کی چستی چالاکی اور دانائی ہوشیاری میں رات کے آنے سے کسی قسم کا فتور و قصور واقع نہ ہوا تھا تو صبح ہوئے ہی بادشاہی فوج نے شکاف الگ کر ایسا مضبوط و مستحکم اور استدر بلند و مرتفع پایا کہ نئی نقب کے بدوں آسور چڑھنا مستحکم نہ تھا اسی عرصہ میں چاروں متفق فریق افواج شاہی کے پاس آگئے مگر بادشاہی فوجوں نے باوصف اس کثرت کے کہ وہ چاروں فریقوں سے اب بھی زیادہ تھیں صرف ایک لڑائی کے مہروم نتیجے پر تمام جان و مال کو جو کہوں میں ڈالنا پسند نہ کیا اور چاند بی بی نے بھی یہ سمجھا کہ ہماری جمیعت دو چاروں کی بھی اور مانگی تانگی فوجوں کا بہروسہ نہیں کرنا چاہیئے غرض کہ دونوں فریق اُشتی پر راضی ہوئی احمد نگر کا بادشاہ اس بات پر راضی ہوا کہ اُس نے صوبہ برار سے جو نیا مفتوحہ متروکہ اُس کا تھا ہاتھ اپنا اُتھایا اور ملازمان اکبری کو سپرد کیا یہ اُشتی ماہ فروری سنہ ۱۵۹۶ ع مطابق رجب سنہ ۱۰۰۴ ہجری میں واقع ہوئی *

بادشاہی فوج کی واپسی پر بہت عرصہ نہ گزرا تھا کہ احمد نگر میں نئے جگہزے برپا ہوئی یعنی محمد خاں چاند بی بی کا وزیر یا

† یہ عورت دکن کی عورتوں میں سے ایسی دلیر و دلور تھی کہ مردوں کی انکھوں میں قدر و اقتدار اوسکا بہت کچھ تھا یہاں تک کہ اوسکی نسبت بہت سی جھوٹی باتیں بنائی گئیں خافیاں لکھتاں کہ اوسنے مغلوں کے لشکر میں چاندی کی گولیاں پھیر پھیر ماریں اور احمد نگر میں یہ بات مشہور ہوئی کہ جب چاند بی بی کی گولیاں ہو چکیں تو اُس نے ساری بندوڑوں میں تانبے چاندی سونے کے سکے بھر کر مارے اور جب تک کہ چراغ کے ہزار نے کی نوبت نہ پہونچتی تب تک اُشتی پر راضی نہ ہوئی

پیشوا ‡ اُس کی حکومت کے خلاف و عداوت پر سازشیں کرنے لگا یہاں تک کہ اُس نے شاہزادہ مراد سے اعانت چاہی اور یہاں شاہزادہ کا یہہ حال تھا کہ حدود برار کی بابت دکن کے بادشاہوں سے لڑ چہکڑ رہا تھا غرض کہ شاہزادہ مراد اور احمد نگر کے بادشاہ آپس میں دو بارہ مختلف ہوئی اور آشتی پر برس بھی نہ گذرا تھا کہ پہلے سے زیادہ میدان کی لڑائیاں قائم ہوئیں *

اکبر کا مستحکم خاندیس کا بادشاہ اکبر والوں کی اعانت پر اور کولکنڈہ کا بادشاہ بیجا پور اور احمد نگر والوں کی امداد پر آیا اور دسمبر سنہ ۱۵۹۶ ع یا جنوری سنہ ۱۵۹۷ ع کو دریائے گرداوری پر بڑی بہاری لڑائی ہوئی اور دونوں تک زور شور سے قائم رہی مگر انجام اُس کا متعلق نہوا چنانچہ مغلوں کا یہہ دعویٰ تھا کہ جیت ہماری رہی مگر وہ آگے نہ بڑھے اور جب کہ پوری کامیابی حاصل نہ ہوئی اور شاہزادہ مراد اور مرزا خانخانی میں ان میں رہی تو بادشاہ نے دونوں کو طالب فرمایا اور شاہزادے کی جگہ ابوالفضل اپنے دستور اعظم کو بیجا پور چند روز کی بے عزتی کو اٹھائی بیٹھا تھا اور اُسکو یہہ بھی اجازت دی گئی کہ ضرورت کے وقت ساری فوج کی سرداری اختیار کرے چنانچہ ابوالفضل اُس جگہ پہونچا اور وہاں کا حال اُس نے لکھا جس کے دیکھنے سے یہہ دریافت ہوا کہ خود بادشاہ کا ہونا وہاں ضروری ہی غرض کہ بادشاہ نے سنہ ۱۵۹۸ ع کے آخر میں چودہ برس کے بعد جو اتک کے پاس ہروس میں گذرے تھے پنجاب کو چھوڑا اور دکن کو روانہ ہوا اور سنہ ۱۵۹۹ ع کے نصف سے پہلے پہلے نربندہ پر پہونچا مگر اُس کے پہونچنے سے پہلے، دولت آباد کا قلعہ اور اُسی کے قریب کے اور بہت سے بہاری قلعہ چھپی

‡ بہمانی بادشاہوں کے وقتوں میں پیشوا یعنی سردار کا خطاب مروج رہا اور بعد اُس کے ستارہ والی راجپاؤں کے پرمہن وزیر اس خطاب سے مخاطب رہے اور مرہٹوں کی حکومت پر اسی خطاب سے بہت دنوں تک حکومت کرتے رہے

فتح ہو چکی تھی اور جوں ہی کہ بادشاہی فوج بڑھان پور واقع ساحل دریاے
تبتی میں پہونچتی تو فوج کا ایک ٹکڑا بسرمداری شاہزادہ دانیاں اور
نخانخان کے احمد نگر کے محاصرہ کو روانہ کیا گیا اور یہ وہ زمانہ تھا
کہ چاند بی بی کی حکومت پہلے زمانہ کی نسبت نہایت خراب اور
ایتر تھی یعنی نہنگ ایسیسیا والا جو پہلے محاصرہ کے زمانہ میں
چاند بی بی کا مدد و معاون تھا احمد نگر کو گھیرے ہوئی پڑا تھا اور
جب کہ وہاں بادشاہی فوج آئی تو وہ چھوڑ کر چلا گیا مگر درونی
نزاعوں کے مارے شہر کے ہتھاؤ کی کوئی ضرورت نہ تھی اور جب کہ
چاند بی بی بادشاہی فوج والوں سے خط و کتابت کر رہی تھی اور آشتی
کے پیغام آتے جاتے تھے تو اُس کے بدخواہوں نے سپاہیوں کو بڑھم
کیا چنانچہ سپاہی محل سرائے میں گھس گئے اور اُن ناخدا ترسوں
نے کام اُس کا تمام کیا مگر اُس بڑے کام کا پہل بھی قریب ہی پایا یعنی
تھوڑے دنوں کے بعد اُس دیوار شکستہ کا شگاف گھس جانے کے قابل
ہو گیا اور بادشاہی دھاوے کا سیلاب اُس میں آگیا چنانچہ بادشاہی
لوہ نے سارے لڑنے والی سپاہیوں کو قتل کیا اور کسی کو جان و مال کی
پناہ نہ دی اور صغیر سی بادشاہ کو گوالیار کے قلعہ میں پہونچایا اگرچہ
یہ سب کچھ ہوا مگر دارالسلطنت کی فتح ہونے سے سارا ملک
اُسکا مطیع نہوا یہاں تک کہ جولائی سنہ ۱۶۰۰ ع مطابق صفر سنہ ۱۰۰۹
ہجری میں ایک اور نام کا بادشاہ قرار دیا گیا اور احمد نگر کے بادشاہوں
کا خاندان شاہجہاں کے عہد دولت تک بالکل گم نام نہوا مگر سنہ
۱۶۳۷ ع میں نام و نشان اُنکا باقی نہ رہا *

خاندیس کی فتح کا بیان

احمد نگر کے محاصرے سے تھوڑے دنوں پہلے اکبر بادشاہ اور اُس کے
مستحکم خاندیس والی بادشاہ میں ایسی کسی قسم کی سوء مزاجی
درمیان آئی کہ اُس کے باعث سے اکبر کا یہ ارادہ مصمم ہوا کہ خاندیس

کے صوبہ کو ہمیشہ کے لیے اپنی قلعہ میں داخل کرے چنانچہ اس لڑائی کے دھندوں میں برس دن کے قریب صرف ہوا اور احمد نگر کی فتح پر کئی مہینے گزرے تھے کہ آسیر گدہ کی فتح ہوئے سے خاندیس کی فتح ہوئی ہو گئی بعد اُس کے بادشاہ نے شاہزادہ دانیال کو برار و خاندیس پر حاکم اور خاندیاں کو ملاح کار اُس کا مستور کیا اور فوج دکن کی حکمرانی اور فتح احمد نگر کی پیروی ابراہیم لعل کو عنایت فرمائی اور سنہ ۱۶۰۱ ع مطابق سنہ ۱۰۰۹ ہجری کے آخر میں آگرہ کو واپس آیا *

مرزا سلیم یعنی جہانگیر کی نافرمانی کا بیان

پہلے اس سے کہ بادشاہ آگرہ کو روانہ ہوئے بیچا پور اور کولکنڈہ کے بادشاہوں کے ایامچی اور نذریں پہونچیں اور شاہزادہ دانیال کی شادی بیچا پور والی کی بیٹی سے کی گئی کی باقی اکبر کی روانگی کا یہہ باعث تھا کہ جہاں گیر اُس کا بڑا بیٹا سرکش ہو گیا تھا اگرچہ یہہ شاہزادہ تیس برس کی عمر کا استعداد و لیاقت میں کچھ ناقص نہ تھا مگر شراب اور افیون کی || کثرت استعمال سے مزاج اُس کا آتشیں

دکن کی لڑائیوں کا حال اکبر نامہ اور تاریخ فرشتہ اور خصوص احمد نگر کی تاریخ مصنفہ فرشتہ سے لیا گیا

|| جہانگیر نے خود بیان کیا کہ عین شباب میں کم سے کم اسی بیس پینالہ روز بیٹا تھا کہ ہر پینالہ میں آدہ سیر دارو سماعتی تھی اور یہہ حال تھا کہ اگر ایک گھنٹا بھئی بدوں اُس کے گذرتا تھا تو ہاتھ اپنے کانٹے لگتا تھا اور قرار سے بیٹھ نہ سکتا تھا بعد اُس کے جب میں تخت نشین ہوا تو پانچ پینالہ کی نوبت پہونچی اور وہ بھئی رات کو بیٹا تھا مگر یہہ بات دریافت نہیں ہوتی کہ کب تک اُس نے یہہ دستور جاری رکھا معام ہوتا ہی کہ اُس زمانہ کے مسلمانوں اور سرداروں میں میٹوشی کی ہوائی شایع ذایع تھی اس لیے کہ بابر اور ہمایوں دونوں بڑے پیٹے والی تھے اور تمام ترکی نژاد بادشاہ بھئی پیٹے تھے بلکہ ایران کے صفوی خاندان والی جو تقدس خاندان کی بدولت بڑے بزرگ گئے جاتے تھے خفیہ خفیہ صرف کثرت ہی سے نہیں پیٹے تھے بلکہ چاندی سونے کے پیالوں موصح اور گہڑوں کے انباروں سے اپنے دربار کو زینت بخشتے تھے

غضبناک اور سمجھ بوجھ اُس کی گونہ خراب ہو گئی تھی چنانچہ وہ ابوالفضل کو اپنا بدخواہ اور جانی دشمن سمجھتا تھا یہاں تک کہ اُس نے باپ سے اُس کی شکایت بھی کی اور اکبر نے اُس کے کہنے سے ابوالفضل کو چند روز اُس کی مرتبہ سے گرائی رکھا اور بعد اُس کے دکن کو روانہ کیا اور یہ تمام اُن شکایتوں کے نتیجے تھے جو جہانگیر کی شکایتوں پر مترتب ہوئی تھیں اور اُس رشک و حسد کے ثمرے تھے جو اُس کے جی میں ابوالفضل کی جانب سے بیٹھی تھی اور جب کہ اکبر خود دکن کو روانہ ہوا تو جہانگیر کو اپنی جگہ چھوڑا اور اجمیر کا نائب سلطنت بنایا اور آدے پور کی لڑائی کے کار و بار اُس کو تفویض کیے اور راجہ مان سنگھ کو اُس غرض سے پاس اُس کے چھوڑا کہ وہ اپنے لاؤ لشکر اور صلاح و مشورت سے امداد اُسکی کرتا رہے غرض کہ جہانگیر بہت سا وقت اپنا ضایع کر کے امور مذکور کے اہتمام و انصرام میں جتی جان سے مصروف ہوا اور بیادری بخت اُس کام کو کسی قدر پورا کر چکا تھا کہ ناگاہ اُسکو یہ خبر لگی کہ صوبہ بنگال راجہ مان سنگھ کی حکومت گاہ میں عثمان بن قز کی سرکشی سے بغاوت قائم ہوئی چنانچہ راجہ مان سنگھ اپنی حکومت کو روانہ ہوا اور جب کہ جہانگیر نے میدان خالی پایا تو آپ کو ہر قسم کی روک ٹوک سے آزاد پا کر اور خود بادشاہی فوج کو اور طرفوں میں مصروف دیکھ کر یہ چاہا کہ ہندوستان خاص کے صوبجات اپنے قبض و تصرف میں لاوے غرض کہ جہانگیر آگرہ کو روانہ ہوا مگر آگرہ کے احکام سے اے الے بتا کر آگرہ کو حوالہ نکلیا اور جہانگیر الہ آباد کو چلا گیا اور اودھ بہار کے مالکوں پر جو الہ آباد کے پاس پڑوس میں واقع تھے قبضہ کیا اور اسی زمانہ میں الہ آباد کے خزانہ کو جو تیس لاکھ روپوں سے معمور و مشحون تھا تحت اپنے کر کے بادشاہی کا خطاب اختیار کیا یہ واقعہ نومبر سنہ ۱۶۰۰ ع مطابق شعبان سنہ ۱۰۰۹ ہجری میں واقع ہوا *

اگرچہ بیٹے کے چال چار سے جی ہی جی میں اکبر سخت ناراض تو ہوا ہوگا مگر بار و ف اسکے بیٹے سے ایسے معاملے نہرتے کہ اُن کے باعث سے بیٹے

کی سرکاری غایت کو پہنچتی چنانچہ اُس نے اُس کے نام ایک معقول خط روانہ کیا اور اُس میں بڑے کوٹکوں کے نتیجے جٹائے اور یہی درج کیا کہ اب بھی کچھ نہیں کیا اگر پہلے دستور کے موافق باپ کی اطاعت کرے اور فرس خدمت میں پہچلے بیوروں کو تو شفقت پوری کی بدولت ماموں و مظہر رہے جو اب تک بھی کچھ کم نہیں ہوئی بعد اُس کے جب اکبر آگرہ میں داخل ہوا تو جنواب اُس عنایت نامہ کا جہاں گیر نے نہایت غریب لفظوں سے ارسال خدمت کیا اور اٹارہ تک اس ارادہ پر علاوہ آیا کہ باپ کی خدمت میں حاضر ہووے مگر بارصاف اس کے خواہ اُس نے باپ کی خدمت کا مخالفت ارادہ کیا یا اپنی سلامتی کو کہتے میں پایا غرض کہ کوئی باعث ہو اُس نے فوج کی بھرتی میں کمی نہ کی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ اقلے لوگ اُس نے اکٹھے کیئے کہ بادشاہ نے یہ کہلا بھیجا کہ تھوڑے آدمیوں سمیت آگرہ میں آوے ورنہ الہ آباد کو سیدھا لوٹ جاوے جہانگیر نے پہچانی بات اختیار کی یعنی الہ آباد کو لوٹ گیا مگر غالب یہ نہ تھی کہ ہیک و پیام کے ذریعہ سے لوٹ جانے کی اجازت حاصل کی ہوگی اس لیے کہ بعد اُس کے بادشاہ نے اوزیسہ بنگالہ کا صوبہ جہانگیر کو عنایت فرمایا اور جہاں گیر نے بھی وفاداری جان نثاری کے قول قرار ادا کیئے مگر اس ظاہری امن چہرے کے زمانہ میں جو باپ بیٹے کی سوہ مزاجی کا زمانہ تھا جہانگیر کو یہ موقع ہاتھ آیا کہ وہ خیالی تکلیفوں کا انتقام اپنے خیالی دشمن سے لیوے غرض کہ اُس نے موقع کو ہاتھ سے ندیا اور باپ کے دل کو سخت صدمہ پہنچایا یہاں اُس کا یہ نہ تھی کہ جب ابو الفضل کو دکن سے بلایا تھا اور وہ تھوڑے محافظوں سمیت گوالیار کی طرف بڑھا اُٹا تھا تو حسب تقدیر اُس جال میں پھنسا جسکو راجہ نر سنگھ دیو والی اورچہ واقعہ ہندو لکھنؤ نے باشارت جہانگیر اُسکے لیے لکا رکھا تھا ابو الفضل نے ہری دلیری دلاوری سے حتی الامکان اپنا بچاؤ کیا مگر بہت سے ہمراہیوں سمیت اُنکو کو مارا گیا یہاں تک کہ سو اُسکا قام کیا گیا اور بڑی احتیاط سے جہانگیر

کے پاس بھیجا گیا + یہ واقعہ سنہ ۱۶۰۲ ع مطابق سنہ ۱۰۱۱ ہجری میں واقع ہوا بعد اُسکے جب ابو الفضل کے فوت ہونے کی خبر اکبر کو پہونچی تو اُسنے نہایت غم کیا اور بقول اُسکے کہ * شہنشاہ جہاں را از وفاتش دیدہ بر دم شد * سکندر اشک حسرت و یخت کافلاطون ز عالم شد * بہت سے اُنسو بہائے اور دو دن تک کھایا نسو یا اور جب کہ اُسکو ہوش آئے تو نو سنگھ دیو اور اُسکے چورو بچوں کے ہارنے چکڑنے اور اُسکے گھر بار کے لڑتے کھسرتے کے لیئے ایک فوج اُس نے روانہ کی اور ایسی ایسی سختیوں کی اجازت دی کہ بھولے چوکے بھی ویسی سختیوں کی رخصت کہیں نہ دی تھی معلوم ہوتا ہی کہ اس زمانہ میں بادشاہ کو یہہ آکھی تھی کہ جہانگیر ابو الفضل کے قتل میں شریک ہی اس لیئے کہ بچائے اس کے کہ بادشاہ اپنے بیٹے جہانگیر سے واسطہ علاقہ قطع کرے سلیمہ سلطانہ کو جو بادشاہ کی بیگم اور خود جہانگیر کی ایسی ماں تھی کہ جب اُسکی سبکی ماں مرگئی تو اُس نے گود اُسکو لیا تھا اس غرض سے روانہ فرمایا کہ بیٹے کی طبیعت کو راستی درستی پر لا کر باپ بیٹوں میں دوری آشتی کرادی *

سلیمہ سلطانہ کی روانگی کا نتیجہ حسب مراد اُس کے حاصل ہوا یعنی جہاں گیر اکبر کے دربار میں حاضر ہوا اور بسو و چشم اُس نے باپ کی اطاعت اختیار کی اور اکبر بھی اتنی شفقت سے پیش آیا کہ بادشاہی زیور پہننے کی اُس کو اجازت فرمائی اور سنہ ۱۶۰۳ ع مطابق

+ جہاں گیر نے اپنی توزک میں جو سلطنت کے بعد اُس نے لکھی ابو الفضل کے قتل کرانے کا انکار کیا مگر عذر اُس کا یہہ لکھا کہ اُس نے باپ کو پیغمبر کی پیغمبری اور قرآن کے کتاب آسمانی ہونے سے منکر بنا دیا تھا اور باپ سے باغی ہونے کی بھی یہی وجہ قرار دی اور جب کہ جہاں گیر اپنے باپ کی جگہ بیٹھا تو پہلے پہل اُس نے نو سنگھ دیو قاتل ابو الفضل کو جو اکبر کے سخت ظالموں سے محفوظ رہا تھا بڑے عہدہ پر مغزز کیا اور بڑی مہربانیوں سے ہمیشہ پیش آئی گیا اور اپنا معتمد اُس کو ٹھہراتا رہا *

سنہ ۱۰۱۲ ہجری میں اردے پور والے کے مقابلہ پر ایک فوج سمیت اُسکو دوبارہ روانہ کیا مگر جہانگیر نے مختلف حیلوں بہانوں سے کوچ ہزاو کو طول طویل کیا اور ایسے دایمی قصہ میں پڑنے کی نسبت ایسی کمی اُس نے کی کہ اکبر نے طرح طرح کے نقصان اُٹھائے مگر یہہ گزارا نکلیا کہ باپ بیٹوں میں پھر سورہ مزاجی پانو اپنے پہیلانے چنانچہ اُس نے جہاں گیر کو الہ آباد کی اجازت فرمائی جہاں وہ بطور خور مختار ہستا رستا تھا اور جب کہ وہ الہ آباد میں پہونچتا تو ایسی عیاشی نے دورایا کہ اُسکا تہور ٹھکانا تھا اور اپنے بڑے بیٹے خسرو سے اُسکی بے ادبی بیہاکی اور کم فہمی تند مزاجی کے مارے ہمیشہ ناخوش رہتا تھا یہاں تک کہ جب اُن دونوں میں زیادہ ناچاقی ہوئی تو راجہ مان سنگھ کی بہن خسرو کی ماں نے زہر کھایا اور بیٹھے بیٹھے پھول سی جان گواہی اور جہانگیر کو بہت رنج پہنچایا جو پہلے سے درہم برہم ہو رہا تھا اور اب درہم مزاجی کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ اُس کے ملازم اور مصاحب بھی اُس کے پاس جانے سے قرتے مرتے تھے اور ایسی ایسی ناخدا ترسیاں اُس سے صادر ہوئیں کہ اُن کے سننے سے سننے والے بھی کانپ اُٹھتے تھے اور ایک مدت سے وقوع میں نہ آئی تھیں اور باپ کی اہلیت کے مختل مختلف تھیں +

جب کہ بیٹے کے اطوار اکبر نے سننے تو وہ نہایت پریشان اور بغایت حیران رہا اور اُس نے یہہ چاہا کہ بلا وساطت غیر اپنی ذاتی ملاقات کی تاثیر و اثر کو آزمائے غرض کہ بادشاہ الہ آباد کو روانہ ہوا اور کوئی دو تین منزل جانے پایا تھا کہ والدہ ماجدہ کی سخت ناسازی اُس کو دریافت

+ جہاں گیر نے کسی موقع پر ایک منہج کی جیتی کھال نکالنے کا حکم دیا اور جنوں ہی کہ بادشاہ کو یہہ خبر پہونچی تو اُس نے اپنی نفرت کو منہجی نکلیا اور کھلم کھلا یہہ فرمایا کہ بڑے اچھے کی بات ہی کہ ایسے آدمی کا بیٹا جو مرنے جانور کی کھال کا نکالنا یہی بلا تکلف گزارا نہیں کر سکتا جیتے آدمی کی کھال نکالنے کا حکم دیوے اور اُس کو گزارا رکھے

ہوئی چنانچہ سنتے ہی اگرہ کو لوٹا مگر ایسے تنگ وقت میں ماں کی زیارت سے مشرف ہوا کہ جان اُس کی ہونٹوں پر تھی اور کام اُس کا ہو چکا تھا *

جب کہ جہانگیر نے باپ کا خود تشریف لانا اور بضرورت مذکورہ لوت جانا سنا تو شاید اُس فرض خدمت کے جوش سے جو اولاد پر واجب و لازم ہی یا اُس طبعی محبت کے اوبال سے جو باپ بیٹوں کی طبیعتوں میں من جانب اللہ ہوتی ہی یا اس لحاظ سے کہ بلا وساطت جانے سے سارے مطلب بے غل و غش حاصل ہونگے اگرہ کا ارادہ کیا اور باپ کی خدمت میں پہونچکر شرط خدمت بجا لایا *

باپ بیٹے سے بشفقت ہمیش آیا مگر تھوڑے دنوں کے واسطے نظر بند اُس کو رکھا اور اس نظر سے کہ نظر بندی کی ذلت کم ہو جاوے یا اس غرض سے کہ اُسکی می خوار می میں کچھ کمی نہ ہو ایک حکیم اُسکی خبر گیری کے لیئے مقرر فرمایا تھوڑے دنوں بعد اُسکی وہ قید اُٹھائی گئی اور پہلی مہربانی بحال کی گئی مگر معلوم ہوتا ہی کہ باوجود اس کے بھی جہانگیر کی درشت خوئی کم نہ ہوئی تھی اس لیئے کہ ظہور اُس کدورت کا جو اُس کو خسرو سے برابر چلی آتی تھی ہاتھوں کی لڑائی میں بادشاہ کے سامنی ایسے برے طور سے ہوا کہ اُس کی بدولت علانیہ عذاب سلطانی میں دوبارہ مبتلا ہوا ہوتا اور خسرو نے بھی ایسی تندہی تیزی سے جھگڑا قائم کیا جیسا کہ اُس کے باپ نے کیا تھا اور اُس نے دادا جان کو باپ کی طرف سے بہرا بہرا کیا اور بہرے بہرے میں کچھ کمی نہ کی غالباً معلوم ہوتا ہی کہ پہلے اس سے خسرو نے چاہا تھا کہ باپ کی جگہ دادا کا جانشین ہو جاوے چنانچہ جہانگیر نے بھی اپنی توزک میں لکھا ہی کہ حضرت والد کو بھی ایک زمانہ میں یہہ بات منظور تھی + مگر حقیقت یہہ ہی کہ اکبر اور جہانگیر دونوں کو

مرزا خرم یعنی شاہجہاں پر نظر عنایت تھی اور وہی آنکو پیارا تھا اور
خسرو کی ناراضی کی بھی ایک وجہ تھی کہ اکبر اور جہانگیر اُس کے
چہرے بھائی کو اُسپر ترجیح دیتے تھے *

کئی برس پہلے مرزا مراد اکبر کا دوسرا بیٹا مر چکا تھا کہ اب مرزا
دانیال اُس کے تیسرے بیٹے کے انتقال کی خبر آئی جو میں خوارپہ کی کثرت
سے تیس برس کی عمر میں گذر گیا میں خوارپہ کی کثرت سے اُس کی
صحت کو بڑا داغ لگا تھا اور نقصان صحت کی وجہ سے اُس نے باپ
سے شراب کے چھوڑنے کا وعدہ کیا تھا چنانچہ باپ کے لوگ اُس کو اتنا
گھیرے رہتی تھے کہ وہ اپنی ہوس کو پورا نہ کر سکتا تھا جو اب روک ٹوک
کے قابل نہ رہی تھی اور اب اُس نے یہ راہ نکالی تھی کہ شکاری ہندو
کی فال میں شراب پور کر پاس اُس کے پہونچائی جاتی تھی غرض کہ
کام اُس کا ایسا بے تکلف چلنے لگا کہ اُس کی عمر کا ہالہ لہریز ہو گیا
اور اکبر کو بقدر صحت صدمہ پہونچا غالب یہ ہی کہ گھر کے صدموں
یعنی بدلتوں کے مرجانے اور باہر کے رنجوں یعنی دروستوں کے ہلاک ہونے نے
اُسکے ملک صحت کو تاراج کرنا اور اُس کے نیکل سلامت کی چیزیں
اوپر اڑنا شروع کیا تھا

اکبر کے مرنے کا بیان

معاوم ہوتا ہی کہ اکبر تھوڑے دنوں سے بیمار تھا + کہ ستمبر ۱۶۰۵ء
کے نصف پر ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ بھوک اُسکی بند ہو گئی اور تھوڑی
مدت گزرنے پر یہ بات واضح ہوئی کہ اب شفا کی آس بہت تھوڑی
رہی غرض کہ مرنے سے دس دن پہلے چارباٹی کا پابند ہو گیا اگرچہ
ہوش حواس اُس کے مرنے دم تک قائم رہے مگر کار بار میں شراکت
کی قابلیت نہ تھی اور اُس وقت سے تمام لوگوں کا التفات اُسکی جانشینی
پر متوجہ ہوا اور لڑنے چکر نے والوں کے لیے بادشاہی دربار لڑائی کا

مہمان ہو گیا مگر جہانگیر ایسا وارث تھا کہ سارے لوگ اُس کو تسلیم کرتے تھے اور بادشاہ کے بیٹوں میں سے ایک بھی بیٹا باقی رہا تھا ہاں کھوت اتنا تھا کہ سرتابی کے باعث سے اُس کی نیک نامی کو دھبہ لگا تھا اور اِس بیعتی میں مبتلا تھا کہ فوج سے اور اُن لوگوں سے مہاجر ہو رہا تھا جو بڑے حکمرانی کا خو کردہ تھا باقی خسرو کی یہ صورت تھی کہ راجہ مان سنگھ اُس کا سکا ماموں اور عزیز خاں اعظم فوج کا اعلیٰ سردار اُس کا سسر اِس خیال سے کہ ہمارے جوان رشتہ دار کی تخت نشینی سے ہماری قوت قوی ہو جاوے گی بادشاہی محل کے دبانے کے درپے ہوئی جس میں آگرہ کا قلعہ بھی شامل ہی اور خسرو کی تخت نشینی کی تدبیریں درست کیں یہاں تک کہ اب جہاں گیر کو جان کے لالہ پڑے اور حقیقت میں یہ فکر اُس کی بیچتا نکلی چنانچہ اُس نے بیماری کا بہانہ کیا اور محل کا آنا جانا چھوڑا مگر شاہزادہ خرم با مصنف خورد سالی کے وہاں جما رہا اور باپ کی تاکیدوں اور اپنی جان کی پروا نہ کی اور یہ علانیہ کہہ گیا کہ جب تک دادا جان کے دم میں دم باقی ہی تب تک اُن سے کہیں الگ نہیں گا اور جب کہ اکبر نے جہانگیر کو آنا جانا ندیکھا تو اُس نے نہایت رنج کیا اور بزرگ فرست باعث اُس کا معلوم کر گیا اور بار بار اُس نے جہاں گیر کو دیکھنا چاہا اور چند بار اُس نے لوگوں کے سامنے اُسے کو جانشین اپنا بکارا اور سب کے سامنے یہ خواہش ظاہر کی کہ خسرو کو بنگالہ بخش دیا جاوے غرض کہ بادشاہ کی اِن باتوں نے اور چند بڑے معزز سرداروں کی کوششوں نے جو جہانگیر سے اب بھی بدل موافق تھے اُن چھوٹی سرداروں کو تھنڈا کیا جو مخالفوں سے موافقت رکھتے تھے اور عزیز خاں کو بھی یہ سوچھی کہ اگر میں اپنی بات پر جمارہوں گا تو سب لوگ الگ ہو جاوے گا اور میں تنہا رہ جاؤں گا چنانچہ اُس نے یہ راہ نکالی کہ چھپی چھپی

جہانگیر سے خط کتابت شروع کی مگر راجہ مان سنگھ اس سبب سے اس خطورہ میں مبتلا ہوا جس میں عزیزخان مبتلا تھا کہ رعب داب اسکا اس پر موقوف تھا کہ خیر خورہ اس کے اسی کے خیر خورہ تھے اور بادشاہ کی خیر خواہی سے کچھ علانہ واسطے نہ رکھتے تھے اور جب کہ اس نے آپ کو تنہا اکیلا پایا اور جہاں گیر نے بھی خوشامد آمیز باتوں اور قول قراروں کا سلسلہ اس سے باندھا تو اس نے بھی جہانگیر کی امداد و اعانت کا وعدہ کیا جس کا وارث ہونا بخیر ہی ثابت تھا بعد اس کے جہانگیر محل میں آیا اور مرنے ہار بادشاہ نے بہت سا پیار اسکو کیا چنانچہ جو حال اسوقت گذرا جہانگیر نے اسکو بیان کیا بیان اسکا یہہ ہی کہ حصول ملازمت پر میرے باپ نے یہہ فرمایا کہ تمام سردار اس کمرہ میں بلوائی جاوین جہاں وہ تشریف رکھتے تھے اس لئے کہ حضور والد نے آپ فرمایا تھا کہ میں اس بات کو گوارا نہیں رکھتا کہ کسی قسم کی ناچاقی تیری اور اس دولت خوراں میں واقع ہووے جو اتنی مدت تک میری مستحقوں اور سختیوں میں شریک و موافق اور شان و فخر کے کاموں میں مدد معاون رہے چنانچہ جب وہ سردار اکہتے ہوئے تو بادشاہ نے وقت کے مناسب جو کہنا تھا کہا اور سب سرداروں کو نظر بہر کر دیکھا اور سب سے علانیہ کہا کہ اگر بیواری چوکے کوئی تقصیر آپ صاحبوں کی نسبت منجھ سے ہوئی ہو تو سب صاحب معاف کریں اب جہانگیر اپنے باپ کے قدموں پر گرا اور بہت پھوٹ پھوٹ کر رویا بعد اس کے بادشاہ نے خاص قاور کے باندھنے پر اشارہ کیا کہ وہ اس کے سامنے باندھ کر بادشاہی کا نشان حاصل کرے معلوم ہوتا ہی کہ بعد اسکی بادشاہ نے سنبھالا لیا اور جہانگیر سے یہہ التجا کی کہ خاندان کی درتوں کی خیر لینا اور میرے پرانے متوسلوں اور دوستوں کو نہ بھولنا بعد اس کے ایک بڑے ملا جہانگیر کے ملنے والوں کو بلا کر سامنے

بہلایا اور اُس کے سامنے کلمہ شہادت کو دھرا کر اچھے مسلمانوں کا مرنا ہوا + *

بیان کیا گیا کہ یہ بادشاہ اچھا مذہمند اور قوی اور جرور بند کا ہوا اور بہت خوب صورت تھا اور اُس کے چہرہ مسرور سے ہشاشی ہشاشی ٹپکتی تھی اور طور طرز اُس کے نہایت پسندیدہ اور سنجیدہ تھے خدا تعالیٰ نے اُسکو ذاتی قوت اور اصلی چستی عنایت فرمائی تھی جو انی میں مینقارای کے مزے اورائی اور بڑے چین سے گذاری مگر تھوڑے دنوں بعد ایسا منتی بن گیا تھا کہ خاص خاص دنوں میں گوشت بھی نکھاتا تھا چنانچہ مجموعہ اُن خاص دنوں کا برس کی چوتھائی ہوتی تھی تھوڑی نیند سوتا تھا اور بہت تھوڑے سوتے سے سو جاتا تھا اور حکمت کی اُن بحثوں میں کسی کسی رات میں صبح تک مصروف رہتا تھا جن کا شوق ذوق اُس کو بدرجہ غایت تھا اگرچہ ہمیشہ ازانوں میں مصروف رہا اور دیوانی کے معاملوں کی حکومت میں اور

+ اکبر آگرہ کے قریب مدفن ہوا بشپ ہیر صاحب نے اُسکے مقبرہ کا بیان کیا کہ بیچ کی عمارت ایک ایسی قسم کا ٹھوس مینار ہی جو باہر کی طرف سے محصور اور گنبدوں اور برآمدوں سے محاط اور محصور ہی اور جوں جوں بلندی پر جاتا ہی اسقدر تھوڑا تھوڑا گھٹتا جاتا ہی یہاں تک کہ خاتمہ اُس کا ایک چوکور سنگ مرمر کی چوکی پر ہوتا ہی جو نہایت عمدہ جالیوں سے محصور ہی اور اُس مینار کے بیچا بیچ ایک چھوٹا چپٹا تعویذ قبر کا ہی جس کو ایسی لطافت نواکس سے کندہ کیا ہی جس کے ذریعہ سے سنگ مرمر کو زینت اور عربی لفظوں کو حسن و رونق حاصل ہوئی جو قبر کو زینت بخشتی ہیں (بشپ ہیر صاحب کا بیان جلد ایک صفحہ ۸۵۷) اور جبکہ اس ضلع کو پہلے پہلے انگریزوں نے فتح کیا تو یہی عمارت گزرر کے کام آئی چنانچہ ایک یا دو برس تک اُس میں رہے (ہرایس صاحب کا ترجمہ تریک چھانگیری کا صفحہ ۲۵)

+ اکبر کے حالات مفصلہ ذیل اُن پر نکال والوں کے لکھے ہوئے ہیں جو مقام گریا سے اُسکی ملاقات کو آئی تھے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ یہ بادشاہ اُن دنوں پچاس برس کی عمر کا اور رنگ و روپ کا گورا اور فہم فراست کا پورا اور تواضع و تمظیم کا چھا تھا (مری صاحب کی تحقیقات ایشیا جلد دو صفحہ ۸۹)

بادشاہان ہند کی نسبت نئی نئی عمدہ باتیں ایجاد کیں مگر اس لیے کہ اپنے وقتوں کی تقسیم اچھی طرح ہو کی تھی اور کاروائی کی کمال استعداد آپ میں رکھتا تھا تو تحصیل علوم اور بحث مسائل اور باقی شغل و مشاغل کے واسطے بڑی فرصت رہتی تھی علاوہ اس کے حیوانات کی کشتیاں اور زور ہنر کے کرتیوں کے دیکھنے بہانے کا بڑا شوق اور نہایت سلیقہ رکھتا تھا اور شکار ہازی سے بغایت شادان و فرحان ہوتا تھا اور خصوص اُس وقت میں کہ شہروں اور ہاتھیوں کا شکار کرتا تھا اس لیے کہ اس قسم کے شکار میں دلیری اور دلاری اور زور آزمائی کا موقع ہاتھ آتا تھا اور گاہ گاہ صرف ورزش کی غرض سے سفر کی مانندگی اٹھاتا تھا چنانچہ اجمیر سے آگرہ کو سوار ہو کر دو دن برابر سفر کرتا تھا جو دوسو بیس میل کے فاصلہ پر واقع ہی اور اسی قسم کے اور سفر بھی گزرتے پر سوار ہو کر کیا کرتا تھا علاوہ اس کے دن بہر میں تیس تیس اور چالیس چالیس میل ہیدل چلتا تھا حاصل یہ کہ تاریخ اُس کی عجیب عجیب دالوریوں اور ایسی شجاعت کی حکایتوں سے معمور و مشحون ہی جیسے قصہ کہانیوں میں مذکور ہوتی ہیں اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ بادشاہ جستدر مقبول غرضوں کی ضرورت سے جان چڑکھوں اٹھانے پر مائل تھا اُسقدر اُسکی طبیعت میں رنج و مصیبت چھیلنے کا بھی عشق پایا جاتا تھا مگر بارصاف اس کے لڑائی بھڑائی کا فریفتہ نہ تھا اس لیے کہ میدان جنگ میں اترنے اور دھار ضرورت تک موجود رہنے اور فہم و فراست سے ٹائیڈ و اعانت کرنے میں ہمیشہ جی جان سے مستعد و آمادہ تو رہتا تھا مگر جب کہ لڑائی کا انجام اُس کو معلوم ہو جاتا تھا اور اُس کی ضرورت باقی نہ رہتی تھی تو وہ تروت پرہیز لوت کر سلطنت کے کام کاج میں مصروف ہو جاتا تھا اور لڑائی کے کسر کا انصاف اور جبر نقصان کا اہتمام اپنے نائبوں پر چھوڑ آتا تھا اور گالے گالے ایسا بھی ہو جاتا تھا کہ یہ باقی کام طویل پگڑ جاتے تھے مگر جب کہ فتوحات اُسکی انجام کو پہنچتی

تھیں تو پوری پوری ہو جاتی تھیں یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اُس کے عہدِ دراست سے پہلے پہلے ہندوستان کا کوئی حصہ دارالسلطنت کے پاس ہروس کے علاوہ بخوبی مطیع و متحکوم نہ ہوا تھا اگرچہ اکبر بلذ نظری اور گونہ حرص و طمع سے خالی نہ تھا مگر جن ملکوں پر اُس نے حملہ کیا اور اُس کے زمانہ سے پہلے دلی کی سلطنت میں وہ داخل تھے اگر وہ آئیز حملہ نہ کرتا تو ہم مصر اُس کے تعریف و ثناء کی جگہ ہجو مذمت اُس کی کرتے *

تیسرا باب

اکبر کی ملکی تدبیروں کے بیان میں

مذہبی تدبیروں کا بیان

یہ بادشاہ اپنے ملکی تدبیروں کے لحاظ سے ایسے بادشاہوں میں ہوا یا یہ رکھتا ہے جنکی بادشاہت بنی آدم کے حق میں بڑی نعمت سمجھی جاتی ہے ملک و مذہب کے لحاظ سے ظہور اُسکی تدبیروں کا مختلف مختلف صورتوں میں واقع ہوا اور جب کہ وہ بادشاہ ہوا تو اُس کی آغاز سلطنت ہی سے یہ بات واضح ہوتی تھی کہ اُسکی طبیعت میں ہر دین و ملت کے گوارا رکھنے کی صلاحیت رکھی ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ اس گوارا رکھنے کی یہ وجہ نہ تھی کہ وہ اسلام کی حقیقت میں متروک تھا مگر اس میں یہ طبیعت سے یہ بات اُس کو حاصل ہوئی تھی کہ اور مذہبوں کے مسئلے بھی جی لگا کر سنتا تھا اور نوبت یہاں تک پہنچتی تھی کہ کھڑے کرارے مسلمان اُس سے بد ہو گئے تھے اور ایسی طبیعت نے پہلے پہلے یہ کام کیا کہ اُس کے عقیدے کو قرآن کی نسبت ضرور متزلزل کیا چنانچہ قرآن شریف کے ایسی ہکی سند ہونے میں کہ کسی قسم کی بھول چوک اُس میں دخیل و مداخل نہ ہووے متروک ہوا علاوہ اُسکے وہ ملکی فائدے بھی جو ایسے نئے دین کے اجرا سے حاصل ہووے جس کا پہلا اُسکی ساری رعایا میں بخوبی ہو جاوے اُس کے خیال میں ضرور گذرے ہونگے اور عہد سلطنت کے پہلے حصہ میں یہ

حال آسما تھا کہ مقدس درگاہوں کی زیارت اور بزرگ لوگوں کی خدمت میں نہایت شوق ذوق سے حاضر ہوتا تھا یہاں تک کہ سلطنت کے اکسویں برس میں بھی بڑی صدق و دیانت سے کہا کرتا تھا کہ ما بدولت مکہ کو چارونیکہ سلطنت کے چوبیسویں برس یعنی سنہ ۱۵۸۹ع تک اپنی ایسی بیقید رایوں کو ظاہر نہ کیا جو مسلمانوں کے مخالف تھیں *

یہ بات ممکن ہی کہ جن لوگوں سے اکبر ملتا چلتا تھا انہیں سے بعض بعض شخصوں کے ایسے آزاد خیال بھی ہوئے جو مسلمان فقہروں کے خاص خاص فرقوں میں شایع ذایع ہوتے ہیں مگر سارے مورخوں نے اکبر کے نساد عقائد کا الزام ابوالفضل اور اسکے بھائی فیاضی کے ذمہ عاید کیا یہ دونوں بھائی شیخ مبارک نامی باشندہ ناگور ایک فاضل کے بیٹے تھے جو کسی زمانہ میں آگرہ کے مدرسہ میں اصول اور قرآن اور الہیات کا مدرس تھا اگرچہ بہت دنوں تک سنہی رہا مگر بعد اسکے رانسی ہو گیا اور پہلے حکیموں کی کتابیں پڑھنے لگا یہاں تک کہ خیالات اسکے آزاد ہو گئے اور بتول اُس کے مخالفوں کے پیروں ہو گیا اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ لوگوں کی ہتکار اور لعنت ملامت کرنے والوں کی مار مار سے مدرسہ کے چھوڑنے اور جوڑو بچوں کو آگرہ سے لیت جانے پر مجبور ہوا اگرچہ بعد دونوں بھائی اُس کے بیٹے اصول اسلام کے بظاہر تابع تھے مگر غالب یہ ہی کہ مسلمانوں سے میل جول اُنکا زیادہ نہ تھا بلکہ جی سے موافق نہ تھے منجملہ مسلمانوں کے پہلے پہل فیضی نے ہندوؤں کے علم انشاء اور سارے علوم دقیق کو بڑی سعی و محنت سے حاصل کیا *

مگر یہ بات تحقیق نہیں کہ بادشاہ کی ترغیب و اشارہ سے یہ کلام اُس نے اختیار کیا تھا یا آپ اپنے شوق سے اس چہان بین کے پیچھے پڑا تھا ہاں یہ بات ضرور ہے کہ برہمنوں کے عام کی تحقیق مسائل اور باقاعدہ بادشاہ کے ارشاد و امداد سے کی تھی اور شنسکرت کی منظومات اور حکمت

+ فیضی نے کالا اور دنیا ماننا کا ترجمہ کیا جو مہا بھارت میں نہایت عمدہ اور دلچسپ حکایت ہے اور علیٰ هذا القیاس اُس نے فارسی زبان میں بھی نظم نثر کی کتابیں

کے علاوہ بیچا گنٹا اور لیلوتی مصنفات بھاسکا راجا رچھا کا ترجمہ کیا جو ہندوؤں کے حساب اور جبر و مقابلہ میں عمدہ کتابیں گئی جاتی ہیں *

جن لوگوں نے شنسکرت کے وہ ترجمہ کیئے جنہیں ہند اور تاریخ کشمیر اور راماین اور مہابھارت کے ترجمے بھی داخل ہیں وہ بھی فیضی کی امداد و اعانت اور نگرانی نگہبانی سے کار بند اُن کے ہوئے منجملہ اُن کے راماین اور مہابھارت منظوم ہیں اور شنسکرت میں تاریخ کشمیر ایک نمونہ ہی یعنی اُس کے سوا اور کوئی تاریخ اُس میں ہائی نہیں جاتی + *

اکبر نے صرف شنسکرت کے ترجمہ کرانے سے فائدہ نہیں اُٹھایا بلکہ اُس نے ایک عیسائی پادری کو جسکو ابوالفضل نے فرا باتوں کے نام سے لکھا ہی اور اُس کو بڑا مورخ اور فاضل بتایا ہی بہت سی ترغیبات دیکر مقام گویا سے بایں غرض بلوایا تھا کہ وہ چند آدمیوں کو یونانی سکھلاوے تاکہ یونانی کتابوں کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا جاوے بلکہ خرد فیضی کو یہ ارشاد کیا تھا کہ انجیلوں کا ترجمہ بے کم + و کاست کرے سلطنت

تصنیف کیں معلوم ہوتا ہی کہ ابوالفضل کی نسبت کتابوں کے سیر و مطالعہ میں فیضی بہت زیادہ مصروف رہتا تھا اور دینا دار اور ذریعہ بھی نہ تھا

+ منتظب التواریخ

+ معلوم ہوتا ہی کہ اکبر کے دربار میں علم اور باقی اور کمالوں کا چرچا زیادہ تھا چنانچہ عزیز خاں اعظم بڑا عالم تھا اور عبدالرحیم مرزا خاں ولد بیروم خاں یعنی نواب خانقاں جو اکبر کے جنگی سرداروں میں دوسرا درجہ رکھتا تھا ایسا زبان داں تھا کہ اُس نے تورک پارسی کا ترجمہ ترکی سے فارسی زبان میں کیا اور اسی زمانہ کے مشہور لوگوں میں سے تان سین کو بڑا کبیشہ بتاتے ہیں جسکے گانے کی بہت تعریف کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ زین خاں سردار جو بڑا جنگی افسر تھا بہت سے باجے بیچاتا تھا علاوہ اُس کے اکبر نے ایسے مدرحوں کی ترقی میں بڑی کوشش کی ہی جس میں ہندو مسلمانوں کے علم پڑھائے جاتے تھے اور ہر شخص کی تعلیم اُس کے حالات اور منشاؤں کے موافق ہوتے تھے ۱۲ اکبر نامہ

کے بارہویں برس فیضی پیش کیا گیا اور اٹھارویں برس یعنی سنہ ۵۷۳ع میں ابوالفضل اُس کا بھائی دربار میں داخل ہوا یہہ دونوں بھائی بادشاہ کے ایسے یار غار بن گئے تھے کہ بادشاہ کو اُن سے الگ ہو ناگوارا نہ تھا اور یہاں تک داخل ہو گئے تھے کہ مذہب کے نئے نئے عقیدوں کے اعتماد اور اپنے پرانے ملک والے عالم فاضلوں کی قدر و پرورش کے علاوہ اُموراتِ سلطنت میں بھی صلاح اُن سے لی جاتی تھی اور ہرے ہرے کام اُن کو تفویض ہوتے تھے چنانچہ پہلے اُس سے کہ شاہانِ دکن پرورش کی جاوے فیضی کو ایلمچی بنا کر بھیجا تھا فیضی کی عمر نے دفائی مگر ابوالفضل اُسکا بھائی بہت دنوں تک زندہ رہا اور ساری فوج کی انفری کا بڑا پایہ اور وزیر اعظم ہونے کا اعلیٰ درجہ حاصل کیا اور اسکے مرجانے سے بادشاہ کو نہایت رنج ہوا جیسے کہ بالا مذکور ہوا اور فیضی کے مرتے دم چو بادشاہ نے معاملہ بڑھا وہ اُس لیے اعتماد کے قابل ہی کہ اُس کو ایک اُسکے مخالف یعنی عبدالقادر نے لکھا ہی بیان اُس کا یہہ ہی کہ جب آدمی رات اکبر کو فیضی کے جان بلب ہونے کی خبر پہونچتی تو خبر کے سنتے ہی فیضی کی طرف روانہ ہوا مگر پہونچنے سے پہلے بے ہوش اُس کو پایا چنانچہ اُس نے فیضی کا سر اُٹھایا اور یاروں کی طرح پکار کر کہا کہ شیخ جی تم کیوں نہیں بولتے ہو تمہارے واسطے حکیم علی گیلانی کو لایا ہوں اور جب کہ اُس نے جواب کی قوت ندیکھی تو اپنی پگڑی کو زمین پر پٹکا اور رونے پیتنے لگا بعد اُس کے جب ہوش اُس کے ٹھکانے آئے تو اپنے مکان پر نکلا بلکہ سیدھا ابوالفضل کے پاس چو مکان انتقال سے کہیں الگ بیٹھا تھا اور گھڑی دو گھڑی پاس اُس کے بیٹھا رہا اور تسلی قشلی دیتا رہا +

+ منتجب التواریخ والے عبدالقادر نے بیان کیا کہ فیضی مرتے دم تک خدا تعالیٰ کی بے ادبی کرتا رہا اور آخر کو کتے کی طرح بوونکا اور ضرورت اوسکی مسخ ہو گئی اور ہونٹ اُس کے نیلے پڑ گئے کرپا کہ اُس نے اپنے بڑے کونکوں کی سزا دنیا میں پائی چو عاقبت میں اُسکی منتظر تھی اور اسی مورخ نے اپنی کتاب میں ایک خط نقل کیا

فیضی اور ابوالفضل کے علاوہ اور تمام مذہبوں کے عالم فاضل بھی اکبر کے دربار میں حاضر رہتے تھے اور یہہ بات اُسکو بہت بھائی تھی کہ عالم فاضلوں کو جمع کر کے کئی کئی رات برابر بحث و مناظرہ کا تماشا دیکھے اور گاہے گاہے آپ بھی امداد اُنکی کرتا تھا اور جمعہ کے روز اُنکے جلسے مقرر تھے اور کبھی کبھی اکیلے دو کیلے مسلمان فقیروں اور ہندو پنڈتوں کو بلاتا تھا اور اُن کے مختلف فرقوں کے مسئلوں کی نسبت چوڑی چکلی بحثیں کرتا تھا * ‡

اُن معین جلسوں کے بحث مباحثوں کے چند نمونہ جرحیاسی معلوم ہوتے ہیں کتاب دایستان میں پائے جاتے ہیں جو مذہب ایشیا کے بیان میں تالیف کی گئی چنانچہ منجمدہ اُن کے بہت بڑا نمونہ وہ مناظرہ ہی جو ایک بڑھمن اور مسلمان اور یہودی اور عیسائی اور مجوسی

جس کو فیضی نے اکبر کی خدمت میں اس مورخ کی سفارش میں لکھا تھا اور عذر اس الزام کا کہ اُس نے اپنے معتمد کے مرنے پر برائی اُسکی لکھی یہہ پیش کیا کہ یہہ برا کہنا مذہب کے لحاظ سے اور خداوند تعالیٰ کے فرض کی جہت سے میرے ذمہ واجب ہی خط مذکور کے مضمون سے یہہ بات واضح ہوتی ہی کہ فیضی بڑا دوست کام اور نہایت آشنا پرور تھا اس کیلئے کہ اُس خط میں حامل خط کی خدمات شایستہ اور اُس کی بد قسمتی کا حال جسکی شامت سے وہ شایستہ خدمتیں بادشاہ تک پہنچیں اور کوئی ثمرہ اُنپر مترتب نہوا بڑی تفصیل و مبالغہ سے لکھا چنانچہ اُس نے لکھا کہ یہہ آدمی سینتیس برس سے میرا منقاص خاص اور خیر خواہ با اخلاص ہی اور بڑی بڑی خریدیں سے معمور اور عمدہ عمدہ کمالوں سے پور پرور ہی غرض کہ ایسی ایسی باتیں لکھکر بڑی سفارش پر تحریر کا خاتمہ کیا اگرچہ اُن درنوں بھائیوں اور اس مورخ کے درمیان میں دین و مذہب کے سبب سے کوئی جھگڑا قائم ہوا تھا مگر اکبر نے اُس مورخ کو اپنی نظروں سے نگرایا تھا اس کیلئے کہ وہ بیان کرتا ہی کہ جب فیضی مرگیا تو بادشاہ نے فیضی کے کتب خانہ کی فہرست لکھنے کا حکم ارشاد فرمایا چنانچہ فہرست اُن کی مرتب کی گئی طبیعات اور الہیات اور اخلاق اور نظام و نثر کی چار ہزار ساٹھ کتابیں تھیں جنکو اُس نے بڑی محنت سے تصحیح و درست کیا تھا

اور فیلسوف کے درمیان میں واقع ہوا ہے ہر مذہب والے نے اپنی اپنی دلیلوں کو پیش کیا مگر دلیلوں کی تردید کی گئی چنانچہ بعض دلیلوں کو یوں رد کیا گیا کہ اُس کے بانی بدکار تھے اور بعضوں کو یوں اڑایا کہ اُن کے مسئلے بیہودہ ہیں اور جن معجزوں کو وہ بیان کرتے ہیں وہ ثبوت کافی کے محتاج ہیں غرض کہ فیلسوف نے ایسی دین کی تائید کر کے جو عقل و مصلحت کے سوا کسی اور شی پر مبنی تھا گفتگو کو طے کیا *

واقعی اسی قسم کا بیان اکبر فاضل میں پایا جاتا ہے یعنی سارے مذہبوں کے عالم فاضلوں کے روبرو ایک ہادری اور چند ملاؤں میں مناظرہ واقع ہوا چنانچہ سلامت تقریر اور سلامت مزاج کی حیثیت سے ہادری کو سبقت دی گئی اور بحث کا خاتمہ اِس طرح ہوا کہ ملاؤں کی زبان آوری اور سینہ زوری کو دبا کر یہہ راے اپنی بادشاہ نے ظاہر کی کہ خدا تعالیٰ کی عبادت بطور معقول ایسی ہوسکتی ہے کہ عقل کی پیروی کی جارے اور اندھوں کی مانند الہام و وحی کی بالکل پیروی نہ کی جارے *

§ اس مناظرہ کا ترجمہ کرنل کنیدی صاحب نے بمبئی کی عامی سرسٹیپی کے حالات جلد دو صفحہ ۲۴۷ وغیرہ میں چھاپا ہے

† جاسے مذکورہ کا حال عیسائی اور مسلمان دونوں مختلف طرزوں سے بیان کرتے ہیں اور بڑا تعجب ہے کہ کسی شخص نے اُسکو اپنے مذہب کے موافق بیان نہیں کیا چنانچہ ابراہام لکھتا ہے کہ جب بعض کونڈالوں نے اپنی اپنی کتابوں کے سچے اور آسمانی ہونے پر دلیلیں قائم کیں تو عیسائیوں نے یہہ کہا کہ اگر مسلمان لوگ اپنے قرآن کے حفظ و حراست کے بھروسے جلتی آگ میں چلے جاویں تو ہم بھی توریث انجیل کو لیکر آگ میں گھس پڑے ہینگے مگر مسلمانوں نے بتو اب اُنکو برا بھلا کہا اور بہت سی ملامت کی اور ہادری یہہ کہتے ہیں کہ یہہ درخواست اول مسلمانوں کی طرف سے ہوئی تھی اور انہی کی خلاف مرضی پاکر ہم نے قبول نہ کیا (مرہی صاحب کی تحقیقات ایشیا جلد دو صفحہ ۹۱) غالب یہہ ہی کہ اکبر کو بعض مذکور سے جی کا بھلا مقصود تھا اور یہہ دریافت نہیں ہوتا کہ عزم اُس کا یہہ تھا کہ عیسائیوں کو مستفرا بنارے اور جب کہ ہادریوں کی مراد پوری نہ ہوئی یعنی اکبر عیسائی نہ تھا تو انکو یہہ شہہ ہوا کہ بادشاہ کو تائید اُنکی مقصود نہیں بلکہ مقصود اُس کا یہہ ہی

یہاں مذکور الصدر سے اکبر کا مذہب دریافت ہو سکتا ہی چنانچہ معلوم ہوتا ہی کہ وہ خدا کو عقل کے ذریعہ سے جانتا تھا اور پیر و پیغمبروں کا قایل نہ تھا اور آدمی کی ضعف خلقت کی ضرورت سے پرستش کے لیے چند رسمیں ہی اُس سے تہرائی تھیں تفصیل اُسکی یہ ہی کہ خدا کی بندگی اُس علم کے بموجب کرنی چاہیے جو عقل کے وسیلہ سے اُس کی ذات پاک کی نسبت حاصل ہوتا ہی اور جس کے ذریعہ سے خدا کی وحدت اور عنایت بخوبی ثابت ہوتی ہی اور نیز برے برے ارادوں کے مارنے دبانے اور ایسے نیک کاموں کے کرنے کرانے سے جو تمام آدمیوں کے حق میں مفید و نافع ہوویں خدا تعالیٰ کی خدمت گذاری اور بھبودی اور عاقبت کی تلاش و جستجو کرنی چاہیے اور آدمی کی سند پر عقیدہ طریقہ قبول کرنا اس لیے نامناسب ہی کہ تمام آدمی ہماری طرح بھول چوک کے قابل ہیں اور اگر یہ ضرورت سمجھی جاوے کہ آدمیوں کے حق میں ظاہری پرستش کے لیے کرنی علامت مقرر ہوئی چاہیے جس کے ذریعہ وہ اپنے نفسوں کو واحد موجود تک پہنچاویں تو چاند سورج اور تارے اور آگ اس لیے کافی وافی ہیں اکبر کے دین و مذہب میں ہوجاریوں اور پادریوں اور ملاؤں کو کسی قسم کی مداخلت نہ تھی اور عام پرستش کا کوئی طریقہ مقرر نہ تھا اور کھانے پینے کی بھی کچھ قید نہ تھی مگر کھانے پینے سے پرہیز یعنی روزہ اور برت اس نظر سے قرار دیا گیا تھا کہ اوسکی ذریعہ سے طبیعت کو بلندی حاصل ہوتی ہی اور دستور اُسکا یہ تھا کہ سورج کو بہت سے سلام کیا کرتا تھا اور آدھی رات اور نور کے

کہ ہمارے نیلے پیلے ہونے کا تماشا دیکھ اور ہمارے آنے سے اپنے دربار کی شان و شوکت بڑھارے علارہ اس شوق ذوق کے جہ اکبر کو مذہبوں کی جہان میں سے متعلق تھا بقول ابراہیم اور عبدالقادر کے عیسائی مذہب کی تعظیم اُس کے جی میں بیٹھی ہوئی تھی چنانچہ عبدالقادر کہتا ہی کہ اُس نے اپنے بیٹے مراد کو انجیل پڑھرائی تھی اور اُس کے سبوروں کو بسم اللہ سے شروع نکراتا تھا بلکہ عیسوی مسیح کے نام سے پڑھاتا تھا

توڑنے کو دعائیں مانگتا تھا اور ٹھیک دو پہری کو سورج کے سامنے کھڑا ہو کر دھپان گہاں اپنا لٹاتا تھا اور اس قسم کی خود پسند عبادت اوروں کو بھی بتاتا تھا باقی ان کاموں کا یہی منشاء تھا کہ وہ سورج کو عبادت کے شایان و سزاوار اور آدھی رات اور توڑنے کی دعا مانگنے کو ٹھیک کام سمجھتا تھا بلکہ مقصود اسکا یہی تھا کہ بقول اُس کے کہ * چنان با نیک و اد عرفی بسر کن کڑھس مردن * مسلمانان بزمزم شویں و ہندو بسوزاند ہندو مسلمان اُس کو برا نکلیں اور ہر دل عزیز رہے اہوالفضل کہتا ہی کہ چھب اُس سے یہی درخواست کی گئی کہ آپ اپنے مرنے سے بارش کی دعا مانگیں تو اُس نے یہی جواب دیا کہ ہاری تعالیٰ ہماری حاجتوں کو ہم سے زیادہ جانتا ہی اور محتاج اسکا نہیں کہ ہم یاں اُس کو دلاریں کہ وہ ہمارے فائدوں کی نظر سے اپنی قوت کو کام میں لائے مگر ہم کو یہی شہہ ہی کہ جن باتوں کو وہ کرتا تھا اور اوروں کو بتاتا تھا اُنہوں نے اُسکے دلپر کچھ نہ کچھ اثر کیا ہو معلوم ہوتا ہی کہ یہی بادشاہ اصل و حقیقت میں برا عابد زائد تھا اور بارصاف اپنے فلسفی مرنے کے اور عقل و حکمت کی راہ پر چلنے کے گامی گامی ایسے باطل خیالوں کی جانب بھی مائل ہو جاتا تھا جنکو اُس دین مذہب کی نسبت جسکو اُسکی عقل نے پسند کیا تھا قرب خدا تعالیٰ اور وصول مقصود کا زیادہ وسیلہ سمجھتا تھا اور ایسی طبیعت کی ضرورت سے اُس نے عیسیٰ علیہ السلام اور اُن کی والدہ حضرت مریم کی تصویروں کو بڑی تعظیم و تکریم اور نہایت خوف و ہیبت سے دیکھا جب کہ ہادیوں نے اُسکو وہ تصویریں دیکھا اُنہیں † *

باوجود اس کے کہ درباری لوگ اسکی خوشامد در آمد کرتے تھے اُسکی مذہب نو ایجاد کے اصول و قاعدوں میں کچھ علامتیں پائی جانی تھیں مگر کہیں صاف صاف یہی پایا نہیں جاتا کہ اُس کے جی میں اور

لوگوں کی نسبت زیادہ روشنفہری اور صاف باطنی کا خیال بھی آیا ہو
 اُس کے مذہب کی بنیاد اِس اعتقاد پر قائم تھی کہ کوئی پرمہر آجنگ
 نہیں آیا۔ تمام مرقعوں پر عقل سے استعانت کرتا تھا اور اُسی کی بات کو
 مانتا تھا اور رعایا کے دین و مذہب میں مداخلت کرنی اور ضرورت کے
 وقت اُس میں ہڑھانے کہتے تھے کہ حکومت کا لازمہ سمجھتا تھا + اور جبکہ
 اُس نے اپنی انوکھی باتوں کا پھیلانا چاہا تو یہ ہوشیاری برقی کہ سنہ
 ۱۵۷۹ ع مطابق رجب سنہ ۹۸۷ ہجری میں بڑے بڑے مسلمان مفتیوں
 سے اس بات میں فتویٰ حاصل کیا کہ تمام معبدوں کی تو سرداری بادشاہ کو
 حاصل ہے اور اپنی رائے و مصلحت کے موافق حکومت کرنے اور اصول دین کے
 جھگڑوں کے چکانے کا حق اُسی کو پہنچتا ہے + اُس کے ٹھہ دین
 کا یہ کلمہ تھا لا الہ الا اللہ والا کبر خلیفۃ اللہ یعنی خدا تعالیٰ کے سوا
 کوئی خدا نہیں اور اکبر بادشاہ اُس کا خلیفہ ہے *

اپنی رائوں کے پھیلانے میں سمجھانے سے کام لیا اور کسی پر زور و
 زبردستی نہیں کی اور وہ رائیں ایسی تھیں کہ درباری لوگوں اور دو چار
 عالموں کے سوا کہیں شایع ذاب نہ ہوئیں مگر فرایض اسلام کی منسوخی میں
 کڑی کڑی تدبیریں برتیں یعنی جن فرضوں کی تعمیل اب تک شریعت کے
 ذریعہ سے ہوتی تھی اُن کی منسوخی کے درپی ہوا چنانچہ اُس نے نماز
 اور روزہ اور زکوٰۃ و حج اور وجوب جماعت کو لوگوں کی مرضی پر موقوف
 رکھا اور ناپاک جانوروں کا کھانا اور شراب کا معتدل پینا اور پانسو سے جوا
 کھیلنا جایز کیا اور بارہ برس سے پہلے پہلے ختنہ کرنے کی ممانعت کی اسلیئے
 کہ جب آدمی بارہ برس کا ہو جانا ہی تو اُسکو بڑے پہلے کی پہنچان

+ اکبر اپنے مرید خاندانوں پر دم پھونکا کرتا تھا اور اب لوگ اُس کو یوں
 دسوا کرتے تھے کہ وہ معجزوں کی قوت کا اظہار کرتا تھا اور حقیقت یہ ہے کہ روحانی
 تعلیم والے یعنی گرو اپنے چیلوں کے ساتھ اقلیم ہندوستان میں یہ معاملہ عام ہوتے
 ہیں

ہونچائی ہی آپ اگر اچھا سمجھے تو سختیہ کرو اور اگر برا سمجھے تو
نکار دے + *

دین و ملت کے مقدمہ میں بعض بعض تدبیروں کو قصد و ناکہ
سے ہوتا تھا اور مقصود اُس کا یہ تھا کہ مسلمانوں کا مذہب نزل
پانے چھانچھ اُس نے ہندوی سال اور عربی مہینوں کو شمسی سال
سے بدلا اور آغاز سال اُس اعتدال ربیعہ سے ٹھہرایا جو تخت نشینی کے
سال سے قریب قریب تھا اور مہینوں کی تقسیم ایرانیوں کی تقسیم ماہانہ
کے مطابق قرار دی گئی اور عربی کی تحصیل سے رغبت اٹھائی گئی اور
علی اور معتمد وغیرہ عربی کے ناموں کا برتاؤ چھوڑا گیا اور سلام مسنون
یعنی السلام علیکم کی جگہ اللہ اکبر ٹھہرایا گیا اور جواب اُس کا
جل جلالہ + قرار دیا گیا اور قازمی رکھنا جو قرآن سے ثابت ہی ایسا ناگوار
اُس کو تھا کہ قازمی والی کو اپنے سامنے بدشعاری آنے دیتا تھا قازمی
رکھانے کی ممانعت اور نیز اِس قاعدہ کے اجرا سے کہ ایرانیوں کی طرح
بادشاہ کے سامنے ماتہ ٹیکیں یا دربار کی خاک کو چومیں مسلمانوں
کو سخت نفرت ہوئی اِس لیے کہ مسلمانوں کے نزدیک ایسی تعظیم
اللہ سے مخصوص ہی *

ہندوؤں کے دین و ملت میں مداخلت کرنے کا موقع اِس لیے بہت
ٹھوڑا ہاتھ آیا کہ اُن کے مذہب کو مسلمانوں کی حکومت سے کچھ
اعانت نہ پہنچتی تھی علاوہ اِس کے اِس لیے بھی دست اندازی گوارا
نہوئی کہ ہندوؤں کا دین اور دینوں سے لاگ لپیٹ نہیں رکھتا اور کسی
کے شر کا خواہاں نہیں ہوتا مگر اُس نے آگ ہانی میں گرنے یعنی

+ کہیں تختی صاحب نے امور مذکورہ بالا پر یہ زیادہ کیا کہ ایک نکاح سے زیادہ
نکاح کرنے کی بھی ممانعت کی تھی
+ اِس اصطلاح جدید کی جاری کرنے سے یہ مقصود اُسکا تھا کہ جلال الدین
اکبر اُن نظموں سے سمجھتا ہمارے

کی تصدیق یہ کہ حدیث سے ثابت ہی ۱۲ متوجم

جان چوکھوں کے امتحانوں سے بڑی کڑی مسامتت کی جو ہندوؤں کا پرانا دستور چلا آتا تھا اور یہ حکم ابھی جاری کیا کہ بالغ ہونے سے پہلے شادی نکرا ئی جاوے اور قربانے کلموں میں جانور نہ مارے جاویں اور رانڈوں کے پیورے دوبارہ کرائے جاویں جو ہندوؤں کے دستور کے مخالف تھا + اور رانڈ عورتیں زور ظلم سے سٹی نہوا کرں اور جب کوئی عورت سٹی ہونا چاہتی ہے تو بڑی چہان بین اسکی ہوتی تھی کہ وہ آپ سے چلنا چاہتی ہی یا کسی کے کہانے سننے سے چلنے کو جانی ہی چاندچہ ایکبار اُس کے کانوں میں یہ بھنک ہوئی کہ جودہ پور کا راجہ اپنی رانڈ ہور کو موئی بیٹھے کے سانہہ از راہ زبردستی جلا نا چاہتا ہی تو وہ گورڑے پر سوار ہوا اور تاک چوکے کے ذریعہ سے جودہ پور میں پہونچا اور اُس دکھیا رانڈ کی جان بچائی † ‡

جو بڑی بڑی تدبیریں اکبر کی خاص ہندوؤں سے واسطے علاقہ رکھتی تھیں وہ اُن کے حق میں نہایت مفید تھیں مگر وہ تدبیریں اُس زمانہ سے پہلے پہلے عمل میں آئی تھیں کہ اپنے مذہب میں نئی نئی ایجاد اُس نے نہ کی تھی ہندوؤں کو مسلمانوں کی برابر حکومت کے عہدوں پر معزز و ممتاز کرنا۔ جب سے قرار پایا تھا کہ اُس نے حکومت کو سنبھالا تھا اور سلطنت کے ساتویں سال اُس نے وہ محصول جزیہ کا موقوف کیا جو آدمی پیچھے ہندوؤں سے لیا جاتا تھا اور یہ محصول ایسا ناکوار تھا کہ اُس کے باعث سے ہندو مسلمانوں میں ہمیشہ عداوت قائم رہتی تھی اور اُسی زمانہ کے قریب اُس نے وہ محصول اٹھایا جو قیروں کے جانے والوں سے وصول کیا جاتا تھا اور عذر اُس کا یہ بیان کیا کہ یہ محصول اگرچہ اعتقاد باطل پر لکایا گیا تھا مگر خدا کی عبادت کے طریقے مختلف

+ کرتیل کنیت صاحب کا بیان مندرجہ حالات بمبئی جلد دوم صفحہ ۲۶۱

‡ اکبر نامہ

ہیں اب اُس کے عابدوں کے رستہ میں خلل ڈالنا اور اُن کے خالق سے انکو توڑنا نہایت نامناسب ہی + *

علاوہ اُن کے ایک فرمان ایسا اس سے بھی پہلے سنہ ۱۵۶۱ ع میں جاری کیا تھا جس سے آدمیت کے معنی متروک ہوئے ہیں اگرچہ وہ کسی خاص فرقہ سے متعلق نہ تھا مگر عمل درآمد کی رو سے ہندوؤں کے حق میں بڑا مفید ہوا یعنی سنہ الیہ میں یہ حکم اُس نے جاری کیا کہ لڑائی کے قیدی لونڈی غلام نہ بنائی جائیں معلوم ہوتا ہے کہ اگلے شور و فسادوں میں یہ ہوا کہ اِس غایت کو پھرنچا تھا کہ مستصروں کے بیوروں سے قطع نظر ملک مشغول نے امن چین والوں کے خربش و تباہی لوندی غلام بنائی جاتے تھے مگر اب بڑی سخت ممانعت اُسکی ہوئی *

اگرچہ اکبر کی آنکھیں باتیں ساری جاری نہ ہوئی تھیں اور اُن میں سے بھی وہ دو چار باتیں جو لذت ملامت کے قابل تھیں منسوخ ہو گئی تھیں یا قلعہ مبارک میں مستصر تھیں مگر ہارشف اِس کے چوکھ مسلمان اور مخصوص ملا لوگ اُس سے سخت متنفذ تھے اور ملا لوگوں کو اُن تبدیلیوں کے باعث سے زیادہ نفرت و عداوت ہوئی تھی جو مذہبی کاموں کی جاگیر و مصارف میں حسب واقع ہوئی تھیں کہ سارے قلمرو کے متعامل میں ترمیم و اصلاح عمل میں آئی تھی عبد القادر نے اُن لوگوں کی شکایتوں کو بڑی دھوم دھام سے لکھا ہے اور اکبر کو یہ الزام اُس نے لگایا کہ اکبر نے مسلسل تبدیلیوں سے مسلمانوں کے مذہب کی بے رونقی چاہی اور ایسے لوگوں پر ظلم اُس نے روا رکھا جو اُس کے مذہب کی نہایت تائید و اعانت اور بغایت حفظ و حراست کرتے تھے اور غالب ہے کہ اکبر کو اُن لوگوں سے تھوڑا بہت تعصب ہوا ہوگا جو اُس کے خلاف و متبادل پر مستعد و آمادہ رہتے تھے اور بلاشبہ اُن خاصہ

لوگوں کی رو و رعایت کرتا تھا جو اُسکی باتوں کو بے تکلف ماننے لگے مگر درشت گوئی اور بد سلوکیوں کی حکایتیں جو عبدالقادر نے بیان کیں ہیں اُن کے دیکھنے سے یہہ واضح ہوتا ہی کہ اُن لوگوں کی گستاخانہ بول چال اور متسدانہ چال ڈھال کی ضرورت سے واجب و لازم تھیں اور وہ بدسلوکیاں خاص ملاؤں پر منحصر تھیں بلکہ ایک درباری امیر کو سلامانی محل سے باہر قصور اُس نے نکلایا کہ اُس گستاخ بے ادب نے بادشاہ کی عمل در آمد پر اعتراض کیا اور بے تکلف یہہ بوجھا کہ آپ کیا سوچتے ہیں کہ اور ملکوں کے حکمے مسلمان بادشاہ آپ کی عمل در آمد پر کیا کیا اعتراض کرینگے اور دوسرے درباری کو جس نے بادشاہ کے صلاح کاروں کو دوزخی کہا تھا یہہ سنایا گیا کہ ایسی کڑی بات کا جواب اب لائق گھونسے سے مناسب ہی اکبر کا بڑا منکر عزیز خان اعظم اُس کا کوا یعنی رضاعی بھائی اور نیز اُس کی فوج کا بہت بڑا سردار تھا اور اُسے کہ یہہ سردار ایک مدت سے گجرات کا حاکم تھا اور وہاں کی حکومت کے باعث سے حضور میں حاضر نہوتا تھا تو اُس کی ماں یعنی اکبر کی دایہ نے اُس کے بلانے میں اکبر کو بہت کہا سنا تھا چنانچہ عزیز خان بلایا گیا مگر اُس نے بہانہ کیا دریافت ہوا کہ وہ اُس لیے نہیں آیا کہ تازہی کا موافقانا اور بادشاہ کو سجدہ کرنا اُسکو منظور نہیں بعد اُسکے اکبر نے اُسکو فہمائش نامہ لکھا اور تمسخر کی باتیں لکھیں مگر جب کہ وہ سردار اپنی بات پر جما رہا تو بڑا تاکید حکم اُس مضمون سے صادر ہوا کہ چل آؤ آپ کو دارالسلطنت میں حاضر کرے عزیز خان نے حکومت سے ہاتھ اٹھایا اور نہایت لعنت ملامت اور بغایت گستاخی و جسارت سے جواب اُسکا لکھا کہ کیا کتاب + آسمانی آپ پر نازل ہوئی یا رسول خدا

+ واضح ہو کہ مسلمان لوگ اچھے اور عمدہ ہونے کی حیثیت سے قرآن اور تورات و انجیل اور زبور کو کتاب آسمانی کہتے ہیں اور اُن کتابوں کے ماننے والوں کو اہل کتاب کہتے ہیں

کی مانند اعجاز آپ سے ظاہر ہوئے کہ انکی تائید و توثیق سے نیا دیں آپ نے جاری کیا اور آگاہ کیا کہ تو عذاب دائم کا رستہ چلتا ہی اور اختتام اُس کا اِس دعا پر کیا کہ خدا اُس کو نجات و ہدایت کر کے رستہ پر لے کر غرض کہ اُس نے حرارتِ اسلام کو بڑی دھوم دھام سے جتایا اور بلا اطلاع اکبر کے مکہ کو روانہ ہوا مگر جب کہ تھوڑے دنوں بعد اُس نے محال اپنا مکہ میں اچھا نہ پایا اور جی کو لگتا نہ دیکھا تو ہندوستان کو چلا آیا اور بادشاہ کی اطاعت قبول کی اور جو کچھ فکرتا تھا وہ کیا اور اعتماد و عزایت سابقہ پر پہنچا *

اگرچہ اس قسم کے خلافوں نزاعوں میں اکبر ہی غالب رہا مگر خلاصہ اور روحانی ہونے کے باعث یہ مشرب اُس کا عوام الناس میں نہ پھیلا بلکہ یہ معلوم ہوتا ہی کہ چند حکیموں اور لالچی ملاؤں اور درباری لوگوں کے علاوہ عام لوگوں میں منتشر نہوا تھا یہاں تک کہ اکبر کے مرئی پر بقول اُسکی کہ مصرع * چراغ کذب را نبود فروغی * چراغ اُسکا گل ہو گیا اور چہا اکبر اُس کے بیٹے نے مسلمانوں کے طور طریقوں کو بے کمری سے جاری کیا اور شمسی سال اپنے ذاتی فائدوں کے لحاظ سے تھوڑی مدت تک قائم رکھے گئے مگر باوجود اس کے وہ آزادانہ تحقیقات جو اکبر کے اصول قواعد سے مریدوں کی طبیعتوں میں دلنشین تھیں اُن اصولوں کے مرجع بنے پر بھی تھوڑی بہت قائم رہیں بلکہ اکثر ویسی ہی طبیعتیں باقی رہیں یہاں تک کہ اگر خارجی سببوں سے روک ٹوک انکی نہوتی تو انکی بدولت اصلاح و ترمیم اُن باطل خیالوں اور فاسد عقیدوں کی بہت کچھ ہوتی جو آجکل پائی جاتی ہیں *

اکبر کو یہ دعویٰ نہیں پہونچ سکتا کہ وہ اپنے اُن مسئلوں کا موجد ہی چنکر اُس نے رواج بخشا تھا اس لیے کہ ہندو لوگ اول سے خدا کو ایک ہی جانتے تھے اور دیوتوں کے تھے کہانیوں کی تعظیم اعتقاد بدون گوتے تھے چنانچہ ہندو دیوتوں کا اکبر پہنچے فرقہ جو اکبر کے زمانہ سے

نہو برس پہلے گذرا اکبر کی رائوں کے قریب قریب ہونچا تھا اور معلوم ہوتا ہی کہ اکبر نے منجملہ اپنے مذہبی قاعدوں کے چند ایسی قاعدے اُن فقہروں سے آخذ کیئے تھے جن کے لیئے کوئی معتدل وجہ نہ تھرائی تھی مگر باوصف اس کے باری تعالیٰ کی ذات و صفات کے سمجھنے اور ثابت کرنے میں پہلے لوگوں سے سبقت لی گیا تھا اور وہ عام آزادی جو عام خاص لوگوں کو اپنی اپنی رائوں کے ظاہر کرنے میں بلا روک ٹوک اور بلا لاگ ذات اپنی مساجدوں میں عبادت کرتا تھا ایسی زور دست والا جاہ بادشاہ کے مزاج میں ایسی خلوت نشین اصلاح و ترمیم کرنے والے کی نسبت بڑی عمدہ بات اور نہایت پسندیدہ خصلت ہی جو لوگوں کے ظلم و ستم غالباً اُٹھا تا ہی + *

انتظاموں کا بیان

اگرچہ محتاصل ملک کی بابت اکبر کا انتظام اُن فائدوں کی حیثیت سے بہت مشہور و معروف ہی جو اُس کے ذریعہ سے تمام قلمرو کو حاصل ہوئے مگر کوئی بات اُس نے ایجاد نہیں کی بلکہ پہلے انتظاموں کو اصلاح و درستی سے جاری کیا اور حقیقت یہہ ہی کہ انتظام اُس کا شیر شاہ کی تدبیروں کا اجرے کامل تھا اِس لیئے کہ شیر شاہ کی حکومت تھوڑے دنوں قائم رہی اور اُسکی تدبیروں نے ساری قلمرو میں ہورا ہورا اجرا نہ پایا *

+ جبکہ ہم اکبر کے ارادوں کو جو ایسی توحید خالص سے متعلق تھی جسمیں پلغمبروں کی وحی و معجزہ کو مداخلت نہوڑے آپ کل کی حکومتوں کے ایسے ارادوں سے مقابلہ کریں جو اسی قسم کے معاملوں میں پائے جاتے ہیں تو ہم کو اُن مذہبوں کے اصلاح دینوں کو یاد رکھنا چاہیئے جنسی اکبر بظاہر واقف تھا اور ایسی معتدل آدمی کی حیثیت و لیاقت میں جو اپنی قوم سے بڑے کرکام کرے اور ایسی آدمی کی سوج سمجھ میں جو عوام کی یہاں تک پیروی کرے کہ انکی پیرویہ پانوں کو راست سوجی فرق کرنا ضروری ہی

اُس انتظام کا پہلا مطالب یہہ تھا کہ زمین کی پیمائش ٹھیک ٹھیک کی جائے دوسرا یہہ کہ ہر بیگہہ کی مقدار پیدوار اچھی طرح دریافت ہو جاوے کہ کتنا پیدا ہوتا ہے اور سرکار کو اُس میں سے کس قدر لینا چاہیئے تیسرا یہہ کہ جنس کے بدلہ میں کس قدر روپیہ تہرایا جاوے *

پہلے مطلب کے لئے ایک عام پیمانہ اُن مختلف پیمانوں کی جگہہ اکبر نے قائم کیا جنکو سرتابی افسر بی بی ہونا کرتے تھے اور احتیاط کے پابند تھے غرض کہ اُس نے آلات پیمائش کو ترقی بخشی اور ساری اراکیناس قابل الزامت کی ناپ تول کے لئے آدمی مقرر کیئے *

پیمائش کی نسبت جمعہ ہندی کا دوسرا کام مشکل تھا اِس لئے کہ زمیندار اور پیدوار کی حیثیت سے تمام زمینیں تین قسموں پر منقسم ہوئی تھیں اور ہر قسم کے بیگہہ کی مختلف پیدوار کی مقدار دریافت کی گئی تھی اور تین قسموں کی اوسط مقدار کو ایک بیگہہ کی مقدار قرار دیکر مقدار مذکور کی تہائی کو سرتابی حق تہرایا گیا تھا + مہلوم ہوتا ہے کہ ایسی جمعہ ہندی سے غایت درجہ کی جمع قرار دینی مقصود ہوتی تھی اسلئے کہ جو نانکار اُس معین مقدار کو گراں سمجھتے تو اُس کو اجازت حاصل تھی کہ وہ زمین کی اصلی پیمائش کراوے اور اصلی پیدوار کو تقسیم کر دے *

مساری پیدوار کی زمین پیدوار کے علاوہ اور باتوں کے لحاظ و حیثیت سے مختلف ہو سکتی ہیں چنانچہ ترتیب مذکور الضد

+ مثلاً گہروں کے ایک بیگہہ کی مقدار پیدوار منوں کی دو سے بطور مفضلہ ذیل قرار دی گئی زمین قسم اول ۱۸ من قسم ثانی ۱۲ من قسم ثالث ۸ من ۳۵ سیر تک ۳۸ من ۳۵ سیر چھٹی تہائی ۱۲ من سارے ۳۸ سیر بیگہہ پیدوار اوسط مقدار قائم ہوئی جسکی تہائی ۴ من سارے بارہ سیر بیگہہ پیدوار سرتابی حق مقرر ہوا ایسے ہی درجہ کی مقدار پیدوار کی بیگہہ حسب تعویض تصور کی جائے زمین قسم اول ۱۰ من قسم ثانی ۷ من ۲۰ سیر قسم ثالث ۵ من کل ۲۲ من ۲۰ سیر تہائی اوسط ان تینوں کا ۶ من ۲۰ سیر ہوا اور اُسکی تہائی دو من ۲۰ سیر سرتابی حق قرار پایا ہے

رکھی تبدیلی و تغیر کے واسطے اقسام مختلفہ ذیل قرار دی گئیں اول یہ کہ دو فصلی زمینوں سے ہر فصل کے کٹنے پر محصول سرکاری ہوا وصول کیا جاتا تھا دوسرے یہ کہ ایک فصلی زمینوں کا زر لگن اُس وقت کیا جاتا تھا جب کہ وہ بوئی چوٹی جاتی تھیں تیسرے یہ کہ اُن زمینوں پر ہیدوار کے دو پانچویں حصے پہلے برس دینے پڑتے تھے جو غرقابی کا ضرر آٹھاتی تھیں یا تین برس سے افتادہ ہوتی تھیں اور اُن کو قابل زراعت کرنے میں کچھ صرف کرنا پڑتا تھا بعد اُس کے ہر برس لگان بڑھایا جاتا تھا یہاں تک کہ پانچویں برس پورا لیا جاتا تھا چوتھی قسم یہ کہ پانچ برس سے زیادہ بڑی ہوتی زمینوں پر پہلے چار برس بہت مفید شرطیں عائد ہوتی تھیں بعدے محصول بہت کم دینا پڑتا تھا *

اثرین اکبری میں کہیں یہ مذکور نہیں کہ ایک کھیت کی زرخیزی دوسرے کھیت کی نسبت کس طرح دریافت کی جاتی تھی مگر غالب یہ ہے کہ دیہات والوں کی صلاح و مشورہ سے تمام زمینوں کی تین قسمیں قرار دی گئی ہونگی اور یہ کام اُس تقسیم کے ذریعہ سے آسان ہوا ہوگا جو گاؤں والوں نے اُس میں ٹھہرا رکھی تھی اور بہت دنوں سے برابر چلی آئی تھی گاؤں والوں کی تقسیم کے بموجب گاؤں کی زمینیں کالی لال بھڑیلی ریٹائی کائی کنگڑیلی وغیرہ قسموں پر منقسم ہوتی ہیں اور علاوہ اُن کے گاؤں کے قریب اور ہائی کی دستہ بندی اور میل اُس کے اور باتوں کا بھی لحاظ کیا جاتا ہے اور مختلف قسموں کی زمینوں کو ایسی طرح بانٹتے ہیں کہ سارے کاشتکاروں کو برابر فائدہ پہنچے ہوتی دھڑائی پیش آئی ہے اور ہوتی منجھٹ اٹھائی جاتی ہے *

تیسرے مطلب یہی اِس کام کے لئے کہ جنس کے بدلہ میں کس قدر روپیہ مقرر کیا جائے ہر گاؤں اور ہر تہذیب سے اُن قیمتوں کے نقشے طالعینہ کئے گئے جو پیدائش سے پہلے گذشتہ آئیس برس میں معمول و مردج تھیں چنانچہ نرخ مندرجہ نقشہ چائیت کا اوسط لیا گیا اور اُسکے بموجب

جنس کی عرصہ میں نقد روپیہ مقرر کیا گیا تھا اور گاہے بازار کی قیمتوں کے لحاظ سے زر لگان مقررہ ہر نظر نالی بھی کی جاتی تھی اور یہاں تک نرم گیری تھی کہ اگر کوئی کاشتکار نرخ لگان کے بموجب روپیہ کے دینے کو بھاری سمجھتا تھا تو جنس کے دینے کی اجازت دی جاتی تھی *

پہلے پہلے یہ دستور رہا کہ ہر برس نئی جمع بندی کی جاتی تھی مگر جب کہ ہر برس کی جمع بندی میں دقت پیش آتی تو پہلے دس برسوں کی جمع بندی کے بموجب اگلے دس برسوں کی جمع بندی کی گئی *

میراد جمع بندی کے دراز کرنے سے انتظام مذکورہ بالا کی یہ دوسری برائی کم ہو گئی کہ اقسام کاشت کی مختلف جمع بندی سے دھک کا سا اثر یوں نمایاں ہوتا تھا کہ کاشتکار اچھی پیداوار کی قسم اس لیے نہ ہوتا تھا کہ گو اب کے سال اس کو فائدہ ہوتا تھا مگر اگلی برس کی جمع بندی میں زیادہ دینا پڑتا تھا *

سرکاری کانٹوں میں اقسام اراضیات اور پیمائش کا حال احتیاط سے لکھا جاتا تھا اور زمین کی تقسیم کاشتکاروں پر اور محاصل کی کمی بیشی گانو کی کتابوں یعنی نکاسیوں کہتونیوں میں ہر سال درج کی جاتی تھی جو تقسیم و پیمائش کے بموجب ہر گانو میں موجود رہتی تھیں چنانچہ وہ کتابیں اب بھی ہندوستان کے ایسے ایسے حصوں میں معمول و مروج ہیں جو اکبر کے عہد دولت میں فتح نہوئی تھی اور ان حصوں میں وہ کتابیں صرف اپنے حسن و خوبی کی بدولت رائج ہو گئیں *

اس زمانے میں جب کہ محاصل میں ترقیاں واقع ہوئیں افسروں کے فرائض اور بہت سے دقت طلب محصول موقوف ہوئے *

تقسیم مذکور الصدر کے علاوہ کل قلمرو کی مالی تقسیم ایسے حصوں پر کی گئی تھی کہ ہر حصے سے ایک کروڑ دام یعنی اٹھائی لاکھ

روپیہ وصول ہوتے تھے اور ہر حصہ کا تحصیلدار کروڑی کہلاتا تھا مگر یہہ تقسیم اُسکی قائم نہ رہی اور ہندوؤں کی ہرانی تقسیم پھر قائم ہو گئی *
انتظامات مذکورہ بالا سے سرکاری مطالبہ میں بہت بڑی تخفیف واقع نہ ہوئی مگر اُس نقصان میں کمی نہ پڑی جو محتاصل کی تحصیل میں واقع ہونا تھا غرض کہ سرکاری منافع دستور کے قریب قریب رہے مگر لوگوں کا بوجھ کم ہو گیا ابوالفضل کہتا ہے کہ شیر شاہ نے کل پیداوار کی چوتھائی اور اکبر نے اُسکی تہائی وصول کی مگر بارصف اسکے پھر لکھتا ہے کہ اکبر کی جمع بندی شیر شاہ کی جمع بندی سے ہلکی

ہلکی تھی *

اکبر کی ہدایتیں افسران محتاصل کی نسبت ہم تک پہنچیں اور اُن سے واضح ہوتا ہے کہ اکبر کو خیال اس بات کا بہت کچھ تھا کہ انتظام کے قاعدے بخوبی انصرام پاتے رہیں اور رعایا کی بھی امن چین سے گذرے نیز اسکے انصرام کے طور و طریقوں کا حال بھی معلوم ہوتا ہے چنانچہ سرکاری محتاصل کے کسی قسم کا ٹھیکہ نہ دیا جاتا تھا اور سارے تحصیلداروں کو یہہ تاکید تھی کہ اقرار ناموں اور تحصیل کے کاموں میں کاشتکاروں سے آپ اپنا واسطے علاقہ رکھیں اور خود وہاں آیا جایا کریں اور کانوں کے پتواریوں اور چودھریوں کے سہارے نہ بیٹھیں † *

غرض کہ ترمیم و اصلاح مذکورہ بالا کی بدولت اکبر کی رعایا کو عیش و راحت کی حیثیت سے ترقیاں تو نصیب ہوئیں مگر ترمیم مذکور میں کوئی بات ایسی نہ تھی کہ اُس کے ذریعہ سے اُن کے حالات کو بھی تھوڑی بہت ترقی حاصل ہوتی رہتی یہاں تک کہ اصلاح مذکور سے گنواروں کو یہہ اُمید قائم نہ ہوئی کہ وہ زراعت کے سوا اور پیشوں میں بھی دست اندازی کریں یا اپنے ہی پیشہ میں سعی و محنت کے ذریعہ سے بڑی بڑی سرفرازی پاویں اور کچھ شہہ نہ پڑے کہ مراتب مذکورہ بالا کا

حاصل ہونا اسلیئے کسی انتظام کے ذریعہ سے ممکن نہ تھا کہ سرورلی چارواہوں کی وہ مسلسل تقسیم جو بحکم وراثت چوٹی چوٹی حصوں پر بانٹ چوٹ کرتے تھے ترقی کاشت کی ممانع مزاحم تھی اور مخاندان کاشت کے ایسے لوگ جو کھیت کیار کے علاوہ سوداگری یا اور ایسے کاموں میں پڑ سکتے تھے جن کے باعث سے کاشتکاروں کے کم ہونے پر خام پیداواری کی مالیت اور منفعت کاشت کی قیمت بڑھ جاتی ہو چوٹ کے دھندوں میں پھنسیے اور کھیت کیار کے کاموں میں دھنسیے رہے *

توسم مذکور الصدر کا بانی وہ راجہ ٹوٹر مل تھا جسکے نام سے وہ توسم اب بھی مشہور و معروف ہے اس وزیر باندیور کی جنگی خدمتوں کا حال اور گز چکا اور الغفل کہتا ہے کہ ٹوٹر مل اور ہی لالچی تھا اور دوستی کا سچا اور زبان کا پورا تھا مگر بارصف اس کے کینہ پرور اور انتقام دوست بھی تھا اور برتوں کے رکھنے اور پوجا پات کے کرنے اور ہندوؤں کی ایسی ایسی رسموں کا ایسا سخت پابند تھا کہ چند بار اسکو اکبر نے بھی برا بھلا کہا † *

سیاستوں کا بیان

جستدر کہ ہمکر اکبر کے مالی مہتمموں کا انتظام و انصرام اچھی طرح تفصیل سے دریافت ہے دیکھتے ہیں کہ اس دور میں مہتمموں کا حال معلوم نہیں مگر اس کی حدایتوں کے دیکھنے سے جو افسروں کے نام بنام صادر ہوتے تھے عام انتظام اور مہتمموں کا بھی دریافت ہو سکتا ہے ‡ *

اکبر کی سلطنت پندرہ || صوبوں پر منقسم تھی اور ہر صوبہ میں ایک زایب السلطنت رہتا تھا جو سب سالانہ گزارتا تھا اور مالی اور جنگی کاموں

† شامرز صاحب کا انبر نامہ کا قلمی ترجمہ

‡ کلیدوں صاحب کا ترجمہ آئین اہری جلد ایک صفحہ ۲۹ لغایت ۳۰۳

|| منجمدہ ان پندرہ صوبوں کے بارہ صوبہ ہندوستان خاص اور تین صوبہ دکن میں متبعین تھے اور جبکہ بعد اس کے بڑھاپور اور گولکنڈہ کو فتح کیا تو دکن میں

میں ہوا اختیار اُسکو حاصل ہوتا تھا مگر استحکام اُس کے کاموں بادشاہ کی منظوری پر موقوف تھا *

پٹواری اور قانون گو اور تحصیلدار وغیرہ ہمارے مالی کارگذار اور علاوہ اُنکے وہ فوجدار اُس نایب السلطنت کے تحت حکومت ہوتے تھے جو خاص خاص اپنے اپنے ضلع کے بیقاعدہ سپاہیوں اور قاعدہ دار فرجوں اور جنگی کارخانوں اور ایسی جاگیروں پر متعین ہوتے تھے جو جنگی کاموں کے واسطے مقرر کیجاتی تھیں علاوہ اُس کے یہ کام بھی اُن سے تعلق رکھتا تھا کہ اگر کوئی بد انتظامی اُنکے علانہ میں کھڑی ہو جاوے تو اصلاح اُسکی بطور معقول کریں *

دادخواہوں کی داد رسانی ایسی عدالت کے ذریعہ سے ہوتی تھی جس میں ایک میجر عدل اور ایک قاضی افسر ہوتا تھا قاضی اظہار لینا تھا اور قانون گو بتا تھا اور میجر عدل اُس مقدمہ کو تجویز کرتا تھا اور معلوم ہوتا ہی کہ اُسکی رائے کو فوقیت دیجاتی تھی اور اس خاص امتیاز کا باعث غالباً وہ تغیر و تبدل تھا جو بادشاہ کی مرضی اور مملکت کی رسم و رواج کے لحاظ سے مسلمانوں کے ایسے ٹھیک ٹھیک قانونوں میں واقع ہوتا تھا جو قانون قاضی کے بیان سے واضح ہرتے تھے *

بڑے بڑے شہروں کے تھانہ چوکیات کو تو وال شہر سے اور قصبوں کے تھانہ چوکیات افسران مال سے متعلق تھیں ہاں کانوں گرانوں کے تھانے چودھری مقدموں سے تعلق رکھتے تھے *

اہلکاروں کے نام کی ہدایتیں انصاف و مردت سے خالی نہ ہوتی تھیں اگرچہ بیہودہ سرائی اور یادہ گرئی سے بھی پاک صاف نہ تھیں جیسے کہ ایشیا والوں کا دستور ہی *

چھ صدیہ ہرگز اور اکر کے عہد دولت کے بعد سولہ سال کے خطاب کی جگہ صدیہ دار کا خطاب قائم کیا گیا اور محاصل صدیہ کی نگرانی پر دیوان کا صہدہ مقرر ہوا اگرچہ ایشیا دیوان صدیہ دار کے قلم ہوتا تھا مگر بادشاہ اُسکو مقرر کرتا تھا

کوتوالوں کی ہدایتوں میں وہ جاسوسی اور مزاحمت پائی جاتی تھی جو ظالم بادشاہوں کے پولیس میں ہوتی تھی ہدایتوں میں یہ بھی مندرج ہوتا تھا کہ کوئی آدمی غلہ وغیرہ نہ بھرے اور باہر سے بھی اس لیے نہ لائے کہ وہ اپنے جی چاہتا بیچے اور بہت سی معقول ہدایتوں میں یہ بھی درج تھی کہ جو آدمی عام جلاک کے پیمانہ سے ہائی ہووے تو ہاتھ اُسکا کاٹا جاوے یہ قانون ایسا ہی کہ منو کے † مجموعہ کے قابل ہی اور اس لیے بڑے اچھے کی بات تھی کہ داد رسانی کے باقی سارے قاعدے فیاضی اور اہلیت سے مستثنیٰ و معذور ہیں ہدایت مرسومہ محاکم گجرات مندرجہ تاریخ گجرات میں گوروں بتوانے اور گردن مارنے اور ہانچو کرنے کو مستثنیٰ و معذور کیا اور یہ تاکید لکھی کہ سنگیں سزاؤں کی عملدرآمد میں احتیاط و کنایت پرتا کرے اور خطرناک شرور و فساد کے مقدمات کے علاوہ کسی مقدمہ میں جیتک روڈان اُسکی دیوار میں نہ بھیجے تب تک سنگیں سزا قائم نہ کرے اور منظوری نامنظوری کا منتظر رہے اور حساب کہ سنگیں سزا تجویز ہووے تو عضو تراشی عمل میں نہ آوے اور بیدردی سے کام نہ لیا جاوے ‡ *

فوج کے انتظام کا بیان

اگرچہ اکبر اور متحکموں کی اصلاح و درستی میں سراپا مصروف تھا مگر فوج کے انتظام سے بھی غافل نہ تھا اور جیسے کہ پہلے پہلے اُس نے فوج کے محتاج کرنے میں متحملات آٹھائی اُس سے کچھ کم متحملات اُس نے جب یہی نہ اٹھائی کہ فوج کے انتظام و اتمام اور اُسکی کنایت شماری کے اہتمام اور اُس کے کام کا بنانے میں مصروف رہا *

† یہ شخص پہلے وقتوں میں ایک عالم ہندو تھا جس نے ہندوؤں کے مذہب میں تصنیفات کیں چنانچہ ذکر اُسکا کتاب نے اول میں درج ہوا اور اس تشبیہ سے یہ مقصود ہے کہ اُس نے خدا کی وحدت کو اپنی کتاب کے شروع میں بڑی خوبی سے لکھا مگر سب جگہ رائے اُسکی ویسی نہ تھی ۱۲ مترجم
‡ برٹ صاحب کی تاریخ گجرات صفحہ ۳۹۱

یہ پوانا دستور ایک عرصہ سے جاری تھا کہ فوج والوں کے لیے جاگیریں مقرر کی جاتی تھیں اور مستحصل ملک سے وظیفی ٹھہرائے جاتے تھے چنانچہ تحصیل و وصول کا اختیار ان لوگوں کو حاصل ہوتا تھا اور کسی قسم کی روک ٹوک انکو نہ ہوتی تھی اور موجودات کے وقت ایسی بے ترتیبی اور دغا بازی ہوتی جاتی تھی کہ فوج والوں کے ہمراہی اور خدمتکار ادھر ادھر سے مانگے تانبے کے گھوڑے لیکر حاضر ہو جاتے تھے اور بارہنہ آسکے ساز و سامان سے بھی درست نہوتے تھے *

پہلی خرابی کی اصلاح اس طرح فرمائی کہ جتنی الاسکان اپنی خزانہ سے زر تنخواہ دینا شروع کیا اور فوج کی جاگیروں پر کچھ کچھ بندشیں لگائیں اور دغا بازی کا یہ تدارک کیا کہ ہر سپاہی کا حلیہ فوج کے کاغذوں میں لکھوایا اور گھوڑوں پر سرکاری داغ دلوئے اور تنخواہ سے پہلے حاضری ٹہرائی اور اونٹ اور بیل کاری فوج کی باربرداری کو شمار کر کے نرخ معین پر کرایہ دینا ٹھہرایا *

اگرچہ اکبر نے بڑی جد و جہد آٹھائی تھی مگر باوجود اس کے بھی فوج آسکی آراستہ پیراستہ اور بوزی پوزی انتظام یافتہ نہی اس لیے کہ وہ فوج ایسے گروہوں پر منقسم نہی کہ خود آنکی اور آنکے افسروں کی تعداد معین ہووے قاعدہ یہ تھا کہ بادشاہ کی ضرورت سمجھنے پر افسر معین کیئے جاتے تھے اور وہ منصب دار کہلاتے تھے اور منصب کی بہت سی قسمیں ہوتی تھیں چنانچہ وہ ہزاری پنچہزاری کی منصب داری سے دس سپاہیوں کی منصب داری تک مقرر ہوتی تھی اور حقیقت یہ تھی کہ چھوٹی منصب داریوں کے سوا بڑی بڑی منصب داریاں نام کی منصب داریاں تھیں اور صرف اُن سے اتنی غرض تھی کہ منصب داروں کی تنخواہیں اور درجے مقرر کیئے جاویں ہر منصب دار اپنی اپنی فوج بھرتی کرتا تھا جس قدر کی بھرتی کی آسکو اجازت ہوتی تھی یہاں تک کہ بعض اوقات اپنے نام کی منصب داری کا دسواں حصہ بھرتی کرتا تھا اور

موجودات کے بعد اُسکی تختخواہ سرکاری خزانہ سے ملتی تھی حاصل
 یہ کہ ان منصب داروں کی فوجوں سے بادشاہی فوج قائم ہوتی تھی
 اور جب کوئی فوج لڑائی پر بھیجی جاتی تھی تو خود بادشاہ اُسکے
 ایک حاکم کے تل چنڈ اور افسروں کو مقرر کرتا تھا جن کے نیچے
 غالباً کوئی سلسلہ چھوٹی افسروں کا اُس سلسلہ کے سوا نہوتا تھا جو ہر
 آدمی کے اپنے اپنے حصہ پر حاکم ہونے سے پیدا ہوتا تھا شاخص بادشاہزادوں
 یعنی ارلاہ بادشاہ کے سرا پنچہزاری منصب سے زیادہ کا منصب کسی
 آدمی کو عنایت نہوتا تھا اور باقی بادشاہی نسل کے شاہزادے اور راجپوت
 راجے کل تیس آدمی پنچہزاری منصب والے تھے اور چھوٹے بڑے کل
 منصب دار پنچہزاری دو صدی تک ساڑھے چار سو منصب داروں سے
 زیادہ تھے †

ہر منصب دار پر واجب تھا کہ وہ اُدھے سوار اور اُدھے پیادے رکھے
 اور منجملہ پیادوں کے چوتھائی پیادے توڑے دار بندھتے ہوئے اور
 باقی تیر انداز رہیں اور منصب داروں کی فوج کے علاوہ ایک اور بڑا گروہ
 سواروں کا تھا جو قضا منہا کام کرتے تھے اور احادی † کہلاتے تھے اور کسی
 فوج میں داخل نہوتے تھے اور تختخواہ اُنکی اُنکی لیاقتوں پر منحصر ہوتی
 تھی غرض کہ عام سواروں کی تختخواہ سے زیادہ ہوتی تھی اُنک پار والے
 عام سواروں کی تختخواہ پچیس روپیہ اور ہندوستانی عام سواروں کی
 تختخواہ بیس روپیہ اور توڑے دار بندھتے والوں کے چھ روپیہ اور تیر اندازوں
 کے اقلانی روپیہ ہوتے تھے *

† یہ تعداد انیس اویس کے مطابق دی گئی مگر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ
 اُسکی سلطنت کے اُنسی زمانہ میں یہ تعداد اُنکی تھی اسرویکے اسقدر کم ہونے کا
 باعث یہ بیان کیا گیا کہ لڑائی کے دنوں میں قواعد سکھانے اور ہدایت کرنیکی حاجت ہوتی
 تھی اور سوار اسوقت کے عریف نجیب اور آجکل کے معمولی سواروں سے زیادہ ہوشیار
 اور تربیت یافتہ ہوتے تھے

‡ واضح ہو کہ یہی احادی آج کل کی ہندوستانی سرکاروں میں یکرں کے
 خطاب سے مشابہ ہیں مترجم

منصب داروں کی تختواہیں معقول † تھیں مگر تاشورا اور حکومت
 اُن کی موروثی نہ ہوتی تھی چنانچہ جب کوئی منصب دار مرجاتا تھا
 تو پہلے پہلے اُسکے بیٹے کو تھوڑا سا منصب عنایت ہوتا تھا اور بعد اُسکے
 اُسکے باپ کے لحاظ و استحقاق سے کچھ وظیفہ بھی زیادہ کیا جاتا تھا ‡
 اگرچہ ہمارے پاس ایسا کوئی ذریعہ موجود نہیں کہ اُس سے تعداد
 فوج کی دریافت کریں مگر پچھلے زمانہ میں یہ خیال کیا جاتا ہے کہ اورنگ
 زیب کی سلطنت میں توپ خانہ اور غیر قاعدہ دار پادوں کے علاوہ
 دو لاکھ سوار جزار † تھے تو غالب ہے کہ اکبر کے عہد دولت میں بھی
 اسی قدر ہونگے *

ابوالفضل بیان کرتا ہے کہ صوبوں کی بیقاعدہ فوج چوالیس لاکھ
 آدمی تھے مگر غالب یہ ہے کہ اُس نے اُن سپاہیوں کو بھی شمار کیا
 جو بعض بعض صورتوں میں معین کام پر نوکری کرتے تھے جیسے کہ جب
 بادشاہی لوگ ادھر ادھر سیر و شمار کو جاتے تھے تو چنگلوں کی پیٹ
 پکار کے واسطے ایک دو دن کی غرض سے لوگوں کے رکھنے کی حاجت
 ہوتی تھی اور بلا ریب اُنہیں سے بہت سے لوگ ایسے پہاڑی راجاؤں اور
 قوموں سے تعلق رکھتے تھے جو بادشاہ کے کسی وقت میں ملازم نہوئے تھے *

اکبر کی عمارتوں کا بیان

اتک کے قلعہ مذکورہ بالا کے علاوہ بہت سی جنگی عمارتیں اکبر نے
 بنوائیں مگر اگرہ اور الہ آباد کے قلعے اور اُن دونوں قلعوں کی رونماں اُسکی
 ساری عمارتوں پر فوقیت لیکئیں چنانچہ وہ قلعی مسہریوں کی مانند
 اونچے اور سنگ تراشیدہ برجوں اور گہری گہری خندقوں اور ہندوستانی

† آئین اکبری میں منصب داروں کی تختواہوں کی بابت جو روپیہ لکھا ہے وہ
 اُنکے ذاتی وظیفوں سے متعلق نہیں ہو سکتا بلکہ پرنیو صاحب نے اپنی کتاب کی
 جلد ایک صفحہ ۲۸۹ میں لکھا ہے کہ دانشمند خاں میرا مری پنبہزاری کا
 منصب دار تھا اور حقیقت میں پانسو سواروں کا انس تھا اور پانچہزار گروں یعنی
 ساڑھے بارہ ہزار روپیہ مہاراجی پاتا تھا

‡ پرنیو صاحب کا بیان

طرز کی برجیوں اور گنبدوں اور پشتوں پر مشتمل ہیں اور ہر دروازہ اتنا ایسی شان دار عمارت ہی کہ بادشاہی محل کے دروازہ سے مناسبت رکھتا ہی اکبر نے قلعہ پور سیکری کو مضبوط و مستحکم بنایا اور وہی بستی اُسکی خاص ریاستگاہ تھی اگرچہ وہ شہر اب چھوڑا گیا مگر حقیقت میں ہندوستان کی پہلی شان و شوکت کا بڑا عمدہ نمونہ + ہی *

اکبر کے تمام کارخانوں میں ترتیب و قواعد انتظام کی مراعات اچھی طرح ملحوظ رکھتی تھی چنانچہ انہوں اکبری میں جس سے ملکی مالی انتظام کے حالات اس کتاب میں اکثر لکھے گئے ہیں ہر محکمہ کے عملہ اور انہوں و قواعد کا حال تفسال خزانہ سے لیکر میوہ خانے اور عطر خانے اور گل خانے اور باورچی خانے اور شکاری جانوروں کے کارخانے تک نہایت تفصیل سے مندرج ہی غرض کہ اُس کے سارے کارخانوں میں شان و شوکت اور خوش اسلوبی خوش سلطنتی اور عمدہ انتظاموں کا ایسا نقشہ پایا جاتا ہی کہ اُس کے دیکھنے سے حیرت ہوتی ہی اس لیے کہ بے شمار چھوڑوں کے انتظام میں کسی قسم کا خلل نہ آتا تھا اور باوصف

+ پشپ پیدر صاحب نے قلعہ پور سیکری کا راج ہونا ایسی پہاڑی پر بیان کیا جس سے چاروں طرف کا تماشا دکھائی دیتا ہی اور قرب و جوار کے مکان اُسکے ہاتھ تلے ہیں اور اُن سیڑھیوں کی عمدہ وضع بیان کی ہی جنگہ ذریعہ سے درگاہ کے بلند دروازہ پر چڑھتے ہیں بادشاہی محل کی چوڑائی چکائی اور اُس کے پتھروں کی کھدائی اور سب سے قطع نظر خاص مسجد اور چوکور عمارتوں اور چھتروں کا باہم تناسب اور حسن تعمیر اچھی غور ہی سے لکھا جنگہ پہاڑ میں وہ مسجد واقع ہی ملالہ اُسکے صاحب مدوح نے آگرہ کی درونی عمارتوں کا بھی حال لکھا ہی چنانچہ منجملہ اُن عمارتوں کے ایک مسجد سنگ مرمر کی مسجد کا بیان کیا جو نہایت لطافت اور کمال سادگی سے کندہ کیلئی اور بادشاہی محل جو انٹر سنگ مرمر سے بنا ہوا اور نہایت عمدہ نمبروں پر مشتمل ہی اور دالان اُسکا ایسے سنگ مرمر کے ستونوں اور مضرابوں سے مرتب ہی جو دلی کے ستونوں اور مضرابوں سے زیادہ صاف اور سادہ ہیں اور چھوٹے چھوٹے نمبروں کی چٹائی کھدائی اور پیک ہونے حسن و لطافت کی حیثیت سے اُن پیک ہونے کی برابر ہیں جو الہ آباد میں پائی جاتے ہیں بلکہ اُن سے بھی زیادہ عمدہ ہیں اور ان کی بڑی عمارتوں میں سے ہمایوں کا مقبرہ ہی جو ایک بڑی شان دار عمارت اور نہایت مضبوط و مستحکم اور ٹھوس اور بڑے اُنچے چوڑے پر بنائی گئی ہی اور گنبد اُسکا جو اُسکی چوڑی پر بنایا گیا صاف مرمر کا ہی *

اس کثرت و شدت کے ہر جزوی کے انتظام پر یورپی توجہ اس کی ہائی جاتی ہی *۔

آئین اکبری اور اسی زمانہ کی تاریخوں سے اکبر کے کارخانوں کی فراوانی دریافت ہوتی ہی ‡ مگر نتیجے اور آثار ان کے آن یورپ والوں کے بیان سے بخوبی معلوم ہوسکتے ہیں جنہوں نے ان عالیشان کارخانوں کو اکبر کے عہد دولت یا جہانگیر اُسکے جانشین کے دور سلطنت میں اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا *۔

اکبر کے لاؤ لشکر کے سامان ایسے مکانات اور خیمے تھے کہ نہایت آسانی سے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہوسکیں اور ان مکانات کی حقیقت یہ تھی کہ ذات اور پوتالوں کے ہر دوں سے بلند بلند دیواریں چاروں طرف قائم کیجاتی تھیں اور اُس کے اندر عام دیواروں اور عام ملاقاتوں کے واسطے بڑے بڑے عالیشان دالان اور دیوان اور کھانے پینے یعنی دعوتوں کے کمرے اور چلنے پھرنے کے سائباں اور برآمدے اور خلوت کے الگ الگ کمرے بنائے جاتے تھے اور تمام مکانات اچھے اچھے فروش و آلات اور لوازم زیب و زینت سے آراستہ ہواستہ ہوتے تھے اور عیش و آسائش کی مناسبت ملحوظ و مرعی رہتی تھی *۔

وہ چار دیواری ہندو سو تیس گز کی مربع اندر کیجانب سے طرح طرح کے رنگین خیموں اور مختلف مختلف دیواروں پر مشتمل ہوتی تھی مگر باہر کی جانب سے رنگ اول خیموں کا لال ہوتا تھا اور خیموں کی چوٹیوں پر سنہری کلس اور کنگرے ہوتے تھے غرض کہ وہ احاطہ بادشاہی لشکر کے بیچا بیچ ایک طرح کا قلعہ دکھائی دیتا تھا اور اُسکے سبب سے خاص لشکر ایک عمدہ شہر نمایاں ہوتا تھا جو مختلف الالوان خیموں سے آراستہ اور ترتیب یافتہ بازاروں سے مرتب اور ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک ہانچ میل کی چوڑائی میں پھیلا اور بلند مقام سے

‡ اکبر کے طریقہ میں بارہ ہزار گھوڑوں اور اُس کے فیضانہ میں پانچہزار ہاتھوں سے کچھ کم نہ رہتے تھے اور علاوہ اُنکے شکاری جانوروں کے بڑے بڑے کارخانہ تھے ترجمہ تاریخ نوشتہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۱

نہایت شان دار اور خوشنما نظر آتا تھا † *

اکبر کے جہاد و جلال کی دھوم دھام اُس وقت ہوتی تھی کہ اعتدال
ربیع یا سالگرہ کا جشن آراستہ کیا جاتا تھا یہ جشن کئی کئی دن برابر
رہتا تھا اور جتنے دنوں رہتا تھا تو اُن میں ایک عام میلہ یعنی لوگوں کی
ویل ہیل اور سواروں کی چھل بھیل اور بڑی بڑی نمائشوں کی دھوم
دھام رہتی تھی اور خود اکبر بادشاہ ایک زردوزی خیمہ میں
جالوس فرماتا تھا جو دھوپ کے بچاؤ کی نظر سے شامیانوں کے بیچا بیچ
نصب کیا جاتا تھا اور کم سے کم دو ایک زمینیں ہشتی زر دوزی قالینوں
اور زرین جھالروں سے رشک چمن ہوجاتی تھی اور اُن کی زردوزی کی
یہ صورت تھی کہ مکمل پر کلابتوں کا کام اور موتیوں اور ہرکھراج پنے
وغیرہ کا جڑاؤ ہوتا تھا † باقی امیروں کے خیمے بھی ایسے ہی ہوتے تھے
جن میں وہ آپس میں ملتے جلتے رہتے تھے اور گاہ گاہ اُن سے بادشاہ بھی
ملتا تھا گھوڑے ہانپوں اور جواہرات اور خلعتوں کی بخشش امیروں کو
ہوتی تھی اور جب بادشاہ تل میں بیٹھا تھا تو عموماً اپنے سونا چاندی
اور خوشبوئیں اور باقی اجناس مختلفہ بار بار تول کر اُن غریبوں کو تقسیم
فرماتا تھا جو وزن کے وقت حاضر ہوتے تھے اور خود بادشاہ اپنے ہاتھوں
سے سونے چاندی کے بادام اور اور بھل بھی ادھر ادھر بکھیرتا تھا اگرچہ
یہ بھل بھل قیمت کے تھوڑے ہوتے تھے مگر درباری اسیر اُن کو بہت جی
جان سے لوٹتے تھے اور ان جلسوں کے بڑے دن میں سنگ مرمر کے محلسرے
میں تخت سلطنت پر جالوس فرماتا تھا اور وزیر امیر اُس کے گرد اپنا
حلقہ باندھتے تھے جنکے سروں پر لنبی لنبی کلغیاں اور سرہنچوں میں
ایسے ہیرے چڑے ہوتے تھے کہ وہ تاروں کی مانند آسمان میں چمکتے تھے †

† مسٹر ٹامس رو صاحب کا قول منقولہ چرچل صاحب باب درباری سیاحت

اور لنبی صاحب کا سفر دریا صفحہ ۳۶۸

† ہاکنز صاحب کا قول مندرجہ کتاب حاجیان معنفہ پرکس صاحب جلد ایک

† سر ٹامس زر صاحب بیان کرتے ہیں کہ میں نے کبھی اسقدر دولت بے پایاں

اور حشمت دیکھی نہیں دیکھی تھی

اور ہاتھوں کی قطاریں بادشاہ کے سامنے اس ساز و سامان سے گذرتی تھیں کہ وار وار سے گروہ اُن کے زر ہفت کی چھوڑیں اور سونے چاندی کے زیورات سے بن تھیں کو نکلتے تھے اور ہو گروہ کے برے ہاتھی کے مستک اور چھاتی ہر سونے کی تختیاں لگی ہوتی تھیں جس میں اہل و زمرہ جڑے جاتے تھے بعد اُن کے گھوڑوں کی قطاریں بڑی شان و شوکت سے آتی تھیں اور خراماں خراماں نکل جاتی تھیں اور جب کہ گھوڑے ہوئے ہو جاتے تھے تو گینگے اور شہر اور کھیری شہر اور ہلنگ اور چیتے اور شکاری کتے اور باز شکرے ترتیب وار آگے سے گذارے جاتے تھے بعد اُسکے سواری کے فیل آتے تھے جنکے زر ہفت وردیوں کی چمک دمک سے چکاچوند ہو جاتی تھی *

ہارمغا اس جاہ و جلال کے جس شان و شوکت سے اکبر باہر آتا تھا اُس سے کچھ کم سادہ مزاجی بھی نہرتا تھا چنانچہ دو یورپ والوں نے اپنی آنکھوں دیکھا حال اُس کا بیان کیا اور وہ بیان ایسے ہیں کہ اُن میں سے کچھ لیکر اکبر کی تاریخ کو ہورا کرینگہ بیان اُن کا یہ ہے کہ یہ بادشاہ اور ایشیا والے بادشاہوں کی نسبت نمود و نمائش کا چندان خواہاں تھا اِس لیے کہ تخت سے نیچے اتر کر بیٹھ کر یا کھڑے ہو کر داد خواہوں کی داد رسانی کرتا تھا لکھا ہے کہ یہ بادشاہ نہایت خلیق اور صاحب حشمت اور خدا ترس اور سخت و قوی اور ہندو و تورپ وغیرہ آلات حرب کی صناعت اور فنون کی صنعت سے بخوبی واقف تھا اور کم خوراک اور ایسا بڑا متعنت کش تھا کہ اُسکی مشقت و مشقت سے تعجب ہوتا تھا اور راتوں میں تیر گھنٹے سوتا تھا اور عام لوگوں سے ہلاکت پیش آنی والا اور امیروں کی نسبت غریبوں کی بڑی اہمیت کوئی والا تھا اور غریبوں کی شکستہ دلی پر مایل ہوتا تھا اور اُنکے پیشکشوں کو امیروں کی نسبت بڑی مہربانی سے قبول فرماتا تھا اور اپنے لوگ اُس سے محبت کرتے تھے اور اُسکی ہیبت سے بیطرح ڈرتے تھے اور دشمنوں

* سرتامس رو اور ہرنیور صاحب کی تاریخ جلد ایک صفحہ ۲۲

§ برکس صاحب کی کتاب حالات حاجیان جلد پانچ صفحہ ۵۱۶

کی آنکھوں میں بوا بھاری بھرکم تھا + *

+ اکبر کے حالات اس تاریخ میں تاریخ نوشتہ اور اکبر نامہ اور منتخب التواریخ اور خافی خاں اور خلاصۃ التواریخ کی سند پر قلمبند کیئے گئے منجمد ان کے ابراہیم نے سلطنت مذکور کے بیان میں قدیمہ لیاقت اپنی ظاہر کی اور معمولی عیروں سے بھرا زیادہ عیب اپنے ظاہر کیئے چنانچہ اس نے ایسے موقعوں کو بیان نہیں کیا جسے اکبر کی دانائی اور ذہن خوبی اور زور آوری کو بٹا سکے اور اگر بیان بھی کیا تو غلط بیان کیا اور ہر بات میں اکبر کی تعریف اور بڑائی لکھی یہاں تک کہ پڑھنے والوں کو خود مورخ اور اسکے مدد سے نفرت پیدا ہو جاتی تھی اور ایسی ہیروہ سرائی اور خوش بیانی سے اکبر کی اصلی خوبیاں بھی ظاہر نہیں ہوتیں چنانچہ اور مورخوں کے ذریعہ سے اکبر کے کاموں کے باطن اور اس کی مشکلات اور اُنکی تدبیروں کا حال جنکے پڑتے سے وہ ان مشکلات پر غالب ہوا دریافت ہوتی ہیں بلکہ ایسے آدمی کی خوشامد گزشتی سے جو اکبر کی خبر ہو سے بخوبی واقف تھا اور نیز اس کی کتاب اکبر نامہ کے بادشاہ کی نظر سے گذر جائے سے خود اکبر کی ذات کو خون پینی کا داغ اور خود پسندی کا دھبہ لگتا ہی اور یہی ایک عیب اکبر کی شخصیت کو لگایا جاتا ہی جو سب طرح سے تعریف و ثنا کے قابل تھی ابوالفضل نے اکبر نامہ میں مہد سائنس کے ستائیسویں برس یعنی اپنے مہد وفات تک کے حالات قلمبند کیئے بعد اس کے اگلے تین برسوں کا حال ایک شخص عنایت اللہ یا محمد صالح نے لکھا اگر اکبر نامہ کا وہ قلمی ترجمہ انگریزی کا جسکو لٹنٹن شامرز صاحب مندراس والے نے تصنیف کیا اور ایشیاٹک سوسائٹی میں وہ موجود ہی ہم نہ پہنچتا تو اکبر نامہ سے میں مستفید نہوتا اکبر کے مہد سلطنت کے چالیسویں برس منتخب التواریخ پروری ہوئی جسکو عبدالقادر بدایونی نے تالیف کیا اور ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں کی تاریخ ہی اور واقعات مندرجہ اس کے طبقات اکبری سے کل سینتیسویں برس تک لکھے گئے مگر اکبر کے حالات میں اس نے اپنی طرف سے زیادتیاں کیں اور کسی سے نقل اُنکی ہم نہیں چھوڑ پائی اور اپنے تصدیق سے اسکو رنگ دیا یہ مورخ ایک ایسا بڑا فاضل تھا کہ اس کو اکبر نے سنسکرت سے ترجمہ کرنے پر نگر کر رکھا تھا مگر اس باطن سے کہ وہ اپنے دین و ملت میں متعصب تھا تو اس نے ابوالفضل اور فیضی سے جھگڑا کیا اور اپنی کتاب کو اُن کی اور خود اکبر کی برائیوں اور اُن کے برا ہلا کہنے سے پرور پرور بھر دیا چنانچہ اس نے اکبر کی ان برائیوں کو لکھا جنکی شکایت لوگ اس وقت میں کرتے تھے اور جنکو ابوالفضل نے دیدہ و دانستہ چھپایا تھا اور اس تاریخ کے دیکھنے سے جو اکبر کے مخالف ہی ہمارے دل میں جو اثر پیدا ہوتا ہی وہ اس اثر سے زیادہ مفید ہی جو اسکے مداح ابوالفضل کے بیان سے آتا ہی خانی شاہ کی تاریخ اور خلاصۃ التواریخ منتخب التواریخ کے چوتھے لکھی گئیں اور طبقات اکبری تالیف نظام الدین یزدی مسلمان بادشاہوں کی تاریخ اکبر کے عہد دولت کے سینتیسویں برس تک لکھی گئی تھیں وہ وہ بڑی لیاقت کی کتاب ہی اگرچہ اس کتاب کا ایک نسخہ مولف تک پہنچتا مگر اس وجہ سے کہ اس کے پڑھنے میں کوئی معارف نصیب نہرا تو اس سے فائدہ نہ پہنچتا ایک اُس قلمی نسخہ سے اعانت حاصل کی ہی جو خانی خاں کی کتاب کا چھ لکیر کی آخر سلطنت تک ترجمہ جس کو میجر گارتن صاحب ملازم کرورنٹ مندراس نے کیا مگر بڑے افسوس کی بات ہی کہ یہ عمدہ ترجمہ اس تاریخ کے آخر تک نہیں پہنچتا جس میں زمانہ حال کے حالات اچھی طرح پائے جاتے ہیں اور یہ تاریخ ایسی ہی کہ اُس زمانہ کے حالات اُس میں کامل اور مسلسل بیان کیئے گئے ہیں جس زمانہ کا حال اس میں مندرج ہی *

دسواں حصہ

جہانگیر اور شاہجہاں کی سلطنتوں کا بیان

پہلا باب

جہانگیر کی سلطنت کا بیان

جب کہ اکبر کا انتقال ہوا تو مرزا سلیم اسکے بیٹے نے ماہ اکتوبر سنہ ۱۶۰۵ء مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۰۱۲ھ ہجری میں سلطنت پر قبضہ کیا اور جہانگیر کے خطاب سے پکارا گیا *۔

جہانگیر نے اپنی قلمرو واقع شمال نریدہ کو ایسے امن چین میں پایا جیسے کہ ایسی بڑی سلطنت میں توقع ہوسکتی تھی مگر عثمان ابن قتوکی بغاوت بلاد بنگالہ میں قائم یعنی بنگالہ کے ایک حصہ ملک اوزبیسہ میں محدود و منحصر تھی اگرچہ اودے پور والے رانا کی غیر ملکی لڑائی بھڑائی میں پوری پوری کامیابی حاصل نہوئی تھی مگر پھر بھی بادشاہ ہی غالب رہا تھا اور ملک دکن میں بنگالہ کی نسبت بادشاہی کارخانے زیادہ خراب تھے یہاں تک کہ احمد نگر کی نظام شاہی حکومت اپنی دارالسلطنت کے سنبھالنے میں مصروف تھی جو اسکے قبض و قابو سے نکلا چاہتا تھا اور یہی غالب معلوم ہوتا تھا کہ بجائے اسکے کہ بادشاہی لوگ اسکو نیست و نابود کریں کسیقدر اپنے افلاح منصوبہ کو دوبارہ حاصل کریں گی *۔

جہانگیر کی تدبیروں کا بیان

جہانگیر کی تدبیروں میں پہلے پہل توقع سے زیادہ عقل و مروت ہائی گئی چنانچہ اس نے اپنے باپ کے افسروں کو استحکام بخشا اور ایسے بعض بعض دقت طلب منصوبوں کے لیئے معافی کا فرمان جاری کیا جو اکبر کی ترمیم و اصلاح سے باقی رہ گئی تھی اور فرمانوں کے ذریعہ سے یہہ ممانعت

کی کہ عامل لوگ سوڈا گروں کی گتھریوں کو بدوں اُنکی پوری رشامندی کے نکھولیں اور ملازمان سرکاری اور مخصوص سپاہیوں کو یہہ ہدایت کی گئی کہ کوئی ملازم سرکاری کسی کے مکان پر سکونت کا قبضہ نہ کرے علاوہ اس کے ناک کان کا کاٹنا موقوف کیا اور عمدہ عمدہ قانون جاری کیئے اور ہارصف انہی مہینواری کے مہینواری کی سخت مزاحمت کی اور انہوں خدروں کے لیئے قاعدے بنائے اور یہاں تک قاعدوں کی ہابندی اختیار کی کہ مجرم مخالف قانون کو سخت تدارک دیتا تھا *

اسلام کا کلمہ سکھ میں جاری کیا اور اسلام کے قاعدوں کو اجرا دیا مگر اکبر کے بعض بعض قاعدوں کو جو خاص خاص دنوں میں گوشت سے بچنا کی نسبت قائم تھی قائم رکھا اور باپ کی چند باطل عادتوں کو بھی ہرتا چنانچہ اُنے والوں سے تعظیم کا سجدہ زبردستی سے کرتا تھا اگرچہ انہی قیدیوں میں عابدانہ طور اُس نے اختیار کیا جیسا کہ مسلمانوں میں معمول و مروج ہی مگر نہایت متانت اور سنجیدگی سے مذہبی عبادتوں کا دعویٰ کیا اور کہی وہ عادت بھی حاصل نہ کی مگر تمام لوگوں کا خیال اُسکی نسبت یہی تھی کہ باطل اعتقادوں میں باپ سے زیادہ تھا اور زہد و ریاضت کی حیثیت سے باپ کے پایہ کو نہ پہنچا تھا اور جب کہ اُس کے خاص خاص مسلمانوں سے قناع نظر کیجئے تو یہ صاف واضح ہوتا ہی کہ اُسکو مذہب کا چنداں خیال نہ تھا منجملہ اُن قیدیوں کے جو پہلے پہل اُس سے ظہور میں آئیں فریادیوں کی رسائی کی تدبیر تھی جسکے نکالنے سے برا فخر اُسکو حاصل ہوا اور تدبیر اُس کی بن پڑی یعنی ایک زنجیر اُس نے دیوار قلعہ کے اندرونی جانب سے باہر کو لٹکائی جس تک دادی فریادی بلا دشواری پہنچتے تھے اور اُس زنجیر کے اندر والے سرے میں سونیکے گھنٹوں کا گنچھا عین بادشاہی محل کے اندر لٹکایا گیا تھا چنانچہ جب کوئی دادخواہ اُس زنجیر کو ہلاتا تھا تو بادشاہ کو آگاہی ہوتی تھی کہ کوئی فریادی آیا حاصل یہہ کہ اُس

زنجیر کے ذریعہ سے بادشاہ نے اُن عرش بیٹیوں سے آزادی پائی جو
دادخواہوں کی رسائی کے ہارچ ہوتے تھے اور بادشاہ کو اُنکے حالات سے
غافل رکھتے تھے *

خسرو کی بغاوت کا بیان

جہانگیر اور اُس کے اہل بیتے خسرو کی ہمیشہ ان بن رہتی تھی
یہاں تک کہ اُن واقعوں کے واقع ہونے سے جو جہانگیر کی تخت نشینی سے پہلے
پہلے وقوع میں آئی کچھ کمی کرتا تھی اُس میں واقع نہوٹی اور جب
کہ جہانگیر باپ کی گدی پر بیٹھا تو خسرو افسردہ پڑا اور ناراض اور
خفا رہنے لگا اور یہ بات کسی طرح غالب نہیں کہ جہانگیر نے کوئی
ساروک اُس کے ساتھ ایسا کیا ہو کہ اُس کے جی کو تھوڑی بہت تشلی
حاصل ہوتی تخت نشینی پر چار مہینے گزر گئے مگر کوئی شک شبہ
اُسکے چال چلن سے پیدا نہ ہوا ہاں بعد اُس کے ماہ مارچ سنہ ۱۶۰۶ ع
مطابق آٹھویں ذی الحجہ سنہ ۱۰۱۳ ہجری میں ادھی رات کو بادشاہ کو
یہ خبر لگی کہ آپ کا صاحبزادہ خسرو چند ہمراہیوں سمیت آگرہ سے
دلی کی جانب روانہ ہوا جہانگیر نے سواروں کی فوج اُس کے پیچھے
روانہ کی اور جب صبح ہوئی تو جس قدر فوج جمع کرسکا ہمراہ اپنے لیکر
روانہ ہوا *

جوں ہی کہ خسرو آگرہ سے روانہ ہوا تو عین راہ میں وہ تین سو سوار
اُسکو ملے جو آگرہ کو چلے آتے تھے وہ سوار اپنی شامت سے خسرو کے
ساتھی ہوئے اور خسرو اوت مار کرتا ہوا اور ہمراہیوں کو دیتا دلی کی
جانب کو آگے بڑھا اور ادھر ادھر سے اس قدر لوگ اُس کے ہمراہ ہو گئے
کہ جب وہ پنجاب میں پہونچا تو دس ہزار آدمیوں سے زیادہ بہر ہوا
اُسکے ہمراہ تھی حاصل یہ کہ خاص لاہور پر دغا بازی سے قابض ہوا اور
لاہور کے قلعہ کی تک و دو میں تھا کہ بادشاہی فوج کے اگلے ٹکڑے یعنی
مقدمۃ الجیش کے پہونچنے سے بات اُس کی بکڑ گئی اور اُس کے کاموں

میں خلیل ہو گیا مگر بادشاہی فوج کے سنتے ہی فوج اپنی شہر سے باہر لایا اور بادشاہی فوج پر حملہ کیا اگرچہ اُسکو اس قدر فائدہ حاصل ہوا کہ اُس نے بادشاہی فوج کے ایک ٹکڑے کو لڑائی میں مصروف رکھا مگر کامیابی سے متبادل نہ کر سکا بلکہ بڑی شکست کھا کر کابل کی طرف چلنا ہوا اور جب کہ وہ جہلم پار جاتا تھا تو کشتی اُسکی زمین پر ٹہر گئی چنانچہ وہ گرفتار ہوا اور ہابزنجیر اپنے باپ کے سامنے حاضر کیا گیا یہ بغاوت مہینے بھر سے زیادہ قائم نہ رہی *

خسرو کے بڑے بڑے صلاح کار اور اُس کے بہت سے عام ہمراہی بادشاہ کے قابو میں آئے اور بادشاہ کو سختی، درشتی جتانے دکھانے کا موقع ہاتھ آیا چنانچہ اُس نے سات سو قیدیوں کے لینی یہ حکم سنایا کہ لاہور کے دروازہ کے سامنے قطار باندھ کر پھانسی چڑھائے جاؤں غرضکہ وہ ایسی تکلیفوں سے مارے گئے کہ خود چھانگیر نے اپنی توڑک میں اُن کی سخت تکلیفوں کے دیر تک رہنے کا حال مبالغہ سے بیان کیا + بعد اُس کے وحشیانہ معاملات کو یوں پورا کیا کہ خسرو کو ہاتھ پر چڑھایا اور مقتولوں کی قطار کے سامنے ایک سرے سے دوسرے سرے تک بھروایا اور ایک چوبدار اُس کے چڑانے کھانچانے کے واسطے آگے بڑھتا چلا کہ صاحبزادہ صاحب اپنے خاص ملازموں کا ادب تسلیمات قبول فرمائیں § بدبخت خسرو تین دن تک سبکیاں بھرتا اور بھوکا پیاسا روتا رہا § اور بہت دنوں تک مبتلاے دام افات اور شکار ونج دالم رہا تخت نشینی کے تھوڑے دنوں بعد اُس کا دوسرا بیٹا ہرویز آصف خاں کے زیر ہدایت ہو کر اودے پور والے رانا پر بھیجا گیا تھا اور جب کہ خسرو کے بھاگنے پر وہ

+ پرائس صاحب کا ترجمہ توڑک چھانگیر کا صفحہ ۸۸

§ شافی خاں

§ پرائس صاحب کا ترجمہ توڑک چھانگیر کا صفحہ ۸۹ بیان اس بغاوت کا عموماً توڑک چھانگیر اور شافی خاں اور کلیدون صاحب کی تاریخ سے لیا گیا

ہارایا گیا تو وہ اُس عرصہ میں راجہ سے آشتی کر چکا تھا چنانچہ وہ باپ کی خدمت میں حاضر ہوا *۔

اگلے برس موسم بہار مارچ سنہ ۱۶۰۶ ع مطابق ذی الحجہ سنہ ۱۰۱۵ ہجری میں جہانگیر نے کابل کا سفر آٹھایا اور شہر میں پہونچتے ہی خسرو پر گونہ مہربان ہوا یعنی زنجیر اُسکی کٹوائی اور قلعہ کے بالائی باغ میں بھرے چلنے کی اجازت فرمائی بادشاہ اپنی شفقت ہدای کی ضرورت سے دم بدم غنایت تو فرماتا مگر خسرو کے نصیبوں سے یہ سازش اُس پر کھل گئی کہ بادشاہ مارا جاوے اور خسرو کی رہائی ہووے *۔

جہانگیر آگرہ کو واپس آیا اور سنہ ۱۶۰۷ ع مطابق سنہ ۱۰۱۶ ہجری میں بھرمداری مہابت خاں کے ایک فوج اودے پور پر روانہ کی جس سے دو بارہ لڑائی شروع ہو گئی تھی اور دوسری فوج اپنی خانہ خاناں کی زیر حکومت کر کے دکن کے بندوبست کے لیے بھیجی اور اُس فوج کا حاکم پرویز کو منظور فرمایا مگر وہ صرف نام کا حاکم تھا اِس لیے کہ کم سنی کے باعث سے حکمرانی کے قابل نہ تھا *۔

آئندہ تین سالوں یعنی سنہ ۱۶۰۷ ع مطابق سنہ ۱۰۱۷ ہجری سے لغایت سنہ ۱۶۱۰ ع مطابق سنہ ۱۰۱۹ ہجری میں یہ بڑا واقعہ پیش آیا کہ ایک ذلیل آدمی نے آپ کو خسرو بنا کر حاکم کی غفلت سے پتہ پو قبض و تصرف کیا اور اپنے ساتھی اتنے بنا لیے کہ صوبہ کے حاکم سے مہدان کا مقابلہ کیا یہاں تک کہ اُس جعلی خسرو کے پتہ میں بھگتے اور بکڑنے اور گردن مارنے میں تین مہینہ صرف ہوئے *۔

سنہ ۱۶۱۰ ع کے آخر میں دکن کے کام ابتر ہو گئے اور بری صورت پیش آئی چنانچہ جب احمد نگر پر نظام شاہی والوں نے قبضہ کیا تو انصام اُس کی حکومت کا ملک عنبر ایبیسینیا والے یعنی ایک حبشی کے ہاتھوں میں پڑا اور اُس وزیر ہا تدبیر نے نئی دارالحکومت کی طرح

وہاں قالی جہاں اورنگ آباد اب بستا ہی اور بہت دنوں تک نظام شاہی حکومت کو قائم رکھا جو بظاہر زوال پذیر اور فنا کے لگ بھگ تھی اور اُس نے اپنی لیاقت اور ہوشیاری کو اڑنے بھڑنے پر منحصر نہ رکھا بلکہ شاید ترقی و ترقی کی تقلید و اطاعت سے مستحصل کے نئے نئے قانون ایجاد کیئے اور اس انتظام کے باعث سے دکن کے شہروں میں ایسی شہرت حاصل کی جیسے کہ ہندوستان خاص میں ترقی و ترقی کے نام نے شہرت پائی + حاصل یہ کہ اس وزیر بادشاہ نے اُن نزاہتوں سے فائدے اٹھائے جو خاندان اور بادشاہی فوج کے باقی سرداروں میں واقع ہوئی اور اُن فائدوں کی ایسی کامیابی سے پیروی کی کہ چند بار اُس نے بادشاہی فوج کو شکستیں دینکر احمد آباد پر دوبارہ قبضہ کیا اور خاندانوں کو بڑھان ہو کر کی جانب لڑنے پر مجبور کیا اور جب کہ جہانگیر اس مقابلہ سے آگاہ ہوا تو خاندانوں کو طلب فرمایا اور فوج کی سرداری خان جہاں لودھی کو عنایت فرمائی *

نور جہاں کے نکاح کا بیان

عہد سلطنت کے چوتھے برس بادشاہ نے نور جہاں بیگم سے نکاح کیا اور اخیر سلطنت تک خمیارہ اُس کا کہینچتا رہا *

نور جہاں کا دادا طہران واقع ایران کا باشندہ ایران کی سلطنت میں کسی ملکی عہدہ پر معزز و ممتاز تھا اور مرزا غیاث اُس کا بیٹا یہاں تک تنگ دست ہوا کہ اُس نے جوہر بچوں سمیت ہندوستان کا ارادہ کیا اور تلاش معیشت کا وسیلہ سمجھا مگر اس ارادہ میں بھی بد ہمتی نے استہیجہا نہچھوڑا یعنی جب کہ اُس کا قافلہ قندھار میں پہونچتا تو حال اُس کا نہایت ستیم تھا اور قندھار میں پہونچتے ہی ایسی حالت میں نور جہاں پیدا ہوئی کہ ماں باپ کا یہ حال تھا کہ بچہ کے واسطے بارہواری کا سامان نکوسکے بلکہ زچا کے لئے ایسی بات بن نہی کہ وہ بچہ کو

بغوربی پال سکے غرض کہ انہوں نے اُس بچپی کو جو کسی زمانہ میں بادشاہ کی بیگم ہونیوالی تھی ایسی جگہ راہ پر ڈالا جہاں صبح کو قافلہ گزرنے والا تھا حاصل یہ کہ جب صبح ہوئی تو قافلہ کے بڑے سوداگر نے اُس بچپی کو دیکھ کر اُس کے لاواڑی ہونے پر توس کہایا اور اُسکے چہرہ مہرہ کو دیکھ کر حیران رہ گیا چنانچہ اُس کو خاک سے اٹھا کر اپنے بچہ کی مانند اُسکی پال پوس کا ارادہ کیا *

اِس قافلہ میں دودھ پلانے والی کا بہم پہونچنا دشوار تھا اور اسی نظر سے کچھ تعجب نہیں کہ جس عورت کو اُس نے دودھ پلانے پر نوکر رکھا تھا وہ اُس کی ماں ہی ہو بلکہ حقیقت میں وہی تھی اور جوں ہی کہ اِس سوداگر کو حال اُس کا دریافت ہوا تو وہ مہربانی سے پیش آیا اور جب کہ اُس سوداگر کو اُس کے خاندان کی ناداری اور تباہی دریافت ہوئی تو نہایت جی جان سے مائل ہوا اور سر دست اُنکی ضروری حاجتوں کو اُس نے پورا کیا اور جب یہ دریافت ہوا کہ اِس بچپی کے باپ بھائی اگرچہ افلاس اور ناداری کی بلا میں مبتلا ہیں مگر شریف اور خاندانی معلوم ہوتے ہیں تو اُس نے اُنکو اپنے کار بار میں دخیل کیا اور اُن کے نصیبوں کے بدلنے پلٹنے میں نہایت سعی اپنی ظاہر کی چنانچہ اُس نے اُن کو اپنے ذریعہ سے اکبر بادشاہ تک پہونچایا یہ دونو صاحب پہلے پہل تو چھوٹے چھوٹے عہدوں پر مقرر ہوئے مگر بعد اُسکے اپنے حسن لیاقت کی بدولت بڑے بڑے عہدوں پر سرفراز کیئے گئے *

اسی عرصہ میں نور جہاں سیانی بیانی ہو گئی اور حسن و نزاکت کی بدولت لوگوں کے چاہنے سرائنے کا باعث ہوتی چنانچہ وہ اُس وقت روزگار اپنی ماں کے ساتھ بادشاہی معطلوں میں جانے آنے لگی جو بادشاہی معطلوں میں آتی جاتی تھی مرزا سلیم یعنی جہانگیر اُس کو دیکھ کر لوت ہوت ہو گیا اور نور جہاں کی ماں جہانگیر کی چہرہ چہار سے اِس قدر تنگ ہوئی کہ لاچار اُس نے اُس شہزادی سے شکایت پیش کی

جس کے ملنے کو وہ اُنی جاتی تھی غرض کہ اُس شہزادی نے اکبر تک نوبت پہونچائی اور اکبر نے جہانگیر کو بلا کر بہت سمجھایا اور نورجہاں کی ماں سے کہلا بھیجا کہ کسی بہانے مانس سے نور جہاں کی شادی کرے اور جہانگیر کی نظروں سے اُس کو الگ تھلگ رکھے چنانچہ خود اکبر نے نور جہاں کو شیر افغن خاں سے بیٹھا جو ایران کا رہنے والا اور بادشاہ کا نیا ملازم تھا اور اُس کی ضروریات کے واسطے ایک جاگیر کافی ہنگالہ میں مقرر فرمائی *

اگرچہ اکبر نے یہ راہ نکالی مگر جہانگیر کی محبت کم نہوئی اور نخیال اُس کا دور نہوا چنانچہ تخت نشینی پر ہوس دن گذرا تھا کہ اُس نے قطب الدین اپنے رضاعی بھائی کو جو ہنگالہ میں نائب السلطنت ہوکر جاتا تھا یہ کام سپرد کیا کہ وہ اُس مطالب کو حاصل کرے جسپر وہ شیلتہ و فریشتہ ہی *

جہانگیر اور قطب الدین دونوں کو یہ توقع تھی کہ رعب داب کے قراڑ اور معقول وعدوں کے لالچ سے نور جہاں کا شوہر دم بھی نہ مارے گا مگر شیر افغن خاں کو اُن دونوں کی نسبت ننگ ناموس کی پابندی زیادہ تھی چنانچہ جب اُس نے اُن کے ارادوں پر شبہ کیا تو حکومت سے استعفا دیا اور ملازم نہونے کی علامت سے اختیار باندھنے چھوڑے *

حال اُس معاملہ کا مفصل دریافت نہیں کہ بعد اُس کے کیا واقع ہوا مگر غالب یہ ہے کہ جو کچھ ہوا ہوگا وہ ایسا ہوا ہوگا کہ شیر افغن خانکو ہوشیاری ہوئی ہوگی اسلئے کہ جب قطب الدین نائب ہنگالہ کے اُس حصہ میں گیا جہاں شیر افغن خاں سکونت پذیر تھا تو اُس نے شیر افغن خاں کو بلوایا اور شیر افغن خاں تلوار اپنی چھپائے ہوئے اُس سے ملنے کو گیا اور جو کہ ایسے جلے بے تکالی آدمی کے مانے سے یہی توقع ہو سکتی تھی کہ وہ خورفریزی تک نوبت پہونچاوے تو شیر افغن خاں نے قطب الدین کے کہنے سننے سے رنج اٹھایا اور نہایت پیچ قاب کھاکر کام اُس کا تمام کیا اور قطب الدین کے ملازموں نے اُس کو بھی تھکانے لگایا *

نائب السلطنت کے مارے جانے سے جس کو خاندان قائل کے فریب و سازش سے منسوب کیا خاندان قائل کی نسبت بادشاہ کی جانب سے بڑی بڑی سختیاں ظہور میں آئیں چنانچہ نور جہاں بکڑی گئی اور دہلی کو مقید پھینچی گئی بعد اُسکے تھوڑی مدت گزرنے پر بادشاہ نے نور جہاں سے نکاح کرنا چاہا اور اُس کی تسکین و تشفی کے لیے بڑی بڑی فطرتیں برتیں مگر نور جہاں جیسی فریبی متغی تہی ویسی ہی عالی سمت ہوئی تھی اس لیے کہ جب اُس نے ایسے آدمی کی درخواست کو منظور کیا جس کو شوہر کا قائل سمجھتی تھی تو جی جان ہی سے قبول نہ کیا ہوگا چنانچہ نور جہاں نے ایسے صبر و سکون اور کمال استقلال و متانت سے انکار کیا کہ چھانگیر اُس سے منتشر ہو گیا آخر کار اُس کو اپنی ماں کے مصاحبوں میں داخل کیا اور ایسی بے پروائی برتی کہ گویا ان نلون کبھی تیرل تھا :

حاصل یہ کہ چندے ایسی ہی گذری مگر جب کہ اس کے عشق نفقہ نے دوبارہ اوبھارا لیا اور اُس کی معشوقہ بھی اُس کی لوت پیت کر دیکھ سنکر پیسیج گئی تو بنول اُس کے کہ رانڈیں تو رہیں جو رنڈوے رہنے دیں بیابا اُن کا بڑی دھوم دھام سے رچایا گیا غرض کہ نکاح اُنکا ہو گیا اور وہ بیگم ایسی عزتوں کو پھونچتی کہ پہلے اُس سے کسی بادشاہ کی بیگم کو وہ پایہ نصیب نہ ہوا تھا اور بادشاہ کے مزاج پر ایسی حاوی بڑی کہ باپ اُس کا وزیر اعظم بنایا گیا اور بڑا بھائی اُس کا بڑے مرتبہ کو پھونچتا یہاں تک کہ بادشاہ اُس کی صلاح و مشورت کے بدون کوئی کام کاج نہ کرتا تھا اور جس کام میں وہ متوجہ ہوتی تھی تو اُسی کی مرضی قانون کی مانند اُس میں سمجھی جاتی تھی اگرچہ انجام کار اُسکے نتیجی بڑے ہوئی مگر بہر حال اُس کا غلبہ مفید بڑا اُس

+ سب عزتوں کے علاوہ یہ عزت بھی اُس کو حاصل تھی کہ بادشاہ کے نام کے ساتھ اُس کا نام بھی سکے میں نشانا جاتا تھا

لیئے کہ باپ اُس کا نہایت دانا ہوشیار اور بغایت لایق فایز وزیر تھا اور
چھانگیر کے چال چلن میں جو کئی برس بعد ترقی ہوئی وہ کسیقدر
نور چھان کے رعب داب کا نتیجہ اور اُس کی ذہم فراست کا ثمرہ تھا
اگرچہ جہاں گیر اب بھی خود پسند و ستمگار اور خود پرست و چغا
شمار تھا مگر جیسا کہ وہ پہلے وقتوں میں چغاکار اور نا خدا ترس تھا
ویسا اب نرم تھا اور بارصفت اُس کے کہ مہینخواری کی غایت کو پھونچا
مگر رات کے وقت اور خانگی کمروں میں بیٹھا کر پیتا تھا *

چن کاموں میں اپنی رعایا کے سامنے دن بھر بیٹھا رہتا تھا تو انہیں
بادشاہانہ عادتوں یعنی صبر متانت کو قائم رکھتا تھا اور اُسکی کسی
بات چیت میں فرق و تفاوت نہ آتا تھا نور جہاں بیگم جیسی حسین
اور خوبصورت تھی ویسی ہی ہوشیار اور سمجھ بوجھ کی پوری تھی
اور جیسا کہ عورتوں کے کام کاج میں اپنی لیاقت کو صرف کرتی تھی
ویسے ہی سلطنت کے انتظاموں میں اُس لیاقت سے کام لیتا لیتی تھی
چنانچہ اُس نے بادشاہی دربار کی شان و شوکت کو اپنے سلیقہ شعاری
سے ترقی اور حسن انتظام کی بدولت خرچوں میں تخفیف بخشی اور
کمروں کے آلات و آرائش میں بھی نئی باتیں ایجاد کیں اور عورتوں
کے لباس و پیرایہ میں اُس لباس و پیرایہ کی نسبت جو اُس کے
زمانہ سے پہلے معمول و مروج تھے بڑی بڑی ترقیاں دکھلائیں اور
ہندوستان میں یہ بات تصدیق طلب ہی کہ گلاب کا عطر اُس نے
ایجاد کیا یا اُسکی ماں نے نکالا + اور منجملہ اُن کمالوں کے جنکے
وسیلہ سے اُس نے چھانگیر کو شہنشاہ فریختہ کیا تھا ایک یہ بھی کمال تھا
کہ فی البدیہہ عمدہ شعر کہتی + تھی *

+ پہلے وقتوں میں بڑی بڑی ترقیاں صنعتوں میں واقع ہوئی ہونگی اس
پہلی کہ مذہبی شان بیان کرتا ہی نہ وہ گلاب کا عطر اور رنگ زیب کے آغاز سلطنت میں
جو ترکہ پھر اسی روپیہ کو پیتا تھا تو وہی عطر اُسی زمانہ میں جب تک میں نے
تاریخ لکھی آٹھ سات روپیہ ترکہ آتا تھا

+ یہ شعر اسکا مشہور ہی
نور جہاں اگرچہ بصورت زن است در صف مردان زن شیر انگن است

احمد نگر کی چڑھائی کا بیان

نور جہاں کے نکاح پر تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ سنہ ۱۶۱۲ء مطابق سنہ ۱۰۲۱ ہجری میں ہنگالہ کا حکم نامہ عثمان ابن قنوج کے شکست کھا کر مرجانے سے خاتمہ ہو رہو نچا اور اس واقع کے واقع ہونے سے بادشاہ کو ایسی خوشی حاصل ہوئی کہ وہ اس بڑی کامیابی سے جائیج تول میں بہت زیادہ تھی جو دکن کی لڑائی میں حاصل ہوئی تھی بیان اسکا یہہ ہی کہ جہانگیر نے یہہ چاہا کہ اُن سارے سرکاری صوبوں سے دکن پر یکمخت چڑھائی کی جاوے جو دکن کے پاس ہروس میں واقع ہیں تاکہ پہلی سہل انکاری کا بدلایا جاوے اور پہلی نقصانوں کو پورا کیا جاوے چنانچہ عبداللہ خاں نایب السلطنت گجرات کو یہہ حکم ہوا کہ وہ اُسوقت ملک عنبر کے ضلع پر دھارا کرے جب کہ شہزادہ ہروریز اور خاں جہاں لودھی کی فوجیں راجہ مانسنگھ کی امداد و اعانت سے خاندیس اور ہرار سے دھارا کریں مگر تعمیل اس تدبیر معقول کی بطور معقول واقع نہوئی یعنی عبداللہ خاں نے گجرات سے پیش از وقت مقدرہ حملہ کیا اور اس غلطی کے ابعث سے ملک عنبر نے فائدوں کے حاصل کرنے میں کمی کو تاہی نہ کی اور دم بھر کی تاخیر نہ برتی ملک عنبر ایسی طرز سے لڑتا بھرتا تھا جیسیکہ حال کے مرہٹوں کا قاعدہ ہی یورپ والوں کے بندرگاہوں کی ہمسائیگی سے اُس کا توپ خانہ جہانگیر کے توپ خانہ سے بہت بہتر تھا اور توپ خانہ اُس کا ایسے نشان کا کام دیتا تھا کہ بکھری بکھرائی فوج اُسکی وہاں اکھٹی ہو جاتی تھی مگر ہلکے ہتھیاروں والے سواروں کے ذریعہ سے بڑی چستی چابکی ہوت کر دشمن پر حملہ کرتا تھا چنانچہ اُس نے بادشاہی فوج کی رسدوں کو روکا اور کوچ ہزار ہر طرح طرح سے تنگ کیا اور چاروں طرف اُن کے گھورتا گرچتا بھرتا تھا اور جھوٹے جھوٹے حملوں سے اُن کو ہریشان و پراگندہ کرتا تھا اور گاہ گاہ اُن کے لشکر کی مختلف چاندیوں سے سچی حملہ کر کے مال اسباب اُن کا لوٹ لیتا تھا غرضکہ

بے انتظامی اور پویشانی آن کی فوج میں قائم رکھتا تھا عبداللہ خان اس قسم کی لڑائی سے تنگ آیا اور پہچھے لڑنے کا بہت چلک ارادہ کیا اور غالب رہے ہی کہ ایسے قوی دشمن کے سامنے بے لڑنے کے نتیجے پہلے ہی سے خیلوں میں گدرے ہوئے چنانچہ جسدن سے لڑنا شروع ہوا اسی دن سے مصیبتوں کو ایسی بڑھوتی ہوئی جیسیکہ ضرب کے قاعدے سے مدد ہوتا ہی یہاں تک کہ دشمن نے بچھا پورے کو تڑے تڑے کیا اور بکلائے کے پہاڑوں جنگلوں میں پناہ لینے سے پہلے پہلے کوچ آن کا بھاگنے کے لگ بھگ ہو گیا اور جوں جوں کر کے گنہرات میں داخل ہوئے اس عرصہ میں اور بادشاہی افوجیں بہولپور کے میدان میں فراہم ہوئی تھیں مگر جب کہ انہوں نے ملک عزیز کو اُس کے لڑنے پر عبداللہ خان مذکور پر قدم پانے سے باغ دیکھا تو انہوں نے مذکورہ بالا مصیبتوں کی روک تھام کے لیے بڑھان پور میں اکٹھے ہوئی *

موار کی لڑائی کا بیان

بادشاہی فوج کو اردے پور کی لڑائی بھائی میں دکن کی نسبت زیادہ کامیابی حاصل ہوئی اور بادشاہ کو وہ کامیابی اس لینے زیادہ پہلی لگی اور اُس کے من کو بھائی کہ وہ فتح اُس کے لڑنے پر مرزا خرم یعنی شامبھان کی سہمی و محنت کا ثمرہ تھی اگرچہ مہابت خان جو پہلے پہل اس مہم پر بھینچا گیا تھا اردے پور پر فتح پا چکا تھا مگر پہاڑوں جنگلوں کے باعث یہ جو ملک اردے پور کا مضبوط و مستحکم تھا اور راجہ اُس میں گھس بیٹھا کر مضبوط ہو بیٹھا تھا لڑائی کا فیصلہ

† اس شاہزادہ کا نام خرم تھا اور باپ کی نشست نشینی کے آغاز میں اس نام کے سوا کوئی نام اُسکا نہ تھا مگر جو کہ اُس نے اپنی سالانہ سے ایک مدت پہلے شامبھان کا خطاب اختیار کیا تھا تو شامبھان کے خطاب سے ذکر اُسکا ابھی سے کرنا پراگندہ غمہی کا باعث نہ ہوتا *

نہ کر سکا تھا اور ایسا ہی عبداللہ خاں کا حال بھی ہوا تھا جو مہابت خاں کے بعد اُس جانب کو روانہ کیا گیا تھا مگر شہزادہ مخوم چوہیس ہزار آدمیوں سمیت گیا تھا راجپوتوں پر حملہ آور ہوا اور ایسی جرات و قوت سے صبر و استقلال کے چٹانے اور آب و ہوا کے ضرر اُٹھا نے میں مضبوط و مستحکم رہا کہ راجہ اُشتی کا بخراستکار ہوا چنانچہ درخواست اُس کی منظور ہوئی اور وہ راجہ بذات خود شاہجہاں کی خدمت میں حاضر آیا اور ثبوت اطاعت کے لیئے نذرین پیش کیں اور اپنے بیٹے کو اس غرض سے شاہجہاں کے ساتھ کیا کہ وہ دلی کے دربار میں حاضر ہوئے اور شاہجہاں اِس موقع پر اپنے دادا جان اکبر کی تدبیر مملکت کو نہ بھولا کہ اطاعت کے وقت اُس نے راجہ کو بغل میں لیا اور اپنی برابر بیٹھا یا اور طرح طرح سے مدارات اُس کی کی اور بہت تواضع تعظیم سے پیش آیا اور وہ ملک اُس کا اُس کو واپس کیا جو اکبر کے عہد دولت سے آج تک فتح کیا تھا اور جب کہ اُس راجہ کا بیٹا بادشاہ کی خدمت میں پہونچا تو اُس نے بہت سی عنایت فرمائی اور سلطنت کے جنگی سرداروں میں بڑا پایہ اُس کو مرحمت فرمایا یہ واقعہ سنہ ۱۶۱۳ء ع مطابق سنہ ۱۰۲۳ھ ہجری میں واقع ہوا *

اِس برس کی لڑائی میں جو کامیابی ظہور میں آئی وہ بالکل شاہجہاں کی سہی و محنت سے علاقہ رکھتی تھی اِس لیئے کہ عزیز خاں اعظم جو اُس کی امداد و اعانت کی غرض سے روانہ کیا گیا تھا وہ شاہجہاں کی نسبت ایسی غرور اور گستاخی سے پیش آیا کہ بادشاہ اُسکو الگ کرنے اور چندے قید رکھنے پر مجبور ہوا *

اِس مہم کی بدولت شاہجہاں کی قدر و منزلت نے بڑی ترقی پائی اور نور جہاں کا رعب داب اُسکا مدد و معاون ہوا اِس لیئے کہ اسی زمانہ میں نور جہاں کی سگی بھتیجی اصف خاں اُس کے بھائی کی

ہیتی شاہجہاں کے نکاح میں آئی تھی اور تمام لوگ اُس کو جہانگیر کا
عمدہ قائم مقام سمجھتے تھے *

راجہ مان سنگھ اسی عرصہ میں دکن میں مر گیا تھا اور روشنیا فرقہ
والوں کی بغاوت سے جو سنہ ۱۶۱۱ع میں بڑھا ہوئی تھی کابل بڑے خطرہ
میں پڑا تھا مگر بایزید کے پوتے احمداں کے مرنے سے جو اُس کا چانشین
بھی تھا وہ بغاوت خاتمہ پزیر ہوئی عبداللہ خان نائب السلطنت
گجرات پر بادشاہ اس لیے خفا ہوا کہ اُس نے گجرات کی رعایا پر زور
ظلم کیا تھا اور بادشاہی اختیار نویس سے بری طرح پیش آیا اور اُسکا پاس و
لحفاظ اُس نے نکیا چنانچہ عبداللہ خان کی نسبت یہ حکم نافذ ہوا
کہ اُس کو گرفتار کر کے دارالسلطنت میں حاضر کریں مگر عبداللہ خان
حکم مذکور العذر کو پہلے سے سوچ سمجھ کر پا پیادہ چل چکا تھا اور
فرج اُس کے پیچھے پیچھے دور دور کے فاصلہ سے چلی آئی تھی چنانچہ
وہ دربار میں ننگے پاؤں اور پا بزنچیر آکر حاضر ہوا اور بادشاہ کے قدموں
پر گر ہوا یہاں تک کہ شاہجہاں کی شفاعت سے قصور اُس کا معاف ہوا
اور وہی عنایت سابقہ جاری رہی *

انگلستان کے ایلچی کا بیان

شاہجہاں کی واپسی پر تھوڑی مدت گذری تھی کہ جیمس اول شاہ
انگلستان کی طرف سے سر ٹامس رو صاحب بصرہ ایلچی گئی جہانگیر
کے دربار میں حاضر ہوا + اور وہ حال اُس نے قلمبند کیئے کہ اُن کے
دیکھنے سے ہم وہ حال دریافت کرسکتے ہیں جو جہانگیر کے عہد دولت
میں ہلا ہندوستان میں پیش تھی چنانچہ بیان اُن کا یہ ہے کہ ہندو
کاغذ اور محصول تجارت کے مقاموں میں بڑے زور ظلم ہوا کرتے تھے

+ وہ مقام اجمیر میں ۲۳ دسمبر سنہ ۱۶۱۵ع کو پہونچا اور بادشاہ کے
ہمدردانہ مقام مانکر اور گجرات تک گیا اور سنہ ۱۶۱۸ع کے آخر میں بادشاہ سے
رخصت ہوا

اور جس مال و متاع کو حاکم لینا چاہتا تھا تو حسب مراد اپنی قیمت لٹکا کر چھت لینا تھا یہاں تک کہ اس انگلستانی ایلچی کی تعظیم و تکریم اور نہایت مہمان نوازی عمل میں آئی مگر اُس کے اسباب کی تلاشی لی گئی اور کئی چیزیں باشارت حاکم اُس میں سے † اور اُٹائی گئیں یہ ایلچی متاع سورت سے برہان پور اور چتور گڈہ کی راہ سے اجمیر کو گیا تھا اور بھدورت اس راہ کے اُس کو دکن کے ملک میں جہاں لڑائی پڑے دھوم دھام سے قائم تھی اور نیز والی موار کی قلعہ میں جہاں ابھی لڑائی پوری ہو چکی تھی گذرنا پڑا مگر کسی جگہ کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئی ہاں پہاڑی لوگوں سے کچھ تکلیف سنے اوتھائی جو اُس وقت میں بھی پریشانی کے زمانہ میں راہ رستوں کو خطر ناک کرتے تھے جیسے کہ اب بھی اُن کی لوت مار سے راہوں کے ادھر اودھر جان مال کا کھٹکا لگا رہتا ہی *

دکن میں شہروں کی تباہی ویرانی اور اراضیات کی ہیکاری نامزدی کے بڑے بڑے نشان موجود تھے اور برہان پور کی یہ صورت تھی کہ وہ شہر پہلے وقتوں میں نہایت عمدہ تھا اور بعد اُس وقت کے بھی بہت عمدہ چلا آیا مگر اس ایلچی کے وقتوں میں ایسا تھا کہ پانچ چار مکان اُس میں پختہ تھے باقی تمام مکان اُس میں مٹی کے پوانے جھوڑے تھے * اور شاہزادہ پروریز کا دربار جو برہان پور میں ہوتا تھا کسی طرح کی شان شوکت نہ رکھتا تھا *

وہ ایلچی بعضے ایسے شہروں پر گذرا کہ وہ شہر ویران پڑے تھے اور وہاں کے باشندے چھوڑ چھوڑ اُس کو چلے گئے تھے اور بعض بعض

† یہ بات بیان کے قابل ہی کہ یہ حاکم ذوالفقار خان نامی انگریزوں سے عداوت رکھتا تھا اور حال میں اُس نے پرتگال والوں سے یہ اقرار کیا تھا کہ اپنے علاقہ کے بندر گاہ سے انگریزوں کی کشتیاں خارج کروٹکا مگر اس اقرار نامہ کو بادشاہ نے مہم فزکا اور وہ حاکم سلطانی اطاعت کے لحاظ و جہت سے انگلستانی ایلچی کی تواضع تعظیم میں بظاہر سرگرم رہا اور م صاحب کی تاریخ جلد ۳ صفحہ ۳۱۱

شہروں کو اُس نے آباد و شاداب پایا اور دونوں شہروں کے مقابلہ سے حیران و پریشان رہا منجملہ اُن ویران شہروں کے بعض بعض شہر ایسے بھی تھے کہ وہ کسی وقت میں دارالحکومت بھی تھے اور اُن شہروں کے قنزل سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ باقی ملک بھی ویران و خراب تھا اکبر کے مرنے سے انتظام اُس کے ملک و ممالک کا بہت جلد کنزل پکڑتا چلتا تھا چنانچہ صوبوں کی حکومتوں کا ٹھکانا ہوتا تھا اور حاکم لوگ اکراہ و زبردستی سے روپیہ وصول کرتے تھے اور بڑے بڑے ستم قشاقے تھے اگرچہ یہ ایلچی معقول پسند اور سنجیدہ نگار ہی مگر دربار چھانگیر کی شان شوکت کو اُس نے بڑی زیادہ گڑھی سے بیان کیا چنانچہ اُس نے چھانگیر کے امور کی خوش اخلاقی اور بے تکلفی اور اُن چلاسوں کے انتظام و تکلف کی خوبی بڑے مبالغہ سے بیان کی جو اُسکی بخاطر منعقد ہوئے تھے ہاں یہ بات ضرور ہی کہ تعظیم و تکریم اور مدارات و تواضع اُسکی طرح طرح سے عمل میں آئی اور اُن مختصر تحفہ تحائف کے لحاظ سے جو اُس نے بادشاہ اور اُس کے امیروں و وزیروں کے پیشکش کیے اور اُس تھوڑی بہار کی حیثیت سے جو ہمراہ اُس کے تھے یہ تو تم نہ تھے کہ ایسی جگہ جہاں جہاں و جلال کے زور و شور اور شان و شوکت کی دھوم دھام تھی بات اُس کی پوچھی جتاے اور او بہت اُس کی بخوبی پہچانتے غرض کہ یہاں تک قدر اُس کی کی گئی کہ وہ ایسے ادب تسلیمات سے معاف کیا گیا جو تھوڑی بہت ذات و خفت سے نکالی تھی اور عام درباروں میں عمدہ مقام اُس کو دیا گیا اور بے تکلف آشنائی کی مانند اُسکو اجازت دی گئی کہ وقت بے وقت اویسے سوڑے اندھیرے اور چالے بادشاہ کی خدمت میں جیسا جی چاہے حاضر ہوا کرے *

+ مانتو اور گردا ایسے شہر تھے جنکا بیان اُس ایادی نے بڑی تعریف سے لکھا ہے چنانچہ مانتو مالوہ کا دارالحکومت تھا اور سال اُس کا اب بھی لوگوں کو معلوم ہی مگر گردا جو صوبہ اجمیر میں کسی راجپوت راجہ کا دارالحکومت تھا ایسا شہرہ آفاق نہیں ہوا

خاص خاص وقتوں میں جو بادشاہ کی کیفیت اُس نے ملاحظہ کی وہ اُس شان و شوکت کے متخالف تھے جس کو بادشاہ کے چاروں طرف وہ عام وقتوں میں دیکھتا تھا یعنی بادشاہ اپنے خاص وقتوں میں چہوٹے سے بست چڑاؤ تخت پر جس میں ہیرے لال موتی جڑے ہوتے تھے بیٹھتا تھا اور سونے کی دکابیاں اور گلدان مرصع اور چڑاؤ صراحیوں آگے رکھی جاتی تھیں اور ہم پیالہ اور ہم نوالہ یا اُس کے ایسے متوالے ہو جاتے تھے کہ دو چار آدمیوں اور ایلچی مذکور کے علاوہ جو کمال احتیاط سے می خورای کرتے تھے اور دو چار پیالوں سے زیادہ نہ پیتے تھے اپنے آپ میں فرہمے تھے اور بادشاہ اُس قدر پیتا تھا کہ جب تک وہ نیند کے مارے بے قابو نہ ہو جاتا تھا تب تک جام و صراحی سے ہاتھ اپنا نہ اٹھاتا تھا اور جب کہ نیند اُس کو آجاتی تھی تو چراغ گل کیئے جاتے تھے اور لوگ باگ ادھر ادھر چلے جاتے تھے اور ایسے موقعوں پر بادشاہ اپنے جلیسوں پر زیادہ عنایت کرتا تھا اور چوں چوں شراب کا نشا بڑھتا جاتا تھا اسی قدر عنایتوں کی توجہ زیادہ ہوتی تھی چنانچہ اُس نے ایک مرتبہ سارے مذہبوں کا بڑی آدمیت سے ذکر کیا اور بعد اُس کے بلا تہاشا رونے لگا اور اُس کے مختلف مختلف شوقوں نے ظہور کیا یہاں تک کہ بیٹھے بیٹھے ادھی رات آگئی *

حاصل یہ کہ یہہ اختلاط کی باتیں اور ساری بے تکلفی رات کو ہوتی تھیں مگر صبح تک باقی نہ رہتی تھیں چنانچہ ایک بار ایک درباری نے کہام کہلا اپنے بوائی لوگوں کے سامنے رات کے جلسہ کا مزا بے تمیزانہ کچھ بیان کیا تو جہانگیر انتہاں ہی گیا اور علانیہ یہہ فرمایا کہ کن لوگوں نے خلاف قانون عمل کیا غرض کہ جن جن لوگوں کا نام لیا گیا وہ پکڑے آئی اور کوزوں سے ہٹوائے گئے یہاں تک کہ ایک شخص اُن میں سے سرگیا غرض کہ عام مرتعوں پر اسقدر قالوں کا پابند رہتا تھا کہ ایسے آدمی کو سامنے نہ چھوڑتا تھا جسکے دم سے یا کسی اور ملامت

سے شراب پینے کا اشتباہ اُس کی نسبت ہوتا تھا مگر یہ مکر اُسکا متعص ہے کار اور پہنچا دیا تھا اس لیے کہ وہ بھی آج کل کے بڑے آدمیوں کی مانند اخبار نویسوں اور خفیہ نگاروں سے گہرا رشتہ تھا چنانچہ جو کام ایسا ویسا چھپ چھپا کر وہ کرتا تھا دوچار گھنٹوں کے بعد اُس کی اطلاع ادھر ادھر ہو جاتی تھی اور بستی کے سارے چھوٹی بڑے واقف ہو جاتے تھے یہاں تک کہ چھوٹی سے چھوٹی بات اُسکی متعصی نہ رہتی تھی *

معلوم ہوتا ہے کہ بارمف امر مذکور الصدر اور خلاف ادمیت کی چند اور باتوں کے اس ایلچی نے بادشاہ کو ایسا نہ سمجھا کہ وہ عمدہ خیالات اور اچھی سمجھ بوجھ سے خالی ہر وہ اگرچہ اُس کی سمجھ بوجھ کی خوبی اور سوچ بچار کی ہختگی کو اُن دو چار بیوقوفوں کے صادر ہونے سے ہٹا لگتا ہے جن کو اب اُس ایلچی نے بیان کیا چنانچہ منجملہ اُن ناشایستہ حرکاتوں کے ایک حرکت یہ بھی تھی کہ بندرگاہ سورت سے اُس ایلچی کے اسباب کی گاریاں اُٹی تھیں جن میں کھانے پینے کا سامان اور بادشاہ اور اُس کے درباریوں کے تختہ تختایف اور اُن سوداگروں کے اسباب بھی شامل تھے جنہوں نے بادشاہی چوکی پہرے کی نظر سے اسباب اپنا بھی اُس کے اسباب کے ہمراہ کر دیا تھا بادشاہ نے اُن گازیوں کو اپنے سامنے کھلوا دیا اور بچوں کی مانند ایک ایک کر کے دیکھا اور جب کہ وہ ایلچی اس نظر سے سخت برہم ہوا کہ بادشاہ نے عام دیانت پر بھی ترجیح نہ فرمائی تو اُس کے ٹھنڈے کرنے کے لیے ایسے پھیکے پھیکے عذر اُس نے پیش کیے کہ شان سلطنت کے شایاں و مناسب نہ تھے اگرچہ اُس ایلچی نے بعض بعض درباریوں کا حال اچھا بھلا بیان کیا مگر ہیئت متعصی کی حیثیت سے کل درباریوں کو ایسا لکھا کہ چال چلن اُن کے ٹھیک ٹھاک نہ تھی اور چال ڈھال اُنکی قانون قاعدوں کے پا بند نہ تھی اور بڑے بڑے کام اُن کی طبیعتوں میں

وچ بیچ گئے تھے اور یہاں تک غفلت شعاری تھی کہ جس کام کے لیے یہہ ایلچی آیا تھا وہ دو برس تک جھمیلے میں پڑا رہا اور جب کہ اُس نے نہایت زچ بیچ ہو کر آصف خاں کو ایک بہاری موتی بطور رشوت کے بھیج دیا تو اُس کا بخوبی پورا ہوا اور کوئی بخوشہ باقی نہ رہا یہہ ایلچی اور اُس کے ہم عصر ایسا بیان کرتے ہیں کہ اسی وقت سے دلیری دلاری نے قنزل پکڑا اور پتھان اور راجپوت ہی آسوت میں بہادر سپاہی گئے جاتے تھے + *

جہانگیر کے عہد و دولت میں دستکاری کے فنوں نے ایسی ترقی پائی تھی کہ وہ ترقی ہندوستان کی مخصوص صنعتوں پر منحصر نہ تھی بلکہ وہ لوگ اور ملکوں کی صنایع کو بھی سانچہ میں ڈھالتے تھے چنانچہ سرٹامس رو صاحب کے تحفوں میں ایک انگریزی گاڑی تھی بعد اُس کے تھوڑے دنوں گذرنے پر بہت سی گاڑیاں ایسی پھیل گئیں جو صنعت کی رو سے برابر اور کام اور مصالح کی نظر سے انگریزی گاڑی کی نسبت زیادہ عمدہ اور معقول تھیں اور اسی ایلچی نے ایک تصویر بھی بادشاہ کی فذر کی تھی جس کی نقلیں تھوڑے دنوں کے بعد اتنی بہت ہو گئیں کہ جب بادشاہ نے اُن نقلوں کو اُس ایلچی کے سامنے پیش کیا تو اُس ایلچی کو اصل تصویر کی شناخت میں بڑی دقت پیش آئی + بہت سے یورپ والی بادشاہ کے دربار میں آتے جاتے تھے اور اُن کے دین و مذہب کی رو رعایت کی جاتی تھی بادشاہ کے تصویر خانہ میں مسیح علیہ السلام اور حضرت مریم کی تصویریں سب تصویروں سے

+ سرٹامس رو صاحب اور ٹری صاحب اور ہاکنز صاحب

+ یہہ ایلچی مالوہ اور تنفہ تعایف کے تاریخانہ تصویروں اور فضا کی تصویروں اور ایسی تصویروں کو نذر کرنا مناسب سمجھا جو اندھیری رات میں ایسی معلوم ہو رہیں کہ گویا وہ شمع کی مانند چمکتی ہیں اور اُن کا عمدہ ہونا ضروری بتایا ہی اس لیے کہ ہندوستانی لوگ اُن کو ایسا ہی خوب سمجھتی ہیں جیسا کہ ہم لوگ اُن کو پہچانتے ہیں

بالا رہتی تھیں اور اُس کے دو بھتیجیوں نے اُس کی رضا و رغبت سے عیسائی مذہب کو اختیار کیا تھا۔ دربار کی زبان تو فارسی تھی مگر سارے لوگ ہندوستانی بولتی تھیں اور ہاکنر صاحب نے جو صرف ترکی زبان سے دھبی واقف تھا بادشاہ اور خاندانوں کو ترکی زبان کا ماہر پایا۔

معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر ڈامس صاحب ایلچی اور سارے درباریوں کو کوئی خیال اس قدر پیش نظر نہ تھا جیسا کہ شاہزادہ خسرو کا خیال اُن کے سامنے حاضر رہتا تھا اور اُس کی مصیبتوں کے مقابلہ میں اُس کی برائیوں کا تصور بھی نہ آتا تھا اور اُس کو ہر طرح سے لائق فائق سمجھا جاتا تھا اور یہ حال اُن کا تھا کہ جب کہی بادشاہ کی عنایت کا کوئی نشان اُٹھایا جاتا تھا تو اُن میں جان آجاتی تھی اور نہایت خوش ہو جاتے تھے اور جب بادشاہ اُس کے بدخواہوں کا کہنا مانتا تھا تو وہ لوگ افسردہ ہو جاتے تھے یہاں تک کہ یہ سمجھا جاتا تھا کہ اگرچہ بادشاہ اصف تھا اور نور جہاں بیگم کی فتنہ و فطرت اور شاہجہاں کے رعب داب سے کہلا بات اپنی جفا نہیں سکتا مگر حقیقت میں جی اُس کا بھی شاہزادہ خسرو سے لگا ہوا ہے || علاوہ اور سببوں کے خسرو کا تعلق سے محروم کرنا اس لیے بھی بہت عام پسند نہوا کہ وہ شاہجہاں کے حق میں مفید ہوا اور وجہ اُس کی یہ تھی کہ اس ایلچی کے قول کے موافق بعض آدمی شاہجہاں کی

کی در صاحب ہاکنر صاحب کو صاحب فرید صاحب

|| اس انگلستانی ایلچی نے ایک دفعہ خسرو سے ملاقات ایسی وقت میں کی کہ خسرو فوج کے ہمراہ تھا اور کوئی نظر بندی اُس پر نہ تھی کرسی کے موسم میں درخت کے تلے ٹھہرا اور اُس نے ایلچی کو بلایا چہرہ مہرہ اُس کا خوب صورت اور جسم اُس کا نازک اور لطیف تھا اور تازہ تھی اُس کی ناف تک پورنچی تھی مگر اُس کو یہ معلوم نہ تھا کہ دنیا میں کیا ہر رہا ہے اور نہ اُس کو انگریزوں کی اور نہ ایلچی کی آگاہی تھی

خوشامد کرتے تھے اور بعضے کہلم کہلا متخالف تھے غرض کہ کوئی آدمی شاہجہاں سے جیمین راضی نہ تھا یہاں تک کہ اس ایلچی نے بھی اس کو مغرور اور متعصب اور ستمگر بیاں کیا مگر جو کہ شاہجہاں کے چال چار سے لیاقت و ہوشیاری کے سوا کوئی بات ایسی ویسی واضح نہوتی تھی نو غلب یہہ ہی کہ اس کے عام پسند نہونے کا باعث یہہ ہوگا کہ وہ غرور و نخوت اور سکوں و متانت کے مارے بے تکلف کسی سے ملتا چلتا نہ ہوگا چنانچہ یہی ایلچی کہتا ہی کہ مہینے اپنی آنکھوں سے ایسا روکھا سوکھا آدمی جس کے چہرہ مہرے سے متانت مترشح ہوتی ہو اور ہسنے مسکرانے کا نشان اس کے لبوں پر نہایا جاوے اور اس کی نظروں سے کسی کی تعظیم و تکریم بھی نہ کھلی اور سر سے ہانڑوں تک غرور کا پتلا سمجھا جاوے شاہجہاں کی مانند اپنے پرائی ملکوں میں آج تک نہیں دیکھا اور باوصف اس کے کہ یہہ شاہزادہ اس زمانہ میں پچیس برس سے زیادہ کا ہوگا *

شاہجہاں کو یہہ اندیشہ ہوا ہوگا کہ ہرروز اس کا بڑا بھائی حریف اس کا ہو سکتا ہی اور حقیقت بھی یہی تھی کہ ہرروز اسکا بڑا بھائی بڑے ہونے کی جہت سے رشک و حسد کے قابل تھا مگر بقول اس کے کہ بزرگی بمقتل است نہ بسال شاہجہاں کی ان عمدہ لیاقتوں کا کوئی بڑا مقابلہ نہ کر سکتا تھا جو نور جہاں کی رعب داب سے اعانت پاتی رہتی تھیں *

جب کہ اس شہزادہ بلند اقبال کو ماہ اکتوبر سنہ ۱۶۱۶ع مطابق ذیقعدہ سنہ ۱۰۲۵ ہجری میں دکن کی ۱۰۰۰ تنویض ہوئی اور شاہجہاں کے خطاب سے معزز و ممتاز ہوا تو اس کے بڑے بھائی ہرروز کی رہی سہی امید اچھی طرح منقطع ہو گئی شاہجہاں کو بڑے بڑے اختیارات اس موقع پر حاصل ہوئے اور خود جہانگیر اس غرض سے ماندوں تک ساتھ اس کے گیا کہ اگر کوئی ضرورت پیش آئے تو ضرورت کے وقت امداد اسکی بلا تکلف کرے *

یہ ایلچی بادشاہ کے ہمراہ منزل بہ منزل گیا اور جو حال اُس نے کوئیچ ہڑا کی بابت بیان کیا وہ اُس بیان کے مخالف ہی جسکو حسن انتظام اور قاعدہ دانی کی رو سے پہلے اُس سے قلمبند اُس نے کیا تھا چند لمحہ بیان اُس کا یہم ہی کہ جب دربار اور لشکر کے آدمی مقام کرتے تھے تو اُن میں قاعدہ کی پابندی بدستور ہوتی تھی مگر بار برداریوں کی قلت سے بڑی پریشانی اور دشواری پیش آتی تھی یہاں تک کہ ایران کا ایلچی اور یہی ایلچی بار برداری کے نہ ہونے سے چند روز اجمیر میں پڑے رہے اور سپاہیوں اور ہمرانوں کے قیروں کو اس غم سے جلاوا گیا کہ وہ آگے بڑھنے میں کوتاہی نہ کریں اگرچہ ٹوٹے پھوٹے سامانوں سے چلے جاویں اور کوچ کے وقتوں میں ایسی بے انتظامی پہیلتی تھی کہ بعض بعض وقتوں میں پانی کی کوتاہی ہوتی تھی اور پہاڑوں اور جنگلوں میں طویل طویل اور دشوار و صعب گزار کو چوں کے مارے اونٹ اور گاڑیاں ٹوٹی پھوٹی رستوں میں ہڑی رہتی تھیں اور منزل پر پہونچنا انکا نہایت دشوار ہوتا تھا *

دکن کا رنگ قہنگ اس شاہزادہ کے حق میں نہایت مفید ہوا اِس لیے کہ ملک عنبر سے گمنام آدمی کے فروغ پانے سے اُسکے متفق بادشاہوں بلکہ خاص اُسی کے سرداروں میں رشک و حسد کا مضمون شایع ذایع ہوا تھا چنانچہ ان نزاعوں کے باعث سے ملک عنبر نے شاہجہاں کے مقابلہ میں شکست فاحش کھائی اور شکست کے پڑنے سے اُس کے رفیقوں کے دل نہایت شکستہ ہوئے یہاں تک کہ جب شاہجہاں دکن میں داخل ہوا تو اُس نے بیجا پور والے بادشاہ کو متفق بادشاہوں سے علاحدہ کیا اور کرنی دشواری اُس میں پیش نہ آئی اور جبکہ ملک عنبر نے یہم معاملہ دیکھا کہ رفیق اُسکو چھوڑ گئے اور وہ تنہا رہ گیا تو کام نا کام اُس نے ماہ مارچ سنہ ۱۶۱۷ ع مطابق ربیع الاول سنہ ۱۰۲۶ ہجری

+ جہانگیر کی ہمراہی میں اس ایلچی نے وہ سب مصیبت اُٹھائی جو ایک بڑی حکومت اور نامراتق آب و ہوا سے اُٹھانی پڑتی ہی

میں نظام بہادر شاہ اپنے نام کے بادشاہ سمیت اطاعت کا غاشیہ اپنے دوش سعادت پر رکھا اور احمد نگر اور علاوہ اُسکے اُن ملکوں کو تسلیم کیا جنکو بادشاہی ملازموں کے دخل و تصرف سے نکال کر اپنے قبض و دخل میں داخل کیا تھا غرضکہ شاہجہاں اس لڑائی کو اس حسن خوبی سے خاتمہ پر پہنچا کر مانتو کو روانہ ہوا اور بارہ مہینے کے اندر اندر جب سے کہ دونوں باپ بیٹے یعنی جہانگیر اور شاہجہاں اجمیر سے الگ ہوئے تھے باپ کی قدم بوسی کو حاضر آیا مگر جہانگیر اُس زمانہ میں سیر گجرات کو گیا اور برس روز اُس جگہ ٹھہرا رہا اور اس صوبہ کی نیابت سلطنت کو اُن حکومتوں پر زائد کیا جو شاہجہاں کو پہلے سے حاصل تھیں یعنی شاہجہاں کو گجرات کی نیابت سلطنت بھی عنایت فرمائی * ستمبر سنہ ۱۶۱۸ع میں جہانگیر گجرات سے روانہ ہوا اور پچھلے دو برسوں یعنی سنہ ۱۶۱۹ع اور سنہ ۱۶۲۰ع میں کشمیر کے سفر اور کرٹ کانڑہ کی فتح اور بغارت پنجاب کی گوشمالی کے سوا کوئی عمدہ واقعہ واقع نہیں ہوا *

دکن کے دوبارہ فسادوں کا بیان

جب کہ بادشاہ ولدی کشمیر میں رونق افروز تھا تو سنہ ۱۶۲۱ع مطابق سنہ ۱۰۳۰ھ ہجری میں اُس کو یہہ پرچا لگا کہ دکن میں لڑائی دوبارہ شروع ہوئی معلوم ہوتا ہی کہ یہہ لڑائی ملازمان بادشاہی کی چھتر چھتر بدون خود ملک عنبر کی طرف سے قائم ہوئی تھی یعنی ملازمان سلطانی کی سہل انکاری اور غفلت شعاری سے یہہ ترنگ اُسکے جی میں اُٹتی تھی اس لیے کہ اُسکو کشادہ ملکوں کے قبض و تصرف کرنے اور بادشاہی فوج والوں کو بڑھان پور تک بھگانے میں کوئی دقت پیش نہ آئی اور فوج بادشاہی کے سرداروں نے بڑے زار نالی سے اعانت کی درخواست اپنے ولی نعمت کی خدمت میں روانہ کی چنانچہ شاہجہاں کو حکم ہوا کہ بڑی فوج لیکر اعانت خواہوں کی اعانت کرے

غرضکہ شاہنشاہان سرحد پر پہونچنا اور ذخیروں کے بہم پہونچانے کو بہت سے خزانے جمع کیئے مگر کسی شک شبہہ کے پیدا ہونے سے وہ آگے نہ بڑھا اور یہہ مقرر کیا کہ جب تک کہ خسرو اُسکے حوالہ نکلیا جارہا اور وہ ہمراہ اُس کے نہ ہوگا تب تک قدم آگے نہ رکھیکا غرضکہ مراد اُسکی پوری ہوئی اور اُس نے معمولی لیاقت سے کام اختیار کیا شاہنشاہان کے مالوہ میں پہونچنے سے پہلے ملک عنبر کی فوج کا ایک ٹکڑا نرپدا وار آکر آیا تھا اور مائند کے حوالی شہر کو چلا پہونک کر خاک سیاہ کر چکا تھا مگر جب کہ شاہنشاہان آگے کو بڑھا تو وہ ٹکڑا بھاگ اور شاہنشاہان نرپدا وار آکر اور لڑائی کے کام کاج کو حملہ آوروں کے قاعدوں پر شروع کیا اور ملک عنبر نے بھی اپنے معمولی دستور کو سنبھالا یعنی رسدوں کا روکنا اور متفرق نوکروں کو مارنا شروع کیا اور بادشاہی فوج کے داہیں بائیں مار دھار کے واسطے لوگ اپنے متعین کیئے اور طول طویل کوچوں کے ذریعہ سے بادشاہی لوگوں پر چھاپے مارنے کا ارادہ کیا مگر شاہنشاہان کو ہمیشہ چوڑنا پڑا اور آخر کار ایسی عام لڑائی ہو مچوڑا ہوا کہ جس سے قصہ پاک صاف ہو جاوے غرض کہ ملک عنبر نے شکست فاحش کھائی اور بہت بڑا نقصان اٹھایا *

اگرچہ لڑائی کے کھیت میں شاہنشاہان کی جیت رہی اور میدان میں اُس کو فوقیت حاصل ہوئی مگر ملک کی تباہی ویرانی سے کامیابی میں بڑا خلل پایا اور اسی نظر سے جب ملک عنبر نے آشتی چاہی اور پہلی ملحدوں کے علاوہ اور ملک بھی دینے شروع کئے اور کچھہ زہیہ بھی دینے کیئے نو شاہنشاہان نے بہت غنیمت سمجھا اور درخواست اُس کی منظور کی *

اس کامیابی پر تھوڑے دن گذرے تھے کہ بادشاہ کو دمہ کا روگ لگا اور اسی بیماری کے باعث سے عمر بھر تکلیف اٹھاتا رہا یہاں تک کہ تھوڑے دنوں ایسے خطرہ میں مبتلا رہا کہ بظاہر تخت کے چاند خالی ہو جانے کا گمان ہوتا تھا *

شاہزادہ پرویز اس حال نزار کو سنکر اپنی حکومت گاہ سے دوزا آیا مگر جہانگیر نے اُس کو برا بھلا کہہ کر وہیں اڑتا بھیجا اور شاہجہاں کو باپ کی شفا سے پہلے ایسے اڑے وقت میں استدر فرصت نہ ملی کہ وہ بھی پرویز کی مانند افتان و خیز باپ کے سرھائے پہونچتا مگر ایسے بڑے وقت میں ماہ ستمبر سنہ ۱۶۲۱ ع مطابق سنہ ۱۰۳۰ ہجری کو شاہزادہ خسرو کے مرجانے سے اُس کے حریف شاہجہاں پر زور و ظلم کا بڑا شک شبہ ہوا جسکے ہاتھوں میں وہ متوفی گرفتار تھا ہاں ہمکو بے سوچے سمجھے یہہ مناسب نہیں کہ ایسے آدمی کی زندگی کو جو کسی داغ دہی سے کہی داغدار نہوئی ایسا گہرا گہارا دھما لگایا جاوے جو عمر بھر چھٹانے سے نہ چھٹی *

اگرچہ خسرو کے مرجانے سے یہہ بات تو حاصل ہوئی کہ شاہجہاں کی تخت نشینی میں کسی قسم کا شک شبہ باقی نہ رہا مگر وہ ایسی مصیبتوں خطاروں میں مبتلا ہوا جو اُسکی تباہی کے باعث بڑے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ دکن کی روانگی سے پہلی شاہجہاں کے رعب داب کو نور جہاں کی امداد و اعانت سے بڑی تقویت پہونچتی تھی مگر جب کہ شاہجہاں دکن کو چلنے لگا تو نور جہاں نے اپنی بیٹی کا رشتہ جو شہر انکن خاں کے نطفہ سے پیدا ہوئی تھی جہانگیر کے چھوٹے بیٹے شہزاد سے کر دیا۔ اور یہہ نہا رشتہ نور جہاں کی میل و رغبت کو دور کے رشتہ دار بھتیج جنوائی یعنی شاہجہاں سے قطع کرنے کے لئے کافی ہوا علاوہ اُس کے نور جہاں کے قطع رغبت اور تبدیل محبت کا یہہ خیال ہی باعث ہوا کہ وہ رعب داب اُسکا جو آج کل حاصل ہی شاہجہاں سے چالاک شاہزادے پر بنا نہ رہیکا نور جہاں کا باپ معقول باتوں سے لاگ ڈانت اُس کی کرتا رہتا تھا چنانچہ جب تک وہ زندہ رہا تو نور جہاں حد اعتدال سے خارج نہوئی مگر جب کہ باپ اُسکا گذر گیا تو اُس نے پیمت سے پانو نکالے اور بادشاہ پر بڑی حکومت کرنے لگی اور

کسی بندش کی پابند نہ رہی علاوہ اسکے اصل خاں شاہجہاں کا خسر اوس کا بھائی اُسکی مرضی کا آلہ ہوا غرض کہ نور جہاں نے ایسی بے پایاں قوت کو چھوڑنا مناسب نہ سمجھ کر یہہ ارادہ کیا کہ جس طرح بن ہوئے شاہجہاں کی تخت نشینی کو خاک میں ملا دے چنانچہ خسرو کی وفات اور جہانگیر کی شدت مرض سے بدبوئی واقع ہو کر اُن ذریعوں کے کات تراش میں کوتاہی نہ کی جن کی بدولت شاہجہاں کو یہہ پایہ نصیب ہوتا کہ وہ اُسے مقابلہ پر غالب آوے *

غرضکہ اس ارادہ کے پورا کرنے کا یہہ موقع ملتا ہوا تھا کہ جب ایرانیوں نے قندھار پر قبضہ کیا تو نورجہاں نے جہانگیر کو یہہ فترا سوچایا کہ اس بڑی مہم کے قابل وہ شہزادہ ہی جس نے دکن کو فتح کیا اور وہی اقبالند اس موروثی ملک کے پہلی قبضہ کو بحال کرنا چنانچہ سنہ ۱۶۲۱ع مطابق سنہ ۱۰۳۱ ہجری میں شاہجہاں نے پہلے پہلے تو اس مہم پر جانا قبول کیا اور مانڈو تک پہنچ گیا مگر جب کہ اُس نے یہہ سوچا بھجرا کہ مہم کو ایسے ملک سے نکالنا منظور ہی جیسو رعب داب اپنا بیٹھا ہی اور ایسی مہم پر بھیجنا غرض ہی جو نہایت سخت اور بڑی دور دراز واقع ہوئی ہے تو اگے کو نہ بڑھا اور موسم کی خرابی اور فوج کے اچھے نہ ہونے کا غرر اُس نے پیش کیا اور ہندوستان سے باہر جانے پر یہہ شرط اُسے لکائی کہ میرا راستہ اتفاق بنا رہے اور جہانگیر کے کانوں میں یہہ بات پہونکی گئی کہ ان شرطوں کے ٹھہرانے کا باعث یہہ ہی کہ اُسے خود مستحاری کا ارادہ کیا جہانگیر نے جواب اُسکا یہہ کہلا بھیجا کہ اپنی فوج کا برا حصہ دارالسلطنت کو روانہ کرے کہ وہ تیرا شہر یار کی زیر حکومت ہو کر قندھار کو روانہ کیا جاوے اور بڑے بڑے افسروں کے نام اس مضمون کے پروانہ جاری کیئے کہ شاہجہاں کو چھوڑ کر شہر یار کے لشکر میں حاضر ہارویں حاصل یہہ کہ جب وہ حکم شاہجہاں کو پہونچا تو اُس نے باپ کو کڑے کڑے فترے لکھے اور حصول ملازمت کی اجازت

چاہی مگر جہانگیرا و سکی ملازمت پر راضی نہ ہوا اور دکن کی واپسی کا حکم صادر فرمایا اور اس بحث و تکرار کے زمانہ میں ہندوستان خاص کی جاگیریں شاہجہاں کے نام سے منتقل کر کے شہر یار کے نام پر معین فرمائیں اور اس تجویز و تہین میں شاہجہاں سے ہو چھا گنچھا نہ گیا بعد اوسکے شاہجہاں کو یہہ حکم گیا کہ منتقلہ جاگیروں کی برابر دکن گجرات میں جاگیریں پسند کرے اور جب کہ یہہ معاملہ دور تک پہونچا تو نور جہاں بیگم اپنے بھائی اصف خاں شاہجہاں کے خسر کی جنگی لیاقتوں اور مقدمہ مذکورہ بالا میں اُسکی گرمجوشی پر بھروسہ نکر کے مہاراجاں کو بلانا چاہا جو ترقیات روز افزوں کی بدولت روز بروز بڑھتا جاتا تھا اور اب تک اصف خاں کا جانی دشمن چلا آتا تھا مختصر یہہ کہ اصف خاں کابل سے بلایا گیا اور دربار میں حاضر ہونے پر بڑی بڑی عنایتوں کا مورد ہوا اور بڑا اعتماد اُس پر جتایا گیا *

اسی حیسب بیص کے شروع میں جہانگیر کشمیر سے واپس آیا جو دربارہ اُس کے سیر و تماشے کو گیا تھا اور اکتوبر سنہ ۱۶۲۲ ع مطابق سنہ ۱۰۳۱ ہجری میں دربار اپنا خاص لاہور میں اس غرض سے مقرر کیا کہ ضرورت کے وقت آپ بھی موجود رہے *

شاہجہاں کی بغاوت کا بیان

جہانگیر اور شاہجہاں کے درمیان اسی عرصہ میں پیک و پیغام جاری رہے مگر آشتی کی جگہ پیک و پیغام پر یہہ اثر مترتب ہوا کہ بہت سے اس شبہہ میں قتل کرائے گئے کہ وہ شاہجہاں سے موافقت و سازش رکھتے ہیں اور جب کہ شاہجہاں نے یہہ یقین کیا کہ اب اپنی قسمت پر مہر لگ گئی تو ماندو سے فوج اپنی لیکر آگرہ کو روانہ ہوا اور جہانگیر نے بھی اس خبر کے سنتے ہی فیروزی سنہ ۱۶۲۳ ع مطابق سنہ ۱۰۳۲ ہجری کو لاہور سے کوچ کیا چنانچہ دارالخلافہ دلی سے گذر کر شاہجہاں کے لوگوں سے بیس میل اُدھر جا پہونچا شاہجہاں بلوچ پور

واقع جنوب دلی میں دلی سے چالیس میل کے فاصلہ پر ہوا تھا بعد اُس کے موات کے پہاڑوں میں چلا گیا جو بلوچ پور کے متصل واقع تھے اور اپنے لوگوں کو جا بجا ایسا معین کیا کہ اُس بادشاہی فوج کو پہاڑوں کے آنے سے روکے جس کو بادشاہ نے تفریق وار اُس کی تلاش و جستجو میں چلتا کیا تھا غرض کہ ایک ایسی ملکی پہاڑی لڑائی ہوئی جس سے کچھ فیصلہ نہ ہوا کہتے ہیں کہ بعد اُس کے خط و کتابت بھی جاری رہی مگر انجام اُس کا یہ ہوا کہ شاہجہاں نے پیچھے ہونے کا ارادہ کیا اور ماندو کی جانب چلتا ہو گیا *

یہ بات اب تک نہیں کہتی کہ شاہجہاں نے پیچھے ہٹنا کیوں پسند کیا تھا اس لیے کہ اُس پورے سے وہ تمام بری باتیں پیش آئیں جو ملکی لڑائیوں میں ہونے سے پیش آتی ہیں جہانگیر اب اجمیر کو گیا اور ایک قوی فوج اپنے بیٹے ہرروز اور مہابت خاں کے زیر حکومت کر کے بھگوتے باغیوں کے تعاقب پر متعین کی اور رستم خاں جس کو شاہجہاں نے چندل کے پہاڑوں کی حفاظت و حراست پر چھوڑا تھا بادشاہی لوگوں سے مل جل گیا اور گہترات کے صوبہ نے اپنے حاکم کو خارج کیا اور خرد شاہجہاں بادشاہی فوج کے ہڑے آنے سے نوبدا پار اتر اور برہان پور کے جانے پر مجبور ہوا مگر مشائخوں نے وہاں بھی چہن سے بیٹھنے نہ دیا اس لیے کہ مہابت خاں نے خط کتابت کے ذریعہ سے شاہجہاں کو دھوکا دیا اور نوبدا پار اتر گیا اور اب خانہ خاناں بھی مہابت خاں سے مل گیا جو اب تک شاہجہاں کے لوگوں میں داخل تھا شاہجہاں نے عین ہر سات کے زور شور میں تلکناہ کی جانب کو پھرنا شروع کیا یہاں تک کہ ماسولی ہاتم کی طرف کو بائیں ارادہ رہی ہوا کہ وہاں سے بنگالہ کو چلا جاوے مگر بہت سی فوج اُس کو چھوڑ کر چلی گئی بعد اُس کے سنہ ۱۶۲۳ ع مطابق سنہ ۱۰۳۳ ہجری کے آغاز میں یہہ برا ستر اختیار کیا اور راج محل تک کوئی مقابلہ اُس کو پیش نہ آیا مگر بنگال کے حاکم سے

واج محتفل ہو لڑائی ہوئی اور اُس نے لڑائی ہاری اور شاہجہاں بنگالہ پر قابض ہوا اور بہار پر بھی قبضہ کر سکا اور اودے پور والے راجہ کے بھائی بہیم سنگھ کے ساتھ ایک تکرار فوج کا اس ارادہ ہو بیٹھا کہ الہ آباد کے قلعہ پر قبضہ کرے *

اسی عرصہ میں پرویز اور مہابھت خاں نے شاہجہاں کو دکن سے نکال کر ہر سات کے مارے برہان پور میں چھ لڑائی ڈالی اور جب اُن کو یہ خبر پہونچی کہ شاہجہاں نے بنگالہ پر بہت جلد قبضہ کیا تو وہ فوج اپنی لیکر الہ آباد کی جانب روانہ ہوئے اور شاہجہاں اُن کے مقابلہ کے لیئے گنگا پار اتریا مگر اس لیئے کہ ملک کے لوگ اُس کے باپ کی مخالفت نہ چاہتے تھے تو اُسکے لشکر کی رستہ پہونچانے اور وار بار اُسکے لوگوں کے آنے جانے کے لیئے کشتیوں کے بہم پہونچانے سے کفارہ کش ہوئے اور اسی باعث سے لوگ اُسکے دل شکستہ ہوئے اور فاقوں کے مارے مرنے لگے چنانچہ نئی بھرتی کے سپاہی جن کو اُس نے بنگالہ میں بھرتی کیا تھا چھوڑ چھاڑ کر بھاگ گئے اور انجام اُسکا یہ ہوا کہ جب مخالفوں یعنی پرویز اور مہابھت خاں سے مقابلہ ہوا تو کمال آسانی سے شکست کھائی اور فوج اُس کی پر اگندہ ہوئی اور پھر دکن میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہوا دکن کا حال ان دنوں اُس کے ارادوں کے حق میں مفید تھا اس لیئے کہ جب شاہجہاں پہلے دکن میں بھاگا گیا تھا تو والی بیٹھا پور اور ملک عنبر دونوں جہانگیر کے ساتھ اپنے عہد و پیمان پر جمے ہوئے تھے اور والی کو لکندہ بھی شاہجہاں کی اعانت پر راضی تھا جب کہ شاہجہاں تلنگانہ سے گذر کر بھاگا جاتا تھا مگر بعد اُس کے والی بیٹھا پور اور ملک عنبر کے درمیان میں ایک جھگڑا کھڑا ہوا جہانگیر نے والی بیٹھا پور کی طرف داری کی اور ملک عنبر نے اُسکی نلافی چاہی چنانچہ وہ بادشاہی صوبہ پر حملہ کرنے اور برہان پور کے اُس پاس لوٹنے کھسوٹنے سے انتقام اپنا لیتا تھا اور شاہجہاں کے بلانے اور اُس کو کام کھلا شریک اپنے کونیکا امداد تھا غرض کہ

ملک عنبر نے شاہجہاں کو برہان پور کے محاصرہ کیواسطے یہ لکھا کہ آپ آسمان محاصرہ کریں چنانچہ شاہجہاں نے قبول کیا اور محاصرہ کی تدبیر کی مگر محصوروں نے بڑا ہتھیار اپنا کیا اور جنوں توں بمقابلہ پیش آئے یہاں تک کہ مہابت خاں اور پوربڑ کے نزدیک پر آجائے سے شاہجہاں اس محاصرہ کے اڑتھانے اور اپنی جان کے بچانے پر مجبور ہوا اور اس کے ہمرایوں نے پہلے کے نسبت زیادہ کفارہ کشی کی اور نصیبوں کی شامت اور کسی قدر تن بدن کی سقامت سے یہاں تک مجبور ہوا کہ باپ کو عریضہ لکھا اور قصوروں کی معافی چاہی اور جمیع احتکامات کی اطاعت کا اقرار کیا جہانگیر نے جواب اس کا یہ لکھا کہ رہنمائی گتہ واقع بہار اور اسیر گتہ واقع دکن جو اب بھی اس کے قبض و تصرف میں تھے ملازمان بادشاہی کو حوالہ اور دارا شکوہ اور اورنگ زیب اپنے درنوں بیٹوں کو بطور اول یعنی فعل ضامنی کے دربار میں روانہ کرے غرض کہ سنہ ۱۶۲۵ ع مطابق سنہ ۱۰۳۳ شمسی میں شاہجہاں نے حکم اس کا قبول کیا باقی جہانگیر نے حسن سارک کا ارادہ شاہجہاں کے ساتھ کیا تو ہرکا مگر وہ ایسے واقعہ کے واقع ہونے سے معلوم نہوا جس کے باعث سے بادشاہی کے سارے کار بار ابتر ہو گئے اور سلطنت کا تہجد بگڑ گیا *

روشنیا فرقے والوں پر شاہجہاں کی چڑھائی اور

مہابت خاں کی کج ادائیگی کا بیان

جب کہ پہلی مرتبہ بغارت کے زمانہ میں شاہجہاں دکن کو ہار کر چلا آیا تھا تو جہانگیر اجمیر سے دلی کو اس یقین پر واپس آیا تھا کہ اب کوئی بڑا خطرہ میری سلطنت کی نسبت باقی نہیں رہا بعد اُسکے دستور کے موافق وہ کشمیر کو گیا اور پھر دوبارہ اگلے برس بھی کشمیر جنت نظیر کی سیر فرمائی اور جب کہ تیسرے برس روشنیا فرقہ والوں نے سر اڑھایا تو اُسکو دیکھ سوچتی کہ بچاے کشمیر کے کابل کا ارادہ کرے اگرچہ فی الفور اُسکو باغیوں کی سر کڑی کی خبر پہونچی اور احمد ابن احدا

اُن کے سرغنہ کا سر بھی اُسکی خد متھیں پھونچا مگر وہ اپنے ارادہ پر جما رہا *

اگرچہ جھانگیر اپنے ارادہ پر جما رہا مگر اُسکے منکر میں یہ نہ تھا کہ وہ اس سفر کو امن چین سے پورا کرے اس لیے کہ جون ہی شاہجہاں نے باپ کی اطاعت قبول کی اور خدشہ اُس کا مت گیا تو نور جہاں بیگم کی غالب طبیعت نے نئے نئے دشمن پیدا کیئے بیان اُس کا یہ ہی کہ غور بیگ کاہل کے باشندے کا بیٹا مہابت خاں اکبر کے عہد سلطنت میں پانصدی منصب کو پھونچا تھا اور جب کہ جھانگیر اُس کی گڈی پر بیٹھا تو اُسکو اُسے بڑے بڑے مرتبوں پر پھونچایا اور بہت دنوں تک لوگ اُسکو اچھا سمجھتے رہے اور اب یہ پایہ اُس کا تھا کہ تمام سلطنت کے چھوٹے بڑے ملازموں میں اُسی کو معزز و ممتاز اور بڑے پایہ والا جانتے تھے اور نور جہاں کے دیکھ جلنے کے لیے ایک بھی بات اُسکی کافی دانی تھی علاوہ اس کے یہ امر بھی غالب تھا کہ پہلے وہ آصف خاں اسکے بھائی کا پرانا دشمن تھا اور اسی لیے اُسکی دوستی کا اعتبار نہ تھا اور اب تھوڑے دنوں سے پرویز کا ساتھی ہو گیا تھا اور خاص اُسی سے واسطہ علاقہ رکھتا تھا غرض کہ نور جہاں کے رشک و حسد کی کوئی وجہ ہر وہ مہابت خاں کے ذمہ ظلم و تغلب کا الزام اُس زمانہ کی بابت جب کہ وہ بنگالہ پر متصرف تھا لگایا گیا اور بغرض جواہر دھنی بادشاہی دربار میں بلایا گیا مہابت خاں نے پہلے پہلے عذر پیش کیا اور اپنی غیر حاضری کا سبب لکھا اور پرویز نے تائید اُس کی کی مگر جب کہ اُس نے اپنی حاضری پر بہت سا اصرار پایا تو پانچ ہزار راجپوتوں سمیت اُس نے ارادہ کیا جنکو اُس نے کسی تدبیر و حکمت سے اپنی خدمت کا وابستہ کیا تھا *

† پرایس صاحب کا ترجمہ توڑک جھانگیری کا صفحہ ۳۰
‡ سر تھامس رور صاحب ایلچی نے سنہ ۱۶۱۶ ع میں اُسکی نسبت یہ لکھا کہ وہ عالی ہمت اور جوانمرد اور فیاض آدمی ہی اور سب لوگ اُسکو عزیز رکھتے ہیں اور بادشاہ بھی اُسکو بہت چاہتا ہی مگر وہ شاہزادہ شاہجہاں کی پروا نہیں کرتا

مہابھت خاں اب تک دربار میں حاضر نہوا تھا کہ اُس نے اپنی بیٹی کا رشتہ برخوردار نامی کسی امیر آدمی سے بادشاہ کی بلا اجازت کر دیا تھا اور قاعدہ یہہ تھا کہ ایسے ہایہ کے لوگ اپنے بال بچوں کا رشتہ ناتا بادشاہ کی بلا اجازت نہ کرتے تھے غرض کہ جھانگیر اس مخالفت سے نہایت برہم ہوا اور برخوردار کو سامنے بلا کر سنکھلی کی اوچھال اوبال سے جواب بھی گالی مامی اوبال اوچھال آتی تھی ننکا کرایا اور جنگلی کانٹوں سے پتھریا اور اُس کے چہیز و سامان کو جو مہابھت نے دیا تھا اُس کے گھر بار اور اسبابوں سمیت ضبط کیا *

مہابھت خاں بادشاہی فوج میں بھونچا اور اُس کو یہہ خبر دی گئی کہ بادشاہ کی حضوری نصیب نہوگی چنانچہ مہابھت خاں نے یہہ سوچ سمجھ کر کہ میری بربادی پہلے ہی سے تھرائی گئی انتظار اس کا کیا کہ وہ اپنی فوج سے بزور و جبر الٹ کیا جاوے بلکہ اُس نے یہہ تھرائی کہ ایسی گزند بھونچائی جاوے جس کی شدت سے اُس کی پوری پوری کامیابی کا یقین ہو جاوے *

اس زمانہ یعنی ماہ مارچ سنہ ۱۶۲۶ ع مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۰۳۵ ہجری میں دریائے جہلم کے کنارے پر بادشاہی فوج پڑی تھی اور کشتیوں کے ذریعہ سے ہار اترنے اور کابل جانے کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور بادشاہ نے اپنے جانے سے پہلے فوج کو دریا پار اس غرض سے بھیجا تھا کہ جب شور و غوغا کم ہو جاوے گا تو امن چین سے پار اترینگے غرض کہ فوج اتر گئی تھی اور ذاتی پھرہ اور خاص خاص ملازم باقی رکھئے تب کہ مہابھت خاں نے صبح کے کھانے سے پہلے دو ہزار راجپوتوں کو مسلح کر کے پل پر قبضہ کرنے کو روانہ کیا اور دو سو دلاویوں کو لپٹی ہوئی آپ اُس طرف کو چاند روانہ ہوا جہاں بادشاہی خیمہ منسوب تھا غرض کہ بادشاہی ملازموں کو اصل و حقیقت کی آگاہی سے پہلے پہلے پرانگندہ کیا اور جھانگیر اسی حالت میں کہ رات کا متوالا تھا اور اب تک ہوش

اُس کو نہ آئے تھے مسلم سپاہیوں کی دوز دھوپ اور انکے ہتیاروں کی کھڑ ہز سے چونکا اور چونکا ہو کر کھڑا ہوا اور تلوار کو سنبھلا اور دائیں بائیں دیکھ کر اصل معاملہ پر ہی لیگیا اور چلا کر بولا کہ او مہابھت خاں دغا باز یہہ کیا بات ہے مہابھت خاں نے زمین ادب کی چومی اور دست بستہ یہہ عرض کیا کہ اپنے متخالفوں کی دان فریاد اور شکوہ شکایت کے لئے اپنے ولی نعمت تک پہنچنا منظور تھا یہاں تک کہ جب کوئی ضرورت نہ پائی تو زبردستی کا طریقہ اختیار کیا کہ بادشاہ اپنے غیظ و غضب کو پہلے پہلے تو روک سکا مگر جب کہ اُس نے یہہ دیکھا کہ ہارصف اس خوشامد درآمد اور زار نالی اور چاہارسی کے مہابھت خاں دینے لچنے پر مایل نہیں تو کام ناکام اس قول کے موافق * مرغ زبرک چون بدام افتد تحمل پایدش * وہ مزاج کو روک تمام کر اپنے پکڑنے والی یعنی مہابھت خاں سے بدل چوٹی پیش آیا اور بقول اُسکے کہ * اگر زمانہ نسازد تو پا زمانہ بساز * زمانہ سازی کی اور نہایت نرمی اور ہڑی سہولیت برٹی اب مہابھت خاں نے یہہ عرض کیا کہ آپ کی سوابی کا رقت آگیا آپ سوار ہو جاویں اور اپنے جہاں مبارک سے لوگوں کو مشرف فرماویں تاکہ بدگمانوں کے شک شبہ رفع ہو جاویں اور شور و غوغا بھی فرو ہو جاوے جہاں گیدر اس بات پر راضی ہوا اور پوشاک بدلنے کے بہانہ سے زمانہ کمرہ میں جانی لگا جہاں یہہ امید اوس کو تھی کہ نورجہاں سے صلاح و مشورت کا موقع ہاتھ آویگا مگر جب کہ وہ اس ارادے سے روکا گیا تو ناچار اپنی جگہ پر طیار ہوا و گھوڑے پر سوار ہو کر راجپوتوں کے نرغہ میں آیا اور راجپوت اوسکو آداب بجالائی بعد اُس کے مہابھت خاں یہہ سوچ سمجھ کر کہ ہاتھی پر بٹھانے سے نظر بندی معقول ہوگی اور اُسکی مہارت پر بھی قابو رہیگا اور فیز اُسکی شان سلطنت کے شایاں ہوگا بادشاہ کی بہت سی منت سماجت کر کے ہاتھی پر بٹھایا اور دو مسافر راجپوت اُس کے دائیں بائیں بٹھلائے

بادشاہی مہاراجوں کے سردار ایک مہاراج نے بادشاہ کو سوار کرتے ہوئے
 دیکھ چاہا کہ بادشاہ کو اپنے ہاتھ پر سوار کرے اور اسی ارادے سے
 راجپوتوں کے حلقہ کو چیر چار کر نکلا مگر مہاراجت خاں کے اشارے سے
 سارا گیا اور منجملہ خاص ملازمان بادشاہی کے ایک ملازم کو بادشاہ کے
 پاس بیٹھنے کی اجازت حاصل ہوئی جو بلاختم اپنے ولی نعمت تک
 نہ پہنچ سکا اور جام و صراحی کا کام اس سے متعلق تھا جو بادشاہ
 کے چہرے کا ضروری سامان تھا *

اور مذکورہ بالا کے واقعہ ہونے سے مہاراجت خاں کے مقابلہ کا الر
 بادشاہ کے دل پر بخوبی پیدا ہوا چنانچہ اس نے کوئی حیلہ
 حوالہ نہ کیا اور مہاراجت خاں کے پیچھے کی جانب کو بلا تکرار
 آگے بڑھا *

اگرچہ نور جہاں اس ناگہانی آفت سے تھوڑی بہت مضطرب تو ہوئی
 مگر اوسان اس کے ٹھکانے رہے اور جب کہ بادشاہ تک رسائی ممکن
 نہ دیکھی تو فی الفور اس نے بھیس اپنا بدلا اور لڑتی بھرتی کردہ میں
 بیتھ کر ہل کی جانب روانہ ہوئی اور جو کہ ہل کے محافظوں کو
 دیکھ حکم تھا کہ جانے والی کی روک ٹوک نہ کریں اور پیادے آنے والی کو
 آنے نہیں تو نور جہاں بیگم بلا تکلف دریا پار آکر گئی اور بادشاہی فوج
 میں پہنچ کر اسے امن و امان سے بیٹھنے کے بعد اس کے اپنے بھائی آصف خاں
 اور باقی بڑے بڑے سرداروں کو بلا کر ہوا اور یہ علانیہ ہکاری کہ
 تم کیسے نامرد اور غافل ہو کہ اپنی آنکھوں کے سامنے بادشاہ کو گرفتار
 کرادیا اور سخت سست کھلے پر اکتفا نہ کی بلکہ اپنے شوہر کو بزرور زبردستی
 چھوڑنے کے ارادے پر تروت بہوت سامان تیار کیئے مگر جہانگیر نے اس
 اندیشہ سے کہ گھمسان کے وقت اپنا حال دیکھئے کیسا ہو ایک قاصد کو
 خاص مہر اپنی دیکر نور جہاں کے پاس بھیجا کہ حملہ کرنا مصالحت کے
 خلاف ہی نور جہاں نے اسکو مہاراجت خاں کا فریب تصور کیا اور اپنے کام

کالج کو صرف جب تک ملتوی رکھا کہ دشمن کے لشکر کا مقام اور بادشاہ کے تہاڑ کی جگہ اچھی طرح دریافت ہو جاوے فدائی خاں ناسی ایک جان نثار امیر نے رات کے وقت اس بات کا ارادہ کیا کہ پار اوتر کر بادشاہ کو آٹھا لاوے چنانچہ وہ ہمراہیوں سمیت اس دریا میں پیرا مگر حسب اتفاق اس کا ارادہ دریافت ہو گیا اور بہت سے ہمراہی اس کے مارے گئے اور بہت سے قوت کر مر گئے اور خود فدائی خاں بہ ہزار دشواری جان اپنی بچا لے گیا *

دوسرے دن صبح ہوتے ہی ساری بادشاہی فوج مہابت خاں ہر روانہ ہوئی اور نور جہاں بیگم دو ترکش اور ایک کمان آگے رکھ ہوئے ہاتھی پر سوار ہوئی اور سب سے آگے بڑھی اور وہی اس فوج کی انسر تھی مگر جو کہ راجپوتوں نے پل کو جلا پھونک دیا تھا تو بادشاہی فوج ایسی پایاب راہ کو اترنے لگی جو دریا کے بائیں حصہ میں واقع تھی اور انہوں نے اسکو دریافت کیا تھا یہہ تنگ راہ ایسے بہنوروں کے بیچا بیچ آکر بڑی تھی جو بڑے گہرے واقع ہوئی تھی حاصل یہہ کہ وہ لوگ ایسی بے ترتیبی سے اترے کہ بہت سے لوگوں کو پیرنا پڑا اور سارے شور مچا ہوئے اور باروت ان کی گیلی سیلی ہو گئی اور بھیگے کپڑوں اور زرہ بکتور کے ہماری بوجہہ کے مارے دیے بیٹھے جاتے تھے ہنوز ان کو پانو چمانے کی فرصت بھی ہاتھ نہ آئی تھی کہ سردست ان کو اڑنا پڑا نور جہاں اپنے بھائی اور باقی امیروں سمیت اپنی فوج سے آگے بڑھی ہوئی تھی کہ اس نے بڑی دشواری سے ہانڈ اپنے کنارے پر جمائے مگر دشمن کے لوگوں کو ضرر پہنچانا ممکن نہ پایا اور راجپوت ایسی عمدہ جگہ پر تھے کہ انہوں نے عین اوترنے کے وقت اوترنے والوں پر بان اور تیر اور گولے برسائے اور کنارے والوں کو تلواریں کے زور سے اولٹا پھکایا اور پانی میں ڈالا *

حاصل یہہ کہ بڑی پریشانی واقع ہوئی اور گھمسان کا تماشا نظر آیا وہ پایاب رستہ گھوڑے ہاتھیوں سے اس قدر بھو گیا کہ دم گھٹنے لگا چنانچہ

بعض آدمی گھوڑے ہاتھوں کے پاؤں میں روندے گئے اور بعض بھڑوں میں قوب کر مر گئے اور پھر راہ پر نہ آ سکے اور بہت سے لوگوں نے اس فرض سے غوطے لگائے کہ یا تو قوبیں یا کسی اچھی جگہ جانکالیں غرض کہ نور جہاں پر برا بھاری حملہ کیا گیا یعنی راجپوتوں نے اُس کے ہاتھ کو گھیرا اور اُس کے محافظوں کو قتل کیا اور اُسکے ہونے کے چاروں طرف قہر اور گولیاں کثرت سے برسائیں یہاں تک کہ شہر یار کی شیر خوار بچلی نور جہاں کی نواسی جو اُسکی گود میں بیٹھی تھی قہر سے زخمی ہوئی اور ہاتھ کا مہارت مارا گیا اور خود ہاتھ کی سونک بھی زخمی ہوئی اور جیسب وہ ہاتھ مار دھار سے بھاگا تو گھوڑے پانی میں جا پڑا اور دھار اُسکو بہا لے گئی مگر بہت سے غوطے کھا کر کنارے پر آیا اور نور جہاں کی سہولیاں اور امدادیں کنارے پر روتی بیٹھتی آئیں اور اُس کو اپنے حلقہ میں لیا اور اُس کے ہونیکو لہو سے بہا ہوا اور اُسکو نواسی کا تیر نکالتے اور پٹی باندھتے پایا فدائی خاں مذكور المصدر عین گہمسان میں ایسی جگہ جا پرورنچا تھا کہ وہاں کسی کے جانے کا گمان بھی نہ ہوتا تھا اور بادشاہی خیمہ کے اتنا قریب آگیا تھا کہ وہاں سے اُسکے قہر اور گولی اُس خیمہ تک پہنچ سکتی تھی جہاں بادشاہ رونق افروز تھے مگر جب کہ سارا لشکر پیچھے کو بھاگا تو وہ بھی پیچھے لوٹنے پر مجبور ہوا چنانچہ وہ زخمی ہو کر پیچھے لوٹا اور بہت سے رفیق اُسکے مارے گئے اور آپ اٹک رہتاس کو چلا گیا جہاں کا وہ حاکم تھا »

جب کہ نور جہاں نے یہ دیکھا کہ زور و زبردستی سے کام نہیں چلتا اور اُس کے شوہر کی رہائی جبراً قہراً متصور نہیں تو شوہر کے ساتھ قید میں رہنا چاہا اور اُس کی رہائی کو اُس کے نصیب اور اپنی فطرت پر موقوف رکھا »

مہابت خاں دریائے جہلم پر یہہ گالیابی حاصل کر کے دریائے اٹک کی جانب کو چلا جہاں آصف خاں رہتا تھا مہابت خاں کی بات

ایسی ہی ہوتی تھی کہ بہت سی فوج اُسکو ماننے لگی یہاں تک کہ آصف
 خاں اور مثل اُس کے اور افسر جو مہابھت خاں کی اطاعت سے بھاگتے تھے
 لاچار اپنے سپرد کرنے پر مجبور ہوئے مگر مہابھت خاں کی قوت کی وسعت
 اور حفظ و حراست ایسی قوی نہ تھی جیسی کہ بظاہر سمجھی جاتی
 تھی اس لیے کہ اُس کے مخالفین کے دلوں میں اُسکے مغرورانہ طور و
 انداز اور متکبرانہ چال چلن مستقر و مستحکم تھے اور باقی بادشاہی فوج
 اُس کی راجپوتوں کی فضل و فوقیت سے ناراض تھی اور سارے صوبے
 جہانگیر کی وفاداری کا دم بھرتے تھے اور شہر یار اور پرویز اُسکے دونوں بیٹے
 بھی مطیع و مستحکم اُسکے تھے غرضکہ نظر بوجہ مذکورہ بالا مہابھت خاں کو
 قیدی بادشاہ کی تواضع تعظیم اور خاطر مدارات ہوتی چاہیوسی سے کوئی
 ہوتی تھی اور بجائے زور و قوت اور تہدید و تنبیہ کے نہایت منت
 سماجت سے کام لینا نکالتا تھا جہانگیر نے نور جہاں کے سکھانے پڑھانے سے
 قید کی صورت سے فائدہ اُٹھایا اور جن حالوں میں مبتلا تھا اُن سے فائدہ
 حاصل کیا یعنی اُس نے یہ طرز اختیار کی کہ جو مہابھت خاں کہتا
 تھا اُس کو بلا حاجت فوراً مانتا تھا اور اُس کے ارادوں کی تائید کرتا تھا
 اور یہ خوشی ظاہر کی کہ جن جہمیوں میں آصف خاں نے اُس کو
 پھنسا رکھا تھا اُن سے آزادی پاوے اور ایسا سیدھا سادھا بنکر مہابھت خاں
 سے مخاطب ہوتا تھا کہ بھائی مہابھت خاں تم نور جہاں کو ایسا اپنی
 نسبت پاک طینت اور صاف نیست نہ سمجھنا جیسا کہ میں تمہاری
 نسبت سینہ صاف ہوں علاوہ اس کے ایسی چھوٹی چھوٹی سازشوں سے
 اُسکو آگاہی بخشتا تھا جو گالھے گالھے مہابھت خاں کی تدبیروں کی بیکاری
 کے لیے کی جاتی تھیں غرض کہ ان چیزوں سے مہابھت خاں اندھا
 ہو گیا اور بادشاہ کی جانب سے ایسا مطمئن بیٹھا کہ مخالفین کے
 مخالفانہ ارادوں پر مایل نہ ہوتا تھا *

اسی زمانہ میں بادشاہی فوج آگے کو کابل کی جانب بڑھی یہاں تک کہ جب
 وہ افغانوں کے متصل پہونچی تو بادشاہی پھر کے پڑھانیکے ضرورت پیش آئی

نور جہاں نے یہہ موقع ہاکر ایسے لوگوں کو جو اُس کے مطالب و خدمت سے آگاہ و وابستہ تھے پھرہ کی نوکری کے لئے ایسی طرح پیش کرایا کہ کسی قسم کا شک شبہہ پیدا نہ ہووے اور یہہ وہ زمانہ تھا کہ بادشاہ کو اسقدر اجازت حاصل تھی کہ ہاتھی ہو بیٹھ کر تیر و تفلنگ سے شکار کھیلنے کو چایا کرے مگر باوصف اس کے راجپوت اُس کو گھروے رہتے تھے اور ایک راجپوت اُس کی پرچہانو کی مانند اُس کو لٹکا لپٹا رہتا تھا اور کوئی دم الہی آنکھوں سے الگ نہونے دیتا تھا شکار کے ایک موقع پر بادشاہی احدىوں اور راجپوتوں میں کوئی جھگڑا برپا ہوا مگر اسلئے کہ بادشاہ کے معتاد نظروں میں راجپوت اکثر داخل تھے تو احدىی مغلوب ہوکر اکثر مارے گئے اور جب کہ رہے وہی احدىوں نے مہابھت خاں سے شکایت کی تو اُس نے یہہ جواب اُس کو دیا کہ اگر تم لوگ اُن راجپوتوں کو بتا سکتے ہو جو تم سے بری طرح پیش آئے تو میں اُن کو تدارک دے سکتا ہوں احدىی اس فریب آمیز جواب سے برہم ہوئے اور باہم متفق ہوکر راجپوتوں پر پھیل پڑے اور بہت سے راجپوتوں کو ٹھکانے لگایا اور بہت سے بھگوتوں کو پھاروں میں بھکایا جہاں ہزارا قدم نے غلام اُن کو بنا لیا اور یہہ ایسا قصہ تھا کہ خورد مہابھت خاں کو بی جان کے لالے پڑے تھے چنانچہ وہ جان بچاکر بادشاہ کے خیمہ میں پناہ گیر ہوا دوسرے دن پڑے باغی احدىوں کو سزا دی گئی مگر فوج کا ایک ٹکڑا علانیہ راجپوتوں کا دشمن ہو گیا چنگی گنتی میں پہلے وہی سے کمی آگئی تھی اور قرب و جوار کے پٹھانوں نے بادشاہ کے شریک ہونے پر رغبت ظاہر کی اور اسلئے نور جہاں کو اپنی تدبیروں کے واسلے میں پہلے کی نسبت تھوڑی مزاہمت پیش آئی تھی اور اُن کے کھل جانے کا چاندان کھٹکانہ تھا غرض کہ نور جہاں نے اچھے اچھے آدمیوں کی بھرتی کی غرض سے مختلف مقاموں میں گماشتوں کو ملازم رکھا منجملہ اُن کے بعضوں کو یہہ حکم تھا کہ وہ تلاش معاش کیے بہاند سے لشکر میں آویں

اور بعضوں کو یہ کہ امر تھا کہ وہ اپنے متماسوں میں جمع رہیں اور حکم کے منتظر بیٹھیں بعد اُس کے خود جہانگیر کو یہ سوچھائی کہ وہ اپنے جاگیرداروں کی فوجوں کی موجودات لیوے اور جب کہ بادشاہ نے نور جہاں کو خاص اُسکی امدادی فوج کی حاضری کے لیے فرمایا تو نور جہاں بذات سے اسباب پر خفا ہوئی کہ منجھکو اور سارے جاگیرداروں کو برابر سمجھا اور پھر یہ عرض کیا کہ میں احتیاط اسمیں کرنکی کہ میری فوج کی حاضری میرے شان و منصب کے مخالف نہ ہو چنانچہ اُس نے اپنی ہرانی فوج کو ایسا راستہ کیا کہ تعداد اُنکی تھوڑی ظاہر ہوئی اور گویا تکمیل فوج کے لیے اوسنے نئی بہرتی شروع کی اور اِس نئی بہرتی کو جو پہلے سے طیار ہو رہی تھی یہ حکم دیا کہ دو دو تین تین کی جوڑی بنکر آوے مہابت خاں اِس معاملہ کو دیکھکر گھبرایا اور پراگندہ خاطر ہوا مگر وہ اِس قابل نہ رہا تھا کہ مخالفوں کو بزور قوت ہس پا کرے علاوہ اُس کے جہانگیر نے یہ فقرہ سنایا کہ فوج نور جہاں کی حاضری میں تمہارا جانا مناسب نہیں گزند و صدمہ کا احتمال ہی مہابت خاں جہانگیر کی باتوں میں آگیا اور ساتھ اُس کے نکیا اور جہانگیر اکیلا فوج کے ملاحظہ کو آگی پڑھا اور فوج کے بیچتا بیچ اب تک نکیا تھا کہ فوج نے اُس کو بیچ میں لیکر محافظ راجپوتوں کو پاش پاش کیا اور جبکہ اسی اثنا میں اُسی فوج کی مدد گار بھی آہونچتی تو بادشاہ پر قابو نہ چلا اور مہابت خاں ہاتھ ملتا رہ گیا بعد اُس کے مہابت خاں یہ سوچ سمجھ کر کہ زور اُس کا ہو چکا اور اب قوت اُس کی بحال ہونے والی نہیں فوج اپنی الگ لیکیا اور عشو تقصیر اور سلامت جان کے مقدمہ میں عرضی پوچھے

۱۸۸۵ء لکھا *

جہانگیر آزاد ہوا اور نور جہاں کو دوبارہ قوت حاصل ہوئی اور باوصف اِس کے کہ نور جہاں نے یہ زک آٹھائی اور شامت کی ماری

خواب، خستہ بھی رہی مگر اپنے دلی ارادوں پر جمی رہی چنانچہ جب اُس نے اصف خاں اپنے بھائی کے چہرے چہرے کی ضرورت سے جو مہابت خاں کا نظر بند تھا مہابت خاں سے شرطیں پھرائیں تو ایک دشمن یعنی مہابت خاں کی آزادی میں دوسرے دشمن یعنی شاہجہاں کی برادری کو شامل کیا یعنی مہابت خاں سے یہ کہا کہ بادشاہ اس شرط پر تیری گستاخی کو معاف کرنا ہی کہ تو شاہجہاں کا مقابلہ کرے باقی شاہجہاں کی یہ صورت تھی کہ اپنی اطاعت اور باپ کی شامت کے پیچھے ہزار آدمیوں کی بہرہ باز اپنے ساتھ لے کر سے اجیمیر کو آیا تھا اور امیر اُس کو یہہ تھی کہ جوں جوں آگے بڑھوں گا اوسیندر فوج بھی بڑھتی مگر اس لیے کہ راجہ کشن سنگھ اُس کا رفیق اجیمیر میں مر گیا تھا تو ترقی کی جگہ اُس کی فوج کو تنزل نصیب ہوا یعنی فوج اُس کی ادھی رہ گئی اور ذاتی سلامتی کا ایک یہی ذریعہ باقی رہ گیا کہ جنگوں کی راہ سے سیدھا سندھ کو بھاگا اور نہایت افسردہ ہڑ مردہ تھا اگر وہ بیمار نہ ہوتا تو ایران کو سیدھا چلا جاتا مگر اس وقت سے نصیب اُس کے چمک نے لگے اس لیے کہ اندھ بڑھان پور میں پرویز کا مرنا سنا اور اندھ مہابت خاں کی یہہ خبر لگی کہ بجائے اُس کے کہ وہ میرا پیچھا کرے بادشاہی فوج نے اُس کا پیچھا کیا اور مہابت خاں کی بادشاہ سے پھر بگڑ گئی *

غرض کہ ان باتوں کے سننے سے شاہجہاں نے ابھارا لیا اور گجرات کی راہ سے دکن کو روانہ ہوا جہاں مہابت خاں کی بچی کھچی فوج شاہجہاں سے مل گئی + جہانگیر اپنے آزاد ہونے پر کابل کو نہ گیا بلکہ

+ خافی خاں کہتا ہی کہ چہرے کے بعد مہابت خاں اور جہانگیر میں آشتی ہوئی چنانچہ مہابت خاں دربار میں حاضر ہوا مگر بعد اُس کے پھر بگڑ گئی ان جلد جلد تاروں مزاجیوں کا باعث دریافت نہیں ہوتا اور اس پر یقین کرنا آسان نہیں کہ اگر مہابت خاں نور جہاں کے پیچھے میں ہوتا اور اصف خاں اُس کا بھائی مہابت خاں کے پیچھے میں پھنسا ہوتا تو وہ اُسکو صحیح سلامت چھوڑتی

لاہور کو واپس آیا اور سلطنت کے کاموں کے بحال اور سرسبز کرنے میں تھوڑا عرصہ صرف کیا اور جب کہ سارے کام اُس کے ٹھیک تھاک ہو گئے تو سالانہ معمول کے موافق کشمیر کی سیر کو روانہ ہوا *

جہانگیر کے مرنے کا بیان

کشمیر کے پہونچنے پر تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ شہر یار اِس قدر بیمار ہوا کہ کشمیر جنت نظر کی تھنڈی آب و ہوا کو چھوڑ کر لاہور کی گرد و گرمی میں بادشاہ کو آنا پڑا اور اُس کی روانگی پر تھوڑے دن گذرے تھے کہ عین راہ میں پھر دمہ نے زور کیا جو بڑا روک اُس کی جان کو لگا تھا اور دمہ کے زور شور سے بہت جلد یہہ واضح ہوا کہ وہ اب دموں پر آگیا چنانچہ لوگوں نے اُس کو لاہور میں لیجانا چاہا مگر پہاڑوں کے آثار چڑھاؤ سے بیماری ایسی قوت پکڑ گئی کہ تیسری منزل میں جوں ہی وہ خیمہ میں پہونچا تو ساتھ برس کی عمر پوری کر کے اٹھائیسویں اکتوبر سنہ ۱۶۲۷ ع مطابق ہست و ہشتم صفر سنہ ۱۰۳۷ ہجری کو جہان فانی سے گزر گیا * اکبر کے عہد دولت کے بڑے بڑے آدمی جہاں گیر کے مرنے سے پہلے پہلے مرچکی تھے چنانچہ عزیز اعظم خاں مہابت خاں کی گستاخی سے پہلے اور مالک منیر عین گستاخی کے زمانہ میں اور مرزا خاں خانہ خاں بادشاہ کی رہائی کے تھوڑے دنوں بعد مر گیا تھا *

عہد جہانگیر کے واقعوں میں سے ایک فرمان کا حال بیان کرسکتے ہیں جس کو تنہا کو کی ممانعت میں اُس نے جاری کیا تھا جو اُن دنوں ایک انوکھی شی سمجھی جاتی تھی اگر تنہا کو کا لفظ جو ایشیا کے اکثر ملکوں میں مستعمل ہی اِس بات کے لہئے بجائے خرد کافی وافی نہوتا کہ اصل اُس کی امریکا ہی اِس لہئے کہ لفظ مذکور امریکا کا لفظ ہی توروہ فرمان اُس کے برتاؤ کے سن و سال کے دریافت کے لہئے جو آج کل تمام ایشیا میں جاری ساری ہی عجیب و غریب ہوتا + *

+ جہاں کہیں عہد جہانگیر کے حالات میں کوئی سند بیان نہیں کی گئی وہاں کے مطالب خانی خان کی تاریخ یا گلیتوں صاحب کی تاریخ جہاں گیر یا خاص

دوسرا باب

شاہجہاں کی سلطنت کا بیان سنہ ۱۶۵۷ ع تک

بتول اُس کے کہ مردوں لگے بھاگ ہیں نور جہاں کا رعب داب
اُس کے شوہر کے ساتھ گیا اور اُس کی پرانی سازشوں کا ثمرہ دم کے دم
میں ہریاں ہو گیا اور جبکہ شہر یار اُسکا داماد جسکو وہ عزیز رکھتی تھی
موجود تھا تو آصف خاں اُس کے ہمائی نے جو ہمیشہ سے شاہجہاں کا
ممد و معارن تھا شاہجہاں کو ایک قاصد کے ذریعہ سے دکن سے
بلایا اور اسی عرصہ میں اس نظر سے کہ اُس کی تدبیروں کو بادشاہی
سند سے جواز و صحت حاصل ہو چارے خسرو کے بیٹے مرزا داور کو قید خانہ
سے نکال کر تخت پر بیٹھایا اور اُس کے نام کی منادی کرائی ‡ اور جب
کہ نور جہاں نے شہر یار کی طرفداری کی تو آصف خاں نے چند روز
اُس کو نظر بند رکھا بعد اس کے کئی سال تک زندہ رہی مگر ذکر
اُس کا تاریخ میں پایا نہیں جاتا § *

توزک جہانگیر کی سے ایسی کئی خانی خاں نے اپنی کتاب کو تقریری اور تحریری مختلف
بیانوں سے تالیف کیا اور کئیوں صاحب کی تاریخ اگرچہ بظاہر تحریری تاریخوں
سے منتخب کی گئی مگر غلطیہ انہوں نے ماٹری جہانگیر کی اور توزک جہانگیر کا
حوالہ دیا اور توزک جہانگیر کا نسخہ اُن کے پاس اُس نسخہ سے زیادہ کامل تھا
جس کا ترجمہ میجر پرایس صاحب نے کیا توزک جہانگیر میں خاص خاص دتوں
اور خاص خاص لوگوں کی عادات و شایاں کا حال بہت سا پایا جاتا ہے اگرچہ
جہاں گیر نے اپنی توزک کو بہت سنجیدگی شایستگی سے نہیں لکھا مگر بارص
اُس کے استعداد و لیاقت کی علامتوں سے ظاہر نہیں اور بہت بڑا حصہ اُس کا ایسی
کہانیوں پر مشتمل ہے جس میں جادوگروں کے کرب و محنت ہیں اگرچہ بعض بعض
کہانیوں میں برا مبالغہ کیا گیا مگر یہ واضح ہے کہ وہ بازیگروں کے شہیدہ بازیوں
مگر جہانگیر نے اُن کو ایسا سمجھا کہ وہ آدمی کی قدرت سے خارج ہیں بارص اُس کے
اگر انکاستان کے اُس بادشاہ کو یاد کریں جو جہانگیر کا ہم عصر اور بہت پریت کے
عام کا معتقد تھا تو جہانگیر کی فہم و فراست اور سمجھ بوجھ کو ہلکا نہیں
سمجھ سکتے

‡ خافی خاں

§ سنہ ۱۶۴۱ ع مطابق سنہ ۱۰۵۵ ہجری میں نور جہاں مرگئی مگر جہاں
تک وہ جیتے رہی تب تک تعظیم تکریم اُس کی باقی رہی اور پچیس لاکھ روپیہ سالانہ

بعد اُسکے آصف خاں لاہور کو متوجہ ہوا اور پہلے اِس سے کہ آصف خاں لاہور میں پہنچے شہریار نے بادشاہی خزانوں پر قبضہ کیا اور فوج والوں کو دے دلاکر اپنی چچیہرے بھائی یعنی دانیاں کے دو بیٹوں سمیت اُگی بڑے کر آصف خاں کے مقابلہ کو روانہ ہوا مگر لڑائی کا خاتمہ اِس پر ہوا کہ شہریار نے شکست کھائی اور لاہور کے قلعہ میں کھس گیا اور اُسکے رفیقوں نے اُسکو آصف خاں کے حوالہ کیا اور شاہجہاں کے حکم سے چچیہرے بھائیوں سمیت مارا گیا * ||

جب کہ آصف خاں کا بلالوا شاہجہاں کے پاس پہنچتا تو اُس نے توقف نہ کیا اور مہابست خاں کو ساتھ اپنے لیکر دکن سے روانہ ہوا چنانچہ ۱۶۲۸ ع مطابق ہفتم جمادی الثانی سنہ ۱۰۳۷ ہجری کو آگرہ میں پہنچکر تخت سلطنت پر بیٹھا اور حسب ضابطہ اپنے نام کی منادی کرائی ۔ آصف خاں اور مہابست خاں کو بڑی عزتیں اور اپنے رفیقوں اور خیر خواہوں کو عمدہ عمدہ بخششیں عنایت فرمائیں اور بڑے بڑے عہدوں پر معزز و ممتاز فرمایا اور تخت پر بیٹھتے ہی سجدہ تعظیم کو اُٹھایا اور قمری سن معمولی خط و کتابت میں قائم کیئے غرض کہ ایسی ایسی خفیف تبدیلیاں عمل میں لایا جو مسلمانوں کے حق میں مفید تھیں اور جب کہ حکومت اُس کی

ملتا رہا اور رنڈاپے کو اُس نے یوں نبھایا کہ بعد اپنے رنگیلے شہر کے رنگی کپڑے نہ پہنے سفید چوڑا پہنتی رہی اور ہر قسم کے جلسوں سے پرہیز اُسکو رہا اور خاندن کی یاد میں دن کاٹی اور اُسی گور میں دفنائی گئی جس کو جھانگیر کے مقبرہ کے پاس بمقام لاہور میں اُس نے کھودوایا تھا ۱۲ خانی خاں

|| خانی خاں

۱۔ دارر شکوہ جو مرزا بلاتی بھی پکارا جاتا تھا اور اُس کو آصف خاں نے ضرورت تخت نشین کیا تھا جان بچا کر ایران کو بھاگا جہاں اُسکو سنہ ۱۲۳۳ ع میں ہولسٹین کے ایلیچیوں نے دیکھا تھا ۔ الیریس کی کتاب سیاحہ ایلیچیان

مضبوط مستحکم ہو گئی تو اُس نے اپنے دنوں کی سختیوں کا تدارک کیا چنانچہ بڑی بڑی عمارتوں کے بنانے اور عمدہ عمدہ دھوڑوں کے کھلانے اور ایسی ایسی مجالسوں کے چمانے میں دل کھول کر مصروف ہوا جن میں ہزاروں کا صرف ہوتا تھا غرض کہ دل کے چاڑ اچھی طرح نکالی اور بڑے بڑے شہروں میں قلعہ محل بنوائی اور تخت نشینی کی پہلی سالگرہ پر ایسی ایسی خیمہ کشمیر میں طیار کرائی کہ خانی خاں کے لہنے کے بموجب اُن کے کھڑے کرنے میں دو مہینے صرف ہوئی اور سالگرہ کے وقت اُس نے نئے نئے اسراف کے طریقے ایجاد کیئے اِس لیے کہ اِس معمولی قاعدے کے علاوہ کہ نقد و جنس کی ہواہر تلمیں بیٹھ کر تلے جواہرات سے کشتیاں بھر کر نثار کرائیں اور اِس اعتقاد کے بموجب کہ ایسے نثار سے بلائیں رد ہو جاتی ہیں یہ بہارِ بہار دولت اُس پاس کھڑے ہونے والوں پر بکھری جاتی تھی یا منقسم ہو جاتی تھی اور اِس بڑے جشن میں بقول اُس مورخ کے زر نقد اور جواہرات اور بہارِ بہارِ خلعتوں اور اچھے اچھے ہتھیاروں اور ہاتھی گھوڑوں کی بخششوں کے حساب سے ایک کروڑ ساٹھ لاکھ روپیہ صرف ہوتا تھا *

شاہجہاں نے ادھر یہ مزے اڑائے اور ادھر اوزبکوں کی یورش سے کابل کی حکومت میں بے انتظامی پھیلی یعنی اوزبکوں نے اطراف کابل کو لوٹا کھسوتا اور خود شہر کا محاصرہ کیا مگر جب کہ وہ ہلکی پہلکی فوج اُن کے متصل پہونچی جس نے پیچھے پیچھے مہابت خاں بھی فوج لیے چلا آتا تھا تو وہ متفرق ہو گئے بعد اُسکے نرسنگھ دیو ابو الفضل کے قاتل نے بغاوت برپا کی اور بندیل کھنڈ میں بادشاہی فوج کا بہت عرصہ تک مقابلہ کیا اور آخر کار اطاعت کا غاشیہ دوش سعادت پر رکھا + * مہابت خاں کابل کے ارادہ پر سہوند تک پہونچا تھا کہ اوزبکوں کے چلے جانے کی خبر پہونچی چنانچہ فی الفور اُس کو بادشاہ نے طلب کیا اور دکن کی یورش پر جانے کی ہدایت فرمائی *

خان جہاں لودھی کی بغاوت کا بیان

اگرچہ خان جہاں لودھی ذات کا اوجھا اور قوم سے گھٹکا تھا مگر وہ شیعہ بڑائی اور سینہ زوری کی باتیں جو بلاد ہندوستان میں اُس کے بھائی بواوروں میں پائی جاتی تھیں تمام اُس میں موجود تھیں اور جہانگیر کے عہد سلطنت میں بڑی بڑی جنگی حکومتوں پر معزز و ممتاز رہا تھا اور دکن میں پوربیر کے زیر حکومت اُس کے مرنے کے وقت ایک بڑی فوج کا حاکم تھا اور جب کہ پوربیر کا انتقال ہوا اور حکومت اُسکی بلا شرکت ہو گئی تو اُس نے خاص اپنے فائدہ بلکہ شاید بادشاہت کی منفعت کی غرض سے ملک عنبر کے بیٹے فتح خان سے آشتی کر کے جو اُس زمانہ میں احمد نگر کی نظام شاہی حکومت کا کلال افسر تھا منجملہ اُس ملک کے جسکو شاہجہاں نے فتح کیا تھا رہے سہے کو اُس کے حوالہ کیا غرض کہ شاہجہاں کے پورانے دشمنوں سے گھل مل گیا *

جب کہ شاہجہاں سلطنت کے قبضہ کو جاتا تھا تو خان جہاں اُس کی معیت سے انکار کر کے مالوہ کو چلا گیا تھا اور ماندو کا محاصرہ کیا تھا اور خود مختاری کے ارادہ پر کمر باندھ کر بیٹھا تھا اور جبکہ شاہجہاں تخت نشین ہو گیا اور باپ اُس کی بچی ہو گئی تو وہ اطاعت کے رستہ پر آیا چنانچہ پہلے پھل بھی مناسب سمجھا گیا کہ وہ اپنی حکومت پر قائم رہے بعد اُس کے بادشاہ نے صرف اس پر قناعت کی کہ مالوہ کی حکومت سے وہ منتقل کیا گیا اور دکن کی حکومت مہابت خان کو عنایت ہوئی *

جب کہ خان جہاں راجہ نرسنگھ دیو کے مطیع و محکوم کرنے میں بڑی امداد و اعانت سے پیش آیا تو وہ دربار میں بلایا گیا اور بڑی بڑی عنایتوں کا مورد ہوا مگر اُس کی حاضری پر تھوڑے دن گزرے تھے کہ اُس کے خیر خواہوں نے یہ بات اُس کو سوجھائی کہ بادشاہ آپ سے جی میں ناراض اور وقت کا منتظر ہی اور چاہتا ہی کہ تجھکو غافل پاکر ڈیرا

کام تمام کرے غرض کہ یہ بات اصل میں سچی تھی یا جھوٹی تھی مگر
 قاتل اُس کی اسکی چلی بلی طبیعت پر پوری "پوری" ہوئی یعنی
 خان جہاں نے دربار کا اچانا چھوڑا اور اپنی فوج کو اُس مکان کے چاروں
 طرف اٹھایا جہاں وہ رہتا سہتا تھا اور اُس ارادہ کے مقابلہ پر مستعد رہا
 جس کا خوف اندیشہ اُس کو تھا بعد اُس کے بادشاہ اور اُس میں خط
 کتابت جاری ہوئی چنانچہ وہ لکھا بڑھی ایسی موثر ہوئی کہ بظاہر کوئی
 قصہ تضایا باقی نہ رہا اور جی بھی صاف ہو گئے مگر بعد اُس کے کسی نئے
 باعث سے خان جہاں کو نااعتمادی حاصل ہوئی چنانچہ یہ سوچ سمجھ
 کر کہ ایسے نامعتمد لوگوں کے قبضہ و قابو میں رہنے کی نسبت جنگی
 بات کا ٹھکانا بھروسہ نہیں یہی بہتر ہی کہ ایک مرتبہ پوری جو کہوں اُڑھائی
 جاوے اور جو ہونا ہو وہ اکیلا رہی ہو جاوے ایک رات اندھیرے ہونے پر فوج
 کو جمع کیا اور اپنے جوڑو بچوں کو ہاتھیوں پر سوار کر کے فوج کے پیچ میں
 لایا اور بارہ بیٹوں اور چنے چنے دو ہزار پٹھانوں سمیت اپنے نقاروں کو
 بجاتا ہوا گھور گرج کے ساتھ اُگرہ سے روانہ ہوا دو گھنٹے گزرے تھے کہ
 بادشاہی فوج اُس کے پیچھے گئی اور چنیل کے کناروں پر اُس کو جا پکڑا
 خان جہاں نے اپنے جوڑو بچوں کو دریا پار اُتارا ہی تھا کہ اپنی بازگشت
 کے چہرہ نے کے "ایسے بڑی بھاری قوت والی فوج سے اُسکو اڑنا ہوا جو اُسکا
 پیچھا دبائے چلی آتی تھی چنانچہ راجپوتوں اور پٹھانوں کا گھمسان ہوا
 اور راجپوتوں نے اپنے قومی دستور کے موافق گھوڑوں سے اوتر کر بھالے مارے
 اور راجہ برتھی سنگھ، رائو اور خان جہاں آپس میں بھڑ گئے اور دونوں
 زخم اُٹھا کر الگ ہوئے بعد اُس طریقہ مقابلہ کے خان جہاں اپنے ہمراہیوں
 سمیت پانی میں کودا اور علاوہ اُن پٹھانوں کے جو کھیت میں مارے گئے تھے
 تھوڑے سے پٹھان اُس پانی میں قریب باقی رہے وہ دریا کو طے کر کے رستہ
 رستہ ہو لیئے اگرچہ بادشاہی فوج پہلے پہلے اُنکے تعاقب پر آمادہ نہ ہوئی
 مگر جب کہ تازی امداد اُس کو پہونچتی تو انہوں نے تعاقب کا ارادہ کیا

مگر خاں جہاں اتنا دور نکل گیا تھا کہ بندیل کھنڈ کی راہ سے گوندوانہ کے جنگلی ملک میں پہونچا اور وہاں سے احمد نگر کے بادشاہ اپنے پرانے رفیق سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا *

اب یہ معاملہ ایسا ہوا سمجھا گیا کہ شاہجہاں نے بذات خود میدان کا ارادہ کیا اور بہت سی فوج اپنے ہمراہ لیکر دکن کو روانہ ہوا چنانچہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۶۲۹ ع مطابق ربیع الاول سنہ ۱۰۳۹ ہجری میں برہان پور کو اپنے قیام سے رونق بخشی اور فوج کے بڑے بڑے تین ٹکڑوں کو مخالف کے ملکوں پر روانہ کیا + *

یہ وہ زمانہ تھا کہ گولکنڈہ اور بیجا پور اور احمد نگر کی تینوں سلطنتوں نے اپنی اپنی پرانی حدوں پر دوبارہ قبضہ کیا تھا اور نصف مشرقی خاندیس اور اُس کے پاس پروس کے حصہ برابر اور اُس قلعہ احمد نگر کے علاوہ جو باوصف اسکے کہ خاں جہاں نے اُس کو احمد نگر والوں کے حوالہ کیا تھا مگر احمد نگر والوں کا مطیع و محکوم اب تک نہوا تھا بادشاہی ملازموں کے قبض و تصرف میں دکن کا کوئی ملک باقی نہ رہا تھا دکن کی سلطنتوں میں احمد نگر کی بڑی سلطنت تھی جو بادشاہی حدوں سے متصل واقع ہوئی تھی اور مرتضیٰ نظام شاہ ملک عنبر کا بٹھلایا ہوا بادشاہ اُس کے مرنے پر اپنی حکومت کے کار بار کو انجام دینا چاہتا تھا لیکن اگر ملک عنبر کے بیٹے باپ کی لیاقت رکھتے تو وہ بادشاہ اُن کے ہاتھوں میں گاتھ کی پتلی بنا رہتا مگر اُس کے بیٹے کسی قابل نفع یہاں تک کہ نظام شاہ نے اُس کے بڑے بیٹے فتح خاں کو حکومت سے خارج کر کے مقید کیا اور آپ استقلال و متانت سے حکومت کرنے لگا مگر اُس نے ایسی بے سلیقگی برتی کہ حکومت اُس کے شور فسادوں کا مرکز بن گئی اور غنیمتوں کو حملہ کرنے اور اُس ملک سے فائدہ اوتھانے کا موقع ہاتھ آیا + *

+ ایک ہندوستانی مرزغ نے ہر ٹکڑے کو پچاس پچاس ہزار آدمیوں کا لکھا ہے

+ کریشت قف صاحب اور خان خاں

ابراہیم عادل شاہ والی بیجا پور نے ملک عنبر کے زمانہ انتقال کے قریب انتقال کیا تھا اور اپنی حکومت کو بڑی شادابی اور تازگی پر اپنے بیٹے محمد عادل شاہ کے قبض و تصرف میں چھوڑا تھا اور عبد اللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ اپنے ہمسایوں تلنگانہ والے ہندوؤں کے نقصان و مضرت سے اپنی حکومت کو چھوڑا چکا کر رہا تھا حاصل یہ کہ یہ دونوں بادشاہ مسلمان بادشاہوں کی لڑائیوں بہرہوں میں شریک و شامل نہ ہوئے *

جب کہ شاہجہاں برہان پور میں پہونچا تو خان جہاں گوندوانہ سے فکرا احمد نگر کی فوجوں میں چلا گیا تھا چنانچہ بادشاہی فوج اُس کے پیچھے اُس جگہ کے ارادے پر جہاں وہ جا کر بڑا تھا روانہ ہوئی اور گجرات سے اور فوج کی اسناد بھی پہونچی خان جہاں اور اُس کے رفیقوں نے چند بار ایسی فوج کا بیٹھائے مقابلہ کیا جو اُن سے بہت بکثرت زیادہ تھی اور جیکہ مقابلوں سے کوئی فائدہ حاصل نہوا تو جنوب کی جانب چلتا ہوا اور بھاگنے بھاگنے کے سہارے بادشاہی فوج والوں کے ہاتھ نہ آیا مگر اعظم خان بادشاہی سردار نے جو بڑا چالاک اور نہایت چاق و چست افسر تھا کرے کرے کوچ کر کے اُس پر چھاپا مارا اور اسباب اُس کا لوٹ لیا اور ایسے ہزاروں جنگلوں میں بھاگنے چھوٹنے پر مجبور اُسکو کیا جہاں ساری بادشاہی فوج کا گذرنا ممکن تھا بعد اُس کے خان جہاں آگے کو بھاگنے لگا اور بعض اوقات اچھے مقاموں کے سدھالنے سے تعاقب کرنیوالوں کا مقابلہ کرتا تھا اور کبھی کبھی طول طویل کوچوں کے ذریعہ سے پیچھے ہڑنے والوں سے دور دور بھاگتا تھا غرض کہ گرتا پرتا بیجا پور میں داخل ہوا اور یہ آمید اُسکو قوی تھی کہ بیجا پور والے کو کہہ سکو یا رہنا بناوٹ کا مگر جب کہ اُسکو یہ دریافت ہوا کہ وہ بادشاہ ایسے جہمیلوں میں پڑنے سے جان چھوڑتا ہی تو لاچار اُس نے اضلاع احمد نگر کا دوبارہ ارادہ کیا نظام شاہ ان روزوں اپنی ہی بلا میں مبتلا تھا یعنی بادشاہی فوج سے مقابلہ کر رہا تھا اور دو ہندو بڑے سردار اُسکے بادشاہی ملازموں سے

مروافقہ نہروگنی تھے مگر باوصف اس کے بھی اس پر جما ہوا تھا کہ فیصلہ کی لڑائی لڑ کر نصیبوں کو آزماوے چنانچہ اُسنے دولت آباد میں قلعہ اپنی اکھٹی کی اور اُس پاس کے پہاڑوں کے رستوں میں مضبوط جگہ دیکھ کر مقیم ہوا مگر مضبوطی مکان کے فائدے سے وہ نقصان اُس کا ہوا نہ تھا جو قلعہ تعداد کی نظر سے بمقابلہ دشمن کے اڑھاتا تھا غرضکہ نظام شاہ نے لڑائی ہاری اور قلعوں میں محصور ہونے اور بے ترتیب لڑائی لڑنے پر مجبور ہوا اور اسی اثنا میں خان جہاں اپنے رفیقوں کی شکست اور اُنکے ملک و مملکت کی تباہی ویرانی اور قحط و وباے عام کی مار دھار سے جو اُن قباہ ملکوں میں پھیلی ہوئی تھی مغلوب و لاپچار ہو کر لڑائی کے کہیت سے بھاگا اور خیال کیا گیا تھا کہ پشاور کے قرب و چوار کے پٹھانوں میں اُسے جانا چاہا تھا جہاں شمال کی ساری قومیں بادشاہی ملازموں سے لڑچکے رہیں تھیں مگر خان جہاں یہہ ارادہ پورا نہ کر سکا اس لیے کہ جب نوبت سے گذر کر گجرات کی سرحد پر گذرا اور تمام مالوہ کو طے کر کے ہندیل کھنڈہ کو گیا جہاں یہہ امید آسکو لگ رہی تھی کہ وہاں پھونچ کر بغاوت کو تازہ کرونگا تو ہندیل کھنڈہ کا راجہ اُسپر پھیل پڑا اور اُس کی فوج کے پیچھے لوگوں کو جو دریاخان لودھی اُس کے سردار آزمودہ کار اور پرانے رفیق کے زبہ حکومت تھے تاواروں کے مارے پاش پاش کیا اور وہ شامت کا مارا اس مصیبت میں گرفتار تھا کہ بادشاہی لوگوں نے اُس کو چا پکڑا خان جہاں نے اپنے زخمیوں کو چلتا کیا اور رہے سہے لوگوں سمیت اپنی جگہ جما رہا جو کل چار سو آدمی باقی رہ گئی تھے اگرچہ دیر تک سخت مقابلہ رہا مگر کچھ فائدہ حاصل نہوا اس لیے کہ کچھ ساتھی اُسکے مارے گئے اور کچھ ہراگندہ ہو گئے غرضکہ نوبت یہاں تک پہونچی کہ دو چار جان نثاروں سمیت اپنی جگہ چھوڑنے اور جان بچا کر بھاگنی پر مجبور ہوا اور کالنجر کے پہاڑی قلعہ میں زبردستی سے راہ پانے میں بڑی کوشش کرتی مگر اُسکا بیٹا مارا گیا اور

خود وہاں سے بہکایا گیا آخر کار ایک گڑھی میں گھر گیا جہاں وہ ہار تھک کر بیٹھا تھا چنانچہ اپنی معمولی شجاعت سے بمقابلہ پیش آیا اور بہمت سے زخم اڑتھا کر ایک راجپوت کے بہالہ سے مارا گیا اور سر آسکا کات کر ایک بہاری تختہ کی طرح بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا گیا یہ واقعہ سنہ ۱۶۳۰ ع مطابق سنہ ۱۰۳۰ ہجری میں واقع ہوا *

نظام شاہ کی لڑائی اُسکے املاہی باعث کے رفع دفع ہو جانے یعنی خان جہاں کے مارے جانے سے اختتام کو نہ پہونچتی اور یہ دور زمانہ تھا کہ دکن کے شہر و دیہات ایک برے کال کے ہونے سے تباہ ہو رہی تھے اور یہ کالا کال سنہ ۱۶۲۹ ع میں بارش نہ ہونے سے شروع ہوا اور جب کہ اگلے برس یعنی سنہ ۱۶۳۰ ع میں بھی بارش نہ ہوئی تو وہ قحط نہایت درجہ کو پہنچا اور ایک ہیبت پہیل گئی اور ہزاروں آدمی گھر چھوڑ کر چلے گئے اور شاداب صوبوں میں پہونچتی نہ پائی کہ رستوں میں مرگئی اور ہزاروں آدمی خاص دکن میں ہووکن کے مارے پیٹ پیٹ پیٹ کر جان بحق ہوئی غرض کہ ضلع کے ضلع سونے ہوگئی اور بعضے ضلع ایسے تباہ ہوئی کہ چالیس برس کے بعد بھی نہ + سنبھلے اور تیار چارے کے بالکل نہوں نے سے موشی بھی اوت پوت کر مرگئی اور اُن لوگوں کی بدبختی ایسی بڑی ہوئی کے پڑنے سے کمال کو پہونچتی جو حسب دستور ایسی مصیبتوں کا نتیجہ ہوتی ہی ان مصیبتوں کے دنوں میں بادشاہی سردار اعظم خاں نے نظام شاہ سے لڑائی قائم رکھی اور نظام شاہ نے ان بے انتظامیوں کو اپنے وزیر ملک عنبر سے نسبت کر کے عہدہ وزارت سے اُسکو معزول کیا اور اُسکے بڑے بیٹے تنہم خاں کو قید سے رہائی بخشی اور وزارت کے عہدہ پر بچائے اُسکی معزز و ممتاز کیا جب کہ نظام شاہ کی تباہی کے آثار نظر آئی تو محمد عادل شاہ والی بینجا پور پہلے پہل تو اپنے موروثی دشمن والی احمد نگر کی ذلت سے خوش ہوا مگر اُس خطرہ سے

غافل نہ رہا جو اُس کی تباہی سے حقیقت میں پہونچنی والا تھا اور اندر اندر بہت ہی گہرا یا اس لیٹی اُس نے بادشاہی لوگوں سے لڑائی تھان کر بڑے اڑے وقت میں نظام شاہ کی کمک پر کمر باندھی مگر مدد رسائی میں اس قدر توقف کیا کہ نظام شاہ اپنی حماقت کے نتیجوں سے محفوظ نہ رہ سکا اس لیٹی کہ فتح خاں نے حال کی عنایت کی نسبت پہلی بے التفاتی اور نقصانوں کا زیادہ تصور کیا اور باپ کے اختیارات کے حاصل کرنے پر بہت مایل ہوا چنانچہ اُس نے ساری قوت اور تمام اختیار کو اپنے ولی نعمت کی تنزیہ و استیصال میں صرف کیا یعنی نظام شاہ کی حماقت اور عوام کی ناراضمندی کے باعث سے جلد اس قدر قوت حاصل کی کہ اُسکی بڑے بڑے رفیقوں سمیت اُسکو قتل کرایا اور خود حکومت پر قابض و متصرف ہوا اور شاہجہاں کی خدمت میں آشتی کا پیغام اور بہت سا روپیہ روانہ کیا اور نام چارے کو شیر خوارہ بچہ کو بادشاہ بنا کر یہ مشہور کیا کہ یہ بادشاہ شاہجہاں شاہنشاہ کا مطیع و محکوم ہو کر حکومت کرے گا *

غرضکہ یہ درخواست اُسکی منظور ہوئی اور بیجاپور پر شاہجہاں کی ساری فوج کا دھاوا ہوا مگر جب کہ فتح خاں نے اپنے وعدوں کو پورا نکیا تو بادشاہی فوج نے دوبارہ احمد نگر والوں پر دھاوا کیا اور فتح خاں نے عادل شاہ سے بھر موافقت پیدا کی بعد اُسکے باہم شاہجہاں سے آشتی ہوئی اور لوگ امن چین سے بیٹھے غرض کہ اُسکی مختلف تدبیروں اور مکر فریبوں سے ایسے ہی رنگ تھنگ آپس میں قائم رہی یعنی اگر دو دن کو آشتی ہوئی تو دو دن کو لڑائی رہی *

بیجاپور کے محاصرہ کا بیان

منجملہ انقلابات مذکورہ بالا کے ایک انقلاب میں محمد عادل شاہ اپنے دشمنوں سے مغلوب ہو کر بیجاپور میں محصور ہونے پر مجبور ہوا اور آصف خاں کی بڑی فوج نے اُس کا محاصرہ کیا اگ اس اڑے وقت

میں یہ بادشاہ اپنی عقل و ہوشیاری سے کام لینا نہ نکالتا تو حال اُس کا بھی نظام شاہ اُس کے حریف کا سا ہوتا شہر کی حفظ و حراست میں بڑی جد و جہد اٹھائی اور مستاصروں کا دم ناک میں کیا اور آصف خاں کو آج کل کے وعدوں اور طرح طرح کی باتوں سے بہلاتا پہسلاتا اور اُس کے کاروبار میں تسلسل ڈالتا رہتا یعنی بعض اوقات بذاتِ خود خط و کتابت کرتا تھا اور کہام کہلا لکھتا تھا کہ شاہجہاں کی جلد اطاعت کی جارے گی اور کوئی چہرہ بڑا باقی نہ رہیگا اور کہہ ہی کہہ ہی اپنے سرداروں سے سازشوں کا دھوکہ دلاتا تھا چنانچہ وہ سردار آصف خاں سے اپنے بگڑنے پر لوں دین کے معاملہ کرتے تھے اور گاہ گاہ اپنے سرداروں کی جانب سے اس قسم کی لکھا بڑی دراتا تھا کہ جب تم دھاوا کرؤ گی تو ہم اپنی چکھوں کو چھوڑ کر چلے جاؤ گے اور قلعہ کے جو جو مقام اپنے قبضہ میں ہیں تمہارے لوگوں کو اُن مقاموں میں داخل کراؤ گے اور ایسے ایسے قریب دھرو کہ جسے بعض اوقات آصف خاں کو بہت نقصان پہنچتا تھا اسی زمانہ میں آصف خاں کا لشکر قنط و موش کے مارے ہوا گندہ و پریشان تھا یہاں تک کہ آصف خاں مسجور ہوا اور مسجور ہو کر مستاصرہ اٹھایا اور بیجاپور کے اُن ضلعوں کو لوٹا جو اب تک ویران نہ ہوئی تھے اور اُنکی لوٹ کہسوت سے اُن کے بادشاہ کی فخر و فطرت کا + بدلا لیا *

اس نا کامی کے زمانہ میں دکن کی حکومت مہابھت خاں کو عنایت ہوئی اور مارچ سنہ ۱۶۳۲ ع مطابق رمضان سنہ ۱۰۴۱ ہجری کو بادشاہ دہلی میں واپس آیا + اور لڑائی کے کاروبار مہابھت خاں کی معرفت جاری رہے چنانچہ اُسکی سہی و سختی کی بدولت فتح خاں مذکورہ صدر دولت آباد کے قلعہ میں محصور ہوا اور بیجاپور والی کی امداد و اعانت سے بچاؤ لینا کرتا رہا اور نظام شاہی حکومت کا قیام اس لڑائی

+ کریمت خان صاحب اور شانی خاں

+ شانی خاں

کے نتیجے پر ٹھہرا یہاں تک کہ ایک عام لڑائی کے ذریعہ سے یہہ چھکرا فیصل ہو گیا جس میں سارے متفقہ دکن والوں کو اس ارادہ کے پورا کرنے میں شکست ہوئی کہ دولت آباد کے متحاصرہ کو اوتھاویں بعد اُسکے فتح خاں نے اطاعت کی اور ملازمان بادشاہی میں داخل ہوا اور وہ شہر خوارہ بچہ اسپر ہو کر گوالیار کے قلعہ میں بے بہیتجا گیا جسکو فتح خاں نے بادشاہ بنا کر تخت پر بٹھلایا تھا یہہ واقعہ فروری سنہ ۱۶۳۳ ع مطابق سنہ ۱۰۴۲ ہجری میں واقع ہوا *

دکن کی دوبارہ لڑائی کا بیان

چونکہ بیجاپور کا بادشاہ اکیلا رہ گیا تو اُس نے صلح کا پیغام دیا مگر اُسکے پیغام پر معقول توجہ نہ ہوئی بعد اُس کے یہہ بادشاہ اپنے حفظ و حراست میں مصروف رہا اور مہابت خاں کی تمام محنتیں جو اُسکے مغلوب کرنے میں صرف ہوئی تھیں ضایع گئیں لڑائی کے برے کاموں میں سے پرندہ کا متحاصرہ تھا جہاں سے مہابت خاں مہاجر ہو کر سنہ ۱۶۳۳ ع میں برہان پور کو واپس آیا تھا اور چہر چہار سے باز رہا تھا پہلے اس سے مہابت خاں مرزا شجاع بادشاہ کے دوسرے صغیر سن بیٹی کے برائے نام زیر حکومت ہو کر دکن کو روانہ کیا گیا تھا مگر اب وہ دربار میں بلایا گیا اور دکن کی حکومت خاں دوران اور خاں زماں کی دو حکومتوں پر تقسیم کی گئی *

یہہ دونوں افسر پہلے افسروں کی نسبت بہت کم کامیاب ہوئے اور عادل شاہ اُن کے مقابلہ پر جما رہا اور نظام شاہی حکومت جو فتح خاں کی اطاعت سے خاتمہ پر پہنچنے والی معلوم ہوتی تھی ایک سردار کی بدولت جس کا گھرانہ مرہٹوں کی اصل و بنیاد دالنے سے مشہور و معزز

ڈی گریٹ ڈف صاحب

|| گریٹ ڈف صاحب نے جو جو تاریخیں اس زمانہ کے واقعوں کی بیان کیں وہ اُن تاریخوں کے مخالف ہیں جنکو خانی خاں نے تحریر کیا

ہونے والا تھا دوبارہ شکستہ ہوئی یہہ سردار وہ شاہ جی ہوسلا تھا جو ملک علیہ کے وقتوں میں بڑے ہایہ کو پہونچا اور حال کی پہچانی لڑائیوں میں شریک و شامل رہا اور دولت آباد کے فتح ہونے پر دکن کے مغربی ناہوار ملک میں چلا گیا تھا اور تھوڑی مدت کے بعد آسنے ایسی قوت پکڑی کہ ایک نئے دعویدار کو احمد نگر کے تخت پر بٹھایا اور رفتہ رفتہ یہاں تک تربت پہونچائی کہ سلطنت مذکور کے اُن سب پرگنوں پر قابض ہوا جو سمندر سے لیکر دارالسلطنت تک واقع تھیں + غرض کہ نظر بوجہ مذکورہ دکن کا ملک اپنے غنیمتوں کے ہاتھوں میں بڑنے سے ایسا ہی دور اور محفوظ رہا جیسے کہ پہلے تھا اور شاہجہاں نے ایک بار اور اُس کی فتح کرنے کی غرض سے بذات خود جانا ضرور سمجھا *

نومبر سنہ ۱۶۳۵ ع مطابق جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۳۵ ہجری کے اخیر میں بادشاہ آگرہ سے روانہ ہوا + اور دکن میں پہونچکر اُس نے وہی پہلا طریقہ اختیار کیا یعنی فوج کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے احمد نگر کی سلطنت پر پہلے پہلے اُن ٹکڑوں کو قبضہ دوبارہ کی نظر سے چلتا گیا اور جب کہ انہوں نے شاہجی ہوسلا کو کشادہ ملکوں سے مار کر بھگایا اور بہت سے قلعوں کو فتح کیا تو شاہ جہاں نے ساری فوج کو بیجا پور پر پہونچا اور بہت سے قوی مقاموں کو قبضہ و تصرف میں لاکر پہلی دفعہ کے موافق محمد عادل شاہ کو محصور مجبور کیا اور وہ لیاقتیں جنگی بدولت پہلے محاصرہ سے نجات اُس نے پائی تھی اس موقع پر وہی اُسکی ذات سے خارج نہ ہوئیں چنانچہ آسنے بیجا پور کے اُس پاس کے شہر دیہات کو بیس بیس میل تک چاروں طرف سے برہاں اور کھانے پینے اور نیار چارے کے سامانوں کو ایک قلم ضایع کیا اور کاروں کو

+ گریٹ ڈف صاحب اور خانہ خاں

+ خانہ خاں

مٹی سے بھرا دیا اور چشموں تالابوں کو پانی سے نکالی کر دیا غرضکہ اُس نے اس بات کو ناممکن کیا کہ کوئی فوج اُس کی بستی پر حملہ کر سکے زمانے میں اپنی پرورش کر سکے *

بوجہ مذکورالصدر بادشاہی فوج نے عادل شاہ کی قلعہ کے شہر و دیہات کو لوٹنا شروع کیا اور اُسکی فوج کے متعدد گروہوں کی دلاوری چالاکي سے اکثر بہت سے نقصان اٹھائے غرض کہ دونوں فریق اس قسم کی لڑائی سے تنگ آئے اور عادل شاہ نے آشتی چاہی چنانچہ ایسی مفید شرطوں پر صلح واقع ہوئی جو اُس کی توقع سے بہت زیادہ تھیں بیس لاکھ روپیہ سالانہ دینا منظور کیا اور اُس کے بدلہ میں نظام شاہی حکومت کا اتنا حصہ پایا کہ اُس کے پانے سے اُس کی حکومت شمال و مشرق کی جانب دور تک پھیل گئی یہ صلح سنہ ۱۶۳۶ع مطابق سنہ ۱۰۴۶ھ ہجری میں واقع ہوئی *

شاہ جی بوسلا اور تھوڑے دنوں تک مقابلہ کرتا رہا مگر جب کوئی چارہ نہ دیکھا تو آخر کار اُس نے بھی اطاعت کی اور اُس باطل استحقاق بادشاہ کو حوالہ کیا جسکو اُس نے تخت پر بٹھایا تھا اور شاہجہاں کی مرضی سے بیجاپور والے کے ملازموں میں داخل ہوا *

دکن کے اس حملہ سے پہلے گولکنڈہ والے بادشاہ کو شاہجہاں اپنے زور و قوت اور جاہ و حشمت سے ڈرا چکا تھا اور اس بات پر اُسکو مجبور کر چکا تھا کہ جمعہ اور عید کی نمازوں میں شاہ ایران کا نام خطبہ سے خارج کرے اور ایک مہینہ خراج برابر ادا کیا کرے غرضکہ کل دکن اُسکا مطیع و مستحکوم ہو گیا *

جبکہ یہ سارے معاملہ طے ہو چکے تو شاہجہاں اپنی دارالسلطنت گو سنہ ۱۶۳۷ع مطابق سنہ ۱۰۴۶ھ ہجری میں واپس آیا اور احمدنگر کی حکومت ہمیشہ کے لیے نیست و نابود ہو گئی *

خاص خاص مقاموں کے شور و فسادوں اور قندھار کے قبضہ اور بلخ کی پورش کا بیان

جب کہ شاہجہاں دکن پر مایل تھا تو چھوٹے چھوٹے جھگڑے اور اور
طرفوں میں ہو رہے تھے چنانچہ حاکم بنکال نے سنہ ۱۶۳۱ع میں بنگال والوں
کے قلعہ ہوگلی پر جو کلکتہ کے قریب واقع ہے محاصرہ کے ذریعہ سے قبضہ کیا
تھا اور ہندوؤں کی سرکشی اور فساد واقع ہوئے تھے ان کی اول بغاوت میں
راجہ نرسنگھ دیو کا بیٹا مارا گیا تھا اور مشرقی سرحد کی فوج کے ایک
تکڑے نے سنہ ۱۶۳۲ع اور سنہ ۱۶۳۶ع میں چھوٹی تبت پر قبضہ و
تصرف کیا تھا اور سنہ ۱۶۳۳ع میں ایک اور فوج نے سری نگر کی مہم
میں شکست فاحش کھائی تھی اور تیسری فوج نے سنہ ۱۶۳۷ع میں
بنکالہ سے جاگر کوچ بہار کی چھوٹی ریاست کو دہانا چاہا اور قبضہ و
تصرف کے بعد آب دھوا کی ناموافقت سے اُس کے چھوڑنے پر
مجبور ہوئے *

اس زمانے کے بڑے واقعوں میں سے قندھار کا ہاتھ آنا تھا جسکو اُسکے
حاکم علی مردان خاں نے اپنے بادشاہ والی ایران کے ظلم سے خوف و خطرہ
کھا کر ملازمان شاہجہانی کو بے لڑے دھڑے حوالہ کیا تھا اور خود دلی میں
شاہجہاں کی پناہ میں بیٹھا تھا یہ واقعہ سنہ ۱۶۳۷ع مطابق سنہ
۱۰۴۷ھ جاری میں واقع ہوا *

علی مردان خاں کی تعظیم و تکریم بہت سی ہوئی اور وہ اس پایہ کو
پہونچا کہ مختلف وقتوں میں کشمیر و کابل کا حاکم رہا اور مختلف
لڑائیوں میں اور طرح طرح کے کاموں میں مصروف کیا گیا اور اُس خوش
سایہ کی اور ہوشیاری کے باعث سے جو فلاح عام کے کاموں میں اُس کو
حاصل تھی تمام دربار میں تعریف اُس کی ہوتی تھی چنانچہ منجملہ
اُن کاموں کے ایک وہ نہر بھی جو اب بھی دلی میں اُس کے
نام سے جاری اور وہ اُس کی ہوشیاری کا ایک نمونہ ہی علامہ اُس

کے نمائندوں اور تہواروں اور جلسوں کے موقعوں پر جو لطافت اور ذوق اُس کے سلیقہ سے واضح ہوتے تھے اُن سے بھی وہ نام آور ہوا تھا * سپاہیانہ استعداد اُس کی باخ و بدخشاں کی لڑائی میں پہلے پہلے آزمائی گئی یہ دہائیوں صوبہ اوزبکوں کے قبض و تصرف میں جب سے برابر چلے آتے تھے کہ مرزا سلیمان کے دخل و تسلط سے خارج ہوئے تھے اور اس زمانہ میں نذر محمد خاں آذربائیض و متصرف تھا اور اس سردار کی اصلیت یہ تھی کہ یہ سردار اُس سارے خطہ کے امام قلی بادشاہ کا چھوٹا بھائی تھا جو اکسپیس ہاربتھر کاسپین سے لیکر کوہ ایماں تک پھیلا ہوا ہی *

شاہجہاں کو کئی سال امن چین سے گذرے تھے کہ نذر محمد خاں حاکم بدخشاں کے بیٹے عبدالعزیز خاں کی بغاوت سے جسکو اُسکے چچا نے ترقی بخشی تھی بیٹھے بٹھائے سنہ ۱۶۲۲ع مطابق سنہ ۱۰۵۲ھ ہجری میں یہ ترغیب ہوئی کہ اپنے خاندان کے مردہ حقوں کو دوبارہ زندہ کرے اور سوتے استحقاقوں کو بھاری نیندوں سے بھر جگاوے چنانچہ علی مردان خاں سردار اُس کا کوہ ہندوکش کے سلسلہ میں گھس گیا اور بدخشاں کو لوٹ کھسوٹ کر برابر کیا مگر اس باعث سے کہ جازوں کا موسم بہت اُگیا تھا اور برف کی کثرت سے جنوبی ملکوں کی راہیں منقطع ہونے والی تھیں کوئی فائدہ مستقل حاصل نہ کر سکا اور لڑتے پر مجبور ہوا بعد اُس کے اگلے برس میں راجہ جگت سنگھ نے اس مہم کا ارادہ کیا جسکی تقویت ایسے چودہ ہزار راجپوتوں سے متعلق تھی جنکو اُس نے اپنی حکومت میں بھرتی کیا تھا اور تنخواہ اُنکی بادشاہی سرکار سے ملتی تھی *

جیسے کہ اس غیر معمولی یعنی پہاڑوں کی لڑائی میں راجپوتوں کی دلیری دلاوری نے کمال اپنا دکھایا ایسا کسی جگہ ظاہر نہیں کیا یعنی اُنہوں نے پہاڑوں کی راہوں کو کڑے کڑے حملوں سے فتح کیا اور برف کے اوپر سے

† غالب یہ ہی کہ پہاڑی راجہ کرٹہ کا راجہ تھا

بڑے سخت کوشش کیے اور اپنے جہاز بندو کے واسطے اپنی جہاں کی محنت سے مٹی کے دھندے بنائے یہاں تک کہ خود راجہ بھی اور آدمیوں کی طرح کدال پہاڑ سے کام کرتا تھا اور ایسی ولایت کے طوفانوں کو جہاں برف اکثر چمی رہتی ہی ایسے صبر و استقلال سے اٹھایا جیسے کہ اوزبکوں کے دھاروں کی مصیبتوں کو چھیلا اور ہرگز نہ گھبراتے *

بارچود ان محنتوں اور جانفشانیوں کے یہہ مہم ایسی بھاری سمجھتی گئی کہ خود بادشاہ نے کابل کا ارادہ کیا اور شاہزادہ مرزا مراد اپنے بیٹی کو وزیر ہدایت علی مرادانخان کے بلخ پر روانہ فرمایا + *

اس مہم میں پوری کامیابی حاصل ہوئی یعنی نذر محمد خاں کے بیٹے شاہزادہ مراد کے پاس آئے اور بعد اُس کے سنہ ۱۶۳۵ ع مطابق سنہ ۱۰۵۵ ہجری میں خود نذر محمد خاں بھی مطیع ہو گیا مگر جب کہ شاہزادہ مراد نے بلخ پر قبضہ کیا تو نذر محمد خاں بادشاہی ملازموں سے بدگمان ہوا اور نیا بکاز آپس میں قائم کیا یہاں تک کہ جب نذر محمد خاں کے قبضہ سے حفظ و حراست کے مکان بھی نکل گئے تو کام ناکم ایران کو بھاگا اور جولائی سنہ ۱۶۳۶ ع مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۰۵۶ ہجری میں یہہ منادی بھرائی گئی کہ شاہجہاں کی قلمرو میں نذر محمد خاں کی حکومت داخل ہو گئی مگر یہہ نتیجہ ایک عرصہ تک بے کھٹکے نہی چنانچہ عبدالعزیز خاں اُس کے بیٹے نے دریائے اکسیس پار ایک فوج اکٹھی کی اور بہت سے لوٹیروں کو شاہجہاں کے ملک نو مفتوحہ میں قبضہ ویرانی کی غرض سے روانہ کیا شاہجہاں اس زمانہ میں دلہن واپس آگیا تھا اور شاہزادہ مراد اپنی مفروضہ خدمت سے تنگ ہو کر اور علی مرادانخان کے رعب داب سے بغاوت عاجز ہو کر باپ کی بلا اجازت دلی کو چلا آیا اور اسی قصور پر دربار سے نکالا گیا بعد اُس کے صوبہ مذکور کا انتظام

+ خانی خاں کا یہہ بیان ہی کہ دس ہزار پیادہ اور پچاس ہزار سوار اس فوج میں تھے

اورنگ زیب پر ڈالا گیا اور خود بادشاہ اُس کی، تائید و اعانت کی غرض سے کابل کو روانہ ہوا چنانچہ پہلے پہل اورنگ زیب نے سنہ ۱۶۳۷ ع مطابق سنہ ۱۰۵۷ ہجری میں اوزبکوں پر بڑی فتح پائی مگر ازانی کا فیصلہ نہوا اس لیے کہ عبدالعزیز خاں آپ اکسیس وار اوترا یا اور بادشاہی فوج والوں کو ایسا تنگ پکڑا کہ اورنگ زیب اب ہلکی ہلکی کامیابیاں حاصل کر کے بلخ کی شہر پناہ میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہوا * جبکہ اس زمانہ کے قریب ایرانوں نے نذر محمد خاں کا ہاتھ پکڑا تو لاچار ہو کر شاہجہاں کا منت گزار اور اُس کے ترس و رحم کا خواستگار ہوا چنانچہ شاہجہاں نے یہ سوچ سمجھ کر کہ باور صف اس خونریزی اور زرافشانی کے پورا ہو کر مطالب حاصل نہوا ازانی بہزانی سے کنارہ کشی مناسب سمجھی اور اس خیال سے کہ کہیت سے پھرنے اور ملک کے چھوڑنے کی خفت بھی حاصل نہوے تمام اپنے حقوق کو نذر محمد خاں کی طرف منتقل کیا جو اُس کے دربار میں اعانت کا خواہاں تھا اور بحسب اُس کے اورنگ زیب کو ہدایت کی گئی کہ اپنے رہے سہے مقبوضہ مقاموں کو نذر محمد خاں نے حوالہ کرے چنانچہ اورنگ زیب اِس ہدایت کے موافق بلخ سے عبدالعزیز خاں کے حملوں کو سہارتا اُٹھاتا پیچھے پھرا اور جب کہ وہ ہندو کش کی راہوں میں پہونچا تو ہزارا قوم کے پہاڑیوں نے لوت کسرت کے لیے تعاقب کیا اور چاروں کی شدت سے بدبختی نہایت کو پہونچتی اُچھ اورنگ زیب اپنی ذات سے ہلکے سواروں سمیت کابل میں پہونچا مگر اُس کی فوج کا بڑا ٹکرا یعنی قلمب لشکر برف کے پڑنے سے ایسی جگہ پہنچ گیا کہ ایسی لاچاری میں ہزارا کے لوگوں کے متواتر حملوں سے بڑے نقصان اُٹھائے اور بے اسباب و سواری اپنی جان کو بچانے اور ٹکرے ٹکرے ہو کر نکل جانے کو غنیمت سمجھا ‡ سنہ ۱۶۳۷ ع مطابق سنہ ۱۰۵۷ ہجری میں یہاں باز گشت واقع ہوئی *

قندھار کا قبضہ سے نکلنا

ہالچ کے چھوڑنے سے بادشاہ نے امن چاہا تو حامل کیا مگر جب کہ
ایوانیوں نے قندھار پر قبضہ کیا تو اُس میں خلل واقع ہوا بیان اُس کا
یہ کہ شاہ صفیری کی کم زور اور جفا خیز سلطنت اور اُس کے بیٹے
شاہ عباس ثانی کی کم سنی کے باعث سے ایرانیوں نے بادشاہی فوج والوں
کو علی مردان خاں کے ماننے جانے اور بہاگ آنے کے فائدوں کا مزہ بلا
تکلف اُٹھانے دیا تھا مگر جب کہ عباس ثانی ہالچ ہونیکا تو اُس کے
وزیروں نے یہ بات اُسکو سوجھائی کہ اپنے مالک کی ہرانی حد و زمر قابض
و متصرف ہونے سے اپنی سلطنت کے مرتبہ کو بڑھانا چاہیئے چنانچہ اُس نے
سنہ ۱۶۳۸ ع مطابق سنہ ۱۰۵۸ ہجری میں بڑی فوج اکٹھی کر کے قندھار
پر چڑھائی کی اور چاروں فکے موسم میں قندھار کے محاصرہ کر بیس دانشمندی
پر تھی اِس لیئے کہ برف کے پرنے سے ہندوستان اور کابل کی راہ آنے جانے
کی مسدود ہو گئی تھی اور کار بار اُس کے قندھار کی نرم آب و ہوا میں
بھرتی جاری رہے چنانچہ انجام اُس کا یہ ہوا کہ اورنگ زیب اور
سعد اللہ خاں وزیر کو یہ حکم تو ہوا کہ پنجاب سے بہت چاند روانہ ہو کر
قندھار کی امداد و اعانت کو پہونچیں اور اُنہوں نے جی جان سے سعی
و محنت کر کے پہاڑوں کے رستہ راہ نکالی مگر قندھار تک پہونچنے میں
تاخیر واقع ہوئی جو ازہائی مہینوں کے محاصرے پر قلعہ ہو چکا تھا اور
اِس لیئے کہ فوج اُنکی چاروں میں سفر کرنے سے ہار تھکن کے مارے
ابتد ہو گئی تھی تو اورنگ زیب اور سعد اللہ خاں کابل میں ٹہرنے اور
فوج کے دوبارہ اراستہ کرنے پر مجبور ہوئی اُسی عرصہ میں شاہ ایران
ایک قری فوج اپنی قندھار میں چھوڑ کر ہرات کو چلا گیا * †

ماہ مئی سنہ ۱۶۳۹ ع مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۰۵۹ ہجری
میں ہندوستان کی فوج قندھار کے سامنے پہونچی اور مورچی لٹاکر شہر

پرمولی برساتے لگی غرض کہ جانبیں میں لڑائی بڑی سرگرمی سے شروع ہوئی اور دو طرفوں سے سرنگیں اڑائی گئیں محاصروں نے شہر پر حملے کیئے اور محصوروں نے باہر نکل کر چھاپے مارے بعد اُس کے شاہ عباس نے محاصرہ کے اٹھانے کو ایک فوج اپنی روانہ کی مگر اُس فوج کے پہونچنے سے محاصرہ کے کام کاج میں اسلئے کسی قسم کا نخلل واقع نہوا کہ اورنگ زیب نے اپنی فوج کا ایک تکر اُس کے مقابلہ پر چلتا کیا اور آپ اپنے محاصرے پر شہر کے سامنے جمارھا اور جو فوج اُس نے ایرانی فوج کے مقابلہ پر بھیجی تھی اگرچہ اُن کے رفع دفع کے لیئے کافی وائی ہوئی مگر اس کام کے لیئے کافی نہوئی کہ وہ ایرانی فوج والوں کو درختوں کے کانٹے اور نیار چاریکے کھونے اور محاصروں کے ذخیروں کے اوت لیجانے سے روکے تروے اور جبکہ قندھار کے حاکم نے سینہ زوری اور ہنر مندی سے شہر کی حفظ و حراست میں بھی کمی کوتاہی نہکی تو اورنگ زیب اُس مدت سے چار مہینے کے بعد جب کہ اُس نے مورچے لگائی تھے ستمبر سنہ ۱۶۴۹ مطابق رمضان سنہ ۱۰۵۹ ہجری میں اپنے محاصرے کے اٹھانے اور کابل کے واپس جانے پر مجبور ہوا † بادشاہ جو اورنگ زیب کے پیچھے پیچھے کابل تک گیا تھا اورنگ زیب کی واپسی پر قندھار سے پہلے روانہ ہوچکا تھا اور لاہور میں پہونچنے تک اورنگ زیب اُسکو نہ پکڑ سکا *

اگلے برس یعنی سنہ ۱۶۵۱ ع مطابق سنہ ۱۰۶۰ ہجری تک نکتے گذرے یعنی کشمیر کی مہمولی سیر کے سوائے کوئی مہم اُنمیں واقع نہ ہوئی دستور یہ تھا کہ بادشاہ اس عمدہ گوشہ نشینی میں تمام وقت اپنا دعوتوں اور جلسوں اور تری خشکی کی سیر شکاروں اور آب و ہوا اور فضاؤں کی مناسب خوشیوں اور باغوں کی سیروں اور ناچ راگ کی مجلسوں میں صرف کیا کرتا تھا *

بعد اُس کے سنہ ۱۶۵۲ ع مطابق ۱۰۶۱ ہجری میں اورنگ زیب اور سعد اللہ خاں وزیر کو بہت سے اچھے ساز و سامان والی فوج دیکر اور بہت سے ذخیروں اور کاریکروں اور آلات و اوزار سے ٹھیک ٹھاک کر کے جو معاصرے کے کام آویں اور کسی کوتاہی نکریں قندھار پر دوبارہ روانہ کیا مگر پہلے بڑے ٹھاتے ایسے بھی یہ کار رہے جیسی کہ پہلے سامان ضایع گئے تھے اس لیے کہ اورنگ زیب نے طرح طرح کے ذریعوں اور قسم قسم کی تدبیروں سے کام لیا جو سعد اللہ خاں کی دانائی دلاوری اور اچھوتوں کی بہادری بجا جازبی سے پیدا ہو سکیں مگر جب کہ کوئی تدبیر اُس کی راس نہ آئی تو لاچار ہو کر کابل کو واپس آیا اور دکن کا نائب (سلطنت) ہو کر رہنما گیا *

شاہنشاہان ابن دو ہوی ناکامیابیوں سے شکستہ خاطر نہ ہوا بلکہ اُسکی دوسرے سال اُس سے پہلے ساز و سامانوں سے زیادہ ساز و سامان مہیا کیئے اور دارا شکوہ اُس کے بڑے بیٹے نے جو بادشاہ کا بڑا بیٹا اور سارے بھائیوں میں ممتاز و ممتاز تھا اور خاص دربار میں حاضر رہتا تھا مگر اپنے بھائیوں اور خدایں اورنگ زیب کی فخر و عزت حاصل کرنے سے بلا باعث جلتا تھا اس موقع پر واپس سے منہ سراجت کے ساتھ بھائیوں کے وشاک و حسد کے مارے بہت عرصہ کہا کہ قندھار کی مہم پر منجھکر آپ وخصمت فرماویں اور سخت آزمائش کی اجازت دیں چنانچہ اُس کی رضا و رغبت پر اسی فوج کا سردار کیا گیا جو پہلی فوجوں سے بہت زیادہ تھی یہ بہادری فوج ایام سہ ما سنہ ۱۶۵۲ ع میں بمقام لاہور اکٹھی ہو کر بہار کے موسم سنہ ۱۶۵۳ ع مطابق سنہ ۱۰۶۲ ہجری میں چلتی ہوئی اور شاہنشاہان اپنے معمول کے موافق کابل تک پہنچے پیچھے گیا

یہ بات بیان کے قابل تھی کہ اسی بڑی فوج معاصرے کے ساتھ صرف آٹھ توپیں ایسی تھیں کہ وہ قلعہ کی روئی توڑتی تھیں اور بیس توپیں چھوٹی توپیں۔

غرض کہ دارا شکوہ نے بھی اورنگ زیب کی مانند اپنے باپ کے حکم بموجب ایسی مہورت پر مورچی جمائی کہ جسکو پنجریوں نے مبارک بتایا تھا اور اپنے ساز و سامان کے موافق دھوم دھام سے مختصر شروع کیا اور دس توپوں کا توپ خانہ ایسے دھمد پر چڑھایا جس کو نہایت ٹھوس اور بڑا اونچا اس لیے بنایا تھا کہ سارے شہر پر دباؤ اس کا پہونچے اور لڑائی کے کاموں کو اپنی ذاتی تنہی و قیزی سے شروع کیا جسکو اورنگ زیب کے رشک و حسد سے ترقی ہوئی تھی چنانچہ اس نے اپنے سرداروں کو اکٹھا کیا اور یہ بات اُن سے علانیہ کہی کہ اب میری عزت تمہارے ہاتھی ہے اپنا ارادہ یہ ہے کہ جب تک قندھار اپنے قبض و تصرف میں نہ آوے گا تب تک ہرگز یہاں سے نہ ٹلینگے بعد اُس کے سرنگوں کو جھپٹ پٹ طیار کیا اور فوج کو مختصر کے لیے شہر کے قریب لیجانے کا حکم دیا اور جب کہ مستحضرین نے اپنی توپوں کو اُس کے خیمہ پر لگایا تو وہ اپنی جگہ سے جب تک نہ ٹلا کہ اُس کی توپوں نے مستحضرین کی توپوں کو خاموش کیا اور جب کہ کئی مرتبہ عام حملوں کے ذریعہ سے کامیابی کے لگ بھگ پہونچا اور بارصف اُس کے کامیابی نصیب نہ ہوئی تو معلوم ہوتا ہی کہ شکست اور ذلت کی خفت کا اندیشہ اُس کی طبیعت پر غالب ہوا اور افسروں کی مذمت سماجیت کرنے لگا یہاں تک کہ صاف اُس نے یہ کہہ کر کہ تم لوگ ایسا نکرو کہ دو مرتبہ کی لڑائی ہمارے ہوئے اورنگ زیب کی برابر ہو جاؤں بعد اُس کے جاؤ گروں اور شعبہ بازوں سے رجوع ہوا جنہوں نے یہ وعدہ کیا تھا کہ اُدسی کی قدرت سے غلہ اور ذریعہ کی بدولت قندھار اُس کے قبض و تصرف میں کر دینگے غرض کہ ایسی ایسی تدبیروں سے مترشح ہوتا تھا کہ اس لڑائی کا انجام اچھا نہ ہوگا چنانچہ ایک مرتبہ سورج کے نکاس سے پہلے آخر کرا دھارا کیا گیا اور نوبت یہاں تک پہونچی کہ اس کے لوگ رزنی کی چوٹی تک پہونچ گئے مگر مران اس کی پوزی نہ ہوئی اور مختصر کے

اٹھانے پر مستحضر ہوا اور اُس کی فوج کے ایسے چٹے چٹے بہادر اور اچھے اچھے ہایہ کے لوگ کام آئی جو اُس کے لشکر کے ہڈول ہی تھے بعد اُسکے جب وہ پیچھے بھرا تو ایرانیوں اور افغانوں نے لوت کھسوت کر نہایت اُس کو تنگ کیا اور کابل کے پہونچنے سے پہلے بڑے بڑے نقصان اُس نے راہ میں اٹھائی اور کابل سے لاہور کو روانہ ہوا یہ واقعہ ماہ نومبر سنہ ۱۶۵۳ ع مطابق منہم سنہ ۱۰۶۲ ہجری کو واقع ہوا *

مغلوں کا پیچھا ارادہ قندھار کے قبض و تصرف کی نسبت بطور مذکور اختتام کو پہونچنا جس پر وہ فتح باہر کی شروع سے اچھی طرح قابض متصرف نوعی تھی *

بعد اُس کے بادشاہ کو دہرہس ایسے امن چین سے گذرے کہ کوئی جھگڑا بکھڑا کھڑا نہوا اور اُس عرصہ میں دکن کے ملکوں کی ہدمایش کو تمام کیا جسکو جمعہ بندی کی نظر سے قابم کیا تھا اور بیس برس اُس میں صرف ہوئی تھی † اور جب کہ ہدمایش پوری ہو چکی تو یہ حکم دیا گیا کہ قوڈر مل کے قاعدوں کے موافق جمعہ بندی اور زر لگان کی تفصیل کی جاوے ‡ *

اسی زمانہ میں سعد اللہ خاں وزیر کا انتقال ہوا جو نہایت لائق فایتی اور عاقل ہوشیار اور چال چلن کا نیک تھا یہاں تک کہ ویسا وزیر ہندوستان کے وزیروں میں کوئی نہیں ہوا شاہجہاں کے کار باروں میں ذکر اس وزیر باندیبر کا بڑی شان و عزت سے بیان ہوا یعنی تمام کام اُس کے اسی وزیر کی صلاح و مشورت سے انجام پاتے تھے اور اورنگ زیب نے جو خط اور فرمان اپنے طول طویل سلطنت میں لوگوں کے نام پر لکھے تو ان میں بھی اسی وزیر کی راہوں اور کاموں کو نمونہ کے طریق پر اس غرض سے تحریر کیا کہ سارے لوگ اُن کی پیروی کریں خانیشاں

† گریٹ ڈف صاحب کی تاریخ مرہٹوں کی جلد ایک صفحہ ۱۲۶

‡ خافی خاں

یہاں کرتا ہی کہ میرے زمانہ میں بھی سعد اللہ خاں کی ال و اولاد اپنے بزرگ مرہی کے مرنے سے سو برس پہنچے نیک وصفوں اور دانش و بینش کے ساتھ مشہور و معروف تھی اور اسی مردخ نے اُن کے سنجیدہ چال چلن اور مردانہ چال تھال کو اُس زمانہ کے اور امیروں کے زمانہ طرز و انداز اور طغلانہ حرکات سے مقابلہ کیا *

دکن میں دوبارہ لڑائی کا ہونا

بعد اُسکے ۱۶۵۶ء کے شروع ہونے پر امن چین اختتام کو پہنچا اور اسی اگ ایکبار کی بھڑکی کہ وہ کبھی پوری پوری فرد نہوئی اور وہاں تک نہ بچھی کہ اُس نے دلی کی شاہنشاہی کو جلا بھونک کر خاک سیاہ کر دیا پچھائی صبح کے زمانہ سے عبداللہ قطب شاہ والی گولکنڈہ برابر خراج ادا کرتا رہا اور بظاہر بھی خواہش اُسکی دریافت ہوتی تھی کہ وہ شاہجہاں کی عنایت شاہانہ کے قیام و بقا کا خواہاں ہے اور حقیقت میں بھی اگر حالات مخصوصہ کی صورت اجتماع پیدا نہ ہوتی تو شاہجہاں اُسکے ستانے دکھانے کے درہی نہ ہوتا *

قطب شاہ کا وزیر اعظم میر جملہ نامی ایک ایسا آدمی تھا جو وزارت سے پہلے ہیروں کی سوداگری کیا کرتا تھا اور حسن لیاقت اور مال و دولت کی بدولت دکن کے اطراف و جوائب میں مشہور و معروف تھا مگر محمد امین اُس کا بیٹا سینہ زور اور خراب خستہ اور نہایت بد وضع اور بغایت بد چلن تھا چنانچہ اُس نے قطب شاہ کو اپنے گونکوں کی خرابی سے ناراض اور باپ کو سارے درباریوں سے لڑائی بھڑائی میں مبتلا کیا میر جملہ کسی فوج کا سردار ہو کر حکومت گولکنڈہ کے مشرقی حصہ میں گیا ہوا تھا اور جب اُس نے یہہ دیکھا کہ میں اس قابل نہیں ہوں کہ اپنی خواہشوں کو اپنے بادشاہ سے منظور کرا سکوں اور نہ وہ بادشاہ اُن کے پورے کرنے پر راضی ہے تو اُس نے شاہجہاں کا دامن پکڑنا چاہا اور اس لیے کہ اورنگ زیب

اور شاہجہاں دونوں اُس کو جانتے تھے تو اُس نے اورنگ زیب کو حال اپنا لکھا اورنگ زیب کو گولکنڈہ کی حکومت میں ہاتھ ڈالنے کا موقع ہاتھ آیا اور اُس کے لکھنے سے اورنگ زیب سے متغنی فریدی آدمی کو بڑی گر منجوشی سے ایک مستحکم ترغیب حاصل ہوئی چنانچہ اُس نے نہایت گرمی سے میر جملہ کی سفارش میں باپ کو لکھا شاہجہاں نے بہتے کے لکھنے سے ایک انخوس نامہ اپنے زور و حکومت کے پورے قطب شاہ کے نام اس مضمون سے لکھا کہ اپنے وزیر کے شعورہ شکایتوں کو رفع دفع کرے مگر اس تحریر پر یہہ نمرہ مقرر ہوا کہ قطب شاہ اس دخل بیجا سے زیادہ برہم ہوا اور مستعد امین کو قید اور اُس کی جاگیروں کو ضبط کیا قطب شاہ اپنا غصہ کر چکا اور اب شاہجہاں کا وار آیا چنانچہ اُس نے نہایت پہلے و تاب کھا کر اورنگ زیب کو لکھا کہ ہمارے حکموں کی تعمیل تاوار کے زور سے کرائی جاوے اورنگ زیب اس نتیجے کا منتظر بیٹھا ہی تھا کہ یہہ حکم اُس کو پہونچتا اور حکم کے پہونچنے ہی بڑی سرگرمی اور چالاکی سے تعمیل مذکور کے پورے کرنے میں مصروف ہوا یہاں تک کہ اُس نے اُس نام کو اپنی شوخ و شیر طبعیت کے مناسب دورا کیا *

اورنگ زیب نے کوئی بڑی عداوت ظاہر تو نہ کی مگر چنی چنی فوج اکٹھی کر کے جنوری سنہ ۱۶۵۹ ع مطابق ربیع الاول سنہ ۱۰۶۶ ہجری میں اس ہاتھ سے اُس کو بنگال کی جانب چلتا کیا کہ میرے بیٹے سلطان محمد کی شادی مرزا شجاع کی بیٹی سے قرار پائی ہی اور یہہ فوج آسکے پہونچانے کو جاتی تھی اور راہ کی ضرورت یہہ تھی کہ اورنگ آباد سے بنگالہ کو ماسولی پاتھ کے پاس اسدراج چکر کھا کر سڑک جاتی تھی کہ گوندوانہ کے جنگل راہ میں نہ پڑیں حاصل یہہ کہ اورنگ زیب کی راہ گولکنڈہ کی دارالسلطنت یعنی حیدرآباد سے تھوڑے فاصلہ پر رہ جاتی تھی قطب شاہ اس خبر کے سننے سے اورنگ زیب کی عداوت کے ساز و سامان

مہیا کریم میں جی جانسے مصروف تھا کہ اورنگ زیب آسیر یکایک ٹوٹ پڑا اور ایسی ہیبتخیزی میں یہہ کام آسنے کیا کہ قطب شاہ کو صرف اتنی فرصت ہاتھ آئی کہ وہ حیدر آباد سے بھاگ کر خاص گولکنڈہ کے پہاڑی قلعہ میں بھاگا جو شہر سے سات آٹھ کوس کے فاصلہ پر واقع ہی حیدرآباد اب مغلوں یعنی اورنگ زیب کے دخل و تصرف میں داخل ہوا اور پہلے اس سے کہ بکھری ہوئی فوج اکھٹی اور انتظام و قاعدہ کی پابند کیجاوے آدھے شہر کو جلا پھرنک کر برابر کیا اور خوب لوٹا کھسوتا اس زمانہ سے پہلے اورنگ زیب نے خاص اپنے صوبہ کے اُس مقام میں جو گولکنڈہ کے نہایت متصل واقع تھا فوج کے فراہم کرنے کا موقع پایا تھا اور جب کہ مالوہ سے اور فوج اُس کے پاس آگئی تو گولکنڈہ پر نئی امداد پہونچنے کا بڑا ذریعہ حاصل ہوا اور اسی عرصہ میں میر جملہ بھی اس ارادہ پر آہنچا کہ اپنے ولی نعمت کے ہتیاروں کو ولی نعمت ہی پر الٹا چلاوے اور قطب شاہ نے اپنے پہاڑی قلعہ میں جاتے ہی محمد امین کو قید سے رہا اور اُس کے باپ کی جاگیروں کو ضبطی سے واکداشت کیا تھا اور حتی المتذکرہ اپنی اورنگ زیب سے خط و کتابت اس غرض سے جاری کی کہ کوئی طرح معقول تصفیہ ہو جاوے اور اس بات کے ساتھ اُس نے بیجا پور سے مدد کے حاصل کرنے میں سعی و محنت کا کوئی دقیقہ باقی نہچھوڑا مگر بیجا پور والوں نے کسی قسم کی امداد و اعانت نہ کی اور مغل یعنی اورنگ زیب والے بہت کڑے اور پہاڑی ہوتے گئے قطب شاہ نے بزور و قوت محاصرہ آوتھانے پر بہت سے ارادے کیئے مگر جب کچھ بن نہ پڑی تو لاجپار اُس نے اطاعت کی وہ سخت شرطیں قبول کیں جو اُس کی اطاعت پر پیش کی گئی تھیں یعنی سلطان محمد اورنگ زیب کے بیٹے کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کرنے اور نقد اور مالک اُس کے چھپڑ میں دینے اور دروز روپیہ سالانہ خراج کے پہلی قسط کی بابت ادا کرنے کا اقرار کیا اور علاوہ اُس کے یہ بھی وعدہ کیا کہ پچھلی باقیات کا روپیہ دو برس کے اندر اندر ادا کرونگا *

شاہجہاں ایسے مزاج کا آدمی تھا کہ اگر وہ ہوتا تو ایسی کڑی شرطیں نہ لگانا چنانچہ اُسے روپیہ کی شرطوں میں سے بہت کچھ روپیہ معاف کیا اور باقی شرطوں کی تعمیل کرائی گئی اور اورنگ زیب اورنگ آباد کو ماہ مئی سنہ ۱۶۵۶ ع مطابق سنہ ۱۰۶۶ ہجری میں واپس آگیا بعد اُس کے میر جملہ مغلوں کی ملازمت میں رہا اور اورنگ زیب کے عہدہ عمدہ ملاح کابوں میں گنا گیا اور اُس کے بلند ارادوں کے لیئے عمدہ ذریعہ تصور کیا گیا غرض کہ بڑے بڑے کام اُس نے دیئے اور اُس کے بڑے کام آنا رہا *

گولکنڈہ کی سلطنت سے کامیابی کا ثمرہ اورنگ زیب اُٹھا ہی ہوچکا تھا کہ اُس کو اُسی قسم کے فائدہ اُٹھانے کا ایک اور موقع اُس ریاست سے ہاتھ آیا جو اُسکے ہم سائیگی میں واقع تھی بیان اُس کا یہ ہے کہ جب سے بیجا پور والے عادل شاہ سے پنجابی صاحب پر عہد و پیمان ہوچکے تھے تب سے برابر امن چھن کے دن گذرے چلے جاتے تھے اور عادل شاہ بھی شاہجہاں کے اُنس و محبت کو دم بدم بڑھاتا جاتا تھا مگر اُس لیئے کہ عادل شاہ اُس کے بڑے بیٹے دارا شکوہ سے زیادہ واسطہ علاقہ رکھتا تھا تو اورنگ زیب اپنے بیٹائی دارا شکوہ کی جہت سے عادل شاہ سے دلوں میں جانا تھا نومبر سنہ ۱۶۵۶ ع + مطابق محرم سنہ ۱۰۶۶ ہجری کو عادل شاہ مرگیا اور علی اُسکا بیٹا اُنیس برس کی عمر میں جانشین اُس کا ہوا اور شاہجہاں اورنگ زیب کے سکھانے بھگانے سے اس بات پر مایل ہوا کہ جانشین مذکور کو عادل شاہ کا بیٹا تسلیم نہ کرے اور اپنے باجگذار کی جانشینی کے مقدمہ کے تصدیق میں استحقاق اپنا جتاوے اُس زمانہ میں حکومت بیجا پور کی قوت کچھ کم تو نہوٹی تھی مگر لڑائی کے سامانوں میں مستعد و آمادہ نہ تھی علاوہ اس کے اُس کی فوج کا بڑا ٹکڑا کرناٹا کے چھوٹے چھوٹے راجاؤں کے مقابلہ میں بہت فاصلہ پر

مصروف تھا اور یہی باعث ہوا کہ اورنگ زیب کو بیجا پور سے لوٹنے اور اُسپر دھاوا کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آئی اور نصیبوں سے یہہ بڑی بات حاصل ہوئی کہ بیدر کا وہ مضبوط و مستحکم قلعہ ہاتھ آیا جو بیجا پور کی عین سرحد پر واقع ہی اور اُسکے ہاتھ آنے سے بلا دقت و دشواری دارالحکومت † تک بڑھتا چلا گیا اور اس یکایک حملہ کرنے سے وہ طریقہ جو اپنے بچاؤ کے لیے بیجا پور والوں نے بڑی کامیابی سے پہلے دھاؤں میں برتا تھا یعنی محتاصروں کے تنگ کرنے کو درختوں کو کٹوایا اور کنڈوں کو ہروایا اور تالابوں کو خالی کروایا اب کے برتنے نہ ہائے غرض کہ جب اُس نئے بادشاہ سے کچھہ دن ہوئے تو نہایت لاچار ہو کر مارچ سنہ ۱۶۵۷ ع مطابق سنہ ۱۰۶۷ ہجری کو بڑی بڑی شرطوں سے آشتی کی درخواست گزاری مگر اورنگ زیب نے اُن شرطوں کو بھی قبول نہ کیا اور اُسکو ایک ضرورت پیش آئی کہ وہ لوٹ کر چلا گیا اگر ایسی ضرورت کے پیش آنے اور ایسے معاملہ کے واقع ہونے سے جس کی لاگ لپیٹ اُس کو پہنانے ملکوں پر قبض و تصرف کرنے کی نسبت بہت زیادہ تھی بیچھہ لڑت کر نجاتا تو بیجاپور کی دارالحکومت کو اُس کے اطراف و جوارب سمیت تھوڑے عرصہ میں اپنے قبضہ میں کر لیتا *

تیسرا باب

سنہ ۱۶۵۷ ع سے شاہجہاں کے زوال دولت تک

شاہجہاں بہت بیمار ہوا اور اُس کے سخت بیمار ہونے سے یہہ اندیشہ پیش آیا کہ تخت اُس کا دارا شکوہ پر جلد منتقل ہرجاویگا چنانچہ ظہور اُس کا اس قدر ہوا کہ انصرام اُس کی حکومت کا داراشکوہ کو تفویض کیا گیا اور جب کہ کار بار کی یہہ صورت ہوئی کہ اُس کے وقوع سے اورنگ زیب کی وہ آمیدیں ٹوٹ چاہیں جو جاہ و حشمت کے بڑھانے

اور شان و شوکت کے دکھانے پر ایک مدت سے لگ رہی تھیں بلکہ خرد
چان ہٹی کی سلامتی کے لئے پڑے تو اورنگ زیب کی توجہ دارالسلطنت [
پر مائل ہوئی اور دکن کی اہمیتوں سے بہت دنوں تک برطرف رہی *
شاہجہاں کے چار بیٹوں میں سے کوئی ایسا گھٹکا نہ تھا کہ وہ کتو
حالت پر قناعت کرتا بلکہ بقول اُس کے جو لفظا میں وہ ہارن گز کا
ہر ایک اعلیٰ مرتبہ کا خواہاں جویاں تھا منجملہ اُن کے داراشکوہ
بیالیس برس کا اور مرزا اشجاع چالیس برس کا اور اورنگ زیب
اڑتیس برس کا اور مرزا مراد ان سب سے چھوٹا تھا مگر باصف [سکے کہ
عمر میں چھوٹا تھا بڑی بڑی فوجوں کا حاکم رہ چکا تھا اور حال اُنکا یہ
[تھا کہ داراشکوہ کا سینہ بیکہ اور ہمت اُسکی عالی اور خرچ اُسکا فراوان
اور فکر اُسکی سلیم اور شکوہ و وقار اُس کا بہاری بہر کم تھا مگر مخالف
طبیعت کا متحمل نہ تھا اور دور اندیشی کے عام قاعدوں کو فند و فطرت
اور کم زوری کی باتیں سمجھتا تھا اور اُن کے برتاؤ سے بڑی نفرت کرتا تھا
اور اُس کی ایسی نازک مزاجی کے سبب سے بہت سے لوگ اُس کے
دشمن اور نا عاقبت اندیشی اور بے پروائی سے رفیق اُس کے کم ہو گئے
اور اُن کو اُسکی دوستی کا اعتبار کم ہو گیا تھا اور مرزا اشجاع اوسکا چھوٹا
بھائی اگرچہ لیاقت و قابلیت میں محتاج و دست نگر تو نہ تھا مگر
رات دن متوالا رہتا تھا اور نہایت عیاشی سے چین کا بندہ تھا باقی
اورنگ زیب اخلاق و عادات میں داراشکوہ کا خلاف تھا چنانچہ مزاج
اوسکا دجیما اور طبیعت اُسکی تھنڈی اور حوصلہ اسکا تنگ اور بچلے
خود دور اندیش اور قندہ پوست اور نہایت فریبی اور مکار اور کینہ پرور
اور تیز فکر اور سنجیدہ دلاور اور نہایت خوش بیان تھا اور یہہ فکر اسکو
ہمیشہ داسکبر رہتی تھی کہ نئے نئے دوست بنائے اور دشمنوں کو رافنی
رکھی اور باوصف اونکی لڑائی کے کاموں میں ہوشیار اور دلاور تھا اگرچہ

چوڑ بند اوسکے پہلوانوں کے سے نہ تھی مگر یوں صورت کا اچھا تھا اور جو کہ دنیا کے کاموں میں اکثر مگر و فریب کی باتیں ہر تھا تھا اور دین مذہب کے قاعدوں کو تدبیر مملکت کا الہ بناتا تھا تو اس سے یہ سمجھا گیا کہ اپنے دین میں بھی سچا نہ تھا مگر حقیقت میں اُسکے پکے مسلمان ہونے اور دین میں تعصب ہر تھے میں کوئی شک شبہ نہ تھا پکے مسلمانوں سے تعلیم اُس نے پائی تھی اور آغاز شباب میں عبادت پر متوجہ تھا یہاں تک کہ ایک بار اُس نے یہ بات بھی کہی تھی کہ دنیا چھوڑ کر فقیروں کا جامہ پہنوں گا اور عمر بھر اُس نے دین کی پابندی ایسی ایسی باتوں میں ظاہر کی کہ کوئی کوئی بات اُن میں اُس کی غرضوں کے مفید نہ تھی اور کوئی کوئی اُس کے مطالبوں کے صریح مخالف تھی دعاؤں کے مانگنے اور نماز و قرآن کے پڑھنے اور خدا کے پوجنے اور بری باتوں سے بچنے میں گرمجوشی دکھاتا تھا یہاں تک کہ بظاہر یہ گمان تھا کہ وہ اپنی محنت سے روٹی کما کر کھاتا ہی علاوہ اُس کے عجز و انکسار کے ہونے اور کسی کے بھڑکانے سے نہ بھڑکنے اور اترے وقتوں میں خدا ہی پر بھروسہ کرنے اور خصوص اُن عمدہ کوششوں کے پورے کرنے میں نہایت سعی و محنت اُس کی مشکور ہوئی جو اسلام کے بڑھانے اور کفر کے گھٹانے میں اُسکی پائندگی سے ظاہر ہوئی مگر باوصف اِس کے خود کامی کامی مضمون اُس میں ایسا سمایا تھا کہ جب اخلاق و ملت کی کوئی بات اُس کی بلند نظری اور طمع کشائی کے مانع مزاحم ہوتی تو پھر اُسکی کچھ پروا نہ کرتا تھا اور اپنے مطالب کے لیے ہر قسم کے جرم و گناہ کا مرتکب ہوتا تھا اگرچہ اور وقتوں میں طبع طوح کے وسواس اور اخلاق و مذہب کے خیالات اُس کے جی میں گذرتی تھی *

ملکی کاموں میں مذہب کے قاعدوں سے کام لیا اور باعث یہ تھا کہ اُس وقت کا یہی مقتضی تھا اِس لیے کہ اکبر کی انوکھی باتوں سے

اکثر مسلمانوں کو صدمہ پہونچا تھا۔ جو اس معمولی نفرت کے علاوہ کہ لوگوں کے خیالوں اور مذہبوں کو آزادی حاصل ہوئی یہہ بات بھی سمجھتے تھے کہ ہمارے دین کی تشریب کا ارادہ کیا گیا بعد اُس کے چھانگیر اُس کی گدی پر بیٹھا اور اُس نے مسلمانوں کی پرانی رسموں کو ایسے پھینکے ہیں سے دوبارہ رائج کیا کہ مسلمان لوگ اچھی طرح راضی نہ ہوئی اور شاہجہاں اُس کا بیٹا اگرچہ باپ کی نسبت کچھ زیادہ مسلمان تھا مگر دارا شکوہ اُس کا پیارا بیٹا اکبر کے قدم بقدم چلتا تھا چنانچہ ایک کتاب اُسنی ہندو مسلمانوں کے مسائل میں تصنیف کی اور دونوں کی تعلیمی آپس میں چاہی غرض کہ کوئی بات اس سے زیادہ موثر منتخب نہیں ہوسکتی تھی کہ دارا شکوہ اپنے فاسد عقیدوں کی بدولت مسلمانوں کے نزدیک اچھا نہ رہے اور اورنگ زیب سے پابند مذہب کا مقابلہ کرنا دارا شکوہ سے اس خاص صورت کے سوائے معقول اور پسندیدہ ممکن نہ تھا کہ وہ اسلام کا پھلوان اور دارا شکوہ اُس کا مخالف کفر کا معاون سمجھا گیا اور مرزا شجاع کی نسبت اس باعث سے معزز و ممتاز تھا کہ مرزا شجاع شیعوں سے گھلا ملا رشتا تھا اور سنی مسلمان اُس سے نفرت کرتے تھے *

مرزا مراد اپنے دل سے سختی اور جی کا بھادر تھا مگر سمجھہ بوجھہ اُس کی کامل تھی اور کام اُس کے عام لوگوں کے سے دھندے تھے باقی دلیری اور خودمیرائی اور شہوت پرستی اور آرام جوئی کے علاوہ کوئی کام اُس کو نہ تھا اور اُن کاموں سے بڑے کسی ترقی کا خراہل نہ ہوتا تھا + *

+ اُن شہزادوں کے اخلاق و عادات کا مذکور ہرنیر صاحب کے بیان سے لیا گیا اور واقعات مندرجہ شاہی خان اور واقعات اورنگ زیب کے چند مقاموں سے کچھ کچھ تبدیل اُن میں کی گئی اورنگ زیب نے شاہجہاں کا فرمودہ اپنے بیٹوں کی نسبت قائم کیا شاہجہاں نے فرمایا کہ بادشاہت کی شان و شوکت اور نوچ کی حکومت کی لیاقت دارا شکوہ رکھتا ہی مگر وہ ایسے لوگوں سے حسد کرتا ہی جو فخر و عزت

جس بی بی سے یہہ چاروں بیٹی تھیں اسی بی بی سے درویشاں بھی تھیں منجملہ اُن کے بادشاہ بیگم بڑی بیٹی شاہجہاں کو پیاری تھی اور خدا تعالیٰ نے حسن و نواکت کے ساتھ اُس کو فہم فراست بھی عنایت فرمایا تھا اور دارا شکوہ کے مقصودوں کی مدد و معاون رہتی تھی اور اِس لیے کہ دوسری بیٹی روشن آرا بیگم میں بادشاہ بیگم کی شکل و شمایل کم تھی تو رعب داب اُس کا کم تھا اور بادشاہ کا التفات بھی اُس طرف تھوڑا تھا مگر مند و فطرت کی سازشوں اور محتاسراے کے بہبودوں کی واقفیت سے اپنے پیارے بھائی اورنگ زیب کے بڑے کام آتی تھی»

دارا شکوہ کے انصرام سلطنت اور بھائیوں کی بغاوت

کا بیان

جس خبر کے پھولچنے پر اورنگ زیب نے دارالسلطنت کا ارادہ کیا وہ روشن آرا بیگم کی بدولت حاصل ہوئی تھی بیان اُس کا یہہ ہی کہ شاہجہاں سرستہ برس کو پھولچا تھا اور پچھلے دنوں میں کافلی اور آرام طلبی کے باعث سے سلطنت کے کام کاج بڑ بڑی بڑی توجہ نہ کرتا تھا اور اور بیٹیوں کی نسبت دارا شکوہ کو یہہ مرتبہ دیا تھا کہ اُس کو وارث تخت سمجھ کر جن کاموں کو خود نہ کرتا تھا اُن کو اس پر ڈالتا تھا غرض کہ اسی زمانہ میں بادشاہ کے گھٹنے درد کرنے لگے اور پیشاب اُسکا بند ہو گیا اور کام کاج کے قابل نہ رہا یہاں تک کہ

کا دعویٰ رکھتے ہیں اور اسی سبب سے وہ بڑوں سے بھلا اور بہادر سے برا ہی اور مرزا شجاع ایک شراپی کبابی اور مراد ایک نفس پرور اور شکم بندہ ہی اور اورنگ زیب اپنے کاموں اور صلاح و مشورت کی باتوں میں مراد اور شجاع دونوں پر فائز اور سرکاری کاموں کے بوجھ اُنھانے کے لائق ہی مگر شکوک شبہات سے معذور اور سب کی جانب سے بدگمان ہی اور کسی آدمی کو اعتماد کے قابل نہیں جانتا ۱۲ رتبعہ اورنگ زیب موسومہ فرزند خود مندرجہ دستور العمل آغا

۴ کلیدوں صاحب کی تاریخ جہانگیر

گور کے کنارے پہونچ گیا § دارا شکوہ نے ایسی وقت میں اکتوبر سنہ ۱۶۵۷ ع مطابق ہفتم ذی الحجہ سنہ ۱۰۶۷ ہجری کو جگہ جگہ کی خط کتابت موقوف کرائی اور ایسی مسافروں کو کہیں آنے جانے ندیا جن کے ذریعہ سے بادشاہ کے سخت بیمار ہونے کی خبر صوبوں میں پہونچی ممکن تھی مگر بارصف اس کے پہنچنے کی تاک چھانک اور چالاکیوں سے بہت دنوں تک بیم نسکا اور خصوصاً اورنگ زیب کو اوسکی کل حرکتوں اور فسادوں کی اس لڑائی کے تمام زمانہ میں ذرا ذرا خبر پہونچتی رہی جسکا بیان اکی آویکا *

ایسی ازے وقت میں پہلے پہل مرزا شجاع نائب السلطنت بنکالہ نے میدان میں قدم رکھا چنانچہ اوسنے ساری فوج اپنی اکھٹی کی اور دارالسلطنت کے ارادہ پر بہار تک چلا آیا بعد اوس کے مرزا مراد نائب السلطنت گجرات نے مرزا شجاع کی پیروی کی چنانچہ ضلع کے خزانوں پر تصرف کیا اور سورت کو آ گھیرا جہاں کا حاکم محکوم اوسکا تھا اور بہت سے روپیہ کے وہاں جمع ہونے کا خیال اوسنے کیا *

اورنگ زیب نے زیادہ ہوشیاری برتی کہ آسانی شجاع اور مراد کی مانند بادشاہی کا خطاب اختیار نہ کیا اگرچہ اپنے صوبہ کی شمالی سرحد تک آیا اور اپنی فوج کو ظیاری کا حکم سنایا مگر جب تک کہ دارا شکوہ کی طرف سے بصریہ بادشاہت میں جملہ وغیرہ سرداران فوج کے نام یہ حکم نہ آیا کہ اورنگ زیب کے تحت حکومت نہ ہو اور اس کے نشان سے الگ ہو جاؤ تب تک وہ علاقہ جنگ و پرخاش پر آمادہ نہوا میں جملہ مغلوں کی ملازمت کے بعد آگرہ میں بلاوایا گیا تھا اور بڑے عہدوں پر معزز اور ممتاز ہوا تھا اور بعد اس کے دکن کو واپس روانہ کیا گیا تھا مگر کل خاندان اس کا آگرہ میں موجود تھا اور اسی لئے بادشاہ کی نافرمانی میں ان نقیبوں کا اندیشہ تھا جو نافرمانی

کی صورت میں اُس کے خاندان والوں کو پیش آنی مگر اورنگ زیب نے ایک بات ایسی اُس کو سوجھائی کہ اُس کی پریشانی دور ہوگئی *۔

ایک تدبیر کی رو سے جو اُس کی صلاح و مشورت سے نکالی گئی تھی اورنگ زیب نے میر جملہ کو اپنے دربار میں بلایا میر جملہ نے پریشانی ظاہر کی اور تعمیل حکم میں توقف کیا مگر جب کہ وہ کام ناکام اُسکے دربار میں حاضر ہوا تو اورنگ زیب نے درات آہا کے قلعہ میں مقید رہنے کا حکم دیا اور میر جملہ کے ماتحت سردار اپنے افسر کی خفیہ اجازت سے اورنگ زیب کی خدمت میں حاضر رہے بعد اُسکے اورنگ زیب نے پردہ تو اٹھایا مگر اپنے معمولی چالیں چلنا رہا چنانچہ اُس نے دارا شکوہ اور شجاع کو اُس میں لڑنے بھرتے دیا تاکہ اونکے کم زور ہونیسے اپنے تئیں فائدہ پہونچے اور اپنے جوتوزوں کو مراد کے رفیق و موافق بنانے میں صرف کیا جس سے یہ امید تھی کہ وہ اوس کے ہاتھوں میں بطور ایک آلہ کے رہیگا غرض کہ اوسنے مراد کو ایک خط اِس مضمون سے لکھا کہ میں تمہارا خیر خواہ اور برادر مخلص ہوں اور تخت نشینی تمکو مبارک ہو باقی میرا یہ ارادہ ہی کہ میں مکہ کو جاؤں اور کنج عزالت میں بیٹھ کر خدا کی یاد کروں اور دنیا کو چھوڑوں اور باوصف اِس کے لامذہب داراشکوہ کے مقابلہ پر تیرا ساتھی بھی ہوں اور اب تک کہ ہمارا باپ جیتا جاگتا ہی تو ہم کو چاہیئی کہ اُس کی خدمت میں حاضر ہوں اگر وہ ہم سے معافیت پیش آوے تو اُس کو اُس رعب داب سے بچاؤں جو داراشکوہ نے اُس پر حاصل کیا اور اپنے بھائی داراشکوہ کی غلط فہمی کی معافی چاہیں اور اب اسی عرصہ میں ہمکو یہ مناسب ہی کہ ہم اپنی فوجیں اکٹھی کریں اور کافر جسوخت راے سے بمقابلہ پیش آویں جو ہمارے لیئے روانہ کیا گیا † اگرچہ یہ بات قرین قیاس نہیں کہ مرزا

مراد اورنگ زیب کی ایسی خلاف توقع باتوں سے دھوکہ میں آیا ہو مگر اوس نے موتی چال کو اپنے اوستادانہ پیرایوں سے چھپایا تھا غرض کہ مراد ایک سیدھا سادھا آدمی تھا چنانچہ اُس نے اورنگ زیب کی ہناتوں اور خوشامد آمیز فقروں کو بہت کان دھر کر سنا اور کسی طرح کا شک و شبہ جی میں نہ لایا اور اپنے مخفی معاملہ کی تائید و اعانت سے جس کی توقع اُس کو بہت تھوڑی تھی نہایت شاداں و فرحاں ہوا *

اس سے پہلے دارا شکوہ اپنے حریفوں کے مقابلہ کی تدبیریں ٹھیک ٹھاک کرچکا تھا چنانچہ اُسے راجہ جسونت سنگھ کو مراد اور اورنگ زیب کی دیکھ بھال کے لئے مالوہ میں روانہ کیا تھا اور یہہ اُس کو سمجھا دیا تھا کہ حسب تقاضائے وقت جیسا کہ شایاں و مناسب ہووے ساری فوج سے اُن کا مقابلہ کرے یا فوج کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے مقابلہ پیش آوے بعد اُس کے نومبر سنہ ۱۶۵۷ ع مطابق چوتھی ربیع الاول سنہ ۱۰۶۸ ہجری میں دہلی سے آگرہ کی جانب بڑھا اور اپنے بیٹے سلیمان شکوہ کے ساتھ ایک فوج اپنی کر کے بتائید راجہ جے سنگھ کے مرزا شجاع کے مقابلہ پر بھیجا جو بنگالہ سے چلا آنا تھا اور یہہ وہ زمانہ تھا کہ اس زمانہ میں شاہجہاں نے کامل شفا پائی تھی اور اپنی سلطنت پر در بارہ قبضہ کرنے کے قابل ہو گیا تھا مگر اور شاہزادوں کی بد وضعی اور بد چلتی سے داراشکوہ پر اعتماد اُس کا زیادہ ہوتا گیا چنانچہ اس نے شاہزادہ مرزا شجاع کے نام اس مضمعون سے ایک شتہ مضبوط لفظوں کا لکھا کہ تو اپنی حکومت کاہ کو واپس چلا جا مگر مرزا شجاع نے شتہ مذکور کو دارا شکوہ کا جرز تصور کیا اور اب بھی بادشاہ کے شفا پانے کو مشتبه سمجھے گیا اور دارالخلافت کی طرف بڑھتا آیا یہاں تک کہ مرزا سلیمان شکوہ اُس سے بنارس کے قرب و جوار میں مقابل ہوا چنانچہ شجاع سے لڑائی ہوئی مرزا شجاع کی فوج اگرچہ منتشر تو نہوئی مگر اوس نے شکست فاش کھائی چنانچہ مرزا شجاع بنگالہ چانے پر مجبور ہوا *

اسی عرصہ میں آخر مارچ سنہ ۱۹۵۸ ع مطابق ۲۵ جمادی الثانی سنہ ۱۰۶۸ ہجری میں اورنگ زیب نے برہانپور † سے مالوہ کو کوچ کیا اور مرزا مراد اپنے بھائی سے ملاقاتی ہوا اور دونوں کی فوجیں باہم ہو کر جسونٹ رات پر روانہ ہوئیں جو اوجین کے قریب اپنی چھاندنی قالی پڑا تھا راجہ نے اپنی فوج کو دریائے سیپرا کے کنارے پر آراستہ کیا یہہ دریا اگرچہ اس زمانہ میں خشک ہونے کے قریب تھا مگر جس زمین پر بہتا تھا اوسکے پہاڑی ہونیکے باعث سے وار پار اوترنیکا پڑا مانع مزاحم تھا یہہ لڑائی اپریل سنہ ۱۰۶۸ ہجری مطابق ماہ رجب سنہ ۱۰۶۸ ہجری واقع ہوئی اور راجپوت بڑی دلیری دلاوری سے لڑے مگر جب کہ باقی فوج نے قائلید اون کی اچھی طرح نکی تو وہ لڑائی ہار گئے اور تصفیہ اس لڑائی کا مرزا مراد کی بہادری سے ہوا غرض کہ جسونٹ سنگھ اپنی پراگندہ فوج کو لیٹے ہوئی اپنے ملک کو چلا گیا اور باقی فوج بادشاہی تقریر ہو گئی ‡ بعد اوس کے جب اورنگ زیب نے اپنے سرداروں پر انعام تقسیم کیا تو مراد کی شکرگداری کے لیٹے اون کو بھیجا گیا کہ وہی شاہزادہ اس فتح و عزت کا سرچشمہ اور شان و شوکت کا سرمایہ بنی اور جب کہ اورنگ زیب اوس سے پہلے پہل ملا تھا تو اوس نے باہم متفق رہنے کا قول و قسم کیا تھا چنانچہ بعد اس لڑائی کے وہ اپنی بات پر قائم رہا اور صدق و صداقت اور زور و متانت سے وہ وعدے اپنے کیئے گیا اگرچہ اورنگ زیب اپنی حسن و لیاقت کے ذریعہ سے لڑائی کے تمام کار بار پر قابض و متصرف تھا مگر لڑائی کے سارے زمانہ میں جان نثاری اور کیا زہندی جتنا رہا اور چھوٹے بھائی کو بڑا

† خانی خان

‡ برنیو صاحب بادشاہی فوج میں تھوڑے ہی عرصہ بعد اس لڑائی کے آئی تھے چنانچہ وہ صاحب قاسم خان بادشاہی فوج کے دوسرے سردار کو نمک حرام بتاتے ہیں یعنی اُسے مخالفوں سے موافقت کی اور حق نمک ادا کیا — ایضا خانی خان

سمجھتا رہا اور تمام موقعوں پر تواضع اور مدارات اوسکی کرتا رہا || بعد اوس کے یہہ دونوں بہائی خلیفہ خلیفہ کوچ کرتے ہوئی آگے کو بڑھے یہاں تک کہ وہ شعبان سنہ ۱۰۶۸ مطابق مئی سنہ ۱۶۵۸ع کو دریائے چنبل تک پہونچے جو گوالیار کے قریب اور دھولپور کے نیچے بہتا ہی اور جو جو انتظام اوس دریا کی حفظ و حراست کی غرض سے داراشکورہ نے کیئے تھے وہ اورنگ زیب کی عمدہ تدبیروں سے بے کار ہوگئی یہاں تک کہ فوج اوس کی بالکل تلف دریا ہار اتر گئی *

جسرونت رائے کی لڑائی سے پہلے شاہجہاں شدت گرمی کے مارے آگرہ سے دلی کو روانہ ہو گیا تھا اور جب کہ آسنے یہہ بڑی خبر سنی کہ جسرونت سنگھ نے لڑائی ہاری تو بلا رضا و رغبت وہ دلی سے آگرہ کو واپس آیا اور وہاں آکر یہہ دیکھا کہ داراشکورہ نے مہر جملہ کے بیٹے محمد امین کو مقید کیا ہی مگر جب کہ شاہجہاں نے اس حرکت کو پسندیدہ نہ سمجھا تو خود داراشکورہ نے حکم اپنا منسوخ کیا اگرچہ خود بادشاہ اس زمانہ میں شدت مرض کے مارے ضعیف و نحیف تھا مگر ہارصف اس کے خیموں کی استاذگی کا حکم اس نے صادر فرمایا اور بذات خود لڑائی ہرجانے کا آسنے ارادہ کیا اور یہہ امید آسکو قوی تھی کہ میری موجودگی اور حکم و حکومت کے باعث سے باہم تصفیہ ہو جاوے گا اور ایسی لڑائی واقع نہوگی جسکے ہونے سے طرح طرح کی بلائیں مصیبتیں خود اس پر اور فریقین پر نازل ہوویں مگر اُسکے سالے شایستہ نکاح فیہ روک تھام اُسکی کی اور اس ارادہ سے آسکو باز رکھا اور حقیقت یہہ تھی کہ اگر شاہجہاں اس ارادہ کو پورا کرتا تو گو فوجوں پر تھوڑا بہت اثر اوسکا ہوتا مگر بیٹوں کے حق میں کارگر نہ ہوتا اس لیبی کہ شاہزادوں کی یہہ نوبت پہونچتی تھی کہ اپنے ارادوں سے پھرنا اور شاہجہاں کی حیات موشوم ہو اپنی سلامتی کا بیروسا کرنا اب ممکن نہ تھا *

دارا شکوہ اس آشتی سے اس لیئے خوش نہ تھا کہ آسکے ہونے سے نا محدود اختیار اوسکا بجائے خود باقی نہ رہتا اور بدستور سابق ساری سلطنت کا انصرام و اہتمام اوسکے باپ کے قبض و تصرف میں چلا جاتا غرض کہ دارا شکوہ نے اسی واقعی خیال سے اور نیز اپنی فوج کی کثرت تعداد کے بھروسے پر سلیمان شکوہ اپنے بیٹے کا انتظار بھی نہ کیا جو آسکی فوج کا عمدہ ٹکڑا ہمراہ اپنی لیئے ہوئے بنارس سے چلا آتا تھا یہاں تک کہ دارا شکوہ اپنے باپ کی تاکید و فہمائش کے خلاف ہو ایک ایسی فوج اپنے ساتھ لیکر آگرا سے روانہ ہوا جو کثرت تعداد اور درستی ساز و سامان کی حیثیت سے ایسی معلوم ہوتی تھی کہ کوئی فوج آسکی نکر نہ آتھا سکیکی مگر حقیقت میں اپنے حاکم کے غرور و نخوت اور سرداروں کی نمک حرامی اور چنے چنے لڑنے والوں کے موجود نہ ہونے سے بہت کمزور ہو گئی † تھی *

غرض کہ آغاز جون سنہ ۱۶۵۸ ع مطابق ششم رمضان سنہ ۱۰۶۸ ع کو دونوں فوجیں یعنی اورنگ زیب اور دارا شکوہ کے لاؤ لشکر شامانکہ واقع متصل آگرا ہو پہونچی اور دوسرے روز آپس میں صف بندی تو ہوئی مگر اگلی صبح تک لڑائی بہڑائی نہ ہوئی *

دارا شکوہ کیطرف سے لڑائی شروع ہوئی یعنی اوسکی فوج کے ایک رسالہ نے جو رستم خاں رسالہ دار کے زیر حکومت تھا آپ اپنی طرف سے پہلے پہل چھڑاؤٹھائی مگر وہ رسالہ ان تڑپوں کی قطار میں گھس بیٹھا نہ سکا جو اورنگ زیب کی فوج کے سامنے مرتب کی گئی تھیں اور ایسے ہی دوسرا دھاوا بھی جو خود دارا شکوہ نے کیا تھا نا کام رہا اور

† خانی خاں بیان کرتا ہی کہ دارا شکوہ کی فوج آگرہ میں ستر ہزار سواروں سے زیادہ تھی اور ہاتھی اور توپیں بلا شمار تھیں اگرچہ برنیئر صاحب ہندوستان کے بیان کو هجوم و کثرت کے مقدمہ میں عموماً اعتبار نہیں کرتے مگر یہاں وہ صاحب خیال کرتے ہیں کہ دارا شکوہ کے پاس ایک لاکھ سوار اور بیس ہزار پیادے اور اسی توپیں ہونگی اور اورنگ زیب د مراد کی فوجوں کو تیس یا پینتیس ہزار سوار بتاتے ہیں

بالکل ضائع کیا مگر اُس نے مرہہ بعد اخزی اور کڑہ بعد اولی اپنے دھاروں کو جاری رکھا اور عین مرکز لشکر پر جہاں اورنگ زیب اپنی ہمت باندھے کھڑا تھا متواتر حملوں کی ہوجھاریں برساتا رہا اور اسی عرصہ میں تین ہزار اوزبکوں نے مرزا مراد پر حملہ کیا اور تیروں کی ایسی ہوجھاریں برساتیں کہ مرزا مراد ان کے مقابلہ پر بدشواربی تھو سکا اگرچہ اُسکے ہاتھی نے تیروں کی مار ماروں سے بھاگنا چاہا مگر اس نے پاؤں میں بھاری زنجیر ڈالوائی اور اس زنجیر کے ڈالنے سے اپنے بھاگنے کے اختیار و قدردن کو مستلجم کیا بعد اس کہ مسان کے جو اوزبکوں سے واقع ہوا ایک اور دھارا ظہور میں آیا یعنی راجپوتوں کے بہت بڑے گروہ نے مرزا مراد پر اس قلعہ کی پڑی سے حملہ کیا کہ کوئی چیز اُسکو روک نہ سکتی تھی منجملہ انکے راجہ رام سنگھ اُن کے سردار نے جو زعفرانی جامہ پہنی ہوئے اور مرصع کلفی لکائے ہوئے آتا تھا مرزا مراد کی طرف اپنا گھوڑا دوڑایا اور بھالا تول کر مرزا مراد پر چلایا اور مہاروت کو للکار کر ہاتھی بٹھانے کو کہا مراد نے اوسکا بھالا اپنی قتال پر روکا اور ایک تیر آبدان کے ذریعہ سے شربت مرگ اوس کو چکھایا † اور جبکہ راجہ رام سنگھ اوس کے تیر کی مار سے ہچکھار کھاکر گرا اور لوٹ پوٹ کر مر گیا تو راجپوتوں کے غیظ و غضب کو جوش آیا اور ایسے جی توڑ کر لڑے کہ مرزا مراد کے ہاتھی کے اُس پاس اونکی لاشوں کے پشتے بندہ گئے اگرچہ اورنگ زیب اسوقت میں بھائی کی اعانت پرانے کو آمادہ تھا مگر وہ جہاں کہیں تھا وہیں اوس کو نہایت محمونی مشغولی کا موقع ہاتھ آیا یعنی داراشکوہ نے اورنگ زیب کی تویوں کی قتل کو توڑ کر قلب لشکر پر دھاوا کیا اور دھاوے کی قلعہ کی اور فوج کی فراوانی سے جو چیز اوسکے سامنے پڑی اُسکو تھکانے لگا †

† کرنیل کان صاحب نے اس دھاوے کو یونہی والے راجہ چتر سال سے نسبت کیا جو شائع جہاں کے مہد و دولت میں مشہور سرداران فوج سے گنا جاتا تھا اور اسی لڑائی میں مارا گیا — غانی شانی خان برٹیر صاحب

اگرچہ اس دھارے کی تندہی سے ساری فوج میں ہل چل پڑی مگر اورنگ زیب اپنی ذات سے مضبوط و مستحکم رہا چنانچہ جہاں کہیں وہ خطرہ معلوم کرتا تھا وہیں اپنا ہاتھی دوڑاتا تھا اور با آواز بلند اپنے لوگوں سے کہتا تھا کہ خدا تمہارا ساتھ ہی ہے اور تمہاری بازگشت اوسکی طرف ہی اور کوئی پشت پناہ آسکے سوا نہیں اسی کہمسان میں راجہ روپ سنگھ اپنے گھوڑے سے کودا اور اورنگ زیب کے ہاتھی تک پہونچکر اُس کے تنگ کو کاٹنے لگا اورنگ زیب اوسکی دلیری دلاوری سے حیران رہا اور آسور پریشانی کیوقت اپنے لوگوں سے پکار کر کہا کہ اس گہر کو ضایع نہ کرنا مگر اوسکی آواز کے پہونچنے سے پہلے وہ پاش پاش ہو چکا تھا بعد اوسکے جب مرزا مراد نے راجپوتوں کے ہتھانے سے فرصت پائی تو دارا شکوہ کے قلب لشکر پر متوجہ ہوا اور جب کہ دارا شکوہ نے راجپوتوں کے مارے جانے اور بھاگ آنے سے اپنی فوج کے دائیں بازو کو دشمن کے حملہ کے لئے کشادہ پایا تو اپنے حملہ کی قوت کم کرنے پر مجبور ہوا جو مخالف کے قلب لشکر پر پھیلی ہوئی تھی اگرچہ یہ احتمال غالب تھا کہ دارا شکوہ اپنی فوج کی کثرت و فراوانی سے انجام کو کامیاب ہو جاتا مگر ایسی حالت میں کہ وہ اپنے ہاتھی کو جو ساری فوج کو دکھائی دیتا تھا آگے بڑھائے جاتا تھا اور اپنی لگن سے فوج کی ہمت بڑھاتا جاتا تھا اور ہاتھ کے اشارے سے آگے بڑھنے کا اشارہ کرتا تھا مخالف کی فوج سے ایک ہاں ایسا آکر لگا کہ ہاتھی اُس کا بے قابو ہو گیا یہاں تک کہ کام نا کام اپنے ہاتھی سے کوٹ کر گھوڑے پر سوار ہوا اور جب کہ دارا شکوہ دور دور کی فوج کو نظر نہ پڑتا تو اُن لوگوں میں پریشانی نے ہانڈ اپنے پھیلائے اور جب کہ گھوڑے کی سواری کے بعد ایک ملازم اُس کا جو اوسکے ترکش باندھ رہا تھا فوج مخالف کے تیرگولی سے گرا تو پاس اس کے لوگوں میں بھی پریشانی پھیلی اور ساری فوج میں ہل چل پڑ گئی ایشیا کا دستور یہ ہے کہ سردار کے مارے جانے سے اکثر ہار

ہوئی ہی اور آپس کی ملکی لڑائی میں اوسکے کام آنے سے وہ معاملہ فیست و نابود ہو جاتا ہی جس پر لڑائی واقع ہوئی ہی حاصل یہ کہ جب یہہ پریشانی واقع ہوئی تو دارا شکوہ کی کادیابی بیکار سمجھی گئی اور ہر شخص کو اپنی جان مال کے لئے پڑے یہاں تک کہ ہانواوس فوج کے بھی اوکھڑنے لگے جو لڑائی بھڑائی سے اب تک محفوظ و مامون تھی اور بادشاہ زادے لڑائی کے کھیت سے منہ پھیر کر قاب اشکر کو چیر چار کر بیچھے کو بھاگے اور سامنے کی فوج اور خود دارا شکوہ کو بھاگنے پر مجبور کیا *

جوں ہی کہ فتح و نصرت کا تصفیہ ہوا تو اورنگ زیب سجدہ میں گرا اور خدا تعالیٰ کا شکر اُس لطف و عنایت کی بابت بجا لایا جو ایسے اڑے وقت میں اُسکی جناب کبر یا انتساب سے فیض ہوئی بعد اُس کے مرزا مراد کو سلام کیا اور حصول سلطنت کی مبارکبادی دی اور جب کہ اُس نے مرزا مراد کے وردے کو تیروں کی بوچھاڑوں سے چھلنی پایا اور خود اُسکو بھی کہیں کہیں زخمی دیکھا تو فتح و ظفر پوشاشی بھاشی ظاہر کر کے اُس کے چہرہ کو لہو سے پوچھانے اور ہزا پیار اور نہایت مہر و محبت ظاہر کرنے لگا *

جب کہ یہہ معاملہ میدان میں ہو رہا تھا تو بد نصیب دارا شکوہ شامت کا مارا اگرہ کی جناب بھاگا جاتا تھا چنانچہ شام کے وقت اسی خرابی تباهی سے دو ہزار سواروں سمیت اگرہ میں داخل ہوا جس میں اکثر لوگ اُنکے زخمی تھے اور منجملہ اُس بڑی فوج کے جو ہمراہ اُسکے گئی تھی یہی لوگ اُسکی خدمتگداری کو باقی رہ گئے تھے شرم کے مارے باپ کے سامنے نہ گیا اسلئے کہ اُسکی رائے کے خلاف اُس نے یہہ کام کیا تھا

+ مراد کے وردی کو فوج سیر بادشاہ کے مہر دولت تک بطور عجایب چیزوں کے امانت رکھا تھا چنانچہ خانی خان کے زمانہ تک جسکو خود اُس نے بھی دیکھا تھا وہ ہودا موجود تھا اور بتول اُسکے تیروں کے مجموعہ سے خار پشت کی مانند آمردہ اندردہ تھا

اگر وہ اُسکی تدبیر پر چلتا تو شاید یہہ ذلت نہ اُٹھاتا بعد اُسکے منجمل
سلطانی سے بہاری مول کی دو چار چیزیں لیکر جو رو بچوں سمیت
اگرہ سے دلی کو چلتا ہوا اگرہ سے تین منزل پہونچ چکا تھا کہ وہ پانچ
ہزار سوار اُس سے جا کر ملے جنکو بادشاہ نے اُس کی کمک کے لیے
بھیجا ‡ تھا *

اورنگ زیب کا اگرہ میں داخل ہونا

لڑائی پر تین دن گذرے تھے کہ اورنگ زیب اگرہ کو روانہ ہوا
چنانچہ اُسنے شہر پناہ کے سامنے دیرے لگائے اور جون سنہ ۱۶۵۸ع مطابق

‡ اس لڑائی کے بیان میں بعض بعض حالات برنیر صاحب سے لیکر بیان کیے گئے
مگر خانی خاں کے بیان کو عموماً ترجیح اس لیے دی گئی کہ خانی خاں تقریری اور
تقریری بیانیوں کے علاوہ اپنے باپ کا حوالہ بھی دیتا ہی جو خود لڑائی میں موجود
تھا اگرچہ برنیر صاحب بھی اسی زمانہ کے قریب تھے اور وہ عمدہ لکھنے والے ہیں مگر
تقریری اور تقریری واقفیت اُن کی محدود ہوگی اور ہندوستانیوں پر رائے لگانے کے
ذریعہ اُنکے پاس کچھ توڑے موجود ہونگے علاوہ اُس کے اُن کے بیان میں ایسی ایسی
حکایتیں مذکور ہیں جو لوگوں کی بناوٹیں معلوم ہوتی ہیں چنانچہ اُنہوں نے
دارا شکوہ کے ہاتھی سے اُترنے کی وجہ یہہ بیان کی ہی کہ میں قلعہ کی وقت میں کسی
سازشی صلاح کار نے اُسکو اُترنے کی مشورت سوچائی اور خانی خاں کا یہہ بیان ہی
کہ دارا شکوہ ایسی گھبراہٹ میں اُترنے پر مجبور ہوا کہ اُس نے جو تیاں بھی
ہوئے میں پھرتیں اور ننگے پاؤں اور بلا ہتھیاروں گھڑے پر سوار ہوا علاوہ اُسکے برنیر
صاحب نے شاہجہاں کی سازش اورنگ زیب کے پکڑنے میں اور بھراب اُسکے اورنگ زیب
کی سازش شاہجہاں کو گرفتار کرنے میں اور پھر کامیابی اُس کی بیان کی حالانکہ یہہ
بات سچی معلوم نہیں ہوتی اور خانی خاں نے کچھہ بیان اُس کا نہیں کیا
راضی ہو کہ جو جو حال اس میں اورنگ زیب کے مفید و نافع لکھے گئے ہیں وہ
دیکھ بہال اور چہاں ہیں اُن کے قابل ہیں اس لیے کہ اگرچہ برنیر صاحب دارا شکوہ کی
پاک طینتی اور صاف نیکی کا شیعہ فریقہ تھا مگر اورنگ زیب اُسکا ادا دارا شکوہ کا
دشمن تھا اور خانی خاں بھی دارا شکوہ سے مذہبی عداوت رکھتا تھا اور ان دونوں
مورخوں نے یہہ حالات اُس زمانے میں لکھے ہیں کہ اورنگ زیب اچھی طرح کامیاب
ہو چکا تھا اور جگہہ جگہہ اُس کی پکی مسلمانی اور بڑی بادشاہی کا شہرہ
پھیل گیا تھا

دسویں رمضان سنہ ۱۰۶۸ ع ہجری کو شہر ہرقاہض ہوا بعد اُس کے
تھوڑے دنوں گزرنے پر بادشاہی محفلوں پر تصرف کیا اور باپ کی
خدمت میں بڑے عاجز و انکسار سے عریضے بھیجتا رہا اور جو کام اُس
سے ظہور میں آئے اُن کا عذر اوسلئے پیش کیا کہ بمقتضائے ضرورت یہ کام
اوس سے واقع ہوئے باقی خدا نخواستہ آپ کی خدمت میں کسی
قسم کی گستاخی یہ ادبی ذہونگی میں ویساہی خدام اور نیازمند اپنا
ہوں جیسا کہ پہلے سے تھا یہ غالب ہی کہ اورنگ زیب اپنے جی سے
اس بات پر راضی تھا کہ باپ کو راضی رکھے اور اوسکے نام سے حکومت
کرتا رہے مگر جب کہ اوسکو یہ بات دریافت ہوئی کہ باپ کے نزدیک
اعتماد اپنا حاصل کرنا اور دارا شکوہ کی مہر و محبت کو باپ کے جی
سے دھونا ممکن و متصور نہیں تو اوسنے اپنے بیٹے محمدی سلطان کو قلعہ
مبارک پور کامل قبض و تصرف کرنے اور آلے جانے والوں کو روکنے ٹوکنے
کی غرض سے روانہ کیا اور باوجود اس کے شاہجہاں کی تعظیم تکریم
از حد ہوتی رہی مگر سلطنت اوسکی اسی زمانہ سے ختم ہوئی اگرچہ
بعد اُسکے سات برس تک زندہ رہا باقی یہ وجہ دریافت نہیں ہوتی
کہ ایسا لائق فایق بادشاہ تخت سے اترتا چارے اور اوسکے پورانے ملازمین
میں سے کوئی حاسمی کار اوسکا نہروے اور اصل حقیقت یہ تھی کہ
عیش و عشرت میں پڑنے سے اوسکی سمجھ بوجھ میں فرق و قنور آگیا
تھا اور اسلئے کہ اوس نے ایک مدت سے فوج کی سرداری سے ہاتھ
اڑھایا تھا تو فوج والوں نے اپنے التناؤں کو اُن شہزادوں پر متوجہ کیا
تھا جو اونکو میدانوں میں لڑائی پر لیجاتے تھے اور اُنکے ذریعوں سے
انعام و اکرام ان میں تقسیم ہوتے تھے علاوہ ان کے اورنگ زیب کا حسن
ایمانت اور جوش قابلیت بھی باعث پڑا اس لئے کہ اورنگ زیب اگرچہ
حکومت کے مقدمات اور باقی معاملوں میں بھی اچھا خاصا تھا مگر
سازشوں کی روک تھام اور منسحدوں کے انتظام و اہتمام میں اور معاملوں کی
نسبت بہت زیادہ کامیاب ہوا ۔

اورنگ زیب کا مراد کو قید کرنا

جب کہ اورنگ زیب کا کام نکل چکا اور شاہزادہ مراد سے کچھ مطلب باقی نہ رہا تو اُس نے اُسکو اُس سلطنت سے بلا دشواری اور بلا سبب علاحدہ کیا جسکا اُسکو بظاہر مالک بنا رکھا تھا چنانچہ اُسنے اُس سیدھے سادھے بادشاہ زادہ کو عجز و انکسار کے برتاؤ اور نذر بھیجے کے چڑھاؤ اور سہر و معیت کے پہیلاو سے جینک دھوکہ میں رکھا کہ وہ دونوں دارا شکوہ کے پیچھے آگرہ سے روانہ ہوئے غرضکہ ایک روز اُسنے مرزا مراد کو شام کے وقت اپنے دسترخوان پر بلایا اور اپنے مذہبی وسواسوں کو استدر تھیلا چھوڑا کہ بے تکلف پیالے چلنے لگی یہاں تک کہ مرزا مراد استدر پی گیا کہ بالکل از خود رفتہ ہو گیا اور جب کہ یہہ حال اُس کا ہوا تو ہتیار اُسکے چھینے گئے او اُسکی طرف سے کوئی مقابلہ پیش نہوا غرضکہ پابونجیو کر کے ایک ہاتھی پر سوار کیا گیا اور سلیم گدہ کو بھیجا گیا جو دلی کے لال قلعہ کا ایک ٹکڑا گنا جاتا ہی اور تین ہاتھی باقی طرفوں کی طرف اُسے استدر محافظوں کے ساتھ اس غرض سے روانہ کیئے کہ لوگوں پر یہہ بات نہ کہلے کہ وہ کہاں پہونچایا گیا بعد اُس کے گوالیار کے قلعہ میں منتقل کیا گیا جو اُس زمانہ میں بڑے معجزوں کے لیئے بڑا قید خانہ قرار دیا گیا تھا بعد اُس کے اورنگ زیب لگے کو دلی کی جانب بڑھتا چلا جہاں اُسنے بادشاہت اختیار کی اور اپنی بادشاہت کی منادی پھرائی † مگر اُس نے اپنے نام کا سکہ اپنی تخت نشینی کے پہای سالگرہ تک جاری نہ کیا اور نہ جب تک تاج اپنے سر پر رکھا مگر بعد اُسکے اُسنے یکم ذی قعدہ سنہ ۱۰۶۸ ہجری مطابق ستمبر اگست سنہ ۱۶۵۸ع کو تاج و تخت کو عزت بخشی اور یہی باعث ہوا کہ اُسکی سلطنت کی تاریخوں میں گونہ پریشانی واقع ہوئی *

شاہجہاں کے عہدِ دولت کی شانِ ادبی کا بیان

اگرچہ شاہجہاں کی سلطنت بطور معقول اختتام کو نہ پہنچی مگر گمان غالب یہ ہے کہ ہندوستان کی سلطنتوں میں سے وہ سلطنت نہایت عمدہ ہوئی اور باوصف اس کے کہ وہ بعض بعض وقتوں میں غیر ملکی لڑائیوں میں گہما گہما رہا مگر اس کے خاص ملک کا امن چین بطور خود قائم دایم اور ایشیا کی بہت سی سلطنتوں کی نسبت اُس کی سلطنت میں انتظام و اہتمام اچھا رہا *

بوجود اس کے کہ بہادر شاہ آرام و آسائش کا شوق اور عیش و نشاط کا فریفتہ تھا اور باوصف اس کے کشمیر جنتِ نظیر کے آنے جانے اور عمدہ عمارتوں کے چٹانے بنانے میں چٹکا شوق ذوق اُس کو دامنگیر رہتا تھا ملک کے انتظام و اہتمام اور کارِ بار سلطنت کی اصلاح و انصرام سے غافل رہنے کو گوارا نہ کرتا تھا چنانچہ اُس نے اسی باعث سے اور نیز اپنے لیے عمدہ وزیروں کے انتخاب کرنے سے سلطنت کے نظم و نسق اور حکومت کے بہت و کشادہ میں کسی قسم کے خلل کو دخل نہ دینا بلکہ اُس نے عمدہ عمدہ بائیں ایجنٹ کیوں جیسے کہ جمہندی اور زر لکان کے قائم کرنیکی غرض سے دکن کی ہمدیش کی خافی خاں جو اُن زمانوں کا نہایت عمدہ مورخ ہی بیان کرتا ہے کہ اگرچہ اکبر بادشاہ از روئے فیروز مندی اور قانون تراشی کے شہرہ آفاق اور مشہور اکثاف ہوا مگر ملک و محاصل کے نظم و نسق اور سلطنت کے ہر محکمہ کے انتظام و اہتمام کی حیثیت سے کوئی بادشاہ ایسا نہیں گذرا جیسا کہ یہ شاہجہاں تھا *

یہ مانا کہ اور بادشاہوں کی نسبت شاہجہاں کی حکومت تہذیبی بہت اچھی خاصی تھی مگر یہ سمجھنا مناسب نہیں کہ وہ حکومت اُن قیاحقوں سے پاک صاف تھی جو خود مختار بادشاہوں کی حکومتوں میں ہمیشہ پائی جاتی ہیں اُس لیے کہ یہ بادشاہ خیال میں اُن ہی کے حال کے ہاکم کسیندر زور و ظلم سے محاصل وصول کرتے ہونگے اور

داد رسانی کے افسروں میں دیں کا چرچا اور رشوت ستانی کا اجرا ہوگا چنانچہ یورپ والوں کی گواہی اس مقدمہ کی نسبت ہمارے پاس موجود ہے کہ پرمیت والے حکام اپنے لیے مال لوگوں کا چہرے جہیز سے لیتے تھے اور صوبوں کے حکام اپنی خود مختاری سے ہر طرح کا زور ظلم عمل میں لاتے تھے مگر باوصف ان نقصانوں کے لحاظ کے بہت سی باتیں ایسی باقی رہتی ہیں کہ ان کے دیکھنے سے صاف یہ دریافت ہوتا ہے کہ شاہجہاں کے عہد حکومت میں ہندوستان کی حالت شادیابی اور سر سبز پر قائم تھی *

دلی سے دارالسلطنت کے بنانے سے پہلے دریافت ہوتا ہے کہ یہ بادشاہ اپنی ذاتی دولت سے سرکاری دولت کے علاوہ معمور و مشحون تھا مندرسلو صاحب بیان کرتے ہیں کہ اگر شاہجہاں کے وقتوں میں اصفہان سے دوگنا تھا چنانچہ اُس میں عمدہ عمدہ بازار اور اچھی اچھی درگاہیں اور بہت کثرت سے غسل خانے اور بہت سی کارواں سرائیں موجود تھیں اور یہ شادیابی اور آبادی صرف اُن مقاموں میں محدود نہ تھی

* ٹیورنبر صاحب جس نے ہندوستان کے اکثر حصوں کو مکرر سے کر دیکھا ہوا بیان کرتے ہیں کہ شاہجہاں بادشاہ اپنی رعایا پر ایسی حکومت کرتا رہا جیسے کوئی باپ اپنے بال بچوں کی نگرانی کرتا ہے اور یہی صاحب اُسکی مالکی حکومت کی چابکی چستی اور جان مال کی حفظ و حراست کو بڑے مبالغہ سے لکھتے ہیں جو بادشاہ کی سعی و محنت کی بدولت رعایا کو حاصل تھی اور دلائی صاحب جس نے چانگیر کی اخیر سلطنت یعنی سنہ ۱۶۶۳ ع میں جب کہ شاہجہاں اُس کے بیٹے کے عہد دولت کی نسبت سلطنت کا کام ابتر تھا تاریخ لکھی ہے بیان کرتے ہیں کہ شاہجہاں کے زمانہ میں سارے لوگ اپنی اوقات امن چین سے شریفوں کی طرح کاٹتے تھے اور جان مال کی حراست بھی اُنکو بھاری حاصل تھی اور وجہ اُسکی یہ ہے کہ بادشاہ اُنکا چھوٹے چھوٹے ہتافوں کے ذریعہ سے زور و ظلم نہیں کرتا اور جب کہ یہ بادشاہ اپنی رعایا کو کھاتا پیتا اور خوش باغوش دیکھتا ہے تو کسی قسم کا تاراج اُن سے نہیں لیتا جیسے کہ اور مسلمان بادشاہوں کا دستور و قاعدہ ہے اس لیے کہ ہندوستان کے لوگ ایک بڑے ثبات سامان سے رہتے ہیں اور شان و شوکت کے دکھائے اور جاہ و حشمت کے چٹائے پر مرتے ہیں

جہاں خود بدولت تشریف رکھتے تھے بلکہ بڑے بڑے سیاح اُن شہروں کی شادابی سر سبز سی سبزی بڑی حیرت سے بیان کرتے تھے جو دور و دراز صوبوں میں واقع تھی اور ساتھ اُس کے اُن صوبوں کی آبادی اور خیریت کو بھی ایک مبالغہ سے چٹاتے بٹاتے ہیں * ‡

اگرچہ ہندوستان کی موجودہ حالت کے دیکھنے سے دیکھنے والوں کو اس شاداب حالت کی نسبت شک شبہ کرنا پہونچتا ہی جس کو ہندوستان کے مورخوں نے بڑے مبالغہ سے بیان کیا ہی مگر بٹول آسکے کہ از تلاش و تکار در دیوار شکستہ * آثار ہند است صفا دید عجم را اوچترے شہروں اور گڑے بڑے متکاونکے کھنڈروں اور اٹھ ہوئے ٹالپوں اور ٹپے ہوئے بندروں اور بڑے بڑے چشموں سے جو اب بھی دکھائی دیتے ہیں اور نیز کاروان سراہوں کے کھنڈروں اور اندے ہوئے کنروں اور شاہی سڑکوں کے دیکھنے سے اُن وقتوں کے سیاحوں کی شہادت پوری ہوئی ہی جس سے یہ یقین ہوتا ہی کہ جب کے مورخوں نے جو کچھ بیان کیا وہ سچا ہی بیان نہیں کیا *

بالمف اس کے ہندوستان کا ہر اعظم ایک حالت پر تھا چنانچہ بڑے بڑے سخاوت میں جنگل کھڑے ہوئے تھے اور پہاڑوں کے سلسلوں میں اکثر وحشی لوگ اور قاکو لٹیرے بستے تھے علاوہ اُس کے اُن حصوں میں بھی کہ وہی کہ وہی بغاوتوں کے خریخشی قائم رہتے تھے جو جنگلوں اور پہاڑوں سے پاک صاف تھے جیسے کہ خود شاہجہاں کے دور حکومت میں ہندیل کھنڈ میں بغاوت قائم ہوئی مگر یہ بغاوت ایک ایسے خطہ میں منعقد ہو رہی جو ثانوی رول واقع یورپ سے چھوٹا تھا یہاں تک کہ انڈیا اور فرانس سے بڑے بڑے صوبوں کو اُس بغاوت کی خبر بھی نہ ہوئی *

‡ منقرضہ صاحب نے کنبراٹ کا حال بیان کیا اور گراف اور ہورٹن صاحب نے مری صاحب کی کتاب تصنیفات ایشیا میں بہار و بنگال و اڑیسہ کے حالات لکھے اور ٹیورنیر صاحب نے شاہجہاں کی سلطنت کے اکثر حصوں کا حال قلمبند کیا

ساری رعایتوں کے بعد گر سوچا جاوے تو بلاشبہ حال اُس کی رعایا کا اُن لوگوں کے حال سے بدتر ہوگا جن پر بلادِ یورپ میں آج کل اچھی طرح حکومت نہیں کی جاتی اور کسی قانون قاعدے کی پابندی نہیں ہی چنانچہ یورپ کے ملکوں میں لوندی غلام بنانے اور بہت سے بیابا کرنے کا نام و نشان پایا نہیں جاتا اور بڑے لوگوں کی جانب سے زورِ ظلم اٹھانیکا کھٹکا اور غلہ کی گرانی کا اندیشہ بہت تھوڑا ہی اور اسی باعث سے بیماروں کا زور و شور بھی نہیں ہوتا ہاں یہ بات ضرور تھی کہ شاہجہاں کے عہد حکومت میں بلادِ یورپ کی نسبت محصول بہت تھوڑا اور پیچیدہ قانونوں کی عمل درآمد تھی اور لوگوں کو قانونی جکڑے بکھڑوں سے بالکل فراغت حاصل تھی مگر اِس مقابلہ سے وہ مقابلہ عمدہ ہی جو شاہجہاں کی حکومت کو بادشاہِ سورسِ قدیم فرماں روئے روم کی حکومت سے تھرایا جاوے چنانچہ مقابلہ کے بعد یہ دریافت ہوتا ہی کہ شاہجہاں اور اُس رومی بادشاہ کی سلطنتوں میں حسنِ انتظام اور امنِ چین کا مضمون بھی برابر تھا اور ایسی ہی زورِ ظلم اور فساد و خرابی کی مثالیں مساوی تھیں اگرچہ جسمانی راحت برابر حاصل تھی مگر ایسی بات اُن دونوں کو نصیب تھی جسکی ذریعہ سے امن و آسائش کو ترقی روز افزوں حاصل ہووے اور اُس سے یہ سمجھا جاوے کہ بادشاہِ حال کے بعد بھی یہی امن چین باقی رہیگا مگر اِس مقابلہ میں بھی جلسوں اور حکایتوں روایتوں اور رادیوں کی حیثیت سے جو پہلے پہلے وقتوں کا بقیہ چلا آتا تھا اُس رومی سلطنت کو شاہجہاں کی سلطنت پر فوقیت حاصل ہوگی *

ہندوستان کے بادشاہوں میں شاہجہاں نہایت بڑا بادشاہ گذرا چنانچہ جسقدر کہ اُس کے باپ دادا کے وقتوں میں جلو ریز اور کارخانوں اور درباری شان شوکت کے سامانوں اور بخششوں اور انعاموں

نے ترقی پائی تھی اس سے زیادہ عروج اس کے عہد دولت میں ان
 ساری باتوں کو نصیب ہوا اور ان کاموں کے خرچ و اخراجات کی کمی
 کرتا ہی صرف اس لئے معلوم ہو سکتی ہی کہ ان کے ہرنے سے شاہجہاں
 کے ایسی بیجا مناصروں میں ترقی پائی نہ گئی جو رعایا سے وصول کرتا
 تھا اور اوس کے خزانہ میں بھی کسی طرح کی کمی نہ ہوتی منجملہ
 کسی بڑی فضول خرچیوں اور جلا و جلال کے سامانوں کے وہ تخت
 طاؤسی تھا جس کو اس نے بڑی آب و تاب سے بنوایا تھا اور جس کا
 یہ نام اوس سرور کی وجہ سے شہرہ آفاق ہوا جس کی تصویر اصلی
 رنگوں کے لحاظ سے نہلم اور ہوکراج اور عقیق اور زمرد وغیرہ جواہرات
 سے بڑنی گئی تھی اور اچھے اچھے ہیروں اور چنے چنے جواہروں کے
 بیچ میں رکھی گئی تھی اور اس کے دیکھنے سے دیکھنے والوں کی
 آنکھیں خیرہ ہو جاتی تھیں اور ان جواہروں کی چمک دمک سے
 تیسپ تاب اوس کی چوگنی ہوئی تھی تیورنیر صاحب جو جواہر فروشی
 کرتے تھے بظاہر رونق و اعتماد ہی سے بیان کرتے ہیں کہ سارے لوگوں
 کے نزدیک اوس تخت کی لاگت میں سارے چھ کروڑ روپے صرف
 ہوئے تھے اس بادشاہ نے بڑی بڑی عمارتوں کے چنانے بنانے میں بڑا جاد
 جلال اپنا ظاہر کیا چنانچہ اس نے ہرانی دلی میں نیا شہر آباد کیا
 اور ایسی نقشہ پر بنیاد اوس کی خالی کہ زیب زینت میں ہرانی
 دلی سے سلطنت لیکر منجملہ اوسکے تین چوڑے چکے بازاروں کے ایک
 بازار ایسا تھا کہ چلتی بہتی نہر اور درختوں کی قطاروں سے زیب زینت
 یافتہ اور ایسے مکانوں سے آراستہ پیوستہ تھا جن کے نیچے درگاہیں مرتب
 تھیں اور وہ تینوں بازار ایسی میدان پر ختم ہوتی تھی جس کے
 عین مرکز میں جمنہ کے کنارے پر بادشاہی قلعہ واقع ہی اور اوس
 قلعہ کے خاص معتل میں چوڑے چوڑے صحن اور سنگ مرمر کے
 بڑے بڑے ڈالان اور سنہری گنبد غرض کہ ایسے ایسے مکان واقع ہیں

چنگو لوگوں نے بڑے مبالغہ سے بیان کیا اور اس شہر کی جامع مسجد بھی بڑے شان و شوکت اور حسن عمارت کی رد سے قدرت کا نمونہ ہی *

شاہجہاں کی عمدہ عمارتوں میں سے تاج محل کا مقبرہ ہی جسکو کوئی عمارت نہیں پہونچتی اور وہ سفید سنگ مرمر سے بنایا گیا اور بیل بوتلوں سے مزین کیا گیا یہ مقبرہ مصالح لوازموں کی عمدگی اور اور نقشہ کی پاکیزگی اور اُس عجیب و غریب اثر کی حیثیت سے جوان دونو باتوں سے پیدا ہوتا ہی ایشیا اور یورپ کی تمام عمارتوں سے سبقت لیکر گیا + *

+ یہ مقبرہ جسکے نام سے مشہور ہی رہ حقیقت میں ممتاز محل شاہجہاں کی بی بی تھی جو مراد لوگوں میں تاج محل کے نام سے معروف ہی یہ مقبرہ سفید سنگ مرمر کے چوترے پر قائم ہی جو چمکا کے کنارے پر واقع ہی اور اُسکے دو بازوؤں میں دو مسجدیں ہیں (حقیقت میں ایک مسجد ہی اور ایک اُس کا جواب ہی مگر شکل و ہیئت میں دونوں ایک سی ہیں) یہ مقبرہ چاروں طرف سے وسیع باغوں سے محصور ہی منجملہ اُس کے باہر کی جانب سفید سنگ مرمر کی ہی اور ایک گنبد بلند اُس کے سر پر قائم ہی اور چار مینار اُس کے چاروں طرف سرکشیدہ کھڑے ہیں اور اندرونی جانب میں ایک دالان اونچا اور گول اُس کے گنبد کے نیچے اور اُس کے بیچا بیچ اُس بی بی کا مزار واقع ہی اور اُس مزار کے گرد کھنا کتھرہ ہی جسپر سنگ مرمر اور عقیق وغیرہ کے بیل بوٹلی نہایت عمدہ تراشی ہیں اس مقبرہ کی دیواریں سفید سنگ مرمر کی ہیں جن پر طرح طرح کے بیل بوٹلے بنائی گئی ہیں علامہ اُسکے وہ خاص خوبی جسکی بدولت یہ عمدہ عمارت تمام دنیا کی عمارتوں پر سبقت لیکرئی یہ ہی کہ اُسکے بیل بوٹلوں کی زنجیروں ہندی نہایت معقول اور مناسب اور اُن کی رنگتیں بغایت موزوں اور شایستہ ہیں اور سب سے قطع نظر اس عمدہ ارایش کی چیزوں پر بھی بیل بوٹلوں کو سنگ مرمر پر لگانے سے عجیب و غریب رونق حاصل ہوئی کہ دیکھنے والے حیران ہو جاتے ہیں بیل بوٹلوں کے مصالح (برجد اور زمرہ اور یشب اور عقیق وغیرہ پتھروں سے لپکے گئے منجملہ اُنکے ایک خونی پتھر ہی جو سنہری رنگ رکھتا ہی اور اب تک حال اُسکا بدبوہی دریافت نہیں ہوا کتاب تحقیقات ایشیا کی پانچویں جلد صفحہ ۳۳۴ میں ایسی صاحب لکھتے ہیں کہ مقبرہ

شاہجہاں نے ان کارخانوں اور عمارتوں کے خرچ اخراجات میں ایسی کفایت شعاری سے کام کیا کہ باخ اور قندھار کی مہموں اور دو لاکھ مہینہ مستقل سواروں کی تنخواہوں اور بڑے بڑے ہماری مخرجوں کے بعد اپنے خزانہ میں چھہ کروڑ اور بقول بعضوں کے چوبیس کروڑ نقد اور بہت سے چواہرات اور چاندی سونے کے اسباب چھوڑ گیا * †

دریافت ہوا کہ اگرچہ شاہجہاں کی عادات آسکھ جوانی اور ایام شہزادگی میں عام پسند اور دلیخیر نہ تھیں مگر جب سے کہ وہ تنقید نشین

کے گھر کے ایک ایک پرستہ میں سر سو پتھروں کے ٹکڑے لگے ہوئے ہیں اور ہر ٹکڑا بقدر ضرورت اور مقدار مناسب تراشا گیا ہی اور بڑی چمک دمک دکھاتا ہی اور ہشپ ہیبر صاحب فرماتے ہیں کہ بارگاہ اس کے کہ اس مقبرہ کے بیل بونٹے اور سارے تکلفات ایسے ہیں جیسے سنگار گھر کی اراہشیں ہوتی ہیں مگر عام اثر اُن تکلفات کا نمودار نہ پیش کی نسبت دلیخیری اور حیرت افزائی ہی اگرچہ دقایق صناعی کی زر سے رہا ہو کہ اور بیل بونٹے اُن پورل اور بیل بونٹوں کی برابر نہیں جو بمقام پٹرا قرارا واقع شہر ٹارٹس کی میزوں اور چھوٹی چھوٹی عمارتوں میں پائے جاتے ہیں اس مقبرہ کے بیل بونٹے مدیسی کے گرجا کے بیل بونٹوں سے جو اُس کے دروازے پر بنی ہوئے ہیں بایں وجہ سبقت لیئے کہ ان بیل بونٹوں کے نقشوں کی تجویز کرنے اور بعد اُس کے اُن کے بنائے سترارنے اور ساتھ اُس کے عمارت کے لطیف و سادہ چٹائے بنائے ہیں بڑی خرمی سلیقگی اور نہایت خرمی اسلوبی ہوتی کئی بڑی دلیاں سے کہتے ہیں کہ اس مقبرہ میں گلکاری کا نام اتالی والوں نے بنایا ہی اور یہ بات اچنبھی کی ہی کہ اتالی والوں نے ہندوستانیوں سے سلیقہ شعاری کی تعلیم پائی ہو بلکہ غالب یہ ہی کہ ہندوستانیوں نے اُنس سے سیکھا ہوگا *

† برتیز صاحب کے بقول چھہ کروڑ اور خانہ خاں کے بقول چوبیس کروڑ روپیہ چھہ روپے اور غالب یہ ہی کہ خانہ خاں نے مبالغہ نہیں کیا اس لیے کہ اُس نے شاہجہاں کے سالانہ معامات کو بتیس کروڑ قرار دیا یہ معامات صرف ایک کروڑ کی قدر اُس معامات سے زیادہ ہی جو اب انگریزوں کو ہندوستان کے اُس حصہ سے حاصل ہوتا ہی جو اُن کے قبض و تصرف میں داخل ہی (اب انگریزوں کے قبض و تصرف میں اس قدر ہندوستان داخل ہی کہ اڑتالیس کروڑ تقمیل اُس سے حاصل ہوتا ہی) باقی اور لوگوں نے عرصہ شاہجہاں کے سالانہ معامات کو بتیس کروڑ قرار دیا اگرچہ برتیز صاحب نے اُن دونوں اندازوں کو غلط ٹھہرایا مگر ایران و روم دونوں کے معاماتوں سے زیادہ قرار دیا

ہوا تو اُسکی چال چلن میں کسی قسم کا داغ نہ پایا نہ کیا چنانچہ جو
 سلوک اُس نے اپنی رعایا سے کیا وہ مرہٹاؤں اور شاہانہ تھا اور وہ آزادانہ
 برتاؤ جو اپنے راجہ کے حاضر باشوں اور خدمت گذاروں کے ساتھ برتنا
 تھا اُن بہروسوں اور اعتمادوں سے بخوبی واضح ہوتے ہیں جو بادشاہان
 ایشیا کے خلاف اُسکو اپنے بیٹوں کی نسبت حاصل تھی یعنی وہ ہمیشہ
 اپنے صاحبزادوں کو برے برے کاموں پر متعین کرتا رہا اور خلف و بغاوت کا
 وسواس اپنے جی میں کبھی نہ لایا *

یہ بادشاہ تیس برس تک بادشاہ رہا اور سترہ برس کی عمر میں
 تخت سے اوتارا گیا اور چوہترویں برس مر گیا *

گیارھواں حصہ

اورنگ زیب یعلی عالمگیر کی سلطنت کا بیان

پہلا باب

سنہ ۱۶۵۸ء سے سنہ ۱۶۶۲ء تک کے بیان میں

اگرچہ اورنگ زیب کا مقصود اصلی یہ تھا کہ داراشکوہ کا تہا تب کرے مگر مرزا سلیمان شکوہ آسکے بھٹے کی دور دھوپ سے بھی غافل نہ تھا جو باپ کی اسداد و اعانت کے لیئے میں اس لڑائی کے زمانہ میں جستا انجام آسکے باپ کے حق میں اچھا نہوا اطراف بنارس سے بے تعاشہ چلا آتا تھا یہ شاہزادہ پنجوس برس کا گدرو تھا اور فوج کی حکمرانی میں راجہ جی سنگھ اور دلیر خاں دوسرا سردار معین و مددگار اس کے تھے یہ راجہ اور راجپوت راجاؤں کی مانند اس لیئے داراشکوہ کا طرفدار تھا کہ داراشکوہ تخت نشینی کا مستحق و دعویدار واقعی تھا اور نیز اس کے منصب کے اصول و فاعده بھی آزاد و بیقید تھے اگرچہ اس نے مرزا شجاع کا مقابلہ بلا توقف کیا مگر اورنگ زیب کے مقابلہ میں غالباً اس وجہ سے متامل رہا کہ بلخ کی لڑائی میں وہ اورنگ زیب کا ساتھی تھا اور اس لڑائی میں اس کے مقابلہ سے شرماتا تھا علاوہ آسکے اپنی فلاح و فائدہ کے لحاظ سے بھی ایسے شخص کا مقابلہ کرنا مناسب سمجھا جو تخت سلطنت پر مقرب ہو گیا تھا چنانچہ سلیمان شکوہ کے چہرہ دیکھا ارادہ کیا اور دلیر خاں نے بھی آسکی دیکھا دیکھی بھی اپنے جی میں تھانی اور جو نامہ قبول عذر آئوں نے پیش کیئے تو آئکے باعث سے انکی بغاوت نے

اورنگ زیب نے تنفس نشین ہونے کے بعد عالمگیر کا خطاب اختیار کیا چنانچہ اسی خطاب سے ہندوستان کی تاریخوں اور فرمائوں دستاویزوں میں لکھا گیا مگر سارے یورپ والی اور بعض بعض آسکے زمانہ اب بھی آسکو اورنگ زیب کے خطاب سے پکارتے ہیں

نہال کی نسبت ترقی پکڑی غرض کہ جب سلیمان شکوہ اپنی فوج کی قوت سے مایوس ہوا تو اُس نے یہ ارادہ کیا کہ پہاڑوں پہاڑوں چاکر اورنگزیب کی آفت سے محفوظ رہے اور جوں توں کر کے بمقام لاہور اپنے باپ کی خدمت میں پہونچے مگر اورنگزیب نے اُس کی تدبیر کو اس طرح ضایع کیا کہ اُس نے فوج کا ایک ٹکڑا بمقام ہردوار اس غرض سے پہونچا کہ عین رستہ میں روک ٹوک اُسکی کریں اور جوں ہی کہ سلیمان شکوہ کو یہ بات دریافت ہوئی تو وہ باپ کی ملازمت سے مایوس ہوا اور اُسکی مایوسی سے رہی سہی فوج بھی تتر بتر ہوگئی بعد اُس کے سلیمان شکوہ نے سوری نگر کے راجہ سے ہناہ چاہی مگر راجہ نے اس شرط پر ہناہ دینے کا اقرار کیا کہ وہ اپنے اُس پانسو سواروں کو رخصت کرے جو اُس کے ساتھ باقی رکھئے تھے سلیمان شکوہ نے یہ بات اختیار کی اور الہ آباد کے چانپکا ارادہ کیا مگر اس ارادہ میں کامیاب نہوا اور پانسو سواروں میں سے کل دو سو سوار باقی رہ گئے غرض کہ آخر کار نہایت تنگ ہوکر سوری نگر کے راجہ کی شرط کو قبول کیا اور پانچ چھ ہمراہیوں سمیت اُس کے قلعہ میں داخل ہوا اگرچہ اُس بھگت اُسکی بہت سی ہوئی مگر جلد اُسکو دریافت ہوا کہ وہ حقیقت میں ایک قسم کا نظر بند ہوگیا * اورنگزیب امور مذکور بالا کے اختتام کا منتظر نہوا بلکہ اُس نے دلی میں کاربار کا بخوبی انتظام کرکے اٹھائیسویں جولائی سنہ ۱۶۵۸ ع مطابق ساتویں ذی قعدہ سنہ ۱۰۶۸ ہجری کو داراشکوہ کے تعاقب میں کام اپنا جاری رکھا داراشکوہ نے اپنے بھاگنے کے زمانہ میں دلی میں چند روز ٹھہر کر کچھ خزانہ اور کچھ فوج اکھٹی کرکے بہت تیزی تندی سے لاہور کو روانہ ہوا اور جیسب وہاں پہونچا اور بادشاہی خزانہ اُسکے ہاتھ آیا تو اُس نے بہوتی شروع کی مگر بہوتی میں ہتور ترقی نہوئی تھی کہ اورنگزیب کے تعاقب کی خاطر پہونچتی چنانچہ تھوڑی مدت گذرنے پر ہلکے ہتیاروں والا اورنگزیب کی فوج کا ٹکڑا قریب آہونچا شاہجہاں

نے دارا شکوہ کی امداد و اعانت کے لئے مہابت خان نائب السلطنت
کابل مہابت خان متوفی کے بھتیے کو لکھا تھا اور غالب یہہ ہی کہ دارا شکوہ
یہی آسکی امداد و اعانت کی توقع کر رہا ہوگا جسکے ہولے سے اُس کو
دلادری دلادری حاصل ہوئی اگر دارا شکوہ کابل کی جانب کا ارادہ کرتا
تو فوج صوبہ کابل کے علاوہ خود کابل کے ذریعہ سے ضرورت کے وقت افغانوں
کی قوموں میں ہذاہ آسکو ہاتھ آتی اور وہاں سے بکمل آسانی اوزبکوں اور
ایرانوں کے ملک و ولایت میں جانکی راہ آسکو ولایتی مگر غالب یہہ
ہی کہ اگر یہہ ارادے کرتے ہوں گئے تو اورنگزیب کی مستعد قیدیوں
سے ضایع ہوگئی اور جب کہ دارا شکوہ نے آپ کو اُس بھاری فوج کا طرف
مقابل نہایا جس سے آسکو دھمکایا قرایا گیا تھا تو تین چار ہزار سواروں
سمیت لاہور سے نکل کر ملتان کو چلتا ہوا *

اورنگزیب شہجہ پور اتر چکا تھا کہ ناگاہ آسکو وہ خبر لگی چنانچہ
اُس نے لاہور کی راہ چھوڑی اور ملتان کی راہ اختیار کی ہنوز اورنگ
زیب ملتان میں داخل نہوا تھا کہ آسکو یہہ پرچا لگا کہ دارا شکوہ نے
کہیں توقف نہکیا بلکہ برابر آگے کو بڑھا چلا جاتا ہی علاوہ اُس کے یہہ
بھی خبر لگی کہ مرزا شجاع اُس کا بھائی بنگالہ سے بڑھا چلا آتا ہی
غرض کہ اورنگزیب نے آگے جانینا عزم نسخہ کیا اور تیسویں ستمبر سنہ
۱۶۵۸ ع مطابق بارہویں محرم سنہ ۱۰۶۹ ہجری کو واپس پورا اور
اکیسویں نوامبر سنہ ۱۰۶۹ ع مطابق چوتھی ربیع الاولیٰ سنہ ۱۰۶۹ کو دلی میں
داخل ہوا *

اسی عرصہ میں مرزا شجاع پچیس ہزار سوار اور بہت بڑا توپخانہ
ہمراہ اپنے لیٹر ہزاروں تک آگیا تھا مگر اورنگزیب تھوڑے دنو دلی میں
ٹہر کر تیسری جنوری سنہ ۱۶۵۹ ع مطابق سترویں ربیع الثانی سنہ
۱۰۶۹ ہجری کو آسکی لاگ قانت کے لئے روانہ ہوا چنانچہ بمقام کنچورا
واقع وسط الہ آباد و اتارہ کے دونو کا آمنہ سامنا ہوا شجاع کی فوج مقام

و موقع کی رو سے اورنگ زیب کی فوج کی نسبت ایک اچھی جگہ پر بڑی تھی اگرچہ دونوں فوجیں ایک دوسرے پر حملہ کرنے کی غرض سے آراستہ پیراستہ ہوئیں مگر کسی نے حملہ کرنے کا ارادہ نہ کیا بعد اُس کے تیسرے یا چوتھے دن اورنگ زیب اپنے قاعدے کے موافق صبح ہونے سے پہلے فوج کی صفوں کو آراستہ پیراستہ کر رہا تھا کہ ناگاہ اُس کے پیچھے سے گھور گرج کی آواز اڑی اور اورنگ زیب اُسکو سن کر چوکنا ہوا اِس گھور گرج کا باعث وہ راجہ جسونت سنگ تھا جو اورنگ زیب کے لشکر میں کچھ کام کاج اُسکا کرتا تھا چنانچہ اُس نے قابو پا کر اُسکے لشکر کے مل و اسباب کو لوٹنا کہسوتنا شروع کیا اور وجہ اُسکی یہ تھی کہ جب اُس راجہ نے دار اشکوہ کے مقدمہ میں کچھ جان نہائی تو اورنگ زیب سے آکر ملا اور جب کہ اورنگ زیب اُس سے ویسی اعزاز و اکرام سے پیش نہ آیا جیسے اُسکو آمید اور توقع تھی تو اُس نے مرزا شجاع سے خط کتابت جاری کی اور یہ اقرار اُس سے کیا کہ میں قلیل وقت اورنگ زیب کے اسباب و اثاثہ پر ادھر سے لوٹ مار کروں گا اور ادھر سے آپ اُسکا مقابلہ کریں اور اُس کے لشکر پر یکتلم پھیل پڑیں اور حقیقت میں یہ بات ایسی کام کی تھی کہ اگر اتفاق اُن دونوں کا وقت معین ہو پورا ہو جاتا تو مرزا شجاع کو کامیابی حاصل ہو جاتی اِس لیے کہ اگرچہ مرزا شجاع اُس وقت معین پر حملہ آور نہوا تھا مگر جسونت سنگ کی لوٹ کہسوت ہی سے اورنگ زیب کے لشکر میں بڑی ہل چل پڑ گئی تھی چنانچہ راست کی تاریکی اور سبب مذکور کی جہالت اور اُن شور و فسادوں کے باعث سے جو اِس غیر متصد حملہ سے پیدا ہوئی اورنگ زیب کی فوج ایسی پرا گندہ ہو گئی کہ کچھ لوگ اُس میدان سے بھاگے اور بعض بعض اپنے اسباب و اثاثہ کی حفاظت کو درجے اور کچھ دشمن سے چاہلے غرض کہ اِس جھمیلے میں اورنگ زیب اپنے گھوڑے سے اُترا اور چھوٹی سے تخت پر بیٹھ کر نہایت ہشاشمی ہشاشمی اور کہال اطمنان و تسلی سے

ہدایتیں جاری کیں اور فوج کا ایک ٹکڑا اُس فساد کے متعلق دہلی کو روانہ کیا اور اُس پریشانی کے رفع دفع کے لیے تدبیروں سوچیں جو اُس کے لوگوں میں بے طرح پھیلی تھی اور جب کہ جسرونت سنگھ نے یہ بات دیکھی کہ مرزا شجاع کی جانب سے امداد اوس کو نہ پہونچتی اور اورنگ زیب کی ساری فوج اب اوسپر ٹوٹنے والی تھی تو اُس نے اپنے لوگوں کو ٹوٹ کھسرت سے روک تھام ایسی جگہ جاکر ماسوں و محفوظ رہو بیٹھا جو حد رسائی سے بھی باہر تھی اور واقعہ ہندوستانی لڑائی کے انجام و عاقبت کو وہاں سے محفوظ سلامت دیکھ سکتا تھا *

انتخاب اسوقت تک نکل چکا تھا اور مرزا شجاع اُگی کو حملہ کی غرض سے چلا آتا تھا کہ توہوں کی لڑائی شروع ہوئی اور بعد اُس کے دوفو فوجیں گہل ماکر اڑنے لگیں یہاں تک کہ مرزا شجاع کی فوج نے اورنگ زیب کی فوج کے دائیں بازو کو پیچھے ہٹایا اور اُس فوج کے قلب کو جہاں اب اورنگ زیب موجود تھا بہت سخت دباؤ چنانچہ اورنگ زیب اکثر اوقات اوس سے بڑی جان جرحوں میں پڑا اور ایک بڑے ہاتھی سے اوسکے ہاتھی کا مقابلہ کرایا گیا اور یہاں تک ٹوٹ پھونچتی کہ اگر اورنگ زیب کے خاص ذاتی پہرہ کا سپاہی مخالف کے ہاتھی کے مہاروت کو گولی سے زمارتا تو وہ ہاتھی اورنگ زیب کے ہاتھی کو دبا کر زمین پر گرا دیتا مگر باوجود اس کے اورنگ زیب اپنے مخالف کے قاسب لشکر کو دبائی چلا گیا یہاں تک کہ وہ لوگ اوسکے مقابلہ سے الگ ہو کر میدان سے بھاگ گئے اور ایک سو چودہ توہوں اور بہت سے ہاتھی اورنگ زیب کے ہاتھ آئی *

بعد اوس کے اورنگ زیب نے اپنے بیٹی محمد سلطان کو شجاع کے پیچھے روانہ کیا اور چند روز بعد اوسکی تائید و اعانت کے واسطے باقاعدہ فوج بسر داری میں جملہ کے روانہ فرمائی جو لڑائی سے ایک دو

پہلے بناوٹ کی قید سے رہا ہوا تھا اور اُس فوج میں دوسرے درجہ کا سردار تھا غرض کہ اورنگ زیب اِس انتظام کو پورا کر کے ۱۵ جنوری سنہ ۱۶۵۹ ع مطابق یکم جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۶۹ ہجری میں آگرہ کو واپس آیا *

یہ شہر یعنی آگرہ جو اورنگ زیب کے ہلاک متبوضہ میں سے زخم و ضرر رسائی اوس کی سہل الحصول تھی بڑی جوکھوں اور کمال آفتوں میں مبتلا تھا اسلئے کہ جب جسونت سنگھ نے یہ دیکھا کہ فیروز مندی مخالفوں کے حصہ میں آیا چاہتی ہی اور فتح و نصرت نے اودھر کو التفات کیا تو وہ اپنے ملک کو لوٹا اور پہلے اس سے کہ لڑائی کا نتیجہ صحیح صحیح دریافت ہووے یکا یک آگرہ میں داخل ہوا اور یہ بات اس کے قبضہ قدرت میں تھی کہ شاہجہاں کو قید سے چھوڑ کر تخت سلطنت پر دوبارہ بٹھلاوے اور غالب یہ ہی کہ خاص و عام کی طبیعتیں بھی اسی پر بہت مایل ہونگی اسلئے کہ شایستہ خاں حاکم آگرہ کا بالکل مایوس ہو گیا تھا اور قریب تھا کہ وہ آپ کو زہر کھا کر ہلاک کرے مگر جب کہ جسونت آگرہ سے چلا گیا تو اوسان اُس کے تھکانے آئے باقی جسونت کے جانے کی یہ وجہ ہوئی کہ اُس نے یہ سوچ سمجھ کر کہ غایت بد خواہی اور نہایت سرکشی کی صورت میں بڑا نقصان اُٹھانا پڑیگا اور نہایت ضرر پہونچےگا آگرہ کو چھوڑا اور جودہ پور کے ریگستانوں اور پہاڑوں میں پھنچ کر نچلت ہو گیا *

بعد اُس کے جب اورنگ زیب آگرہ میں پہونچا تو دوسری فروری سنہ ۱۶۵۹ ع مطابق سنہ ۱۷ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۶۹ ہجری میں دس ہزار آدمی جسونت سنگھ کے پیچھے بھیجے اور اسی عرصہ میں شاہزادہ مستعد سلطان کا عریضہ بایں مضمون آیا کہ مرزا شجاع کے حاکم نے الہ آباد کا قلعہ حوالہ کیا اور خود شجاع اپنی جان بچا کر بنگالہ کو چلا گیا *

یہ کامیابیوں جو اورنگ زیب کو حاصل ہوئیں ان کامیابیوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ تھیں جو اس عرصہ میں دارا شکوہ کو ہاتھ آئیں یہاں آسکا یہ ہے کہ پچھلی خدروں سے اورنگ زیب کو یہہہ جال دریافت ہوا کہ دارا شکوہ نے اسباب اپنا مقام بکر واقع ساحل دریائے اٹک میں چھوڑا اور آدمیوں کے نہونے اور اونٹ وغیرہ بار برداریوں کے ضایع ہو جانے سے سندھ کے ارادہ کو نسخہ کیا اور آس فوج سے بیچنے کے لیئے جس کو آس نے آس کے تعاقب میں روانہ کیا تھا کوئی ذریعہ وسیلہ اس کے سوائے باقی نہیں رہا کہ وہ کچھہ کے میدان کو طی کرے اور یہہہ بھی دریافت ہوا کہ کچھہ میں تھوڑے دنوں توقف کر کے گجرات کو چلا گیا اور وہاں کا حاکم شاہ نواز خاں جس کی ایک بیٹی خود اورنگ زیب سے اور دوسری بیٹی مرزا مراد آس کے بھائی سے بیاہی تھی آس سے مل گیا اور وہ صرف آس کے ذریعہ سے تمام گجرات کے صوبہ پر سورت اور بڑنچ سمیت قابض و متصرف ہو گیا اور دکن کے بادشاہوں سے خط و کتابت کا سلسلہ جاری کیا مگر بڑا خیال آس کو یہہہ ہی کہ اپنی فوج اور جسونت سنگھ کی فوج کو ملا چلا کر ہندوستان خاص کا ارادہ کرے غرض کہ جب اورنگ زیب نے یہہہ حال آس کا سنا اور آس کے تنزل کو ترقی سے مبدل پایا تو وہ نہایت متعجب ہوا اور جسونت سنگھ کو جس کی قلعرو گجرات سے اجمیر تک پہنچائی تھی دارا شکوہ کی موافقت سے بڑا پایہ والا سمجھا اور اس لیئے کہ وہ اپنے غیظ و غضب کو اپنی غرض و فائدہ کا مانع مزاحم نہ کرتا تھا تو آس کی آس بے ادائیگی کو بھول گیا جو آس سے ابھی قریب سرزد ہوئی تھی اور اپنی معمولی فدد و فطارت کو اپنے سرکش متوسل کے بھلانے بھسلانے اور آس کو اپنے طرفدار بنانے میں بخیر صرف کیا چنانچہ آس نے خاص اپنے ہاتھ سے ایک نامہ بڑی فخر و عزت کا جسونت سنگھ کو لکھا اور آس کو وہ خطاب اور منصب عطا فرمائے جن کے عطا کرنے سے پہلے انکار آس نے کیا تھا اور جسونت

سنگھ اس کے انکار سے ناخوش ہوا تھا علاوہ اُسکے یہہ مزید اُسپر کیا کہ راجہ جسے سنگھ اُسکے بھائی راجپوت سے یہہ اعانت چاہی کہ وہ بھی راجہ جسونت سنگھ کو اُس کی جانب سے ماموں و مطمئن کرے اور بادشاہ کی نیک نیتی جتا کر یہہ بات اُس کو سمجھاوے کہ جو کوئی شخص اُس کے مخالف کے بیچان مقدمہ میں شریک و شامل ہوگا وہ جان و مال کا ضرر اور ننگ و ناموس کا نقصان اٹھاویگا غرض کہ نامہ کے بھیجنے اور خطاب و منصب کے عنایت کرنے نے راجہ جسونت سنگھ کے دل پر بڑا اثر پیدا کیا اور اُس بھاری بخشش کا بڑا ہوجھہ اُسپر پڑا یہاں تک کہ جب دارا شکوہ احمد نگر سے چل چکا اور جودہ پور سے پنجاس میل کے فاصلہ پر رہا تو جسونت سنگھ نے اُس کو کھلا بھیجا کہ میں تین تہا اورنگ زیب کی قوت کا مقابلہ نہیں کرسکتا اور اُسوقت تک شریک آپکا نہیں ہوسکتا کہ کسی اور برے راجہ کو سمجھا بوجھا کر آپ اُسکو شریک اپنا نہ کریں دارا شکوہ نے کئی مرتبہ یہہ چاہا کہ جسونت سنگھ کو پہلے وعدوں پر جماوے مگر جب کہ وہ راہ پر نہ آیا تو اُسکی رفاقت سے مایوس ہوکر پاس کے صوبہ اجمیر میں فوج سمیت جانے پر مجبور ہوا گجرات میں داخل ہونے کے بعد ایک مہینے سے کچھ زیادہ عرصہ میں اُس نے چالیس ہزار آدمی اکٹھے کیئے تھے اور جب وہ گجرات سے چلا تھا تو اور بھی زیادہ اکٹھے ہوگئے تھے اور تیس چالیس توپیں بھی اکٹھی ہو گئی تھیں حاصل یہہ کہ اجمیر کے پہاڑوں پر ایک مقام بالادست اُسنے تجویز کیا اور پڑاؤ اپنا وہیں ڈالا *

چوں ہی کہ گجرات کے حالات اورنگ زیب نے سنے تو وہ اگرہ سے روانہ ہوا اور اب جیپور میں آ گیا اور بہت جلد اُس مقام کے مقابلہ میں پہونچا جہاں دارا شکوہ اپنی فوج لیئے پڑا تھا چنانچہ تین دن تک توپوں کی لڑائی جاری رہی اور جبکہ اورنگ زیب کی فوج کو مخالف کی توپوں سے مددہ پہونچا تو اُسنے عام حملہ کا حکم سنایا اگرچہ کئی گھنٹے

تک اس دھارے کا سخت مقابلہ کیا گیا مگر شاہ نواز خاں حاکم گجرات کے مارے جانے سے جو فوج مخالف کی ایک تکرے کے پشتہ کوہ پر چڑھتے ہی مارا گیا دارا شکوہ اس قدر شکستہ خاطر ہو گیا کہ بلا تھکاشاہ فرائی سے بھاگا اور فوج اسکی جگہ جگہ منتشر ہو گئی یہاں تک کہ سواروں کا وہ گروہ جو خاص اسکی ذات کے حفظ و حراست پر متعین تھا ایک ایک کر کے اندر اودھر کو چل دیا اور منجملہ اُنکے بعضوں نے اُس مخزانہ کو لوٹا جو اُسے مال و اسباب سے بچا کھچا رہا تھا اور دارا شکوہ لہذی جان توڑ کر حفظ و حراست اسکی کرتا تھا *

دارا شکوہ اُنہی دن رات ہوا پر کوچ کر کے احمد آباد کے قریب و جوار میں داخل ہوا اور کوچ اسکا موسم کی گرمی اور راہ کی گرد و غبار کے باعث سے نہایت ناگوار تھا اور باوصف اس سختی کے جب تک وہ لوگ پہاڑوں میں چلتے رہے یہہ مصیبت زائد ہوئی کہ کولیوں کے حملہ اُٹھائے گئے جو دارا شکوہ کے خاص جان نثاروں کے ساتھ لگے لپٹے چلے جاتے تھے اور جو کوئی شخص اُن جان نثاروں میں سے پیچھے رہ جاتا تھا اسکو لوٹ کھسوٹ کر برہنہ کر دیتے تھے یا جان سے مار ڈالتے تھے دارا شکوہ انہیں مصیبتوں کے عین شباب میں ہونیہر صاحب سے ملائی ہوا جو دلی کو جانا تھا اور حقیقت حال سے واقف نہ تھا دارا شکوہ کی ہی بی زخمی ہو گئی تھی اور کوئی جراح اُسکے ساتھ نہ تھا تو دارا شکوہ نے لوٹنے کی تکلیف دی اور تین دن تک اپنے ساتھ اُسکو رکھا اور جبکہ چوتھے دن احمد آباد ایک منزل کے فاصلہ پر رہا اور یہہ سمجھا گیا کہ احمد آباد میں پہونچکر امن کے گنبد میں قرار پکڑینگے اور ساری تکلیفوں کے بعد آسائش حاصل ہوگی تو اُس رات کو کاروان سرا میں فروکش ہو کر کولیوں کے حملوں سے محفوظ رہا اور جبکہ کی تنگی سے یہہ چھٹلش ہوئی کہ ہونیہر صاحب اور دارا شکوہ کی مستورات میں صرف ایک ذات کا پردہ حائل تھا اور جبکہ صبح کے وقت اُس کوچ کیا

طیاری میں لوگ اُسکے مصروف تھے جسکو وہ پہچلا کوچ اپنا سمجھتے تھے تو دارا شکوہ کو یہ خبر پہونچتی کہ احمد آباد کے دروازے مسدود ہیں اب آپ کو وہاں جانا نصیب نہوگا بلکہ حقیقت میں جان و مال کے خیر اسی میں ہی کہ احمد آباد کے پاس پروس سے ادھر ادھر کہیں اور کو جلد چلے جاویں برنیر صاحب کو حال اس خبر کا دارا شکوہ کی عورتوں کے رونے پیتنے سے دریافت ہوا بعد اُسکے دارا شکوہ اندر سے لڑائی تڑپاں نکلا حاضرین مجالس تعظیم کو کھڑے ہوئے اور چپ چاپ کھڑے رہے دارا شکوہ یہ حال دیکھ کر کہ 'ساری دنیا نے مجھکو چھوڑا اور اسبات سے پریشان ہو کر کہ اب دیکھا چاہیئے کہ میرا اور میرے خاندان والوں کا کیا حال ہوگا اُننے اپنے سپاہیوں کے سامنے گڑگڑایا برنیر صاحب زار زار رونے لگے اور اپنے اُنسوؤں کو تھام نہ سکے غرضکہ دارا شکوہ بڑے بڑے خیال اپنے جتنا بتا کر صاحب ممدوح سے رخصت ہوا اور چار پانچ سوار اور دو ہاتھیوں سمیت انتہا و خیزاں کچھ کی چائے کو چلا اور کچھ میں پہونچنے کے ساتھ اس سے وہ دو سو بندو قچی اور پچاس سوار آکر ملے جو اوسکے ایک رفیق کے ہمراہ گجرات سے آئے تھے اور کچھ کے حاکم نے جسٹہ پہلی بار آ رہی تھیں بہت سی کی تھی اب بے اعتنائی برتی مگر دارا شکوہ نے وہاں توقف نہ کیا اور قندھار کی طرف کوچوں کو جاری رکھا چنانچہ مقام جون واقع سرحد مشرقی سند میں پہونچا یہاں کا حاکم جو قوم کا پتہاں اور دارا شکوہ کا مژدوں احسان تھا بظاہر تعظیم و تکریم سے پیش آیا اور باطن میں وہ تدبیر سوچتا رہا جسکے ذریعہ سے دارا شکوہ کو اُس کے مخالفوں کے حوالہ کوے دارا شکوہ کی بی بی جو اُس کی چھتری بہن یعنی برنیر کی بیٹی تھی دستوں کی تکلیفوں سے جاں بحق ہوئی اور دارا شکوہ نے بلا لحاظ اپنی خستگی شکستگی کے ناعاقبت اندیشی سے اپنے قابل محتاطوں میں سے تھوڑے لوگوں کو در معتمد ملازموں سمیت اُسکے جنازہ کے ساتھ کر کے لاہور کو

روانہ کیا بعد اُس کے جب مائتم سے فراغت حاصل ہوئی تو اٹک کے سفر کو جاری کیا اور جون کا سردار اُسکی ہمراہی میں ایک منزل تک آپا آیا اور اپنے بھائی اور اپنی فوج کو بظاہر بایں غرض چھوڑ کر کہ شاہزادے کو سرحد تک پہنچادیں واپس گیا جون ہی کہ وہ سردار آنکھوں سے غایب ہوا تو اُس کا بھائی داراشکوہ پر گرا اور ایک لخت اُسکو اور اُس کے بیٹے سپہر شکوہ کو متہید کیا اور اورنگ زیب کے سرداروں کو اُسکی گرفتاری سے آگاہی بخشی یہاں تک کہ اُس کی گرفتاری جگہ جگہ مشہور ہو گئی *

اورنگ زیب کو مخالف کی گرفتاری کا مژدہ ایسے وقت میں پہنچا کہ وہ اپنی بھائی سالگرہ کے جشن و نشاط میں مصروف و مشغول تھا مگر اُس نے اس خبر کو یہاں تک چھوڑا رکھا کہ وہ خبر مضبوط و مستحکم ہو گئی بعد اُس کے اُس نے عام جشن کا حکم دیا اور دعوت کی طرانی کا مژدہ سنایا اور اُس جشن عام اور دعوت تمام نے اسقدر طولانی پکڑی کہ قیدیوں کے پہنچنے تک وہ جشن تھوڑا بہت باقی رہا تھا یہ جشن چھٹی جون سنہ ۱۶۵۹ ع مطابق چوبیسویں رمضان ۱۰۶۹ ہجری کو شروع ہوا اور چوبیسویں جولائی سنہ الیہ مطابق ہندوہویں ذی قعدہ سنہ الیہ کو وہ قیدی دلی میں داخل ہوئی اورنگ زیب نے داراشکوہ کی نسبت یہ حکم صادر کیا کہ ہابزنجیر کر کے ہونڈے بے جھول کے ہاتھی پر بٹھایا جاوے اور دلی کی بڑے بڑے گلی کوچوں میں جگہ جگہ پھرایا جاوے چنانچہ حکم کی تعمیل ہوئی اور داراشکوہ کی حالت سے لوگوں کے سینے بھر اُٹھ غیظ و غضب سے پیچ تاب کھانے لگے اور جوش و خروش کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ برہمہ صاحب بھی وقوع ہندوہ کے اندیشہ خطرہ سے ہتھیار باندھ کر بازار میں آئے مگر لوگوں کی ہمدردی صرف آنسوؤں کے بہانے اور شور غل کے مچانے میں ظاہر ہوئی بعد اُس کے دارا شکوہ کو پرانی دلی کے قہر خانہ

میں مقید کیا اور جبکہ جون کا سردار اُس کے دوسرے دن دربار میں جانے لگا اور لوگوں نے اُس کو دیکھا تو اُنکو ضبط کی طاقت نہ رہی چنانچہ لوگ اُسکے گرد اکھٹے ہوئے اور گالی گلوچ سے پیش آئی اور جون چون جمہیت اُن کی بڑھتی گئی تو اُن کے غیظ و غضب کو بھی ترقی ہوئی گئی یہاں تک کہ کیچڑ اور روتے اور کھڑے مارنے لگے اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ جانبین سے دس بیس آدمی مارے گئے اور اتنا غوغا برپا ہوا کہ اگر پولس کے سپاہی اُس سردار کی نگہبانی نہ کرتے تو وہ پاش پاش کیا جاتا *

اگلے روز اُس مفسدہ کا سردار اورنگ زیب کے حکم سے قتل کیا گیا بعد اُس کے کئی دن گذرے تھے کہ بادشاہ کے مشیروں اور چند مفتیوں نے باہم بناوت کا مشورہ کیا اور دارا شکوہ کی نسبت ارتداد کا جرم قائم کرکے قتل اُس کا قرار دیا چنانچہ اورنگ زیب نے بظاہر آزدہ افسردہ ہوکر حکم شریعت کا عذر پیش کرکے بقول اُسکے کہ * اگر خوں بفتویٰ بریزی رواست * فتویٰ کے اجرا کا حکم جاری کیا اور اُس گام کے دورے کرنے کو ایسی آدمی کو چنا چھانٹا جو دارا شکوہ کے لہو کا پیا سا تھا دارا شکوہ اور اُسکا بیٹا مسور کی دال پکا رہے تھے اور زہر کے اندیشہ سے بھی کھپا کرتے تھے کہ دارا شکوہ نے اپنے قاتلوں کو سامنے سے دیکھا اور اُن کے دیکھنے سے اپنی قسمت کو پہچانا اور ایک چھوٹی سی چھری کو اٹھا لیا اور جب تک وہ دشمنوں کی کثرت سے مغلوب نہوا نہتک بہادری سے بچاؤ اپنا کرتا رہا غرض کہ لاش اُسکی ہاتھی پر رکھکر لوگوں کو دیکھائی گئی اور سر اُسکا اورنگ زیب کے سامنے لایا گیا جس نے یہ حکم دیا تھا کہ وہ طشت میں رکھا جاوے اور اُسکے سامنے پانی سے دھو دیا جاوے اور جبکہ اُسکو یہہ اطمینان حاصل ہوئی کہ وہ حقیقت میں دارا شکوہ ہی کا سر ہی تو مونہ بناکر رونے لگا اور بہت رنج آمیز کلموں سے یہہ فرمایا کہ ہمایوں کے متبرے میں دفن کیا جاوے بعد اُس کے سپہو شکوہ

اس کے بیٹے کو مشید کر کے گوالیار کے قلعہ میں بھیجا + *

ان واقعوں کے زمانہ میں مرزا شجاع کے مقابلہ میں شاہزادہ محمد سلطان اور میر جملہ کام کاج اٹھا کر رہے تھے اور شجاع کی یہ صورت تھی کہ جب وہ بنگالہ کو لوٹ کر گیا تو منگیر میں ہزاو اُس نے ڈالے اور گنتا اور پہاڑوں کے درمیان اپنے مکان اقامت کے گردا گرد گہری گہری کھائیاں کھودوا کر اُس کو مضبوط و مستحکم کیا مگر میر جملہ نے پہاڑوں میں گھس پھٹ کر اُس کی فوج کے ہاتھوں ہزار کو اوکھارا جس کے اوکھارے سے شجاع اس بات پر مجبور ہوا کہ بیچھے لوٹ کر راج محل میں توقف کرے جس کو اُس نے اپنی طول حکومت کے زمانہ میں بنگالہ کا دارالحکومت قرار دیا تھا اسی عرصہ میں یوسات کا موسم آگیا جس میں وہاں خشکی کی راہ ایسی ہو جاتی تھی کہ فوج کا کچھ و ستر نہایت دشوار ہو جاتا ہی غرض کہ میر جملہ نے برسات کے آنے سے راج محل کے پاس ہروس میں کسی قدر فاصلہ پر چھاؤنی ڈالی اس توقف سے پہلے ایک ایسا واقعہ واقع ہوا جس کی قدر و منزلت دونوں فریقوں کے نزدیک ایک بڑے پایہ کی سمجھی گئی بیان اُسکا یہ ہے کہ محمد

+ دارا شکوہ کا تمام حال مندرجہ بالا خانی خاں کی تاریخ سے لیا گیا اور برٹزر صاحب کے پاکیزہ بیان کو اُس موقع کے حوالہ جس کو اُس نے اپنی آنکھ سے مشاہدہ کیا اس وجہ سے چھوڑا کہ ہارصف اس کے کہ خانی خاں کے بیان سے بیان اُن کا بہت مختلف نہیں مگر صاحب مہدج نے بہت سے حالات ایسے بیان کیے جو خود قرین قیاس نہیں اور خانی خاں نے کوئی اشارہ اُنہیں نہیں کیا یہ مانا کہ صاحب مہدج نے وہ حالات ایسے کوکروں سے سنے جو اُن معاملوں میں شریک و شامل تھے اور واقع ہوئے ہی وہ حال اُن کے پاس پہنچے مگر ایسے تازہ حال سقیم و صحت سے خالی نہیں ہوتے اس لیے کہ جب تک مشغولوں پر بھٹ مباحثہ نہیں ہوتا تو ہر شخص کو دل واقعہ کا جزو جزو دریافت ہوتا ہی اور جو حال اوروں سے رہ سکتا ہی اُسکو اپنی معاملات کے مناسب ٹھہرا لیتا ہی حوالہ اُس کے ہمارے ہوئی لوگ اپنی ہار کے عذر میں ہمیشہ بائیں بناتے رہتے ہیں اور تمام آدمی ایسی خفیہ تاریخوں اور مشقی ارادوں سے خوش ہوتے ہیں کہ اگر آئندہ کو وہ گواہوں سے مضبوط و مستحکم ٹکیٹی جابیں تو بہت جلد فراموش ہو جاتے ہیں

سلطان ایک مدت سے میر جملہ کے حکم و حکومت سہتے اور بوجھ بہار اُس کا اٹھاتے تنگ آگیا تھا یہاں تک کہ اب اُسکی حکومت اُٹھانے کی تاب و طاقت اُس میں باقی نہ رہی تھی غرض کہ جب وہ بہت تنگ آگیا تو ہاروصف اس کے کہ عالم گیر کا بڑا بیٹا اور اُسکے تاج و تخت کا پورا وارث تھا مرزا شجاع اپنے چچا جان سے خط و کتابت جاری کی اور آخر کار اُس کی فوج میں چلا گیا مرزا شجاع اُس سے بتو قیرو عزت پیش آیا اور اپنی بیٹی کے ساتھ اُسکا نکاح کیا یہ واقعہ ماہ جون سنہ ۱۶۵۹ ع مطابق رمضان سنہ ۱۰۶۹ ہجری میں واقع ہوا بعد اُس کے خواہ اس وجہ سے کہ امید اُس کی ہر نہ اُٹی یا مزاج اُس کا اصل خلقت سے مضبوط و مستقل تھا وہ اپنی نئی بات سے ایسا ناخوش ہوا جیسا کہ وہ اپنی پہلی حالت سے راضی تھا چنانچہ اُن لڑائیوں میں جو ہر سات کے گزرنے پر باہم واقع ہوئیں مرزا شجاع کے شریک و شامل رہکر اُس سے کٹارہ کش ہوا اور سنائیسویں جنوری سنہ ۱۶۶۰ ع مطابق چھٹی جمادی الثانی سنہ ۱۰۷۰ ہجری کو میر جملہ کے لشکر میں چلا آیا *

اورنگ زیب نے ایک مرتبہ ہنگالہ کا ارادہ کیا تھا مگر مذکورالصدر بخیر کے پہونچنے سے پہلے فسخ عزیمت کو مقدم سمجھا تھا اور محتند سلطان کے کوتلوں سے کوئی انڈ اسپر ظاہر نہ ہوا چنانچہ اُس نے شاہزادہ کو متعبد کیا اور کیئے برس تک متعبد رکھا *

بعد اُس کے مرزا شجاع کے کار بار آہستہ آہستہ گھٹنے لگے اور بہت سی فاکم لڑائیوں میں ہارنے کے بعد اسپر معذور ہوا کہ وہ تھاکہ کو قوت گیا اور جب کہ میر جملہ اپنے زور و قوت سے اُس کو دہائے چلا گیا تو وہ اپنی فوج سے چند ہمراہیوں سمیت الگ ہوا اور اراکن کے راجہ کی ہناہ میں آیا بعد اُس کے حال اُس کا دریافت نہ ہوا یہ واقعہ ماہ اپریل یا مئی سنہ ۱۱۶۰ ع مطابق شعبان یا رمضان سنہ ۱۱۶۰ کو وقوع میں آیا *

معلوم ہوتا ہے کہ اراکن کے راجہ نے شجاع کی روک توک کے لیے

داد و دیانت کے خلاف ہر تدبیریں برقیں اور مرزا شجاع نے وہاں کے مسلمانوں سے مل ملاکر راجہ کے اوکھاڑنے کی طرح قالی مگر بڑی چھان بین کے بعد اس قدر ثابت ہوتا ہی کہ مرزا شجاع اپنے خاندان سمیت اراکین میں مارا گیا اگرچہ اس کی نسبت بہت سی خبریں اڑائی گئیں مگر واقعی حال اس کا آئندہ کو سنا نہیں گیا *۔

اگرچہ اورنگ زیب کو شجاع کے باخشت و قسمت کے مستور و مخفی ٹھہنے سے تھوڑے عرصہ تک ایک طرح کا تردد دامنگیر رہا مگر اگلے برس کے پورے ہونے سے پہلے پہلے وہ تردد اور اسی قسم کے بہت سے خیال اس کی خاطر سے رفع دفع ہو گئے یہاں اسکا یہہ ہی کہ اسنے قرآن دھمکانے اور بعد اسکے فوج کی چڑھانے سے سری نگر کے راجہ کو اسباب پر مجبور کرنا چاہا تھا کہ وہ سلیمان شکوہ اس کے ہتھیارے دارا شکوہ کے بیٹے کو بادشاہی ملازموں کے حوالہ کرے مگر جب کہ راجہ نے خواہ اپنی عزت کے خیال سے یا اوہہ لالچ کی نظر سے یا کسی اور مصلحت کے تصور سے بات اسکی نمائی تو اورنگ زیب نے والی جہیز راجہ جے سنگھ کی وساطت سے کام نکالنا چاہا جو عالمگیر کا بڑا کارندہ اور ہندو راجاؤں کی خط و کتابت کا قری وسیلہ تھا غرض کہ وہ راجہ اس راجہ کے سمجھانے بوجھانے سے سلیمان شکوہ کے حوالہ کرنے پر راضی ہوا چنانچہ اس نے تیسری جنوری سنہ ۱۶۶۱ع مطابق گیارہویں جمادی الاولیٰ سنہ ۱۰۷۱ ہجری کو بادشاہی ملازموں کے حوالہ کیا اور وہ اسکو دلی کو لے گئے پہلے اسکو ہاتھی پر بیٹھا کر دلی کے گلی کوچوں میں تشہیر کیا بعد اس کے بادشاہ کے سامنے لائے اگرچہ پانوں کی بیڑیاں کاٹی گئیں مگر ہاتھ اسکی سنہری زنجیروں سے جکڑے گئے درباریوں کے سینے پر آئے اور آنکھیں آنکی دپ دپا گئیں یہاں تک کہ بادشاہ نے بھی خدا نرسوں کی صورت بنائی اور جب کہ سلیمان شکوہ نے ہمت یہہ عرض کیا

کہ نشا ہلا کر ہوش حواس کو زائل کرنے کی نسبت جیسے کہ شہزادوں کے قتل کا دستور و قاعدہ سمجھا گیا تھا یہہ بات آسان اور میرے جی کا بڑا ارمان ہی کہ میں دفعۃً مارا جاؤں تو بادشاہ نے بہت نرم لفظوں سے یہہ جواب ارشاد فرمایا کہ تم جان کی طرف سے ماموں و مطمئن رہو بلکہ تمہارے ساتھ اچھا معاملہ ہوتا جاویگا † مگر لوگوں کو یہہ یقین نہیں کہ اورنگزیب نے وہ وعدہ پورا کیا ہو اس لیے کہ مرزا سلیمان شکوہ اور آسکا بھائی سپہر شکوہ اور مرزا مراد کا جوان بیٹا گوالیار کے قلعہ میں قہوڑی مدت میں مرگئے ‡ اور اورنگزیب کا بیٹا محمد سلطان آسی قلعہ میں بہت دنوں تک جیتنا جاگتا رہا اور بعد اُس کے کسیدار رہا بھی کیا گیا *

مرزا مراد کے ظالمانہ قتل سے جو مرزا سلیمان شکوہ کی گرفتاری سے کئی مہینے پہلے واقع ہوا لوگوں کے شکوک شبہات اورنگزیب کے قول فعل اور خوع و خصالت کی نسبت سچی ہو گئے اس بدبخت شاہزادہ نے ایک رسی کے ذریعہ سے جسکو دیوار قلعہ سے نیچے کو لٹکایا تھا بھاگنا چاہا مگر جب کہ وہ شامت کا مارا ایک ہندنی بیسوا سے رخصت ہونے لگا اور اُس عورت کے رونے کی صدا بلند ہوئی تو پھرہ والے اُس طرف کو ملتفت ہوئے اور شاہزادے کے ارادے پر پے لیگئے اور وہ اپنی مراد سے نامراد رہا بعد اُس کے اورنگزیب یہہ سوچا بچارا کہ جب تک یہہ بھائی صحیح سلامت ہی تب تک اپنی سلامتی کی خیر نہیں مگر جبکہ کسی قسم کا الزام اُس بیگناہ کے ذمہ نہ لگا سکا تو اُسے ایک ایسی آدمی کو سکھا پڑھا کر مدعی کھڑا کیا جسکے باپ کو مرزا مراد نے اپنی فیماں سلطنت گجرات کے وقتوں میں قتل کیا تھا غرض کہ اُسکی طرف سے دعویٰ پیش کرایا اور رسم و رواج کے موافق تحقیقات کر کے قصاص کا قہر دلايا اور بعد قصاص اُسکو عین قیدخانہ میں قتل کرایا *

† برنیہ صاحب کا بیان جو اُس مرتع پر موجود تھے

‡ برنیہ صاحب

§ خانہ خاں برنیہ صاحب

اس زمانہ سے تھوڑی مدت پہلے بیکانیر کے راجہ پر ایک فوج اُس نے روانہ کی تھی جو مقام دکن میں عین وقت و موقع پر اُسکو چھوڑ کر چلا آیا تھا اور اب یہی مطیع و محکوم اُسکا تھا مگر اُس راجہ نے ماہ نومبر سنہ ۱۶۶۱ ع مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۰۷۲ ہجری کو مہم مذکور کے دہار سے اطاعت اختیار کی تھی *

ملک آشام پر میر جملہ کی چڑھائی اور بادشاہ کی

بیماری کا بیان

جبکہ کہ میر جملہ کی کامیابیوں سے صوبہ بنگال میں دوبارہ امن چین قائم ہوا تو بادشاہ نے اُس قوی دست وزیر کو اور کسی دھندے میں لگانا چاہا چنانچہ اُس نے ملک آشام کی فتح پر اُسکو متعین فرمایا جو دریائے برہم پتر کے کنارے پر واقع اور ہرے بہرے پہاڑوں سے منجصور ہی غرض کہ میر جملہ دھاکہ سے برہم پتر پر پہونچا اور کچھ بہار کی چھوٹی ریاست کو فتح کر کے آشام کے میدان کو روندنا سوندا اور گہرنگ آسکی دارالحکومت پر قبضہ کیا اور بارہویں مارچ سنہ ۱۶۶۲ ع مطابق ششم شعبان سنہ ۱۰۷۳ ہجری کو اپنے کامیابی کا حال ایک عریفہ کے ذریعہ سے بادشاہ کی خدمت میں بڑی خوشی سے ارسال کیا اور بڑے کھمبے سے یہ لکھا کہ اب اگے کو حضور کے اقبال و دولت کی بدولت چین تک راستہ کشادہ کیا جاوینا بعد اُس کے برسات کا موسم آگیا اور بانی کی مار مار سے وہ میدان استدر پائیکا طوفان ہو گیا کہ سوار اگے نہ بڑھ سکی اور چرکاتے چارا نہ لاسکے علاوہ اس کے اُس ملک کے باشندے ادھر ادھر سے اکٹھے ہوئے اور رسدوں کو لوٹے اور متذوق سپاہیوں کو جانسے مارنے لگے غرض کہ طرح طرح کی تکلیفیں پہونچانے لگے بعد اُسکی جب برسات فتل گئی تو لشکر میں بڑی مری پھیلی اگرچہ اس عرصہ میں تازی مدد بھی آئی مگر میر جملہ اُن مذہبوروں سے فاکم رہا جو اُس نے سوچیں سمجھیں تھیں اور وہ بڑا بول آسکے آئی آیا بلکہ ہنظر اسکی کہ اُسکو شکست کا دھبہ نہ لگی وہاں کے

راجہ سے کسیقدر ملک و خراج اُسے حاصل کیا اور اپنی عمدہ عمدہ لیاقتوں اور کارگذاریوں سے کام اسکو دینا پڑا اور جب کہ یہہ مراد اس کی پوری نہوئی تو چھٹی جنوری سنہ ۱۶۶۳ ع مطابق ششم جمادی الثانی سنہ ۱۰۷۳ ہجری کو فوج اپنی آشام سے لوتائی اور اب تک قہاکہ میں داخل نہوا تھا کہ سفر کی ماندگی اور علاوہ اس کے ایسی ایسی سخت تکلیفوں کی مشقت سے جنکو اُس نے ادنی ادنی سپاہیوں کے ساتھ اپنے پورہائی میں اڑھایا تھا اکتیسویں مارچ سنہ الیہ ع مطابق دوسری رمضان سنہ الیہ کو جہان فانی سے گذر گیا + اور بادشاہ نے فی الفور اس کے بیٹے محمد امین کو اُسی بڑے پایہ پورسرفراز فرمایا جو اس کے باپ کو حاصل تھا *

اگرچہ اس قوی ملازم کے مرجانے سے ہر طرح کے رشک و حسد اور ہر قسم کے خوف و ہراس سے بادشاہ کو اطمینان حاصل ہوئی مگر حال میں اسکو مالک حقیقی کی جانب سے یہہ سخت آگاہی دی گئی کہ اس حیات مستعار اور چندروزہ حکومت پر جو آج تک کو حاصل ہی بیروسا کرنا نچاھئے تفصیل اس اجمال کی یہہ ہی کہ جاوس کی پانچویں سالگرہ کے بعد ایسی سخت بیماری اسکو لاحق ہوئی کہ پہلے تو اسکی جان کے لالی پڑے اور نہایت نہکیف و ضعیف ہوگیا اور پھر ایسی بلا میں مبتلا ہوا کہ زبان اس کی قابو میں نہ رہی اور بول اس کی زبان سے پورے پورے نہ نکلے غرض کہ اس غیر متوقع مصیبت کے واقع ہونے سے اسکی نئی حکومت کی جزیں ہل چل گئیں یعنی جاہجا یہہ ہوائیاں اڑیں کہ راجہ جسونت سنگھ پوری پوری منزلیں طے کرتا ہوا شاہجہاں کے چھوڑانے کو اور مہابت خاں حاکم کابل بھی اس غرض سے چلا آتا ہی چنانچہ شاہجہاں کے حمایتی آپس میں بمقام دارالسلطنت سازشیں کرنے لگے اور اورنگزیب کے خیر خواہ بھی ایسے دو فریق ہوگئے

کہ منجھلاہ اس کے ایک گروہ اوس کے دوسرے بیٹے معظمشاہ کو جانشین اوس کا بنایا جانتا تھا اور دوسرا گروہ اوس کے تیسرے بیٹے اکبر شاہ کو اوسکی جگہ بٹھانے کا خواہاں تھا مگر خاص اورنگ زیب کے مددو استقلال اور ہمت و متانت کے باعث سے یہ شور فساد چوں کے قوں دے دیا رہے اور کسی بات نے ظہور نہ کیا چنانچہ بیمارے کے پانچویں دن باوجود اس کے کہ موت کے پہنچے سے ابھی دورا دورا چھوٹا نہ تھا اور وہ سہارے بساط مرض پر تکرر بیتھا اور درباریوں کا مستحضر لیا بعد اس کے کسی اور دن جبکہ وہ غش میں بیہوش ہوا تھا اور گلی کوچوں میں اس کے مرنے کی ہوائی اڑ گئی تھی ہوش کے آنے پر دو تین امیروں کو بساط مرض کے حاشیہ پر بٹھایا اور باوصف اس کے کہ فالج کے مارے زبان اوسکی کھلے میں نہ تھی اپنی ہمشیرہ روشن آراہیم کو کھلا پہنچا کہ خاص مہر بادشاہی میرے پاس پہنچدے چنانچہ جب وہ مہر آئی تو اوسکو اپنے قبضہ میں کیا اور ساری غرض یہ تھی کہ کوئی شخص استعمال اوسکا بلا حکم کرنے نہ پاورے حاصل یہ کہ بادشاہ کی اس ہوشیاری سے مشغول کی ہمتیں پست ہو گئیں اور وہ لوگ اوسکا خوف ادب کرنے لگے اور شہنشاہ کی صورت نظر آنے لگی * †

چوں ہی کہ بادشاہ نے چھٹی ستمبر سنہ ۱۶۶۳ ع کو توڑی بہت شہنشاہی تو کشمیر کو روانہ ہوا جہاں اور ملکوں کی نسبت قوت کا حاصل ہونا زیادہ تو متوقع تھا *

دکن کے فسادوں کا بیان

جب کہ بادشاہ شمال کی جانب یعنی صوبہ کشمیر میں آرام و راحت کا خواہاں تھا تو جنوب کی جانب یعنی ملک دکن میں ایسے معاملے پیش آ رہے تھے جن میں خیالات اس کے بہت جلد دوڑنے والے تھے *

یہ بات یاد ہو گئی کہ مرہٹوں کی قوم ایسے ملک میں پستی ہی

* † برنیر صاحب شانی نے اس بیماری کو خطر ناک بیان کیا

جو ایسے پہاڑوں کے سلسلہ میں واقع ہے کہ وہ نوبدہ کے سراسر جنوب اور ہندیا چل پہاڑوں کے موازات میں پھیلے ہوئے ہیں اور نیز وہ ملک ایسے خط کے مستحکات میں ہوا ہے جو مقام گویا واقع ساحل دریائے شور سے بیدر پر گزر کر دریائے دادہ تک چاند پر گزر جاتا ہے اور اُس ملک کی حد مشرقی ہو دریائے مذکور اور اُسکے حد مغربی پر سمندر واقع ہے اس ملک کی علامتوں سے عمدہ علامت کوہ سیاوری کا سلسلہ ہے جس کو گھات بولتے ہیں اور وہ دریائے شور سے تیس چالیس میل ادھر مغرب کی جانب کو پہنچتا چلا گیا ہے اور یہ سلسلہ سمندر کی سطح سے تین ہزار فٹ سے لیکر پانچ ہزار فٹ تک بلند ہے مگر اپنی خصوصیات کی وجہ اور اُن ضلعوں کے اختلاف کے باعث سے جن میں یہ حد فاصل کے طور پر واقع ہوا ہے شہوہ آفاق ہو گیا باقی مغرب کی جانب میں کہیں کہیں اس سلسلہ کی بلندی سمندر کی سطح سے قریب واقع ہوئی اور سمندر کی جانب سے یہ ایسا قوی مانع ہے کہ اوسکی ممانعت مزاحمت سے غنیم کا گذار اُس ملک میں نہایت دشوار و مشکل ہے مگر مشرق کی جانب میں قیرہ ہزار یا دو ہزار فٹ کی بلندی پر چوڑا چکلا میدان ہو کر قہلٹا قہلٹا ملک مذکور الصدر سے باہر نکل گیا یہاں تک کہ خلیج بنگالہ تک جا پہنچتا :

اس پہاڑ اور سمندر کے درمیان میں ایک خطہ واقع ہے جس کو گانگن یا کنکان کہتے ہیں اور وہ اکثر جگہ نامور اور ساحل دریائے شور کی جانب چھوٹے چھوٹے قطاع اسمیں واقع ہیں جن میں چانول پیدا ہوتے ہیں اور ملک مذکور کا باقی حصہ ٹیکروں اور جنگلوں کے باعث سے جن میں بڑے بڑے سیلاب آتے ہیں اور قرب سمندر اور سیلابوں کی جہت سے وہ زمینیں لدلی اور گھڑیلی ہو جاتی ہیں اور میں گردو + اور علاوہ اوسکے اور جہاز چھٹکار اُن میں پیدا ہوتے ہیں زراعت کے قابل اور

+ ایک درخت کا نام ہے جو سمندر کے کناروں پر پیدا ہوتا ہے

ہوجرت کے لائق نہیں ! اس حصہ کے ٹیکروں کی چوٹیاں درختوں سے خالی ہیں مگر چاروں طرف ان کے بڑے بڑے درخت گھنے گھنے کھڑے ہیں اور فیصلی کے جنگلوں سے پہلے پہلے جا ملتا ہے جہاں چھوٹے چھوٹے درختوں کا زور و شور اور ہیلوں کی دھوم دھام ہی اور یہ بڑا جنگل مشرق کی طرف کو بلند زمین کے اس خطے پر پہلتا ہوا گیا ہے جو قریب اس کے واقع ہے اور اس میں اردھی اردھی گھاٹیاں اور گہری گہری کھوئیں ہائی چائی ہیں جو جنگلی جانوروں کے بسنے رہنے کے قابل ہیں جیسے یہ سلسلہ پھر پھر ہندو بیس میل ان ٹیکروں سے گذر کر وہ تنگ گھاٹیاں کشادہ اور زرخیز ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ کھلے میدان آ جاتے ہیں جو مشرق کی جانب کو پہلے چلے جاتے ہیں اور وہاں کہتی ہوتی ہی مگر درختوں کا نام و نشان نہیں اور کہیں کہیں شاد و نادر ایک چھوٹے سے پہاڑ کا سلسلہ ان کو کاٹتا ہوا گذرتا ہے گھاٹیوں کے بڑے سلسلہ پر برسات کے موسم میں جنوبی مغربی ہوا کا بڑا زور شور رہتا ہے مگر گھاٹیوں کی مزاحمت سے میدانوں میں پہنچنے تک زور اس کا بہت کم ہو جاتا ہے اور گھاٹیوں کے اونچے اونچے مقاموں میں کئی کئی مہینے تک بادلوں کے دل کے دل چلتے پھرتے رہتے ہیں اور ہوا کی کر و زور اور بارش کی دھوم دھام بھتی ہے اگرچہ اوپر کے سطحوں سے ہائی بہکر چلا جاتا ہے مگر کنکائی کا یہ بحال ہوتا ہے کہ سارے برس گیلہ سیلا اور بیلاویوں کا گھر بنا رہتا ہے اور منجملہ ان پست شاخوں کے جو ان گھاٹیوں سے نکل کر مشرق کی جانب کو چنی چائی ہیں سب سے بڑی وہ شاخ ہے جو سلسلہ چاندیور کے نام سے مشہور و معروف ہے اور یہ نام اس کا اس قلعہ کی وجہ سے شہرہ آفاق ہوا جو اس کی چوٹیوں پر منجملہ بہت سے قلعوں کے بنایا گیا یہ سلسلہ دریائے تبتی کے پست طبقہ اور

کنکان والوں کی کہانیوں میں مذکور ہے کہ کسی زمانہ میں سمندر گھاٹیوں کے دامنوں تک آگیا تھا اور کنکان ایک دیوتا کی کرامت سے محفوظ رہا تھا

دریائے گوداوری کے بلند طبقہ کے درمیان میں حد فاصل واقع ہوا اور تبتی کا طبقہ خاندیس اور ہوار کے زرخیز میدانوں سے مرکب ہے جنکی علاحدگی گجرات سے پگلانہ کے جنگلی خطہ کے ذریعہ سے ہوتی ہے یہاں طبقہ بہت سی باتوں میں بلند طبقہ سے مختلف ہے اور جسکو زیادہ تو خصوصیات ملک مرہٹہ کی حیثیت سے مرہٹوں کا ملک کہنا چاہیئے تمام گہات اور اُس کے قرب و جوار کے پہاڑوں کا اختتام اکثر ایسی چوٹیوں پر ہوتا ہے جو سوات پتھر کی دھاریں ہیں اور اُسکے بڑے بڑے اونچے اونچی مقام اور قلب پہاڑیوں کے متفرق حصے قدرتی قلعہ معلوم ہوتے ہیں جنکے قبض و تصرف کے لیئے وہاں چڑھنے میں ہموار سطح تک صرف محنت اور تھانی پڑتی ہے جو پہاڑوں کی چوٹیوں پر عموماً پائی جاتی ہے مختلف زمانوں میں مختلف بادشاہوں نے ان مقاموں سے فائدے اٹھائے چنانچہ انہوں نے سیڑھیاں بنائیں یا پھینچدار راہیں نکالیں اور ان راہوں میں جگہ جگہ دروازے لگائے اور دروازوں کے لگانے سے ان کو مضبوط و مستحکم کیا اور ہموار سطح کے قرب و جوار کے مقاموں پر قبض و قابو رکھنے کی غرض سے برج اور بارے بنائے غرضکہ بطور مذکور ان بادشاہوں نے گہاتوں اور آنکی شاخوں کے پاس ہردوس کے ملکوں کو ایسے ایسے قلعوں سے مضبوط و مستحکم کیا جو اکثر لوگوں کی آمد رست سے راستی کے قابل اور سہل الوصول ہو گئے ورنہ راستی کے قابل سمجھے نہ جاتے *

مرہٹوں کی قوم کا بیان

اگرچہ مرہٹوں کا بیان ایسی طرح کبھی نہیں مذکور ہوا جیسے کسی قوم کی تاریخ لکھی پڑھی جاتی ہے مگر ان لوگوں کی خور و خصلت ایسی معزز و ممتاز تھی کہ گویا ان لوگوں میں ہمیشہ سے جمہوری سلطنت قائم رہی ہے اور اگرچہ خاص ہندوستان کے کمترین لوگوں سے کنارے اور تلمانہ والوں اپنے جنوبی ہمسایوں کی نسبت زیادہ مشابہت رکھتے ہیں مگر منجملہ ان دونوں قوموں کے کسی کے ساتھ انکو اختلاط اور امتزاج نہیں بلکہ بجائے خود مستقل سمجھے جاتے ہیں *

جسم اُن کے مضبوط اور قد اُن کے کوتاه اور جوتہ بند اُن کے ٹھیک تھا کہ ہیں اگرچہ نہایت بخوبی صورت نہیں اور تمام قوم اُن کی چٹا کش اور مستقل اور چابک چالاک پائی جاتی تھی اگرچہ راجپوتوں کی شان و مقامات اور شیشی برائی سے بخالی نہیں مگر دوسرے گافل اور دنیا کی باتوں سے غافل نہیں راجپوتوں کا یہ حال ہی کہ جب تک اُن کی قوم کی بیعتی نہیں ہوتی تب تک وہ لوگ اُس لڑائی کے نتیجوں سے بے پروائی ہوتے ہیں جسمیں وہ شریک و شامل ہوتے ہیں مگر مہاتوں کا یہ نقشہ ہی کہ نتیجے کے سوا کوئی بات اُن کے دہان میں نہیں آتی یہاں تک کہ اگر کام اُن کا بڑے بہانہ دیتے ہی ذریعہ سے شامل ہوتے تو وہ اُس کی پہلائی برائی کی پروا نہیں کرتے بلکہ اپنے نام سے ذمہ رکھتے ہیں غرض کہ حصول مقصود میں ذہن و طبیعت سے کام لیتے ہیں اور عین و عسرت کو چھوڑ کر جان چوکوں پر پڑتے ہیں اور عزت کی بات پر جان کھدنا تو درکنار اپنی غرض کسی طرح نہیں چھوڑتے یہاں تک کہ راجپوتوں اور مہاتوں کی ظاہری شکل و شمائل پر اُس دیوئی اختلاف ذاتی کا اثر واضح و الہام ہی جتنا نتیجہ ذاتی درجہ کے راجپوت کے چال چان میں کوئی نہ کوئی بات لچھی ہوتی تھی اور اعلیٰ درجہ کے مہاتوں کے طور و طریقوں میں کچھ نہ کچھ ناخوشگوار پائی جاتی تھی اور اس قدر فرق و تفاوت ہی کہ اگر یہ دونوں کسی کے دشمن ہو جائیں تو راجپوت ہانا دشمن تصور کیا جاوے گا اور مہاتوں ناخوشگوار ترس اور ہیبت ناک اس لیے سمجھا جاوے گا کہ مرہٹے دلیری دلاوری سے کہیں نہیں چوکے جب کہ بدوں اس کے کام اُن کا نہیں چلتا بلکہ دلیری دلاوری کی امانت کے لیے گویا خود اُن کی جگہ دند و فطرت اور چستی چابکی سے ہمیشہ کام لیتے ہیں یہاں اوصاف اُن کے سوا ہی لوگوں سے ختم و صاف نسبت کیے جاتے ہیں جو ایسے بڑے بڑے وصفوں اور اُن سے زیادہ ناکارہ کاموں کے ساتھ موصوف ہیں اس لیے کہ کسان مرہٹے تھوڑے سنبھلے ذہین اور جفا کش اور کفایت شعار

ہوتے ہیں اگرچہ ان کسانوں میں بھی ذاتی ہوشیاریوں کے لیے اصل چابکی چالاک کی کیفیت پر مبنی جاتی ہے مگر وہ بہت فتنہ انگیز اور برے چہرے نہیں ہوتے *

مسلمان بادشاہوں کے وقتوں میں سردار ان کے ایسے خاندانی ہوتے تھے جو اپنے باپ دادا سے پیدہ ہونے کے پرانے عہدوں پر معزز و ممتاز یا فلع کی کار گزریوں پر مامور و سرفراز ہوتے تھے اور احمد نگر اور بیجا پور کی ریاستوں میں رسالہ داریاں اور جمعہ داریاں کھاتے تھے یہ سردار اصل و حقیقت میں اپنے لوگوں سمیت قومیت کی حیثیت سے سارے شہر تھے اگرچہ بعضوں نے قدر و منزلت بڑھانے کو راجہوت ہونے کا دعویٰ کیا *

معلوم ہوتا ہے کہ پہلے مورخ مرہٹوں کی قوم سے واقف نہ تھے اور جن سرداروں کا نام انہوں نے بیان کیا ان کے معمولی لقبوں سے دریافت ہوتا ہے کہ وہ قوم کے مرہٹے تھے مرہٹہ کا لفظ اول سنہ ۱۳۸۵ ع کے حالات میں قریباً والے نے لکھا ہے مگر عام معنوں میں استعمال اس کا نہیں کیا یعنی اس نے کسی شخص معین کو اس نام سے پکارا بیان کیا گیا کہ بیجا پور والے بادشاہوں نے سولہویں صدی میں فارسی زبان کی جگہ مرہٹی بولی کو محتاصل کے دفتروں میں قائم کیا تھا اور اس لیے کہ وہ بادشاہ بیگانہ لوگوں کی جگہ دکن کے باشندوں کو اپنی فوج میں بھرتی کرتا تھا تو اس نے بہت سے مرہٹوں کو نوکر رکھا تھا چنانچہ پہلے پہلے ادنیٰ عہدوں یعنی قلعہ کی چوکی پہرہ پر متعین کیے گئے اور بعد اُسکے جب یہ بات دریافت ہوئی کہ ان لوگوں میں ہلکے ہلکے سواروں میں داخل ہونے کی استعداد و لیاقت پائی جاتی ہے تو بیجا پور اور احمد نگر کے جنگی سواروں میں داخل ہونے لگے اور کچھ کچھ لوگ

+ اُس زمانہ میں ہائل اور دیس مکہ اور دیس پانچے وغیرہ عہدے معزز و ممتاز گئے جاتے تھے

اُن کے گردلہ نقذہ کے بادشاہ قطب شاہ کے بھی ملازم ہوئے ہارصفک اِس کے کہ مسلمان مورخوں نے سولہویں صدی کے آغاز تک بیان اُن کا بہت تھوڑا کیا مگر ملک عنبر کی عہد حکومت میں معزز و ممتاز ہوئے اور بعد اُس کے یہاں فوجیت پرور فوجی کہ بیان اُن کا ذکر کی تاریخ میں ایک مستقل حصہ بن گیا * ‡

ہوسلا خاندان کا بیان

ملک عنبر کے افسروں میں سے ایک افسر مالوجی ہوسلا کے نام سے مشہور و مشہور اور خاندان اُسکا زور و قوت کی نسبت فخر و عزت میں معزز و ممتاز اور ہوسلا کے خطاب سے نامی گرامی تھا یہ افسر چند بھوت اسہ سواروں سمیت ملک عنبر کا ملازم اور جادو راؤ کا متوسل تھا یہ جادو راؤ وہ سردار تھا کہ اگر مرہٹوں کے خاندانوں میں سے کسی خاندان کو راجپوت ہونے کا دعویٰ پہونچتا تو اسی کے خاندان کو وہ دعویٰ سزاوارد شاید تھا اس لیے کہ راجپوتوں کے گروہوں میں سے ایک گروہ کا نام جادو ہی اور جب کہ مسلمانوں کے پہلے پہلے دھوا کیا تھا تو دیو گڈہ کا راجہ بھی اسی نام سے نامی گرامی تھا جو ساری دکن میں سب راجازں سے بڑا راجہ تھا اور غالب یہ ہی کہ مالوجی کا حامی جو دیو گڈہ کے کسی قریب ضلع کا دیس مکھی تھا راجپوتوں کی نسل سے ہوگا حاصل یہ کہ اصل اُس کی کیسی بھی ہو مگر لکھ جی جادو راؤ کو ملک عنبر کی حکومت میں دس ہزاری ذات کا منصب حاصل تھا اور ایسی قدر و منزلت رکھتا تھا کہ جب و ایک مرتبہ شاہجہاں سے پیوستہ ہو گیا تو ملک عنبر کی تقدیر اونکھی ہو گئی اور وہ لڑائی ہار گیا *

اس ناصواب آمیزش سے بہت دنوں پہلے مالوجی ہوسلا ایک تھوار کی قریب سے جو جادو راؤ کے مکان میں رچایا گیا تھا اپنے پیٹے سے لکھی

کو ساتھ اپنے لیے ہوئے آیا تھا اور اُن دنوں عمر اُسکی پانچ برس کی تھی جسب اتفاق ایسے موقع پر جو ہسٹے بولنے کا مقام و موقع تھا جادو راؤ نے ساہجی اور اپنی سہ سالی بیٹی کو دونوں زانوؤں پر بٹھا کر ہنسی سے یہ بات کہی کہ یہ کیا عمدہ جوڑا ہی اور یہ دونوں بالک بھونے بنانے کے قابل ہیں جادو راؤ کے کہنے پر مالوجی بول اُٹھا کہ سب صاحب گواہ رہیں کہ میرے بیٹے کا رشتہ جادو راؤ کی بیٹی سے ہو گیا جادو راؤ اُسکے بولنے سے اچنبھی میں رہا اور اپنے خاندان کے فخر و عزت کے باعث سے اُس کے بڑے بول سے نہایت ناراض ہوا یہاں تک کہ باہم بد مزگی ہو گئی مگر اُس زمانہ میں مالوجی کا ستارہ عروج پھر تھا چنانچہ اُس نے بہت سا روپیہ کمایا اور روز بروز اپنے لوگوں کو بڑھایا یہاں تک کہ احمد نگر کی ریاست میں پنج ہزاری کے منصب رسالہ داری پر سرفراز ہوا اور ایسی بڑی جاگیر اُس نے حاصل کی جس کا ہوا مقام ہونا تھا اور اب بھی اُس سگٹی کا دعویٰ کرتا رہا مگر فی الحال اُسکی جاہ و حشمت کی نظر سے وہ دعویٰ بیجا نہ سمجھا گیا چنانچہ آخر کار جادو راؤ اُسپر راضی ہوا یعنی اُن کے سنجوگ نے زور کیا اور دستور و قاعدہ کے موافق دونوں کی شادی ہو گئی یہ بیدار ایسا پھلا پھولا کہ ایک پہل اُس کا وہ سیواجی تھا جو ماہ مئی سنہ ۱۶۲۷ع میں پیدا ہوا اور مرہٹوں کی حکومت کی بنیاد اُسنے ڈالی »

ساہجی بوسلا کا حال اس تاریخ میں پہلے بیان ہو چکا کہ وہ سردار احمد نگر کے پچھلے واقعوں یعنی سنہ ۱۶۳۶ع کے قصے قضایوں میں ہوا سرگرم اور آمادہ رہا اور وہی اُسکے بیجاپور کی سرکار میں ملازم ہوا اور جب کہ شاہجہاں اور والی بیجاپور نے احمد نگر کے ضلع کو باہم منقسم کیا تو وہ جاگیر جو ساہجی کے قبض و تصرف میں چلی آتی تھی اور جسب قسمت بیجاپور کے حصہ میں آئی تھی جوں کی توں قائم رکھی گئی یہاں تک کہ بیجاپور والوں کی جانب سے جنوبی ملکوں کو ختم کرتا

رہا اور ملک میسور میں اسی بڑی جنگیر آئندہ حاصل کی جاسیں
سیرا اور ہنگلور ہڑے شہر بھی داخل تھے *

مرہٹوں کے سردار ناخواندہ ہوتے تھے اور کار بار آندا وہ بڑھن کرتے
تھے جو مسلمانوں کی عہد حکومت میں بھی بہت سے لوگ آئیے کام کے
عہدوں پر مشتمل تھے اور کار گذاروں کا ہوا فرقہ بڑھنوں ہی کا تھا غرض
کہ انہیں لوگوں میں سے دیکھا جی کاندو نامی ایک بڑھن کو اپنی جاگیر
واقع ہونہ پر ساتھ لے کر لے کر اور دوسرے بڑھن سبواچی کی
بھڑ گروں کا ہونہ پر ہار لے کر سر پر رکھا اور ہڑے بڑھن کو ساتھ اپنے
میسور کو لے گیا گرو مرہٹوں کی تعلیم و تربیت کا یہ طریقہ
ہی کہ وہ شہسراپی اور پشاور بازی اور علوہ آس کے اور سپاہیانہ
ویاضتیں سیکھا کرتے ہیں اور جو کہ ہونہ اسی جگہ واقع ہی کہ وہاں
میرداد اور پھاری ملک آپس میں ملانہ ہیں تو سیرا جی کے ہڑے رفیق
ایسے لوگ اتفاق سے ہوئی جو آس کے ہار کے سواروں میں بھرتی تھے
یا گروں کے ہار ہروس کے ناکو لکڑیے تھے غرض کہ آس کے ہار ہی ہڑے
جسٹیش اور ہار ہروس میں تھے جو ناخواندہ ایسے لوگوں کی ہمارائی سے
ہڑے ہڑے کا ہوں کا عشق آس کی طرہ سے میں پیدا ہوا اور وہ عشق آس
مالکی راگوں یعنی ساکوں کے ساتھ سے دو چند ہو گیا جن میں سورما
لوگوں کی کہ فوٹ گاٹی جیاتی ہیں غرض کہ وہ آس کا ہر کلا جب سولہ
ہوس کو پہنچا تو دانا جی کے قابو سے نکل گیا اور دادا جی نے جاگیر
کے انتظام اندام میں شریک آس کو گردانا اگرچہ رنگ دھنگ آس کے
دلکشی دلاؤ دیری کے باعث سے عام پسند اور عام فریب تھے مگر لوگ
انہی سے آس کی نسبت یہ شک شبہ کرنے لگے تھے کہ وہ بھی آس
کا آس میں شریک و شامل ہی جو کنگان پر کسی ہڑے تھے حاصل یہ
کہ لوت مار کے کاموں اور سیر شکار کے سپاہوں کے باعث سے گہاٹوں کی
ساری گہاٹوں سے بختری و انتہا ہو گیا علوہ آس کے آئیے چند ہی ہار ہڑوں

سے پہلے ہی سے آشنا تھا گہائیوں کے سلسلہ کے اُن حصوں میں جو شمال
ہونہ کی جانب واقع ہیں بہیل اور کولی اور اُس کی جنوبی جانب
میں راموسی قوم بستی تھی مگر ہونہ کے عین مغرب میں مرتھے رہتے
تھے جو اُس اُجاز کی سختیاں اُٹھاتے تھے اور جن گہائیوں میں وہ رہتے
تھے اُن کے نام کی وجہ سے مارالی کہلاتے تھے غرض کہ سیواجی نے پہلے
پہلے مارالیوں میں سے منتخب کر کے رفیق اپنے بنائے اور اپنی تیز فہمی
اور ہوشیاری کی بدولت اُن لوگوں کو چھوٹے چھوٹے کاموں کی مصروفی
سے نکال کر بڑے بڑے کاموں کی مشغولی میں ڈالا *

اکثر اوقات اُن پہاڑی قلعوں سے غنیمت برتی جاتی تھی جو سرکار
بیچناپور سے علاقہ رکھتے تھے یعنی سرکار بیچنا پور اُن کی خیر گیری نہرتی
تھی اور اسلئے کہ وہ قلعے دارالحکومت سے دور اور بجائے خود بیماریوں
کے گہر تھے تو گاہ ایک مسلمان افسر تھوڑے سے کم تنخواہ سپاہیوں
سمیت اُن میں چھوڑا جاتا تھا اور کبھی کبھی پاس پوس کے دیس
مکھوں کے تحمت و تصرف میں چھوڑے جاتے تھے جو اُن کے قرب و
جوار میں مال کا کام کرتے تھے یا علاوہ اُنکے اور افسران مال کو سپرد کیئے
جاتے تھے اور منجملہ اُن قلعوں کے جو دیس مکھوں کے قبض و تصرف
میں داخل تھے تو رنا کا قلعہ نہایت مضبوط و مستحکم اور ہونہ سے
جنوب مغرب کو بیس میل کے فاصلہ پر واقع تھا سیواجی نے سنہ ۱۶۲۹ع
میں کسی حکمت سے اِس قلعہ پر قبضہ کیا + زر تقریر و حجت اور
روپے پیسے کے ذریعہ سے سرکار بیچنا پور کو اسباب کا یقین دلایا کہ دیس
مکھوں کے قبض و تصرف کی نسبت اُس کے قبض و دخل میں وہ
حصار پایدار اچھی طرح رہیگا مگر جب کہ بعد اُس کے پاس کے ایک
قلعہ کو کھائی شندق اور برج بارہ یعنی لڑائیوں کے سامانوں سے مضبوط
و مستحکم کیا تو سرکار بیچناپور اُس پر متوجہ ہوئی اور اُسکے باپ

کو اُس کی شکایت لکھی سامعہ نے عذر اپنا پیش کیا اور سیراجی اپنے بیٹے اور داداجی اپنے کارندہ کو سخت ممانعت لکھی کہ وہ بیجاپور کے علاقہ میں زیادہ دست اندازی نہ کریں چنانچہ داداجی نے سیراجی کو بہت سمجھایا اور اُس کے باپ کی تاکیدوں کی تعمیل اُس سے چاہی بعد اُس کے داداجی مرگیا اور سیراجی روک ٹوک سے آزاد ہو گیا اور جب کہ کوئی شخص اُس کا مانع مزاحم نہ رہا تو اُس نے اپنے ارادہ کو بڑی دھوم دھام سے ترقی بخشی یہاں تک کہ جاگیر کا معاملہ باپ کو بھی فدا اور منہجملہ چاکن اور سوہا دروہوں کے جو اُس کی جاگیر میں واقع تھے اور اُس کے باپ کے متعلق انسر آنور قابض و متصرف تھے چاکن کو اُس کے حاکم سے مل ملا کر لیا اور سوہا پر چھاپہ مارا اور اُس پر تصرف کیا اور جب کہ اپنے باپ کی جاگیر کا مالک ہو گیا تو بڑی بڑی مہموں کا ارادہ کیا چنانچہ اُس نے اُس مسلمان حاکم کو جو والی بیجاپور کی جانب سے سنگریا گندمانہ کے پہاڑی قلعہ واقع متصل پونہ کا حاکم تھا کچھ دے دلا کر اس بات پر مایل کیا کہ وہ قلعہ کو اُس کے حوالہ کرے اور جب کہ دو ہرمن زادے حقیقی بھائی اُس کے دوست سنگری سے زیادہ مضبوط قلعہ ہرندہ کی بابت اُس میں ارجح کر رہے تھے تو اُس کے بیچ بیجاؤ کے لئے وہ اُن کے بیچ میں ہوا اور مارالہوں کے ایک گروہ کو اُس میں داخل کیا اور سنہ ۱۶۳۷ ع میں دغا بازی سے آپ اُس پر قابض متصرف ہو گیا *

جب کہ سیراجی کو بہت کامیابیاں ایسی طرح نصیب ہوئیں کہ کسی کی تدبیر بھی نہ پہنچی اور پاس ہروس کے امن چین میں کسی طرح کا خلل بھی نہ ہوا تو والی بیجاپور کی جانب سے بھی جو اُن روزوں جنوب کی فتح و کشائش میں جی جان سے مصروف اور

دارالسلطنت کی عمدہ عمدہ عمارتوں کے بنانے میں نہایت مشغوف تھا کسی قسم کی ممانعت و مزاحمت پیش نہ ہوئی ‡ *

مگر اب وہ وقت آ پہونچا کہ سیواجی کے ارادوں کا کسی اور آڑ کے پیچھے پوشیدہ رہنا اوسکے حق میں مفید نہ تھا چنانچہ وہ بے تکلف کھل کھلا اور کھلم کھلا نشان اوسکی بغاوت کا یہ تھا کہ اوسنے بادشاہی خزانہ کی کرائچیوں کو خاص کنکائی میں اوتھ کھسوت کر ہواہر کیا اور پہلے اس سے کہ بیچتا ہوں گا دربار اس زور زبردستی سے سنبھل کر کچھ تدبیر اوسکی نکالی اس پرچہ سے مطلع ہوا کہ بڑے بڑے پانچ ہزاری گھاٹوں کے قلعوں پر سیواجی نے قبضہ کیا بعد اوسکے تھوڑی مدت گذرنے پر سیواجی کے بڑھن انسر نے کنکان کی شمالی جانب کے مسلمان حاکم پر چھاپا مارا اور اس کو مقید کیا اور اس انسر کی دارالریاست کالیاں پر قبضہ کر کے سارے صوبہ کو دبا دبتا اور اس کے حاکم کو اسبات پر مجبور کیا کہ سارے قلعوں کے حوالہ کر لیکر حکم جاری کرے سیواجی اس کامیابی سے باغ باغ ہوا اور جب وہ قیدی اس کے پاس آیا تو اس نے بہت اہلیت برتی اور بڑی عزت سے اُسکو رخصت کیا یہ واقعہ سنہ ۱۶۳۸ ع میں واقع ہوا بعد اس کے ہندوؤں کے

‡ سیواجی کا قبض و تصرف بطور مفصل ذیل اس خطہ پر قائم ہوا جو چاکن اور دریائے نرا کے بیچ میں واقع ہی اور جبکہ ہم پہلے سیواجی کی حکومت چمانے کے طوروں کو ایسی شیر حیلہ باز کے داڑ گھاٹوں کی مانند تصور کریں جو اپنے پہاڑ کی گھاٹیوں میں شکار کی تاک چھانک میں لک چھپ کر بیٹھے اور قابو کے وقت اُسکو دبا کر نچھوڑے تو وہ دقتیں جو اس کے ابتداء ترقی کے دریاست میں پیش آتی ہیں اور وہ حیرت جو اُسکے بہت جلد بڑھنے چڑھنے میں ہامنگیر ہوتی ہی بے تکلف رفع ہو جاتی ہی اس لیے کہ اب اُسکی ترقی اس نوبت کو پھرنچتی تھی کہ لوگوں کو اُسکی اصل و حقیقت کی تحقیق و تہصص پر توجہ ہوئی اور زیادہ تر متغنی رہنا اُسکا ممکن نہ تھا اور واضح ہو کہ یہ بیان اُس دلچسپ اور صاف بیان کا خلاصہ ہی جسکو گرینٹ ڈک صاحب نے سیواجی کے حالات میں نام بند کیا

اوقاف و مصارف کو اپنی مفتوحہ ممالک میں اُس نے بکھال کیا چنگو
 بیچا پور والی بادشاہ نے ضبط کیا تھا علاوہ اُس کے ساری پرانی رسموں
 کو تاریخی بخشی اس لیے کہ اُس کی طبیعت نے ہندوانہ تصویروں سے
 تربیت پائی تھی اور شاید کہ اُس کی طبیعت جیسے دیرین و مذہب کی
 ریتوں میں پہلے پہلے پوری پکی تھی ویسی ہی قومی پاس و لحاظ
 میں بھی پختہ اور کامل تھی حاصل یہ کہ ایسی طبیعت پر منجھول
 ہونے سے مسلمانوں اور اُن کے رسم و رواج سے سخت نفرت اور ہندوؤں
 اور اُن کے طرز فہموں سے بڑی رغبت رکھتا تھا اور روز روز اُس کو ترقی
 روز افزوں تھی اور یہ مزاج اُس کا تدبیر ملکی سے ایسا پاس آیا تھا
 کہ اُس نے جتنی سنی بھگتوں کی ضرورت بنائی اور اوتاروں کی کرامتوں اور
 دیوتوں کی عنایتوں کا دعویٰ کیا یعنی اوتاروں کی کرامتیں رکھتا ہوں
 اور دیوتے سمجھے پور ہوں ہوں *

جب کہ بہتاپور کی سرکار آخر کار اوس کے ارادوں پر پے لیگئی تو
 باوصف اُس کے اِس غلط فہمی میں مبتلا ہوئی کہ اپنے باپ ساہجی کے
 سکھانے بھگانے سے یہ دھوم اُس نے منجھائی ہی اور اپنی ناراضماندی کو
 یہاں تک چھوٹی رکھا کہ ساہجی کی گرفتاری کا موقع ہاتھ آیا چنانچہ
 سنہ ۱۶۴۹ ع میں ایک دوستانہ دعوت کی بدولت جسکو گوربارہ کے
 کسی سختدانی افسر نے ساہجی کے لیے منعقد کیا تھا اور سیواچی
 نے اتمام اوس دغا بازی کا اوس دغا باز افسر سے خوب دل کھول کر لیا
 ساہجی گرفتار ہوا اور جب کہ ساہجی نے بہہ عذر اپنا پیش کیا کہ
 وہ بیٹے کی بے ادائیگوں اور گستاخیوں میں شریک و شامل نہیں تو قول
 اوسدا ہادلی سمجھا گیا اور اوس ہنگامہ کے فرد کو نیچے لیٹے معقول مہلت
 اوسکو دیکھی اور جب کہ ساہجی کی دوز دھوپ سے کام نہ نکلا اور دھوم
 دھام اوس کے بیٹے کی فرد نہ ہوئی تو وہ ناکردہ گناہ متبذ کیا گیا اور یہ

حکم اوسکو سنایا گیا کہ اگر اس قدر عرصہ میں تیرا بیٹا مطیع اس سرکار کا نہ ہوگا تو جیل خانہ کا دروازہ قیغہ کیا جاویگا اور تو اُسے یہاں بھوکا پیاسا مرجائیگا یہہ سخیر سیواجی کو پہونچتی اور وہ نہایت پریشان ہوا مگر بڑے سوچ بچار کے بعد اُسے یہہ مقرر کیا کہ ایسے دغا بازوں کی اطاعت میں خیر و سلامتی کی توقع نہیں چنانچہ اُسے والی بیچا پور کی اطاعت سے سرتابی قائم رکھی اور شاہجہاں کی ملازمت چاہی جسکے ممالک مقبوضہ کی تاخت تاراج سے بنظر احتیاط و عاقبت اندیشی کے گریز اُسے کی تھی شاہجہاں نے درخواست اُس کی منظور کی اور پانچہزاری کا منصب عزایت فرمایا اور غلب یہہ ہی کہ شاہجہاں کی سعی و سفارش سے شاہجی کی رہائی ہوئی بعد اس کے کہ چار برس کی قید اُسے کاتی اس چار برس میں لوگوں کا امن چین اسیلئے بحال رہا کہ سیواجی کو باپ کی فکر لگی ہوئی تھی اور ملک کی لوت کھسوت میں شاہجی کی ایذا رسانی منظور تھی اور بیچا پور والی اس خیال سے چپ چاپ بیٹھے رہے کہ اُن کو مغلوں کی فوج کی طرف سے یہہ کہتے تھا کہ سیواجی اُن کو نہ چڑھالارے بعد اُس کے جب کارناتا میں بے انتظامی نے دست اندازی شروع کی تو سرکار بیچا پور کے قانون قاعدوں کی نظر سے شاہجی کا وہاں جانا ضروری سمجھا گیا یعنی شاہجی کی چنگیز واقع کرنا پور میں ہندوؤں نے قبضہ کیا تھا اور بڑا بیٹا اُسکا مبارک گیا تھا اور پاس ہروس میں ہتھیار بندی ہوگئی اور بیچا پور کے افسروں کو اخراج کی دھمکیاں سنائی گئیں *

جوں ہی کہ شاہجی قید سے چھوٹا اور سرکار بیچا پور کرنا پور کی مہم پر مصروف ہوئی تو سیواجی نے اپنے چاہ و جلال کے بڑھانے کی تدبیروں کو بڑی آب و تاب سے دوبارہ کرنا چنانچہ اُسے اُس ہندو راجہ کو شریک بغاوت کرنا چاہا جو گھاٹوں سے لیکر دریائے کشنا کے بالائی حصوں تک سارے پہاڑی ملکوں واقع جنوب پورنہ کا حاکم تھا اور

جب کہ وہ راجہ شریک اُسکا نہوا تو اُسکو کسی حکمت سے قتل کرایا اور اُسکے مارے جانے سے جو شہیت دلوں پر بیٹھی اُس سے یہ فائدہ اُٹھایا کہ اُسے اُس کے ملک پر قبضہ کیا۔ بعد اوس زور ظلم کے کئی بیماریوں کو چھیڑا جھوٹا اور کئی لالچے نئے بنائے اور اپنی حکومت کو ان دنوں تک چورا چکلا کرتارھا کہ شامزادہ اورنگ زیب سنہ ۱۶۵۵ء میں دکن کو روانہ کیا گیا پہلے پہلے سیواجی نے اورنگ زیب کو ملازم سلطنت سمجھ کر اوسکی ملازمت حاصل کی اور اپنے مقبوضہ ممالک کو بذریعہ اُس کے بادشاہی ساند سے مستحکم کیا مگر جوں ہی کہ اوسنے شامزادہ مرادچ کو گولکنڈہ کی لڑائی میں جی جان سے مصروف پایا اور اوس کی مصروفی کی طولانی بہت دنوں تک تصور کی تو بقول اوسکے شعر * اب جو باہم رقیب لڑتے ہیں * یہ بھی اپنے نصیب لڑتے ہیں * لڑنے والوں کے نقصانوں سے فائدہ اُٹھانا چاہا چنانچہ اوس نے پہلے تو مغلوں کے ملک پر حملہ کیا یعنی شہر جنپور پر چھاپا مارا اور بہت سی غنیمت لوٹ کر لے گیا بعد اوس کے احمد نگر کا ارادہ کیا مگر وہاں بڑی کامیابی نصیب نہ ہوئی اور اورنگ زیب کی فتوحات کے جلد جان واقع ہونے سے اوس کی امیدیں پھولنے لگیں بلکہ جب اورنگ زیب بیجاپور کی مہم میں سرگرم و آمادہ تھا تو اوس نے بیجا حملوں کا عذر اوس سے چاہا اور بہت سی متوں سے پیش آیا بعد اوس کے شاشیہاں کی بیماری میں اورنگ زیب بلایا گیا اور سیواجی نے جان نثاری اور خدمتگذاری کا اقرار اس شرط پر کیا کہ مغلوں کے ممالک مقبوضہ میں جو جو استثنائات اوس کے ثابت ہیں ان پر توجہ فرمائی جائے چنانچہ اورنگ زیب نے تصور اوسکا اس شرط پر معاف کیا کہ وہ اپنے سواروں کا گردہ اوس کی فوج میں داخل کرے باقی استثنائات کی تحقیقات کو آئندہ پر ملتی رکھے مگر سیواجی کہ اورنگ زیب کی مافذ ایک دغا باز حیلہ ساز اور

چست و چالاک آدمی تھا زبان سے قول قرار کرتا رہا اور سواروں کے پیچنے کو بہت صاف اوزا گیا *

بعد اوس کے بیچا پور پر پھر چھابی مارنے اور دھاوے کرنے لگا جہاں کا والی مرگیا تھا اور صغیر سن بیٹا اوس کا جانشین اوس کا ہوا تھا یہاں تک کہ ریاست کے نائبوں نے یہ سوچ سمجھ کر کہ اب اگر اوس کی لوت مار سے غفلت برتی جاوے گی تو انجام اُسکا اچھا نہوگا ایک بڑی فوج اوس کے مقابلہ کو روانہ کی اس بڑی فوج کا سردار افضل خاں تھا جو مسلمان سرداروں کے معمولی غرور و نخوت کے علاوہ سیواجی اپنی طرف مقابل کو نہایت حقیر و ناچیز سمجھتا تھا مگر حریف اوس کا یعنی سیواجی اوس کے غرور تکبر سے فائدہ اٹھانے کی تدبیر اچھی طرح جانتا تھا چنانچہ اُس نے بظاہر یہ جتایا کہ افضل خاں کا رعب داب اُسپر بیٹھا اور وہ اُس کے مقابلہ سے بالکل مایوس ہی اور بعد اُس کے بڑی زارنالی سے اطاعت کی درخواست افضل خاں کے پاس روانہ کی افضل خاں نے ایک معتمد برہمن کو خط خطوط کے لکھنے پڑھنے میں نائب اپنا ٹھہرایا مگر سیواجی نے اُس برہمن کو دے دلا کر یار اپنا بنایا اور اُس کے ذریعہ سے افضل خاں کو بکمال آسانی یہ جتایا گیا کہ سیواجی نہایت حیران و پریشان اور قبول اطاعت پر آمادہ و مستعد رہی مگر فکر اُسکو یہ ہے کہ دیکھتے انجام اُس کا کیا ہوتا ہی اور اسی اندیشہ سے اب تک روکا ہوا بیٹھا ہی خط کتابت کے زمانہ میں افضل خاں پیچیدہ جنگلوں اور ناہموار وادیوں سے گذر کر پرتاب گدہ کے قریب و جوار میں پہونچا جہاں سیواجی رہتا تھا اور سیواجی نے یہ درخواست اپنی پیش کی کہ اگر خانصاحب میرے خوفوں اور اندیشوں پر ترس کھاویں تو بذات خود تشریف لایں تاکہ وہ اپنی زبان مبارک سے میری اطمینان فرماویں غرض کہ افضل خاں اپنی فوج سے روانہ ہوا اور تھوڑے سے محتاطوں کو ساتھ اپنے لیا یہاں تک کہ سمجھانے پہونچانے سے سب کو رخصت کیا اور ایک ہمراہی پر قناعت

کئی اور ہارنیک مہمل کا جامہ پہنے ہوئے اور ایک سیدھی تلوار اٹھائے ہوئے جسکو زیادہ تر شان و زبائش کی غرض سے اٹھایا تھا نہ اس غرض سے کہ اڑے وقت میں کام بھی اوبھائی خدماں خدماں آگے کو چلا سیواچی آہستہ آہستہ قلعہ سے اترتا ہوا سامنے سے نظر آیا یہاں تک کہ وہ دیرتا کانپتا ایک ہمدردی سمیٹ آگے کو بڑھا اگرچہ ظاہر میں کوئی ہتیار اُس کے پاس موجود نہ تھا مگر روٹی کے دگلے میں چالدار زرہ اور ایک آہدار تیرہ اور انگلیوں میں ڈرلائی گانٹھے جسکو داخن شیر بولتے ہیں لگائے ہوئے تھا افضل خاں نے اُس سونگھی سہمی صورت کو بڑی حقارت سے دیکھا جو دے دباے اور جی چورائے اُسکی ملازمت کے لیئے چلے آئی تھی اور جب کہ دونوں بغل گیر ہوئے تو سیوا جی نے فولادی پنجہ کو گزویا ہندو افضل خاں اس بیچھا حرکت کے تعجب سے فارغ نہوا تھا کہ اوسنے تیرہ سے کام اوسکا تمام کیا اور پہلے اس سے یہہ کام کیا تھا کہ اپنی فوج کو اُن جنگلوں میں چھپایا تھا جو افضل خاں کی فوج کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور جب کہ سیوا جی نے قلعہ کی باندھی سے اشارہ کیا تو فوج اوسکی مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی جو حریف کی دغا بازی سے غافل اور اپنے سامانوں سے قافل بڑے تھے چنانچہ اونکو اسی حالت میں بھگایا کہ وہ لوگ اوس فوج کا مقابلہ نہ کر سکے جنوں بھی کہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۶۵۹ع میں یہہ فتح حاصل ہوئی تو سیوا جی نے بھگوروں کی جان بخشی کا حکم جاری کیا غرض کہ بہت سے آدمی جو جنگلوں میں بہت دنوں تک خراب خستہ بہوتے تھے پکڑے آئے اور سارے گرفتاروں سے آدمیت برتی گئی اور مستحکم اونکے موشے سیوا جی کی ملازمت میں داخل ہوئے اور جب کہ ایک موشے سردار نے اپنی ولی نعمت کی رعایتی نچھوڑی اور نمک ہراسی کا دھبا نہ اٹھایا تو اوسکو انعام دیکر رخصت کیا گیا اگرچہ سیوا جی نے اپنی درز دھوپ کے زمانہ میں خلیفہ خزانوں کے لیئے لوگوں کو تکلیفیں پہونچائیں مگر کوئی کام اوس نے بیفائدہ نہیں کیا اور بلا سبب کسی کو اذیت نہیں پہونچائی *

فتح مذکور الصدر کے ہونے سے سیوا جی کے ارادوں کو چوگنی قوتی حاصل ہوئی چنانچہ اوسنے گہاتوں کے پاس یروس کے سارے ملکوں کو روندنا سوچا اور سارے پہاڑی قلعوں پر قبضہ کیا اور سارے کنکان کی فتح کو خاتمہ پر پہونچایا چاہتا تھا کہ اوسکو یہہ پرچا لگا کہ پہلی فوج کی نسبت ایک بڑی فوج اس کے مقابلہ کو بیجاپور سے چلی آئی ہی چنانچہ وہ اس ضرورت سے پہنچے کو لوٹا اور کسیدر فوج کو قلعوں کے حفظ و حراست پر متمین کیا اور باقی فوج کو حریف کی رسدوں پر لگایا اور پٹالہ کے قلعہ میں خود مستحضر ہو کر بیٹھا جو رسدائی سے مامور و مستحضر تھا غرض کہ مراد مئی سنہ ۱۶۶۰ ع میں اس قلعہ کا محاصرہ ہوا اور وہ محاصرہ کو بھلاتا بھسلاتا رہا اگر وہ اپنی معمولی چالاکی اور دلادری سے ایک اندھیری رات میں نکل کر نجاتا تو چار مہینے کے بعد اطاعت پر مجبور ہوتا اس لیے کہ چار مہینے کے محاصرہ پر وہ قلعہ فتح ہو گیا اور جب کہ سیوا جی ہاتھ سے نکل گیا تو بیجا پور کے دربار نے اس کے نکل جانے کو سیدی جوہر باشندہ ایسیسینا یعنی حبش کی دغا بازی سے نسبت کیا سیدی جوہر اس بدگمانی سے نیلا ہلا ہوا اور آسکے غیظ غضب سے بیجا پور کی ناانگتیاں جو پہلے سے چلی آئی تھیں چوگنی ہو گئیں *

بعد اس کے بیجا پور کے بادشاہ نے آپ ارادہ کیا اور اس قدر فوج اپنے ہمراہ لیکر کہ سیوا جی اس کا مقابلہ نہ کر سکا اور جو تدبیر اس نے اس زمانہ میں برتی کوڑی معقول اور پسندیدہ تھی چنانچہ سال کے اندر اندر وہ اکثر ملک اس کے قبضہ سے نکل گئے جو اس نے فتح کیئے تھے بعد اس کے جنوری سنہ ۱۶۶۱ ع میں والی بیجا پور کرناتا کے کار بار پر ملتفت ہوا اور زیادہ وجہ یہ ہوئی کہ سیدی جوہر نے بغاوت کا ہنگامہ وہاں برپا کیا تھا چنانچہ وہ بادشاہ اس ملک میں پورے دو برس مصروف رہا اور سیوا جی نے میدان کو خالی پا کر ان ملکوں کو دوبارہ

حاصل کیا جو اُس کے قبض و قابو سے خارج ہو گئے تھے اور علاوہ اُن کے اور ملکوں کو بھی دبا بیٹھا *

بعد اُس کے ساہجی بیج میں بڑا اور فریبوں کی آشتی کا وسیلہ ہوا اور آشتی کے بعد سیواجی ایسے ملک پر قابض رہا جو دریائے شور کی جانب سے اقدائی سو میل کا چوڑا چنلا اور کنکان کا وہ حصہ تھا جو گویا اور گالیان کے بیج میں ہوتا ہی اور گہائوں کے اوپر سے طول اُس کا پونہ کے شمال سے لیکر مقام مرچ واقع دریائے کشنا کے جنوب تک دیر سو میل کے قریب قریب ہے اور اُس کا مشرق سے مغرب تک زیادہ سے زیادہ سو میل کی مقدار تھا اس چھوٹے سے خطہ میں سپاہیوں کی جفا کشی اور لٹیروں کی خور و خصلت کی وجہ سے سات ہزار سوار اور پچاس ہزار پیادہ قائم رکھے گئے اور یہ حال اُس کا سنہ ۱۶۶۲ ع تک تھا + *

دوسرا باب

سنہ ۱۶۶۲ سے لغایت سنہ ۱۶۸۱ کے واقعات کے بیان میں اسی عرصہ کے قریب اورنگ زیب اُس بیماری میں مبتلا ہوا تھا جسکا بیان ابھی مذکور ہو چکا اور اُس کی شدت سے جان اُس کی بڑی جھکوں میں پڑی تھی بیماری سے پہلے اپنے ماموں شاہستہ خاں کو دکن کا نائب السلطنت مقرر کیا تھا اور وہ سردار اورنگ آباد میں رہتا تھا *

یہ بات اچھی طرح سے کہانی نہیں کہ اورنگ زیب اور سیواجی میں کس وجہ سے ناچاقی واقع ہوئی تھی یہ امر دریافت ہوا کہ بیجا پور کی آشتی کے بعد آخر سنہ ۱۶۶۱ ع مطابق سنہ ۱۰۷۳ ہجری میں سیواجی کے سوار اورنگ آباد کے قرب و جوار کے قلعوں کو اورنگ زیب کی قلعرو میں لڑائی کھڑی تھے اور خود سیواجی جنہر کے پاس پڑوس کے قلعوں کو دبا رہا تھا *

ان دست اندازیوں کی روک تھام کی غرض سے شایستہ خاں اورنگ آباد سے روانہ ہوا اور سیواجی کے لوگوں کو عین میدان میں مار پیٹ کر بھگایا اور چاکن کے قلعہ پر قبضہ کیا اور خاص پونہ میں جا کر قیصرے لگائے جو سنگو کے بھارتی قلعہ سے جس میں سیواجی لڑتے ہوئے تھا بارہ میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور خود شایستہ خاں بمقام پونہ خاص اُس مقام میں ٹھہرا جہاں سیواجی نے ہرورش پائی تھی اور بچپن کے دن وہیں گزارے تھے اور اس لیے کہ سیواجی اُس مکان کے رگ و ریشہ سے بخوبی واقف تھا تو اُس نے شایستہ خاں کی پاداش و تدارک کے لیے وہ راہ نکالی جس کا بیان آگے آتا ہے شایستہ خاں نے مرہٹوں کی روک ٹوک کے لیے پورے پتھلائے تھے اور یہاں تک فکر اُنکی کی تھی کہ اکیلے لڑکیلے کی لاگ قنانت اچھی طرح ہوتی تھی غرض کہ تدبیر مذکور الصدر کے ذریعہ اور فیروز فوج کے اُس پاس پڑے ہونے کے وسیلہ سے ایسی امن چین میں بیٹھا تھا کہ کسی گزند و آفت کا وسوسہ باقی نہ رہا تھا مگر سیواجی شایستہ خاں کی تدبیروں سے واقف تھا چنانچہ ایک رات اُس نے یہ کام کیا کہ شام ہوتے ہی اندھیرے اندھیرے سنگو سے روانہ ہوا اور پیادوں کے چھوٹے چھوٹے گروہوں کو راہ میں اس نظر سے چھوڑنا گیا کہ ضرورت کے وقت اپنے گام آویں پچیس ماوالیوں سمیت آپ پونہ کو چلتا ہوا حسب اتفاق ایک باراٹ پونہ کو جاتی تھی چنانچہ سیواجی باراٹ کے مالک سے صلاح و مشورت کر کے باراٹ کے ساتھ اندر داخل ہوا اور شایستہ خاں کے پیروں کی قطار سے گذر کر سیدھا محل کو ہولیا اور پہلے اس سے کہ اندر کی جانب سے کسی کو شک شبہ پیدا ہووے پشت محل کے دروازے سے محل میں گھس گیا شایستہ خاں اُس کے آنے سے سخت حیران ہوا اور گھبراہٹ کے مارے صرف اتنا سنہل سکا کہ اپنی خوابگاہ سے جان بچا کر بھاگا اور جب کہ وہ ایک کھڑکی سے نیچے کو کودنے لگا تو تلوار کی ضرب سے اُس کے ہاتھ کی دو انگلیاں الگ ہو گئیں اگرچہ وہ جان

بچاؤ بھاکا مگر باغ کی یاد میں اُس کا بیٹا اور بہت سے اُس کے
ساتھی ہاش ہاش ہو گئے بعد اُس کے سہراچی اُسی تندی تیزی سے
لوت کر گیا جیسا کہ وہ آیا تھا اور انا چانا اُس کا کسی کو دریافت نہرا
اور جوں جوں وہ آئے برہتا گیا تو لوگ اُسکے اس سے ملتے گئے جو راہ
میں آتے ہوئے راہ اُسکی دیکھتے تھے یہاں تک کہ وہ سنگر میں ایسے
وقت پہنچا کہ چراغوں اور مشعلوں کے مارے چکا چوند ہو رہی تھی
جو فتح کی خوشی میں روشن کی گئی تھیں اور وہ روشنی اس قدر تھی کہ
بادشاہی فوج والے بازو میل کے فاصلہ سے اُسکا تماشا دیکھتے تھے یہہ برا
کام اُسکا اُس کے مدوطنوں کے مزاج و طبیعت سے ایسا مناسب تھا کہ
اُس کے کاسوں میں سے بہت برا سمجھا گیا چنانچہ مرہٹے لوگ اب تک
ارسکو بڑی فخر و عزت سے بیان کرتے ہیں اور اس کام پر ایسے لپیٹے
مترتب ہوئے کہ وہ مرہٹوں کے حق میں نہایت عمدہ اور اونکی اُمید
و توقع سے بالا تھے اسلئے کہ شایستہ خاں نے اس بلالے ناگہانی کو راجہ
جسونت سنگھ کی دغا بازی سے نسبت کیا جو تھوڑے دنوں سے
شایستہ خاں کی کمک کو بھجوا گیا تھا غرض کہ شایستہ خاں اور راجہ جسونت
سنگھ دونوں سرداروں کے باہمی تنازع سے دونوں کی فوجیں ایک
دوسرے کی کمک رسائی پر قائم نہ تھیں یہاں تک کہ اورنگ زیب نے
شایستہ خاں کو ہنگالہ کی حکومت پر منتقل کیا اور اپنے بیٹے معظم شاہ
کو اس غرض سے روانہ فرمایا کہ وہ برہمنوادی راجہ جسونت سنگھ کی
فوج پر حکمرانی کرے مگر راجہ جسونت سنگھ اس شہزادہ کے
پہنچنے سے پہلے اور فتح سنگر کے ارادہ سے پیچھے اورنگ آباد کو لوٹ کر
چلا آیا تھا اور سدراچی راجہ جسونت سنگھ کے انتقام کے لیئے سامان
اپنا درست کر رہا تھا پہاڑوں کی لڑائیوں میں خصوص ہمدون کی فوج
سے اوس نے کام لیا اور اپنا اوسنے سواروں سے کام لینے کا ارادہ کیا اسلئے
کہ یہہ مرہٹے پہنچا پور کی سوکار میں ٹھلکے ٹھلکے سواروں میں داخل ہو کر

نامی گرامی ہو چکے تھے چنانچہ اوسنے جہاں کا ارادہ کیا وہاںکے حالات معلوم کر کے اور اپنے حریفوں کو چھوٹی چالوں اور فریبی کوچوں سے دھوکا دیکر چار ہزار سواروں سمیت اس جانب کو روانہ ہوا اور سورت سے بے اوت آ کر اور بلا متحفظ اور ٹونگر شہر پر چھاپا مارا جو اوسکی فوج کی رسائی سے خارج سمجھا گیا تھا غرضکہ چھ روز اوسکو بڑی فرصت سے لوٹا اور باوصف اسکے کہ انگریزوں اور ہالند کے کارخانہ والوں نے جہاں ہندوستانی سواروں نے بھی پناہ اپنی ڈھونڈی تھی ان لٹیروں کو مار پیست کر پس پا کیا مگر وہ بہت سا مل و اسباب لوٹکر لیگے اور اپنے قلعہ راے گڈہ واقع کنکان میں پہونچکر کمال اطمینان سے بیٹھے یہ واقعہ پانچویں جنوری سنہ ۱۶۶۳ ع مطابق ہندوہویں جمادی الثانی سنہ ۱۰۷۳+۱۷ ع ہجری کو واقع ہوا *

اس مہم پر تھوڑی مدت گذری تھی کہ ساہجی کی سزائی آئی اور اوسکے مرنے کا یہم بہانہ ہوا کہ اوس بوڑھائی پر شک کا شوق غایت سے غایت اوسکو تھا چنانچہ شکار کھیلتا ہوا گھوڑے سے گر کر مر گیا ساہجی نے اپنی زندگی میں جاگیر واقع ضاع مندراس کا انتظام و نصرام اچھی طرح سے بحال و قائم کیا تھا اور جنوبی فتوحات کو بیجاپور کے بادشاہ کے نام سے تنہی وسعت بخشی تھی کہ شہر مندراس کے قرب و جوار تک فتوحات اوسکی پہونچتی تھیں اور تاجپور کی ریاست بھی اوس میں شامل تھی *

ساہجی کے مرنے پر سوارا جی نے بیجاپور والوں سے دوبارہ لڑائی شروع کی اور لڑائی کے کاربار کو کنکان میں جاری رکھا جہاں اوسنے راے گڈہ کو دارالریاست اپنا بنایا تھا چنانچہ اُسنے جہازوں کا بیڑہ مرتب کیا اور اوسکے ذریعہ سے مغلوں کے اکثر جہازوں کو چھینا اور ایک موقع پر چار ہزار آدمیوں کو ستاسی کشتیوں پر سوار کر کے صوبہ کنارا کے دور دراز ایک مقام پر اتر اور ہارسیلور کو جو بیجاپور کی قلمرو کا بڑا مالدار

بندر تھا لوٹ کھسوٹ کر خاک سپاہ کیا علاوہ اس کے قرب و جوار کے شاعروں کو بھی لوٹا کھسوٹا جہاں ایسے بڑے لٹیروں کی لوٹ مار کا دھم و گمان بھی نہ تھا اور گھاتوں کی اونچائی کے ملکوں کو اس لوٹ مار کے زمانہ میں بھی امن چین سے نچھوڑا چنانچہ ماہ فروری سنہ ۱۶۶۵ء میں بیجاپور کے اضلاع و پرگنائیں کی تخت تاراج کو فوج اوسنے روانہ کی اور شاہ دلی کی قلعہ رو میں اوسي غرض سے ہدایت خود روانہ ہوا/ اگرچہ اورنگ زیب کا نقصان اوسکی لوٹ مار سے بہت سا واقع ہوا مگر اوس لوٹ مار سے اسقدر غیظ و غضب اوسکو نہ آیا جسقدر کہ حاجی لوگوں کی کشتیوں کے لوٹنے اور سورت سے بندر کے تباہ کرنے سے جو حاجیوں کی منزل گاہ ہرنے سے متدلس سمجھا جاتا تھا وہ آبی سے نکل گیا اور غیظ و غضب کے مارے بے قاب ہو گیا علاوہ ان مخالف باتوں کے یہہ بات اوسنے زیادہ کی تھی کہ سامعین کے مرتے ہی راجائی کا خطاب اختیار کیا تھا اور اپنے نام کا سکہ چلایا تھا جو خود مختاری کی پوری علامت تصور کی جاتی تھی غرض کہ اوں کوتنگوں کے ہاداش و تدارک کی غرض سے ایک بڑی فوج اوس راجہ جے سنگھ کی تحت حکومت کر کے دکن کو روانہ کی گئی جو ہندوؤں کے دشوار مقدموں میں اورنگ زیب کا ایک چلتا اوزار تھا مگر مزاج کے دھیمی شکھی ہرنے سے اوس کی حکومت کو یوں منتشر کیا کہ دلیر خاں کو میساری شریک اوسکا بنایا اور جب کہ یہہ دونوں سردار اوس طرف کو راہی ہوئے تو معظم شاہ اور راجہ جسروٹ سنگھ دلی کو واپس آئے اور اس نظر سے کہ اورنگ زیب کو سیوا جی کے مقابلہ کرنے کی تھوڑی توقع تھی تو راجہ جے سنگھ کو یہہ حکم تھا کہ سیوا جی کے دہانے کے بعد اُس فوج کو بیجاپور کی فتح و کشایش میں مصروف کرے *

ماہ فروری سنہ الہہ میں یہہ دونوں سردار فریدہ پار اترے اور پورہ تک بے کھانگے چلے گئے اور وہاں پہونچکر راجہ جے سنگھ نے سنگر کا محاصرہ کیا اور دلیر خاں نے ہرنڈر کے قلعہ کو گھیرا مگر دونوں قلعوں نے

مقابلہ کیا معلوم ہوتا ہے کہ سیوا جی آخر کو پورے مقابلہ سے مایوس
 ہوا اور شاید اُس نے اپنے فخر و عزت کو چند روز کے لیے اس امید پر
 چھوڑا کہ اورنگ زیب سے اشتی کرنے میں یہ فائدہ حاصل ہوگا کہ اُسکی
 فوج کے ہمراہ ہو کر بیتجا پور کی غنیمتوں سے اپنے نقصانوں کی تلافی
 ہو جاوے گی چنانچہ اُس نے راجہ جے سنگھ سے خط کتابت جاری کی
 اور اُشتی کا مقدمہ پیش کیا اور جبکہ راجہ جے سنگھ نے جان کی
 سلامتی اور علاوہ اُس کے بادشاہ کی نوازشوں کا یقین اُسکو دلایا تو وہ
 اپنی سواری کی دھوم دھام چھوڑ کر چند ہمراہیوں سمیت اپنی فوج
 سے خفیہ خفیہ راجہ جے سنگھ کے پاس آیا راجہ نے تعظیم تکریم اُسکی
 کی اور اُسے بھی بڑی عاجزی سے جان نثاری اور وفاداری کا قول قرار کیا
 غرض کہ ایک عہد نامہ باہم لکھا گیا جسکا یہہ مضمون تھا کہ سیوا جی
 منجملہ بتیس قلعوں مقبوضہ کے بیس قلعہ اضلاع سمیت بادشاہی
 ملازموں کے حوالہ کرے اور بارہ قلعے حقوق و مرافق سمیت اپنے قبضہ و
 تصرف میں جاگیر سلطانی کے طور و طریقے پر رکھے اور اُسکا بیٹا سنباجی
 کو جو ابھی پانچ برس کا تھا بادشاہ کی طرف سے پانچ ہزاری منصب
 کا پایہ ملے اور یہہ بھی وعدہ تھا کہ بیتجا پور کی قلعہ و کے مفتوحہ
 ملکوں کے متعادل سے فی صدی کے حساب سے حق اُسکو ملا کرے یہہ
 پچھلی شرط آٹھ دھوروں کی بنیاد تھی جنکو مرہٹوں نے پچھلے وقتوں
 میں پیش کیا اور اُس کے بھانہ سے بیگانہ ملکوں کو جگہ جگہ دبایا
 مگر اورنگ زیب نے اس شرط کو قلم انداز کیا اور باقی شرطوں کی
 منظوری کی نسبت ایک نامہ سیوا جی کے نام پر مفصل لکھا اور جبکہ
 یہہ امر طے ہو چکا تو سیوا جی اپنے دو ہزار سوار اور آٹھ ہزار پیادوں
 سمیت بادشاہی فوج میں داخل ہوا اور ساری فوج اُسہیں مل چکر
 بیتجا پور کو روانہ ہوئی *

اس لڑائی میں مرہٹوں سے بڑی دلیری دلاوری ظاہر ہوئی اور
 نے ہجالدوے اوسکے دو عنایت ناموں کے ذریعہ سے سیوا جی

کو رضامند فرمایا منجملہ ان کے ایک نامہ میں اعزاز و اکرام کے کلمے اور تعریف و ثناء کے فقرے لکھے اور دوسرے نامہ کو بڑے بڑے عام وعدوں سے مزین کیا اور یہ بھی لکھا کہ دلی میں آنا چاہیئے بعد اوسکے دکن کی اجازت دی جاوے گی غرضکہ سیواجی نے بادشاہ کے وعدوں اور راجہ جے سنگھ کی بڑی نوازشوں سے دھوکا کھایا اور اپنی جاگیر کو اپنے بڑے بڑے متوسلوں کو تفویض کیا اور اپنے بیٹے سنبھجی کو ساتھ اپنے لیا اور پانسو سوار اور ایک ہزار ماوالی یعنی مہارٹھے منتخب کر کے دلی کو روانہ ہوا *

اورنگزیب کو یہ موقع حاصل تھا کہ سیواجی سے اہلیت برتتا اور نہایت سلوک سے پیش آکر اُس سے فائدہ اُرتا اور ایک ہیبت ناک دشمن کو دوست اپنا بناتا جیسیکہ اور را جاؤں کے ساتھ آسمے اور اوسکے بزرگوں نے کیا تھا مگر جیسی کہ اُس کی رائیں دین و ملت کے معاملہ میں تنگ و تاریک تھیں جیسی ہی تدبیر ممالک میں ہست و کرتاہ تھیں چنانچہ اپنی طبیعت کو سیواجی کی دنیاویک تذلیل و اہانت سے روک نہا تو سکا مگر اپنے تعصبوں سے دلیل گزارہ کش نہو سکا یعنی وہ اُس لطف و عنایت سے پیش نہ آیا کہ اوسکو ہمیشہ کے لئے اپنی ذات سے وابستہ رکھتا اور جستدر کہ وہ سیواجی کے کوٹوں سے ناراض نہا اوسمندر اوسکی ذات سے بھی متنفر نہا اور اوسکے جی میں سب سے زیادہ وہ بوائی بیٹھی تھی جو سیواجی سے حاجدوں کی نسبت صادر ہوئی تھی اور اوس کے مندر ہونے سے اورنگزیب کے دین و منزلت کا شک ہوا تھا اور زیادہ کہلکنتہ کی بہت وجہ تھی کہ بہت نقصان اوسکو ایک حقیر آدمی کے ہاتھوں سے پہونچا تھا چنانچہ اُس نے اپنی غلط فہمی سے اُس کی محسن لیاقت اور جوہر قابلیت کو بہت کم سمجھکر اُسکے کو نکوں کا پاداش اس طرح چنا کہ اُسکی اصل نسل کی خفت و حقارت اُسپر واضح کرے حاصل یہ کہ جب سیواجی دلی کے متصل پہونچا تو ایک کفار

درجہ کا سردار اُسکی پیشواؤں کو جے سنگھ کے بیٹے رام سنگھ کے ساتھ بھیجا گیا اور جب کہ وہ خرد دربار میں حاضر ہوا تو بات اُسکی پوچھی نہ گئی یہاں تک کہ سیوا جی نے کمال ادب سے پیشکشیں پیش کیں اور غالباً یہہ چاہا کہ دستور کے موافق تعریف و ثنا کے فقرے ادا کر کے خضوع و خشوع سے تفتخ کی طرف کو اُگے بڑھے مگر جبکہ اُس نے یہہ دیکھا کہ بادشاہ نے کچھہ توجہ نہ فرمائی اور تیسرے † درجہ کے سرداروں میں بلا امتیاز اُسکو کھڑا کیا تو وہ اپنے رنج و غیبت کو روک نہ سکا چنانچہ غصہ اور حمیت کے مارے رنگ اُسکا پلٹ گیا اور درباروں کی صلب سے کچھہ پیچھے ہٹا اور غصہ کھا کر زمین پر گر پڑا بعد اُس کے جب ہوش اُدی تھکانے آئے تو رام سنگھ کو اُس کے باپ کے دھوکہ دہی اور وعدہ خلافی پر برا بھلا کہا اور جل بہن کر بادشاہ کے ملازموں سے یہہ درخواست پیش کی کہ اب مناسب یہہ ہی کہ جیسے مہرے بات کو خاک میں ملایا ویسے ہی مجھکو بھی خاک میں ملا دیں یعنی جب آبرو گئی تو جان کی کیا پروا رہی اور یہاں تک وہ ناراض ہوا کہ بلا حصول معذرتی خلعت اور بلا اجازت کے دربار سے چلا گیا مگر اورنگ زیب کو سیوا جی کی ایسی ناشایستہ حرکتوں کا تدارک جو سردار اُس سے صادر ہوئیں اور لاگ لپیٹ سے بالکل مخالی تھیں سردست منظور نہ تھا کہ اُسنے یہہ حکم دیا کہ اُسکی حرکتوں کی نگرانی کی جاوے اور اُن وعدوں کی نسبت جو سیوا جی سے راجہ جے سنگھ نے کیئے ہیں جے سنگھ کی رپورت کے ہم منظور ہیں *

بعد اُس کے سیوا جی نے اپنے خیالوں کو دشمن کے پہنچے سے نکلنے کی تدبیروں میں درزایا اور اس میں دشواوی یہہ تھی کہ بادشاہی پھرے اُس کے مکان پر بیٹھ گئے تھے آخر کار اوس نے یہہ راہ نکالی کہ

† یہہ درجہ پانچہزاری منصب کا تھا جو اُس کے بیٹے کے لیئے عہد نامہ

میں لکھا گیا تھا *

ساتھیوں کے وطن پہنچوانے کی اجازت چاہی اور یہہ عذر پیش کیا کہ دلی کی آب و ہوا اولنگو بہت ناموافق ہے اور جبکہ یہہ تصور کیا گیا کہ ہمارے لوگوں کے جانے سے وہ قیدی بادشاہی قید میں بلا تردد رہیگا تو درخواست اُسکی بخوشی منظور ہوئی بعد اُس کے بیماری کے عذر سے آپ چارباٹی پر سوار ہوا اور اُن کو چار بدلوں کو جو اُس کے علاج معالجہ کے واسطے بادشاہ کے حکم سے آئے جاتے تھے دے دلاکر طرفدار اپنا بنا لیا اور اُن کے ذریعہ سے باہر کے رفیقوں سے جنکو اُس نے اندر ادھر لگا رکھا تھا ہات چیت اپنی جاری رکھی علاوہ اُس کے یہہ دستور اُس نے جاری کیا کہ منگائی اور کھانے دینے کی چیزیں ہندو مسلمان فقیروں کو ہانگنی شروع کیں یہاں تک کہ ہر دے والوں کو ہرے بڑے ٹوکروں اور بڑے بڑے جہالوں کے اندر سے آنے جانے دینے کا عادی اور خو کردہ کیا اور آخر کار ایک شام کو باہر کے رفیقوں سے ہات چیت کو ہٹا کر ایک جہال میں آپ بیٹھا اور دوسرے جہال میں بیٹھ کر بٹھلایا اور ہر دے والوں کے پیچ سے ایسا بلا اندیشہ چھپ کر نکل گیا کہ کسی نے روک ٹوک اُسکی نہ کی اور اُس کی جگہ اُس کے بستر پر ایک ملازم لٹایا گیا بعد اُس کے جب اُس کے نکل جانے پر ایک عرصہ گذرا تو اُس کے نکلنے کا شبہ ہوا مگر اِس عرصہ میں سیوا جی ایک ایسے گمنام مکان میں پہنچا جہاں گذر کا شک شبہ نہ رہی تھا اور وہاں اُس کا گھوڑا طیار کھڑا تھا چنانچہ سیواجی گھوڑے پر سوار ہوا اور بیٹے کو اپنے پیچھے بٹھلایا اور متھرا کی طرف کو نہایت عمدہ رستہ سے روانہ ہوا جہاں رفیق اُس کے بھیس بدلے اور صورت چھپانے انتظار اُس کا دیکھتے تھے غرض کہ سیواجی متھرا میں پہنچا اور رفیقوں سے ملکر بھیس اپنا بدلا یعنی ڈاڑھی مڑچھیں منگوائیں اور سادھوں کی طرح بہوت اپنے ہنکے پر ملا اور بہت کم مشتبہ راہوں سے دکن کا رستہ لیا اور بیٹے کو متھرا میں ایک مرہٹے بڑھمن کی حفاظت میں چھوڑا *

غالب تھی کہ سیوا جی اپنے تعاقب کرنیوالوں سے الگ تھلگ رہنے اور ان کے ہاتھوں سے بچنے بھاگنے میں بڑی فذد و فطرت کو کام میں لایا ہوگا اس لیے کہ اُسکے پیچھا دبانے والے اوسکے رائے گتہ میں پھنچنے سے پہلے مدت سے اوسکے ہکڑنے چکڑنے کی فکر و تدبیروں میں جی جان سے مصروف تھے حاصل یہ کہ سیوا جی نو مہینے کے عرصہ میں ماہ دسمبر سنہ ۱۶۶۶ ع کو رائے گتہ میں صحیح و سلامت پہونچا + *

سیوا جی کے بھاگنے پر تھوڑا عرصہ گذرا تھا کہ ماہ دسمبر سنہ ۱۶۶۶ ع مطابق رجب سنہ ۱۰۷۶ ہجری کو شاہجہاں نے انتقال کیا یہ بادشاہ اگرچہ آگرہ کے قلعہ میں بقید حیات اپنے تک نظر بند رہا مگر تعظیم تکریم اُسکی ایسی ہوتی رہی کہ بہت سے خدمتکار اور کار گزار اُسکی ملازمت میں برابر رہتے رہے اور قلعہ کے اندر کا انتظام اور وہاں کے کام کاج کا انصرام اُسی کی رائے پر چھوڑا گیا چنانچہ اُس نے اپنی حکومت کو ایسی مضبوطی سے برقا کہ دارا شکوہ کی اُس بیٹی کو قلعہ سے باہر جانے ندیا جس کا بیواہ اورنگ زیب اپنے بیٹے سے کیا چاہتا تھا اور علی ہذا القیاس ان چند بھاری جواہروں کو اپنے تحت تصرف میں رکھا جو بادشاہ حال کے نہایت مرغوب و مطلوب تھے اور ان دنوں مقدموں کی بابت باب بیٹوں میں حاجت و تکرار سے خط کتابت جاری رہی *

اورنگ زیب کی سلطنت کے زمانوں میں سے یہ زمانہ بڑی اقبال مندی کا تھا چنانچہ اُس کی قلمرو کے سارے حصے چین چان سے بسر کرتے تھے اور بخت و دولت کی یہ ترقی تھی کہ کشمیر کے حاکم نے چھوٹی تبت کو فتح کیا تھا اور بنگالہ کے نائب السلطنت نے چتا گنگ کو دہایا

+ ۲۹ ستمبر سنہ ۱۶۶۶ ع کو کرار واقع کلکان کے انگریزی کارخانہ والوں نے یہ لکھا ہی کہ اگر سیوا جی اورنگ زیب کے قبضہ میں سے در حقیقت نکل گیا تو اُسکو اُس کے حال کی جاد ایسی خبر پہونچے گی کہ جس سے بڑا رنج اُسکو پہونچے گا یعنی سیوا جی کوئی سخت صدمہ پہونچا رہے گا

تھا جو خلیج بنگالہ کے مشرقی کنارے پر واقع تھا اور بہ نسبت تبت کے زیادہ کام کا تھا *۔

قرب و جوار کے بادشاہوں نے وہ نشانیاں اُسکے پاس روانہ کی تھیں جن سے تعظیم و کرم اُس کی پائی جاتی تھی اور مکہ کے شریفوں اور عرب کے اکثر رئیسوں نے ایرانی روانہ کیے تھے اور حمیش کے بادشاہ اور اوزبکوں کے خان نے بھی قاصد بھیجے تھے اور شاہ ایران کی طرف سے سب ایرانیوں سے بھاری امانتیں آئے تھیں اور ہجواب اُس کے بڑی شان و شوکت سے ادھر سے بھی امانتیں بھیجے گئے تھے مگر ایران والوں کے ہیک و پیام پر ہمیشہ کی دوستی کا نتیجہ مستقیم ہوا اس لیے کہ دونوں بادشاہوں میں آداب و اخلاق کی بابت کچھ سوال ادھر ادھر سے پیش ہوئے اور شاہ عباس اتنا ناراض ہوا کہ اُس نے قذہار کے پاس ایک بھاری فوج اکٹھی کی اور اورنگ زیب نے یہ ارادہ کیا کہ آپ اُس کے مقابلہ پر چارے اسی عرصہ میں شاہ عباس مرگیا اور ایرانی کے تھاک اور نہ ہوئے *۔

اورنگ زیب کی اقبال مندی سے صرف یہ بات مستثنیٰ تھی کہ اُسکی فوج کو بیجا پور والوں کے مقابلہ میں بھڑکی کامیابی حاصل نہ ہوئی راجہ جے سنگھ اُس ملک میں لڑنا ہوتا رہا اور پہلے پہلے ایرانی کے کام کاج اورنگ زیب کی مرضی کے موافق ہوتے رہے مگر جبکہ خاص بیجا پور کا معاوضہ کیا گیا تو بیجا پور والوں نے ہرانا طریقہ بچاؤ کا ہوتا یعنی اُس پاس کے ملکوں کو ویران کیا اور لائبرے سواروں کو حریف کی رسدوں اور لکایا علاوہ اُس کے گولکنڈہ کے بادشاہ نے اپنے ہمسایہ والی بیجا پور کو خفیہ خفیہ کرک پھرنچائی اور جب کہ جے سنگھ نے یہ بات دریافت کی کہ اب کامیابی کی صورت نظر نہیں آتی تو ہلا نقصان و دقت اورنگ آباد کو چلا آیا بعد اُس ناکامیابی کے راجہ جے سنگھ اُس جگہ سے منتقل کیا گیا اور دلی کے رستہ میں مرگیا اور شاہزادہ معظم کو اُس کی جگہ بیجا

گیا اور راجہ جسونت سنگھ ہمراہ اُس کے مدد و معاون اُسکا کیا گیا اور وہ دلیز خان جسکو جسونت سنگھ اور شاہزادہ مسدوح نا پسند کرتے تھے اُسی فوج کا سردار اِس غرض سے مقرر کیا گیا کہ دونوں کی نگرانی کرتا رہے *

جس سنگھ کی ناکامی سیواجی کے حق میں شدید ہوئی بیان اُسکا یہ ہے کہ سنہ ۱۶۶۷ ع مطابق سنہ ۱۰۷۷ ہجری میں جنگ اور بازگشت کے عین زمانہ میں راجہ جس سنگھ نے گھاٹوں کے قریب جوار کے ملکوں سے تمام فوج اپنی ہتالی تھی اور بہت سے قلعوں کو خالی چھوڑا تھا اور کچھ کچھ قلعوں میں حفظ و حراست کے واسطے تھوڑے سپاہی چھوڑے تھے منجملہ اُن کے بہت سے قلعوں پر سیواجی کے افسروں نے پہلے اِس سے قبضہ کیا تھا کہ خود سیواجی دکن میں پہنچے اور جب وہ خود دکن میں پہنچا تو بہت سے اور خطہ پر قابض ہو گیا یہ واقعہ سنہ ۱۶۶۷ ع مطابق سنہ ۱۰۷۷ ہجری میں واقع ہوا *

اورنگ زیب کے سرداروں کی تغیر و تبدیل سے سیواجی کو بہت بڑا فائدہ حاصل ہوا اِس لیے کہ راجہ جسونت سنگھ شاہزادہ معظم کی طبیعت پر حاوی اور بادشاہ کی نسبت ہندوؤں کا زیادہ خیر خواہ تھا علاوہ اُس کے لوگوں کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ وہ لوہی لالچھی ہی اور روپے کی بات تھوڑی بہت مانتا ہی غرضکہ ان وسیلوں سے سیواجی نے رفیق اُسکو بنایا اور نتیجتاً یہہ مترتب ہوا کہ اُسکی اور شاہزادہ معظم کی قائد و اعانت سے ایسی عمدہ عمدہ شرطوں پر بادشاہ سے آشتی کی کہ وہ اُسکی توقع سے خارج تھیں چنانچہ بہت سا ملک اُس کا اُسکو واپس دیا گیا اور صوبہ ہوار میں جاگیر اُسکو عنایت کی گئی اور راجائی کا خطاب اُسکا تسلیم کیا گیا اور سارے قصوروں سے چشم پوشی برتی گئی *

چنب کہ سیواجی کو اپنے قری دشمن یعنی اورنگ زیب سے ازادی حاصل ہوئی تو گولکنڈہ اور بہچاپور کی جانب ملتفت ہوا ان دونوں

ریاستوں نے آپ کو بہت کمزور پایا اور اورنگ زیب کے حملوں کے قریب سے ایسے قوی دشمن سے نیا چھکڑا کھڑا کرنا نہ چاہا اور بچنے کی یہہ بڑی راہ نکالی کہ سالانہ خراج کا اقرار کیا *

بعد اُس کے سنہ ۱۶۶۸ع و سنہ ۶۹ مطابق سنہ ۱۰۷۸ ہجری یعنی دو برس امن چین سے گذرے اور اس عرصہ کو سیوا جی نے اپنی حکومت کے باقریب و باقاعدہ بنانے میں صرف کیا مگر جستدر کہ اُسکی لیاقتوں کی خوبی اُس کے ملکی انتظاموں کے طور طریقوں سے ثابت ہوتی ہی اُس قدر اُسکی جنگی کاموں سے واضح نہیں ہوتی ہندوؤں اور لہروں کے سرداروں کیسے قانون قاعدوں کی جگہ اُسکی آئین و رسوم کے دیکھنے سے ہوا تعجب ہوتا ہی کہ انتظام اُس کا مغلوں کے انتظام سے زیادہ باقریب و باقاعدہ تھا چنانچہ ہندوؤں اور سواروں کی تقسیم ایک طرح پر واقع تھی یعنی دس لاکھ پنچاس کے افسروں سے لیکر پانچہزار کے افسر تک افسروں کا سلسلہ ہر ایک مسلسل تھا اور اُس سے زیادہ درجہ کا حاکم چرنیل کے سوا جو کسی خاص فوج کی حکومت پر معین کیا جاتا تھا کوئی سردار فہوتا تھا اور یہ تمام افسر ایسے جاگیردار نہوتے تھے جو ضرورت کے وقت کام آویں بلکہ حکومت سے تعلق رکھتے تھے یعنی سرکاری ملازم ہوتے تھے اور ایسے سواہیوں کے افسر تھے جنکو خود سرکار اپنے نائبوں کے ذریعہ سے بھرتی کرتی تھی اور سرکاری خزانوں سے تنخواہ اُن کو ملتی تھی فوج اور افسروں کو بڑی بڑی تنخواہیں دینا تھا مگر غنیمت کل سرکار میں جاتی تھی ہر مستحکمہ میں کفایت شعاری سے کام کرتا تھا اور التفات اُسکا کفایت شعاری پر بہت مایل رہتا تھا *

ملکی انتظام بھی اُسکا ایسا ہی باقاعدہ اور قوی تھا چنانچہ سرکاری حکاموں اور دیہات کے چودھریوں سے فرمی برتتا تھا اور اُس انتظام کے دباؤ سے قانون کی تعمیل و رعایت بخوبی ہوتی تھی اور یہی باعث تھا کہ کاشتکاروں پر ظلم نہوتا تھا اور وہ سرکار سے فریب نہ کرتے تھے ملکی افسر

برہمن تھے اور جنگی کاموں کی حکومت پر بھی اکثر بڑے بڑے ہایہ سکے
برہمن معین کیئے جاتے تھے *

اورنگ زیب نے جو ملک اُسکو واپس دیئے تھے اور صوبہ برار میں
جو جاگیر اُسکے لیئے معین کی تھی تو ساری غرض اُسکی یہ تھی کہ وہ
بلا نقصان عظیم اور بلا طول طویل مقابلہ کے اُسکے قبض و قابو میں آجائے
چنانچہ اپنی صبر و متانت سے داؤ اپنا نکلتا رہا اور لہو کے گھونٹ لیئے
گیا اور شاہزادہ معظم اور راجہ جسونت سنگھ کو بڑی تاکیدوں سے یہ
لکھا کہ سیوا جی سے راہ رسم کا جاری رکھنا عین صواب اور اُس میں کوئی
خلاف کرنا خلاف مصلحت ہے مگر وقت پر قابو کو ہاتھ سے دینا نہایت
نامناسب اور فوراً گرفتار اُسکو کرنا بغایت واجب و لازم ہی بلکہ یہاں تک ہدایت
کی تھی کہ میرونی حکومت سے بغاوت و نفرت جتنا اور خفیہ اور جداگانہ
مرہٹوں سے ملنا چلنا مقتضائے مصلحت + ہی مگر سیوا جی نے صفہ

+ گرینٹ ڈف صاحب کا یہی بیان ہی جو مذکور ہوا مگر اُن کو اسباب میں
شبہہ ہی کہ شاہزادہ معظم نے باپ کی تدبیروں کی پیروی جی جان سے کی اور بغاوت
کے اظہار سے سیوا جی کے دھوکہ دینے کا ارادہ کیا مگر غالب یہ وہی کہ کسقدر اُسے
باپ کی تاکیدوں کی عملدرآمد کی ہوگی جنکے باعث سے وہ کہانی قائم ہوئی جسکو
پہلے پہلے گترو بامکتی نے بیان کیا یعنی شاہزادہ نے اپنے باپ کی خواہش سے جھوٹی بغاوت
اختیار کی جس سے بادشاہ کی درہائیں مقصود تھیں ایک یہ کہ یہ واضح
ہو چارنگا کہ بادشاہ کے خفیہ خفیہ دشمن کون کون ہیں اور دوسرے یہ کہ اگر شاہزادہ
حقیقت میں بغاوت پر مایل ہوئے تو اُسکی حقیقت بھی کھل جاوے گی اور آئندہ کو
اعتبار اُسکا ساقط ہوگا بقول اُس راوی کے شاہزادہ نے علانیہ بغاوت برپا کی اور ساری
فوج اور راجہ جی سنگھ اُس سے سازش کر کے مل گئے مگر دلیر خاں اپنی بات پر جم
رہا اور شاہزادہ اپنی بغاوت سے جب تک منحرف نہوا کہ دریائے چنبل تک آکر کہی
جانب پھوٹتا مگر اورنگ زیب نے اس جھوٹی بغاوت کی جو کہوں سے صرف یہ علم
حاصل کیا کہ جیسنگھ میرا مخالف ہی چنانچہ اُسکو زھر دلوکر آپ کو بچایا
لیکن اس روایت پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہی کہ شاہزادہ معظم جب تک دکن
میں پھوٹتا بھی نہ تھا کہ راجہ جیسنگھ دکن سے منتقل ہوکر تاریخ بغاوت سے پہلے
آچکا تھا اور یہ تناقض صرف اورم صاحب کو سوجھا جسکو اس کہانی کے باقی حصہ

۱۶۷۰ء مطابق سنہ ۱۰۸۰ ہجری میں بادشاہ کی تدبیروں کو اُلٹا مارا یعنی شاہزادہ معظم اور راجہ جسونت سنگھ کو رشوتیں اور نقدیں چڑھا کر مرافق اپنا کیا اورنگزیب کے قریب دینے کے لئے اُنکو اپنا آلہ بنایا مگر اورنگزیب ایسا فادار اور کڑا اندیشہ نہ تھا کہ اپنی تدبیروں کی نارسائی کو عین وقت پر سمجھے چنانچہ جب اُسکو ناکامی کا یقین ہوا تو اُس نے کھام کھلا اُسکی گرفتاری کا حکم دیا یہ حکم اُس کا دوبارہ لڑائی کا منشاء تھا پہلے پہل سیرا جی نے یہ خدمت پہنچایا کہ سنگر کے قلعہ پر دوبارہ قابض ہوا جو ہند کے قریب تھا اور سیرا جی کو جیسا اس قلعہ کی حفاظت کا خیال تھا ویسا ہی اورنگزیب کو بھی تھا اور اسی لئے اورنگزیب نے اُس قلعہ کی حفاظت و حراست کی غرض سے راجپوتوں کا ایک قوی گروہ ایک تجربہ کار لشکر کے تحت تصرف میں چھوڑا تھا مگر ہولو مارالہوں نے سیراجی کے بڑے رفیق تانا جی مالوسری کے ساتھ اُنہیں چھاپا مارا چنانچہ تانا جی نے کسی حکمت سے اوس بھاری قلعہ پر رات کے وقت زبردستی لڑایا جو بظاہر رسائی کے قابل نہ تھا یہاں تک کہ قلعہ پر چڑھ گیا اور مستحفظ اورنگ اوس سے واقف نہ ہوئے مگر بعد اُس کے بڑا

پر کسی قسم کا شک شبہ نہیں مگر گزشتہ ذیل صاحب نے اپنی کتاب کی جلد ایک صفحہ ۲۲۱ میں اس ساری کہانی کی تہہ و تکی کو بہت مختصر اظہار میں ثابت کیا اور صرف ایک بقی ملاحظہ فرمیں جنہی میں اورنگزیب کی نسبت ایسی ایسی تدبیریں اور سازشیں اُسکی منتفی طبیعت کرنے سے بیان کی گئیں حالانکہ وہ کبھی ایسی تدبیروں میں مصروف نہیں ہوا کڑ صاحب نے جیسنگھ کی جگہ راجہ جسونت سنگھ کو قائم کیا اور شاہزادہ کی بغاوت کو اصلی بغاوت ٹھہرایا اور بیان کیا کہ اورنگزیب کی اساتذہ میدان جنگ میں آئے کہ بعد دایر خان کی ہار مند لڑائیوں کی بدولت وہ بغاوت پس پا ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ کڑ صاحب نے ہندو کی سرکشاہوں سے یہ بیان لیا جس کا ترجمہ بعد اُس کے سکات صاحب نے کیا تھا مگر کڑ صاحب نے یہ پیش پیش باتوں کو اپنی سند سے زیادہ لکھا اور ہندو کے اس بیان کو قائم انداز کیا کہ حقیقت میں سیراجی بڑی شاہزادہ کا شریک ہو گیا تھا حالانکہ یہاں بعض غلط اور سوائیا لغو ہے

مقابلہ پیش آیا اگرچہ وہ محافظوں پر غالب آئے مگر تاناجی کام آیا اور بہت سے آدمی ضائع ہوئے سیوا جی نے اس کام کو ایسا کارناما سمجھا کہ وہ سہی سپاہیوں کو چاندی کے جوشن عطا کر دیئے *

بعد اُس کے کئی قلعوں پر کئی دھاوے تو ہوئے مگر کامیابی حاصل نہ ہوئی اور بارہ صف اس کے بہت سے قلع دیائے اور بہت سے ملکوں پر قبضہ کیا اور پھر سورت کو لوٹا اور خاندیس کو بے چراغ کیا اور پہلے مرتبہ ماہ دسمبر سنہ ۱۶۷۰ع مطابق سنہ ۱۰۸۱ ہجری میں مسالک مذکورہ سے چوتھے کا متعادل حاصل کیا اور اس چوتھے کی حقیقت یہ ہے کہ وہ کل متعادل کی چھارم ہوئی تھی اور جو ملک اُسکو ادا کرتے تھے وہ مرہٹوں کی لوث مار سے جب تک محفوظ رہتے تھے کہ برابر ادا کیئی جاتے تھے سیوا جی نے جہازوں کا ایک بیڑہ بھی طیار کیا اور اپنے پرانے دشمنوں یعنی چنانچہ والے حبشیوں پر دھاوے کرنے شروع کیئے جنکی قبض و تصرف میں ایک چھوٹی سی ریاست بیجا پور والوں کی طرف سے بجلدروے اُن کے بھرتی افسر ہونے کے چاہی آتی تھی مگر یہ کام اُسکا اس لیئے معقول نہ تھا کہ حبشیوں نے اورنگ زیب کا دامن ہنزا اور سیواجی کے قوی دشمن کو قوت بخشی *

سیواجی کی فتوحات کی ترقی کا یہ باعث تھا کہ شہزادہ معظم کی فوج اُس کے مقابلہ کو کافی نہ تھی اور بادشاہ کو بیٹی پر اعتماد تھا چنانچہ کئی کمک کے روانہ کرنے سے بادشاہ نے مدت تک انکار کیا اور جبکہ اُسکو یہ یقین ہوا کہ لکن میں بڑی فوج کی حاجت شدید ہے تو سنہ ۱۶۷۱ع مطابق سنہ ۱۰۸۱ ہجری کو چالیس ہزار آدمی مہابت خاں کی زیر حکومت روانہ کیئے جنکو شہزادہ کی اطاعت و حکومت سے کچھ واسطہ علاقہ نہ تھا بادشاہ اس نئے حاکم سے دورا دورا راضی نہ تھا چنانچہ دلی سے روانہ ہونے سے تھوڑے عرصہ پہلے مہابت خاں کی کسی حرکت سے نہایت برہم ہوا اور ایک وزیر کو حکم دیا کہ اُسکو

خفیہ فہمائش کرے حاصل یہ کہ یہ فوج لاکھوں میں پہونچتی اور
 آس کی شان و شوکت کے مناسب کوئی نتیجہ مترتب نہ ہوا شہزادہ
 اورنگ آباد میں معطل پڑا رہا اور مہابت خان نے چند منصوبوں کے
 بعد برسات کے قریب آنے سے لڑائی کے کاربار کو مسدود کیا بعد اُسکے
 جب دوبارہ لڑائی شروع ہوئی تو سیوا جی نے ایک فوج اُس سے
 کے اٹھانے کو روانہ کی جس میں سرور مہابت خان مصروف تھا
 مہابت خان نے یہ کام اچھا نہ کیا کہ منصوبے کے بقاء و سلامت
 کے واسطے بیس ہزار آدمی فوج مذکور کے مقابلہ پر بھیجے اسلئے کہ
 انجام اسکا یہ ہوا کہ سنہ ۱۶۷۲ ع مطابق سنہ ۱۰۸۲ ہجری میں وہ
 لڑائی آس نے ہاری اور مرہٹوں نے جیتی + یہ مقابلہ میدان کی پہلی
 لڑائی تھی جسکو مرہٹوں نے فتح کیا اور یہ پہلی کامیابی تھی جو
 دیانت امانت کی رو سے مغلوں کے مقابلہ میں مرہٹوں کو حاصل ہوئی
 یعنی فریب و دغا کا آس میں شائبہ نہ تھا ہارنے والوں پر اس ہار کا
 برا اثر پڑا چنانچہ انہوں نے فوجوں کو اورنگ آباد میں اکٹھا کیا بعد
 آس کے شہزادہ اور مہابت خان کو بادشاہ نے بلایا اور خانبہان
 فایب السلفیت گجرات کو اُن کی جگہ بھیجا اور دکن کی لڑائی
 بڑی بے پروائی سے کئی برس تک اسلئے قائم رہی کہ بادشاہ کا
 ذاتی التفات اور جانب کو مائل تھا یعنی وہ شمال مشرق پر متوجہ تھا *

شمال مشرق والے پٹھانوں سے لڑائی کا ہونا

شمال کے افغانوں سے لڑائی ہو رہی تھی اور بادشاہ کا التفات اُس پر
 مائل تھا اور آس لڑائی کی قدر و منزلت روز روز بڑھتی جاتی تھی اُن
 لڑائیوں سے اس وقت میں رہنا ہمیشہ سے ایک بڑی دشواری سمجھی
 + آس لڑائی کی نسبت گوند اشتباہ تھی چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ وہ مقابلہ
 دیر خان کی فوج سے ہوا اور بعض کہتے ہیں کہ مہابت خان کی فوج سے لڑائی بڑی
 اور اشتباہ مذکور کا باعث وہی باعث ہی جسکی بدولت شکست نصیب ہوئی یعنی فوج
 کی حکومت دو حاکموں پر منقسم ہوئی تھی *

جاتی تھی اور اسلئے کہ کابل اور علاوہ اسکے اور مغربی ملکوں کی آمدورفت ان کی اراضیوں میں ضروری و لابی تھی تو ان کے دبانے اور خاموش رکھنے کی بہت حاجت پڑی اور چو کہ اس راہ کے اس پاس کی قومیں ایسے موقع پر تھیں کہ ان پر حملے نہایت آسانی سے ہو سکتے تھے تو ان کو دھمکیاں سناتے اور وظیفوں کے دینے دلاتے سے کسی قدر بادشاہت ہندوستان کا مطیع رکھا جاتا تھا مگر منہجملہ ان کے بڑی بڑی قوموں سے کچھ چھوڑ چھوڑ نہ کی اور وہ قومیں اپنی اپنی حدود پر چپ چاپ بیٹھی رہیں ہاں غالب یہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے گروہوں کے ہونے اور بڑے بڑے گروہوں میں ملکی انتظام کے ٹھیک تھا کہ نہ بیٹھنے سے خاص خاص لوگوں کی جانب سے اکثر اوقات ایسے زور و ظلم ہوتے ہونگے جسکی برداشتہ افسران سلطنت کو کرفی پڑتی ہوگی اور چو کہ اورنگ زیب اپنے حکم کا دیوانہ اور پتہانوں کی طرز معاشرت سے متحضر ناراض و بیگانہ تھا تو اس کو یہ شبہ گذرا کہ میرے افسروں کی اغماص و در گذر سے یہ بد انتظامی واقع ہوتی ہی غرضکہ کوئی باعث ہو سارے پتہان بوسلف زیدیوں سمیت اورنگ زیب سے بگڑ گئے اور اطراف کابل کا یہی حال اس زمانہ یعنی سنہ ۱۶۶۷ع میں تھا جب کہ محمد امین خاں میر جملہ کا خلاف الصدیق اور جانشین جس نے باپ کا خطاب و منصب حاصل کیا تھا کابل کی حکومت پر گیا تھا اور اس نے بہت دنوں تک ایسی کامیابی حاصل کی تھی جس سے فسادوں کو ترقی نہ دئی اگرچہ وہ شور و فساد بالکل مسدود نہ ہوئے مگر سنہ ۱۶۷۰ع میں پتہانوں نے یہ فوقیت حاصل کی کہ محمد امین خاں کو شکست فاحش دیکر اس کی فوج کو تباہ کیا اور اس کے جوڑو بچوں کو پکڑا اور محمد امین خاں نے روپیہ دیکر اپنی اہل و عیال کو چھوڑا اور اسی زمانہ کے قریب انہوں نے ایک بادشاہ اپنا قرار دیا اور اس کے نام سے سکہ جاری کیا * †

† ہندوستان کے مورخوں نے اس بادشاہ کو پتہان بیان کیا ہی مگر ایسے شخص کا

اور رنگ زیبہ نے خود اپنے کا ارادہ کیا اور جسوں ابدال تک پہنچا اور شہزادہ محمد سلطان کو جسے تھوڑے دنوں پہلے دھائی پائی تھی ایک فوج کا حاکم بنا کر آگے کو روانہ کیا اور آپ اس اندیشہ سے آگے کو نہ بڑھا کہ ایسے قوی ملک میں اُس کی بات کو بٹا نہ لے جہاں دشمن پر قوی مدد ملے پہنچنا منظور نہیں اور اُن کی طرف سے بڑی آہوں کا پہنچنا سہل و آسان ہی سنہ ۱۷۱۳ء سے سنہ ۱۷۷۵ء تک دو سال اسی بادشاہ نے اسی لڑائی میں صرف کیئے † اور جب کہ بعد اُس کے بادشاہ دلی کو واپس آیا تو اُسکے دشمنوں نے لڑائی کو جاری رکھا یہاں تک کہ جب ہندوستان میں فسادوں کی ترقی ہوئی اور اُس لڑائی کی کامیابی مروجہ سمجھی گئی تو کابل کے نام فوج کے ادھورے نصفہ ہر قناعت کی گئی اگرچہ یہ لڑائی اُس زمانہ میں بڑے ہارے کی سمجھی جاتی تھی مگر اُس سے ایسا مستقل اثر نکلی کہ ہندوستان کی تاریخ میں بیان اُس کا مندرج ہوتا اگرچہ اس لڑائی کے واقعے مختلف اور دلچسپ تو ہیں مگر قسم مذکور کے اُن واقعوں کے دیکھنے سے خیال اُنکا یہ آسانی ہو سکتا ہی جو اکبر کی شرح سلطنت میں بیان کیئے گئے *

تقریر اُس قوم کے خیالات اور اصل و سورش اور رسم و رواج کے مشابہ ہی اگرچہ وہ سند پختہ نہیں جسکے اعتماد پر ہم لکھتے ہیں مگر اور یورپ والوں کے ساتھ اس بات میں ہم متفق ہیں کہ یہ بادشاہ از روئے مکر و حیلہ کے مقرر کیا گیا تھا اور حقیقت میں وہ ایک مکار آدمی تھا جو مرزا شیواج کے نام سے مشہور ہوا تھا پٹھانوں نے بیان کیا تھا کہ مرزا شیواج ہماری پٹانہ میں آیا اور ساری غرض اُن کی یہ تھی کہ اُس کے استحقاق تکس کے حیلہ سے اور رنگ زیبہ کے ستارے کا ذریعہ ہاتھ آئے۔

‡ خانی خان

§ یہ لڑائی اس لیڈی دلچسپ قرار پائی کہ اُس کو ایسے آدمی نے بران کیا جو بڑے اعزاز و امتیاز سے اُس میں شریک و شامل تھا یعنی خوشحال خٹک جو ساری خٹکوں کا خان اور بڑی بڑی کتابوں کا مصنف گذرا اور انٹر نظام کی کتابیں اُس زمانہ کی لکھی ہوئی اس غرض سے چھوڑ گیا کہ اُسکے ہوملائوں کو اُن کے دیکھنے سے بڑا جوش و خروش پیدا ہوئے اور نظام اُس کی اسلیٹ مشہور و معروف ہی کہ اُس کے وزن و بند سے ہمہ کی بلندی اور طبیعت کا جوش اور وطن کی محبت اور غرور مختاری کا اوبال پیدا ہوتا ہی اور حقیقت یہ ہی کہ ایسی تصنیف ایشیا والوں کی طبیعت کے خلاف ہی *

ہندوستان کے فسادوں اور بادشاہ کی تعزیموں کا بیان

بادشاہ اس ناکام مہم سے واپس آیا ہی تھا کہ سنہ ۱۶۷۶ ع مطابق سنہ ۱۰۸۷ ہجری میں ایک عجیب ہنگامہ دارالسلطنت کے قریب و جوار میں برپا ہوا بیان اُسکا بہہ ہی کہ ہندو بھگتوں کا فرقہ جو ست ناراہی کہلاتا ہی نارنول کے متصل بسنا تھا اور کاشمکاری اور سوداگری سے اوقات اپنی کاٹتا تھا اگرچہ اُسکی خور و خصلت میں کسی قسم کا شور و شر نہ تھا مگر صرف اپنی حفظ و حراست کی فطرت سے ہتیار باندھتا تھا منجملہ اُنکے کسی بھگت کو ایسے لوگوں نے ملکر مارا پبتا جو تھانہ کے کسی سپاہی سے آشنا تھے اور اُس بھگت سے کسی بات پر اُنکا جھگڑا ہو گیا تھا بھگت نے اپنے بھائی بندوں کو اکٹھا کیا اور پولس والوں سے بدلا لیا غرض کہ جانبدار سے بہت سی جانیں تلف ہوئیں اور فساد نے ایسی ترقی پکڑی کہ کئی ہزار ست ناراہی اکٹھے ہوئے اور جب کہ نارنول کے بڑے حاکم نے اُنکا مقابلہ کیا تو انہوں نے اوس فوج کو شکست فاحش دی جو اوسنے اکٹھی کی تھی اور اوس میں جنگی سپاہی اور پولس کے ملازم دونوں شریک و شامل تھے اور پھر نارنول پر قبضہ کیا بعد اوسکے اوس فوج نے بھی شکست کھائی جو دلی سے اُنکے مقابلہ کو آئی تھی اور بجائے خود کافی دانی نہ تھی اور یہ ایسی شکست ہوئی کہ اوسکے ہونے سے نام اُن کا بہت روشن ہو گیا اور جبکہ تیسری فوج نے بھی شکست کھائی تو اُنکے نام کی بہت بڑی شہرت ہوئی اور سب لوگ اونسے تعجب کرنے لگے اور جو کہ وہ لوگ اپنے دیس و ملت کے جتنی سنی تھے تو اُنکی کامیابیوں سے یہ یقین ہوا کہ وہ جادو کی قوت رکھتے ہیں یعنی نلوار اُن کو کانتی نہیں اور گولی اُن میں گہستی نہیں اور ایسے طلسمی ہتیار رکھتے ہیں کہ وہ موقع سے بات چیت کرتے ہیں اور اس گمان سے کہ آج اُن کا مقابلہ ممکن نہیں وہ ایسے ہی حقیقت میں ہو گئے یعنی کوئی اُن کا سامنا نہ کرسکا اور بہت سے زمیندار اُس پاس کے باشندے شریک اُن کے ہو گئے اور

کوئی فوج اُن کے مقابلہ پر آمادہ نہ ہو سکی اور چمپ کہ وہ دلی کے قریب پہونچے تو اورنگ زیب نے یہ حکم دیا کہ قیرے میدان میں نصب کیٹی چادیں بعد اُس کے اپنے ہاتھ سے قرآن کی آیتیں مناسبتاً کہیں اور فوج کے نشانوں پر لکھ کر بندھوائیں تاکہ اُن کے جہاد کا اثر نہ پڑے۔ غرض کہ مقابلہ کی شدت ضرورت اور بعض بعض ہندو مسلمانوں کی سہمی و ہمت سے بادشاہی فوج اُنکے مقابلہ پر تھری اور دشمنوں کو شکست فاحش دی اور بڑے بڑے نائنمان اُنکو دیکر تتر بتر کیا مگر اُنکی پہلی کامیابی کے باعث سے بہت سے ہندو ہتیار اٹھانے پر آمادہ ہوئے اور اجماع اور آکرہ کے سارے صوبوں کو ایسی پریشانی میں ڈالا کہ اورنگ زیب نے وہاں کے نظام و نسق کے واسطے بدلت خود جانا ضروری سمجھا * f

مذکورہ بالا فسادوں کے باعث سے بادشاہ کا مزاج از حد برہم ہوا جو اتک پار کیا نا کامی سے پہلے ہی قاض و آشتی ہو رہا تھا چنانچہ اسی وجہ سے دلی کی موجودگی کے وقتوں میں ہندوؤں پر جزیہ لگایا یعنی اُس کو دوبارہ شہنشاہ کیا جو تھوڑے دنوں سے اسیرانہ ہو گیا تھا اور اُسکے مذہبی تھمنوں اور سود تدبیر یوں میں سے ہمہ پہچانی بات لہی جو عمل میں آئی *

قیامت نشینی کی دوسری سالگرہ یعنی سنہ ۱۶۵۹ ع میں شمس سنوں کی سخت ممانعت کی اور وجہ یہ اُس کی یہ نکالی کہ وہ آتش پرستوں کا ایجاد ہی اور قادیانی سنوں کو اُن کی چکرہ قائم کیا اور بارچرہ اسکے کس اُس کے اشکار و ملازم ایسے سنوں پر اعتراض کرتے رہے جو موسموں کے ہمیشہ موافق نہ ہوں ہوتے وہ اپنی بات پر جما رہا اور کسی بات کو کان دھ کر نہ سنا *

اسی زمانہ میں ایک ملا محتسب مقرر کیا جسکے ساتھ ایک گروہ سواروں کا رہتا تھا اور غرض یہ تھی کہ قمار خانوں اور شراب خانوں کا

نام و نشان اوسکی قلمرو میں باقی نہ چھوڑے اور بتوں کی پرستش کو
نہوں و نمائش سے نہ ہونے دیوے کے بعد آسکے ان محصولات کو معاف کیا
جو قانون شریعت سے جائز نہ تھے اور ان اسبابوں کا محصول بھی چھوڑا
جو ہندؤں کے بڑے بڑے میلوں میں چاکر بکتے تھے اس لیے کہ آسکی
سمجھ میں یہ بات آئی کہ وہ محصولات بھی بہت پرستی سے علاقہ رکھتے
ہیں اور وہ نا پاک اور حرام ہیں مگر ان معافیوں سے محصول مساوی نہ رہے
اس لیے کہ یہ معافیاں ساہوکاروں اور صرافوں اور سوداگروں اور علاوہ انکے
اور شہروں کے باشندوں سے متعلق تھیں اور یہ لوگ نئے قاعدوں کے جاری
ہونے سے مستثنیٰ کے قریب قریب تھے باقی اراضیات کا محصول بحال
خود قائم رہا تھا اور پرست اور سڑک کا محصول جو سب سے زیادہ دقت
مقابلہ تھا اور بھی زیادہ ہو گیا تھا

مذکورہ بالا تبدیلیوں سے سرکار کا نقصان ہوا اور رعیت سبکدوش
نہوئی اس لیے کہ چند مقدموں کے علاوہ جنگی اطلاع و خبر بادشاہ کو
پہونچنے غالب تھی مال کے افسروں اور سارے جاگیرداروں نے معافیات کو
اپنے حساب کتاب سے متعلق رکھا جو ان کو سرکار سے رہتا تھا باقی ساری
رعایا سے دستور کے موافق محصول لیتے رہے بعد اُس کے کئی برس گزرنے
پر ہندؤں کے سارے محلے تھیلوں کی معافیت کی اور اسی زمانے کے قریب
ایک فرمان اُس نے ناچ رنگ کی مجلسوں کی معافیت میں جاری کیا
اور قوم گھازیوں اور گویوں بھانڈوں کی سخت بندی کی یہاں تک کہ
شاہی ملازم گویوں اور بچانے والوں کو موقوف کیا اور نجو میوں کی
راہ ماری اور ملازم منجموں کو رخصت کیا اور سارے شاعروں کو جواب
دیا جنگی آبرو اتک قائم تھی اور ان کو وظیفے ملتے تھے اور ملک
الشہرائی کا عہدہ اٹھایا بلکہ مورخوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ شعر پڑھنے
اور کہنے کی بھی معافیت کی مگر یہ سختی چند روز کے لیٹی ہوگی

۱ خانی خاں

۲ خانی خاں

اس لینی کہ خاص اُس کے رقعوں میں اور اس کی شعریں موجود ہیں اور کہیں کہیں ایسے شعر مندرج ہیں جو فی البدیہہ تحریر کے وقت اُس کی زبان سے نکلے علاوہ اُس کے تاریخ نگاری کی مسانمت میں بہت بڑی تاکید فرمائی چنانچہ اُس نے تاریخ نگار کو موقوف کیا جو قدیم زمانہ سے بادشاہی تاریخوں کو لکھتا تھا یہاں تک کہ تاریخ نویسی کے محکمہ کا نام و نشان بھی نہ چھوڑا اور اپنی سلطنت کی حال نویسی کو بہت مشہور دلی سے منع کیا چنانچہ اُس کی سلطنت کے گیارہویں برس سے واقعات کا سلسلہ ایسے خدا و مخلوط سے دریافت ہوتا ہی کہ جن کو خاص خاص لوگوں نے اپنے معاملوں میں لکھا پڑھا تھا اور نیز ایسے حالوں سے معلوم ہوتا ہے جنکو بعض بعض لوگوں نے خفیہ خفیہ قلمبند کیا تھا اور اسی زمانہ کے چند برس بعد مسلمانوں کی نسبت ہرمت کا محصول آٹھا رکھا اور ہندوؤں سے کچھ کم نکلا اور منجمد اور ترمیموں کے اپنی تعظیم و تکریم کے قاعدے بھی بدلے اور چہرہ کا بیٹھنا اس لینی موقوف کیا کہ اُس کے سجدہ کرنے کا موقع کسیکو ہاتھ نہ آوے اگرچہ منجمد اُن تبدیلیوں کے چند تبدیلیاں ہندوؤں سے صاف تعلق رکھتی تھیں مگر سب تبدیلیوں پر بھی نتیجہ مترتب ہوا کہ ہندو مسلمانوں میں امتیاز و تفرق پیدا ہوا اور حسد کا باب بے تکلف کھل گیا جس کو پہلے بادشاہوں نے بڑی عمدہ تدبیروں سے مسدود کرنا پھرایا تھا اور اُس کے مسدود کرنے کو تدبیر مملکت سمجھا تھا بعد اُس کے جو تدبیریں اُس نے نکالیں وہ سخت ناگوار اور مصلوب شمار نہیں اُس لینی کہ اگرچہ یہ فرمان اُس نے مستانہ جاری کیا کہ ساری عدالتوں میں سرکار پر نالشیوں سنی چاریں اور بتانویں شریعت تحقیقات اُن کی عمل میں آوے مگر یہ گشتی حکم بھی سارے حاکموں اور اختیار والوں کے پاس پہنچا کہ آئندہ سے ہندو بدعتی نہ کہی چاریں اور اُن تمام عہدوں پر مسلمان بدعتی کہی چاریں جو تمہارے تخت حکومت میں ہوں مگر یہ

حکم تعمیل کے قابل نہ پایا گیا اور وہ فرمان فرد باطل کی طرح معطل ہوا اور کوئی فائدہ اس پر علاوہ اُس کے مترتب نہ ہوا کہ لوگوں میں شور اُٹھا اور بدگمانی پیدا ہوئی *

جزیرہ کی تحصیل میں وہ کالہی نہرتی گئی جو فرمان مذکور کی تعمیل میں واقع ہوئی اور یہ وہ محصول تھا جسکو بادشاہوں نے پہلے پہل کی فتوحات میں اُن تمام کانٹوں پر لگایا تھا جنہوں نے اسلام کی اطاعت قبول نہ کی تھی اور یہ ایک کسوتی تھی جس کے ذریعہ سے کھوٹے کھوٹے یعنی مخالف موافق ہو کہی جاتے تھے محصول مذکور کے شکستہ ہونے سے ہندوؤں کی طبیعتوں پر نہایت بڑبڑدگی اور بغایت ناراضی چھائی اور خاص دلی اور آسکے پاس پوروس کے ہندو جوق جوق اُنے اور بادشاہی محل کو نالائک گریاں ہو کر گھیرا مگر اُن کے شور و غوغا پر کوئی اثر مترتب نہ ہوا یہاں تک کہ جب اگلے جمعہ کو بادشاہ جامع مسجد کو جانے لگا تو گلی کوچوں کو داد خواہوں سے اتنا بھرا پایا کہ ہجوم و کثرت کے مارے دم گھٹنے لگا اور تھوڑی دیر اس امید پر تھا کہ راستی نرمی سے کہیں راہ آسکو ہاتھ آجائے مگر جبکہ وہ اپنے اپنے جگہ پر جما رہا تو اُس نے یہ حکم سنایا کہ زور زبردستی سے سواری اُگے بڑھی چنانچہ بہت سے فریادی گھوڑے ہاتھیوں کے پانوں میں روندہ گئے اور باقی لوگوں کے دلوں میں اس درشتی کی ہیبت پڑی اور بلا حجت و تکرار اُس محصول کو قبول کیا اور آئندہ کو کسی نے دم نہ مارا *

ہندوؤں کے عام بگڑ کا بیان

بہت ہی تھوڑے دنوں میں ان بڑے کوتلوں کو یہ پہل پہل لگی کہ عام ناراضی قائم ہوئی اس بادشاہ کی شروع سلطنت میں ہندو لوگ اُسکی ملازمت کو ایسے جی جانسے بجا لاتے تھے جیسے مسلمان بھائی خدمت اُسکی کرتے تھے اور یہ حال اونکا تھا کہ اگر وہ ہندوؤں کے مقابلہ میں پڑتے تھے تو بادشاہ کی وفاداری نہ پھوڑتے تھے مگر جب کہ ان کو انتظام

جدید کا تجزیہ ہوا تو اونکی وابستگی میں خلل پڑا یہاں تک کہ خاندان قلمرو کے ہندوؤں میں جگمگ، جگمگ ناراضی پھیلی پہلے پہل راجپوتوں نے بگڑنا شروع کیا اور دکن کے ہندو سرہندوں کے شریک ہو گئے سنہ ۱۶۷۷ء مطابق سنہ ۱۰۸۸ ہجری میں عام بکاز واقع ہوا * †

مذہبی عداوتوں ایسی ہوئیں کہ ساری بھدو کا بن گئیں اور باعث اوسکا یہہ پڑا کہ محصولات لگانے سے چھٹ مہینے گذرنے پر یہہ قصہ واقع ہوا کہ راجہ جسرونت سنگھ کابل میں مر گیا اور ایک راہی اور دو بیٹے صغیر سن

† خانہ خاں اُس زمانہ کے لوگوں میں جو جو خیال پھیلے ہوئے تھے حال اُنکا ایک نامہ سرسرمہ بادشاہ سے جسکو مہرما راجہ جسرونت سنگھ سے نسبت کرتے ہیں پتھر پی دریافت ہوتا ہی مگر حقیقت یہہ ہی کہ وہ نامہ جسرونت سنگھ کا نہیں ہو سکتا اس لیے کہ وہ نامہ اُس ولایت دشمن کا معلوم ہوتا ہی جسکے ملک پر دھارا ہوئی ہوا تھا علامہ اس کے راجہ جسرونت سنگھ اُس زمانہ میں افغانوں کے مقابلہ پر متعین تھا جب کہ جزیرہ شکنتہ ہوا اور وہاں مرنے تک اُنک پار رہا اور سب سے تمام نظر وہ نامہ اُس وقت کے بعد کا ہی جب کہ سامانت کا تزلزل واضح ہو چکا تھا اور کہتے ہیں کہ اوردے پور والے رانا راج سنگھ کا وہ نامہ تھا کہی راجہ سرہیا سنگھ سے نسبت کرتے ہیں اور مرہٹے یہہ دعویٰ کرتے ہیں کہ سیرا جی نے لکھا تھا (گورینٹ آف صاحب جاد ایکٹ صفحہ ۲۱۹) مگر غالب یہہ ہی کہ وہ کسی عام ہندو مدبر کی تدبیر تھی جس نے سامانت کے مقابلہ پر اپنی رائے کا اشتہار اس طریقہ سے مناسب سمجھا تھا یہہ نامہ حسن لیانیت سے خالی نہیں اس لیے کہ اُس میں ہر قسم کے مذہبوں اور قوموں کے گوارا رکھنے کے اصول و قاعدوں پر بحث و مباحثہ کیا ہی بیان کیا کہ جزیرہ لکنا اصول مذکور کا ناسخ ہی علامہ اُس کے خاندان تیرور کے پہلے بادشاہوں کی فیاضی اور عالمی ہمتی کی تعریف لکھی اور اُنکی سامانتوں کے زمانہ کا مقابلہ جو نہایت شاداب و تازہ تھیں اور نگزب کے زمانہ سے کیا اور صاف صاف لکھا کہ اس زمانہ میں سارے فوٹے اور تمام مذہب ناراض اور سلطنت کا مصلحت خراب اور رعایا دلدی فریادی ہی اور بارصفت اس کے سرکاری خزائن خالی اور رعایا کی جان و مال کی حفاظت سے غفلت ہی اور شہر غیر محفوظ اور قلعے زوال پذیر ہیں خط مذکور کا ترجمہ اورم صاحب کے پرچوں کے صفحہ ۲۵۲ میں مندرج ہی اور روشن صاحب نے بھی اُس سے زیادہ عمدہ لفظی ترجمہ ٹھیک ٹھیک کیا اور اصل سوچا اُسکو سنہ ۱۸۳۰ء میں چھاپا

چھوڑ گیا بعد اوس کے وہ رانی بادشاہ کی بلا اجازت اور بلا پروانہ راہ داری بچوں سمیت ہندوستان کو روانہ ہوئی اور جب کہ اتک پر روکی گئی تو اوس کے محافظوں نے یہہ ارادہ کیا کہ اتک کے پہرہ والوں کو مار بیٹ کر نکل جاویں مگر کسی ایسی پایاب راہ سے اتر گئے جہاں پہرہ چوکی کا خرخشہ تھا بادشاہ کو اس قعدی کا پرچا لگا اور راجہ جسونت سنگھ کے چورو بچوں کو قابو میں رکھنے کا حیلہ ہاتھ آیا چنانچہ اوس نے اونکو دلی کے آنے سے روکا اور اوسکے لوگوں کو اپنی فوج سے گھیرا *

راجپوتوں نے اپنی معمولی دلادری کے علاوہ قند و فطرت سے یہاں گم لیا یعنی درگا داس اوس کے سردار نے بادشاہ سے یہہ اجازت حاصل کی کہ ہم لوگ اپنے چورو بچوں کو کسی قدر محافظوں کی حفاظت میں کر کے اپنے ملک کو روانہ کریں چنانچہ اوس کی رانی اور اوس کے بچوں کو بھیس بدلا کر محافظوں کی حفاظت میں روانہ کیا اور اوس کی جگہ اوسی سر و سال کے دو لڑکے اور ایک لونڈی قائم کی اور یہہ تدبیر اس سبب سے راس آئی کہ اونکی عورتیں پردہ نشین تھیں اور وہاں مردوں کا دخل و تصرف تھا باوصف ان دور اندیشیوں کے بہت عرصہ نکڑا تھا کہ اورنگ زیب کو شبہ پیدا ہوا اور رانی اور اُسکے بچوں کو قلعہ میں داخل کرنے کا حکم جاری کیا مگر اُن کے نکل جانے کی نسبت وہم اُس کا ایسے رفع ہوا کہ راجپوتوں نے سینہ زوری دکھائی اور رانی اور اُسکے بچوں کی سپردگی سے صاف انکار کیا اور کھلم کھلا یہہ بات کہی کہ ہم رانی کو نہ دینگے بلکہ جان اپنی دینگے اب بادشاہ اس پر آمادہ ہوا کہ اُن کو مغلوب کرے چنانچہ اُس نے اُن کے مقابلہ پر تھوڑی سی فوج بھیجی جسکو راجپوتوں نے مار کر بھگا دیا مگر آخر کو جب بہت سے راجپوت کام آئے تو فوجی رانی اور جمعی بچوں کو گرفتار کیا اور درگا داس وغیرہ رہے سہے لوگ اُس کے منتشر ہو گئے بعد اُس کے تھوڑی دور پر

جاکر اکھنڈ ہوئے اور اپنے ملک کی راہ سنبھالی راجپوتوں کے مقابلہ کی طاقت سے رانی کو نکل جانے کی فرصت ہاتھ آئی چنانچہ وہ صحیح سلامت چودھری میں داخل ہوئی اور اُسکے بڑے بیٹے اجیت سنگھ نے مہاراج پر ایک مدت تک راج کیا اور حکومت کا سزا اٹھایا اور عالمگیر کی زندگی تک اُس کا سخت دشمن بنا رہا اورنگ زیب ایک مدت تک اس شہر میں مقیم رہا کہ وہ راجہ حقیقت میں جسوقت سنگھ کا بیٹا ہی یا حقیقی بیٹا اُسکا میری نظر بندی میں ہی اور اس نظر سے اورنگ زیب اپنی مہولی شہرخی سے فرضی بچوں کو راجہ جسوقت سنگھ کی آل و اولاد سمجھتا رہا اور اُن کی توثیق و عزت اور خاطر داری کا حکم کیئے گیا اور بعد اُس کے اُن کے استحقاق کے جیلہ بہانہ سے چودھری پر حملہ کیا *

جب کہ راجپوت راجاؤں نے منجملہ اپنے گروہوں کے ایک راجہ کے گھرانے پر ایسا زور ظلم دیکھا اور جزیہ کی ناگداری اُس پر زیادہ ہوئی تو سارے راجپوت اُسی میں متفق ہو گئے مگر راجہ رام سنگھ جیپور والا جسکے گھرانے کو بادشاہی خاندان سے رشتے ناتوں اور کئی پشتوں سے معزز عہدوں کی بدولت مضبوط واسطہ اور مستحکم علاقہ تھا اُسے مستثنیٰ رہا اور اُسے اُسے وقت میں بھی بادشاہ کی رفاقت نہ چھوڑی اور راج سنگھ اوردے پور والا جسوقت سنگھ کی اولاد کے مقدمہ میں جی جان سے شریک ہوا اور قبول جزیہ سے حسب ضابطہ صاف انکار کیا اب کہ ملک راجپوتوں کا تمام مغربی حصہ اورنگ زیب کا مخالف ہوا تو اس نے ماہ جنوری سنہ ۱۶۷۹ ع مطابق ذی الحجہ سنہ ۱۰۸۹ ہجری کو فوج اکٹھی کر کے اجمیر کی جانب کو کوچ کیا اور اجمیر پہونچکر فوج کے مختلف ٹکرے مہاراج کی لوت کھسوت پر بھیجے اور بڑے حصہ کے ذریعہ سے مہاراج کے راجہ راج سنگھ پر ایسا دباؤ ڈالا کہ اوسنے اطاعت کی درخواست کی چنانچہ عہدہ شرطیں اوسکو عذایت ہوئیں اور جزیہ کی

عرض میں تھوڑا سا تکرار اوسکے ملک کا قبول کیا اور کوئی کام اوس کام کے
سوا اوسکے ذمہ نہ ڈالا کہ وہ جوڈہ پور والے کی امداد و اعانت نہ کرے۔

بعد اوس عہد و شرایط کے بادشاہ دلی کو واپس آیا اور کچھ کم
اٹھ مہینے دلی سے باہر رہا اور دارالسلطنت میں پہونچنے ہی
پایا تھا کہ ناکہ اوسکو یہہ ہرجہ لگا کہ راجہ راج سنگھ اپنی بات پر قائم
نہ رہا غالباً آسنے جوڈہ پور والے کو خفیہ مدد پہونچائی ہوگی فرضکہ
تھوڑے دنوں گذرنے پر ماہ جولائی سنہ ۱۶۷۹ھ مطابق رجب سنہ
۹۹۰ھ ہجری میں بادشاہ کو اجمیر کی طرف آنا پڑا اور اس موقع پر ساری
زور و قوت اور پوری عقل و ذہانت کو راجپوتوں کے پاس ہا کرنیکی غرض
سے کام میں لایا جو اُس کے مقابل پر متفق ہوئے تھے چنانچہ اوسنے
شاہزادہ معظم کو دکن سے اور شاہزادہ اعظم کو بنگالہ سے طلب کیا اور
پچھلے وقتوں میں نایب السلطنت گجرات کو یہہ حکم بھیجا کہ وہ گجرات
کیجانب سے راجپوتوں کے ملک پر حملہ کرے مگر بڑا حملہ خاص بادشاہی
فوج کے ذریعہ سے کیا گیا جو شاہزادہ اکبر کی تخت حکومت ہوکر
تھوڑی خاں کی امداد و رہنمائی سے سیدھی اودے پور پر روانہ کئی گئی تھی
جوں ہی کہ راجہ راج سنگھ فوجوں کی چرہائی سے خوف کھا کر اودلی
پہاڑوں میں بھاگا تو اکبر نے اُس کا پیچھا کیا اور فوج کے ایک تکرے کو
اُس کے کشادہ ملک کی تاخت تاراج پر پہنچی چھوڑا اب شاہزادہ
معظم اوجین میں داخل ہوا اور اُس کے نام پر یہہ شتمہ جاری کیا گیا
کہ شاہزادہ اکبر کی فوج کا طور اختیار کرے اور شاہزادہ اعظم کو یہہ
ہدایت ہوئی کہ جوڈہ پور کے علاقہ کو اور نیز اُس کے پاس ہروس کے
ضلعوں کو خاک سیاہ کرے اور سبکو یہہ حکم تھا کہ اپنی اپنی فوجوں کا
ایک ایک تکرار اُن رسدوں کے لو تھے پر متعین کریں جنکو بہگوتے
راجپوت اپنے پہاڑوں میں لیجتے ہیں اور باقی فوجوں کو شہر و دیہات
کے چلانے اور پہل دار درختوں کے کاٹنے اور جوڑو بچوں کے لونڈی غلام

بنائے میں مصروف کریں تاکہ لڑائی کی ساری مصیبتوں کو بڑی سختی و محنت سے دشمن اڑھادیں یہہ خیالات اورنگ زیب کی خور و خلعت کے نہایت مناسب تھے اور اس بڑے کڑے حکموں کا صرف یہی باعث نہ تھا کہ اوس کے دل میں درد کی ہر باس اور آدمیت کا نام و نشان نہ تھا بلکہ مذہبی تعصبوں اور اوس استحقار کے باعث سے جو اوس کے مقابل سے پیدا ہوتا تھا یہہ بات غالب معلوم ہوتی ہے کہ اوس کے ایسے مزاج پر جو لوگوں کی برائی پہلائی کا حساب اپنی نسبت کیا کرتا تھا غیظ و غضب کا دخل اور پاداش و تدارک کا تسلط غالب تھا غرض کہ ان سختیوں کا کوئی باعث نہ ہوسکے مگر اور یہہ ثمرہ مترتب ہوا کہ ہمیشہ کے ایسی مغلوں کی سلطنت سے راجپوت الگ تہاگ ہو گئے اگرچہ بعد اُس کے اوس کے جانشینوں سے آشتی رہی اور کالہ اپنی فوجوں کو بادشاہ کی امداد پر بھیجتی رہے اور وفاداری کیٹی گئے مگر جہڑا کواہ اور نہایت بے اعتمادی سے وہ خدمت گذاری ہوتی تھی اور یہہ خدمت گذاری اوس گروچرشی سے مشابہ نہ تھی جس کے باعث سے وہ پہلے وقتوں میں سلطنتوں کی شاخیں برہے رہے تھے *

راجپوتوں نے اس لڑائی کے سارے زمانہ میں پچیس ہزار سوار میدان میں قائم رکھے جس میں چوں پور کے راتھور اکثر داخل تھے اور پہاڑوں والی فوج کے پیادوں کی تائید سے اس سواروں کی بدولت بڑا نقصان اپنے دشمنوں کو پہونچایا چنانچہ وہ رستوں کی باربرداریاں گاتھ کر لیتے تھے اور بادشاہی فوج کے مختلف تھکڑوں پر حملہ کرتے تھے اور عمدہ مقاموں کی حفاظت پر لڑتے مرتے تھے اور کبھی کبھی چھاپوں اور شہنشاہوں کے دربار سے بڑے بڑے فائدے اڑھاتے تھے مگر درگاہ اس جو راجپوتوں کے مشورت والوں میں بڑا درجہ رکھتا تھا اپنے ملک کی نجات و آزادی کے لیے زور و قوت کے بہرے نہ رہا بلکہ اوس نے شاہزادہ معظم سے خطا و کوتاہی جاری کرنے اور اوس کو بادشاہ سے توڑنے میں بڑی کوشش ہوتی

اور یہہ بات اوس کو لکھی کہ اگر تو ہمارا طرف دار ہو جاوے گا تو ہم تیری تخت نشینی کی اعانت کریں گی معلوم ہوتا ہے کہ شاہزادہ معظم بھی کچھ تھوڑے دنوں ان جھوٹی فریبوں کا فریفتہ رہا جو ہو شیہار و بالغ ہو چکا تھا اور تخت سلطنت کی نسبت دوسرے درجہ کی وراثت رکھتا تھا مگر جب کہ اُس نے راجپوتوں کی بات نہ مانی تو شاہزادہ اکبر نے خوشی سے قبول کیا جو سب سے چھوٹا بیٹا اور تیس برس کا گہرو تھا اور لڑکوں میں پسندیدہ وایت سمجھا جاتا تھا شاہزادہ اکبر نے درگاہ اس کی تجویزوں کو ایک تخت اختیار کیا اور شاہزادہ معظم نے بادشاہ کو آگاہی دی مگر باوصف اُس کے اورنگ زیب اکبر سے وابستہ رہا اور اُسکی صغیر سنی کے باعث سے کوئی اندیشہ نہ کیا اور معظم سے اندیشہ ناک اور رنجیدہ ہوا اور اُس کی خیر خواہی کو بغض و عداوت پر متحول کیا بلکہ اُس سے زیادہ برا سمجھا اور اکبر کی بدخواہی سے محفوظ رہنے کے لیے کوئی بڑی بھلی تدبیر اُس نے نہ سوچی یہاں تک کہ یہہ خبر پہونچی کہ درگاہ اس اکبر کی فوج کے متصل پڑا ہے اور اکبر نے بادشاہی کا خطاب اختیار کیا اور تھوڑا سا پڑا وزیر اُسکا بنا اور مجاہد خاں دوسرا سردار و ایک بڑے عہدہ پر ممتاز ہوا اور کسی خاص سردار کے نہونے سے تمام فوج اونہیں حاکموں کے زیر حکومت رہی جنکے زیر حکومت چاہی آئی تھی اور اورنگ زیب کی یہہ صورت تھی کہ ساری فوج کو ادھر ادھر روانہ کیا تھا اور ایک ہزار آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ بھی اوسکے پاس اجمیر میں باقی نہ رہی تھی کہ ناگاہ اوسنے یہہ سنا کہ اکبر پورے پورے کوچوں کے ذریعہ سے اوسکے مقابلہ کو چلا آتا ہی چنانچہ فی الفور اوسنے معظم کو اوسقدر فوج سمیت طلب کیا جسقدر اوس سے مہیا ہو سکے مگر جو فوج اوسنے اکھٹی کی وہ زہار اس قابل نہ تھی کہ شاہزادہ اکبر کا مقابلہ کرے جو ستر ہزار آدمیوں کا مالک تھا اورنگ زیب پر مایوسی کی حالت طاری ہوئی اور زیادہ

بھارنی کا یہ باعث ہوا کہ اوسنے اور ہرانے شک شبہوں کو اوجھلا جو
 شہزادہ معظم کی نسبت اوسکے جی میں بیٹھ تھے چنانچہ اوسنے یہ
 حکم دیا کہ ہماری توہیں فوج معظم کے رخ پر لکائی جاویں مگر اس
 پریشانی میں اوسان اوسکے خطا نہوئے تھے اور عقل سلیم اوسکی قائم تھی
 غرضکہ اوسنے یہ سوچا کہ اکبر کی فوج کا بڑا حصہ بدخواہوں کے سگھانے
 پرہانے سے بیکار ہو اوس پر آمادہ ہوا اور کوئی قلبی عداوت درمیان نہ تھی
 کہ اوسکی ضرورت سے باغی طاعنی ہوتا چنانچہ یہ بات سوچ سمجھکر
 مجاہد خاں کے بھائی کو جو ایک لائق فائق افسر تھا تھوڑے سواروں
 سمیت اس غرض سے بھیجا کہ حتی الامکان اپنے دشمن کے متصل جا کر
 ہڑے اور اپنے بھائی سے خط کتابت جاری کرے۔ مجاہد خاں جو جان
 و دل سے اکبر کا شریک و شامل نہوا تھا سب سے پہلے بھائی سے آ ملا اور
 بعد اوسکے اور سرداروں سے بھی اوسکی طرز اختیار کی اور اکبر کی
 ساری فوج کا حال اس طرح دریافت ہوا کہ اگلے دن تھوڑا خاں بڑا وزیر
 اکبر کا فوج کا اگلا لکڑا لیکر اس قصد پر آئے کہ بڑھا کہ گویا وہ اترنے
 جانا ہی اورنگ زیب کی فوج میں شریک ہو گیا *

یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ جب تھوڑا خاں بادشاہی فوج میں
 داخل ہوا تو اوسکی نسبت یہ شک شبہ کہ وہ دغا کے ارادہ پر آیا
 حقیقی تھا یا کسی بہانہ سے کیا گیا مگر دغا کا ارادہ قرین قیاس نہیں
 خیر حقیقت کچھ یہی ہو مگر یہہ افواہ اور گئی کہ وہ بادشاہ کے مارنے
 کو آیا ہی اور جب کہ ہتھیار اس سے مانگے گئے اور وہ مقابلہ سے پیش
 آیا تو زور و زبردستی ہوتی گئی اور بادشاہی خیمہ کے متصل ہاش ہاش
 کیا گیا حاصل یہہ کہ جب تھوڑا خاں اور ہر پایہ کے بہت سے لوگ اکبر
 کو چھوڑ کر چلے گئے تو راجپوتوں پر بڑی ہیبت چھا گئی اور یہہ سوچ
 سمجھکر کہ اب سارے مسلمانوں سے صرف ہم ہی ہم کو مقابلہ کرنا پڑیگا
 اپنی سلامتی کی یہہ تدبیر سوچی کہ اپنے اپنے گھر کر چل دیئے اور درگا داس

اکبر کی خدمت میں تین ہزار سواروں سمیت اسفرض سے جما رہا کہ اسکی حفظ و حراست میں اُسکی مراجعت ہو کوشش کرے اور اب یہہ نوبت پہونچتی کہ کوئی مسلمان اکبر کے پاس نہ رہا اور اوسکو راجپوتوں سے غایت توقع یہہ ہوسکتی تھی کہ وہ اونکی مسخنتوں مصیبتوں میں شریک و شامل رہے اور وہ لوگ اُس سے کنارہ کشی نہ کریں اِس لیئے اکبر نے مرہٹھوں کا دامن پکڑنا چاہا چنانچہ گجرات کے بہاڑوں میں گھسکر اپنے تعاقب کرنیوالوں سے جان بچائی اور یکم ماہ جون سنہ ۱۶۸۱ء کو کنکان کیجانپ راہی ہوا اور صحیح سلامت پہونچا اور درگا داس اب بھی ہانسو سواروں سمیت اوسکی رفاقت میں موجود تھا +

شاهزادہ اکبر کی بغاوت سے پہلے جو لڑائی کا نقشہ تھا دھبی نقشہ مراز اور جودھپور سے قائم رہا اور زور شور اوسکا کچھ کم نہ ہوا چنانچہ بادشاہی فوج والے تاخت تاراج برابر کرتے رہے اور راجپوت اُس تاخت تاراج کا انتقام مالوہ سے لیتے رہے اور آخر کار اپنے ظالم دشمنوں کی خدوی و خصلت کو کام نا کام اختیار کر کے مسخندوں کو توڑا اور قرانوں کو چلایا اور اور ملا لوگوں کو طرح طرح سے ستایا اور اس قسم کی لڑائی سے بڑا نقصان اودے ہوئے والے کو پہونچا جسکی زر خیز قلعہ مغلوں کی قلعہ و کے نہایت متصل واقع تھی اور مغلوں کی فوج آسمیں متصرف تھی مگر جودھپور کا ملک اِس بھاری نقصان سے محفوظ رہا جو دور دراز اوجڑ بنجر بڑا تھا اور خود اورنگ زیب کو ایسی لڑائی کے اختتام کی خواہش ہوئی جسکے باعث سے اور بڑے کاموں میں دست انداز نہوسکا چنانچہ اپنی تدبیر و حکمت سے اودے ہوئے کے راجہ کو آشتی کی درخواست پر آمادہ کیا اور جب کہ درخواست اُسکی طرف سے گذری تو فی الفور اُسپر ترجہ فرمائی چنانچہ جزیہ سے اغماض برتا گیا اور ملک کے

+ چٹھیاں مرتبہ مقام بہائی جو اورم صاحب کے پرچوں کے صفحہ ۲۶۷ میں

جس نکرے کو جزیرہ کے معاوضہ میں لیا تھا اکبر کی اعانت کے جرمانہ میں رکھا گیا باقی کل شرطیں راجہ کے حق میں بہت مفید تھیں جسکی عزت کا لحاظ اس وعدہ سے کیا گیا اور عہد نامہ لکھا گیا کہ جب اجیت سنگھ جوان ہو جاوے گا تو اس کا مالک اس کو دیا جاوے گا بحاصل یہ کہ اورنگ زیب اس عہد نامہ کے ذریعہ سے اپنے لاؤ لشکر کو بلا کسی ذلت و مغربی کے دکن کی جانب متوجہ نہ کرے گا جہاں اسکی موجودگی کی ایسی قوی ضرورت تھی کہ وہ آئندہ کل نہ سکتی تھی مگر اس عہد و پیمان سے امر چمن چنداں بے حال نہوا اس لیے کہ مغرب کے راجپوت اب بھی کھٹ کھٹ رہتے تھے اور تھوڑی مدت گزرنے پر اوردے پور کے راجہ سے بہر لڑائی شروع ہوئی یہاں تک کہ سارے راجستان کی ریاستیں باستقامت جیپور اور مشرقی جانب کی چوڑی چوڑی ریاستوں کے اورنگ زیب کی آخر سلطنت تک علانیہ بدخواہ رہیں اگرچہ ان مختلف ریاستوں کی دارالحکومتیں مغلوں کے ہاتھوں میں رہیں اور راجپوت اپنے باہمی نزاعوں کے باعث سے بڑی بڑی فتوحات کے فائدے نہ اٹھا سکے مگر بارہک اس کے اپنے ملکوں میں بادشاہی فوج والوں کو تباہی تک کیا اور گنجرات مالوہ وغیرہ صوبوں کو بہت سا لوٹا کھوٹا ۔

۱۔ اورم صاحب کے پوج صفحہ ۱۰۶ کا صاحب کی تاریخ راجستان جلد ایک

صفحہ ۲۵۸

۲۔ کا صاحب کی تاریخ راجستان جلد دو صفحہ ۶۶ کریل کا صاحب نے اس عہد نامہ کے بعد حاکم حال لکھا ہی تھیں اسکی عہد مذکور کے مسلمانوں کے اختیارات سے ہوتی تھی چٹکا ہونا ایک قبضہ میں کا صاحب نے بیان کیا ہی بلاشبہ بیان اُن کا راجہ کرل کے تھے کہ انہوں نے بالکل مشاہدہ نہیں چنانچہ انہوں نے صاف ایک واقعہ ذکر کر دیا ہے واقعہ ہے کہ صاحب بیان کیا اور ہمیشہ ایسی تاریخوں کا حوالہ دیا ہے جو ان واقعات کی تاریخوں سے مطابقت ہیں جنکو اور مورخوں نے بیان کیا ہے ۔

تیسرا باب

سنہ ۱۶۸۱ سے سنہ ۱۶۹۸ء تک کے بیانات میں

اورنگ زیب اُن ذریعوں کو جو اُسکے تخت و تاج میں موجود تھے دکن کے تفسیہ پر جہاں بڑی بڑی تبدیلیاں اُس زمانہ میں واقع ہوئی تھیں جب کہ اورنگ زیب اور طرف مصروف و آمادہ تھا لکائے گیا اور راجپوتوں کی لڑائی بھڑائی اُس کی ممانع مزاحم نہ ہوئی بیان اُس کا یہ ہے کہ جب سنہ ۱۶۷۲ء میں نوچ اُس کی افغانوں کے مقابلہ پر روانہ کی گئی تو دکن کے سپہ سالار خان جہاں نے آپ کو ایسا کمزور پایا کہ مرہٹوں سے بڑی سرگرمی سے لڑ نہ سکا بلکہ حال اُسکا ایسا تھا کہ اگر مرہٹوں کا سردار اُس کے صوبہ پر دھاوا کرتا تو وہ اُس کو بچا بھی نہ سکتا اسی اثناء میں بیجا پور کا بادشاہ مر گیا اور اُن فسادوں کی بدولت جو بعد اُس کے واقع ہوئے سیواجی کے جی میں بڑی اُمَنگیں اُٹھیں اور وہ اُمَنگیں اُن اُمَنگوں کی نسبت زیادہ تھیں جو مغلوں کے ممالک پر اُسکے جی میں اُٹی تھیں اس موقع پر بیجا پور کی مملکت کے حصوں میں سے جس حصہ پر سیواجی ملقب تھا ہوا وہ سمندر کی جانب کا حصہ گھاٹوں والا اور اُس کے پاس کے گھاٹوں کا پہاڑی ضلع تھا چنانچہ سنہ ۱۶۷۳ء اور سنہ ۱۶۷۴ء دو برسوں کے اندر اندر بہت سی لڑائیوں اور محاصرہ کے بعد اُس نے کنکان کے سارے جنوبی حصہ پر قبضہ کیا مگر وہ مقام اُسکے داخل و تصرف سے مستثنیٰ رہے جو حبشیوں اور انگریزوں اور پرتگالیوں کے قبض و تصرف میں تھے اور گھاٹوں کے اُس بالائی حصہ پر قابض ہوا جو دریائے کشنا کے بالائی حصہ سے زیادہ مشرق کی جانب کو پھیلا ہوا ہے اگرچہ سیواجی کو ایک عرصہ سے بادشاہی کے حقوق مرافق حاصل تھے مگر اب اُس نے اُن بڑے بڑے کاموں کے لحاظ سے جو اُس کے ہاتھ سے نکلنے والے تھے یہی مناسب سمجھا کہ اُن کا ہر تاؤ اپنے پہلے زمانہ کی نسبت بڑی شان و شوکت سے کرنا چاہیئے چنانچہ

اُس نے دوبارہ رائے گدہ میں مغلوں کی تخت نشینی کے تکلفات برتنے اور راج گدی پر بیٹھا اور بادشاہوں کی مانند تل میں بیٹھ کر سونے چاندی کا نلادان کیا اور اپنے متوسلوں پر اچھی اچھی چیزیں تقسیم کیں اور بڑے بڑے افسروں کے خطاب فارسی سے شامکوت میں بدلے اور جب کہ اُس نے مسلمان بادشاہوں کی شان و شوکت اختیار کی تو اپنے مذہب کی باتوں پر بہت مخالفت ہوا اور کھانے پینے اور علاوہ اُس کے تمام چیزوں میں جو ہندو دھرم اور حفظ نسب سے علاقہ رکھتی تھیں بڑی احتیاط برتی * †

جبکہ سیراجی کو اپنی فتوحات میں برا مردہ لگا تو اسکے باعث سے اُسکی راج گدی کے تھوڑے دنوں بعد اُسکے ملک ملبھوضہ پر مغلوں کو دھارا کرنے کا حوصلہ بڑھا مگر اس داؤ گھات کا افسوس اُس کو کرنا پڑا یعنی سیوا جی خود بوا نہ ہوا اور اپنی فوج کے کئی ٹکڑے بادشاہی قلعوں میں واقع کیئے چنانچہ اُس ٹکڑوں نے دو قلعہ فتح کیئے اور بادشاہی قلعہ رکو خان دیس اور ہرار کے وسط تک لوٹا کہ سورتا ہانک گجرات میں ہرچ تک گیس بیٹھ گئے اور اسی مقام سے اول مرتبہ زبردہ بار آورے یہہ دھارے سنہ ۱۶۷۵ میں واقع ہوئے اور چونکہ سیراجی کو یہہ آمید تھی کہ اب مغل دوبارہ چہر چہار اُس سے نہ کریں گے تو اُس کو ایک ارادے کے پورے کرنے کی فرصت ہاتھ آئی جو ایک مدت سے اُس کے دل میں کہلک رہا تھا اور وہ ارادہ یہہ تھا کہ اپنے باپ کی جاگیر پر قبضہ کرے اور اپنے باپ کی فتوحات کو جنوب ہندوستان میں وسعت بخشے وہ

† انڈین سلسلہ جہر یعنی کے یورپ والے کار خانہ داروں کی طرف سے سیراجی کے پاس ایاجی بنکر گئے تھے سیرا جی نے راج ٹک ہرنے اور راج گدی پر بیٹھنے کی ترغیب موجود تھی اور اُنہوں نے اُس کے راج ٹک کو اُس سے زیادہ شان شوکت والا بتایا ہی جو اہندو کے زمانہ کے مرہٹوں سے متوقع ہو سکتا تھا چہٹھی چورس سنہ ۱۶۷۴ کو راج ٹک اُس کا ہوا

جاگیر اب تک اُس کے چھوٹی بھائی ونکاجی کے قبضہ و تصرف میں تھی جو والی بیجا پور کی نام کی اطاعت سے قابض چلا آتا تھا یعنی بجائے خود مستقل تھا اور صرف نام کو مطیع تھا اب سیوا جی کو یہہ اختیار حاصل ہوا کہ جاگیر مذکور کا وراثتاً عدوی کرے یا بطور دشمن اُس کو فتح کرے اور التغات اُس کا مخصوص اُس جاگیر پر اس وجہ سے مایل ہوا کہ ایک برہمن رگھناتھ نرائی نامی جو ساہجی کی طرف سے انتظام اُس جاگیر کا کرتا تھا اور بعد اُس کے ونکاجی کا وزیر رہا کسی بات پر ونکاجی سے لڑ چھڑنے لگا سیوا جی سے آکر ملا اور یہہ شخص اپنی معلومات اور وہاں کے تعلقات کے باعث سے سیوا جی کے بڑے مطالب کا تھا مگر چونکہ سیوا جی ایسی دور و دراز مہم پر بدو اس کے بے خوف و خطر روانہ نہوسکتا تھا کہ کسی خیر خواہ کو اپنے پیچھے چھوڑ جاوے یعنی جو ملک اُس کے پیچھے رہے وہ کسی بدخواہ کا نہ ہووے تو اُس نے اُس بغض و عداوت سے جو گولکنڈہ کے بادشاہ کو بیجا پور کی ریاست سے تھی اور اُن خوفوں سے جو گولکنڈہ کی ریاست کو مغلوں کی جانب سے سوجھتے تھے آپ کو یہہ فائدہ پہونچایا کہ گولکنڈہ والی سے مغلوں اور بیجا پور والوں کے مقابلہ میں رفاقت پیدا کی جو خود اُس کے اور گولکنڈہ والوں کے عام دشمن تھے اور جبکہ بات اُس کی بکھی ہوگئی تو سنہ ۱۶۷۶ ع کے اخیر میں تیس ہزار سوار اور چالیس ہزار پیادے ساتھ اپنے لیکر گولکنڈہ کی جانب کو روانہ ہوا اور گولکنڈہ میں تھوڑے دنوں تک اس غرض سے توقف کیا کہ اپنی رفاقت کا صاف صاف تصفیہ کرے چنانچہ باہم یہہ قرار پایا کہ اگر سیوا جی اپنے باپ کی فتوحات سے آگے بڑھے تو اُس میں بادشاہ کو حصہ دے اور بادشاہ اُس کے بدلی میں کسیندر روپیہ اور نوپ خاندہ عنایت کرے باقی فوج اپنی بیجا پور اور مغلوں کی روک ٹوک کو پاس اپنے قائم رکھے غرض کہ بطور مذکور اُس نے اپنا پیچھا مضبوط و مستحکم کیا اور ماہ مارچ سنہ ۱۶۷۷ کو مقام کرنول سے کشنا پار آتا اور کدایا سے

گذر کر مالا مٹی سندھ الیہ کو مندر اس کے پاس ہوتا ہوا چنچلی کے سامنے موجود ہوا جو اس کی قلعہ سے چھ سو میل کے فاصلہ پر واقع تھا اور حقیقت اس کی یہ ہے کہ یہ پہاڑی قلعہ بیجا پور کی قلعہ میں نہایت مضبوط و مستحکم تھا مگر اس زمانہ سے پہلے اس قلعہ کے حاکم نے سیوا جی سے کچھ عہد و پیمان کیا تھا جس کی رو رعایت سے بلا مقابلہ سیوا جی کے اس کو حوالہ کیا اب یہ سیوا جی کی فرج کا وہ پہاڑی حصہ آیا جس کو بیچھی چھوڑ کر آیا تھا تو اس نے اس قلعہ پر قبضہ کر کے دلو کا معاوضہ کیا اور اس پر بھی فتح پائی سیوا جی نے ونکا جی سے ملاقات کی اور اس کو بہت کچھ سمجھایا کہ باپ کے ترکہ سے حصہ دینا چاہیے مگر جبکہ اس نے اس کا کہنا نہ مانا تو اس نے ارنی کے قلعہ اور ہلاڑ اس کے اور مختلف قلعوں کو فتح کیا اور زور زبردستی سے باپ کی تمام جاگیر واقع میسور پر متصرف ہوا سیوا جی آٹھ متصرف تھا کہ اس کو یہ خبر ملنے کہ مغلوں اور بیجا پور والوں نے گولکنڈہ پر دھاوا کیا غرض کہ خبر کے لگتے ہی اپنے سوتیلے بھائی سنگا جی کو مالک متبرکہ پر چھوڑا جو اس سے پہلے پہل آکر ملا تھا اور آپ شمال کی جانب متوجہ ہوا جوں ہی کہ سیوا جی دور نکل گیا تو ونکا جی نے میدان خالی پا کر دوبارہ قبضہ کا ارادہ کیا چنانچہ اختتام اس قصہ کا ایسے ہوا کہ موروثی جاگیر پر ونکا جی متصرف رہے اور نصف مباحل سیوا جی کو دیا کرے بقیہ وہ مقام جو بیجا پور کی قلعہ سے ہالہہ آئے سیوا جی کے دخل و تصرف میں رہیں مگر سیوا جی کے پہنچنے سے پہلے والی گولکنڈہ مغلوں سے تصدیق کر چکا تھا چنانچہ سیوا جی بلاپی اور ادوئی ضلعوں کو فتح کرنا ہوا راے گڈہ کو روانہ ہوا اور اٹھارہ سو اسی لاکھ روپے دیکر سنہ ۱۶۷۸ ع کے وسط کے قریب قریب راے گڈہ میں پہنچا *

مغلوں کی تدبیر مملکت میں کسی تبدیل و تغیر کے واقع ہونے سے گولکنڈہ کی ریاست پر دھاوا کیا گیا بیان اس کا یہ ہے کہ جب خان جہاں دکن کی نہایت سے منتقل ہوا تو دلیر خان اس کی جگہ قائم کیا گیا جو عالم گیر کے سرداروں میں سے شاید نہایت عمدہ سردار و لایق فایق افسر تھا اگرچہ فوج اس سردار کی بجائے خود اب بھی تہذیبی تھی مگر اس کی فوج کا بڑا حصہ ویسے ہی سرورما پٹھانوں سے مرکب تھا جیسے کہ وہ خود آپ تھا اور اس کی فوج کا نقصان اس کی ذاتی دلیری دلاوری سے پورا ہوا تھا بیجاپور کا بادشاہ اب بھی خرد سال تھا اور اس کے وزیروں محتافظوں میں بڑے بڑے انقلاب واقع ہوئی تھی منجملہ ان کے ایک وزیر سے دلیر خان نے موافقت بہم پہنچائی اور اس کی اعانت سے گولکنڈہ پر دھاوا کیا مگر تھوڑے دن گزرے تھے کہ یہ وزیر جو دلیر خان کا لڑائی میں ساتھی تھا موت اپنی مرگیا اور دلیر خان نے مسعود نامی حبشی کے استحقاق وزارت کی تائید و اعانت پر کمز باندھی اور اس وجہ سے بیجا پور کے صلاح و مشوروں میں بڑا غلبہ بہم پہنچایا مگر اورنگ زیب ان فائدوں سے راہی نہ ہوا اور شاہزادہ معظم کو نہایت سلطنت عنایت فرما کر دکن کو بائیں غرض روانہ فرمایا کہ بیجا پور والوں سے ملک و مال کا مطالبہ زیادہ کرے اور اس مطالبہ کی تعمیل ہو دلیر خان بحیثیت سپہ سالاری کے آمادہ ہونے چنانچہ اس حکم کی تعمیل میں بیجاپور والوں سے دوبارہ لڑائی شروع ہوئی اور خود بیجاپور کا محاصرہ کیا گیا اور جب کہ بیجاپور والی مایوس ہوئی تو اس کے وزیر نائب السلطنت نے سیواچی سے امداد چاہی جس نے آپ کو فوج معاصروں کے مقابلہ میں قوی نہ پا کر مغلوں کے ممالک مقبوضہ پر دھاوا کیا اور معمولی سختی سے زیادہ سختی برتی یعنی بہت سالوٹا کھسوتا یہاں تک کہ ایک بار ان شور فسادوں سے لوٹا ہوا بلکہ تعاقب کے مارے ہوگا آیا تھا کہ وہ ہلاک ہی ہوا ہوتا مگر تھوڑے عرصہ بعد ایسے زور

و قوت سے پھر نمایاں ہوا کہ ویسا کہی نمایاں نہوا تھا چنانچہ
مغلوں کے بہت سے قلعے خالی کرادیئے مگر دلیر خاں اب بھی
بیچتا پور کے محتصر سے ہر قایم تھا اور جبکہ بیچتا پور والے نہایت تنگ
ہوئے تو وہاں کے نائب السطنت نے سیوا جی کی بہت مفت سماعت کی
اور بقول اُسکے کہ — بلکہ بسودہ جانم تو ہوا کہ زندہ مانم * پس ازانکہ
میں زمانہ بیچتا کار خواہی آمد — یہ کہ لا بیچتا کہ ہماری امداد اس سے
پہلے چاہیئے کہ بعد اوسکے وہ کام نہ آوے سیوا جی اونکی درخواست پر
روانہ ہو چکا تھا کہ ناکہ اوسکو یہ ہرجہ لگا کہ سنباجی بیٹا اوس کا
مغلوں سے پیوستہ ہو گیا یہ کہ پرو جوان جسموں باپ کی لیاقتوں میں سے
دلاری کے سوا ے کوئی لیاقت پائی نہیں جاتی تھی یہاں تک عیاں
ہو گیا تھا کہ اوس نے ایک بڑھئی سے بڑے کام کا ارادہ کیا تھا جو کسی
بڑھمن کی جوڑ نہی اور سیوا جی نے یہاں اُسکے اوسکو قلعہ میں
مقید رکھا تھا اب وہ قید خانہ سے نکل بھاگا اور دلیر خاں سے پیوستہ ہو گیا
جو ہکمال سرور اُس سے بااں کھول کر ملا اور اُسکو اپنی پناہ میں اس
غرض سے لیا کہ وہ مرغلوں کو توڑ جوڑ کر باپ کا مد مقابل ہوگا اور تراڑو کے
پلوں کی طرح ہوا پورا مقابلہ کرے گا غرض کہ اس مقصد سے سیوا جی کو
پیشانی حاصل ہوئی مگر یہ پیشانی چند روز تھی اس لئے کہ
اورنگ زیب نے دلیر خاں کی تجویز کو نا پسند کیا اور یہ حکم صادر
فرمایا کہ سنباجی کو قید کر کے ہمارے خاص لشکر میں روانہ کرے مگر
دلیر خاں نے اپنے نام و تنگ اور اپنی ذمہ داری کو بٹہ نہ لگایا کہ اُسکی
گرفتاری سے اٹھائیں برقا اور اُس کو باپ کے پاس جانے دیا اسی عرصہ
میں بیچتا پور والوں کی طرف سے محتصر کا مقابلہ ایسا طویل طویل
ہو گیا جو قوت سے خارج تھا اور چونکہ سیوا جی نے پیشانی سے
نجات پائی تو اُس نے بیچتا پور کے بچالے میں ہمت لگائی اور بڑی
کوششیں کرتے چنانچہ دلیر خاں رسدوں کی بندی سے محتصر سے

آٹھانے پر مستحضر ہوا اور بیجا پور کی سرکار سے رفاقت کے بدلے میں وہ ضلع سیواجی نے پایا جو تمبدرہ اور کشنا کے درمیان میں واقع ہی اور والی بیجا پور کو جو حق حقوق اُس کے بلط ساہچی کی جاگیر پر حاصل تھے وہ سیواجی کو دیئے گئے حقوق مذکورہ کے حاصل ہونے سے سیواجی کو ونکاچی اپنے بھائی کی نسبت قبض و تصرف کا منصب زیادہ حاصل ہوا اور پہلی کامیابی کی حیثیت سے یہی اختیار اُس کو حاصل تھا ونکاچی نے انقلاب مذکورہ بالا سے رشک و حسد کے مارے جوگ ساہنے کا ارادہ کیا مگر سیوا جی کے تمام عزم ایک بیماری کے لاحق ہونے سے فسخ ہو گئے جسکے صدمہ سے پانچویں اپریل سنہ ۱۹۸۰ ع کو تریپن برس کی عمر کو پہونچکر مر گیا *

اگرچہ یہہ سیوا جی ایک بڑے سردار کا بیٹا تھا مگر اُسنے ابتدائے شعور سے ایسی بسر کرنی شروع کی تھی جیسیکہ لٹیرے پنڈارونکا دلاور متغنی افسر بسر کرتا ہی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ بڑا ہنر مند سپہ سالار اور ایک لایق فایق منتظم بن بیٹھا اور ایسی بڑی بات اپنی یادگار چھوڑ گیا کہ آج تک وہ بات کسی اُس کے ہموطن نے حاصل نہ کی بلکہ اُس کے لگ بھگ بھی نہ پہونچا یہہ مانا کہ اُس پاس کے ملکوں کی خرابی تباہی کے باعث سے ایسے خالی میدان اُس کو ہانہ آئے تھے جنکے ذریعہ سے اوس سے کمتر لیاقت کا سردار بھی فائدے اُٹھا سکتا مگر جس طرح کہ اُسنے اورنگ زیب کی غلط فہمیوں اور کوتاہ اندیشیوں سے اپنے دیوں و ملت کا جوش دلاکر اپنی قوم مرہٹوں میں قوم کی جمعیت پیدا کرائی اور آپ کو فائدہ پہونچایا اُسی طرح فائدے اُٹھانے کے لئے اوسے سردار کی سی عقل و دانائی درکار تھی اور انہیں خیالوں کے باعث سے جو اوسکی بدولت مرہٹوں کے دلوں میں پیدا ہوئے تھے اوسکی حکومت اوس زمانہ کے بعد بھی قائم رہی جب کہ وہ ناتوانوں کے ہانہوں میں آ گئی اور باوجود اکثر خانگی نزاعوں اور درونی خرابیوں کے جب تک قائم رہی کہ

آسیہ ہندوستان کے بڑے حصہ پر رعب داب اپنا قابم کیا اگرچہ ایسی لوٹ مار کی آزمائی سے جیسویکہ شیواجی نے جاری رکھی تھی بہت سی قبائلی لوگوں پر حقیقت میں ہوئی مگر خاص اوسکے دشمن گواہی دیتے ہیں کہ وہ اس قسم کی آزمائی کی خرابی برائوں کے کم و کوثاہ کرنے میں عمدہ عمدہ قانون قاعدوں کے ذریعہ سے جنگی تعمیل ایک سختی درشتی سے کرائی جاتی تھی جی جان سے ہمیشہ مایل و راغب رہا اور پچھلے وقتوں میں یہودہ خدالوں اور فاسد عقیدوں کی ضرورت سے ریاضت اوسکی بہت سخت اور شاق ہو گئی تھی مگر معام ہوتا ہی کہ اوسکی شاق مصیبت اور اعتقاد فاسد کے باعث سے لیاقت و استعداد اوسکی تیرہ و نازیک اور مزاج اوسکا قرش و ناکارہ نہ ہوا تھا *

سنہاجی کی حکومت کا بیان

جب کہ سنہا جی دلیر خاں سے الگ ہو کر آیا تو پناہ کے قلعہ میں دوبارہ مقید کیا گیا اور باپ کے مرنے تک مقید رہا غرض کہ سنہاجی کی گرفتاری اور نیز اوں بدتراری کے چند کلموں کے باعث سے جو شیواجی کی زبان پر سنہاجی کے آیندہ چال چلن کی نسبت بے ساختہ ائے تھے لوگوں کو یہہ حیلہ ہانڈہ آیا کہ شیواجی نے اپنے دہ سالہ دوسرے بیٹے راجہ رام کو جانشین اپنا تہرایا چنانچہ راجا رام کی ماں کے ساز و باز سے سارے ارگوں نے اس بات کو یقینی سمجھا اور برہمن وزیروں نے سنہا جی کے زور و ظام سے ہراساں اور راجا رام کی راجائی پر مدت کی صغر سنی سے شدائں ہو کر اوسی بات کو سچا تصور کیا اور سنہاجی کی درشتی قید کے حکم جاری کیئے اور شیوا جی کے مرنے کو وہاں تک چھپانے کا ارادہ کیا کہ راجا رام اپنے باپ کی گدی پر بیٹھے *

سنہا جی نے عین قید کی حالت میں کسی حکمت سے باپ کے مرنے پر اطلاع پائی اور اپنے محتاطوں سے اپنی تخت نشینی کا حال بیان کیا چنانچہ انہوں نے فی الفور اس کی حکومت کو تسلیم کیا مگر

وہ ایسا خائف تھا کہ پہلے اُس کو قلعہ سے باہر نکلنے کی جرأت نہ ہوئی مگر لوگوں کی رائیں اُس کے استغناق کی بابت معقول تھیں چنانچہ برہمن وزیر آپس میں لڑے چھوڑے اور جو فوج اُس قلعہ کے محتصرے کو آئی جس میں سنہا جی مقید تھا طرف دار اُس کی بنائی گئی حاصل یہ کہ ماہ جون سنہ ۱۶۸۰ء کو سنہا جی رائے گڈہ میں داخل ہوا اور اُس کی راجاٹی بلا حجت تسلیم کی گئی اب تک اُس نے چال چلن میں یہ ہوشیاری برتی کہ اُس کے ہوتاؤ سے وہ تعصب بہت رفع دفع ہو گئے تھے جو لوگوں کو اُس کی نسبت حاصل تھے مگر جبکہ وہ باپ کی گدی پر اچھی طوح بیٹھ چکا تو زور ظلم اور بیدرحمیاں ناخدا ترسیان اُس سے صادر ہوئیں اور لوگوں کا گمان نیک اُس کی طرف سے زایل ہو گیا چنانچہ اُسے سیواجی کی رائت یعنی راجارام کی ماں کو ایسی بڑی اذیت سے قتل کرایا کہ سسک سسک کر جان اُس کی نکلی اور اُس کے بیٹے راجارام کو مقید کیا اور اُن برہمن وزیروں کو جو اُس کی مخالفت پر سرگرم و آمادہ تھے جیلخانہ دکھایا اور باقی دشمنوں کو جو برہمنوں کا تقدس توکھتے تھے گردن مارا اور غیر ملکی کار باروں میں بھی جو تدبیر اُس نے برتی وہ نفسانی خواہشوں اور حیوانی عادتوں سے مغلوب تھی چنانچہ پہلے پھل یہ ہوتاؤ اُسے برتا کہ جنجیرہ کے حبشیوں سے لڑنا بہتر شروع کیا اور اُن پر دھارے کرنے لگا جنکی سیواجی سے ہمیشہ ان بن رہتی تھی اور سیواجی نے اُن کے مطیع و محکوم کرنیکے لیئے بڑی بڑی محنتیں کبھی اُٹھائی تھیں اور اس لیئے کہ یہ لوگ سنہا جی کی دارالریاست کے قریب رہتے سہتے تھے تو اُن سے لڑتے بھڑتے میں ایک اصلی غرض اور ذاتی شوق تھا اور اُسے اپنے خیالوں کو ایک دراز عرصہ تک انہیں لوگوں کے مطیع و تابع کرنیسیں ایسا مستعد رکھا کہ گریا اُن کے سوا کوئی قوم اُس کے مخالف نہیں یہاں تک کہ جب شاہزادہ اکبر ماہ جون سنہ ۱۶۸۱ء کو اُس کی فوج میں داخل ہوا

تو اُسی لڑائی میں مصروف رہا اور کسی مہم کا ارادہ نہ کیا ہاں تعظیم و تکریم اُسکی بہت سی کی اور اُس کو ہندوستان کا بادشاہ تسلیم کیا مگر اورنگ زیب کے مقابلہ میں اُس کے استحقاق باطل کی کوئی تائید ایسی نہ کی جس سے اُس کے استحقاق و دعویٰ کو فائدہ پہونچے اکثر کے آنے سے راجارام کے خفیہ مخبر خواروں نے اس بات کو ممکن تصور کیا کہ شاید وہ راجارام کو باپ کی گدی کا جائز بتا دے اور اُسی کو منظور کرے مگر یہ بات اُن کی جلد کھل گئی اور وہ بڑے بڑے سردار جو اس سازش میں شریک و شامل تھے ہاتھوں کے پائوں میں ڈالی گئے منجملہ اُن کے سیواجی کا وہ برہمن وزیر بھی تھا جس نے سیواجی کی بڑی بڑی خدمتیں کی تھیں اور جیسا کہ وہ خدمت شایستہ کی جہت سے سنگین سزاؤں سے محفوظ تھا ویسا ہی برہمن ہونی کی وجہ سے مامروں و مصئون تھا مگر خلاف اُس کے عمل میں آیا *

اِن فتانوں کے باعث سے تمام لوگ سنباجی کی حکومت سے ناراض ہوئی اور بہہ ناراضی اور ایسی صورتوں کے باعث سے بھی ترقی پکڑ گئی چنانچہ اُس نے باپ کے وزیروں سے غفلت برتی یا ظلم اُن پر کیا اور ریاست کے سارے کام ایک برہمن کاوشا نامی کو تفویض کیئے جو ہندوستان خاص سے آیا تھا اور اُس نے سنباجی کے التماس و توجہ کو اُسکی ہوائیوں کے ترقی دینے اور دلیر کرنے اور اپنے ظاہری کمالوں اور دلپذیر طوروں کے چٹانے سے حاصل کیا تھا *

کاوشا کی صلاح و مشورہ پر نہایت شوق ذوق سے سنہ ۱۶۸۲ کو چندچیرہ کے مقابلہ میں لڑائی کے نام ناچ کی پیروی کی چنانچہ اُس نے اس غرض سے کہ وہ جزیرہ ہندوستان کے براعظم سے شامل ہرجارے سمندر کے اُس کنارے کو مٹی سے بھر دانا چاہتا جو درمیان میں حائل تھا اور بعد اُس کے کشتیوں کے ذریعہ سے دھاوا کیا مگر یہ جہد و جہد اُسکی ضایع گئی اور جبکہ وہ محاصرے کے اٹھالے پر مجبور ہوا تو زنب

و ملال آسکا اسوجھہ سے اور بھی زیادہ ہوا کہ حبشیوں نے جزیرہ سے نکل کر آس کے گاؤں گرانڈوں کو لوٹنا شروع کیا اور بعد آس کے تھوڑے دنوں گزرنے پر وہ بڑا نقصان انہوں نے پہونچایا جسکا صدمہ خاص آس کے دل کو پہونچا یعنی آس کے جہازوں کے بیڑہ نے مین سمندر میں شکست اُن سے کھائی سنہاجی ان نقصانوں کے پہونچنے سے بھڑکا ہوا اور اُن یورپ والوں کے ذمہ جو سمندر کے کنارے پر بستی تھے یہہ تہمت لکائی کہ انہوں نے حبشیوں کی اعانت کر کے یہہ نقصان اُن کے ہاتھوں سے پہونچوائی غرض کہ پرتگال والوں سے بذاتہ خود لڑائی شروع کی جن سے سیواجی بھی لڑتا بھڑتا رہتا تھا اور علیٰ ہذا القیاس انگریزوں سے بھی عداوت پیدا کی جن سے اب تک برابر دوستی چلی آتی تھی ان خفیف قصے قضایوں میں مغلوں کے دھاروں سے خلل پڑا جن سے اورنگ زیب کی آمد آمد کے آثار نمایاں ہوئی اور جب کہ سنہاجی حبشیوں کے مقابلہ میں مصروف تھا تو اُس زمانہ میں بھی اُس کے سردار دکن میں معطل نہ بیٹھے تھے مگر فوج کے انتظام و قاعدوں میں سستی واقع ہوئی تھی چنانچہ وہ بدانتظامی اور خرابیوں سمیت دم بدم زیادہ بڑھتی گئی جو راجہ کی ناکارہ عادتوں سے پیدا ہوئی تھی اس لیے کہ وہ تمام وقت اپنا عیاشی اور کالہی میں صرف کرتا تھا یہاں تک کہ جس مال فراواں و دولت بے پایاں کو سیواجی نے چھوڑا تھا وہ بہت جلد اُسے ضایع کیا اگرچہ کلوشا اُسکے وزیر نے محاصل کے بڑھانے سے لوگوں کو بہت بدگمان اور زیادہ ناراض کیا مگر خرچ حکومت کے لیے وہ محاصل کافی نہ ہوتا تھا اور جبکہ فوج کی تنخواہیں باقیات میں پڑنے لگیں تو فوج اُن غنیمتوں سے کام اپنا چلانے لگی جو مہموں سے حاصل ہوتی تھیں اور انتظام آسکا ایسا بگڑ گیا کہ سیواجی کے عہد حکومت میں جیسی وہ فوج باقاعدے تھی ویسے ہی اب حریص اور خونخوار اور غارتگر ہو گئی اور یہی حال آسکا اب تک برابر چلا آتاہی *

عالمگیر اس زمانہ میں اودھے اور والی سے عہد نامہ کرچکا تھا بعد اُس کے اُس نے فوج کا ایک ٹکڑا چودہ پور کے قصبہات و دیہات کی تباہی پر چھوڑا اور سنہ ۱۶۸۳ء کو ساری فوج اپنی قلمرو کی ہمراہ لپکر دکن کو روانہ ہو *۔

اگر اورنگ زیب سنباجی کے دہانے کی غرض سے بیجا پور اور گولکنڈہ کے بادشاہوں کی رفاقت پیدا کرتا اور دکن کے امن چین کے قائم رکھنے کی نظر سے وہ عمدہ ذریعہ عمل میں لانا تو یہہ تدبیر اُس کی نہایت معتول ہوتی اور بغایت راس آتی مگر شاید اُس نے یہہ سمجھا ہوچکا کہ مرہٹوں کی نسبت وہ دونوں بادشاہ اُسکی زیادہ بد خواہ اور مخالف ہیں اور وہ جی جان سے شریک اُسکے نہونگے اور جب تک یہہ دونو ریاستیں قائم رہینگیں تب تک سنباجی کی ہٹا کا تھکانا قائم رہیگا اور یہہ بات بھی قرین قیاس ہی کہ اورنگ زیب کا مقدم مطلب یہہ تھا کہ پہلے یہہ دونو ریاستیں فتح ہو جاویں اور جبکہ یہہ بڑے بڑے کام انجام کر پھونچینگیں تو سنباجی کا معکوم ہونا لازمی نتیجہ اُن کا ہوگا چنانچہ اُن بادشاہوں کے باہم جنگ و جدال اور مرہٹوں سے اُنکی ناچاقی بد مزگی دیکھ دیکھ کر خوشی کے مارے پھولا نسباتا تھا اور اُن کے خانگی نزاعوں کے ہڑگانے میں زور و ہمت لگاتا تھا اور ایسی آلتی سمجھی تھی کہ جس قدر شور و فساد اور خرابی پریشانی دکن میں زیادہ ہوگی اُسی قدر سنباجی کو فائدہ ہوگا *۔

سنہ ۱۶۸۳ء میں پہلے پہلے مرہاٹوں کی جانب روانہ ہوا اور اورنگ آباد کی مانند جہاں بعد اُس کے قیام پذیر ہوا تھا ایک مدت تک وہاں مقیم رہا اور اس عرصہ میں ملکی مالی بندوبست کیئے گیا اور اپنے دیوانہ پن سے جزیہ کے وصول کرنے میں بڑی تاکید اور کمال اصرار اُس نے کرتا جس کے وصول سے اُس کے سیدھے سادھے افسر بھی نظر بمصلحت خاص مرہٹوں سے تھہ ہنوز اُس نے برہان پور سے کوچ نہ کیا تھا

کہ شاہزادہ اعظم کو بہت سی فوج دے کر اُن پہاڑی قلعوں کی فتح و کشایش پر روانہ کیا جو ایسی مقاموں میں واقع تھے جہاں کوہ چاندور کا سلسلہ گھاٹوں سے ملتا ہے اور شاہزادہ معظم کو فوج ملے اور سے بہت زیادہ فوج دیکر سنہ ۱۶۸۴ ع میں اِس غرض سے روانہ فرمایا کہ کنکان پر دھاوا کر کے ممالک سنہاجی کے جنوب اور بیچنا پور کی سرحد میں گھس بیٹھے جارے اور جیسا کہ اِس بات کا سمجھنا دشوار و مشکل ہے کہ افواج مذکورہ کو ایسی طرح مصروف کرنے سے کیا مقصود اُس کا تھا ویسا ہی یہہ معلوم کرنا بھی سہل و آسان نہیں کہ اُن طریقوں کے برتاؤ میں جو اُس نے پسند کیٹی تھے لڑائی کے اصول و قاعدے کیا تھے سالیہ کے مضبوط و مستحکم قلعہ کو اُس کے حاکم نے شاہزادہ اعظم کو اُن سازشوں کے واقع ہونے سے حوالہ کیا جو پہلے سے ہو گئی تھیں اور غالب یہہ ہے کہ ایسی خفیف سازش کے دھوکہ سے ایک فوج اپنی بادشاہ نے شاہزادہ ممدوح کی زیر حکومت کو کے ایسے مقام کی جانب روانہ کی تھی جو اُس کی باقی فوج سے ملا ہوا نہ تھا مگر سواروں † کی بڑی فوج کا بھیجنا کنکان کے پہاڑوں اور ایسے جہاز چھنکڑوں میں جہاں سڑکوں اور گھاس چارے اور میدان کا نام و نشان بھی نہ تھا ایسی کم فہمی کی دلیل ہی جسکے عذر اور سبب کا بیان کسی طرح متصور نہیں ہوتا شاہزادہ معظم کنکان کے سارے طول میں بے کہنکے گذر گیا اور کوئی ممانع مزاحم اُس کا نہوا مگر گویا کے متصل پہونچنے تک گھوڑے اور بیل اور اونٹ اُس کے ضایع ہو گئے اور لوگ اُس کے کھانے پینے کی کمی کوتاہی کے صدمہ اٹھانے لگے اور یہہ تکلیف اس سبب سے بہت زیادہ ہوئی کہ سنہاجی نے گھاٹوں کے رستے بند کیئے تھے اور جو سامان اُن کی مدد رسائی کو سمندر کی راہ سے آتے تھے اُسکے جنگی جہازوں نے اُن کو لوٹ کھسوٹ برابر کیا تھا اور جب کہ شاہزادہ معظم گھاٹوں سے ایدھر کے ملک میں اپنی رہی

† اورم صاحب لکھتے ہیں کہ وہ سوار چالیس ہزار تھے

سہی فوج سمیت جو گہروں کے نہونے سے پیادہ پا چلتی تھی داخل ہوا تو اُسے آپ کو بڑا نصیبی والا تصور کیا مگر ابھی آپ دھوا کی برائی اور غیر معمولی غذا کا نقصان اُس کے پیچھے لگا رہا اور مقام دالوہ میں جو سرچ کے متصل دریائے کشنا کے کنارے پر واقع تھی اور ہوسات کے قتل جانے کی غرض سے وہاں اُس نے چھارنی دالی تھی وہاں ہتھیار اُسکی فوج میں پھیلا اور بہت سے لوگ اُسکے سرگئے اور جب کہ ہوسات کا موسم گذر گیا تو معظم کر یہ ہمدانیت کی گئی کہ جنوب مغرب کی جانب سے پیدجا پور کے مالک میں ایسی داخل ہورے کہ شاہزادہ اعظم کی فوج سے اُمید جو پہاڑی قلعہ کی ناکامی کے بعد پیدجا پور کے دھواہ کی غرض سے بڑی بہاری فوج سمیت اوس جانب کو روانہ کیا گیا تھا اور اوسے زمانہ میں یعنی سنہ ۱۶۸۵ ع میں خود بادشاہ احمد نگر کی جانب روانہ ہوا اور کسب قدر فوج اورنگ آباد میں خاں جہاں کے زیر حکم اس غرض سے باقی چھوڑی کہ ضرورت کے وقت موجود رہے بادشاہی فوج کے روانہ ہونے سے سنبھالی کو اوس حملہ کے انتقام کا موقع ہاتھ آیا جو اوسکے ممالک متروکہ پر مغلوں کی درز دھوپ اور سہی اور کوشش سے واقع ہوا تھا چنانچہ اوسنے کنگاں کے شمال میں بادشاہی فوجوں کے دائیں بازو پر تھوڑی تھوڑی فوج اپنی اکھٹی کی اور اوس فوج لے بڑی تیزی تندی سے پیچھے پیچھے کوچ کر کے برہانپور سے بڑے شہر کو لوٹا کھسوتا اور بہر کنگاں کو لوٹ کر چلی گئی اور جو ملک اوسکے رستہ میں پڑے اور وہ اُن پر گذری تو اُن کو جلا پھونک کر خاک سیاہ کیا اور ایسی چالاکي اور ہوشیاری سے آنا جانا ہوا کہ جب خاں جہاں نے ایسی راہ پر کوچ کیا جہاں اُنکے روکنے اور پکڑنے چکرنے کی توقع تھی تو آپ کو اُن کی راہ باز گشت سے بہت دور اور الگ تھلک پایا *

اسی زمانہ میں شاہزادہ اعظم نے شولاپور کو فتح کیا تھا اور پیدجا پور

کو اگی بڑھا جاتا تھا مگر جو فوج اُس کے مقابلہ کو بیجاپور والوں نے روانہ کی تھی وہ ایسی بھاری تھی کہ وہ اُس کا مقابلہ نہ کر سکا اور دریا سے پیچھے لوٹنے پر مجبور ہوا اور شاہزادہ معظم ایسا کم زور ہو گیا تھا کہ کسی جانب کو کوچ نہ کر سکتا تھا اور تازی کمک کا منتظر بیٹھا تھا چنانچہ جب امداد اُس کو پہونچتی تو اُس کی حفظ و حراست میں توڑتی پھوڑتی فوج سمیت احمدنگر میں داخل ہوا *

مذکورہ بالا ناکامیوں کے بعد اورنگ زیب آپ بذات خود شولاپور کو روانہ ہوا اور شاہزادہ اعظم کو پہلی فوج کے علاوہ اور فوج دیکر اگی کو روانہ کیا اگرچہ شولا پور اور شاہزادہ ممدوح کی فوج میں تھوڑا سا فاصلہ حایل تھا مگر باوصف اس قرب مسافت کے بیجاپور کی فوج نے اُن کی رسد کو بند کیا یہاں تک کہ اگر غازی الدین غلہ کی ایک باربرداری کو اپنی تدبیر و حکمت سے شاہزادہ کی فوج تک نہ پہونچاتا تو فوج اُس کی بھوکوں کے مارے لوٹ پھٹ کر مرجاتی *

غرض کہ کہ شاہزادہ ممدوح کی کار گذاری کا اثر دشمن کے دل پر بہت تھوڑا ہوا یہاں تک کہ سنہ ۱۶۸۶ ع میں خود بادشاہ ہی بیجاپور کے محاصرہ پر متوجہ ہوا *

جب کہ بیجاپور کی لڑائی کی نوبت یہاں تک پہونچتی تو مرہٹوں نے بادشاہی لوگوں کو جنوب کی جانب سراپا مایل پا کر اُن کی پشت کے ملکوں میں دست اندازی شروع کی چنانچہ بڑوچ کے شہر کو خوب سا لوٹا اور گجرات اور اُس کے قریب کے ضلع کو تباہ کرتے ہوئی اپنے مقاموں کو واپس چلے آئی مگر یہہ بات اچھی طرح واضح نہیں ہوتی کہ سنیا جی نے یہہ مہم اپنے عزم و ارادہ سے کی تھی یا دکن کے بادشاہوں نے اُس کو براہ کبختہ کیا تھا اس لیٹی کہ اُس زمانہ میں اُس میں اور گولکنڈہ کے بادشاہوں میں رفاقت قائم تھی اور یہہ عہد آپس میں تھرا تھا

† یہہ غازی الدین حیدر آباد کے نواب حال کا مرثیہ اعلیٰ تھا ۱۲

کہ جب کوئی غنیمت آکر سوارے تو ایک دوسرے کی اعانت کرتے اور جب کہ یہ رفاقت اور نگ زیب پر کھل گئی تو اُس نے سندا جی سے بے پروائی برتی اور اسی امر کو عداوت کی وجہ قرار کر گولکنڈہ کے ارادہ پر فوج اپنی روانہ کی مگر جو فوج اُس نے اس مہم پر بھیجی تھی وہ اُس کے لیٹی کافی وائی نہ تھی اس لیٹی کہ بڑی بڑی فوجوں کے حاکموں سے بغاوت کا شک شبہ اُس کو رہتا تھا تو بڑے عرصہ گزرنے پر پہلی فوج کی تائید واعانت کی نذر سے بہت سی فوج کو شاہزادہ معظم کی تخت حکومت کے آسکے بھیجی روانہ کیا جو پہلی بھیجی دونوں مذکورہ بالا فوجوں کا حاکم ہوا تھا مگر گولکنڈہ کی سلطنت کا حال ایسا خراب و ابتر تھا جیسا کہ بیجاپور کی ریاست کا تھا اس لیٹی کہ ابوالنصر نانا شاہ گولکنڈہ کا حاکم عیض اور کامل تو ضرور تھا مگر لوگوں میں معزز اور ممتاز بھی تھا اور اُس کی حکومت کا انتظام اور ملک و مباحل کا اہتمام ایک بڑھن سندا پلندہ ناسی کی سعی و ہمت سے بخوبی ہوتا تھا جس پر اعتماد و بھروسہ کرنے سے اُس نے بڑی دانائی برتی تھی مگر اس بڑھن کی مدارالہمی مسلمانوں اور منجمد اُن کے مخصوص ابراہیم خاں کو سخت ناگوار تھی جو ساری فوج کا سپہ سالار تھا اس لیٹی کہ اگر کوئی اور انتظام واقع ہوتا تو وزارت اُسی کو ہوتی غرض کہ اُس ناگوار پر یہ نتیجہ مترتب ہوا کہ جب شاہزادہ معظم پاس آگیا تو ابراہیم خاں ایک بڑا حصہ فوج کا ہوا اپنے لیے شاہزادہ مدوح کی خدمت میں پہنچا اور اسی قسم کے شور و فساد میں جو خاص حیدرآباد میں برپا ہوا تھا مدناپتہ مارا گیا اور نانا شاہ اپنے بھائی قلعہ میں پناہ گزیر ہوا اور حیدرآباد اُس کا دارالسلطنت تین دن تک لٹتا رہا اور غنیم کے تصرف میں آیا شاہزادہ نے فوج کی لوٹ مار کی روک تھام میں جو خلافت قاعدے واقع ہوئی تھی نہایت کوشش برتی اور بادشاہ اُس سے نہایت ناراض ہوا اور ناراضی کی یہ وجہ نہ تھی کہ معظم نے آدمیت یا مصلحت برتی

بلکہ اُس کو یہہ شبہہ گذرا کہ معظم نے اپنی بلند نظریوں کی غرض سے بہت سی غنیمت کو غلبہ کر کے وہ خزانہ اپنے تخت و قسور میں رکھا جو سرکار میں جمع ہوتا جیسا کہ خود اورنگ زیب نے ایک ایسے موقع پر باپ کے زمانہ میں کیا تھا غرض کہ گولکنڈہ کے بادشاہ کو اتنا دباوا کہ اُس نے بہاری رقم کے ادا کرنے پر آشتی کی بعد اُس کے بیجاپور کا ارادہ ہوا اور فوج اُس جانب کو روانہ کی گئی *

معاوم ہوتا ہی کہ بیجاپور کی فوج اس زمانہ میں باقی نہ رہی تھی اس لیٹی کہ بیجاپور کی رونی کا محیط چھ میل کا تھا اور عالمگیر اُس کو چاروں طرف سے محصور کر سکا اور محاصرہ کے علاوہ فوج کے ایک حصہ کو باقاعدے حملہ اور شگاف کرنے میں لگاسکا یہہ پورا محاصرہ ایسی خوبی سے قائم رہا کہ جب شگاف گھس بیٹھہ کے قابل ہو گیا تو شہر کے رہنے والی کھانے پینے کی کمی کوتاہی سے بڑی دقت میں پڑے اور محصور سپاہی اگرچہ گنتی میں تھوڑے تھے مگر پتھوں والی کی ضرورت سے یہہ مناسب سمجھا گیا کہ ان کو مفید شرطیں عنایت کیجاویں اورنگ زیب ایک ہاکے پہاڑی تخت پر بیٹھ کر شگاف کی راہ سے شہر میں داخل ہوا اور صغیر سن بادشاہ کو گرفتار کیا اور بیجاپور سی دارالحکومت کو تباہ کر کے چھوڑا چنانچہ آج تک وہ شہر اُسی حالت میں مبتلا ہے یہہ واقعہ پندرہویں اکتوبر سنہ ۱۶۸۶ ع میں واقع ہوا + *

+ بیجاپور کی شہر پناہ سنگین اور تراشیدہ پتھروں سے بنی ہوئی اور نہایت بلند ہی اور آج تک ثابت ہے اور جو سرکاری عمارتیں اُسکے اندر واقع ہیں اُنکے مینار اور گنبد شہر پناہ سے اسقدر اڑبھرے ہوئے ہیں اور در سے دکھائی دیتے ہیں کہ دیکھنے والوں کو یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ شہر آباد اور سرسبز ہی مگر جبکہ اندر جاکر دیکھتے ہیں تو بستی کو سنسان اور مکانات کو کھنڈر پاتے ہیں گہری خندق اور دوہرے دوہرے پشتوں سے جو شہر پناہ کی حفظ و حراست کی نظر سے بنائے گئے اور قلعہ کے عمدہ مکانات کے کھنڈروں اور ٹوٹی دیواروں کے ڈھیروں سے دربار بیجاپور کی پہلی شان و شوکت ثابت ہوتی ہی اُسکی عالیشان عمارتوں میں سے جامع مسجد بڑی عالیشان عمارت ہی اور ابراہیم عادل شاہ کا مقبرہ جو پہلے مذکور ہرچکا اپنی خوش قطعی اور پاکیزگی تعمیر سے

جنوں ہی کہ بیجاپور کی فتح سے فراغت حاصل ہوئی تو اورنگزیب نے گولکنڈہ کے بادشاہ سے آشتی کے توڑنے اور اُسکے پورا پورا تباہ کرنے کا ارادہ کیا اور جن تدبیروں کے ذریعہ سے یہ کام اُس نے حاصل کیا وہ ایسی ہی خفیہ و ذلیل و فاکارہ تھیں جیسا کہ یہ کام اُسکا شرافت کے خلاف اور دیانت کے مخالف تھا تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اُس نے اپنی فوج اُس کے ملک کی قاصروں میں اس حیلہ سے بھرنیچنی کہ حج کے ارادہ پر جانا ہوں اور اس حوالہ سے بہت سا روپیہ نقد اور بھاری بھاری رقمیں نقد و ہرجہ کی رو سے حاصل کریں اور اُسکی ہمدردی اور اُس کے مہر و مصعبت کے حاصل کرنے پر بڑی خواہش ظاہر کی مگر اسی عرصہ میں گولکنڈہ کے دزدوں سے ساز باز ایسا کر رہا تھا اور اُسکی فوج کو خراب و عیاش بنا رہا تھا یہاں تک کہ جب کام اُسنا بخند ہو گیا تو اُس نے ایک اشتہار اس مضمون سے جاری کیا کہ گولکنڈہ کا بادشاہ کافروں کا حامی ہی بعد اس کے بہت جلد اُس کے قلعہ کا محاصرہ کیا معلوم ہوتا ہی کہ ابوالحسن نے اس وقت سے اپنے زمانہ میں کو اٹھا رکھا تھا اس لیے کہ اگرچہ فوج اُسکی اُسکو چھوڑ کر بہانہ گئی تھی مگر دلاوری دلاور کی بدولت سات مہینے تک گولکنڈہ کو غلاموں کے ہاتھوں سے بچائے رکھا یہاں تک کہ اسی کے لوگوں نے ساتھ اُس کے دعا کی اور اُسکو دشمن کے حوالہ کیا بعد اُس کے جو اقتت اُس پر نال ہوئی اُسکو ایسی جبر و ممانعت سے اُسے اڑھایا جسکی

اطراف و اکناف میں مشہور و معروف ہی مگر حقیقت یہ ہے کہ اس ساری نقا میں متعدد عادل شاہ کا مقصد ایسی عجیب عمارت ہی جسکا کتبہ ایسا بلند اور چرزا رکھتا ہی کہ جہنم سے دیکھیں وہی نظر پڑتا ہی اگرچہ اُس مقصد میں تکلف و آرائش کی کوئی بات پائی نہیں جاتی مگر اُسے مذہب و قامت کی مہرب اور بڑی طوائف اور نہایت بڑی سادگی سے ایسی شوکین حالت پرستی ہی کہ اُس دیرانی اور شکستہ حالی سے بغایت مناسب دکھائی ہی جو اُسکے چاروں طرف چھائی ہوئی دھبائی دیپتی ہی (گرینڈل صاحب جلد ایک صفحہ ۳۲۰) قندروں کے دیکھنے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ ایسی چوڑی سی ریاست ایسی بڑی دارالحکومت کو کس طرح قائم رکھ سکتی ہوگی

بدولت اُسکی رعایا اور اُسکی آل و اولاد کو یاد اُسکی آجنگ عزیز و مکرم ہی یہہ واقعہ ستمبر سنہ ۱۶۸۷ع میں واقع ہوا *

معاصرے کے زمانہ میں شاہزادہ معظم اور ابراہیم خان شاہ کے درمیان میں شاہزادہ کی کوتاہ بینی اور ناعاقبت اندیشی سے کچھ خط کتابت جاری رہی اور نگزیم اُس خط کتابت سے آگاہ ہوا اور وہ خفقتہ شک شبہی جو معظم کی نسبت قائم تھے بیدار ہو گئے اور اُس خط و کتابت کا مطلب یہہ تھا کہ وہ اپنے باپ اور نانا شاہ کے پیچ میں پڑ کر آشتی کر دے مگر اورنگزیب کو اپنے وہم و گمان کے استحکام کے لیے جو ایک مدت سے معظم کی نسبت براہو چلے آتے تھے ایک بہانہ ہاتھ آیا اور فی الفور اُسکو نظر بند کیا جو سات برس تک نرم گرم قید میں مقید رہا معلوم ہوتا ہی کہ شاہزادہ مدوح سے کبھی کوئی ایسی حرکت صادر نہ ہوئی ہوگی جس سے عالمگیر اُسکی طرف سے مشتبه اور اندیشہ ناک ہووے اس لیے کہ سب لوگوں نے اُس کو عقیل و ہوشیار اور حامی سلیم بیان کیا ہی چنانچہ برنیر صاحب لکھتے ہیں کہ کوئی غلام بھی زیادہ اُس سے مطیع و متحکم نہیں ہو سکتا اور جیسا کہ بحسب ظاہر بلند نظری اور الوالعزمی سے وہ خالی معلوم ہوتا تھا ویسا کوئی معلوم نہیں ہوتا مگر صاحب موصوف نے یہہ کنایہ لکھا ہی کہ جو کہ خود عالمگیر کا چال چلن بھی اپنی جوانی میں ایسا ہی تھا تو شاید یہی خیال اورنگزیب کو اُس کی نسبت گذرا ہوگا + *

عالمگیر نے اپنے ارادوں کو بلندی کی غایت پر پہونچایا مگر ایسی پیچ آسنے ہوئے تھے کہ اُسکی بڑے بڑے پھل خاص اُسکو اور بعد اوس کے اوسکی آل و اولاد کو پہونچنی والی تھے اس لیے کہ وہ ساری حکومتیں جو دکن میں قائم تھیں اور اُنکی بدولت کسیقدر امن چین اوس جگہ قائم تھا یکتلم اب نیست و نابود ہو گئیں اور خاص و عام کی معیشت

جوں ہی کہ بینجاپور کی فتح سے فراغت حاصل ہوئی تو اورنگ زیب نے گولکنڈہ کے بادشاہ سے آشتی کے توڑنے اور اُسکے ہوا ہوا تباہ کرنے کا ارادہ کیا اور جوں تدبیروں کے ذریعہ سے یہ کام اُس نے حاصل کیا وہ ایسی ہی خفیہ و ذلیل و ناکارہ تھیں جیسا کہ یہ کام اُسکا شرافت کے خلاف اور دیانت کے منافی تھا تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اُس نے اپنی فوج اُس کے ملک کی قلعہ میں اس حیلہ سے پہونچائی کہ حج کے ارادہ پر جانا ہوں اور اس حیلہ سے بہت سا روپیہ نقد اور بھاری بھاری رقمیں نقد و ہینڈ کی رو سے حاصل کیں اور اُسکی ہمدردی اور اُس کے مہر و محبت کے حاصل کرنے پر بڑی خیرامش خاطر کی مگر اسی عرصہ میں گولکنڈہ کے دزموں سے ساز باز اپنا کر رہا تھا اور اُسکی فوج کو خراب و عیاش بنا رہا تھا یہاں تک کہ جب کام اُسکا بھٹک ہو گیا تو اُس نے ایک اشتہار اس مضمون سے جاری کیا کہ گولکنڈہ کا بادشاہ کانوروں کا حامی ہی بعد اس کے بہت جلد اُس کے قلعہ کا محاصرہ کیا معلوم ہوتا ہی کہ ابوالحسن نے اس وقت سے اپنے زمانہ میں کو اونہا رکھا تھا اس لیے کہ اگرچہ فوج اُسکی اُسکو چھوڑ کر ہٹا گئی تھی مگر داری دلاور کی بدولت سات مہینے تک گولکنڈہ کو غنیمتوں کے شائقوں سے بچائے رکھا یہاں تک کہ اسی کے لوگوں نے ساتھ اُس کے دغا کی اور اُسکو دشمن کے حوالہ کیا بعد اُس کے جو اقت اسپر مال ہوئی اُسکو ایسی صبر و متانت سے اُسنے اڑھایا جسکی

اطراف و انصاف میں مشہور و معروف ہی مگر حقیقت یہ ہے کہ اس ساری فضا میں محمد عادل شاہ کا مقبرہ ایسی عجیب عمارت ہی جسکا گنبد ایسا بلند اور چوڑا تھا کہ جسے دیکھ کر دماغ بڑھتا ہی اگرچہ اُس مقبرہ میں تکلف و آرائش کی کوئی بات پائی نہیں جاتی مگر اُسکے قد و قامت کی مہیب اور بڑی طرانی اور نہایت بڑی سادگی سے ایسی شمعیں نکلتی ہوتی ہی کہ اُس ویرانی اور شکستہ عالی سے بغایت مناسبت رکھتی ہی جو اُسکے چاروں طرف چھائی ہوئی دھواں دیتی ہی (کریشنڈ صاحب جلد ایک صفحہ ۳۲۰) ڈاکٹروں نے دیکھنے سے یہ خیال پیدا ہوتا ہی کہ ایسی چھوٹی سی دیانت ایسی بڑی دارالتکومت کو کس طرح قائم رکھ سکتی ہوگی

بدولت اُسکی رعایا اور اُسکی آل و اولاد کو یاد اُسکی اچھٹک عزیز و
مکرم ہی یہ واقعہ ستمبر سنہ ۱۶۸۷ ع میں واقع ہوا :

معاشرے کے زمانہ میں شاہزادہ معظم اور ابراہیم خان تانا شاہ کے
درمیان میں شاہزادہ کی کوتاہ بینی اور ناعاقبت اندیشی سے کچھ خط
کتابت جاری رہی اورنگزیب اُس خط کتابت سے آگاہ ہوا اور وہ خفتہ
شک شدہی جو معظم کی نسبت قائم تھے بیدار ہو گئے اور اس خط و کتابت
کا مطالبہ کیا کہ وہ اپنے باپ اور تانا شاہ کے بیچ میں ہرگز اُشتی
کرانے مگر اورنگزیب کو اپنے دہم و گمان کے استہکام کے لئے جو ایک
مدت سے معظم کی نسبت برابر چلے آتے تھے ایک دہانہ ہاتھ آیا اور
فی الفور اُسکو نظر بند کیا جو سات برس تک نرم گرم قید میں مقید رہا
معلوم ہوا ہی کہ شاہزادہ معدوح سے کبھی کوئی ایسی حرکت صادر
نہوئی ہوگی جس سے عالمگیر اُسکی طرف سے مشتہم اور اندیشہ ناک
ہوئے اس لئے کہ سب لوگوں نے اُس کو عقیل و ہوشیار اور حلیم سلیم
بیان کیا ہی چنانچہ برٹیر صاحب لکھتے ہیں کہ کوئی غلام بھی زیادہ اُس
سے مطیع و منکوم نہیں ہو سکتا اور جیسا کہ بحسب ظاہر بلند نظری اور
الوالعزمی سے وہ خالی معلوم ہوتا تھا ویسا کوئی معلوم نہیں ہوتا مگر
صاحب موصوف نے یہ کافیہ لکھا ہی کہ جو کہ خود عالمگیر کا چال چلن
بھی اپنی جوانی میں ایسا ہی تھا تو شاید یہی خیال اورنگزیب کو
اُس کی نسبت گذرا ہوگا † :

عالمگیر نے اپنے ارادوں کو باغدی کی غایت پر پہونچایا مگر ایسی
بیچ آئے ہوئے تھے کہ اُسکی بڑے بڑے پہل خاص اُسکو اور بعد اوس کے
اُسکی آل و اولاد کو پہونچانی والی تھے اس لئے کہ وہ ساری حکومتیں
جو دکن میں قائم تھیں اور انکی بدولت کسب قدر امن چین اوس جگہ
قائم تھا یقیناً اب نیست و نابود ہو گئیں اور خاص و عام کی معیشت

کا قہقہہ جو مذکورہ بالا سلطنتوں سے علاقہ رکھتا تھا سارا بکڑ گیا اور پراگندہ
 اوزار دکن کے فساد فزاعوں کے ایسے اصول و عناصر ہو گئے اگرچہ پٹھانوں
 اور غیر ملکی سپاہیوں نے جو دکن کی تباہ شدہ ریاستوں کے نوکر چاکر
 تھے اور نگزیب کی ملازمت اختیار کی ہوگی مگر ان دونوں ریاستوں کی
 فوجوں کے بقیہ لوگ سنبھلی کے شریک و شامل ہوئے اور بجائے خود
 لوٹنے کہرتے پر منحصر ہوئے اور دور دور کے زمینداروں نے خود مختاری
 کا مقام و موقع ٹکا اور ساری لڑائیوں اور قزاقیوں میں جو اونسے ظہور میں
 آئیں ہمیشہ مرہٹوں کی وفات اعانت پر آمادہ رہے چنانکہ دکن کی
 یہ انتظامیوں کا اختتامی مہرہ سمجھتے تھے اور مغلوں کی وہ زمیندار رعایا
 اپنے مالکوں یعنی مغلوں سے ناراض تھی جو زیر طغاب اونکی بستی تھی اور
 بوجہ مذکور اور مذہبی متبابہ کے خیال و تصور سے جو نیا پیدا ہو گیا
 تھا اونکی دشمنوں کی امداد و اعانت پر آمادہ رہتی تھی غرض کہ برخلاف
 اس چند روزہ اقبال اور دو چار دن کے عروج کے جیسا ظہور گولکنڈہ کی
 فتح ہونے پر نمایاں ہوا تھا اور نگزیب اسی واردات یعنی فتح گولکنڈہ
 سے اور مسلسل آفتوں مصیبتوں کی تاریخ مسلسل قائم کر سکتا تھا جو
 گور تک ساتھ اس کے رہیں *

اور نگزیب نے حال کی اقبالمدی سے فائدے اٹھانے میں کچھ کمی
 کرتا ہی نہی چنانچہ سنہ ۱۶۸۸ ع میں بیچا پور اور گولکنڈہ کی ساری
 قلعہ و بلکہ اور ریاستوں کی نئی جنوبی فتوحات پر قبض و تصرف کیا اور
 سنبھلی کی جاگیر واقع میسور کو بھی دبایا اور دفکا جی کے علاقہ کو
 تانچور تک متصرف رکھا اور اور مرہٹوں کو قلعوں میں منحصر ہونے پر
 مجبور کیا جو سیوالچی کی جانب سے اوسکی حال کی فتوحات پر
 قابض متصرف تھے مگر ان سارے ملکوں میں اس سے زیادہ قبض و تصرف
 حاصل نہوا جیسا کہ سپاہی لوگوں کو حاصل ہوتا ہی یعنی ملکی انتظام
 اوسکا وہاں قائم نہوا چنانچہ ضلعوں کے محتاصل کا ٹھیکا دیس مکھوں اور

زمینداروں بھی کو دیا جاتا تھا اور ان جنگی سرداروں کو جو ضلعوں پر حکومت کرتے تھے متناصل کی تحصیل و جمع میں سے پچیس روپہ فیصدی خرچہ ہایت ملتی تھی اور وہ سردار اپنی فوج مانتھت کی تنخواہ اوس سے وصول کر کے باقی کو راونہ سرکار کرتے تھے اور اکثر اوقات اس انتظام کی جگہ بہ بھی عمل میں آتا تھا کہ زمینداروں پر کسی میعاد معین تک سرداروں کی تنخواہ اور وظیفوں کے ادا کرنے کے لیے چاکریوں مقرر کی جاتی تھیں *

ان بڑے واقعوں میں سنیا جی اپنے کام کاج میں سست اور کالھ رہا جسکا باعث مرہٹوں کے مورخوں نے یہ بیان کیا کہ کلوشا وزیر نے ستھر و نیرنگ کے زور سے اوسکو غلام اپنا بنایا تھا مگر اہلی باعث اوسکا وہ بدن کی کالھ اور عقل کا فساد تھا جو مدت کی میستواری اور عیاشی سے ناشی ہوا تھا *

شہزادہ اکبر نے سنیا جی کے طور طریقوں سے نفرت کھائی اور ایسے سست رفیق سے امید کو توڑ کر اوسکی دربارداری کو چھوڑا اور سیدھا ایران کو روانہ ہوا جہاں وہ سنہ ۱۷۰۶ ع تک زندہ رہا سنیا جی کے خاص خاص سرداروں نے بارہا اپنے اقا کی کالھ سستی اور ناکوردہ کاری کے بادشاہی لوگوں کے مقابلہ پر جد و جہد اٹھائی اور اپنی وفاداری پوری پوری پر جمی رہے مگر باوجود انکی سعی و کوشش کے مرہٹوں کے کشادہ ملکوں پر بادشاہی ملازم تھوڑا تھوڑا قبض و دخل اپنا کرتے جاتے تھے اور خرد بادشاہ گون کے قلعوں پر پوری چڑھائی کی طیاری میں مصروف تھا کہ اسی اٹنا میں ناکاہ اوس کے ایک افسر کی چابی چالاکی سے بڑا حریف اوس کا گرفتار ہوا یعنی سنیا جی تھوڑے ہماراہوں سمیت ایک عرصہ باغ واقع سنگامیسور واقع کنکان کی بیروگل گشت میں مصروف و مشغوف تھا کہ اوس کے غیر محتوظ ہونے کی بہتک تقریباً خان

کے کانوں میں اڑی + جو بادشاہ کی بجانب سے کولا پور کا حاکم تھا اگرچہ کولا پور سنگامیسور سے پانچاس سائہ میل کے فاصلہ پر واقع ہی مگر گھاٹوں کے سلسلہ کے باعث سے سنگامیسور سے الگ ہی اور اسلیٹی کہ تقریباً صرف ایک ضلع کا حاکم تھا تو اوسکی شہنائی سے سنیاچی اور علی ہذا قبیلوں اوس کے پاس ہروس والوں کو بہت سا اندیشہ تھا حاصل یہ کہ یہ سردار از بسکہ چالاک و چست دلوں و دلوں تھا توڑی سی فوج اپنے ہمراہ لے کر روانہ ہوا اور ایسی چال چلا کہ سنگامیسور میں داخل ہونے سے پہلے کوئی شک شبہ اوس کے چالی نکالی کی نسبت پیدا نہ ہوا سنیاچی اب تک محفوظ رہ سکتا تھا اسلیٹی کہ محصور ہونے سے پہلے پہلے اُسکے ملازموں سے بادشاہی ملازموں کے آنے سے آگاہی اُسکو دی تھی مگر سنیاچی نشوں میں چور چور تھا یہاں تک کہ کوئی بات اُن کی فسی اور ایسی آگاہی کی عوش میں پاداش و تدارک سے دھمکایا جسکو دلعن تشیع سے خالی سمجھا غرض کہ تقریباً خان بات کی بات میں وہاں جا پہونچا اور سنیاچی بہت سے ہمدردیوں سمیت اُس جگہ سے بھاگا اور اوشا وزیر اپنے ولی نعمت کے بچانے میں زخمی ہوا یہاں تک کہ دونوں گرفتار ہوئے اور بڑی دھوم دھام سے بادشاہی لشکر میں پہونچائے گئے + *

پہلے اُن کو اولٹوں پر سوار کیا اور بڑے گالچے ہاجے سے بادشاہی لشکر میں پھر آیا تماشاخیوں کے ہجوم سے چاروں طرف اُن کی معمور تھیں جو

+ گزینت تک صاحب ایک رقمہ مندرجہ رقائم کرایم کے دیکھنے سے جو ہندوستانی دقت واقع ہونے کے نسخوں کے سلسلہ میں اکتالیسواں نسخہ ہی یہ دریافت ہوتا ہی کہ سنیاچی کی گرفتاری خرو بادشاہ کی تدبیر سے حاصل ہوئی اور تعمیل اُسکی اُسکے احکام کی بڑی پابندی سے عمل میں آئی اُسکے خط کے دیکھنے سے تقریباً اُن کا یہ حال دریافت ہوتا ہی کہ وہ اُسوقت میں پٹالہ کے قلعہ کا محاصرہ کر رہا تھا

+ یہ بات غلط مشہور ہی کہ کلوشا نے اپنے ولی نعمت کو دغا سے پکڑوا دیا

اپنے بڑے قوی دشمن کے دیکھنے کو اکھٹے ہو گئے تھے بعد اُس کے بادشاہ کے سامنے لائے گئے اور قید مکانہ میں مقید کیئے گئے غالباً بادشاہ کا یہ ارادہ تھا کہ اپنے قیدی کو ایک مڈن تک اس غرض سے صحیح و سلامت رکھے کہ اُسکی ذریعہ سے اُسکے قلعوں پر تصرف حاصل کرے مگر سنباجی نے ذات و رسوائی کو گوارا نہ کیا اور جینے سے ہانپا اڑھایا چنانچہ جب اسلام کا پیغام اُس کے پاس آیا تو بقول اُس کے کہ ”ہر کہ دست از چار بشوید ہرچہ در دل دارد بکویں“ جواب اُس کا ایسے کڑے لفظوں میں دیا جو بادشاہ کے طعن و تشنیع اور خدا و رسول کی گستاخی پر مشتمل تھے غرض کہ فی النور اُس کے قتل کا حکم صادر ہوا اور غالب بہرہ ہی کہ قتل کا منشا خدا و رسول کی گستاخی تھی اس لیے کہ اُس کے قتل میں ایسی بڑی سختی برتی گئی کہ اورنگ زیب کے معمولی طریقوں کے خلاف تھی چنانچہ گرم سینچوں سے اُسکی آنکھیں پھوڑی گئیں اور زبان اُسکی گدی سے نکالی گئی اور اگست سنہ ۱۶۸۹ء میں کاشا سمیت گردن مارا گیا *

اگرچہ سنباجی کی ذات سے سارے مرہٹے متاثر تھے مگر اُس کی بڑی قسمت پر غیظ و غضب کے مارے آگ کے پتلے بن گئی اور قومی جوش بخروش اور مذہبی زور و شور اس درجہ کو پہنچا کہ گاہے گاہے ایسا نہ پہنچا تھا *

اگرچہ مرہٹے مغلوں سے جاتے تھے اور بڑی سخت عداوت مابین اُن کے متعلق تھی مگر مقابلہ کی توقع اور کامیابی کی امید بہت تیز رہتی رہتی تھی اس لیے کہ بادشاہ کی بڑی بھاری فوج اور نیز اُسکی ذاتی شہرت ہر اُس جگہ و محفل سے جس نے معمور و مشغول اُسکو کیا تھا اور قطع نظر سب سے سلطان مغلیہ کے نام سے مرہٹوں کے دلوں میں ایسی عزت برپا تھی جو بادشاہ کے نائبوں کی پہلی لڑائیوں میں کبھی پہلے لاحق نہ ہوتی تھی بلکہ اُس کے مرہٹوں کی کمزوری اس سے

اور یہی ظاہر ہوئی تھی کہ بادشاہ نے بوندہ میں توقف کر کے رائے گنڈہ کے محاصرے کو فوج اپنی روانہ کی تھی جہاں مرہٹوں کے بڑے بڑے افسر سنباجی کی وفات کے بعد اکٹھے ہوئے تھے اور اُس کے شیر خوار بیٹے ساہو کو راجہ تسلیم کیا تھا اور اُس کے بھائی راجارام اُس شہر خوار کے چچا جتان کو ذایب ریاست ڈھرایا تھا *

راجا رام کی نیابت کا بیان

بعد اُسکے مرہٹوں نے رائے گنڈہ میں سواہی محافظ مقرر کیئے اور کہانے بوندہ کے ذخیرے پر تھے اور کار و خدمت کے واسطے ذایب ریاست کے ہواہ چلے گئے رائے گنڈہ کا محاصرہ کئی مہینے تک قائم رہا یہاں تک کہ ایک مالوالی سردار نے کسی ذاتی عداوت کے واسطے چوہام مایوسی سے مخلوط و مختلف تھی رائے گنڈہ کی چڑھائی کا دستہ بادشاہی ملازموں کو بتایا اور اپنے بھائی بندوں سے دغا بازی کی + اور سنہ ۱۶۹۰ ع میں شیر خوارہ راجہ پکڑا گیا مرہٹوں نے یہہ چاہا کہ بجائے اُس کے کہ سیراجی کا پچھلا قائم مقام یعنی راجارام آگست و مصیبت یعنی جان چرکوں میں گرفتار ہووے چنچلی کے دور دراز قلعہ واقع کرناتک میں چلا جاوے اور

+ کوئی وجہ وجہ اس کی دریافت نہیں ہوئی کہ کبھی تو یہہ قلعے بارہ بارہ ایک ہی وقت میں ہزاروں فوج ہرجاویں اور کبھی بہت محدود آراستہ فوجوں سے مدت تک اڑاویں مگر منجملہ اُن کے اکثر قلعوں میں حفاظت کے سپاہی معین نہیں کیئے جاتے تھے اور ذخیرے بھی نہیں ہوتے جاتے تھے اُن قلعوں کے سپاہیوں کو ایسی اراضیوں کے محاصرے سے تشویش ملتی تھی جو عین قلعہ کے نیچے واقع ہوئی ہیں اور ایسی جگہ سے قلعہ کے سپاہی محاصرہ کے متحمل ہو جاتے تھے قلعوں کے متعین سپاہیوں کے بڑے بڑے گروہ اکثر اس سبب سے شکست مغلوب ہو جاتے تھے کہ قلعہ کے استحکام و محفوظی پر ہوسا کر کے قلعے سے دور اور دوسرا سبب یہہ ہے کہ جب اُن مشائخ پر دشمن غالب آجاتا تھا جن پر غالب آنا ممکن نہ سمجھتے تھے تو وہ ذلتاً مایوس ہو جاتے تھے اگر ایسے قلعہ اچھی حالت میں رکھے جاتے ہیں اور سپاہی اور ذخیرے بطور مناسب چھوڑے جاتے ہیں تو اُن کے قلعے کرنے کے واسطے اہل یورپ کی جنگی تدبیریں اور دلاوریوں درکار ہوتی ہیں *

دکن کے قلعوں کو اچھی حفاظت و حراست میں رکھنا چاہیے اور فوج اسکی علاقہ کے دیہات میں جگہ جگہ پھیل کر چلی جائے اور وقت کی منتظر رہے چنانچہ راجارام اور اُس کے تہذیبی ہمراہوں نے بھیس اپنا بدلا اور اُن مخالف صوبوں میں گزرے چورائے گئے اور جنگی کے درمیان میں واقع تھے جن میں ہی کہ وہ جنگی میں داخل ہوا تو اپنے ہونچنے کی منادی پھیری اور اپنے ہتھیار کی گرفتاری کی وجہ سے راجائی کا خطاب اختیار کیا اور نصیبوں کی باری سے بھلا نامی ایک برہمن علاج کار اور خبرخواہ اُس کو ہاتھ آیا اور اُس میں بہت لیاقتیں کافی دانی تھیں کہ اور سرداروں و زمینوں پر فضل و فوقیت حاصل کرے اور یہ سمجھ بوجھ اُس کی پوری تھی کہ اگر ممکن و متصور بھی ہو تو اس سے زیادہ سعی و کوشش مناسب نہیں کہ سارے مرہٹوں کے مصروف رکھنے کے لیے کوئی عام منشا تجویز کرنا چاہیانی جس میں سب اتفاق سے مصروف ہوویں *

اگر سیواجی سالیق ذائق آدمی جس کی سعی و ہمت اور خدوہ خصات کی بواسطہ اناراف و اکثاف میں جگہ جگہ پھیلی تھی پیدا ہوتا تو مرہٹوں کی قوم قائم نہ ہوتی مگر اب کہ سارے مرہٹوں میں ایک طبیعت کا جوش برابر پیدا ہوا یعنی سب کی طبیعتیں متفق ہو گئیں تو لوگوں کے اخلاق و عادات اور لڑائی کے طور و طریقوں کی رو سے یہ ضروری ہوا کہ خاص خاص لوگوں کی سعی و محنت کے ذریعہ سے اُس نئی طبیعت سے کام لیا جائے اور یہ تدبیر اُن کے حال کے حسابوں نہایت مناسب تھی کہ سردست اپنے غالب دشمن کے سامنے کان نہ ہلاویں اور گہوار ساز و سازان سے کوئی چیز ایسی پاس اپنے نوکریں کہ دشمن کو ترغیب اُسکی پیدا ہوتی اور جب کہ حملہ آوروں کی مانند کام کا موقع پیش آئے تو بیکم و کاست اپنی زور و قوت سے حملہ کریں اور پھر ترک پھرت قوت پڑیں چنانچہ منجملہ اُن کے جن سرداروں کو زمینوں پر

قبض و تصرف حاصل تھا فی الفور انہوں نے بمقتضیٰ ظاہر مغلوں کی ایسی اطاعت قبول کی کہ اُس گرمجوشی اور وفاداری اور قول و قرار سے زیادہ کسی قوم نے اُن کی اطاعت اختیار نہ کی ہوگی مگر اُن زمینداروں نے باغیوں سے ملنا جلتا قائم رکھا اور اپنے مالی کمزوروں کو باغیوں کا شریک و شامل ہونے دیا بلکہ خفیہ خفیہ اپنے رشتہ داروں کے زیر حکومت گروہوں کو قائم کر کے اِس غرض سے روانہ کیا کہ لوٹ مار کی مہموں میں باغی مرہٹوں کے مدد و معاون رہیں اور جیسے کہ وہ علامہ دشمنی کی صورت میں نقصان پہنچاتے اُس سے زیادہ اتناقی اور جاسوسی کے ذریعہ سے پہنچایا اور جب کہ سپاہوں نے کوئی قوی حکومت اور معین خزانہ نہ پایا تو ہر شخص نے اپنے اپنے فائدہ کی تدبیریں نکالیں ہمیشہ سے مرہٹوں کو لڑنا کھڑنا یہاں تک مرغوب تھا کہ سیواچی کے عہد کی ابتدائی قزاقیوں سے اُس زمانہ تک جب کہ مرہٹوں کے راج ریاست کی ترقی غایت عروج اور پہنچتی تھی لوٹ مار کی خرابیوں مرہٹوں کی طبیعت پر غالب رہی اور اِسی لہٰذا اُن کی زبان میں فتح کے لہٰذا موضوع و مستعمل ہے اُس کے معنی دشمن کا لڑنا ہیں اگرچہ عام مقصد کی تحصیل میں بہت جلد اکثر ہوجاتے ہیں مگر اِس صورت میں بھی تمام لوگ اِس وجہ سے مستعد و آمادہ ہوتے ہیں کہ ہر شخص اپنی جداگانہ غنیمت کا خزانہ ہوتا ہے غرض کہ جب اُن کی طبیعت مذکورہ بالا متحرک ہوئی تو اُس کو ایسی راہ پر لگانے میں جسکے ذریعہ سے عمدہ عمدہ قواعد یافتہ فوجوں کی داہری دلاوری سے زیادہ قوی اور خطرناک ہوجاویں حکومت کی جانب سے تہوڑی سی مداخلت درکار تھی ۛ

جنگی کے محاصرہ کا بیان

جب کہ بظاہر یہہ دریافت ہوا کہ بلادِ دکن سے مرہٹوں کی حکومت معدوم ہوگئی تو اسی خان کے بیٹی ذوالفقار خان کو جس نے رائے گتہ

کی فتح سے آپ کو معزز و ممتاز کیا تھا اس غرض سے روانہ کیا کہ
 چانچی کو فتح کر کے مرہٹوں کی حکومت کو اخیر مدد پہونچا دے چنانچہ
 ذوالفقار خاں دکن میں پہونچا اور پہونچنے کے ساتھ اسکو یہ دریافت ہوا کہ
 اگرچہ بیجاے خود فوج اپنی بہت ہے مگر چانچی کا فتح کرنا تو درکنار اُسکے
 منصوبے کے لئے بھی کافی دافی نہیں غرضکہ ذوالفقار خاں نے تازی مدد کی
 درخواست کی اور کسی قدر فوج کو تانچور † اور علاوہ اُسکے اور جنوبی
 ملکوں کے متعادل جمع کرنے میں مصروف کیا بادشاہ نے کام بخش
 اپنے بیٹے کو ایک فوج کے ہمراہ کر کے دکن کی فتح کی غرض سے جو
 بیجاور کے قریب واقع تھی روانہ کیا تھا اگرچہ وہ مضبوط قلعہ دکن کے
 ہندواروں میں سے کسی قوم کے ایک سردار کے قبضہ و تصرف میں تھا
 مگر اس قدر مضبوط و مستحکم تھا کہ کام بخش کی سہی و محنت اور
 کوئی فائدہ مترتب نہوا اور ساری کوششیں اُسکی بیکار گئیں علاوہ اُسکے فوج
 کی مانگ اس جہت سے بھی زیادہ ہوئی کہ مرہٹے میدان میں دوبارہ نکلے
 اور ارنے بھرنے پر آمادہ ہوئے یہاں اُسکا یہہ تھی کہ جب راجا رام چانچی
 میں سکونت پذیر ہوا تو اُسکے سیناچی گور پارہ اور داناچی جنادو
 دو چالاک سرداروں کو سپرو شکار کے طریقہ پر کسی خفیہ مہم کی
 غرض سے خاص اپنے ملک میں بھیجا تھا یہہ سردار اپنی منزل مقصود کو
 اب تک نہ پہونچے تھے کہ بیجاور کی معزول فوج کے چند گروہ آپ
 لڑتے کہسرتے پھرتے تھے اور جب کہ یہہ دونوں سردار وہاں پہونچے تو
 گانوں گانوں سے مرہٹے سرار نکلے اور انکے نشانوں کے تلے پیشمار اکھٹے ہو گئے
 علاوہ اس کے رام چندر پنتھ نے بھی جو تھوڑے سے رھے یہہ علاقہ کے انتظام
 و انتہام کے لئے ستارہ میں چھوڑا گیا تھا تھوڑی فوج اپنے ضلعوں میں
 اکھٹی کی تھی اور ارنٹ مار کی طبیعت کو بھڑکا چمکا کر سنہ ۱۶۹۲ء
 میں ایک نئی فوج اپنے کاموں کی پوری یکایک قائم کی تھی اور یہہ ہار

† مرہٹے لوگ اس تانچور کو چندار پکارتے ہیں

اُس نے برہمنی کہ منجمادہ سواہیوں کے چسکو رعب شاپ کا آدمی پایا یہہ
 حق اُس کو عنایت کیا کہ مرہٹوں کی حکومت کے خارج مقاموں سے
 چوتھے اکٹائی کیا کرے اور مرہٹوں کے باقی حق دعووں کو جتانا رہے اور
 جو ملک اُس خراج کے ادا سے انکار کرے اُس کو لوٹے کہسرتے اور یہہ
 بھی مقرر کیا کہ جو خراج اِس طریقہ پر وصول ہووے وہ فوج کی
 تنخواہوں میں صرف ہوا کرے اور جو غنیمت ہاتھ آوے وہ حاصل
 کرے والوں کو مال اور ہر سردار کو اُس کے ذاتی فائدہ کی نظر سے یہہ
 اجازت دی گئی کہ خوراک اور گھاس دانہ کے نام سے نیا دارا اپنے لیٹے
 لیا کرے غرضکہ اِس قریب سے جو حقیقت میں ایک قسم کا بلاوا تھا
 تمام مرتبے سوار اپنے اپنے گوشہ سے نکلے اور لوٹ مار پر پھیل پڑے اور
 بے طرح ہاتھ پیرنگ لگے اسی زمانہ میں پہلے پہل نام اُن مرہٹوں کے سننے
 میں آئے جو ایسے خود مختار فریقوں کے سردار تھے جنکی تعداد و کثرت
 مختلف تھی اور اب نہ بادشاہی رعایا کی مال و دولت سے اُنہوں نے
 توانگری اپنے چاہی تو مختلف صورتوں میں کام اپنا نکالا چنانچہ بعض
 اوقات الگ الگ ہو کر ظلم کرتے تھے اور گانگہ علاج و مشورہ اور معین
 تدبیروں سے دوشوں کے لیٹے کہیں کہیں اٹھتے رہتے تھے اور زور دباؤ کے
 وقت کسی خاص جانب کو سب چل دیتے تھے اگرچہ سنکا جی اور
 دانا جی کی فوجیں اُن کے قریب و قارو میں نہیں مگو اُن کی کارروائی کا
 وقیرہ بہت کچھ وسعتی تھا یعنی لوٹتے مارتے رہتے تھے غرضکہ مور ملخ کی
 مانند اطراف و اکناف میں مرہٹے پھیل گئے اور اُن کی بدولت سارا دکن
 لوٹ مار اور جلا بھونک اور تباہی بربادی سے بھرپور ہو گیا »

مرہٹوں اور مغلوں کی فوجوں کے طرز و انداز کا مقابلہ

اسی زمانہ میں مرہٹوں اور مغلوں کی فوجیں دستور و قاعدہ کی
 حیثیت سے باہم مقابل ہوئیں اور جیہی بہت بخت جلد دریافت ہوئی کہ
 کسکے دستور و قاعدوں میں خوبی پائی جاتی ہی مدت کے امن چاروں

اور حکومت کی نرمی اور معتدل طوروں کے برتاؤ سے چنگو اکبر بادشاہ نے قائم کیا تھا اور نیز ہندو مسلمانوں کے میل جول سے مذاہن کی بخوبی و خصالت نرم ہوئی تھی اور چھانکیر کی غفلت شعاری اور کم مصروفی اور شاہجہان کے ملکی امور میں فوج کے انتظام و قاعدوں اور جنگی عادتوں کو خاص خاص نقصان پہونچتا تھا اور جس زمانہ کی اب تاریخ لکھی جاتی تھی اُس میں فوج کے قاعدوں اور سپاہیانہ خصلتوں کو اتنا ضرر پہونچتا تھا کہ وہ متعسوس ہونے لگا تھا چنانچہ امیر لوگ ایسی کاشمی اور بد وضعی میں مبتلا ہو گئے تھے کہ وہ اُن کی نسبت اسی زمانہ سے برابر مشہور و معروف ہی اور جن امور کی عقل درست اور طبیعت ٹھکانے رہی تھی وہ بھی سرگرم خدمت کے لائق تھے تھ لڑائی کے میدان میں ایسی نرم کتیاں پہنکرتے تھے جو لڑائی کے پہلوں اور ہشم و ریشم کے ٹکڑوں سے بھی ہوتی تھیں اور تاوار اُنکو کاٹتی تھی کرتیوں پر زہ یا چار آئینہ لٹاکر ایسے عمدہ گھوڑوں پر سوار ہوتے تھے جنگی لڑائیوں میں ہماری ہماری اور زمین بوش اُن کے لٹکتے رہتے تھے اور چاروں کناروں پر مختلف رنگوں کی جھال اور تہت کی سوراخوں کی دھروں کے پھندے لگے ہوتے تھے اور گھوڑوں کی گردنیاں اور تمام ساز اُن کے دلائی نڈھی زنجیروں زبوروں سے آراستہ پہنستے ہوتے تھے اور ہر سوار اپنے مقدور و طاقت کے مطابق اپنے افسر کی نقل کرتا تھا اور ایسے سواروں سے ایک رسالہ قائم ہوتا تھا جو کسی سواری کی جلو میں چلنے کے قابل و زیادہ تھا اور گہری لڑائی میں حماکہ بے گئے بھی نامناسب تھا مگر دور دراز کی دہر دھوپ کی استمداد و لیاقت نہ رکھتا تھا باقی یہہ بات تو کہیں کہ سپہنروں کے سفر کی ماندگی برابر اُٹھائے چلا جاوے مذکور الصدر سواروں کے بہت تار آمد نہونے کے علاوہ یہہ بات بھی خرابی کی تھی کہ فوج کے دستور قاعدوں کی بالکل پابندی نہ تھی چنانچہ عالمگیر کی فاک چھانکس اور اُسکی بہت سی چھان بھن کے خلاف پر

نہایت بڑی بڑی ہائیں اوس کے لشکر میں تشکیل تھیں یہاں تک کہ بہت سے افسروں کے پاس آدھی جمعیت ۱۰۰۰۰ فوج کی رتھی تھی اور بہت سے سردار اپنے ماتحت سواروں کی چکے اپنے خدو نگاروں اور غلاموں کو بھرتی کرتے تھے اور اسے باجی رتھوں کے ساتھ اڑانے بیٹھنے سے شریوں کی عادتیں بگڑ گئی تھیں اور سوارانہ شجرت و خدات کی خدمت و ذات سے دلچسپی دلاوری افسردہ و بزمردہ ہو گئی تھی اور افسانہ و نوازش کے باعث سے جیسا برناز اسے سرداروں کو شجرتی و لادبی تھا جو آپ اپنے عیروں سے بخشوی رانٹتہ ہوتے تھے بادشاہی فوج کی تاباھی کمال کو پہونچتی اور حال ارسا ایسا خراب ہوا کہ نہ وہ دوسرے کی نگہبانی نگرانی کے قابل تھے اور نہ اپنے پیروں کی ہر شاہی کرسی اور گاہلی سستی کے مارے میں تارک وقت ہو ایسی صورت میں بھی کام سے معطل رہتی تھی کہ جس قدر مرقہ آسکر بھی سازوں کے لگائے اور زرہ بکتر کے پہانے میں صرف ہوتا تھا اُس کے بعد بھی کام کا موقع باقی رہتا تھا اور پھر بھی ادھر اردشور دیکھتی رہتی تھی بادشاہی لشکر کے جلو میں امن و امان کے دھندوں کی مٹی بڑی شان و شوکت پائی جاتی تھی اور ہر امیر اُس شان و شوکت کی نقل و نماد پر مونا تھا بلکہ ادنی ادنی سپاہی بھی اپنے اپنے دعوں میں آرام و آسائش دھونڈتے تھے کوچ کے سلسلہ میں ایک بڑا قافلہ چلتا تھا جو شانداروں اور اوتاروں اور گاڑی چمکڑوں اور بیلوں اور بھیر ہنگام اور ہر درجہ کی عربوں اور سوداگروں اور ہارچروں اور مقدمہ نگاروں اور ہر طرح کے عیش و عشرت کے سامان بھم پہونچانے والوں سے مرکب ہوتا تھا چنانچہ گنتی لاکھوں کی یہ نسبت دس گنی ہوتی

۱۰ فرانسیسی ایک بڑی قشودہ کی تعریفیں کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ لوگ ایک مہلک تھا تو ان کی آدمی اوتا ہوتا نہ تھا اور بہرہ جو کی سے آشنا نہ تھے اور جب کوئی قہور ان قہوروں میں سے ثابت ہوتا تھا تو ان کی قشودہ وضع کی جاتی تھی جو چاہے صاحب کا مہر و جلد چار چھائی کر دی کا قول اور نیز ہندوؤں کے حالات صندریہ تاریخ دکن مختلفہ سکات صاحب جلد ۱۲

تھی اور یہ بہاری گروہ جہاں کہیں گذرتا تھا وہاں تک سیاہ ہو جاتا تھا اور سپاہیوں کے زور و ظلم سے ساری رعایا کو سخت سخت تکلیفیں پہنچتی تھیں + ہم یہاں کرچکے ہیں کہ مرہٹے کوتاہ قامت اور نہایت چالاک اور بہایت جفاکش ہوتے ہیں اور وہ کھے سڑکھے کھانے کی عادت رکھتے ہیں معمولی خدواک انکی یہ بہ تھی کہ چار کی ٹکیا پیاز کے ساتھ کھاتے تھے اور اکثر پوشاک ان کی یہ بہ تھی کہ ایک پٹری اور ایک چمست چانکھا اور ایک ہنڈا کرنا پہنتے تھے اور جب ناکے ہوتے تھے تو ایک ہلکا کرتا گھنٹوں تک رکھتے تھے اور ہتھار ان کے یہ بہ تھے کہ توروہ دار ہندو اور تالوار ڈھال باندھتے تھے اور تیرہ چودہ فٹ کا بھالا اکثر رکھتے تھے اور یہ ہتھار انکا قومی ہی اور استعمال انکا بڑی ہندوستانی سے کرتے تھے گھوڑے ان کے ہاتھ اور چھوٹی ہوتے تھے اور انہوں کا تھہہ پودے اور بڑے چالاک اور جفاکش ہوتے تھے ان کے کو ذقندیں لگاتے تھے اور سوار کے اشارہ سے عین تیز روی میں ٹہر جاتے تھے یا گھوم کر مڑ جاتے تھے زمین کی جگہ گدا اور زمین پرش کی جگہ کمل کی تھہ ہوتی تھی قیام کی صورت میں سرداروں کے سوا گنتی کے لوگوں کے پاس سے خیمے ہوتے تھے اور مہم کے دنوں میں سپاہی زمین پر سوتے تھے اور بہالی کو زمین میں پاس اپنے گارتے تھے اور لکام کو اس لیئے بازو سے باندھتے تھے کہ جب دشمن کے پہنچنے کا شور و غوغا اڑتی تو لپک جھپک کر گھوڑوں پر چڑھ بیٹھیں *

مغاروں کے بہاری حمالہ پر ایسے گروہ کے ہاتھوں اکڑ جاتے تھے اور یک لخت ایک ایک کر کے تتر بتر ہو جاتے تھے اور قریب کے پہاڑوں یا ادھر ادھر کے گدھوں میں گھس بیٹھتے تھے اور جبکہ مخالف لوگ اپنی مشن

+ جمیای کرپری نے مارچ سنہ ۱۶۹۵ ع میں عالمگیر کی چھاندی کو مقام کلکلا میں دیکھا تھا پھر وہ بیان کرتا ہے کہ وہ ایسا بڑا انڈرہ تھا جسکو دس لاکھ سے زیادہ بیان کرتے ہیں بادشاہ اور بادشاہزادوں کے خیمے تین میل کے محیط سے زیادہ میں منصرف تھے اور درج اور خیمے ایک گہری کھائی سے محفوظ و مستحکم کیئے گئے تھے

کو چھوڑ کر اُن کے پیچھے چلتے تھے تو اکیلے دو اکیلے کو سنگرا لیتے تھے یا کسی ٹیڈے کی لوث اُن میں یا کسی ایسے مقام میں جہاں چھوٹے چھوٹے گروہوں سے انہر حملہ کرنا جان چوکھوں سے خالی نہوتا تھا چھپ کر اکٹھے ہوتے تھے اور جب کہ تعاقب کرنے والی دل شکستہ ہو کر اپنے ہارے ہوئے گھوڑوں کو ایک دایمیں لوتھتے تھے تو بات کی بات میں مرہٹے لوگ ادھر ادھر سے لوث کر اُن پر کرتے تھے اور اگر اُنکی صفوں میں کوئی رخنہ پاتے تھے یا براگندگی دیکھتے تھے تو بے ساختہ حملہ کرتے تھے مگر عموماً کام اُنکا یہ تھا کہ غلیم کی پشت و بازو پر متعلق ہو کر چھوٹے چھوٹے تھے کلا گلا ایک ایک دے تعاقب کرنے والوں میں کرتے تھے اور ساری غرض یہ تھی کہ دشمن کے غول میں توڑے دار بندوقیں ماریں یا متفرق سپاہیوں کو دہالی کی نوک چوک سے ہلاک کریں مگر بسدوں کے لوتھے اور بار برداریوں کے کانٹے میں فرقیات اُن کو حاصل تھی اور اُسینکا شرق و فرق بھی اوفکر تھا *

مرہٹوںکو مناصبات کی غزایات سے بادشاہی وسدوںکی خبر لگتی تھی اور بادشاہی فوج والوں کو مرہٹوں کے کہیں کہیں موجود ہونے کی آگاہی بھی نہوتی تھی یہاں تک کہ مرہٹے لوگ اُن کے کوچ کی راہ پر یکایک حملہ کرتے تھے اور فخریوں کے لوث اور برادوں کو جن میں کوچ و مقام کے ایسے غلہ ہوتے تھے اور حفظ و حرمانت اُن کی بخیر بھی ہوتی تھی آنکھوں کے سامنے بات کی بات میں لیتجاتے تھے اور خزانہ لیتجانے والوں کی حفاظت پر اپنے گروہوں کو بایکدگر وابستہ کرتے تھے اور جب اوتکے ہاتھوں میں خزانہ ہوتا تھا تو مقابلہ اوتکے دشوار پہچانتا تھا یعنی لڑنے مرنے پر جیسے بھتے تھے اور ہرگز ہانگتے تھے اور اسلئے کہ مغلوں کے گروہ عموماً منزل بمنزل جاتے تھے تو اوتکی خطا کتابت کے اجرا اور ہائی کی رسد کو مرہٹے بند کرتے تھے اور جب کہ ایک دو دن میں منزل لاچار ہو جاتے تھے اور لاچار ہو کر اطاعت قبول کرتے تھے تو سردار کے

گورنر اور بہاری بہاری چیزیں چھاپیں تے تیرے اور سوداڑوں کو تاراں کی عرصہ میں روکنے تیرے *

اسلئے کہ دکن میں عالمگیر کے پاس ڈٹی بہرتی کے سواہی اور روپیہ ہوسے خاص ہندوستان سے اٹاتھا تو سنیا جی اور دانا جی نے بادشاہی فوج اور ہندوستان کے درمیان میں آپ کو ڈالا اور بہت سی بار برداروں کو قطع کیا اور بادشاہی فوج کے ڈٹی ٹکڑوں کو شکستیں دیں یہاں تک کہ سنہ ۱۶۹۳ میں ایسی برائی حاصل کی کہ مغل لوگ اوس کو حقیقہ و ذلیل سمجھنے کی جگہ قوی اور ہیبت ناک سمجھنے لگے ایسی خوف و حراس کی حالت میں بادشاہ کی جانب سے ایسی تدبیر کے برتاؤ کی ضرورت پائی گئی جس کے ذریعہ سے اگر لڑائی خاتمہ کو نہ پہونچتی تو استبداد تو ہو کہ اوس کی نیک ناسی اور شہید آفاقی اور اوس کی فوج کی ہمت و نہمت بحال و قائم رہی چنانچہ اوسنے جنگی کے متحاصرے کے کام کاج کی سخت پیروی کا ارادہ کیا اور سنہ ۱۶۹۳ ع میں شاہزادہ کام بخش کو دکن سے واپس بلایا اور تازی فوج کو ہمراہ اوس کے کر کے جنگی کے متحاصرے پر روانہ کیا مگر اپنے معمولی دستور کے موافق اسد خاں والد ذوالفقار خاں کو شاہزادہ کے ساتھ اس غرض سے بھیجا کہ وہ کام روائی میں شریک اوسکا رہے اور تمام جنگی کار و باروں کو اوس امیروں کی اصالی ہدایت اور نگرانی سے متعلق فرمایا اس انتظام سے کام بخش اور اسد خاں دونوں ناراض ہوئی منجملہ ان کے شاہزادہ اس تہوڑے سے اختیار سے ناراض ہوا جو حقیقت میں اسکو بخشا گیا تھا اور اسد خاں اور ذوالفقار خاں دونوں باپ بیٹوں نے ہمہ پسند کیا کہ فتح کی ساری عزت اور فوج کی پوری حکومت سے محروم رہیں + *

ذوالفقار خاں بادشاہ سے استدر برعم ہوا کہ مرہٹوں کے بوہمنوں کی

+ کریٹک آف صاحب غانی غاں اور ہندوستان کے حالات مندرجہ تاریخ سکات صاحب

درخواستوں پر اپنے انتظامات کو مایل کیا جو ہمیشہ سے ایسی قسموں کے فساد و نزاع سے فائدہ اٹھانے کے لئے آمادہ و تیار رہتے تھے چنانچہ ذوالفقار خاں نے نساہل ہوتا ہوا دشمندوں کو خبردار پہنچا کر اس قابل کر دیا کہ مختصرہ تین برس تک قائم رہا اور مختصرہ اُس کا مقابلہ کرتے رہے *

بعد اوس کے سنبھلی گورنارہ نے اپنے راجہ کی امداد و اعانت کے لئے دلیرانہ ارادہ کیا چنانچہ سنہ ۱۶۹۷ء میں باقی مرہٹوں کے گروہوں کو عالمگیر کے محروک رہنے کی غرض سے چھوڑ کر دانا جی جادو کو پاس اپنے بالیا یہہ دواوسوہار بس ہزار سوار جدار اپنے ہمراہ لیکر سنبھلی کو روانہ ہوئے اور درمیانی ملکوں سے بڑی تیزی تندی سے گذر کر مختصرہ ہر ایسی دشمنی چالاکي سے اترے کہ مختصرہ لوگ اپنی باہمی تائید و کمک رسائی کے لئے اپنے ہماری گروہوں کو ترتیب ندیسکے مرہٹوں کے اگلے گروہ نے مغلوں کے ایک گروہ پر چھاپا مارا چنانچہ اُنکے دیرونگار لوتا اور اُنکے سردار کو گرفتار کیا بعد اُنکے خود سنبھلی نے اُس بڑے گروہ کو شکست بخش دی جو بہت جلدی سے اُنکے مقابلہ ہو روانہ کیا گیا تھا یعنی سب سے آگے بڑھے ہوئے اہلوروں کو مار کر اندر کیچانپ بھگایا اور چرنگوں کو ہلاک کیا اور لشکر کی تمام ہندوں کو اور کھانے پینے کی چیزوں کو لوتا اور خبروں کا انا جانا قلع کیا اور بادشاہ کے مرنے کی خبریں اوزائیں چندو ایسے اترے وقت میں بآسانی یقینی سمجھا گیا اور اُن انواہوں کی بدولت سنبھلی نے مرزا نام بخش سے یہ بات چیت لکائی کہ ہم تیری تخت نشینی کی امداد و اعانت دینگے معلوم ہوتا ہی کہ مرزا نام بخش کو اسد خاں اور ذوالفقار خاں کی جانب سے بڑی بڑی باتوں کا اندیشہ ہوگا وہ اُس کے مرہٹوں کی باتوں کو کان دھر کر سنا اور جب کہ دشمنوں کا انا جانا شروع ہوا تو ذوالفقار خاں اور اسد خاں کچھہ سرچ بچار کر پراگندہ ہوئے یہاں تک کہ جب ایک رات اپنی

خاص فوج کو مرزا کام بخش نے مسلح ہونے کا حکم سنایا تو اس دنوں سرداروں نے راجہ کی ناراضگی یہی سمجھا بوجھا کہ شہزادہ مرہٹوں میں جانا چاہتا ہی یہاں تک جوں توں کر کے اس کو نظر بند کیا + فوج میں فساد و غرغرا برپا ہوا اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ ساری فوج اسیات پر منجمد ہوئی کہ اپنی توپوں کو توڑ پھوڑ برابر کیا اور توپ خانے کو چھوڑ کر چل دیئے اور جہاں جا کر اکٹھے ہوئے وہاں مورچہ بندی کی اور گرد گرد اپنے خندقوں کو دیں اور معاصرین سے معصوم بن گئے آخر کار ان میں اور مرہٹوں میں یہ یہ ہمد و پیمان ہوا کہ بیس میل کے قریب مقام ونڈی ویش میں لڑتے جانے کی مغاں کو رخصت دی جاوے کہ وہ وہاں پہونچ کر بادشاہی حکم کے منتظر بیٹھیں *

جب کہ کام بخش اور اسد خاں پہلے پہل دکن کی جانب کو بڑھے جاتے تھے تو عالمگیر بھی جنوب کی جانب کو روانہ ہو چکا تھا اور مقام گنگا واقع ساحل دریائے کشنا میں چھ لڑائی اُس نے قالی تھی اور دوسرے برس وہ چھ لڑائی برہما پوری میں منتقل کی گئی جو ہندو پور واقع ساحل دریائے پیمبا کے متصل واقع تھی اور بادشاہ اس جگہ گئی برس تک مکیم رہا اب وہ پینجا پور کی جانب روانہ ہوا اور اسی زمانہ میں اپنے سرداروں کے کام ناپسند کیئے اور یہ حکم جاری فرمایا کہ کام بخش دربار میں حاضر ہووے چنانچہ جب وہ باپ کی ملامت سے مشرف ہوا تو باپ نے مہربانی فرمائی اور بڑی شفقت سے پیش آیا + اسی عرصہ میں اسد خاں کو بھی طلب فرمایا مگر ایسے نقص و خلاف میں جو تدبیر سابق کا مخالف تھا اور اس کی وجہ سے بخوبی دریافت نہیں ہوتی فوج کا تاربار ذرا فقار خاں پر موقوف رکھا جسکا اب حال یہہ تھا

+ ذرا فقار خاں اور اسد خاں کی رپورٹ مرسلہ خدمت عالمگیر جسکا حوالہ خود اورنگ زیب نے رقاہم کراہم کے سینٹالیسویں رقمہ میں دیا ہی اور گزینٹ ڈف صاحب اور خانی خاں اور ہندیہ کی تاریخ

۱ رقاہم کراہم کا اٹھائیسواں اور پچاسواں رقمہ

کہ باوصف اس کے کہ وہ انہوں میں نہایت لائق ذائق تھا مگر اب خیر خرافی کی امید اس سے منتفی بیجا تھی غرض کہ جب مرہٹوں سے دوبارہ لڑائی شروع ہوئی تو بہت بڑی صورت پیش آئی یعنی ذوالفقار خان خراج کا ردیہ تاجور میں لوگوں سے جمع کرتا رہا اور سناچی نے بادشاہی فوج کے بڑے قریبی حصہ کو جو ایک بڑے نام اور سردار کے زور حکومت تھا چیل برک واقع میسور میں بھاری شکستیں دیں اور ملک کے مختلف حصوں میں مختلف کامیابیوں سے نصیب تھانے ملے مگر عام نتیجہ ان کامیابیوں کے حق میں مفید ہوا ہرکا اسلامیہ کہ سنہ ۱۶۹۷ ع میں سناچی کے دوبارہ معاہدے کے قابل ہو گئے »

میدان کی لڑائیوں میں ذوالفقار خان نے ہمت لڑائی اور گرمجوش افسر کا کام دیا مگر جبکہ سناچی کا معاہدہ دوبارہ کیا گیا تو مرہٹوں سے ہر مائل چلنا شروع کیا اور اس مقام کی فتح کے طویل پکڑ جانے کو حقیقت میں مقصود نہ تھا دہرایا + *

اگرچہ ذوالفقار خان اپنی کارکردگی کو ملے گیا مگر اورنگ زیب سے تازمہ والے بادشاہ کے عہد حکومت میں ہوا ہوا ایسے طریقہ کا بہت دشوار اور بغایت مشکل تھا چنانچہ ذوالفقار خان نے اگلے برس بخوبی یہی سوچا سمجھا کہ سناچی کو فتح کرنا چاہیے اور کامی کو نہ تھی کی صورتیں بڑی

+ ذوالفقار خان کی وہ سازشیں جو اس نے مرہٹوں سے کی تھیں اس قسمی نکتہ سے واضح ہوتی ہیں جسکا گورنمنٹ صاحب نے حوالہ دیا ہے اور غالباً اسی قسم کی سازشیں جو میسور میں حاصل ہوئی تھیں وہیں صاحب نے ان سازشوں کا ہونا بیان کیا اور حال ان کامیابیوں کے مرہٹوں کو دوبارہ نہوا مگر بندوبست کی تاریخ میں ذوالفقار خان کو یہ الزام لگایا گیا ہے کہ اُس نے دیدہ و دانستہ لڑائی کو طویل دیا تھا اور مقصود اس کا یہ تھا کہ فوج کی بڑی حکومت اور وہ براہ راست جو آج اُسکو حاصل ہے بادشاہ کے مرنے تک اس کو حاصل رہے اور بادشاہ کے جلد مرنے کی امید اس کو ملے قریب قریب ۶۵ عمر کو پہنچ چکا تھا *

پہلوی سے بلاوے پر جانا پڑے گا غرض کہ راجارام سے یہ آخر دوستی ہوئی کہ اسکو بھاگنے کا ہستہ بتایا اور پھر محاصرہ کے کام کاج کر زور و قوت اور سعی و ہمت سے جاری کر کے تھوڑی مدت یعنی سنہ ۱۶۶۸ میں قلعہ پر قبضہ و تصرف کیا *

چوتھا باب

سنہ ۱۶۶۸ سے وفات عالمگیر تک

ذرا التفات خاں کو دوبارہ محاصرہ کرنیکی قوت کا حاصل ہونا چو مامول و متوقع نہ تھا غالباً اوسکا باعث وہ قصے قصائی تھے جو اب مرہٹوں میں کہلا کھلا قائم ہوئے تھے اسی لئے کہ سنتاجی اور دانا جی جادو میں نا چاقی واقع ہوئی تھی اور راجارام نے جو سنتاجی کی شہرت و عزت سے جی ہی جی میں جانتا تھا چادو جی کی اعانت کی تھی اور جو کہ سنتاجی اس وجہ سے مقبول اقام اور پسندیدہ خاص و عام نہ تھا کہ اُس نے انتظام و قواعد کی پابندی کو فوج پر واجب و لازم کیا تھا تو اُس کی فوج میں ایک مخالف فریق قائم ہوا غرض کہ سنتاجی بھاگا اور جبکہ آخر کو پکڑا گیا تو جاں سے مارا گیا راجارام نے اس واقع سے پہلے پہلے اپنی ریاست کو ستارہ میں منتقل کیا تھا اور اب ساری حکومت پر قبضہ و دخل اپنا کرنا شروع کیا اور لڑائی کے میدان میں ایسی بھاری فوج اپنے ساتھ لیکر گیا کہ مرہٹوں کی ویسی بیشمار فوج آج تک اکتھی نہیں ہوئی اور دریائے گودا وری کی شمالی جانب میں اُن مقاموں سے چوتھے اور علاوہ اوس کے اور محاصل وصول کیا جنہوں نے غاشیہ اطاعت کا اٹھایا اور باقی مقاموں کو حالذا واقع ہزار تک چلا بھونک کر خاک میں ملایا مگر بادشاہوں فوج کے انتظام و اہتمام میں تبدیل و تغیر کے واقع ہونے سے مقام مذکور الصدر سے آگے نبڑ سکا اور عالمگیر اب تک اکثر بڑھا پوری میں مقیم رہا اور اسی جگہ کو فوج کا اعلیٰ مقام اُس نے لہرا دیا اور گاہ گاہ اپنے بیٹے اعظم شاہ کو کسیدار

فوج سمیت کسی قلعہ کی فتح یا کسی حملہ کی دفع کے واسطے روانہ کیا کرتا تھا اور عموماً ممالک مقبوضہ کی حفظ و حراست کا بہرہ و فوج کے ایسے ٹکڑوں پر رکھتا تھا جو مختلف مقاموں میں منقسم ہو کر رہتی تھیں مگر حال میں ساری فوج کے مصروف کرنے کا یہ طریق آسانی پر تھا کہ آپ ایک حصہ کو دشمن کے قلعوں پر لیکتا اور دوسرے حصہ کو ذوالفقار خاں کے تحت حکومت چھوڑا جس پر ایک پرتے کو نام کا حکم مقرر کیا تھا اور مطالبہ یہ تھا کہ جہاں کہیں مرہٹوں کی فوجیں گئے۔ میدانوں میں چلتی بھرتی پائی جاویں تو وہ انکا تعاقب کرے غرض کہ اس تدبیر سے تمام فوج کو بخوبی مصروف رکھا اگر یہ قاعدہ پہلے سے پرتا جاتا تو اُس سے کامیابی ممکن نہی مگر اب نسلوں کی رسوم دھرم ایسی طبعی برپا ہو چکی تھی کہ صرف جنگی انتظاموں کے ذریعہ سے روک تھام اُنکی ممکن نہی اگرچہ ذوالفقار خاں نے راجا رام نے بھگائے سے لڑائی بھڑائی کے قہنگ شروع کئی جیسا کہ ابھی مذکور ہو چکا اور بعد اُنکے مرہٹوں کو بار بار شکستیں دیں اور مسلمانوں کی دلیری دلاوری کو شکست کی بخشی مگر آخر کار اپنا حال اُنکو اُس سے بدتر دریافت ہوا جیسے کہ آثار جنگ میں حال اُنکا تھا لہٰذا انہی کے جو شکست اُنکے دشمنوں مرہٹوں پر پڑتی تھی وہ ایسے صدمہ کی سازندہ ہوتی تھی جیسے کہ مارے پانی کو صدمہ پہنچتا ہے یعنی وہ صدمہ کا متبادل بھی نہیں کرتا اور اس پر صدمہ کا اثر بھی باقی نہیں رہتا حاصل یہ کہ مرہٹوں کی فوجیں جب کہیں منتشر کیجاتی تھیں تو اُنہیں یا اگلے دن ادھر اور ادھر سے جمع ہو جاتی تھیں اور بادشاہی فوج کی یہ صورت تھی کہ شکست کی صورت میں نقصان اور رسوائی حاصل ہوتی تھی اور خشیف کامیابیوں سے وہ ابتری جو اُنکے ذریعوں یعنی فوج اور خزانہ میں واقع اور وہ پریشانی جو اُنکے ملک و محاصل کو حاصل تھی مصروف و مرتفع نہوئی بلکہ روز بروز اُنکی مشکلات بڑھتی گئیں اور قوت کو کمی ہوتی گئی *

اورنگ زیب کے بذات خود مشغول ہونے سے اُس کے خاص کاموں پر زیادہ مستحکم فائدوں کی توقع کسیتدر ہوئی چنانچہ وہ اپنی چھاونی سے روانہ ہوا اور اُس کی روانگی پر سردار اُس کے تاسف کرتے رہی اس لیے کہ انہوں نے اُس کے آرام و آسائش کے ایسی عمدہ عمدہ مکان بنائی تھی اور ایک شہر کی طرح ذالی تھی حاصل یہہ کہ بادشاہ والا بہت چند اور قلعوں کی فتح و کشائش کے بعد ستارہ کے سامنی چمکر بیٹھا جہاں راجارام کی ریاست قائم تھی اور ایسے وقت اور ایسی حکمت سے بہت جلد اُس کو فتح کیا کہ محصور اُنکے متابلہ پر سامان آمادہ نہ تھے مگر باوجود اِس کے محصوروں نے بڑا متابلہ کیا یہاں تک کہ کئی مہینی بعد اپریل سنہ ۱۷۰۰ع میں وہ قلعہ فتح ہو گیا *

سیوا جی ثانی کا راج

قلعہ کی فتح سے پہلے راجارام مرجٹا تھا اور اُس کا بیٹا سیواجی اپنی ماتا رانی کی نیابت کے سہارے راج گدی پر بیٹھا تھا راجارام کے مرنے سے لڑائی میں خال نہ آیا تھا اور اورنگ زیب اپنی چالوں چلی گیا یہاں تک کہ اگلے چار پانچ برس میں سارے بڑے بڑے قلعوں کو اپنے تصرف میں لایا بہت سے محاصرے لئی چورے اور خورنوں کے پیاسے واقع ہوئے اور دونوں طرفوں سے طرح طرح کی تدبیریں اور بہانت بہانت کی فطرتیں برتی گئیں مگر وہ تدبیریں ایسی متواتر مروت بعد آخرے واقع ہوئیں کہ تفصیل اُنکی بغایت مشکل بلکہ غیر ممکن ہی ہاں انجام اُنکا یہہ ہوا کہ وہ قلعہ مذکورہ بالا فتح ہو گئی *

† منجملہ اُن محصوروں کے ایک محاصرہ کا حال اورنگ زیب نے شانزادہ اعظم کو لکھا کہ جو جو مصیبتیں کیلتا کے محاصرے میں پیش آئیں اور جیسی جیسی انوکھی سختیاں اور اجڑتی آفتیں مسلمانوں کو نصیب ہوئیں حال اُنکا تمکو دریافت ہوا ہوگا مگر خدا کا احسان ہی کہ اس جانفشان گروہ کی مصیبتیں انجام کو پہونچیں اور سعی اُنکی مشہور ہوئی بعد اُسکے عمدہ تدبیروں کی دعا خدا سے مانگی اور پچھلی اذیتوں کو خدا کے عدل و انصاف سے نسبت کیا جو اُسکی غفلت اور شرارت نفس پر مترتب ہوا تھا۔ دستور العمل کا اڑتیسواں رتہ

اورنگزیب کے استقلال و شہمت کا بیان

جبکہ ایسی جفاکشی کی مہموں میں شامل کیا جاتا ہی تو اُس استقلال و شہمت پر تحسین و آفرین کہی سے باز رہنا ممکن نہیں جنکی بدولت بادشاہ والاچاہ نے ایسی مصیبتوں کو چھیلا جو اُسکے پڑھائی پر چاروں طرف سے چھوم چھوم کر آئی تھیں یعنی جبکہ اورنگزیب اول اول اس نئی لڑائی کی غرض سے نپیدا ہوا اور تو وہ بیہوشہ برس کا تھا اور جبکہ برہماپوری کی چھاؤنی سے روانہ ہوا تو روانگی سے پہلے اناسی برس کو پہنچا تھا »

کوچوں اور محاصروں کا تکرار اُس عمر کے بہت کم مناسب تھا اور بارہمف ایسی نمود و نمایش اور آرام و آسائش کے سامانوں کے جو اُسکے لشکر کی جلو میں موجود تھے ایسی بڑی بڑی سنگتیوں کو ایسا بے تکلف اوتھایا کہ اُنکے اوتھانے سے گہرو چھانوں کے ڈھنچر بھی مل جاتے وہ برہماپوری میں مقیم ہی تھا کہ ایک اندھیری رات میں دریائے ہما کا طوفان آیا اور اوسکی چھاؤنی دریا برد ہو گئی یہ موسم برسات کا تھا جسمیں گرم سور ولایتیں بارش کی مار مار سے شور پور رہتی تھیں چھاؤنی کا بہت سا حصہ قریب گیا اور رہے سہی پر پانی گذر گیا لوگوں کے شور و فریاد اور خرابی پریشانی سے مصیبتوں کو ترقی ہوئی بارہ ہزار آدمی مر گئے اور مویشی بیشمار ضایع ہوئی یہاں تک کہ بادشاہ کو بھی جان کے لالی پڑے تھی اسلئے کہ جس ٹیکرے پر وہ بیٹھا تھا وہاں پانی چڑھا آتا تھا مگر بقول اُسکے درباریوں کے اوسکی دعا سے وہ پانی نہ ہوا علاوہ اوسکے مہم مذکور کی مصیبتوں پر یہ مصیبت زیادہ ہوئی کہ قلعہ ہرلی کے محاصرہ پر جسکا محاصرہ ستارہ کے بعد کیا گیا تھا پہاڑ کی جانب سے ایک سیلاب آیا اور اس میں کچھ شک شبہ نہیں کہ اُس گرم ولایت کی تند ہواؤں سے بہت سی برسات کے موسموں میں جو وہاں پوری ہوئی تھیں بہت سی نکالیں اوتھائیں ہو گئی اور جبکہ برسات گذر جانے پر کوچ اور

دور دھوپ کرتا ہوگا تو ایسی دشوار گزار ندیوں اور غرق آب رادیوں اور دلدلی زمینوں اور تنگ ہارنگ راہوں پر گزرنے سے بڑی دشواریاں پیش آتی ہونگی اور ایسے مقاموں میں ٹھہرنا پڑتا ہوگا جہاں کھانے پینے کی قلت شرتی ہوگی یہ اسباب اُسکے موبشیوں کے حلقہ میں گاہ گاہ ایسے قاتل ہوتے تھے کہ نام ناگام اُسکی فوج لٹکری ہو جاتی تھی گرمی کی شدت سے کوچوں اور مخیموں یعنی کوچ و مقام میں نہایت تکلیف ہوتی تھی اور ہائی کی کوتاہی سے گرمی کی شدت اور تشنگی کی سختی بہت بڑھ جاتی تھی کھانے پینے کی قلت اور دکھ بیماری کی کثرت کے علاوہ چر اکثر اوقات اُسکے لشکر میں واقع شرتی تھی قحط و وبا نے کئی بار ہاتھ اپنے پھینکے اور سارے رنج اُن ہریادیوں اور غارتگریوں کے اخباروں سے بہت زیادہ ہونے چو اُنکے ایسے ملکوں میں حریفوں کے ہاتھوں سے واقع ہوئی تھیں جو قحط و وبا کی دست اندازی سے محفوظ و مامون تھی مگر باوصف ان افسردگیوں کے اورنگ زیب کی قوت و ہمت تھوکتی نہ ہوئی تھی چنانچہ وہ خود تن تنہا اپنے حکم حکومت کی ہر شاخ کی کارگذاری جزوی جزوی کاموں کے لحاظ و حیثیت سے کرتا رہا اور لشکر کشیوں کے نقشے سوچتا تھا اور لشکر کشیوں کے زمانہ میں تدابیر جاری کرتا تھا اور سردار اُسکے قلعوں کے نقشے دیکھ کر مقصود اُسکی خدمت میں ارسال کرتے تھے کہ حملوں کے مقاموں کو مقرر کرے اور اُسکے رقعوں میں ہتھیاروں کے ہموار ملکوں میں سڑکوں کے جاری کرانے اور ملتان اگرہ کے فسادوں کو دبانے بلکہ قندھار کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیریں مندرج ہائی جاتی ہیں اور اسی عرصہ میں فرجنگا کوئی نکرا یا ہارنڈاری کی کوئی رسد نہ تھی جسکا کوچ مقام دکن میں ایسی حکموں کے بدوں پایا جاوے جنہیں سے تھوڑے بہت حکموں کو اورنگ زیب نے خاص اپنے ہاتھوں سے جاری

نکلیا ہر *

ضام کی مالگذاری کے ادنی افسر کا تقرر یا کسی دفتر میں کسی

مستحضر کا انتخاب اپنی توجہ فرمائی کے نامناسب سمجھتا تھا اور سارے کارگزاروں کی کارگزاری کی نگرانی جاسوسوں اور آنے جانے والوں کے ذریعہ سے کرتا تھا اور ایسی خبروں کی اصل و بیکار پر ہمیشہ نہایت اور ہدایتوں کے وسیلہ سے آگاہ و خبردار آنکر رکھتا تھا مگر تفصیل جزئیات پر ایسے شوق ذوق سے ملتفت ہونا چاہیے ہوشیاری اور میدان مغربی کی دلیل ہی ویسی ہی کام کاج کی اصلی ترقی اور اجراء کار کے ذاتی عروج کے لئے چنداں مفید نہیں مگر جو کہ اورنگزیب کی ذات و طبیعت میں التفات جزئیات کے ساتھ بڑی چابکی چالاکي سلطنت کے عمدہ عمدہ کاموں میں بھی پائی جاتی تھی تو اس سے طبیعت کی آمادگی اور نہایت گرمجوشی ایسی معلوم ہوتی تھی جو ہر زمانہ میں بڑی عجیب و غریب سمجھی جاتی تھی *

یہ مختلف اور مصیبتیں اوسکی یہ ادائیگی کی سزائیں تھیں جو اوسنے اپنے باپ سے کی تھیں اور معلوم ہوتا ہے کہ کسی آن اور کسی لحاظ میں باپ کی بدقسمتی کا خیال اوسکی آنکھوں سے الگ نہ ہوتا ہوگا اور بتول اوسکے کہ * تو بچاے پدرچہ کردی خیر * کہ وہاں چشم داری از پسرست * رات دن یہ سوچتا ہوگا کہ خدا دشوارست میرا حال بھی ویسا ہی ہووے چنانچہ اوسکی روک تھام کے لئے اوسنے سارا اختیار اور بڑی قوت اور ہر قسم کی آذائی اور خداوندی اپنے ہاتھوں میں رکھی اور اپنے سوتاروں کو ایک مقام سے دوسرے میں منظم بدلنے سے اسباب سے بچائے رکھا کہ اوسکے تالارہ کسی سے مستقل علاقہ پیدا نہیں تالارہ اوسکی بیٹوں کی چال ڈھال کی دیراہد بھال سے غافل تھا اور اونکی انتظام و اہتمام میں ہمیشہ مصروف و امداد رہتا تھا اور خفیہ نويسوں اور جاسوسوں سے اونکو مستحضر اور فوج کی حکمرانی میں مشترک رکھتا تھا اور اُس پاس اونکے کتو عہدوں پر معتد لوگوں کو متعین کرتا اور اونکی سارے کاموں پر کھلم کھلا قبض و قابو رکھتا تھا اور اسی زمانہ میں شہنشاہ امیر رقعوں اور

محبت انگیز تحفوں کے ذریعہ سے آنکو آپ سے وابستہ رکھنے اور آنکی گرائی خطرات کی تلافی کرنے سے کسی حالت میں چوکتا نہ تھا اور حسن غرض مطلب کے باعث سے وہ اپنے تمام انیسویں سے اچھے اچھے معاملی برتنا تھا اور بحسب ظاہر طرح طرح کی فوازشیں فرماتا تھا وہ بھی اسی قسم کے کہتے تھے اگرچہ ان اہلیتوں کا باعث کسمندر آنکی ذاتی خواہ و خصلت بھی تھی غرض کہ یہاں تک تالیف قلوب آسمیں سما رہی تھی کہ اپنے انیسویں کے رشتہ داروں کے مرنے پر تاسف کرتا تھا اور مجلس ماتم میں شریک و شامل ہوتا اور بیماری کی حالت میں آنکی بیماریوں کا حال دریافت کرتا رہتا اور بہت خوشامد سے اعزاز و اکرام آنکو بخشتا اور اپنی مہر و محبت سے اپنی بخششوں کو معتول و پسندیدہ کرتا اور بہت کم اتفاق ایسا ہوتا کہ زجر و ملامت کے کلموں پر لطف و عنایت کے فقرے زیادہ نکرتا اور ایسے قصوروں پر بڑی نرمی برتنا تھا جو اُسکے اختیار و حکومت یا دین و ملت کی صلاح و سلامت میں رخنہ انداز نہوتے اور جیسا کہ اس چشم پوشی کا یہہ باعث تھا کہ مزاج آسکا سہل و سلیم تھا ویسا ہی یہہ بھی سبب تھا کہ دشمن بنانے کی لاگ لپیٹ آسکو نہ تھی مگر معلوم ہوتا ہی کہ باوصف ان سب باتوں کے اُس نے لوگوں و اپنا خیر خواہ بنانے میں کامیابی حاصل نہیں کی اور اپنے بیٹوں کی جانب سے جستدر کہ خوف و ہراس اُس کو رہتا تھا اُسقدر، محبت اُن سے نہ رہتا تھا سنہ ۱۶۹۴ ع میں شاہزادہ معظم کو سات برس کی قید سے رہائی بخشی مگر ہمیشہ اُس سے متنفر رہا اور پیا، کی آنکھوں سے ندیکھا اور اُس کا دور رہنا چاہا چنانچہ کابل کی دور دراز حکومت پر روانہ کیا اور اپنے مرنے تک ہندوستان میں آنے ندیا اور اُس کی خواہشوں کو رد کرتا رہا اور ایسی مہم میں اُس کو پہانسا کہ وہ اپنی حکومت کے دور دراز حصے پر چلا جاوے اور اُس کی جناہ و حشمت کے ذریعے وہاں صرف ہوجاویں ذوالفقار خاں نے جو مرزا کام بخش

نظار بند کیا تھا پہلے پہلے اُس کی نظر بندی کو پسند تو کیا مگر جب کہ بعد اُس کے دامن اُس کا داغ دھبے سے پاک صاف پایا تو جی اوس کا صاف ہو گیا اور ایک موقع پر اپنے لائق بیٹے اعظم شاہ سے وہ چال اوس لے چلی کہ اوس سے دنعتاً وہ تدبیر واضح ہوتی ہی جو اپنے بیٹوں کے معاملہ میں وہ بڑا کرتا تھا اور یہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ وہ فائدہ فساد پر دیراندہ تھا اور حیلہ سازی اور منکاری سے طبعی صحبت رکھتا تھا تفصیل اوس کی یہ ہے کہ ایک بار اوس نے دل میں یہ شہید گذرا کہ یہ شاہزادہ اپنی خرد مختاری کی فکر اور تدبیر میں بڑا ہی چنانچہ اوس کو دیوار میں طامب فرمایا اور جب کہ شاہزادہ نے عذر اپنا پیش کیا اور خوف و ہراس اپنا جتایا تو اوس نے یہ جواب دیا کہ ہم تہرزی جمیعت کے ساتھ انشاء اللہ شکار میں تم سے ملانگے شاہزادہ اس تصفیہ پر روانہ ہوا اور بادشاہ نے حصول ملازمت کے موقع کو خفیہ فوج سے مستصوّر کرایا اور جب کہ شاہزادہ بہت قریب آتا گیا تو بادشاہ نے طرح طرح کے حیلہ بہانہ اس غرض سے پیش کیئے کہ کام ناکام اوس کو اپنے تہرے تہرے ہمراہیوں کو ام کرنا پڑا یہاں تک کہ جب عین مقام پر شاہزادہ پہونچا تو کل تین آدمی ساتھ اوس کے رہ گئے اور جو کہ بادشاہ کے اشارہ کنایہ سے کسی اور آدمی لے اونکے گھوڑوں کو نہ تھاما تو وہ دونو ہمراہی بھی اپنے گھوڑوں کے تھامنے پر رہ گئے حصول ملازمت سے پہلے پہلے شاہزادہ اور اوس کے باقی ماندہ ہمراہی کے ہتھیار اٹے گئے اور جب کہ ہتھیار اونکے لیئے گئے تو اونہوں نے آپ کو گھبراہٹ سمجھا اور ایک مدد کی گرفتاری کا یقین کیا مگر جب کہ شاہزادہ باپ کے سامنے حاضر ہوا تو باپ اوس سے بغلیں ہو کر صحبت سے ملا اور اپنی بھری ہوئی بندوق کو جو شکار کی خاطر بھری گئی تھی شاہزادہ کو دیا کہ وہ اوس کو تھامی رہے بعد اوس کے شہادت کے خیمہ میں گیا اور ایک عجیب خاندانی تیغ اوس کو دکھلائی اور اس غرض سے تلوار کو نکلا کیا کہ وہ اوس کے چوہرہ کو اچھی طرح

دیکھے بہالے بعد اوسکے بادشاہ نے اپنا سینہ کھولا اور گرمی کا بہانہ کیا اور یہہ جتنا مقصود تھا کہ کسی زرہ بگتر کی اوت آڑ نہیں غرضکہ بہانت بہانت سے امتحان اوسکا لیا اور تمام اعتماد اپنا جتنا کہ شاہزادہ کو تختہ تنہایت سے مالا مال کیا اور آخر کو یہہ فرمایا کہ اب تمہارا چلا جانا عین مصلحت ہی تمہارے ٹہرنے سے تمہارے لوگ ہاگ گھبرا جاویں گے اور حقیقت میں یہہ فہمایش بہت مناسب تھی اس لیے کہ جب اعظم شاہ واپس آیا تو اوسنے ساری فوج کو منتشر ہوئی کے قریب پایا اور اپنی عورتوں کو اپنی مروجہ قسمت پر روتے دیکھے باقی یہہ بات دریافت نہیں ہوتی کہ وہ باپ کے بکمال آسانی رخصت کرنے سے شکر گزار ہوا یا نہیں مگر مورخوں نے بیان کیا کہ بعد اوسکے یہہ حال اوسکا تھا کہ جب کبھی باپ کا عزیت نامہ پہونچتا تھا تو رنگ اوسکا پڑا ہو جاتا تھا اور جب تک کہ اوسکے مضمون سے پوری آگاہی نہ ہوتی تھی تب تک اوسان اوسکے ٹھکانے نہ آتے تھے * †

سلطنت کی غایت ہے انتظامی کا بیان

اورنگ زیب کی ساری فہم و فطرت اور تمام معنات و مشقت اوس نے انتظامیوں کی روک تھام کے لیے کافی دہی نہ تھی جو روز روز بڑھتی چڑھتی جاتی تھیں اور چاروں طرف سے اوسکو بے طرح دباتی جاتی تھیں راجپوت اب بھی اوس سے لڑنے بھڑنے میں علانیہ مصروف تھے اور اگر کے پاس پروس کے جٹوں نے ایک عرصہ دراز سے اوس کے طریقوں کی پروری کی تھی چنانچہ اونیہ مقابلہ پر ایک فوج کو ایک بادشاہی نسل کے شاہزادے کی زیر حکومت کر کے روانہ کرنا مناسب سمجھا گیا جیسے کہ پچھلے وقتوں میں ملتان کے ‡ باغیوں کے مقابلہ میں ضرورت

† خافی خان

‡ غالباً یہہ باغی وہ سکھ تھے جو گرو گوبند کے زیر حکومت ہو کر لڑتے آئے تھے

اُس کا بڑے انقلابوں اور ہزیشانیوں میں بڑا تھا بہت سا روپیہ بھیجتا گیا تھا اور جب کہ متبادل کا سال اچھا نہ رہا تو بادشاہ نے بھی اہتمام و انتظام کے خیال کو چھوڑا اور جب کہ بقیہ تنخواہوں کی بابت درخواستوں گذرتی تھیں تو نہایت برہم ہوتا تھا اور بہت جھنجھلا کر یہ جواب اُنکادیتا تھا کہ اب فوج کی ضرورت نہیں اور جو خدمت گذاری سے بخش نہ ہووے وہ نوکری چھوڑ کر ڈی چال چاروے بلکہ اُس نے سواروں کے چند گروہوں کو اس غرض سے درخواست کیا کہ متبادل کو فراخی متامل ہو چاروے مگر حقیقت یہ تھی کہ ایسے اُسے وقت میں ایسی فوج کو تنخواہ کا برابر دینا ضروری تھا اور جب کہ مدت تک تنخواہیں نمایاں اور سداہی ہو کر مرنے لگے تو فوج اُس کی علانیہ پہر گئی جس کو چند روزہ تدبیروں سے روکا تھا۔ اُنکادیتا تھا || *

جس جوں کہ مرہٹے لوگ اورنگ زیب کی فوج اکبر کے قریب آتی گئی اُسی قدر مشکلات اس کی زیادہ ہوتی گئیں یہاں تک کہ کبھی کبھی دامن لشکر تک لوت تے مارتے آتے تھے اور رسدوں کو کاٹتی تھے اور مرہٹوں کو سامنے سے اوتھالیںجتے تھے اور چکرکڑوں کو مار ڈالتے تھے اور پھر چوکی والوں سے نوک چوک کرجاتے تھے اور ایسا تنگ پکڑا تھا کہ جب تک قوی متناظروں کا گروہ ہمراہ نہ ہوتا تب تک اکیلا نہ کیلا

+ اورنگ زیب کے رقعے اور خانہ کی تاریخ

کے ایک عرصہ تک تنخواہ کا یہ حال رہا کہ ہر مہینے قاعدے کے موافق ملتی رہی جمیائی کرپری نے سنہ ۱۶۹۵ ع میں بیان کیا کہ فوج کا دوماہہ تقسیم ہوتا تھا اور تبدیل اس قاعدے کی فوج کو گوارا نہ تھی — خانہ

|| اورنگ زیب نے ایک ایسے موقع پر ذوالفقار شاہ کو یہ لکھا کہ ان دوزخی پیادوں کے شرور و غوغا سے میرے کان بھرے بھرتے جو کوڑوں کی مانند اپنے گھرنسوں کے اُجارتے والی پر کان کان کر کے گرتے ہیں اور دوسرے رقعے میں اُسی کو یہ لکھا کہ ہشتی کے پاس روپیہ کی کوتاہی ہی اور یہ تاکید کی کہ پوشیدہ خزانوں کی جستجو کرنی چاہیئے جو مددوں خزانے کسی کے ہاتھ آویں اُن سے چھینے جاویں غرض کہ اُس کے اکثر رقعوں میں روپیہ پيسے کی کمی کا تذکرہ ہی

چھاونی سے باہر نہ جا سکتا تھا اور اگر کوئی معمولی لکڑا فوج کا اُن کی درخت دھک کے لیئے روانہ کیا جاتا تھا تو وہ لوگ اُس لکڑیگر مار پیست کر بھگاتے تھے یا بالکل قباہ کر دیتے تھے اور اگر زیادہ جلد و چھوٹ اُن کی مدافعت کی غرض سے اُٹھائی جاتی تھی تو ادھر ادھر شوچاتے تھے اور اُس وقت تک دوبارہ ظہور نہ کرتے تھے کہ کسی دور دراز بستی کو ناخست تاراج نہ کر لیتے تھے اور اپنے تعاقب کرنے والوں کو غلام رکھوں میں دور دھوپ کرنے اور ادھر ادھر دور سے اور بھارتیہ تھانے کی فرصت ندیدہ تھے + غرض کہ وہ لوگ اب ایسے ہو گئے تھے کہ بادشاہ کا موہنہ چرائے لگی اور برا پہلا کھنہ لگے اور وہ مرہٹوں جو بادشاہی ملازموں میں داخل تھے مختلف مرہٹوں سے ملتی جلتی تھی اور اُن کے کہانے پہنچے میں شریک و شامل ہوتے تھے اور ایسے ایسے چلسوں میں مسلمانوں کی سرور و نمائش اور اُن کی جہاں نمائی کے طور و طریقوں کی نقلیں کرتے تھے اور ہنسی ٹھٹھول کی دوسے اپنے دلی نعمت اور رنگ زیب کی درازی عمر کی دعائیں مانگتے تھے اب بادشاہ کا محل ایسا بگلا ہو گیا تھا کہ کام بخش کے سمجھانے بوجھانے سے اُٹھنے کا خواہاں ہوا یہاں تک کہ اگر مرہٹوں کی بددعا دیکھنا سنوں اور دلچسپی سے حرکتوں سے اُٹھتی کی لکھا پڑی متعلق نہ ہوتی تو کہاں غالب تھا کہ وہ ساہو کو قید سے رہائی بخشا اور دکن کے محتاصل سے فیصدی سالانہ ایسی طرح عنایت کرتا جس سے اُس کی بات کو بڑا ناکارہ عالمگیر کا پہچلا چٹائی کام پہنچا تھا کہ وہ احمد نگر کو لوٹا اور لوٹنے کا محل اُس کے ہمارے تھکے مویشیوں اور ٹوٹی ہوئی فوجوں سے سمجھا جاسکتا ہے چنانچہ لشکر کی بھڑ بھڑ افسردگی و بزمردگی اور یہ انتظامی سے پہنچنے کو لوٹتی تھی اور بندوبستوں کے متواتر کر لی چلانے سے کان اُن کے ہرے ہو گئے تھے اور بھالے والوں کے دھاروں اور لنگاروں سے بہت گہرا گئے تھے اور ہر وقت اُن کو بھی

+ سکات صاحب کی تاریخ دکن کی جاد دو میں بندوبستوں کے حالات کا

کہتے تھے تھا کہ اب مرہٹوں کی جانب سے ایک عام دھارا ہوگا اور ہماری تباہی پر پادی کمال کو پہونچے گی اور حقیقت یہہ ہی کہ بادشاہی فوج کے ایک حصے کا حال ایسا ہی تھا کہ پریشان ہوا اور مسلمان مرہٹوں نے خدا کا شکر اس پر ادا کیا کہ خون بادشاہ ایسی دشمنوں کے ہاتھوں سے محفوظ و مامون رہا جن سے وہ کسی زمانہ میں نہایت متاثر تھا اور بدچشم حقارت اُن کو دیکھتا تھا † *۔

مذکورہ قدر واقعہ سے بیس برس پہلے اورنگ زیب احمد نگر سے بڑی شان و شوکت اور جاہ و حشمت کے ساتھ اپنی فتوحات پر روانہ ہوا تھا اور اب احمد نگر میں جاہ و جلال زوال یافتہ کا بقیہ لیکر داخل ہوا اور اُس کی دنیا کی کاغذی کا خاندان احمد نگر میں ہونا تھا جس کو احمد نگر والے دیکھنے والے تھے *۔

تھوڑے دنوں سے مزاج اُسکا قوی و مستحکم نہ رہا تھا اور صحت اُسکی گھٹتی جاتی تھی چنانچہ بدشواری ایک بیماری پر غالب آیا جس نے اُس کو بہت دھمکیا تھا اگرچہ عام دربار کرتا رہا اور کام کاج پر التفات اپنا جمائے گیا مگر آخر کار اُس کی طبیعت سوچ بچار اور بیماری کے بھاری بوجھ تلے بیٹھنے لگی یہاں تک کہ جب وہ احمد نگر میں پہونچا تو اپنی زبان سے یہ فرمایا کہ بہت ہمارے سفروں کی پچھلی منزل ہی اُسکے پچھلے خطروں کے دیکھنے سے دریافت ہوتا ہی کہ جسمانی تکلیفات اُسکو کیا کیا تھیں اور جو خیال اُس نے پکڑے تھے وہ کیسے پورے نہ ہوئے اور عاقبت کا کیا کچھہ خوف اُس کو تھا ہمیشہ کی نسبت باپ کی یاد اُس کو زیادہ رہنے لگی مگر کسی جگہہ اُس شرکت پر پشیمانی اپنی ظاہر نہ کی جو باپ کی گستاخی اور اُس کی قسمت کی تبدیل میں اُس کی جانب سے پیش آئی تھی اُس کے تمام فعلوں سے یہہ صاف صاف واضح تھا کہ اُس کو اس بات کا برا کہتا تھا کہ میرے ساتھ بھی

ایسی ہی بدسادگی برقی جاوے میرا کیا میرے آگے آدے یعنی میرے بیٹے
منجھکو ستاروں اور میری کمائی کو دکھا دکھا کر کھاویں *

جب کہ اسے نازک وقت میں شاہزادہ معظم نے دور اندیشی اور
مصاحت سکالی کے لحاظ و حیثیت سے چند انتظاموں کا مقدمہ باپ کے
سامنے پیش کیا تو اُس نے یہ سمجھا کہ میرے چوتھے جی حکومت کے
دہانے کا ارادہ رکھتا ہی اور اس وقت جب کہ شاہزادہ اعظم کا یہ عریفہ
پیش کیا گیا کہ گجرات کی آب و ہوا منجھکو ناموافق ہی اگر احمد نگر کی
اجازت حاصل ہووے تو برائے چندے حاضر ہوں تو اُس پر یہ سختیہ فرمایا
کہ یہ دھڑی چال میں جو میں نے اپنے باپ کی ہمدانی کے زمانہ میں
چلی تھی اور بعد اُس کے یہ کہہ کر ٹوٹی ہوا ایسی بری نہیں
جیسی کہ الالزمی کے بنڈر ہوے ہوں بعد اُس کے اعظم کی منت
سماجنت سے لچتا ہو کر اُسکو حصول ملازمت کی اُس وقت اجازت فرمائی کہ
جب کہ شاہزادہ اعظم اپنی نئی حکومت پر بمقام مالوہ جانا تھا اور
اخیر حکم اُس نے تھا کہ اُس نے اعظم کو مالوہ کے سفر پر بھیج دیا اور
دربار کی حاضری کے لیے کوئی عذر اُس کا چلانے دیا اور اس سے
تھوڑی مدت پہلے کام بخش کو بھیجا اور کی حکومت پر روانہ کیا تھا
مگر کام بخش کو صرف اعظم کی رضا چوٹی کی غرض سے بھیجا تھا اور
اسکی طرف سے کسی قسم کا اندیشہ نہ تھا *

مذکورہ بالا تدبیروں کی تکمیل پر بہت عرصہ نکلا تھا کہ اورنگ زیب
اس بات سے مطلع ہوا کہ وقت اسنا بہت قریب آ پہنچا ایسے نازک
وقت میں شاہزادہ اعظم کو ایک عنایت نامہ لکھا بلکہ اوروں سے لکھوایا
اُس نامہ میں دنیا کی نصیحتوں اور اپنی رخصت کے فکروں کو اٹھورا
اٹھورا درج کیا تھا جس سے خوف و ہشیمانی کے ایسے خیالوں کا دھیان
آتا تھا کہ جو اُس وقت اُسکو ہرانکینختہ کر رہے تھے اور اختتام اُسکا ایسی
مایوسی ہو گیا تھا کہ مضمون اس مصرعہ کا * ہرچہ باد اباہ

ما کشتی در آب اندر ختم * صاف مترشح ہوتا تھا اور اس نامہ کے اخیر میں خدا حافظ خدا حافظ تین بار اُس میں درج کیا تھا بعد اُس کے سب سے چھوٹے بیٹے مرزا کام بخش کو جو تھوڑے دنوں سے بہت بیمار ہو گیا تھا ایک ایسا نامہ لکھا جو اُسکی صغیر سنی کے باعث سے مرزا اعظم کے نامہ کی نسبت زیادہ نصیحت آمود تھا اور اُس نامہ کے دیکھنے سے واضح ہوتا ہی کہ جو عادات اُس کو عزیز اور دلپذیر تھیں وہ سرتے دم اُس میں باقی (ہیں) اسلامیہ کہ اس نامہ میں اوسنے لکھوایا کہ اپنے درباریوں سے بری طرح پیش آنا مناسب نہیں اگرچہ وہ فریبی اور متغنی ہی ہویں اسلامیہ کہ فطرت اور خالق ولیدت سے کام نکالنا چاہیئے علاوہ اُسکے اور اور نصیحتیں بھی مندرج کوائیں اور اس نامہ میں بھی جگہ جگہ یہہ خیال اپنا ظاہر کیا کہ میں جدھر دیکھتا ہوں اندر خدا کے سوا کوئی چیز نظر نہیں آتی اور یہہ دریافت نہیں کہ کون کون عذابوں میں پکڑا جاؤنگا اب چلنے کے سامان ہیں اور موت کی تکلیفیں غالب آتی جاتی ہیں اور جو کچھ برا بھلا میں نے کیا وہ تمہارے لیئے کیا + اور غالب ہی کہ اُسی زمانہ میں اُسنے وہ وصیت لکھی ہوگی جو انتقال کے بعد اُس کے تکیہ کے نیچے سے پائی گئی مضمون اس وصیت نامہ کا یہہ تھا کہ معظم کو بادشاہ مانا جاوے اور سلطنت کی تقسیم اُسمیں ایسی کی جاوے کہ معظم شمالی مشرقی صوبوں پر قبضہ کرے اور دلی کو دارالسلطنت بناوے اور اعظم آگرہ کے جنوب اور جنوب مغرب کے ملکوں پر ساری دکن سمیت قابض ہووے اور آگرہ کو دارالحکومت ٹھہراوے مگر گولکنڈہ اور بیجاپور کی

+ راضع ہو کہ اورنگ زیب کے نلاموں کا ترجمہ سنکٹ صاحب کی تاریخ دکن جلد دوم صفحہ ۱۲۹ پر لیا گیا جس میں اُسکی سرگزشتوں کا ترجمہ مندرج ہی اگرچہ ٹھہرا بہت اُس فارسی نسخہ سے مختلف ہوگا جو ہندوستانی ڈکٹر واقع لندن میں موجود ہی اور اختلاف بھی چند خفینہ باتوں میں ہوتا *

دو ریاستیں اُس کے قبضہ و تصرف سے مستثنیٰ رہیں اور کام بخش اُنکا مالک اور متصرف رہے + *

اکیسویں فروری سنہ ۷+۱۷ ع کو عمر کے فواسی سال اور سلطنت کے پچاسویں برس میں جہان ذاتی سے رخصت ہوا + *

ایک ہندوستانی مورخ اس بادشاہ کی دلیری دلاوری اور عقل و ہوشیاری سے نہایت متاثر ہو کر اُسکی سلطنت کی ناکامیابی کے اسباب درجہ کی جہان میں سے بڑی نظر کرتا ہے مگر اصل یہہ ہی کہ اورنگزیب اپنے دل سے اچھا نہا اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر اُسکی رائیں آزاد اور عام پسند ہوتیں تو وہ بڑا بادشاہ ہوتا اور اُسکی رعایا اُسکی تنگ و تیرہ رائیں سے جو مشعب کے مقدمات میں بڑا کرتا تھا سخت متاثر اور نہایت متکلف نہ ہوتی اور اُسکے مزاج کے شکری دہی ہوتے سے اُسکے سرداروں کی قوت و ہمت شکستہ نہ ہوتی اور نہ اُنکی سرکشی اور گومجبوشی نہ ہوتی ہوتی + *

+ رحمت نامہ مذکورہ بالا کے علاوہ ایک اور رحمت نامہ بھی پیور کیا تھا جو بظاہر ایسے وقت میں لکھا گیا جب کہ وہ موت کی علامتوں سے چنداں بیقرار و متنازع نہ تھا اُس میں مندرجات کی چند عام باتیں اور اپنی تمجید تکفیں کی ہدایتیں مندرج تھیں لکھا تھا کہ میرا تمجید تکفیں اُن سارے چار روزوں سے کرنا جو تریزوں کی قیمت میں سے باقی رہ گئے ہیں اور وہ آٹھ سو پانچ روپے جو قرآن تریزی کی اجرت سے حاصل ہوئے تھے قریب قریب کر دے دینا — ایشیا کے حالات کا رجسٹر سنہ ۱۸۰۱ ع کی باب کا *

۱۔ یہ سنہ شمسی سنوں کے حساب سے بیان کیئے گئے یہ بادشاہ پندرہویں ذی قعدہ سنہ ۱۰۲۷ شمسی قریب آخر اکتوبر سنہ ۱۶۱۸ ع میں پیدا ہوا خانی خان اور لایون صاحب کی تاریخ جمہانگیر صفحہ ۳۵

۲۔ خاندان ترمور باکد سکندر اودھی کے وقتوں سے دہلی کے بادشاہوں میں کوئی بادشاہ ایسا اتماف درست اور مرقاٹ اور عابد اور شجاع اور ہوشیار اور مستل مزاج اور ثابت قدم نہیں ہوا جیسا کہ اورنگزیب تھا مگر قانون شریعت کے ارشادوں پر حد سے زیادہ لحاظ کر کے مجرموں کی سزا دہی سے درگزر کرتا تھا اور جو کہ انتظام

اس پہنچنے موقع پر مذہب کے مفہوم میں اُسکی تیرہ راہوں کے بیان میں چٹکے مخصوص باعث سے اُسکی سلطنت برباد ہوئی اس بات پر غور و تامل کرنا بہت ضروری ہے کہ کیسے تھوڑے صاف و صریح ظلم و ستم سے وہ برا نتیجہ یعنی سلطنت کی بربادی پیدا ہوا معلوم ہوتا ہے کہ ہندو لوگ اُسکے زور و ظلم اور سنگدلی بددعویٰ سے اس قدر ناراض و ناشی ہوئے جس قدر کہ اُسکی ایسی مسلسل تدبیروں سے ناخوش ہوئے چٹکے ذریعہ سے اُنکی دل شکنی اور تذلیل و اہانت وقوع میں آئی چنانچہ اُس نے ہندوؤں کو ہر قسم کے عہدوں سے محروم کیا تھا اور معقول چیز کے لئے سے دولت و سوائیگا دہیا لگایا تھا اور اُنکے میلوں اور تہواروں کی سخت بندھ کی تھی اور کہیں کہیں اُنکے مندروں کو بیڑت کراکر مسمار کرایا تھا غرض کہ طرح طرح سے بدسلوکی ہوتی تھی اور دربار کی رسم و رواجوں میں جو طور و طریقہ ہندوؤں کے عقیدوں اور طریقوں کے مدد و معاون ہائے جاتے تھے اُنکی موقوفی کے لئے یہی وجہ لائی گئی تھی جانتی تھی مگر باوصف اُسکے یہ بات کہیں پائی نہیں جانی کہ کسی ہندو کو اُسکے مذہب کی وجہ سے جانسے مارا ہو یا بڑا چکرا ہو یا لوٹا کھسوتا ہو بلکہ یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ اہم راجداد کی رسوم عبادت کے علاوہ ہر تار پر کسی آدمی سے علاوہ تکرار و تہمت کی ہو لیکن دیوں و مذہب کے معاملوں میں بغض و عداوت کا ایسا برا نتیجہ ہوتا ہے کہ بڑے زور و ظلموں سے ایسی طبعی نفرت اور دائمی عداوت کم پیدا ہوتی ہے جیسی کہ عالمگیر کے تعصبات اور اپنے

سزا کے بدوں کوئی مملکت قائم نہیں رہ سکتی اور نیز اُن نزاعوں کے باعث سے جو رقابت اور رشک و حسد اُسکے امیروں میں پیدا ہوئے کوئی تدبیر اور عزم اُسکا پورا پورا ٹھیک تھا کہ اُنکی ترمیم و اتمام میں تساہل واقع ہوا تو وہ کبھی منزل مقصد کو نہ پہنچتا یہ بادشاہ تہہ برس تک زندہ رہا اور پانچویں عراس اُسکی صحیح سلامت رہے تھے توت سامہ کسیندر خاں پذیر ہو گئی تھی مگر باوجود اس کے اس قدر نہ بازی تھی کہ اور لوگ اُس پر بے اختیاریں۔ خانی شاہ

مذہب کی حمایتوں سے ظہور میں آئی عالمگیر کے کئی سو رقیب اب تک باقی ہیں جنکے ملاحظہ سے آسکی خور ہو کا خیال اچھی طرح دریافت ہو سکتا ہے علاوہ ان بڑی طاقتوں کے جو اوسکے خاص فعاوں کی عملدرآمد سے دریافت ہوتی ہیں نمصب و خود راہی کے ساتھ یہودہ اعتقاد والا اور باطل مذہب کا تھا اگرچہ وہ اپنے دل سے ہندوؤں کو ذلیل اور شیعوں کو حقیر سمجھتا تھا یعنی اچھا نہ تھا تھا مگر مسیحیوں کی تعمیر اور اوقات کے وقت میں روپیہ صرف کرتا تھا اور ملاؤں اور امراء کے رعب دابہ کو نہاتا تھا اور قلیروں اور درویشوں کے مصروفی تقدس سے نفرت کرتا تھا *

آسکی حکومت ہندگانی کا متواتر ایک سلسلہ تھا چنانچہ ہر شخص کی خور و خصلت کی خفیہ تحقیقات کیجاتی تھی اور ایک کام میں ایسے کئی آدمیوں کو اس غرض سے شریک و شامل کیا جاتا تھا کہ عملدرآمد کی صورت میں ایک دوسرے کا نگران رہے مگر بادشاہ اس ہوشیاری چالاکی کے کسی بادشاہ نے ایسی دھوکے نہائے جیسے وہ اُس نے کوائے اور نہ کسی بادشاہ کی ایسی بڑی خدمتداری ہوئی جیسے کہ آسکی ہوئی اور آسکی سرد مہدی صاف اس سے واضح ہوتی ہی کہ وہ اپنے پرانے کلمے ملی دوستوں کی ستائیاں سنا تھا اور نام کو اوداس بھی نہوتا تھا چنانچہ ایسی بڑی عمر میں ایسی واردائیں بہت سی واقع ہوئیں اور اُن کے وقوع سے خدا ترسی یا حکمت کا خیال اُسکے جیوں گذرا مگر یہ حکم جاری کرتا رہا کہ متوفی کے متعلقہ غیر منقولہ پر قبضہ کیا جاوے اور بڑی احتیاط اُس میں برقی جاوے کہ دست اندازی نہوے اور جو قرض اوسکا لوگوں کے ذمہ ہو واجب الادا ہووے یا کہیں اوسکی امانت رکھی ہووے وہ وصول کیا جاوے *

اوسکی رقوم میں اکثر اوقات اوستادوں کی شعریں یا قرآن کی آیتیں پائی جاتی ہیں اور کبھی کبھی یاروں کے رنگ دھنگ پر خط خطوط

لکھ جاتے تھے اور نوع ظرافت سے بخالی نہ ہوتے تھے اور خصوص وہ رقمی جو اپنے بیٹوں کے نام پر لکھے جاتے تھے چنانچہ ایک رقمہ کے خاتمہ کو جو اسی برس کی عمر کے بعد اوسنے لکھا تھا تشریروں اور استمارہ کے شہروں سے مژوں فرمایا اور اوس شہروں کے مصدعہ نہیں تھیں نالعوں سے مرکب ہیں اور ہر شعر میں کسی کسی بڑے آدمی کی کا گزاری کا ظرافت خیز بیان ہی جو اوسکی دیوار میں حاضر ہوتے تھے + *

چند ہی کریم جسنی اورنگزیب کو اوسکی اہل قریبیں برس میں دیکھا تھا بیان کرتا ہی کہ وہ پست قامت اور لاغر اندام اور کمرسنی کے باعث سے خمیدہ قامت اور ناک اوسکی لمبی اور قارہی اوسکی گول جسکی سنہری اوسکی شفاف رنگت پر نمایاں تھی صاف و سقیم ملعل کی پوشاک پہنے ہوئی عصاے بیڑیکی سہارے امیروں کے چہرہ میں کھڑا ہوا تھا اور اوسکی بکریوں ہوا کھڑا زمرد کا کنگا وا تھا داند خواہوں کی عرضاں لیتا جانا تھا اور بلا عینک پردہ کر خاص اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا تھا اور اوسکی ہشاش بشاش چہرہ سے صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شادان و فرحان ہی + *

ہندوستان کے بادشاہوں میں عالمگیر ایسا بادشاہ تھا کہ مسلمانوں کے گہر گہر میں تعریف اوسکی ہوتی ہی اور بہت تہذیب لوگ ایسی

+ اورنگزیب کے رقعوں کے تین مجموعہ موجود ہیں اول نامات طریبات جسکو اسکے میز منشی ملا علی خان نے مشہور کیا دوسرے رقاہم کرایم جسکو دوسرے میز منشی نے مشہور کیا تیسرے دستورالعمل آغا بی جو اسکے مرنے سے اڑتیس برس کے بعد اکوٹا گیا پہلے دو مجموعہ صرف مسودہ تھے جنکو آپ اپنے ہاتھ سے میز منشیوں کے واسطے تشریر فرمائی تھے اور تیسرے مجموعہ کے نامے بھی اسی قسم کی علامتیں رکھتی تھیں چنانچہ ترتیب اور تاریخ کا اُس میں نام نشان نہیں اور اختصار کے باعث سے اور نیز اُن مضمونوں کی ناگہانی سے جسپر اشارے کتابہ کیے گئے تاریخ و تیرہ ہیں

+ جمہای کریم کا سوالہ ہندوستان کا چہرہ صاحب جلد ۲

ہیں جو اکبر بادشاہ کی بخوبی و مخلصیت کی حسن و خوبی سے بالکل اندھے بن گئی مگر اور ایسے آدمی اورسی بھی بہت کم ہیں جنکی سوچ سمجھہ کی رائیں اور نگاہ کی ترجیح پر اکبر کی نسبت مایل نہ رہی *۔

مختلف معاملوں کا بیان

واضح ہو کہ ہمیشہ ہمیشہ ایسی متفرق راتیں ہیں جنکا فروگزاشت کرنا مذکورہ سلاطنت کے بیان میں مناسب نہیں معلوم ہوتا جاتوں کی بغاوت کا بیان اور مذکور ہو چکا اور اہل و حقیرت اونکی یہہ ہی کہ وہ شہر قوم کے ہندو ہیں جو آگرہ کے پاس ایک خلی میں بستی رستی ہیں اور دارالریاست اور دارالہدایت پورشی اگرچہ ملک اونکا کشادہ اور آگرہ اور متھرا کے پاس واقع تھا مگر اورنگزیب کے عہد دولت میں شور و فساد برپا کرتے رہے اور بعد اوسکی الگ سلطنتوں میں ایسی منزلت کو پہونچتی کہ ایک دولت آگرہ پر قابض و متصرف ہو گئی اور ہندوستان کے میدانوں میں بھی لوگ اس لوگوں میں سے پہونچے تھے جو انگریزوں کی حکومت کے مابین زاحم ہوئی تھے *۔

اورنگ زیب کے عہد حکومت کے اڑیسویں برس یعنی سنہ ۱۶۹۳ع میں ایک جہاز ہوائی صورت کے بندر سے حاجیوں کے واسطی چکایا گیا تھا جس میں اسی توپوں اور چار سو ہندوؤں تھاقت سامان سے آراستہ پیراستہ تھے جسب اتفاق انگریزوں کے چھوٹی جہاز نے اس جہاز پر حملہ کیا بادشاہی جہاز میں ایک توپ بہت گئی اور انگریز اپنے ہتھیار باندھ کر اس جہاز میں گھس گئی اگرچہ عیسائی تلوار کے دھنی تھے

† اگرچہ یہہ تریں ہونکی مگر تعداد اُنکی مبالغہ سے بیان نہیں ہوئی چنانچہ کمپنی کے بعضے بعضے جہازوں پر جو چھ سو تین یعنی سولہ ہزار آٹھ سو من بوجھہ اڑھاتے ہیں ستر ستر توپیں چڑھائی جاتی تھیں۔ میکفرسن صاحب کے رسالہ تجارت ہند صفحہ ۱۲۳ پر دیکھو

مگر بدانتظامی کے باعث سے اوس جہاز پر قابض ہو گئی وقوع واقعہ پر اورنگ زیب نے یہ حکم صادر کیا کہ جو جو انگریزی کوٹھی والی ہماری بندرگاہوں میں تجارت کا کاروبار کرتے ہوں پکڑے چکڑے چاویں اور حبشیوں کو یہ ہدایت کی گئی کہ ہمیشہ انگریزوں سے خالی کراویں *

انگریزوں نے یہ انتقام اُس کا لیا کہ بادشاہی ملازموں کو پکڑا اور خانی خاں کے بقول اُن حبشیوں نے بھی انگریزوں سے واسطہ علاقہ نہ روا اس لیے کہ اُنکے آپس میں مہل چول کی رسم جاری تھی یہاں تک کہ گجرات کے نائب سلطنت نے خود خانی خاں کو بصریہ ایلچی مقرر کیا اور روانہ کیا خانی خاں لکھتا ہی کہ بڑی قدر و منزلت سے میری اُڑ بھگت ہوئی اور جنگی قوت کی بہت سی بھڑک دکھلائی گئی خانی خاں نے پرانے پرانے انگریزوں سے سوال و جواب کیا جو ہماری قیمت کے لباس پہنے ہوئے تھے اگرچہ گاہ گاہ اُس سے بہت کھل کھلا کر ہنسے جو ایسے موقع پر شاہان و مناسبت تھا مگر معلوم ہوتا ہی کہ اُنکی تیز فہمی اور عقل و ہوشیاری کا خیال اُسکی طبیعت پر اچھا بندھا انگریزوں نے شکایت کے جواب میں ظاہر ہی کہ یہ راست بیان کیا کہ بادشاہی جہاز کو قزاقوں نے لوٹا اور اُنکی جوابدہی ہمارے ذمہ نہیں اور جبکہ یہ سوال کیا گیا کہ تمہارے بادشاہ کی قلمرو میں اپنے بادشاہ کے نام کا سکا کسائیے جاری کیا تو جواب اسکا یہ دیا کہ ہم تجارت پیشوں کو ایسے ایسے مقاموں میں سودا سلف کرتا پرتا ہی جہاں تمہارے بادشاہ کا سکا جاری نہیں *

حال اوس تصدیق کا جو اس موقع پر واقع ہوا بیان نہیں کیا گیا مگر اور مورخوں کے ذریعہ سے یہ دریافت ہوتا ہی کہ انگریزوں نے کسب قدر روپیہ دینے کا اقرار کیا یعنی باہم آشتی ہو گئی *

یہ بات اچھی کی ہی کہ ایسی خفیف معاملہ کو خانی خاں نے بیان کیا جس میں وہ خود مصروف تھا اور اوس لڑائیوں کے بیان

کر قائم انداز کیا جو سمندر کے دونوں کناروں پر انگریزوں اور عالمگیر کی
 قوتوں میں واقع ہوئی تھیں اور کمپنی کی تاریخ میں انکو بڑی قدر و
 منزلت کا سمجھا گیا سفائی خاں نے اس بے ہنر مخالفتوں کی آئندہ
 قدر و مرتبہ کو بچشم عبرت ملاحظہ کیا کہ وہ کیسی ہنر مند ہو
 جا رہے تھے *

بارہواں حصہ

اورنگ زیب کے جانشینوں کا بیان

پہلا باب

محمد شاہ کی تخت نشینی تک

بہادر شاہ کا بیان

جوانی میں شاہزادہ اعظم نے باپ کی سنوئی سنی تو باپ کے لشکر میں واپس آیا اور ایک ہفتہ کے بعد اپنے باپ کی وصیت پر خاک ڈال کر اپنی بادشاہی کی منادی پوروائی *

شاہزادہ معظم نے بھائی کی نسبت عمدہ وجوہات کے بہرے سے شہر کابل میں تاج سلطنت کو سرفرازی بخشی اور بہادر شاہ کا خطاب اختیار کیا غرض کہ بقول اُس کے دو بادشاہ دریا قلیبے کے چند دُروہہ دے دیے بادشاہوں نے ہتھیاروں کے ذریعہ سے اپنے دُروہوں کے قیام و استحکام کی تیاریاں کیں اور ہاوصف اس کے کہ سلطنت کا حال بغایت پتلا تھا بڑی بڑی فوجیں اکٹھی کر کے جنوب اُگڑہ کے متصل باہم مقابل ہو گئے حاصل یہ کہ ایسی بڑی لڑائی ہوئی کہ اعظم شاہ اور اُس کے دو جوان بیٹے مارے گئے اور چھوٹا بیٹا شہر نذر اُس کا گرفتار آیا یہ مقتول شاہزادہ ایسا مغرور و متکبر تھا کہ اُس کے غرور و نخوت سے اکثر سردار اُس کے ناراض تھے چنانچہ منجملہ اُن کے اسد خاں اور اُس کا بیٹا ذوالفقار خاں اس کی فوج سے علاحدہ ہو گئے تھے اور لڑائی کا تماشا دیکھتے تھے اور جب کہ ماہ جون سنہ ۱۷۰۷ ع مطابق ربیع الاول سنہ ۱۱۱۹ ہجری میں لڑائی کا خاتمہ ہو چکا تو اُن دونوں باپ بیٹوں نے اطاعت کا پیغام بھیجا چنانچہ بہادر شاہ لطف و عنایت سے پیش آیا اور بڑے مرتبہ پر اُن کو پروانچایا اور علی ھدالتیاس اعظم شاہ کے اور رفیقوں سے

یہی معاملے برتنے مگر خاص منعم خاں کے صدق و وفا پر معتمد رہا جو کابل میں بڑا سردار اُس کا تھا یہاں تک کہ وہی وزیر اس کا ہوا اور یہ منعم خاں بھی بڑا لائق فائق اور نہایت نیک نیت اور پاک طہنت وزیر تھا اور جو کہ بادشاہ میں سرعت غضب کے علاوہ کوئی عیب و عار نہ تھا تو اُس کی تخت نشینی کو رعایا کے بڑے حصے نے بہت مبارک سمجھا جو اورنگ زیب کے تہذیبوں اور سخت ضرر رسانوں سے کسی قدر نجات و تسلی کی متوقع تھی اور یہ بہاری نقصان اُس پر اُس کی سیدہ زور لائیں کی وجہ سے عائد ہوئے تھے *

اگرچہ شاہزادہ نام بخش اپنی اصل و طبیعت سے خود ہیں و خود پرست اور درشت طبیعت اور نہایت بد مزاج تھا اور بارصفت اس نے اُس نے اعظم شاہ کی بادشاہی کو تسلیم کیا تھا اور اُسکی جاگیر اُس پر مضبوط و مستحکم کی گئی تھی مگر بہادر شاہ کی بادشاہت سے منکر تھا بہادر شاہ نے عنایتوں کی مار مار اور نوازشوں کی بوچھاڑ سے بہت کچھ چاہا کہ وہ اُس کا حامی ہو جائے مگر کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا یہاں تک کہ اُس پر فوج کشی ہوئی اور ایک لڑائی میں جو حیدرآباد کے متصل واقع ہوئی تھی شکست فاحش کھائی اور اُسی روز اپنے گاری زخموں کی تکلیف و اذیت کے مارے مر گیا یہ واقعہ ماہ فروری سنہ ۱۷۰۸ ع مطابق ذی قعدہ سنہ ۱۱۱۹ ہجری میں واقع ہوا *

دکن کے کارباروں اور راجپوتوں کا بیان

دکن میں موجود ہونے کے باعث سے بہادر شاہ نے یہ سوچا بچارا کہ مرہٹوں سے کیا معاملہ ہوتا چاہئے اور ان سے کس طرح پیش آنا مناسب ہی اور یہ وقت وہ تھا کہ اُس میں صلح کا کرنا اُس وقت کی نسبت زیادہ سہل و آسان تھا جب کہ عالمگیر کے مرنے پر سلطنت کا قہقہہ بگڑ رہا تھا وفات اورنگ زیب کے زمانہ میں ساہو مرہٹوں کا حقدار راجہ مغلوں کی قید میں مبتدی تھا اور مرہٹوں کی حکومت کا کار بار اُسکے

چچا راجا رام کی بیوہ تارا بائی کے اہتمام انتظام سے ہتھوبی جاری تھا اور وہ بی بی اپنے شیر خوارہ بیٹے کے نام سے حکومت کرتی تھی اگرچہ مرہٹے لوگ ایک کام کے سردار کے بہم پہونچانے کی ضرورت سے رائے گڈہ کی فتح کے پیچھے راجا رام کی تخت نشینی پر مایل ہوئے مگر اُس کے بہتیجے ساہو کے سرورٹی استحقاق کو بھولے نہ تھے چنانچہ جب وہ ضرورت باقی نہ رہی تو ساہو کے باپ دادا کی گدی کو اُس سے خالی دیکھنا گوارا نہ کیا اعظم شاہ نے ان دعوی داروں کے قصے قضایوں سے فائدہ اٹھانا چاہا اور جبکہ وہ معظم شاہ کے مقابلہ کو جانتا تھا تو ساہو کو آئندہ رہا کیا چر اب جوان ہو گیا تھا اور یہہ اقرار کیا کہ اگر تو اپنے حق پر قابض ہو گیا تو بہت مناسب شرطوں سے آشتی کی جاوے گی یہہ تدبیر اُس نے ذوالفقار خاں کی صلاح و مشورہ سے برتی تھی چنانچہ تدبیر اُس کی داس آئی اور مرہٹے سردار مختلف گروہوں میں منقسم ہو گئے اور بجائے اُس کے کہ وہ اپنے دشمنوں یعنی مغلوں کو مغرب کریں چر بہت زیادہ مقابلہ کے قابل نہ تھے خود آپس میں لڑنے پڑنے لگے اور ایسے وقت میں کہ مغلوں کی سلطنت نہایت کمزور اور ناتوان ہو گئی تھی کسی قسم کا نقصان اُن کو نہ پہونچایا اور جب کہ بعد اُسکے بہادر شاہ مرہٹوں پر ملتفت ہوا تو ساہو کا غلبہ ملکی نزاعوں میں غالباً معلوم ہوتا تھا اور ذوالفقار خاں نے چر آج کل بادشاہی عنایتوں کا منظور نظر تھا یہہ چاہا کہ اورنگ زیب کی پیش کردہ مراعاتوں اور عنایتوں کے بموجب مرہٹوں سے آشتی کی جاوے مگر منعم خاں نے شرطوں کو منظور کر کے تارا بائی سے آشتی چاہی اور شرایط مقررہ کا عنایت کرنا اُس کے لیئے تجویز کیا چنانچہ انجام اُس کا یہہ ہوا کہ آشتی کے مقدمہ میں جو خط کتابت ہوئی تھی وہ بالکل ضائع گئی اور وہ سہمی مشکور نہ ہوئی جب کہ بہادر شاہ دکن سے روانہ ہوا تو دکن کی نیابت ذوالفقار خاں کو عنایت فرمائی مگر چو کہ وہ سردار اپنی حسن لیاقت

کے باعث سے بقول اُس کے کہ * اسی روشنی طبع تو برسن بلا شدی * دربار میں حاضر رہنے سے مستحافظ و مامور نہ رہ سکا تو بادشاہ نے اوس کو طلب کیا چنانچہ ذوالفقار خاں داؤد خاں پنی کو جس نے عالمگیر کی لڑائیوں میں آپ کو مشہور و ممتاز کیا تھا اپنی جگہ چھوڑ کر روانہ ہوا اور داؤد خاں نیابت کا کام اس کی جگہ کرتا رہا *

داؤد خاں نے ذوالفقار خاں اپنے اعلیٰ افسر کی تدبیروں کا اتباع کیا اور شاہو راجہ سے دائمی عہد نامہ لیا چنانچہ اُس نے بہت اقرار کیا کہ جب تک میں دکن کا نائب رہوں گا دکن کے متضائل سے اس شرط پر چھوڑ دیا کروں گا کہ ملک کا متضائل میرے لوگ اٹھا کر دکن اور تمہارا دخل و تصرف نہ ہوگا *

یہ انتظام ایسا معقول ہوا کہ اُسکی بدولت بہادر شاہ کی سلطنت کے آخر تک تمام دکن میں امن امان قائم رہا اور بادشاہ کے خیالوں کو یہ فوج نہایت اُنی کہ اب وہ اور جانب کو متوجہ ہو رہی تھیں اُسکی سعی و کوشش کی ضرورت دکن کی نسبت کچھ کم نہ تھی چنانچہ جب وہ کام بخشش کے دیاے کو چاہتا تھا تو اُس نے راجپوتوں سے تصدیق کرنا چاہتا تھا اور پور کے راجہ سے عہد نامہ کیا تھا جس کے ذریعہ سے وہ ملک اُسکو واپس دیا جو اُس سے چھینا گیا تھا اور وہاں کی مذہبی رسوم کو برقرار رکھا گیا چنانچہ کہ اکثر نے یہی دولت میں جاری ساری تھیں اور راجہ کو اس پابندی سے آزادی بخشی کہ دکن کی لڑائیوں میں فوج کی مدد دیا کہ ملکہ حقیقت میں خود مستغنی اُس کو بخشی اور نام کی اطاعت باقی رہی بعد اُس کے مازہرا کے راجہ اچیت سنگھ سے انہیں شرطوں پر عہد نامہ کیا مگر امدادی فوج کی اطاعت کو قائم رکھا اور چھوڑ کے راجہ سے سنگھ پر بڑی کڑی شرطیں لگائیں اب چھوڑ اُس کی یہ تھی کہ اُس راجہ نے اگرچہ

خود مختاری کا دعویٰ نہ کیا تھا مگر حال کی ملکی لڑائی میں اُسکے مخالفین یعنی اعظم شاہ سے موافق ہو گیا تھا چنانچہ اُسکی دارالریاست میں سپاہیوں کا ایک بڑا گروہ اپنا چھوڑا اور اُس امدادی فوج کی حکمرانی اُس سے متعلق تو کی جو بادشاہی فوج کے ہمراہ گئی تھی مگر معلوم ہوتا ہے کہ اُس کی شخص ریاست میں تمام اختیار اُسکا ضبط کیا تھا اور جب کہ یورپ کے زمانہ میں بادشاہی فوج نوبدا پر پہونچتی تو اچیت سنگھ بھی کسی وجہ سے ناراض ہو گیا تھا یہاں تک کہ یہ دونو راجہ اپنی اپنی فوجیں لیکر الگ ہو گئے اور بہادر شاہ کے مقابلہ پر متفق ہوئے اور جوں ہی کہ دکن کا قصبہ کام بخش کے مرنے پر طے ہو چکا تو بہادر شاہ نے ان راجاؤں کے اتفاق توڑنے پر التماس اپنا مصروف کیا مگر راجپوتوں کی مصلحت میں اب تک نہ پہونچا تھا کہ ناکہ اُس کو یہ پرچا لگا کہ سکھوں نے سہرنڈ پر قبضہ کیا اور پنجاب کا ایسا حال بنا کہ اُسکو راجپوتوں کے مقدمہ میں معجزہ تدبیر کی تعمیل و تکمیل کی فرصت نہ ملی † *

حالات مذکورہ بالا کے لحاظ سے بادشاہ نے راجپوتوں سے اشتی چاہی مگر راجپوتوں کی فریبی چالوں کا کھٹکامانع مزاحم ہوا چنانچہ خود نکیا بلکہ اپنے بیٹے عظیم الشان کو دونوں راجاؤں سے ملاقات کے لئے ایک مقام معین پر جانے کو روانہ کیا جو بادشاہی فوج کے رستہ پر واقع تھا اور وہ راجہ اپنی فوجوں سمیت وہاں موجود ہوئے غرض کہ ساری درخواستیں ان کی منظور کی گئیں اور غالباً ان کو بھی ایسی معقول صورتوں میں چھوڑا گیا جیسیکہ اوڑے پور والے کو چھوڑا تھا یہ اشتی سنہ ۱۷۱۹ ع مطابق سنہ ۱۱۲۱ ہجری میں واقع ہوئی *

† سکات صاحب کا ترجمہ سرگشت ارادت خاں صفحہ ۵۸ اور ثاق صاحب کی

سکھوں کے فسانوں کا بیان

سکھوں کی قوم جن پر بادشاہ نے بضرورت فوج کشی کی تھی وہ اصل و حقیقت میں ایک مذہبی فرقہ تھا اور اُس زمانہ میں قوم آنکی بیتی چالی تھی اور ہمارے وقتوں میں ہندوستان کی ریاستوں میں سے بڑے جادہ و جلال اور شان و جمال کو پہونچتی *

بیان اس فرقہ کی گزر نانک نے دالی تھی جو پندرہویں صدی کے آخر میں بڑی ٹیپ تاپ سے نمایاں ہوا اور سائیں کبیر کا چھوٹا تھا اگرچہ ہندوؤں کی توحید کا ذیل تھا جس میں پیغمبروں کا واسطہ مانا نہیں گیا مگر خاص آستا مسئلہ یہ تھا کہ سارے مذہبوں کو گوارا رکھنا اور کسی سے مذہبی پرکاش نہ کرنا عین صواب ہی اور یہ بھی قول اُس کا تھا کہ خدا تعالیٰ کو ہوجنا تو فرض و لازم ہی مگر طریقوں کی حفظ و مراعات چنداں ضروری نہیں اور ہندو مسلمانوں کی پرستش خدا کے نزدیک مساوی ہی + اس مذہب کے خلاصہ سے جو صائم کل کا مضمون ہی یہ بڑی توقع تھی کہ اہل و اتباع اُس کے تمام انسانوں سے امن و آمان میں رہیں گے مگر منجملہ مسلمانوں کے ایسے لوگوں کو یہ فیاضی جو انمودی اور مزاج و مرنجوں کا مضمون نہایت ناپسند ہوا جو بغایت متعصب اور کمال متعسف تھے چنانچہ جب یہ فرقہ ایک صدی سے زیادہ چپ چپاتے تھے پکڑا گیا تو مسلمانوں کو رشک و حسد پیدا ہوا یہاں تک کہ اس فرقہ کا گرو اکبر بادشاہ کے سال انتقال کے اندر اندر سنہ ۱۶۰۶ میں مارا گیا † اور چون ہی کہ یہ ستم واقع ہوا تو وہ فرقہ ایسے پرشس لوگوں سے جو کسی کے ضرر کو گوارا نہ رکھیں اور امن و آمان کو پسند کریں ایسی نڈر لڑکا بن گئے جو دین کی بات پر جان کھونے

+ پروفیسر راس صاحب کا بیان مندرجہ تحقیقات ایشیا جلد ۱۷ صفحہ ۲۳۳

† سر جان مالکم صاحب کا بیان مندرجہ تحقیقات ایشیا جلد گیارہویں

کو لشکر اپنا سمجھیں چنانچہ انہوں نے گرو ہرگوبند کے وقتوں میں جو ان کے مقتول گرو کا بیٹا تھا ہتھیار باندھ کر انتقام کے لیے ہر کمزور بالادھی گرو ہرگوبند نے ظالموں کی شرارت حقارت اور اپنی ایسی طبیعت کے زور شور سے جو انتقام لینے پر بہت مائل تھی آفر مستعد و آمادہ کیا غرض کہ جب وہ علانیہ مغلوں کی سلطنت کے دشمن ہو گئے تو لاہور کے گرد و نواح سے سکھوں کو خارج کیا گیا جہاں آج تک ان کا بڑا ٹھکانا تھا یہاں تک کہ شمالی پہاڑوں میں پناہ جوئی پر مجبور ہوئے + اگرچہ وہ لوگ آپس میں لڑتے جھگڑتے رہے مگر مسلمانوں سے مخالفت کیلئے گئے اور اپنی جنگی عادتوں کو جب تک جاری رکھا کہ سنہ ۱۶۷۵ ع میں گرو ہرگوبند کا پوتا جو نانک سے سلسلہ میں دسواں گرو ہوتا تھا اس کی گدی پر بیٹھا اسی گرو نے پہلے پہل یہی تجدید کی کہ سکھوں کی مذہبی جماعت کو سپاہیانہ جمہوری سلطنت بناوے چنانچہ اس نے اپنے ارادے کو ایک یونانی مقلد کے طور طریقوں پر پورا کیا گروگوبند نے اپنے لوگوں کی تعداد بڑھانے کی غرض سے ذات و قوم کا امتیاز اٹھایا چنانچہ مسلمانوں اور برہمنوں اور چندالوں کو جو جو لوگ اس کے مرید و معتقد ہوئے برابر تسلیم کیا اور ان کے اتحاد و اتفاق کے لیے ایک طرح کا ہدایہ اور خاص خاص طور و طریقہ مقرر کیئے جنکے ذریعہ سے تمام اقباغ اس کے جہان کے لوگوں سے ممتاز ہوئی یہ فائدہ ٹھرایا کہ ہر مرید اسکا اپنے روز ولادت سے یا روز ارادت سے سو گندی سپاہی بنارہی اور کسی نہ کسی طرح ہمیشہ پاس اپنے لوہا رکھے اور تیلے کھڑے ہونے اور داڑھی اور سر کے بالوں کو بڑھنے دے اور بدن کے کسی بال کو الگ نہ کرے *

ہندوؤں کے دیوتوں کی تعظیم اور برہمنوں کا ادب قائم رکھا اور گاؤں کی سخت ممانعت کی اور کہانے پڑھنے کی تفریق و ممانعت

کو موقوف کیا اور پرستش کے معمولی طریقے چھوڑے اور سلام کا نیا
 ڈھنگ نکالا اور شادی غمی کے جلسوں میں نئی نئی رسموں کو رواج
 دیا + غرض کہ یہ تبدیلی ایسی موثر پڑی کہ باوصف اس کے بہت سی
 خصوصیتیں متروک ہو گئیں اب بھی اُن کی چال ڈھال میں ایسی
 دو باتیں باقی چلتی ہیں جیسے کہ ہندوستان کی اور اصلی قوموں سے
 مندرجہ فوقی ہیں چنانچہ دراز قامت اور دہلے چہرہ اور باوصف
 شمالی قوم ہونے کے گندم گوں اور چاہک سوار اور تیز دار ہندوؤں کے
 دھنی ہوتے ہیں اور سب لوگ اُن کے اب بھی سپاہی تو ہیں مگر
 دیلی حرارت باقی نہیں اگرچہ طور طریق اُن کے معقول نہیں مگر
 اکثر خوش مزاج اور صحبت کے قابل اور ہر قسم کے لطیف و لذت پر
 مایل ہیں *

گرو گوہند کے وقتوں میں رنگ ڈھنگ اُن کے مختلف تھے
 چنانچہ وہ لوگ اُس وقت میں دیں و مذہب کی حرارت اور دیں
 کے مخالفوں سے نفرت حقارت رکھتے تھے اور اپنے معاملہ کی ترقی کامیابی
 کی غرض سے شرکام میں ہونے اور شر طرح کی مصیبت اُٹھانے پر آمادہ
 رہتے تھے مگر اُن تدبیروں کی تکمیل و تعمیل کے لیے تعداد اُن کی کافی
 دافی نہ تھی چو مسلمانوں کی بادشاہ و تدارک کی غرض سے
 سوچی بچاری کہیں چنانچہ جب مدت کے قصے قضایوں کے بعد
 گرو گوہند کا یہ حال ہوا کہ اُس کے قلمے بچھیں چھنا گئے اور ماں اور
 چورو بچے اُس کے گردن مارتے گئے اور کچھہ اتباع اُس کے کام آئے اور
 تہوڑے سے زخمی ہو گئے اور بعضے ہمت ہار کر بیٹھے رہے تو عقل اُسکی
 ہوزی نہ رہی اور بات اُس کی بگڑ گئی اور اب وہ ایسا بڑا ہو گیا تھا
 کہ اُس کو مغلوں کی قلمرو میں بلا تکلف داخل ہونے کی اجازت

+ سوجان مالک صاحب کا بیان مندرجہ تحقیقات ایشیا جاد گیارہویں صفحہ

دیگنی اور مقام نادیو واقع دکن میں ایک ذاتی دشمن کے ہاتھ سے مارا گیا + *

اگرچہ بعض وقتوں میں یہہ بات بجائے بخود ممکن ہی کہ کسی سرسبز مذہب کی بیخ و بنیاد اوکھاڑی جاوے مگر وقوع آس کا ایک بڑی مدت کے مستقل زور و ظلم سے متصور ہوتا ہی اور یہہ بات مغلوں کی سعی و کوشش سے اس لئے ممکن نہ تھی کہ ان کی خاص قلعرو میں شور و فساد کے ہنگامی برپا رہتی تھے اور حکومت نہایت کم زور ہو گئی تھی *

مغلوں کے زور و ظلم سے سکھوں کی دینی حرارت دوگنی مشعل ہوئی اور ان کے دلوں میں انتقام کا ارادہ گہرا بیٹھا اور بڑے غیظ و غضب سے نمایاں ہوا چنانچہ وہ لوگ ایک نئی سردار بقدر نامی کے تخت حکومت ہو کر جس نے جنم سے سادہ سنتوں میں پرورش پائی تھی اور مزاج کا سناک اور نہایت دلیر و دلاور تھا اپنے اپنے گھروں گوشوں سے نکلے اور پنجاب کے مشرق کو پایمال کیا اور جہاں جہاں ان کا قدم گذرا وہاں ایسی ایسی بے رحمیاں ہوئیں جو کانوں سنیں نہ آنکھوں دیکھیں مستحیروں کو مسمار کیا اور ملاؤں کو گردن مارا اور ان کے غیظ و غضب کو اصول مذہب کی مراعات اور عورت بچوں کا ترس اور بڑے بوڑھوں کا ادب نہ روک سکا غرض کہ بڑی سنگدلی بیرحمی سے شہروں کو برباد کیا اور شہر والوں کو ہلاک کیا یہاں تک تازہ مردوں کو ان کی قبروں سے نکال کر گوشت ان کا چیل کر دیا کو کھلایا *

بڑا مقام ان زور ظالموں کا وہ سہرورد تھا جس کے حاکم کو ایک قائم لڑائی میں سکھوں نے شکست فاحش دیکر آس پر قبضہ کیا ایسی ایسی

+ سرجان مالک صاحب کا بیان اور فارسٹر صاحب کا سیاحت نامہ صفحہ ۲۱۲ اس مورخ نے بیان کیا کہ گرو گوبند مغلوں کی ملازمت میں تھوڑی سی فوج کا حاکم ہو گیا تھا اور اسپت کو شانی جاں نے استنکام دیا

تباہیاں تمام اُن ملکوں میں واقع ہوئیں جو ستلج اور جمنا کے مشرق میں واقع ہیں جن میں سے سکھ لوگ گذر کو سہارنپور تک پہنچے تھے چنانچہ جب خاص خاص مقاموں کے حاکموں نے لاگ ذات آنکی کی تو اودھیانہ اور بہاروں کے درمیان اُس ملک میں چلے گئی جو ستلج کے بالائی حصہ کے کنارے پر واقع ہیں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ملک اُس زمانہ میں اُن کا برا بھلا تھا اور وہ ملک اُن کی حالت کے لئے مناسب تھا کہ جب کشادہ ملکوں کے چھوڑنے پر مجبور ہوتے تھے تو کمال آسانی سے وہاں چلے جاتے تھے اس موقع پر بہت دنوں تک بہاروں میں چھپے رہے چنانچہ آئندہ یورشوں میں تاخت تاراج کو بڑی فراخی بخشی اور ملکوں کو ایسی بڑی رسمت سے لڑتا کہ ایک جانب کو لاہور کے قریب و چارار تک اور دوسری جانب کو خاص دلی تک بھاگ سہا گیا +

غاراتوں میں مذکورہ بالا کے وقوع سے بہادر شاہ کو بذات خود مقابلہ کرنے کی ضرورت پڑی چنانچہ اُس نے بہت جلد اُنکو اُن کی جھڑپوں کے اندر دھکیا اور بہاروں سے پناہ چڑنی پر مجبور کیا مگر باوجود اِس کے محتاج و مستحکم اُس کے بعضوں نے دلی کو اُن کے لئے بڑی بڑی کوششیں کرئی گئیں اور جب کہ ہندو مجبور ہو کر کسی قلعہ میں پناہ گزیر ہوا تو بادشاہ نے صرف قلعہ کی امداد و اعانت سے تسخیر کی توقع کی چنانچہ پورا مستحکم کیا گیا اور ایک مدت اُس میں صرف ہوئی اگرچہ سکھوں نے ہر گز پناہ کی سختیاں اٹھائیں اور بہت سے بھوکے پیاسے مر گئے مگر اُس قلعہ کی حفاظت کئے گئے اور جب کہ مقابلہ سے مایوس ہوئی تو سخت مایوس ہو کر قلعہ سے نکلے اور چان ترز کو ٹوٹ پڑے

+ سکھوں کا سہارنپور تک پہنچنا سر جان مائکم صاحب اور فارستر اور خانی خاں تینوں ہی تاریخوں سے لیا گیا اور باقی آئندہ حالات اُن کے صرف خانی خاں کے بیان سے لئے گئے

چنانچہ اس دلیرانہ مہم میں بہت سے سکھ کام آئے اور مسلمانوں نے بلا آئندہ مقابلہ کے قلعہ پر قبضہ کیا منہجملہ ان کے ایک آدمی کو جو سردار ان کا معلوم ہوا اور اس نے اپنی امتیاز و شہرت میں ہر قسم کی جدوجہد اٹھائی تھی گرفتار کر کے بڑی دھوم دھام سے بادشاہ کی خدمت میں روانہ کیا اور جبکہ وہ بادشاہ کے لشکر میں داخل ہوا تو چہان بون کے بعد اس کی یہ حقیقت دریافت ہوئی کہ وہ ایک چھلا ہی جسٹے اپنے گھر کی حفاظت کی نظر سے جان اپنی گلوئی منظور کی اور عین دھارے کے وقت اپنی جان بچا کر بندو بھاگ گیا اگرچہ بادشاہ کو اس چیلے کی جائزگی اور وفاداری سے نہایت حیرت ہوئی مگر یہ جوانمردی نہی کہ جان اسکی بخش دے بلکہ اس اسیر ہنچہ بلا کو لوہے کے ہنچرے میں بند کر کے دلی کو روانہ کیا *

بعد اُسکی بادشاہ ان کی تاک چھانک اور ان کی غارتگری کی روک تھام کی غرض سے لاہور میں واہس آیا مگر یہ مطلب پورا ہوا حاصل نہوا تھا کہ بہادر شاہ اپنی عمر کے اکتھرویں برس قمری اور سلطنت کے پانچویں برس ماہ فروری سنہ ۱۷۱۲ ع مطابق محرم سنہ ۱۱۲۴ ہجری میں چہان فانی سے گذر گیا تو سکھوں نے بہر غلبہ پکڑا *

بہادر شاہ کی وفات پر یہ معمولی نتیجہ مترتب ہوا کہ اسکی بیٹوں میں تخت نشینی کی بابت قصی قضائی قائم ہوئی چنانچہ بڑے بیٹی کی نالیباقتی سے جو بعد اُسکی چہاندار شاہ کے نام سے پکارا گیا دوسرے بیٹی عظیم الشان کو بڑی فوقیت حاصل ہوئی اور جو کہ ساری فوج اور اکثر امیروں نے اسکی اعانت کی تو یہی معلوم ہوا کہ اسکو اپنے حریفوں پر وہ سبق و فوقیت حاصل ہے جستا مقابلہ منصور نہوگا *

اُسکے تینوں بھائیوں نے اپنے فائدوں کی نظر سے باہم اتفاق کیا چنانچہ وہ غالب آئی اور عظیم الشان ناکام رہا اگرچہ ذوالفقار خان کے سمجھانے پر چہانے اور اسکی چھوٹے چھوٹی وعدوں کے باعث سے جسکو

لگائے بچھانے کا اور سازش کر دینا شوق ذوق اب تک چلا جاتا تھا جیسے کہ پہلے دفعوں میں پیش نظر رہتا تھا ان کے آپس میں چندے باہم اتفاق رہا اور وہ بھی تھوڑے دنوں کے واسطے تھا اس لیے کہ عظیم الشان کی شکست اور وفات تک باقی رہا مگر تھوڑے دنوں بعد آپس میں دوبہائی مخالف ہوئے اور جیسے ایک بہائی نے دوسرے بہائی پر فتح پائی تو دوسرے بہائی کے قہرور مند بہائی پر روز قہم سے اگلی صبح کو حملہ کیا مگر میدان میں مارا گیا اور جب کوئی وارث نہ رہا تو بقول آپس کے کہ ہنرمنداں ہم پرند د یہ ہزاراں جگہ ایشاں گہرند جہاندار شاہ والا تکرار و حجت تخت نشین ہوا یہ واقعہ مئی یا جون سنہ ۱۷۱۲ء مطابق جمادی الاول سنہ ۱۱۲۳ ہجری کو وقوع میں آیا *

جہاندار کی سلطنت کا بیان

جب کہ جہاندار شاہ تخت پر بیٹھا تو ذوالفقار خاں کو وزیر اپنا مقرر کیا اور وجہہ آپس کی یہ تھی کہ اس مکار دلیق سردار نے مذکورالذکر قہم کے زمانہ میں جہاندار شاہ کی اعانت کی تھی اور اس اعانت کی وجہ یہ تھی کہ اس شاعرانہ کی خراب عادتوں اور برے دونوں سے یہ سمجھا تھا کہ ایسے قوی وزیر کے ہاتھوں میں بطور ایک چلتی پھرتی کل کے رہتی کے لیے نہایت مناسب ہے چنانچہ مراد آپس کی پوری ہوئی اور آغاز کار سے اوسنے حکومت میں دخل و تصرف کرنا شروع کیا اور خود بادشاہ سے بغور نفوذ پیش آیا اگر جہاندار شاہ ایسا ہوتا کہ اپنی جہالتوں حماقتوں سے اپنی قدر و منزلت کو خاک منزلت میں نہ ملاتا اور اپنی بیماری معشوقہ کے رشتہ داروں کی مراعات و مروت نکوتا اور اپنے امیروں کو نہ بتاوتا تو ذوالفقار خاں کو یہ جرات نہ ہوتی کہ وہ بے ادائیگی سے پیش آتا یہ بادشاہ ایک بیسوا پر مرتا تھا اور اوسکی خاطر سے اوسکے رشتہ داروں کو جر ذلیل حقیر اور رزیل و قہرور تھے بڑے عہدوں پر معزز و ممتاز کیا تھا اور خاندانی

شریفوں اور پرانے امیروں کو منحور رکھا تھا علاوہ اوس کے ان کم ظرفوں نے ایسی ادبائی چالیں کیں کہ امیروں سے کچھ ادائیگی کرتے تھے اور طعن و تشنیع سے پیش آتے تھے اور بادشاہ کی جانب سے روک ٹوک ان کی نہ ہوتی تھی اگرچہ ان ناشایستہ حرکتوں سے امیر اوس کے متاثر ہوئی اور اوس کی اعانت سے طرح دیکھی مگر ذوالفقار خاں کے ظلم و غرور کو بھی اڑھائی نہ تھی چو اب ہر پاد کے لوگوں سے ہرتا جاتا تھا اگر سب لوگوں کا اہانت ایک بیرونی خطرہ پر مائل نہ ہوتا تو یہی غالب تھا کہ وہ امیر اپنی ناراضہ بندی اور دل گرفتگی کی ضرورت سے بغاوت پر غائبہ آمادہ ہو جاتے *

جہاندار شاہ نے پہلے پہل یہہ برا کو تک کیا کہ بادشاہی نسل کے شاہزادوں کو دھوڑت دھوڑت کر قتل کرایا اور منجملہ ان شاہزادوں کے جو اوسکے زور ظلم سے محفوظ و مامون رہے فرخ سیر عظیم الشان کا بیٹا تھا جو بہادر شاہ کے مرتے دم بنگالہ میں موجود تھا یہہ شاہزادہ بہادر شاہ کے انتقال اور اپنے باپ کی تباہی کے بعد سید حسین علی خاں سے ملتجی ہوا اور اوسکی وفاداری اور رفاقت و شفقت کا دامن پکڑا جو مرہ بہار کا حاکم اور اوسکی باپ کا بڑا رفیق تھا چنانچہ حسین علی خاں نے اوس کے مقدمہ میں تائید اور اوسکی فروغ و ترقی کی تدبیر کی اور اپنے بھائی عبداللہ خاں حاکم الہ آباد کو بھی سمجھا بوجھا کر فرخ سیر کا حامی بنایا حاصل یہہ کہ فرخ سیر نے ان امیروں کی امداد و اعانت سے ایک فوج الہ آباد میں فراہم کی اور جو فوج اوسکے دبانے کو جہاندار شاہ نے روانہ کی تھی اوسکو مار پیٹ کر پچھلے پیروں بھکا دیا اور رفتہ رفتہ آگرہ کے قریب و جوار تک پہنچتا جہاں جہاندار شاہ اور ذوالفقار خاں کے ستر ہزار آدمیوں سے مقابلہ پیش آیا یکم جنوری سنہ ۱۷۱۳ع مطابق ۱۵ ذی الحجہ سنہ ۱۱۲۳ھ ہجری کو ایسی کڑی لڑائی ہوئی کہ دونوں لڑنے والے چھوٹے چھوٹے ٹوٹ کر لڑے اور حسین علی خاں فرخ سیر کا حامی بن گیا

میدان میں مردہ سمجھ کر چھوڑا گیا مگر انجام اسکا یہ ہوا کہ باغیوں کو کامیابی نصیب ہوئی اور بادشاہ بھیس بدل کر دلی کو بھاگا اور ذوالفقار خاں باقی فوج اپنی لیکر دلی کو چلتا ہوا اور جبکہ بادشاہ دلی میں رہ رہتا تو اسد خاں والد ذوالفقار خاں کے گھر میں بے تکلف چلا گیا اسد خاں پرانے بابی نے اسکو نظر بند کیا اور جب ذوالفقار خاں آیا تو اسکو سکھا دیا کہ اسات پر راضی کیا گو وہ پہلے پہل اسپر راضی نہوا تھا کہ اپنی اولوالعزمی کی کل یعنی چھانداری شاہ سے کنارہ کش ہو کر اسکو ذی بادشاہ کے حوالہ کرے اور پرانے بادشاہ کے خون کے وسیلہ سے نئی بادشاہ سے آشتی حاصل کرے *

جبکہ فرخ سیر دلی کے قریب آہوونچا تو دونوں باپ بیٹے حصول ملازمت کے واسطے حاضر آئے اور اپنے آقاے بدبخت کو بطور نذر و تحفہ کے پیش کیا حاصل یہ کہ فرخ سیر نے اسد خاں کی جان بخشی کی اور ذوالفقار خاں اسکے بیٹے کو تمام عمر کی دغا بازی اور خود کاسی کے بادشاہ و تدارک میں جتن سے مار کر اس قابل کرکھا کہ بادشاہی قیروں سے صحیح سلامت گھر کو چلا جاوے اور اسلئے آقاے بدبخت کو بھی اسی دن یعنی چھانم فروری سنہ ۱۷۱۳ ع مطابق ۱۷ محرم سنہ ۱۱۲۵ ہجری کو قتل کرایا اور بعد اُسکے اور بہت سے لوگوں کو بھی گردن مارا *

فرخ سیر کی سلطنت کا بیان

جیسا کہ قیاس کا مستفسی ہی کہ فرخ سیر کی تخت نشینی سے اُس کے حامیوں اور مخالفوں کو بڑے بڑے مرتبے حاصل ہوئی ہونگے دیساہی ظہور میں آیا چنانچہ حسین علیخان کا بڑا بھائی عبداللہ خاں وزیر اُسنا مقرر ہوا اور حسین علیخان نے امیرالامرائی کے عہدہ پر سرفرازی پائی جو ساری سلطنت میں دوسرے درجہ کا عہدہ تھا یہ دونوں بھائی اُن سیدوں کے بڑے معزز خاندان میں سے تھے جو بارہہ میں بستے تھے اور اپنی اصل و سرشت کے باعث سے بھی دونوں بھائی سیدوں کے نام سے ہندوستان میں مشہور و معروف ہوئے *

ان دروں سیدوں کو اپنی سہمی و خدمت کے معاوضہ اور اس امداد و اعانت کے بدلہ اور بادشاہ کی دوس ہمتی اور بڑی نیاز مندی اور تضرع و زاری سے جسکو اُسے استعانت کے وقتوں میں ہوتا تھا یہہ قوی ترقع اور بہت بڑی امید تھی کہ فرخ سیر کی تخت نشینی پر تمام حکومت کا اختیار اپنے ہاتھوں میں ہوگا اور بادشاہ اپنی نمود و نمائش اور درستی و آرایش میں مصروف رہیگا اور مال و دولت کی دھش اور قدر و منزلت کی بخشش میں استدر اختیار اُسکو دیا جاویگا کہ وہ اپنے عزیزوں اور دوستوں کو راضی کر سکے مگر اس انتظام سے نہ فرخ سیر راضی ہوا اور نہ دوست اُسکے خوش ہوئے نہاکہ واقعہ بحالہ کا قاضی بادشاہ کا بڑا معتمد تھا جسکو بادشاہ نے میر جملہ کا خطاب عزایت فرمایا تھا اگرچہ یہہ قاضی بڑی لیاقت کا آدمی تھا مگر اپنے تنگ حوصلوں اور چھوٹے ارادوں کا مستقل تھا اور یہہ بات اُسکی فرخ سیر کی ایسی کم ظرف طبیعت پر بخاری ہونے کے شایاں و مناسب تھی جو بڑے بڑے منصوبے تو درکنار چھوٹے چھوٹے ارادوں میں بھی مضبوط و مستقل نہتھی بشرطیکہ کوئی امداد اوسکی نعرے بادشاہ کو اوس حکومت پر رشک و حسد کا کھانا کوئی بڑا کام نہتھا جسکے انصرام و اتمام کی لیاقت خود اوس میں موجود نہتھی اور سیدوں کی متکبرانہ چال قہال سے اونکی ضد و مخالفت کی راہ چلانے کے لیئے معقول وجہ ہانہہ آئی *

پوشیدہ مجلسوں میں پہلے پہلی یہہ تدبیر اوس نے سوچی کہ اونکی نوز کو بائت چوانک کہتانا چاہیئے چنانچہ اس غرض کی تکمیل کے لیئے حسین علیخان کو مبارہواز والے اجیت سنگھ کے مقابلہ پر روانہ کیا اور جیہی یہہ پیغام اوسکے پاس پوشیدہ بھیجا کہ کوئی بات اس سے زیادہ مابدولت کو متبول و مرضی نہیں کہ تم حسین علیخان کا سخت مقابلہ کرو مگر اس لیئے کہ حسین علیخان نے یہہ سمجھ لیا تھا کہ بہت لارن تک لڑائی میں مصروف رہنا اور دربار سے غایب ہونا بڑے اندیشہ

کی بات ہی تو ارسنہ شرایط پیش کردہ راجہ پر کچھہہ حجت نکی اور
لوائی کو طول ندیا اور جبکہ راجہ نے مراد اپنی ہوزی دیکھی تو بادشاہ
کی منعمت کے لئے نقصان اپنا گوارا نکھا اور بیگانہی آنچ میں نہ ہزا غرض
کہ راجہ سے ایسی شرطوں پر آشتی پیدا کی کہ بظاہر بادشاہ کے حق میں
عزت و حرمت کے مفید تھیں یعنی راجہ نے اقرار کیا کہ تیرے ہمراہ
اپنے بیٹے کو دلی کے دربار میں روانہ کرونگا اور بادشاہ کو ڈولا دینگا *

جبکہ حسین علیخان دلی کو واپس آیا تو درباری لوگوں کی باہمی
اعتمادی زیادہ ہوئی اور جیسا کہ بادشاہ استقلال و محنت اور کمال عقل
سے معمرا تھا ویسا ہی ایمان و غیرت سے بھی معمرا تھا اور اسلئے وہ ایسا
محنت ناپی تھا کہ اوسکی طرف سے معتد و مطمئن رہنا بغایت دشوار
تھا *

غالب یہ ہے کہ ہفتہ و جوعیات اور عمدہ علامات سے سیدوں نے
یہہ قیاس کیا تھا کہ شاعرے مشفقوں نے عساری جان و مال کا ارادہ
کیا چنانچہ انہوں نے اپنے معتدوں کے اس پاس اپنی فوجوں کو جمایا
اور دربار کا چائنا چھوڑا بعد اُسکے جب بادشاہ کی قربت آئی تو وہ پریشان
و مضطرب ہوا اور مختلف فریقوں کے ٹھکانے سامانوں سے خود دار السلطنت
کو پریشانی حاصل ہوئی اور کوئی علاج آسکے سوائے باقی نہ رہا کہ ابھی
جھگڑا قائم کیا جارہے یا نامرد اب سرحدوں کی اطاعت کریں غرض کہ بادشاہ
کو سمجھا دیا گیا کہ یہہ اجازت حاصل کی کہ قلعہ مبارک جس میں
خاص بادشاہی محفل بھی واقع تھا سیدوں کے یہہہ میں رہے علاوہ آسکے
خود سید بھی شرایط آشتی کے تقاضے کے لئے حاضر آئے چنانچہ یہہ قرار
پایا کہ میر جملہ بہار کا حاکم مقرر کیا جارہے اور دربار میں رہنے نہاویں
اور عبداللہ خاں سے وزارت متعلق رہے اور حسین علیخان دکن کی
حکومت قبول کرے اور فی الفور اپنی فوج اٹھا کر اُس دور دراز صوبہ کو
چلا جارہے *

جب کہ بظاہر اتفاق ہو گیا اور اسن امان قائم رہا تو بادشاہ کا بیٹا راجہ اجیت سنگھ کی بیٹی کے ساتھ ایسی دھوم دھام سے رچایا گیا کہ ویسی کرو کر اب تک کسی بیٹا میں نہ ہوئی تھی اور راجہ اجیت سنگھ نے اپنی خود مختار ریاست میں بیٹھے بیٹھے عین دارالسلطنت میں بات اپنی ہی ہوئی دیکھی جہاں سے عالمگیر کے ظلم و تعدی سے عہد مملوہیت میں جان اپنی بچا کر بھاگا تھا *

بعد اُسکے ساوا دسمبر سنہ ۱۷۱۵ ع مطابق ذی الحجۃ سنہ ۱۱۲۷ ہجری میں حسین علیخان دکن کو روانہ ہوا مگر یہ بات اپنے جی میں خوب سمجھ چکا تھا کہ اپنی غیر حاضری میں جملہ کی حاضری کا ذریعہ ہوگی چنانچہ رخصت کے وقت بادشاہ سے اُس نے یہ گزارش کی کہ اگر خدا نخواستہ میرے بھائی کی حکومت میں کسی قسم کا رخنے پڑیگا تو خبر کے پہونچنے سے تین ہفتوں کے اندر اندر فوج سمیت آپ کی خدمتگذاری کو حاضر ہونگا *

حسین علیخان کی مصروفی کے واسطے لڑائی کے معمولی اتفاقات پر بادشاہ نے کدایت نہ کی بلکہ داؤد خاں پٹی سے ماتحتی ہوا جو اپنے تہذیب و شجاعت سے چار دانگ ہندوستان میں مشہور و معروف تھا اور دکن کی کہانیوں اور کہانوں میں اب تک یاد بود اُس کی باقی ہی حال اُس کا یہ تھا کہ فرخ سیر کی تخت نشینی کے بعد گجرات کے صوبہ پر منتقل کیا گیا تھا اور اُس صوبہ پر خاندیس کا صوبہ بڑھایا گیا تھا داؤد خاں کی گرمجوشی حسین علیخان کے مقابلہ میں اسلئے بھروسے کے قابل تھی کہ وہ ذوالفقار خاں کا خداجہ تاش اور پراٹھا رفیق تھا اور حسین علیخان ذوالفقار خاں کی برہادی کا ذریعہ ہوا تھا غرض کہ خلیہ خلیہ داؤد خاں کو یہ ہدایت کی گئی کہ خاندیس کے صوبہ میں فی الذرہ چلوے اور جسقدر فوج اکٹھی کر سکے ہمراہ اپنے لیبتارے اور علاوہ اس کے مرہٹوں اور دکن کے رئیسوں کو حسین علیخان کے مخالف

بلانے میں رعب داب اپنا برتے اور حسین علیخان کے ساتھ مل جل کر
 کوشش کرنے کے حیلہ سے اس کی بربادی کر دیا کرے اور جب موقع
 پاورے تو سب کاموں سے اس کی تباہی کو مقدم سمجھے مگر احکام
 مذکورہ بالا کے بجائے لالے میں داؤد خاں نے وہ طریقہ برتا جو اُسکی مشہور
 خصلت کے مطابق و موافق تھا چنانچہ یکلخت اُسے حسین علیخان
 سے بگڑی اور علانیہ دشمن سمجھے کر اس کے مقابلہ کو چلا اور بہت جلد
 اُس مقابلہ کو میدان کی زور آزمائی پر پہنچایا غرض کہ ایسی تندی
 تیزی سے حملہ کیا کہ حسین علیخان کی فوج ادھر ادھر ہونے لگی اور
 ہوا گدگدی پھیل گئی اور داؤد خاں نے اپنے بھائی بندوں میں سے تین سو
 تیر والے سواروں کو انتخاب کیا اور خود حسین علیخان
 کی جانب کو سیدھا دروازہ حسب اتفاق ایسے گھمسان کے وقت میں جو
 تصفیہ کی گڑھی تھی داؤد خاں کے سر میں گواہی لگی چنانچہ گولی کے
 لگنے ہی وہ زمین پر گرا اور اس کے گرتے ہی لڑائی کا پاسا پلٹ گیا اور
 چوں ہی کہ اس کی بی بی نے جو ایک رائی تھی اور خاندیس سے
 ہمراہ اس کے آئی تھی مخلوند کی سفارشی سہی تو فی الفور اس نے
 ہوش قیض اپنے ہیست میں مارا اور اپنی جان کو شاک کیا یہ واقعہ سنہ
 ۱۷۱۶ ع مطابق سنہ ۱۱۲۹ ہجری میں واقع ہوا *

بعد اس کے مرہٹوں کے مقابلہ پر حسین علیخان روانہ ہوا اور
 بادشاہ کے ذمہ جسکی بدولت یہہ مقابلہ اس کو پیش آیا کوئی الزام
 نہ لگایا + اور اسی زمانہ میں اُن فزاعوں کے باعث سے جو بہت دنوں سے
 مسلمانوں میں چلے آتے تھے سکھوں کو زور قوت کے چمانے اور چھوٹ
 کے بڑھانے کا مرتع ہاتھ آیا چنانچہ بندو کنب و گوشہ سے نکلا اور بادشاہی
 فوج کو شکست فاحش دیکر پہلے کی نسبت ہموار ملکوں کو ہڑے

+ بیان مذکورہ بالا سیرالمتاخرین اور سکاٹ صاحب کی تاریخ دکن سے لیا گیا
 چھوڑنے کے خانی خاں سے نقل کیا

غیظ و غضب سے لڑتے کہسوت کر خاک سیاہ کیا یہاں تک کہ ایک فوج اُس کے مقابلہ پر عبدالصمد خاں کے زیر حکومت بھیجی گئی چنانچہ اُس نے کئی لڑائیوں میں سکھوں کا مونہہ توڑا اور بندو بڑے بڑے سرداروں سمیت اُس کے ہاتھوں میں گرفتار ہوا منجملہ اُن کے بہت سے قیدی مقام جنگ پر قتل کیئے گئے اور چنے چنے سات سو چالیس آدمی بندو سمیت دلی کو بھیجے گئے بعد اوس کے دلی کے گلی کوئیچوں میں اونٹوں پر سوار کر کے بھرائے گئے اور حقارت کی غرض اور جہرے کتوں کے مشابہہ ہونے کی نظر سے کالی بھڑوں کے چمڑے ایسی طرح پہنائے گئے کہ اُن کے بال اوپر کی جانب کو رہے اور لوگوں کی زبانوں سے کھوٹی کھری سنوائی گئی جن کے سننے کے وہ بلاشبہ شایان و سزاوار تھے مگر جو مکافات اُن کے لئے تجویز ہوئے وہ اُن کے جرموں کی مقدار سے بہت زیادہ تھے اگرچہ وہ جرم بھی بجائے خود بہت بڑے تھے چنانچہ سات دن تک تھوڑے تھوڑے کو کے گردن مارے گئے مگر وہ نہایت مستل رہے اور جبکہ جان بخشی کے عوض میں تبدیل مذہب کی درخواست ہوئی تو بڑی حقارت سے پیش آئے اور اپنے دین پر نثار ہوئے *

بندو کو زیادہ ظلم و غذاب کے واسطے باقی رکھا چنانچہ زبردست کی ہوشاک اُس کو بھناکر اور لال پکڑی بندھوا کر لوہے کے پنجرے میں بند کیا اور تماشاخیوں کو اُس کا تماشا دکھلایا اور ایک جلاں اُسکے پیچھے لٹکی تلوار اٹھا کر کھڑا ہوا اور چاروں طرف اُس کے چیلوں کے سروں کو بھالوں کی نوکوں پر قائم کیا اور وہ بلی جو ساتھ اُس کے آئی تھی بھالے کی انی ہو اسفرض سے لٹکائی گئی کہ یہ بات اوسپر واضح ہو جاوے کہ اوس کی ساری چیزیں نیست نابود کی گئیں بعد اوس کے اوس کے ہاتھ میں ایک تیغہ دیا گیا کہ وہ اپنے شیرخوارہ بچے کو قتل کرے مگر جبکہ اوس نے انکار کیا تو اوسکے بچے کو تکرے تکرے کیا اور اُسکا کلیجہ نکال کر اوس کے مونہہ پر مارا اور وہ خود گرم گرم سینوں سے پاش پاش کیا گیا

مگر استقلال اوسکا یہہ تھا کہ آف سے بھی آشنا نہ ہوا اور اس بات پر وہ راہ اور فخر کرنا ہوا مر گیا کہ خداے تعالیٰ نے اسی زمانہ کے زور ظلم کی اصلاح و درستگی کے لئے مجھ کو پیدا کیا تھا باقی سکھوں کو جو دور دراز ملکوں میں اب بھی بھٹکے ہوئے تھے چنگائی چٹوروں کی طرح چن چن کر مارا اور یہہ بات اونکو مدد کے بعد نصیب ہوئی کہ ہر زور و قوت سے ظہور کیا اور پھر ملک کی غارتی تباہی میں برسے *

واضح ہو کہ بہت قوت کے زمانہ میں بھی وہ ارگ بہت کثرت سے نہ تھے اور تہرے سے خلیے سے آگے خوف وراس ان کا شایع ذابغ تھا + مگر وہ سخت دشمن چن سے ملک دکن میں مغلوں کو واسطہ ہوا تھا سکھوں سے بہت مختلف تھے جو یہہ قلم کے داؤد خاں نے دکن سے منتقل ہونے سے پہلے سنہ ۱۷۱۳ع میں مرہٹوں سے کیئے تھے وہ بعد اُس کے قائم ہوئے اور چاندنیوں اُس کا چن قلم خاں جس نے نظام الملک اور آصف چاہ کے خطابوں سے بڑی شہرت حاصل کی وہ نہایت لائق ذائق اور داؤد خاں کی نسبت زیادہ متغنی ہوشیار اور چابک و چالاک تھا اور جو کہ سارے مرہٹوں میں آج کل ہمیشہ کی نسبت قصے قصائے بڑے زور شور سے اتر رہے تھے تو چن قلم خاں نے ان میں سے ناتوان فریق پر نوازش کرنے سے بہزار حکمت و تدبیر ان کے اندرونی نزاعوں کو ہر کیا بلکہ ان کے بہت سے سرداروں کو مغلوں کی امداد و اعانت پر راجب کیا *

اگرچہ ان تدبیروں سے مرہٹوں کی قوت و ترقی سے باز رہی مگر دکن کا امن امان اُسکے باز رہنے سے بحال نہوا چن قلم خاں کے

+ جیساکہ سنہ ۱۸۳۶ع میں اقبال آگیا بلندی کو پھرنچا رپا کہو نہیں پھرنچا اور اُنکی قمر پنتھاب اور اُسکے آس پاس کے ملکوں میں متعدد ہی تعداد اُنکی پانچ لاکھ آدمیوں کے قریب پھرنچا اور قیاس کیا گیا کہ وہ تیس لاکھ آدمی اُنکے معکرم ہیں جو ان کی حکومت سے مرکز راشی نہیں برنس صاحب کا سپاہی نامہ جلد ۲۵۶ صفحہ ۲۵۶

منتقل ہو جانے سے جسکی جگہ پر حسین علیشاہن پہنچا گیا وہ تھوڑا
 فائدہ خاتمہ پر پہونچا جو اُسکی تدبیروں سے حاصل ہوا تھا مرہٹوں کے
 گروہوں نے بادشاہی قلعہ کو پہلی طرح سے لڑنا کھسوتنا شروع کیا اور اُنکے
 دیہاتوں پر خاص خاص مرہٹوں نے قبضہ و تصرف کر کے قلعوں کی
 شکل و صورت اُن کو بخشی جس میں سے باہر نکل کر اُس پاس کے
 قلعوں کو لڑنا کرتے تھے کی حسین علیشاہن کے پہونچنے پر ہوا مفید وہ
 سردار تھا جو دہاروی خاندان سے منسوب تھا اس سردار نے خاندیس کے
 صوبہ میں مسلسل دیہاتوں پر قبضہ کیا تھا جن کو لڑائی کی غرض سے
 نہایت مضبوط و مستحکم بنایا تھا اور فسادوں کے مچانے اور قافلوں کے
 لوٹنے سے ہندوستان خاص اور دکن کی بڑی سڑک کو جو سورت کو
 جانی تھی معطل و مسدود کیا تھا *

داؤد شاہ کی شکست کے تھوڑے دنوں بعد ایک بہت بڑی فوج
 اُن کوتلوں کے تدارک کے واسطے بھیجی گئی جو روز روز ترقی پکرتے جاتے
 تھے اور مرہٹوں نے اُس کا مقابلہ اپنی معمولی فوج و فطرت سے کیا
 چنانچہ جوں جوں مغل بڑھتے گئے وہ اپنے دیہاتوں کو خالی کرتے گئے
 اور جوں جوں اُن دیہاتوں سے آگے چلتے گئے ادھر ادھر سے آکر سونے
 دیہاتوں کو بساتے رساتے گئے اور دہاروی خاندان کے سردار نے یہ کام کیا
 کہ مکر و حیلہ کی رو سے اُس وقت تک بھاگا کہ لڑنے کے لیے ایک مقام
 اچھا تجویز کیا اور اتنا توقف کیا کہ مخالفوں نے اُس کو چاہا اور یہاں
 لوگ اُس کے چھوٹے چھوٹے گروہوں پر منقسم ہو کر اونچے ٹیکروں اور
 پہاڑوں کی کہوؤں میں چھپ چھپ گئے جو اس مقام کے اُس پاس
 میں واقع تھے بادشاہی فوج نے مخالف کے بھاگنے کو چیت اپنی سمجھ کر
 دماغ اپنا فلک پر پہونچایا اور بھگدڑوں کے پیچھے بڑ کر اپنی صفوں کو

۱ گزینت ذی صاحب کی تاریخ جلد ایک صفحہ ۲۳۱ اور برگز صاحب کا ترجمہ

توڑا مگر مرہٹوں نے یہاں ہوشیاری برتی کہ اُنکو پہاڑوں اور کہوڑوں میں یہاں تک پہنچنے دیا کہ بعد اُس کے فراہم ہونے پر توقع باقی نہ رہے اور جب کہ کام اُن کا پورا ہوا تو وہ لوگ اُن پر بے طرح ٹوٹ پڑے چنانچہ فوج کے سپہ سالار کو اُس کی فوج کے بڑے حصہ سمیت ایک حملہ میں پاش پاش کیا اور ہتھیار اور گہوڑے چھوٹے ہندوں ایک آدمی کو بھی جیتا لیچھوڑا † شرس کہ اس فوج کشی کے حالات آئندہ بھی ویسے ہی شرمی نامہ لکھی سے واقع ہوئی جیسے کہ آغاز میں پیش آئی اور مرہٹوں نے اپنے مشائخوں کی نڈائی اور نا کردہ کاری کے علاوہ خاص فوج سیر کی سازشوں سے بھی دلہری دلائی حاصل کی چنانچہ جب حسین علی خاں نے یہہ دیکھا کہ اب دلی میں بہت دنوں بیچانا اپنا ٹل نہیں سکتا تو راجا ساہو سے اس بات پر عہد نامہ کیا کہ سیواجی کے مقبوضہ علاقوں اور اُس کے بعد کے مقبوضہ ممالک کی نسبت تیرا دعویٰ تسلیم کیا جائیگا اور منجمد اُن کے چو چو قلمی علاقے تحت میں آئی ہیں وہ بیچنے سے واپس دینے جائیگے اور ساری دکن کے متعادل سے تحصیل چوتھ کی اجازت حاصل ہوگی اور چوتھ کے بعد چو متعادل مائی رہے گا سر دیس مائی کے نام سے اُس میں سے دھکی بھی دینے جائیگی اور یہہ وہ دھکی تھی جو اُس خطے کے تہوڑے حصے سمیت جو اب سارا حوالہ کیا گیا پنجہلی اُٹھی کی خطہ و کتابت میں خود اورنگ زیب سے طلب کی گئی تھی شریا مذکورہ بالا کے بدلہ میں ساہو راجا نے دس لاکھ روپیہ نقد اور پندرہ ہزار سواروں کے دینے کا اور ملک میں امن و آمان کے قائم رکھنے اور ہر طرف کی اوت مار کے نقصان کی جواہری کا اقرار کیا یہہ عہد نامہ سنہ ۱۷۱۷ ع میں لکھا گیا ‡

اگرچہ ساہو اسی زمانہ میں مرہٹوں کی ملکی لڑائی میں غالب تھا مگر اُس ملک کا بہت سا حصہ جو اب عہد نامہ کی روسے خاص

† سیرالکھن جلد ایک صفحہ ۱۲۲

‡ گرینٹ ڈف صاحب جلد ایک صفحہ ۲۳۶

آسی کا تسلیم کیا گیا اُس کے قبض و قابو سے باہر تھا یہاں تک کہ اگر اس صورت میں ساہو اپنے لوگوں کی لوت مار کو روک تھام سکنا تو متخالف مرہٹوں کی لاگ دانت اُس سے ہر گز متصور نہ تھی مگر حسین علیخان کا مقصود اتنی بات سے حاصل ہوا کہ اپنے لاؤ لشکر کو دکن سے لہجھا سکا اور دس ہزار مرہٹوں کو ہمراہ اپنے لیکر دلی کو روانہ ہوا § بادشاہ نے اپنی بے عزتی سمجھی اور عہد نامہ کے قبول سے انکار کیا اور اُس پر یہ نتیجہ مترتب ہوا کہ جو فراع اُس کے اور سیدوں کے درمیان میں ایک مدت سے لازم الوقوع تھا بہت جلد پیش آیا حسین علیخان کا بڑا بھائی عبداللہ خاں لائق فائق آدمی تو تھا مگر عیاش اور کھل بھی تھا اور یہی باعث تھا کہ اُس کی وزارت کا کام اُسکے نائب رتن چند نام ایک ہندو کی سعی و اهتمام پر موقوف تھا جس کی سخت تدبیروں اور خود مختاری کے طوروں کی بدولت انتظام اوسکا عام پسند نہ تھا غرض کہ نایب کی بدکرداری اور منیب کی غفلت شعاری سے بادشاہ کو یہم جرات حاصل ہوئی کہ وہ اپنی پوری خود مختاری کی تدبیروں سوچنے لگا اور اوس کے اس ارادہ کی جا بجا ہوائیاں اویں کہ وہ اپنے وزیر کو بھانسا چاہتا ہی اور یہم خبریں فوج کے چند ایسے ایسے بڑے گروہوں کی کارگزاری سے مستحکم ہوئیں جو بادشاہ کی خدمت سے وزیر کی بدولت الگ ہو گئے تھے علاوہ اس کے میر جملہ کے دلی میں دقت موجود ہونے سے زیادہ استحکام اور کو حاصل ہوا جو صوبہ بہار سے خفیہ خفیہ کوچ کر کے دلی میں آہونچا تھا اور عذر اپنے آنیکا یہم کیا تھا کہ فوج کی بغاوت سے دلی کو بھاگنی پڑی متعجب ہوا بادشاہ نے اچھی طرح بات اوس کی سننی اور کمال افسردگی سے آؤ بھکت اوسکی کی اور اوس نے بظاہر دامن وزیر کا پکڑا اور یہم عرض کیا کہ بادشاہی ملازمت سے طبیعت ٹھنڈی ہو گئی مگر ایسی بغاوت کی باتوں سے

وزیر کو تسلی نہ ہوئی اور ایک طرح کا کہنا لگا رہا چنانچہ اوسلی اپنے رفیقوں اور بھائی بندوں کو اکٹھا کر کے بری سے بری صورت کا سامان آمادہ کیا جو سامنی آنے والی تھی اگرچہ وہ ارادہ جسکی بدولت بادشاہ مستہم ہوا اوسلی حقیقت میں ٹھانا بھانا تھا مگر اوس کے پورے کڑیکی تاب و جسارت نہ گھٹتا تھا چنانچہ وزیر کے ٹھاتے سامان دیکھ کر سہم گیا اور ٹھنڈا کرنے کی فکر میں سوچیں اور بڑی خواہش سے یہہ ظاہر کیا کہ انتظام حال میں تبدیل تغیر منظور نہیں اور مہر جملہ کو ملتان اُسکی اصلی وطن کی جانب روانہ کیا مگر یہہ آشتی ظاہر ہی ظاہر کی تھی یہاں تک کہ وزیر اس بات کو خوب سمجھا تھا کہ وہ بیٹ پاپی پاپ سے خالی نہیں اگرچہ تھوڑے دنوں کے لئے اوبال اُسکی دہ دبا گئے تھے مگر بادشاہ نے دوبارہ سازشیں شروع کیں اور اُن سازشوں کو دہسی بے سلیبکی سے اختیار کیا اور دہسی ہی نامزدی سے چھوڑا جوسیک پہلے چھوڑا تھا بعد اُس کے یہہ تدبیر اُس نے نکالی کہ اسے بڑے سرداروں کو باہم متفق کیا جاوے جو وزیر کی صورت و صورت سے ناراض ہیں چنانچہ منجملہ اُنکے چھوڑے والا جے سنگھ بھی تھا اس سردار کو چٹاؤں کے مقابلہ پر پہلے بھیجا تھا اور اُس سے مدت کی لڑائی کے بعد اُنکو یہی حالت پر پہونچایا تھا کہ اسی اثنا میں چٹاؤں کے ایلچی کے ذریعہ سے وزیر نے خط کتابت جاری کی اور ایسے طریقہ سے آشتی کو قائم کیا جس سے جے سنگھ کی بات کو بقا لگے چوں قلعہ خاں جو دکن کی نیابت سے مراد آباد کی چھوٹی حکومت پر بھیجا گیا تھا اپنی مضرت کے انتقام پر آمادہ تھا چنانچہ اُس کو بھی دلی میں بلایا اور بہار کا محکم سرہند خاں شریک آستا ہوا علاوہ اُس کے بادشاہ کا خسر اجیت سنگھ بھی بلایا گیا مگر وہ شریک اُس کا نہوا اُس لئے کہ انصرام اُس مہم کا ہودے لوگوں سے متعلق تھا چنانچہ تھوڑے دنوں کے بعد اوس کے فریق غالب کا علائقہ مدد معاون ہو گیا مگر بقول اوسکے کہ مدعی سست گواہ

چست باقی سازش کرنے والے بہت سرگرم و آمادہ تھے یہاں تک کہ اب یہہ تجویز تھری کہ ایک سالانہ جلسہ کے موقع پر جس میں وہ فوج جو بادشاہ کی خیر خواہی پر مرتی اور عبداللہ خاں کے محافظ پہروں سے بڑھتی ہوئے اکٹھی کی جارے اور اس کے ہاتھوں سے عبداللہ خاں کا قصہ پاک کیا جارے مگر اس زمانہ میں بادشاہ کا نیا رفیق ایک کشمیری ارجہ خاندان اور برے طوروں کا کشمیری تھا جس کو رکن الدولہ کا خطاب عنایت ہوا تھا۔ چنانچہ اس کے سمجھانے بوجھانے سے جو بادشاہ کی بڑھلی کے راس آیا منجوزہ سازش کو ملتوی کیا اور وزیر اعظم کے عہدہ کا اقرار اس سے کر کے خاص اس ضلع کو جس پر چوں قلیچ خاں حاکم تھا خلیہ جاگیر کے طریقہ پر عنایت فرمایا یہاں تک کہ بادشاہ کے رفیق جو اوسکے اتفاق و سازش میں شریک و شامل تھے کشمیری کی ترجیح و تفضیل سے سخت ناراض ہوئے اور یہہ یقین کیا کہ بادشاہ کی درں ہمتی اور بے استقلالی ان تدبیروں کے حق میں نہایت مضر ہوگی جن میں وہ شریک و شامل ہوگا چنانچہ بلا تاخیر انہوں نے وزیر سے آشتی کی مگر راجہ جے سنگھ ان باتوں سے مستثنیٰ رہا عبداللہ خاں نے پہلی صورتوں سے خوف کھا کر اپنے بھائی کو دکن سے بلایا چنانچہ حسین علی خاں اس کا بھائی جس نے حزم و احتیاط کی ضرورت سے بادشاہی اردوں کو حکومت سے خارج کر کے ماری فوج کو جان نثار اپنا بھار کھا تھا بڑے ہرے کوچ کرنے کے ارادہ پر ہندوہوں + محترم سنہ ۱۱۳۱ مطابق دسمبر سنہ ۱۷۱۸ع کو روانہ ہوا راجہ جے سنگھ نے بادشاہ کو اس بات پر بہت سا ہانکیتختہ کیا کہ اب تھوڑا عرصہ باقی رہ گیا اگر کوئی

+ حسین علی خاں کے خاندیس سے چائے کی یہہ تاریخ مذکور ہی جو خانی خاں نے بیان کی اور گریڈت ڈب صاحب نے اس تاریخ کو مستحکم کیا مگر سیرالہ تاسخیں کے ترجمہ برگز صاحب جلد ایک صفحہ ۱۶۲ میں سنہ ۱۷۱۹ع مطابق سنہ ۱۱۲۲ ہجری لکھے ہیں اور اس کتاب کے بہت سے پچھلے حوالوں کی تاریخیں بھی اور مرزوں کے بیان سے مختلف ہیں *

معقول تدبیریں لڑے تو تخت پھرت عمل میں لڑے اور ہرگز کالہی نہ ہوتے مگر وہ بادشاہ ایسا بڑا تھا کہ راجہ کی ترغیب و تنصیص سے ایسی شجاعت نہ رہی ارادہ فہرا جو بقول اُسے کہ مرنے کا نہیں کرتا مایوسی کے وقت اوہل کو زور شور اپنا دکھاتی ہی غرض کہ حسرت علی خاں دلی میں داخل ہوا اور پہلے پہل یہہ درخواست اُس نے گدالی کہ راجہ جے سنگھ اپنی نامور کو روانہ کیا جاوے بادشاہ اپنے دشمنوں کے ترس کھائے پر موقوف و منحصر رہا اور رومی ذلت سے اطاعت پر مایل ہوا اگرچہ حسین علی خاں شہر کے باہر فوج لئے ہوا رہا مگر عبداللہ خاں کے پہروں کو شہر میں آنے جانے کی اجازت حاصل ہوئی اور اب یہہ نوبت پہونچی کہ شہر کے گریہ دار یعنی بادشاہ غلات شعار کی کھوٹی قسمت کا تصفیہ دونوں ہائیوں کی صلاح و مرضی پر موقوف رہا مگر باروصف اس کے بعض بعض امیر بادشاہ کے بخیر خواہ اپنے ملازموں اور رفیقوں کو ہمراہ اپنے لیکر بادشاہ کی امداد و اعانت کی غرض سے لئے اور اسی عرصہ میں شہر کے لوگوں نے اُن سرھٹوں کے قتل کا ارادہ کیا جو حسرت علی خاں کے ساتھ آئے تھے چنانچہ سارے بستی والے لاپتہ ہوئے اور قہال تلوار سے موجود ہوئے اور اس ہنگامہ کی پریشانی سے حسرت علی خاں شہر میں داخل ہوا اور تھوڑے سے مقابلہ کے بعد شہر پر قبضہ کیا بعد اُس کے بادشاہ کو زندہ چھوڑنا اپنی سلامتی کے لحاظ سے مناسب نہ سمجھا اور اُس بدبخت بادشاہ کو جو حقیقت میں بادشاہ کا سایہ تھا منحل سرا سے پکڑ کر لئے جہاں جان اپنی بچائے بیٹھا تھا اور ماہ فروری سنہ ۱۷۱۹ع مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۱ ہجری میں خفیہ خفیہ اسکو گردن مارا *

عالمگیر کی مذہبی تدبیریں اسی سلطنت میں کسندر پہلی پولیس یعنی عنایت اللہ خاں عالمگیر کے میر منشی اور اس بادشاہ کے دفتر محتاصل کے افسر اعلیٰ نے معقول جزیرہ کا وصول کرنا ایسی سختی سے چاہا جیسا کہ اُس کے پہلے ولینعت یعنی اورنگ زیب کے عہد دولت

میں وصول کیا جاتا تھا مگر لوگوں کے شور و فساد اور نزاع و پر خاش کے باعث سے بہت جلد اُس قندی قیزی سے باز رہا یہاں تک کہ اگلی بادشاہت میں بحسب ضابطہ یک قلم موقوف کیا گیا *

عین دارالسلطنت میں سنی شیعہ اور احمدیاد میں ہندو مسلمان آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے ہندو مسلمانوں کا فساد اُن کے فساد سے بہت زیادہ بڑھا ہوا یہاں تک کہ بہت لوگ اُس میں مارے گئے اور اچنبھا یہ ہوئی کہ احمدیاد کے مسلمان حاکم یعنی داؤد خاں ہنی نے ہندوؤں کا ساتھ دیا *

جب کہ فرخ سیر سے تخت خالی رہا تو سیدوں نے بادشاہی کی نسل ایک گبر و جوان کو رفیع الدرجات کے خطاب سے ماہ فروری سنہ ۱۷۱۹ مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۱ میں تخت نشین کیا مگر یہ جوان سل کی بیماری سے تین مہینے کے بعد مر گیا اور بعد اُس کے ایک اور جوان کو جو راہی بادشاہی نسل کا تھا رفیع الدولہ کے خطاب سے مئی سنہ الیہ مطابق رجب سنہ الیہ کو تخت پر بٹھلایا مگر اُس کی عمر بے بھی وفانگی چنانچہ راہی تین مہینے سے کم عرصہ میں جہان فانی سے گذرا *

ان شہزادوں نے محض میں پرورش پائی تھی اور اُنکو تخت نشینی کا سان و گمان بھی نہ تھا اور بچوں کی خو بو کے علاوہ عورتوں کی بوہاس اُنکی طبیعتوں میں بیٹھی تھی اگرچہ اُنکے مرنے سے سیدوں کو تھوڑا بہت تردد لاحق ہوا مگر بعد اُسکے ایک نہایت قوی آدمی کو چانشین اُنکا کیا یہ جوان آدمی روشن اختر تھا جس کا حال اپنی پہلی حالت میں عام لوگوں کی حالت سے بہتر نہ تھا یعنی وجود اُس کا کسی کمال کے زیور سے آراستہ پیراستہ نہ تھا مگر اُسکی ما نہایت لایق فایق عورت تھی اور غالب یہ ہی کہ وہی نیکبخت اپنے بیٹے کی خوے و خصلت کے درست کرنے میں بھی مددگار اسی طرح سے ہوئی جیسے آئندہ کام کاج اُس کا اسی دخل و تصرف سے جاری رہا ماہ ستمبر سنہ ۱۷۱۹ ع مطابق ذی قعدہ سنہ

۱۱۳۱ ہجری میں یہ شہزادہ محمد شاہ کے خطاب سے تخت

پر بیٹھا * †

دوسرا باب

نادر شاہ کے واپس جانے تک کے بیان میں

محمد شاہ کی سلطنت کا بیان

بارہنہ اس کے کہ فرخ سیر کی خبر ہو اچھی نہ تھی اور بادشاہوں کا
قتل ایشیا میں اچھا نہیں کیا بات نہیں مگر اُس کے مارے جانے سے ایک
عام ہیبت پیدا ہوئی اور اُس کے جانشینوں کے بیوقوف مرنے سے شک
شہہ پیدا ہوا نام کے بادشاہوں کی اکثر تبدیل و تغیر سے اُس متحرکہ
قدرت پر لوگوں کی توجہ مائل ہوئی جس کا چہرہ آنا اُن نام کے بادشاہوں کے
پردہ سے متاثر تھا *

سیدوں کی خدمت لوگوں کے دلوں میں متزلزل ہو گئی تھی اور اُنکی
باعث ناچندوں اور بڑے بڑے رفیقوں کی ناراضماندی سے بڑی مضرت
کو پہونچی تھی اور ملکی انتظاموں کی خرابی سے ضعف حکومت کی
علامتیں ظاہر باہر ہونے لگی تھیں *

الہ آباد کے ہندو حاکم نے بغاوت برپا کی اور حسین علی خاں آسکے
مقابلہ پر خود گیا مگر اُس نے الہ آباد کو صرف اس شرط پر حوالہ کیا
کہ اُس کے عرصہ میں اردہ کا حربہ عذابت کیا جاوے اور ہونڈی کی
خراج گزار ریاست میں چند فسادوں کے واقع ہونے سے بڑی فوج کی
ضرورت پڑی اور کوسر واقع جنوب پنجاب کے رئیس پٹھان نے بغاوت کا
ہنگامہ برپا کیا اور بادشاہی فوج کو شکست فاحش دی اور بڑی جد و جہد

† محمد شاہ کی تخت نشینی پر یہ بات تذکرہ کی گئی کہ در پہلے
بادشاہوں کے نام جن کے بعد وہ تخت نشین ہوا بادشاہوں کی فہرست سے خارج
کئے جاویں اور اُس کی سلطنت فرخ سیر کی وفات سے سمجھی جاوے
سیر المتعریں جلد ایک صفحہ ۱۹۷ گزیت ڈف صاحب جلد ایک صفحہ ۲۵۰

تھے مغلوب ہوا علاوہ اُس کے کشمیر میں بھی ہندو مسلمان آپس میں لڑے چھکڑے اور وہ کوششیں جو امنِ امان کے سلامت رہنے میں حکومت کی جانب سے عمل میں آئیں منحصر بینکار گئیں اور کوئی نعرہ اُن پر مترتب نہوا یہاں تک کہ فریقین کے بہت سے آدمی مارے گئے اور بہت سا مال اسباب ضایع ہوا *

اسی زمانہ میں چینِ قلیج خاں کے کرکڑوں سے بڑا شور و غوغا برپا ہوا یہ سردار جس کو ہم ابھی سے آصف جاہ کے خطاب سے پکار رہے تھے جو بعد اُس کے اسی خطاب سے پکارا گیا اور سارے یورپ والے دکھائی نظامِ شاہی کے نام سے اُس کی آل و اولاد سے بخیر و راقب ہیں معزز ترکی نژاد اور بڑا خاندانی اور اُس غازی الدین خاں کا فرزند ارجمند تھا جو اورنگ زیب کے سرداروں میں گنتی کا سردار تھا اور خود اُس نے بھی اُسکے عہدِ دولت میں آپ کو معزز و ممتاز کیا تھا چینِ قلیج خاں نے اسی زمانہ میں جب کہ عزیزِ ذلیل اور امیرِ فقیر ہوتے جاتے تھے جہاندار شاہ کی معشوقہ اور اُس کے رشتہ داروں کا مقابلہ کیا اور اُن کے مقابلہ سے قدر و اقتدار اپنا قائم رکھا اور ہمسری اپنی جتنائی † اور جیسیکہ یہ ہالا بیان ہو چکا کہ یہ سردار اپنی آئندہ شایستہ خدومتوں کے وسیلہ سے دکن کی نیابت پر سرفراز ہوا تھا فرخ سیر کے رفیقِ موافق سے اس لیے کنارہ کش ہوا تھا کہ وہ اپنے وزیرِ اعظم ہونے سے سخت مایوس تھا اور ہاوجود اس کے جب نئے رفیق اُس کے یعنی سلطنت

† آصف جاہ کی سواری اور ایک ایسی عورت کی سواری جو جہاندار شاہ کی معشوقہ سے نہایت ربط و ضبط رکھتی تھی اور جہاندار شاہ اپنی معشوقہ کی خاطر سے اُس کی خاطر داری بھی کرتا تھا حسبِ اتفاق ایک تنگ گلی میں مقابل ہو گئیں عورت کے ہمواریوں نے آصف جاہ کا پایہ نہ پہچانا اور بینکائی حمایت پر بڑی طرح سے اُس کی سواری کو روکا آصف جاہ نے اپنے ہمراہیوں کو حکم دیا کہ زور کا مقابلہ زور سے کرنا چاہیئے فرض کہ آصف جاہ کے سپاہیوں نے بادشاہ کے دوست کے دوست کی سواری کو مار کر یہاں تک بھگایا کہ وہ عورت ہانپتی کر چھوڑ کر قلعہ مبارک میں پایادہ بھاگی اور پیچھے پھر کر نہ دیکھا *

کی طرف مقابل کامیاب ہوئے تو دکن کی لاپتہ سلطنت سے منحورم رہا اور صرف مالوہ کی حکومت پر متعین کیا گیا *

مالوہ کے شور نساکوں کی ضرورت سے فوج کے بڑھانے کا حیلہ اُس کو ہاتھ آیا اور سیدوں کے حق میں ایسا ہیبت ناک ہو گیا کہ انہوں نے اُس کے مستقل کرنا ایک بڑا سا ارادہ کیا چنانچہ اوسکو کہلا بھیجا کہ مالوہ کی حکومت کے سوا اور چار حکومتوں میں سے جس حکومت کو چاہے پسند کرے اُسے چاہئے یہ سورج سمجھ کر کہ اب حیلہ ساز کا وقت باقی نہیں رہا اور خود دارالسلطنت میں مستقل دخل بٹھانا نہایت دشوار ہے اپنے زور و قوت کی بنیادوں کو مضبوط و مستحکم کرنا چاہا اور دکن کی فتنہ و کشمکش پر التفات اپنا مایل کیا جہاں مسلمان اور سرحدوں دونوں طرفوں میں بہت سے پرانے علاقے رکھتا تھا *

غرض کہ اُسے چاہے باقی ہوا اور ماہ اپریل سنہ ۱۷۲۰ع مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۱۳۲ھ چوٹی کو نرپدہ کی چائپ کو چلا اور جوڑتورے اور لین دیں کے وسیلہ سے اسپر گڈا پر قبضہ کیا اور اس صوبہ کے بہت سے سرداروں کو رفیق اپنا بڑا اُصف چاہ کی گوشمالی کے لئے ایک فوج خاص ہندوستان سے سید دلاور خاں بارہہ کے زیر حکومت روانہ کی گئی اور تلوہ اُس کی اُصف چاہ کے انتظار میں بمقام اورنگ آباد ایک فوج بدھمی تھی جو عالم علی خاں غاصبان سلطنت کے بھیجے کے زیر حکومت تھی اُصف چاہ نے دلاور خاں کی تند مزاجی اور درشت خوئی سے فائدہ اُٹھانا چاہا چنانچہ اُس نے پہلے اس سے کہ عالم علی خاں رفیق اُس کا نائب اُس کو پھونچا دے لڑائی میں اُس کو کھینچا اور ماہ جون سنہ ۱۷۲۰ع کو برہان پور کے پاس ایک لڑائی قالی جسمیں خورن دلاور خاں مارا گیا اور فوج اُس کی تباہ ہوئی بعد اُسکے عالم علی خاں ہر پہلا اور اُس کی فوج کے چند سرداروں کو ملایا مگر فوج اُس کی باوصف اس کے کہ ان سرداروں کے چلے جانے سے تہزہ

بہت کم زور ہو گئی تھی نہایت زبردست اور قوی تھی غرض کہ بالا اور
سویہ ہزار میں لڑائی ہوئی اور فریشین کی جانب سے بڑے بڑے گروہ
مڑھتوں کے بھی لڑنے مرنے میں مصروف ہوئے چنانچہ ماد
جولائی سنہ الیہ کو اختتام آس لڑائی کا عالم عالی خاں کی شکست
و وفات ہو گیا *

واقعات مذکورہ کے وقوع سے سیدوں کے ہاتھ پائو بھول گئے اور رنگ
آن کے فق ہو گئے اگرچہ بادشاہ اور اکثر امیر ان واقعات کے وقوع کے
دنوں میں فرحان و شادان تھے مگر سوچ بچار کے لوگ اور سمجھے
برجہ کے آدمی بادشاہت کی بردباری پر پے لیگئے اور پیشین گوئیوں نے
آن کے دلوں پر عبور کیا اور یہ بڑے دھم و خيال ایک اعتقاد باطل کی
وجہ سے اس طرح دو چند ہو گئے کہ حسب اتفاق ایک کڑا ہونچال
ایسی وقت میں واقع ہوا اور سلطنت کی ہل چل اس سے سمجھی گئی
اور ایسی دل گھٹانے والی صورتوں میں عبداللہ خاں اور حسین علی خاں
دونوں بہادر سے نامزدی اور بے ہمتی کی ایسی علامتیں ظاہر ہوئیں
جو بڑی بڑی آفتوں کے وقوع سے پہلے پیدا ہوئی ہیں *

محمد شاہ نے اپنی ماں کے سکھانے پڑھانے سے سیدوں کا مقابلہ
نہ کیا تھا اور نہایت حزم اور احتیاط آس معاملہ میں برتنا تھا اور بڑے
میر اور تکمل سے ایسی صورتوں کا منتظر تھا جو آس کے استحقاق
حکومت کی مدد و معاون اور دعویٰ سلطنت کے موافق و مناسب ہوویں
اور نہایت خفیہ خفیہ طوروں سے ایسی باتوں کے سوچ بچار کرتا تھا
جن کے ذریعہ سے بہت جلد آس کو آزادی حاصل ہووے اور اس بڑے
خوفناک ارادہ میں ملاح کار آس کا وہ محمد امین خاں تھا جس نے
تاریخ سیر سے جب گذارہ کیا تھا کہ آس کو زبان کا کچا اور خاص اپنے
معاملہ میں پیٹ کا ہلکا پایا تھا اگرچہ سیدوں کے زور و قوت اور غرور
و نفرت سے کمال متفرد تھا مگر کام نہ کام آن سے زمانہ سازی کی رو سے

مراقت پیدا کی تھی متعدد شاہ سے ترکی زبان میں بات چیت کرتا تھا اور اوس کے ذریعہ سے جس کو ہندوستانی سید نہ جانتے تھے بادشاہ کے ارادوں اور تجویزوں کو دریافت کرتا تھا اگرچہ سیدوں کے رشتہ دار اور آوردیہ بادشاہ کو گہرے رشتے تھے مگر بات چیت دن کی چلی جاتی تھی اور جب کہ اوس کے آپس میں کڈائے اشارے ہونے لگے تو آسکی بدولت خفیہ خط کتابت کا رستہ کھولا اور رفتہ رفتہ یہاں تک نہایت پہونچی کہ ایک گروہ قائم ہو گیا جس میں سعادت خاں کو دوسرا درجہ حاصل تھا اور سعادت خاں کی اصل و حقیقت یہ تھی کہ وہ خراسان کا ایک سردار تھا اور رفتہ رفتہ ایسا ہو گیا تھا کہ ایک فوج کی حکومت اوس کو سپرد ہوئی تھی اور یہی سعادت خاں اودہ کے بادشاہان حال کا مورث اعلیٰ ہی اگرچہ یہ سازش ہزار پردوں میں کی گئی مگر سیدوں کے دلوں پر اسے بڑے خیال گذرنے لگے چنانچہ یہ بھی تصور کیا کہ آصف چاہ کی لڑائی کے زمانہ میں جو بلاشبہ ہونے والی تھی بادشاہ کو قبضہ و قابو میں رکھنا کمال دشواری سے خالی نہ ہوگا اور آخر کار یہ بات قرار پائی کہ حسین علی خاں بادشاہ اور بعض مشہور امیروں سمیت دکن کو روانہ ہوئے اور عبداللہ خاں دلی میں موجود رہے اور بادشاہی سفار و مذاہم کی نگرانی رکھے *

دونوں بھائی بہت سی سوچ بہنار کے بعد اگرچہ سے روانہ ہوئے چنانچہ حسین علی خاں نے دکن کو اور عبداللہ خاں نے دلی کو باگ اوتھائی اور سازش کرہوالوں نے دونوں کی جدائی سے قیاس کیا کہ مراد کے پورے ہونیکا موقع ہاتھ آرا چنانچہ حسین علی خاں کا قتل تجویز ہوا اور صبر حیدر ترکی کو جو قوم کالمک کا ترکی اور اپنے ملک میں کسبتدر معزز و ممتاز اور بڑے بڑے کاموں کا دعویٰ تھا اوس کے قتل پر متعین کیا غرض کہ یہ وحشی ترکی اپنی قربانی کا منتظر بیٹھا تھا کہ حسین علی خاں ہالکی میں سوار آ گیا اس ترکی نے ایک عرصے

پیش کر کے حسین علی خاں کو اپنی جاذب مائل کیا حسین علی خاں نے اپنے ہمراہیوں کو اشارہ کیا کہ اُس کے قریب آنے کی مزاحمت نہ کریں جسوں ہی کہ حسین علی خاں اوس عرضی کو پڑھنے لگا تو اوس نے کٹار اپنا نکال کر اوس کے پیٹ میں گھنکرل دیا اور یہہ ہاتھ اوس کا ایسا ہڑا کہ حسین علی خاں ہالکی کی دوسری کھڑکی سے لٹک گیا اور میر حمید کو اوس کے ہمراہیوں نے ہاش ہاش کیا یہہ واقعہ ماہ اکتوبر سنہ ۱۱۳۲ھ مطابق ذی الحجہ سنہ ۱۱۳۲ھ ہجری کو وقوع میں آیا *

اِس قری وزیر کے مرنے سے ساری فوج میں ہل چل پڑی اور اوسکے رشتہ داروں اور رفیقوں میں جو مانند اوس کی تمام سادات عظام تھے اور سازش کرنے والوں اور اوس کے شریکوں میں بڑا جھگڑا قائم ہوا مگر سازش کرنے والوں سے بہت لوگ ایسے آملے تھے جو بادشاہ کی سلامتی کے خواہاں تھے بعد اوس کے بڑی دشواری سے مستند شاہ کو اس پر آمادہ کیا کہ وہ اپنے خیر خواہوں کی سرداری اختیار کر کے کھلم کھلا جنگ آرائی کرے چنانچہ خصوص اوس کے ظاہر ہونے سے اوس جھگڑے کا تصفیہ ایسے ہوا کہ سیدوں کا گردہ میدان سے ہٹایا گیا اور بہت سے سیدوں نے فوج کے اوس حصے سمیت جو کسی فریق کا مدد و معاون نہوا تھا بادشاہ کی اطاعت اختیار کی *

عبداللہ خاں اب تک دلی میں پہونچا تھا کہ بھائی کی سنوئی پہونچی اور جیسیکہ یہہ بڑی خیر رنج آمیز تھی ویسے ہی اُسکے نتیجے بھی ہول انگیز تھے اگرچہ عبداللہ خاں کو اب اپنے بادشاہ سے مقابلہ درپیش تھا مگر کوئی استسقاء اور کسی طرح کا عام پسند حیلہ نہ رکھتا تھا اور اپنے خطرناک حال پر اُن فسادوں کے باعث سے بے لے گیا جو گردنواح کے ملکوں میں تروت بہرت واقع ہو رہے تھے مگر جس قدر اُس کا اندیشہ بڑھتا گیا اُسی قدر عقل و ہمت اُس کی بڑھتی گئی چنانچہ اُس نے مینچملہ اُن بادشاہ زادوں کے جو دلی میں مقید تھے ایک شاہزادہ کو

بادشاہ بنایا اور اُس کے نام کی منادی کرائی اور اُس کی طرف سے لوگوں کو مراتب عنایت کیے اور فوج اور افسران فوج کی خدمتوں کو اپنے لیے حاصل کیا اور ایسے ایسے ذریعوں سے اپنی قوت کے ہم پہنچانے میں اُسے زور و قوت سے مصروف رہا *

اگرچہ بہت تھوڑے مرتبہ والے شریک اس کے تھے مگر بڑی تشہیر کی طرف سے مصروف رہا اور اُس نے اگلی ہی گورنمنٹ کے لیے اور شاید نہ تھی بعد اُس کے اپنے بھائی کے مرنے سے زیادہ دو ہفتوں کے گزرنے پر فوج اپنی دیگر آگرہ کی جانب روانہ ہوا جاتوں کا راجہ چوراہن راہ میں آکر اُس سے ملا اور شریک اُس کا ہوا اور بہت سے لڑتے ہوئے سید بھی اُس کے پاس آئے جو بادشاہ کی اطاعت کے بعد اُس کو چھوڑ کر بہاگی تھے اور متعدد شاہ کو اُن چار ہزار سواروں کے پہنچنے سے تیزی سے مدد پہنچتی چنانچہ ستھہ راجہ نے اُس کی امداد و اعانت کے لیے شہر میں روانہ کیا تھا اور پوچھنے پوچھانوں کے بعض بعض سردار بھی شریک اُس کے تھے غرض کہ دونوں فوجوں کا مقابلہ دلی آگرہ کے درمیان میں واقع ہوا عبداللہ خاں نے ماہ نومبر سنہ ۱۷۲۰ مطابق محرم سنہ ۱۱۳۳ ہجری میں شکست کھائی اور بادشاہی لوگوں کے ہاتھوں ہار گیا اور غالب بہت سی نہ ال رسول کرنے کے باعث سے جان اُس کی بخشی گئی بعد اُس کے بادشاہ دلی کو روانہ ہوا اور ماہ نومبر یا دسمبر سنہ الہ مطابق سنہ الہ کو اپنے قدم میں منت لازم سے دلی کو رونق بخشی اور انعام اکرام اور مراتب مناصب کے بخشنے سے اپنی آزادی کی دھوم دھام مچائی مستدامین خاں کو وزیر اپنا مقرر کیا مگر مستدامین خاں نے وزارت کا کام اب تک نہ کیا تھا کہ وہ بیمار ہو گیا اور ماہ جنوری سنہ ۱۷۳۱ مطابق ربیع الاول سنہ ۱۱۳۳ کو بمقام الہی ناگام مر گیا *

اکثر صورتوں میں وزیر اعظم کے یکایک مرنے سے زور دینے کا شہہ کیا گیا ہی مگر اس صورت میں اُس کی تشریح و توضیح کا طریق اُس

شوق سے زیادہ تر مناسب ہی جو لوگوں کو عجیب غریب باتوں کا ہوتا
 ہی بیان اُس کا یہی ہی کہ کئی برس پہلے ایک آدمی بڑا فریبی
 متغنی دلی میں آیا تھا اور ایک نئی مذہبی کتاب اپنی ایجاد کی
 زبان کی تمام شہر میں مشہور کی تھی اور وہ زبان اُس زبان سے اُس نے
 لی تھی جو ایران کی پرانی بولی تھی غرض کہ ایک گروہ اُس نے قائم
 کیا جس میں استاد کوہلوک اور شاگرد کو فرابود کہتے تھے محمد شاہ
 کے عہد دولت میں اس فرقہ نے ایسی قوت پکڑی تھی کہ محمد امیں
 خاں نے اُس کی گرفتاری کے لیے کچھ سپاہی روانہ کیئے تھے وہ شخص
 اب تک گرفتار ہونے نہ پایا تھا کہ محمد امیں خاں سخت بیمار ہوا اور اُسکے
 خاندان والوں نے بہت گہراشت سے اُس مقدس آدمی کی بڑی منت
 سماجت کی اور اُسکے غیظ و غضب کو ٹھنڈا کرنا چاہا اُس نے اپنی کرامت
 کا علاوہ اقرار کیا مگر یہ صاف کہا کہ میرے تیر کا خاصہ ہی کہ وہ چھوٹے
 کے بعد لوٹا نہیں جاتا غرض کہ محمد امیں خاں مر گیا اور اُس
 پہلے آدمی کو بلا ادبیت چھوڑا یہاں تک کہ کئی برس زندہ رہا *

بعد اس کے چند روز کے لیئے اور وزیر مقرر کیا گیا اور آخر کار اصف

جاہ کے لیئے قلعہ ان وزارت کا امانت رکھا گیا *

اس زمانہ میں زوال سلطنت کی کوئی نہ کوئی علامت ظاہر
 ہوتی جاتی تھی چنانچہ گجرات کی حکومت راجہ اجیت سنگھ کو
 بھلا دے اُس رفاقت کے عنایت ہوئی تھی جو کسی وقت میں سیدوں
 کے ساتھ اُس نے کی تھی اور خود محمد شاہ نے اجیت کی حکومت
 کا وعدہ اس شرط پر کیا تھا کہ جب بادشاہ اور سیدوں میں لڑائی کا
 حکامہ برپا ہووے تو کسی طرف کی طرفداری نہ کرے اور اگر کسی کی
 اعانت پر کمر باندھ ہی تو بادشاہ کی اعانت کرے غرض کہ یہ دونوں
 حکومتیں راجہ کے عین حیات تک بحسب ضابطہ سرکاری عنایت
 ہوئی تھیں مگر بادشاہ کو بات کا پاس نہوا اور اجیت سنگھ کو گجرات

بے خراج کیا اگرچہ راجپوت اُس کے نایب نے زور و قوت کے ذریعہ سے قبضہ و تصرف کا قیام رکھنا چاہا مگر گجرات کے مسلمانوں نے اُسکو مارکر نکالا اور وہ بمقام جودہ پور اپنے اقاے نامدار کی خدمت میں چلا آیا بعد اُس کے اجیت سنگھ نے راجپوتوں کی فوج اپنے ہمراہ لیکر اجیت پور قبضہ کیا اور نارول کو بلا تکلف لوٹ کر قابض و متصرف ہوا اور رفیقوں سمیت دیواڑی تک چلا آیا جو خاص دارالسلطنت سے پنجاس میل پر واقع ہے اور اُس کی روک تھام اور لاگ ذات میں اُن سپہ سالاروں کے ہاشمی نژادوں سے جو اُس کے مقابلہ پر بھیجے گئے تھے اور نیز اُنکی ناراضمندی سے جو کام کے نکرے میں ظاہر ہوئی تھی سارے عزم و ارادے بے فائدہ گئے اور جب کہ آخر کار امیرالامرا یعنی سپہ سالار اعظم شہر کی محافظت کو شہر سے رخصت نکلا تو اُس نے رضا و رغبت سے اُن شرطوں کو قبول کیا جو خود راجہ اجیت سنگھ نے پیش کی تھیں یعنی اگر اجیت کا قبضہ و تصرف مستحکم کیا جاوے گا تو گجرات کا نقصان منظور و مقبول ہے +

تھوڑی مدت بعد آصف جہاں دلی میں آیا اور جنوری ۱۷۲۲ ع مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۱۳۳ ہجری کو وزارت کے عہدہ پر امتیاز اُسنے پایا اگرچہ تھوڑے دنوں پہلے اُس کو اپنے تقرر سے اٹھائی ہو گئی تھی مگر اُس نے بہت مناسب سمجھا تھا کہ دارالسلطنت میں حکومت کرنے کی نسبت دکن کی خود مختاری اہم و اعظم ہے علاوہ اُس کے خود مرہٹوں سے بہت سے معاملوں کا چھکڑا قائم تھا جنکی حکومت بقاعدہ چھٹی جاتی تھی اور دکن کے معاملوں کے ذمہ تصفیہ کے بدون اُنکا آسکا متصور نہ تھا آصف جہاں نے دربار کی حالت کو بہت ستیم پایا اور بادشاہ کو عیش و نشاط کا مینلا دیکھا صلاح کار اُس کے اسی طریقہ کے جوان جوان آدمی تھے اور اُسکی معشوقہ ایسی حادی ہو گئی تھی کہ بادشاہ

کی ذاتی مہر آسیکی کے قبضہ میں رہتی تھی اور اپنی مرضی کے موافق استعمال اسکا کرتی تھی چنانچہ آصف جاہ آکر پہنچایا جس نے عالمگیر کی آنکھیں دیکھی تھیں اور بارصف اسکے کہ جوڑ توڑ اور مکر و حیلہ کا دھنی تھا انتظام سلطنت کے لیئے بھی نہایت لائق فایق تھا اور اسکو منظور بھی بھی تھا مگر زور و قوت سے حکومت کے دبانیکی جرأت و ہمت نہ رکھتا تھا اور بادشاہ کے اعتماد حاصل کر لینے کوئی چال اس نے اسلامیہ نچلی تھی کہ بقول اس کے کہ »روح و صحبت کا جنس عذاب است الیم« خود بادشاہ ہی اس کے شایستہ چال چلن سے تنگ آگیا تھا اور اس لیئے کہ وہ کار و بار سلطنت پر بادشاہ کی توجہ چاہتا تھا نہایت لاچار ہو گیا تھا اور بادشاہ کی یہ صورت تھی کہ اس کے سوا کوئی بات اس کو بھائی نہ تھی کہ اس کی صحبت کے آوارہ ہم نوالہ و ہم پیالہ آصف جاہ کے قدیمی لباس اور اس کے درباری آداب قاعدوں کی نقلیں کر کے قہقہے لگائیں اور بادشاہ اونکو دیکھا کرے *

بادشاہ اور اس کے رفیقوں نے کبھی مہینے کی کشاکشی کے بعد ایسا تصور کیا کہ ہماری آصف جاہ سے متخالف صلاح کار سے چھوڑنیکی راہ نکالی اگرچہ حیدر قلی حاکم گجرات اس انقلاب کے بڑے معزز شریکوں میں داخل تھا جس انقلاب کی بدولت بادشاہ کی سلطنت قائم ہوئی تھی مگر اب مستقل مزاج اور بہاری بہر کم ہونے کے باعث سے اخراج آصف جاہ سے سخت ناراض تھا اور اس کی تدبیر مذکورہ کے نہایت متخالف تھا غرض کہ بادشاہ کے رفیقوں نے یہ سوچا سمجھا کہ آصف جاہ اور مہر حیدر قلی دونو کو لڑا بھڑا کو دربار کا زیادہ محتاج و متوسل بناویں چنانچہ حیدر قلی کو لکھا گیا کہ وہ اپنی حکومت کو آصف جاہ کے حوالہ کرے حیدر قلی مشغول حکم سے مطلع ہو کر اونکے قیاس کے بموجب اپنی دارالحکومت کو چلا گیا اور ہتھیاروں کے زور قوت سے قبضہ کے قیام و استحکام پر آمادہ ہوا مگر بادشاہ کے صلاح کاروں کی

تدبیر اس لئے یکایک مایوسی پر تمام ہوئی کہ آصف جاہ اور کے متعلق مخالفت نے اپنی سرچہ بوجہ کر اکرہڑ پہچان میں اسے معقول طریقے سے ہرنا کہ حیدر علی اور کے حریف کی ساری فوج اسکو چاروڑ کر چلی آئی اور آصف جاہ کے لشکر میں داخل ہوئی آصف جاہ اپنی بڑی حکومت پر گجرات کے زر خیز صوبہ کو اضافہ کر کے صحیح سلامت دلی میں داخل ہوا *

آصف جاہ کی واپسی کے بعد اس معاملہ کے سوائے کوئی بڑا واقعہ واقع نہوا کہ اگرہ کے نائب حاکم کو چاروں نے قتل کیا اور جاڑوں کا ہرانا دشمن راجہ جے سنگھ انتقام و انتقام کی غرض سے اگرہ کا حاکم مقرر کیا گیا + اس لڑائی میں جاڑوں کا ہرانا راجہ چورا میں مر گیا اور راجہ جے سنگھ نے اس کے جانشین بننے کے متبارہ پر اس کے بھتیجے کے استعفیائی دعویٰ کی تائید کر کے جاڑوں میں بھرت ڈالی اور آخر کار اسنے چورا میں کے بھتیجے کو باس شرط اسکی گدی پر بٹھلایا کہ وہ بادشاہ کو خراج ادا کیا کرے *

آصف جاہ کی واپسی پر بھی بادشاہ اور اسکی باہمی نفرت میں کسی قسم کی کوتاہی نوری اور غالب یہی تہ بادشاہ کا کلیجہ اوسوقت ٹھنڈا ہوا ہوگا کہ آصف جاہ نے اپنی بقا و سلامت کے حفظ و حراست کی شوش سے کسی حیلہ بہانہ کی اوت آرمیں دلی سے نکل کر خدمت وزارت سے استعفا گذرانا اور ماہ اکتوبر سنہ ۱۷۲۳ مطابق منہرم سنہ ۱۱۳۶ میں سرحدوں کو چلا گیا مگر یہ تدبیر اسکی خود مختاری کا اظہار و ادعا تھا یہاں تک کہ خود بادشاہ نے بھی یہی تصور غلط لایا (اسی لئے کہ وہ استعفا لائف و عزایت سے قبول تو کیا اور ایسے ایسے بڑے بڑے خطاب اسکو + خانہ خاں اور سناٹ صاحب کی تاریخ دکن جلد در صفحہ ۱۸۷ پرگز اور گورنٹ ڈف صاحب جے سنگھ کی جگہ اجیہ سنگھ کو بیان کرتے ہیں اور سیرالختخون کے ہوانے ترجمہ میں اجیہ سنگھ کو قرار دیا مگر غالب یہی ہے کہ سب کی سند ایک ہی ہے

مناہیت کیلئے جو کسی مستحکم و ملازم کو نصیب ہو سکتے تھے مگر باز صفت
 اسکے بوجہ مذکور اوسکو اپنی سرگرم مخالفت سے بڑی نکلیا چنانچہ مبارز خاں
 حاکم حیدرآباد کو یہ لکھا گیا کہ آصف جاہ کو دکن کے قبض و تصرف
 سے خارج کرے اور آپ اوسکی جگہ قابض و متصرف ہووے غرض کہ
 مبارز خاں کار منوطہ کے اہتمام و انصرام میں جی جان سے مصروف ہوا
 اور بادشاہ کے نام اور اپنے رعب داب اور نیز اپنے حریف آصف جاہ
 کے خاص خاص مخالفوں کے ذریعہ سے فوج کی فراہمی میں کامیابی
 حاصل کی اور آصف جاہ نے جو بتسمب اپنے دستور کے زور قوت سے زیادہ
 فند و فطرت سے کام اپنا نکالتا تھا کیلئے مہینے تک مبارز خاں کو خط و
 کتابت پر لگائے رکھا اور مبارز خاں کے رفیقوں کو توڑنا پہونا شروع کیا اور جب
 کہ اس قسم کی دشمنی سے تھوڑی سی کامیابی حاصل کی تو آخر کو
 اپنے مرنے پر آمادہ ہوا یہاں تک کہ مبارز خاں ہر قلعہ پائی اور مبارز خاں
 مارا گیا اور اس لیئے کہ بادشاہ نے علانیہ حکم اس مہم کا ندیا تھا اگرچہ
 درپردہ وہی باعث تھا تو آصف جاہ نے بادشاہ کے مکر و فریب پر
 سبقت لیچنانچہ چارہ اور ماہ اکتوبر سنہ ۱۷۲۳ مطابق محرم سنہ ۱۱۳۷
 کو مبارز خاں کا سر مبارکبادی سرکوبی کے طریقے پر بڑی دھوم دھام سے
 بادشاہ کے دربار میں روانہ کیا بعد اُسکے آصف جاہ نے حیدرآباد کو
 دارالریاست قرار دیا اور مقرر و تقرر میں تحفہ تحائف اور نذریں بھیجیں
 بادشاہ کو بھیجتا رہا مگر آئندہ سے ساری باتوں میں خود مختاری
 کیلئے گیا *

اگرچہ آصف جاہ اپنے پہلے بادشاہ متحد شاہ کے قبض و قابو سے دور
 دراز ہوا تھا مگر اپنے ہمسایہ مرہٹوں سے محفوظ و مامون نہ تھا اور اب
 حال آنکہ یہ تھا کہ ان کی قوت بڑے قابل سرداروں کے ہاتھوں میں
 پہونچکر نہایت مجتمع ہو گئی تھی اور آصف جاہ کی تاب مقاومت سے
 بہت زیادہ بڑھ گئی تھی آصف جاہ اپنی فریبی تدبیروں کی حسن

شاہجہانی سے ایک مدت تک مصروف اسباب میں رہا کہ مرہٹوں کی قوت کو اپنی طرف سے اڑتا کر دلی والی مخالفتوں کی جانب کو متوجہ کرے *

مرہٹوں کی حکومت کے استقلال کا بیان

اس لیے کہ مرہٹوں کی حکومت میں بہت عرصہ کے گزرنے پر تھوڑا تھوڑا تغیر واقع ہوا تھا۔ اُس کا آغاز تغیر سے لازم سمجھا گیا۔ چنانچہ تفصیل اُسکی یہ ہے کہ اگرچہ مغلوں نے ساہو کو راجہ قرار دیا تھا مگر اہل جاہ کی تدبیروں کے وقتوں میں یعنی سنہ ۱۷۱۳ سے سنہ ۱۷۱۶ تک جب کہ اُس نے پہلے پہل دکن پر حکومت کی تھی یہی مصلحت سمجھی گئی کہ ساہو کے مخالف سنباجی ثانی کی تائید و اعانت کی جاوے جو ضعیف و کمزور تھا غرض کہ اعانت مذکور کے دیار اور علاقہ اُس کے اور سپہوں کے زور و قوت سے ساہو کا گروہ دب دیا گیا اور دوبارہ فضل و توقیت کے حاصل کرنیکا اُس کو یارا قہرا مگر بالاجی بسوا ناہے اُس کے وزیر کی حسن لیاقت سے بات اُس کی اس گئی اور وہی پہلی بات اُسکو حاصل ہوئی *

یہ بالاجی برہمن پیشواؤں کے خاندان کا بانی ہوا اور اصل اُس کی بہہ ہی کہ وہ کنگاں کے کسی گانو کا سرورنی بٹواری تھا اور بعد اُس کے جادو خاندان کے کسی سردار کا ملازم ہوا اور وہاں سے راجہ ساہو کی ملازمت میں پورنچا اور بری بری خدمت گذاریوں کی بدولت معزز و ممتاز ہوا۔ چنانچہ سب سے بڑا کام اُس نے یہ کیا کہ انگریز دریائی ڈاکو ہرے زور دست سردار کو سنباجی ثانی کی طرف سے توڑ کر عین کنگاں میں ساہو کا طرف دار بنایا اور آخر کار اُس کی لیاقت و ہوشیاری کی بدولت پیشوائی کا تہدہ اُسکو عنایت ہوا جو اُس زمانہ میں مرہٹوں کی حکومت کا دوسرا درجہ گنا جانا تھا اور پڑھی نہی یعنی نائب السلطنت پہلا منصب تھا *

اسی بالاجی کی بدولت یہ کام بھی ہوا تھا کہ سنہ ۱۷۱۷ میں کسیقدر ملک اور نقد روپیہ دلی کے دربار سے حسین علی خاں کی معرفت مرہٹوں کے لیے مقرر ہوا اور مرہٹوں کی وہ فوج جو حسین علی خاں کے ساتھ دلی کو آئی تھی اُس کا مشترک حاکم بھی یہی تھا اور اُسی زمانہ میں ساہو راجہ نے اُس خطاب و خود مختاری کو جو اُس کے بزرگوں نے حاصل کی تھی ہاتھ سے نڈیکر اسپر قناعت کی تھی کہ بادشاہی دربار سے رسم و راہ اپنی جاری رکھے اور آپ کو مطیع و مستحکم اُس دربار کا ٹھہراوے اور بظاہر اطاعت کی علامت یہ بھی کہ حسین علی خاں کے ہمراہ اُس کی فوج گئی تھی بعد اُسکے حسین علی خاں کے زوال دولت پر بھی کسی قسم کا تغیر اُس تعلق میں پایا نہ گیا جو دلی کے دربار سے مرہٹوں کو حاصل تھا اور یہی باعث تھا کہ فرخ سیر کی وفات پر بھی بالاجی دلی میں ٹھہرا رہا اور سنہ ۱۷۲۰ میں پہلے عہد نامہ کو محمد شاہ کی مہر و حکم سے مضبوط و مستحکم کیا اور جب کہ دلی کے دربار سے ساہو راجہ کی بھکومت مسلم و مقرر ہوئی اور علاوہ اُس کے اور فائدے بھی اُسکو پہونچے تو وہ اپنے مخالف سنباجی ثانی پر غالب ہوا اور بالاجی نے اپنے مرنے سے پہلے جو اکتوبر سنہ ۱۷۲۰ میں پیش آیا اس بات سے نہایت بخوشی اپنی جتنائی کے اقبائے نامدار اُس کا ملکی اور غیر ملکی دشمنوں کے دباؤ دھاروں سے سامروں و محفوظ ہو گیا *

عہد نامہ مذکور کے ذریعہ سے چو ملک اور روپیہ مرہٹوں کو حاصل ہوا اُس کے حاصل ہونے سے وہ طور اُن کے جو اُس زمانہ سے پہلے ڈاکو لٹیروں کی طور و ذریعہ تھے جایز و قانونی اور شایستہ بایستہ بن گئے اور بالاجی اس طریقہ کو جس کے ذریعہ سے مرہٹے محاصل کی تحصیل کیا کرتے تھے کسیقدر انتظام سے رواج و رونق دے سکا اگرچہ بادی النظر میں یہ بات عجیب و غریب معلوم ہوتی ہی کہ بیچائے ذاتی قبض و تصرف

کے جو بچے خرد مستقل و مستحکم ہوتا ہی مالکان اراضیات سے چوتھے اور سردیس مکھی کے حقوق و مراعات کسراحتے ٹھہرائے اور نیز ان حقوق کو ایک ضلع اور ایک قسم میں داخل کرنے اور ایسے مقاموں کے ساتھ انکو لگانے سے جہاں مرہٹوں کو تحصیل متعامل کا حق حاصل تھا مضبوط و مستحکم کروں لکھا مگر بالاجبی نے بہت سوچ بچار کر یہ سمجھا تھا کہ ایک جگہ اور ایک قسم میں شامل کرنے سے حکومت کا استعطاق مستحکم و معین ہو جائے گا بالاجبی مغلوں اور مرہٹوں کی قوتوں کی مناسبت سے یہ سمجھا تھا کہ سارے متعارض قبیلہ مقاموں میں جہاں جہاں مغلوں سے قصہ قضا یا پیش آرہا تھا وہ غالب رہیگا اور وہ اسباب کا بڑا خدشاں تھا کہ ایک چھوٹے سے خطے میں مرہٹوں کے حقوق مستحکم و معین ہو جائیگی نسبت کسی بڑے خطے میں دست اندازی اور کات تراشی کا حیلہ بہانہ آئے غرض کہ بالاجبی نے تدبیر مذکور کی تاہم و ترقی میں اس مستقل متعامل کی چوتھے کا دعویٰ کیا جس متعامل کو رڈر مل اور ملک مذکور نے قائم کیا تھا اور بالاجبی کے زمانہ میں وہ بہت تھوڑا حاصل ہوتا تھا اگرچہ اُس نے تکمیل اس کی بڑی بڑی تو فی مگر اس کے ذریعہ سے مرہٹوں کا دعوے غیر مستحکم رہا اور ایسی ہراگندہ قاعدوں کے قائم رکھنے سے مغلوں سے معاملہ کرنے میں صرف فائدہ ہی نہ اُٹھایا بلکہ چوتھے اور سردیس مکھی کو مختلف مختلف لوگوں میں راجہ کی طرف سے منتر کیا بلکہ اس کی فی فی تقسیمیں اس غرض سے کر کے کہ بہت سے لوگوں پر منقسم ہو سکے ہر ضلع کے متعامل کو بہت سے مرہٹے سرداروں پر منقسم کیا جس پر یہاں نمونہ متروک ہوا کہ حسب عام ذخیرہ کے لیٹے خراج و متعامل کے ہر ضلع میں تمام سردار آمادہ تھے تو کسی سردار کے پاس ایسی وسیع اور مسلسل جاگیر موجود نہ تھی کہ اُسکے ہزاروں پر حکومت سے الگ تھاگ ہو کر خرد مختاری اختیار کرے متعامل

کی ایسی بانٹ چوڑت سے سردار مرہٹوں کے معاملوں میں جو ہریشانی اور پہنچیدگی داخل ہوئی ایک اور نتیجہ اُس پر مترتب ہوا جو بالاجی کی طبیعت میں اُسی قدر مرکوز و متحرک تھا یعنی مسلسل تقسیموں کے باعث سے سارے سردار مرہٹے اپنے گماشتہ برہمنوں کے محتاج ہو گئے اسلئے کہ مرہٹے سردار ناخواندہ تھے اور حساب کتاب اُن کی جاگیروں کا برہمن گماشتوں سے متعلق تھا اور اُس کی بدولت پیشوا کی ذات کے لوگوں یعنی برہمنوں کی قوت کے بڑھنے سے پیشوا کی قوت کو بڑی تقریب حاصل ہوئی اگرچہ تقسیم کو تقسیم کا انتظام اکثر مقاموں میں تھا مگر عموماً نہ تھا اس لئے کہ بہت سے سرداروں کے قبض و تصرف میں پہلے ہی سے جاگیریں چلی آئی تھیں اور آئندہ کو بھی چھوٹی بڑی جاگیریں خاص خاص لوگوں کو عنایت ہوتی رہیں علاوہ اُس کے ہر سردار کو اپنی فوج کے مقام اعلیٰ کے لئے ایک دوکانو کی ضرورت پڑتی تھی اور تمام سردار اسباب کے خواہاں تھے کہ حکومت کے سرکاری دعوے اور استغناقی و مطالبی اُن دیہاتوں پر ہمکو حاصل ہو ویں جہاں ہم تدبیر سے بستے رستے چلے آتے ہیں *

بالاجی کا بیٹا باجی راو اُس کی گدی پر بیٹھا جو برہمنوں کے سارے خاندانوں اور مرہٹوں کی ساری قوم سے بااستثنا سیراجی کے لیانت و قابلیت میں زیادہ تھا مگر وہ تمام اختیار اُسکو حاصل نہوئے جو اُسکے باپ کو حاصل تھے اس لئے کہ اُسکا بڑا مخالف پرتھی ندی اب تک موجود تھا اور اُن دونوں کی رائیں باہم مخالف تھیں اور مطالب و اغراض اُنکے بھی ویسے ہی باہم مختلف تھے چنانچہ پرتھی ندیکو مرہٹوں کی ترقی کا بڑا کھٹکا تھا اور وہ بڑے زور و قوت سے چاہتا تھا کہ ساہو کے ملک موجودہ کا قیام و استعانت اور ملکی نزاعوں کا انفصال و تصفیہ اور جنوب دکن کے ملکوں پر قبض و دخل اس سے پہلے حاصل ہووے کہ ہندوستان خاص کے توحات کا ارادہ کیا چارے مگر باجی راو کی رائے اسکی رائے و تجویز

کی نسبت زیادہ دانشمندی اور شجاعت جسامت سے معمور تھی چنانچہ اُس نے یہ سوچ سمجھ کر کہ لکھنؤ کے گروہ جز ملک دشمن میں ہمارا آمد ہوتے ہیں خاص اپنی قلعرو میں داخل و قابو سے خارج ہونے اور نوج کے مستقل کرنے اور جنگی حکومت کے جمالے سے خاص اپنے ملک کی حکومت کا انتظام اچھا معتدل و موثر ہو سکتا ہی شمالی صوبوں یعنی بادشاہی ملکوں پر اشارا کرنے کی مشورت بتائی اور بڑے زور شور سے بادشاہت کی ذاتی ناتوانی چٹائی چنانچہ اُس نے یہ بات کہی کہ جیسے ہم و بنیاد اُس سلطنت کی گل سرور ہندی ہوس ہو گئی ویسے اور مقام اُس کے کمزور نہیں ہونے اور مقصد مصلحت یہ ہی کہ سو گئے کمانے درخت کی تنہ ہر صدمہ ہونچایا جاوے باقی شاخیں بخود گر پڑینگی حاصل یہ کہ اُس نے ایسے شوق ذوق اور سرگرمی اور شورش بیانی سے وہ مشورت سمجھائی کہ راجا کے شوک و شبہات پر غالب آگئی اور جب راجا نے اس مقدمہ میں بہت سا کہا سنا کہ زبردہ سے آگے بڑھنے اور نشان کرنے کی اجازت عنایت ہووے تو راجا نے بڑی گرمجوشی سے چلا کر یہ فرمایا کہ تم اپنے نشان کو کورہ ہمالہ پر گڑو گے *†

مذکورہ المصدر مباحثوں کے نتیجوں سے راجا کے درباری مشورے صلاحوں میں بالآخر راؤ کو غائبہ حاصل ہوا اور اس وجہ سے روز روز آسکو قساص حاصل ہونا گیا کہ راجا آسکی امداد و اعانت کا محتاج تھا اگرچہ سادو بجائے خود قابلیت کا محتاج تھا مگر اس لیے کہ بادشاہی مقاموں میں تربیت پائی تھی تو جسم کا سست اور طبیعت کا سرگرم اور بہت چست چالاک تھا اور بالآخر راؤ لشکر میں پیدا ہوئے اور وہیں رہنے سہنے اور تدبیروں اور ایامچروں میں تربیت پانے سے مرہٹوں کی خورے خصلت کے علاوہ بڑی ذہم و فراست والا اور تاجریکار اور ہوشیار و چالاک تھا اور اپنے

† کریٹک ڈی صاحب اور تاریخ مرہٹوں کا وہ نامی نسخہ جسکر مصنف

بھائی بند برہمنوں کی مانند روکھا سوکھا اور ٹھنڈا ہوا تھا بلکہ مزاج آسکا
 ہشش ہشش اور داریق آسکا مقبول و پسندیدہ تھا سفر کی ماندگی
 اور محنت کے کاموں سے الگ تھلک ٹرھتا تھا اور سرگز افسردہ بزمردہ
 نہوتا تھا بلکہ ایسا شخص آدمی تھا کہ کوچ و سفر کی حالت میں
 گھوڑے پر بیٹھا بیٹھا اناج کی بالوں کو مل ملا کر دانا چباتا تھا اور جوں
 توں کر کے پیست اپنا بھڑپتا تھا *

شمالی صوبوں پر عزم آسکا چنداں مصمم نہ تھا کہ بادشاہی دربار ہی
 سے تائید آسکی وقوع میں آئی چنانچہ بیان آسکا یہہ ہی کہ مبارز خاں
 کی لڑائی سے تھوڑی مدت پہلے آصف جاہ کو مالوہ گجرات کی حکومت
 سے منتقل کیا تھا اور راجہ گردھر سنگھ کو مالوہ کی حکومت پر بھیجا
 تھا گردھر سنگھ نے آسپر قبضہ کیا اور کسی قسم کی دشواری پیش نہ آئی
 اگرچہ فرج آس صوبہ کی دکن کی لڑائی پر بھیجی گئی تھی مگر یہہ
 راجا باجراؤ کے حملوں سے محفوظ نہ سکا اور آصف جاہ کے چچا
 حامد خاں نے بادشاہی ملازموں کا مقابلہ گجرات میں کیا اور مرہٹوں
 کو کمک پر بلایا اور بنگلہ آس کمک کے چوتھے اور سردیس مکھی
 اپنے ممالک مقبوضہ سے مرہٹوں کے لیئے ملزور کی اور گجرات کے جایز
 حاکم سر بلند خاں نے حامد خاں کے نکالنے میں کامیابی حاصل تو کی
 مگر مدت کے چھلڑے بکھڑے کے بعد چوتھے وغیرہ متحصلوں کے استحکام
 پر مجبور ہوا چنکو حامد خاں نے اپنی ضرورت سے مقرر کیا تھا یہہ
 واقعہ سنہ ۱۷۲۹ مطابق سنہ ۱۱۳۸ ہجری میں پیش آیا *

اگرچہ یہہ حکومتیں آصف جاہ کے قبضہ سے نکل گئیں مگر اب آسکی
 حکومت خاص دکن میں ایسی دھوم دھام سے چمکے کہ اس نے حال
 اس ارادہ پر کمز باندھی کہ اپنے خوفناک ہمسایوں کی حکومت کو مغلوب
 کرے چنانچہ آس نے ان کے باہمی نزاعوں سے آپ کو فائدہ پہونچایا
 یعنی آس نے پہلے پہل پرتھی ندی سے راہ و رسم اپنی جاری کی اور

قریب تھا کہ ایک ایسا عہد نامہ حاصل کرے جسکی رو سے چوتھے اور سردیس مہی اسکی دارالریاست کے گرد نواح کے ملکوں میں باقی لڑے اور اسکے عرصے میں کسی قدر ملک اور کسودندر روپیہ نقد ٹہرایا جارے مگر ہاجے راؤ اس انتظام کی رو رعایت سے جسکے ذریعہ سے مرہٹوں کے استغناق و دعوے محدود و معین ہوئے تھے اور لڑ اپنے ہرائے حریف پر تھپی لڑنے کے بیچ میں ہونے سے عہد مذکور کی تکمیل و تعمیل میں خلل انداز ہوا اور آصف جاہ کو اس خطا گناہت سے بھی ذائدہ حاصل ہوا کہ مرہٹوں کے وزیروں میں رشک و حسد کا مضمون مشتمل ہوا *

اسی قسم کا دوسرا ارادہ آصف جاہ کا بہت بڑے پائے کا تھا بیان اسکا یہ ہے کہ مرہٹوں کی ریاست کا دوسرا دعویدار یعنی سنیا جی ثانی ساہو کے اقبال و دولت کے مقابلہ میں بہت پھینکا ہوا تھا اور اس نے کنولائور کو اپنی دارالریاست ٹہرایا تھا اور اسکے خاندان کے ملک کا جنوبی حصہ اس کے قبضے و تصرف میں تھا مگر باقی سارے ملک کا دعویدار تھا آصف جاہ نے اس دعویدار کی حمایت پر کمر باندھی اور بلا تصنع یہہ شیعہ ظاہر کیا کہ چوتھے وغیرہ حقوق کا روپیہ جو میرے ملک سے مرہٹوں کا حق و سزا ہے سنیا جی کا حق ہی یا ساہو راجا کو پہونچتا ہی اور فریفتیں سے کھلا پھینکا کہ میرے دعویدار اپنے استغناق و دعویٰ کو بوجہ و دلائل ثابت کرے ساہو سنگر نولا پلا شرا اور غرض و غصب کے مارے اپنی سے قتل کیا اور ہاجے راؤ اس کے غمہ نڈالنے کا ایسا ذریعہ تھا جو لڑنے مرنے پر مستعد و آمادہ رہتا تھا حاصل یہہ کہ سنہ ۱۷۲۷ مطابق سنہ ۱۱۳۰ ہجری کو برسات کے اختتام پر ہاجے راؤ نئی آصف جاہ کے ملک پر حملہ کیا اور پہلی برہان پور کو دہایا مگر جب کہ آصف جاہ اس شہر کی اعانت کو روانہ ہوا جس کا شرک اب سنیا جی مذکور بھی ہو گیا تھا تو ہاجے راؤ نے اپنے کوچ کی سمت کو بدل کر بڑی تیزی قندی سے گجرات پر یورش کی جہاں اب تک چوتھے انکی مستحکم

نہروٹی تھی چنانچہ اُس صوبہ کو جلا پھونک کر باشندوں کے قتل سے
 لہو کے ندی نالی بہائے اور بڑی چابکی چالاکی سے دکن کو واپس آیا
 اور فوج آصف جاہ نے گرد نواح کے شہر و دیہات کو اوجازنا شروع کیا
 اور مرہٹوں کی معمولی فدیہوں سے اُسکی رسدوں کو مسدود کیا یہاں
 تک کہ آصف جاہ سنہا جی سے تعلق اوتھانے اور مرہٹوں کی حکومت
 کو پہلی فائدوں کے علاوہ اور فائدے پہونچانے پر مجبور ہوا بعد اُس کے
 باجے راو نرہدہ ہار اُترا اور مالوہ کو لوٹنے لگا اور سر بلند خاں کو گجرات
 کی چوتھ کے استحکام پر مجبور کیا جسکو حامد خاں پہلے حاکم نے
 مقرر کیا تھا یہ واقعہ سنہ ۱۷۲۹ع مطابق سنہ ۱۱۴۱ ہجری اور ۴۲
 میں واقع ہوا *

جب کہ باجے راو آصف جاہ کے قصہ جیکڑے میں مصروف تھا تو
 پرتھی ندی نے سنہا جی ثانی کو یکا یک گیری کر شکست فاحش دی
 اور آخر کار اُسکو اس دست آویز کے صحیح کرنے اور آسودہ دستخط و مہر
 لکائی ہو مجبور کیا جس میں یہ مندرج تھا کہ ساہو راجا تمام مرہٹوں کا
 سردار مسلم اور ساری ریاست کا مستحق ہی مگر حوالی کڈولا پور کا
 علاقہ جسکی مغربی حد سمندر سے محدود ہی مذکور صدر عہد نامہ کی
 رو سے سنہا جی کے قبض و تصرف میں باقی اور راجائی کا خطاب بھی
 اُس قدر شان و شوکت سے جیسے کہ ساہو کو حاصل تھی مسلم و مقرر
 رہا یہ واقعہ سنہ ۱۷۳۰ع مطابق سنہ ۱۱۴۲ ہجری میں پیش آیا
 اگرچہ پرتھی ندی نے اس کار نمایاں سے نام تو پایا مگر باجے راو کی
 کارگزاری کو نہ پہونچ سکا بعد اوسکے آصف جاہ اسودہ آمادہ ہوا کہ مرہٹوں
 کی حکومت کے توڑنے کا کوئی اور ذریعہ پیدا کرے غرضکہ یہ بات اوس
 نے دہاری خاندان کے ایک سردار کے ذریعہ سے حاصل کی جو مرہٹوں
 کی فوج کا موروثی سیناپتی یعنی سپہ سالار اعظم تھا اور اسی کی بدولت
 مرہٹوں کی قوت گجرات میں قائم ہوئی تھی اور جب کہ اس سردار نے

اپنی مشقتوں اور مشقتوں کے ثمروں کو باجے راو کے قبضہ و تصرف میں دیکھا تو وہ نہایت برغم ہوا اور شک و حسد اسکی اس فٹیل و فریبت کے دیکھنے سے بہت زیادہ ہو گئی جو باجے راو کو حاصل تھی یعنی وہ راجا کی جانب سے ہلا دوک ٹوک اسکی حکومت کا کام کاج کرتا تھا حاصل یہ کہ ان باتوں کے دیکھنے اور اصف جاہ کی کمک پر بھروسہ کرنے سے دہاری نے پینتیس ہزار آدمی اکٹھے کیے اور دکن کو اس غرض سے روانہ ہوا کہ باجے راو کے جال چٹا چال سے راجا کو چھڑا دے *

اگرچہ باجے راو کی فوج استدر ثروت سے انتہی مکر جو کچھ کہ تھی وہ پہلے پہلے مائی کی پوتوں اور چنے چنے سورما سواروں سے مرتب تھی باجے راو نے متفق گروہوں یعنی سنڈا جی اور اصف جاہ کے مقابلہ میں بہت شتابی برقی اور شتابی کے فائدوں کو بخشیدی سمجھا چنانچہ اس نے اصف جاہ کو حسب قاعدہ لڑائی ظاہر کر لیکر فرست ندی اور درودہ پار اور گرجرات میں داخل ہوا اور درودہ کے متصل دہاری سے مقابلہ کیا انجام اس کا یہ ہوا کہ اپریل سنہ ۱۷۳۱ء مطابق شوال سنہ ۱۱۲۳ھ بخیر میں اس کے سورما سپاہی دہاری کے نازمردہ کاروں پر سخت لڑکئے اور کھیت اوس کے ہاتھ رہا مگر فتح کے درجائے پر فرمی ہوئی دہاری سے نام اُس نے لیا کہ دشمنوں کو بہت تنگ نہ پکڑا بلکہ دہاری کے مارے جانے پر اُس کے پیچھے کر آسکی چکھ ہر راجہ کی جانب سے معزز کیا اور وہ حقوق و موافق مرہٹوں کے جو گجرات میں معبر تھے ہاں شرط اُس کو عطا فرمائی کہ فصل آمدنی باجے راو کی معرفت سرکار میں داخل کیا کرے اور اس لینے کہ وہ لڑکا شہر خوارہ تھا تو اُسکی ماں کو اُس کا محافظ مقرر کیا اور گجرات کا انتظام اُسکی طرف سے بیلاجی جے کڈوار کو سونپا جو اس کے باپ کا رفیق اور اُس خاندان کا مورث اعلیٰ تھا جو اب تک گجرات میں راجائی کرتا ہی *

اس زمانہ سے تھوڑے عرصہ پہلے بڑے بڑے مرہٹوں کے خاندانوں کی اصلیت بھی قائم ہوئی چنانچہ جب باجے راو نے مالوہ کو دھاروں پر رکھا تو فوج کے مختلف تکرروں کے سرداروں یعنی اوداجی پوار اور ملہار راو ہولکر اور رانا جی سیندیا کو حاکم مقرر کیا منجملہ اُن کے اوداجی پوار اس تعلق سے پہلی جو باجے راو سے اُسکو حاصل ہوا تھا ایک چھوٹا سا سردار تھا جس نے ملک دھار کے قریب ایک تھوڑے سے خطہ پر جو گجرات اور مالوہ کی حدوں پر واقع ہی دخل اپنا حاصل کیا تھا مگر ایسی بات اُسکو کبھی حاصل نہ ہوئی تھی جیسی کہ اُس کے دونوں شریکوں یعنی ہولکر اور سیندیا اور اُن کی آل و اولاد کو حاصل ہوئی اور ہولکر کی حقیقت یہ ہے کہ وہ دریائے ندر واقع جنوب پونہ پر بیہر بکریاں چرانا تھا اور سیندیا گوستارہ کے پاس ایک معزز خاندان کا آدمی تھا مگر نہایت تنگدست اور روٹی کپڑے سے محتاج اور باجے راو کے ادنیٰ خدمت گاروں میں منسلک تھا یہ تینوں سردار اور علاوہ اُن کے اور سردار آپ اپنی طرف سے ایسی مہم آوری کرتے تھے کہ اپنے تابعوں کے سردار ہو کر میدانوں میں لڑیں بھڑیں اور ہار جیت کی آزمائشیں کریں بلکہ باجے راو کے مستحکم افسر تھے جنکو اوسکی فوج کے تکرروں پر حکومت حاصل تھی اور اوسکی طرف سے کام اوسکا کرتے تھے *

اگرچہ باجے راو کو یہ بات آپ حاصل تھی کہ وہ آصف جاہ کو اوس کے فائد و فطرت کا مزا چکھوڑے مگر دونوں صاحب باہم راضی رضا ہونے کے فائدوں کو سمجھنے لگے چنانچہ باجے راو نے یہ تصور کیا کہ دور و دراز کی مہموں میں باہر جانا آصف جاہ سے فتنہ انگیز ہمسایہ اور قوی دشمن کی عداوت سے اپنی بوائی کو جو خاص اپنی قلمرو میں حاصل ہے بڑی چوکھوں میں ڈالنا ہی اور آصف جاہ نے اور اندیشوں کے علاوہ بہت سوچ سمجھ کر یہ سمجھا کہ میں نے بادشاہ کا مقابلہ کیا ایسا نہ تو کہ انتقام اوس کا اسطور پر لیا جاوے کہ میروی نہایت کو باجے راو کے قام

منتقل کریں جسکے قبض و تصرف میں یہ منصب بیکار نہ ہوگا غرض کہ
دولوں فریق اپنی اپنی راہ کو ہو لیکن اور باجے راہ کی داپسی پر تھوڑی
مدت گزری تھی کہ آصف جاہ اور باجے راہ دونوں غاصبوں نے باہم خفیہ
قول و قرار کیا کہ باجے راہ کی حکومت کا آصف جاہ مدد و معاون رہے
اور باجے راہ مالوہ پر چڑھائی کرے اور اپنی فتوحات کو بادشاہ کے باقی
ملکوں پر پھرانچارے *

اس زمانہ میں باجے راہ کو بہم لوت لگا رہی تھی کہ نوردہ سے
لگے کے ملکوں میں اپنے مخالفوں کو رسمت بخشیں اور اوسکی گجرات
سے چلی جائے پر تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ دلی کے دربار نے چوتھ کے
استخدام کو منظور نہ کیا اور سریلند خاں کو گجرات کی حکومت سے
منتقل کر کے چودہ پور کے راجہ ابھی سنگھ کو وہ حکومت عنایت
فرمائی تھی *

اگرچہ ایک خود مختار راجہ کو کسی صوبہ میں حاکم مقرر کرنا
تمام وقتوں میں مصالحت کے خلاف اور اعتراض کے قابل ہی اور خصوص
ابھی سنگھ سے آوارہ خود راجہ سے جس نے اپنے آپ اجیت سنگھ کو قتل
کر کے + راجائی پر قبضہ کیا تھا وفاداری جاں نثاری کی بہت سی توقع
کرنا خلاف تھا مگر بات اوس میں یہ نہ تھی کہ ابھی سنگھ کو ایسے توپ
ذریعے حاصل تھے کہ مغلوں کی حکومت کو حاصل نہ تھی اور وہ اپنے
ذریعوں کی بدولت ہی اس بات کے قابل سمجھا گیا تھا کہ سریلند خاں کو
گجرات کی حکومت سے خارج کرے اور دہز اوس صوبہ کو مرہٹوں کی
لوت مار سے بچا دے *

منجانبہ مقاصد مذکورہ بالا کے پہلا مقصود یہی سریلند خاں کا اخراج
ایک سال کی فوج کشی سے سنہ ۱۷۳۰ ع میں حاصل ہوا جو ابھی سنگھ
کی جانب سے ظہور میں آئی تھی مگر دوسرا مطلب یہی مرہٹوں

کی روک تھام اور ان کے مقابلہ کی تکمیل ایسی سہل و آسان نہ تھی چنانچہ بیلا جی جے کنوار اگرچہ بڑودہ سے خارج کیا گیا تھا مگر اب بھی ایسا کچھ باقی رہا تھا کہ اپنے سنگھ نے جو قانون قاعدہ کا پابند تھا اُس کے قتل کے سوا کوئی ذریعہ نہ پایا چنانچہ سنہ ۱۷۳۲ ع میں بیلا جی جے کنوار کو دغا سے قتل کرایا مرہٹوں کا غیظ و غضب بیلا جی کے قتل سے بہت زیادہ ہوا اور زور ان کا کم نہ ہوا یہاں تک کہ بیلا جی کا بیٹا بھائی ایسی کر و فریے نمایاں ہوئی کہ ویسی کہیں نہ ہوئی تھی غرضکہ گنجرات کو خاکس سپاہ کر کے اُس پاس کی پہاڑی قوموں یعنی بھیلوں اور گولہوں کو سرکش بنایا اور سارے صوبہ میں بغاوت کا ہنگامہ برپا کیا ابھی سنگھ اودھر مصروف و آمادہ تھا کہ جے کنوار والوں نے ملک چودہ پور اُس کی موروثی ریاست پر دھاوا کیا اور چودہ پور خاص کے قریب و جوار تک گھسٹی پھینٹی چلے گئی ابھی سنگھ اُس حملہ کے دباؤ اور مرہٹوں کے کھٹکی سے جو مالوہ میں پڑے تھے اپنی ریاست کے جانے پر متحیر ہوا اور جس نائب کو گنجرات میں چھوڑ گیا تھا وہ مرہٹوں کا مقابلہ بہت تھوڑا کرسکا *

مالوہ کے صوبہ میں بھی مرہٹوں کے کام کاج ادھر رہے نہ تھے چنانچہ راجہ گردھر سنگھ اُس صوبہ کا حاکم جو بادشاہ کے حکم اور اجازت سے مقرر ہوا تھا اُس لڑائی میں مارا گیا جو سنہ ۱۷۲۹ ع میں باجے راؤ کے سرداروں سے واقع ہوئی تھی بعد اُس کے دیوارام اُس کا چانشین اور سکا بہت بچا اب تک مرہٹوں کے مقابلہ میں بڑی بڑی بہادریاں دکھا رہا تھا یہاں تک کہ سنہ ۱۷۳۲ ع میں باجی راؤ کے بھائی چمنا جی سے شکست فاحش کھا کر لڑائی میں مارا گیا *

سنہ ۱۷۳۲ کو باجے راؤ آپ بذات خود مالوہ میں چب داخا ہوا کہ اُس صوبہ کی حکومت متعدد خاں بنگش کے قبض و تصرف میں تھی جو الہ آباد کا حاکم تھا مگر متعدد خاں اُس زمانہ میں

ہندیل کھنڈ کے ایک راجہ سے لڑچکڑ رہا تھا جسکی ریاست مالوہ
 الہ آباد کے درمیان میں واقع تھی اور وہ راجہ یہاں تک تنگ آگیا تھا کہ
 مرہٹوں کی اعانت کا خواہاں ہوا تھا باجے راؤ نے درخواست اُس کی
 منظور کی اور متعدد خاں پر ٹوٹ ہوا غرض کہ تھوڑے دنوں بعد
 متعدد خاں ایک قلعہ کی بنائ میں بیٹھا اور کمزوری کے باعث سے
 دلی کا دربار آسکر مدد اندیستا اگر متعدد خاں کے بھائی ہند اُس کے
 چہرزانے میں جد و جہد نہ اُٹھاتے تو وہ موقع دیکھ کر کام ناکام اُن کی
 اطاعت کرتا مگر اُس کی بی بی نے روہیل کھنڈ کے باشندوں اپنے شہوطنوں
 کے پاس اپنا برقعہ واقع کیا جو پٹھانوں میں تنگ و ناموس کی حفظ
 و حراست کے رقت ایک بڑے استفادہ کی علامت گنی جاتی تھی
 اور اُس کے بیٹی نے اُن پٹھانوں کی سرداری اختیار کی جو اُس
 استفادہ پر فراعہ ہوئے تھے غرض کہ اُن ذریعوں کی بدولت متعدد خاں کا
 دستار ہوا اور بڑی حفاظت سے الہ آباد کو پہونچایا گیا مگر اُس کے
 بچنے سے صوبہ کو کچھ فائدہ حاصل نہ ہوا چنانچہ ہندیل کھنڈ کے
 راجہ نے جہانسی کے نام کو جو جینا کے کنارہ پر واقع ہے مرہٹوں کے
 حوالہ کیا اور جب وہ مرنے لگا تو مرہٹوں کے لیٹی ایسے حق ہندیل کھنڈ
 میں چھوڑ گیا جنکی بدولت وہ سارے صوبہ پر قابض ہو گئی *

متعدد خاں کی ناکامی سے مالوہ اُس کے قبضہ سے نکل گیا اور جینور
 والے جیسٹکھ کو وہ صوبہ عذایت ہوا یہ راجہ علم و ہنر کے شوق ذوق
 کی بدولت اپنی قوم کے لوگوں میں سے نہایت مشہور و معروف ہوا مگر
 استقلال اور قطع نرد میں دینا معزز و ممتاز نہ تھا اگرچہ مرہٹوں کے
 ساتھ اُس کو موروثی تعلق تھا مگر وہ ایسا قوی نہ تھا کہ اُس کے
 باعث سے مالوہ کی حکومت کو دغا و فریب سے اُن کے حوالہ کرنا چنانچہ
 جب اُسنی مقابلہ میں کچھ فائدہ نہ دینا اور کامیابی سے مایوس ہوا
 تو اُس تعلق کی وجہ سے بہ کمال آسانی آشتی واقع ہوئی اور نتیجہ

اُس کا یہ ہوا کہ اگلے برس میں وہ صوبہ پیشوا کے حوالہ کیا اور ظاہر یہ ہے کہ بادشاہ کے اشارہ سے یہ کام اُس نے کیا ہوگا جس کے حکم و اجازت سے وہ صوبہ پر قابض و متصرف تھا یہ واقعہ سنہ ۱۷۳۳ء میں واقع ہوا *

اگرچہ بادشاہی دربار نے کچھ دے دلا کر یہ تصور کیا کہ باجی راؤ ہمیشہ کے لیٹی چمپ چلاپ پہنچا رہیگا اور چھوڑ چھوڑ اپنی جانب سے نکرے گا مگر یہ خیال اُن کا اِس لیٹی باطل تھا کہ وہ لوگ اُس کے اور اُس کی قوم کے حالات سے بہت تھوڑے واقف تھے چنانچہ تھوڑے دنوں تک باجی راؤ دکن کی اندرونی حالتوں پر متوجہ رہا مگر بادشاہ کو اِس بات پر دہائے گیا کہ مالوہ اور گجرات کی چوتھ اور سردیس مکھی مہرے فرمان کے ذریعہ سے حسب ضابطہ عنایت ہوئے اور جن سرداروں کو پہنچ چھوڑ آیا تھا اُن کو یہ ہدایت کی کہ اگر وہ تک دھارے کریں آخر کار مغلوں نے بڑے بڑے تہات اُن کے مقابلہ کے لیٹی درست کیٹی اور بڑی بڑی بہاری فوجیں جن کے سردار افسردہ ہڑمردہ تھے اُن کے مقابلہ پر لیکھے اور اِس کے سواے کوئی فائدہ حاصل نہ کیا کہ حریف کی فوجوں کی سعی و محنت کے مقابلہ میں بادشاہی فوجوں کو ذلت حاصل ہوئی *

تھوڑی مدت کے گزرنے پر باجی راؤ نے عہد نامہ کی بابت خط کتابت شروع کی اور خط کتابت کے طول پکڑنے سے جس قدر بادشاہی دربار کی کمزوری واضح ہوتی گئی اوس قدر باجی راؤ اپنے مطالبوں کو بڑھاتا چرماتا گیا بہانہ کہ ایسی بڑی جاگیر کے تصور پر اصرار کیا جس میں مالوہ اور جنوب جنوب کے ملک داخل تھے اور اوسی جاگیر میں مٹھرا اور الہ آباد اور بنارس سے متدس شہروں کو شامل کیا اگرچہ بادشاہ کے ارادے علانیہ مقابلہ کی بابت تو بیکار ثابت ہوئی مگر وہ ایسا ذلیل بھی نہ تھا کہ اسی باتوں کو قبول کرنا بلکہ اُس نے

نقصان مذکور سے تھوڑے نقصان کو گوارا کر کے مرہٹوں کو ٹھانڈا کرنا چاہا اور مرہٹوں نے بقول اوس کے کہ بکے را بکیر و دیگرے را دعویٰ کن دے مقصد سے ساتھ اولہالی بدوں بادشاہ کی عزایت کو قبول کیا منجملہ اوس کے یہ حق بھی عزایت ہوا تھا کہ وہ راجپوتوں سے خراج وصول کریں اور اصف چاہ کی قلمرو سے جو حق اوس کو ملتا ہی اوسکو مرضی کے موافق برہاؤں اور یہ حق اسی اپنی دیا گیا تھا کہ اصف چاہ اور راجپوتوں سے مرہٹوں اور وہ بھی انچیت ہو کر بیٹھیں مگر یہ مقصود اوس سے کچھ کچھ شامل ہوا یعنی اوس میں اور مرہٹوں میں نوک چوک چالی گئی اس لئے کہ اصف چاہ اب یہ سمجھنے لگا کہ میری اپنی تدبیروں کو رعایت دیو چاہیہ اور جوسا کہ بادشاہ کی عداوت سے اندیشہ تھا ویسا ہی اوسکی ناتوانی سے خوف درپیش ہے یعنی جب بادشاہ نہوگا تو بلاشبہ میری خیر لیجائے گی اسی عرصہ میں دلی کے دربار نے اصف چاہ سے رفاقت کی التجا پیش کی اسلئے کہ وہ دربار اب اوس کو اپنی مفید رحمت نہیں سمجھتا تھا بلکہ ایسا رفق اوس کو جانتا تھا کہ جسکے ذریعہ سے وہ بلا اوس کے سر سے لائی ممکن نہی جو اوس کے سروں پر تبدیل رہی تھی +

غرض کہ اصف چاہ نے بادشاہ کی امداد و اعانت کا ارادہ مستقل کیا اور جب کہ وہ ان سوچ بچاروں میں مبتلا تھا تو باجے راؤ دارالسلطنت کی جانب کو بڑھا آتا تھا اور جب کہ وہ آگے سے چالیس میل کے فاصلہ پر پہونچا تو دلی فوج اوس کی جو ہولکر کے تحت حکومت نہی جمنادار کے ملکوں کو لوٹ کہسرت بھی نہی مگر ارادہ کے حاکم سعادت خاں نے ایسی شجاعت سے جو اوس کے ہمعصروں میں موجود نہی اپنے صوبہ سے ہاں غرض نکال کر کہ پاس ہروس کے ملکوں کو مرہٹوں کی ماروغاز سے بچارے مرہٹوں پر حملہ کر کے اور اوس کی فوج کو مار کر قلب کی جانب پیچھے کو ہٹایا یہاں تک کہ اس لاگ قافلت

اور مارہٹہ سے جسکو لوگوں نے بڑی فتح بیان کیا جگہ جگہ یہ ہوائیاں اڑائیں کہ سارے مرہٹے دکن کو ہلاک گئی مگر باجی راؤ ایسی افواہوں کے اڑنے سے اسباب پر نہایت آمادہ ہوا کہ بدنامی کا دھبہ مٹا دے اور بادشاہ کو یہ دربارت ہووے جیسے کہ اُس نے اپنی زبان سے کہا تھا کہ میں اب بھی خاص ہندوستان میں موجود ہوں چنانچہ قمرالدین خاں وزیر کے تحت حکومت ایک فوج اُس کے مقابلہ پر بھیجی گئی اور جس زمانہ میں کہ یہ فوج مٹھرا کے متصل بیکنس و حرکت ہڑی تھی باجی راؤ ایک تخت چمنا سے الگ ہوا اور بادشاہی فوج کے دائیں بازو سے چودہ میل کے فاصلہ پر بچکر گذرا اور بڑے بڑے کوچ کر کے دلی کے دروازوں کے سامنے موجود ہو گیا یہ واقعہ سنہ ۱۷۳۷ ع مطابق سنہ ۱۱۴۹ ہجری میں پیش آیا *

باجی راؤ کے موجود ہونے سے جو ہیبت دلوں پر پیدا ہوئی تھی وہ بآسانی مٹو ہو سکتی ہی مگر چونکہ مقصود اُس کا یہ تھا کہ بادشاہ کو قراوے اور یہ مقصود اُس کا تھا کہ وہ نہایت برہم کرے اس لیٹی زیادہ چھیز چھاز سے باز رہا اور اگرچہ حوالی شہر کے مکانوں کے بچانے میں بہت سی کوشش کی مگر اپنے ہمراہیوں کی دست اندازی کو پورا پورا دردک سکا اور اُس بات کو بہانہ قرار شہر سے تھوڑے فاصلہ پر چلا گیا اور جب کہ وہ شہر سے دور چلا گیا تو دلی والوں کو حملہ کرنے کی جسارت حاصل ہوئی چنانچہ بہت سا نقصان اُٹھا کر شہر میں واپس آئی مگر جو کہ اب قمرالدین خاں سعادت خاں سے مل چکا تھا اور دارالسلطنت کی امداد و اعانت کے لیٹی چلا آتا تھا تو اسلئے باجی راؤ نے پیچھے لوٹنا مناسب سمجھا جو ایک ایسی بات تھی کہ مرہٹوں کے قوانین جنگ کے بموجب بیعتی نہ گنی جاتی تھی اور عزم اُس کا یہ تھا کہ چمنا کے نیچے سے بار اُترے اور چمنا گنگا کے درمیانی ملکوں کو لوٹی کہوٹی مگر برسات کے قریب آنے اور آصف چاہ

کے دلی کی جانب ہڑتلی جانے سے پہلے ارادہ کیا کہ قوت پورہ دکن کو واپس چلا جاوے جہاں اور گاموں کے باعث سے اُس کے موجود ہڑتلی کی بڑی ضرورت تھی اگرچہ باجی راو دکن کو لوٹ گیا مگر اصف جاہ اپنے کوچ و رجعت پر قائم رہا اور پورے اختیارات اُس کو اس بات کے لیے عطا کیے گئے کہ جو وسیلے ذریعہ سلطنت سے ممکن ہوں وہ تمام اکٹھے کرے اور اُس کے بڑے بیٹے غازی الدین خاں کو مالوہ گجرات کی حکومت عطا کی گئی یہ امور مذکورہ بالا سنہ ۱۷۳۷ ع مطابق سنہ ۱۱۵۰ ہجری میں واقع ہوئے مگر بادشاہت کی قوت ایسی ہوتی ہوئی تھی کہ اصف جاہ اُسکے ذریعوں سے اپنی ذاتی فوج کو چونٹیس ہزار آدمیوں تک بڑھاتا *

اصف جاہ کی فوجوں کا کارخانہ نہایت عمدہ تھا اور سعادت خاں حاکم اودھ کے برادرزادہ صمد جی جنگ کے زیر حکومت فوج اُس کی قیادت کے لیے موجود و آمادہ تھے غرض کہ اصف جاہ اُس تمام فوج کو اپنے سرورج کی جانب کو بڑھا اور باجی راو ایسی فوج سمیت نرپدہ پار امرچر ہول اُس کے اس عمارت تھمنا تھی اور غالب یہہ ہی کہ اصف جاہ کی شہزادی فوج سے زیادہ تھی اس کی پیشی کے لحاظ سے بادشاہی جرنیل کو اوائلی سے باز رہنا اس لیے مناسب نہ تھا کہ دائم لڑائیوں میں مرتبہ ایسے مرد نہ تھے کہ دشمن اُن کی مانی جاوے اور سارے دشمنوں کی نسبت خصوصاً اُن کے مقابلہ میں یہہ بات حاصل کرتی ایسی بہت بڑی بات نہ تھی کہ لشکر کشی کے آغاز میں لڑائی اپنی اونپر جتنی جاوے مگر اصف جاہ نے غالباً اپنے فوج خانہ کے ہر روز اور فیز اُس حزم و احتیاط کے سہارے جو اُسکی اصل و طبیعت اور پیرائے تجربہ کاری کا مستحق تھا دھاوے کا عمدہ

* آجکل مرہٹوں کا یہہ دستور ہے کہ لاکھ فوج ہوتی ہیں اور دس ہزار یا پندرہ ہزار اُس سے مراد اُن کی ہوتی ہے اور اس مقدار سے زیادہ بہت کم مراد اُس سے دھتلی ہیں اور ہماری اطلاع میں لاکھ سو اُس سے مراد ہوتے ہیں

مقام و موقع بھوپال کے قلعہ کے متصل تجریز کیا مگر مقام کی عمدگی سے باجے راؤ سے قوی دشمن کے مقابلہ میں کچھ فائدہ حاصل نہوا۔ اسیلیں کہ مرہٹوں نے اُسکے گرد نواح کے ملکوں کو ویران اور اُسکی رستوں کو چاروں طرف سے مسدود کیا اور اُسکی فوج کے ہر ایسے ٹکڑے پر پھیل پڑے جس نے اپنی صفوں سے باہر نکلنے کا ارادہ کیا تھا اور اُسکی ذاتی فوج اور کمکی فوج کے درمیانی آمد و شد کی راہ کو برابر بند کیا یہ واقعہ جنوری سنہ ۱۷۳۸ میں واقع ہوا *

اسرر مذکورہ بالا کے نتیجوں سے آصف جاہ کا یہ حال ہوا کہ ایک مہینے یا چھ مہینوں کے آخر پر شمال کی جانب کو لوٹا اور غالب ہے کہ تیار چار سے کی کمی کوتاہی سے بہت سے مریشی اُسکی ضایع ہو گئی تھے اگرچہ بہت سا اسباب اپنا بھوپال میں چھوڑ آیا تھا مگر باوصف اُسکے بھی بھاری توپوں کا سلسلہ ساتھ اُسکے موجود تھا چنانچہ اسی باعث سے کوچ و مقام اُس کے آہستہ آہستہ ہوتے تھے اور مرہٹوں کی دوز دھوپ اُس کے حق میں زیادہ خرابی کا باعث ہوئی تھی اگرچہ توپ خانہ کی وجہ سے عام حملہ نہ کر سکے مگر اُنہیں حثوں کی مار مار سے بہت برا حال آتا گیا اور سوار اُن کے پیچھے لگے لپٹے چلے آئے یہاں تک کہ تین تین چار چار میل کے دوچار کوچ مقاموں کے بعد آصف خاں اپنی قسمت کی اطاعت یعنی باجے راؤ کی شرائط اطاعت پر مجبور ہوا چنانچہ عہد نامہ کے ذریعہ سے اُس سارے ملک کے حوالہ کر لیا اقرار کیا جو فائدہ سے چنبیل تک واقع اور اُس میں مالوہ بھی شامل ہی اور نہایت قول و قسم سے یہ زبانی اُنکو دی کہ اس عہد نامہ کو بادشاہی مہر و دستخط سے مزین کرادوٹکا اور علاوہ اِس کے پچاس لاکھ روپیہ نقد بادشاہی خزانہ سے دلاؤں گا یہ واقعہ فروری سنہ ۱۷۳۸ مطابق رمضان سنہ ۱۱۵۰ ہجری میں پیش آیا *

بعد اُس کے آصف جاہ کی روک ٹوک نہوئی چنانچہ وہ دلی کو راہی ہوا اور باجے راؤ نے ممالک مذکورہ پر قبضہ کیا مگر عہد نامہ

کے استحکام موعود سے پہلے اس معامہ کی ترقی ایک ایسی آفت کے وقوع سے جس کے سارے تمام انسان اور ساری باتوں سے ایک مدت تک مدھوش و غافل رہتے ہیں اُلی نہ بڑھی اور جنوں کی توں دیتی ہی باقی رہی *

نادرشاہ کے دھاویکا بیان

ہندوستان کی بادشاہت اُن پر حالوں کو دوبارہ پھونپتی تھی چلنے وقوع سے تیسرے اور بار نے ہندوستان کا ارادہ کیا تھا علاوہ اسکے کشور ایران میں بھی ایسی مسلسل واقعی بدش آئی جنکے باعث سے ظہور اس حملہ کا اُس ولایت سے ضروری لڑتی تھا *

بیان اُن واقعوں کا جو اِس حملہ سے ایران میں پہلے

واقعہ شروع

جب کہ مغربی خاندانی سلطنت پر دو سو برس کا عرصہ گزر گیا جو ایشیا کی بادشاہی نسلوں کی بقا و قیام کا معمولی زمانہ ہی تو وہ خاندان اسے شہنشاہ و زوال کو پھونپتا کہ اُس کے باعث سے قندھار کے ایرانی پٹھانوں نے خاندان مذکور کو تخت سے خارج کیا *

پٹھانوں کی قوم کے اُس گروہ کا حال جو شمال مشرق میں رہتے سہتے ہیں پہلے بیان ہو چکا مگر مغربی قومیں جو ایران کے انقلاب و نزول میں شریک و شامل تھیں اُن قوموں سے تمیز سی باتوں میں مختلف ہیں *

مغربی والوں کا ملک وہ بلند + خطہ ہے جسکی تثبیت و تقویت کوہ سلیمان کے سلسلہ سے مشرق کی جانب پر ہوئی اور یہی پہاڑ اُس خطہ اور اُن میدانوں کے درمیانیں جو اُنک پر واقع ہوئے حد فاصل پڑتا ہے اور شمال کی جانب میں اِس قسم کی پشت و پناہ اُس سلسلہ

+ سمندر کی سطح سے کابل کا شہر چھ ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔
پرنس صاحب کا سپاہیہ نامہ جلد ایک صفحہ ۱۵۱

سے قائم ہوئی ہی جس کو پہلے وقتوں میں کوہ قاف کہتے تھے اور دریائے اکسیس اور سمندر کاسپین کے نیچے سطح سے وہ سلسلہ اونچا نظر آتا تھا ہی اس بلند خطہ کا وہ حصہ جو مغرب ہرات میں واقع ہی ایرانیوں کی حکومت سے متعلق ہی اور اسی شہر کا مشرقی حصہ افغانوں کے قبضہ و تصرف میں داخل ہی *

اس خطہ میں بڑے بڑے زرخیز میدان اور منجملہ ان کے بہت بڑے میدانوں میں غزنی اور کابل اور قندھار اور ہرات سے شہر بستے ہیں اور اس خطہ کے بڑے حصے میں ایسے گہرے گہرے غار واقع ہیں جو بوجوت کے قابل نہیں اور چروائی لوگ ان میں بستے ہیں جو خیموں میں بسر کرتے ہیں ان قوموں میں اسپطیرج کی طرز حکومت اور خور و خصلت قائم ہی جیسیکہ کہ شمال مشرق کے افغانوں میں پائی جاتی ہی مگر فرق اتنا ہی کہ یہاں دیسے مفسد اور ہنگامہ طلب نہیں اگرچہ چروائی والی خطوں میں اکثر نوے پتھان ہی بستے ہیں مگر میدانوں کی آبادی کا بڑا حصہ شہروں کی آبادی سمیت قوم تاجک سے آباد ہی جو فارسی بولی بولتے ہیں اور وہ بھی لوگ ہیں جو ماوراءالنہر اور ایران کے میدانوں میں رہتے سہتے ہیں *

ہندوستانی اور ایرانی بادشاہوں نے اگرچہ ان میدانوں کو فتح کیا مگر پتھانوں کی قومیں خود مختار باقی رہیں اگرچہ وہ قومیں جو ان در بڑی سلطنتوں کے ملکوں کے پاس پروس میں آباد تھیں بلاشبک ان کے زور و قوت سے کچھ نکچھ اتر پذیر ہوئی کی ہونگی

† جراب مشہور بیلے ریزر صاحب مندرجہ حالات شاہی جغرافیہ کی سرسیتی

‡ ہرات اُس ٹیکرے کے پار واقع ہی جہاں جنوب کے پھنے والی پانی ان پانیوں سے الگ ہوتے ہیں جو دریائے اکسیس کے شمال پر پھٹے ہیں مگر ہرات اُس بلندی پر واقع ہی جس پر فل خطہ واقع ہوا اور اسی کیلئے اُس کو اس خطے کا ایک ٹکڑا سمجھنا چاہئے

کی سترہویں صدی کے آغاز کے قریب ایرانیوں نے ایرانیوں سے اداے خراج کا اقرار اس شرط پر کیا تھا کہ اُنہوں کی مار دھار سے محفوظ رکھے جائیں

یعنی اس سے دیہی لہجہ ہونگی مگر مغربی قوموں میں سے خلجیوں کی بہت بڑی قوم تھی جو قندھار کے گرد نواح میں بستی تھی اور دوسری قوم ابدالیوں کی تھی جنکو دریائی بولنے میں اور غور کے پہاڑ اہلی ٹہکانا اونکا تھا اور جس زمانہ کا حال اب بیان ہوتا ہے وہ اُس زمانہ میں ہرات کے ہمسایوں میں آباد تھی یہ دونوں قومیں آپس میں متخالف تھیں اور اکثر اوقات اس میں لڑائی ہوتی رہتی تھی مغربی خاندان کے پہلے بادشاہ شاہ حسام کے زمانہ میں خلجیوں نے ایرانیوں کو ایسا ناراض کیا تھا کہ اُسکے باعث سے ایرانیوں نے بڑے غیظ و غضب سے اونپر بڑی یورش کی تھی چنانچہ گروگن سکن چارچیا کا بادشاہ زادہ جو عیسائی مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہو گیا تھا بیس ہزار آدمیوں سے زیادہ زیادہ فوج اپنے ہمراہ لیگر قندھار کو روانہ ہوا تھا اور یہ فوج استدر تھی کہ متخالف قاب اوسکی نہ لاسکے مگر ایرانیوں کا بار اطاعت ایسا بھاری ہوا کہ تھوڑے عرصہ کے گزرنے پر خلجیوں نے ایسی جوکھوں اٹھانے کا ارادہ کیا جو اس بھاری بوجھ کے اٹھانے میں شرمی تھی چنانچہ میرورس اس مہم میں سردار اونکا ہوا جو خاندانی سردار اور نہایت لائق فائق اور ایران کی سلطنت کے ضعف و ناتوانی سے بخوبی واقف و آگاہ تھا اس سردار فامدار نے دلاوری اور عوشواری سے ایسا کام لیا کہ قندھار پر چھاپہ مار کر قبضہ و تصرف کیا اور ایرانیوں کو گرد نواح سے نکالا اور ممالک مفتوحہ کو اپنی قوم کے اہلی ملکوں سے ملا خیالدار بچائے خود مستقل سلطنت قائم کی یہ کار نمایاں سنہ ۱۷۰۸ میں واقع ہوا بعد اوس کے ایرانیوں نے قندھار پر مدبر حملہ کیا اور ایک حملہ میں ابدالیوں نے امداد اونکی کی مگر بعد اوس سنہ ۱۷۱۶ میں ابدالیوں نے خلجیوں سے ملاپ کر کے ایرانیوں کا مقابلہ کیا اور ہرات کو درایا اور خراسان کے بڑے حصہ واقعہ قلمرو ایران کو پایمال کیا مگر تھوڑے دنوں بعد اُنکی باہمی عداوت

ہو گیا ہوئی اور ایرانیوں نے اُن کے خلاف و نفاق سے فائدہ اُٹھایا یہاں تک کہ سنہ ۱۷۲۰ تک دونو فریقوں سے مقابلہ کرتے رہے مگر غلجیوں کے سردار نے یہہ بڑا ارادہ کیا کہ خود ایران میں جا کر لڑیں اور اُس حکومت کی بھخ و بنیاد کو عدمہ پھونچا دیں جو ہم لوگوں پر زور ظلم کرتی تھی *

ایران کی فتح کا بیان

جبکہ کہ سنہ ۱۷۱۵ میں میرویس مرگیا تو بھائی اسکا جانشین ارسکا ہوا مگر اُس کی جانشینی پر بہت تھوڑا عرصہ گزرا تھا کہ میرویس کے بیٹے محمود نے زور زبردستی سے باپ کی گدی چھینی اور ایران کے حملہ کی تدبیر اُس نے جمائی مگر ظہور تدبیر سے پیشتر ایرانیوں کو ابدالیوں کے ہاتھوں سے بڑی بھاری شکست نصیب ہوئی تھی اور اس ابدالی مشہد کو زور دہاڑ اپنا دکھا رہے تھے اور اوڑھوں کے بھراکسیس سے بار اترنے اور یورش کرنے سے بڑی امداد اُنکو حاصل ہوئی تھی *

اس عرصہ میں ازجی لوگ بھی کوہ قاف سے نکلے اور ایران کے شمال مغربی حصہ پر دھاوا کیا اور حلیقت یہہ تھی کہ ایرانی سلطنت خاص اپنے بڑے چال چلنوں سے غیر ملکی حملوں کی نسبت بہت زیادہ کمزور و ناتوان ہو گئی تھی *

حاصل یہہ کہ پچیس ہزار آدمیوں سمیت محمود تندرہار سے روانہ ہوا چنانچہ کرمانکو لپیٹ لپیٹ کر یزد کتجانب ہڑھا اور وہاں سے سیدھا اصفہان کو چلا + *

دارالسلطنت کے متصل خاص کلنا باد میں ایرانیوں نے بڑی بھاری فوج سے مقابلہ اُس کا کیا جو بڑے تھات سامان سے آراستہ پیراستہ تھی

+ جبکہ ابدالیوں کی مقابلہ میں چند زور کے لیئے محمود ایرانیوں سے متفق رہا تو اُس زمانہ میں کرمان پر قابض تھا — جوزف صاحب کی تاریخ نادر شاہ کے دیباچہ کا چوتھا فقرہ

چنانچہ چوبیس دیہاتیں ہی اُس میں موجود تھیں + مگر ایرانیوں کی ہمدیں ہونے اور صلاح و مشورے آگے منقسم اور مختلف تھے اور یہی باعث ہوا کہ انہوں کو یہی نتیجہ نصیب ہوئی بعد اُس کے توڑی مدینہ گذر نے ہر خاص تھہان پر رش کی یہہ شہر اُس زمانہ میں ہری شان و شوکت اور نہایت کثرت کو پہنچا تھا + مگر وہ کثرت اُس موقع پر ایرانیوں کو بہت مضرت ہوئی اِس لیے کہ جب ہندوؤں نے دیکھا کہ شہر بڑا کی حفظ و حراست ہمارے حصاروں کی ممانعت مزاحم ہی تو انہوں نے بسوں کو بڑا اور حقیقت یہہ ہی کہ ایسے بڑے شہر کا پورا محصورہ بس بازار آدمیوں سے جو مرکز ہوتی رہے تھے متصور نہ تھا مگر مہمدوں نے فرج کے نقصان و قلت کو ہوشیاری چالاکی سے ایسا خوب پورا کیا کہ شہر کے رہنے والے ہرگز ہی دنوں میں کال کی آفتیں اٹھانے لگے یعنی ہوکوں مرنے لگے چنانچہ بہت سے مورخوں نے محصوروں کے واقع و مصائب کی مقدار ایسی ہی بیان کی جو ایسے مفسرین کے مصائب سے چوگنی سمجھتی چاہئے اور دوسری مصائب بہت کم واقع

۱ ایرانی سیاحی مورخوں کے تیار و قارہ اور تمام سامان اُن کے کوچ مقام کے خیروں سے ایسا راست درست اور اُنکی ہوشیاری و تدبیر سے اور گھوڑے اُن کے تیار اور موسم زیوروں تک سامان اُنکے بہت ٹھیک ٹھاک اور چمکتے دمکتے تھے ویشاک اُنکے ہر چارہ ہتھانوں کے پاس ایک ڈبہ بھی تھا اور گھوڑے اُنکے سفر کے سارے دیکھ بھال اور سوار اُنکے ہوانے گھوڑے بھنے ہوئے اور سرج کی چمک کے علاوہ کوئی چمک دمک اُن میں موجود نہ تھی اور بڑے زور شور سے یہ بات اُنکے لشکر میں کہہ سکتے تھے کہ فیروز تداروں کے سرا کوئی چمکول چیز اُنکے لشکر میں پائی نہ جاتی تھی - - - مسلم صاحب کی تاریخ ایران جلد ایک صفحہ ۶۲۳

۲ مہمدوں صاحب نے باتباع جہانگیر صاحب کے بعد در صفحہ ۱۶۲ میں بیان کیا کہ افغانوں میں چھ لاکھ آدمی بستے تھے مگر جب سیاحوں نے ہندوستان کے بڑے بڑے شہروں کا اس شہر سے مقابلہ کیا تو اُن کے قول کے بموجب اسقدر اُس کی آبادی یقین کے قابل نہیں تھی در لاکھ آدمیوں کی آبادی تسلیم کے قابل ہی

ہوتی ہیں + یہ لڑائی جو فریقین کے لحاظ سے برابر کی تھی کچھ مہینے سے کچھ کم قائم رہی اور استدر عرصہ اسباب کی دلیل ہی کہ ایرانیوں کی قوت ضعیف ہو گئی تھی اور تکلیف اٹھانے کی طاقت ان میں بقی نہ تھی اور جب کہ ایرانیوں کے وہ حملے جو شہر سے نکل کر کرتے تھے اور وہ کوششیں جو صوبوں کی فوج اوروں سے زبردستی کے رسد کی بار ہوا ریزوں کے معاملہ میں کرتی تھیں محض بیکار گلیں تو کام ناکام آہوں نے اطاعت کا بار اپنے سروں پر رکھا چنانچہ بادشاہ اپنے بڑے بڑے درباریوں کو دعواہ اپنے لیکر اور لباس مانسی پہنکر شہر سے باہر نکلا اور آپ کو محصور کے حوالہ کیا اور اکتوبر سنہ ۱۷۲۲ کو محصور فیروز مند کے سر پر تاج اپنے ہاتھوں سے رکھا *

پہلے پہل محصور نے ایسی بڑی بخدا ترسی سے حکومت کی کہ اُسکی توقع نہ تھی مگر جب کہ قزاقوں کے قلعہ میں اُس کے محافظ سپاہیوں کو شہر والوں نے دھوکہ دے قتل کیا تو اُسکو اپنی جان کے لالہ بڑے اور بہت سے ایرانی سرداروں کو گردن مارا اور پاداش و تدارک کے دعوے سے تمام مسلم باشندگان اصفہان کو شہر کے چھوڑنے پر مجبور کیا اگرچہ غلجیوں کے زور ظلم کو بہت مبالغہ سے بیان کیا + مگر ایسے چرواہے قوم کی سنگدلی اور ناخدا ترسی بکمال آسانی متصور ہو سکتی

+ ہاں حزیں شاعر جو محاصرے کے زمانہ میں اصفہان میں موجود تھا ان سارے بیانات کو غلط بتاتا ہی اور خود تہمتی نہ منجملہ محصوروں کے کوئی آدمی بھری پیاس کے مارے نہ مرنے والا تھا بلکہ صاحب کا ترجمہ سرگزشت حزیں

صفحہ ۱۱۲

+ منجملہ اُن مختلف حالوں کے جو ابھی بیان ہوئے ایک مثال اُس زور ظلم کی دریافت ہو سکتی ہی چنانچہ ہیئترے صاحب جو مبالغہ کے عالم نہیں اگرچہ گالے گالے عام پسند انراہوں اور اُن سے زیادہ بڑی سندوں کو اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ محصور نے وہاں کے امیروں کا بال بچوں سمیت نام و نشان تک بچھوڑا یہاں تک کہ ایک ایک کر پکڑ کر شکاری جانوروں کی طرح قربان کیا بعد اُس کے یہ حکم دیا کہ ملکی جنگی محکموں کے آدمی جو پہلی سلطنت

ہں جو یکایک اپنے ظالموں پر نہایت غالب ہو گئی تھی اور اپنی تعداد و شمار کی قلت و مختصات کے لحاظ سے جو خوف و ہراس کے ذریعہ کے سوا کسی ذریعہ سے مستحضر قائم نہیں رہ سکتے رحم و قریب سے اترے ہوئے ہو گئے تھے۔

یہ بادشاہ درپس پورہ حکومت کرنے لگا تھا کہ اُس فکر و اندیشہ کے سارے جس میں وہ مبتلا تھا اور ان مذہبی ریاضتوں اور کفاروں کے شرور سے جتنار اپنے اعتقاد کے موافق لازم پکڑا تھا سمجھ بوجھ اُسکی دوری دوری تھی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ دیوانہ ہو کر سرگیا جو اپنی سرت مرا یا اوروں کے ہاتھوں سے مارا گیا بعد اُس کے اپریل سنہ ۱۷۲۳ء کو اُس کا بھتیجا اشرف خاں چاندین آسکا ہوا۔

یہ نیا بادشاہ برا قوی و لائق تھا مگر ایران کی فتح کو پورا کرنے ناپا تھا کہ روس و روم اُس کے درپہ ہوئی اور ایران کی سلطنت کے دیانے جو دنوں نے اتفاق کیا اور یہ عہد اُن کے آپس میں ہو گیا تھا کہ

مغربی صوبے روم کے تصرف میں رہیں گے اور شمالی صوبے دریائے

سے تغارہ پائے تھے جو ذیلیں سے ذیلیں صوبوں پر مقرر ہوئیں ایک قلم قلم کیے جانے لگے اُس قلم کو پہلے بادشاہ کی ذات شناس کے پھرہ والوں سے شروع کیا جو تین ہزار آدمی تھے مشورہ ان کے فائدہ کا مصنف جس کے بیان کو سرکاری بیان سمجھنا چاہیے اور اُس کو یہ غرض تھی کہ مستحضر کی سنگدلیوں کو جانتے بتاتے بیان کرتا ہو کہ اُس نے عمارت ایرانیوں کے قتل کا ارادہ کیا تھا اور جس دن کہ پٹھان کوزوں سے اصرافان کو پھرنچے اُسی روز اُس نے ایک سو چودہ آدمی قتل کرائے اور چھوٹے بڑے اور کھڑے کھڑے کی تعین نکی اور بھی مورخ لکھتا ہے کہ تھوڑے دنوں بعد اُس کو تاجہ اہم نے بادشاہی نسل کا استیصال چاہا چنانچہ اُنٹالوس شاہزادے قتل کرائے مگر ہزاروں کے قتل نام کے خیال سے یہ بیان اُس کا مطابق نہیں ہوتا اور یہ کہہ سکتے ہیں کہ اس سارے زمانہ میں شاہ حسین پہلے بادشاہ کو زندہ چھوڑا تھا اور قلعہ نظر اس سے کہ مستحضر ساتھ اُس کے اُتی سنگدلی سے پیش آئے مستحضر سے یہ شکایت اُس نے پیش کی کہ مجھ کو چھوٹے سے مکان میں مستحضر کیا اور پانچ ظالم اور پانچ اونڈیاں خدمت کے واسطے مقرر کیں۔

— مائیک صاحب کی تاریخ ایران جلد ایک صفحہ ۱۲۴

و کسب تک روس کے پاس آدینکے اشرف خاں پہلے پہل روم والوں پر
 چھکا اور کئی لڑائیوں میں آنکو شکست فاحش دیکر اپنی سلطنت کو
 بزر شمشیر اُن سے تسلیم کرایا مگر باوصف اس کے اُس ملک سے اونکو
 خارج نکر سکا جن کو اونہوں نے فتح کیا تھا اگرچہ بڑا پیٹر روسوں کا
 بادشاہ اس لڑائی میں بذات خود موجود تھا مگر اشرف کو اوس ملک
 کی تائید و تقویت کے باعث سے جس میں روسیوں کو آنا پڑا تھا اونسے
 بہت کم اندیشہ تھا ہاں مقام رشت تک جو سمندر کاسپین کے جنوب
 میں واقع ہے روسی آہ و بچھے تھے بعد اوسکے اونکی ترقی میں رخنہ پڑا
 اور پیٹر کے مرجائے سے لڑائی بھڑائی سے باز رہے *

نادر شاہ کی عروج ترقی کا بیان

اشرف کا بڑا مہیب دشمن قریب اوسکے ملک کے پیدا ہو چکا تھا
 تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شاہ حسین کا بیٹا مرزا طہماسپ
 امغان سے بھاگ کر قوم کچر کی پناہ میں بیٹھا تھا جو بھتر کاسپین کے
 کنارہ پر بسنے تھے اور وہ اوس لوگوں میں صرف نام کا بادشاہ تھا اوسکی
 قسمت کے بدلنے کی پہلی علامت یہ تھی کہ نادر قلی جو بڑا سورما
 سہائی گذرا اور بلاد ایران میں جواب اوس کا اب تک پیدا نہیں ہوا جان و
 مال سے شریک اوسکا ہو گیا :

نادر قلی نے پہلے پہل قزاقوں کی طرح ادھر ادھر سے فوج اکٹھی
 کی تھی مگر آپ اپنے ملک کے چھوڑانیکے ارادے پر نمایاں ہوا چنانچہ
 اوس نے اپنے نامور و طریق اور کامیابیوں کے نمونوں سے ایرانیوں کی
 موٹی مذہبی حرارت اور سوتی دلیری دلاوری کو جٹایا اور قوم کی
 شان و عزت کو شکستہ کیا یہاں تک کہ تھوڑی تھوڑی اوس بڑی حالت
 سے جس میں وہ ڈوبی ہوئی تھی ایسی سپاہیانہ عمدہ حالت کو
 پہنچی جو کسی زمانہ میں پہلے نصیب اوفکو نہ ہوئی تھی *

پہلے وار اُس نے بہت مہم سر کی کہ مشہد پر قبضہ کیا اور ابدالوں
 اور معتد خاں سبستان والے سے شہرستان کو چھینا جو مشہد سمیت

آس پر قابض و متصرف ہو گئے تھے بعد آس کے اشراف خاں کے تخت حکومت عالم غلجیوں سے شمالی حد پر جان نور کر لیا بھڑا اور کئی اڑائیوں میں کشور ایران کی جنوبی حدوں تک پہنچایا اور انکی فوجوں کو مغرب سا چھینچوڑا یہاں تک کہ وہ پراگندہ ہو گئے اور متبوضہ ملک کا قبضہ چھوڑ بیٹھی جس پر سات برس تک قابض و متصرف رہے تھے بہت سے آدمی مارے گئے اور بقیہ بھی اس کی دایسی پر چنگاں میں لڑکے بنائے ہوئے اور سات جنوبی سنہ ۱۷۲۹ع میں ایک بلوچ سردار نے کرمان اور قندھار کے درمیان اشراف خاں کو قتل کیا بعد آس کے نادر قلی نے رومیوں پر دستاویز کیا جن کے قبضہ و تصرف میں اشراف خاں کے عہد نامہ کے ذریعہ سے کسبند ایران کا ملک اب تک باقی رہا تھا جب کہ آس نے تہریز کو رومیوں کے دخل و تسلط سے نکالا تو اوس کو ابدالیوں کی معاونت کا پرہا لگا اور خراسان کی دایسی پر مستحضر ہوا ۔

جب کہ بڑی دار آس نے آس قوم پر کامیابی حاصل کی تھی تو اپنی کامیابی کے بعد اسی معقول تدبیریں کرتے تھے جن کے ذریعہ سے لوگوں کو اپنی جانب مائل کیا تھا تھے کہ ان کے ذریعوں اور غلجیوں اور ابدالیوں کی باہمی عداوت سے ایک قوی فوج کو حامی کار اپنا بنایا تھا اور اوس فوج کے سردار کو شہادت کی حکومت تاربخ کی تھی مگر اب ایک فوج نے جو مستقیمہ ابدالیوں کے نادرشاہ کا مخالف تھا ایسا غلبہ حاصل کیا تھا کہ خراسان کو روندنا اور مشہد کو چاروں طرف سے گھیرا جو اوس زمانہ میں نادرشاہ کے بھائی ابراہیم کا متبوضہ تھا جس کو ان لوگوں نے شکست فاحش دیکر مغلوب و مستحضر کیا تھا بلکہ ان ابدالیوں نے غلجیوں سے رفاقت پیدا کی تھی مگر وہ رفاقت بہت تھوڑے دنوں کی رہی چنانچہ بعد اوس کے اسی ناچاقی ہوئی کہ پہلے کی نسبت زیادہ مخالفت پہیلی حاصل یہ کہ یہ اڑائی جو نادرشاہ کو ابدالیوں سے

پیش آئی پہلے کی نسبت بہت زیادہ دشوار تھی یہاں تک کہ ہرات کے متعلقہ حصے میں دس مہینے صرف ہو گئے مگر اب ابدالی ہرزے پورے مطہر و مستحکم اوس کے ہو گئے بعد اوس کے پھر تالیف قلوب کی تدبیریں دوبارہ ہوتیں اور اسلئے کہ وہ تہوڑے دنوں بعد اوس کے سنی ہو گیا تھا تو ابدالی لوگ اوس کے چار نثار ہو گئے *

ان لڑائیوں میں بہت مدت کے گزرنے سے ایران کے کام کاج اچھی حالت پر نہ رہے اور اس لئیے کہ حکومت کا انصرام اس بات پر ٹھہرا تھا کہ فوج کو لڑائیوں کے کام کاج میں مصروف کرے تو شاہ طہماسپ اپنے سپہ سالار نادر قلی کے ہاتھوں میں جیسا کہ قیاس بھی چاہتا ہی ایک کھانے کی طرح چلتا پھرتا تھا مگر جب کہ دارالسلطنت پر قبضہ و دخل اُس کا دوبارہ حاصل ہوا اور ساری قلعہ و میں اُس کی سلطنت تسلیم کی گئی تو بات اُسکی بن پڑی اور دستور یہہ تھا کہ نادر قلی کے ہونے کے زمانہ میں بادشاہی کے کاربار اُس کے قبضہ و قدرت میں ہوتے تھے *

نادر قلی حکومت کے انتقال سے جی میں برہم ہوا اور جب وہ خراسان کے کاموں کا تصفیہ کرچکا تو امیران کو باگ اٹھائی اور وہاں پہونچکر اُس قلعہ سے فائدہ اٹھایا جو لوگوں کے دلوں میں شاہ طہماسپ کی جانشین سے بایں وجہ پیدا ہوا تھا کہ اُس نے رومیوں سے ایک بڑا عہد نامہ کیا تھا چنانچہ اُس نے اُس کو تخت سے اتارا اور اُسکے شہر خوار بلخ کو نام کا بادشاہ بنایا اگرچہ یہہ انتظام اُس کی سلطنت کا آغاز سمجھا جاتا ہی مگر جب تک اُس نے ایران کی بادشاہت کو کھلم کھلا اختیار نہ کیا کہ بہت سی فتوحات اُس کو روم و روس پر حاصل نہوئیں اور وہ سارے ملک اُس کے قبضہ و تصرف میں داخل نہوئے جو ایران کے دخل و تسلط سے نکل کر روم و روس کے تحت حکومت داخل ہوئے تھے بعد اُس کے دلوں سلطنتوں سے اشتی کی اور انہی

بادشاہت سے پہلی فوج کو لیکر مغان کے میدان میں گیا اور ملکی جنگی
انسروں اور ضلع کے حاکموں اور قلمرو کے بڑے بڑے معززوں کو چار لاکھ
ادبوں کے قریب قریب بیان کیے گئے طالب فرمایا چنانچہ اُن لوگوں نے
باہم متفق ہو کر ایک آواز سے تاج و تخت اُس کے سامنے پیش کیا
مگر پہلے اُسے حیلہ بہانہ سے ایسے بھاری بوجھ کے اٹھانے میں تامل کیا
اور بعد اصرار و التماس کے اس شرط پر وہ بھاری بوجھ اٹھایا کہ ہلا ایران
میں تشریف کا نام نشان باقی نہ رہے اور نسلوں کی روشنی جگمگ پہلے
۴۶۴ + واقعہ سال ۱۷۳۶ ع میں واقع ہوا *

تبدیل مذہب سے نادر شاہ کو یہ توقع غالب تھی کہ ہندو خاندان کا
حسب و اختلاس ایرانیوں کے دلوں سے دھویا جاویگا جسکو استغناق اس
سلطنت کا اس وجہ سے زیادہ قوی تھا کہ وہ شیعوں کا پیشوا اور حامی
تھا مگر ایرانی لوگ اپنے مذہب میں درجہ عقیدت ویسے ہی کم نہ تھے
جیسا کہ وہ پہلے سے بگڑ چکے آئے تھے غرض کہ نادر شاہ کی تدبیر
مذکورہ بالا نے یہ نتیجہ بخشا کہ اوس کی رعایا کے دلوں میں مہر و
اختلاس اوس کا باقی فرما اور اسی بڑی طرح پہلی ڈھولی کہ شاہ رعیت
پر اوس کے پہلے پہلوں کا اثر برادر ہوا *

اگرچہ نادر شاہ اس وقت میں اوسے بڑے نتیجوں سے ہندوئی و انقلاب
نہ تھا مگر اوس کی سمجھ میں رہی بات اُنی کہ جو تخت اپنی
مستقلی فتوحات کی بدولت قائم ہوا وہ انہوں کے ذریعہ سے بحال و برقرار
رہ سکتا ہی چنانچہ اُس نے اپنے وطن والوں کے فقر و عیبت کو ایسے
شاداب و قارہ کرنا چاہا کہ اُن غلبہوں سے جنہوں نے پہلے وقتوں میں
ایرانیوں پر غلبہ پایا تھا انتقام اوروں اور قندھار کو ایران کی قلمرو میں
دوراند داخل کرے *

+ نادر نامہ اور جونز صاحب کی کتاب جلد پانچ صفحہ ۲۳۷ ہیئرے صاحب نے
بیان کیا کہ نادر شاہ نے یہ شرط کی تھی کہ ستیوں کا مذہب ایران میں گزارا
کیا جائے اور بعد اُس کے تشریف کا نام نشان باقی نہ ہوگا جارت *

اس مہم کی غرض سے بڑے بڑے ٹھاکے اس نے سنواری اور ایسی
 ہزاری فوج سمیت اس مہم پر روانہ ہوا جس کو بعض مورخوں نے
 اسی لاکھ آدمی بیان کیے + ابدالیوں نے اسی موقع پر دلی امداد
 اس کو دی اور خلجی دل شکستہ ہو کر ادھر ادھر چلے جانے پر
 اسادہ ہوئے مگر بارہمق اس کے لڑائی بھڑائی کی ذاتی ہمت نہ ہاری تھی
 اور ایسے کمزور نہ ہوئے تھے کہ لڑائی کے بدون اطاعت قبول کرتے غرض کہ
 برسوں کے سخت محاصرے کے بعد قندھار کے دھارے پر چڑھ کر سکا
 اور بارجود اس کے بھی کئی بار اس سے پہلے کہ مارچ سنہ ۱۷۳۸ء کو
 قندھار فتح ہو چکا تھا خلجیوں نے انکو مار پیٹ کر بھکایا اور محاصرے کے
 دنوں میں قندھار کے گرد نواح کے بہت سے حصہ کا انتظام اس نے کیا اور
 اسی زمانہ میں اس کے بیٹے رضا تلی مرزا نے جو مقام مشہد مقدس
 سے اوزبکوں پر چڑھ کر گیا تھا ایک موبہ بلغھی کو قتل کیا بلکہ دریائے
 اکسیس پر شاہ پنخارا کو شکست فاحش دی جو بذات خود لڑائی
 میں مرجود تھا *

نادر شاہ اعتدال مزاج اور تدبیر مملکت کے لحاظ و حیثیت سے مقام
 و موقع دیکھ کر اپنے مخالفوں یعنی خلجیوں سے بطور اپنی رعایا کے پیش
 آیا چنانچہ اس نے تباہی ایران کے انتقام میں جو خلجیوں کے ہاتھوں
 سے ظور میں آئی تھی کوئی سخت معاملہ نہ کرتا اور منجملہ ان کے
 بہت سے لوگوں کو اپنے لوگوں میں بھرتی کیا ہاں اس قدر برائی تو کی کہ
 کسی قدر خلجیوں کو ان کی اراضیات مشہد سے بیدخل کیا جو
 قندھار کے گرد نواح میں واقع تھیں اور وہ اراضیات ابدالیوں اور خاص

+ مالک صاحب نے تاریخ ایران جلد دو صفحہ ۶۸ اور ہیئرے صاحب نے اپنی
 کتاب کی جلد دو صفحہ ۳۵۵ میں بیان کیا کہ اسی ہزار آدمیوں کے پیچھے پیچھے تیس
 ہزار آدمی لگے چلے آئے تھے مگر مغرب اٹک کے لسان سے اسقدر جمہیت قیاس سے
 قراچ ہی اس لئے کہ وہاں اسی بڑی بڑی نوجوان جیسے ہندوستان میں عموماً
 جمع کی جاتی ہیں وہ کم فراہم ہو گئے تھے

ایسے ابدالوں کو غایت فرمائیں جو نیشاپور کے متصل خراسان کے مغرب میں بسے رستہ تھے * †

نادر شاہ اور حکومت ہندوستان کے نزاعوں کا بیان

جب کہ نادر شاہ نے خانگیوں کا ملک فتح کیا تو سلاطین قیمریہ کی حدوں تک داخل و قابض ہو گیا اور ان کی سلطنت کی غایت کمزوری اور نہایت ناخواندی اوسکی نظر سے مستور و مخفی نوعی اور جیسی کہ ہندوستان کی سلطنت پر چڑھائی کرنے کی مہمل و رغبت باہن نظر دامنکر اوس کو ہوئی کہ ہندوستان کی زرخیزی اور ثمری سے ایران کے تمام شدہ ذریعوں کا نقصان ہوگا کرے تو یہ وجہ یہی اوس سے کچھ کم باعث ہوئی تھی کہ ہندوستان کی مہم کے ذریعہ سے اوس کو جو چاہے جو آج اوس کی تخت حکومت میں عمرانی کائناتی ہیں لڑائی بھڑائی میں مصروف رکھے اور اوس کے زور و قوت اور عظمت و شجاعت کو جسکو اہل لڑائی چھگڑوں میں صرف کرتے ہیں ایسے بڑے کاموں میں لگا دے جو اوس کو مقبول و پسندیدہ تھے *

† جوہر صاحب کا ترجمہ نادر نامہ کا جلد پانچ صفحہ ۲۷۵ خانگیوں کی فتح و ظفر کا بیان جو اس تاریخ میں مذکور ہوا وہ تمام کی قریب قریب ہیضے صاحب کی تاریخ اور نادر نامہ اور نادر شاہ کے مختصر حالات مندرجہ نادر نامہ سے لیا گیا اگرچہ ہیضے صاحب آپ ایک سمجھ بوجھ نا آدمی اور مناسب پسند تھا مگر جو حالات اُس نے لکھے وہ بعض اوقات اُن حالات کے ترجمہ کی سند پر مبنی تھے جنکو نادر فرسنگی پورٹن دالے نے لکھا تھا اور اگرچہ یہ ترجمہ عمدہ عمدہ غیروں پر مشتمل تھی مگر اُس میں بہت سی ایسی غلطیاں اور رنگیں بیانیات اسی حالات کے علاوہ بھی پائی جاتی تھیں جن پر بہت سا بھروسہ نہیں ہو سکتا یہ ترجمہ کار کے ترجمہ سے بڑی مشابہت رکھتا تھی جس کا بیان شاہجہان کی سلطنت کے بیان میں ہو چکا اور سنسکرت کی خاص کتاب بعد اُس کے عربی میں ملاحظہ ہوئی مگر میری نظر سے کہیں نہیں گذری نادر نامہ فارسی تاریخ تہذیب مرزا مہدی کی تھی جسکی نسبت سر جان مالک صاحب نے بیان کیا کہ وہ مورخ نادر شاہ کا معتقد پیرومنشی تھا اگرچہ وہ نادر شاہ کا وزیر اور مداح تو تھا مگر ابراہیم کی نسبت نہایت راستہ کو اور راستی پسند تھا اور نیز طرز بیان اُس کا جیسیکہ جوہر صاحب کے فرانسیسی ترجمہ سے واضح ہوتا ہے ابراہیم کی طرز تصویر سے بہت زیادہ صاف اور مختصر ہے *

جب کہ نادر شاہ ہندوستان کے متعاضدے میں مصروف تھا تو اُس نے دہلی کے دربار سے گرفتاری یا اخراج اُن چند افغانوں کا چاہا تھا جو غزنوی کے پاس ہروس کے ملکوں میں بھاگ کر گئے تھے اور اصل حقیقت یہ تھی کہ ہندوستان کی سلطنت اُس قابل نہ رہی تھی کہ وہ درخواست مذکورہ کو قبول کرتی علاوہ اسکے یہ بھی دریافت ہوتا ہی کہ اس سلطنت نے نادر شاہ کی نادر شاہی کے قبول و تسلیم میں کونہ تاویل کیا تھا غرض کہ نظر و وجوہ مذکورہ درخواست کے جواب میں بہت عرصہ گذر گیا اور جب کہ جواب اُس کا نہ پہونچا تو نادر شاہ نے تساہل و غفلت کی بڑی شکایت کی اور بہت برا بھلا کہہ کر کچھ توقف نہ کیا چنانچہ سیلاب کی مانند آگے کو غزنوی دہلی پر بڑھا بعد اُس کے سنہ ۱۷۳۸ع مطابق صفر سنہ ۱۱۵۱ھ ہجری میں ایک ایلچی یہاں سے دہلی کو روانہ کیا جس کو پہاڑی پٹھانوں نے ٹھکانے لگایا یہاں تک کہ نادر شاہ نے ہندوستان کی چڑھائی کو نا واجب نہ سمجھا اور اُس کے لیے مہمانہ معقول پایا چنانچہ تھوڑی دقت کے اُٹھانے پر کابل پر قابض ہوا اور کئی مہینے تک اُس کے قریب و جوار میں انتظام کی ضرورت سے بڑھا رہا اور جازوں کے آنے تک اپنے کوچ و رحلت کو شوقی جانب سے ملتوی رکھا بعد اُس کے ماہ اکتوبر سنہ ۱۷۳۸ع مطابق شعبان سنہ ۱۱۵۱ھ ہجری میں کوچ و مقام کو جاری کیا مگر دہلی کا دربار اب مرہٹوں کے خوف و ہراس اور اپنے خاندانی فسادوں میں ایسا مبتلا تھا کہ نادر شاہ کی میل و حرکت پر بہت سی توجہ نہ کرسکا اور جب کہ نادر شاہ ایوان کی قدیم قلمرو میں لڑتا چھڑتا رہا تو دہلی کے دربار والے کمال بے پروائی سے اُس کو دیکھتے رہے یہاں تک کہ جب اُس نے دہلی کے خاص ملک متبوضہ پر حملہ کر کے کابل پر قبضہ کیا تو اُن کو جب یہی توقع تھی کہ پشاور و کابل کے درمیانی پہاڑی لوگ اُس کے اوتارنے کے مانع مزاحم ہونگے مگر تقدیر سے یہ معاملہ پیش آیا تھا کہ انتظام و درستگی

کے رتھوں میں جو روپہہ پہاڑی قوموں کو اس نفاذ سے ادا کیا جاتا تھا کہ دلی کی سلطنت کا رعیت داب اُس کی بدولت اُن قوموں میں قائم رہے توڑے عرصہ سے نہ پہونچتا تھا اور اسی وجہ سے اگر اُن پہاڑیوں کو قوت ملی حاصل تھی تو وہ لوگ اُن کے پیچ میں بڑے کے خرواں نہونے لگے کہ جسقدر دلی کا دربار پہونچے وہ پروا و غفل تھا ویسے ہی اس وحشت اثر خنجر کے سنے سے پریشان و ہراساں ہوا کہ نادر شاہ پہاڑوں سے آگے کر بڑھا اور اُس توڑی سی ہندوستانی فوج کو جو ہمارے ایک حاکم کی حکومت نامے اوس کے مقابلہ پر آئی تھی شکست فاحش دیکر اُنک تک پہونچا اور وہاں کشتیوں کا بل بناکر پنجاب میں داخل ہوا اور اُنک کو بلا تھکاشا چلا آتا ہی یہ خنجر نومبر سنہ ۱۷۳۸ء مطابق رمضان ۱۱۵۱ ہجری میں مشہور ہوئی *

نادر شاہ کو اُس مختلف مقامات کے سوائے جو لاہور کے حاکم سے ظہور میں آیا تھا جتنا تک کوئی بڑی چھوٹی روک ٹوک بھی پیش نہ آئی یعنی دلی سے سو میل کے اندر اندر بلا تھک چلا آیا اور کسی کے چوں بھی نہ کی اور جب وہ وہاں پہونچا تو ہندوستانی فوج کے قرب و جوار میں آپ کو پڑا *

محمد شاہ نے بڑی جلد و جہد آٹھ کر توڑی بہت فوج اکٹھی کی تھی اور اُنک جنگ بھی بادشاہ سے آملی تھا چنانچہ دوڑو کرنال کی جانب روانہ ہوئے جہاں بڑا لاؤ لشکر آندا ہوا تھا اور جب کہ نادر شاہ آچکا تھا تو سعادت خاں اردہ کا نائب سلطنت بھی اُسی زمانہ کے قریب اپنے بادشاہ کی فوج کے قرب و جوار میں پہونچا تھا مگر ایرانیوں نے یہ جاننا کہ سعادت خاں کو بادشاہ کے لشکر سے ملنے نہیں چھوڑنا چاہئے باجم مقابلہ ہوا اور یہ خلیفہ مقابلہ بڑی لڑائی کی صورت ہو کر گیا مگر ہندوستانی سپاہی ایرانی آزمودہ کاروں کی نگر نہ آؤں گے اور حقیقت یہ ہے کہ وہ سپاہی اِس میدان میں اتفاق و

مشورین بدوس اضطراب کی حالت میں لڑنے کو لائے گئے تھے چنانچہ آصف چاہ اسماعیلی یا جمالی غلط فہمی سے لڑائی میں شریک و شامل نہوا + *

غرض کہ اس خبری پر یہ نتیجہ مترتب ہوا کہ ہندوستانی فوج تباہ ہوئی خاں دوراں خاں سپہ سالار مارا گیا اور سعادت خاں پکڑا گیا اور محمد شاہ کو اس کے سوا کوئی چارہ باقی نہ رہا کہ اُس نے آصف چاہ کو اطاعت کا پیام دیکر بھیجا چنانچہ پندرہویں ذی قعدہ سنہ ۱۱۵۱ھ بمطابق تیرہویں فروری سنہ ۱۷۳۹ ع کو چند ہمراہیوں سمیت آپ ایرانوں کے لشکر میں گیا نادر شاہ نے بڑی آؤ بہکت اُسکی کی اور اُسی روز اُس کو اُسکے لشکر میں واپس جانے کی اجازت فرمائی مگر اس تعظیمِ تکریم کی نظر سے بختری فائدے اُٹھانے سے باز نہ رہا چنانچہ اُسے محمد شاہ کو اپنی فوج میں شامل ہونے پر مجبور کیا اور دونو بادشاہ دلی کو روانہ ہوئے بعد اُس کے جو دونو بادشاہوں میں خط کتابت جاری رہی یہاں اوس کا بہت سے لوگوں نے طرح طرح سے دیاں کیا اور آصف چاہ اور سعادت خاں کی باہمی مخالفت کی بدولت اوس خط و کتابت میں تھوڑے بہت خلل قریب آئی مگر کوئی ہوا نتیجہ مترتب نہوا اس لئے کہ نادر شاہ کو اپنی قوت پر پورا قبضہ و تصرف حاصل تھا اور اس بات کے بتانے کو کہ اوس قوت کو کس طریقہ سے برتے سرتے کسی سکھانے پڑھانے والی کا محتاج تھا *

ماہ مارچ سنہ ۱۱۵۱ھ کو نادر شاہ اور محمد شاہ کی دونوں فوجیں دلی میں داخل ہوئیں اور دونوں بادشاہوں نے بادشاہی محظوظ میں نزول فرمایا

+ نادر شاہ کی سرگذشت صفحہ ۱۵۲ میں جس روز نامہ کا ترجمہ فریزر صاحب نے لکھا ہے اُس کے بموجب نادر شاہ کی ساری فوج اور ہمراہیوں سمیت جو ساری مسلح تھے ایک لاکھ ساٹھ ہزار آدمی تھے مگر اُس کی فوج کے ایک اخبار نویس نے جو بمقام پشاور اُس کی فوج میں داخل تھا سارے چوسٹھ ہزار سپاہی اور چار ہزار بھیڑ پنکھ اُس کی بیان کی ۱۲ ایضا صفحہ ۲۲۰ و ۱۲۱

نادر شاہ نے قہرلی سی فوج کو شہر میں منقسم کر کے یہاں حکم صادر فرمایا کہ فوج کے قانونوں کی سخت پابندی عمل میں آئے اور باشندوں کی حفظ و حراست کے لئے ہرگز ہتھائے جاؤں *

بارصفت اس کے کہ نادر شاہ نے یہاں درو اندیشیاں اور ہوشیاریاں برپا کر کے ہندوستانی اس سے راہی ہوئے چنانچہ ان بیکانوں کی خونخواری کر رہی تھی۔ ہندوستان سے دیکھتے تھے اور ان کے دلی میں کھس پہلے سے ثابت کرتے تھے + *

دوسرے دن یہاں ہوائی اور آبی گئی کہ نادر شاہ نے وفات پائی اور جوں ہی کہ دلی کے گلی کوچوں میں یہ خبر پہنچی تو ہندوستانیوں کی نفرت بلا مزاحمت ظاہر ہوئی اور ایرانیوں کا قتل ہونا شروع ہوا اور جس طرح سے کہ ایرانی سپاہی جگہ پہلے ہوئے تھے اس کی وجہ سے بہت سے لوگ ان کے ہندوستانیوں کے غیظ و غضب کے قربانی ہوئے ہندوستانی امروں نے ایرانیوں کے ہتھیاروں میں کوشش کی بلکہ بعض بعض امروں نے ایرانیوں کو قانون کے حوالہ کیا چنانچہ محتسب ایرانی کی حفظ و حراست پر متعین کہتے تھے + اگرچہ نادر شاہ نے پہلے پہل تو نسا کا دیانا چاہا اور اس بات کے دریافت ہوئے سے گوشت رنجیدہ ہوا کہ وہ نسا رات بھر بڑھا رہا اور نازل کی جگہ آسکو ترقی حاصل ہوئی بارصفت اس کے صدمہ کو گھوڑے پر سوار ہو کر اس نظر سے باہر نکلا کہ اس کو چھٹا چاگتا دیکھ کر پھر اس و اس کا نام ہو چارے اور جوں ہی کہ وہ باہر نکلا تو پہلے پہل اس نے گلی کوچوں میں اپنے ہم وطن

۱ فریز صاحب کا بیان

۱ مای حزیں نے بیان کیا کہ سات سو ایرانی مارے گئے اور یہاں ہرجب بیان مندرجہ صفحہ ۲۸۱ مای کتاب حزیں کے جیسگو باغور صاحب نے مرتب کر کے چھاپا تھا اور اس کے ترجمہ کے ۲۹۶ صفحہ میں سات ہزار لکھ ہیں مگر یہاں چھاپہ کی صاف قاطبی ہے اور سکاٹ صاحب کی جلد دو صفحہ ۱۰۷ میں ایک ہزار آدمی بیان کیے گئے

بہائیوں کی لاشوں کو ہڑا ہوا دیکھا مگر اس پر بھی چوہں اُس کو نہ آیا یہاں تک کہ ادھر ادھر سے ہتھوڑے لگنے لگے اور چاروں طرف سے غور و بان اُس پر برسنے شروع ہو گئی اور یہ نوبت پہونچتی کہ ایک سردار اُس کا چو اُس نے بہلو میں جاتا تھا اُس گولی کا نشانہ ہوا جو خاص اُس پر چھوٹ کر آئی تھی غرض کہ جب نادر شاہ نے یہ دست درازیاں دیکھیں تو وہ نہلا پیلا ہوا اور عام قتل کا حکم سنایا + چنانچہ صبح سے بہت دن چڑھے تک وہ حکم قائم رہا اور اُس کی بدولت وہ صورتیں پیش آئیں جو لوٹ مار اور لوہہ لالچ اور بادشاہ و تدارک کی نظر سے پیدا ہوسکتی ہیں یعنی شہر کو چند مقاموں سے ایسا جلایا پہونکا کہ وہ آتش بازی کا تماشا اور خونریزی ویرانی کا نمونہ بن گیا *

جب کہ نادر شاہ قتل عام سے سیر ہو چکا تو محمد شاہ یا اُس کے وزیر کی شہنشاہی سے غیظ اُس کا ٹھنڈا ہوا اور قتل کی ہندی کا حکم سنایا گیا اور انتظام اوس کا ایسا معقول تھا کہ جوں ہی قتل کی ہندی کا حکم صادر ہوا تو روں ہی فوج نے تسلیم کیا + اور کسی نے دم مارا اور

+ فریزر صاحب کا بیان

+ اسناد قتل کے مقدمہ میں لوگوں کے بیان مختلف ہیں چنانچہ بعض کہتے ہیں کہ نادر شاہ قتل کے سارے وقت رکن الدولہ کی چھوٹی مسجد میں جو چوہری بازار میں واقع ہے غمگینوں کی صورت بنائے جب چاپ بیٹھا رہا اور محمد شاہ اور اُس کے امیر اُس کے دربار آئے کی جسارت پا کر اُس کے سامنے آئے اور سرجھکائے ہوئے کھڑے رہے یہاں تک کہ نادر شاہ نے بولنے کی اجازت دی محمد شاہ نے پہلے آنسو بہائے اور بعد اُنکے بہت پھوٹ پھوٹ کر رویا اور نہایت کڑ گڑا کر یہ کہا کہ میری رعیت کی جان ہنسی کرنی چاہیئے اگر اِس غیر قرین قیاس واقعہ کی سند قز صاحب کی سند سے بہتر ہو تو نہایت بہتر ہوتا مگر قتل عام کی شرح و بیان میں وہ بیان اچھا ہی جس کو جزین نے تلمیذ کیا اِس لپٹے کہ اُس نے اُس واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا اور اُس کے بیان کو سیر المتأخرین والے نے لفظ بلفظ نقل کیا دوسرا بیان اِس عام قتل کا اُس ہندوستانی منشی کے روز نامچہ میں پشوری مندرج ہے جو سر بلند خان مذکور کا مہر منشی تھا اور اُس روز نامچہ کو فریزر

قانون کے ہاتھ چھان کے یہاں رکھنے مگر دایہ والوں کی تکلیفات امور
موقوف نہوئیں اس لئے کہ نادر شاہ کا برا مطالب ہندوستان کی
چڑھائی سے یہ تھا کہ اس کے مال و دولت سے آپ کو مالا مال کرے
اور جب سے کہ اس نے فتح پائی تھی تب ہی سے روپیہ کے اخذ و جر
کے رنگ دھنگ اس نے دالہ تھے جس کا وہ خدایاں تھا چنانچہ پہلے پہل
مشیر اس کا سعادت خاں ہوا مگر دایہ کے ہونچنے پر توڑی مدت
گذری تھی کہ سعادت خاں مر گیا بعد اس کے سرانند خاں ہندوستانی
اور ماسپ خاں ایرانی روپیہ کے اخذ و جر پر متعین ہوئی چنانچہ
کار و بار اس کا جو بجائے خود سخت ناگوار تھا نادر شاہ کی سختی
اور بے قراری سے اور بھی زیادہ ہوا اور انہوں نے بادشاہی خزانوں
اور چراغروں پر قبضہ کیا جن میں تخت طاؤسی بھی داخل تھا بعد
اس کے کئی برس اسروں کا تمام اسباب ضبط کیا اور باتیں کو اس
پر مجبور کیا کہ اپنے مال کا بہت سا حصہ باقی ماندہ مال کے تاروں
میں ادا کریں بعد اس کے چھوٹی چھوٹی ملازموں اور عام باشندوں
پر مقررہ ہوئی اور شہر کے دروازوں پر اس غرض سے پہرہ بندیاں
کرائیں کہ کوئی آدمی شہر سے باہر نکلے نہ اسے غرض کہ ہر آدمی اپنے

صاحب نے اپنی تاریخ نادر شاہ میں درج کیا بعد اس کے جو معاملے گذرے جس میں
سے تھوڑے سے معاملوں میں خود یہ مورخ روز نامہ والا بھی شریک و شامل تھا اس
روز نامہ میں بہت تفصیل سے مذکور ہیں خلیفہ کا بیان یہاں ہی کہ درہر تک
قتل جاری رہا اور مقتول شمار و حساب سے خارج تھے فریئر صاحب نے ایک لاکھ
بیس ہزار آدمی سے ایک لاکھ لاکھ تک لکھے مگر نادر نامہ کے مصنف نے غالباً راست
راست کے قریب قریب لکھا بلکہ کم بیان کیا ہے شاید وہ سمجھتا ہی کہ کئی دن پہر وہ
حکم جاری رہا اور تیس ہزار آدمی قتل ہوئے مارتے گئے اور سکاٹ صاحب کی جگہ
در صفحہ ۲۰۷ میں آٹھ ہزار آدمی قتل ہوئے مگر صاحب موصوف نے کوئی سند
یہاں لکھی جس پر اس کی بنیاد قائم ہی یہ بات قریب سے باہر ہی کہ آٹھ
کہاؤں تک بیس ہزار آدمی کے ہاتھوں سے جو خاص اس کام پر متعین کیئے گئے
تھے ایسا کشت و خون واقع ہوئے جس کا مقابلہ صرف کافی نکاڑنے اور باوصف اس کے
آٹھ ہزار آدمی مارتے جاویں

مال کے ظاہر کرنے اور بحسب آس کے تاوان کے دینے پر مجبور ہوا اور ہر قسم کا ظلم اور ہر طرح کی سنگدلی روپیہ کی تحصیل میں ہوتی گئی یعنی معزز لوگوں کو روپیہ کے اقرار کے لیے مارا پیتا گیا اور بہت سے لوگ آس بدسلوکی کے مارے مر گئے جو ساتھ ان کے ہوتی گئی اور بہت سے بے گناہوں نے آبرو کے پیچھے جان اپنی کہوٹی بستی سونپی ہو گئی اور اس چین کا نام نہا اور ہر گھر میں رونے پینے کی آواز بلند تھی پہلے عام قتل کا حکامہ برپا نہ تھا اور اب خاص خاص لوگوں کی جانیں تلف ہوتی تھیں + *

صوبوں کے حاکموں سے بھی امداد اور تاوان لیا گیا اور یہاں تک تحصیل کی ذمیت پہنچتی کہ نادر شاہ کو ان مخدوچوں کے خالی ہونے کا پورا پورا یقین ہوا جن سے دولت کا حصول ممکن تھا بعد اس کے آس نے واپسی کی تیاری کی اور محمد شاہ سے ایک عہد نامہ لکھایا جس کی رو سے مغرب اٹک کا تمام ملک اُسکے قبضہ و تصرف میں داخل ہوا اور تیموریوں کی ایک شاہزادی اپنے بڑے رضاعی کو بیاھی اور محمد شاہ کو دوبارہ تخت پر بٹھایا اور اپنے ہاتھوں سے بادشاہی کے سارے زور آس کو پہنائی اور ہندوستانی امیروں کو بہت تاکید فرمائی کہ بلا حاجت و تکرار آس کی اطاعت کو فرس و لازم سمجھنا ورنہ بہت بڑے انتقام کے منتظر رہنا اور آپ کو بڑے عتابوں کا مورد سمجھنا غرض کہ نادر شاہ اتھاروں دن دلی میں رہا اور چلتے ہوئے اسقدر خزانہ ساتھ اپنے لیکھا کہ تحصیل اوسکی آٹھ نو کروڑ روپیہ اور کئی کروڑ روپیہ کی سوئے چاندی کی اینٹوں اور چھاری بہاری اسماعیوں اور ہر قسم کے لباسوں پر مشتمل تھی علاوہ ان کے ایسے ایسے گراں بہا جواہر لیکھا جن کی قیمت کا تخمینہ نہیں ہو سکتا باقی گہوڑوں اور ہاتھوں اور اونٹوں کی شمار نہیں اور منجملہ آدمیوں

ایسی گلی سنی لاشوں کی بدبو مارتی تھی جو اینٹک گور و گنن سے
مستحکم اور فتنہ داروں سے بے فطینت نہیں رہے اس کے بہت مدت گذرنے
پر دلی کا دربار اسی طرح بیدار ہوا کہ گویا بھاری نیراں سے کسی نے
اسکو ابھی جگایا تھا اور سلطنت کا ڈھنچر بھی ویسا ہی بنگرا ہوا تھا جیسا
کہ خود دار السلطنت کا نقشہ خدائی کو پہونچتا تھا یعنی فوج تیار تھی
اور خزانے خالی تھے اور منکاصل کا نام و نشان نہ تھا اور بادشاہ اس
خدائی کے اب بھی مرہٹوں کی دھمکیاں جنوب کی لجنسبت سے قلم نہیں
اور بدعنوانی کے مرہٹوں کی دست اندازی سے اینٹک ملحوظ و مامور تھے
وہ نادر شاہ کی فوج سے تیار و باران ہو گئے تھے اور باوجود ان لاعلاج مرہٹوں
کے دربار کے باغی قلعے فضائے ہی اوقات قائم تھے اور جس فرقہ کو
دربار میں غلبہ حاصل تھا وہ چند بڑے بڑے خاندانوں سے مرکب تھا
جو ترکی نسل ہونیکے باعث سے طرانی امیر کہلاتے تھے اور وزیر قمر الدین
اور نواب آصف چاہ ان خاندانوں کے سردار تھے اور باغی انداز کے علاوہ
رشتہ داتوں سے بھی ان کے واسطے علاقوں کو مضبوط و مستحکم کیا تھا اور
وہ ایک اوس فرقہ کے بدخواہ و مخالفت تھے جو انکی جگہہ قلم ہونا
اور انکی شان شوکت کو مٹانا چاہتے تھے اور ان لوگوں میں خوری بادشاہ
بھی شریک و شامل سمجھا جاتا تھا کہ چند صبرتوں کے باعث سے
مسلمانوں کی سلطنت کو مرہٹوں کی مار دھار سے تیزی سے بھی
فرصت حاصل نہوتی تو بہت جلد اسی منقسم حکومت شعار اوس کا
ہو جاتی اور جب کہ نادر شاہ کی قاب و طاقت کو خود بادشاہی
درواز والوں نے بہت پیچیدہ سمجھا تھا تو باجے راو اوس سے غالباً بالکل
ناواقف تھا اور معامہ ہوتا ہی کہ باجے راو اوس ہیبت ناک دشمن
یعنی نادر شاہ کے ایسے میدان کو طے کرنے سے نہایت حیران و پریشان
ہوا ہوتا جیسے ہلا متاہلہ طے کرنے کی امید اوسکو لگ بھی تھی چنانچہ
نادر شاہ کی آمد شد کے دیکھنے سے پہلے پہل یہہ خیال اوسکو آیا کہ

اوس نے اپنے چاہ و چال اور حالے کی تدبیروں کو بند کیا اور ہندوستان کی حفظ و حفاظت کی غرض سے ایک عام متفقہ گروہ کا قیام کرنا چاہا۔ چنانچہ خود اوسنی لکھا کہ ہمارے خانگی قصبے قنداری اب خلیف اور لاشٹی سندھ میں اور ہندوستان کا صرف ایک دشمن ہی جسکی لاگ دانت کے واسطے ہندو مسلمان اور کل دکن کی ساری قوت کا فراہم ہونا ضروری دلائی تھی + اور چنانچہ ہاجیرا کو بادشاہ کے خوف و ہراس سے امن و امان حاصل ہوا تو پھر اوسنی اپنے پرانے ارادوں کو اوجالا اور بادشاہی دربار سے لڑائی پڑائی کرنے کا یہ پروانہ پیش کیا کہ امف چاہ کے ساختہ پرداختہ عہد نامہ کو بادشاہ نے اپنے مہر و دستخط سے مستحضر و مستعظم کیا اور طاقتور کامیابی کی یہ ضرورت سوچی کہ اپنے ارادے کو خاص دلی میں جانر ہوا کرے مگر اوسنے لڑائی کے لئے دکن کو اسلئے پسند کیا کہ ہمارے ہوسلا خاندان اور گجرات کے چیمبرار و دوسان کے افعال و حرکات کی نگرانی کرتا رہے جو اس حوالہ پرانے سے ہاجیرا کی قوت کو گھبرا دھو یا چاہتے تھے کہ ہم ہاجیرا کے چال و چال سے مرہٹوں کے راجہ سامر کی آزادی چاہتے ہیں چنانچہ ہوسلا خاندان والوں سے اسطرح نجات اوس نے پائی کہ ارفکو کرناٹک کی دور دراز مہم میں مصروف کیا بعد اوسنے امف چاہ کی دوسری پہلے نامہ جنگ پر دھاوا کیا جو راج کی حکومت پر قائم ہوا تھا اور دس ہزار آدمی لئے ہوئے مرہٹوں میں بڑا تھا پہلے تو ہاجیرا نے شہر کا محاصرہ کیا اور گمان غالب یہ ہی کہ اس چال سے اُسکو دینی کامیابی کی توقع ہوگی جس سے کہ امف چاہ کے مقابلہ میں حاصل ہوئی تھی مگر اس جوان نائب السطنت یعنی نامہ جنگ سے ایسی خدمت و قوت طاقتور ہوئی جو اُس زمانہ کے مغلوں سے متوقع نہ تھی اور جیت اور اداک اُسکو پہونچی تو اُس نے مرہٹوں پر حملہ کیا اور آنکی فوج کو توڑ پھڑ کر نکل گیا اور احمد نگر تک بڑھ گیا اور پورنہ کے

ارادہ ہو باگ اٹھائی یہاں تک کہ باجے راو نے آشتی کو قریب مصلحت سمجھا یہ واقعہ سنہ ۱۷۴۰ع مطابق سنہ ۱۱۵۳ ہجری میں واقع ہوا معلوم ہوتا ہے کہ باجے راو ایسی ایسی پویشانیوں اور خرابیوں کی وجہ سے جسکو آپ آئینہ اپنے سپرد لیا تھا نہایت افسردہ و پژمردہ ہو گیا تھا + اور جبکہ وہ خاص ہندوستان میں کسی مطالب کے لیے واپس آیا تو آسکے مرجانے سے چند بمقام فریدہ ماہ اپریل سنہ الیہ مطابق صفر سنہ الیہ میں واقع ہوا آسکی ساری تدبیروں مسدود ہو گئیں باجے راو نے قریب بیٹے چھوڑے منجمدہ آئینے ایک بالاجی اوچو پیشوائی کے عہدہ پر معزز و ممتاز ہوا دوسرا رکھناتھ، جسکو راگھویا بھی کہتے تھے اور کسی زمانہ میں انگریزوں سے بہت سا میل جول رکھتا تھا اور پچھلے پیشوا کا باپ تھا تیسرا شمشیر بہادر جو کسی مسلمان عورت کے بیٹے سے بطور ناجائز پیدا ہوا تھا اور اپنی ماں کے مذہب کی تعلیم اُس نے پائی تھی اور بادشاہ اس کے باپ اُس کا تبدیل کھنڈ کی ساری جاگیروں اور وہاں کے مالکوں کا استحقاق اُسکو دے گیا تھا *

باجی راو اپنے انتظام کے پچھلے وقتوں میں کنکان کی لڑائیوں میں مصروف و آمادہ رہا اور اُن لڑائیوں کا کام کاج اُس کے بھائی چمناجی کی بدولت چلتا رہا اور اوس کے دشمنوں کے ایسے قلعوں اور جزیروں میں پناہ گیر ہونے سے جو ایک جانب میں سمندر کی حفاظت سے مستغوث اور دوسری جانب میں پہاڑوں اور جنگلوں کی حراست سے مامور و مشغول تھے اُن کے دہانے لپچانے میں بڑی بڑی کوششیں صرف ہوئیں مگر باوجود اسکے پوری پوری کامیابی حاصل نہ ہوئی *

+ باجے راو نے اپنے گرو کو یہ لکھا تھا کہ میں مشکلات اور قرضوں اور مایوسیوں میں مبتلا ہو گیا اور میرا حال ایسا ہی جیسے کوئی زہر کھانے پر آمادہ ہوئے راجہ کی مجلس میں میرے بدخواہ حاضر رہتے ہیں اگر ایسے وقت میں ستارہ گر جائے گا تو وہ میری چھاتی پر پائو پنے دھینگے اور مجھکو مل دل کو برابر کرینگے اگر میری موت آجائے تو بڑی شکر گزاری کا مقام ہی میری گزشتہ صاحب کی تاریخ جلد ایک صفحہ ۵۵۹

یہ دسویں چاندیہ کے حبشی اور نالہ کا انکرا قاکو اور بڑنگال والی تھے چاندیہ مہاراجہ ان کے انکرا منہو کی اطاعت کے بعد مرہٹوں کی سرکار کا مزاج دلم متوسل رہا اور ایک ذریعہ کو بہت پہلے سے کام میں لایا یہاں تک کہ بھڑی قزاقوں کے ذریعہ سے چاندیہ سمندر کی چوٹیہ تھرایا تھا ساری ہمسایوں میں کشاکش اپنی ڈالی انگریزوں نے ہڑی ہڑی بھڑی قزاقوں سے چاندیہ ہار ان پر حملے کیلی اور ایک موقع پر سنہ ۱۷۱۹ء میں بڑنگال والوں کی ثابت و تقویت سے پوربھن گیں مگر وہ ساری پوربھن کامیابی سے بھلی رہیں حالانکہ ان کے بھی سنہ ۱۷۲۲ء میں اُس حاکم کے متعلقہ کی غرض سے بہت سی فوج اپنی روانہ کی مگر وہ بھی حاکم رہیں باقیہ ہار اور قزاقوں میں سے کڑیالوں کے جھگڑے میں ہار اور حکومت کے ایک دھوردار کی چاندیہ سے سنہ ۱۷۳۳ء میں ایسے کڑیالے اُس کو ساتھ آئے جو گہاڑوں کے اندر اوس کشادہ ان والوں کے قتل و تصرف میں داخل تھے مگر باوجود اسکے دونوں گہاڑوں میں جھگڑا قائم رہا اور اُن کی مہارتی شہازی رہی اگرچہ بچے باؤ لے انگریزوں کے ہتھ سے بچ گئے انوں میں بھڑی بہت مدد حاصل کی تھی مگر موقع دلم تک کام لایا پورا نہ کر سکا *

اُن ازانوں میں جو مرہٹوں کو حبشیوں کے ساتھ واقع ہوئی تھیں بہت تھوڑی کامیابی حاصل ہوئی وہ ڈالی مسلمان اُس دریا میں ایسے قوی و دلاور تھے جیسا کہ انکرا تھا اور نالہ اُس کے میدانوں میں بھی مرہٹوں کی قلعہ کو لوت لہسرت کر تھا اور خاکس سیاہ کیا کرتے تھے یہاں تک کہ مرہٹوں کے چند قلعوں پر قتل و تصرف ہو بیٹھے تھے ہالچی پندرا کی سکھ و مہاراجہ پر ثابت سے ثابت یہ کہ وہ بہت تپ ہوا کہ سنہ ۱۷۳۶ء میں اُن کو زور و زبردستی سے ہاتھ اُٹھانے پر جوں توں کر کے راضی کیا *

ہونگال والوں سے جو لڑائی پیش آئی وہ نزاع اُس کا منہ بول ہوا جو انگریزوں کے خاندانی بہانوں میں برپا ہوا تھا یعنی اُس قصبہ سے یہہ قضا کہڑا ہو گیا کہ سنہ ۱۷۳۷ ع میں ہونگال والوں سے لڑائی بہڑائی شروع ہوئی اور سنہ ۱۷۳۹ ع کو یوں خاتمہ ہو بہڑا چھ کہ سالیست اور باسین اور کنگال کے گرد و نواح کے دوچار شہروں کو جو ہونگالوں کے دخل و تسلط میں تھے ہونگالوں نے چھینا اور اُن پر قبضہ کیا ہائی جو دشواریاں کہ اُن کو اس ہوائی فتح میں پیش آئیں مقدار اُن کی اوس بقعات سے دریافت ہو سکتی ہی جو باسین کے منحصروں میں اون پر عاید ہوا چند بچہ خود اونہوں نے تسلیم کیا کہ ہائیچ ہزار آدمی اوس منحصروں کی بدولت ہونگال و ہونگال ہوئی *

ہائی راؤ کو اون طوفانوں کے ہجوم و گرفت سے جو اوس کے مرنے کے وقت اندر اندر سے اٹھ ہوئی تھے یہہ توقع غالب تھی کہ وہ طوفان اوس کے جانشین کو مغلوب کر دے مگر جانشین اوس کا لاجی اگرچہ اور اور ہانوں میں نظر اوس کا نہ تھا مگر طوفانی اور ہوشیاری میں اوس کے برابر تھا اور جس ہندوستانی کے ذریعہ سے اوس نے بعض بعض اچھی صورتوں سے فائدہ اٹھایا اوس کی بدولت اون مشکلوں سے بھی نجات اوس کو حاصل ہوئی چندہوں وہ چاروں طرف سے پھنس نہنسی گیا تھا *

اوس ناگامی کے علاوہ جو ہائی راؤ کو ناصر جنگ کے مقابلہ میں نصیب ہوئی اور اون خطروں کے پیش آنے کا باعث وہ خرابی ہو سکتی ہے جو ملک و منکامل کے مقدمہ میں پیش آئی اور ملکی دشمنوں کے زور و دُر سے پیدا ہوئی تھی منجملہ ملکی دشمنوں کے ہونہی ندی اور راگہوچی بوسلا اور داماجی جیندوار اُس کے بڑے بڑے دشمن تھے اور منجماد اون کے بہرتی ندی اوس گھرانے کا بڑا ہرانا دشمن تھا اگرچہ یہہ دشمن بہت دہایا لپٹایا گیا تھا مگر رعسہ داب اوسکا بنا ہوا تھا

ہرسوجی ہوسالوں کے خاندان کا بانی جو بعد اوس کے ہزار کے
 راجے ہوئی ستارہ کے نام پر اوس کا ایک عام سوار تھا اگرچہ نام اوسکا
 سہراچی کے خاندان کے مشابہ تھا مگر نام کے سوائے کوئی دلیل
 ایسی قائم نہ تھی کہ وہ شخص اوس کے خاندان کا ہی مگر بارہا اسکے
 معزز و ممتاز ہوا اور اس کوئی کہ وہ شخص اوس لوگوں میں شریک
 و شامل تھا جو راجہ سہر کے دلی سے آئے ہر سب سے پہلے اوس کے
 مدد و معاون ہوئے تھے جو راجہ کے اوس کو بڑی سرفرازی بخشی تھی
 اور تدریج ہزار اور اوس کے آگے کے جنگی مہموں میں دامن مشرق تک
 سرکاری حقوق و مراثی کی تحصیل کا حق نصیب کیا تھا اور راجہ راجی
 ہرسوجی کا مشیر و زادہ اور سہارو کا محافظ اور معزز رفیق تھا اور جب
 کہ ہرسوجی مر گیا تو لوگوں نے اوس کے بڑے بیٹے ہر راجہ راجی کو
 قریب دیکر ہرسوجی کا قائم مقام کیا راجہ راجی نے شمال و نوردہ کے
 اوس ضلع میں جو باجی راجہ کے خاص علاقہ رہا تھا حقوق و مراثی
 کے قائم کرنے سے باجی راجہ کو درہم برہم کیا تھا اور باجی راجہ کو یہ بھی
 اندیشہ تھا کہ وہ سہارو کو سمجھا بوجھا کر اسیات پر آسادی کرے کہ وہ
 اُس کو معین کرے اور اوس قریب سے ہوسا خاندان کو ہمیشہ کے
 لئے قائم رہے اور یہی اندیشہ اُسکی بغض و حسد کا باعث تھا
 علاوہ اُس کے چند عام خاندان بھی جو کنجرات کے دیہاتی سردار کا
 پہلے منصف اور حال اُس کا قائم مقام تھا راجہ راجہ کا بڑا مخالف تھا
 اور اُس کی قائم مقامی کی یہ وجہ تھی کہ وہ سردار آرام و آسائش
 میں مبتلا ہونے کے باعث سے حکومت کے قابل نہ رہا تھا *

راجہ راجہ کی بیٹھالی دشمنی اُسکی دشمنوں کا منصور و غالب
 ہونا کی بنا پر فوجوں سے وقوع میں آیا تھا جنہو بڑی بڑی مہموں کی
 بدولت اُسکو اپنی بڑی تہ اور قوتوں کا باعث یہ ہوا تھا کہ چنگھ
 چنگھ ملک کی قبائلی ویرانی اور اڑانی کے طرزوں کی تبدیل و تغیر سے

اُن بھاری ۳۳ سوں کا خرچ اُن کی آمدنی سے پہلے دستور کے موافق نہ چل سکا تھا *

بڑا قرض خواہ اُس کا وہ ہوا۔ مانگیر تھا جو بڑی دولت رکھتا تھا اور مال و دولت کی بدولت سبکی آنکھوں میں معزز و ممتاز تھا اور جب کہ تنافس اُس کا ادا نہ ہوا تو باجے راؤ سے اُس کا بکاز ہو گیا۔ راگھو جی نے اُس کی حمایت و اعانت کو اس وعدہ پر حاصل کیا کہ اگر باجے راؤ کے عہدہ پر میرا تعین ہو جاوے تو بلا شبہ تیرے دعوے کی تائید کروں گا بلکہ تیرا رویہ داراؤں کا *

جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا کہ راگھو جی کرناتک کی مہم پر روانہ کیا گیا تھا اور تہذیبی کے مستحضرہ میں مصروف تھا کہ باجے راؤ کے انتقال کی خبر پہونچتی اگرچہ خبر کے سننے ہی بالاجی کی قائم مقامی کے خلاف و مقابلہ پر ستارہ میں پہونچتا مگر اپنی فوج کا بہت سا حصہ اُس کو چھوڑنا پڑا علاوہ اُس کے بڑھی ندی کی رابیوں سے اُسکی رائیں ایسی ہی مخالف تھیں جیسی کہ باجے راؤ کی رابیوں سے الگ تھلگ جاتی تھیں غرضکہ اختلاف مذکور کے باعث سے بڑھی ندی سے اس معاملہ میں موافقت نہ ہوئی اور داماجی جیکنوار لڑنے بھرنے پر مستعد و آمادہ نہ تھا اور ناصر جنگ آصف جاہ کا بیٹا جو تھوڑے عرصہ بعد اپنے باپ سے باغی ہو گیا تھا ایسا مصروف و مشغول تھا کہ مرہٹوں کے باغی نزاؤں سے کسی طرح کا فائدہ نہ اُٹھاسکا مگر بالاجی پہلے ہی سے ساہو کی دارالریاست کے قرب و جوار میں موجود تھا اور اُس کے باپ کی فوج کا ایک حصہ جو اُس کے چچا چمناجی کے زیر حکومت تھا اُس کی تائید و اعانت پر جی جان سے آمادہ تھا اور بقی فوج کی یہ صورت تھی کہ ضرورت کے وقت اُسکتی تھی اور خود راجہ بھی اُس کے متوسلوں سے مستعد رہتا اور سب سے قطع نظر وہ برہمنوں کا سرتاج بھی تھا اور جو کہ اُس نے بدخواہوں نے سارے کام کاج اُس کی

خاندان کے بھائیوں یعنی برہمنوں سے متعلق تھے اور ہندوؤں کے ان کے قبضہ و قابو میں تھا تو بالا جی کو ہر قسم کے قبضے میں بڑا فائدہ حاصل ہوتا تھا غرض کہ ان کے پاس مذکورہ بالا سارے متخالفوں کے خلاف ہر ماہ اگست سنہ ۱۷۳۰ء کو بالا جی پیشوا معزز ہوا اور آپ کی گدی پر بیٹھا اور راجہ جی ترچنگاہی کو اپنا سا سربراہ لگا دیا اور باجھراؤ کا قرضہ دار اپنے فاکسی اور دشمنوں کی کامیابی دیکھ کر راجہ جی کے ساتھ اپنی جان لے کر بھاگا مگر بالا جی نے آپ کے قرض ادا کرنے میں غفلت نہ کرتی بلکہ اس کلم کے ذریعہ کرنے میں آپ سے زیادہ سعی رہا ۔

جبکہ اپنے ملکی انتظاموں میں برہمنوں سے زیادہ صرف ہو چکا تو بالا جی نے ان معاملات میں سوچ بچار سے کام لیا جو خاص ہندوستان سے تعلق رکھتے تھے اور راجہ جی ہندوستان میں دست اندازی کر چکا تھا چنانچہ اس نے ان تمام حصوں اور سارے خراجوں کو اپنے نام پر راجہ سے معزز کر دیا جو تہذیب کے شمال میں ہندوستان کے گجرات کے اقلیت کے لئے تھا اور اس علاقے کے انتظام کی غرض سے اس جانب کو کوچ کیا جہاں راجہ جی کی دست اندازی کو کمال آسانی سے روک سکتا تھا غرض کہ جمہور بالا جی نے تہذیب ہار کر آ کر اور مقولہ پر قبضہ کیا اور اہل آباد کی جانب کو ہٹا کر اٹھایا چلا گیا تھا کہ داما جی جھکوار کی گجرات سے نکلے اور مالوہ پر حملہ کرنے کی خبر سن کر پھرتے پھرتے اوتھار چلا کہ داما جی کے قریب آ پہنچا تو وہ اپنے ملک کو لوٹ کر چلا گیا اور گمان غالب یہ کہ داما جی کو اس دور دھوپ سے صرف یہ مطلب تھا کہ راجہ جی کو تازہ پہنچا دے یعنی بالا جی اس حملہ کی رقم دے کی ضرورت سے راجہ جی کا بددعا چھوڑے بالا جی نے مالوہ میں موجود ہونے سے یہ فائدہ اٹھانا چاہا کہ دلی کے دربار کو مالوہ والی حکمران کے استعمال کے لئے اپنی دوا سے چسک اس کے دلپ نے بڑے و زبردستی

آفتاب چاہ سے حاصل کیا تھا اور ایرانیوں کی آفت و مصلحت نے سبب سے استغناء اُس کا فائدہ حاصل کیا اور تکمیل اس منصوبہ کی اُس کا تھ۔
تو اس سے اور بھی زیادہ مستقر و متمکن ہوئی جو راگھوجی کی طرف سے
مغلوں کی قلمرو میں واقع ہو رہی تھی اور اُس کی روک تھام کی اُس کو
مخوابش تھی *۔

جب کہ راگھوجی گرناتک سے واپس آیا تو اُس نے ایک فوج
اپنی باسکر پندت کے زیر حکومت کر کے بنگالہ کو روانہ کی چنانچہ
اس فوج نے بنگالہ کو تخت تاراج کیا اور جب بنگالہ کے نایب سلطنت کی
فوج اُدھر اُدھر منتظم ہو جاتی تھی تو یہ فوج اُن پر چڑھائی کرتی تھی اور
جب بنگالہ والی فوج اکٹھی ہو کر مقابلہ کو پیش آتی تھی تو مرہٹوں
کی فوج جنوبی مغربی ہاتھوں میں چلی جاتی تھی اُس زمانہ میں
بنگالہ کا نایب السلطنت رہا الہوردی خاں تھا جو مہابت جنگ کے
خطاب سے مشرف تھا اور اُس نے باسکر پندت کا مقابلہ ہڑے زور شور سے
کیا مگر جب کہ راگھوجی آپ آگے بڑھا تو الہوردی خاں پریشان ہوا اور
بادشاہ سے یہ درخواست کی کہ اگر حضور کو صوبہ کی حفظ و حراست
منظور ہو رہے تو فی الفور امداد عنایت فرماویں چنانچہ بادشاہ نے اپنی
کمزوری دیکھ بھال کر صلہ جنگ کو جو اودہ کی نیابت سلطنت میں
اپنے باپ کا جانشین ہوا تھا الہوردی خاں کی امداد و اعانت کا حکم دیا
اور بڑی عمدہ تدبیر اُس نے یہ سوچ کر بالاجی راؤ کو اپنی مدد کے
لیٹی بلایا اور مالوہ کی بخشش کو مستحکم کر کے امداد اُسکی خریدی +

+ گریٹ ڈف صاحب بیان کرتے ہیں کہ راگھوجی سنہ ۱۷۲۳ ع میں بنگالہ سے
خارج کیا گیا اور بعد اُس کے خروج کے دہلی کے دربار سے صوبہ مالوہ کی بخشش بالاجی
کے نام پر بدست نامہ پہنچا ہوئی مگر سنہ الیہ کے پورے ہونے تک بھی قبض
و دخل اُس کا نہ ہوا ہوگا مگر صاحب ممدوح نے خلاصہ دست آویز جاگیر مذکورہ
بالا میں جسکو اُنہوں نے اپنی کتاب کی جلد ۱۵ صفحہ ۱۵ میں درج کیا محمد شاہ
کی سلطنت کا چوبیسواں برس اور جمادی الاولیٰ کا مہینہ تاریخ اُس کی لکھی ہے

بالاجی راؤ کو اس مقام سے زیادہ ٹوٹی بات مشروب و پسندیدہ تھی چنانچہ بالاجی راؤ الہ آباد اور بہار کی راہ سے روانہ ہوا اور بنکالہ کے دارالحکومت مرشد آباد میں ایسے وقت پر پہونچا کہ راکھوچی کے صدموں سے جو جنوب مشروب کے پاس پاس سے برتا چلا آتا تھا مرشد آباد کو پہنچتا اور الہ وادی خان نے یہ مقام مرشد آباد اُسکو وہ روپیہ حوالہ کیا جو دہلی کے دربار نے بنکالہ کی باقیات مستاصل سے اُس کو دینا تمہارا تھا اور جہانہ بالاجی راؤ کا بیٹا اس طرح پور دیا تو اُس نے بڑی کوششوں اور نہایت جسمانی چلائی سے جسمانی اجرت اُسے دل کھول کر پائی تھی راکھوچی پر چڑھائی کی اگرچہ راکھوچی اُس کے مقابلہ سے جان بچ کر بھاگا مگر بالاجی راؤ نے اُس کو جا دہایا اور اب تک بنکالہ سے پورا ہوا بھاگے ہوئے تھا کہ اُس کی نوج کر تلخت تاراج کیا اور تمام اسباب اُس کا لوٹا یہ واقعہ سنہ ۱۷۴۳ ع مطابق سنہ ۱۱۵۶ ہجری میں واقع ہوا بعد اُس کے بالاجی مرالہ کو آرا اور چند روز اُس جگہ ٹہر کر سناہ کو چلا گئے ۔

بالاجی نے موجود شرنے کی ضرورت بمقام ستارہ ایسی قوی پیش کی کہ وہی قوی قائم نہ ہوئی تھی اسلیئے کہ جب راکھوچی بنکالہ سے لٹ کر کھست کر راجس آیا اور ستارہ کو بالاجی کے قدموں سے خالی پایا تو اُس نے اُس کی غیر حاضری سے دندہ اڑھاتا چاٹا اور ستارہ کا ارادہ کیا چنانچہ کرے کرے کوچ کرتا ہوا چلا آتا تھا اور ادھر سے دھماکا جی جھنڈا رہی گجرات سے دور دھوپ کر کے ستارہ کے ایک بھگت پہونچ گیا تھا اور یہی قوی کا کارندہ جس کا اناہ نامدار اپنی بیماری کے سارے کام کاج سے معذور تھا نہایت سرگرمی اور یہ تاریخ ماد مئی سنہ ۱۷۴۲ ع سے مطابق ہوتی تھی بالاجی نے بھلائی اس جائیز کو یہ اقرار کیا تھا کہ چار ہزار سواروں کی امداد اپنے خرچ سے ملازمان بادشاہی کو دیا کروں گا اور یہ امداد اُن آٹھ ہزار سواروں کی مدد کے علاوہ ہر کسی جو عہد بادشاہ کے ذمہ ہوئے

اور آسامی سے داماجی کی مدد رسانی کا نہایت سامان کر رہا تھا گمان غالب ہی کہ بالاجی رار نے ان متفق دشمنوں کے زور و قوت کو بہت بڑا سمجھا ہوگا کہ اوس نے اوس کے اتفاق توڑنے کے لئے اوس حقوق و مرافق کو ضایع کرنا مناسب سمجھا جو نوہدہ پار اوس کو حاصل تھی اور جن کے قصبے قضاویوں میں اوس کو بخوبی کامیابی حاصل ہوئی تھی یہاں تک کہ راگھوجی کو الہ آباد اور اودہ میں تحصیل محاصل کا حق تو نہ دیا مگر بہار و بنگال میں سارے حقوق اوس پر چھوڑے اگرچہ اس تصفیہ کے ذریعہ سے جو سنہ ۱۷۳۳ع مطابق ۱۱۵۷ ہجری میں واقع ہوا وہ لوگ کمزور پڑ گئے اور اکیلے رہ گئے جو مذکورالصدر اتفاق میں شریک و معاون ہوئے تھے مگر بالاجی کی تدبیروں کے یہہ بادست بہت موافق سمجھی گئی کہ کسی قدر اونکو بھی ٹھنڈا کرے غرض کہ جس طوفان کا بڑا کھٹکا تھا وہ کمال آسانی سے فرو ہو گیا اور وہ حق جو راگھوجی کو حوالہ کیا گیا معقول تدبیر کا مستحق تھا اس لئے کہ راگھوجی اس وقت سے مشرق کی طرف کو اپنی توجہ سے ہمہ تن متوجہ ہو گیا اور راجہ کی جانشینی کا خیال اُس کے چپ سے بے نیام نکل گیا اور بنگال و بہار میں ایسا کافی کام اُس کو ملا کہ اُس کے مشغول سے اُسے فرصت نہ پائی *

راگھوجی نے باسکر پنڈت کو صوبہ بنگال پر دوبارہ روانہ کیا چنانچہ لڑائی کے کھیت میں اُس کو کامیابی نصیب ہوئی مگر الہ وردی خاں نے ملاقات کے بہانہ سے اُس کو پہانسا اور دغا بازی سے قتل کیا اور اُس کے قتل ہونے کے ساتھ اُسکی فوج کو مار پیٹ کر تباہ و بزاگندہ کیا غرض کہ اس چالاک کے ذریعہ سے تھوڑے عرصہ کے لئے بلان بنگال کو مرہٹوں کی زور و زبردستی سے نجات حاصل ہوئی یہ واقعہ سنہ ۱۷۳۵ع مطابق سنہ ۱۱۵۸ ہجری میں واقع ہوا الہ وردی خاں کو اپنی لڑائی کے معامدوں میں پتھانوں کے ایک ہڑے گردہ ہو بڑا بھروسا تھا جن کا مشہور

سردار مصطفیٰ خاں تھا اور اب اللوردی خاں سے بہار آں کا ہو گیا تھا۔
حاصل یہ کہ ایک بڑی سرکشی واقع ہوئی اور راگوجی نے اُس سے
فائدہ اُٹھایا اگرچہ آخر کو یہ بغاوت پس پا ہوئی اور لڑنے چھوڑنے والے
فریقوں یعنی راگوجی اور اللہ دیتش خاں دونوں پر بہت سی آفتیں نازل
ہوئیں مگر راگوجی انتہائی کار اسلحہ کا مالک ہوا کہ سنہ ۱۷۵۱ء میں
اللوردی خاں کے مرنے سے تھوڑے عرصہ پہلے تک واقع جنوب اڑیسہ کو
اپنے حوالہ کر دیا اور علاوہ اُس کے یہ اقرار اُس نے کر دیا کہ ہنگالہ کی
چوتھ بھارت کے نام سے بارہ لاکھ روپیہ نقد ادا کئے جارہے *۔

سارے عہد مذکور المصدر میں مغلوں کی جانب سے کسی قسم کا
جھگڑا نہ ہوا۔ مرنوں کو ہنگ دکن میں پیش نہ آیا اور اصف جاہ اپنے
دوسرے بیٹے ناصر جنگ کے ہاشمی نظامی بننے سے سنہ ۱۷۴۱ء میں
دلی سے دکن کو واپس آیا اور جب کہ وہ بغاوت فرو ہوئی تو اصف جاہ
حکومت اراکوت کے فسادوں میں جو مستحکم اور مقدر اُس کا تھا ایسا
مہلت ہوا کہ اپنے مرنے تک جو ماہ جون سنہ ۱۷۴۸ء مطابق
جمادی الثانی سنہ ۱۱۶۱ ہجری عمر کے ستترویں برس میں واقع ہوا
انہیں قلعہ فضلیوں میں مہلت دیا *۔

جب کہ اصف جاہ مر گیا تو اُس کے بیٹوں میں جھگڑا قائم ہوا
مگر تفصیل اُس جھگڑے کی وہاں بیان ہوگی جہاں انگریز اور فراسیسوں
کے حال اہل جہانگیر اُس لئے کہ وہ جھگڑا ہندوستان کے اور حصوں کے
واقعات سے متعلق ہی اور انگریز اور فراسیس اُس کے باعث
ہوئے تھے *۔

اصف جاہ کے انتقال پر برسوں گذرا تھا کہ ماہ دسمبر سنہ ۱۷۴۱ء
میں مرنوں کا راجہ ساہو بھی مر گیا اور بعد اُس کے دہرا نازک
معاملہ پیش آیا جس کے لئے پیشوا ایک عرصہ سے آمادہ تھا اور اُس کی
بدرست خبروں اُس کی اور اُسکی اولاد میں جہاد و حشمت کا تصفیہ
ہونے والا تھا *۔

سامو کے آل ارلاں نہ تھی اور ہندوؤں کے رسم و رواج کے موافق یہہ
 آسہر راجپوت تھا کہ کسی کو گوٹ لیکر اپنا متبئی بناوے اور وہی
 رسم و رواج اس بات کا مانع ہوا کہ اس ہڑے کام کے لیئے اپنے رشتہ دار
 کے سوا کسی اور کو پسند کرے اور سمجھ سے زیادہ قریب رشتہ دار اُس کا
 کنولاہور کا راجہ تھا اُس راجہ کا دعویٰ بچاے خود ایسا مضبوط و
 مستحکم تھا کہ انتظام اُس کا نہایت دشوار تھا اور علاوہ اُس کے نائین
 اُس کی ساونتری بائی کی بدولت زیادہ ہوئی جو خاص اُس سے بڑی
 موافق اور سامو کی وائی اور بالاجی پیشوا کی بغایت مخالف تھی *
 اگرچہ ساری قلمرو کی حکومت ہر بالاجی قابض متصرف تھا مگر

راجہ کی ذاتی حرکات و سکنات پر اُسکی بی بی ساونتری بائی کو بھی
 ویسا ہی قبض و قابو حاصل تھا جیسا کہ بالاجی پیشوا کو سلطنت کے
 کاموں پر نصیب تھا اسیلئے کہ راجہ اپنی عمر کے پچھلے برسوں میں ایسا
 بیہودہ اور ازخود رفتہ ہو گیا تھا کہ اُس میں مناسب نامناسب کی سوچ
 بوجہ نہ رہی تھی بلکہ وہ اوروں کے کہنے سننے کا کھلوتا تھا اور اسی نظر سے
 بالاجی پیشوا کو یہہ کہتا لگا رہتا تھا کہ مبادا وائی راجہ کو سمجھا
 بوجھا کر کنولاہور والے راجہ کے متبئی کرنے پر آمادہ کرے اور اس لیئے کہ
 اس راجہ کے سوا حکومت کا دعویٰ دار اور کوئی نہ تھا تو بالاجی وائی کی
 فریب و تنہی سے پہلے کسی کا استحقاق اُس حکومت کی نسبت
 قائم نہ کر سکتا تھا اور اب تک استدر دلیر و دلور نہوا تھا کہ وہ خود
 حکومت پر قبضہ کرے مگر ہڑے سوچ بچار کے بعد اس ہریشانی میں وہ
 بات اُس کو سرچھی جو اُس کی متبئی قوم کے شایاں و مناسب تھی
 یعنی راجہ رام کی بیوہ وائی نارا بائی سے راہ نکالی جو ایک مدت سے
 اپنے بیٹے سواجی وائی کے لیئے حکومت کی دعویٰ دار اور سامو راجہ کے
 مخالف تھی اور اب تک بڑی بڑھیا ہونے پر چپٹی جاگتی تھی اگرچہ
 پیشوا کے سامنے اُس کو دھپ دھپائی عداوت چلی آتی تھی مگر پہلے

رجب داب کے لالچ سے پیشوا کے ارادوں پر مائل ہوئی حاصل یہ کہ
 اُن دنوں نے اپنی تدبیروں کے پورا کرنے کی غرض سے راجہ ساہو کو
 خلیفہ خفیہ یہ خبر پہنچائی کہ تارا بائی نے سیراجی ٹائی کے اوس
 بیٹے کو چھپا رکھا ہے جو باپ کے پیچھے پیدا ہوا تھا اور وہ تو نہال
 اب تک سرسبز و شاداب ہی ساہو نے بالاجی کو یہ سمجھ کر آگاہی
 بخشی کہ اس بات کو صرف میں نے دریافت کیا باقی بالاجی متحس
 بالافس ہی چٹانچہ یہ امر قرار پایا کہ تارا بائی سے حقیقت دریافت
 کرنی چاہیے اگرچہ یہ بات اس کی سے قیاس میں آئی ہی کہ تارا بائی نے
 فی الفور اقرار کیا ہوگا کہ وہ سیراجی کا بیٹا ہی مگر سارے قصہ کو
 فرقی مختلف نے لغو و بیہودہ سمجھا اور سادری بائی نے پہلے کی
 نسبت اور بھی نکرانی کی کہ راجہ کو اس دھوکہ کے کہانے سے باز رکھ
 جو اس بیٹے کے لیے ہے پیدا ہوا اور راجہ کے کسب و بیٹا بنانے سے اس لیے
 نذر بیٹھی تھی کہ توری بہت شہرت کے بدھن اس بڑا کام ہو نہیں سکتا
 مگر یہ بائی ایک ایسی چلتی چال سے مغلوب ہو گئی جسکی اوسکو
 موقع نہ تھی اور اسی باعث سے اُسکی روک تھام سے بے پروا تھی بیان
 اوسا یہ ہے کہ اوسے مخالفوں نے بڑے استقلال و متانت سے یہ بات
 اڑائی کہ راجہ نے ایک دسلاویز پر دستخط اپنے تخت کے لیے جسکے ذریعہ سے
 اپنی حکومت کے سارے افسداریں اور بالاجی پر اس شرط سے منتقل کیا
 کہ راجائی کے مخالف و مناصب کو سیراجی کے خاندان میں تارا بائی کے
 ہونہ کی بدولت قائم رہے کہیں ہیں وہ یہ دسلاویز ایسے وقت میں
 مرتب ہوئی تھی کہ بالاجی اور راجہ کے سوا کوئی آدمی وہاں موجود
 نہ تھا مگر یہ بات کہ وہ دسلاویز اعلیٰ ہونے کی صورت میں فریب و دغا
 سے حاصل کی گئی اور وہ کب لکھی گئی اور پیش ہونے کے وقت اوسکی
 تصدیق بھی توری بہت ہوئی یا توری تاریک و تیرہ یعنی منشی و مستور
 ہی اور یہ تاریکی اُس تاریکی کے باعث سے جو بالاجی اور تارا بائی

کے متعلق سے اور حالات میں ظاہر ہوئی جو بیان مذکور کے نمبروں سے واضح ہوگی بہت زیادہ بڑھ گئی + *

جنوں ہی کہ ساہو کا دم نکلا تو بالاجی نے فوج موجودہ کے علاوہ اور فوج ستارہ میں بلوائی اور متخالفوں کے سردار کو پکڑا چکرا اور تارابائی کے ہوتے کر رام راجہ کے خطاب سے راج گدی پر بٹھایا اور تمام شہر کے گلی کوچوں میں اوسکی راجائی کی منادی کرائی اور تارابائی کے رعب داب کے عروج و ترقی کے لئے اس غرض سے ندیوں نکالیں کہ اُسکے رعب داب سے کام اپنا نکالے یہ واقعہ سنہ ۱۷۵۰ ع کو واقع ہوا بعد اُسکے بڑے سرداروں کو دربار میں اس لئے بلایا کہ اونکی قبول و تسلیم سے انتظام جدید استحکام کو پہونچے چنانچہ سب سردار حاضر آئے مگر داماجی چیکنوار حاضر نہوا اور راجہ جی دوسلا بھٹیٹ رفاقت حاضر آیا اور حیدر بہانہ سے ادھر آدھر کی چند تختہ تاتیں کر کے نئی راجہ کی راجائی کو تسلیم اوسنے کیا چنانچہ جو جو حقوق اُسکو پہلے عنایت ہوئے تھے وہ اب بغیر مستحکم ہوئے اور پوتھی ندی کی جائداد مضبوط سے کسی قدر جائداد اُسکو اور بھی عنایت ہوئی علاوہ اُسکے بہت سے سرداروں کو ایسے ایسے فائدے بخشے جنکی بخشش سے یہ امر متصور تھا کہ وہ ہمیشہ نئی حکومت کے مطیع و تابع رہیں گے اور سیندھیا اور ہولکر کو بااستقامت اُس تہہ و زہ حصہ کے جو اور سرداروں کے لئے مقرر ہوا تھا مالوہ کا سارا مستحاصل عنایت ہوا + *

+ اُن حالات کے سرا جنکو گریٹ ڈف صاحب نے بیان کیا کوئی حال ایسا جو مذکور الصدر انقلابات سے تعلق رکھتا ہو رہے ہمارے پاس موجود نہیں مگر نسل رام راجہ کی اصلیت اور ساغر راجہ کے انتقال حکومت پر برضا و رغبت راضی ہونے کی نسبت جو تینجی گریٹ ڈف صاحب نے نکلے اُن سے ہم نے کسی قدر مستفاد مختلف شورے قائم کیئے

+ منجمد ڈیڑھ کروڑ مستحاصل مالوہ کے پچھتر لاکھ ہولکر کے واسطے اور پینسٹھ لاکھ سیندھیا کے لئے اور دس لاکھ اور سرداروں کی خاطر مقرر کیئے۔ گریٹ ڈف صاحب جلد دوم صفحہ ۲۰

بالاجی پشوا کی حکومت بدوں آسکے قائم نہ ہوئی کہ لوگوں کی جانب سے ہنگاموں کی آزادانہ طور پر نہ آوں چنانچہ وہ حکومت اس چند روزہ نزاع کے باعث بے بری چوکوں میں بڑی چوبالاجی اور آسکی چنانچہ بھائی سداشوبروؤ کے درمیان میں برپا ہوا مگر انجام آس کا یہ ہوا کہ وہ حکومت ایسی کمال و شہرت سے مشہور ہوئی کہ بالاجی کو بنگالی سلطنتوں کے کار و بار میں مصروف کرنے کی فرصت حاصل ہوئی چنانچہ آس نے اصف جاہ کے تیسرے بیٹے ملاقات جنگ کے مقابلہ میں غازی الدین خان آس کے بڑے بھائی کی امداد و حمایت کو اختیار کیا اور جب کہ اصف جاہ کے مرنے پر تخت کے دعویداران ہوا کر مرگئی تو وہ ترکہ ولایت جنگ کے بعد میں آیا بالاجی نے روانگی سے پہلے پرتہ کو دارالریاست قرار دیا اور رام راجا کو ستارہ میں آزاد چھوڑا مگر تارا بائی کے قبضہ و قلم میں رکھا بعد ازاں اس کے نظام الملک اصف جاہ کے ملک پر مشہور ہوا یہ ملک کہ فوج آس کی ولایت جنگ کے قرب و جوار میں پہونچتی تھی کہ اس کو ایسی خبر ملی کہ اس نے اضطراب سے آس سے عہدہ اٹھایا اور بڑے کرے کوچ کرنے اور جنوں نون اوتنے پر مجبور ہوا اتصال آسکی یہہ ہی کہ بالاجی فوج کو لے کر حاضر ہوا تھا کہ ظاہر ہے جس کی ارادہ عزیزی اور درشت خوئی ہونہ سوبی کے باعث سے ہوئی کہ بڑی تھی داماچی جیکوار کو خفیہ خفیہ یہہ ہونام پہونچا کہ فوج اہلی لنگر ستارہ میں داخل ہوئے اور ایسی اتفاق میں رام راجہ کو یہہ سوچائی کہ وہ ہودی ہودی راجائی کو موتوں میں ڈوبے اور جبکہ آس نے رام راجہ کو موافق نہایا تو داماچی کے قریب پہونچنے پر اوسنہ گرفتار کیا *

تارا بائی کو ایک یہہ بات حاصل تھی کہ وہ اپنی قیدی کے نام سے نام لاتی مگر اس نے یہہ نام کیا کہ اسے چھوٹا فریدی لہرا کر آسکی دغا بازی کی مفاد میں کرائی اور کسی اور ظالمی حکومت کے سوا ہی اپنے نام سے حکومت کا کام جاری کیا *

ہاؤسل اسکے کہ بالاچی بہت شتابی سے واپس آیا تھا اوسکے افسروں نے داماجی جیکڈوار کا کئی مرتبہ مقابلہ کیا تھا اور جبکہ بالاچی ستارہ میں داخل ہوا تو کندی لوت پھر کے بعد اوسکے ملازمونکو کامیابی نصیب ہوئی مگر بالاچی نے تلوار کی نسبت اور ہتھیاروں پر زیادہ بھروسہ کیا چنانچہ اوس نے داماجی سے ملاقات کی اور دغا بازی سے اوس کو گرفتار کیا اور اوسکی فوج پر پھیل ہوا جو بطور مذکور اپنے سردار سے محروم ہوگئی تھی یہاں تک کہ اوس کو نوڑ پھوڑ کو منتشر کیا اگرچہ تارا بائی چندنی قوت سے محروم ہوگئی تھی اور رام راجہ کے استحقاق کے سوائے کوئی استحقاق اپنا جما نسکتی تھی مگر اب بھی کسپندر رعب داب ایسا رکھتی تھی جسکی وجہ دریافت نہیں ہو سکتی اور اس رعب داب کی وجہ سے بالاچی اوس کے پورے پورے دبا لے اور کچلنے سے پرہیز کرتا رہا تارا بائی کو صلاحیت جنگ کی یورش سے سردست ایک طرح کی اعانت حاصل ہوئی تھی جو مرہٹوں کی حکومت پر اپنی نوبت میں چڑھ کر آیا تھا اور اپنے بزرگوں کی نسبت اور رنگ زیب کے عہد دولت کے بعد بہت زیادہ ہیبت ناک ہوگیا تھا اس لیے کہ فراسیسوں کے پانسو سپاہی خاص یورپ والی اور پانچ ہزار ہندوستانی سپاہی یورپ والوں کے تعلیم دانہ اوس کے ہمراہ تھے جو بسی صاحب فراسیسی کے زیر حکومت رہتے تھے اور یہ وہ سردار ہی جو اپنی قوم کے مشہور افسروں میں سے ہندوستان میں آیا تھا اگرچہ بالاچی نے اس حملہ کا مقابلہ اور ساری تدبیروں سے کیا جو لڑائی بھڑائی میں مرہٹوں کا دستور و قاعدہ ہی مگر بہت چال اوس کو دریافت ہوا کہ وہ تدبیریں ایسے قوی مخالف کے مقابلہ میں موثر نہیں ہو سکتیں جس نے اوس کے حملوں کو پس پا کیا اور اوس کے لوگوں کو شکستیں دیں یہ واقعہ سنہ ۱۷۵۱ میں پیش آیا غرض کہ تھوڑے عرصہ میں صلاحیت جنگ نے اپنے فضل و فوقیت کا اثر بالاچی کے جی میں ایسا جمایا کہ فوج اوسکی

مرہٹوں کے ملک میں وہاں تک گوس پٹھہ گئی کہ بیس میل کے فاصلہ پر پہونچ رہا تھا غالب ہی کہ بلا جی کو اپنی چھوٹی دارالریاست یعنی پونہ کی چھٹا سے کسی قسم کی گہواراہٹ پیش نہ ہونے ہوگی مگر اس بات کے دریافت ہونے سے ہاتھ پاؤ اس کے پھول گئے کہ دارالریاست اور صلابت جنگ اور کنولا پور کے راجہ کے باہم خطرات ثابت کا سلسلہ جاری ہوا چنانچہ اس نے صلابت جنگ سے آشتی چاہی اور صلح کے بند و بھام اس میں آئے جاتے تھے کہ تو تم کے خلاف اس کے مخالفت میدان سے چلے گئے اور وہ نجنت ہو گیا اگرچہ کسی صاحب لڑائی کے میدان میں مختلفوں پر سمیت لیجائی تھی مگر صلابت جنگ کے ملکی انتظاموں پر مدار اپنا رکھتی تھی جس کی وہ خود نگہداری کرتی تھی صلابت جنگ اور اس کے زیریں کی بد انتظامی سے اس کے ملک کا محاصل خراب و اتر ہو گیا تھا اور فوج کی تنخواہیں کسی قدر مسدود تھیں اور اوج اس کی ناراضیوں کے باعث سے اس کے قبض و قابو سے باہر نکل گئی تھی اس زمانہ میں رائیو جی بوسا جو ابھ گنگ اور بنگالہ کے خراج و محاصل کا مالک ہوا تھا اور وہاں اس کا اپنی گذر گیا سنہ ۱۷۵۲ میں ہزار کے اس حصہ پر پہونچا جو نظام الملک اصف شاہ کی قلمرو میں داخل تھا اور گاہل گند اور نارتالا کے قلعوں پر قبضہ و تصرف کیا اور آبادہ دشمنوں سے دھمکیا غرض کہ اس لیے صلابت جنگ نے بالاجی کو لڑائی سے وقفہ دیا اور اپنی قلمرو میں پچھلے بیروں لڑتے گیا اور جب وہ وہاں پہونچا تو اسکو بڑی بڑی برائیاں اور کری کری دشواریاں پیش آئیں جن میں مرہٹے دوچارہ شریک ہوئے *

اس وجہ سے کہ کشور ہندوستان چند حکمرانوں پر منقسم ہوئی اور ان کی الگ الگ تاریخوں کے بیان کی ضرورت پڑی تاریخوں کے سلسلہ کے قیام و استحکام کے لیے دشواریاں پیش آئیں اور مرہٹوں کے معاملوں میں بہت سے ایسے برسوں کے حال بیان کیئے گئے جو دلی کے

مہامدوں کی تاریخوں سے آگے نکل گئی مہمردابی کے معاملے ایک دروازہ عرصہ تک بڑے پایہ کو نہ پہنچے جب کہ سنہ ۱۷۴۱ ع میں اصف جاہ دہلی سے دکن کو روانہ ہوا تو بعد اُس کے اُسکا بیٹا غازی الدین خاں اُس کی جگہ دربار میں مقرر ہوا اور قمرالدین خاں وزیر سے جو ملکی علاقہ واسطہ اُس کو حاصل تھا اُس کو اسطرح سے استعظام حاصل ہوا کہ قمرالدین خاں کی بیٹی سے اُسکی شادی ہوئی اور جب کہ یہ دونوں باہم متفق ہو گئے تو بہت سی ایسی سازشیں دب دیا کر رہ گئیں جو ایسی بے باکیوں سنائیوں پر مشتمل تھیں جو فریقین سے واقع ہوئیں اور پہلے زمانہ کی تاریخ کی بڑی سے بڑی دغا بازیوں اور خونریزیوں سے زیادہ تھیں *

اسی زمانہ میں اُن روہیلوں کی سرکشی بڑا بھاری واقعہ تھا جو اردہ سے پہاڑوں تک گنگا کے مشرقی ملک ہر قابض متصرف تھے اور افغانستان سے آکر ہندوستان میں بسی تھے اور پچھلے وقتوں میں ہندوستان کے قصے قصایں میں بہت معزز و ممتاز ہو گئے تھے اور سردار اُن کا وہ عالی مستند خاں نو مسلم تھا جس کو ایک افغان انسولے مسلمان کر کے اپنا بیٹا بنایا تھا اور اُن روہیلوں کا بڑا حصہ یوسف زئی اور شمال مشرق کے اور پٹھانوں سے مرکب تھا اُن کی ریاست پر توڑا عرصہ گذرا تھا کہ وہ پہلے ہی سے بڑے مرتبہ کو پہنچ گئے تھے اور ایک ایسی مہم اُن کے چند روزہ "تدارک کے لئے" دیکر ہوئی جس کی سرداری خرد بادشاہ نے اختیار کی یہ مہم سنہ ۱۷۴۵ ع مطابق سنہ ۱۱۵۶ ہجری میں واقع ہوئی *

بیان اُس ننڈی چڑھائی کا جو ایران کی جانب سے

ہندوستان پر دوبارہ واقع ہوئی

اسی قوم کا بڑا مہیب اور متفق گروہ اُن کے وطن میں قائم ہوتا جاتا تھا اور ہندوستان کے سہمیں دشمن یعنی نادر شاہ کے مرجانے سے اور پٹھان اقامت ہندوستان کے پورے پر آباد تھے *

اگرچہ نادر شاہ اس قسم کے سارے چوروں بدوں بادشاہت کو لے
 پھرنے لگا تھا جو بلاد مشرقیہ میں تخت کے حامل کرنے کے لئے ضروری
 ہوتے ہیں اور چند بار اوس وقت اوس نے وحشیانہ سنگدلی بھی برتی کہ
 بعض بعض مستند شہروں کو شور و فساد کا بدلا دیا مگر بارہل اسکے
 دلب کی تتم تک تمام ایشیا اور خصوصاً ایران کے اکثر بادشاہوں سے
 سفارتی پر رانی میں بہت کم بھا ہاں دلی کے قتل و قتال اور لوٹ مار
 کے عادی ہونے اور اوس لشکر کے چمکانے سے جو اوس کو ہر جگہ حاصل
 ہوا دریافت ہوتا ہے کہ اوس نے خود خدمات میں تبدیل و تغیر لے
 دخل لیا تھا جس کی بدولت ایک سخت مزاج اور انصاف
 پسند آقا سے ایسا سنگدل سنگسار حاکم بن گیا تھا کہ جو اوسکے جی میں
 آتی تھی وہ بے تامل کر مٹاتا تھا یہ وہ ملک اوس کے یک لخت
 اوس کی وسعت سے ظاہر نہ ہونے لگے جیسے کہ اوس کی ذات میں
 موجود تھے چنانچہ جب وہ ہندوستان سے واپس آیا تو پہلے ہرس
 خوارزم و بخارا کی فتح و کشتی میں وہ قوت صرف ہوئی اور وہاں کے
 بادشاہوں کو ہندوستان کے بادشاہ کی مانند دبا کر چھوڑ دیا اور اسی
 زمانہ میں لرچی کی ہوائی قوم کو دہانا چاہا اور روم پر تین یورشیں
 کیں مگر چند روزوں کی لڑائی ایک ہمدانہ کے ذریعہ سے خاتمہ کو
 پہونچی اور نادر شاہ کی روز آزمائی کے لئے کوئی جگہ باقی نہ رہی
 جیسے کہ اُسکی طبعیت کا مقصدی تھا تو اُسکی طبیعت نے اپنی قوت
 کو اپنی طرف مایل کیا اور آپ آپ کو کہنے لگا اور تاریک شک شبہات
 اور غیر معلوم جذبات کا تھکانا بن گیا اور اُسکے اضطراب کا خاص باعث وہ
 مذہبی تعصب تھا جو اُس پر مشرکوں میں بھلا ہوا تھا غرض کہ وہ اس
 اندیشہ سے کہنتا تھا کہ ایرانی شیعہ مذہب کے پیالے ہیں اگرچہ
 آئینہ تسمان کے پہلانے اور آئینے قوی کرنے میں ایسی کوشش کی تھی
 کہ شیعوں کے امام و مستجد اور قاضی موزن کو امام جعفر کی خاص

حفاظت میں رکھا تھا جو علی بن ابی طالب کی اولاد اور ایران کا بڑا مشہور ولی تھا اور ساری غرض یہ تھی کہ اس ولی کے ذریعہ سے تسنن سرغوب ہو جاوے مگر وہ سمجھتا تھا کہ لوگ اُسکی بڑے غالی شیعہ ہیں چنانچہ شیعوں کی طبیعتوں کو اُنکے امروں ملاؤں نے جنگی چاکیروں اور وظیفے دار شاہ کی تخت نشینی سے ضبط ہو گئی تھی اُسکی طرف سے بڑھ دھم کر رکھا تھا یہاں تک کہ وہ ہر ایرانی کو اپنا دشمن سمجھتا تھا اور مخصوص اپنے بڑے بیٹے رضا قلی سے اسلئے نہایت رنجیدہ تھا کہ وہ یہہ خوب سمجھا تھا کہ یہہ بالخلاف باغیوں کے لیئے آلہ بن گیا چنانچہ ایک بار ایسا اتفاق ہوا کہ نادر شاہ ایک فوج کشی کے زمانہ میں کسی جنگل میں گولی کے زخم سے جسکو کسی نے خنجر لگائی تھی زخمی ہو گیا تھا اگرچہ اس خیال کی کوئی وجہ نہ تھی کہ یہہ کام اُسکے کسی دشمن کا ہی مگر باوصاف اُسکے اُسکو یہہ یقین ہوا کہ وہ رضا قلی کا فرستادہ تھا غرض کہ یہہ خیال اُسکے جی میں ایسا بیٹھا کہ اُسنے اپنے نور چشم کی آنکھیں نکالوائیں بعد اُسکے سخت ہشیمان ہوا اور بچاے اُسکے کہ اُس ہشیمانی کے ہونے سے دل اُسکا نرم اور رقیق ہوتا غیظ و غضب اُسکا دونا ہو گیا اور ترس خراہوں سے بطنز و تشنیع یہہ کہتا تھا کہ جب میرا خاص بیٹا اپنی جان کے خطرہ میں مبتلا تھا تب تم لوگ اُسکے پیچ میں نہ پڑے اور اب رحم کے خواہاں ہوتے ہو غرض کہ رنگ دھنگ اُسکے ایسے ہو گئے تھے کہ وہ اپنے ہم جنسوں کا کھام کھلا دشمن ہو گیا تھا اور زور ظلم اُسکا اُن ظلموں کی برابر ہوا تھا جو مال کے اخذ و حجر میں ہوتے جاتے تھے اور ساری رعایا کو قتل نفس و اسناد مال کی دھمکیاں سناتا تھا اور اُنکو ذلیل و حقیر سمجھتا تھا اور بلا تکلف چماتا تھا ان ظلموں کی بدولت فساد و بغارتیں بڑیا ہوئیں جنگیہ باعث سے نئے نئے ظام اُسکے ہاتھ سے لوگوں کو پھر نچھی یہاں تک کہ شہر کے شہر اوجھڑے اور کشتوں کے سروں سے اُن ارجزی بستیوں کی یادگاری کی غرض سے

برج بارے بتائے اور ہزاروں کی آنکھیں نکلوئیں اور بڑی بڑی تکلیبیں
 پہونچالیں اور یہاں تک نوبت پہونچائی کہ کوئی شخص اس کا بہرہ سا
 نہ کرتا تھا کہ وہ ایسی بڑی موت سے ایک دم بڑی منتظر و مامون رہیگا
 جس میں سخت تکلیف اور اس قدر اوتھائی ہوگی بعد اوسکے زندگی کے پہچانے
 ہوسوں میں جسمانی بیماری یعنی مالیخولیا کے مارے غیظ اور اسکا زیادہ
 ہو گیا یہاں تک کہ رعایا ایسی سازشوں کے کرنے پر مجبور ہوئی جنکے ذریعہ
 سے ایسے بھڑے منتظر طالع سے نجات اور نفع حاصل ہوسکے جنکا وجود
 اوسکے وجود کے ساتھ قائم رہتا نہایت دشوار تھا نادرشاہ اپنے ہمدانوں
 سے گفتگو تھا چنانچہ اوسنے اوزبکوں کے ایک گروہ کو ملازم رکھا اور یہ
 کیطرح کی رہا گئی کے خاص اپنی ذات کو پٹھانوں کی حفاظت میں
 سونپا اور حال آسنا یہ تھا کہ وہ اپنے پرانے ساتھیوں کے آواز دہ کرے اور انکے
 پہلے دشمنوں یعنی اوزبکوں اور پٹھانوں کی توجہ دینے سے راضی ہوتا
 تھا اور اب وہ اسات پر آمادہ ہوا کہ اپنے نئے رفیقوں کو اپنی قوم سے
 لڑنے کے بجائے ہمیشہ وہ کہتا رہتا تھا چنانچہ مرنے سے ایک دن پہلے چہا
 کہ موت آئے سرور کیل رہی تھی وہ عین لشکر میں اوچھل کر گھوڑے
 پر سوار ہوا اور اپنی شہ فوج سے ہٹا کر قلعہ میں محصور ہونیکو ہاک
 اٹھایا چلتا تھا مگر چیخ اور آواز اسکے اٹھانے آئے اور ضبط آسنا ہو ہوا
 تو اس مجتہدانہ حرکت کے بعد اُسکے پٹھان سرداروں کو طلب کیا اور
 اپنی جان کی حفاظت و حراست کی غرض سے انکی واداری سے استفادہ کیا
 اور یہ صاف اُسے کہا کہ تم میری جان کے پہچانے میں نمک حلائی
 سے بچو کہ اور اس عداوت پر گفتگو کر پورا کیا کہ میرے ایرانی ہمراہوں
 کو منتشر کرو اور میرے بڑے بڑے اہلروں کو ہتھوڑ چکڑو مکر یہ حکم اُسکے
 ایسا خفیہ نسیبایا تھا کہ اُن لوگوں کے کانوں تک نہ پہونچتا جنکی
 بریادی سے وہ حکم متعلق تھا اور اسلئے کہ انکی بریادی کے پورے ہونے
 میں رات ہی درمیان تھی تو انہوں نے اپنی بریادی سے پہلے اپنے دشمن

ذاتیہ نند و سدا

کے قتل کی فرست پائی چنانچہ بہت سے سازش کرنے والے جس میں
پہرہ کا کپتان اور بخود اُسکی قوم افشار کا سردار بھی شریک و شامل تھا
پنچھائی رات اُسکے خیمہ میں داخل ہوئے اور جب کہ نادر شاہ اپنی
ہتھیاری دھڑوک سے الکارا جس سے وہ ہمیشہ کانپا کرتے تھے تو وہ بیساختہ
پردیجے کو اڑھایا مگر جلد اُنہوں نے آپ کو سنبھالا چنانچہ منہجملہ اُنکے
ایک آدمی نے اُسکو تارار کے زخم سے زمین پر گرایا اگرچہ نادر شاہ نے
جوں جوں اڑھایا چاہا اور جانکے لالچ سے منت سماجت کا ارادہ کیا مگر
سازش کرنے والوں نے فرصت کو غنیمت سمجھا اور واروں کو چڑکنا کیا
اور ہرگز نہ پسینچے یہاں تک کہ کام اُسکا تمام ہوا جو اپنے ملک کے فخر
و عزت کا باعث اور خوف و ہیبت لعنت و ملامت کا موجب تھا یہہ
واقعہ ماہ چوں سنہ ۱۷۲۷ ع مطابق جمادی الثانی سنہ ۱۱۶۰ ہجری میں
واقع ہوا * †

جب کہ اگلی صبح ہوئی تو پٹھانوں نے احمد خان ابدالی کے
حکم سے جسکے شریک اور نیک بھی ہو گئے تھے ایرانیوں پر اس امید سے
حملہ کیا کہ نادر شاہ کی جان بچانے کا اب بھی وقت باقی ہی مگر
پٹھانوں کی قلت تعداد کے لحاظ و حیثیت سے اس بات کو آن کی خوش
نہیبی سمجھنی چاہیئے کہ وہ اپنے ملک کو چلتے ہو گئے جسکی سرحد
کے قریب نادر شاہ مارا گیا تھا ‡

† پیر بازیں کے نامچات کی چوتھی جلد — یہہ میسائی طبیب نادر شاہ کی
ہیات کے پچھلے برسوں میں ہوا اُسکے رہا تھا اور اُس زمانہ کا حال اچھی طرح سے
بیان کرتا چنانچہ ہی سر جان مالک صاحب کی تاریخ ایران اور نادر نامہ جسکا ترجمہ سر
جوزف صاحب نے کیا اور ہیڈزے صاحب کی تاریخ اُسکی تاریخ کی سندیں ہیں مگر ہیڈزے
صاحب نے رشا کی کے حالات کو مختلف بیان کیا اور بازیں کے بیان کو نادر نامہ سے
استحکام پہنچاتا ہی چنانچہ نادر نامہ والے نے بھی نادر شاہ کے ظلم اور سنگدلی کو
بہہ رنگینی سے نامہند کیا — پیر صاحب کی جلد چھٹی باب ۱۹ صفحہ ۳۶۸
چونر صاحب کی کتاب کی جلد پانچویں

‡ اس ذمہ ساری لڑائی کا بیان جو پٹھانوں اور ایرانیوں میں واقع ہوئی اور
اس ذمہ دلاوری اور نیک انتظامی اور خوش اسلوبی کا حال جسکے ذریعہ سے وہ

یہ احمد خان اس زمانہ خان کا بیٹا تھا جو ابدالوں کا سردار اور خراسان کی اول فتنہ گردی غرض سے ابدالوں کا سردار بن کر گیا تھا اور سندھ کی خاندان اسکا تھا جسکو اسکی قوم کے لوگ ایک طرح کا معظّم مکرم سمجھتے تھے تو اس سے ہی برہمنی عمر میں نادر شاہ کی خاص التفات و توجہ سے معزز و ممتاز ہوا تھا *

احمد خان درانی کی تخت نشینی کا بیان

وجہ مذکورہ بالا کی نظر سے احمد خان کو اپنے بھائی بندوں اور حکومت جاہل تھی جسکو تمام دستخطات میں آئینہ شاہی برتی چنانچہ اس برس کی فرسوں اور مکتوں پر رعب داب اپنا پٹا کر سال مذکور احمد نے ختم کرنے سے پہلے سال اکتوبر سنہ ۱۷۳۷ ع میں

چار ہزار پٹان اپنے ملک کو معظّم سلامت سے اپنے ہاؤس کے دایرہ میں لکھا ہے جو خود بھی درانی کے ترانوں میں شامل تھا *

* سرداروں کے جسم اچھے مزاج مراد ہے۔ چوتھے جاتے تھے کہ اور لوگ اُنکو ستاتے تھے اور اُنکے ہونے اور بھانہ لگانا کہہ سکتے تھے اور چوتھے بڑے اسر کسی ابدالی اور سندھ کی بڑے اسر کو کہہ سکتے تھے۔ چوتھے بڑے اسر احمد خان نادر شاہ کا جویدار تھا۔ اس میں اسکا سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے کے مغرب میں اُسکے ہونے پر اس وقت اسکا ناخوشاں حال تھا جو سونے کی چوڑیوں سے لٹاؤں میں رہتے تھے اور بڑے ہندوستان میں عام چوڑیوں کو کہتے ہیں مگر پانچویں اسکا یہ وقت معلوم ہوتا ہے کہ اسکا بڑا عہد ایک غیر قوم کے سردار کو دیا جا رہا تھا۔ اس کی حمایت بقدریں معلوم ہے کہ وہ خاندانوں کا اُن دنوں توڑی تھا جو نادر شاہ نے قلعہ کو فتح کیا تھا۔ نادر شاہ نے اسکو سرانجامی بخشی اور اُنکے چاکر اسکا اُسکے معزز کی اور ہزاروں کو رعایت کی غرض سے روانہ کیا۔ قادر نامہ جہانگیری میں سنہ ۱۱۲۱ جوہر صاحب کا ترجمہ ہے۔ نادر شاہ کا اس تدبیر سے غالباً یہ مطلب تھا کہ جب تک قلعہ کی ملک کا تعلق نہ ہو جائے تب تک احمد خان کو اسکی قوم سے ایک لوگ واپس لائے۔ اس زمانہ کی ایک مودع کے لکھن سے جو ابدالوں کی بھرا تھا یہ معلوم ہوتا ہے کہ نادر شاہ اسکی نگہبانی کرتا رہتا تھا مگر تمام اسر خیرہ خیرہ تنظیم اس سے پیش آئے تھے۔ سرگزشت مہارکرم صفحہ ۷۶

خاص قندھار میں تخت سلطنت پر بیٹھا اور کسی فاسد عقیدہ کی ضرورت سے اپنی قوم کا نام بدل کر ابدالی کی جگہ دریانی رکھا جو اب تک اسی نام سے نامی گرامی چلے آتے ہیں + اور اپنے دربار کے رنگ دھنوں کو دربار شاهی کے طور طریقوں پر ڈالا اور اسی بادشاہ کے تمام استحقاق اختیار کیئے مگر دربار انکا ایسے اعتدال و مہربانی سے کیا جو اُسکی حالتوں کا مستثنیٰ تھا چند تاجہ مطلق اختیار اُسکو کھلی ملکوں اور شہراور نیز بلخ اور سند اور کشمیر اور دیگر موقوفہ صوبوں پر حاصل تھا اور اُسنے ہتھان قوموں کو اُنکے ملک کے ذاتی انتظام پر چھوڑا تھا اور فوج یا روپیہ کی امداد حاصل کرنے اور امن و امان کے قائم رکھنے کی قوت کو صرف اپنی ذات سے متعلق رکھتا تھا اور بلوچستان اور سیستان اور بلخ اُنکے چند اور مقام اُنکے ویسی سرداروں کے زیر حکومت چھوڑے تھے چند تاجہ اُنہوں نے احمد شاہ کی اطاعت اختیار کی تھی اور جنگی خدمتوں کو بچالابا تسلیم کیا تھا ایران کے نراءوں کے باعث سے احمد شاہ کی سلطنت میں اوس جانب سے کوئی خیال واقع نہ ہوا اور اسی وجہ سے خراسان کے بہت سے حصہ پر قبضہ و تصرف کر سکا مگر اوسنے اوس جانب میں زیادہ بڑھنا دشوار سمجھا اور مقام مشہد میں نادر شاہ کے بیٹے شادرخ کی حفظ و محرابت پر قناعت کی اور جو اضلاع اُسکے مطیع و تابع تھے وہ مشہد کے شرقی جانب سے محدود رہے غرض کہ اُسنے دکن و کشمیر کے حاصل کرنے اور مال و دولت کے فراہم لانے اور فوج کے مصروف رکھنے پر ہمت باندھی اور ہندوستان کی سلطنت کا ارادہ کیا اور جو کار و بار اُسنے پہلے پہل وہاں کیئے وہ دقت کی لحاظ سے انٹر اون ملکوں کے قصے قضاویں سے پہلے واقع ہوئے تھے جنکا اپنی بیان ہو چکا *

+ کسی غلط فہمی کے باعث سے جسکا باعث دریافت نہیں ہوتا ہندوستانی لوگ اُنکر خالصی پکارتے ہیں اور بلاد شمالی میں خراسانی کہتے ہیں مگر صحیح یہ ہے کہ خطاب اُنکا دریانی ہی

[illegible]

بعد اوسکے شاہزادہ احمد نے فی الفور ایک نائب السلطنت کو پنجاب کے لئے روانہ کیا مگر جبکہ یہ شاہزادہ باپ کی بیماری کے مارے دلی کو راہی ہوا تو احمد شاہ درانی انکے پہونچنے سے پہلے پنجاب پر دوبارہ قبضہ اور اوسکو چمب تک نچھوڑا کہ اوس لئے نائب السلطنت نے مستقل اخراج دینے کا اقرار کیا *

۳۰۰ روپے کی لڑائی کے بعد ایک مہینے کے اندر اندر مجدد شاہ اپریل سنہ ۱۷۳۸ ع مطابق ۲۶ ربیع الثانی سنہ ۱۱۶۱ ہجری کو مرگیا اور شاہزادہ احمد جانشین اوسکا ہوا جسکا خطاب احمد شاہ درانی اپنے جرنیل کا خطاب تھا *

چوتھا باب

مغلوں کی شاہشاہی کے معدوم ہونے تک

احمد شاہ کی سلطنت کا بیان

احمد شاہ درانی کے پنجاب میں واپس آنے اور اوسکی مشہور قوت کی دھرم دھام کے ہونے سے احمد شاہ ہندوستانی برابرو ترساں و لڑاں رہتا تھا چنانچہ کام ناکام اسپاہان پور منچورو ہوا کہ ایسے دوست آشنائیں کی خاطر کسی قدر بخود مختاری سے دست بردار ہوئے جو بیگانہ فوروں مندوں کی اہت مار سے اُس کو حفظ و حراست میں رکھ سکیں نثار بدیں وزارت کا عہدہ آصف جاہ کو سپرد کرنا چاہا مگر جب کہ آصف جاہ نے صاف انکار کیا جس کے بعد اُس نے وفات ہی پائی تو بادشاہ نے نامرتنگ آصف جاہ کے جانشین کو اپنی امداد و اعانت کے واسطے اُس فوج سعیت بلایا جو اُسکی سعی و ہمت سے فراہم ہو سکتی تھی مگر تھوڑے عرصہ میں یہ بات اُسکو دریافت ہوئی کہ احمد شاہ درانی اپنی نامورو کے مغربی حصہ میں مصروف و مشغول ہے چنانچہ اس خبر کے سننے سے اُسکو اوس مدد کی ضرورت پائی تھی جس کا وہ چاہی جان سے مگواں تھا اور انتظام اپنی قلمرو کا

مرہٹوں کے موافق اورا کہا چنانچہ سادات خاں کے بیٹے صدر جنگ
کو دروہ اپنا لایا اور اسانی کہ اس سردار کے پاس اردہ کی نوابت
اب بھی باقی تھی تو بادشاہ نے "لاز" میں دروہ اور کے دیانے لپچائے
میں پہلے پہل سمیت کو صرف کیا جو اردہ کے شمالی حصہ میں
بڑی صورت بکر گئی تھی »

عالمی مصلحت خاں بھٹان کے سربراہ سے صدر جنگ کو اس مہم
میں مدد فراہم کرنے کی درخواست کی اور اسے قائم خاں بنگلہ جاکر دار
الفرج لے کر اوسے بھٹانوں کے مقابلہ پر قائم کیا اور ماہ دسمبر سنہ ۱۷۲۸ع
مطابق دس اکتوبر سنہ ۱۱۶۱ ہجری کو اپنے مرنے کی بابت باجم
قول و قرار مرنے لگا اور قائم خاں نے اپنے آپ کو گلاب ہوا مگر ارنی
میں مل گیا اور جب کہ صدر جنگ اپنے دروہ مطالب یعنی دروہوں
کی شکست سے مایوس ہوا تو اس نے اپنی بددعائی کے نقصان کو
یوں پیدا کیا کہ اپنے رفیق قائم خاں و غول کی ہروہ کے قبض و تصرف سے
بہت سا ملک اس کا ملا مگر اس میں ہونے سے کچھ فائدہ اس کو
حاصل نہ ہوا اسانی کہ قائم خاں کی بھڑا صدر جنگ کے نواب سے
بغلی ملنے مرنے اور بھٹانوں کو اپنی مدد کے لائی دیا یہاں تک کہ
خود وزیر اپنی بہت سی فوج لے کر ان کے مقابلہ کی غرض سے روانہ ہوا
اگرچہ فوج اس کی قوت کی شکست سے بہت کچھ تھکی مگر
انجام کی دوسرے نوابت پر دائرہ تھی چنانچہ اس فوج کے اپنے ہی
قائدوں کے ہارنے کے سوا کوئی اور وقتا نہ ہوا مصلحت عالم کی آل اور
فائدہ کے لال تھے اور بہت سے ہندوؤں کو قتل کیا جو اس سے بمقابلہ
پیش آل بہت بات لپچائیں گی انہیں کہ ایسی ہی قاعدہ فوج کو قبولی سی
فوج نے شکست دیا گردان کیا ہو تاکہ ایسا ہی واقع ہوا چنانچہ
خود وزیر بختمی ہوا اور فوج نے شکست کھائی اور دھلے رنار کی قلعہ
میں کس دہشت گئی اگرچہ کہ و ارر بلگرام سے مزینت کریمائی گئی
مگر وہ انداز میں کس گئی اور وزیر و بادشاہ دروہ کا مواظہ چراتے

وفی یہہ واقعہ سنہ ۱۷۵۰ ع مطابق سنہ ۱۱۹۳ ہجری میں واقع ہوا *
 جبکہ صندر جنگ نے اپنی پریشانیوں کی عروج و ترقی دیکھ کر
 اپنی قوت و ہمت کو روہاؤں کے مقابلہ میں ضعف و ناتوانی پایا تو
 اُس نے مرہٹوں کے بلانے کی طرح ڈالی جسمیں سلطنت کی ذلت
 و غنیمت صاف پیچیدہ تھی چنانچہ اُس نے ملہار رٹو مارکر اور
 جی اہا سوندھیا سے اعانت کی درخواست کی چنانکہ بالاجی پدشوا نے
 ابھی مالوہ کو واپس بھیجا تھا اور بڑی امداد معن کے وعدہ سے اُنکو اسپر
 مایل کیا کہ وہ اپنی فوج کا بڑا حصہ لیکر قصد اِس جانب کا کریں
 اور شریک اُس کے ہوں غرض کہ یہہ تدبیر اُس کی راس آئی اور
 اِسی قسم کی تدبیر سے جائوں کے راجہ سورج مل کی خدمتوں کو دوبارہ
 حاصل کیا جو پہلی لڑائی میں شریک حال اُس کا ہوا تھا حال یہہ
 کہ ان مدت گزوں کی امداد و اعانت سے سنہ ۱۷۵۱ ع مطابق سنہ
 ۱۱۹۴ ہجری کو ایک قائم لڑائی میں اُس نے روہاؤں کو شکست دیکر
 اُن کے خاص ملک پر یورش کی اور کوہ شملہ کی پست ٹانگوں میں
 اُن کو ہٹایا جو اُن کے ملک کی شمال مشرقی کی حدیں تھیں بعد
 اوس کے مرہٹوں کے استغنائی کی نسبت یہہ بات کہی کہ وہ ممالک
 مفتوحہ سے وصول کریں چنانچہ مرہٹوں نے ہاتھ پھینکی شروع کئی
 اور تاخت فوج سے اوس ملک کو ایسا خاک سیاہ کیا کہ پروں
 تک نہ سنبھلا *

ان دست اندازوں کی سرگرمی سے روہاؤں کی معیشت ایسی
 تنگ ہو گئی کہ بھوکوں کے برابر صندر جنگ کی اطاعت کو قبول کیا
 اور اپنے سرداروں کے ہیٹ بالائی کے لئے چند دیہات پر بس کر کے
 بیٹھے + *

دلی کے دربار کو جو تھوڑا سا فائدہ اُس کامیابی سے حاصل ہوا وہ

+ حافظ رحمت خاں نے سرگزشت میں روہاؤں کی لڑائی کا حال اچھی
 طرح بیان کیا ہے کہ اُس سے روہاؤں کی کامیابی واضح ہوتی ہے ۱۲

اوس نے ان کے ہوتے سے ڈانڈ نہ سمجھا گیا چوہاں اچیر کے شکست
کہانے سے عاید ہوا جس نے ریاست چودہ پور کے دو دھوبداروں کے نصی
تنامے میں دست اندازی کی تھی بلکہ حقیقت میں کہلا رہا *
جس نے اس کے خلاف میں کہ مغلوں کی سلطنت روز بروز اسی طرح ضعیف
و زوال میں ہوتی جاتی تھی تو بالکل برعکس لگی کہ احمد شاہ
دراوڑی نے پنجاب پر دوبارہ حملہ کیا اور بعد اوس کے یہاں بڑھتا ہوا
پنجاب پر بڑھتا ہوا حملہ ہو گیا اور اوس نے اس وقت سے اوس کے روانہ کیا
کہ احمد شاہ نے اوس کو بہت سی ہاریں کھانی تھیں اور اوس نے
کہ احمد شاہ کی دیکھو اس اوس کے خوف سے فی الفور منظور
ہوئی جس کو احمد شاہ کے غلاموں نے اٹھایا تھا اور اب تک یہ اوس کی
ہوتی تھی اور جبکہ احمد شاہ کے بہت سے مویشیوں کو لہار دلی میں داخل
ہوا تو اوس نے اس انعام یعنی پنجاب کے قیدیوں کو کابل پایا اور
اس میں کچھ شک شک نہیں کہ اگر وہ خود دلی میں موجود ہوتا
تو کہ تمام اوس کو اس کے ہاتھ لگا کر وہ یہ سمجھتا کہ اوس کی
تو اس میں اس کے ہاتھ لگا کر اوس کی تھیں کے بعد بھی اوس
کی ہوا نہ کرنا تھا اوس نے پنجاب کی تعریف کو اپنی شکایت کا بہانہ
ہوایا جس کو احمد شاہ کی ہوتی یعنی اس کی ریاست بقایا تھا اور حقیقت
میں دیکھو کہ احمد شاہ اور اوس کے درمیان چنانچہ منجملہ اولے بڑی وجہ
یہ تھی کہ جب وہ پورہ ہوا تھا اس کے کیا ہوا اور دربار میں حاضر نہ تھا
تو اس کے دلی اوس کے دلی دربار میں جاوے تھی اس کے خواجہ سرا کو
بھانپ کر اوس کے دربار میں اوس کی ما دونوں نہایت مہربان تھے اور
میرے بعد اوس کے احمد شاہ کے یہاں سوچنا سمجھنا کہ میرے موجود
ہوتے ہو بھی اس کے ہاتھ لگا کر اوس نے وہ بڑی طرز اختیار کی چوہاں
دلی کے کئی کو چوں میں شکست از بام ہو گئی یعنی اوس نے جاوے کو
دعوت میں بلایا اور اس کے دعوت میں اوس کو قتل کر دیا اس روز و زور دہشتی

یہ بادشاہ اسقدر بڑھم ہوا جسقدر کہ قیاس میں آسکتا ہے اور بہت جلد انتقام کے درپے ہو گیا اور انتقام کا ذریعہ حاصل کیا غازی الدین اصف جاہ کا بڑا بیٹا اپنی چھوٹے بھائیوں کے چھکڑے بکھڑوں کے شروع میں دلی میں چندے سکونت پذیر ہوا تھا مگر بعد اُس کے کسی قہیب سے بالاجبی پیشوا سے علاقہ پیدا کر کے ہلکو اور سپندھیا سرداروں کے ساتھ دکن کو روانہ ہوا تھا اور اورنگ آباد میں پہونچکر مرگیا تھا اور اُس کا بیٹا جوان گہرو جس کو دلی میں چھوڑ گیا تھا صفدر جنگ وزیر کی لطف و عنایت سے غازی الدین خاں کے خطاب اور امیرالامرائی کے منصب پر سرفراز ہوا اور یہ وہی جوان تھا جو اپنے متعسّس صفدر جنگ کے مقابلہ پر بادشاہ کے ایماء و اشارہ سے اُن کاموں کا کارپرداز رہا جو اُس کے مرہبی کے خلاف پر تجویز کیئے گئے تھے یہ گہرو جوان ایسے مغل درباریوں کا نمونہ تھا جو عیش و عشرت سے بڑے آشنا اور لطف و لذت سے پورے واقف نہ تھے چنانچہ عزم اُس کا بلند اور نگاہ اُسکی والا اور بڑے بڑے ارادوں کے اخفا میں ایسا متغنی و متار تھا جیسا کہ اُن کو قبض و قابو میں رکھنے کے لیے قابل نہ تھا اور اسی وجہ سے اپنے کاموں کے نکلانے میں قتل و دغا کو ظہری ذریعہ سمجھتا تھا اور جیسا کہ وہ اپنے چال چار میں قانون و قاعدوں کا پابند نہ تھا ویسا ہی اُن کے نتیجوں کی پورا ندرت تھا *

اُسکی تدبیروں پر وہ ملکی لڑائی متروک ہوئی جس کا تصفیہ معمول کے موافق میدان میں نہوا بلکہ یہ بات اُن سے پیدا ہوئی کہ دلی کے بازاروں میں لڑھی پونگے اور چھری کٹاری اور دھول چوٹی کی لڑائیاں چھ مہینے تک روز بروز قائم ہوئیں اور فریقین کے قصے قضائے اختلاف مذہب کے شیط و غضب سے چرگنے ہو گئے اس لیے کہ صفدر جنگ اپنے مذہب کا شیعہ اور غازی الدین اُس کا مخالف سنی تھا چنانچہ سنی شیعوں کی لڑنے والوں کا لقب اور ماہہ الامتیز

اون کا ایک اداڑ تھی یعنی سلی دم چار بار اور شہرے دم ہفتین کہتے تھے اور جب کہ صفدر جنگ نے آخر کار آب کو کمزور ہوتا پایا اور ان سرحدات کو وزیر حکم دیا کہ قریب پہونچا دیکھ کر چنگو شاہی لڑوں کے اپنی سمت کے لئے بلاوا تھا ہوشیار ہوا اور بیں طور لپکتی کرتے ہوئے منجور ہوا کہ کچھ اور آئے اُن اوس کے قبضہ میں رہیں توئی کہ شاہی الدین اپنے دشمن سے بالغ ہوا اور اپنے رفیق سرحدات کو مصروف کیا چلتا چلتا پہونچا بعد اوس کے وزیر صفدر جنگ کے ایک شریک سے احاطہ کیا اور سوچ مل پر چڑھ کرگا جس کے مضبوط و مستحکم قلعوں اور خصوصیت ہوتی ہو اور جنگ کے مستحکموں میں بہت سا مصروف رہا مگر بادشاہ شاہی الدین بخلی کے غور و نفوس سے اُسکو ہارکھ ہرگا کہ صفدر جنگ کی خور و خصلت سے ویسا ناراض نہ تھا اور جس قدر توجہ اپنی سمت سے بادشاہ اگلی کو چنگو شہر کے بہانہ سے اُس کو اپنا روانہ ہوا مگر حقیقت میں مصروف اوس کا یہ نہ تھا کہ وہ ان مشغلوں سے فائدہ اٹھائے جن میں شاہی الدین بخلی مولا کی حوالہ لواتی کے کار و باروں میں جن کو بادشاہ کے شریک سوچ سمجھ کر نہ اٹھایا تھا ایسی تہذیبی سطح اوس سے ظاہر ہوتی کہ اپنی تدبیر اوس نے صفدر جنگ کے شریک بنانے کی فہم میں اور اوس نظر سے شاہی الدین کو بڑی چستیاں چلائی اِس مسئلہ میں درکار نہ تھی کہ وہ بادشاہ اپنی تدبیروں کو اوس پر لوڑے یعنی بادشاہ کی تدبیروں اسی طرح و دائرہ تھیں کہ اوس کے قوت کے واسطے بڑے سوچ بچار کی ضرورت نہ تھی چنانچہ اوسنے اوس مشغلوں کو نہ اٹھایا جس میں وہ جتنی جان سے مصروف تھا اور اپنے رفیق سرحدات کو بادشاہ کے مقابلہ پر روانہ کیا مگر جب کہ اوس کو یہم پہونچا کہ بادشاہ لڑائی میں بکرا گیا تو بخود لشکر میں چلا آیا اور اوس کو ہمار پہونچا بلا کر تفت سے اوتار کر اوس کی اور

اوس کی ماں کی آنکھیں نکلوائیں یہاں حادۃ ماہ جولائی سنہ ۱۷۵۲ء مطابق شہریان سنہ ۱۱۶۷ میں گذرا بعد اوس کے بادشاہی نسل کے ایک اور شاہزادے کو تخت نشین کیا اور عالمگیر ثانی کے خطاب سے اوس کی بادشاہت کی مراد کی گئی +

عالمگیر ثانی کی سلطنت کا بیان

بعد اس انقلاب کے صدر جنگ مرگیا اور غازی الدین نے وزارت کا عہدہ اختیار کیا اور صدر جنگ کے بیٹے شجاع الدولہ کو اوس کے باپ کی جگہ پر چوں کا توں قاض و متصرف چھوڑا جس سے وہ اوس کو خارج نکوسکا یہاں قصہ مستور سنہ ۱۷۵۳ء مطابق ذی الحجہ سنہ ۱۱۶۷ ہجری کو پیش آیا اور اب اوس و امان کا عرصہ اُس سے زیادہ گذرا جس کی توقع وزیر کی چاہی طبیعت اور اچھائی بلند نظری سے زیادہ متصور تھی مگر وزیر کا مافی انتظام اب بھی ایسی بدولت سے تھا جیسا کہ پہلے سے برابر چلا آتا تھا آخر کار اُس نے اپنے بڑے کونکوں سے بہت سی فوج کو معاونت پر آمادہ کیا اور ایسا آنکھوں سے گرا کہ باغیوں نے اُس کو ہکڑا اور دلی کے گلی کو چوں میں نکلے سر اور نکلے پانو اُس کو کہیں نہ پہنچے پھر اگرچہ باغی قتل کی دھمکیاں سناتے تھے مگر وہ بھی اُن کو برا بھلا کہہ کر جتاتے جاتا تھا کہ تم گستاخی کا مزا پاؤ گے اور اُس کی سزا میں جان اپنی گنہگار گئے غرض کہ سرکاری ملازموں کی بدولت اوس کشاکش سے نجات اوس نے پائی اور نجات پاتے ہی باغیوں نے قتل قمع کا حکم جاری کیا اور اُن کے مال و اسباب کو لٹوا کر نام و نشان اُنکا نہ بچھوڑا +

جبکہ شور و آشوب کے زور شور اور فساد و فتنہ کے جوش و خروش نے تو بادشاہ نے غازی الدین کی جان بچانے کے بہانہ سے باغی فوج کو اس شرط پر ہفایت کا رویہ دینا قرار دیا تھا کہ وہ اپنے قیدی کو ہمارے

+ سپرانتھورین اور گریٹ ڈف صاحب کی تاریخ سے یہاں لیا گیا

ہوالہ کریں مگر غازی الدین کو اس تدبیر سے بادشاہ کی نسبت شہہ پیدا ہوا اور اپنے نام کے بادشاہ کی سازشوں کی روک تھام کے لئے جنگا ظہور اوس کی ذات سے ممکن سمجھتا تھا بہت سی تدبیریں برتیں *

غازی الدین وزیر اس وقت لاہور پر جاتا تھا کہ فساد مذکور کے رونے سے اوس کے کار بار میں خلل ہوا مگر باوصف اس کے اوس نے گوج کو جاری رکھا اور وہ مگر منوجو شاہ دہلی کی جانب سے پنجاب کا حاکم تھا اور جب کہ احمد شاہ درانی نے دلی کے دیوار سے صوبہ پنجاب کو حاصل کیا تھا تو اوسنے اوسکو اسی عہدہ پر قائم رکھا تھا بقضائے الہی مرچتا تھا اور احمد شاہ نے اوسکے شیر بخوار بیٹے کو اوس کی مٹی سے سو پوسنی پر اوسکی جگہ چائشیں اوس کا کیا تھا غازی الدین نے یہ صورت دیکھ کر ہلکا کر ایسے لوبہ لالچ کے اوہار سے جس کی لاک قنات اوس کے قبضہ و قدرت سے خارج تھی میر مرحوم کی نیوہ سے دوستانہ رشتہ خط و کتابت جاری کی اور اُس کی دانستہ بیٹی سے نکاح اپنا چاہا چنانچہ رشتہ منعقد ہوا اور وزیر اپنے بھائی کے بیان سے لاہور کی جانب کو روانہ ہوا اور جبکہ بطور مذاکر اُس نے ہو ایک قسم کا شک شبہ مٹا دیا تو سنہ ۱۷۵۹ مطابق سنہ ۱۱۷۰ میں یقیناً شہر کو جا دیا اور دھانکی حاکم یعنی اُس وقت دیوہ کو ہلنگ پر سوتے گرفتار کیا خوفہ جب اُس دکھیا رائے کو لشکر میں لائے تو وہ دکھتے کلچے غازی الدین اپنی اہورے جوانی کو کوہنے لگی اور اُس نے یہ پیش گوئی کی کہ احمد شاہ درانی انتقام اس حرکت ناشایستہ کا لورکا اور اُس کے انتقام کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ہندوستان برہادی کو پہونچے گا اور اُس کے باشندے سارے جاوینکے چنانچہ یہ پیش گوئی بہت جلد اُس کے بعد واقع ہوئی اسیلئے کہ احمد شاہ درانی نے اس زر ظلم کے سقے ہی جو اُسے متوسل پر واقع ہوا انتقام دشمن پر کمر باندھی اور بہت شہابی چالاکي برت کر قندھار

سے کوچ کر کے پنجاب سے گذر گیا اور کوئی مرد اُس نے سامنے نہیں دیا
تک کہ دلی سے بیس میل کے اندر داخل ہوا مگر غازی الدین نے
یہ حکمت برقی کہ اُس رائے کو ٹھنڈا کر کے اُس کی وساطت حاصل
کی اور اُس کے ذریعہ سے احمد شاہ کی فوج میں یکایک جا پہونچا اور
جو جو تصور اُس کی ذات سے متعلق تھے وہ احمد شاہ سے معاف کرائے
مگر احمد شاہ نے اپنے نقصان کا معارضہ چاہا اور مطالبہ کو پورا کر لینے
غرض سے دلی کی جانب کو آگے بڑھا چنانچہ جس بہت لگ بھگ
پہونچا تو نادر شاہ کا مانہ یاد آیا اور وہی ہیبت شکنہ ہوئی اور
وجہ اُس کی یہ تھی کہ اگرچہ احمد شاہ اپنے مزاج و طبیعت سے
نادر شاہ کی مانند سفاک بیباک تو نہ تھا مگر اپنی فوج پر قبض و
قابو پورا کر رکھتا تھا چنانچہ دلی قتل و غارت کا ٹھکانا اور زور ظلم کی
لعايش گاہ بن گئی اور یہ مصیبت خاص دلی پر منحصر نہ تھی بلکہ
احمد شاہ نے فوج کا ایک ٹکڑا غازی الدین کی ہمراہی میں شجاع الدولہ
پر اس نظر سے روانہ کیا کہ اُس سے خراج کو وصول کرے اور خود
جاٹوں پر چڑھ کر گیا چنانچہ اُس نے بسبب گذر کے قلعہ کو ایک بڑے
مقابلہ کے بعد جو معصوروں کی جانب سے وقوع میں آیا فتح کیا
اور معصوروں کو گردن مارا مگر ایک بات اُس کی فوج کے گزرنے
ایسی کی کہ اُسکی خصلت بلکہ اُس کی قوم کی خور و خصلت
کو اوس نے دھبا لگایا یعنی مٹھوا سے مقدس شہر کو جو ہندوؤں کے عتاید
کے موافق مقدس شہروں میں گنا جاتا ہے ایسی وقت میں ستایا کہ
ایک مذہبی تہوار اوس میں بڑی دھوم دھام سے رچایا گیا تھا چنانچہ
ساری ہستی کو یکایک چا ڈبایا اور بیچارے معتقدوں کو ایسی بیباکی سے
قتل کیا جس کی توقع ایک ایسی ادھوری وحشی قوم سے ہوسکتی تھی
جو نادر شاہ کی خور ہو رکھتی تھی اور اوسکو ہندو بت پرستوں اور
اور کی بہت پرستی سے ویسی ہی نفرت تھی جیسی کہ نادر شاہ کو

اور سے حاصل تھی اسی عرصہ میں خون احمد شاہ آگرہ کو مکرچھوڑ
 ہوا اور جٹوں کے ایک قلعہ اور خاص اوس شہر کا محاصرہ کیا مگر
 اُس وقت ایسی گرمی پڑنے لگی کہ گرمی کی شدت سے شرابی مرنے
 لگے جو گرمی کے متحمل نہ تھے چنانچہ احمد شاہ اوس روپہ کے
 حاصل ہونے سے جس کو اوس نے حاصل کیا تھا جون سنہ ۱۷۵۷ع
 مطابق شوال سنہ ۱۱۷۱ ہجری کو اپنی فام رو کے چالہ پر معذور ہوا
 اور روانگی سے پہلے خاندان پھول کی ایک شاخ لائی ہے نالاج لہذا کیا اور
 دوسری شاخ لائی اپنے وقت سے پہلے جو بعد اوس کے تیسرے شاہ کے
 خطاب سے پکارا گیا اور جب کہ بادشاہ نے احمد شاہ سے مذمت
 سناچست کر کے یہ بات کہی کہ غازی الدین وزیر کے رحم و کرم پر
 معذور ہو چکا ہو تو کے مذاکرات اور مختلف قوانین کے مناسبت نہیں
 تو اوس نے انجیب خاں روپہ کو جو منجانب انجیب الدولہ
 مشہور و معروف اور ہری طاقت اور عہدہ لیاقت کا سردار تھا
 دلی کا امیر الاسرار معزز کیا اور یہ بات اپنے جی میں ٹھانی
 کہ میرے اسم و نسب دلی کے حریف و شہوت سے جو دوزی کی
 صورت میں ہوئی فام شکری پر سردار اوس وزیر کے مقابلہ میں برابر
 کی جوت شہا ۱ *

جون ہی کہ احمد شاہ انیم شہدوسانی سے رہا گیا تو غازی الدین نے
 دوبارہ سر اٹھایا اور جب کہ احمد شاہ اپنی فام رو کو روانہ ہوا تھا
 تو غازی الدین فام آراک میں موجود تھا غازی الدین نے امیر الاسرار کا
 منجانب خاتم فرام آراک احمد خاں پکشی کو عزت کیا اور
 انجیب الدولہ کو معذور کیا گیا مگر یہ کہ انہا غازی الدین اپنی قوت فراہما

۱ بیان مذکور ہوا شہدوسانی سے لیا گیا اور واضح ہوتا ہے بیان
 اکثر مقاموں میں پٹھانوں کے بیان سے مطابق ہی مگر پٹھان اس قدر بیان کرتے ہیں
 کہ احمد شاہ خود دلی میں رہا اور آگرہ متھرا کی مہموں کو جہاں جہاں نے انجام کو
 پہونچایا

تھا کہ وہ دوسرے انقلاب کو پیدا کرے تو اس نے اپنی کمک کے لئے مرہٹوں کو طلب کیا جو اب پہلے زمانہ کی نسبت نہایت قریبی ہو گئے تھے *

اگرچہ بالاجی پیشوا نے سنہ ۱۷۵۲ کے شروع میں صلابت جنگ سے آشتی کی تھی جیسا کہ بالا مذکور ہوا مگر بڑے غازی الدین اس غازی الدین کے باپ سے جو صلابت جنگ کا بہائی اور حریف مخالف تھا بات چیت کرنے میں وہ آشتی مانع مزاحم نہوئی تھی چنانچہ جب بڑا غازی الدین دلی سے دکن کو جانا تھا تو بالاجی تمام فوج اپنی لیکر اورنگ آباد میں آیا اور اوس کا ساتھی ہوا اور دونوں فوجوں کے ملنے سے یہہ کثرت ہوئی کہ بسی صاحب فراسیسی کی امداد بھی صلابت جنگ کی حفظ و حراست کے لئے کافی وافی نہوئی اگر غازی الدین کے یکایک مرجانے سے وہ خطرہ رفع دفع نہوتا بعد اوس کے بالاجی پیشوا جذوب کے امورات اور فراسیسوں اور انگریزوں کے اون جھگڑوں و کھڑوں میں مبتلا ہو گیا چنانکہ حال اون قوموں کی تاریخوں میں تفصیل وار لکھا جاوے گا اور چنانکہ بات اوس کی ہن پرزی اور خاص گہر میں حکومت جمائی تو داماجی چیتوار کے چہرے نے ہر چہائی تہذیبی اور گجرات کے نظام و نسق میں امداد اوس سے چاہی اور اوس کی رہائے پر ایسی ایسی کڑی شرطیں تھرائیں کہ منجملہ انکے ایسے ایسے مخراجوں کا دیانا اور ایسے ایسے استحقاقوں کا ذیم رکھنا بھی تھا چنانکہ بدوات انجام کو بہت سے قصے قصائے ہوئے مگر پہلے پہل بہت سے بلعہ سارے کام آچھے تاہم یہی سے جاری رہے چنانچہ داماجی پیشوا کے بہائی راگہو باجی کے ہمراہ سنہ ۱۷۵۵ میں گجرات کو روانہ ہوا اور ساری گجرات کو مستحکم و مطیع اپنا بنایا بعد اوس کے راگہو باجی نے راجپوتوں کی ریاستوں سے مستحصول وصول کیا اور مالوہ پر گذرتا ہوا ہماراں اپنے گہر کو واپس آیا بعد اوس کے سنہ ۱۷۵۶ ع میں

راگرباجی مالوہ کو دوبارہ روانہ ہوا اور غازی الدین وزیر نے اوس سے اعانت طلب کی چنانچہ اوس نے راگرباجی کے سپاہیوں پر دلی پر چڑھائی کی اور شہر پر تصرف کیا اور قلعہ مبارک کو چاروں طرف سے گھیرا جس میں ایک مہینے سے زیادہ عرصہ صرف ہوا اور مقابلہ جاری رہا *

پارسیوں نے اس مقابلہ کے بعد اسر طائر تھا کہ نجیب الدولہ اپنے دشمنوں کا مقابلہ اپنے مکر و تدبیر سے کرنا چاہتا تھا۔ بادشاہ نے پہلے سے پہلے دور اندیشی کر کے اپنے بیٹے کو جہاز بعد اوس کے شاہ عالم کے خطاب سے نامی گرامی ہوا کسی قلب مدافعی پہنچا مگر نجیب الدولہ کے ہتھیار کی دشواری باقی رہی سو شہر کو رشوت دینے سے وہ کام ہو گیا پورا ہوا بعد اوس کے بادشاہ نے قلعہ کے دروازے کھولے اور غازی الدین کو وزیر اپنا تسلیم کیا اور نجیب الدولہ خاص اپنے ملک میں چلا گیا جہاز دلی کے شمال میں سہارنپور کے متصل واقع ہی اور روہیلکھنڈ اور اوس میں گنگا حایل ہے † *

دلی کے فتح ہونے پر بھی راگرباجی شہر کے متصل جب تک پڑا رہا کہ ایک بڑی اور آسان مہم اوس کو سر کرنی پڑی بیان اوس کا یہ ہے کہ جب سنہ ۱۷۵۷ ع میں احمد شاہ اقلیم ہندوستان سے چلا گیا تھا تو جہان شاہ سردار کی رہنمائی پر تیمور شاہ اپنے بیٹے کو پنجاب پر چھوڑا گیا تھا مگر آدینہ بیگ انکا مخالف تھا جو نہایت مکار و متغی اور مہر مند کے عہد حکومت میں مہر مند کا نائب تھا اور اوسکی سازشوں کی بدولت بہت سے انقلاب و قتلے قضائے پنجاب میں واقع ہوئے تھے اور احمد شاہ کی دشمنی بڑھ گئی کو چلا گیا تھا اور اب میدان مٹالی

† واضح ہو کہ یہاں حاید گنگا سے رام گنگا مراد ہے ورنہ نجیب آباد اور روہیلکھنڈ کے درمیان گنگا حایل نہیں ہے سہارنپور اور نجیب آباد کے درمیان میں گنگا حایل ہے ۱۲ مئی ۱۷۵۷

ہاکر بڑے بڑے ارادوں کے پورا کر نیکی ارادہ پر واپس آیا تھا چنانچہ پہلے
 پہل اوسلے رعب داب اپنا سکھوں پر چٹاکر شریک اپنا گردانا چٹھوں نے
 ہتھیاری بدانتظامیوں میں اپنی قوت کو بحال و قائم کیا تھا مگر جب کہ
 اونکی ہمت و قوت کو اپنے مطالب کے لیئے کافی وافی نہایا تو راگھوبا چپی
 سے راہ پیدا کی اور اوس آسانی سے اوسکو واقف کیا جسکی بدولت ایسا
 معقول انعام اپنے شہوپان بھائیوں کے لیئے بکمال آسانی وہ وصول کرسکتا تھا
 غرض کہ راگھوبا چپی ماہ مئی سنہ ۱۷۵۸ع مطابق شعبان سنہ ۱۱۷۱
 ہجری کو روانہ ہوا اور لاہور اور ساری پنجاب پر قبضہ کیا اور درانیوں کا
 یہہ حال ہوا کہ اوسکے آگے سے پیچھے کو ہٹتے لوتے چلے گئے اور لڑائی
 بھڑائی بدوں اٹک پار اور گئے بعد اوسکے مرہٹوں نے پنجاب کی حکومت
 آدینہ بیگ کو بخش دی اور جب نہ وہ جلد مر گیا تو ایک مرہٹا چانیشین
 اوسکا مقرر ہوا تبدیل مذکور سے پہلے حکمران پنجاب کو غیر مستقل
 حفاظت پر چھوڑ کر راگھوبا چپی دکن کو روانہ ہو چکا تھا اور علاوہ اُسکے
 ہندوستان نے اور حصوں میں بھی مرہٹوں کے کار و بار کو بڑی ترد تازگی
 پر چھوڑا تھا اور مرہٹوں کی ایک فوج سیندھیا کی حکومت میں خاص
 دلی سے نجیب الدولہ کے تعاقب میں اُسکے خاص ملک کی جانب کو
 روانہ ہوئی تھی جہاں وہ بینچارہ بھاگ کر گیا تھا اور جبکہ نجیب الدولہ
 نے اُسکے مقابلہ کی قوت نہائی تو اپنے ملک کو قتل و غارت کے حوالہ
 کر کے سکرٹل پر چلا گیا جو گنگا کی ایک پایاب راہ پر بننا گیریکہ قابل
 تھی چنانچہ تمام ہوسات اُس مقام میں بڑی دشواری سے مقیم رہا مگر
 اس زمانہ یعنی جون لغایت ستمبر سنہ ۱۷۵۹ع مطابق سنہ ۱۱۷۲
 ہجری میں ایک متفق گروہ کو دشمن کے مقابلہ کے واسطے تیار کیا
 جس میں قرب و جوار کے راجے پرچہ عام خطرہ کی نظر سے شریک و شامل

تھے *

صوبہ پنجاب پر پہلے سے مرہٹے قابض و متصرف تھے اور غازی الدین
 کے سکھائے بھنائے سے اودہ کا ارادہ کر رہے تھے اور بلا تکلف یہہ بڑا بول

ایسے مہارت سے نکالتے تھے کہ ہمارا ارادہ یہ ہے کہ سارے خاص ہندوستان پر قبضہ کریں اور جیسا کہ یہ مہارت پیدا ہوا تو شجاع الدولہ اپنی ایرانی عداوتوں کے ہولنے اور نجیب الدولہ اور ہولے مخالفوں یعنی روہتوں کے مٹانے پر مائل ہوا جاموں، مناطق و محلات خاص بڑا مخالف آستان شامل تھا جن میں وہ کہ داما جی سیف دہیا کو اتفاق مذکور کا پرچا لگا تو اسے گوند رانہ بدایاں کو روہتوں و مہارتوں کے ہولوں کے لئے اپنے لشکر سے الگ کر کے روانہ کیا چنانچہ داما جی کے حکام کی تعمیل معقول طور پر کی گئی کہ ایک مہارت سے کچھ ہولانہ عرصہ میں دورہ سرگادو اس ملک پر چلائے پھر گئے اور روہتوں و مہارتوں میں پناہ ڈھونڈنے پر مجبور ہوئے مگر شجاع الدولہ ان کے کام لیا کہ انکو اس بھاری مصیبت سے چھڑایا چنانچہ شجاع الدولہ انکی اعانت کے لئے لکھنؤ سے روانہ ہوا اور یکایک مہارتوں کو دیر اور بہت سا نقصان پہونچا کر گنگا پار انکو بھگایا یہ واقعہ ماہ فرامبر سنہ ۱۷۵۹ء مطابق جمادی الاول سنہ ۱۱۷۳ ہجری میں واقع ہوا داما جی سیف دہیا کی فرج اس نکرے کے ٹوٹنے سے چور و غفلت سے کر رہا تھا اسی گہر ہو گئی تھی کہ داما جی کے خواہاں ہوئے مگر اس وجہ سے زیادہ بڑی وجہ یہ تھی کہ احمد شاہ درانی کلہل سے روانہ ہو کر بہت قریب آہو پہونچا تھا غرض کہ مہارتوں نے شجاع الدولہ اور اس کے رفیقوں سے آشتی کی شروعات پیش کیں اور بحسب آن شروطوں کے آشتی باجم ہوئی مہارتوں کے قائم رہی۔ *

احمد شاہ درانی کے پچھلے حملہ کا بیان

جب کہ سنہ ۱۷۵۸ء میں احمد شاہ کے بیٹے تیمور شاہ کو پنجاب کی حکومت سے خارج کیا تھا تو وہ اپنی قلمرو کے شمال مغربی حصہ پر ہندوستان میں ایک بڑی مہارت تھا جس نے ہندوستان میں متعین رہنے سے ہندوستان کا لقب حاصل کیا تھا اور ساگر کاپی کی ریاستوں کا مرکز اعلیٰ تھا جو اب تیسرا و تیسری ٹوٹ گئی

۱۔ میرالہ کا پڑوسی اور گوندی کے صاحب

میں مصروف و مشغول تھا اور جب کہ پنجاب کو دوبارہ قبضہ میں لانے کی غرض سے روانہ ہوا تھا تو بلوچوں کے حاکم ناصر خان کی بغاوت اُسکے کوچ مقام کی مانع مزاحم ہوئی۔ جنسے پوری خود مختاری کا ارادہ کیا تھا یعنی بلوچوں کے نظام و نسق کے حسب دلخواہ اپنے پورے کرنے میں ہوا اُسکو توقف ہوا بعد اُسکے شکار پور کی جنوبی سرک کی راہ سے اُنک کو روانہ ہوا اور پشاور تک اُنک کے کنارے کنارے کوچ و مقام کرتا ہوا ماہ ستمبر سنہ ۱۷۵۹ع مطابق منہم سنہ ۱۱۷۳ ہجری میں اُنک پار اتر کر پنجاب میں داخل ہوا مگر مرہٹوں کی چانپ سے کوئی مقابلہ وقوع میں نہ آیا اور احمد شاہ شمالی پہاڑوں کو طے کر کے گیا اور قریب اونکے رہ سہکر چڑھے دریاؤں اور اوجڑے ملکوں پر گذرنے سے محفوظ رہا یہاں تک کہ پہاڑوں پہاڑوں سپہانپور کی درابو جمن سے پار اتر گیا احمد شاہ کے بڑے چڑھاؤ کے زمانہ میں غازی الدین وزیر اُس علاقہ واسطہ کی جہمت سے بچو عالمگیر ثانی کو احمد شاہ اور نجیب الدولہ سے مربوط و مربوط تھا نہایت پریشان و مضطرب ہوا اور یہہ خیال کیا کہ بادشاہ احمد شاہ سے سازش کوینکا اور احمد شاہ اُسکی رو رعایت سے میوہی ہے اندازوں کا انتقام لینا غرض کہ غازی الدین نے یہی سوچ سمجھکر بادشاہ کو قتل کرایا اور ایک اور بادشاہی نسل کے شاہزادہ کو اُسکی گدی پر بٹھایا مگر اس نے بادشاہ کی بادشاہی مسام نہوئی اور شاہ عالم جو علاقہ تاج تخت کا وارث تھا بنگلہ میں پانو جمایا چاہتا تھا اور اسی باعث سے دارالسلطنت میں حاضر تھا غرض کہ متفق سرداروں نے باہم اتفاق کیا اور کسی برے افسر کے بدوں ماہ نومبر سنہ ۱۷۵۹ع مطابق ربیع الثانی سنہ ۱۱۷۳ ہجری کو لڑائی کے کار بار جاری کیئے *

اگرچہ مرہٹوں کے رفیق چاتروں نے قائلید اُنکی اس زمانہ میں نکی تھی مگر ہوا غصہ اُسکے تیس ہزار سوار چرار اُنکی لڑائی کے میدان + سیر المتاخرین اور احمد شاہ کے اُن حالات مشروحہ سے لیا گیا جنکو پٹھانوں نے لڑائی کیا

میں موجود و حاضر تھے یہ سوار ایسے دو گروہوں میں منقسم تھے کہ ایک گروہ کو دوسرے گروہ سے کسیقدر فاصلہ تھا اور اسلئے کہ ملکی لوگ انکی دست اندازیوں سے سخت ناراض تھے اور انکو برا سمجھتے تھے تو احمد شاہ کے کوچ مقام سے انکو رات قب کیا یہاں تک کہ احمد شاہ اُس گروہ پر ٹوٹا جو دہراجی سندھیا کے زیر حکومت تھا اور ایسے وقت اسور چھاپا مارا کہ دہراجی اور اُسکی فوج کے دو تہائی حصے میں میدان میں مارے گئے اور اُس فوج کا دوسرا ٹکڑا جو ہوا کے تخت حکومت تھا اور اب بھی کسیقدر فاصلہ پر پڑا تھا چھل کی جانب جنوبی ملک میں بھاگنے لگا مگر یہ ٹکڑا اسلئے سندھیا باد سے متصرف ہوا تھا کہ مخالف کی رسدوں کو اچھے کھسکے مگر مراد اُسکی بڑی تھوڑی کہ تھوڑے سے دنوں میں نے آگے کوچ کرکے اُسکو چادر دیا اور تھوڑی کے لگ بھگ پہونچایا + مذکور الصدر تہائی سے لڑنے لگا اور اچھے فوج میں پہونچا تھا اور فتوحات کی شان و عظمت سے سرخروں کا دیوار اسلئے راضی ہوا تھا کہ اُن فتوحات کو بڑے بادل بھل گئے تھے بھائی بڑی غلبت کی جگہ جیسا کہ حسب معمول انکو عیشہ شاہہ آتی تھی دس لاکھ روپیہ دینے پر سے یہ جو رگھو راجی کے ذمہ پر واجب تھا جب کہ وہ گھر کو واپس آیا تھا عیارہ اسکے یہ بڑی فوج کشی اُس فوج کشی کے متعلقہ پر زیادہ ناگوار معلوم ہوئی جس میں بالاجی پیشوا کا چچو دیا ہوئی سدا شو کی بڑے جو ہار کے لقب سے چار دانگ ہندوستان میں نامی گرامی ہی مصروف و آمدانہ تھا یہ سردار اپنی فوجوں میں ملکی وزیر کی مراد اور ہلاک دکن میں سپہ سالار کے موافق تھا اور ابھی اُس نے احمد نگر پر قبضہ حاصل کیا تھا اور ایسے عہد نامہ کو حاصل کرنے والا تھا جو بعد اُس کے اودہ گر میں حاصل ہوا جسکا ذریعہ سے بہت سا منک اور روپیہ دولت جنگ سے حاصل کو پہونچا اور دکن کے صوبہ میں بادشاہ دہلی کی حکومت پر ایسا

ہرچھہ اُس نے ڈالا تھا کہ وہ کبھی سینہاٹے کے قابل نہوٹی غرضکہ دونوں فوج کشیوں کے مقابلے سے راگدہاچی کو رنج و حسد پیدا ہوا اور جب کہ بہار نے فصول خرچ اُس کو بتایا اور کہوٹی کھری سدھی تو اُسے یہ جواب دیا کہ ہندوستان خاص کی دوسوی مہم کو آپ اختیار کریں تاکہ آپ کو وہ فرق و تفاوت واضح ہو جاوے جو ہندوستان خاص اور دکن کی مہموں میں واقع ہوتا ہے چنانچہ بہار نے قبول کیا اور دونوں کے کام ایسے میں بدل ہو گئے *

اس زمانہ میں سرحدوں کی قوت غایت عروج اور اُن کی قلعہرو کی وسعت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ شمال میں سرحد اُس کی کوہ ہمالہ اور دریائے انک اور جنوب میں جزیرہ نمائے دکن کے عین سرے تک یعنی سمندر تک پہنچی تھی اور حدود مذکورہ میں جو ملک اُن کی حکومت سے خارج تھے وہ ناجائز اُن کے تھے بہہ ساری قوت بالاجبی کے قبض و قدرت میں تھی اور اُسی کے ہاتھ نے اُس کو اٹھا رکھا تھا تارا بانہ سے ایک پسا تصدیق ہو گیا تھا کہ اوس کی بدولت راجہ کا جسم و جان اوسکے نام کے وزیر کے سامنے میں تھا جو حقیقت میں مختار و مالک تھا اور ہر قسم کے حقوق اوس کی ذات میں فراہم کیے گئے تھے + سرحدوں کی قوت کی ترقی براون کی حکومت نے کارخانہ ترقی کو پہنچے تھے یہاں تک کہ فوج اُن کی لٹیروں کی جماعت نرہی تھی بلکہ اوس میں عہدہ عہدہ تنخواہ اور چنے چنے سواروں کی حکومت کے ملازم تھے اور دس ہزار پیادے عہدہ فاعدہ دس تھے اترچہ پیادوں کی فوج اوس فوج کی ہوجی ہوئی نقل نہ تھی جو اور ریاستوں میں یورپ والوں کے تحت حکومت ہوتی تھی مگر ہارمش اوس کے ایسے پیادوں کی فوج سے نہایت عہدہ تھی جو پالے وقتوں میں ہندوستان میں ہائی چائی تھی *

علاقہ اوسکے اونکے قریب بھٹانوں کا سلسلہ اوس بادشاہی قریب بھٹانہ سے بہت زیادہ شاہستہ پایستہ تھا جس سے مرہٹہ ایک قریب تک ہمالیہ و ارزاں رشتہ تھے بلکہ مرہٹوں سے وہ گورنر اختیار کی تھی جو ان کے خریدوں پر بھی مبالغوں کی تھی۔ طاقت تھی چنداںچہ بری بری ہزاری پرشاکوں پہلے لکھ اور چورے چورے قریب اور عمدہ عمدہ ڈاکھیں عمدہ رکھے لکھ اور ان کے دربار و درباروں کے رنگ رنگ اونکے خریدوں یعنی مبالغوں کے دربار و درباروں کے طور و طریقوں پر قائم ہو گئے اور چارویز اور آبادشاہی چارویز سے متاثر ہو کر گئے۔

اگرچہ شان و شوکت کی نسبت قریب اوس کے وزیروں اور خود پادشاہ میں اسلئے بد نما معلوم نہ ہوئی تھی کہ وہ کتان کے بوھن اور خوبصورت نسل کے ایک تھے اور اپنی چال ڈھال کی شایستگی سنجیدگی کے باعث سے بڑے مرتبہ کے تھے۔ مگرچہ اونھانکے لئے ایسے شایان و سراوار تھے کہ بن نمائی ناہیاتی اور چھ مندرجہ ذیل تھی مگر یہ شان و شوکت بدول اوس کے کہ تمام راجہ بدورت تمام مہاش چھوٹے چھوٹے تہ والوں مرہٹوں پر نہایت ناہیا معلوم ہوئی۔ چندکے گھڑے چور بندوں اور چھانڈش مہربوں اور عوام کے طعن و طعنوں سے ایسے موقع پر بیساختہ ہلکی آتی تھی جسے کہ وہ آپ کو تاریخ تاریخ سے بھانے سوار تھے تھے۔ *
مرہٹوں کی قوم کو چاند و حشمت کی حشمت اور شان و شوکت کی رو سے جو بات حاصل تھی ہاؤ کی قدر و وقار کے بڑھانے کی غرض سے خاص استعداد پر صرف کی گئی اور سونپنا اور ہونکر کی تباہی سناکر آسادگی پر نمودار کی زیادہ ہوئی اور ان کا ارادہ یہ تھا کہ بری چند و چھوٹ اور سہی و ہمت سے ہندوستان خاص کی فتح و کٹاوش میں پہنچائی چڑھ ایسی لکڑوں کے قصہ ہی پاک ہو جائے۔ *

جسے کہ ہاؤ استوار سے سرفرازی کو پہونچتا تو قبائلی کے بموجب ہاؤ اوس کے زمین پر نہ تھے تھے اور اپنے خاندان کی سرائی پر بہت ہی

اٹرائی تھا اور حال کی کامیابی سے پہلا فہ سماتا تھا اور اُسکے تہذیبوں سے
 ہم لپکتا تھا کہ جسوں تدبیر یا عمدہ سپہ گری کی حیثیت سے اہلی
 لہانتوں پر برا بھروسا رکھتا ہی بالاجی کا جوان بیٹا اور علائقہ وارنٹ اُسکا
 بسواس راہ اور بڑے بڑے برہمن اور چٹے چٹے مرہٹے سرکار آس کے
 ہمراہ ہوا اور بہت سے راجپوتوں کے گروہ آس کی امداد و اعانت کی
 نظر سے راہ میں آس سے ملتے گئے جوں جوں وہ آگے کو بڑھتا گیا چنانچہ
 کہتے ہیں کہ چانوں کے راجہ سورجمل نے ہی تیس ہزار جات آسکی
 امداد کو بھیجے تھے ۱۱

اس گہمہ رمے پوانے راجہ یعنی سورجمل نے جو ایک دراز عرصہ
 سے مرہٹوں کی رفاقت میں اڑنے پھرنے کا خو کردہ ہو گیا تھا بھاؤ کو
 اس موقع پر ہم مشورہ دی کہ آپ اپنے پیادوں تہذیبوں اور بھاری
 اسبابوں کو ہمارے ملک میں چھوڑیں کہ وہ مضبوط قلعوں میں محفوظ
 و مامون رہینگے اور سواروں کو ہمراہ لیکر آگے کو باگ اٹھائیں اور مرہٹوں
 کے طریقوں کی مانند اپنے دشمنوں کو تنگ پکڑیں اور اڑائی کو یہاں تک
 کہیںچیں کہ اڑائی لوگس جو کئی مہینے سے ہندوستان میں آئے ہوئے ہیں
 آب و ہوا کی ناموافقیت سے متعبور ہو کر اپنے بھائیوں میں لوٹ کر چلے جائیں
 اگرچہ اور مرہٹوں نے قائد اس معتول مشورے کے کی مگر بھاؤ نے
 بدلیخت آسکر د کیا اسلئے کہ وہ ایسی فتح کو جو ایسے وسائلوں سے حاصل
 ہووے اپنے بڑے بارہ کے ہمایوں کمتر سمجھتا تھا اور اپنے قاعدہ دار
 پیادوں کی درج اور تہذیبوں کو بڑی بھاری منزلت دیتا تھا اور اپنے کام کی
 سنجیدہ بوجہ میں جو وقت کے مناسب نہ تھی یہی ایک موقع نہ تھا
 جس میں سورجمل کو مخفی و شرمندہ کیا ہلکے بھاؤ نے بھجواب آسکے
 یہہ کہا کہ تو ایک چھوٹا سا زمیندار ہی بڑے بڑے ملکوں کی تہذیبوں
 انتظاموں کی لیاقت نہیں رکھتا غرض کہ یہہ بڑا بول آس کے بولا اور اپنے
 برہمنانہ شہنشی اور متعبوافہ بڑائی سے جسکی ذریعہ سے مرہٹے سہاؤوں ہو

حکومت کرتا تھا اور اس آزادی اور بے تکلفی کے منافیہ چاہنے کو
 اٹھائے سے جس کے ہونڈ کے سوندار اس کے عادی تھے سخت ناراض
 ان کو کیا حاصل ہوا کہ وہ بھی دعوم تمام سے ناپی کیچاسب کو بڑھا
 جس پر ہونڈ سے درانی قلمہ ہند اور شریک ایک قاض و متصرف تھے
 غازی الدین وزیر چٹان کی قلمرو میں ہذا نہ ہونڈے گیا تھا اور محیط
 شہر ہذا کے بڑے بڑے طویل ہوئے سے قریب کے کسی برج کی حفظ
 حرارت سے فضا ت ہوا گئی تھی کہ مہتمم کا ایک کپڑا اُس پر چڑھ گیا
 اگرچہ مہتمم ہوں کے نورانی دیر تک قلم کو ہونڈے رکھا مگر انہوں کی
 مابعد سے اطاعت کو قبول کیا مگر ہونڈے سے جیسے ہزارہ ہونڈی کے
 خلاف اس نظم میں معاملہ ہونا دیکھتے ہی عقل سلیم کے خلاف یہی
 کام کیا اس لیے کہ اس کے مہتمم اور قلمرو اور مستجد ہوں کو ان کی
 ترغیب اور قلمرو سے چھوڑ کر برائیاں اور پتہ ہوں نے چھوڑا تھا نہما نیا اور
 اور انہوں کو یہی صورت کا بدایا وہاں تک کہ دربار عام کا گردنا
 اور ہوا جو بری چاندی کا تھا اور ستم و لادہ کا تھا اور اس کے قلمرو میں
 ہونڈے گیا علاوہ اس کے فضا ت ہونڈے کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں
 ہونڈی قلمرو کا نہ تھا اور ہونڈے کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں
 اس کے لیے کہ یہی کہ ہونڈے کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں
 اس کے ہونڈے کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں
 جب تک مہتمم کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں
 قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں
 ہونڈے کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں
 ہونڈے کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں
 ہونڈے کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں
 ہونڈے کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں سے اس کے قلمرو میں

پہر واقع ہی اور ایک بڑے عہد و پیمان کے بڑے مہامیہ کی ضرورت سے
مخاص اردہ میں گیا تھا اسلئے کہ یہاں یقیناً اُس کو قابل تھا کہ
نہجیب الدولہ اور سارے رزداروں و مہاروں اُس کے ہونے مگر
شہنشاہ الدولہ کی طرف سے متروک تھا اگرچہ شہنشاہ الدولہ سنہ ۱۱۷۱ھ میں
سے کہام کہلا بنائے اسکا مگر اپنے مطالبات و اغراض کی ضرورت سے انہوں
فریقوں سے الگ ٹھہر رہا۔ مناسب تصور کیا اور احمد شاہ کی شراکت
سے وہ موروثی عداوت مانع نہ ہوئی جو احمد شاہ اور اُس کے باپ
شہنشاہ جنگ میں علاقہ واقع ہوئی تھی اور احمد شاہ اس غرض سے اس
شہر تک برو کر گیا تھا کہ شہنشاہ الدولہ کو اپنے رعیت داب سے دوبارے
چٹانچہ اُس کے بڑھنے اور نہجیب الدولہ کے سمجھانے سے جس کو
شہنشاہ الدولہ نے بصرہ و واسطہ میں بھیجا تھا شہنشاہ الدولہ راہ پر آیا اور
احمد شاہ سے موافق ہو گیا یہ واقعہ ماہ جولائی سنہ ۱۷۶۰ء مطابق
ذی القعدة سنہ ۱۱۷۳ھ قریب میں واقع ہوا *۔

بارصفت اُس کے کہ احمد شاہ سے موافقت ہو گئی مگر شہنشاہ الدولہ
نے اُس غرض سے خط و کتابت کا سلسلہ مرہٹوں سے قائم رکھا کہ اگر
صافحت کا منتفی ہوگا تو آشتی کی بجائے لگی اور علاوہ اُس کے یہ
دست اُس کی وہ مفید ذریعہ بھی تھا کہ مرہٹوں اور احمد شاہ کے
درمیان بھی آشتی کے پیکی و پیام آتے جاتے تھے + شہنشاہ الدولہ
احمد شاہ سے موافق ہوا اور بارصفت اُس کے کہ احمد شاہ افراط بارش
کے مارے چلنے پھرنے سے معذور رہا مگر بڑے بڑے تلک آگیا یہاں تک
کہ برسات اپ تک گذر نہ چکی تھی کہ اُس نے چھاونی توڑی اور
دلی کو راہی ہوا اور جب اُس نے یہ سنا کہ ہوا چھنی چھنی
فرج لیکر کچھ دور واقع ساحل جسون کی جانب روانہ ہوا جو دلی

+ کشی راہ اُس یہاں کا لکھنے والا خط کتابت مذکورہ بالا کے کارندوں میں سے

سے ساتھ میل کے فاصلہ پر واقع تھی اور وہاں کسبندر درانی کسی نامی سردار کے زیر حکومت قلعہ بند ہے تو احمد شاہ نے بڑی شتابی سے کڑے کڑے کوچ کئے اور جب دای کے قریب جمنا کے کنارے پہنچا تو اُس کو بڑی شغیانی ہو پایا اور بائیں کی نکلیں و جستجو میں کنارے کھارے چلا گیا وہاں تک کہ کتبچہ ہرہ کی مستحاضات پر جا پہنچا اور وہاں اس بڑی ذخیرہ کے سامنے سے نہایت آزدہ ہوا کہ مرہٹوں نے کتبچہ ہرہ پر قبضہ کیا اور قلعہ بند درانیوں کو لٹکانے لگایا غرض کہ احمد شاہ اس نے عرفی سے نہ کورا وہ اُس کے سامنے واقع ہوئی ایسا ہوگا کہ ۲۵ اکتوبر سنہ ۱۷۶۱ء کو جمنا ہار اسی راہ سے اُترا جو کہیں سے دیاب اور کہیں سے پورنے کے قابل تھی اگرچہ بہت سے ساتھی اس دلیرانہ کام میں جہاں سے گئے مگر دشمنوں پر ایسا رعب اُس کا ہوا کہ وہ اُس کی رسائی سے ہاتھ چلے جانے پر مجبور ہوئے یہاں تک کہ جنوں قوں کوکے ہائی بہت تر چلے گئے اور وہاں پہنچکر لشکر کے اُس پاس اُس کی حفاظت و حراست کے لئے دھندلی اور مریچے بٹائی اور لڑائی کے ثبات درست کئے اور ایک چوڑی گودی خندق سے اُس کو گھیرا اور اپنے ہماری قربانانہ کی حصار و حمایت میں رکھا ہر گز کی فوج میں پچیس ہزار سوار حواری اور قاعدہ دای تنخواہ دار کم سے کم پندرہ ہزار لٹیرے سوار اور پندرہ ہزار پیدل تھے جن میں سے نو ہزار قاعدہ دان پیدلوں کا حاکم وہ ابراہیم خاں فردی تھا جو فرانسسوں کی ملازمت کو چھوڑ کر چلا آیا تھا اور اس سردار کے قبضہ و قمار میں منجملہ دوسو نوپوں کے بہت سی توپوں ایسی تھیں جن کے ذریعہ سے شہروں اور قلعوں کی فصیحاں توڑی جاتی تھیں اور کڑی بہت سے انوں کے ذخیرے تھے جنو مرہٹوں کا برا ہمارا شہر تھی شہر کہ وہ فوج اُس کے بہت سے ہمدردوں سمیت تین لاکھ کے قریب تھی ۱ *

۱۔ فرینک ڈف صاحب نے کافی راہ کے بیان سے اتفاق کرکے تنخواہ دار سواروں اور پیدلوں کی تعداد ستر ہزار قایم کی جس کا بیان ابھی گذر چکا اور

احمد شاہ کی فوج میں چالیس ہزار ایرانی اور پٹھان اور تہارہ ہزار ہندوستانی سوار اور تختہ پناہ اڑتیس ہزار ہندوستانی پیادے تھے جن میں سے روہیلے پٹھانوں کا ٹکڑا بڑے کام کا تھا۔ مگر پیادوں کی فوج کا بڑا حصہ عام ہندوستانیوں سے مرکب تھا اور منہجملہ لڑائی کے تھات سامانوں کے تیس توہوں کے قریب قریب تھیں جو مختلف المقدار لوگوں سے بھری جاتی تھیں جن میں سے اکثر ہندوستانی رفیقوں کی تھیں علاوہ اُن کے چند توہیں فصیل شکن بھی تھیں اور اِس لیے کہ احمد شاہ کی فوج تعداد کثرت میں قلیل تھی دشمن کی فوج پر حملہ کر سکتی تھی چنانچہ اُس نے پڑاؤ ڈالا اور فوج کے چاروں طرف بندوق کھدوائی اور جب کہ عام لڑائی کا واقع ہونا ایسی طرح ملتوی رہا تو بہاؤ کی امیدوں کی صورت معتزل طرح سے نہ بندھی چنانچہ اُس نے گوبند اے ہندیلہ کو یہ حکم دیا کہ جمنہ کے نیچے کی دھار پر جو فوج اُس سے فراہم ہو سکے فراہم کرے غرض کہ وہ سردار اب

لٹیروے سراروں اور اُن کے ساتھی سراروں کی تعداد دو لاکھ کے قریب پٹائی مگر کاشی رائے ساری جمعیت کو پانچ لاکھ بتا تا ہی — کتاب تحقیقات ایشیا جلد تین صفحہ ۱۲۳

+ درانیوں کے بیان سے اُس فوج کی تعداد جو انکا سے پار اُتر آئی تھی تریسٹھ ہزار قائم ہوتی ہی مگر نادر شاہ اور پچھلے وقتوں میں زماں شاہ کی فوج سے مقابلہ کرنے اور ایشیا والوں کی تقسیمات افواج کی غلطی تعداد سے یہ قیاس میں آتا ہی کہ وہ تعداد مبالغہ سے بیان کی گئی علاوہ اِس کے بہت سی تفتیش اُن قلعہ بند کردہوں کے ہوئے سے اصل ایرانی فوج میں واقع ہوئی ہوگی جسکو پنجاب وغیرہ پر احمد شاہ چھوڑ کر آیا تھا اور کس قدر کئی لڑائیوں میں مارے جانے اور گرمی برسات میں مرنے سے بھی فوج میں کمی پڑی ہوگی فرض کہ میری رائے یہ ہے ہی کہ کل چالیس ہزار پٹھان قرار دیئے جاویں جو اُس جگہ شریک و شامل تھے اور اُن ہندوستانیوں کی تعداد جو احمد شاہ کے مدد و معائنہ تھے کاشی رائے نے بیان کی چنانچہ وہ کہتا ہی کہ شجاع الدولہ کے پاس دو ہزار پیادے اور دو ہزار سوار تھے اور اُسکا بیان ہی کہ درانی خاص اپنی چالیس توہیں رکھتے تھے مگر درانیوں کے بیان کے خلاف اور قیاس سے بعید ہی

دس بارہ ہزار سوار اپنے ہمراہ لڑکر درانیوں کے بیچوں سے ہونڈچا مکر احمد شاہ کی فوج سے دور دور اسلامیہ رہا کہ آفتوں سے محفوظ و مامون رہے ہاں مرہٹوں کی مانند ایسی تاراج ملک میں پھیلے کہ تمام رسدوں کو روکنا شروع کیا اور گمان غائب رہا ہی کہ پہاڑ کے اپنے ہلکے ہولکے سرائیوں کو ایسے ہی مصروف کیا ہوگا اسلامیہ کہ بہت عرصہ گذرے تو کیا تھا کہ مسلمانوں کا لشکر دفعہ دہلی کی کئی گزراہی سے نہایت قیام نفس آگیا تھا لہذا اگرچہ درانی ایسی بہت سار کی ارازی کے بند کر دیا تھا لیکن سرحدوں کی دور دوری سے بعض ہوتے تھے مگر انہوں نے اس نقصان کو اپنی فوج کے تھکوں کے دیوار چاہنا کوچ و مقام سے دور کیا چنانچہ اس موقع پر درانی سواروں کے ایک گروہ نے جو احمد شاہ کے وزیر نظام کے ہوتے تھے غازی خان کے زور حکومت تھا ساتھ میل سے زیادہ کا کوچ کیا اور سورج کے نکاس پر گوندہ راستے کی فوج کو بلیک چا دیا اور تمام بہت پر آس کو غارت کر لیا کیا یہاں تک کہ شہر گوندہ راستے مارا گیا اور حسب کہ درانیوں کو کابل ملک پر قبضہ حاصل ہوا پہاڑ اپنی دشواری پریشانی کو بہت جان مامون کرنے لگا چنانچہ وہ مضبوط لشکر کے بیچا بیچ ایسے گروہ سے معصوم ہوا جس پر خود دشواری کرنا تھا ۔

نہال چارہ کی نعمتوں سے محروم لوگ ایسے جست چالاک ہوتے ہیں کہ دن نکلنے کے ساتھ لاپی لاپی قطاروں میں چھوٹے چھوٹے گڈوں اور بیچوں پر سوار ہوکر لشکر کے ہر طرف سے نکلتے ہیں اور رات سے بولے بولے سرحدوں کے لئے چلتا اور آگ جلائی کی خاطر ٹوٹے ہوئے میدانوں کی لہریاں اور کہاں بھانے کے واسطے کہیں سے غلے جہاں کاروائی کن کو چھوڑ کر رہتے ہیں لادہ باندہ کر لاتے ہیں یعنی اسے بدائے واپس آتے ہیں اور اپنی فوج کے مقتضات ٹکڑے ٹکڑے کئی کئی دن تک فاصلہ پر چاکر اس قسم کی بیڑی بیڑی زمینیں اکٹائی کرتے ہیں اور

غلاوہ اُن کے رسد و ٹیکے بار برداریاں جن میں ایک ایک سلسلہ میں
 ہزاروں پیلے ہوتے ہیں دور دراز ملکوں سے پہنچانے لوگ لاتے ہیں جو
 لشکروں میں غلہ کا بیوپار کرتے ہیں اور انکی بخوبی و خصالت میں
 ساریے سو لاکھوں کی نسبت سہاویوں کی بخوبی زیادہ ہوتی ہی
 غرض کہ اب یہ سارے ذریعہ منقطع ہو گئے اور جب کہ مرہٹوں نے
 ہائی پت کو کہا پندر صاف کیا جو اُن کے لشکر میں واقع ہوا تھا تو
 غلہ کی نہروٹ سے بڑے بڑے صدمہ اُٹھائے »

جب کہ حال ایسی نوپت کو پہونچا تو منجملہ دونوں فریقوں
 کے کوئی فریق اُس نازک وقت کے ظہور و رُوع میں سعی و کوشش
 کرنے سے قاصر تھا جس میں پورا فیصلہ ہو جاوے چنانچہ دونوں
 فوجوں کی کچھ کچھ چھوڑ چھار آپس میں جاری تھی مرہٹوں نے
 دراندیوں پر تین بھاری دھارے کیئے اور رسد کی بار برداریاں اسبات
 پر ہمیشہ آمادہ تھیں کہ مرہٹوں کے لشکر میں داخل ہوویں چنانچہ
 منجملہ اونکے ایک بار برداری جو دلی سے خزانہ بھر کر لائی تھی
 پٹھانوں کے ہاتھوں میں پڑی مگر ہائی بار برداریوں کو سورجمل اور
 راجپوت سرداروں نے خفیہ خفیہ مرہٹوں کے لشکر میں روانہ کیا اور جب
 دشواریوں کو بھاؤ اپنے صبر و متانت سے اڑھائے جاتا تھا اونکی وسعت اور
 ترقی روز افزوں کا حال اوسکے دشمنوں پر مخفی و مستور تھا ہاں ان
 دشواریوں میں احمد شاہ کے ہندوستانی رفیق ایسے مضطرب ہو گئے کہ
 احمد شاہ کو منتوں کے مارے تنگ کیا اور ایک تصفیہ کی لڑائی کے
 ذریعہ سے تعلیفوں کا اختتام اور آفتوں کا انقطاع چاہا مگر احمد شاہ کا
 یہ جواب تھا کہ یہ لڑائی کا مقدمہ ہی تم لوگ اوسکی لڑائی فیج سے
 واقف نہیں ہو ہائی معاملوں میں تم لوگوں کو اختیار حاصل ہی مگر
 اس معاملہ کو میری مرضی پر چھوڑو کھائی کے سامنے ایک لال قیوہ
 اوسنے قائم کیا تھا جس میں سورج کے نکاس پر اشراق کی نماز پڑھنا تھا

اور شام کو کھانا کھاتا تھا اور دن بھر گھوڑے پر سوار ہو کر کوچ کے پہرے کو مختلف مختلف مقاموں میں دیکھتا بھالتا اور دشمن کو چھوڑتا چھڑتا رہتا تھا اور گاہ گاہ ایسا اتفاق بھی ہوتا تھا کہ پنجاب سے ملنے کے سرکار ہو کر نہ پھرتا تھا اور رات کو یہ کام آتا تھا کہ پانچ ہزار سواروں کا ہفت دشمن کی چٹائیوں پر تکتے تکتے آتے آتے ہوتا تھا قائم کرتا تھا اور سارے لشکر گاہ کے گشت اور فوق کرتے تھے ہندوستانی سرداروں کو آرام کی باتیں دیتا تھا اور بلا غفلت رہتا تھا کہ آپ صاحب کمال اطمینان سے ہتھ رکھیں کہ کوئی آفت نہ ہو پونچھ کی اور حقیقت یہ تھی کہ آئندہ حکاموں کی مسلسل حکم تفریق کے موافق ہوتی تھی یعنی تل نہیں سنتی تھی +

اس زمانہ میں بخاری پورستانی کے شہزادہ کے بھائی سے بہادر اسقدر تنگ ہو گیا تھا کہ آئندہ چند بار کاشی رائے مذکورہ صدر کی معرفت شہنشاہ الدولہ سے یہ درخواست کی کہ اس کے اور درباروں کے بیچ میں بزرگ آشتی کرانے اور جب کہ دربار سے آئندہ احمد شاہ کو حادی کی تو آئندہ یہ جواب دیا کہ میں صرف مدد و معاون ہوں رائے دینا میرا کام نہیں ہاں لڑائی پر قابو رکھنا ہوں اس میں دوسرے کا دخل نہیں ہندوستانی سرداروں کو اختیار حاصل ہے کہ وہ دشمن سے اپنی مرضی کے موافق خط کتابت جاری کریں چنانچہ بہت سے ہندوستانی سردار آشتی پر مائل ہوئے اور شہنشاہ الدولہ نے بھی حاکم شہ کو نہایت پسند کیا مگر نتیجہ الدولہ نے مرکز ملتان اور آشتی کی درخواستوں کا ہمیشہ مقابلہ کیے کیا اور اس پر مادی کو رائی اور گورنر کے دلوں پر چھانٹ کر امراب ہوا جو احمد شاہ کی ایسی صورت میں چلے جانے پر پیش آنے والی تھی کہ مرہٹوں کی قوت کمال کو پہنچتی *

اب یہ سوچنا دشوار ہے کہ مرہٹوں کے بڑے بھائی گورہ کی اس وقت میں کیا حالات ہو گئے جبکہ وہ حاکم کی سخت غفلت میں مرہٹوں

کی مانند ایک کھاچھہ میں منحصر تھے اور مرنے اور مرنے والے جانوروں اور بھوکے پیاسے بھڑ بھڑ کے بچے میں پڑے تھے اور اُس خرابیوں کی تکمیل کے خوف سے مرنے جاتے تھے جنکر وہ ابھی اڑتا رہے تھے اور جب کہ نہایت تنگ آگئے تو چرنٹوں کے ایک گروہ کو بہت سے ہمارائوں سمیت امداد لائیں غرض سے روانہ کیا مگر اس پہنچارے گروہ کو دشمنوں نے دیکھہ پایا چنانچہ بہت سے لوگ اُسکے مارے گئے بعد اُسکے سردار اور سپاہی اکٹھے ہوئے اور بھاؤ کے ڈیرے کے گرد کھڑے ہو کر یہ عرض کیا کہ اب کھائے پینے کو بقی نہیں رہا جو کچھ ذخیرے تھے وہ پورے ہو گئے ہو کوں مرنے سے لڑائی کی جودھوں اونہانی آسان ہی بھاؤ نے اتفاق کیا اور سب نے پان کھا کر مرنے تک اڑنے کی قسم نہائی بعد اُسکے ساری فوج کو حکم سنایا گیا کہ کل سورج نکلنے سے پہلے پہلے دھارا ہوگا *

بھاؤ نے عین قنٹ پر شجاع الدولہ کے کارندہ کاشی رائے کو خاص اپنے ہاتھ سے یہ لکھ کر بھیجا کہ اب نمازوں تک پہلے لیوڑ ہو گیا اور ایک ہوند کی گنجائش باقی نہیں رہی اگر کچھ بن پڑے تو اب کرنا مناسب ہی ورنہ صاف جواب ادب سے ہی بعد اُسکے لکھے پڑھنے کا وقت ہو چکا کاشی رائے اُس رقمہ کے مضمون کو پہنچائی رائے اپنے آقا شجاع الدولہ کو سنا ہی رہا تھا کہ کاشی رائے نے جاسوس یہ خبر لائے کہ مرہٹے مسلح ہو رہے ہیں شجاع الدولہ فی الفور احمد شاہ کے ڈیرے میں گیا اور چوکی پورے والوں سے کہا کہ بادشاہ کو جگانا چاہئے احمد شاہ آواز سن کر اندر سے ہتھیار لگائے باہر نکلا جو پہلے ہی سے طیار بیٹھا تھا چنانچہ اُس گھوڑے پڑ سوار ہو کر جو ہمیشہ اُسکے دروازہ پر طیار کھڑا رہتا تھا فوج مخالف کی جانب کو چلا اور اپنی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم سنایا *

جو بات آئی پہلے پہل کی وہ یہ نہی کہ کاشی رائے کو بلایا اور اُس خبر کے مخبر کی نسبت سوال و جواب سے پیش آیا اور یہ تفتیش آئی

آسودہ کی تھی کہ وہ آگے بڑھا جاتا تھا یہاں تک کہ لشکر سے ایک میل کے قریب آس سے آگے درانی ملے جو غنیمت لائے لائے تھے اور انہوں نے یہ عرف کیا کہ بادشاہ کے اہل سے مراد یہ ایک گنہ احمد شاہ نے یہ بخیر منکر کاشی ہائے سے خطاب کیا کہ اب جواب آتا ہے منکر گفتار کے درمیان ہی مرہٹوں نے انہوں کی مار مار سے اپنے انہی سند احمد شاہ کے گاروں میں بھرتی ہوئے احمد شاہ اپنے گاروں پر بیٹھا ہوا طارسی حقہ یعنی گدائی بیٹا تھا کہ انہوں کی آواز سے چونکا ہو کر حقہ ہو کر گویا اور بڑے افسانہ دار و منکات سے شجاع الدولہ سے یہ فرمایا کہ تمہارے عظام کی عمارت کو سمجھا دینا ہوں بعد اُسے فوج کو جلد آگے بڑھنے کا حکم سنایا اور جلد فتح کرانہ لگی اور کچھ کچھ چیزیں سرچھنے لگیں تو مرہٹوں کی قطاروں کو اُسے اُسے حسب قاعدے ایسے بڑھتی دیکھا کہ نورشاہ آگے چلا آتا ہی احمد شاہ نے آگے مقابلہ پر فوج کو آراستہ کیا اور اب ال دیر میں جا رہا تھا جواب فوج کے پیچھے دھکیلا تھا ۔

مسلمانوں نے انہوں سے بہت کچھ کام لیا اور جب کہ مرہٹوں کی فوجیں بہت قریب آگے ہوئے اولی مسلمانوں پر گذرنے لگے ابراہیم خاں فردی نے لڑائی کو شروع کیا جسے ہمارے پاس آکر یہاں عرض کیا تھا کہ آپ اکثر اس بات پر غور فرماتے تھے کہ میں اپنے سپاہیوں کی برابر تعداد دلائے میں ہمیشہ جھگڑتا تھا اب آپ ملاحظہ فرمائیں کہ وہ تنخواہ آپ سے بڑھ کر نہیں لیتی بعد اُسے اُسے ایک نشان سنہالا اور اپنے سپاہیوں کو گواہی دہانے سے روکا اور مسلمانوں سے لڑنے کا حکم دیا چنانچہ وہ بدھیلوں پر لڑنے لگے فوج فوج دلیں دلیں سے آگے دلیری دلاوری نے سکون انہوں کو نہیں پہونچایا یہاں تک کہ ذل عظم کے بعد انکی صف توٹ گئی اور اُسے شکست کھانے سے وزیر اعظم کا دایاں بازو کھل گیا جو درانی فوج کے قریب پہونچائی کرتا تھا اور ہوا اور بھولاس رائے نے اسے نہایت شکست دیا فوج سے جدا کیا تھا اس حوالہ میں وزیر کا

ہوا، آزادہ عطائی سخال آسکی ہوا، مارا گیا اور درانیوں کے ہاتھوں اور کھڑے لگے مکر و زور اپنے گھوڑے سے اترتا اور چند ہمراہی درانیوں سمیت اپنی جگہ پر قائم رہا اور مرنیکا ارادہ کیا وزیر کے پیچھے شجاع الدولہ کھڑا تھا مکر دھول کے اڑنے سے کچھ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ کیا معاملہ واقع ہو رہا ہی اور چمب کہ شجاع الدولہ نے وزیر اعظم کے آدمیوں کی بولی اور آنکھ گھڑیوں کے ہنمانیکو بنا یکا تھوڑے ہوتے پایا تو کاشی رائے کو تفتیش و تفتیس کے لیئے آگے کو بھیجا چنانچہ کاشی رائے نے وزیر اعظم کو زہر بکتر پہنے پاپادہ اور نہایت غضبناک پایا کہ وہ اپنے لوگوں کو آنکھ بھاگ جانے پر برا بھلا کہہ رہا ہی اور آنکھوں پر لانے میں مصروف ہی جوں ہی کہ آنکھ آسکی کاشی رائے پر ہڑی تو اوسنے اوس سے یہ بات کہی کہ تو شجاع الدولہ کی خدمت میں پہونچکر بہت جلد اس بات کو ادا کر کہ اگر شجاع الدولہ ہماری تائید اس وقت نکریگا تو میں جان سے جائیگا مگر شجاع الدولہ لڑائی میں شریک آس کا نہوا اور اپنی جگہ پر جما رہا *

یہ معاملہ احمد شاہ پر منحنی نہ تھا چنانچہ وہ فالتو فوج جو آس نے منگائی تھی وزیر اعظم کی ہر جلدی تباہی کی روک تھام کے لیئے عین وقت پر پہونچی اور اب لڑائی جھگڑا ہونے لگی مگر بارصاف آس کے اب بھی مرہٹوں کا پلہ جھاری رہا یہاں تک کہ احمد شاہ نے اپنے ہتھیاروں کو گود پر گھار کر اکتھا کیا اور منجملہ اُن کے جنہوں نے لڑنے سے انکار کیا اُن کے قتل کا حکم سنایا بعد اُس کے خاص اپنی صف کو آگے بڑھنے کا حکم دیا اور چاہی یہ ہدایت کی کہ فوج کا ایک ٹکڑا ہمارے ہاتھوں بازو والا گھوم کر نکلے اور دشمن کے بازو پر توت پڑے یہ تدبیر آس کی بہت راس آئی اس لیٹی کہ اگرچہ عین قلب لشکر میں ہرے زور شور سے لڑائی ہو رہی تھی جہاں بہاؤ اور بسواس رائے گھوڑوں پر سوار کھڑے تھے اور فریقوں کے سپاہی فیروں اور تیروں

اور تلواروں بلکہ بڑے بڑے بھاری کھانڈوں سے لڑتے لڑتے اور مارتے مارتے
 تیر مگر ایک لخت ایسا اتفاق ہوا کہ کرنا کسی سمجھ و فہم کے زور سے
 سارے مرہٹے بھاگے اور لڑائی کے کھیت کو کشنوں کے پشتوں سے معمور
 چھڑ گئی۔ فیروز مندوں نے بڑے جوش و خروش سے بھگوتوں کا پیچھا کیا
 اور کسی بڑے لڑی اور اسی باعث ایسا بڑا بھاری قتل ہوا کہ حد قیاس
 سے بھاری چھڑچھڑ ہر جانب کو پھیل پھیل رہی۔ پوس پوس میل تک
 نقاب لگا گیا اور جو مہتمی دشمنوں کی مار سے بچ رہے تھے وہ
 گدازوں کے ہاتھ سے مارے گئے اور جو دراصل کے بال بڑے وہ نہایت
 بدبختی سے دل ہوئی یہاں تک کہ خود احمد شاہ ان بیرحموں میں
 شریک ہونے سے اس اٹلی مسئلے تھا کہ اس نے روک تھام ان کی
 نکی ہاند نجیب الدولہ کی فریب سے جھوٹی سونہیا کی بڑی تھوڑی
 بھال کر لئی جس سے ایک درانی سردار نے چڑھا تھا اور گرناری کے
 اندیشہ سے اس کو بھلا ہوا اور اہم خان کر دی شجاع الدولہ کی دار و گیر
 میں مقیم تھا جس کے حوالہ کرتے ہوئے اس کو نجیب الدولہ نے مستحضر کہا
 اور رعیت ملاست کہ لئی اپنی سامنے بلایا بعد اوس کے وزیر اعظم کی
 سپردگی میں رہا گیا جو اس شخصوں کی نزاکت سے ایک شقت کے اندر
 اندر روکا کہ اس سے رابطہ کیے اور لئی اٹلی اور ایک بے سر کے دھڑ پر
 پہاڑ کی لائی کا پتہ لگا دیا گیا مگر حکمت میں حال اوس کا ایسا
 مشہور بنا کہ بہت عرصوں کے بعد ایک مختار آدمی نے اوس کا پیوس
 ہوا کہ ہر روز وہیں تک اوس کے حقوق جوئے کا اہتمام کیا مقتولوں
 کی کل تعداد دو لاکھ کے قریب رہا۔ اٹلی لئی بڑے بڑے مرہٹے سردار
 اوس سرداروں کے سوا نام اٹلی یا زخمی ہو گئی جو تھوڑی سی فوج کی

† کشی روز نامہ پوری میں ہے کہ ابراہیم خان نے نہایت بیرحمی کرتی لکھی
 اور وہاں غیر مستحضر ہوئی کہ اس کے سامنے ہر زمر کے بھائے جڑھائے گئے مگر وہ
 وقت ایسا نہ تھا کہ اگر انتظام ایسا منظور ہوتا تو ایسی بڑی طرح سے کیوں لیتی

حکومت پر ہلکی میں چھوڑے گئے تھے مگر ہولکر بیچ رہا جو بہت جلد اور بیوقت اپنے چلے آنے سے ملزم نہ پایا گیا اور مہاجی سیندھیا جو بعد اوسکے ایک بڑی ریاست کا بانی ہوا عمر پور کے لیٹی لنگرا ہو گیا اور نانا فرناوس جس نے پیشوا کی حکومت کو ایک مدت تک پایہ سے گرنے ندیا ہزار دشواری سے جان بچا لیا گیا + *

ایسی بھاری شکست اب تک کبھی واقع نہ ہوئی تھی اور ایسی کڑی مصیبت اب تک نہڑی تھی جس کے پڑنے سے بڑی افسردگی بڑھ گئی پہلی اور سارے مرہٹوں پر غمگینی مایوسی چھا گئی بہت سے لوگوں کو رشتہ داروں کا ماتم کرنا پڑا اور ساری قوم کو فوج کی بربادی کا ایسا صدمہ پہونچتا اور اُس صدمہ کو ایسا سہجھا کہ اُس کے مارے قوم کی بڑگی پھر نہ سنبھلیگی اور پیشوا کا یہ حال ہوا کہ وہ اس صدمہ سے کبھی نہ سنبھلا اور اپنی سرحد سے ہونہ کو آہستہ آہستہ چلا گیا اور اُس مندر میں بیٹھ کر مرگیا جسکو اُس نے ہستی کے پاس بنایا تھا اور توٹی پھوٹی فوج اُس کی نرندہ سے آگے ہندوستان کے تمام اپنے بلاد متعلقہ کو چھوڑی چلی گئی || اور چمپ کہ بالاجی مرگیا تو باقی چھوڑے کھڑے ہوئے اور پیشوا کی حکومت نے دوبارہ دیسی قوت کبھی حاصل نہ کی بعد اُس کے وہ بہت سے ملک اُن کے قبضہ میں دوبارہ حاصل ہوئے جسکو مرہٹوں نے پہلے فتح کیا تھا

+ گرینٹ ڈن صاحب اور سرالمنائیں اور کاشی رائے کے بیان متعلقہ جنگ پانی پت سے بہار کی لشکر کشی کا حال لیا گیا مس کتاب تحقیقات ایشیا کی جلد ۳ صفحہ ۹۱ وغیرہ ہندوستان میں تاریخ نویسی کی بابت کاشی رائے کا بیان شاید نہایت عمدہ نمونہ ہے اور یہ بھی واضح ہو کہ اس بیان میں پتھانوں کے اُس بیان سے بھی کچھ تھوڑی بہت آفاقی حاصل ہوئی جس کو احمد شاہ کے معاموں میں اُنہوں نے قلمبند کیا تھا

گرینٹ ڈن صاحب

|| سرجان مالکم صاحب کی تاریخ ماوراء جلد ایک صفحہ ۱۲۰

اور وہ ان کے قبضہ و تصرف سے خارج ہو گئی تھیں مگر خاص خاص
 خود مختار سرداروں نے یورپ والے افسروں اور قاعدہ دار سپاہیوں
 کی امداد و اعانت سے ان پر قبضہ حاصل کیا اور جب کہ مرہٹوں کا
 عام خطرہ رفع دفع ہوا تو مسلمان سرداروں کا اتفاق بھی ٹوٹ پھوٹ کر
 خراب ہو گیا اور احمد شاہ ابدی فتح سے اٹھ کر اُنہالی بدوں اپنی
 قلعہ دار چٹا گڑ اور ہندوستان کے معاملوں میں ہولے چولے بھی پھر کبھی
 شریک نہ ہوا ۔

چٹا گڑ ان پہلے معاملوں میں شریک و شامل تھو رہا اب
 متفرق ہو گئے اور یہ وہ زمانہ ہے کہ مغلوں کی شہنشاہی کی تاریخ
 میں مقام ہو رہا ہو جاتی ہے اور تمام ممالک آٹا چدی چدی
 ریاستوں پر تقسیم ہو جاتا ہے اور خود دارالسلطنت اُچڑی جاتی ہے
 اور اُس سلطنت کے نام کا دعویدار اب چٹواری اور بیگانہ متوسل ہے
 اور نئی فیروز پوروں کی نسل نے ہندوستان میں شاہہ ڈالا ہے اور یہ
 آخر معنی و منظور ہے کہ وہ بعد نسل اس اقامت کے تکرار
 کو پہلے وقتوں کی نسبت معمول راہوں اور عمدہ منصوبوں سے دوبارہ
 متفرق کرے ۔

۱۔ یعنی شالہ نام واسطہ ۱۱ مترجم

۲۔ یعنی انکھڑ ۱۱ مترجم

منجملہ بارہ حصوں مذکورالصدر کے آئندہ حصوں کا تتمہ



اُن سلطنتوں کا بیان جو دای کی شاہنشاهی کے بعد
قائم ہوئیں
دکن کے بہمنی بادشاہوں کا بیان †
اصلی بادشاہوں کی فہرست

- ۱ علام الدین حسن کانگورے † سنہ ۱۳۳۷ ع مطابق سنہ ۷۲۸ ہجری
- ۲ محمد شاہ اول بن علام الدین سنہ ۱۳۵۸ ع مطابق سنہ ۷۵۹ ہجری
- ۳ منجھد شاہ سنہ ۱۳۷۵ ع مطابق سنہ ۷۷۶ ہجری
- ۴ داؤد شاہ بن سلطان علام الدین سنہ ۱۳۷۸ ع مطابق سنہ ۷۸۰ ہجری
- ۵ محمود شاہ اول بن علام الدین مذکور سنہ ۱۳۷۸ ع مطابق سنہ ۷۸۰ ہجری
- ۶ فیاض الدین بن سلطان محمود سنہ ۱۳۹۷ ع مطابق سنہ ۷۹۹ ہجری
- ۷ شمس الدین بن محمود شاہ سنہ ۱۳۹۷ ع مطابق سنہ ۷۹۹ ہجری
- ۸ فیروز شاہ بن داؤد شاہ سنہ ۱۳۹۷ ع مطابق سنہ ۸۰۰ ہجری
- ۹ احمد شاہ اول سنہ ۱۴۲۲ ع مطابق سنہ ۸۲۵ ہجری
- ۱۰ علام الدین بن احمد شاہ سنہ ۱۴۳۵ ع مطابق سنہ ۸۳۸ ہجری
- ۱۱ ہمایوں شاہ ظالم بن علام الدین سنہ ۱۴۵۷ ع مطابق سنہ ۸۶۲ ہجری
- ۱۲ نظام شاہ بن ہمایوں شاہ سنہ ۱۴۶۱ ع مطابق سنہ ۸۶۵ ہجری

† یہ ایک چھوٹی چھوٹی مسلمان بادشاہی خاندانوں کے حالات کی کرنی
سند بیان نہ کی جارہے تو یہ تصور کرنا چاہیئے کہ وہ تاریخ فرشتہ سے لپٹے گئے جسمیں
ہر بادشاہ کی تاریخ الگ الگ مذکور ہے۔ جہاں ۲ و ۳ کرنیل برگر صاحب کا ترجمہ
تاریخ فرشتہ کا
† علام الدین اس حسن کا لقب تھا مگر ہونے اُس کا اصلی نام اس فرض سے
ہر کتاب کہا نہ وہ اُس نام کے اور بادشاہوں سے ممتاز ہو رہے

۱۳ محمد شاہ ثانی بن ابراہیم شاہ ۱۳۶۳ ع مطابق سنہ ۸۶۷ ہجری

۱۴ محمود شاہ ثانی ۱۳۸۲ ع مطابق سنہ ۸۸۶ ہجری

نام کے بادشاہوں کی فہرست

۱۵ احمد شاہ ثانی بن محمود شاہ ۱۵۱۸ ع مطابق سنہ ۹۲۲ ہجری

۱۶ ظفر اللہ بن احمد شاہ ۱۵۴۰ ع مطابق سنہ ۹۴۷ ہجری

۱۷ ولی اللہ بن سلطان محمود شاہ ۱۵۴۴ ع مطابق سنہ ۹۴۹ ہجری

۱۸ تاج الدین • محمود شاہ ۱۵۴۴ ع مطابق سنہ ۹۴۹ ہجری

حسن ناکوں میں ان کے پوتے اور بیٹے ان کے چھوٹے بھائیوں اور کسی زمانہ میں دلی کا باشندہ تھا اور مہار آس کی ایسی ملک تھی کہ اس نے لازمی زمین اپنے بڑے بھائی کے اپنے ملک کے مقررہ زمینوں میں جو محمود اتفاق کا معزز ملازم تھا بطور ہارس کی تھی۔ مسیحہ اتفاق آس نے دولت میں بڑا دولت پایا اور دین و دولت کی ضرورت میں اس کی ملک اور ہارس کی ملک آس سے اس قدر راضی ہوا کہ آس کے حاکم کے ساتھ اپنے اور جو پوتے بھی ہزار میں آس کو ملے تھا حسن کانگرے کے حق میں صرف ایک ہزار میں آس کے ہارس میں بڑے بھائی اور آس کی حسن ایفانہ کی بات سے آس کے بھائی کے لوگوں کے اپنے بھائی میں سردار آس کو پایا جو نام آس کے بھائی کے شکر آس کی اور وہ سے اپنے نام پر کانگرے کو دیا گیا اور جو آس کے بھائی کو ہارس اور بھائی کا خطاب آس پر زیادہ اس کے ملکی کی خوشی سے اس کے بھائی کی بڑا بھائی آس کا نامی گراسی ہوا اور حسن آس کے بھائی کو دارا اور اس کے قرار دیا

دور تک دلی راجہ کی بھارت اور ہندو کی تھی حکومت باغیوں کے حق میں بہت بڑی آس کے تھے راجہ ہوتی تھی محمود اتفاق شاہ کی پوربائیوں کو ان سے تھی خاصہ ہوتی دور تک کے راجہ کے حسن کانگرے کی امداد و اعانت کے اپنے آس کے بھائی کے ملک میں حاکموں کا ایک گروہ رواجہ لیا تھا مگر ان درباری راجوں کی ریاست کے قیام و استقامت میں مسئلہ آس کی کامور کا بڑا بھائی حسنہ ان کے قبضہ و تصرف میں دلا گیا اور حاکموں کی راجہ بہت حد آس میں تھے قرار کے کرے ہوئے جس کے باعث سے احمد آباد کی تھی ریاست اور درباری راجوں کی سلطنتوں میں لڑائی لڑائی رہی تھی

جس نے حسن ناکوں کے دولت پائی تو درباری راجوں کی برائیوں کا ہم اور حاکموں کے راجوں کے ساتھ ایسے زور شور سے جاری رہیں کہ کئی دن کے اپنے بھی توقف واقع ہوا تھا کہ یہ بھائی کے ناخاندان کا نام کو پھونپنا اگرچہ یہ

اڑتھیاں مدت تک جاری رہیں مگر ہندو مسلمانوں کی سرحدوں میں کوئی بڑی تبدیلی اُن سے واقع نہ ہوئی چنانچہ اڑتھیا اور تلنگانہ کے راجے سنہ ۱۲۶۱ ع مطابق سنہ ۸۶۵ ہجری میں بیدر کے دروازوں تک چلے آئے جو اُس زمانہ میں بھمنی خاندان کا دارالحکومت تھا مگر مسلمان آخر کار اونپر غالب آئے یہاں تک کہ دریائے کشنار تمباہرہ کے درمیان کے بہت سے ملکوں پر قابض و متصرف ہوئے اور سنہ ۱۲۲۱ میں احمد شاہ بھمنی نے ورنگل پر پورا پورا قبضہ کیا اور تلنگانہ کے راجہ کو اُس کی ہرائی دارالحکومت کے چھوڑنے پر مجبور کیا *

محمد شاہ بن ہمایوں شاہ کے عہد سلطنت سنہ ۱۲۷۷ ع مطابق سنہ ۸۷۶ ہجری میں جو بھمنی بادشاہوں کا پچھلا بادشاہ اور بادشاہی اختیارات کو چھوڑا ہوا تھا اڑتھیا والے راجہ کے رشتہ دار انہر راجے نے محمد شاہ مذکورہ صدر سے اڑتھیا کے استغاثی حکومت کے مقدمہ میں اعانت چاہی اور اعانت کی غرض اور تنہائی کی صورت میں راجہ ہندوی اور گونڈا پالی کے پرگنوں کو جو دریائے کشنار اور گوداوری کے دھاروں پر واقع تھے دینا پڑا محمد شاہ نے درخواست اُس کی قبول کی اور اُس چھوٹے دوری دار کی امداد و اعانت کی غرض سے تھوڑی سی فوج اپنی بھیجی چنانچہ انہر راجے کو قبضہ دلایا گیا اور اضلاع مرودہ مسلمانوں کے قبضہ میں آئے اور جب کہ بعد اُس کے سنہ ۱۲۷۷ ع مطابق سنہ ۸۸۲ ہجری میں انہر راجے نے اضلاع مذکورہ پر قبضہ کرنا چاہا تو محمد شاہ آپ اُس کے ملک پر چڑھ کر گیا غرض کہ اُسکو مطیع اپنا دیا اور راجہ ہندوی کو تنہائی کے نظم و نسق سے فراغت پکار مغرب کی جانب سمندر کے کنارے کنارے کوچ کیا اور ماسولی پٹن کو فتح کر کے اپنی قلعہ میں داخل کیا اور مشہور پندر گالہی یا کپتی درم تک جو مندراں کے متصل واقع ہی مارتا چلا گیا اور مشہور مندر کو لوٹ نہ سورت کر خاک سپاہ کیا *

ہندوستان کے پندر مقابل پر بھی یہ بادشاہ ایسا کامیاب ہوا کہ اُسکے وزیر نے کتان پر قبضہ کیا جو گھاٹوں اور سمندر کے خط مغربی کے درمیان میں تھیتی سے لیکر گودا تک واقع تھی بھمنی بادشاہوں نے چالیس برس سے زیادہ زیادہ مذکورہ صدر فتح میں صرف کیئے اور اسی نامہ راز اور جنگلی قلعہ میں بہت سے تلخان اونٹن مگر باوصف اس کے پورا پورا مغلوب نہ کر سکے *

بھمنی بادشاہ انٹر ورتوں میں خاندیس اور مالوہ والے بادشاہوں سے ہزار کی سرحدوں پر لڑتے چھڑتے رہے چنانچہ ایک موقع پر سنہ ۱۲۶۱ اور سنہ ۶۲ ع میں مالوہ کا بادشاہ بیدر تک گھسٹا چلا آیا جو اُس زمانہ میں بھمنی بادشاہوں کا دارالسلطنت تھا مگر تقدیر نے یادری کی کہ گجرات والوں کی کمک پہنچ گئی اور وہ کمک نہ پہنچتی تو بیدر فتح ہو جاتا *

بیچہ پور کے شاہی خاندان کا بیان جسکو یوسف ترکي غلام نے قایم کیا
فہرست

- | | |
|---|---|
| ۱ | یوسف عادل شاه سال ۱۳۵۹ م مطابق سال ۱۹۴۵ قمری |
| ۲ | احمدعلی بن یوسف شاه سال ۱۳۱۰ م مطابق سال ۱۹۰۵ قمری |
| ۳ | غاز عادل شاه بن احمدعلی شاه سال ۱۳۰۳ م مطابق سال ۱۲۹۱ قمری |
| ۴ | ابوالکرم عادل شاه بن احمدعلی شاه سال ۱۲۹۵ م مطابق سال ۱۲۸۱ قمری |
| ۵ | علی شاه سال ۱۳۵۲ م مطابق سال ۱۹۴۷ قمری |
| ۶ | ابوالفتح عادل شاه علی شاه سال ۱۳۴۹ م مطابق سال ۱۹۴۴ قمری |

[illegible]

یہ سب سے پہلے ہی قاسم مرید کے ساتھ ہو کر رہا اور بہت ہی حکومت کو دیا
دیتا تھا اور پھر اس کے بعد اور بھی کچھ راجاؤں کے چاہنے میں مصروف
ہوا اور اسکی مائدہ افروزی بہت مستحکم ہو گیا اور اسکی شراکتیں اور
میں بہت بڑی راجہ بن گیا اور اس کے بعد وہ کامیاب رہا اور جو چیزیں اسکی
مذکورہ آئینہ میں نظر آ رہی تھیں ان کے بعد قاسم مرید نے کہا کہ جو چیزیں اسکی
اور دیا کہ قاسم مرید نے یہ سب کیا تھا اور اس کے بعد یہ اپنے اپنے ملک کی نسبت
شراکتیں کا سب سے پہلے ہی دیا گیا تھا

اُس نے ہی کہہ دیا کہ میں نے یہ سب سنا ہے اور کہتا ہوں کہ
میں نے سنی ہے اور تمہاری بات کو سنی ہے۔ میں نے سنی ہے اور شاید
دروازہ کھول کر یہ سنا ہے۔

۱۹۴۱ء میں جب کہ تقسیم ہند کی گونجیں ہندوستان میں بڑا اور بڑا گونج رہی اُسکی
شہریت میں ایران کے رہنے والے اور شہر کے خاص خاص مقاموں کے ملنے والے تھے۔

یہ بیرونی تھی غرض کہ اُس نے اُس مذہب کو اپنی سادانت نامزد نہ کیا یعنی اُس مذہب کی تائید و حمایت کرتا تھا اور ایسی ناشائستہ حرکت سے جسکی مثال اقلیم ہندوستان میں پائی نہیں جاتی، اپنے ساری رعایا میں ناراضی پھیلانی اور ساری مسلمان بادشاہوں کو اپنے خلاف و مقابلہ پر متفق کیا مگر بڑی دلیوری دلاوری سے متفق بادشاہوں کے مقابلہ میں سما رہا اور اُن کے اتفاق کے توڑنے میں بڑی کوشش اور دانشمندی ظاہر کی مگر جب تک کہ اُن اندر کھپی باتوں سے کٹارہ کش نہرا جن کو اُس نے دین و مذہب میں ایجاد کیا تھا تو یہ بات اُسکو حاصل نہ رہی کہ وہ ساری مخالفتوں کو آپ سے راضی کر سکے *

یوسف عادل شاہ کے مرنے پر اسماعیل اُسکا بیٹا جانشین اُسکا ہوا مگر صخر سنی کے باعث سے سلطنت کا کلم کالج اُس کے وزیر کمال خان دکنی کے قبضہ قدرت میں رہا جس نے غصب ریاست کی طرح قتالی تھی اور اسی نظر سے سنی مسلمانوں کی سرداری اختیار کی تھی اور ایرانیوں کو شکستہ خاطر کر کے موقوف کیا تھا مگر نصیروں سے تدبیر اُس کی راس نہ آئی اور وہ جو ان بادشاہ عالی شیعہ بن گیا اور نوے کو نیز ملکی یعنی ایرانی لوگوں سے قائم کیا اور ہندوستانیوں میں سے سولہ راجپوت اور بٹیانوں کے ملازم نہ رکھا + جو اُس کے ملک میں نہ بستے تھے اور بیگانہ ملک والوں کے رنگ قہنگ اختیار کیئے اور فارسی ترکی زبانوں کو ہمیشہ برتاؤ میں میں لارا اور دکنی زبان پر ترجیح اُنکر دی + *

چند عادل شاہ تیسرا بادشاہ چھ مہینے سلطنت کر کے مر گیا تو ابراہیم اُسکا بیٹا اُسکی کدی پر بیٹھا اور نہایت متعصب سنی ہوا چنانچہ اُس نے تمام ایرانیوں کو موقوف کیا مگر جبکہ بعد اُسکے اُسکا بیٹا علی عادلشاہ اُسکی جگہ جانشین ہوا تو اُس نے دادا کے مذہب کو اوجالا اور نالی شیعوں کا طرز و طرز اختیار کیا اور ایرانیوں کو دوبارہ ملازم رکھا اور ابراہیم عادلشاہ ثانی اُسکے بیٹے کی صخر سنی میں سنی نصیروں میں قصہ دریا ہوا جس میں سنی غالب آئے *

مذکورہ اندر انقلاب کی نسبت بڑی تبدیلی یہ ہر تھی کہ مرہٹوں کو سرخزازی حاصل ہوئی جنکی اصل و سلیقت یہ تھی کہ احمدنگر اور بیجاپور والے بادشاہوں کے + انچہ ہندوستانی لوگ افغان کے محض میں پٹھان کے لفظ کو استعمال کرتے ہیں مگر عموماً افغانوں کی اولاد میں بولا جاتا ہے جو ہندوستان میں پیدا ہوئے

۱۔ برٹش سائپ کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ۵ صفحہ ۱۷۲ اس صفحہ کے دیکھنے سے دریافت ہوتا ہے کہ دکنی بولی جو ہندی زبان کی ایک شاخ ہے سولہویں صدی کے شروع میں دکن کے مسلمانوں کی معمولی زبان تھی

دو تین میں اپنے راجہ والی دروگہ کر گزشتہ تارنہ ہو جانے سے ملک اُنکی بڑھ گئی تھی
 اور انکے رعایا سنبھل جاتے تھے اور اور ارگن کی طرح ملایم رکھ جاتے تھے چنانچہ
 پوربھ عادلشاہ اول نے ایک موقع سے سردار کو بارہ ہزار پنڈتوں کی حکومت عنایت
 فرمائی تھی +

اور پوربھ پانڈتوں میں مرہٹے بڑھاپور کی ریاستوں پر اقبال و دولت میں
 شریف و شام رکھ چنانچہ جب انہی ہندوستانوں یعنی پوربھ والوں کا فریق
 سردار میں قائم ہو گیا تھا تو یہ دوسرے مرہٹے پوربھ کی طرف سے ان کی اقامت پر مشورہ
 کئے اور ان کی اُنکی سرکاری عورت تھی اور اسلئے ان کو ان کی ریاستوں میں رکھ دیا
 اور ان کیوں کی رعایت سے ان کو چاہئے تھے جو ملک و رعایت کی رعایت و طریقہ
 پر ان کو تھوڑے سا پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 ہندوستان میں ان کی پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ

پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ

پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ

پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ
 پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ پوربھ

پھر اُسٹر اپنے فتح کیا بعد اُسکے اسماعیل شاہ اُسکے بیٹے کے قبضہ سے پھر خارج ہوا۔ مگر جبکہ بعد اُسکے سنہ ۱۵۷۰ء میں بیجاپور اور احمد نگر والے بادشاہوں نے مقام گویا اور چول میں پرتگال والوں پر یکدم حملہ کیا اور دونوں پس پا کیئے گئے تو صاف اُس سے راضع رہی کہ وہ اپنے مخالفوں کے خرفہ و ہیبت سے اور سہمگین خور سے رخصت سے ناراض نہ رہے۔ *

بیجا پور احمد نگر کے بادشاہوں کا اتفاق اور تالی کرتے ہی بڑی لڑائی اکبر شاہشاہ کی تشدد نے بیجا پور واقع ہوئی اور جبکہ اکبر نے دکن کے کاموں میں دست اندازی شروع کی تو ابراہیم شاہ ثانی بالغ ہو چکا تھا اور احمد نگر کے ملکی قصبے تھایوں میں سنہ ۱۵۹۵ء مطابق سنہ ۱۰۰۲ھ ہجری میں بڑی کرمجوشی سے مصروف تھا۔ *

نظام شاہی خاندان کا بیان جس کی بنیاد احمد

نور مسلم نے دالی

- ۱۔ احمد شاہ سنہ ۱۴۹۰ء مطابق سنہ ۸۹۶ھ ہجری
 - ۲۔ برہان شاہ بن احمد شاہ سنہ ۱۵۰۸ء مطابق سنہ ۹۱۴ھ
 - ۳۔ حسین شاہ بن برہان شاہ سنہ ۱۵۵۳ء مطابق ۹۶۱ھ
 - ۴۔ مرتضیٰ نظام شاہ سنہ ۱۵۶۵ء مطابق سنہ ۹۷۲ھ
 - ۵۔ میران حسین شاہ سنہ ۱۵۸۸ء مطابق سنہ ۹۹۶ھ
 - ۶۔ اسماعیل شاہ بن برہان شاہ سنہ ۱۵۸۸ء مطابق سنہ ۹۹۷ھ
 - ۷۔ برہان شاہ ثانی سنہ ۱۵۹۰ء مطابق سنہ ۹۹۹ھ
 - ۸۔ ابراہیم نظام شاہ سنہ ۱۵۹۲ء مطابق سنہ ۱۰۰۰ھ
 - ۹۔ احمد شاہ ثانی بن شاہ طاہر سنہ ۱۵۹۴ء مطابق سنہ ۱۰۰۲ھ
 - ۱۰۔ بہادر شاہ بن ابراہیم نظام شاہ سنہ ۱۵۹۵ء مطابق سنہ ۱۰۰۳ھ
- نظام شاہی خاندان کا بانی احمد کا باپ بیجاپور کا ایک برہمن تھا جو گرفتار ہو کر غلاموں کی مانند ایک ہمنی بادشاہ کے ہاتھوں پکا تھا اور مسلمان بھی ہو گیا تھا یہاں تک کہ اُس سکرمس میں اول درجہ کر پھونچا اور اُسکے صاحبزادہ بلند اقبال نے
-
- ۱۔ بہادر شاہ مرتبہ تھا کہ سنہ ۱۵۱۰ء میں الیکٹرک پرتگال والے نے مقام گویا کو چھینا تھا
- ۲۔ برکز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ایک صفحہ ۱۳۴ اور گریٹ ڈنٹ صاحب کی تاریخ جلد ایک صفحہ ۷۷

بڑھایا مگر اس کامیابی سے پہلے یہہ ذات نظام شاہی خاندان کے بادشاہ کو نصیب ہو چکی تھی نہ بہادر شاہ گجراتی نے اُس کو اُسی کی دارالریاست میں معصور اور اپنے نسل و نوکیت کے تسلیم اور نہایت نیازمندانہ اطاعت پر معجز کیا تھا + اور نیز اُس سے بڑی سخت اُس کے چانشین کی بھی مقصد بیٹھی تھی جس کو رام راجا بیجانگر والے نے جو اُسی زمانہ میں بیجاپور کی ریاست سے مرافق ہو گیا تھا سنہ ۱۵۳۰ مطابق سنہ ۹۳۷ ہجری میں بمقام احمدنگر ڈھیر ٹھار کر ایسی ملاقات کرنے میں دیا لپٹایا تھا جس میں اُس کے کمتر ہونیکے شرطیں قرار دی گئی تھیں *

اسی شیخی اور نثار کی بدولت جو رام راجا نے خاص اُس موقع پر اور علاوہ اُس کے اور موقعوں پر ظاہر کیا سنہ ۱۵۶۵ ع مطابق سنہ ۹۷۲ ہجری میں سارے مسلمان اُس کے مخالف ہو گئے جس کا نتیجہ بیان ہو چکا ایک موقع کے لحاظ و حیثیت سے کہ وہ موقع احمد نگر کے حق میں مفید و نافع نہ تھا احمد نگر کی زور و قوت اور جاہ و محضت کا تصور آتا ہے اُس لیکن کہ بیان کیا گیا کہ ایک بار احمدنگر کے بادشاہ نے عادل شاہ پر فوج کشی کی تھی جس میں چھ سو توپیں مخالفوں کے ہاتھ آئیں اگرچہ بہت سی اُن میں سے چھوٹی چھوٹی ہونگی مگر ایک بڑھتی توپ ایسی تھی کہ دنیا میں از زمرے ندر و قامت کے جراب اُس کا پایا نہیں جاتا تھا اور اب بھی بیجاپور میں موجود ہی ہے *

فرشتہ والے نے بیان کیا کہ اُس خاندان کے عہد دولت میں بظرافت معمول ایشیا والوں کے نہایت خفیف فزاعوں پر کشتیاں ہوتی تھیں اور منجملہ فریقین کے جو شخص اُس سے انکار کرتا تھا وہ نہایت ذلیل و بے عزت سمجھا جاتا تھا اور جب کشتی میں کچھ مکر و فریب نہرتا تھا تو فریقین میں سے ایک کے مرجائے سے دوسرے پر کسی قسم کا الزام جرم عاید نہرتا تھا فرشتہ والے نے بھی اسی قسم کی کشتی اپنی آنکھوں سے دیکھی چنانچہ وہ بیان کرتا ہے کہ ہر طرف تین تین آدمی بھرتے تھے اور منجملہ اُن کے پانچ آدمی درباری تھے عزت اور سفید قازھی والے تھے

+ اُس موقع پر بہادر شاہ نے اپنی بڑائی کو اس طرح جتایا کہ اُس نے نظام شاہی بادشاہ سے اپنی خاص گجراتی زبان میں گفتگو کی مگر نظام شاہی بادشاہ نے جواب اس کا فارسی میں دیا جسکو درخون سمجھتے تھے ۱۲

۱۔ اُس توپ کی مہر کی قمار ۴ فٹ ۸ انچ تھی اور اُس مہر کی اندر تین بجانب کا قمار در فٹ چار انچ تھی یعنی اُس قمار کا گراہ اُس میں بھرا جاتا تھا اور اصل اُسی کا صرف ۱۵ فٹ تھے اور وزن اُس کا ایک ہزار ایک سو بیس من تھی

تین آدمی تو میں مقام پر مارے گئے اور باقی دشمنوں کی اذیت سے موکلے اس کیسے
کہ وہ کشتیاں گواڑوں سے بھرتے تھیں + *

اسی سال کی سلطنت اپنے نہایت اقبالہندی کے زمانہ میں ان صوبوں پر مشتمل
تھی جس کو اب اورنگ آباد کہتے ہیں اور صوبہ بہار کا تمام مغربی حصہ اُس میں
داخل تھا اور منجمدہ اسی سلطنت کے کنگاں اور سمندر کے کنارے کا ایک حصہ ان
خاکوں کے درمیان میں واقع تھا جو گجرات اور بھارت اور ریاستوں سے تعلق
رہتے تھے *

قطب شاہ کے خاندان گولکنڈہ کا بیان جس کا بانی

قطب قلی نر کمان تھا

۱ سلطان قلی شاہ سنہ ۱۵۱۲ مطابق سنہ ۹۱۸

۲ یوسف شاہ سنہ ۱۵۲۲ مطابق سنہ ۹۲۸

۳ یوسف شاہ سنہ ۱۵۵۰ مطابق سنہ ۹۵۷

۴ ابوالفتح شاہ سنہ ۱۵۵۰ مطابق سنہ ۹۵۷

۵ محمد قلی شاہ سنہ ۱۵۸۰ مطابق سنہ ۹۸۸

قطب شاہ بانی خاندان گولکنڈہ بھارتی ایران کا باشندہ تھا اور دہلی
اُس کا یہ تھا کہ میں اپنی قوم کے سرداروں کی آل اولادوں اور اس میں کچھ
خاک شہید نہیں کہ وہ سیاحانہ روزگار کی تلاش اور جستجو میں آزادانہ حیثیت
و صورت سے ہندوستان میں آیا اور ایک بھارتی بادشاہ کے پورے داروں میں داخل
ہوا اور بہت سے عورتوں پر صرف اپنی سعی و تلاش سے آپ کو معزز و ممتاز کیا
اور جب کہ بھارتی ریاست کا نام اپنا ہو گیا تو وہ گولکنڈہ کا ساکم تھا مگر یہ بات
کچھ نہیں جانتی کہ اُس سے و سال میں بادشاہی کا خطاب اُس نے اختیار کیا
اس خطاب پر وہ سنہ ۱۵۱۲ ع مطابق سنہ ۹۱۸ ہجری سے حقیقت میں
بادشاہ ہوا *

اگرچہ یہاں بول اُس نے اپنی مملکت کا اظہار نہ کیا مگر جب کہ یہ تعلق ہو
پڑا تو اُس نے تمام اہل تشیع کا اقرار کیا اور اپنی قوموں میں شیعہ اُسکو بادشاہ اور
کوئی شکایت پیش نہ آیا بہت دنوں سلطنت کر کے وہ مملکت اپنے راجوں کے لئے
تیار کیا جو دروازے اردارہی سے کشادہ کے آگے تک اور سمندر سے ایسے خط تک پھیلا
ہوا ہے جو عین آباد کے مغرب میں مشرقی خط مارل ارضی کے اہلترہوں
درجہ کے قریب آہینہا جارہے اس خط کے شمال مغربی اشاع بھارتی سلطنت

+ برکنر صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ جلد ۳ صفحہ ۲۰۸

کے گزرتے اور جنوب مغربی اضلاع بیجانگر کی ریاست کے حصے تھے مگر اُس کے ملک مقنرجھ کا بڑا حصہ خاندان ورنگل اور ٹانگائے کے اور راجاؤں کی ریاستوں کے بقیات سے حاصل ہوا تھا قطبہ قلی شاہ نے بمقام کونڈاپلی ایک بڑی فتح اُن سارے راجاؤں پر حاصل کی تھی جو باہم متفق ہوئے تھے اور لڑبیسہ کا راجہ بھی شریک اُن کا تھا اور بعد اُس کے اگرچہ بیجانگر کے راجہ نے اپنے دیں و مذہب کی تائید و اعانت میں بڑی جد و جہد اُٹھائی مگر ورنگل کی حکومت پھر پھل پھوٹی اور مسلمانوں کی قوت کو حدود مذکورہ میں کسی قسم کا ضعف عارض ہوا *

سلطان الٰہی کے ساز و سامان جنگ میں جو ہندوؤں کے مقابلہ پر اُس کی سعی و محنت سے درست کیئے جاتے تھے گا گا اپنے قرب و جوار کے مسلمان بھائی بادشاہوں کے حصاروں دھاروں سے اور غصروں اسماعیل عادلشاہ کی پوروس سے خفا آتا تھا مگر باقی بادشاہوں کی نسبت یہ بادشاہ دکن کے بادشاہوں کی لڑائیوں میں بہت کم شریک ہوا *

جب کہ سلطان الٰہی ثور برس کو پورونپا تو اُس کے بیٹے جمشید قلی نے اُس کو قتل کیا اور اُس کی جگہ تخت پر بیٹھا اور سات برس سلطنت کرکے مرگیا بعد اُس کے ایک صغیر سن بادشاہ ہوا اور نہ چند مہینے بادشاہ رہا مگر چوتھا بادشاہ ابراہیم شاہ تیس برس تک فرمانروائی کرتا رہا اور جو بڑے بڑے واقعات اُس خاندان میں واقع ہوئے اسی بادشاہ کے عہد حکومت میں اکثر وقوع میں آئے *

ابراہیم شاہ کا وزیر ایک ہندو جگدیو نامی تھا اور اکثر اُس کی پیادوں کی فوج اور سارے قلعہ ہندو سپاہیوں کا بڑا حصہ ہندو ٹانگوں سے مرکب تھا یہ جگدیو اپنے آقا سے نامدار سے ناراض ہو کر ہزار کو چلا گیا اور وہاں جا کر ایک بڑی فوج کا حاکم ہو گیا بعد اُس کے بیجا نگر والے رام راجہ کی ملازمت میں داخل ہوا جبکہ اُس راجہ کے دھب و داب کی بدولت علی عادلشاہ اور علی بڑید شاہ اور خود راجہ باہم متفق ہوئے تو جگدیو ان شریکوں کے سپہرے پوروسہ پر ابراہیم شاہ کی قلعہ کے ایک بڑے حصہ کو دیا سکا اور خود اُس کو اُس کی دارلریاست میں مقصور کر سکا مگر باہم آشتی ہو گئی اور امن و آمان کی صورت قائم رہی بعد اُس کے ابراہیم شاہ اُس عام اتفاق میں شریک و شامل ہوا جو رام راجہ بیجا نگر والے کے خلاف و مغایرہ پر منعقد ہوا تھا *

تسلسلہ شاہی خاندان کے بادشاہ اور مسلمان بادشاہوں کے جنگ و جدال اور سارک و اتفاق میں شریک و شامل ہونے اور عموماً اُن کو احمد نگر کے بادشاہوں کے سلسلہ میں گننے میں مگر اُن خاندانوں اور سارکوں سے تسلسلہ شاہی خاندان والوں

برہان عباد اپنی صغر سنی کے زمانہ میں غالباً سنہ ۱۵۶۰ ع میں تفت نشین ہوا مگر تغال خاں اُس کے وزیر نے اُس کی حکومت کو غصب کیا چنانچہ سنہ ۱۵۷۲ ع مطابق سنہ ۹۸۰ ہجری میں وہ ریاست احمد نگر کی سلطنت میں شامل ہو گئی *

برید شاہی پیدر والی خاندان کا بیان جسکو قاسم برید نے بنا کیا

- ۱ قاسم برید سنہ ۱۴۹۸ ع مطابق سنہ ۹۰۴ ہجری
 - ۲ امیر برید سنہ ۱۵۰۴ ع مطابق سنہ ۹۱۰ ہجری
 - ۳ علی برید سنہ ۱۵۴۹ ع مطابق سنہ ۹۴۵ ہجری
 - ۴ ابراہیم برید سنہ ۱۵۶۲ ع مطابق سنہ ۹۶۰ ہجری
 - ۵ قاسم ثانی سنہ ۱۵۶۹ ع مطابق سنہ ۹۶۷ ہجری
 - ۶ مرزا علی سنہ ۱۵۷۲ ع مطابق سنہ ۱۰۰۰ ہجری
- برید بادشاہوں نے ہمہنی خاندان والے بادشاہوں کے وزیر و قائم مقام ہونے سے اگرچہ پہلے پہلے قدر و منزلت حاصل کی تھی مگر قاسم برید کی زندگی سے آگے وہ دھوکہ کھیل سکا چنانچہ اُس نے اور اُس کے جانشین امیر برید نے بادشاہی کا خطاب اختیار کیا اور ملک اُس کا تھوڑا تھا اور بارصف اُس کے حدود اُس کی بیمار و طرح رائج ہوئی تھیں اور بتدریج متعین نہ تھیں اور اُن کے نیست و نابود ہونے کا زمانہ بھی متعین و ثابت نہیں *
- جس زمانہ میں کہ لڑھکے والے نے اپنی تاریخ کا حصہ سنہ ۱۶۰۹ ع مطابق سنہ ۱۰۱۸ ہجری کی بابت درج کیا تھا اُسی زمانہ میں امیر برید ثانی اپنی قلمرو میں حکومت کرتا تھا *

گجرات کے بادشاہوں کا بیان

- ۱ مظفر شاہ سنہ ۱۴۹۶ ع مطابق سنہ ۷۹۹ ہجری
- ۲ احمد شاہ سنہ ۱۴۱۲ ع مطابق سنہ ۸۱۵ ہجری
- ۳ محمد شاہ سنہ ۱۴۴۳ ع مطابق سنہ ۸۴۷ ہجری
- ۴ قطب شاہ سنہ ۱۴۵۱ ع مطابق سنہ ۸۵۵ ہجری
- ۵ داؤد شاہ بادشاہ یک ہفتہ
- ۶ محمود شاہ پیکرہ سنہ ۱۴۵۹ ع مطابق سنہ ۸۶۳ ہجری
- ۷ مظفر شاہ ثانی سنہ ۱۵۱۱ ع مطابق سنہ ۹۱۷ ہجری
- ۸ سکندر شاہ سنہ ۱۵۲۶ ع مطابق سنہ ۹۳۲ ہجری

- ۹ مہاراجہ شاہ ثانی سنہ ۱۵۲۶ ع مطابق سنہ ۹۳۲ ہجری
- ۱۰ مہاراجہ شاہ سنہ ۱۵۲۶ ع مطابق سنہ ۹۳۲ ہجری
- ۱۱ سیراجی مہاراجہ شاہ ثانی سنہ ۱۵۳۶ ع مطابق سنہ ۹۴۳ ہجری
- ۱۲ مہاراجہ شاہ ثانی سنہ ۱۵۵۳ ع مطابق سنہ ۹۶۱ ہجری
- ۱۳ احمد شاہ ثانی سنہ ۱۵۶۱ ع مطابق سنہ ۹۶۹ ہجری
- ۱۴ مظفر شاہ ثانی سنہ ۱۵۶۱ ع مطابق سنہ ۹۶۹ ہجری

گجرات کے شمال مشرق اور مغرب مشرق پر وہ پہاڑی خطہ واقع ہے جو اردلی پہاڑوں کو ہندیا چل کے سلسلہ سے ملتا ہے اور اُسکے جنوب پر سمندر واقع ہے جو اُسکے ایک حصہ کو گھیرے ہوا ہے اور وہ حصہ ایسا جزیرہ نما بن گیا ہے کہ صوبہ گجرات کے باقی حصہ کی چوڑائی جنگلی میوں پر آ رہی ہے اور اُسکے مغرب پر وہ بیابان واقع ہے جس میں رن کچھ کا مشہور ریگستانی بھی شامل ہے اور اس حد کا کھلا ہوا حصہ شمال و مغرب میں رہاں واقع ہے جہاں ایک میدان کے لوبیہ سے جو پہاڑوں اور میانوں کے بیچ میں پڑتا ہے گجرات کا صوبہ حارور سے شامل ہو جاتا ہے شمالی پہاڑ اُسکے نہایت نامدار اور صعب گزار ہیں اور وہ شاخیں اُسکی جو مغرب کی جانب کو پہنچتی تھیں وہیں کہیں کہیں جنگلوں سے معمور ہیں فرضہ وہاں سے ہوتے ہیں بلکہ پورے صوبے کی ایسی گھوٹیں اُسکے درختوں کے پتوں سے پورے ہیں جنکی چوڑی ہوتے ہوتے دریاؤں سے ملتی ہیں یہ ملک جوں جوں پہاڑوں سے الگ ہوتا جاتا ہے اُسقدر بے اثر آج ہو کر رہا جاتا ہے اور اس ملک کا پائین حصہ جو سمندر کے قریب گھوٹا ہے وہیں جاتا ہے اور ساتھ میل کی چوڑائی چوڑائی رکھتا ہے نہایت زرخیز اور بار بار ہی گجرات کا صوبہ نما گاؤں گائے گجرات کے باقی حصہ سے مختار رہا جاتا ہے اور پہلے زمانہ میں اُسکے سر زمین یا حور شترا کہتے تھے اور اب کٹھنہاڑ اُسکے پکارتے ہیں اس جزیرہ نما کا حصہ نیچے پہاڑوں سے مرکب ہے جو اکثر موٹے اور بنجر ہیں مگر سمندر پر اور میدان ایسے ہیں کہ وہ گجرات کی درونی جانب کو دور تک پہنچتے چلے گئے اور نہایت زرخیز اور آباد ہیں جنوب کے قریب ایک اور پہاڑی ضلع واقع ہے جو باربار کے نام سے مشہور و معروف ہے اور اب رہاں جنگل کے جنگل کھڑے ہیں *

جب یہ گجرات کا صوبہ دلی کی نالرو سے الگ ہوا تو نیا بادشاہ اُس کا تھوڑا سا ملک انہی میدان میں رکھتا تھا اور اُس کے شمال مغرب میں جمالور اور سورہی کے گرد مشہور راجہ بھو جوں سے وہ کٹے گئے خراج بھی لیتا تھا اور ایڈر کا راجہ پہاڑوں کے مغربی حصہ پر قابض و متصرف تھا اور اداسے خراج پر اکثر اور کبھی بھی وہیں رتوں میں معجز کیا جاتا اور لڑائی ہوا کرتی تھی اور ایک پیسہ لڈیتا تھا مگر گجرات کے بادشاہ کو وہ یوں ہمیشہ ضرر پہنچاتا تھا کہ اُسکے مخالفین

سے موالق طرح جاتا تھا اور جو لوگ اُسکی قلعہ سے بھاگ کر آتے تھے وہ پناہ اُنکو دیتے
تھا اور باقی پہاڑی اور جنگلی اضلاع اوس کے بھائیوں اور کولیوں کے قبضہ نامی میں
تھے جن میں بعض بعض راجپوت راجاؤں نے جو موارڈالوں سے اکثر ناکارہ
رہتے تھے چھوٹی چھوٹی ریاستیں قائم کی تھیں + *

اس چوبہ نامہ میں نو یا دس ہندو قومیں بستی بستی تھیں جن میں سے
بہت سی قومیں مختلف مختلف زمانوں میں نکلی سو برس پہلے کچھ اور سندھ
سے اُنھوں نے اُپ تھیں اور غالب یہاں ہی کہ وہ قومیں گجرات کے بادشاہ کو
خارج کر دیتی تھیں مگر مطیع و مستحکم اُس کی نہ تھیں *

مطار کے دخل و تسلط کے زمانہ میں یہ چھوٹی ریاستیں موجود تھیں اور چند
سال کے اندر اندر خود مختاری کے قریب ایسی ہر گئی تھیں جیسی کہ شاہان گجرات کے
زمانہ میں تھیں غرض کہ گجرات کے بادشاہوں کا اصلی ملک مقبوضہ صرف وہ میدان
تھا جو پہاڑوں اور سمندر کے درمیان میں واقع ہی بلکہ منجمد اُس کے شرقی حصہ
ایک سرد مختار راجہ کے قبضہ و تصرف میں تھا جو جاپان کے پہاڑی قلعہ کا حاکم
تھا ہلارہ اُسکے گجرات کا خطہ سمندر کے کنارے کنارے جنوب مشرق تک اسقدر پھیلا
ہوا تھا کہ سررتھ کا شہر اور اُس کے آگے کچھ کا ملک اُس میں داخل تھا *

غرض کہ گجرات کے بادشاہوں نے ان تھوڑے ذریعوں کی بدولت ایسا بڑا نام پیدا کیا
جیسا کہ بھٹی خاندان والے بادشاہوں کے سوا دکن کے چھوٹے بادشاہوں میں سے کسی
بادشاہ نے نام اپنا روشن کیا *

مظفر شاہ گجراتی کا بیان

سلطان فیروز تغلق کے عہد سلطنت میں نظام مقرر فرمایا ملک گجرات کا حاکم
مقرر ہوا تھا مگر جبکہ اُس نے گجرات کے مسلمانوں کو ناراض کیا اور دلی کے دربار کو
ہندوؤں کے ساتھ اچھے معاملے پر تلے اور اُنکے دین و مذہب کی رسموں کو رواج و رونق
دینے سے شک ہیہ میں ڈالا تو معتمد شاہ تغلق نے اُسکو معزول کیا اور مظفر خان کو
پہلے اُس کے معزز فرمایا فرمایا ملک نے دس ہزار ہندوؤں سے مظفر خان
کا مقابلہ کیا مگر سنہ ۷۹۱ ہجری مطابق سنہ ۱۳۹۱ ع میں شکست ناکش ہو گئی
اور مظفر خان گجرات پر قابض ہوا + یہ مظفر خان ذات کا راجپوت تھا اور پاپ اُسکا
دلی کے دربار میں چھوٹے درجہ سے بڑے درجہ کو پہنچا تھا اور خود مظفر خان نے
مسلمان امیرزادوں کی طرح تعلیم و تربیت پائی تھی اور معلوم ہوتا ہی کہ
ہندوؤں سے دشمنی برتنے میں ہوا مقصد اُس کا یہ تھا کہ اُس کی اصل و حقیقت

+ منجمد اُنکے تو نگہ پر اور بھانس رازہ وغیرہ آج تک قائم ہیں

* برت ماہ کی تاریخ گجرات صفحہ ۱۸۱

روشنیدہ رہے مگر یہ بات اچھی طرح ثابت نہیں ہوئی کہ کب اُس نے بادشاہی کا خطاب اختیار کیا تھا اُس وقت سے اُس کی سلطنت حقیقت میں شروع ہوئی جبکہ گجرات کی حکومت پر متعین کیا گیا اور لڑائیوں میں کامیاب ہوا چنانچہ اُس نے اندر پر قبضہ کیا اور اُس کے راجہ کو مطیع اپنا بنایا بعد اُس کے جزیرہ نماے گجرات پر ایک بڑی لڑائی لڑ کر دائرہ راجہ ساحل دریا سے شروع ہو کر صرف کیا اور غاندیس کے بادشاہ سے تسلیم سلطانی ہو کر اپنی ریاست کو بڑے بڑے علاقوں کی اگرچہ بعد اُس کے معاملہ سداورہ ۱۲۱۱ء کی ریاست لڑائیاں جاری رہیں مگر اُس کی صورت تک کوئی نقصان نہ ہوا »

ایک بار اُس نے حیدر کو مالا مال کیا اور ہزاروں روپے کی امداد اُس سے حاصل کی بعد اُس کے وہاں سے احمدیہ شریف کی وزارت کر گیا اور چھوٹے وہاں سے لوٹا تو چھوٹے شہر اور اُس کے مقبروں کو لوٹ لوٹ کر تباہ کیا »

ہرشنگ شاہ مالوہ والے بادشاہ سے بہت بڑی لڑائی لڑا اور اُس لڑائی کی ساری وجہ یہ تھی کہ ہرشنگ شاہ پر یہ شبہ تھا کہ اُس نے باپ کو زہر دینے والا ہے مظہر شاہ اور ستمی بادشاہ آپس میں بڑے کڑھے بار تھے مظہر شاہ نے انتقام اُس کا چاہا اور اسی پہلے سے مالوہ پر دھارا لیا چنانچہ اُس کی آمدیدوں سے زیادہ کاسیائی حاصل ہوئی یعنی ہرشنگ کو شکست دینے لگا اور اُس کی ساری فوجوں پر قابض ہوا مگر سنہ ۱۲۰۷ء مطابق سنہ ۸۱۰ ہجری میں بہت جلد اُس کو یہ بات دریافت ہوئی کہ مالوہ مقبوضہ ہو صرف اُس کا مکان و متصرف نوہر اور بادشاہوں کا یہ ارادہ ہے کہ اُس کی جگہ دوسرا بادشاہ مقرر کریں عرصہ اُس نے یہ بات مناسب سمجھی کہ جو کچھ اپنے قبیلے سے وصول ہو سکے وصول کریں اور اُس کی حکومت اُس کو دیں دے مظہر شاہ کے عہد حکومت سنہ ۸۱۰-۱۲۰۷ء مطابق سنہ ۸۱۱ ہجری میں محمود غزنوی نے بھاگ کر گجرات میں آیا مگر مظہر شاہ نے اُس کی آڑ بھگت اچھی طرح نہ کی چنانچہ وہ مالوہ جانے پر مجبور ہوا »

ہرشنگ شاہ نے اپنے دوبارہ قبضہ کر مظہر شاہ کی حمایت نہ سمجھا اس لیے کہ جب مظہر شاہ مرگیا تو وہ اُس وقت کا شریف و شامل ہو گیا جو اُس کے پوتہ احمد شاہ کی تخت نشینی کا مخالف تھا اور سنہ ۱۲۱۱ء مطابق سنہ ۸۱۲ ہجری میں اُس لڑائیوں کو شروع کیا جو مالوہ گجرات میں بہت دنوں تک جاری رہیں احمد شاہ نے مالوہ پر تین مرتبہ پوزیشن کی اور ایک بار سارنگ پور واقع مشرق مالوہ تک مارنا چاہا مگر اُس کو بڑی دقت حاصل ہوئی اور مالوہ کے بادشاہ نے

پر خلاف اُس کے احمد شاہ کے ہندو مسلمان مخالفوں سے مراقبت پیدا کی اور سنہ ۱۲۴۲ ع مطابق سنہ ۸۲۵ ہجری میں اضلاع گجرات کے سرکش راجاؤں سے متفق ہو گیا اور در مرتبہ گجرات کی دارالسلطنت تک پہنچا مگر کوئی کام اُس نے پورا اور کوئی بڑا فائدہ حاصل نہ کیا *

احمد شاہ نے ایدر اور جہا اور اور جزیرہ نما گجرات پر معمولی مہمیں کیں اور خاندیس سے در لڑائیاں لڑا چنانچہ ایک موقع پر ناگور واقع شمال ساوڑا تک پہنچا جہاں اُس کا چچا سید خضر حاکم دلی سے باقی ہو کر بیٹھا تھا مگر سنہ ۱۲۱۶ ع مطابق سنہ ۸۱۹ ہجری میں سید خضر کے آگے بڑھنے سے پیچھے پھروں لڑنے پر مجبور ہوا اور مقام جہا اور تک تہمت اُس کا کیا گیا + *

احمد شاہ کو ایک اور دشمن سے بایلوچھ لڑنا پڑا کہ دکن کے بہمنی بادشاہ نے ننگان کے دیانے کے ارادے سے بہمنی اور ساہت کے جزیروں پر سنہ ۱۲۲۹ ع مطابق سنہ ۸۲۳ ہجری میں تپش و تصرف کیا + *

یہ بات دریافت نہیں ہوئی کہ مقامات مذکورہ بالا بادشاہ گجرات کے تپش و تصرف میں کس طرح آئے تھے ہاں یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ وہ ملک اُسکے متفرق ملکوں میں سے تھے اسلئے کہ گجرات کے بادشاہوں نے اُن کے دربار حاصل کرنیکی فرض سے براہ سمنبر مہمیں کیں فرض کہ بہمنی بادشاہ اُن جزیروں سے نکال گیا مگر بادشاہ کا مخالف بنارہا اور کئی مرتبہ خاندیس کے بادشاہ کا اُن لڑائیوں میں شریک و شامل ہوا جو احمد شاہ کے مقابلہ پر واقع ہوئی تھیں احمد شاہ ایسا منتظم تھا کہ ہر صف ان شرر نسادوں کے اُس نے گجرات کے اندرونی انتظاموں کو ٹھیک ٹھاک رکھا تھا اور مختلف مقاموں میں اسفرض سے قلعے بنوائے تھے کہ باقی لوگوں کے شرر آند سے معذور رہے اور ایدر کے راجہ کی لاگ پر احمد نگر کا شہر بسایا جسکی نصیبیں ٹموس اور چوڑی چٹائی اجنبک موجود ہیں علاوہ اسکے احمد آباد کو آباد کیا جو اُس زمانہ میں بڑا دارالسلطنت تھا اور اب بھی آبادیکی فرط و کثرت اور عمارت کی شان و شوکت سے ہندوستان کے بڑے شہروں میں گنا جاتا ہے *

+ ہرگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ایک صفحہ ۵۰۹ و جلد چار صفحہ ۱۸ اور ہرگز صاحب کی تاریخ گجرات صفحہ ۱۸۹
+ ہرگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد دو صفحہ ۲۱۳ اس کتاب کی جلد چار صفحہ ۲۷ میں واقعات مذکورہ کا سلسلہ مختلف طرح پر مندرج ہے
* کہتے ہیں کہ احمد شاہ نے یہ طریقہ جاری کیا تھا کہ ہر سپاہی کو سالانہ تنظراہ کے نصف کی بابت اراضی عنایت کی تھی اور اس سے پہلے نقد تنظراہ منقسم ہوتی تھی گجرات کے مورخ نے اس تدبیر کو معقول بتایا مگر یہ طریقہ سپاہی کے قوامد تعلیم اور ترانین آسائش کے لئے مضر تھا ہرگز صاحب کی تاریخ

یہ احمد شاہ ایک بظقتہ مسلمان تھا اور سرائے اسلام سے نہایت گرمجوش
چلانیہ اُسے صفدرنگو ترو کر اُنکی چاہے مسجدیں بنائیں اور مشہور ہوں کہ اُسے
اپنی رعایا میں اپنے دین و مائے کے پہناتے میں بڑی کوشش کرتی *

سالہ کے بادشاہ اور احمد کے راجہ سے محمد شاہ اور قطب شاہ گجرات کے پچھلے
بادشاہوں کے رکنوں میں لڑائی جاری رہی قطب شاہ نے احمد سرائے کے راجہ سے
بہت بڑی لڑائی شروع کی جس کا دارالکرمیت جتور کدہ تھا اور احمد شاہ نے
سولہ راجہ کے عہد دولت میں جو احمد سے پہلے راجہ لڑتا تھا سرائے پر حملہ
کیا تھا مگر حال کی لڑائی اُس اُسداد و اعدائے کی بددعا کی لڑی قائم ہوئی جو
قطب شاہ کی جانب سے اُس کے رشتہ دار ڈاکٹر ران کے بیٹے اُس سرائے والے راجہ کے
مقابلہ پر ظہور میں آئی تھی جو اُس کو بڑی قوت دیتی تھا جس کے اُس کے پوتہ
راجہ سنگھ نے باپ کے مقابلہ پر لڑا تھا گجرات کے بادشاہ کو اُن لڑائی ہزائیوں
میں ہار ہار ناقد سے حاصل کرنے پر بھی چھ لڑائیوں کے مطابق سنہ ۱۲۵۷ ع مطابق سنہ ۱۸۶۱ شمسی
میں یہ دو لڑائیاں اُس کے حاصل کیں کہ پھر نردہ سے مصاصہ کیا اور کوہ آبر کو
جو باب تہذیب میں مشہور و معروف ہے اپنے قبضے و تصرف میں لایا اور سرورہ کے
راجہ کو مغلوب کیا جو احمد کا راجہ و رعایا تھا *

چونکہ قطب شاہ نے راجہ لڑائی تو سنہ ۱۲۵۹ ع مطابق سنہ ۱۸۶۳ شمسی میں
اُس کے چوتھے بیٹے شاہ نے تخت کو سنبھالا مگر فالتوئی کی وجہ سے تخت سے
اُتارا گیا اور بڑا مشہور دور میں ہو کر یہ اُس کے قطب شاہ متروک کا بھائی مسعود
جو مسعود کے قطب سے پہلا لڑتا تھا سنہ ۱۲۵۶ ع میں چودہ برس کی عمر میں
نقطہ قوتیں ملے اور ہار ہوئی تو بادشاہ راجہ اور گجرات کے بڑے بادشاہوں میں
گما گیا *

۱۱ عہد صدر کے سیاست دور میں بادشاہ کو برا سمجھا اور بڑے رعب داب
کا یہاں اُسے ہیں چنانچہ بار چھ لڑائی لڑی ایک ایک صفحہ ۱۲۷ میں
اور بار بار لڑائیوں میں اُس کے خوف و شہید سے دیر لڑے جاتے ہیں منجملہ
اُس کے بار بار لڑائی لڑنے کی حالت میں ۱۲۶۱ میں اُس کی صورت کو
توڑی لیا گیا اور یہ لڑائی میں اُس راجہ میں متروک ہیں کہ اُس کے کھانے کا
پورا مسئلہ رعبوں سے بدلتا ہو گیا اور اُس کے سارے جسم میں وہ بڑی غذا
اُسے سرائے کرتی تھی کہ اگر کوئی مٹھی اُس کے بدن پر پڑے جاتی تھی تو
توڑتے پھوٹ کر اُسے لڑتی تھی اور بڑے بڑے لوگوں کو بڑے ہلاک کرتا تھا کہ
ہاں چنانچہ اُس پر تھرا لیا گیا جس صاحب نے تھرا لیا کے بادشاہ کا حال اپنی نظم میں
لکھا ہے وہ بھی بادشاہ تھا جو پھر اُس کے ساتھ اور پھر اور اڑھا اور جنگلی
ہندو ہشت ہوا تھا

اپنے امیروں کے شرر نساحوں کے دہائے مٹانے سے بہت جلد اپنے زور و قوت کو جتایا اور آغاز مہد سلطنت میں ہمہ ملی خاندان کے ایک بادشاہ کی امداد و اعانت کے لئے جو پہلے دکن میں اُسکے گھرانے کا بد خواہ و مخالف تھا سنہ ۱۲۶۲ مطابق ۸۶۶ میں جب چوہانوں کی کہ مالوہ کے بادشاہ نے اُس بادشاہ کو معصور کر کے تھاپس معبود و مقدر کیا تھا *

جبکہ اُسکی قلمرو پر کچھ والوں کیصائب سے دست درازیاں ہونے لگیں اور بڑی بڑی دلتیں پیش آئیں تو وہ ریگستان دن کچھ سے گذرا اور خود کچھ کو پامال کیا اور انکے تک لشکر کو لیکھا اور اُسکے نکارے پر بلوچوں کو مغلوب کیا سلیمانہ اُسکی بڑی بیروشن کے گرنار یعنی جوناگڑھ اور جاپانیر کی بیروں گنی جاتی ہیں جویرہ نمائے گھرانے کی جنوبی جانب میں گرنار ایک ایسی پہاڑ پر واقع ہے جو استحکام و قدس کی جہت سے بہت مشہور و معروف ہے اُن ہولو بیرونیوں میں سے برس صرف ہرنی + اور راجپوتوں کی معمولی دلاوری اور مسلمانوں کے غیر معمولی تعصب وہاں ظاہر ہوئے گرنار کا راجہ قبول اسلام پر معبود ہوا اور جاپانیر کا راجہ اپنے تعصب مذہب کی جہت سے مازا گیا علوہ اُسکے خاص قلمرو کے ہنگاموں کو نرو کیا اور ایڈر کی ریاست سے معصور لیا اور سنہ ۱۵۰۷ع مطابق سنہ ۹۱۳ ہجری میں خاندیس کی یروش پر اسیر گڈہ تک پڑا گیا اور سنہ ۱۲۹۹ مطابق سنہ ۹۰۵ میں ایک پہلے مرتب پر یہ کام اُس نے کیا کہ احمد نگر کے بادشاہ کا محاصرہ دولت آباد کے حوالی سے اڑھایا مگر پھرے مہم کی تعداد کی بدولت پہلے مسلمان بادشاہوں سے سبق لیکھا چنانچہ اُس نے سنہ ۱۲۸۲ مطابق سنہ ۸۳۷ میں جنگ اور یہاں کے جویروں کو فتح کیا جو دریائی نوالوں کے ایسے ٹھکانے تھے جیسے کہ آج کل پائے جاتے ہیں اور خلیج کمپوچا سے وہ بھاری جہاز روانہ کیئے جو ترپور سے اراستہ تھے اور انہوں نے بلسار کے قزاقوں کو بھری لڑائی میں شکست فاش دیکر پراگڈہ کیا اور جس زمانہ میں کہ ہمہ ملی خاندان والوں کا ایک ہائی سردار بمبئی پر قابض متصرف تھا بھری کوچ اپنی اُسپر روانہ کی مگر اُس مرتب پر سنہ ۱۲۹۲ مطابق سنہ ۹۰۰ میں بیڑہ اُسکا طوفان کے مدد سے تباہ ہوا اور شاہ دکن کی امداد و اعانت سے بمبئی اُسکو دوبارہ حاصل ہوئی *

بعد اُس کے بھری مہم میں اپنے ممتاز کرنیکا پڑا مرتب اُسکو ہاتھ آیا چنانچہ بیان اُسکا یہ ہے کہ مصر کے مالوک بادشاہ نے پھر آخر میں بارہ جہاز اُس

+ سنہ ۱۲۶۸ع مطابق سنہ ۸۷۳ ہجری سے لغایت سنہ ۱۲۷۰ع مطابق سنہ ۸۷۵ ہجری تک گرنار پر ہر برس دھارا ہوتا رہا اور سنہ ۱۲۸۳ع مطابق سنہ ۸۸۸ تک جاپانیر فتح ہوا

جب کہ مدنی رائے سردار نے جسکو والی مالوہ محمود شاہ نے انصرام اپنے کار بار کا تقریباً کیا تھا محمود شاہ کو حکومت سے خارج کیا تو وہ گجرات کو بھاگا گیا اور مظفر شاہ کا دامن پکڑا مظفر شاہ نے اُس کی دستگیری کی کہ وہ خود مالوہ پر چڑھا اور دارالسلطنت پر قبضہ کیا اور راجہ سنگا کو جو ہندوؤں کی کمک پر آیا تھا پچھلے بیڑوں لوٹنے پر مجبور کیا فرشتہ محمود شاہ کو اُسکی حکومت پر بحال کر کے کسی قسم کا معاوضہ اُس سے نہ لیا اور صلیح سلامت گجرات کو واپس آیا مگر بعد اُسکے تھوڑی مدت گزرنے پر سنہ ۱۵۱۹ ع مطابق سنہ ۹۲۲ ہجری میں راجہ سنگا بڑے زور شور سے لوٹ کر آیا اور محمود شاہ کو پکڑا جکڑا مگر بڑی فیاضی سے چھوڑا اور معزز شہزادوں پر آشتی کی اب راجہ سنگا مظفر شاہ ثانی سے یوں انتقام لے سکا کہ ایڈر کے راجہ کی مدد کر گیا اور گجرات کو احمد آباد تک لڑا *

بعد اُسکے مظفر شاہ نے اگلے سال ایک فوج ایاز سلطانی کے زیر حکومت کر کے راجہ سنگا پر روانہ کی اور بھڑپی انتقام اُس سے لیا چنانچہ ایاز سلطانی نے اُسکو مندسور میں محصور کیا اور جب کہ مالوہ کا بادشاہ فوج گجرات کی اعانت کو پورنچا تو ایاز سلطانی راجہ سنگا کو آشتی کی شرطیں منایت کرچکا تھا اگرچہ مالوہ کے بادشاہ نے اپنی امداد و اعانت سے فائدہ اُٹھانے پر ایاز سلطانی کو بہت کچھ آمادہ کیا مگر ایاز اپنی بات پر جما رہا اور اُس بادشاہ کی لعنت ملامت کے خلاف پر فوج اپنی لیکر چلا گیا *

مظفر شاہ ثانی سنہ ۱۵۲۶ ع مطابق سنہ ۹۳۲ ہجری میں چودہ برس کی حکومت کر کے مر گیا *

جب کہ سکندر شاہ اور محمود شاہ ثانی مظفر شاہ ثانی کے دو بیٹے اور جانشین اُس کے بہت جلد نیست و نابود ہو گئے تو بہادر شاہ گجراتی اُس کے تیسرے بیٹے کو تخت سلطنت کا ہاتھ آیا اگرچہ یہ تیسرا بیٹا تھا مگر معلوم ہوتا ہی کہ وہ ہمیشہ باپ کا وارث غالب سمجھا جاتا تھا مگر کسی بات پر باپ سے خفا ہو کر دلی کو آیا تھا جہاں سلطان ابراہیم کی خدمت میں باپ کے دھارے تک متوسل رہا اور جب تک وہ دلی میں سکونت پذیر رہا تب تک باپ کے تخت سے معذور رہا مگر جب کہ ایک بھائی اُس کا دغا سے مارا اور دوسرا بھائی تخت سے اُتارا گیا تو وہ تخت نشین ہوا اور باوجود اُسکے بھی ایک بھائی سے مقابلہ باقی رہا تھا جسکی اعانت پر راجہ سنگا اور چند اور ہندو راجاؤں نے کمر باندھی تھی اور جب کہ یہ دہری دار بھی لڑائی میں کالم آیا تو بھی دہریدار باقی رہ گیا *

اول تدبیر اُس کی یہ تھی کہ ایڈر اور پاس پاس کے راجاؤں کو مطیع و محکوم اپلا پٹایا اور بعد اُس کے خاندیس کے بادشاہ اُس کے ہوتیسی نے اپنے اور بادشاہ

ہزار کے لئے اس سے کمک چاہی جو پہلی نظام شاہ احمد لکڑ والے کے مقابلہ پر
بہم متعلق ہوئے تھے *

اس کوئی کا سارا کاربار اس کے حوالہ کیا گیا اور ساری بادشاہوں نے
اس کے قتل و غارت کو پختہ شدہ تسلیم کیا کہ اس نے کاربار اس کے
ایک ٹھیک ٹھاک ہوئے کہ پندرہ والا پیر شاہ اگرچہ نظام شاہ کا مدد و معاون ہوا
مگر دارمک اس کے نظام شاہ اپنی ذاتی اطاعت سے پہلے شاہ کی عزت پرستی کے
مقابلہ آرزو آئے ہاتھوں کے تسلیم کرنے پر جتنی بابت خاندیس اور ہزار کا چکر قائم
تھا پختہ شدہ ہوا *

پہلے شاہ کی ان کی مہم ایک اور بڑے مقبول فتوح کی منتظر ہوئی وہاں
آسکا یہ بھی کہ جب والی سارو محمود شاہ نے جسکو مددگار شاہ نے بحال
کیا تھا اس کے مذکور کے باعث یہ اپنے مریخی واقعہ کے خلاف پر ساروش کرنے میں
کوئی بھی نہی اور اس قدر کمزور نہ تھی کہ ضرورت سے راجا سنگا اپنے مہم کی
واقعہ کو آگے بڑھائیں ان کے خلاف پر سارو کوئی نہی غنیمت سمجھا تو
رانا رستم شاہ جو پہلے شاہ کا پہلے سے دوست و سواں تھا اور جو شاہ کوئی اپنے
مشترب نقصانوں نے پورا کوئی نہی اپنے باہم متعلق ہوئے ارشد ماہ نوروی سنہ ۱۵۲۱ ع
مطابق شعبان سنہ ۹۲۷ ہجری میں بدام سارو اپنی دارالسلطنت میں محمود شاہ
کو قتل ہوا اور گھوڑا کو روانہ کیا گیا بعد اُسے جانے سارو گیا اور قتلور اُسکی
پوتہ ۱۲ کی عمر میں داخل کوئی *

اگرچہ یہ - - - - - ہوا مگر اسے بعد اقبال و دولت سے نالہ اُٹھانے کی
ذاتی نجات پرور شاہ کی دوسری کوئی نہیں جاتی تھی بدام اس - - - - - کے جو
جوئے سارو میں شکستہ انقلاب کے باعث یہ - - - - - سلطنتی راجہوت ایک بڑا باعث
تھا جو محمود شاہ کے بعد دولت میں راجہ میں واقع ہو گیا حکومت پر معزز
و ممتاز ہوا اور مقرب آگے سارو کے مشورے میں اور مقاموں پر بھی حکومت
تو تھا اور بعد اُس کے انہیں کی حکومت پر انہیں و مقرب ہوا تھا *

سارو ہوتا تھا کہ پہلے شاہ نے یہ خیال اپنے دے سلطنتی سے قوی سرکار کے
قائم رہنے تک اور خصوصاً اس وقت تک کہ وہ ہزار کے راجہ کی حفظ و
سواست میں رہے گا مگر بعد اُس کی ہجری نورنگی سلطنتی کو اس موقع پر مقید کیا
کہ وہ پہلے شاہ کے لشکر میں آئے ہوئے کو آیا تھا چنانچہ اس دفا بازی سے
جو پورے شاہی مسائل کوئی اس سے نالہ اُٹھا کر شہر آجیں پر قبض و تصرف کیا
و اندہ مددور کے وقوع سے سلطنتی کا بیٹا پوریت راجہ پندرہ کو ہکا اور راجہوں کا
ہو آئی تلمع جو سلطنتی کے قبض و تصرف میں تھا اُس کے کوئی کے زیر حکومت رہا
اور وہ پہلے شاہ کا مقابلہ کرنے گیا اور اُس کی اطاعت پر راضی ہوا *

فرشتہ بہادر شاہ کو جو مقابلہ اسلحہ پیش آیا اُسکے پس پا کر گئے اور اُسپر غالب آنے میں بہت سا عرصہ صرف ہوا اگر راجہ رتن سنگھ جیتا جاگتا رہتا اور پکرمات جیت اُسکا بیٹا جانشین اُسکا نہوتا جسکے مہد حکومت میں چتر گڈہ کی قوت نہایت کمزور ہوگئی تھی تو اُس مقابلہ کے پس پا کرنے میں ہرگز کامیاب نہوتا *

چونکہ بہادر شاہ اس مہم میں مصروف و آمادہ تھا تو پرتگال والوں کی بڑی ہزاری فوج نے مقام دایو پر دھارا کیا تھا مگر حصار دایو کے مہانظروں نے وہ ہزا نام کیا کہ ماہ فروری سنہ ۱۵۳۱ ع میں وہ حملہ پس پا کیا گیا *

پرتگال والوں کے مقابلہ میں ضروری تدبیروں کو بہت بڑا کر چتر گڈہ پر دوبارہ دھارا کیا اور اب سراج کے راجاؤں کی قوت و ایسی کمزور ہوگئی تھی کہ بہادر شاہ نے اوائی کا کام کاج اُسکی دارالسلطنت یعنی چتر گڈہ کے محاصرہ سے شروع کیا اور سنہ ۱۵۳۲ ع مطابق سنہ ۹۰۸ ہجری میں تین مہینے گذرنے پر چتر گڈہ کے راجہ کو بہت سے خرچ دینے کے بعد امن و امان کے خوف سے گرنے پر مجبور کیا + اور اسی امان کے قریب اس نے ہمدانوں سے لڑائی پاندھی جسکا انجام اوپر مذکور ہوگیا اور عالم دایو میں پرتگال والوں سے خطا مقابلہ کا سلسلہ جاری کیا اور ساری عنایتوں کے علاوہ کارخانہ بنانے کی بھی انکو اجازت فرمائی اور پرتگال والوں نے اس عنایت کے معارفہ میں پانسر یورپ والے سپاہی اس فرض سے نذر ارسکی کیئے نہ وہ اپنی سلطنت کے دوبارہ قبض و تصرف حاصل کرنے میں کام آونے لہوے اور چھٹے مشلوں کے لوہے جالے کے بعد ارسچے گجرات پر قبضہ کیا تو مقام دایو پر دوبارہ مترجمہ ہوا جہاں پرتگال والے اپنے نئے کارخانہ کی فصیل بنارہے تھے اور اُسے یہ تصور کیا کہ وہ ایک مستحکم قلعہ بناتے ہیں اور چونکہ اُس نے فرنگی دہلا پرتگال کے نائب السلطنت کو وہاں موجود پایا جو جہازوں کا ایک بیڑہ لیکر نئے کارخانہ کی حفظ و حمایت کو آیا تھا تو بہادر شاہ اور اُس نائب السلطنت میں اس مذکور کی بات نہ تکرار قائم ہوئی اور امر متنازع فیہ کی تشریح طریقوں سے عمل میں آئی اگرچہ یہ باتیں بظاہر درستانہ ہوئیں مگر مسلمان اور پرتگالی درندہ سرکردوں نے اس بات کو واجب قرار دیا کہ درندہ فریقوں کے دامن میں دغا بازی کا

+ جو سراج اسموقع پر چتر گڈہ کے راجہ نے ادا کیا تھا اُس پر وہ جزاؤں پکا بھی داخل تھا جسکو چتر گڈہ کے راجہ نے گجرات کے پہلے بادشاہ سے چھینا چھینا تھا بعد اُسکے بہادر شاہ کے خاندان والوں کے ساتھ مدینہ میں پھونچا اور آخر کو شاہ دم کے جراحہ خانہ میں داخل ہوا — ہرگز صاحب کا ترجمہ تاریخ فرشتہ کا جلد ایک صفحہ ۱۳۱ پر صاحب کی تاریخ گجرات کے صفحہ ۲۱۶ کے حاشیہ کو پہلے معاصر کے کی بات دیکھنا چاہیے

[illegible]

جورج مونرو فریڈ اسکاٹ کو براہر مانتے تھے وہ فلموں کے ساتھ ایمانداری کا برتاؤ
اچھا نہیں تو مایہ ناز انگریزوں کے کسی دوسرے کو توڑنا بھی مستحکم
اس بات کا حاصل نہیں تھا اُس کے اراکوں اور شاہکاروں کے چنگ نہادشاہ
اُن کے چہرے پر ساری ساری آواز اور ہمارے کاموں کا سہل اس کے جی میں اہم تھا
تھا آیا کرتا اور اگر وہ جیسے وہ ہو سکتا تو اس کے مقصد اُس کی گرفتاری کر کے
تھا اُس کا مقصد یہ تھا اس لئے کہ اُن کو اس کا مقصد تھا کہ اُس کو اپنے چہرے
پر اُن کی تصویریں لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر
یہ مقصد اُن کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر
لکھا جائے جس کے لئے وہ ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر
عالمی عدالت کے آگے لے کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر
لکھا جائے گا ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر
اُس کی گرفتاری سے ملنے آج کل کے حالات کے ساتھ ساتھ ان کے ہاتھوں پر لکھ کر
چھوٹے ہتھوں کے لئے ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر
اُس کو بھی وہی مقصد حاصل تھا یعنی وہ مقصد تھا کہ اُس کے ہاتھوں میں
گرفتار تھا کہ اُس کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر
نابھد و مصروف تھا اور 1938ء میں ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر
مقامی اسماعیل آباد اور ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر ان کے ہاتھوں پر لکھ کر
اُس کے سرکاری ہی سائنس کے سوا کوئی بات ایسی نامور میں نہ آئی کہ شرح
+ فریقین کے بیان پر جو معدودہ ناموں کے لئے لکھی گئی وہ کرنل پرگز کے
ترجمہ تاریخ ارتقاء جلد چار صفحہ 122 کے ساتھ میں دیئے ہوئے ہیں

و یہاں کے لاپس ہونے مگر انکشاف اُسکا ایسی صورت پر واقع ہوا جو معمولی صورتوں سے نمایاں ہو گیا تھا۔ چنانچہ بیان اُس کا یہ ہے کہ اُس کے ملا پیش امام نے اُس کو قریب سے مارا جس پر اُس نے کسی زمانہ میں گردن تک دیرار میں چنوا کر بھوکوں مارا تھا اور جب کہ ملا بھوکوں کے مارے مرنے کے تک بھگ پھرنیچا تو اُس کو اُسوقت آزادی نصیب ہوئی کہ معبود اُس دیوار کے پاس ہو کر نکلا اور اُس نے اُسکی تعلیم کے لئے گردن چھٹائی اور وہ اوس سے راضی ہوا بعد اوس کے اوس ملا نے بڑے بڑے افسروں کو بلوایا اور جو جو آتا گیا اوس کو خفیہ خدمت مارتا گیا یہاں تک کہ سنہ ۱۵۵۳ ع مطابق سنہ ۹۶۱ ہجری میں تخت پر بیٹھا مگر جوں ہی کہ وہم کھلا ظہور اُس نے کیا تو حسب توقع رہے سہی افسروں کے ہاتھوں مارا گیا *

معبود ڈلٹ نے سررتھ کا تہہ بنایا تھا جو آج تک قائم ہے اور شکار کے لئے ایک رقبہ گھیرا تھا جو چودہ میل کے محیط پر ایک چار دیواری سے محصور تھا یہ عمارت ایسی تہو میں نمایاں عجیب و غریب تھی جہاں ہرن وغیرہ شکار کی قسمیں بڑی فراوانی سے ہوتی ہیں *

معبود ڈلٹ کے فرضی بیٹی کو ایک فریق نے احمد شاہ ثانی کے خطاب سے تخت سلطنت پر بٹھوایا یہ لڑکا جوانی چڑھنے کو جیتا جاکتا رہا اور غالباً اُس نے خود مختاری برتنی اس لئے کہ سنہ ۱۵۶۱ ع مطابق سنہ ۹۶۹ ہجری میں آٹھ برس کی سلطنت کے بعد مارا گیا *

بعد اُس کے ایک نام کا بادشاہ مظفر شاہ شاف کے خطاب سے قرار دیا گیا اور سلطنت کا یہ سال ہوا کہ بڑی بڑی سازش کرنا براؤں پر منظم ہو گئی مگر یہ بھی جہاں سے نہ ہوئے کہ اُن میں جھگڑے قائم ہوئے اور سارا ملک ادھر ادھر کے قصے نصایب سے معمور ہو گیا یہاں تک کہ سنہ ۱۵۷۲ ع مطابق سنہ ۹۸۰ ہجری میں ابو شاہنشاہ نے اُس کو قلع کر کے بہت ٹھیک ٹھاک بنایا *

مالوہ کی ریاست کا بیان جس کو دلاور غوری نے بنا کیا

- ۱ دلاور شاہ غوری سنہ ۱۰۲۱ ع مطابق سنہ ۸۰۴ ہجری
- ۲ ہرشنگ شاہ غوری سنہ ۱۲۰۵ ع مطابق سنہ ۸۰۸ ہجری
- ۳ معبود شاہ غوری سنہ ۱۲۳۲ ع مطابق سنہ ۸۳۵ ہجری
- ۴ معبود شاہ خلجی سنہ ۱۲۲۵ ع مطابق سنہ ۸۳۹ ہجری
- ۵ فیات الدین خلجی سنہ ۱۲۸۲ ع مطابق سنہ ۸۸۷ ہجری
- ۶ ناصر الدین خلجی سنہ ۱۵۰۰ ع مطابق سنہ ۹۰۶ ہجری
- ۷ معبود ثانی خلجی سنہ ۱۵۱۲ ع مطابق سنہ ۹۱۶ ہجری

و ہر دو سے مدت تک جاری رہی اور ایک مدت گزرنے پر پھر اس وجہ سے شروع ہوئی کہ تنگ کے چھوٹے دعویدار کو دای کے بادشاہ سے کمک حاصل ہوئی تو یہی مگر مدنی رائے کی شجاعت و لیاقت پھر غالب آئی *

مدنی رائے کو مدت کی خدمت گزاری سے یہہ مرتبہ حاصل ہوا کہ اُس کو اپنے دای نعمت پر ترقیت حاصل ہوئی اور حکومت کا انصرام اُس کے قابو میں آیا مگر ایک ہندو کو ایسی عظمت کے حاصل ہونے سے مسلمانوں میں ناراضی پھیلی چنانچہ کئی صوبوں کے حاکم باغی مانگی ہو گئے اور مدنی رائے نے بتدریج اُن کو پس پا کیا *

اُن لڑائیوں سے یہہ نتیجہ حاصل ہوا کہ مدنی رائے بہت قوی ہو گیا اور مسلمانوں کو بادشاہ کی خدمت سے الگ کیا اور دربار اور فوج کو راجپوتوں سے بھردیا چنانچہ محمود کو تردد لاحق ہوا مگر اپنی حکومت کے دوبارہ حاصل کرنے میں کامیاب نہوا اور اُس نے معام کیا کہ وہ اپنی ہی دارالسلطنت میں مقید ہوا اور سنہ ۱۵۱۷ ع مطابق سنہ ۹۳۳ ہجری میں موقع پا کر گجرات کو بھاگ گیا گجرات کے بادشاہ مظفر شاہ نے امداد اُس کی کی اور لڑائی برس دن تک قائم رکھی یہاں تک کہ مائتو راجپوتوں کے سخت مقابلہ کے بعد فتح ہوا اور سنہ ۱۵۱۹ ع مطابق سنہ ۹۲۴ ہجری میں گجرات کے بادشاہ محمود کو بحال کر کے اپنی سلطنت کو واپس گیا اور جبکہ مدنی رائے ہندوئی کر چلا گیا جہاں کا وہ موروثی سردار تھا تو محمود اُس کے پیچھے روانہ ہوا اور وہاں یہہ دیکھا کہ ہندو گتہ والے راجہ سنگا کی اعانت سے سہنی رائے کو تقریب پہنچتی ہے یعنی وہ راجہ نام ارج اپنی ایکر ہندوئی کی حفاظت و حمایت کر آیا تھا *

فرض کہ ایک لڑائی رات ہوئی جس میں محمود ثانی نے شکست فاحش کھائی اگرچہ محمود اور باتوں میں کمزور تھا مگر اپنی شجاعت میں معزز و ممتاز تھا چنانچہ وہ اُس وقت تک لڑائی کے قائم رکھنے میں جدوجہد کرتا رہا کہ خود زخموں سے زور چور ہو گیا اور ٹھوڑا اُس کا کام آیا اور خود پکڑا گیا مگر راجہ سنگا نے بڑی آدمیت برتی کہ وہ مہربانی سے پیش آیا اور تھوڑے دنوں کے بعد اُس کو آزاد کیا چنانچہ پھر وہ حکومت کرنے لگا *

محمود کی دنی مایہست استعداد اس کی نوکھتی تھی کہ وہ اپنے مخالف کی بلند حرصگی اور جراتوروی کی تنہید کرتا بلکہ برخلاف اس کے راجہ سنگا کے انتقال کے بعد اُس کے بیٹے رتن سنگھ پر اس فرض سے حملہ کیا کہ اُس کی نئی حکومت کی دہراہریں سے کچھ فائدہ حاصل کرے رتن سنگھ نے مظفر شاہ کے جانشین ہمار شاہ سے سنہ ۱۵۲۵ ع مطابق سنہ ۹۱۴ ہجری میں اعانت چاہی مگر جو کہ

بہادر شاہ پہلی مسعود شاہ کی کفران نعمت کا شاکہ تھا تو اُس نے وہیں سنگھ کی حمایت پر کٹر پالندھی فرشتہ مسعود کا اُن دونوں کا مقابلہ کر سکا اور بہادر شاہ نے اُسکی دارالسلطنت پر قبضہ کر کے خود اُس کا گروہار آباد کیا۔ اُسکے سنہ ۱۵۳۱ء مطابق سنہ ۹۳۷ھ ہجری میں مالوہ کی ریاست گجرات کی سلطنت میں مدینہ کے لوگ شامل کی گئی۔

خانہدیس کی سلطنت کا بیان جس کا بانی ملک راجہ ہری نژاد تھا

- ۱ ملک راجہ سلطانپ بن ناصر سال سنہ ۱۳۱۹ء مطابق سنہ ۸۰۱ھ ہجری
- ۲ میران عادل سال سنہ ۱۳۲۷ء مطابق سنہ ۸۳۱ھ
- ۳ میران مبارکشاه سنہ ۱۳۲۷ء مطابق سنہ ۸۳۳ھ
- ۴ عادلخان ارال سنہ ۱۳۸۷ء مطابق سنہ ۸۶۱ھ
- ۵ نازک علی سنہ ۱۵۰۳ء مطابق سنہ ۹۰۹ھ
- ۶ عادل خان ثانی سنہ ۱۵۱۰ء مطابق سنہ ۹۱۶ھ
- ۷ میران مسعود شاہ سنہ ۱۵۳۰ء مطابق سنہ ۹۳۶ھ
- ۸ میران مبارکشاه ثانی سنہ ۱۵۳۵ء مطابق سنہ ۹۴۲ھ
- ۹ میران مسعود خان سنہ ۱۵۶۶ء مطابق سنہ ۹۷۲ھ
- ۱۰ راجہ علی خان سنہ ۱۵۷۶ء مطابق سنہ ۹۸۲ھ
- ۱۱ بہادر شاہ سنہ ۱۵۹۶ء مطابق سنہ ۱۰۰۵ھ ہجری

سلسلہ سلطنت میں ان پندرہ دینی آدمی نے حاکم بنائے۔ ان کے سنہ ۱۰۰۵ء پر مشتمل تھی اور اُس دینی کا بالائی حصہ ہوا۔ ان کے نامور ہیں داخل تھا سلطنت مذکورہ کے جنوب میں وہ پوربھار واکم آرمس جو داس اور ہاندہ خطہ کی پشت و تپا رابع پوربھار اور اُس کے شمال میں اورادور پوربھار واکم آرمس میں اور گجرات کی ریاست میں ایک جنگل کی حد اصل ہوا وہ ملک ایسا نہایت پُر اور ہے جس میں بہت سی ندرات مہر ہیں اور نازم اس کی اکثر اُن ہندوستان کے حاکم اور مشتمل ہی جو اُسکے حاکم اور امداد کی ہوتی اُس کے پاس ہندوستان دینی ریاستوں کی تاریخوں میں لکھی گئی۔

خانہدیس کا پہلا بادشاہ جس نے ہوا۔ ہوا۔ ان کی سلطنت سے علاوہ تمام کیا لاوتی ہوتی ہوا۔ ہوا۔ ہوا۔ اور بادشاہ گجرات کی شاہ دی سے اُس کی شادی ہوئی ہوئی اور بادشاہ گجرات کی نے اُس کے پیشے کو ہندوستانی کا خطاب عطا کیا تھا چنانچہ خود وہ بادشاہ اور اُس کے جانشین گجرات کے بادشاہ کے مقابلہ میں ایک طرح کی لیڈرمنی کا اقرار کرتے تھے۔

خاندیس والے بادشاہوں کی ذاتی تاریخ میں کوئی بات اس کے سوا بیان کے قابل نہیں کہ دہلی کے ذریعہ سے اسیر گئے کا بہاری قلعہ ایک ہندو سردار کے قبضہ و قابو سے نکالا اور اُس کے پاس برہمانپور کو آباد کیا اور دارالسلطنت اپنا قرار دیا یہہ شہر اب بھی بڑا عمدہ شہر ہی اور بادشاہی مکانات کے کھنڈروں سے جو اس پاس اُس کے اب تک کھڑے پڑے ہیں یہہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے وقتوں میں اور بھی بڑا بڑا بلکہ یہہ معلوم ہوتا ہے کہ سارا خاندیس اپنے بادشاہوں کے وقتوں میں نہایت شاداب و تازہ رہا وہ پتھر کے پستے چونکہ ذریعہ سے ندیوں کو آب پاشی کے قابل کیا گیا ایسی بڑی عمدہ و صنعت اور سرور و فائز کے کام ہیں جیسے کہ ہندوستان میں اور جگہ موجود ہونگے اور اس سے بھٹک نہیں کہ اُن پشتوں کو ہندوؤں نے بنایا یا خاندیس کے بادشاہوں نے تعمیر کیا مگر خاندیس والے بادشاہوں کے وقتوں میں کام اُن پشتوں سے بلا شہہ لیا جاتا تھا گو وہ آج کل چھاری جنگلوں میں دب دیا گئے *

اگر نے سنہ ۱۵۹۹ ع مطابق سنہ ۸-۱۰ ہجری میں خاندیس کی ریاست کو دہلی کی سلطنت میں دوبارہ داخل کیا *

ہنگالہ کی ریاست کا بیان

- ۱ نضر الدین سنہ ۱۳۳۸ ع مطابق سنہ ۷۳۹ ہجری
- ۲ علاء الدین سنہ ۱۳۴۰ ع مطابق سنہ ۷۴۱
- ۳ حاجی الشمس بن خطاب شمس الدین سنہ ۱۳۴۲ ع مطابق سنہ ۷۴۳
- ۴ سکندر شاہ سنہ ۱۳۵۷ ع مطابق سنہ ۷۵۹
- ۵ غیاث الدین سنہ ۱۳۶۷ ع مطابق سنہ ۷۶۹
- ۶ سلطان السلاطین سنہ ۱۳۷۴ ع مطابق سنہ ۷۷۵
- ۷ شمس الدین ثانی سنہ ۱۳۸۳ ع مطابق سنہ ۷۸۵
- ۸ راجہ کنش سنہ ۱۳۸۶ ع مطابق سنہ ۷۸۸
- ۹ جیسٹ ملک عرف جلال الدین سنہ ۱۳۹۳ ع مطابق سنہ ۷۹۵
- ۱۰ احمد شاہ سنہ ۱۴۲۸ ع مطابق سنہ ۸۲۴
- ۱۱ ناصر الدین سنہ ۱۴۲۶ ع مطابق سنہ ۸۳۰
- ۱۲ ناصر شاہ سنہ ۱۴۲۶ ع مطابق سنہ ۸۳۰
- ۱۳ باریک سنہ ۱۴۲۸ ع مطابق سنہ ۸۳۶

۴ اس خاندان کے آغاز عہد دولت کی تاریخیں متعلق نہیں چنانچہ ان بتو کہ سنہ ۱۳۴۲ ع میں دہلی سے روانہ ہوا اور ایک دو برس بعد اُس نے نضر الدین کو ہنگالہ میں زندہ پایا

فہرست تاریخ ہندوستان

- ۱۲۔ جیو شاک سنہ ۱۲۲۵ ع مطابق سنہ ۸۳۹
- ۱۵۔ جیو شاک سنہ ۱۲۶۱ ع مطابق سنہ ۸۶۶
- ۱۶۔ شاہزادہ سنہ ۱۲۸۱ ع مطابق سنہ ۸۸۶
- ۱۷۔ فیروز شاہ سنہ ۱۲۸۱ ع مطابق سنہ ۸۸۶
- ۱۸۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۲۶۲ ع مطابق سنہ ۸۶۹
- ۱۹۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۲۳۲ ع مطابق سنہ ۸۴۰
- ۲۰۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۲۹۲ ع مطابق سنہ ۹۰۳
- ۲۱۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۱۱ ع مطابق سنہ ۹۱۷
- ۲۲۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۲۲ ع مطابق سنہ ۹۲۸
- ۲۳۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۳۷ ع مطابق سنہ ۹۴۵
- ۲۴۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۴۵ ع مطابق سنہ ۹۵۱
- ۲۵۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۱ ع مطابق سنہ ۹۶۸
- ۲۶۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۵۲ ع مطابق سنہ ۹۶۱
- ۲۷۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۱ ع مطابق سنہ ۹۶۸
- ۲۸۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۳ ع مطابق سنہ ۹۶۱
- ۲۹۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱
- ۳۰۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۰۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۱۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۲۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۳۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۴۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۵۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۶۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۷۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۸۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۹۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۴۰۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

ہندوستان کی سلطنت کا بیان

- ۱۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱
- ۲۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۳۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۴۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۵۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۶۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۷۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۸۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۹۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

۱۰۔ شہنشاہ شاہ سنہ ۱۳۶۴ ع مطابق سنہ ۹۶۱

تتمہ تاریخ ہندوستان

۱۴ ابراہیم شاہ سنہ ۱۲۰۱ ع مطابق سنہ ۸۰۲

۱۲ محمود شاہ سنہ ۱۲۳۰ ع مطابق سنہ ۸۳۳

۵ محمد شاہ سنہ ۱۲۵۷ ع مطابق سنہ ۸۶۲

۶ حسین شاہ سنہ ۱۲۵۷ ع مطابق سنہ ۸۶۲

معلوم ہوتا ہے کہ خراجہ جہان جو محمد تغلق کا وزیر تھا اُسکی صغر سنی کے زمانہ میں جب اُس کی حکومت پر حارثی ٹپوسکا تو وہ جوئیور اپنی حکومت کا کوہلا گیا اور عورت مختار بن بیٹھا اُس کے خاندان کے چار آدمی جا نشین اُسکے ہوئے اور سالارہ اور دای کے بادشاہوں سے لڑتے رہے چنانچہ دربار اُنہوں نے دای کا محاصرہ کیا مگر سنہ ۱۲۷۶ ع میں بھولہ اودھ گیا۔ اُس کی حکومت کو خاک میں ملایا اور اُن کی قلعہ کو اپنی قلعہ میں دوبارہ شامل کیا *

۱۲۷۶ ع میں بادشاہ نے دای پر فتح پائی تھی تو اُس پر تھوڑے دن گذرے تھے کہ جوئیور کی ریاست پر قبضہ کیا اور بعد اُس کے شیر شاہ بھی اُس پر قابض ہوا اور جبکہ شیر شاہ کے خاندان کا نام نشان باقی ڈرہا تو وہ مختلف لوگوں کے قبض و تصرف میں اُس وقت تک برابر رہی کہ اکبر شاہ نے اپنی سلطنت کے آغاز میں اُسکو فتح کیا *

جوئیور کی ریاست قنوج سے لیکر جو اس کے شمال و مغرب میں واقع ہے گنگا کے کنارے کٹارہ وہاں تک پھیلی ہوئی تھی جو بنگالہ اور بہار کے جنوبی حصہ کے درمیان میں جنوب مشرق کی جانب قائم تھی *

سندھ کی سلطنت کا بیان

چینکے سنہ ۷۵۰ ع میں عرب سندھ سے خارج کیئے گئے تو بعد اُسکے سندھ کی قلعہ و فکری سے سمندر تک سمیرا راجپوتوں کے قبض و تصرف میں بارہویں صدی تک برابر رہا۔ اُنہی کے بعد اُسکے وہ خاندان معدوم ہوا اور بڑی بڑی تبدیلیوں کے بعد ایک اور قوم کے ہاتھوں میں بڑی جو راجپوتوں میں ساما کہلاتی تھی *

یہ بات تصدیق نہیں کہ سمیرا راجپوتوں نے اس زمانہ میں مسلمانوں کو سراپہ دیا مگر غالب یہ ہے کہ بارہویں صدی کے آغاز شہاب الدین غوری کے عہد سلطنت میں یا اُسکے کسی قریب جانشین کے دور و حکومت میں ادا کیا ہوگا *

معلوم ہوتا ہے کہ ساما قوم ولہ ہلے پہل سرکش رہے اسلئے کہ سنہ ۱۳۶۱ ع کے قریب جیساکہ بالا مذکور ہوا سلطان فیروز تغلق نے اسی خطاب کے ایک راجہ پر حملہ دیا بعد اُسکے تھوڑے دنوں گزرنے پر قوم مذکور کے راجپوتوں کو مسلمان کیا گیا اور سندھ اُنکے قبض و تصرف میں چینک برابر رہا کہ ارغونیوں نے اُنکو خارج کیا چنگا دخل و تسلط شاہنشاہ اکبر کی تخت نشینی تک برابر تھا *

ملتان کی ریاست کا بیان

واقع ہو کہ ملتان اُس پہ انتظامی کے زمانہ میں باقی تھا جو تیارنگ کی
 ہی کے بعد اطراف و جوارب میں واقع ہوئی تھی یہ ریاست لنگا پٹھانوں کے
 ہیں و تصرف میں آئی اور سو برس تک ہوا اور رہی *
 سرحدیں صوبہ کے آساموں سے ملے والے اور انہوں نے تمام پٹھانوں کو ملتان کی حکومت
 سے علی کیا اور بعد اُس کے بعد انہوں نے اپنی سرحدیں انہوں کو دیاں کی
 ریاست سے لنگا اور جب یہ وہ ریاست تیارنگوں کے دخل و تسلط میں داخل ہوئی *
 باقی ریاستوں کا بیان

وہ باقی صوبہ سے اسی زمانہ میں باقی کی سلطنت سے واسطہ ملتا رہتا تھا
 اُنکی نسبت یہ کہ انہوں نے سرحدیں و پٹھانوں کی آمد لنگ کی بدوش کے پٹھانوں کے
 سارے صوبے سے مشغول ہوئے اور انہوں نے انہوں کے صوبے بھول لودھی اور
 پانچ اور علاقوں اور قریباً کے پور دیوارہ شامل کیا مگر ان کے جیس تک وہ
 صوبہ پنواں کے سرحدیں ملتا تھا اور پور لوتا جو پٹھانوں کی سرحد کے
 رہیں ریاستوں کے پٹھانوں میں رہا *

تصویر تمام شد



اطلاع

بند دست مدیران سینٹیفک سوسائٹی

اولیاد کتب سوسائٹی میں یہ دستور ہے کہ جب کوئی کتاب
چھاپی جاتی ہے تو چاندرو اسکا پتہ دیا جاتا ہے وہ ہم کو دیا جاتا
ہے یہ چاندرو سوسائٹی کے ہے اور اس سوسائٹی کے یہی اس کا
رواج ہے ۔

یہ کتاب لاریج ہندوستان بہت بڑی کتاب ہے چنانچہ ہرچیز
اسی بنا ہے کہ یہ کتاب اسکا ہندوستان میں ہرچیز جاتا ہے
اور اسکا اس طرح ہرچیز دیا جاتا ہے ۔

ممبروں کو یہ کتاب بک قیمت دی جاتی ہے الا اگر اور کوئی
شخص اس کتاب کو بخیر دے دے اور کوئی کتاب کی قیمت سب سے زیادہ
ہے اور اسکا ہرچیز بک کی قیمت ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز
تو اس کتاب کا بخیر دے دے ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز
سوسائٹی کے اس کے ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز
تو اسکا ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز
ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز ہرچیز

.....

.....

.....

.....

1. The first group of people who are not in the labor force are those who are not in the labor force because they are not in the labor force.

100

10/11/99



MAULANA AZAD LIBRARY
ALIGARH POLICE TRAINING

$\frac{1}{2} \pi$
 $\frac{1}{2} \pi$
 $\frac{1}{2} \pi$
 $\frac{1}{2} \pi$
 $\frac{1}{2} \pi$

1. The Book was not read to the class as planned.
2. A line of the 1953 book was read to the class and charged for letters and words to the class.

